

انطالق المفہوم

# احیاء العلوم

جلد چہارم



مفت محمد رفیع الرحمن صاحب دینی مدارس

مفت محمد رفیع الرحمن صاحب دینی مدارس  
فیض احمد فیضی دامت برکاتہم العالیہ



# انطالق المفہوم

اردو ترجمہ

## احیاء العلوم

الجلد

مُصَنَّف

ابو حامد محمد بن الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مُتَرَجِم

ابو مصلح حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد ایسی دامت برکاتہم العالیہ

تصحیح

صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

ناشر

شبیر برادرزہ، بی۔ اردو بازار لاہور

فون: 7246006

﴿ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ﴾

احیاء العلوم (جلد چہارم)	_____	کتاب
حجت الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	_____	مصنف
ابو صالح مولا ناصر فیض احمد اویسی	_____	مترجم
شیخ الحدیث والفقیر دوست برکات رحمۃ اللہ علیہ	_____	صحیح کنندہ
صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری	_____	پرنٹر
اشتیاق اسے مشتاق پرنٹرز - لاہور	_____	کمپوزنگ
ورڈ میکوز ۴۷ بیڈن روڈ لاہور	_____	ناشر
شبیر برادرز لاہور	_____	بدیہ
راہے	_____	

طبع گاہ

شبیر برادرز 40-B اردو بازار لاہور

P-H 7246006

# فہرست احیاء العلوم (جلد چہارم)

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۲	سودین کی توحید کے درجات	۱۲	باب ۱
۶۵	وہابیت جن کی وجہ سے سیکرہ دین جاتا ہے	۱۳	﴿توبہ﴾
۶۹	نراست کی تفصیل	۱۴	توبہ کی طریقہ
۷۲	حقوق اہلداد	۱۵	توبہ کے فضائل اور اس کا جواب
۷۴	حقوق اہلداد کی تفصیل	۲۵	ہر مومن پر توبہ کا روم
۷۶	طریقہ توبہ	۲۶	ہر فرد بشر پر توبہ واجب کیوں؟
۸۷	مراہب غفقات النہین	۳۲	توبہ کی قبولیت کی شرائط
۹۳	توبہ کرنے کے بعد گناہ..... تو طمان	۳۳	اہل بیت مہارک
۹۴	توبہ و استغفار کی اقسام	۳۴	اقبول اسلاف صالحین
۹۵	گناہوں کے معاف ہونے کے درجات	۳۵	باہرہ صفات ہر مومن کے گناہوں کی اقسام
۹۷	شیطان کمرے سے دھوکہ کھانے والوں کی اقسام	۳۶	گناہ کبیرہ کی تحقیق
۹۸	توبہ کی سیاقی لہو اور گناہوں پر امر اور نہی کا طمان	۳۷	غیر کے دل لینے کی صورتیں
۱۰۰	وہابی طوم اور اسلامی احکام کی مشابہت کا طریقہ	۳۸	شراب کی حرمت کی عقلی دلیل
۱۰۲	ترک حصیان کا طمان	۳۹	حد نقد کاراز
۱۰۴	ترک حصیان کے چار نسخے	۴۵	حد کے مراہب
	باب ۲	۴۵	جلاد کی سزا
۱۱۸	﴿صبر و شکر﴾	۴۶	وہابیت جن کا ناز کفارہ نہیں بن سکتی
۱۱۸	نفاذ کی مہر	۴۹	درجات جنہ و عذاب و رزق کے مراہب کا در احوال
۱۲۲	ملا گئے انسان اور بہائم کا مشابہت	۵۱	کیونست کی تردید
۱۲۴	محل ہائے کب کھلیں گے؟	۵۲	قیامت میں لوگوں کی اقسام
۱۲۴	قیامت مفرقی کبریٰ کا موند	۶۱	تفہیم غزالی
۱۲۸	میر نصف الامان کیوں؟	۶۱	دوزخ میں دوام



صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۸۸	داسور جن پر شکر واجب ہے	۱۲۹	مہر کی اقسام
۱۸۸	حقیقتِ نعمت اور اس کی اقسام	۱۳۰	وقتِ وضو کی وجہ سے مہر کی اقسام
۱۹۱	ولی اللہ کی شان	۱۳۱	علاماتِ شہادت
۱۹۸	طریقہِ ہدایت	۱۳۳	با اختیار حکم مہر کے احکام
۱۹۸	قربِ خدا کی باتیں	۱۳۵	اطلاعت گزار کا مہر
۱۹۹	نظامِ کمال	۱۳۶	حالت کی اقسام
۱۹۹	نعمتوں کے متعلق احادیثِ مبارکہ	۱۳۷	آزادہ گنہگار سے بچنے کا طریقہ
۲۰۲	حسن و جمال کی احادیث	۱۳۸	مہر کی تین صورتیں
۲۰۳	شانِ حبیب اللہ (مرزا جیل و صلی اللہ علیہ وسلم)	۱۳۳	جن و انس کی تخلیق
۲۰۹	خواہی مہر کی تربیت میں حکمت	۱۳۵	مہر کا علاج اور اس کی مقویات
۲۱۱	نعمتِ عقل	۱۳۷	علامتِ نازا
۲۱۱	خواہی انسانی کی حکمتیں	۱۳۶	شہادتِ مکرور کرنے کا طریقہ
۲۱۳	شہادتِ جماع	۱۳۹	داسواں اور شواغل کا علاج
۲۱۳	قدرت اور آلاتِ حرکت بھی نعمت ہیں	۱۵۱	رسولِ کرام اور مسکب آسمانی کے نزول کی علتِ غائی
۲۱۵	انسان کے دو اعضاء کی حکمت	۱۵۱	شیطان کا مطیع نظر
۲۱۵	معدہ کے فائدے اور حکمتیں	۱۵۲	علاج پر عمل کے طریقے
۲۱۵	غذا کی قسمیں	۱۵۳	شکر کا بیان
۲۱۶	معدہ میں غذا پہنچانے کا پروگرام	۱۵۶	شکر کی تحریف و مہینت
۲۱۶	معدہ و ہڈی کی شکل میں	۱۶۲	آیاتِ ہادی ثانی کے متعلق شکر کا معنی
۲۱۷	پتہ اور تلی کی ساخت	۱۶۵	سہاقلین کی قسمیں
۲۱۷	گردوں کی ساخت میں حکمت	۱۶۹	قربِ مصطفیٰ ﷺ
۲۱۸	تقسیمِ غذا کا بیان	۱۷۱	نعمتِ اقسا
۲۱۸	تکیمِ مطلق مراد جیل کی حکمت	۱۷۲	اعضائے حیوانات کی حکمتیں
۲۲۱	پانچاد میں زردی کیوں؟	۱۷۳	خلیہ حکمتیں اور ان کی مثال
۲۲۲	حقیقتِ روح کا اور اک	۱۷۷	اصطلاحِ فقر و تصوف میں تخلیق
۲۲۲	غذاؤں کی تخلیق کے بعد ان کی درستی کی نعمت	۱۷۹	صورِ نیا و فقہاء کے دستور کا فرق
۲۲۲	گندم کا بیان	۱۸۲	بندگانِ خدا کی اقسام
۲۲۳	پیاروں کے فوائد	۱۸۷	مصطفیٰ ﷺ کی شان

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۲۶	خائفہ برہانوں کے اسباب	۲۲۳	سورج بھی فوت ہو سکتا ہے
۲۲۹	سورج خاتمے کے اسباب	۲۲۳	چاند کے خاتمے سے
۲۳۳	شک و انکار پر مرنے سے کمزور ہونے والے کا انجام	۲۲۷	انسان تک خداؤں کے پہنچنے کی نعمتیں
۲۳۳	انکاروں کے ارتکاب کا سبب	۲۲۷	سستی اور جہاڑ کی تخلیق
۲۳۶	خوف خدا (عزوجل) کا نیا پلاٹنگ مہیمہ السلام	۲۲۷	اسطلاح غذا میں نہیں
۲۳۵	صحابہ و تابعین میں خوف خدا کے واقعات	۲۳۰	ملائکہ کی تخلیق میں نعمتیں
	باب ۳	۲۳۳	آنکھ کی پلک کی نعمتیں
۲۵۶	<b>﴿فقر اور زہد﴾</b>	۲۳۵	شعر سے محفل کے اسباب
۲۵۶	حقیقت فقر	۲۳۵	اسباب محفل کی بچکان
۲۶۱	فصلی فقر	۲۵۲	عصبت کی فضیلت بھی نعمت
۲۶۵	فقر کا طبعی راضی اللہ منہا	۲۵۰	میر افضل ہے یا شعر؟
۲۶۷	افعال اسلاف رحمۃ اللہ علیہ		باب ۳
۲۷۱	دولت مند کے ہاں میں فقر کی نشانیات	۲۶۵	<b>﴿خوف و رجاء﴾</b>
۲۸۰	حریم فقر	۲۶۵	حقیقت رجاء
۲۸۰	آداب فقر	۲۶۷	رجاء حقیقی
۲۸۰	باطنی ادب	۲۶۹	رجاء کا نتیجہ
۲۸۱	ظاہر فقر کا ادب	۲۷۰	فضیلت رجاء
۲۸۲	اعراء کے تحائف	۲۷۳	رجاء کسی کے لئے ذریعہ ہے
۲۸۳	دینے والے کی غرض	۲۷۶	سب سے زیادہ توقع والی آیت مبارکہ
۲۸۳	جائزہ جائز کی تفصیل	۲۸۸	حقیقت خوف (خوف کی تعریف)
۲۸۳	عمل محبوب	۲۹۲	مردن خوف
۲۸۸	با ضرورت سوال کی حرمت اور مظہر کے سوال کا بیان	۲۹۳	موسم خوف
۲۹۲	حاجت خائفہ کی مثال	۲۹۵	انہایت خوف
۲۹۳	معین شخص سے دانگنا	۲۹۵	مؤمن کے مختلف احوال
۲۹۳	سوال سے انکار کی وجہ	۲۹۹	انہایت خوف اور اس کی طرف راغب کرنا
۲۹۳	سوال کرنے کی دروہاتیں	۳۰۱	ضیقت طمانہ و رانی
۲۹۵	مسائل کی نین حاتیں	۳۰۷	دفع کا غلبہ افضل ہے یا رجاء کا غلبہ؟
۲۹۶	دال کے حرام ہونے کا بیان	۳۱۳	دفع کے حصول کا طریقہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۲۹	محبت حبیب کبریا عزوجل وصلى الله عليه وسلم	۳۹۹	حالات السائلین والصلوات
۵۳۰	دولت کرنے کا نقصان	۳۰۰	زہد کا بیان
۵۳۰	درواگر تاویل کے خلاف میں	۳۰۶	فضائل زہد و فقر
۵۳۰	مرضِ ظاہر کے علاوہ پوشیدہ رکنا	۳۱۳	مدارج زہد
۵۳۲	عابدوں کا طریقہ	۳۳۳	علاستہ زہد
۵۳۲	نارچی		باب ۵
	باب ۶	۳۳۹	﴿توکل و تومید﴾
۵۳۲	محبت و شوق اور انس و رضا	۳۳۹	توکل کی فضیلت
۵۳۳	انکار محبت عن غالی موزوں	۳۴۱	فضائل توحید
۵۳۳	محبت عن غالی اور اس کے شرعی رلائق	۳۵۲	راہِ سلوک کے گر
۵۳۶	حبیب کی ملاقات	۳۵۲	آغازِ عالم حکومت
۵۳۶	جانے نبوی ﷺ	۳۵۵	توحید امتدادی
۵۳۶	حب حبیب چیزِ لذت	۳۶۹	اعمالِ توکل
۵۳۸	حب کا جسم و دھاریں اور روح و اخوت میں	۳۶۹	توکل کیا ہے؟
۵۳۸	اللہ عزوجل کی محبت	۳۶۹	توکل کی تعریف
۵۳۹	حقیقت محبت اور اس کے اسباب	۳۶۹	توکل کا لغوی معنی
۵۳۹	انقسام و درجات	۳۷۱	توکل کی کاسبت
۵۳۹	حب ہونے کا معنی	۳۷۱	توکل میں مشائخ و اسلاف کے اقوال
۵۳۹	مستحق ہونے کا معنی	۳۸۰	مستحقین کے اعمال
۵۳۹	مشق و محبت	۳۸۳	عیال دار کا توکل
۵۳۹	نفرت و بغض	۳۹۹	ان متوکلوں کے احوال جو اسباب کے متعلق ہیں
۵۴۰	مختلف اعضاء کی لذت	۵۱۴	امت کو علاج کرانے کی ہدایت
۵۴۱	محبت کے اسباب و اقسام	۵۱۵	مسئول رسول اللہ (عزوجل وصلى الله عليه وسلم)
۵۴۱	سببِ بُرا نفس و ذات کی محبت	۵۱۷	بعض اوقات علاجِ بہتر ہے
۵۴۲	احسان محبت کا دوسرا سبب	۵۱۷	علاج نہ کرانے والوں کی گہرست
۵۴۳	سببِ بُرا ذات کی وجہ سے محبت	۵۱۸	علاج کے سوائے اور اس کے وجہ
۵۴۳	سببِ بُرا حسن و جمال	۵۴۳	سنگریں علاج کی تردید
۵۴۸	جمالِ ظاہر و جمالِ باطنی	۵۴۶	جہاد، پھونک اور عملیات و تعویذات کا حکم

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۶۸	(۱) ظاہری لذت (۲) باطنی لذت	۵۶۹	سب نبرہ محبت خیر مناسب
۵۶۹	لذت معرفت الہیہ	۵۶۹	اقسام محبت کے پانچ اسباب کا نظام
۵۷۳	محبت و معرفت الہی میں اختلاف کی حقیقت	۵۶۹	محبت کا حق صرف ذات حق تعالیٰ کا ہے
۵۷۵	معرفت الہی میں قصور و غم	۵۷۰	محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے
۵۷۵	اللہ تعالیٰ تمام موجودات میں ظاہر ہے	۵۷۱	سرفت حق تعالیٰ
۵۷۵	بے میں دلیل حق	۵۷۲	حقیقت احسان
۵۷۶	قصور و غم کے اسباب	۵۷۳	شکر و محبت کا مستحق بندہ نہیں
۵۷۶	اللہ حق سے کوئی شے خالی نہیں	۵۷۳	محسن سے محبت کرنا
۵۷۷	اللہ کی تعریف	۵۷۳	حقوق پر خالق کے انعامات
۵۷۷	اللہ تعالیٰ کا قصور	۵۷۵	مقتضی احسان کا انعام
۵۷۷	افعال غیر اللہ	۵۷۵	صاحب حسن و جمال
۵۸۰	معارف اسوہ الہیہ کی خوشبو	۵۷۵	(۱) ظاہری جمال (۲) باطنی جمال
۵۸۳	لذت حق شناسی اور مستغرق لذات	۵۷۷	علم حق تعالیٰ اور علم حقوق کا فرق
۵۸۳	لذات اور حالات خلق	۵۷۷	علم حقوق
۵۸۳	با اقتدار عمر کے مختلف لذات	۵۷۸	حقوق کی عاجزی کا جمال
۵۸۵	ظہال میں نہ آنے والی معلومات کے درجات	۵۷۹	باطنی تقاضیات حسن و جمال کی وجہ سے محبت
۵۸۵	آداب اور مشاہدہ حق	۵۷۹	انتہائے کمال کا کم سے کم درجہ
۵۸۵	آداب خیالات مانع رویت	۵۷۹	درجات نقصان میں فرق
۵۸۷	رویت حق تعالیٰ	۵۸۰	سکر میں حسب الہی کا آخری درجہ
۵۸۹	لذت دیدار محبوب میں فرق	۵۸۲	آداب و عذاب کی خاطر مجاہدات
۵۹۱	سیرت علیہ السلام	۵۸۲	مناہت اور ہم محل ہونا
۵۹۱	آخرت میں رویت حق کا عمل دل ہو گا یا آنکھ	۵۸۵	سب سے اعلیٰ لذت سرفت اور دیدار حق ہے
۵۹۲	رویت حق اور عقیدہ پہلے بعد جماعت	۵۸۷	علم میں لذت
۵۹۲	محبت حق تعالیٰ کے قوی ہونے کے اسباب	۵۸۷	اعلیٰ ترین معارف
۵۹۲	دولت عشق	۵۸۸	سرور دہانی سے واقفیت
۵۹۲	حصول عشق کے اسباب	۵۸۸	لذتوں میں اختلاف کیوں؟
۵۹۸	شہد کی کمی کے عذابات	۵۸۸	لذت کی توجہ و رد ہادی کی یکساں
۵۹۹	عیب خدا کون؟	۵۸۸	انعام لذت

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۲۹	فضیلت نیت	۶۰۱	دنیوی محبت کی ایک علامت
۶۷۳	حقیقت نیت	۶۰۱	اللہ والوں سے محبت کرنا
۶۷۵	نیت کی تعریف	۶۰۲	محبت قرآن
۶۷۶	نیت کی چار اقسام اور ان کی مثالیں	۶۰۳	علامت انس
۶۸۲	اقسام اعمال	۶۰۳	علامت محبت
۶۸۲	اعمال میں نیت کی وجہ سے تبدیلی	۶۰۵	محبت میں سیری نہیں
۶۸۳	جہل سے سخت شر	۶۰۸	خوف محبت کے خلاف نہیں
۶۸۳	مساجد و مدارس حرام کی کمانی سے خواہنے کا حکم	۶۱۰	محبوب سے بے غم ہونے کا خوف
۶۸۳	فضیلت سخاوت	۶۱۱	صدق محبت کی دلیل
۶۸۵	علم بختیار ہے	۶۱۱	معمولی مسرفت کا کرشمہ
۶۸۵	بزرگان دین کا دستور	۶۱۵	شم شریف اور اس کے فوائد
۶۸۵	بزرگ عالم سے پناہ	۶۱۷	علامت محبت انس ورضا
۶۸۶	اعمال انبیاء جن پر دو اقسام	۶۱۹	اللہ تعالیٰ سے انس و شوق کا مطلب
۶۸۷	سجدہ میں بیٹھنے کی نہیں	۶۲۶	حقیقت رضا
۶۸۷	سجدہ میں بیٹھنے کے اخراجات	۶۲۹	فضیلت رضا
۶۸۹	محبت کی نہیں کرنے کا طریقہ	۶۳۱	فضائل رضا کی احادیث
۶۹۱	خوشبو میں اچھی نہیں	۶۳۸	حقیقت جمال طاہری
۶۹۳	محبت غور و فکر	۶۳۸	اقوال عشاق
۶۹۳	دل کے میلان کا طریقہ	۶۳۱	اقوال بزرگان دین رحمت اللہ علیہم
۶۹۳	دل کی تربیت کے اسباب	۶۳۸	کلمہ و نثار سے پیری
۶۹۵	صحیح نیت کا طریقہ	۶۵۱	رضا کر امت کا اجتماع
۶۹۸	اطاعات میں نیت کی منہیں	۶۵۲	مرکز گاہ سے فرار
۶۹۸	اطعام کے لٹکانے امور	۶۵۵	حکایات عشاق حق
۶۹۸	فضیلت اطعام	۶۶۳	دل محبت کے لئے فرمان حق
۷۰۳	حقیقت اطعام	۶۶۵	حصول محبت حق
۷۰۵	اطعام کا معنی	۶۶۵	اقوال محبت
۷۰۹	اطعام میں غریبوں پر اکرنے والے امور		باب ۷
۷۰۹	شیطان کی نیزگی پال	۶۶۹	نیت اخلاص اور صدق

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۸۱۵	غلاء کے غائبیات	۷۱۱	فضیلت علم
۸۱۶	آسمانوں کے اسرار اور ستاروں کی کیفیات	۷۱۲	عمل غیر خالص کا حکم
	باب ۱۰	۷۱۶	صدق اور اس کے منفعات
۸۲۳	روح الموت و بعد الموت	۷۱۶	نفع نائل صدق
۸۲۳	مقدمہ	۷۱۸	حقیقت صدق اور اس کے مراتب
۸۲۳	موت کو بہت زیادہ یاد کرنا		باب ۸
۸۲۵	موت کو یاد کرنے کے فضائل	۷۲۸	﴿ مراقبہ و محاسبہ ﴾
۸۲۹	اول میں ذکر موت کا طریقہ مقبوض کرنا	۷۲۹	نفس سے محاسبہ و بشر اللہ
۸۳۲	امیدوں کا کم کرنا اور اس کے فضائل	۷۳۶	حقیقت مراقبہ اور اس کے درجات
۸۳۲	طولانی کے اسباب اور اس کا علاج	۷۳۵	ساکلے کے قیمن حال
۸۳۷	طولانی کم کرنے کا طریقہ	۷۳۶	ساعات کی اقسام
۸۳۰	عمل صالح میں جھٹ اور تاخیر سے پرہیز	۷۳۸	علماء کسانے والوں کی اقسام
۸۳۳	شدت موت اور اس وقت کے اعمال صالحہ	۷۳۸	اسلاف کے اقوال
۸۳۳	مکرات الموت	۷۳۹	محاسبہ نفس کا طریقہ
۸۳۵	مکرات کا مزہ معلوم کرنا	۷۵۱	بعد نطقا نفس کی تادیب
۸۳۵	نزع کے معنی	۷۵۳	عجاوبہ نفس
۸۳۶	جسم سے روح نکلنے کی ترتیب	۷۵۴	نفس کو زبرد توخت
۸۳۸	حضور ﷺ کے وصال کا وقت	۷۷۱	نفس کے انجام کا طریقہ
۸۳۹	مصائب الموت	۷۷۳	بڑھاپے کی حقیقت
۸۳۹	ملک الموت اور ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو	۷۷۸	نفس کو سخت عبرت دلانا
۸۳۹	ملک الموت اور داؤد علیہ السلام کی ملاقات		باب ۹
۸۳۹	عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مردہ بولا	۷۸۲	﴿ فکر و عبرت ﴾
۸۵۰	اطاعت گزار اور ملک الموت	۷۸۱	فضیلت فکر
۸۵۰	موت کے وقت کرنا کا تئیں کا پیر	۷۸۶	حقیقت فکر اور اس کا نتیجہ
۸۵۰	موت کے وقت دروغ نہ صرفاتی ہے	۷۹۸	ملاوہ صلہ کے فکر کے طریقہ
۸۵۲	حسن خاتری کی علامات	۸۰۰	گھڑی میں لگے معرفت حق
۸۵۳	ملک الموت کی باتیں	۸۱۰	ترتیب کے غائبیات
۸۵۸	مکتبہ حبیب بکرا	۸۱۳	ہوا کے غائبیات

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۸۷۸	وصیت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۸۵۹	وصیت حبیب کبریا ﷺ
۸۸۰	سیدنا جنان فہمی رضی اللہ عنہ کا سال مبارک	۸۵۹	بوقت وصال بشارت حق
۸۸۱	سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا سال مبارک	۸۶۰	دعائے مغفرت
۸۸۲	بوقت وفات خلیفہ دوسرا اموی صالحین کے اقوال	۸۶۱	اعتقاد حبیب کبریا ﷺ
۸۹۳	جناروں اور قبرستان کے متعلق اقوال عارفین	۸۶۲	علم حبیب کبریا ﷺ
۹۰۵	زیارت قبور ایصال ثواب	۸۶۳	امامت کے لئے حبیب خدا حضرت صدیق اکبر کو حکم
۹۰۶	حضرت امین عمر رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک	۸۶۵	مرضی میں کمی
۹۰۶	حضرت ہادی کا خدمت الہیہ کا عمل مبارک	۸۶۵	فرشتے کا ہاتھ لے کر حاضر ہونا
۹۰۶	مزار والدین کی زیارت کا ثواب	۸۶۶	حکام الموت کا حبیب کبریا سے اجازت طلب کرنا
۹۰۷	روئے رسول ﷺ کی زیارت		جبریل علیہ السلام کا حبیب کبریا کی بارگاہ میں
۹۰۷	مزار فرشتے	۸۶۷	صلوہ سلام پڑھنا
۹۰۷	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کا عمل مبارک	۸۶۷	حبیب کبریا ﷺ کا پسینہ مبارک
۹۰۸	رسول اللہ ﷺ سلام کا جواب دینے کا ثواب	۸۶۷	حبیب کبریا ﷺ کی نماز کے لئے وصیت
۹۰۸	حضرت ابو ہریرہ کا عقیدہ	۸۶۷	وصال مبارک
۹۰۸	روحوں کی آپسی ہم ملاقات	۸۶۸	وصال حبیب کبریا ﷺ کے بعد صحابہ کرام کی حالت
۹۰۸	زیارت قبور بزرگوارہ المبارک	۸۷۲	حبیب کبریا ﷺ کے آخری غسل کی کیفیت
۹۰۹	انہوں کے لئے دعا کرنا	۸۷۲	دعا میت غسل: بان علی کرم اللہ وجہہ الکریم
۹۰۹	مردوں کے لئے زندوں کے تحائف	۸۷۳	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک
۹۱۰	مردوں کے لئے تحفین	۸۷۳	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ مبارک
۹۱۰	حجیر پر قرآن خوانی	۸۷۴	وصیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
۹۱۱	حجیرستان والوں کو تلاوت قرآن کا ثواب بخشنا	۸۷۴	حاجب مقرر کرنا
۹۱۱	حجیرستان والوں کے لئے دعائے مغفرت	۸۷۴	حضرت عمر کو نصیحت
۹۱۱	زیارت حجاز کا فائدہ	۸۷۴	زوارہ
۹۱۱	مزارات سے صحبت حاصل کرنا	۸۷۶	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سال مبارک
۹۱۳	حقیت موت	۸۷۷	موت و حیات کی کشمکش میں بھی ہر بار معروف
۹۱۳	حق عقیدہ پابلیس	۸۷۷	ادائیگی قرض کی وصیت
۹۱۳	موت سے تبدیلی حال	۸۷۸	بزرگوں کے قریب دلوں ہونے کی خواہش
۹۱۶	ولا کس طاع سونی	۸۷۸	عقیدہ: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۹۵۸	بندگان خدا سے سوالات	۹۱۷	فضائل شہید
۹۵۸	بندے کی گھٹکو	۹۲۲	قبر کا مذاہب و خراب
۹۶۰	بیزاں محل کا منظر	۹۲۸	سکر تکبر کے سوال و جواب
۹۶۲	حقوق العباد کی ادائیگی	۹۳۰	مکلفہ کے ذریعہ قبروں کے معلوم ہونے والے حالات
۹۶۵	قیامت میں ایک منظر	۹۳۱	خواب کی حقیقت
۹۶۶	میں سر لاکھڑا کر	۹۳۳	خوابوں کی دنیا
۹۷۰	شفاعت کا ذکر	۹۳۳	زیارت حبیب خدا عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم
۹۷۰	والا کل شفاعت	۹۳۵	حضرت علی کا خواب
۹۷۳	عزلی کوثر	۹۳۶	برکات میلاد
۹۷۶	دوزخ اور اس کے احوال	۹۳۶	درد کی برکت
۹۷۸	دوزخ کے تفصیل حالات	۹۳۶	حضرت علی و مسابہ و رضی اللہ عنہما کا فیصلہ
۹۸۱	دوزخ کے جنگلات اور گھاٹیاں	۹۳۷	شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر
۹۸۲	جہنم کے ساپ اور بچو	۹۳۷	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خواب میں
۹۸۷	اہل جہنم کے اجسام	۹۳۷	بزرگان دین کے خواب
۹۹۰	دور میں عبرت	۹۳۵	صحیح مسودہ تا آخری فیصلہ
	جنت کی دیوار زمین و دور نخت	۹۳۶	صحیح مسودہ کی آواز
۹۹۰	دور نمبروں کا بیان	۹۳۷	مسودہ کا تعارف
	اہل جنت کے لباس خود فرش و تخت اور	۹۳۷	ملک الموت کی موت کا منظر
۹۹۱	مسند کا بیٹوں کا بیان	۹۳۸	سیدان حسرت اور لوگوں کی دلوں حالی
۹۹۳	اہل جنت کے پینے کی چیزیں	۹۵۰	قیامت میں عوام اپنے عرق میں غرق
۹۹۳	حور و تھان بہشت	۹۵۱	یوم قیامت کی حکمت
۹۹۷	لوتی جنتی	۹۵۱	شفاعت کبریٰ
۹۹۸	اہل جنت کی صفات	۹۵۲	مشکلات و مصائب قیامت
۹۹۸	بر عقیدہ و لوگ	۹۵۳	اسمائے قیامت (۱۰۰)
۹۹۹	دور میں عبرت	۹۵۵	پانچ گنا حق کی چٹنی کا منظر
۹۹۹	دست و دست حق تعالیٰ جس سے ہم غافل ہیں	۹۵۷	نور عرش کی تابانی
۱۰۰۱	واقعہ کارون	۹۵۷	دوزخ لائی جانے کی
۱۰۰۵	خاتمہ الکتاب	۹۵۷	رسل کرہم علیہم السلام سے سوال



# ملعۃ النور

فترجمہ

# شرح الصدوق

تألیف

حضرت علامہ جلال الدین السيوطي الشافعي عليه الرحمة

ترجمہ اردو

ابو صالح حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر:

## شبیر برادرز

۳۰- بی۔ اردو بازار، لاہور۔ فون: ۴۲۴۶۰۰۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لله رب العالمین والعافیة للمحسنین والصلوة والسلام علی سید المرسلین  
وعلی آله واصحابہ اجمعین۔

## باب اول



توبہ اللہ تعالیٰ کی جنب میں رجوع کا نام ہے۔ یہی مالکوں کے راستہ کی ابتدا اور عاملین کی مگرانیہ متاع ہے۔ مگر لیکن سب سے پہلے اسی پر قدم رکھتے ہیں۔ توبہ راہ کے دو درگاہوں کے لیے مفتح استقامت ہے۔ مقررین کے لیے مطلع ہرگز یہی ہے۔ اجماع عظیم السلام بالخصوص ہمارے جد امجد سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سرچشمہ پندیرگی۔

آدم زادہ سے گناہ کا صدور ہو تو یہ بعید از قیاس نہیں کیونکہ یہ انسان ہے۔ انسان سے خطا ہونا ممکن ہے۔ آدم علیہ السلام سے اذروئے حکمت لغزش صادر ہوئی تو انہوں نے جبر نقصان کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمایا۔ آدم زادہ تو اس کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ بھی رجوع ہی اللہ کرے۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش صادر ہوئی اس میں حکمت تھی لیکن اس کے بلوجود انہوں نے عداوت کا اظہار فرمایا بلکہ مدت تک ٹٹک ہار رہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس سے خطا سرزد ہو اور وہ آدم زدگی کا مدعی بھی ہو پھر توبہ کا دروازہ نہ کھٹکنا ہے تو وہ خطاکار ہے بلکہ حلقہ بناکار۔

نکتہ :- صرف خیر کا ہو کر رہنا تو صلاحی کرام کا خاصہ ہے اور صرف شر میں شمشک ہونا شیطان سے مخصوص ہے۔ ہاں شر سے خیر کی طرف رجوع کرنا انسان کا کام ہے۔ اسی لیے انسان کی سرشت میں دونوں خصلتوں کی آمیزش ہے۔ خیر محض کرنے والا فرشتہ کہلاتا ہے۔ صرف شر کا مرتکب شیطان ہے ہاں شر کی خلافی کرنے کے لیے رجوع ہی الخیر کرنے والا انسان ہی ہے۔

فائدہ :- اب انسان خود سوچے کہ اس کا تعلق کس سے ہے؟ شیطان سے یا فطرت انسان سے۔ گناہ کے بعد توبہ کرنے کا تو محبت قوی ہو جائے گی کہ یہ آدم زادہ ہے کیونکہ جو انسان کی تعریف میں کہا گیا تھا وہ اس میں پنا گیا۔ ہاں جو اپنے نفس پر شرملا کر کے اسی پر مصر رہے تو سمجھو یہ اپنا رشتہ شیطان سے جوڑنا چاہتا ہے۔

ازالہ وہم :- دائمی خیر میں رہ کر اپنا رشتہ فرشتہ سے جوڑنا ممکن نہیں اسی لیے ہم نے اس کی بات نہیں کی۔ انسان کے خیر شر و خیر دونوں میں ترجیح کا خیر سے جدا ہونا دو طرح سے ممکن ہے۔ (۱) عداوت (توبہ) سے (۲) آتم جہنم سے

بہر حال جو ہر انسانی نہیں خبیث شیطانی کی خدمت ہو جائے تو اسے دو طرح سے ہدایا جاسکتا ہے۔ توبہ کہے یا پھر جہنم میں جانا ہوگا۔ اب انسانی خودی سوچے کہ اسے دو آتشوں (توبہ کی آگ) (جہنم کی آگ) میں سے کوئی آگ کی برداشت ہے۔ ظاہر ہے کہ توبہ کو ہی اختیار کرے کیونکہ یہ ایک آسان کام ہے لیکن موت سے پہلے ہی توبہ ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد جنت یا دوزخ۔

فائدہ :- جب توبہ کا اتنا بڑا مرتبہ ہے تو منیذات (آخری جلد اعیان العظام) کے لول میں اسی کو لانا ضروری ہے۔ ہم اس باب میں توبہ کی ملت و شرط اور اسباب و علاج اور ثمرات و اقلات اور توبہ کے مولف و علاج کے جس سے توبہ آسان ہو بیان کریں گے اور یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

توبہ کی تعریف :- توبہ تین اشیاء کا نام ہے۔ (1) علم (2) عمل (3) فعل۔ پہلا دوسرے کا سبب ہے اور دوسرا تیسرے کا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے نظام کی وجہ سے ہے کہ اس نے اجسام و ابدان کو جاری رکھا ہوا ہے۔ ان تینوں کی تفصیل یوں ہے۔ (1) علم سے مقصد یہ ہے کہ بعد معلوم کرے کہ گناہوں کا مطلب اور نقصان بہت بڑا ہے۔ وہ یہ کہ گناہ اور محبوب حقیقی کے مابین گنہ کی وجہ سے کئی گنا جہالت و درمیان کفر ہے ہو جاتے ہیں۔ چپ کسی کو اس کا یقین ہو جائے گا کہ گنہ سے اپنے جہالت آڑے آتے ہیں تو اسے مخالفت محبوب حقیقی کا دل پر صدمہ ہوگا۔ جس فعل و عمل سے مجھے گناہ کی عیبی اور محبوب حقیقی کی عیوب کا سبب ہے تو اس کے ارتکاب پر اندام ہوگا۔ اسی عداوت کا نام توبہ ہے۔

جب دل پر اس عداوت کا غلبہ ہوگا تو دل کی حالت میں تبدیلی آئے گی۔ اسی تبدیلی کا نام قصد و ارادہ ہے اور اس قصد و ارادہ کا تقاضا تینوں زندہ سے ہے۔ (1) زندہ دل سے توبہ کی وجہ سے یقین کرے کہ آئندہ یہ گنہ نہیں کروں گا۔ (2) زندہ مستقبل سے یوں کہ جب اس نے یقین کر لیا کہ اسی گنہ کی شامت سے تو محبوب حقیقی سے دوری ہوگی، اسی لیے اس عزم یا مجہم کرے کہ زندگی بھر اس گنہ کے قریب بھی نہ بیگوں گا۔ (3) زندہ ماضی سے یوں کہ اگر کوئی شے فعل فساد و مصلی قوت ہوگی تو اس کا نقصان پروردہ کرے۔ بہر حال وہ جلد امور کا غلط علم ہے یعنی ایمان و یقین کیونکہ ایمان اسباب کو چھوٹے جانے کا نام ہے کہ واقعی گنہ ضرور رسوا بلکہ مسلک ہے اور یقین اس قصد و یقین کی پہلی کا نام ہے کہ دل پر یہ یقین اتنا غلبہ پا جائے کہ شک کی گنجائش نہ ہو۔

فائدہ :- اس کیفیت کے بعد ذرا ایمان دل پر جما جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ DO ہے کہ دل میں عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور دل پر صدمہ گزرتا ہے اس لیے نور ایمان کی وجہ سے سناٹ کو کچھ آتا ہے کہ واقعی میں محبوب حقیقی سے محبت ہو گیا۔

مثال :- اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھئے۔ وہ یہ کہ کوئی اور جہرے میں وقت گزار رہا ہو کہ اچانک آئندہ چمک اٹھے۔ اس چمک سے اسے نور ایسا ہوا جائے۔ اس وقت اس کے دل پر حقیقی طاقت کی آتش شعلہ زن ہوگی اور اس کی حرارت اسے اس غلبہ پر آمادہ کرے کہ وہ یوں کی تمام حسرتیں جمع ہوں۔ اسی طرح جس بھی عداوت

کے وقت نور ایمان سے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اس کا مختفی ہے کہ کوئی تدارک کرنا چاہیے جس سے لٹائے یار ہو جائے۔ اسی لحاظ سے وہ تدارک کرے گا۔ (وہی تدارک توبہ ہے)

خلاصہ یہ کہ ان تینوں مذکورہ کام توبہ ہے جو تینوں ایک دوسری کے بعد پندرہ رنج واقع ہوتی ہیں یعنی علم و ندامت، زہد و استغفار میں ترک کا قصد و ارادہ اور زہد نامی میں ملامت کی طمانی (جیسے پہلے گزرا کہ جس فعل کی قضاء و کفایہ ہو سکتا ہے تو ادا کیا جائے) اس تمام مجموعہ کا نام توبہ ہے۔

فائدہ:- اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ توبہ صرف ندامت پر مبنی جاتی ہے اور علم کو اس کا مقدمہ اور ترک گناہ کو اس کا شرط قرار دیا جاتا ہے۔ اسی اعتبار سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النعماء توبہ "ندامت توبہ ہے" (ابن ماجہ، بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) اس کی وجہ یہ ہے کہ ندامت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بلا وجہ نہیں ہوتی۔ جب ندامت ہوتی ہے تو اس کا کوئی ثبوت و نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے۔ اس معنی پر ندامت اگرچہ ایک درمیانی شے ہے لیکن سبب و مسبب کے قائم مقام ہوگئی اور غنا "علم و قصد ترک گناہ اس میں شامل ہو گئیں۔ اس بنا پر اس کا اطلاق توبہ کے لیے بھی ہونے لگا۔ اسی اعتبار سے بعض صوفیہ نے توبہ کی تعریف یوں کی ہے کہ سابق خطا پر آتش ندامت سے پلن کا کھلنا۔

فائدہ:- اس تعریف میں دل کا رنجیدہ ہونے کا اشارہ ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر بھی کر دی ہے اور فرمایا کہ توبہ ایک آگ ہے جو دل میں شعلہ زن ہوتی ہے یا یوں کہو کہ وہ ایک درد ہے جو جگر سے جدا نہیں ہوتا اور بعض نے لفظ ترک گناہ کے اس کی تعریف یوں لکھی ہے کہ توبہ اسے کما جاتا ہے کہ جہاں کالہاس اتار کر بے باک و فاجعہ کیا جائے۔

حضرت سہل مستری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی:- آپ نے فرمایا کہ توبہ اشکات مذمومہ کو افضل عمود دینے کا نام ہے اور یہ گوشہ نشینی اور خاموشی اور اکل حلال کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔

فائدہ:- علما اس میں تیسری بات کی طرف اشارہ ہے۔ توبہ کے بارے میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ جب کسی کو ان تینوں کا علم ہو جائے یعنی وہ تینوں جو اوپر مذکور ہوئیں تو جتنا اقوال توبہ کی تعریف میں وارد ہیں کسی میں تمام باتوں کا انحصار و احاطہ نہیں پایا جاتا مگر کہ اہم مقصد یہی ہے کہ توبہ کی حیثیت معلوم ہو۔ اس سے الفاظ مطلوب نہیں۔

توبہ کے فضائل اور اس کا وجوب:- توبہ کا وجوب قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جسے چشم بصیرت نصیب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا عید ایمان سے منور فرمایا ہے، اس کے نزدیک توبہ کا وجوب واضح ہے۔ ایسا انسان جہالت کی تاریکیوں میں نور ایمان کیجہ سے آگے چل سکتا ہے۔ اسے یہ ضرورت نہیں کہ آگے کی خطی کے لیے کوئی رولہ تانے والا اسے میر ہو (کیونکہ نور ایمان اس کے لیے رہبر کافی ہے یعنی توبہ نصیب بھی اسے ہوتی ہے جس کے پاس دلالت ایمان ہے (لوہی ضرور)۔

فائدہ :- جس طرح عام راہ چلنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (1) ٹیڑھا یہ بغیر رہبر کے نہیں چل سکتے۔ (2) "جھکا" یہ رست پر خود بخود چلتے ہیں انہیں رہبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی دین کے راستہ پر چلنے والے بھی دو قسم کے ہیں۔ (1) وہ جو تقلید کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتے۔ ہر قدم پر آیت قرآنی اور صریح حدیث کے حلقہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا بعض لوگقت یہ حال ہوتا ہے کہ نص (قرآن و حدیث) نہ ملنے پر جہنم ہو کر رہ چلنے سے رہ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سیر (بدو و طول العمر ہونے اور محنت شقت برداشت کرنے کے) مختصر ہوتی ہے۔ ذرا کے مارے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہیں۔ (2) "مسلوٹ مند" یہ وہ ہیں کہ اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو کھول دیئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور میر میں معمولی سے اشارہ سے مشکل سے مشکل راہ سلوک چلنے کے لیے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت بڑی سخت گھاٹیاں طے کر ڈالتے ہیں۔ ان کے دل میں نور ایمان اور نور قرآن کی چمک رہتی ہے اور نور کی شدت کی وجہ سے معمولی سی رہبری ان کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔

مثال :- ایسے لوگوں کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمائی ہے۔ یساکا زینہا یضیی ولولم نسیب نار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من پشاه (ب نور 35) (ترجمہ کنز الایمان: قہیب ہے کہ اس کا تل بزرگ اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے پہناتا ہے۔)

اشافہ لوسی غفرلہ :- اس آیت کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ "مؤمن المؤمن" میں لکھتے ہیں کہ: "اس تفسیر کے معنی میں اہل علم کے کئی قول ہیں۔ ایک یہ کہ نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت غایت ظہور میں ہے کہ عالم محسوسات میں اس کی تشبیہ ایسے روشن دھن سے ہو سکتی ہے جس میں صاف شفاف فائوس ہو۔ اس فائوس میں ایسا چراغ ہو جو نہایت ہی بہتر نور مصطفیٰ رضوان سے روشن ہو کہ اس کی روشنی نہایت اعلیٰ اور صاف ہو اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تفسیر نور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب اہبار سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی۔ روشن دھن (طاف) تو حضور کا سینہ شریف ہے اور فائوس قلب مبارک اور چراغ نبوت کہ شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی و شفقت اس مرتبہ کامل ظہور پر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ روشن دھن تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ہے اور فائوس قلب انور اور چراغ وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ شرقی ہے نہ غربی نہ یہودی نہ نصرانی۔ ایک جمہو مبارک سے روشن ہے۔ وہ شجر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے۔ نور قلب ابراہیم پر نور محمدی نور پر نور ہے اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ روشن دھن و فائوس تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور چراغ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور جمہو مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکثر انبیاء آپ کی نسا سے ہیں اور شرقی و غربی نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی کیونکہ یہود غرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ شرقی کی طرف۔ قہیب ہے کہ

عر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاسن و کمالات نازل وحی سے قلم ہی خلق پر ظاہر ہو جائیں۔ نور پر نور یہ کہ نبی ہیں، نسل نبی سے نور محمدی ہے۔ نور ابراہیمی پر اس کے علاوہ اور بھی بہت اقوال ہیں۔

فائدہ :- جن کی مثل دی گئی ہے، ایسے لوگوں جیسے ہر واقعہ میں نفس و غیرو کی ضرورت نہیں۔ ایسا بندہ خدا اگر توبہ کا وجوب معلوم کرنا چاہتا ہے تو وہ نور بصیرت سے ہی توبہ کو دیکھ لیتا ہے۔ پھر وجوب کا معنی سمجھتا ہے۔ پھر دونوں کو ملا کر جو دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ واقعی توبہ واجب ہے۔

مثاب سے پہلے یہ جاننا کہ واجب اور ضروری وہی شے ہے جو معلومت ابدی تک پہنچے اور دائمی ہدایت سے بچنے کے لیے لازم ہو، اس لیے کہ اگر کسی شے کے کرنے یا نہ کرنے سے معلومت یا شقوت کا تعلق نہ ہو تو اس کے وجوب کے معلوم کرنے کا کوئی معنی نہیں (یہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ فلاں شے واجب کرنے سے واجب ہو گئی، یہ صریح ایک بات ہے) اس لیے کہ جن چیزوں سے محل یا استیصال میں فعل کرنے یا نہ کرنے کی غرض کا تعلق نہیں تو پھر اس کے کرنے یا نہ کرنے کی مشغولی میں ہمیں کیا فائدہ؟

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ واجب سے وہی مراد ہے جو معلومت ابدیہ کے حصول کا ذریعہ ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ قیامت میں سوائے دیدار الہی کے اور کوئی بڑی معلومت نہیں ہوگی جو اس سے محبوب ہو گیا، پھر اس جیسا یہ بخت لود کوئی نہ ہوگا کیونکہ اس بد بخت لود اس کی آرزوؤں کے درمیان میں آڑ ہوگی اور یہ بد بخت آتش فراق میں جائے گا۔

مرض مملکت :- معلوم ہو کہ دیدار الہی سے محروم کرنے والی اشیاء میں ابتلا، شہوات اور حب دنیا لود اس کی ذہنت پر لٹو ہو جاتا ہے۔

علاج :- ان جملہ امور کو تعلق عجب سے بالکل کٹ دیا جائے۔ اس کے بعد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تاکہ اس کے ذکر سے دائمی انس نصیب ہو اور اپنی وسعت پر اس کے جلال و جمیل سے محبت کرے۔ اس کے سوا اس کے قرب کے لیے کوئی اعلیٰ اسباب نہیں۔

فائدہ :- یہ بھی دل نشین کر لیں کہ جن ممکن ہوں سے اللہ تعالیٰ سے روگردانی اور اس کے دشمن عیطان لعین کی ابتلا ہوتی ہے، ان کی وجہ سے کبھی سالک محبوب اور رانہ و راگہ ہو جاتا ہے۔ اسے معلوم کرنے کے بعد وہ سالک شک نہ کرے گا کہ قرب الہی تک پہنچنے کے لیے بعد کے اسباب سے دور رہنا واجب ہے۔ طریق بعد سے دور رہنے کا فائدہ، تین امور سے حاصل ہوگا۔ (۱) علم (۲) ندامت (۳) عزم۔ اس کے لیے کہ جب تک یہ معلوم نہ کرے گا کہ گنہ محبوب حقیقی سے لادری کے اسباب سے ہیں۔ اسے ندامت تھیں آئے گی اور نہ اسے محبوب حقیقی سے دور ہونے کا احساس ہوگا اور جب تک احساس نہ ہوگا، اس وقت تک باطل راہ سے نہ ہٹ سکے گا۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ محبوب حقیقی تک پہنچنے کے لیے یہ تین امور ضروری ہیں۔

فائدہ :- وہ ایمان جو نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو قیسی جو ہر ہے مگر جو شخص اس مرتبے کا نہ ہو تو اسے یہ تینوں ضروری ہیں اور اکثر کا محل بھی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے تھکید و اجراع میں ہدی مجاہدش ہے۔ وہ اسی ذریعے سے مدد ہلاکت سے نکل کر ساحل نجات تک پہنچ سکتا ہے۔

فائدہ :- اب ہم توبہ کے متعلق احکام الہی اور ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اقوال سلف صالحین پیش کرتے ہیں۔

قرآن پاک :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (1) ”وَنُودِیْ اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیْہَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ (پ 18 نور 31) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم قتلح پاؤ۔

فائدہ :- اس آیت مبارکہ میں تمام ایمان والوں کو توبہ کا حکم عام ہے۔ فرمایا کہ (2) یا اَیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا تَوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَہٗ نَصُوْحًا (پ 28 التحریم 8) ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اس کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

فائدہ :- نصوح معنی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے توبہ کرنا اس میں کوئی آمیزش نہ ہو۔ یہ مح سے ہے معنی خلوص اور توبہ کی فضیلت پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔

احادیث مبارکہ :- (1) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں النائب حبیب اللہ (توبہ کرنے والا اللہ کا پیارا ہے) (2) النائب من الذنب کمن لا ذنب لّاه (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس پر گناہ نہ ہو) (3) ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص باہموافق اور ملکہ علاقہ میں اترے اور ہنس کے ساتھ سواری ہو جس پر ہنس کا کھانا پٹاؤ دیگر سلطان لدا ہوا تھا یہ سر رکھ کر سو رہا۔ جب جاگے تو سواری عتاب تھی۔ اسے دھوڑنے لگے یہی تک کہ اس پر دھوپ اور پیاس کی شدت کا غلبہ ہو تو کہے کہ جس تھا وہی لوٹ کر سو رہوں تاکہ مر جاؤں۔ وہی پہنچ کر مرنے کے لیے ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر سو رہا دہر کے بعد آگے کھلے تو دیکھے کہ سواری مع سلطان سامنے موجود ہے تو جتنی خوشی اس شخص کو سواری کی واپسی پر ہوگی اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یہ توبہ سے خوشی ہوتی ہے۔ (4) ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ یہ شخص خوشی کے مارے کہ ”اے اللہ تو میرا بندہ اور میرا تھرا پروردگار ہوں“ یعنی خوشی میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تیز نہ رہے۔

حکایت :- حضرت حسن بصری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے آپ کو مبارک عرض کی اور حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام نے عرض کی۔ اے آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ غذا مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل اگر قبول توبہ کے بعد بھی مجھ سے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانا کون؟ اسی وقت فرادسی آئی کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت و راحت چھوڑی اور توبہ کی۔ جو کوئی مجھے پکارے گا میں اس کی سنوں گا۔ جو کوئی مجھ سے

مغفرت کا سوال کرے گا، میں اس پر بھلی نہ کروں گا کیونکہ میرا نام قریب و مجیب ہے۔ اے آدم توبہ کرنے والوں کو قبول سے ہتھے ہوئے اور بشارت سننے ہوئے انسانوں کا جو دعا کریں گے، قبول ہوگی۔ اس بارے میں بے شمار آثار ہیں۔

فائدہ:- تمام امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے۔ اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بندے کو اس کا علم ہو کہ گناہ و معاصی اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں اور یہ وجوب ایمان میں داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہو جاتی تو توبہ کی تعریف نہیں جو علم مذکور ہوا ہے، اس علم سے یہی مراد ہے کہ غفلت دور ہو اور اس کے وجوب میں کسی کو اختلاف نہیں اور توبہ کی یہی تعریف ہے کہ زمانہ حل میں معاصی کا ترک اور مستقبل میں ان کے ترک کا عزم بالجزم زمانہ گزشتہ میں تقصیر اور کوتاہی کی کئی پوری کرنے کا ارادہ ہو۔ اس کے وجوب میں بھی کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا اور توبہ میں افضل گزشتہ حزن و ملال بھی واجب ہے بلکہ حزن و ندامت تو توبہ کی جان ہیں، اس لیے کہ اس سے گناہوں کی طمانی ہوتی ہے اور یہ واجب اس لیے ہے کہ وہ ایک طرح کا رنج ہے کہ جب کسی انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بہت وقت ضائع ہوا تو پھر کیوں نہ میں اپنے مالک و مولیٰ کو راضی کروں

سوال:- دل کا حزن تو انسان کے قبضہ اختیار میں نہیں تو اس کو واجب کتنا کس طرح □

جواب:- اس رنج کا سبب یہ ہوتا ہے کہ محبوب حقیقی کے ملنے کا علم قطعی ہو جاتا ہے۔ انسان اس علم کے سبب کے حاصل کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اسی لیے یہ بھی علم وجوب میں داخل ہوا، نہ اس وجہ سے کہ بندہ خود نفس علم کو پیدا کر سکتا ہے، یہ عمل ہے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ اور قدرت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کے فعل سے موجود چنانچہ اللہ خلقکم وما نعملون "ارباب بصیرت کے نزدیک یہی مذہب حق ہے باقی سب گمراہی۔"

سوال:- بندے کو اختیار ہے یا نہیں؟

جواب:- ہاں اختیار ہے مگر اس سے یہ تصور نہ کرنا چاہیے کہ کل چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق اللہ سمجھنا چاہیے جو بندے کو معیت ہوا۔ اس میں وہ مجبور ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کا ہاتھ صحیح و سالم پیدا کیا اور لہذا کھانا کھانے کے لیے پیدا کیا اور معدے میں خواہش کھانے کی پیدا ہوئی اور دل میں یہ واقفیت پیدا کی کہ اس کھانے سے معدہ کو تسکین ہوگی اور یہ پیدا کیا کہ بخود تسکین خواہش کے اس کھانے میں مزہ ہے یا نہیں اور اس کے متعلق پیدا کیا کہ اس کھانے کے ساتھ کوئی ایسا امر ملے گا جس سے غذا کا کھانا مفید ہو، پھر یہ پیدا کیا کہ کوئی بلاغ نہیں۔ جب اسباب جمع ہوئے تب کھانے کا پکا ارادہ ہوتا ہے تو یہی ارادہ کا پختہ ہونا بعد ان نزول کے اور بعد غلبہ خواہش غذا کے بعد ارادے کی پہچان کا کام ہے۔ جب اس کے سبب پورے ہو جاتے ہیں تو اختیار موجود ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ارادہ میں پہچان آتی ہے تو اس وقت کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے کیونکہ ارادہ اور قدرت کے پیدا ہونے پر کلام کا صلہ ہونا ضروری ہے، اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہے۔ تو



جب حصول قدرت اور پہنچل ارادہ اللہ کے پیدا کرنے سے نہیں تو ہاتھ کی حرکت بھی اسی کی تخلیق ہوئی اور پہنچل ارادہ جب ہوتی ہے جب خواہش صحیح اور سوانح کے نہ ہونے کا علم ہو چکا اور یہ دونوں بھی اللہ کی تخلیق کردہ مخلوق ہیں لیکن ان میں ایک ترتیب خاص اللہ جل جلالہ نے رکھ دی۔ اسی ترتیب و علت کے موافق بیش انتظام رہتا ہے۔ مثلاً ہاتھ میں حرکت لکھنے کے لیے نہیں پیدا کرتا۔ جب تک اس میں قدرت اور حیات اور ارادہ معمم نہیں پیدا کرتا اور ارادہ معمم نہیں پیدا کرتا جب تک خواہش اور رغبت نہیں پیدا کرتا اور جب تک رغبت نہیں ہوتی اس وقت تک اس کا علم نہیں پیدا کر دیتا کہ لکھنے کے موافق ہے اور علم کو بھی پیدا کرتا ہے تو اور اسباب سے جن کا یہی حرکت اور ارادہ ہے۔

خلاصہ :- علم اور خواہش کے بعد پکا ارادہ ہوتا ہے اور قدرت و ارادہ کے بعد حرکت کی تخلیق واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر فعل میں ترتیب ہے اور یہ تمام چیزیں اللہ کی تخلیق سے ہیں لیکن چونکہ بعض امور بعض کے لیے شرط ہیں اسی لیے بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہے۔ مثلاً ارادہ علم کے بعد پیدا کرتا ہے اور علم حیات کے بعد اور حیات جسم کے بعد تو جسم کی پیدائش حدوث حیات کی شرط ہے نہ یہ کہ حیات جسم میں سے پیدا ہوتی ہے اور حیات کی پیدائش علم کی پیدائش کی شرط ہے نہ یہ کہ علم حیات سے پیدا ہوتا ہے بلکہ عمل میں قبول استعداد اس وقت ہوتی ہے جب وہ زائد ہو اسی طرح علم کی پیدائش پہنچل ارادہ کی شرط ہے نہ یہ علم سے پہنچل ارادہ پیدا ہوتی ہے بلکہ ارادہ کو وہی جسم قبول کرتا ہے جو زندہ اور عالم ہو غرضیکہ ممکن کے سوا کوئی چیز حیوی وجود میں داخل نہیں ہوتی اور امکان میں ایسی ترتیب ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کی تبدیلی عمل ہے۔ جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہے۔ اس شرط کے سبب سے عمل میں وصف قبول کرنے کی لیاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ وصف لیاقت کے بعد عنایت و قدرت الہی سے موجود ہو جاتا ہے۔ چونکہ شرائط کی وجہ سے لیاقت میں ترتیب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ممکنات کے موجود ہونے میں بھی ترتیب ہوگی اور امکان ترتیب ممکنات اور حوالہ کے لیے عمل ہے اور یہ حوادث قضائے الہی میں ایک آن کی بات ہے اور یہ ممکنات و حوادث ترتیب کلی سے مرتب ہیں جس میں تبدیلی نہیں ہوتی اور ان کی تفصیل دار ظہور مطلق بحکم و قیام الہی سے ہے کہ اس سے تجلوز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا کل شئی خلقناہ بقدر (پ 27 - القم) (ترجمہ از کنز الایمان: ہے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ فائدہ :- آیت میں قضائے الہی کلی کو بیان فرمایا وما امرنا الا واحداً کلمع البصر (ب 27 - الفرقہ) (ترجمہ کنز الایمان: اور ہمارا کلام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا تمام انسان اس قضاء و قدرت کے اجراء کے پابند و محض ہیں اور منجملہ تقدیر کا پیدا کرنا حرکت کی تخلیق ہے۔ کتاب کے ہاتھ میں بعد پیدا کرنے ایک صفت محسوس کے جس کو قدرت کہتے ہیں اور نفس میں ہو پیدا کرنے میلان قوی و معمم کے جس کا ہم قصد ہے اور بعد پیدا کرنے واقعیت مرغوب چیز کے جسے اور اک کہا جاتا ہے۔

فائدہ :- جب باطن ملکوت سے یہ چاروں امور کسی انسان کے جسم پر ظاہر ہوتی ہیں جو زیر فرمان تقدیر محض ہے تو

چونکہ علم ظاہری کے لوگ عالم غیب و اسرار سے محجوب ہیں، یوں کہنے لگتے ہیں کہ اے فلاں تو نے حرکت کی اور تو نے پینکا اور تو نے لکھا مگر سر لوقات ملکوت اور پردہ غیب سے یہ ندا آتی ہے و ما رمیت الا رمیت ولكن الله رمى (الانفال 17) ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے چمکی تم نے نہ چمکی تھی بلکہ اللہ نے چمکی۔ اور فرمایا فانلھم بعدھم اللہ بایذیکم (پ 10 - التوبہ 10) ترجمہ کنزالایمان: تو ان سے لڑو اللہ انھیں محاسب دے گا تمہارے ہاتھوں میں ان لوگوں کی عقل حیران ہوتی ہے جو وابستہ عالم ظاہری نہیں، اسی لیے بعض کہتے ہیں کہ بندہ محض مجبور ہے اور بعض قائل ہیں کہ وہ اپنے افضل کا ذریعہ ہے۔ اس کا کوئی قائل تقدیر سے نہیں اور بعض متوسط درجہ کے لوگوں کا مذہب ہے کہ بندے کے افضل کسب کے طور پر ہیں۔

فائدہ :- اگر ان لوگوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں اور علم غیب اور ملکوت انہیں نظر آئے تو جان لیں کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ من وجہ سچا ہے مگر قصور سب میں شامل ہے۔ اصل اس امر کی کسی کو معلوم نہیں اور نہ قیام پیلو پر کسی کا علم محیط ہوا ہے اور جب اس کا کامل علم حاصل ہوا اس وقت جب اس درجہ سے جو عالم غیب کی طرف سے کھلی ہوا ہے، نور کی چمک آئے گی۔ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے۔ اپنے غیب کی بات پر کسی کو واقف نہیں کرتا سوائے اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسے اس نے پسند کیا اور بعض پر ایسے حضرات کو بھی مطلع کر دیتا ہے جو ذمہ پسند یگان میں داخل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لام غزالی قدس سرہ انبیاء و اولیاء کرام کے لیے علم غیب سے آگاہی کے قائل تھے۔ لام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو۔ لا یظہر علی غیبہ احد الا من اراد فی من رسول الخ (لوسی غفرلہ)

فائدہ :- جو سلسلہ اسباب اور سببیت کو حرکت دے کر ان کے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ جان لے کہ اس سلسلے کی انتہاء سبب الاسباب پر کس طرح ہے تو اس پر از تقدیر کا راز آشکار ہو جائے گا۔ وہ یقیناً جان لے گا کہ سوائے اللہ کے اور کوئی خالق اور موجد نہیں۔

ایضاً وہم :- چونکہ ہمارے بیان میں ایک طرح کا بظاہر ناقص معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں نے مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کو من وجہ حق بتایا اور من وجہ غلط بھی کہا تو ظاہر ہے کہ صدق و غلط یعنی باطل میں متنازع ہے، اسی لیے ہم آسان کر کے سمجھاتے ہیں۔

مثلاً :- فرض کرو چند بیاباؤں نے یہ سنا کہ لٹل شہر میں ایک عجیب جانور ہے جس کا نام ہاتھی ہے اور انہوں نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ لے دیکھا تھا اس لیے آپس میں کہا کہ اسے پہچانیں اور اس کا نکل کر دیکھ لیتا ضروری ہے۔ یہ نابینے حضرات تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچے اور اس کو نکلنا شروع کیا۔ بعض کا ہاتھ اس کے پاؤں پر پڑا اور بعض کا دانت پر اور بعض کا کلن پر۔ جب وہ اپنے رفقاء کے پاس آئے تو انہوں نے ہاتھی کی کیفیت پوچھی۔ ہر ایک نے مختلف جواب دیا جس نے پاؤں نوازا تھا اس نے کہا کہ ہاتھی ایک ستون جیسا ہے لیکن نرم ہے۔ جس نے دانت کچا تھا اس نے کہا کہ ہاتھی سخت ٹٹے ہے۔ نرمی کا اس میں نام نہیں، اور پختہ ہوتا ہے اور موٹلی میں ستون جیسا

ضمیں بلکہ شبیر جیسا ہوتا ہے۔ جس نے کان ٹولا تھا اس نے کہا کہ وہ ہے تو نرم مگر ستون اور شبیر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ موٹے چڑے کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس نے پاؤں پکڑنے والے کی تصدیق کی اور پھر اپنی معلومت دریافت کے مطابق بتایا کہ وہ ایسا ہوتا ہے۔ اب اگر ان سب کے بیان کو دیکھو تو من وجہ سب سچ ہیں کیونکہ جس قدر جیسے معلوم تھا اس نے بیان کیا اور سب نے ہاتھی کے توصف بیان کیے مگر سب کے بیان میں کمی ہے کہ اصل صورت کسی کو معلوم نہ ہوئی۔

اختیار :- اس مثل کو خوب سمجھ لینا چاہیے اس لیے کہ اکثر اختلافات کی مثل یکنی ہے اور چونکہ یہ میان علوم مکاشفہ تک پہنچتا ہے اور اس کی اسرار کو جنس دیتا ہے اور ہم اس کے بیان کے دوپے نہیں اسی لیے مناسب ہے کہ جس بیان کے ہم دوپے رہے نکلیں یعنی توبہ واجب ہے اور اس کے تیوں اجزاء (۱) علم (۲) خدمت اور (۳) ترک ہے واجب ہیں اور نہ امت اس وجہ سے واجب میں داخل ہے کہ یہ ان اہل الہی میں واقع ہے جو بندے کے علم اور ارادے میں ہیں یعنی خدمت اور نہ امت کی ایک طرف بندے کا علم ہے اور دوسری طرف ارادہ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اس کو مثل ہوتا ہے۔

توبہ میں غفلت کے وجوب کے دلائل :- توبہ کے فورا وجوب میں کسی کو شک نہیں اس لیے کہ معاصی کا منکب سمجھنا ایمان میں داخل ہے اور یہ اسی وقت واجب ہے اور اس واجب سے عمدہ برآ ہوگا جو اس کو اسی طرح جانے کہ اس کے سبب سے معاصی سے باز رہے گا اس لیے یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہیں بلکہ علم معللہ سے متعلق ہے اور جو علم اس فرض سے متعلق ہوتا ہے کہ اس سے ترفیع عمل ہو تو جب تک اس کی علت ظاہر نہ ہوگی اس سے عمدہ برآ ہوتا بھی نہ ہوگا۔ ہاں گناہوں کے ضرر کا علم اسی فرض سے متعلق ہوتا ہے کہ اس سے گناہوں کے ترک کی ترفیع ہو تو جو شخص گناہوں کو نہ چھوڑے گا اس کا ایمان کامل نہ ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں ہے لا یزنی الزانی حسین ایزنی ویو مومن (ذاتی زنا نہیں کرتا مگر خدا کے مومن ہو)

فائدہ :- یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ اس کا مطلب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا جو اختلاف کرتے ہیں اگرچہ امام غزالی شافعی ہیں (لوکی غفرلہ) چنانچہ فرمایا کہ اس میں ایمان سے یہ مراد ہے کہ زنا جو اللہ تعالیٰ کی بارداشتی کا موجب ہے اور اس سے دور کرتا ہے ایسا ایمان زنا بار میں ضمیمہ رحمتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے ایمان جاتا رہا یعنی ذاتی کا اللہ تعالیٰ کو جانا اور اس کی وحدانیت اور صفات اور کتب اور رسولوں پر اس کا ایمان ہے وہ مثالی زنا نہیں اسی وجہ سے یہ ایمان زنا سے نہیں جاتا۔

مثل :- اسے یوں سمجھئے کہ کسی طبیب نے مریض کو کہا کہ یہ زہر ہے۔ اسے نہ کھانا اگر وہ شخص کھائے گا تو ہم کہیں گے کہ یہ طبیب کا مقصد نہیں تھا اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ شخص طبیب کے وجود پر یا اس کے علاج ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ یہ مقصد ہے کہ طبیب نے جو کہا تھا کہ یہ زہر منکب ہے۔ اس قول کو نہ مانا کیونکہ اگر اس کو منکب جانتا تو بھی نہ کھاتا۔

فائدہ یہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار ناقص الایمان ہوتا ہے اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہیں بلکہ اس کی کچھ لوہے ستر (70) قسمیں ہیں۔ ان میں ایک اعلیٰ قسم کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور لوثی قسم راستہ سے ایذا کو دور کرنا یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ انسان ایک ہی طرح کا نہیں بلکہ وہ بھی ستر (70) طرح ہے۔ اس میں اعلیٰ قسم قلب اور روح ہے اور اوثیٰ قسم دور کرنا ایذا کا جسم سے مثلاً سوچیں کتنا ناخن کاٹنا، میل پکیل سے جسم کو صاف کرنا تاکہ جانوروں سے ممتاز ہو جو غلیظ طریقہ سے مثلاً پانخانے میں آلودہ اور بڑی گندی صورت میں رہتے ہیں جیسے ناخن اور سوچیں بڑھ جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ مثل بہت خوب ہے۔

۱۔ اس کی تحصیل فقیر کی تصنیف ختم الاخوان میں ہے۔ (اولیٰ غفرلہ)

مثلاً :- ایمان مثل انسان کے ہے اور اس میں شلوت توحید اگر نہ ہو تو بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ جیسے انسان روح کے نہ ہونے سے بیکار ہے اور جو شخص صرف شلوت توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہے جیسے انسان میں روح تو ہو مگر ہاتھ پاؤں آنکھ اور دوسرے اعضا خارجی و باطنی نہ ہوں۔ اس طرح کا انسان جس کا یہ حال ہو وہ قریب المرگ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ روح اس کے ضعیف اعضاء سے علیحدہ ہو گئی ہے۔ وہ کسی طرح کی مدد اور قوت اعضا کو نہیں پہنچتی تو وہ جلد پرواز کر جائے گی۔ اسی طرح جیسے صرف کلمہ طیب اور رسالت کی شلوت نصیب ہو مگر اہل میں قاصر ہو وہ بھی اس حالت میں ہے کہ ذرا سی شد ہو اسے اس کے ایمان کا درخت جڑ سے اکڑ جائے گا یعنی ملک الموت کے آنے کے وقت جو احوال پیش آتے ہیں ان کے صدمے کی وجہ سے ایمان بل جاتا ہے۔ ایسا ایمان ان کی برداشت نہیں کر سکتا جس ایمان کی جڑ یقین میں مضبوط نہ ہو اور اہل میں اس کی شاخیں نہ پھیلی ہوں وہ ملک الموت کے تشریف لانے کے وقت خوف کے جھکوں میں نہ ٹھہر سکے گا۔ خطو ہے کہ اس کا خاتمہ بالآخر نہ ہو۔

تقصید :- خاتمہ کے وقت ایسا ایمان باقی رہ سکتا ہے جس کی مبالغہات پر ہمیشہ رہی ہو اور اہل صراط سے مضبوط ہو۔

مثلاً :- نیک کردار اور گنہگار کا فرق یہ ہے کہ گنہگار اطاعت کرنے والوں کو کما کرتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے میں کیا فرق ہے؟ تم بھی ایسا کرنا ہو ہم بھی ایسا کرنا۔ اس کی مثل یوں ہے جیسے کدو کے چڑنے سے کدو سے کیا کہ تو بھی درخت اور میں بھی۔ صورتوں نے جواب دیا کہ ہم کی شرکت کا معاملہ ہے ورنہ جب موسم سرما کی آمدھی چلے گی تو تمہاری جڑ کٹ جائے گی اور پتے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ ہم کی شرکت سے تمہیں دھوکا ہوا ورنہ حقیقی درخت تو وہ ہے کہ آمدھی وغیرہ اسے نہ گرائے۔ صورتوں نے کہا اس وقت تمہیں معلوم ہو گا کہ غبار ختم ہوگی تو دیکھنا کہ تیری سواری گدھا ہے یا کھوڑا (تیمو اولیٰ غفرلہ) یہ مثل دلچسپ و دہش دہوں اور ان کے حکم پہنچاؤں پر معلق آئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو دیکھ کر کہا کہ وہ بھی بشر اور ہم بھی لیکن حقیقت پر غور نہ کیا۔ جب حقیقت کھلے گی تب معلوم ہوگا۔ ہر مثل تمام مصلحتیں پر کھلتا ہے اس لیے موت کی مصیبت اور اس کی مقدمات مصلحت کے خوف سے ماریفین کے جگر کھوکھے ہوئے ہیں اس لیے کہ وہ وقت ایسا ہے اس میں بہت کم ثابت

قدم رہ سکتے ہیں۔

فائدہ :- اگر گنہگار اپنے گنہ کے سبب سے آگ میں بیٹھ رہنے سے خوف نہ کرے۔ اس کا عمل تندرست کی طرح ہے کہ وہ صحت کے سمجھنے سے معترضات میں ڈوبا رہتا ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتا اس لیے کہ موت آئے کی جب آئے کی البتہ اسے مرض کا خوف ہوتا ہے اور جب مریض ہو جاتا ہے تو موت کا خوف ہوتا ہے۔ اسی طرح گنہگار کو بھی برے خاتے کا خوف تو لگا ہوا ہے اور اگر خدا نخواستہ خاتمہ ہوا تو آگ میں بیٹھ رہنا ضروری ہے کیونکہ ایمان کے حق میں گناہ ایسے ہیں جیسے بدن کے حق میں معترضات کہ معدے میں جمع ہو کر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہیں اور اس کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ اچانک مزاج بگڑ جاتا ہے۔ اس سے بیمار پڑ جاتا ہے۔ کبھی اچانک مر بھی جاتا ہے۔ یہی گناہوں کی ایمان پر تاثیر ہوتی ہے جبکہ دنیا فانی میں ہلاکت کے ڈر سے زہر نہ کھاتا اور کولات معطر کا استعمال نہ کرنا جرم میں اسی وقت آدمی پر واجب سمجھا جاتا ہے تو ہلاک لہدی کے ڈر سے ملکات کا استعمال نہ کرنا بطریق اولیٰ واجب ہو گا۔ جس طرح کہ تہر کھانے والا جب اپنے فعل پر پریشان ہوتا ہے تو ضروری سمجھتا ہے فوراً اسے معدے سے نکلے کر دے یا اور کسی جیلے سے اسے نکل دے اور وہ یہ اس لیے کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر زہر بدن میں اثر انداز ہوگی تو موت مواقع ہو جائے گی۔ اسی طرح جو شخص دین کا زہر کھاتا ہے یعنی گناہ کرتا ہے اس پر بطریق اولیٰ واجب ہے کہ ان سے رجوع کرے اور اس سے جس طرح ہو اس کا تدارک کرے یعنی ایام حیات تک گناہ عمل میں نہ لائے۔ اس لیے کہ اس زہر سے یہ خوف ہے کہ کہیں آخرت نہ جاتی رہے۔ ملاحظہ دو ایک شی باقی ہے اور اس میں دوست پائیدار اور سلطنت و ناز و نسیم ہوتی ہے اور اس کے نہ ملنے میں آگے دفع اور عذاب جہنم بھگتنا پڑے گا کہ دنیا کی زندگی کی ایام کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں، اس لیے کہ آخرت کی مدت کی توسیع نہیں۔ جب یہ بات ہے تو گنہگار کو چاہیے کہ توبہ میں جلدی کرے۔ ایمان نہ ہو کہ گناہوں کا زہر ایمان کی مدد پر اثر کر جائے اور پھر فیروں کے ہاتھ سے اس کا علاج نکل جائے اور اس کے بعد نہ کوئی پریز اثر کرے نہ وہ کام آئے اور وہ چاہ کا دل میں لگے دیا جائے اور اس آیت کا مصدق ہو۔

انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا فہی الی الاذان فہم مقمحوں وجعلنا من بین یدیمہم سدا ومن خلفہم سدا فاعشینا ہم فہم لا یبصرون وسواء علیہم انفرقہم ام لم تنفرہم لا یومنون (پ 22، لہجہ 105) (ترجمہ از محرز الامین) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ تھوڑیوں تک ہیں تو یہ لوگ کوئی افسانہ نہ کہنے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں لوہے سے ڈھک دیا تو انہیں کچھ نہیں سمجھتا اور انہیں ایک سا ہے تم انہیں ڈراتا یا نہ ڈراتو وہ ایمان لانے کے ہیں۔

انقبو :- لفظ ایمان سے ملاحظہ نہ کھانا کہ اس آیت سے مراد کافر ہیں کیونکہ یہ تو بیان کر دیا گیا کہ ایمان کی ستر (70) شاخص ہیں اور یہ کہ زانی حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا بلکہ اس وقت اس سے نور ایمان چلا جاتا ہے اسی لیے چاہیے کہ آیت کو خود اپنے اوپر چسپاں کر کے گناہوں سے بچے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محبوب ہو گا جو شلخ اور ٹٹنی کی جیل ہے وہ خاتمہ کے

وقت اصل ایمان سے بھی محبوب ہوگا جس طرح وہ شخص کہ جس کے اعضاء نہ ہوں۔ بلکہ اعضاء روح کی نشانیں ہیں لیکن ان کے نہ ہونے سے انسان مرجاتا ہے اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اصل شاخوں کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اور بغیر اصل کے شاخوں کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ اصل اور فرع میں سوائے ایک فرق کے اور کچھ نہیں۔ وہ یہ ہے کہ وجود اور بتائے فرع دونوں وجود اصل کا چاہتے ہیں مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہیں لیکن بتائے اصل کے واسطے فرع ہونا ضروری ہے اور وجود فرع کے لیے اصل کا ہونا لازم اور علوم مکاشفہ اور علوم محاطہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ ایسا نہیں کہ ایک کو دوسرے کی ضرورت نہ ہو۔ اگرچہ علوم مکاشفہ اصل ہیں اور علوم محاطہ فرع اور علوم محاطہ اگر آدمی کو عمل پر آمادہ نہ کریں تو ان کے ہونے سے نہ ہوتا ہی اچھا ہے اس لیے کہ جو تاثیر اسے چاہیے تھی اگر وہ نہ کریں گے تو نافع و ہل جان ہو کر حجت نہیں گے اور اسی بنا پر اگر عالم دین ممانہ کرے تو اس کا غذاب بہ نسبت جہنم بدکار کے زیادہ ہوگا۔ چنانچہ احادیث میں ہے 'وہ احادیث ہم باب العلم میں لکھ چکے ہیں یعنی احیاء العلوم کی جلد اول کے ابتداء میں فضائل العلم مفصل ذکر ہے۔

ہر مومن پر توبہ کا ثبوت ہے۔ ہر مومن پر توبہ ہر عمل میں عام ہے۔ کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ عدم و خوب توبہ اس آیت سے ثابت ہے۔ **وَنُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا** ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون (ب ۱۸ النور) (ترجمہ) فلا کفر ایمان: اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانوں کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

لور اور بصیرت سے بھی یونہی سمجھ آتا ہے اس لیے کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ جو طریق اللہ تعالیٰ سے دور اور شیطان کے نزدیک کرے اس سے رجوع کرنا چاہیے اور یہ رجوع غافل ہی سے ہو سکتا ہے۔ نیز عقل جب مکمل کو پہنچتی ہے تو شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کو بکارت کے لیے شیطان کے اسباب ہیں ان کی اصل کمال مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ مکمل عقل انسان کے چالیس برس تک پہنچنے سے ہوتا ہے اور بتائے عقل سن بلوغ تک پہنچنے سے پوری ہو جاتی ہے اور اس کا آغاز سات برس کی عمر کے بعد سے ظاہر ہونے لگتا ہے مگر شہوت و غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہیں اور یہ تمام فطری شیطان ہیں اور عقل صلاح کا فطرہ ہے۔ جب دونوں اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں لڑائی ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کے ہونے سے دوسرا قائم نہیں رہ سکتا۔ جیسے رات اور دن اور نور و تاریکی جمع نہیں ہو سکتیں تو جو ان میں سے غالب ہو جاتا ہے وہ دوسرے کی بجائے کرتا ہے اور چونکہ شہوت مغربی میں کمال ہو جاتی ہے اسی لیے شیطان کی عقل سے جنگ شروع سے ٹھن جاتی ہے اس لیے کہ دل کو علویات و تحقیقات شہوت سے انس و الفت ہوتی ہے ان سے اس کا ٹکنا مشکل ہوتا ہے۔ پھر جب عقل ظاہر ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کردہ اور جماعت میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام کو اس کے دشمنوں سے بچاتی ہے۔ پس اگر اس میں قوت و کمال نہ ہو تو مکمل نہ شیطان کے ہاتھ میں رہا اور اس نے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ **لَا جُنَکُنْ ذَرِبَہٗ لَا قَلْبُنَا** (پ ۱۵ بنی اسرائیل 62) ترجمہ کنز الایمان: اس کی لولا کو جس ڈالوں گا مگر تمہارا۔

فائدہ ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص کے لیے فرض میں ہے۔ ایسا کوئی شخص کہ اسے توبہ کی پروا نہ ہو

یہاں تک کہ حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام بھی اس سے بے پروا نہ ہوئے۔ اسی طرح ان کی اولاد بھی اس سے بے پروا نہیں۔

ہر فرد (بشر) پر توبہ واجب کیوں؟ :- ہر انسان اعضاء کے گناہ سے غفلت نہیں، اس لیے کہ اس سے انبیاء علیہم السلام تک نہیں بچے، خواہ انہیں غلاف اولیٰ سے تعمیر کیا جائے گا یا تعلیم امت کے لیے، انہیں حقیقی خلا سمجھا غافل از خطا نہیں۔ (لوکی غفرلہ)

جیسا کہ قرآن و حدیث میں اتنی ہی غلطیاں ظاہری اور باطنی کی توبہ اور ان کا خطاؤں پر رونے کا ذکر موجود ہے اور اگر بعض اوقات میں آدمی اعضاء کے گناہ سے محفوظ رہے گا تو دل کے ارادہ سے نہ بچے گا اور اگر دل میں بھی ارادہ نہ ہوگا تو دوسرے شیطان سے نہ بچے گا کہ وہ خیالات دل میں ڈالتا رہتا ہے جن سے یاد الہی سے غفلت ہوتی ہے۔ اگر دلوں سے بھی غفلت رہے گا تو اس سے نہ بچے گا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات و افضلی کی واقفیت میں غفلت اور قصور ہوگا اور یہ سب باہر نقصان ہی ہیں اور ہر نقصان کا کوئی سبب ہے۔ اس سبب کو چھوڑنا اور اس کی ضد اختیار کرنا اس نقصان سے بہتری کی طرف رجوع کرنا ہے۔ توبہ کا مقصد ہے یاد رہے کہ کوئی آدمی قصور سے غفلت نہیں البتہ مقدار نقصان میں مشغول ہیں۔ اصل نقصان کسی طرح سے نہ ہو، ہر ایک میں موجود ہے۔ مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انا لبیان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی البوم واللبلة سبعین مرۃ ترجمہ: میرے قلب مبارک پر ایک پردہ سا مائل ہوتا ہے تو میں اس کی وجہ سے دن و رات میں ستر بار استغفار کرتا ہوں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاتخر (پ 26۔ سورۃ فتح 2) ترجمہ از کنز الایمان: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے انگوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

فائدہ :- اگر کسی کی عقل کامل اور قوی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ فکر شیطان کی صحیح کئی ہے کہ شہوت کو توڑ کر طبیعت کو مجبور کر کے عہدت پر لاتی ہے اور توبہ کا مقصد بھی یہی ہے یعنی توبہ میں رجوع پایا جاتا ہے۔ وہ یہاں مستحق ہوا کہ جس راہ کا ہر شہوت اور نفسی شیطان تھا۔ اس راہ سے عقل نے انسان کو پھیر کر اللہ کی راہ پر ڈالا اور چونکہ یہ امر ہر انسان میں ضروری ہے کہ اس کی شہوت عقل پر مقدم ہوتی ہے یعنی فکر شیطان ہر انسان میں عقل کے فکر سے پہلے بٹھ جاتا ہے تو جو کلم شہوت کی موافقت سے کیے ہوں، ان سے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے، وہ نبی علیہ السلام ہو یا غیر نبی۔

انتہی :- یہاں یہ ممکن نہ کرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع صرف حضرت آدم علیہ السلام ہی سے خاص تھی بلکہ یہ تو حکم الہی ہے کہ جنس انسان پر لگھ دیا گیا ہے۔ اس کے خلاف ہونا ممکن نہیں جب تک کہ سلسلہ عادت الہی کا اس طرح جاری ہے، اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ :- جو شخص بالغ ہو کر وہ کفر و جہالت پر تھا تو ان سے توبہ اس پر واجب ہے۔ اگر بچہ یا بچہ کی وجہ سے مسلک ہوا مگر حقیقت اسلام سے غافل اور نادان ہے تو اس پر اس غفلت سے توبہ لازم ہے۔ اس طرح کے اسلام کا

مضی سمجھئے اس لیے کہ مل ہاپ کا اسلام اسے کوئی فائدہ نہ دے گا جب تک کہ خود سچا مسلمان نہ ہوگا۔

فائدہ :- اسلام سمجھنے کے بعد اپنی علت غلیظہ اور شہوات حبیزہ سے توبہ لازم ہے یعنی افذہ فعلی کے حدود کی رعایت ہر حال میں ہو کوئی کام کرنے کا ہو یا اس سے باز رہنے کا ایک قدم حدود بھی شرع سے باہر نہ ہو۔

فائدہ :- یہ قسم توبہ کی تمام اقسام سے سخت تر ہے۔ اس میں اکثر لوگ عاجز ہو کر جاہ ہوئے۔ آپ کا حال امت کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔ جب آپ کا یہ عمل ہے تو دوسروں کا کیا عمل ہوگا؟

سوال :- قلب پر جو خواہر وغیرہ جاری ہوتے ہیں یہ ایک نقصان کی بات ہے اور مکمل اس میں ہے کہ قلب ان سے خالی رہے۔ اسی طرح کسہ جلال الہی کی معرفت میں تصور نقصان ہے مگر جس قدر معرفت زیادہ ہو اسی قدر مکمل ہے۔ ایمانی ہر ایک اسباب نقصان سے مکمل کی طرف ترقی کرتا رجوع کلمائے کی اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہہ سکتے ہیں اور مطابق مذکورہ بالا کے توبہ واجب ہوتی ہے جیسے علائکہ یہ چیزیں فضاائل میں داخل ہیں۔ فرض نہیں کیونکہ مکمل کا حاصل کرنا واجب نہیں تو پھر ان امور سے ہر حال میں توبہ واجب ہونے کے کیا معنی؟

جواب :- پہلے گزر چکا ہے کہ انسان ابتدائے پیدائش میں ابتلع شہوات سے ہرگز نہیں بچتا اور اس سے توبہ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ ابتلع شہوات صرف آگے کو چھوڑے دے بلکہ مکمل توبہ اس میں ہے کہ زمانہ ماضی کا بھی مذاک ہو اور انسان جس شہوات کا ابتلع کرتا ہے اس سے دل پر ایک تار کی چھا جاتی ہے۔ جیسے آئینہ پر منہ کی بھاپ سے گرد و غبار آتی ہے پس اگر یہ ابتلع شہوات مسلسل ہوں تو دل کی سیاہی رنگ ہو جاتی ہے جیسے منہ کی بھاپ اگر مسلسل آئینہ پر پڑتی رہے تو آئینہ پر رنگ چڑھ جاتا ہے اور شہوات کا رنگ دل پر آتا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکبسون (المطففین 14 پ 30) ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر رنگ چڑھا رہا ہے ان کی کمانیوں نے۔

فائدہ :- رنگ اگر بہت ہوگا تو دل پر مرگ جاتی ہے۔ جیسے آئینہ پر رنگ بہت دلوں چھوڑ دیئے جانے سے آئینہ سیاہ ہو جاتا ہے کہ پھر عقل عقل اور روشنی کے بھی نہیں رہتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میل پکیل سے بنا ہوا ہے تو جس طرح آئینہ کی صفائی کے لیے کٹی نہیں کہ اس کے آگے بھاپ اور سیاہی نہ ہو بلکہ پہلے بھاپ اور رنگ مٹاؤ پھر صورت و شکل اس میں نظر آئے گی۔ اسی طرح جلائے دل کے لیے بھی اس قدر کٹی نہیں کہ ابتلع شہوات چھوڑے بلکہ ضروری ہے کہ پہلے جو کنبہوں کی سیاہی دل پر آگئی ہے اسے مٹائے پھر جس طرح دل پر رنگہ کی وجہ سے سیاہی آتی ہے اسی طرح طاعت اور ترک شہوات سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے وہ تار کی نور ہوتی ہے۔ اس طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ اتبع السنیۃ بالحسنہ یرائی کے بدل بھلائی کر بھلائی یرائی کو مٹا دے گی۔ (ترمذی بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ)

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ سالک کو ہر حال میں اپنے دل سے ممانہوں کے نشانات مٹانے کی ضرورت ہے کہ



تجربہ کر کے ان کو دور کر دے کیونکہ تجزیوں کے آثار گناہوں کے آثار کی ضد ہیں۔ نیکی کے آثار ہوں تو بچنے گناہوں کی آثار مٹ جائیں گے۔ سب اس دل کا عمل ہے جس میں منافی اور روشن ہو لیکن اسباب عارضی سے سیانہ ہو جائے۔

فائدہ :- یاد رہے کہ دل روشن کرنا بہت محنت چاہتا ہے۔ جیسے آئینہ سے زنگ دور کرنا بڑا کام نہیں بے تبا خود آئینہ بنانا مشکل ہے وہ دیر اور محنت چاہتا ہے غرضیکہ یہ طویل اشغال انسان سے کبھی جدا نہیں ہوتے اور ان سب کا عمل توبہ ہی ہے۔

فائدہ :- اس سے ایک شق جو سب کی معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ حل میں آدمی توبہ کا محتاج ہے۔ سب دوسری شق لکھتے ہیں کہ ہر حل میں وجوب توبہ کا کیا معنی یاد رہے کہ واجب کے دو معنی ہیں۔ اول وہی ہے جو شرع کے احکام میں مشہور ہے اور اس میں تمام لوگ شریک ہیں اور وہ اتنا وسیع ہے کہ اگر تمام مخلوق ادا کرے تو بھی عالم خراب نہ ہو۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ اور مدارج کمال پر اس قسم کے واجب میں داخل نہیں کیونکہ اگر بالمرض تمام لوگوں پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ لاحق لو اکریں تو سب دنیا کا کاروبار ترک کر دیں گے پھر سرے سے تقویٰ ہی نہ رہے گا کیونکہ معیشت کے چلنے جانے سے تقویٰ کی فرصت گتے لے گئی۔ ہر ایک اپنی ضرورت کے منتحل سے منتحل نہ پائے گا۔ عرب بھل چلائے، کپڑے بنے کھانا پکانے میں مصروف رہے گا۔ ہر حال شرع میں واجب اس قدر ہے کہ تمام لوگ اگر اس میں مشغول ہوں تو نظام عالم میں خلل نہ ہو۔

مثلاً :- مقام صدیقین اور قرب رب العالمین تک پہنچنے کے لیے جن چیزوں سے ہم نے توبہ کرنے کا لکھا ہے وہ سب اس درجہ کے پہنچنے کے لیے واجب ہیں۔ اس کی مثل ایسی کبھی چاہیے جیسے لازماً نفل میں طہارت واجب ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو نفل نماز پڑھنی ہے اس کے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ اسکے بغیر نفل کا ثواب نہیں ملے گا مگر جو شخص سرے سے نفل سے ہی محروم ہے اور وہ اس معلومت سے بہرہ اندوز نہ ہو تو اس پر نفل کی وجہ سے طہارت واجب نہیں۔ (2) مثلاً کہتے ہیں کہ آگہ اور کلن اور ہاتھ اور پاؤں انسان کے وجود میں شرط نور ضروری ہیں یعنی اگر کوئی کامل انسان ہوتا چاہیے تو اس کے لیے ان اعضاء کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی انسانیت پائیں ہو اور اعضاء کی وجہ سے دنیا میں درجات عالیہ تک پہنچ سکے۔ اگر کوئی صرف زندگی پر قانع ہو گوشت کے کھانے یا کپڑے کے جھگڑنے کی طرح منظور کرے تو ایسی زندگی کے لئے یہ اعضاء ضروری نہیں اصل وجہ توبہ جو تمام لوگوں پر واجب ہیں ان سے حرف نجات مل جاتی ہے اور محض نجات کو زندگی محض کی طرح تصور کرنا چاہئے اور نجات محض کے سوا جو اور معلومات ہیں ان کو اعضاء سمجھنا چاہئے کہ زبانیں اور آوازیں نجات کی انہیں سے ہے اور انہیں کے لئے انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء و اکابر دین سنی کرتے رہے اور انہیں کے حصول کے لئے دنیا کی لذتوں کو یک لخت چھوڑ دیا۔

حکایت :- حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے لئے کے وقت اپنے سر تکے پھر (بطور عجب) لیا آپ علیہ السلام کی

خدمت میں شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے تو دنیا کو ترک فرما دیا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا ہیں کیا تو نے کچھ ایسا دیکھا ہے جو اس کے خلاف ہوا ہو یعنی میں دنیا سے فائدہ اٹھایا ہو اس نے عرض کیا کہ پھر کوئی نیک بنانا دنیا کی لذت ہے زمین پر سر کیوں نہیں رکھتے (یہ سنتے ہی) آپ نے پھر سر کے نیچے سے نکل کر پھینک دیا اور سر مبارک زمین پر رکھ لیا۔ آپ علیہ السلام کا سر کے نیچے سے پھر نکل کر سر مبارک زمین پر رکھ لینا اس لذت سے توبہ کرنا تھا۔

فائدہ :- اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ زمین پر سر رکھنا شرعاً واجب نہیں۔ اسی طرح سرکارِ عالمؐ نے جو صورتِ چاند کو نماز میں غل پا کر اتار دیا تھا اور تعین مبارک کے نئے تے کو باعثِ فضل جانتے ہوئے پرانا تہہ دو بار تعین میں ڈال لیا تھا۔ کیا آپؐ کو معلوم نہ تھا کہ یہ باتیں شریعت میں جو آپؐ نے عام لوگوں پر مقرر کی ہیں وہیہ نہیں اگر معلوم تھا تو ان سے رجوع کیوں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ان امور کو اپنے دل میں ایسا موثر پایا کہ ان کی تاخیر مقامِ اعلیٰ موعود تک پہنچنے کے لیے مانع نہیں۔

حکایت :- حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دودھ پینے کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ ناجائز طریقے سے آیا ہے تو حلق میں انگلی ڈال کر اتارتے کی 'تربہ' تھا کہ روح نکل جائے۔

فائدہ :- کیا انہیں فقہ کا مسئلہ معلوم نہ تھا کہ بھول کر پی لینے میں گناہ نہیں ہوتا اور پی ہوئی چیز کا کھانا واجب نہیں پھر اس کے پینے سے کیوں رجوع کیا اور حتی الامکان معدے کو اس سے خالی کرنا کیوں ضروری سمجھا۔ اس کا سبب یہی تھا کہ آپؐ کے دل میں یہ راز خفی تھا کہ عوام کا حکم اور ہے اور خواص کا حکم اور۔ اس خطرے کو بجز صدیقین کے اور کوئی نہیں جانتا۔

سبق :- ان حضرات کے حالات پر غور و فکر کرنا چاہیے جو سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور راہ اللہ اور عذابِ اہل اور خفیہ مقالوں کو قرب جانتے ہیں اور ان احوال پر غور کر کے دنیا کے مداخل سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر مداخل کھانے سے ہزار بار بچنا لازم ہے۔

فائدہ :- یہ وہ اسرار ہیں کہ اگر کسی کے دماغ میں ان کی بوسینج جاتی ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ راہِ خدا پر چلنے کے لیے ہر شخص پر توبہ فاعل واجب ہے۔ اگرچہ عمر و لوح علیہ السلام اسے ملے اور توبہ بھی فوراً کرے۔

ملفوظ حضرت سلیمان دارانی قدس سرہ :- حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر عاقل انسان بغیر ایامِ زندگی میں صرف اس وجہ سے رویا کرے کہ زمانہ ماضی بغیر طاقت کے مبالغہ ہو گیا تب بھی اس کے لائق ہے کہ اس کو یہ روح موت تک رہے گی جو لوگ بقیہ عمر میں بھی جہل کی وجہ سے انہیں بہتوں کے مرتکب ہوں جو کے

زندہ گزشتہ میں غلطی ہو نہیں تھیں، ان کا کیا عمل ہوگا۔

فائدہ :- حضرت وارثی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لیے فرمایا کہ اگر سمجھ دار انسان کے قبضہ میں کوئی قیمتی جوہر آجاتا ہے اور وہ سبے فائدہ ضائع ہو جاتا ہے تو اس پر وہ لانا دیتا ہے اور اگر اس کے ضائع ہو جانے کے ساتھ خود مالک کی پرہیزی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ گریہ اور زنا نہ ہوگا۔

درس عبرت :- انسان کی ہر ساعت بلکہ ہر سانس ایک جوہر نفیس اور قیمتی ہے کہ اس کا کوئی بدل نہیں، اس لیے کہ اس میں یہ صلاحیت و لیاقت ہے کہ آدمی کو سحلات لہدی پر پہنچائے اور شہوت و انگی سے بچائے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا جب کوئی ایسے جوہر کو غفلت میں ضائع کر دے تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے بڑا خسارہ ہے۔ اگر اسے معصیت الہی میں ضائع کرے تو پھر سراسر پرہیزی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی اس معصیت پر نہ دے تو جہالت ہے۔

فائدہ :- جہالت کی معصیت تمام معاصی سے زیادہ ہے مگر معصیت جمل معصیت والے کو محسوس نہیں ہوتی کیونکہ خواب غفلت اس میں اور معرفت میں حائل ہوتی ہے۔ افسوس کہ تمام لوگ اس خواب میں خوش ہیں۔ جب موت آئے گی تب چاہیں گے۔ اس وقت مفلس کو اپنے افلاس کی اور معصیت والے کو اپنی معصیت کی خبر ہوگی مگر اس وقت تدارک کب؟ اس وقت بجز حسرت و ناامیدی کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

لطیفہ :- بعض عارفین فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی انسان کو فرماتے ہیں کہ تمہاری زندگی کی ایک ساعت باقی ہے، اس سے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ ہوگی تو اس انسان کو اس قدر حسرت اور غامت ہوتی ہے کہ اگر بالفرض اس کے پاس تمام دنیا ہو تو اسے دنا قبول کرے اور اس کی عمر میں ایک ساعت کا اضافہ ہو جائے جس میں تدارک اپنی تعمیر کا کرے لیکن ایسی صلت کون دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وحیل بینہم و بین ما بینہم۔

فائدہ :- اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے جو ہم نے کہا من قبل ان یاتی احدکم الموت فبقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکم من الصالحین ولن یؤخر اللہ نفسا افا جاء اجلها (الباقی 11) ترجمہ کنز الایمان: قل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تمہاری موت تک کیوں صلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکیوں میں ہوتا اور ہرگز ارادہ کسی جان کو صلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے۔

فائدہ :- اجل قریب مطلوب کا یہ معنی ہے کہ جب انسان کے سامنے ملک الموت تشریف لاتے ہیں تو ہمہ کتا ہے کہ اے ملک الموت مجھے ایک دن کی صلت دے تاکہ میں اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے ہذر تعمیر اور توبہ کر لوں اور اپنے لیے توبہ آخرت لے لوں۔ ملک الموت جواب دیتے ہیں کہ تو نے اتنے دن عفت بھوکے اور کچھ نہ کیا۔ اب دن کب مل سکتا ہے، پھر کتا ہے کہ ایک گڑی کی صلت دے۔ فرشتہ کتا ہے بہت گڑیاں ضائع کر چکے

اب ایک گزری کی بھی سہمت نہ ملے گی۔ اس کے بعد اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جانِ طلق میں آجاتی ہے۔ سانس سینے میں بولنے لگتا ہے اور تدارکِ مافات سے ناامیدی اور حسرت و ندامت کے گھونٹ چماتا ہے کہ میں نے اپنی عمر ضائع کی۔ ان دو چیزوں کے صدمہ سے اس کے ایمان میں اضطراب واقع ہوتا ہے۔ جب روح نکلنے لگتی ہے تو قرآن اللہ نے اس کے لیے تقدیر میں اچھا لکھ رکھا ہے تو روح ایمان پر نکلتی ہے۔ اس کا نام حسنِ خاتمہ ہے۔ اگر معاذ اللہ ازل میں شہادت کا قلم اس کے نام جاری ہوا تھا تو شک اور اضطراب پر کرتی ہے اور یہ برا خاتمہ ہے۔ اس خاتمے کے حقیق ارشاد الہی ہے ولیست النوبة للذين السبات حسنى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت الا ان (پ 4\_ النساء 8) ترجمہ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہی تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

تفسیر غزالی رحمۃ اللہ علیہ :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انما النوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة لم ينوبون من قريب (پ 4\_ النساء 17) ترجمہ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اس نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو بھلائی سے برائی کر بیٹھے پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمانہ توبہ کا گناہ کے زمانہ سے متصل ہو یعنی اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اس پر افسوس کرے اور اس کے قریب ہی نیک عمل بہا لائے۔ ایمان ہو کہ زیادہ مدت گزرنے سے دل پر اس گناہ کا رنگ اثر کر جائے کہ پھر قتلِ مٹنے کے نہ رہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبج السبنة الحسنہ نسما (برائی کے پیچھے نیکی کو دگا دے تاکہ نیکی برائی کو مٹا دے) (ترمذی بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ)

پند سودمند :- حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ جان پر توبہ میں تاخیر نہ کرنا کیونکہ موت اچانک آجاتی ہے۔ جو شخص توبہ کی طرف بہت نہیں کرتا اور آج کل پر ٹٹا رہا وہ بڑے خطرات میں مبتلا ہوگا۔ (۱) گناہوں کی تادری اگر دل پر چڑھ گئی تو رنگ آلود ہو جائے گی۔ پھر اس پر مرگ بجائے گی یہی تک کہ وہ مٹنے کے قتل نہ رہے گی۔ (2) اگر اس عرصہ میں مرض الموت کے بچے میں گرفتار ہو گیا تو تدارک کی سہمت نہ ملے گی۔ حدیث شریف میں ہے ان اکثر صباہ ابل النار من النسوف ترجمہ ”دوڑخیوں کا زیادہ چھٹنا تاخیر کی وجہ سے ہوگا“

فائدہ :- جو لوگ ہلاک ہوئے وہ تو توبہ و عمل کے سبب ہوئے غرضیکہ دل کا سیاہ ہونا تو نقد سودا ہے اور طاعت سے اسے روشن کرنا لوحار ہے یہی تک کہ موت حملہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے پاس رنگ آلود دل لے کر جانا بڑے ملامتِ قبلت اسی کو ہوگی جس کے دل میں رنگ نہ ہو۔

نکتہ :- انسان کے پاس دل اللہ تعالیٰ کی لہات ہے اور زندگی بھی اس کی لہات۔ اسی طرح تمام اسباب طاعت لہاتِ خداوندی ہیں جو شخص لہات میں خیانت کر کے اس کا تدارک کرے گا تو اس کا انجام خطرناک ہے۔

فائدہ :- بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جو راز بطریقِ امام شافعی ہے۔ (۱) جب مہی کے

جنت سے لگتا ہے تو اس سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تجھے میں نے دنیا میں پاک و صاف بھیجا ہے اور تیری عمر امانت رکھی ہے اور تجھے اس کا امین مقرر کیا ہے۔ اب دیکھوں گا کہ تو نے کس طرح امانت کی حفاظت کی اور مجھے کس حل میں لے گا۔ (2) روح نکلنے کے وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! جو امانت تیرے پاس رکھی تھی تو نے اس میں کیا کیا؟ اس کی اس وقت تک حفاظت کی اور میرے عہد پر قائم رہا تو میں پورا کر دوں گا تو نے اسے ضائع کر دیا تو میں تجھ سے مقابلہ اور عقاب کروں۔ آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اوفوا بعهدي اوف بعهديكم (البقرہ 40) ترجمہ کنزالایمان: اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کر دوں گا اور اس دوسری آیت میں والذین ہم لا مانا انہم وعہدہم راعون (پ 29\_العارج 32) ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

توبہ کی مقبولیت کی شرائط :- توبہ میں جب سب شرائط اٹھتی ہوتی ہیں تو وہ توبہ ضرور مقبول ہوتی ہے۔ جب سالک قبول توبہ کے معنی سمجھ لے تو پھر اس میں شک نہ کرے کہ ہر ایک توبہ صحیح و مقبول ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ توبہ بعسرت سے دیکھتے ہیں اور انوار قرآنی سے فیض یاب ہیں وہ جانتے ہیں کہ قلب سلیم یعنی جس میں مرض نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ مقبول ہوتا ہے اور آخرت میں اس کے قرب کے مزے لے گا اور دیدار الہی کو اپنی چشم غیر لائق سے دیکھنے کی لیاقت اس میں ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ بہتیار اصل فطرت کے دل پاک اور صاف پیدا ہوتا ہے اور اس کی سلامتی صرف گناہوں کی سیاہی اور غبار کے چھا جانے سے جاتی رہتی ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ آتشِ ندامت اس میل کو جلا بخشتی ہے اور نیکی کا نور چہرہ دل سے برائی کی سیاہی کو ہٹا دیتا ہے اور اس نور کے سامنے سیاہی گنہ کو کوئی تاب نہیں جیسے رات کے اندھیرے کو ابالے کے سامنے کوئی حقیقت نہیں دیکھتے۔ جیسے میل کی کدورت صلیں کی سفیدی کے سامنے باقی نہیں رہتی۔

قائدہ :- جس طرح سیلا کپڑا پودلہ اپنے پننے کے لیے پسند نہیں کرتا، اسی طرح پودلہ حقیل بھی قلب سیاہ کو اپنے قرب میں رہنے کے لیے پسند نہیں کرتا اور جس طرح کہ کادو پار کرنے سے کپڑے کا استعمال اس پر میل پھیل لانا ہے۔ پھر گرم پانی اور صابن سے دھونے پر صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل کا استعمال اگر شہوات میں کیا جاتا ہے تو اس پر میل آجاتا ہے اور حرارتِ ندامت اور توبہ کے آنسو بامنے سے صاف و پاک ہو جاتا ہے اور جو دل کہ پاک و صاف ہو وہ مقبول ہوتا ہے۔ جیسے صاف اور دھلا ہوا کپڑا پسندیدہ ہوتا ہے۔

انسان کو دل کا پاک و صاف اور لائق قبولیت رکھنا چاہیے تاکہ بمطابق حکم خداوندی مقبول ہو جائے۔ اسی قبولیت کا نام نجات ہے۔ وہ اس آیت میں مذکور ہے۔ فدا فخلج من زکھا ترجمہ ”جس نے اس کو سنوارا“ جو شخص بر سبیل تحقیق آگہ کے دیکھنے سے بھی زیادہ اس بات کو نہیں دھکتا کہ قلب پر تاثیر گنہ اور نیکی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو اگر اندھیرا کس جیسے جہات تو دوسرے کو نور سے تعبیر کریں گے جیسے ظلم اور ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت میں ضد ہے۔ دونوں اکٹھے ہرگز نہیں ہو سکتے تو ایسا شخص دین سے بغاوت گویا صرف پوست پر قلع ہے اور فقط دین کا نام سن لیا ہے۔ حقیقت دین ہے اس کے دل پر پڑا سخت پردہ ہوا ہے بلکہ ایسا شخص اپنے نفس کی

حقیقت اور اس کی صفات سے بھی بخلاف ہے اور جو اپنے نفس یعنی قلب کو نہ جانے وہ دوسرے کو بطریق کوئی نہ جانے گا کیونکہ قلب سے دوسری چیز کو پہچانتا ہے تو جو اپنے قلب کو نہ جانے گا وہ دوسرے کو کیسے پہچانے گا۔

مثلاً :- جیسے وہم ہے کہ توبہ شرائط کے باوجود قبول نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسے کوئی وہم کرے کہ سورج کے نکلنے سے اندھرا نہیں جاتا یا صلیب سے کپڑا دھوئے سے میل دور نہیں ہوتی۔ ہاں اگر میل کپڑے کے اندر رکھیں جائے تو پھر صلیب سے بھی لے نہیں نکل سکتے۔ اسی طرح اگر گناہوں کے تسلسل سے دل پر زنگ اور مرگ جانے کی تو ایسا دل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ توبہ بلکہ کبھی ذہن سے صرف توبہ 'توبہ' کہتا ہے لیکن اس سے کیا ہو سکتا ہے۔

مثلاً :- ایسے شخص کی مثال اس دھوبی جیسی ہے جو ذہن سے کہے کہ میں نے کپڑا دھویا تو صلیب کہنے سے کپڑا صاف نہ ہو جائے گا جب تک کپڑے میں جو میل ہے اس کے ہٹانے کی تدبیر استعمال میں نہ لائے گا۔

فائدہ :- یہ حل اصل توبہ سے باز رہنے والے کا ہے بلکہ جو اللہ تعالیٰ سے روگردان اور دنیا داری میں سرگرداں ہیں ان کے اکثر کامی حل ہے۔

فائدہ :- اگرچہ یہ بیان قبول توبہ کے لیے کافی ہے مگر چونکہ جس پر کتب اللہ اور حدیث نبوی کی دلیل نہ ہو۔ اس کا کوئی اظہار نہیں، اسی لیے ہم بیان مذکور کو آیات و اخبار و آثار سے پورے کرتے ہیں۔

قرآن مجید :- (1) وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن سيئات (الشورى 25) ترجمہ کنز الایمان : اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

(2) غافر الذنب وقابل التوب (پ 24 - المؤمن 3) ترجمہ کنز الایمان : گناہ بخشے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ اور اس کے علاوہ بہت سی آیات قبولیت توبہ میں وارد ہیں۔

احادیث مبارکہ :- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔" جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

فائدہ :- ظاہر ہے کہ خوشی کا مرتبہ قبولیت سے بڑھ کر ہے۔ یہ حدیث قبولیت کی دلیل ہوتی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "جو شخص رات میں صبح تک گناہ کرے" ایسے ہی جو دن میں رات تک گناہ کرے تو ایسے گناہوں کی توبہ قبول کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے 'یہی' تک کہ آفتاب مغرب سے نکلے۔

فائدہ :- ظاہر ہے کہ ہاتھ کے پھیلانے سے کتنا توبہ کی طلب ہے۔ قاعدہ ہے کہ طالب قبول کرنے والے مرتبہ

میں بدھ کر ہے کیونکہ بعض قبول کرنے والے طالب نہیں ہوتے مگر طالب کو قبول کرنے والا ہونا لازم ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَوْ عَلِمْتُ الْخَطَا بِأَحْسَنِ نَبْلِغَ السَّمَاءَ ثُمَّ لَعَنْتُ لَنَابِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ تَرَجَمَ "اگر تم اتنا گناہ کرو کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں" اس کے بعد عداوت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔" (ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

فرمایا کہ "بندہ کوئی ایسا گناہ کرتا ہے جس کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یہ کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا کہ گناہ سے تائب ہو کر اس سے کٹا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔"

فرمایا کہ "كُفَّارَةُ الذَّنْبِ ثَمَاعَةُ تَرَجَمَ" گناہ کا کفارہ عداوت ہے۔ "فَوَرِ فَرَمِلَا" النائب من الذنب كمن لا ذنب له۔ تَرَجَمَ "گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس کا گناہ نہ ہو۔" (بخاری بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

ایک حبشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا۔ فرمائیے کہ میری توبہ قبول ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہے شک توبہ قبول ہوگی۔ وہ چلا گیا لیکن پھر لوٹ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں گناہ کرتا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ دیکھتا تھا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھتا تھا۔ یہ سننے ہی حبشی نے ایک مہینا غور کیا کہ اس کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو اپنی روگہ سے نکل دیا تو اس نے چاہا کہ اسے مسلت ہو۔ اسے قیامت تک کی مسلت ملی، پھر اس نے عرض کیا کہ قسم ہے حیرت کی "جب تک آدمی کے بدن میں جان رہے گی" اس وقت تک میں اس کے دل سے نہیں نکلوں گا۔ ارشاد ہوا کہ مجھے بھی اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ جب تک ان میں جان رہے گی، تب تک ان سے توبہ قبول کرتا رہوں گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ان الحسنات بنین السینات کما بنیذیب السماء الریح تَرَجَمَ "بے شک نیکیاں برائیوں کو ایسے لے جاتی ہیں جیسے پانی کو ہوا۔"

فائدہ :- اس طرح کی احادیث بے شمار قبول وارد ہیں اور آثار بھی بہت ہیں۔

اقوال اسلاف صالحین رحمۃ اللہ :-

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت فانہ کان لا وابین غفورا (فی اسراء نکل 25) تَرَجَمَ کنز الایمان : تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشے والا ہے۔ کا شان نزول یہ ہے کہ "کوئی گناہ کرے پھر توبہ کرے" پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے۔"

حضرت فضیل حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گناہگاروں کو مژدہ سنا دو کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو میں قبول کروں گا اور صدیقین کو ذرا دو کہ اگر ان پر ایسا بدل کروں گا تو عذاب دوں گا۔ اس سے یہ نہ

کہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ برائیوں سے راضی اور نیکیوں سے ناراض بلکہ اس میں پاموس کو پر امید کرنا ہے، اس لیے کہ وہی کفر ہے اور نیکی سے ناراض نہیں بلکہ جسے نیکی پر محمض ہو اسے ڈرانا مطلوب ہے۔ (اوسکی عقل لہ)  
 ملق بن جبیب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اسنے عظیم ہیں کہ بندوں سے خواہشیں ہو سکتے مگر جب صبح کو توبہ کرتے ہیں اور شام کو توبہ کرتے ہیں، اسی وجہ سے حق کی امید رکھیں۔  
 حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی قصور کیا ہو تو وہ اسے یاد کر کے دل میں خائف ہو تو وہ قصور اس کے نامہ اعمال سے محو ہو جاتا ہے۔

روایت ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی نبی علیہ السلام سے کوئی ظراف اولیٰ سرزد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت کی، اگر تو نے پھر ایسا کیا تو عذاب دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے نبی تو توبہ اور مجھے قسم ہے میری عزت کی کہ اگر تو مجھے نہ پچائے گا، مجھ سے دوبارہ ضرور ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ ظراف اولیٰ کے ارتکاب سے محفوظ کر دیا۔

بعض اکابر کا قول ہے کہ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے اور حدت العریضہ مارتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان کہتا ہے کہ کیا اچھا ہوا کہ میں اسے گناہ میں جلاں کرتا۔  
 جبیب بن ثابت فرماتے ہیں کہ قیامت میں ایک آدمی پر اس کے گناہ پیش کیے جائیں گے۔ جب خطائیں اس کے سامنے آئیں گی، کہے گا کہ میں اسی شے سے خوفزدہ تھا، اس کا قصور اسی وجہ سے معاف ہو جائے گا۔  
 ایک شخص نے حضرت ابن مسعود سے سوال کیا کہ میں نے ایک گناہ کیا ہے۔ میری توبہ بھی قبول ہوگی؟ آپ نے پہلے اس سے منہ پھیر لیا، پھر متوجہ ہو کر چشم تر اس سے فرمانے لگے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سب کھلتے ہیں اور بندہ ہوتے ہیں مگر باب توبہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے، وہ بندہ نہیں ہوتا، تجھے چاہیے کہ نیک عمل کر اور تامل نہ ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی القاسم سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں کافر کی توبہ کا ذکر ہوا اور یہ آیت بھی پڑھی گئی۔ ان یسئروا یغفرلہم ما قد سلف (پ 9۔ الانفال 38) ترجمہ کنز الایمان: اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا

آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ مسلمان کا محل اللہ کے نزدیک اچھا ہو اور مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مسلمانوں کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد پھر اسلام لانا۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ہے کہ میں تم سے جو حدیث کہتا ہوں، وہ میں نے نبی مرسل سے سنی ہے یا کتاب آسمانی میں دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لمحہ توبہ امت کرتا ہے تو آنکھ چپکنے سے پہلے وہ گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھو، اس لیے کہ ان کے دل زیادہ نرم ہوتے ہیں۔



بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کب کرے گا تو کون نے پوچھا کہ کب کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کرے گا۔

بعض کا قول ہے کہ اگر میں توبہ سے محروم رہوں تو زیادہ خوف کرنا ہوں بہ نسبت اس کے کہ مغفرت سے محروم رہوں۔ یہ اس لیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہوگی تو مغفرت ہو ہی جائے گی۔

موسیٰ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی عہدت میں (20) سال کی بھر اس کی نافرمانی بھی نہیں (20) سال کی۔ پھر آئینے میں دیکھا تو دائرہ میں سفید بلی نظر آئے اسے برا لگا۔ جناب الہی میں عرض کی کہ خدا میں نے جس (20) سال تیری طاعت کی اور میں (20) سال سے نافرمان رہا اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کروں تو یہ قبول فرمائے گا؟ اسی وقت آواز آئی لیکن بولنے والا نظر نہ آیا کہ تو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھ سے محبت کی۔ جب تو نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے بھی تجھے چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہم نے تجھے سزا دی۔ اب اگر رجوع کرے گا تو قبول فرمائیں گے۔

حضرت مصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جنہوں نے گناہوں کے درخت ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان۔ ان کو توبہ کا پانی دھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان پر نہ امت اور پریشانی کا پھل لگا پھر بغیر جنوں کے دھو جانے ہو گئے اور بلا وجہ کو گئے اور غی بن گئے حالانکہ وہ بڑے شیخ و فاضل اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عارف تھے پھر جام مفاہوش کیا تو بلا وجہ زیادتی معصیت کے صبر کرتے رہے۔ پھر ان کے دل میر علم ملکوت کے مشتعل ہوئے اور پردہائے جبروت کے خفیہ امور میں فکر دوڑ آئے اور نہ امت کے جو پندوں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا محیفہ پڑھنا شروع کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے نفسوں پر خوف چھا گیا۔ یہاں تک کہ تعویذ کی میز بھی لگا کر نہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک دنیا کی تجلی شیریں اور ہستری کی تختی نرم محسوس ہونے لگی۔ یہاں تک کہ نہایت اور سلامتی کی گند ان کے ہاتھ آئی اور ان کی ارواح اوپر چڑھتی چڑھتی بسن فہم میں پہنچ گئیں اور انہوں نے دریائے حیات میں غوطہ کھایا اور تھامیدی و بھوس کی خندقوں کو بھٹ کیا اور ہوائے تسلی کی بلوں سے پار اترے تو میدان علم میں پہنچ کر چشمہ سکنت سے سیراب ہوئے۔ پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نہایت کا بدین چڑھا دیا اور بحر سلامت میں نکل کر ساحل راحت اور عزت اور کرامت پر پہنچ گئے۔

فائدہ:- اتنا بیان کافی ہے اور یقین کیجئے کہ توبہ ضرور بالضرور مقبول ہوتی ہے۔

سوال:- یہ تو دسی ہے جو معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے؟

جواب:- ہم جس توبہ کا قول ہونا واجب کہتے ہیں وہ اس طرح کا واجب ہے جیسے کوئی کے کہ کپڑا اگر ملان سے دھوا جائے تو میل کا صاب ہونا واجب ہے یا پیاسا اگر پانی پئے تو پیاس کا بجھنا واجب ہے یا پانی اگر مدت تک کسی سے روک لیا جائے تو پیاس لگنا واجب ہے۔ اگر بیٹھ پیاسا رہے تو مر جانا واجب ہے۔ غرضیکہ اس واجب کے معنی

ضروری کے ہیں۔ مغز کے مذہب کے مطابق ان امور میں کسی میں ایسا وجوب نہیں جیسے وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر عبادت کرتے ہیں۔ وجوب سے ہماری مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کو کفارہ منکرہ بتلایا ہے اور نیکی کو مثالی دلی برائی پیدا کی۔ جس طرح کہ پانی کو پیاس بجھانے کے لیے بتلایا ہے اور اس کی قدرت سے اس کے خلاف کی بھی مصلحت ہے بشرطیکہ اس کی مشیت سابقہ ازل میں بھی یوحی ہو۔ خلاصہ یہ کہ کوئی شے اللہ پر واجب نہیں مگر جس چیز پر اس کا ارادہ ازل میں ہو چکا ہے اس کا ہونا ہے شک واجب ہے۔

۱۔ اس مسئلہ میں اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں اس کا اسباب مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دہ کرم میں واجب ہے۔ ۱۲ (لومکی مغزلہ)

سوال ۲۔ توبہ کرتے والوں میں سے تو ہر ایک کو قبولیت توبہ میں شک ہوتا ہے اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے میں کوئی شک نہیں ہوتا تو توبہ والا کیوں شک کرتا ہے؟

جواب۔ وجہ شک یہ ہے کہ شرائط جو صحت توبہ کے لیے ضروری ہیں ان کے وجود میں شک ہوتا ہے کہ توبہ کے ارکان اور شرائط وقفہ جن کا بیان عقربہ آئے گا تمام موجود ہوئے یا نہیں۔ یہ بھی ہے کہ تمام شرائط میں سے اکثر موجود نہیں ہوتیں اس لیے قبولیت میں بھی شک ہوتا ہے۔

مثال۔ ب۔ جلاب پینے والا دستوں کے مطلق شک کرتا ہے کہ معلوم آئیں گے یا نہیں۔ اس کا شک اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ شرائط سہل کے اعتبار محل اور موسم کے پائے گئے یا نہ۔ کیفیت ترکیب دلا اور اسکے جوش دینے کی تجویز صحیح تھی یا نہیں۔ اسل کی مفروضہ آئیں سب اچھی تھیں یا نہ۔ اسی طرح کی باتیں توبہ میں بھی خوف دلا کر قبولیت میں شک ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کی شرائط میں مذکور ہو گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

کون سے اعمال سے توبہ واجب ہے۔ ب۔ سب کو معلوم ہے کہ گناہ سے توبہ واجب ہے۔ گناہ دو قسم کے ہیں (۱) صغیرہ (۲) کبیرہ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ گناہ چھوڑنے کا نام توبہ ہے اور کسی چیز کا چھوڑنا اس وقت ممکن ہے جب وہ ظلم میں ہو اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے توبہ کے روئے کو پہنچتے ہیں وہ بھی واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں کا پچھانا واجب ہے۔ گناہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اسراحتی کی خلاف پائی جائے اور اس کی تکمیل اس کی منتہی ہے کہ تمام احکام الہی کو ابتداء سے انتہاء تک بیان کیا جائے علائکہ اہلار یہ متفقہ نہیں اسی لیے بطریق اعلیٰ ہم گناہ کے اقسام تین بیانوں میں لکھ دیتے ہیں۔

باعتبار صفات مجرمان کے گناہوں کی اقسام۔ ب۔ اسی احیاء العلوم کی جلد اول کے باب عذاب قلب میں لکھا گیا ہے کہ اشدن کے توصف و اخلاق بہت ہیں مگر یہ گناہ وجود میں آتے ہیں وہ چار صفات پر منحصر ہیں۔ (۱) ربوبیت (۲) شیطانیت (۳) بہت یعنی جانور ہونا (۴) درندگی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ غیر انسانی مختلف اخلاق سے ہوا ہے، اسی لیے ہر ایک خلط انسان میں اپنا اثر بد انگنہ چاہتی ہے۔

**مثال :-** کنبین اگر شکر اور ہر کہ اور زعفران سے تیار کیا جائے تو اس میں ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا، اسی طرح ان چاروں صفات کا اثر جدا جدا ہوتا ہے۔

صفت رویت ان امور کی مقتضی ہے۔ (1) کبر (2) غر (3) جاہر ہونا (4) محبت مدح (5) ثناء (6) عزت (7) خفا (8) محبت ہمیشہ کی (9) تمام مخلوق پر بلندی چاہنا۔ یہاں تک کہ گویا وہ کہتا ہے، انا ربکم الاعلیٰ "میں ہوں رب تمہارا" سب سے لوہے "لیکن انسان میں ویسے صفات سے ایسے گنہ کبیرہ سرزد ہوتے ہیں کہ اسے ان کی خبر بھی نہیں ہوتی اور ان کو گناہوں میں شمار بھی نہیں کرتے حالانکہ وہ بڑے منکب اور فاکٹر گنہوں کی جڑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہیں مکمل طور پر ہم اسی اشیاء العلوم کی جلد ثالث میں لکھ چکے ہیں۔

صفت 2 :- شیطانی اس صفت سے یہ امور سرزد ہوتے ہیں۔ حسد اور سرکشی، حیلہ اور مکر، جھڑے اور بری بات کا حکم کرنا۔ اسی میں داخل ہے کھونا پن، خفا، بدعت کی طرف بلانا اور گمراہی۔

صفت 3 :- یہی جانور ہوتا ہے۔ اس سے یہ قابضی سرزد ہوتی ہیں۔ شدت حرص اور طمع اور شہوت حکم و شرمگاہ کے پورا کرنے کی خواہش اسی کی شلخ ہیں۔ زنا، غلام، چوری، مٹی، خیم کھانا اور شہوت کے لیے مل حرام جمع کرنا۔

صفت 4 :- سب سے دور زندگی ہے۔ اس سے یہ برائیاں سرزد ہوتی ہیں۔ غضب، کینہ، لوگوں پر مار پیٹ اور مکاری، قتل کرنا، کسی کا مل کھانا یا ضائع کرنا اور اس میں سے بھی کئی گنہ سرزد ہوتے ہیں۔

فائدہ :- گناہوں کا مبداء و منبع حبیل کی چار چیزیں ہیں۔ پھر ان میں سے اعضاء پر گنہ پھیل جاتے ہیں تو بعض گنہ خاص دل سے متعلق ہیں مثلاً کفر و بدعت، فتنہ اور لوگوں کی برائی دل میں رکھنا وغیرہ اور بعض آگے اور پچھلے سے متعلق ہیں اور بعض حکم و شرمگاہ سے اور بعض ہاتھوں اور پاؤں سے متعلق ہیں اور بعض تمام بدن سے متعلق۔ چونکہ یہ تمام واضح ہیں، اس لیے ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

گنہ کی اقسام :- گنہ دو قسم کے ہیں۔ (1) وہ جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہیں۔ (2) بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں جو گنہ حقوق اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں، وہ یہ ہیں لہذا، وہ وہ اور واجبات خاص کا ترک اور وہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں، وہ یہ ہیں ذکوۃ نہ دینا، کسی کو قتل کرنا، مل چھین لینا اور مکاری وغیرہ، خاص یہ کہ جو شخص کسی غیر کا حق مارتا ہے یا اس کے نفس یا عضو یا مل یا آمد یا دین یا جاہ کو ضائع کرنا چاہتا ہے اور دین کا نسیا یہ ہے کہ اسے بگاڑ کر بدعت کی طرف راغب اور گناہوں کی طرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا موجب ہو کہ جن سے اللہ تعالیٰ پر جرات کرنے لگے جیسے بعض ذائقوں کا دستور ہے کہ رہا یعنی امید کو خوف پر اتار غلبہ دکھاتے ہیں کہ انسان گنہ پر

دیر ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ جو گنہگار بندوں سے متعلق ہیں، ان میں بہت دشواری ہے اور جو اللہ اور بندے کے درمیان ہیں (بشرطیکہ شرک نہ ہو) ان میں غلو کی توقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اللہ واوین ثلاثة دیوان بغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یشرک "نامہ اہل حقین ہیں۔ ایک بخشا جائے گا" دوسرا نہ بخشا جائے گا اور تیسرا چھوڑا نہ جائے گا۔" (احمد و حاکم)

فائدہ :- دیوان اول سے مراد وہی گناہ ہیں جو بندے اور اللہ کے درمیان ہیں۔ دوسرا دیوان شرک کا ہے اور تیسرا دیوان حقوق العباد کا ہے کہ ان کی باز پرس ضرور ہوگی۔ پہلی تک کہ صاحب حق خود معاف کرے۔

صغیرہ و کبیرہ کی بحث :- گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صغیرہ کوئی گناہ نہیں بلکہ جس میں مخالفت اسرائیلی ہوگی وہ کبیرہ ہے۔ یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان نجنبہوا کبائر ما فنہون عنہ نکفر عنکم سبائکم و ندخلکم مذخلا کربما (النساء 31) ترجمہ کنز الایمان : اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ بنجنبون کبائر الاسم والفواحش الا اللہم (انجم 32) ترجمہ کنز الایمان : بڑے گناہوں اور بڑے حیاءوں سے بچتے ہیں مگر انکا کہ گناہ کے پاس گئے اور روک گئے۔

احادیث مبارکہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصلوۃ الخمس والجمعة الی الجنة یشکرون ما بینہن ان اجنب الکبائر "پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک ملاوٹی ہیں ان کے گناہوں کو جو ان کے درمیان ہوں اگر اجتناب کیے جائیں بڑے گناہوں سے۔" (مسلم شریف)

حدیث شریف میں ہے کہ کفار مات لما بینہن الا الکبائر "جو ان لوقات کے درمیان ہیں یہ امور ان کا کفارہ نہیں گئے سوائے کبیرہ گناہوں کے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بن العاص روایت کرتے ہیں کہ الکبائر الا شراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وابیغین الغموس "کبیرہ گناہ شرک کرنا اور باپ کی نافرمانی اور قتل نفس اور جموں قسم ہے۔"

کبائر کی شمار :- صحابہ اور تابعین کو کبائر کی گنتی میں چار سے لے کر سات اور نو اور دس تک اور اس سے زیادہ تک اختلاف ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار بتاتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سات کہتے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نو فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب معلوم ہو تاکہ حضرت ابن عمر گناہ کبیرہ سات فرماتے ہیں تو آپ فرماتے کہ ستر گناہ بہت سات کے قریب بصواب ہے اور یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے منع

فرمانی ہے 'وہ کبیرہ ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جس گنہ پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے ڈرایا ہے' وہ کبیرہ ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جس گنہ پر دنیا میں حد واجب ہوتی ہے' وہ کبیرہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کی کوئی شمار نہیں۔ جیسے لیلۃ القدر اور جہنم کی ساعت مبہم صبحیں نہیں، ایسے ہی ان کی شمار بھی محض نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رجب کبائر کی شمار کا ایک سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۃ النساء کے شروع سے پڑھو۔ تمیں (30) آیت تک پڑھتے جاؤ یہاں تک کہ یہ آیت آجائے۔ ان تجنبوا اکبار ما تنہون الخ (النساء 31) ترجمہ کفر والا یہاں: کبیرہ گناہوں سے جن کی جہنم میں ممانعت ہے تو تمہارے اور گنہ ہم بخش دیں گے۔ تو پڑھتے اسورہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع سے اس آیت تک منع فرماتے ہیں' وہ کبیرہ ہیں۔

حضرت ابو طالب کی فرمائش ہے کہ کبیرہ گنہ چودہ ہیں۔ میں نے احادیث سے اور اقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اٹھنے کیے ہیں۔ چار تو ویس ہیں یعنی اللہ کا شریک کرنا اور گناہوں پر اصرار کرنا اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اس کے عذاب سے بے خوف ہونا اور ہمارے متعلق بڑھنا ہیں۔ لوکی جھوٹی گواہی دینا' دوسرے پارسا مرد کو گھل دینا یعنی تحت ذنا لگانا' تیسرے جھوٹی قسم کھانا جسے یمن غوس کہتے ہیں اور اس کی تشریف یہ ہے کہ اس سے ناحق کو حق اور حق کو ناحق کرنا نظر ہو۔

فائدہ یہ۔ بعض نے غوس کی یہ تعریف لکھی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کا دل ناحق علیحدہ کرنا نظر ہو' خواہ جہل کی مساوی ہو یا اس سے بھی کم و بیش۔ غوس اس لیے کہتے ہیں کہ غوس کے معنی قوط دینے والے کے ہیں گویا یہ قسم اپنے مرتکب کو دوزخ میں قوط دیتی ہے۔ چوتھے جلد اور اس کی تعریف یہ ہے کہ جو کلام کسی انسان کے جسم کو اصلی خلقت سے بدل دے اور تین بیٹ سے متعلق ہیں۔ لول شراب دینا اور شراب میں ہر ایک شے کی چیز داخل ہے۔ دوم بل جیم کا ظلم سے کھانا' سوم دافنہ سود کھانا اور دو متعلق شرمگاہ ہیں۔ ذنا اور الزام اور دو باتوں سے متعلق ہیں یعنی قتل اور چوری اور ایک پاؤں کے متعلق ہے یعنی جنگ میں لشکر سے بھگانا اسی طرح ایک مقل بھاگ جائے اور دس' میں سے اور ایک متعلق تمام بدن سے ہے یعنی والدین کی نافرمانی۔ اس طرح کہ اگر وہ کسی ہت پر قسم کھائیں تو بیٹا ان کی قسم پوری نہ کرے۔ اگر کچھ چاہیں تو ان کی حاجت پوری نہ کرے۔ اگر برا کہیں تو ان کو مارے اور بھوکے ہوں تو کھانا نہ دے۔

فائدہ یہ۔ یہ قول ابو طالب اگرچہ قریب ہے مگر تفسی اس سے بھی نہیں ہوتی' اس لیے کہ اس سے کسی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً اس قول کی رو سے سود کھانا اور بل جیم کھانا گنہ کبیرہ ہے اور یہ گنہ متعلق بل ہے اور گنہ متعلق پہ لیس سے صرف قتل کو کبیرہ لکھا ہے۔ آٹھ چوڑ دینا اور ہاتھ کھانا اور دیگر اقسام بقلب لیل اسلام کو نہیں لکھا۔ اسی طرح جیم کا بل مارنا اور اسے عذاب دینا مثلاً اس کا ہاتھ یا کوئی عضو کٹ ڈالنا یا گنہ کبیرہ ہے' یہ نسبت جیم کے بل کھانے کے۔ علاوہ انہیں حدیث شریف میں گناہ اس کو بھی لکھا ہے کہ ایک گھل کے بدلے دو دے یا کسی مسلمان کی

آہوش دست درازی گسے اور یہ حسرت زنا سے علاوہ ہے۔

فائدہ :- حضرت ابو سعید خدری و دیگر صحابہ کرام عظیم الرضوان کا قول ہے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظموں میں یاں سے زیادہ پارک ہیں لیکن ہم لوگ ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حد مبارک میں گنہ کبیرہ سمجھتے تھے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جو گنہ آدمی عملاً کرے وہ کبیرہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ کبیرہ ہے۔ یہ اقوال ہیں لیکن اگر کوئی شخص عملاً چوری کے متعلق معلوم کرتا چاہے کہ یہ کبیرہ ہے یا نہیں اسے اس کا محل اچھی طرح معلوم نہ ہوگا جب تک کہ کبیرہ کے معنوں سے آگاہ نہ ہو جائے کہ اس سے کیا مراد ہوتی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ چوری حرام ہے یا نہیں تو جب تک حرام کے معنی نہ مقرر ہوں گے اس وقت تک اس پر حکم نہیں کر سکتے یا یہ معلوم ہو کہ جو گنہ حرام میں ہوتا ہے وہ چوری میں بھی داخل ہے تو اس صورت میں اس پر حکم حرمت لایا ہو سکتا ہے۔

فائدہ :- غلام یہ کہ لفظ کبیرہ لغت میں لفظ مبسم ہے اور شرع میں بھی اس کا کوئی معنی خاص نہیں اس لیے کہ کبیرہ اور صغیرہ امور اخلاقی میں سے ہیں جو گنہ ہے وہ بعض کی بہ نسبت کبیرہ ہو سکتا ہے اور بعض کی نسبت صغیرہ یعنی اگر اس کے لوہے کی جانب دیکھو گے تو چھوٹا معلوم ہو گا اور اس سے کتر کو دیکھو گے تو بڑا معلوم ہوگا مثلاً اجنبی عورت کے سامنے سونا زنا کی نیت سے۔ اسے صرف آگاہ سے دیکھنے کی بہ نسبت زیادہ ہے اور مسلمان کا ہاتھ کاٹنا مار پیٹ کی بہ نسبت بڑا ہے اور قتل کی بہ نسبت چھوٹا ہے۔ علاوہ ازیں اصطلاح میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسے گناہوں کو جن پر وعدہ عذاب و نزع ہے کبیرہ کہے کہ چنانکہ آتش و زنجیر کی سزا موت پڑی ہے اس لیے وہ گناہ کہ جس سے یہ سزا ملے وہ بھی بڑا ہوا یا ہوں گے کہ جو گنہ موجب حد ہیں وہ کبیرہ ہے۔ اس وجہ سے کہ جو سزا دینا میں ملتی ہے وہ واجب اور پڑی سزا ہے یا ہوں گے کہ جو گناہ قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ کبیرہ ہیں اس لیے کہ ان کے ذکر کی تفصیص قرآن میں ہوئی ان کی عفت کی دلیل ہے۔ پھر ان کی عفت اور بڑائی میں بھی فرق اخلاقی ہوگا کیونکہ کلام مجید کی مخصوص چیزوں میں فرق درجہات موجود ہے اور کبیرہ کی تعریف میں جو اقوال صحابہ ہیں وہ بھی کچھ ایسے ہیں جیسے یہ اقوال بیان ہوئے ان احتمالات پر ان کا مطابق کرنا بعید نہیں اور قرآن مجید میں حکم ہے۔ ان نجسینوا کبائر مائینون عنہ نکفر عنکم مبینکم (پ 5۔ النساء 31) ترجمہ کفر الایمان: کبیرہ گناہوں سے جن کی جنسیں مکافات ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

حدیث شریف میں ہے الصلوٰۃ کفارات لما بینہن الا الکبائر۔ وہ امور جو ان کے درمیان واقع ہوئے یہ لوگ ان کے گناہ میں سوائے کبائر کے۔

فائدہ :- ثابت ہوا کہ کبیرہ کا معنی معلوم کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ قلیل حکم کس طرح ہوگی۔

گنہ کبیرہ کی تحقیق :- اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ ہشتاد شریعت کے گناہوں کی جن قسمیں ہیں۔ (1) وہ جن کا کبیرہ ہونا معلوم ہے۔ (2) وہ جو صغیر میں شمار ہیں۔ (3) وہ جن میں حکم شرعی معلوم نہیں تو ایسے مشکوک اور مبہم گناہ کے دریافت کرنے کے لیے کسی تعریف جامع اور مانع کے ملنے کی توقع یا حکم کی طرح کرنے کے حراف ہے۔ اس لیے کہ یہ جب ہی ممکن تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ وارد ہوتا یعنی آپ فرما دیجے کہ ہماری مراد کبیرہ سے وہ یا چنانچہ چیزیں ہیں اور پھر ان کی تفصیل فرماتے کہ وہ یہ ہیں اور چونکہ اس طرح نہیں ہوا بلکہ بعض روایات میں کبیرہ کا شمار نہیں اور بعض میں سلت واقع ہیں اور پھر یہ وارد ہے کہ ایک مجلس کے بدلے وہ مجلس دینا منسلک کبیرہ کے ہے حالانکہ یہ نہ ان تین میں داخل ہیں نہ سلت میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس کا حصر کسی شمار خاص میں منظور نہیں تھا۔ پس جب شارع علیہ السلام نے اس کی شمار نہیں کی تو دوسرے کو گنتی کی طرح کیسے ہو سکتی ہے۔

فائدہ :- شاید شارع علیہ السلام نے اس کی گنتی اس لیے مسمیٰ نہ کی کہ انسان کبیرہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے خوف سے صغیرہ پر بھی غلبت نہ کریں۔ جیسے شب قدر کو بہم اس لیے کر دیا ہے کہ لوگ اس کے لیے محنت کریں۔ پس یوں ہو سکتا ہے کہ ابناہی اور اقسام کبیرہ کو تو بٹا دیا جائے اور اس کے جزئیات کو غلبہ ظن اور تحقیق سے سمجھایا جائے اور جو سب سے بڑا گنہ کبیرہ ہے اس کی بھی تعریف کر دیں لیکن جو سب صغیروں میں چھوٹا گنہ ہے اس کی تعریف اور اس کی اگلی نہیں ہو سکتی۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ ہمیں دلائل شرعی اور انوار بصیرت دونوں سے معلوم ہے کہ مقصود سب شریعتوں کا یہ ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا قرب میر ہو اور سعادت و بار الہی نصیب ہو لیکن جب تک وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو غور و فکر اور رسولوں کو نہ پہچانیں گے اس وقت تک یہ سعادت حاصل نہ ہو سکے گی۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ و ما خلفت الجن والانس الا لیبیدون (الغزوات 56) ترجمہ کنز الایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی ہے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ جن دلائل کی تحقیق کی غرض یہ ہے کہ وہ میرے بندے ہو جائیں اور بندہ اس وقت بندہ ہوتا ہے جب اپنے مالک کی رویت اور اپنے آپ کی بندگی کو پہچانے اور اپنے رب کو اور اپنے نفس کو بھی ضرور جانے۔ رسولوں کے پیچھے سے مقصود اصلی اور عمدہ و اعلیٰ یہ ہے لیکن یہ مقصود بغیر حیات دینی کے پورا نہیں ہو سکتا اور یہی مراد ہے اس حدیث سے الدنیا مرزعة الاخرة "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔" (طبرانی) اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تجدیدی میں ہے اس لیے کہ دنیا وسیلہ ہے دین کو۔

فائدہ :- وہ اشیاء دنیا جو مشفق باغرت ہیں وہ وہ ہیں۔ (1) جان (2) مال۔ مال تو مقصود اصلی کے پہنچنے کے لیے تین چیزوں کا حفظ مراتب ہو۔ 1۔ معرفت الہی کی حفاظت دلوں پر۔ 2۔ جان کی حفاظت لوگوں کے پاس اور انہیں جھڑوں پر تفریق گنہ کی بھی ہے یعنی سب سے بڑا کبیرہ گنہ وہ ہے جو معرفت الہی کا مانع ہو اور اس سے کم وہ جو جان میں لوگوں

کے غلط انداز ہو اور اس سے کم وہ ہے جس سے باپ معیشت کے اسی پر مدار حیات ہے، بند ہو جائے اور یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ کسی ملت میں اختلاف نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ یہ ہمیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کو بھیجے اور اس کے پیچھے سے دنیا و دین میں اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اس کو ایسی بات کا حکم کر دے جو اس کی معرفت اور اس کے رسولوں کی معرفت مائع ہو یا جانیں یا اصول کے تلف باقی کا حکم قرارے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ مراتب کبائر تین ہیں۔ اول وہ جو معرفت الہی اور معرفت رسول نہ ہو، وہ کفر ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کبیرہ نہیں کیونکہ حجاب جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے، وہ جماعت اور جس ذریعے سے کہ قرب الہی ہوتا ہے، وہ علم و معرفت ہے اور جس قدر معرفت ہوتی ہے، اسی قدر قرب ہوتا ہے اور جتنا جماعت ہوتی ہے، اتنا ہی دوری ہوتی ہے اور قرب بجماعت (جسے کفر بھی کہتے ہیں) سے بے خوف ہونا عذاب خداوندی ہے اور تائبید ہونا اس کی رحمت سے کیونکہ یہ باتیں بھی عین جماعت ہیں، اس لیے کہ جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے، اس سے یہ نہیں ہو گا کہ اس کے عذاب سے بے خوف ہو یا اس کی رحمت سے تائبید ہو اور اسی مرتبہ کے قریب اقسام بدعت ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہیں، ان میں سے بعض ایک دوسرے سے سخت ہیں اور ان فرق اتنا جتنا ان سے جہل رہنے میں ہے اور جس قدر کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کی شریعتوں اور لوازم اور تولی سے ہے اور ان کے مراتب بے شمار ہیں۔ قرآن میں عین تیسریں مذکور ہیں۔ (1) قطعاً معلوم ہے کہ جو کبائر قرآن شریف فلاں امور مذکورہ ہے۔ (2) معلوم ہے کہ کبائر مذکورہ قرآن معنوں میں داخل ہیں۔ (3) جس کے کبائر ہونے قرآنی احکام داخل ہونے میں شک ہے اور اس قسم میں سے شک کا دور کرنا ایک طبع لاعاقل ہے۔ دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانوں سے ہے کیونکہ جان کے باقی رہنے سے زندگی کا قیام ہے اور زندگی کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو لافنا قتل کرنا بھی کبیرہ گھرا کر کفر کی بہ نسبت کم ہے، اس لیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہونا ہے اور قتل سے ذریعہ مقصود جانا رہنا ہے۔ اس لیے کہ حیات و دنیاوی وسیلہ معرفت الہی ہے اور قتل سے اس کا منقطع کرنا ہے اور قریب متعلقات جانوں کا کٹ ڈالنا یا اور کسی فعل کا جو ہلاک تک پہنچائے حتیٰ کہ زود کوپ سے ہلاک کرے گا تو کبیرہ ہو گا مگر قتل عمد شدید تر ہے اور باقی افعال جو ہلاکت کا موجب ہو جائیں، شقوق ہیں۔ کسی میں شدت زیادہ ہے، کسی میں کم اور اسی مرتبہ میں حرمت زنا اور اقسام بھی داخل ہے۔ اقسام تو ایسی وجہ سے حرام ہے کہ اگر بالفرض تمام آدمی قضاے شہوت بے ریش مردوں میں پوری کرنے لگیں تو نسل انسانی منقطع ہو جائے گی تو جس طرح کہ دُور انسان کا بیود کرنا کبیرہ ہے، ویسے ہی نسل انسانی کا انقطاع بھی کبیرہ ہو گا۔

فائدہ :- زنا سے اگرچہ اصل مقصد نسل بیود نہیں ہوتا مگر نسب قطع ضرور ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے سے وراثت بھی جاتی رہتی ہے اور آپس میں مددگار ہونا دیگر امور کہ انہیں سے نغم زندگی وابستہ ہے، سب بیکار ہو جاتے ہیں بلکہ زنا لہست کی صورت میں زندگی کا نغم و نسق برباد ہو جاتا ہے۔ جانور میں تو نغم و نسق ہوتا ہی نہیں۔



فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت سے اطلاع مقصود ہو اس میں زنا ہرگز مباح نہیں ہو سکتا۔ اس کا قتل سے مرتبہ کم ہے کیونکہ اس سے نہ دوام وجود میں خلل ہے نہ اصل وجود کا مائع مگر یہ نسل کو ضائع کرتا ہے اور ایسے اسباب کا سبب بنتا ہے جو کشت و خون کے موجب ہوں اور انعام کی نسبت اس کا مرتبہ سخت ہے کیونکہ جوش شہوت زنا میں دونوں طرف سے ہوتا ہے اسی لیے اس کا وقوع کثرت سے ہے اور ضرر بھی زیادہ ہے۔ تیسرا مرتبہ اموال کا ہے کہ حقوق کی معیشت کے اسباب ہیں تو جائز نہیں کہ انسان دوسرے کا مال جس طرح چاہے کھا جائے یا چیمین یا کسی اور طریقہ سے لے بلکہ ان کی حفاظت بھی ضروری ہے کہ نفوس بقاء نہیں سے ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ مل آکر کوئی لے لیتا ہے تو اس کا واپس کرنا ممکن ہے۔ اگر کھائے تو کھائے ہوئے مال کے دام لے سکتا ہے تو اس لحاظ سے مل کے لینے میں کوئی عفت نہیں پائی جاتی۔ ہاں اگر مل یوں لیا جائے کہ تدارک مشکل ہو جائے تو اس وقت وہ کبیرا گناہ ہے۔

غیر کے مل لینے کی صورتیں :- اس کی چار صورتیں ہیں۔ (1) چھپا کر لے اسے چوری کہتے ہیں۔ اس میں عدم اطلاع کی وجہ سے تدارک نہیں ہو سکتا۔ (2) مل جیم کھانا یعنی اگر دلی باور کوئی سرپرست جس کے پاس جیم کامل لذت ہے کھا جائے تو یہ بھی پوشیدہ صورت میں داخل ہے۔ لہذا کبیرا گناہ ہے کیونکہ اس مال کا حقدار سوائے جیم کے اور کوئی نہیں اور وہ صغر سنی کی وجہ سے باعث ہدی نہیں ہو سکتا اور نہ اسے اطلاع ہے بخلاف غصب اور خیانت کے۔ اس لیے کہ غصب تو غلابہ ہوتا ہے اور خیانت میں مالک مل ہدی ہو کر اپنا حق لذت دار سے لے سکتا ہے اس لیے ان کو کبیرا نہیں کہہ سکتے ہیں۔ (3) جھوٹی گولٹ سے کسی کامل ضائع کر دے۔

شراب کی حرمت کی عقلی دلیل :- جس طرح انسان کو اپنی ذات کی حفاظت ضروری ہے ایسے ہی اپنی عقل کی حفاظت بھی لازم ہے بلکہ نفس سے بھی بڑھ کر اس لیے کہ عقل کے بغیر انسان بہائم سے بھی بدتر اور ذلیل حل ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی عقل کار کتاب کرنے کی اپنی عقل کو ضائع کرنا بھی کبیرا گناہ ہے۔ (حرام ہے)

سوال :- ایک قلعہ شراب سے تو عقل زائل ہوتی نہیں۔ شریعت میں شراب کا ایک قلعہ بھی حرام ہے۔ اگر کوئی ایک پیالہ پانی میں قلعہ شراب ملا تو اسے یوں کو کہ چونکہ پانی پلید ہو گیا ہے اسی لیے نجس پانی چنا حرام ہوا نہ کہ شراب کا قلعہ حرام کما جائے کیونکہ زیادہ پانی میں ایک قلعہ شراب کی کیا حیثیت ہے تو پھر اسے گناہ کبیرا بھی نہ کہا جائے؟

جواب :- شرع نے جب اس پر حد مقرر کی ہے تو اس میں آخر خرابی ہے تو حد واجب ہے۔ اسی شرعی اعتبار سے یہ کبیرا گناہ ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ شرعی جملہ امور اور فن کے رموز و اسرار سے ہر انسان واقف ہو۔ جب اسلامی اجتماع ہو چکا کہ اس کے پینے سے حد واجب ہے تو ہمیں سرطیم فم کھا چاہیے۔ کسی کو سمجھ نہ آئے تو وہ

توقف کرے۔ اس میں فیہ لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

حد قذف کا راز یہ بہتان تراشی کر کے ایک ہائزت انسان کی آمیزری 'مل چھین لینا' چوری کر لینا اس پر سزا ہے۔ اگرچہ آمیزری میں وہ مل نہیں جو مل کے نقصان میں ہے لیکن عزت کا نقصان تو ہے اس لیے اس کی حد چوری کی حد سے کم مقرر ہوئی۔

حد کے مراتب :- شرعی حد کے کئی مراتب ہیں۔ سب سے بڑھ کر زنا کی حد کا مرتبہ ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی بہت برا ہے۔ اسی لیے اعلیٰ مرتبہ پر حد اعلیٰ ہے اور کم مرتبہ پر سزا کم ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام علیہم السلام ان جرائم کو کبیرہ گناہ میں شمار کرتے تھے جن میں حد قائم ہوتی ہے۔

نتیجہ :- اس سے نتیجہ نکالنا آسان ہو گیا ہے کہ حد قذف کا کفار نماز پنج گانہ نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اس کا کفار حد ہے۔

نکتہ :- جس گناہ کا کفار نماز پنج گانہ نہ ہو اس میں شرعی حکم اختلاف پذیر ہے اس لیے کہ حد زنا کے لیے چار گواہ ضروری ہیں اس سے ثابت ہوا کہ زانیہ منہ سزا کی حیثیت سے اتنا عظیم مرتبہ نہیں درجہ اس کا ثبوت ایک گواہ سے بھی ہو جاتا ہے اور ایک گواہ سے ہی زانی کو سزا دی جاتی لیکن ایک گواہ اگرچہ حلال ہو زانیہ حد ثابت نہیں بلکہ دعویٰ لحاظ سے اسے کف لسان کرنا ہو گا ورنہ اسے حد قذف لگائی جائے گی۔ اسی لیے وہ گواہی تب دے جب اس کے ساتھ اور تین گواہ ہوں۔ اس سے واضح ہوا کہ گناہ کی حد سخت سنی لیکن ثبوت کے لحاظ سے اس کی سختی نرم پڑ جاتی ہے۔

جلود کی سزا :- جلد میں اگر کفر کی باتیں نہ ہوں تو گناہ کبیرہ ہے پھر اس کے گناہ کی بذاتی اتنا ہوگی جتنا اس کا ضرر ہوگا۔ زیادہ ضرر پہنچے گا تو کبیرہ گناہ بھی بڑا ہو گا ورنہ مراتب کے لحاظ سے کم۔ ایسے ہی جنگ سے بھاگنا اور مل ہاپ کی نافرمانی بھی قیاس کی رو سے توقف ضروری ہے ورنہ ظاہر ہے کہ زنا کے سوا باقی گناہ زانی کی طرح کبیرہ نہیں۔ مثلاً کسی کو گھلی دینا 'مارنا' قلم کرنا 'مل چھین لینا' گھر سے نکل دینا 'وطن یا شہر کی اقامت سے دور کر دینا' کبہ میں سے نہیں یعنی زنا والے مرتبہ کے کبہ اور نہ کبہ تو ہیں ہی۔ اسی لیے بعض نے زنا کے مرتبہ کے گناہ کے صرف سترہ کبیرہ گناہ بتائے ہیں اور مذکورہ بالا امور ان سترہ میں داخل نہیں۔ اسی معنی پر جنگ سے بھاگنا 'مل ہاپ کی نافرمانی کو کبیرہ کہنے میں توقف چاہیے۔ (یعنی انہیں کبیرہ کا مرتبہ وہ مرتبہ نہیں جو زنا وغیرہ کا ہے)

ہاں حدیث شریف مذکورہ بالا میں گناہوں کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے۔ اسی اعتبار سے انہیں بھی کبیرہ گناہ چاہیے۔  
ودیعت (امانت) وغیرہ کو جھوٹی قسم سے حاصل کرنا یہ چاروں صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں مہارک ناممکن ہے اور نہ ان کی حرمت میں شریعت کے لحاظ میں تبدیلی آسکتی ہے یعنی یہ جوں کی توں رہیں گی 'ہاں ان میں بعض

دوسرے بعض سے بڑھ کر ہیں۔ ان سب میں مرتبہ دوم جسے جان سے تعلق ہے، بڑی ہیں باقی سب اس سے کم ہیں۔ اگرچہ ان کی بعض ہیں، شریعت نے حکم وجوب کی حد مقرر نہیں فرمائی لیکن چونکہ ان چاروں کے بارے میں وعیدیں بہت وارد ہیں اور زہوی امور کے قلم و نسق میں بھی انہیں بڑی تاثیر ہے، اسی لیے ان کا کبیرہ گناہوں میں شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔

مسئلہ :- سودی مل سے کچھ کھانے میں گنہ کی کچھ تخفیف اس لیے ہے کہ اس میں مل والے کی رضا شامل ہے لیکن چونکہ شریعت نے جو حد مقرر کی ہے، اس میں غلط واقع ہوتا ہے، اسی لیے اسے گنہ کبیرہ میں شامل کیا گیا (اگرچہ مل والے کی اجازت ہے)

فائدہ :- جس شرعی مسئلہ کی یہی نوعیت ہو (کہ کسی کی رضا ہو لیکن حد شرع کے خلاف ہوتا ہے) اس میں تخفیف ہوگی۔

سوال :- مل غصب میں بلوغ ہو کہ بچوں یا قاصد اس میں موجود ہیں (مل کے بدم رضا اور شرع کی حد توڑنا) لیکن کبائر میں نہیں، جبکہ سود میں ایک ہانت رضا کی ہے۔ دوسری ہانت حد شرع کو توڑنا ہے، پھر یہ کیوں کبائر میں داخل ہے؟

جواب :- چونکہ سود کے متعلق شرع نے بڑی زبرد توخ فرمائی ہے، اسی لیے یہ کبائر میں سے ہے۔

سوال :- غصب و خیانت میں بھی تو شرع میں بہت بڑی زبرد توخ ہے تو یہ جواب صحیح نہ ہو؟

جواب :- واقعی کسی کا نیازی چیز بھی غصب کرے تو بھی کبیرہ ہے لیکن یہ مغیرہ یا معنی ہے کہ سود کے مرتبہ میں سے کم ہے اور قاعدہ علم حکام یہ ہے کہ ہر باطلی کے بعد اوٹی اگرچہ فی حد کبیرہ ہو لیکن لوہے والے کی نسبت سے مغیرہ ہے تو یہ ایک اصطلاحی اختلاف ہے ورنہ سود بھی کبیرہ ہے اور غصب و خیانت بھی۔

مسئلہ :- حضرت ابو طالب (صاحب قوت القلوب) کے نزدیک کسی کو گھل دینا، شراب، خوری، عمارت، جملہ سے فرار، والدین کی نافرمانی یہ تمام کبائر گنہ ہیں۔ شراب اس لیے کبیرہ ہے کہ شرع پاک میں اس کے متعلق بڑی وعیدیں وارد ہیں اور عقلی لحاظ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

وہ اقسام جن کا نماز کفارہ نہیں بن سکتی :- یعنی طور پر معلوم ہو کہ نماز اس عمل کا تذکرہ نہ کرے۔ (2) نماز اس کا تذکرہ کرے۔ (3) اس کے مذاکرہ ہونے نہ ہونے میں توقف کرنا چاہیے جس میں توقف ہے، وہ دو قسم کے ہیں :- (1) جن افعال کے متعلق کبیرہ ہونے میں غالب ممکن ہو کہ واقعی وہ کبیرہ گنہ ہیں۔ (2) مشکوک ہیں یعنی کبیرہ ہونے میں شک ہے اور یہ شک بھی ایسا ہے کہ قرآن و حدیث سے نص صریح کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا

لیکن اب نص حدیہ کہیں سے آئے کیونکہ (وہی نبوت کا سلسلہ ختم ہے) اسی لیے اس کا فک دفع نہ ہو سکے گا۔  
سوال :- آپ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کبیرہ کی جامع تریف اب محل ہے تو پھر جن چیزوں کی تریف شرعی نہیں تو پھر اس سے حکم شرعی کیسے بیان کیا جاسکتا ہے؟

جواب :- جن مکناہوں (اعمال) پر حکم کا اجرا ہے۔ فک تو انہیں بھی ہے یعنی اس کے لیے صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مکہ ہے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ قیامت میں اس کی سزا کتنی ہے۔ اس اعتبار سے اس پر حکم مبہم رہا۔ ہاں دنیا میں پھر مکہ ایسے ہیں جن پر حد مقرر ہے۔ مثلاً چوری، زنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی سزا کی حیثیت سے ہے لیکن یہ تو یقین نہیں کہ قیامت میں ان کی کتنی سزا ہوگی۔ ہم نے اس قسم کو بھی یہی کہا ہے کہ نماز پنج گانہ ان کے لیے کفارہ ہو سکتے ہیں۔ توقف ہے کہ والدہ اعظم کفارہ ہو سکتی ہے یا نہیں کیونکہ یہ آخرت سے متعلق ہے، اسی لیے اسے مبہم سمجھا جائے تاکہ حرام اس میں خوف و خطر میں رہیں۔ ان کے بخشے جانے کے لیے نماز پنج گانہ پر سہارا نہ کرے کہ نماز ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

سوال :- ان نجدینہو کہا نثر ماننہون عنہ نکفر عنکم سیانکم (پ 5۔ ایسا 31) (ترجمہ کنز الایمان: پہلے گزرا سے ثابت ہوتا ہے کہ کبیرہ مکناہوں سے پچھا سفیرہ مکناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے؟

جواب :- یہ قاعدہ عام نہیں بلکہ اس شرط سے مشروط ہے کہ پلوجہ قدرت و ارادہ کے کہار سے اجتناب کرے مثلاً کوئی کسی عورت پر قہر پا کر اس سے زنا کر سکتا ہے مگر اپنے نفس پر غلبہ پا کر زنا سے بچ جائے۔ اس میں دو مکناہ باقتل ہوئے مضاف کہ بیگنی عورت کو دیکھتا اور اس سے بوس و کٹہر وغیرہ کرنا لیکن اس سے زنا کرنے کی قدرت کے باوجود (زنا کبیرہ گنہ) سے بچ جاتا۔ یہ کبیرہ سفیرہ کا کفارہ ہو سکے گا۔ یہی مطلب ہے اس مضمون کا کہ ایک عمل دوسرے عمل کا کفارہ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ :- کوئی شخص نامرد ہو (جو کسی عورت پر زنا کرنے پر قہر پا گیا) یا کسی دوسری وجہ ہو جس سے زنا سے بچ گیا تو ایسی صورت میں زنا سفیرہ کا کفارہ نہ ہو سکے گا۔

مسئلہ :- جو شخص شراب کی خواہش نہیں رکھتا یہاں تک کہ اگر شراب مہلج بھی ہو جائے تب بھی نہ پیئے گا تو ایسے شخص کا شراب سے بچنے سے سفیرہ مکناہوں کا کفارہ نہ ہوگا۔

مسئلہ :- جو عزا میر (گالے بجانے) کی خواہش نہ رکھنے والے کا ایسے امور گالے بجانے سے بچ جانا مضاف کا کفارہ نہ ہوگا۔

مسئلہ :- جو شخص کہ شراب کی خواہش رکھتا ہے اور عزا میر کو بھی سنا جانتا ہے مگر عزا میر سے تو باز نہیں آتا اور

شراب کو گلس کٹی کر کے نہیں پیتا تو شراب خوری سے اجتناب کرنا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے دل سے اس تاریکی کو دفع کر دے جو منع سے دل پر آئی ہے اور یہ سب احکام اخروی ہیں۔

فائدہ:- ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض محل شک میں پائی رچیں اور تشابہات کی قسم میں داخل ہوں کہ جن کی تفصیل بغیر نص کے معلوم نہ ہو اور نص میں گنتی اور تعریف جامع کبیرہ کی کچھ نہیں بلکہ الفاظ مختلفہ سے مذکور ہے۔

حدیث:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز دوسری تک کا کفارہ ہوتی ہے اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کا کفارہ ہوتا ہے۔ سوائے تین گناہوں کے۔ (1) شرک (2) ترک سنت (3) نقص عمد۔ صحابہ نے پوچھا کہ ترک سنت و نقصان عمد سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت سے نکل جانا تو ترک سنت ہے اور نقص عمد یہ ہے کہ کس سے بیعت کرے اور پھر اس سے لڑے۔ (عاکم) غرض اس طرح کے الفاظ احادیث میں وارد ہیں کہ نہ شمار کو محیط ہیں اور نہ تعریف جامع حاصل ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ مبہم ہی رہے گا۔

سوال:- شلوات اسی کی قبول ہوتی ہے جو کہہ رہے ہیں اور قبول شلوات میں صغیرہ گناہوں سے بچنا شرط نہیں اور قبول شلوات ایک دنیوی حکم ہے اور آپ نے کہا تھا کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہیں؟

جواب:- شلوات نہ قبول ہونا کبیرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ صغیرہ گناہ سے بھی کسی کی شلوات معتبر نہ ہو مثلاً جو شخص مزامیر سے اور ریشم پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھے اور چاندی 'سونے کے برتنوں میں کھائے پینے تو تمام آئمہ کے نزدیک اس کی کوئی قبول نہ ہوگی۔ ملائکہ ان چیزوں میں سے کوئی بھی کسی کے نزدیک کبیرہ نہیں۔

مسئلہ:- امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خفی شراب پینے تو میں اس کو حد مادیوں کا مگر اس کی شلوات کو رد نہ کروں گا۔ اس مسئلہ میں حد لگانے کے اعتبار سے تو شراب کو کبیرہ ٹھہرا کر اس کی شلوات کو رد نہیں فرمایا۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ شلوات کا قبول کرنا یا نہ کرنا خصوصاً صغیرہ کبیرہ نہیں بلکہ ہر قسم کے گناہ جھوٹے ہوں یا بڑے انسان کی حدات کے متعلق ہیں، بجز ایسی باتوں کے جن میں سے انسان حسب عادت بچ نہیں سکتے۔ جیسے خبیث کرنا اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنا اور بدگمان ہونا اور بعض باتوں میں جھوٹ بولنا اور خبیث متناور امر مسووف اور خبی مکر کو ترک اور شہادت کی چیزوں کا کھانا اور لڑکے اور غلام کو کھل دینا اور خسر کے وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ مارتا اور غلام پادشاہوں کی تعظیم کرنا اور بدگمانوں سے دوستی کرنا اور زن و فرزند امور دینی ضروری کی تعلیم سے سستی کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہیں کہ ہر ایک میں ان میں سے تھوڑے یا بہت زیادہ لانا یا پائے جاتے ہیں۔ سوائے اس کے جو صرف آخرت کو بد نظر رکھ کر لوگوں سے کوشہ نفسی اختیار کرے اور مدت تک نفس

کے ساتھ چلے کرے۔ یہاں تک کہ اگر پھر لوگوں میں آکر رہے تب بھی ویسا ہی رہے۔ جیسا خلوت میں تھا تو یہاں  
ہمیں اس قسم کے گناہوں سے خلل ہو سکتا ہے۔

فائدہ:- اگر گواہی میں ایسے لوگوں کے قول کا اعتبار ہو تو قول تو ملنا مشکل ہے۔ دوسرے احکام اور شلوت کے قوانین  
ختم ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ریشم پینتا اور مزامیر منہا اور شطرنج کھیلنا اور شراب خوردوں کے پاس بوقت شراب  
خواری بیٹھنا اور اجنبی عورتوں کے ساتھ علیحدہ رہنا اسی طرح کے صفیو اسی قسم میں داخل ہیں۔

فائدہ:- اسی اعتبار سے چاہیے کہ قبول شلوت اور رد شلوت میں نہ کبیرہ پر نظر کی جائے نہ صفیو پر ہی یہ ضروری  
ہے کہ ان مسائل میں سے بھی اگر کوئی کسی پر مواہبت اور اصرار کرے گا تو رد شلوت میں اس مسئلہ اثر پڑے گا۔ مثلاً  
اگر کوئی لوگوں کی غیبت و عیب جوئی کو اپنی عادت بنائے باوجود کاپوں کی صحبت پر اصرار کرے تو اس کی شلوت مستترہ  
ہوگی۔

مسئلہ:- صفیو منگہ پر مواہبت و اصرار سے وہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امر مباح اصرار سے منگہ صفیو ہو جاتا ہے۔  
جیسے کوئی شطرنج کھیلنے یا راگ گانے پر اصرار و دلومت کرے تو یہ صفیو ہوں گے۔

انتہاء:- شطرنج کھیلنا مذہب لہم شافعی میں مباح ہے اور چونکہ لہم غزالی مذہب شافعی کے مقلد تھے اسی لیے مثل  
میں شطرنج کو مکسا اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک اس قسم کے تمام کھیل حرام ہیں جیسے کب نقد میں تحصیل  
ہے۔ (امام غزالی غفرلہ)

درجات، جنت و عذاب و دوزخ کے مراتب کلدار اعمل پر:- اس عنوان کا خلاصہ ”جیسی کرنی ویسی بھرتی“ یا  
یوں کہو کہ ”جتنا گناہ کرو گے اتنا عذاب ہو گا“ یعنی جنت کی جزاء و سزا جنت اور سینات پر ہوگی۔ واضح ہو کہ دنیا عالم ظاہر  
کا نام ہے اور آخرت عالم اسرار و غیب کو کہا جاتا ہے۔ دنیا سے ہماری مراد انسان کی عملیات کی حالت ہے اور  
آخرت سے مراد وہ حالت ہے جو بعد موت ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ان  
میں سے قریب کو دنیا کہتے ہیں اور اس سے بعد والی کو آخرت۔ اب ہم دنیا کے ذکر کے بعد آخرت کا ذکر کرتے ہیں  
یعنی اب اگرچہ ہم دنیا کے مطلق متفقہ کریں گے لیکن ہماری غرض یہ ہے کہ بیان آخرت یعنی عالم اسرار کا کریں اس  
لیے کہ بیان عالم باطن یا عالم ظاہر میں بغیر میں بیان کرنے کے نہیں ہو سکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔  
وَنذَكِّرُ الْاِمْتَالَ نَصَرَ بَهْلِلِنَّاسِ وَمَا بِمَقْلَاحِ الْاَلْعَالَمُونَ (الحکمت 43) ترجمہ کنز الایمان: اور یہ ہمیں ہم  
لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

فائدہ:- دنیا کی زندگی آخرت کے بالمقابل ایسی ہے جیسے آدمی کا خواب یا بالکل بیداری کے۔ حدیث شریف میں ہے  
”مرد مرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان بنام فاٹا مانوا انتہوا“ لوگ خیمہ میں ہیں جب مرنے کے تب

فائدہ :- جو بات بیداری میں ہوتی ہے وہ جب خواب میں نظر آتی ہے تو اس کی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ اسی طرح آخرت کے جو حالات ہوں گے وہ دنیا میں بطور مثل ظاہر ہو سکتے ہیں یعنی خواب کی طرح ان کی پہچان بھی سوائے تعبیر کے نہیں ہو سکتی۔ بطور نمونہ تعبیر خواب کی تین حکایات بیان کرتے ہیں تاکہ ثابت ہو کہ خواب میں کس طرح اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

حکایت 1 :- ایک شخص نے حضرت ابن سیرین رحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں مرہ ہے۔ اس سے میں لوگوں کے چہرہ اور شرمگاہوں پر مر کرتا ہوں۔ آپ نے تعبیر فرمائی کہ تو موزن ہے۔ حیرا خواب بتاتا ہے کہ تو رمضان میں صبح صادق ہونے سے پہلے لڑاؤ دیتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔

حکایت 2 :- ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں تل گھون میں ڈال دیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اگر کوئی لونڈی خریدی ہو تو اس کا محل دریافت کر وہ تیری ماں معلوم ہوتی ہے کیونکہ تل کی اصل تل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی اصل یعنی ماں کے پاس جاتا ہے۔ اس نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کی لونڈی واقع میں اس کی ماں ہے۔

حکایت 3 :- کسی نے پوچھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں موتیوں کے ہار سوروں کی گردن میں پہنا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو سخت کی باتیں بانیوں کو سکھاتا ہے۔ واقع میں یہ بھی ایسا تھا۔

فائدہ :- ان تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ مثل کو کس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ مثل سے ہماری مراد یہ ہے کہ اگر اس کو باعتبار صدق اور منسوم کے دیکھا جائے تو صحیح اور درست ہو۔ اگر اس کی ظاہری صورت پر خیال کریں تو جھوٹی ہو مثلاً اس کی تعبیر میں اگر موزن صرف ظاہر کی انگوٹھی کو دیکھتا اور اس سے مرہ نہ سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ ایسا فعل اس سے کبھی ملدہ نہیں ہوا تھا لیکن اس کے منسوم اور صدق کو دیکھا تو سچ تھا کیونکہ مرہ کو کمال اصل مقصد رکھ دیتا ہوتا ہے جس کا یہ موزن مرکب ہوا تھا اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کو حکم ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق کلام کریں اور لوگوں کا اندازہ عقل یہ ہے کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور سوئے ہوئے کو جس چیز کا انکشاف اس شے کی مثل سے ہوتا ہے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام بھی لوگوں سے مثل کے طور پر گفتگو کرتے ہیں جس سے اصل معنی وہ لوگ سمجھ جائیں۔ اگرچہ لفظوں کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔ ایسے ہی مرنے کے بعد جب لوگ جاگیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کا فریب بجا تھا اور اس سے غرض صحیح نکلاں چیز تھی۔ حدیث شریف میں ہے :- قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن ترجمہ : ”مومن کا دل رخص کی وہ انگلیوں کے درمیان

ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ایک الٹی جمل ہیں جسے علماء کرام کے سوال اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ جمل کی سمجھ تو صرف ظاہر الفاظ تک ہے، اس لیے کہ وہ اس کی تفسیر سے جسے تویل کہتے ہیں، سے بالکل عواقف ہے اور خواب کی تفسیر کو تفسیر کہتے ہیں اور حدیث و قرآن کی تفسیر مثل کا نام تویل ہے۔ تویل کی عواقبت کا ثمر نتیجہ جمل کے لیے یہ ہوتا ہے کہ وہ الفاظ حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور انگلیاں قرار دیتا ہے۔ (معلقہ اللہ) ایک حدیث میں ہے ان اللہ خلق آدم علی صورہ ترحمہ: "اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔"

فائدہ :- جمل صرف ظاہر کی شکل و صورت و رنگ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کو بھی ویسے ہی سمجھتا ہے۔ اس کا ظاہری معنی ہے ملائکہ وہ ان تمام باتوں سے منور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ منفلت الہی میں لغزش کھا گئے۔ یہاں تک کہ کلام الہی کو از قبیل حرف و آواز سمجھ گئے۔ اسی طرح دوسری منفلت کو قیاس کرنا چاہیے اور امر آخرت میں جو مثالیں حدیث میں وارد ہیں۔ دہریے ان کی تکفیب کہتے ہیں، اس لیے کہ وہ ظاہر الفاظ پر اڑ گئے ہیں۔ اسی لیے ان میں ناقض پلٹا جاتا ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے بونی بالموث بوم الغبہ فی صورہ کبش امسح فینبج زمرہ: "قیامت کے روز موت کو سفید میٹھے کی صورت پر لا کر اسے ذبح کریں گے۔" (بخاری و مسلم بروایت ابو سعید خدری) دہریہ اس حق اور لحد اسے نہیں مانتا بلکہ وہ انبیاء کی تکفیب کرتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ موت ایک عرض یعنی قائم باغیر ہے اور مینڈھا جسم ہے تو عرض کا جسم ہونا عمل ہے۔

کیونست کی تردید :- خداوند قدوس نے ان یو تو فوں کو اپنے اسرار کی معرفت سے کوسوں دور رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا وما یعلمہا الا العالون

فائدہ :- دہریہ جمل یہ بھی نہیں جانتا کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے کہ لوگ اس کو دہم کہتے ہیں اور وہ ذبح ہو گیا ہے، وہ سن کر جواب دے کہ تو نے اچھا خواب دیکھا ہے کہ وہاں الہی دفع ہو جائے گی کہ وہ پھر کبھی نہیں آئے گی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے ناامیدی ہو جاتی ہے تو اس مثال میں تفسیر دینے والا بھی سچا ہے اور خواب دیکھنے والا بھی سچا۔

فائدہ :- اس کی اصل یہ ہے کہ جو فرشتہ خواب پر موکل ہے اور سونے کے وقت ارواح کو لوح محفوظ کے امور سے مطلع کرتا ہے، اس نے جو بات لوح محفوظ میں خفی منواب والے کو مثل کی طرح سمجھا دی۔ اس لیے کہ نیند والے کو بغیر مثل سے سمجھانے کے ممکن نہ تھا تو اس کا مثل دینا صحیح تھا اور معنی بھی صحیح ہے۔ اسی طرح انبیاء تکم السلام بھی دنیا کے لوگوں سے آخرت کی باتیں مثل کے طور فرماتے ہیں کیونکہ دنیا بھی آخرت کے لیے حالت خواب کی طرح ہے۔ اگر مثل کے طور پر نہ فرمائیں تو آسانی سے معنی کہیں سے سمجھ آئیں گے۔

فائدہ :- اس طرح سمجھنا تو مکمل حکمت خداوندی اور لطف و رحمت ہے کہ جو طریق سمجھنے کا آسان تھا وہ انبیاء علیہم



السلام نے سمجھا۔ حدیث ہونی بالموت میں اس بات کی مثل ہے کہ موت سے ایسے جامیدی ہو جائے گی جسے دوزخ کی ہوگی شے سے جامیدی ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں کمال قدرت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا کہ فیکون "ہو جاتا ہو جاتا ہے" اور دل کی سرعت تبدیلی کو حدیث شریف میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا بین اصبعین من اصابع الرحمن ترجمہ: "اس لیے کہ دلوں پر کسی شے کی تاثیر اور مصلیٰ کا اس پر جم جانا" مثلاً سے خوب واضح ہوتا ہے۔ یہ بات دلوں کی فطرت میں داخل ہے اور ہم نے اس کی حکمت جلد اول (احیاء العلوم) کے باب قواعد العقائد میں لکھی ہے۔

اصل بحث :- یہ مقدمہ تھا اب اصل مقصود کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ہماری غرض یہ ہے کہ درجات جنت و طبقات دوزخ کی تقسیم بندوں کی حسنت و سیئلت پر بغیر مثل کے سمجھنا ناممکن ہے تو جو مثل ہم بیان کریں اس سے معنی اور مقصود سمجھنا چاہیے۔ صورت اور الفاظ سے کوئی غرض نہ ہو یہی لیے ہم کہتے ہیں کہ آخرت میں لوگوں کی بہت سی اقسام ہوں گی اور معلولت اور شغولت میں ان کے درجات اور درجات میں اتنا تفاوت ہوگا کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ جیسے لوگ دنیا کی معلولت و شغولت میں مختلف ہیں اور اس بارے میں دنیا و آخرت کے مراتب میں کوئی فرق نہیں کیونکہ عالم ظاہر (ملک) اور ملکوں کا مدبر واحد لاشریک ہے اور اس کا طریق جو ارادہ انہی سے ہوتا چلا آ رہا ہے وہ بھی یکساں ہے مگر چونکہ ہم درجات کے افراد کے شمار سے عاجز ہیں اس لیے انہیں کا حصہ لکھتے ہیں۔

قیامت میں لوگوں کی اقسام :- قیامت میں لوگ چار قسم پر منقسم ہوں گے۔ 1 جہنم کار (بجرم) 2 معذب (عذاب) 3 ثانی (نجات والے) 4 فائز (کامیاب) اس کی مثل دنیا میں یہ ہے کہ ایک بادشاہ کسی ملک کو سخر کر کے بعض کو قتل کر دے۔ یہ پہلے فرشتے کی مثل ہے یعنی بجرم اور بعض کو حد تک سزا بھی جلا رکھے یہ دوسرا فرق ہے اور بعض کو چھوڑ دے یہ تیسرا فرق (ثانی) ہے اور بعض کو نعت سے فائز ہے یہ چوتھا فرق (فائز) ہے۔ پھر اگر بادشاہ عادل ہے تو یہ باتیں اس کی بلاوجہ نہ ہوں گے۔ قتل اس کو کرے گا جو اس کی سلطنت کا منکر اور اس کے دوست کا دشمن ہوگا اور ایسا ہی کو دے گا جسے اس کی سلطنت کا اقرار تھا مگر خدمت میں تصور کرتا تھا۔ (3) رہا اسے کرے گا جسے اس کے مرتبہ شہنشاہ کا اقرار ہوگا مگر خدمت نہ کرنے سے نہ نعت کا مستحق ہو اور نہ تصور خدمت سے مستحق عذاب ہو۔ (4) نعت ایسے صاحبان کو دے گا جنہوں نے عمر بھر اس کی خدمت و نصرت میں بسر کی ہو۔

فائدہ :- یہ قتل کے بھی مختلف درجات ہوں۔ بعض کی صرف گردن ماری جائے اور بعض کو ناک ٹکانا پتھر پھینک کر ناک کیا جائے یعنی ان کے عذاب و انکار کے درجات کے مطابق ان کا قتل بھی ہوگا۔ اسی طرح جن کو عذاب دیا جائے گا ان کے درجات بھی فرق سے ہوں گے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ بعض کو تھوڑی دیر بعض کو بہت دلوں تک کسی کو کسی طرح اور کسی کو کسی طور غرضیکہ بحسب تقصیر عذاب بھی حقوق ہوگا۔ اس صورت میں ظاہر ہے

قیامت میں درجہات :- قیامت میں ان چاروں کے درجہات بے شمار ہوں گے۔ مثلاً فرقہ چارم جو فاجر یعنی کامیاب ہوں گے، ان کا کوئی جنت بدن میں کوئی جنت لعلی میں، کوئی جنت الفردوس میں ہوں گے اور فرقہ معذب میں سے کوئی تھوڑے دن تک عذاب میں رہے گا، کسی کو ہزار برس، کسی کو مدت ہزار برس۔ ایک شخص سب کے بعد دوزخ سے نکلے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، اسی طرح فرقہ ہالک یعنی جو لوگ اللہ کی رحمت سے ناامید ہیں، ان کے درجہات مختلف ہوں گے۔ فرض جس طرح کی طاقت اور سے ہوئی، اسی طرح کے درجہات و درکات کے مستحق ہوں گے۔

حقیقت تقسیم درجہات :- پہلا درجہ ہا لکین، اس سے ہماری مرلودہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوں کیونکہ مثل مذکورہ بالا سے بلا شاد نے جسے قتل کیا، وہ وہی تھا جو بلا شاد کی رضاد اکرام سے ناامید ہوا۔

الجبہ :- مثل کے معنی و مقصود سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور آخرت میں پاک وہی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہیں اور وہ منکروں کا فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے روگردان ہو کر صرف دنیا کے ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل کرام اور اس کی کتابوں کو جھٹلاتے رہے اس لیے کہ سعادت اخروی کا دار اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے اور اس کے دیدار سے شرف ہونے پر ہے اور اس نعمت عظمیٰ کا حصول بغیر اس معرفت کے ممکن نہیں۔ جس کو ایمان و تصدیق کہتے ہیں اور چونکہ وہ اس کی تکذیب و انکار کرتے رہے، اس رحمت سے بیش تک محروم رہیں گے اور پروکار عالم اور انبیاء عظیم السلام کی تکذیب کی وجہ سے آیت مبارکہ انہم عن ربہم بعوذ محجوبوں کے صدق نہیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہے، وہ ہمیشہ دلی آرزوئیں میں مجبور رہتا ہے۔ اسی لیے کافر آتش فراق الہی میں ہمیشہ جہنم میں جلتے رہیں گے۔

فائدہ :- عارفین کا مقولہ ہے کہ ہمیں نہ آتش دوزخ سے خوف ہے نہ حورانِ بہشت کی خواہش بلکہ ہمارا مطمح نظر تو دیدار الہی ہے اور گریز صرف حجاب سے۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ اللہ کی عیوب جو کوئی کسی غرض کی امید پر کرے، وہ غیس مطمح ہے یعنی اگر عیوب طلب جنت یا خوف دوزخ سے کرے تو وہ غیس انسان ہے بلکہ عارفین اللہ کی عیوب اس کی ذات کے لیے کرتے ہیں۔ اس کی ذات کے علاوہ کسی کے طالب نہیں۔

نوٹ :- یاد رہے کہ عارفین ہائے کونہ حوران کی آرزو ہے اور نہ عیوب جنت کی تمنا ہوتی ہے اور نہ آتش دوزخ سے ڈرتے ہیں کیونکہ آتش فراق جب پینے میں شعلہ زن ہوتی ہے تو پھر اس آگ سے تمام جسم جل جاتا ہے۔ اسی آتش جہنم کی صفت کو قرآن میں یوں بیان کیا ہے۔ نار اللہ الموقدہ النسی نطلمع علی الافقۃ (پ 30۔ الحزب 6-7) ترجمہ کنز الایمان: اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

:- اور آتش دوزخ کا اثر تو صرف جسم پر ہوتا ہے لیکن دل کی جلن سے بدن کا روکنکار و ننگناورد و الم سے متاثر

ہو رہا ہے۔ اس دل کی آگ کے سامنے آتشِ دوزخ کا کیا شمار۔ کسی شاعر نے خوب فرمایا "وفی نواہد المسحب نار  
جبوی احرقوا البجیم" ابرہہ ترجمہ "عاشق کے دل میں جو آگ شعلہ زن ہے" اس کے پاشاقل دوزخ کی شدید  
تریں گرم آگ بھی ٹھنڈی محسوس ہوتی ہے۔"

فائدہ :- آخرت میں اس حالت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو دنیا میں بھی دیکھی جاتی ہے بلکہ اس کی نظیر موجود بھی  
ہے۔ مثلاً غلبہ عشق میں عاشق آگ میں جتا ہے اور لاشوں پر چلتا ہے۔ وہ مدد ملنے کی وجہ سے اسے رنج جس  
محسوس نہیں ہوتا۔ غصے والا حالت غصہ میں میدان جنگ میں گھس جاتا ہے وہ زخم کھاتا ہے مگر اسے تکلیف  
محسوس نہیں ہوتی کیونکہ غصہ کی دل میں ایک آگ ہوتی ہے۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حدیث  
شریف میں ہے "الغضب قطعة من النار" غصہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ (ترمذی) دل کی سوزش بدن کی سوزش کی بہ  
نسبت سخت ہوتی ہے۔

تاکید :- تاکہ یہ کہ درد سخت کے ہونے کمتر کا خیال نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں آدمی جو آگ یا تلوار سے درد پاتا ہے تو  
صرف اس وجہ سے ہے کہ ان دونوں سے اس کے بدن کے ٹکڑے ہوئے جبکہ اس سے پہلے وہ پیوستہ تھے، علیحدہ ہو  
جانے کی وجہ سے درد محسوس ہوتا۔ اسی طرح جس دل سے اس کا محبوب جدا ہو جائے۔

جن میں اجسام کی پیوستگی کی بہ نسبت زیادہ دل سے زیادہ اتصال ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ درد ہوگا بشرطیکہ وہ ذی  
شعور و اہل بصیرت ہو اور جو دل ہی نہ رکھتا ہو، وہ اس رنج کی شدت کو کیا سمجھے گا اور جسم کی تکلیف کی بہ نسبت  
اسے حقیر تک کہے گا۔

مثیل :- اگر کسی بچے کو اختیار دیا جائے کہ تو بدشاہت چھوڑ دے یا گیند پلاتا تو اسے بدشاہت چھوڑنے کا کوئی رنج نہ  
ہوگا بلکہ کہے گا کہ گیند لے کر میدان میں دوڑتا مجھے ہزار تخت شقی سے بہتر ہے۔

مثیل :- جس پر شہوتِ حکم غلبہ ہو، اسے کہا جائے کہ یا تو طوطا کھا کر یا ایما کام کر جس سے دشمنِ مطلوب اور  
دوستِ راضی ہوں تو وہ طوطا کھانے کو ترجیح دے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں وہ بات نہیں جس سے کہ جلاو  
شوکت بہتر محسوس ہوتی ہے۔ اس میں صرف وہ بات موجود ہے جس سے کھانے کی لذت ہو۔

فائدہ :- یہ ایسے لوگوں کا عمل ہوتا ہے جنہیں صفتِ نیکی و سبکی کہ جلاو شوکت بہتر محسوس ہوتی ہے۔ اس میں  
صرف وہ بات موجود ہے جس سے کھانے کی لذت ہو۔ یہ ایسے لوگوں کا عمل ہے جنہیں صفتِ نیکی و سبکی اپنا نظام  
پالیتی ہے اور صفتِ لما کہ جو ان کی ضد ہیں، ان میں ظاہر نہیں ہوتی۔ ہاں جس میں صفتِ نیکی ہوتی ہیں تو وہ بغیر  
قرب الہی کے لذت نہیں پاتا اور نہ کوئی چیز سوائے ہمد و حباب کے اس کے لیے باعثِ رنج و ایذا ہوتا ہے۔

تاکہ :- جس طرح ہر عضو ایک صفتِ خاص کے لیے ہے۔ مثلاً زبان دانے کے لیے ہے اور کان سننے کے لیے

اسی طرح یہ مفت قلب کے لیے ہے اور جسے قلب ہی نصیب نہیں اسے قرب کی لذت اور بدلہ کی کلفت کا اور تک کیسے ہوگا کسی کے کان اور آنکھ نہ ہو تو اسے لذت آواز اور حسن صورت و رنگ محسوس نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر انسان ایسا قلب رکھتا ہو۔ اگر تمام آدمیوں کو ایسا دل حاصل ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل شند کا یہ ارشاد کیوں ہوتا ان فی ذلک لندکری لمن کان له قلب (پ 26 ق 37) ترجمہ کنز الایمان: ہے تک اس میں فصاحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔

فائدہ:- اس میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو قرآن کی فصاحت نہ مانے وہ گویا قلب نہیں رکھتا۔ ہماری مراد قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہیں جو سینے میں ہے بلکہ اس سے وہ لطیفہ مراد ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ گوشت کے عالم خلق سے ہے۔ اس لطیفہ کا عرش ہے اور سید اس کی کرسی ہے اور تمام اعضا اس کی مملکت ہیں اور عالم خلق اور عالم امر دونوں اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن لطیفہ مذکور جس کی شان میں قل الروح من امر ربی (نقی اسرائیل 85) ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے وہ امیر اور سلطان ہے۔ اس لیے عالم امر اور عالم خلق میں ترتیب ہے اور کول و دمرے کا امیر ہے اور قلب وہ لطیفہ ہے کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام جسم اچھا ہوگا اور جو اسے پھیلے اس نے اپنے نفس کو پھیلایا جس نے اپنے نفس کو پھیلایا اس نے اپنے رب کو پھیلایا۔ اس وقت سالک کے دماغ و جان میں ان معانی کی کوئی جھلک پہنچے گی جو اس حدیث میں مرلو ہے۔ ان اللہ خلق ادم علی صورہ ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔"

فائدہ:- جو لوگ اس حدیث کے ظاہر الفاظ کو افہامے ہوئے ہیں یا جو لوگ غلط تفسیر میں پھٹکے ہوئے ہیں "دونوں کے حل پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ دونوں فریق حقیقت امر سے محروم ہیں اور الفاظ ظاہری والوں پر اللہ زیادہ رحم فرمائے گا" اس لیے کہ ممکن بقدر مصیبت ہوا کرتا ہے اور جو لوگ کہ الفاظ ظاہر کے پابند ہیں ان پر زیادہ محنت مصیبت ہے اور حقیقت امر اللہ کا فضل اور حکمت ہے جسے چاہے عطا فرمائے اس میں کسی کا اختیار نہیں۔

انتباہ:- ہم وہ مطالب شروع کریشے جو معاملات سے اعلیٰ ہیں علائکہ ہمیں علم معاملات بیان کرنا مطیع نظر تملہ اب ان اعلیٰ مطالب کو چھوڑ کر علم معاملات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ یہ درجہ ہلاکت ان لوگوں کو ہوگا جو جہل اور اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے ہیں فکر و دماغ میں یہ کتاب اللہ اور احادیث میں دلائل واضح از حد شمار ہیں۔

مرتبہ 2:- ان لوگوں کا ہے جن کو عذاب ہوگا۔ یہ وہ فرقہ ہے کہ اصل ایمان تو ان کے پاس ہے ایمان کے مستحقا کے موافق عمل کرنے میں قصور کیا۔ مثلاً اصل ایمان توحید یعنی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی عبادت نہ کرنا اب اگر کوئی اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے تو اس کا معبود وہی خواہش ہوگی اور وہ شخص صرف ذہن سے توحید کہتا ہے۔ اصل توحید اس کو حاصل نہیں اصل توحید اس وقت نصیب ہوگی جب کلمہ لا الہ الا اللہ اور اس قول خداوندی قل اللہ نعم خدہم فی خودہم بلعبون (الانعام 92) ترجمہ کنز الایمان: اللہ کو پھر انہیں چھوڑ دے انکی بے ہودگی میں انہیں

کھلیک کا معنی ایک سمجھے، وہ اس طرح کہ غیر اللہ کو بالکل چھوڑ دے اور آیت ذیل کا معنی بھی دے ہے۔ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استغماوا (م م السجہ 30) ترجمہ کنز الایمان: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔

فائدہ:- اس آیت میں سوالیہ توجیہ کے راہ راست پر استقامت بھی مذکور ہے اور چونکہ صراط مستقیم پر جس پر قائم ہونے سے توحید کامل ہوئی ہے یہ پہل سے زیادہ باریک اور نکواری سے زیادہ تیز ہے۔ جیسے پہلی صراط کے متعلق مشہور ہے، اسی لیے ہر ایک آدمی میں کچھ نہ کچھ غلطی راہ راست کے پارے میں ضرور ہوتی ہے کیونکہ ہر بشر کسی قدر خواہش نفس کا اتباع ضرور کرتا ہے اور ابتلاخ خواہش نفس سے توحید کے کمال میں فرق آتا ہے جس قدر کہ آدمی کا میل راہ راست سے ہو، اسی قدر معتققی اس امر کا ہے کہ درجہ قرب میں بھی نقصان واقع ہو اور ہر نقصان کے ساتھ وہ آگ لگی ہوئی ہیں۔ (1) آگ اس نقصان کی وجہ سے کی ہو جائے گی۔ (2) آگ دونوں جیسے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ جو راہ راست سے ہٹ جائے گا اسے دو برا مذہب دو طرح ہو گا مگر اس مذہب کی شدت اور ہلاکین اور زیادہ دونوں تک مذہب میں رہتا یا کم مدت دو باتوں پر منحصر ہے۔ (1) ایمان کی قوت و ضعف پر (2) ابتلاخ خواہش نفس کی کثرت و قلت پر کیونکہ ایک انسان پر اکثر طور ان دونوں باتوں میں سے ایک ضرور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان منکم الا واردھا کما ن علی ربک حتما مفضبا ثم نجسی الذین انفقوا ونگر الظالمین فیہا حبثبا (پ 16- مریم 22) ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزروہ دونوں پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے پھر ہم ڈر والوں کو پھالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گنہگاروں کے بل کرے۔

فائدہ:- اسی لیے اکابر اسلام خوف کرتے اور کہتے تھے کہ ہم اس وجہ سے ڈرتے ہیں کہ دونوں آفتوں تو ہمیں جب وعدہ الہی یقیناً ہے اور اس سے نجات میں شک ہے۔

حکایت:- حضرت حسن نے جب یہ حدیث بیان کی کہ جس میں اس شخص کا عمل ہے کہ دونوں سے ہزار برس کے بعد نکلے گا اور یا حنان یا منان پکارے گا تو فرمایا کیا اچھا ہونا کہ وہ شخص میں ہو تا یعنی اس کا کھلا۔ دونوں سے نکلتا تو ممکن ایک مدت کے بعد ہو۔

فائدہ:- یاد رہے کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں جو دونوں سے نکلے گا وہ سلت ہزار سال کے بعد ہو گا۔ بعض کہہ رہے ہیں کہ دونوں سے پار ہو جائیں گے۔ دوایات سے ثابت ہے کہ بعض بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور ان کو ذرا برابر بھی دونوں میں توقف نہ ہو گا۔ لمحہ نور سلت ہزار سال کے دو میان بہت سے درجہ

ہیں۔ مثلاً لکھ سے زیادہ پھر اس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ پھر مہینہ اور سال وغیرہ تو مدت عذاب کا خلوت اس حساب سے ہے حساب معلوم ہوتا ہے اور کسی زیادتی کا ملل یہ ہے کہ عذاب کی شدت کی کوئی انتہاء نہیں اور کوئی عذاب یہ ہے کہ حساب میں الجھا دیا جائے جیسے شاہان دنیا بعض کارندوں اہل تقصیر کو حساب میں تنگ کر دیتے ہیں پھر معاف بھی کر دیتے ہیں کوڑے لگوا کر یا اور کسی طرح کے عذاب سے پھر پھوڑ دیتے ہیں اور سوائے ان دو اختلافات کے عذاب میں ایک اور اختلاف بھی ہے کہ وہ نہ مدت کا اختلاف ہے نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہے کہ کسی کو مثلاً جہنم کیا جائے اور کسی کا ملل ضبط کیا جائے۔ کسی کی لولہ قتل کی جائے کسی کی عورتیں لودھی ہوئی جائیں اور اس کے رشتہ داروں کو تکلیف دی جائے۔ زبان اور ہاتھ اور ناک کان کٹ ڈالے جائیں وغیرہ اسی طرح آخرت کے عذاب میں بھی اختلاف ہوگا۔ جیسا کہ دلائل شرعیہ سے واضح ہے مگر اختلاف عذاب کسب آیات قوت و ضعف ایمان و کثرت و قلت طاعت اور کسی بیشی گناہوں کے ہوگا پھر جن قدر گناہوں کی برائی شدید اور زیادہ ہوگی اسی قدر عذاب بھی شدید اور زیادہ ہوگا اور جس قسم کی بظاہر ہوگی اسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔

فائدہ :- ارباب کشف کو پانچ دلائل قرآنیہ کے یہ امر اور ایمانی سے بھی منکشف ہوا ہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے وما ربک لظلام للعبد (تم اسبچہ 46) ترجمہ کنز الایمان: اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور اس آیت سے بھی الیوم نجزی کل نفس بما کسبت (المومن 17) ترجمہ کنز الایمان: آج ہر جان دینے کے کا بدلہ پائے گی اور اس آیت سے بھی وان لبس للانسان الا ماسعی (النجم 39) ترجمہ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش اور اس آیت سے بھی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شر ابدا (الزلزلہ 7-8) ترجمہ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھربھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھربھلائی کرے اسے دیکھے گا ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی جزا و سزا ثواب و عذاب عدل کے ساتھ ہوں گے جس میں ظلم نہ ہوگا اور حق و رحمت کی جانب کو ترجیح دے گی جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ سبقت رحمتی الا غضبی ترجمہ ”یہ بھی میری رحمت سبقت کر گئی میرے غضب سے۔“ اور اللہ نے فرمایا وان نک حسنة بضعفها و یوت ملئنه اجرًا عظیمًا (النساء 40) ترجمہ کنز الایمان: اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے عطا کرنا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دتا ہے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ ارجاء و درجات اور درجہ و کثرت اور سببیت سے دلائل شرعی و نور معرفت دونوں سے کلیتہً ثابت ہے مگر تفصیل میں صرف ظن غالب ہے اور اس کی دلیل احادیث مبارکہ اور اہل علم ہے جو چشم حیرت کے نور سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

تنبیہ پائے والا ایک گروہ :- یاد رہے کہ جو شخص اصول ایمان کو مضبوط کر کے تمام گناہ سے اجتناب کرے اور تمام فرائض مثلاً ارکان پنج گانہ اسلام کو اچھی طرح پورا کرے اور اس کے ذمے صرف چند مضبوط گناہ ہوں جن پر اس

نے اصرار نہ کیا تھا تو معلوم ہوتا ہے "اس سے صرف متفقہ حساب ہوگا دیگر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ حساب کے ہوتے حسرت کا پلڑا سیات سے بھاری ہو جائے گا کیونکہ احلیث میں ہے کہ نماز پنج گانہ اور بعد اور رمضان کے روزے درمیان کی خطاؤں کے کفارہ ہو جاتے ہیں اور کبائر سے بچنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ مغائر کا کفارہ ہوتا ہے اور اونٹنی درجہ کفارہ کا یہ ہے کہ اگر حساب دفع نہ ہوگا تو عذاب ضرور دفع ہوگا اور جس شخص کا یہ حل ہوگا اس کا پلہ بھاری ہوگا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ بعد پلہ بھاری ضرور ہے اور حساب سے فارغ ہونے کے بعد اسے سکون ملے گا۔

فائدہ :- زمو مقربین یا اصحاب میں ہونا اور جنت عدن یا فردوس میں داخل ہونا ایمان پر منحصر ہے اس لیے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تقلیدی جیسے ایمان حرام ہے کہ جو کچھ سنتے ہیں "سچ جانتے ہیں اور بیشہ اسی پر رچے ہیں۔ (۲) ایمان کشفی جو نور الہی سے سینہ کھل جانے پر حاصل ہوتا ہے اور اس میں تمام اپنی اصل میں مشکلف ہوتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ سب کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لیے کہ موجود سوا اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات و انفعال کے اور کوئی نہیں تو اس قسم کے ایمان قیامت میں مقرب ہوں گے اور طامہ الا اعلیٰ سے نجات درجہ کا قرب رکھتے ہوں گے اور فردوس اعلیٰ میں ان کا مقام ہوگا پھر ان کے بہت سے امثال ہوں گے۔ بعض آگے بڑھتے ہوئے ہوں گے فرشتہ جتنا ان کی معرفت میں فرق ہوگا اتنا ہی ان کے قرب میں فرق ہوگا۔ معرفت میں مادیات کے درجات سے حد و بے شمار ہیں اس لیے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہے اس کی معرفت دریائے ناپید کنار ہے جس کا ساحل ہے نہ تھا۔ پھر اس میں جو لوگ غوطے لگتے ہیں۔ وہ اپنی طاقت کے موافق ہاتھ پاؤں مارے ہیں یا جس قدر کہ ازل میں ان کے نام لکھ دیے ہیں اس قدر بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ چونکہ طریق الی اللہ کے منازل بے انتہا ہیں تو بسا گئیں کے درجات بھی بے انتہا ہوں گے۔

فائدہ :- جو شخص ایمان تقلیدی رکھتا ہوگا وہ اصحاب یحییٰ کے زمو میں تو ہوگا مگر اس کا درجہ مقربین کے درجے سے کم ہوگا۔ پھر اصحاب یحییٰ کے بھی بہت درجات ہوں گے۔ ان کا اعلیٰ مرتبہ دلا مقربین کے لوٹے درجے والے کے قریب قریب ہوگا۔ یہ حل اس کا ہے جس نے تمام کبائر سے اجتناب کیا اور تمام قرائن کو یعنی پانچوں ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ شہادت اور ایک لب اس شخص کا حاصل بنے جس نے ایک یا زیادہ کبیرہ گنہ کیے اور بعض ارکان اسلام کو چھوڑ دیا ہو۔ ایسا شخص اگر موت سے پہلے توبہ خالص کر لے گا تو ایسا ہوگا جیسے پہلا شخص تھا جس نے کبیرہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ الناب من الغناب کمین لا ینب لہ ترجمہ "گنہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے جس کے ذمہ گنہ نہ ہو۔"

نکتہ :- کپڑا دھوئے بعد میلا نہیں رہتا گویا سرے سے میل اس پر لگای نہ تھا اگر گنہ کا مرکب توبہ سے پہلے مر گیا تو موت کے وقت برے خاتمہ کا خوف ہے کیونکہ اگر اس گنہ کے اصرار پر موت واقع تو توبہ نہیں کی ایمان لغزش کھا جائے اور انجام خراب ہو، خصوصاً جب ایمان تقلیدی ہو کہ تقلید اگر چہ سخت ہوتی ہے مگر کوئی شبہ اور معمولی

خیال سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور عارف یعنی اہل بصیرت پر غارتے کے بگڑنے کا خوف نہیں۔

مسئلہ :- یہ دونوں اگرچہ ایمان پر عرس کے تو اگر کمال معاف نہ ہوں گے تو حساب کی پازپرس کے علاوہ عذاب بھی ہوگا اور اس عذاب کی کثرت بقدر زیادتی مدت اصرار کے ہوگی اور شدت بحسب کھانا کے برائی کی اور قسم عذاب کا اختلاف موافق اختلاف خطاؤں کے ہوگا اور مدت عذاب کی پوری ہونے کے بعد مومن مقلد و اصحاب یحییٰ کے درجہ میں مل جائے گا اور عارف اہل بصیرت اہل علیین میں چلا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اس کو ماری دنیا کے دس گنہ کے برابر بہشت میں جگہ ملے گی۔

ازالہ وہم :- اس سے ظاہری بیاہش نہ سمجھی جائے کہ مثلاً اگر دنیا ایک ہزار کوس ہو تو اسے دس ہزار کوس زمین ملے گی۔ دراصل مثل بیان کرنے کے طریق سے بلا اقلیت کی وجہ سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ مثلاً کوئی کہے کہ اس نے لونٹ لیا اور اس کا دس گنا اسے دیا جائے یعنی اگر کوٹ دس روپیہ کا تھا تو اس کو سو روپے دیے اور اگر اس سے مثل ہی سمجھے تو ظاہر ہے کہ سو روپیہ لونٹ کے دسویں حصے کے بھی وزن میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ مثل میں معلقی اور ادولج اور اجسام کا مقابلہ ہوتا ہے نہ ان کے وجود اور فعل کا مثلاً لونٹ سے اس کا وزن اور طول و عرض عرو نہیں بلکہ اس کی ہائیت مقصود ہے۔ اب مسئلہ سمجھئے کہ اس کی روح ہائیت ہے اور گوشت و پوست اس کا جسم ہے تو سو روپیہ اس کے دس گنا ہتھوار وزن روحانی کے ہیں نہ ہتھوار وزن جسمانی کے ہے۔ جو شخص نقد اور لونٹ کی ہائیت جانتا ہے اس کے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کھانا سمجھ ہے۔ یہی تک کہ اگر اسے سو روپیہ کے عوض ایک موتی (جس کا وزن چند ماش اور قیمت سو روپیہ ہو) دے کر کہتا ہے کہ میں نے اسے دس گنا دیا تو درست تھا مگر اس قول کی سچائی سوائے جو ہریوں کے اور کوئی نہیں جان سکا کیونکہ جو ہر کی روح آنکھ سے معلوم نہیں ہوتی اس کے لیے سوائے نظر ظاہری کے نظر باطنی کی بھی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے اس قول کو بڑا بچہ اور گنوار نہ مانے بلکہ وہ کہیں گے کہ جو ہر کا وزن تو چند ماش ہے اور لونٹ کا وزن اس سے ہزار گنا زیادہ ہے تو یہ جو کہتا ہے کہ میں نے دس گنا دیا جھوٹ بولتا ہے حالانکہ حقیقت میں یہی دونوں جھوٹے ہیں مگر ان کے نزدیک یہ بات اس وقت سچی ہوگی جب ان دونوں کو وہ نور دل میں آجائے جس سے کہ روح جو ہر اور مل کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور یہ بات بچے کو سمجھ دامی کے بعد اور گنوار کو انعام و تنہیم کے بعد آتی ہے۔

فائدہ :- اسی طرح عارف مومن مقلد کو اس حدیث شریف کی صداقت نہیں سمجھا سکا کہ دنیا کی دس گنا بہشت میں کس طرح ملے گی۔ مقلد مومن بے خبری میں کہتا ہے کہ اس حدیث کے مطابق جنت آدمیوں میں ہے اور آسمان دنیا میں شمار ہوتے ہیں تو پھر جنت اس کو دس گنا کس طرح ملے گی یہی حال اس سمجھدار کا ہے جو بڑا بچہ کو سمجھانے لگے کہ جو ہر (موتی) کس طرح بنا ہے یا جو ہر کی گنوار کو سمجھا دے کہ جو ہر میں یہ قیمت ہوتی ہے اور جس طرح کہ جو ہر کی کسی گنوار بخواہ کو قدر جو ہر سمجھانے میں قفل روم ہے اسی طرح جو عارف کسی فی جہل کو یہ تقریر حدیث



کی سمجھائے تو وہ بھی قاسم رحم ہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارحموا ائمتہ عالمنا بین الجہال وغنی قوم افقر و عزیز قوم ذل ترجمہ "جین مضمون پر رحم کر۔ اس عالم پر جو جاہلوں کے درمیان ہو اور کسی قوم کے فنی پر جو فقیر ہو کیا اور کسی قوم کے عزیز پر جو ذلیل ہو گیا ہو۔ (ابن حبان بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فائدہ :- اسی سبب سے انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قوم میں قتل و رحم سے کہ کم عقلی کی وجہ سے جو کچھ ان کو مدے پہنچے وہ ان کے حق میں اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمائش تھی کہ حکم تقدیر انہی ان پر مصیبت آئی۔ حدیث شریف میں ہے البلاء موکل بالانبياء والاولیاء ثم الامثل فالامثل ترجمہ "بلا مقرر ہے انبیاء پر اور اولیاء پر پھر جو ان کے مشابہ ہوں پھر جو ان جیسے ہوں۔ (ترمذی بروایت سعید بن ابی وقاص) چلا کہ اس حدیث میں مثل مصیبت حضرت ابوب علیہ السلام کے نہ سمجھتا چاہیے جو کسی کے بدن پر نازل ہوتی ہے بلکہ بلا سے وہی مصیبت دینا مراد ہے جو جاہلوں کے ساتھ معاملہ کے وقت ہوتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا کہ جتا انہوں نے ان کو اللہ کی طرف بلایا۔ اتنا ہی ان کو نفرت و گریز زیادہ ہوئی یا جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگوں کے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے میرے بھائی موسیٰ علیہم السلام پر کہ لوگوں نے ان کو اس سے زیادہ ستلایا انہوں نے میر کیا۔

فائدہ :- جس طرح انبیاء علیہم السلام کو منکرین سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسی سے ان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اسی طرح اولیاء اور علما کو بھی جاہلوں سے واسطہ پڑتا ہے اور ان کے امتحان کا وہ موجب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لویا کسی نہ کسی مصیبت سے خلق نہیں ہوتے۔ ان کا بھی امتحان لیا جاتا ہے۔ مثلاً کبھی شر سے نکل دینے جاتے ہیں۔ بعض لوگ سلاطین و دت کے سامنے ان کی جھٹی کھاتے ہیں۔ بعض لوگ ان کے کفر پر گواہی دیتے ہیں اور بعض انہیں بے دین کہتے ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ جو لوگ اہل معرفت ہیں وہ جاہلوں کے نزدیک کانفرنس۔ جیسے کوئی اپنا ٹونٹ ایک جیتی موتی کے بدلے بیچ دے تو جہل اسے یہ خوف اور ہل مٹانے کرنے دلا کہیں گے۔

نتیجہ تقریر غزالی قدس سرہ :- ہماری اس طویل تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ واقع میں جو حدیث شریف میں مذکور ہے کہ دوزخ سے بچنا مضمون جو نکلے گا اسے دس گنا دینا کے برابر انعام ملے گا بے شک درست و بہا ہے۔ خبردار کہیں مینا نہ ہو کہ تم ایسے مضامین کی تصدیق کا انحصار ایسی چیزوں پر کرو جو اس مثلاً آگہ و غیور سے معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا کہ تم تو تمہارے جیسا کہ تم سے بھی زیادہ احق کوئی نہ ہوگا اس لیے کہ حواس غصہ سے جہنم میں تو گدھا بھی تمہارا شریک ہے 'تمہیں جو گدھے سے امتیاز ہے تو اسی لینے کی وجہ سے ہے جو آہلوں اور زمینوں اور پھاڑوں پر چڑھتا ہوا اور سب نے اس کے انحصار سے انکار کیا اور جو چہ عالم حواس سے خارج ہے وہ اس لینے سے

معلوم ہوتی ہے جس سے آدمی گدھے اور تمام حیوانوں سے ممتاز ہے۔ جو شخص اسے بیکار کر کے اس سے کام نہ لے اور محسوسات تک اپنی مطہات کے حصر کر کے آگے نہ بڑھے اور صرف بہائم کے درجے پر قانع ہو، وہ اپنے نفس کو غرہلی میں ڈالتا ہے۔

تلقین غرہلی قدس سرہ۔ اسے چارے مسلم بہائم تم ایسے نہ ہونا اس لیے کہ جو شخص صرف محسوسات کا لورا رک کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو بھول جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذلت تو اس سے قبل لورا رک نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کو بھولے گا اللہ تعالیٰ بھی اسے بھلا دے گا یعنی پھر اسے عالم ہلا کی ترقی نصیب نہ ہوگی، وہ جانوروں میں رہ جائے گا اس لیے کہ اس نے لذت خداوندی میں خیانت کی بلکہ اس کی لذت کا منکر ہوا اور خود کو اس کے انتقام کے لیے پیش کیا بلکہ اپنے نفس کا محل تو جانوروں سے بھی بدتر ہوگا اس لیے کہ جانوروں کی مرے کے بعد چھٹی ہو جائے گی لیکن اس شخص کو لذت مالک کے سپرد کرنی پڑے گی کیونکہ لذت کا لٹکانا اور رجوع اس کی طرف ہے اور یہ لذت آفتاب آہلی کی طرح تھی اس غلی بدن میں غروب ہو گئی مگر جب یہ قالب بگڑے گا تو وہی لذت پھر غروب ہونے کی جگہ سے نکلے گی اور اپنے پیداکرنے والے کے پاس چلی جائے گی یا تو دھنسل اور آہلی سے نکلے گی یا چھٹی دکنی ہوگی۔ چھٹی دکنی کو تو دیہار کی حضوری سے جلب نہ ہوگا اور دھنسل بھی وہاں پہنچے گی کیونکہ وہ دیہار مربع کل ہے مگر لونڈے نہ پہنچے گی۔ اس کا رخ اعلیٰ ملین کی طرف سے اسفل الما فلین کی طرف ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولوتری اذالہ العجمون ناکسورہ وسم عند ربہ (پ 21۔ السجہ 12) ترجمہ کنزالایمان:- اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر پہنچے ڈالے ہوں گے۔

فائدہ:- اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجرم بھی پروردگار کے پاس ہوں گے کہ ان کے چہرے پشت کی طرف بدل دیئے جائیں گے یعنی اوپر کی طرف لیٹے ہو جائے اور اس میں کوئی اختیار نہ ہوگا۔ جو شخص توفیق سے محروم رہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں جانوروں کے مقام سے بچائے اور گمراہی سے دور رکھے۔

لاذخ میں دوام:- یہ مہن لوگوں کا بیان تھا جو لادخ سے نکل کر دنیا سے دس گنا زیادہ انعام پائیں گے۔ اس پر بتایا ہے کہ لادخ سے بجز موعد کے اور کوئی نہیں نکلے گا اور انارا مقصد توحید سے یہ نہیں کہ صرف زبان سے کہے لا الہ الا اللہ کیونکہ زبان عالم ظاہری سے ہے۔ اس کا فائدہ فقط دنیا ہی تک ہوتا ہے۔ مثلاً جو صرف زبان سے یہ کلمہ کہتا ہے اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ اس کا بل لوٹ مار سے محفوظ رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گردن اور بل کی مدت زندگی تک ہے تو جس جگہ کہ نہ گردن ہوگی نہ بل وہاں زبان سے لا الہ الا اللہ کہنے کا کیا فائدہ ہوگا وہاں توحید کا مکمل اور اس کا سچا ہونا کام آئے گا۔ اس طرح کہ تمام امور کو اللہ کی طرف سے سمجھے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر فہم نہ ہو۔ اگرچہ اس کے ساتھ کوئی کسی طرح کا سلوک کیے کیونکہ جب تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہیں تو خلق اللہ صرف ذریعہ ہیں۔ سبب الاسباب تو وہی مالک ہے 'چنانچہ اس کی تحقیق ہاب وکل میں آئے گی۔  
انشاء اللہ

موسحدین کی توحید کے درجہات :- بعض اہل توحید کی توحید پہاڑ کے برابر ہے۔ بعض کی مشکل کے برابر۔  
مغضوں کی دالی کے برابر جس کی توحید دینار کے برابر ہوگی 'وہ دونوں سے سب سے پہلے نکلے گا۔ حدیث شریف میں  
ہے کہ آخر جو امن النار من فی قلب مشغال دینار من ایسان ترجمہ "دونوں سے اسے نکل جس کے دل میں  
دینار کے برابر ایمان ہو اور سب کے بعد وہ نکلے گا جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو گا اور مشکل اور ذرے کے  
درمیان بہت بڑے مراتب و مدارج ہیں۔ ان کے مطابق دونوں سے نکلے جائیں گے یعنی پہلے مشکل کے ہٹنے کے  
لوگ 'پھر اس سے کم 'پھر اس سے کم حتیٰ کہ آخر کو ذرہ برابر ایمان والوں کی جماعت نکلے گی۔

فائدہ :- وزن مشکل و ذرہ کو بطور مثل سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ ہم جنس اور نقد کے عوض کے بارے میں لکھ چکے  
ہیں۔ لعل توحید ہو دونوں میں جائیں گے 'اس کی غائب وچ یہ ہوگی کہ لوگوں کے حقوق ان کے دے ہوں گے اور یہ  
حقوق بموجب حدیث شریف ناقابل معافی حرام ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام گناہوں کے انعام قتل مغضو ہیں۔

قدر کسی حدیث :- سہی ہے کہ ایک بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس کی نیکیاں اتنی ہوں گی کہ اگر  
اس کے پاس باقی رہیں تو جنتی ہو جاتا مگر اس وقت لعل حقوق جن پر اس نے عظم کیا تھا 'کفرے ہو جائیں گے۔  
بعض کو گلاں دی ہوں گی 'بعض کو مارا ہوگا 'بعض کا دل چین لیا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ان لوگوں کو دیا جائے  
گا یہاں تک کہ اس کے پاس ایک نیکی نہ بچے گی۔ فرشتے عرض کریں گے کہ خداوند اس شخص کی نیکیاں ختم ہو  
چکیں اور ابھی اس کے بڑی باقی ہیں 'اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان لوگوں کی برائیوں میں سے اس کی برائیوں میں اضافہ  
کر دو اور دونوں کے ہم ایک پرچہ اس کے لیے لکھ دو۔

فائدہ :- جس طرح انسان دوسرے کے بدلے اس کی برائیوں کے سبب سے ہلاک ہوتا ہے 'اسی طرح مظلوم کے  
پاس جب ظالم کی نیکیاں عظم کے بدلے میں آتی ہیں تو اس کو حجت مل جاتی ہے۔

حکایت :- ابن جلاء صوفی کی کسی مسلمان بھائی نے غیبت کی۔ اس کے بعد معاف کرانے کے لیے اس نے آدمی  
بھیج دیا آپ نے فرمایا کہ میں معاف نہیں کروں گا 'میرے نام اہل میں اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں 'میں اسے  
کیسے معافوں۔ ساتھ یہ بھی کہ اس اسی طرح دیگر بھائیوں نے جو میری غیبت کی 'ان کے حق نہ گنہ ہیں مگر میرے  
لئے نیکیاں ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنے نامہ اعمال کو ان سے زینت دوں۔

فائدہ :- آخرت میں درجات سہولت و مشقت میں لوگ مختلف ہوں گے مگر ہم نے جو حکم ہر ایک مرد و کھانا  
باقیہا ظاہر اسباب کے ہے۔ یہ ایسے ہے جتنے طبیب ایک بیمار کو کہہ دیتا ہے کہ یہ بے شک مر جائے گا۔ اس کا مرض

کامل علاج نہیں اور دوسرے بیمار کو کہتا ہے کہ اس کی بیماری معمولی ہے اور علاج بھی آسان ہے تو طیب کا یہ قول ان دونوں کے حق میں ہاتھ بڑا کٹر حالات کے ہے ورنہ بعض لوگ تھک کر مر جاتے ہیں اور معمولی مرض والا مر جاتا ہے۔ طیب کو خبر نہیں ہوتی۔

فائدہ :- یہ اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ اصرار ہیں جو زندہ آدمیوں کی اصلاح میں رکھے ہیں اور ایسے ہارک اسباب ہیں کہ سبب اسباب نے ایک وقت اور انداز مقرر پر ان کو مرتب کر رکھا ہے۔ انسان کی طاقت نہیں کہ ان کی سکنہ کو بدل سکے۔ اسی طرح آخرت کی نجات و قلعہ کے بھی اسباب خفیہ ہیں کہ ان کی اطلاع آدمی کی طاقت سے باہر ہے جس سبب غفلت سے نجات ہوتی ہے۔ اس کو غور اور رضا کہتے ہیں اور جو موجب ہلاکت ہے اسے غضب اور انتقام سے تعبیر کرتے ہیں۔

فائدہ :- ان کے سوا ایک اور مشیت انبیاء کا راز ہے جس کی اطلاع مخلوق کو نہیں ہوتی اس لیے ہم پر واجب ہے کہ گنہگار پر غور کو جائز جانیں۔ اگرچہ اس کی خطائیں ظاہری بہت ہوں اور غضب کو مطیع پر روا سمجھیں۔ اگرچہ اس کی طاقت ظاہری زیادہ ہوں اس لیے کہ اعتبار تقویٰ کا ہے اور تقویٰ ایسی ہارک چیز دل میں ہے کہ خود متقی کو اس پر اگلی نہیں ہوتی تو دوسرے کو کس طرح ہو سکتی ہے۔ پھر بھی ارباب قلوب (ولیام) پر شکف ہو جاتا ہے کہ جب بندے میں کوئی سبب غفلت کا متقاضی ہوتا ہے تو اسے غور ہوا کرتا ہے اور غضب بھی تب ہوتا ہے جب کوئی سبب غفلت متقاضی بعد کا اللہ سے ہوا۔ اگر یہ نہ ہو تو غور اور غضب اعمال و اوصاف کی جزا نہ ہو۔ اگر جزا نہ ہو تو عدل نہ ہو اور عدل نہ ہو تو ان آیات کا کیا مطلب۔ وماریک بظلام للعیبہ ترجمہ کنزالایمان: ان اللہ لا یظلم منغال ذرۃ (المائدہ 40) ترجمہ از کنزالایمان: علانکہ یہ سبب اقول صحیح ہیں۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ انسان کو وہی ملے گا جو اس نے عمل کیا ہو گا اور اپنے کیے کو خود وہی پہنچے گا۔ اگر انسان گمراہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نیز حاکم دے گا۔ جب وہ خود بدلا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حالت بدل دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی ینفروا ما بانفسم (الرعد 11) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدل دیتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

فائدہ :- یہ تمام باتیں اہل دل کے لیے آگے کے دیکھنے سے بھی زیادہ واضح ہوتی ہیں کیونکہ آگے کے دیکھنے میں غلطی کا احتمال ہے کہ کبھی بدے کو چھوٹا اور دور کو نزدیک دیکھتی ہے اور دل کے مشاہدے میں غلطی نہیں ہوتی اس کو یہ کیفیت بصیرت کے کھلنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد وہی دیکھا کرتا ہے کہ اس میں جموت کا تصور نہیں ہو سکتا ہے اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ما کذب الفواد مارا (پ 27، انجم 11) ترجمہ کنزالایمان: دل نے جموت نہ کہا جو دیکھا۔

مرتبہ 3 :- اہل نجات اور نجات سے ہمراہی مراد یہ ہے کہ سہولت و قلعہ کے لیے لوگ ہوں گے نہ انہوں



نے فرمایا کہ صاحب غلہ پھر غلہ۔

فائدہ :- غلام یہ کہ حریفین کے دلوں میں صاحب غلہ یعنی خداوند کرم کی محبت ایسی گہری ہوتی ہے کہ فن کو غلہ یعنی جت اور اس کی آرائش کی کوئی پروا نہیں بلکہ سوائے محبوب کے انہیں کسی چیز کی فضا نہیں میں تک کہ اپنے نفس سے بھی اس کی محبت میں بے خبر نہیں ہوتے ہیں اور ان کی مثل عاشق بھی ہے جو مشوق کو دیکھنے کی فکر میں ڈوبا ہوا ہو۔ اس حالت میں اسے اپنے نفس کی خبر نہیں ہوتی جو صدر اسے بدلنا پر پہنچے اسے ذرا بھر بھی محسوس نہیں ہوتا۔ اس حالت کو ثانی المحبوب کہتے ہیں یعنی ایسے عاشق کی نسبت اس درجہ کو پہنچ گئی جو سوائے محبوب کے اور کوئی چیز اس کے پیش نظر نہیں، نہ دل میں غیر محبوب کی گنجائش باقی ہے تاکہ اس کی طرف التفات کرے۔ میں تک کہ وہ خود اپنی ذات سے بے خبر ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

کے بر ملازم اعلیٰ نشینم کے برائے پشت خود نہ بنم

فائدہ :- اس حالت سے آخرت میں وہ عظمت ہوگی جو اس دنیا میں کسی بشر کے دل میں نہیں آسکتی۔ جیسے کہ صورت رنگ و آواز کی صورت اندھے کے دل میں معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر اس کے کان اور آنکھ کا حجاب دور ہو جائے تو ان چیزوں کا اصل معلوم کرنے لگے گا اور سمجھ لے گا کہ واقعی اس سے عمل میرے دل میں ان کا آنا متصور نہ تھا۔ اسی طرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہے اس کے اٹھنے سے انسان کو لذت حیات طیب معلوم ہوتی ہے اور اس کا ایک اور فاک ہوتا ہے جسے اللہ نے فرمایا وان الدار الاخرة لیسى الحیوان لوکانوا بعلومون (الحکیوت) اس قدر حسالت پر تقسیم درجات کا بیان کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں تو نہیں ہے۔

وہ اسباب جن کی وجہ سے صغیر کبیرہ بن جاتا ہے۔

مکہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ صغیر مکہ بار بار کرے اور اس پر موانعت سے کبیرہ ہو جاتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ اصرار کے ساتھ کوئی مکہ صغیر نہیں رہتا اور نہ استفادہ کے ساتھ کوئی کبیرہ مکہ، وہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایک کبیرہ کرے باز آئے اور پھر دہرا کبیرہ نہ کرے۔ اگر کسی کو یہ امر ممکن ہو تو اس صورت میں توقع ہے کہ صحت ہو جائے بخلاف مکہ صغیرہ کے کہ جس پر دلالت کی جائے تو وہ لانا کبیرہ ہو جائے گا۔

مثلاً :- اگر پتھر پانی کا ایک قطرہ پے در پے گرتا رہے تو اس میں نشین پڑ جائے گا۔ اگر سارا پانی اسی مقدار پر کہ بتنا قطرہوں میں گرا ہے، یکبارگی پتھر ڈال دیا جائے تو کوئی نشین نہ ہو گا۔

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تحبیر الاعمال ادوا معاوان ان قل (بخاری بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) ترجمہ "بہتر املی وہ ہیں جو ہمیشہ ہوں" اگرچہ تھوڑے ہوں۔ "چونکہ اشیاء اپنی ضدوں سے معلوم ہوا کرتی ہیں تو جب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ عمل جو دائم ہو اس کو قلیل ہو نافع ہوتا ہے تو بہت

عمل جو انسان یکبارگی کرے، اس سے دل کی جلاؤ قلعیر میں نفع کم ہوتا ہے۔ اسی طرح گنہ صغیرہ پر اگر آدمی بیچلی کرے تو اس کی تاثیر دل کو میلا اور تارک کر کے میں زیادہ ہوگی مگر انا ضرور ہے کہ انسان کا گنہ کبیرہ پر یکبارگی مرتب ہو جاتا پھر اس کے کہ اس سے پہلے اور پیچھے گنہ صغیرہ نہ کرے، کمتر پلایا جاتا ہے مثلاً ذللی جب زنا کرتا ہے تو یہ کم ہوتا ہے کہ پہلے بے زنا کے اسباب کا ارتکاب نہ کرے۔ اسی طرح قاتل یکبارگی قتل نہیں کرتا۔ جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہ ہو۔ اسی طرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب میں ابتداء اور اختتام میں صغیرہ ضرور پلایا جاتا ہے۔ اگر پافرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اس کے ارتکاب میں صغیرہ نہ کرنا پڑے، یکبارگی کبیرہ ہو جائے اور دہارہ اس کے کرنے کی نوبت نہ آئے تو غالباً اس کے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہے، بہ نسبت اس صغیرہ کے جس پر انسان عریضہ مواعبت کرے۔ دوسرا سبب صغیرہ کے کبیرہ ہو جانے کا یہ ہے کہ گنہ کو چرنا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جتنا آدمی اپنے گنہ کو زیادہ سمجھے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گنہ کو صغیرہ تصور کرے گا، وہ اللہ کے نزدیک کبیرہ ہوگا، اس لیے کہ گنہ کو برا سمجھتا اس بات کی دلیل ہے کہ دل میں کراہت و نفرت اس گنہ کی موجود ہے، اسی لیے اس کی تاثیر بھی دل میں خوب نہیں ہوتی اور گنہ کو چھوٹا جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کو اس کے ساتھ الفت ہے اور اسی وجہ سے دل میں اس کا اثر بہت ہوتا ہے اور طاعت سے مطلب مکی ہے کہ دل روشن ہو جائے اور خطاؤں سے خوف اسی لیے ہے کہ دل پر سیاق نہ آجائے۔ مکی وجہ ہے کہ جب کسی سے کوئی بات غفلت میں ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ غفلت میں دل پر تاثیر نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اپنے گنہ کو ایسا جانتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ سر پر آگیا، اب سر پر گر پڑے گا اور منافق اپنی خطا کو ایسے سمجھتا ہے جیسے ناک پر کمی چٹنی اور اسے اڑا دیا۔

فائدہ :- بعض اکابر کا قول ہے کہ جس گنہ کی مغفرت نہیں ہوتی، وہ ایسا گنہ ہے کہ جس کے بعد کوئی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ میں نے کیے ہیں، سب ایسے ہی ہوتے اور ایماندار کے دل میں گنہ کی بڑائی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے جلال کا علم ہے۔ جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اس گنہ سے کس کی نافرمانی کی تو صغیرہ بھی نظروں میں کبیرہ نظر آتا ہے۔

حکایت :- اللہ تعالیٰ نے کسی نبی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ بدیہ کی کسی کا لٹا نہ کہو بلکہ یہ دیکھو کہ جس نے بیہوش ہے، وہ کتنا بڑا ہے اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونے کو نہ دیکھو بلکہ یہ خیال کرو کہ اس خطا سے تو نے کس کا مقابلہ کیا ہے۔ بعض عارفین کا موقوفہ ہے کہ صغیرہ گنہ کا کوئی وجود نہیں جس میں مخالفت الٰہی ہو، وہ کبیرہ ہے۔

حکایت :- ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بل سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم ان کو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مہلکت سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ صحابہ کو کس جلال کبریائی کا جوہر حاصل تھا، اسی لیے صغیرہ گنہ بھی ان کے نزدیک ہاتھار جلال

خداوندی کے کبیرو تھے۔ اسی لیے عالم دین سے بعض ہاتھی بڑی معلوم ہوتی ہیں، بہ نسبت جہل کے۔

قائد :- عام آدمی سے بعض ہاتھی درگزر کردی جاتی ہیں بخلاف عارف کے کیونکہ گنہ اور مخالفت اسی قدر بڑے ہوتے ہیں جس قدر کہ کرنے والے کی معرفت زیادہ ہوتی ہے۔ تیسرا سبب صغیرہ کے کبیرو ہونے کا یہ ہے کہ گنہ کر کے خوش ہو اور غر کرے اور سمجھے کہ مجھ سے جو یہ کام ہوا تو اللہ کی نعمت کی وجہ سے ہوا۔ وہ اس سے غافل ہے کہ یہ قصور موجب شغلات ہے، پس جس قدر کہ صغیرہ کا کسی کو مرزا محسوس ہوگا، اتنی ہی وہ بڑا گنہ ہوگا اور دل کی تاریکی میں اس کی تاثیر بھی قوی ہوگی۔ یہی تک کہ بعض گنہ گار ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی خطا کی داد چاہتے ہیں اور اس کے ارتکاب سے نہایت فحشی بکھارتے ہیں مثلاً مانع رکھتے ہے کہ اسے لوگوں نے دیکھا، ہم نے غلاں کو کیسے رسوا کیا اور کیسے اس کے عیب بیان کیے کہ وہ شرمسار ہوا یا دم دیا اگر بھاگا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی تاجر کہتا ہے کہ دیکھا ہم نے کوئی چیز کیسے بیچ ڈالی اور غلاں کو دھوکا دے دیا اور اس کے بل کو کیسے دہا لیا اور اسے اٹھایا دیا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی ہاتھی ایسا ہیں کہ ان سے صغیرہ گنہ کبیرو ہو جاتا ہے، اس لیے کہ گنہ مہالکت میں سے ہیں۔ جب کوئی ان میں مبتلا ہو جائے تو اس سے شیطان کا کام بن پڑتا ہے کہ اس سے اپنی مرضی کے موافق کام لیتا ہے۔ مقام انفس اس لیے بلکہ عقیم مصیبت ہے کہ دشمن اپنے اوپر غالب ہوا اور اپنی اللہ تعالیٰ سے دوری ہوئی۔

مثال :- اگر بیمار کسی برتن میں دوا پیتا ہے اور وہ اتفاق سے ٹوٹ جائے اور اس کے ٹوٹنے سے پتار اس وجہ سے خراب ہو کہ لب دوا اپنے کا دکھ جاتا ہوا تو اس کے سحر دست ہونے کی توقع نہ ہوگی۔ چوتھی وجہ صغیرہ کے کبیرو ہونے کی یہ ہے کہ اللہ کی پرہیزگاری اور صلت اور حوصلہ کو اس کی عظمت سمجھے کہ گنہ ترک کرنے میں سستی کرے اور یہ نہ سمجھے کہ صلت دینے سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ وہ زیادہ گنہ کرے تو یہ صلت ناراضگی کی دلیل ہے جس کو یہ مجرم موجب عتاب سمجھتا ہے۔ شاید یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مایوس ہے اور اللہ تعالیٰ پر دھوکا کھانے سے بخلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ فرماتا ہے۔ وَيَعْلَمُونَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَيَنْفُسُ الْمَصْبِرِ (البقرہ 8) ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم بس ہے، اس میں دھمکیں گے تو کیا ہی برا انجام۔

پانچویں سبب صغیرہ گنہ کے کبیرو ہو جانے کا یہ ہے کہ گنہ کر کے کہتا پھرے کہ میں نے یہ گنہ کیا یا دوسرے کے سامنے گنہ کر کے نہ شرمائے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ پرہیزگاری کی نافرمانی کرتا ہے۔ دوسری صورت میں غیر کو اس گنہ کی رغبت دیتا ہے تو گویا ایک گنہ کے حسن میں اس سے دو گنہ ہوتے۔ اسی وجہ سے اس کا قصور اور زیادہ ہو گیا۔ اس دوسرے سے اپنا گنہ بیان کرنے پر اتنی بات اور کرنی کہ اس کے لیے سلطان اس قصور کا جمع کر دیا تو یہ چوتھا گنہ ہو گا اور یہ نہایت خراب عاقبت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ تمام آدمیوں کے قصور معاف ہوں گے مگر ان لوگوں کے جو اپنا گنہ ظاہر کرتے مثلاً رات کو کوئی تصور کیا جسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا مگر انہوں نے صبح کو اٹھ کر



اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو کھول کر اپنا گناہ بیان کیا۔ ایسے شخص کے قصور معاف نہ ہوں گے۔

نکتہ:- وجہ یہ ہے کہ مغفلات و المغفلات خداوندی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہے اور عیب کو چھپاتا ہے اور پردہ فاش نہیں فرماتا تو انسان کا اپنا عیب ظاہر کرنا اس نعمت کی ناشکری کرنا ہے۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اول تو آدمی کو گناہ ہی کرنا چاہیے۔ اگر کرے بھی تو دوسرے کو ترفیع نہ دے ورنہ دوسرے گناہ کا مرکب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: *المغنافون والمغنافعات بعضهم من بعض يامرون بالعنكر وينهون عن المعروف* (التوبہ 69) ترجمہ کنز الایمان: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے چھپنے سے بچنے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں ایک بزرگ کا قول ہے کہ انسان اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دہی اس سے بڑھ کر نہیں کرنا کہ اس کی کسی گناہ میں مدد کرے اور پھر اس قصور کو اس پر آسمان کر دے۔ چھٹی وجہ کبیرہ ہونا جانے کی یہ ہے کہ گناہ کرنے والا عالم اور معتاد ہو تو عالم دین جب کوئی صغیرہ گناہ کرے تو اس کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگیں گے تو یہ گناہ اس عالم کے حق میں کبیرہ ہو جائے گا مثلاً اگر وہ ریختی کپڑا پہنے یا سونے کی اشیاء پر سوار ہو یا شے کا دل لے یا پلو شاہوں کے پاس آمد و رفت رکھے اور ان کے دل کو برائے سمجھے بلکہ ان کی موافقت کرے یا مسلمان کی عزت میں زہن درازی کرے یا مناظرے میں سخت سبکے یا کسی کی توہین کو حقیر کاراں ہو یا علوم میں ایسے علم سمجھے جن سے صرف جاہ و مرتبہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ و جملہ وغیرہ اس طرح کے قصور عالم دین کے ایسے ہیں کہ لوگ ان کی سند پیش کرتے ہیں۔ جیسے ابن تیمیہ کا طریقہ قتل تفصیل دیکھے فقیر کی تعریف ابن تیمیہ اور علما ملت لوسی غفرلہ۔ جیسے آج کل تو فوٹو کا مرض اسی لیے عام ہو گیا ایسے ویڈیو وغیرہ کا علاء اس کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ بعض تو اتنا بے باک ہیں کہ انہیں شرعی حیثیت دے کر اس کا جواز قرآن و احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔ یہ ذیل مجرم ہیں۔ گناہ اور تحریف قرآن و حدیث (معلقہ اللہ) تفصیل دیکھئے فقیر کی تعریف ”سوء التعمیر“ لوسی غفرلہ

فائدہ: عالم تو مرجع ہے مگر اس کی برائی باقی رہتی ہے اور مدتوں تک دنیا میں پھلتی ہے۔ وہ بد اخلاقی قسمت ہے کہ جس کے گناہ بھی اس کے ساتھ مرجع ہیں۔

حدیث شریف:- جو شخص ایک طریقہ برائے نکالے تو اس پر خود اس کے کرنے کا گناہ ہو گا اور ان لوگوں کا گناہ جو اس فعل کے مرکب ہوں حالانکہ ان کے دہن سے بھی کچھ کم نہ کیا جائے گا یعنی مجرم کو علیحدہ گناہ ہو گا اور دوسروں کو علیحدہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: *ونكتب ما قدموا وآثارهم* (پ 22- 23) ترجمہ کنز الایمان: جو ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا آثار ان اعمال کو کہتے ہیں کہ وقت گزر جائے کے بعد عام کو 21 اجر پہنچتا رہے۔

اقوال اسلاف صالحین:- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم کی خرابی دوسروں کی اصلاح سے ہوتی ہے۔ اس سے اگر لغزش ہو جاتی ہے تو توبہ کر لیتا ہے مگر عوام اس بات کو کرنے لگتے ہیں پھر دنیا میں منتشر کر دیتے ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ عالم کا قصور کشتی ٹوٹنے کی طرح ہے کہ وہ خود بھی ذوقی ہے اور جو لوگ اس پر سوار ہوں ان کو بھی ڈوبتی ہے۔

حکایت :- بنی اسرائیل کا ایک مولوی عوام کو بدعت سکھا کر گمراہ کرنا تھا پھر اسے توبہ نصیب ہوئی تو ایک مدت تک ظنِ خدا کی اصلاح کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے وزیرِ علیہ السلام پر بھی بھیجی کہ اس سے کہہ دو کہ اگر تو نے صرف میرا ہی قصور کیا ہوتا تو میں معاف کر دیتا لیکن تو نے میرے بندوں کو گمراہ کیا اور ان کو گمراہی کی وجہ سے میں نے دوزخ میں ڈال دیا۔

فائدہ :- اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ علماء کے لیے بڑا خطرہ ہے اس لیے ان کو وہ باتیں کہنی چاہیں۔ (1) گنہ کو سرے سے ترک کریں۔ (2) اگر گنہ سرزد ہو جائے تو ایسا غفلت ہو کہ ظاہر نہ ہونے پائے۔ جس طرح علماء کے حق میں گناہوں کے باعث دہلی زیادہ ہوتا ہے اسی طرح ان کی نیکیوں کا ثواب بھی دوسروں کی ابتلا کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم ظاہری زینت اور دنیا کی رقت چھوڑ دے اور دنیا سے تھوڑی شے پر قناعت کرے اور کھانا پتھر بسر الوقت کھائے اور کپڑا پرانا پہنے اور یہ باتیں اس کی ابتلا سے (دو لوگ علماء ہوں یا عوام) اختیار کر لیں تو جتنا ثواب اوروں کو ملے گا وہ ثواب اس کو بھی ملے گا اور اگر عالم دین زینت کا رافض ہو گا تو اس سے کم رتبے والے اس کی دیکھا دیکھی وہی کام کریں گے اور زینت و تکلف ظاہری بغیر خدمتِ ظالم حکام اور ملی حرام اکٹھا کرنے کے ہو نہیں سکتا تو گویا یہی عالم فنِ امور کا باعث ہو گا غرض کہ عالم کی حرکت سے جیسے کہ نفع زیادہ ہوتا ہے ویسے ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہوں کی جن سے توبہ کہنی چاہیے اسی قدر کافی ہے جو یہاں تک مذکور ہوئی۔

توبہ کامل کا بیان :- ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ توبہ اس ندامت کو کہتے ہیں جو موجبِ عزم بالجزم ہو اور یہ ندامت بھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اپنے اور محبوب کے درمیان میں گناہ کے حائل ہونے کا ظم ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ان تینوں اجزائے توبہ یعنی ظم اور ندامت اور عزم میں سے ہر ایک کے لیے دوام اور کمال ضروری ہے اور کمال کی پہچان اور دوام کے لیے شرائط ہیں تو ضروری ہوا کہ ان سب کا ذکر کیا جائے۔ عالم توبہ کا سبب ہے اس کا بیان مقرر ہے آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

ندامت کی تفصیل :- ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کی جدائی کی المیہ سے ہوتا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ بے حد حسرت وہ دہوا ہوتا ہے اور آنسو بہتے اور اس کی جدائی میں بہت رونا اور گھر رہتا ہے جیسے لولہ یا کسی عزیزِ قریب کی مصیبت کی واقعیت پر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑا صدمہ ہوتا ہے اس سے بھی انسان خوب روتا ہے۔ اسی معنی پر نفس سے بڑھ کر انسان کا کونسا عزیز ہے اور آتشِ دوزخ سے بڑھ کر اور کونسی بلا ہے اور گناہوں سے بڑھ کر کون سی دھمیل عذاب کے زندہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کونسا تجربہ صدف ہے۔

مثلاً :- کسی کو طیب کہہ دے کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اس سے وہ جاہر نہ ہوگا یعنی عقیقہ مرجائے گا تو اسی وقت اس پر بیج لوٹ پڑے گا۔ اس لیے سمجھ لو کہ نہ بیٹا اپنے لہس سے زیادہ عزیز ہے نور نہ طیب۔ اللہ تعالیٰ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور نہ موت و ندرخ کی آگ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض بہ نسبت زیادہ دلاہت کرتی ہے غضب اور ندرخ کے عذاب پر۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے حال پر زیادہ حسرت اور غم کرنا چاہیے جس قدر بیج و ندرخت زیادہ ہوگا اسی قدر گناہوں کے دور ہونے کی توقع زیادہ ہوگی، ہر عمل ندرخت بیج کی پچان میں ہے کہ دل نرم ہو، آنسو کثرت سے نکلیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ تو بہ کرے دلوں کے پاس بیٹھا کہ وہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں اور ایک پچان یہ ہے کہ گناہوں کی حلاوت کے بدلے سچی دل میں جم جانے کے میل کے بدلے کراہت اور رغبت کے بدلے نفرت کرتے گئے۔

حکایت :- بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کئی سالوں تک عبادت کی مگر توبہ کے قبول ہونے کا اثر ظاہر نہ ہوا، اس لیے وہ غیر وقت علیہ السلام سے توبہ کی سفارش ہوا۔ انہوں نے جناب پاری تعالیٰ میں اس کے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے عزت و جلال کی کہ اگر تمام آسمان و زمین کے رہنے والے اس کی سفارش کریں، تب بھی اس کی توبہ قبول نہ کروں گا۔ جب تک جس گناہ سے توبہ کی ہے، اس کا مزا اس کے دل میں رہے گا۔

سوال :- گناہ توبہ گناہ انسان کو مرتوب ہوتے ہیں۔ ان کی سچی دل میں کس طرح جاگزیں ہوگی؟

جواب :- فرض کرو کہ کسی نے شد گھایا جس میں زہر ملا تھا اور مزے کے وقت مطوم نہ ہوا بلکہ لہیز محسوس ہوا۔ اس کے بعد وہ بیمار پڑا اور مرض بڑھ گیا، بلی بکھر گئے، اعضاء گزور ہو گئے۔ اب اگر پھر اس کے سامنے شد ہی لایا جائے جس میں ویسا ہی زہر ملا ہو اور اسے نہایت درجے کی بھوک اور پیاس کی خواہش ہو تو یہ تو کیا اس کا لہس اس شد سے نفرت کرے گا یا نہ؟ اگر کو کہ نہ کرے گا تو یہ تجزیہ و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ دستور یہ ہے کہ اس قدر تکلیف کے بعد اگرچہ پھر شد خاص بھی آئے گا تو دنگ کے یکساں ہونے کے باوجود اس سے نفرت کرے گا۔ ایسے ہی توبہ کرنے والا جو گناہوں کی سچی دل میں پاتا ہے، اس کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ پہلے اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک گناہ کا مزا تو شد کی طرح لہیز ہے مگر اس کی تاثیر زہری ہی ہے اور جب تک اس طرح کا اعتقاد نہ ہو تو اس وقت تک توبہ بیج اور بھی نہیں ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کیلیب ہے، اس لیے توبہ کا وجود اور توبہ کرنے والے بھی کیلیب ہیں ورنہ اکثر کامیابی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روگردان اور گناہوں پر مصر اور سستی کرنے والے ہیں۔ غرض کہ مکمل ندرخت کی شرط وہی ہے جو لوہہ مذکور ہے، اس کی بدولت موت تک چاہیے اور سچی مذکور کو جمیع گناہوں میں یکساں جانتا چاہیے۔ اگرچہ پہلے انکار مرتکب نہ ہوا ہو مثلاً اگر شد کے ساتھ زہر کھانے والا

لغزے پانی میں بھی ویسا ہی ذہر کچھ ملے تو اسے بھی ہرگز نہیں پئے گا اس لیے کہ اسے شد سے ضرر نہیں ہوا تھا بلکہ ضرر کی چیز وہ تھی جو شد میں لول پانی میں پائی تھی۔

فائدہ:- اسی طرح تائب کا تائب کسی خاص مکمل مثلاً چوری یا زنا سے اس وجہ سے نہیں تھا کہ یہ اس سے سرزد ہوا بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اسرائیلی کی مخالفت ہوئی اور یہ بات ہر ایک گنہ میں موجود ہے۔ اولو مذاک کو تیبوں دنانے سے تعلق ہے۔ اولو مذاک زمانہ حال میں اس کا موجب ہے کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو چھوڑ دے اور جس فرض کے لواکر نے چڑ متوجہ ہوا اس وقت لواکرے اور زمانہ گزشتہ سے تعلق اس کا خرابی ہے کہ جو پہلے قصور ہو گیا اس کا مذاک کرے اور زمانہ مستقبل سے اس بات کا مغنضی ہے کہ موت کے وقت تک مدام طاعت کرتا رہے اور گنہ کا تادک رہے۔

فائدہ:- شرط صحت توبہ زمانہ گزشتہ کے تعلق کے اعتبار سے یہ ہے کہ غور و فکر کر کے معلوم کرے کہ وہ کس تائب کو باطل ہوا تھا۔ یہ عمر کی رو سے نیچے یا احکام کی وجہ سے۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو تاریخ بلوغ سے اس وقت تک جتنی عمر گزری اس کا ایک ایک سال اور زمین اور دن اور سال کا حساب کرے کہ ان میں کون کونسی طاعات میں اس سے قصور ہوا۔ کتنے گنہ سرزد ہوئے۔ جب معلوم ہو کہ لالہ نماز نہیں پڑھی یا پلاک کپڑے سے نماز پڑھی تھی یا شرط نیت کی بنا واقعیت سے بغیر نیت صحیح لوہ کی تھی تو اس نماز کو پھر پڑھے۔

۱۔ یہ شافع کے مذہب پر ہے 'احناف کے نزدیک نیت شرط نہیں دی وقت اس کی تلاوی صحیح کے لیے کافی ہے۔ یہ بھی علم شافعی کا مذہب ہے کہ احناف کے نزدیک رات کو روزے کی نیت شرط نہیں (جو کسی غفلت) امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زکوٰۃ لوہو کی اسے از سر نو کر کے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ:- نمازیں جو فوت ہو گئی ہوں ان کی شمار معلوم نہ ہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جس قدر یقینی طور لوہی ہوں ان کی تعداد چھوڑ کر باقی قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب ظن اور تخمینہ سے مقرر کرنا جائز ہے۔ اگر روزہ حالت سقم میں اظہار کیا پھر اس کے بدلے روزہ نہ رکھا یا قصداً اظہار کیا رات کو بھی نیت نہ کی ہو اور ایسے دن کی قضا نہ کی ہو تو اس طرح کے جتنے روزے ہوں ان کا شمار تخمینہ اور ممکن ہے معلوم کر کے ان کی قضا کرے۔ زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مل کو دیکھے کہ کب سے ملک میں آیا کیونکہ زکوٰۃ تو لڑکے کے مل پر بھی واجب ہے۔ اس میں بلوغ کی قید نہیں پھر حساب سے جس قدر ممکن غالب کی رو سے اس کے ذمہ لگے اسے ادا کر دے۔ زکوٰۃ لوہا کرنے کے لیے اپنے مذہب کے مطابق پر خیال نہ کیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تھا اس نے زکوٰۃ نے زکوٰۃ مل انھوں صرف میں صرف نہ کیا یا مل زکوٰۃ کا عوض دے دیا تو اس کو چاہئے کہ زکوٰۃ از سر نو لوہا کرے کیونکہ امام شافعی کے نزدیک اس کی زکوٰۃ لوہا نہ ہوئی۔

فائدہ:- چونکہ مسائل زکوٰۃ کے طویل ہیں اور ان کے حساب معلوم کرنے میں خوب سوچ بچار چاہیے اس لیے

مکتب پر لازم ہے کہ علماء سے پوچھ لے کہ ایسا ایسا صورت میں عمدہ برائی کا کیا طریقہ ہے۔

مسئلہ :- حج کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی سال سے حج کی قدرت تھی مگر نہ کیا اور اب منسل ہو گیا تو اس پر حج پر جہاں واجب ہے۔ اگر انکسار کے باعث جانے کی قدرت نہیں رکھتا تو چاہیے کہ مل حلال سے مقدار زاد وغیرہ کمانے اور اگر نہ مل ہو اور نہ کوئی کمانے کی تدبیر تو چاہیے کہ لوگوں سے کہے کہ اسے اپنی ذکوۃ و صدقات میں سے اتنا دیں کہ حج ادا ہو سکے اس لیے کہ اگر یہ شخص بغیر حج کیے مر جائے گا تو گناہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے من مات ولم یحج فلیس من شاء بہودیا وان شاء نصرا نیا ترجمہ ”جو مرے اور حج نہ کرے چاہے وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔“ (یہ حدیث باب الحج احیاء العلوم جلد اول میں گزری ہے)۔ قدرت کے بعد جو عاجز ہو گیا اس سے فرضیت حج کی ساقط نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ ہے طاعت کی تحقیق اور ان کے تدارک کا۔

مسئلہ :- معاصی کی صورت یہ ہے کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے تمام اعضاء کان اور آنکھ اور زبان اور پیٹ اور ہاتھ پاؤں اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ چھوٹنے پر تمام دنوں اور گھنٹوں کے حلق سوچے اور دفتر معاصی کو کھول کر جدا جدا گناہ پر واقف ہو پھر دیکھے کہ ان گناہوں میں سے صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق کے حلق کون سے ہیں جو اس طرح کے گناہ ہوں مثلاً غیر محرم کی طرف دیکھنا اور ٹپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھا اور بے وضو قرآن مجید کا چھونا اور کسی بدعت (سنہ) کا معتقد ہونا اور شراب چہا اور مزامیر شننا وغیرہ جنہیں لوگوں کے حقوق سے تعلق نہیں تو ایسے گناہوں سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ ان پر ندامت اور حسرت کرے اور ہر گناہ کے لیے ایک مقدار بری ہونے کی مقرر کرے اور مدت بھی ہر ایک کے لیے طعرا لے۔ اب ہر ایک کے بدلے ایسی نیکی کرے جو مقدار اور وقت میں اس گناہ کے مقدار اور وقت کے برابر ہو۔ اس حساب سے جتنی برائیاں کیں اتنی نیکیاں کرنی پڑیں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اتق اللہ حببت کنت وانبع السبۃ الحسنۃ ترجمہ: ”ڈر اللہ سے جہاں تو ہے اللہ سے خیر اور پیچھے کر برائی کے ساتھ“ نیکی کر وہ نیکی برائی کو مٹا دے گی۔ (ترمذی بروایت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرآن مجید میں ہے ان الحسنات ینبعین السبات (سورہ النحل 114) ترجمہ کھڑ لائیں: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ گناہوں کے تدارک کی مثالیں :- اگر گناہ مزامیر سننے سے ہو (وہ سماع جو شراب کے خلاف ہو) تو اس کے بدلے اتنا دیر قرآن یا دعائے یاد کرے۔

اگر مسجد میں ٹپاکی کی حالت میں بیٹھا ہو تو اس کا کف کی حالت میں بیٹھ کر مشغول عبادت ہو۔ اگر بے وضو کلام مجید کا ہاتھ لگایا ہو تو اس کی تعظیم زیاد کرے اور کثرت سے تلاوت کرے اور کثرت سے اسے بوسہ دے کرے ہو سکے تو ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھ کر وقف کر دے۔ شراب یا ہو تو عود و شہرہ حلال کمانے سے (جو شراب سے بھی مرغوب تر ہو) صدقہ کرے۔ تمام گناہوں کا شمار غیر ممکن ہے۔

قائدہ :- اس کا طریقہ یہی ہے کہ جو طریقہ گناہوں کے خلاف ہو، اس کا سلوک میسر ہو کیونکہ مرضی کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے تو جو تار کی دل پر کسی گنہ سے آگئی ہو، وہ بجز ایسی نیکی کے نور کے جو اس گنہ کے باطل ہو، مرتفع نہ ہوگی اور ضد جن کی آپس میں مناسبت ہوا کرتی ہے، اسی لیے یوں چاہیے کہ ہر ایک گناہ کو اسی طرح کی نیکی سے مٹھو کیا جائے مگر یہ نیکی اس کی ضد سے ہو، اس لیے کہ سیاسی مثلاً سفیدی سے جاتی ہے، مگر یہی اور سردی سے نہیں جاتی۔

فائدہ :- یہ تدریج و تحقیق طریق محو میں بہت آسان ہے۔ اسی وجہ سے اس طرح عمل کرنے سے گناہوں کے دور ہونے کی زیادہ توقع ہے کہ نسبت اس کے کہ ایک ہی طرح کی عیوب پر موانعت کرے۔ اگرچہ گناہوں کے مٹھو کرنے میں غلطی از تاثیر نہیں۔

نکتہ :- رہی یہ بات کہ گنہ اپنی ضد سے کیوں دور ہو جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور دنیا کے ابتلا کا اثر دل میں یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اس کی طرف محبت کرے تو ضروری ہوا کہ اگر کوئی ایسی مصیبت کسی پر پڑے کہ جس سے اس کا دل دنیا سے دور ہو تو وہ بھی اس کے حق میں کفارہ ہے کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے دوری ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف میں ہے کہ بعض گنہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ صرف رنج و غم ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فکر طالب معیشت اس کا کفارہ ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بندے کے گنہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کے کفارہ کے لیے اعلیٰ نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر بہت رنج ڈال دیتا ہے، وہی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتی ہے اور وہ اس کو نہیں چاہتا تو وہ گناہوں کی تار کی ضد ہے اور ان سے رنج کرنا یوں ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی وحشت سے واقف ہو۔

سوال :- انسان کا رنجیدہ ہونا اکثر دل اور لہذا اور بدن کے لیے ہوتا ہے اور یہ بھی گنہ ہے۔ پس گنہ کا کفارہ گنہ سے کس طرح ہوگا؟

جواب :- ان اشیاء کی محبت گنہ ہے اور ان سے محروم رہنا اس کا بدلہ ہے۔ اگر محبت کے تقاضوں کے مطابق متنبع ہوتا تو پورا قصور وار ہوتا۔

حکایت :- حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس نید خلک میں پیش ہوئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ دور رسیدہ میرے والدہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال میں پہنچا رہا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا غم دل کا دورہ آتا ہے کہ جتنا کسی کے ایک سو بیچے مر گئے ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ پھر اس کا

توبہ اللہ کے یہاں کتنا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ سو شہیدوں تک اس سے معلوم ہوا کہ ظلم دل بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان گناہوں کا حل ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہوں۔

حقوق العباد :- حقوق العباد میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بھی تعلق ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے تو جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے گا وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے گا۔ جو گناہ اس جسم کے ہوں، ان میں حقوق الہی کا تدارک تو یہ ہے کہ عداوت اور حسرت کرے اور آئندہ ایسا کام نہ کرے اور جو نیکیاں ان جرائم کی ضد ہوں، انہیں عمل میں لائے مثلاً اگر عوام کو ستایا ہو تو ان پر احسان کرے اور مل چھینا ہو تو اپنے طالب مال سے اس کے کفارہ کے لیے خیرات کرے۔ اگر کسی کی نیابت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اس کی تعریف کرے بشرطیکہ مسلمان ہو، وہ اس کے ہمعصر ہوں۔ ان کی اچھی بات کو ظاہر کرے۔ اگر کسی کو قتل کیا ہو تو غلام آزاد کرے، اس میں بھی گویا ایک قسم کا تدارک کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے معدوم ہے اور مالک کے اعتبار سے موجود، پھر آزاد کرنے میں گویا اسے حیات حاصل ہوتی ہے جو خاص اس کے نفس کے لیے ہو۔ اسی لیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاب ہے کہ وہ من و جنہ نیت کے باقتل ہے اور انسان اس سے بڑھ کر اور کوئی ایجاب نہیں کر سکتا۔

کفارہ :- کفارہ اور عفو کے باب میں ہم نے طریق مخالف کا چلنا لکھا ہے۔ شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے، وہ ہے کفارہ قتل نفس میں غلام آزاد کرنا۔ وہ اس وجہ سے ہے کہ ایجاب باقتل ناپا ہے۔ حقوق العباد میں صرف یہی کافی ہے اور یہی موجب نجات نہ ہوگا کہ عداوت و حسرت کر لے یا اس کے باقتل نیکی کر لے بلکہ اس کے لیے حقوق العباد کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ حقوق العباد یا جان سے متعلق ہیں یا مال کے یا عزت سے یا دل سے اور حلقہ بہ دل سے ہماری غرض ایسے محصل ہے۔

حقوق العباد کی تفصیل :- اگر ظلم جان پر ہوا ہے، پس طور کے قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اس کی توبہ یہ ہے کہ خون بے مستحقین کو دے۔ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ داروں سے دلائے۔ جب تک مستحق کو خون بمانہ پہنچے اس وقت تک اس خطا سے بری نہ ہوگا۔

اگر قتل عمد موجب قصاص کا مرتکب ہوا تو اس کی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی۔ کسی کو قتل کا حل معلوم نہ ہو تو قاتل پر واجب ہے کہ مقتول کے ولی سے قتل کا حل بیان کر دے اور اپنی جان اس کے اختیار میں کر دے چاہے وہ منافق کر دے چاہے قتل کرائے اور بغیر اس کے اور کسی طرح بری لقمہ نہ ہوگا۔

مسئلہ :- اس کا چھپا ہوا مرکز درست نہیں اور اس کی صورت ایسی نہیں جیسے زنا اور چوری اور شراب خوردی اور رہنمی یا عہ فعل کے جس پر اللہ تعالیٰ کی صغرت کی ہوئی سزا واجب ہوئی۔ ان صورتوں میں توبہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اپنے نفس کو رسوا کرے اور اپنا پردہ فاش کر دے اور ولی سے سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے، مجھ پر جاری

حکرو بلکہ یہ واجب ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا ہے، ویسے رہنے دے اور اپنے نفس پر ان اعمال کی سزا قائم کرے کہ قسم و قسم کے جہالت اور ریاضت نفس کے لیے تجویز کرے، ان لیے کہ محض حقوق خداوندی کا غور توبہ اور عبادت سے ہو سکتا ہے۔ اگر ان صورتوں میں بھی حاکم تک نوبت پہنچا دے گا اور اپنے لوہر حد جاری کر دے گا تب بھی توبہ صحیح طور اپنے موقع محل پر ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوگی۔

قصہ مافخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- حضرت مافخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے اپنے نفس پر بڑا قلم کیا ہے، مجھ سے زنا ہو گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس قصور سے پاک کر دیں۔ آپ نے ان کا کتا قول نہ فرمایا۔ دوسرے دن پھر انہی اسی طرح عرض کیا، اس دن بھی آپ نے بل دیا۔ جب تیسرے دن پھر عرض کیا تو آپ نے ان کے لیے گڑھا کھدوا کر سنگسار کرا دیا۔

فائدہ:- حضرت مافخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دو قریب ہو گئے۔ ایک فریق کتا تھا کہ ان کی موت ایسے محل میں ہوگی کہ گناہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ دوسرے فریق کا قول تھا کہ اس کی توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فریق دوم کی تصدیق فرمائی کہ ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام امت میں اس کی توبہ تقسیم کی جائے تو تقسیم ہو سکتی ہے۔

قصہ بی بی عاتکہ رضی اللہ عنہا:- بی بی عاتکہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مجھ سے زنا صادر ہوا، آپ مجھے پاک کریں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ دوسرے دن اس نے پھر عرض کیا کہ آپ مجھے کیوں پاک نہیں فرماتے؟ کیا مجھے آپ مافخر کی طرح سمجھتے ہیں؟ مجھے زنا کا حمل بھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک بچہ نہ ہوگا اس وقت تک حد جاری نہ ہوگی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا، اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور عرض کیا کہ بچہ پیدا ہو چکا۔ آپ نے فرمایا، اسے دودھ پلا۔ جب بچہ دودھ پھوڑ دے گا تب دیکھا جائے گا۔ جب اس کے بچے نے دودھ پھوڑا تو وہ عورت بچے کو لائی، اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا دودھ چھڑایا گیا ہے اور یہ تھا کھانے کا ہے۔ آپ نے اس لڑکے کو ایک صلیبی کے حوالہ کر دیا اور عاتکہ رضی اللہ عنہا کے لیے سینے تک گڑھا کھدوایا اور صحابہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت خالد بن ولید نے جو ایک حجر اس کے سر میں مارا تو خون گئی جبہ تنہا ان کے چہرے پر پڑی۔ انہوں نے اسے کھلی دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گلی من کر فرمایا کہ اسے خالد گلی نہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس بی بی نے ایسی توبہ کی ہے کہ ایسی توبہ صاحب کس کرے تو بھی مغفرت ہو جائے۔ پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر دفن کی گئی۔

فائدہ:- کس میں تہان کو کہتے ہیں جو عشرینے والا حرام سے لیتا ہے۔ جیسے آج پولیس اور بد معاش لوگ مختلف طریقوں سے لوٹ مار کر رہے ہیں۔ کبھی اسے بہتہ کہتے ہیں، کبھی کچھ (لوٹا قفرلہ) حدیث شریف میں ہے کس



لینے والا جنتی نہ ہوگا۔ اس حدیث میں فرمایا کہ اگر کس کو بلا بھی ایسی توبہ کر لے تو قتل و غل و جنت نہیں مگر اس کی بھی مغفرت ہو جائے۔ فقط۔ حقوق الہی کی توبہ بغیر معاف کرائے بندوں کے بھی ہو سکتی ہے مگر قصاص اور حد و نذاف میں مستحق کو اپنے لوہے پر اختیار دے دینا ضروری ہے۔

مسئلہ :- مل کا محل یہ ہے کہ اگر کسی کا مل غصب یا خیانت یا معاملے میں نہیں کرنے سے لے لیا ہو مثلاً کسی کو دھوکا دیا یا اپنی چیز کا محب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھانا دام چلا دیا ہو یا مزدور کی مزدوری کم دی ہو تو ایسی قسم کی سب باتوں کی تلاش واجب ہے اور ان میں کچھ قید حد بلوغ نہیں اس کا علیحدہ کرنا واجب ہے بشرطیکہ اس کے دل نے اس میں کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نہ کرے گا تو ظالم ٹھہرے گا اور اس کا مواخذہ اس کی گردن پر رہے گا۔ حقوق ملی میں لڑکا اور جوان اسی لیے شروع پیدائش سے توبہ کے دن تک ذرہ ذرہ کا حسب کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا حساب قیامت میں ہو تو مواخذہ میں پھنس جائے اس لیے کہ جو بندہ اپنے نفس کا حسب دنیا میں نہیں کرتا۔ اس کا حسب قیامت میں بہت طویل ہوتا ہے۔ جب اس طرح حسب کرنے سے گنن غالب اور قدر طاقت کے مطابق معلوم ہو جائے کہ میرے ذمے لوگوں کا اتنا مل ہے تو چاہیے کہ وہ مل جس جس کا ہو تمام اسلئے ترتیب وار لکھے پھر شہروں اور علاقوں میں جا کر ایک ایک کی تلاش کرے۔ ان سے معاف کرائے جس کا بتا ہو اس کے حوالے کرے۔ یہ توبہ ظالموں اور ناجوروں پر مشکل ہے اس لیے کہ ان سے تمام اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہیں ہو سکتا نہ ان کے وارثوں کی تلاش کر سکتے ہیں لیکن ان پر بھی واجب ہے کہ حتی الامکان سعی کریں۔

اگر اس سے عاجز ہو تو اس کا اور کوئی علاج نہیں بجز اس کے کہ نیکیاں اتنی کثرت سے کرے کہ قیامت کے دن مقدار کا حق ادا ہو سکے اور اس کے نامہ اعمال میں سے حق داروں کے کھاتے میں رکھ لیے جائیں گے تو ضروری ہوا کہ جتنے حقوق لوگوں کے اس کے ذمے ہوں انہیں کے موافق نیکیاں بھی ہوں ورنہ اگر نیکیاں حقوق کو ادا نہ کریں گی تو حق داروں کے کھاتے اس کے ذمہ کر دیے جائیں گے اور دوسروں کے گناہوں کے بدلے مارے جائے گا۔

طریقہ توبہ :- جو حق داروں کے حقوق ادا کرنا چاہے اس کی توبہ کا طریقہ ہم آگے چل کر عرض کرتے ہیں لیکن اس سے سوچ لے کہ تمام عمر نیکیوں میں گزارے بشرطیکہ بقیہ عمر اتنی ہو کہ بقیہ نیکیوں کے حقوق کھاتے میں گزاری مگر چونکہ عمر کا محل معلوم نہیں شاید موت تک کا زمانہ بہ نسبت ایام ظلم کے قلیل ہو اس لیے ضروری ہوا کہ جس قدر برائیوں کے لیے مستعد تھا اس سے زیادہ نیکیوں کے لیے مستعد رہے کیونکہ گناہوں کے لیے وقت بہت کم اور نیکیوں کے لیے معلوم نہیں شاید تھوڑی سی وقت ہو اور جو مل کہ اپنے پاس موجود ہے اور اس کا مالک بھی معلوم ہو تو اس کے حوالے کر دینا چاہیے اور جس کا مالک معلوم نہ ہو تو اس کو خیرات کر دینا چاہیے۔ (ایسی طریقہ توبہ ہے) چنانچہ اس کی تفصیل باب محال و حرام میں مکرر ملے گی۔

دل آزاری کا تدارک :- یعنی لوگوں کے سامنے ایسی باتیں کہ جن سے دل آزاری ہو یا قیبت کہے تو اس کا

تدارک یہ ہے کہ جس پر زبان درازی کی یا دل دکھایا تو ہر ایک کو تلاش کر کے معاف کرائے۔ اگر کوئی مر گیا ہو یا حقوق الخیر ہو تو اس کا تدارک نہیں سوائے اس کے کہ نیکیاں بہت زیادہ کرے تاکہ قیامت میں بدلے کے طور نیکیاں دے سکے اور جو صلے اور بخوشی و رضا معاف کر دے تو اس کا کفارہ ہو جائے گا مگر اس پر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہو یا جو کچھ زبان سے کہا ہو وہ بیان کر دے۔ مبہم معافی کافی نہ ہوگی کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اس کا دل معاف کرنے کو نہیں چاہتا اور قیامت پر پھوڑا ہے کہ اس دن اس کی نیکیاں بدلے میں لوں گا میرے قصور اس کے ذمے ہو جائیں گے۔

مسئلہ :- اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کے بیان کرنے سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسی عورت یا لڑکی سے زنا کیا ہو یا زبان سے ایسا عیب لگایا ہو جو اس کے حصہ غیب میں سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتوں کو اگر اس کے سامنے بیان کرے گا تو اس کو بہت بڑی تکلیف ہوگی۔ ایسی صورت میں معافی کا راستہ مسدود ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مبہم معاف کرائے پھر جو کسی رہ جائے گی اسے نیکیوں سے پورا کرے جیسے مردہ اور مفقود الخیر کے لیے بیان ہوا لیکن اس کا ذکر کرنا ایک اور گناہ ہے۔ اسے بھی معاف کرنا واجب ہے۔ جس کا قصور کیا ہے اس کے سامنے قصور کا ذکر کیا اور معاف کرانے پر وہ راضی نہ ہوا تو اس کا بدلہ مجرم کے ذمے ہے اس لیے کہ دوسرے کا حق ابھی باقی ہے۔ اس صورت میں مجرم کو چاہیے کہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور اس کے کار خدمت اور ضروریات میں کام آئے اور اس کے ساتھ اپنی محبت اور شفقت ظاہر کرے جس سے اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ انسان بندہ احسان ہے۔

فقہاء :- یہ اصول ہے کہ اگر کوئی کسی سے ناراض ہو تو وہ احسان اور احسن سلوک سے راضی ہو جاتا ہے کیونکہ جب اس کا دل مجرم کی طرف سے نرمی اور محبت سے دیکھے گا تو معاف کرنے کے لیے راضی ہو جائے گا۔ اگر اس پر بھی معاف نہ کرے تو اصرار کرے تو مجرم کی نرمی اور معذرت منہلہ ان نیکیوں کے ہوگی جن سے قیامت میں قصور کا بدلہ ہو سکے مگر اہل حق کی خوشی اور رضامندی اور دلجوئی اور نرمی میں اتنی کوشش کرے کہ جتنا اس کی دل آزاری میں کی تھی تاکہ قیامت میں بدلے کے وقت برابر یا زیادہ ہو جائے۔

مثال :- اگر دنیا میں کوئی کسی کا مل ضائع کر دے پھر وہ اتنا مل ڈاکر مالک کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مل معاف کرے تو حاکم اس مل کے لیے مالک کی اجازت کا حکم صادر کر دے گا۔ مالک کی مرضی ہو یا نہ ہو اسی طرح قیامت میں جب احکم الحاکمین کا حکم جاری ہو گا تو وہیں بھی ایسا ہی حکم ہو گا۔

حدیث شریف :- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی آیتوں میں ایک مفسد تھا جس نے نبیؐ (99) قتل کیے۔ وہ تو پہلے ایک راہب کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے نبیؐ قتل کر ڈالے ہیں۔ میری توبہ بھی قبول ہوگی راہب نے کہا نہیں۔ اس نے راہب کو مار

۱۔ اس سے سو (100) قتل پورے کیے۔ پھر پوچھا کہ اس سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے تلاوا کا تلاں عالم ہے۔ وہ اس کے پاس آگیا اور کہا کہ میں نے سو (100) آدمی قتل کیے ہیں، میری توبہ قبول ہوگی یا نہ۔ اس عالم نے فرمایا کہ توبہ قبول ہونے کے لیے کون سی شے بالغ ہے۔ جب توبہ کرے گا قبول ہوگی لیکن علاقہ میں جاوے بغیر لوگ اللہ کی عیادت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عیادت کرنا اور اپنے وطن میں واپس نہ آنا کہ علاقہ اچھا نہیں۔ وہ شخص جب نصف راہ طے کر چکا تو اسے موت نے آگیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص تائب ہو کر اللہ سے متوجہ ہو کر آیا ہے، اس کی روح کے مستحق ہم ہیں اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا، اس لیے اس کی روح کے مستحق ہم ہیں۔ اسی دوران ایک فرشتہ بصورت بشر پہنچا تو دونوں نے اپنے معاملے کا مانگ مانگا۔ اس نے کہا کہ دونوں زمینوں کا فاصلہ معلوم کرنا چاہیے، جس طرف کا فاصلہ کم ہو، اسے اسی طرف شمار کرنا چاہیے۔ جب فاصلہ دیکھا گیا تو جس زمین کو جانا منظور تھا، اس کا فاصلہ کم ٹھہرا۔ اسی وجہ سے رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح لے لی۔

فائدہ :- دوسری روایت میں ہے کہ اگر مقتول تک ایک ہاشت کم نکلا تو وہ اسی نیکیوں میں شمار ہوا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو درد ہوئے کلور دوسری کو قریب ہو جانے کا حکم کیا۔ پھر فرشتوں کو حکم فرمایا کہ دونوں کا فاصلہ دیکھ لو تو جس زمین کو درد جا رہا تھا، وہ ایک ہاشت کم فاصلے پر تھی، اس لیے معاف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہات کی صورت اسی میں ہے کہ حسانت کا پلہ ہماری رہے، اگرچہ درد برابر ہو، اسی وجہ سے تائب کے لیے کثرت سے نیکیاں ضروری ہیں۔ یہ واقعہ زندہ گزشتہ سے متعلق تھا۔ اب زندہ آئندہ کے متعلق تھے۔ وہ یہ کہ تائب کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمدہ معاملہ کرے کہ ان گناہوں کی طرف رجوع نہ کروں گا اور نہ ان جیسے گناہوں کا مرتکب ہوں گے۔

مثال :- بیمار اپنے مرض میں یہ سمجھے کہ غلام میرا مجھے قتل کرنا ہے تو دل میں عمدہ کرے کہ جب تک بیماری سے تندرست نہ ہوگا، وہ زندہ نہ کھائے گا۔ یہ ارادہ اس وقت تو پختہ ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ کسی وقت اس پر طلبہ شوت ہو جائے مگر تائب تائب پختہ نکلائے گا جب توبہ کے وقت پختہ اولہ کرے۔

تائب کو یہ بات ابتدا میں پوری تب ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور کم فریاد اور غذا حلال اختیار کرے گا۔ پھر اگر اس کے پاس مل موڈائی حلال موجود ہے یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہے جس سے بربر لوقت کے موافق حاصل کر لیتا ہے تو اسے ہی پر اتقا کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ حرام کھانا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اگر حرام خوری پر اصرار کرتا رہے گا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غذا اور لباس میں سے اپنی من بھائی چیزیں نہیں چھوڑ سکتا، اس سے مل حلال پر کفایت نہیں ہو سکتی اور نہ مل شہید اس سے بھوت سکتا ہے۔

بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص خواہشات نفسانی کے ترک کرنے میں سچا ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے سات

دفعہ اپنے نفس پر جلوہ گے تو پھر وہ اس میں جتانہ ہوگا۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص گنہگار ہے تو یہ کر کے  
سات برس تک پکارے تو پھر بھی اس سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔

**قلندر :-** تائب کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ بے علم ہے تو جو زندہ آئندہ میں ہمت واجب ہے یا حرام ہے اسے  
سبک لے تاکہ سیدھے راست پر چل سکے۔ اگر کوشش اپنی اختیار کرے گا تو استقامت کامل نصیب نہ ہوگی۔ صرف اتنا  
ہوگا کہ بعض گناہوں سے توبہ کر لے گا مثلاً شراب اور زنا اور غضب سے لیکن یہ مطلق توبہ نہیں بلکہ ایسی توبہ کے  
لیے بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے اور درست کا لفظ اس جگہ مجمل ہے اس  
کی تفصیل چاہیے۔

**ذکورہ بالا درستی کی تفصیل :-** ہم فریق اول سے سوال کرتے ہیں کہ توبہ درست نہ ہونے سے اگر تسماری مریو  
یہ ہے کہ آدمی اگر بعض گناہوں کو چھوڑ دے تو اس کے لیے سفید نہیں بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونوں برابر ہیں تو یہ  
تسماری قطعی ہے اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ گناہوں کی کثرت عذاب کی کثرت کا سبب ہے اور ان کی کمی موجب  
کی ہے۔ (یہ گدہ غلطی پر ہے) دوسرا گدہ جو توبہ کو درست بتاتے ہیں ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تسماری مریو یہ  
ہے کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا ایسے قول کا سبب ہے جس سے آدمی نجات اور کھیلی کے درجے کو پہنچ جائے تو  
یہ بھی غلطی ہے کیونکہ نجات اور کھیلی بظاہر تمام گناہوں کے چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے اور خیر اسرار غواہی  
میں ہم کلام نہیں کرتے مگر ظاہر کے اعتبار سے قرین قیاس یہی ہے۔

**قلندر :-** اگر فریق اول یوں کہے کہ ہماری فرض توبہ کی ضرورت یہ ہے کہ توبہ ندامت کا ہم ہے اور مہلت پر انہی میں  
لیے ندامت کرنا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے مثلاً چوری پر چوری ہونے کی وجہ سے ندامت نہیں کرتا بلکہ  
اس وجہ سے کہ معصیت الہی کا سبب ہے۔ جب علت ندامت اللہ کی نافرمانی تسماری تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ چوری پر  
ندامت کرے اور زنا پر نہ کرے کیونکہ دونوں میں اللہ کی نافرمانی موجود ہے تو ندامت جیسے ایک پر چاہیے ایسے ہی  
دوسرے پر چاہیے مثلاً جو شخص اپنے بیٹے کے تموار سے قتل ہو جائے پر غم کرے گا چھری سے قتل ہونے پر بھی  
اس کو لانہ درد ہوگا اس لیے کہ وہ صرف محبت سے جانے کا ہے وہ تموار سے ہو یا چھری سے۔ اسی طرح محبت کو  
اپنے محبوب کی جہائی کا درد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محبت جدا ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی سی نافرمانی ہو اس  
پر درد برابر ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نہ ہو اور ایک پر نہ ہو اس لیے کہ ندامت اسی حالت کا ہم ہے جو اس  
مہم کے بعد متقی ہے کہ نافرمانی سے محبت بظہر سے نکل جاتا ہے تو اب نفس نہیں کہ بعض گناہوں پر تو ندامت ہو  
اور بعض پر نہ ہو اور اگر یہ نفس ہو تو اس کا بھی قائل ہونا پڑے گا کہ اگر کوئی یوں توبہ کر لے کہ لاشکوں میں سے  
ایک شے کی شراب سے توبہ کرنا ہے نہ کہ دوسرے سے لیکن توبہ کی درستی محل ہے۔ اس وجہ سے کہ توفیق دونوں  
لشکوں کی شراب میں ایک ہی ہے اور شے صرف برحق ہیں۔ ان کے جدا ہونے سے ہم جدا نہیں ہو سکتے اسی طرح

چوری، زنا وغیرہ سب گناہ اسبابِ نافرمانی اللہ تعالیٰ کے ہیں اور مخالفتِ امر تمام میں مشترک ہے تو ہم جو توبہ کو نا درست کہتے ہیں اس کا یہ سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تائبوں کے لیے جس مرتبہ کا وعدہ کیا ہے وہ مرتبہ ندامت کے بغیر نہیں ملے گا اور ایک جیسی چیزوں میں سے نہیں ہو سکتا کہ ایک پر ندامت ہو اور ایک پر نہ ہو۔

مثلاً :- توبہ کا حصول ندامت کے بعد ایسے ہے جیسے ایجاب و قبول کے بعد شے کی ملکیت کا حصول۔ جب تک ایجاب و قبول نہیں ہوتا تو معاملہ بھی بدست رہتا ہے یعنی جو شے ملکیت کا اس پر مرتب ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا اسی طرح جب تک ندامت اس طرف سے نہ ہوگی کہ گناہ باعثِ نافرمانی کا سبب ہیں اسے جہت تک اس کا شوق توبہ بھی بدست ہو گا اور گناہوں کا نافرمانی الٹی ہونا تمام معاصی کو شامل ہے۔ کسی کی تخصیص نہیں۔

ندامت و ترک میں فرق :- ترک اور ندامت میں فرق ہے وہ یہ کہ صرف چھوڑ دینے کا شوق یہ ہے کہ جس چیز کو چھوڑ دے گا اس کا عذاب بھی منتقل ہو جائے گا اور ندامت کا شوق یہ ہے کہ وہ پہلے گناہ کا کفارہ ہوتا ہے مثلاً اگر چوری چھوڑ دے گا تو جس چوری کو چھوڑے گا اسی کا عذاب بھی اس کو نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ پہلے جو چوری کی تھی اس کے چھوڑنے سے وہ بھی محو ہو جائے بلکہ اس کے محو ہونے کے لیے ندامت ضروری ہے۔

فائدہ :- سالک پر لازم ہے کہ وہ ایسی تفصیل بیان کرے جس سے مطلب واضح ہو جائے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ (1) صرف گناہ کبیرہ سے۔ (2) صرف صغیرہ سے۔ (3) بعض کبیرہ سے ہو اور بعض سے نہ ہو صورت اول ممکن ہے۔ اس طرح کی توبہ کرنے والا جان لے کہ گناہ کبیرہ اللہ کے نزدیک بڑے ہوتے ہیں اور ان سے اس کا غصہ سخت ہوتا ہے اور صغیرہ پر عاقب جہل ہوتی ہے تو اب ممکن ہے کہ وہ نقص بڑے گناہوں سے توبہ کرے اور ان پر نادم ہو۔

مثلاً :- کوئی بدشاہ کے حرم سے قصور کرے اور اس کے جائزہ کو بھی مثلاً مارے تو اس کو حرم پر ہستائی کا خوف زیادہ ہوگا۔ جائزہ کے مارنے کو حقیر سمجھے گا۔ اسی طرح جتنا بڑا گناہ ہوتا ہے اور جس قدر اللہ تعالیٰ سے دوری کا اعتقاد زیادہ ہوتا ہے۔ اسی قدر ندامت زیادہ ہوتی ہے اور شرع میں ایسا ہونا ممکن ہے۔

اختیار :- دور سابق میں تائب بہت زیادہ گزرے ہیں حالانکہ کوئی بھی ان میں معصوم نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے لیے عصمت ضروری نہیں۔

کوئی طیب بیمار کو شد سے زیادہ ڈرائے اور شکر سے کم اور اسی طرح شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ بعض دفعہ ضرر نہیں کرتی بیمار طیب کے کہنے سے شد سے توبہ کرے گا مگر شکر سے نہیں۔ اگر شکر کے خلبہ میں دونوں کو کھالے گا تو ندامت شد کھالے پر کرے گا۔

صورت دوم یہ ہے کہ بعض کبائر سے توبہ کرے اور بعض سے نہ کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کیونکہ بعض

لوگوں کے اعتقاد میں یہ بات ہوتی ہے کہ بعض کبیرہ بہ نسبت بعض کے شدید اور سخت ہیں مثلاً کوئی شخص قتل اور غارت اور ظلم اور لوگوں کے حق دبانے سے توبہ کر لے۔ اس خیال سے کہ حقوق العباد ہرگز معاف نہ ہوں گے اور حقوق اللہ معاف ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جیسے کبیرہ اور صلیبوں میں فرق تھا اور اس لحاظ سے صورت اول ممکن ہوئی تھی۔ ویسے ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے شدت میں کم و بیش ہیں اور ان میں خود بھی تفاوت متعین ہے اور مرتکب کے اعتقاد کی رو سے بھی تفاوت ممکن اور اسی لحاظ سے انسان بھی ایسے گناہوں سے بھی توبہ کر لیتا ہے جن کا تعلق بندوں سے نہ ہو مثلاً شراب پینے سے تائب ہوتا ہے، زنا سے نہیں ہوتا کچھ ننگہ اس کو اس بات کا اعتقاد ہوتا ہے کہ شراب تمام برائیوں کی سببی ہے اور اگر اس کے پینے سے عقل لغزش کٹا جائے گی تو بلا منت سب گناہوں کا مرتکب ہو جائے گا تو جس قدر شراب خوری کی برائی اس کے ذہن میں ہوگی، اسی قدر اس کو خوف پیدا ہو گا جس کے بعد نہ پینے اور گزشتہ پر ندامت کر لے۔

صورت سوئم وہ یہ کہ ایک صغیر یا چند مغائر سے توبہ کر لے مگر کبیرہ پر بلا جو د جانے کے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے، اصرار کیے جانے مثلاً کوئی شخص نصیبت سے یا غیر محرم کی طرف دیکھنے سے یا اور کسی ایسے ہی گناہ سے توبہ کرے مگر شراب خوری پر اصرار کرے تو یہ صورت بھی ممکن ہے اور اس کے امکان کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا گناہ ایسا نہیں جو اپنے گناہوں سے نہ ڈرتا ہو اور اپنے فعل پر ندامت نہ کرنا ہو۔ کسی کو ندامت تھوڑی ہوتی ہے، کسی کو زیادہ لیکن جس قدر گناہ میں اس کو لذت ہوتی ہے، اسی قدر خوف کی وجہ سے دل میں توبہ نہیں ہوتا بلکہ لذت غالب ہوتی ہے اور خوف کم اور خوف کے کثور ہونے کی وجہ جہالت یا غفلت یا غور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبہ شہوت اسباب سے لذت قوی رہتی ہے۔ اسی لیے اگرچہ اس سے ندامت ہوتی ہے مگر اتنی نہیں کہ اس سے انسان اپنے عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی سے بچ جائے اور بمقابلہ خوف شہوت کثور ہو جائے تو خوف غالب ہو کہ شہوت کو مٹا دے گا۔ اس کا انجام یہ ہو گا کہ انسان چھوڑ دے گا۔

فائدہ :- کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اس سے مبرا نہیں کر سکتا مگر نصیبت اور عیب جوئی اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش اتنی نہیں ہوتی اور خوف الہی اس درجہ کا دکھتا ہے کہ رغبت ضعیف کا مٹانا اس سے ہو سکتا ہے لیکن قوی کا نہیں ہو سکتا تو اس خوف کی وجہ سے ایسے افعال کے ترک کا عزم کر لیتا ہے جن کی رغبت کم ہوتی ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض گناہوں میں غلبہ شہوت کی وجہ سے مجھ پر غالب ہو گیا تو مجھے نہیں چاہیے کہ میں اسی کے قبضہ میں ہوں اور اس کے سامنے ہتھیار ڈال دوں بلکہ بعض گناہوں میں تو اس کا مقابلہ کر کے اس پر غالب آ جاؤں گا کہ شاید بعض گناہوں کا کفارہ ہو۔

اگر فاسق کو یہ خیال نہ ہو تو وہ نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا اسے سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر اسے یہ کہا جائے کہ توبہ نماز پڑھتا ہے، اگر غیر اللہ کے لیے ہے تو ناجائز ہے اور اللہ کے لیے ہے تو نیک کو بھی اللہ کے لیے چھوڑ دے کیونکہ اللہ کا حکم دونوں چیزوں کا ایک جیسا ہے، پھر نماز تقریب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فحش سے کرنا غیر ممکن ہے تو اس

کا جواب وہ یہ دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دو حکم فرمائے اور میں اگر دونوں کو نہ مانوں تو وہ عذاب مجھ پر ہوں لیکن ایک کی بجا آوری میں تو میں شیطان کے دبانے کی قدرت رکھتا ہوں اور دوسرے کی بجا آوری میں عاجز ہوں تو جس پر میں قادر ہوں اس سے شیطان کو مغلوب کرتا ہوں اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہدے کو اس تقصیر کا کفارہ کرے جس میں میں عاجز ہوں۔

فائدہ :- اس کے امکان میں کوئی شک نہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہے کہ نہ کہ کونسا مسلمان ہے جو جامع طاعت و معصیت کا نہ ہو اس کی وجہ سوائے تقرر مذکورہ بالا کے اور کوئی نہیں۔ یہ بات جب یہ سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہوں میں ممکن ہے اور یہ کہ خوف اگر فعل گزشتہ سے ہو گا تو موجب ندامت ہو گا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے التدم نوبة "ندامت توبہ ہے۔" اس میں یہ شرط نہیں کہ سب گناہوں پر ندامت ہو۔ حدیث میں ہے النائب من الغلب كمن لا ذنب له ترجمہ "توبہ کرنے والا گناہوں سے ایسے ہے کہ گویا جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔" [الحج]

فائدہ :- اس میں تمام گناہوں میں تائب نہیں فرمایا۔ اس حقیق سے وہ قول مذکورہ بالا جانا رہا کہ دو ملکوں میں سے ایک شے کی شراب سے توبہ کتنی غیر ممکن ہے۔ اس وجہ سے کہ ان دونوں کا اصل شہوت اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتاری برابر ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شراب خوری سے توبہ کرے اور نیچے سے توبہ نہ کرے اس لیے کہ غضب الہی کے اعتبار سے ان دونوں میں فرق ہے۔ اسی طرح بہت گناہوں سے توبہ کرے اور تھوڑے سے توبہ نہ کرے اس لیے کہ کثرت گناہوں کو کثرت عفو میں تاثیر ہوتی ہے تو خوف زیادتی عفو سے خوف سے بعض شہوت میں اللہ کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور جس خواہش میں اس خوف کا کچھ اثر نہیں ہوتا اسے نہیں چھوڑتا۔

مثلاً :- کسی بیمار کو طبیب کسی میوے کی ممانعت کر دے تو وہ کم کھانے پر توجہ دیتا ہے لیکن زیادہ پر جرات نہیں کرتا۔ یہ طبیب کے کہنے کی وجہ سے ہے۔ ویسے میوہ خور کا سنا کھانا مضر نہیں، اسی لیے بیمار اسے نہیں چھوڑتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ بات غیر ممکن ہے کہ کوئی ایک چیز سے توبہ کر لے اور اسی جیسی دوسری سے توبہ نہ کرے بلکہ ضروری ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ اس کے مخالف بھی ہو کہ جس سے توبہ نہیں کی خواہ مخالفت یا اعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبہ شہوت کے۔

جب یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد میں موجود ہو جاتا ہے تو اس کے مطابق اس کا حال بھی خوف اور ندامت میں مختلف ہوتا ہے اور اس سے ترک کے لیے آئندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہے۔ بس توبہ کرنے والا اگر گناہ گزشتہ پر تادم ہو اور عزم ترک کو بھالے تو ان لوگوں میں شمار ہو گا جنہوں نے گناہ نہ کیا ہو، اگرچہ اس نے طاعت

اہی نہ کی۔

سوال :- اگر کوئی نامردی کے باوجود زنا کر لے اور حالت نامردی میں اس سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ درست ہوگی یا نہ؟

جواب :- نہ اس لیے کہ توبہ اس ندامت کا نام ہے جس سے عزم ترک ایسے افعال کا عزم ہو جن کے کرنے پر قدرت ہو اور جن پر قدرت کسی نہیں وہ تو خود بخود چلے گئے اس کے چھوڑنے سے نہیں گئے۔

اگر بعد نامردی کے اسے زنا کے ضرر کی واقفیت ہو۔ اس وجہ سے ایسی حسرت و ندامت جو ش زنا ہوئی کہ اگر بالفرض اسے شہوت بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہو جاتی تو ایسی صورت میں توقع ہے کہ اس کا تصور محاف ہو کہ یہ ندامت اس کا کفارہ ہو جائے کیونکہ اس میں خلاف نہیں کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کر لیتا اور توبہ کے بعد مرجأتا تو تائبوں سے ہوتا۔ اگرچہ اس پر کوئی ایسی حالت طاری نہیں ہوئی جس میں یہی شہوت ہوتا اور قطعاً شہوت کے سہلان میسر ہوتے مگر اس کو تائب اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی ندامت ایسے درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کی وجہ سے زنا نہ ہی ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نامردی کے حق میں ندامت کا اس درجے کو پہنچانا محال تو نہیں مگر یہ کہ اسے اپنے نفس کا محال معلوم نہیں کیونکہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا وہ اپنے نفس کو ادنیٰ خوف سے اس کے ترک پر قادر فرض کر لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کا حال فوراً مقدار ندامت کو خوب جانتا ہے۔ شاید اس کی توبہ قبول کرے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبول فرماتے۔

اس سبب کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔ (1) سوزش ندامت۔ (2) ترک معصیت۔ اس کے لیے آنکھ کے مجلبے کی شدت اور بصورت نامردی زوال شہوت کی وجہ سے مجلبہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر ندامت ہی اتنی قوی ہو کہ بغیر مجلبے کے گناہ کی ظلمت دور کر دے تو محال نہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو قائل ہونا پڑے گا کہ تائب کی توبہ اس وقت قبول ہوتی ہے۔ جب بعد توبہ کے ایک عرصہ زعمہ رہے اور اس میں چند بار اس تصور کی تمنا میں اپنے نفس پر مجلبہ کر لے مگر ظاہر شرع سے ہرگز یہ شرط منسوم نہیں ہوتی۔ اگر دو تائب فرض کیے جائیں جن میں سے ایک کو گناہ کی طرف میلان نہیں اور دوسرے کو ہے مگر وہ نفس پر غلبہ پا کر اسے روکتا ہے تو ان کے ایک دوسرے کی فضیلت میں علماء کا اختلاف ہے۔ احمد بن ابی الحواری علیہ الرحمۃ اور ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ مجلبہ کو افضل بتلاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اسے توبہ کے ساتھ مجلبہ کا نفس بھی نصیب ہوا۔ دوسرے علماء بمرہ پہلے نفس کو افضل بتلاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ اگر توبہ میں سستی بھی کرے تو وہ سلامتی کی طرف کو قریب ہے۔ بہ نسبت مجلبہ کے کہ اس دوسرے کو مجلبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان دونوں معرات کے قول میں بظاہر اختلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔



قیصلہ امام غزالی :- وہ شخص کہ جس کا گناہوں کی طرف میلان نہیں رہا، اس کی وہ صورتیں ہیں۔ خود شہوت کے تصور سے میلان نہ ہو۔ ایسے شخص سے مجاہد نفس افضل ہے کیونکہ گناہ کو مجاہد سے ہموڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص بڑا زبردست ہے کہ اس کا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا یقین بھی قوی ہوگا اور دین بھی۔ دین کے قوی ہونے سے ہماری مراد ارادہ کا قوی ہونا ہے جو یقین کے اشارے سے پیدا ہوتا ہے اور اس شہوت کی صحیح کنی کرتا ہے جو شیاطین کے اشارے سے پیدا ہوتی ہے۔ مجاہد سے دین و یقین کی قوت یقیناً معلوم ہوتی ہے۔ پس خواہش سے مٹا ہوا سلامتی کی طرف زیادہ قریب ہے اس لیے کہ اگر توبہ میں سستی کرے تو گناہ نہ کرے گا تو یہ درست ہے مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا اس مقام میں صحیح نہیں بلکہ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کلمے کے موڑے غمراہ افضل ہے۔ اس لیے کہ نامرد شہوت کے خطرہ سے بے خوف ہے ایسے ہی کہا جائے کہ نابالغ بالغ سے افضل ہے۔ اس لیے کہ وہ سلامتی میں ہے۔ ایسے ہی مفلس اس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنوں کی بڑ کاٹتا ہے۔ اس لیے کہ مفلس کا کوئی دشمن ہی نہیں اور بادشاہ کو یہ خطرہ موجود کہ اگر وہ چند بار غالب ہوگا تو ایک دن مغلوب بھی ہوگا۔ اسی طرح کی باتیں ایسے لوگ کیا کرتے ہیں جو سیدھے سارے ہیں اور صرف ظاہر پر نظر رکھتے ہوں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ عزت اور برتری خطرہ کے مقابلت میں کدو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ جیسے خواجہ حکیم الدین سیرانی لکھی تھی کہ :-

سلوہ نظروں کی مثل :- سلوہ طبع لوگوں کا قول ایسا ہے جیسے کوئی کلمے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہ ہو وہ فن شکار میں اس سے افضل ہے جس کے پاس یہ دونوں ہوں اس لیے کہ گھوڑے اور کتے والے کو یہ خطرہ ہے کہ گھوڑا شرارت کر کے کہیں مگر اگر ہاتھ پاؤں توڑوے گا اور کتا شرارت کر کے شاید کلت کھائے۔ علاوہ یہ بات غلط ہے صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جب زبردست ہوگا اور ان دونوں کو قابو میں رکھنا جانتا ہوگا۔ وہ مرتبے میں دوسرے سے اعلیٰ ہوگا اور یہ شکار بھی خوب کرے گا۔

میلان گناہوں کا نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس کا یقین قوی ہو گیا ہوگا۔ اس نے مجاہدہ کر کے شہوت کو دبا دیا ہوگا۔ یہاں تک کہ شریعت کے اوپ کی تابع ہو گئی ہوگی کہ بغیر احکام دین کے فساد میں نہیں آتی ہوگی اور طلب دین کی وجہ سے ساکن ہو گئی ہو تو ایسا شخص اس سے اچھا ہے جسے فساد شہوت کا رنج اٹھانا پڑتا ہے۔

ازالہ وہم :- وہ جو کہتے ہیں کہ دوسرے شخص کو مجاہدے کی وجہ سے نصیحت ہے انہیں متعدد مجاہدہ کی خبر نہیں ورنہ ایسا نہ کہتے۔ اصل وجہ ہے کہ مجاہدہ خود ذاتی طور تو مقصود نہیں بلکہ اس سے مقصود دشمن نفس کو اپنے سے علیحدہ کرنا متکبر ہے کہ وہ اپنی شہوت کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے۔ اگر وہ کھینچ نہ سکے گا تو دین کی راہ پر چلنے سے ضرور روکے گا۔ اگر دشمن دب گیا اور مقصود حاصل ہو گیا تو جیت ہے۔ اگر اس سے لڑائی بھڑکا جائے تو فتح نہیں ہوگی۔

مثلاً :- اگر ایک شخص دشمن کو بچو کر غلام بنا لے اور دوسرا بھی اپنے دشمن سے لڑتا ہے اور طریق نجات نہیں جانتا تو ظاہر ہے کہ پہلا شخص نہایت اعلیٰ ہوگا، اسی طرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا قابو میں لائے کہ دونوں اپنی اپنی حرکات و سوانح چھوڑ کر اس کے تابع ہو جائیں اور دوسرا شخص ان کی توبیہ و تعلیم میں ابھی مشغول ہو تو مرتبے میں پہلا افضل ہے۔

غلطی کا اظہار :- اس بارے میں بعض لوگوں نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اصل مقصود صرف مجاہدہ ہے اور یہ نہ سمجھا کہ مجاہدہ صرف اس لیے ہے کہ راہ سلوک کی موافقت نجات حاصل ہو جائے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوت کی ایسی بیخ کنی ہو کہ اسے بالکل مٹو کر دیا جائے اور اسی گمان پر انہوں نے اپنے نفس کا امتحان لیا اور جب یہ بات مشکل ہوئی تو قائل ہوئے کہ یہ امر عمل ہے اور شریعت کو غلط کہا (معاذ اللہ) گمراہ ہو کر لاپتہ کا راستہ اختیار کیا اور شہوت کی ابتلا میں زندگی بسر کی۔ یہ ان کی جہالت اور گمراہی ہے (اس کی تصریح ہم نے احیاء العلوم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس میں لکھی ہے)

سوال :- کوئی تائب اپنے گناہ کو بھول گیا اور نہ اسے یاد آتا ہے اور نہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ دوسرا گناہ کو پیش نظر رکھ کر ہمیشہ اس کی ندامت کی آگ میں جلا رہتا ہے تو ان دونوں میں افضل کون ہے؟

جواب :- اس کے متعلق صوفیہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے گناہ پیش نظر رکھے۔ بعض کہتے ہیں کہ توبہ اس کا نام ہے کہ گناہ کو نسبتاً منہا کر دے۔ یہ دونوں قول ہمارے نزدیک درست ہیں مگر دو حادثوں سے متعلق ہیں۔ بعض صوفیہ کرام کے کلام میں ہمیشہ یہی رہتی ہے 'اس لیے کہ ان میں بعض کی عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا عمل بیان کرتے ہیں۔ دوسروں کے عمل سے ان کو غرض نہیں ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہیں اور علمی اختیار سے یہ بات بعض صوفیہ کا نقص ہے کیونکہ اشیاء کی اصلا حقیقت کو جانتا افضل و اعلیٰ ہے لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نگاہ سے ان کے قول کو دیکھا جائے تو کمال ہے۔ اس لیے کہ جب سالک اپنے نفس کو دیکھتا رہے گا تو اسے کسی دوسرے کے عمل سے غرض نہ ہوگی کیونکہ طریق لای اللہ نفس کو حق میں اس کا اپنا نفس ہے اور منازل سلوک نفس کے حالات ہیں تو اس نظر سے دوسرے کے حالات جاننے کی کوئی ضرورت نہیں اور کبھی سالک کا راستہ اللہ کی طرف تعلیم معلوم سے ہوتا ہے 'اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ ہمت ہیں۔ بعض نزدیک ہیں 'بعض دور اور اصل ہدایت میں تمام شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے۔

فائدہ :- گناہ کو سامنے رکھ کر اس پر درود و دعوت کرنا مبتدی سالک کے حق میں کمال ہے 'اس لیے کہ اگر مبتدی سالک گناہ کو بھول جائے تو اسے کوئی درود اور غم نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اس کا ارادہ بھی قوی نہ ہوگا اور شوق زیادہ نہ

اٹھے گا اور اگر گنہگار یاد رکھے گا تو اس کا خوف دائیہ اسباب کا مقتضی ہو گا کہ پھر پہلے کی طرح نہ کرے۔ بہر حال مبتدی سالک کا گنہگار یاد رکھنا غفل کی نسبت مکمل اور سالک طریق کے لیے نقصان اس لیے کہ یاد رکھنا بھی سلوک کے لیے مانع راہ چلنے کا ہے۔ سالک طریق کو سلوک طے کرنے کے بغیر کوئی اور کی طرف دھیان نہ کرنا چاہیے۔

فائدہ :- اگر سالک کی نگاہ میں منزل تک پہنچنے کے آثار معلوم ہوں اور انوار معرفت نور غیب کی چمک مشکف ہو جائے تو اس میں مستغرق ہو جائے گا اور پھر اس کو یہ گنجائش نہ ہوگی کہ اپنے پہلے حالات پر توجہ کرے یہ دور چمک مکمل ہے مثلاً کسی مسافر کو راستہ میں عمر آئے کہ جس کا پل توڑ ڈالا گیا ہے۔ وہ پار اترنے کے لیے مدت تک حیران پریشان رہے کسی وجہ سے پار اتر کر نہر کے کنارے بیٹھ کر رونا شروع کر دے کہ ہائے افسوس کہ اس کا پل کیوں توڑا گیا تو اس رونے سے اور زیادہ پریشانی ہوگی۔ ہاں اگر پار اترنے کے وقت سفر کا وقت نہ رہے تو پریشانی نہ ہوگی مثلاً رات کا وقت ہو کہ اس میں نہیں چل سکتا یا راستے میں نور ہست نہیں ہوں جن کے پار کرنے میں رات کو خطرہ ہو تو اس وقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھ کر اسی نہر کے پل توڑنے پر توجہ کرے وہ زاری کرے تاکہ پھر وہی حرکت کبھی عمل میں نہ لائے گا تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر اسے ایک ہی غلطی میں اس قدر اچھو ہو گیا ہو جس سے اسے اچھو ہو کہ پھر ایسی حرکت نہ کروں گا تو ایسے شخص کے حق میں راستہ طے کرنا بہتر ہے۔ اس سے جو پل توڑنے کے یاد کر کے دوتا رہے اور وہی چینا رہے۔

فائدہ :- یہ وہی جانتا ہے جو طریق نور مستعد نور عائق نور سلوک کے طور کو جانتا ہو اور ان امور کو ہم نے انبیاء العلوم جلد اول کے باب العظم میں نور جلد ثالث میں اشارتاً بیان کیا ہے بلکہ ہمارے نزدیک تو دوام توجہ کی شرط یہ ہے کہ سالک آخرت کی دولت کو بہت زیادہ سوچا رہے تاکہ رغبت آخرت نور زیادہ ہو لیکن اگر سالک نور جو ان ہو تو ایسی چیزوں میں جن کا نظیر دنیا میں موجود ہو مثلاً حورو قصور میں بہت زیادہ فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی رعبت مجازی (حورو قصور) پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت کی طرف رغبت نہیں رہتی۔ مناسب یہ ہے کہ صرف بجز لذت دیدار الہی کی کیا کرے کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں اسی طرح گنہگار یاد کرنا بھی کبھی شوق کا محرک ہوتا ہے اور سالک مبتدی کو اس سے نقصان ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے گنہگار باہول جانا مبتدی سالک کے حق میں افضل ہے۔ ایمان نہ ہو کہ اس تحقیق کی تصدیق میں ہمیں اس وجہ سے تامل ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے خلاف لونی پر گریہ و زاری کی تھی اس لیے کہ اپنے لکس کو انبیاء کے لکس کے قیاس کرنا بڑی غلطی ہے کیونکہ انبیاء علیہ السلام اپنے اقوال میں کبھی تعلیم امت کے لیے اس درجے کی کسی کرتے ہیں جو ان کی امت کے حال کے لائق ہو۔ اس خیال سے کہ ان کی بعثت صرف امت کی تعلیم اور شلو کے لیے ہے تاکہ ان کے فعل و قول کو امت دیکھ کر مستحق ہو۔

لویا انبیاء کے نقش قدم پر :- بعض مشائخ اپنے مریدوں کو جو ریاضت بتاتے تھے اسے خود بھی ان کے ساتھ کرتے تھے۔ اگرچہ ان کو اس کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ مجاہدہ اور توجہ لکس سے قاصر تھے مگر ان کا یہ فعل اس

وجہ سے تھا کہ مرید کو ریاضت آسان ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے اما انی لا انسى ولكنى انسى لا شرع ترجمہ ”خبردار میں خود نہیں بھولتا بلکہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ لوگوں کے لیے سہل ہو۔ ایک روایت میں ہے انما اسعد لاسن ”میں اس لیے سو کرتا ہوں کہ سنت مقرر کروں۔“

فائدہ :- اس سے توجہ بھی نہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ امت علیہ انبیاء علیہ السلام کے اہلکار میں ایسے ہوتی ہے جسے لڑکا اپنے باپ کے سایہ عاطفت میں ہو یا جیسے موٹی اپنے چچا کی حمایت میں باپ اپنے بیٹے کو جب پونٹا سکھاتا ہے تو جان کر پونٹا رہے تو حنا ہے۔

نمونہ تعلیم نبوی :- حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن میں مدق کا چہرہ اپنے منہ میں رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ”یہی جی جی ملا کہ آپ کی فصاحت میں کسی نہ کسی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوڑے کے پیچکنے کے لیے فرماتے مگر چونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ امام حسن کھنگو نہ سمجھیں گے تو فصاحت کو ترک فرما کر ان کی توحی زبان میں ارشاد فرمایا۔

جو شخص ہماری یا کسی بڑے کی تعلیم کرتا ہے تو ان کے لیے سخی یا اور آواز جاور اور پرندوں جیسی استعمال کرتا ہے تاکہ ان کے سکھانے میں سہولت ہو۔ اس طرح کے حقائق سے غفلت نہیں کرنی چاہیے“ اس لیے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ اس میں عارفین کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں، پھر کم عقلوں کی بت ہی کیلئے (اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور اہلکار سے حسن توفیق رحمت فرمائے۔)

دائمی توبہ کرنے والے حضرات کے اقسام :- انہیں یعنی توبہ کرنے والوں کے توبہ کے بارے میں چار طبقے ہیں۔ گنہگار گنہ سے توبہ کر کے آخر عمر تک اسی پر ڈٹا رہے جو کچھ پہلے قصور کیا تھا، اس کا تذکرہ کر کے اور گناہوں کے دوبارہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے سوائے ان لغزشوں کے کہ جن سے سوائے انبیاء علیہم السلام کے حسب علت کوئی انسان غفل نہیں بلکہ کسی گنہ کا خطرہ تک نہ گزرے، یہی توبہ پر مضبوط رہنا اسی کا نام ہے اور ایسے ہی توبہ کے لیے کہتے ہیں کہ خیرات میں آگے نکل گیا اور اس نے اپنی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل لیا۔ اسی توبہ کو توبہ نصوح کہتے ہیں اور ایسے ہی نفس کو نفس مٹنے کا جانا ہے جو اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے یوں جائے گا کہ یہ اس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث شریف :- سبق المفردون السنہون بذكر الله تعالى وضع الذكر عنهم اوزارهم مور حوا القیامہ خفاغا ترجمہ ”آگے جو گئے مفربینی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں حریص کہ ذکر کرنے ان کے بوجہ اتار رکھے“ اس لیے قیامت میں ہلکا بھلکا پیچھے۔ فائدہ :- اس میں اشارہ ہے کہ ان پر بوجہ تھا مگر ذکر کرنے سے ان کا بوجہ اتار دیا۔

مراتب طبقات المؤمنین :- توبہ کرنے والے بعض ایسے ہیں کہ جس وقت توبہ کی، اس وقت اس کی شہادت سرگت کے قلب میں دب گئیں۔ اب نہ ان کو اس کے نفس سے بھڑا ہے نہ سلوک طریقت کے لیے اس سے

مزاحمت۔ بعض ایسے ہوں گے کہ شہوات کا جھگڑا نفس سے رہے گا مگر وہ مجاہدہ نفس اور شہوات میں تاخیر و دیر کرتا ہے۔

نفس سے نزاع کے درجہات بھی باہتمام کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف انواع کے متعلقات ہیں۔ اسی طرح عمر کی بیشی سے بھی تفاوت ہو جاتا ہے مثلاً بعض ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کرتے ہی مر جاتے ہیں۔ ایسے حضرات کے معاملہ پر رنگ ہوتا ہے کہ سلامت چلے گئے توبہ میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کے بعد مدتوں زندہ رہتے ہیں اور نفس کے مقابلہ پر مجاہدہ پر صبر کرتے ہیں لیکن توبہ نہیں توڑتے بلکہ بہت دیر نیکیاں کھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا حال اعلیٰ اور افضل ہے اس لیے کہ ہر ایک خطا کے سنانے کے لیے ایک نئی ہوتی ہے۔

ناقابل قبول قول :- بعض کا توبہ کے بارے میں یہ قول ہے کہ گناہ جس گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ جب تک عفو نہیں ہوتا۔ اسی وقت تک گناہ گار اس گناہ پر قدرت پاکر اللہ کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑے توبہ قبول نہ ہوگی۔ یہ شرط دروازہ قیاس ہے۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو تو حقیقت یہ ہے کہ اس کی تاثیر بھی بڑی ہوگی پھر بھی کمزور سالک کو چاہیے کہ اس حال پر نہ چلے یعنی شہوات کو بیکار میں لا کر تمام اسباب موجود کرے یہاں تک کہ گناہ کرنے کی خوب قدرت ہو جائے۔ پھر طبع کرے کہ میں اس سے محفوظ رہوں تو ایسا نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ ایسی صورت میں غالب گمان یہی ہے کہ شہوت کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہو جائے گی اور توبہ توڑ کر گناہ میں جلا ہو جائے گا بلکہ ایسے شخص کے حق میں توبہ کا طریق ہوں موزوں ہے کہ معصیت کی ابتداء میں اس سے گریز کرے جس سے گناہ آسان ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شہوت کا راستہ نفس پر بالکل بند ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی جتنا ہو سکے شہوت کے توڑنے میں کوشش کرے تاکہ اس کی توبہ محفوظ رہے۔

تائید کا وہ طبقہ جو اصول طاعت کی بجا آوری اور کل گناہ کبیرہ کے ترک پر استقامت کرے مگر پھر بھی ایسے گناہوں سے خالی نہیں جو اس سے بے قصد و ارادہ صادر ہو جاتے ہیں یعنی اپنے کاروبار میں ان گناہوں میں پھنس جاتا ہے نہ یہ کہ پہلے سے ان کا ارادہ کیا ہو۔ جب کبھی اس سے اس طرح کا گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا اور شرمندہ ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے۔ از مرقہ مصمم ارادہ کرتا ہے کہ اب ان اسباب سے بچتا رہوں گا جو گناہوں میں جلا کر دیں ایسے نفس کو نفس نوائہ کنا چاہیے اس لیے کہ جو اصول مذمومہ سالک پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہیں۔ ان پر ملامت کرتا ہے لیکن اولیٰ و اعلیٰ طبقہ کمال ہے یہاں اس طبقے کے علی مرتبہ ہونے میں بھی شک نہیں۔ اکثر تائیدین کا حال ایسے ہوتا ہے اس لیے کہ برائی انسان کی فطرت میں خیر ہے۔ اس سے جدا ہونا قریب عمل ہے۔ سالک سے اتنا ہو سکتا ہے کہ کوشش کر کے خیر کو بہتر بنائے یہاں تک کہ نئی کا پلڑا بھاری ہو جائے لیکن برائوں کے پلڑا کا ہانک خلی رہنا بھی نعمت مشکل ہے۔ بہر حال ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے

سین بعنبنون کبائر الانام والقوا احسن الا للہم ان ربک واسع المغفرة (انجم 32) ترجمہ گناہگاروں کو ۱۰ ج

بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔

فائدہ :- جو صفیہ کہ سالک سے بے خبری میں سرزد ہو جائے چاہیے کہ وہ لمبے داخل ہو اور وہ معاف ہے اور فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشۃ وظلموا انفسہم ذکر واللہ فاستغفروا والذین یہتدوا آل عمران (135) ترجمہ کنز الایمان : پورہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر قلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں بلو جو لوگوں کے قلم کرنے کے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ وہ اسی وجہ سے کہ ان لوگوں نے بعد کو ندامت کی اور اپنے نفس کو طاعت کی۔

۱۔ لم یروہ قط ہے جو آپ میں مذکور ہے۔ (ایسی مغفرت)

حضرت علی کرم اللہ وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اخبار کہ کل مغفرت نواب ترجمہ "تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو معصیت میں اگر جلا ہوں تو توبہ کریں۔ (نہایتی)

حدیث میں ہے المؤمن کا السبیل یعنی احبانا وسیل احبانا ترجمہ "مومن یابی کی طرح ہے۔ کبھی معصیت سے رجوع کرتا ہے کبھی اس کی طرف ہٹتا ہے۔"

ایماندار کے لیے ضروری ہے کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہو جائے۔ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہیں ٹوٹی اور نہ ایسے قصور والا گناہ پر اصرار کرنے والوں کے حرم ذرہ میں داخل ہیں۔

مثلاً :- درج تاہین ایسے لوگوں کو جو مایوس کرے 'میں کی مثل یوں ہے جیسے کوئی طیب کسی ایسے تدرست کو کہے جو میوے اور گرم غذا کبھی کبھی کھا لیتا ہو لیکن ان پر حکومت نہ کرتا ہو کہ تو ہمیشہ تدرست نہ ہو سکے گا۔ یہ مایوس کرنا اچھا نہیں یا کوئی فقیہ کسی طالب فقہ کو مایوس کر دے کہ تجھے فقہا کا درجہ نہ ملے گا۔ اس وجہ سے کہ تو کبھی کبھی سبق کو دہراتا نہیں اور نہ اسے یاد کرتا ہے۔ یہ اس سے بہت کم اور تھوڑے وقت کے لیے اتفاق ہو جاتا ہے تو ایسے کو مایوس کرنا نہ چاہیے بلکہ اس سے ظاہر ہو گا کہ یہ فقیہ اور طیب خود ناقص ہیں۔ دینی فقیہ اسے کہتے ہیں جو خلق اللہ کو اس وجہ سے کہ ان سے لغزشیں ہوئی ہیں اور گناہ کرتے رہتے ہیں 'درجہ معصیت کو پہنچنے سے مایوس نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کل بنی آدم خطا والی وخیر الخطائین النوابون المستغفرون ترجمہ "تمام انسان خطاکار ہیں اور خطاکاروں میں سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کریں اور بخشش کے خواہی ہوں۔"

حدیث شریف میں ہے المؤمن واہ واقع فغیر ہم من مات علی رفقہ مومن کثور کپڑے پھاڑے والا ہے اور پوند لگائے والا ہے 'ان میں بہتر وہ ہے جو توبہ کی ندامت سے پھر پوند لگاتا ہے اور اسی حالت میں مر گیا۔ ایک روایت میں انبواہن کے بجائے المستغفرون ہے یعنی گناہوں کے سبب اپنے ایمان کو پھاڑتے ہیں اور توبہ اور ندامت سے پھر پوند لگاتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اولئک ہونون اجر ہم مرنہیں بسا صبرو

اویسرون (التقصص 54) ترجمہ کنزالایمان: ان کو ان کا اجر دیا جائے گا بدلہ ان کے مبر کا اور وہ بھلائی۔ اس میں یہ وصف بیان کیا کہ خطا کے بعد نئی کرتے ہیں: 'یہ نہیں فرمایا کہ بالکل خطا نہیں کرتے۔

جگہ 3: توبہ کر کے ایک مدت تک اس پر مضبوط رہے، پھر کسی گناہ کی خواہش اس پر غالب ہو جائے اور قصداً اور اراداًً ارتکاب کرے، اس لمحے کہ وہ اس خواہش کو دھانے سے عاجز ہیں مگر بلوغت اس کے طاعت کی بجا آوری ہمیشہ کرتا رہتا ہے اور گناہوں کا بھی بلوغت قدرت و خواہش کے تارک ہے۔ صرف ایک دو خواہش خواہشوں سے مجبور ہوا کہ کبھی وہ اس پر غالب آجاتی ہیں لیکن یہ چاہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس شہوت کے روکنے پر بھی قادر کر دے تو کیا ہی بستر ہوگا۔ یہ آرزو تو فعل از محضیت ہو اور خطا کے سرزد ہونے کے بعد اس پر یوم ہو اور کہے کہ کیا اچھا ہوا کہ میں یہ کام نہ کرتا اور اب میں پہنچنے سے شس کو اس شہوت سے روکنے کا بلکہ اس خطا سے توبہ کروں گا مگر اس کا قص چلا رہا ہے۔

اس طرح کے شس کو وہ شس سمجھا جائیے جس کا نام مصلوہ ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَأَعْرَضُوا عَنْهُمْ فَلْيَنْصَلُوا عَمَّا هُمَا وَآخِرُ سَبَإٍ (التوبہ 102) ترجمہ کنزالایمان: اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقرر ہونے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا۔

فائدہ: وہ اپنی طاعت پر دلاومت اور اپنے کردار کو برا جانتا ہے، اس سے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے۔ پس وہ توبہ میں تاخیر اور لیت و لعل کرنے کا انہام پر خطر ہے۔ کیا معلوم موت توبہ سے پہلے راجح ہے۔ ویسے جو اللہ تعالیٰ کو منحور ہوگا، ویسے ہوگا یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنے فعل سے اس کا تارک کرے اور اس کے جبر نقصان کے لیے قبول توبہ سے سرگراں فرمائے تو وہ شخص زمرہ منافقین میں شمر ہوگا۔ اگر خدا توفیق بد بختی غالب ہوگی اور شہوت دھانے کی تو خوف ہے کہ کہیں اس پر غارتی کے وقت انہی بد بختی صلیق نہ آجائے۔

امثل: کوئی طالب علم اپنی پڑھائی سے نہ بچے جو ملحق تحصیل ہیں تو اس سے بھی سمجھا جائے گا کہ اس کی قسمت میں علم نہیں اور اگر اس کے لیے سائن تحصیل علم کا ہر طرح سے خاطر خواہ میسر ہے تو یہ امر دلائل کرے گا کہ اہل میں اس کا نام علماء میں لکھا جائے گا۔

آخرت کی معلومت حلت سے اور وہی کا عذاب ہیئت سے ایسے ہی مطلق ہیں جیسے مرض اور صحت غذا اور دوائے مرہب ہیں یا حاصل ہونا نقد کا جس سے دنیا کے مراتب اہل ملتے ہیں تو کمالی کے ترک کرنے اور شس کو ہمیشہ نقد کا بدلہ رکھنے سے مطلق جس طرح منصب حکومت اور قضا طم میں مرتبہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جو مدت تک نقد سمجھنے میں صحت کر کے فقیہ ہو گیا ہو۔ اسی طرح مراتب آخرت اور اس کی دولت اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے وہی مشرف ہوتا ہے جو مدت تک راحت کر کے پاک و صاف ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدر اہل نے اسی طرح فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: وَمَا سَوَّاهَا فَلْيُفْجَرُوا وَنَقَّبُوا قَفَا فُلْهَا مِنْ زَكَاةٍ وَقَدْ خَابَ مِنْ دَمِهَا (العنکبوت 24)

7-10 ترجمہ کنز الایمان: نور جان کی نور من کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈال دی ہے کہ مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستر کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

طبقہ 4:- وہ ہے کہ توبہ کر کے ایک مدت تک تو مضبوط رہے پھر گناہ کا مرتکب ہو جائے۔ پھر اس کے کہ دل میں توبہ کرنے کا خیال ہو یا گناہ کرنے پر افسوس ہو بلکہ غافل آدمی کی طرح اہل شہوت میں منہمک ہو جائے تو یہ شخص گناہ پر اصرار کرنے والوں کے ذمے میں ہے اور اس کا نفس لامہ پاسو یعنی پدی کا حکم کرنے والا اور نیکیوں سے بھاگنے والا ہے۔ ایسے شخص پر انجام بد کا خوف ہے۔ اسکا اگر (معاذ اللہ) برائی پر شاعر ہو تو ایسا بد بخت ہوگا جس کی بد بختی کی کوئی انتہاء نہیں۔ اگر بھلائی پر انجام ہوا یہی تک کہ اسلام پر مرا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ سے بھائی کی امید ہوگی۔ اگرچہ مدت کے بعد اور یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی پوشیدہ سبب کی وجہ سے کہ جس کی اسے اطلاع نہ ہو صوفی فرماتے۔

مثال:- جیسے کوئی دیران جگہ میں اس نیت سے جائے کہ شاید خزانہ مل جائے تو بعید نہیں کہ اتفاق سے اسے خزانہ مل جائے یا خطا کوئی گھر میں اس اول سے پیشا رہے کہ بغیر تحصیل کے علوم حاصل ہو جائیں۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھے تو یہ عمل نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ممکن ہے مگر خطرات کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا فریادگار ہونا تو ایسے ہے جیسے کوئی مدت اور بحث سے علم کا طالب ہو یا تجارت کی منتیں خشکی و تری کی تکالیف برداشت کرنے سے مل کا طالب ہو اور یا خود اعمال کی خرابی کے مغفرت کا طالب ہو تو اور اس کا متوقع ہونا ایسے ہے جیسے دیرالوں میں غمزدگی و حزن و متاع و فرشتوں کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ یہ اگرچہ عمل نہیں بعید از قیاس ہے بلکہ کوشش کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ پس مدت سے علم آجائے اور تاجر فنی ہو جائے اور نماز روزہ سے مغفرت ہو جائے تو بھی غیبت ہے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔ لوسی غفرلہ)

جب سالک کسی گناہ میں مبتلا ہو اور گناہ نقد اور توبہ لوحا ہو تو یہ علامت دوسوائی کی نشانی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بندہ ستر میل تک اہل جنت کے عمل کرنا ہے یہاں تک کہ لوگ اسے جنتی کہنے لگتے ہیں اور اس میں اور جنت میں صرف ایک ہفت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتہ ازلی غالب ہو جاتا ہے پھر وہ شخص دوزخیوں کے کام کرنا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خوف خاتمے کا توبہ سے پہلے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ ہر سالک عمر کو شوق کا شاعر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسی سالک کے بعد موت ہو اس لیے ضروری ہوا کہ نفس کی حفاظت کی جائے ورنہ ممنوع چیزوں میں مبتلا ہو جائے۔ ایسے وقت میں حسرت کرے گا جس وقت کوئی فائدہ نہ ہو۔

ایک بزرگ کا فریق ہے کہ تمام انسان محروم ہیں سوائے علماء کے اور علماء تمام محروم ہیں سوائے علمائے باعمل کے اور علماء باعمل سب محروم ہیں سوائے مخلصوں کے اور مخلص بھی بڑے خطرے میں ہیں۔ جس طرح کہ ادیب دانش کے نزدیک ایسا شخص خارج از حلقہ گنا جاتا ہے جو اپنا گھر اجاڑ کر مل ضائع کر دے اور اپنے نفس اور خاندان کو



ہو کر رکھے۔ اس توقع پر کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس دیرین زمین کے نیچے سے خزانہ عظیم فرما دے۔ اگرچہ اس کی یہ توقع اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ملے نہیں۔ اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مغفرت کی توقع رکھے اور بجا کوری طاقت میں تصور غور مگاہوں پر اصرار کرتا رہے 'مغفرت کے اسباب نہ بنائے تو وہ ارہاب دل کے نزدیک بیوقوف اور مفالے میں مبتلا ہے اور تعجب اس ناقص العقل سے ہے کہ اپنی حماقت کو خوبی کے پیرائے میں رواج دیتا ہے یعنی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور مجھ جیسے آدمی سے اس کی جنت تک نہیں ہو جائے گی اور میرے گناہ سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوگا وغیرہ وغیرہ لیکن بلوجود اس کے بل اور اللہ کی تلاش میں خشکی اور تری کے سخت مشکل سفر طے کرتا ہے اور اگر اسے کما جائے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ اس کے خزانے تساری ضرورت سے نہیں ہوں گے اور تم بھی اگر تجارت میں سستی کرو تو تسار کیا نقصان ہے 'اس لیے تم گھر میں بیٹھ رہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو ایسی جگہ سے روزی دے گا جس سے تم نہ جانتے ہو 'یہ کہنے والے کو اس بنارے گا اور اس سے مذاق کرے گا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے سونا چاندی تو نہیں برساتا 'یہ چیزیں ہاتھ پاؤں کے پلانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طرح جاری ہے جو رست مقرر کر دیا 'اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اب اس صق سے کہنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کا اللہ ایک ہے اور جو طریق اس نے ان دونوں میں مقرر کر رکھا ہے 'اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور اس نے ارشاد فرمایا ہے 'وان لبس للانسان الا ما صنع' (النجم 39) ترجمہ کنز الایمان: 'اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔'

جب اس نے خود فرمایا ہے تو تو نے کیسے ازخود خیال کر لیا کہ وہ آخرت میں کریم ہے اور دنیا میں نہیں اور اس کے گیسے قائل ہوئے ہو کہ اس کے کرم کے مجربے پر حصول مل کے لیے قصور نہیں کرنا چاہیے مگر آخرت کی دائمی سلطنت اور دولت پائیدار کے لئے اس کے لئے کرنا چاہیے اور یہ گیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اتنی دولت پائیدار تو آخرت میں بغیر محنت کے عطا کر دے گا اور دنیا کا مل فانی جس میں بہت زیادہ مشتتیں اٹھتی پڑتی ہیں 'نہیں دیکھ گئے۔ تم اس ارشاد خداوندی (عزوجل) کو بھول گئے 'وفی السماء رزقکم وما نوعدون' (الذاریات 22) ترجمہ کنز الایمان: 'اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔'

یہ اقولہ تو سر کے بل چاہ ملاقات اور گور حماقت میں گمراہ ہے۔ اس طرح کے لوگ اس آیت کے صدق ہوں تو بہتر ہے 'ولو نرئی اذا لمجرمون ماکسوا رونسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وصنعنا فارجعلنا نعمل صالحا' (النجم 39) ترجمہ کنز الایمان: 'اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر پیچھے ڈالے ہوں گے اسے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں۔ یعنی کہیں گے اب ہم نے معلوم کیا کہ حیرا قول درست تھا وال لبس للانسان الا ما صنع' 'اب تو ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دے کہ ہم کوشش کریں لیکن اس وقت واپس ہونا کمال بلکہ عذاب ہوگا۔' 'اللہ تعالیٰ جنہوت اور شک سے بچائے جن کے سبب سے انہماں بربود ہوتا ہے۔'

توبہ کرنے کے بعد گناہ ہو تو علاج :- اگر تائب سے اتفاقاً یا قصداً کوئی گناہ ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے تو یاد رکھئے کہ جب تائب کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس پر دو باتیں ضروری ہیں۔ (۱) توبہ فوراً دست کرے۔ (۲) اس گناہ کے نہ کرنے کے لیے کوئی ایسی نیکی کرے جو اس گناہ کی تقیض ہو۔ جیسا کہ ہم لوہر لکھ آئے ہیں۔ اگر نفس نے عزم آئندہ گناہ کے چھوڑنے کا سبب غلبہ شہوت کے نہ کیا تو گویا سالک ایک واجب کی ادائیگی سے عاجز ہے۔ اب یہ نہیں چاہیے کہ دوسرے دلچسپ کو بھی ترک کرے بلکہ نیکی کر کے برائی کے مٹانے کی تدبیر کرے اور نیکیوں سے ان برائیوں کا کفارہ کر دے تاکہ عمل صالح فوراً عمل بد دونوں کا مرتکب نہ ہو۔

نیکیوں برائیوں کو مٹادیں ان کی اقسام :- وہ دل سے ہوتی ہیں یا زبان یا دیگر اعضا سے۔ پس جس جگہ سے کہ برائی کا مرتکب ہوا ہو یا برائی کا سبب جس سے کہ جہل سے وہ پیدا ہوا ہے نیکی بھی وہیں سے کر لی جائے مثلاً اگر برائی کا ظہور دل سے ہوا ہو تو اس طرح مٹائے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں گریہ و زاری کرے اور مغفرت اور عفو چاہیے۔ جیسے بھانگا ہوا غلام ذلیل ہوتا ہے دیسے ہی خود کو ہٹائے یہی تک کہ تمام لوگوں کے سامنے ذلت ظاہر ہو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بتا برائی کر آہو اسے چھوڑ دے۔ پھر دل سے طاعت کا عزم کرے اور اہل اسلام پر خیر و بھلائی کرے۔ زبان سے کفارہ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے اور یوں کہے رب! انی عملت نفسی و عجلت سرہ فاغفر لی ذنوبی ترجمہ: "اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور برے عمل تو تو میرے گناہ بخش دے۔"

اعضا سے کفارہ کا طریقہ یہ ہے کہ اعضا سے طاعت بکثرت بجالائے اور صدقات اور دیگر اقسام عبادت ادا کرے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب انسان گناہ کے بعد آئندہ کام کرے تو امید ہے کہ وہ گناہ معاف ہو جائے۔ چار کام تو دل کے اہل سے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) توبہ کرنا یا اوارہ توبہ کرنا (۲) گناہ سے اجراز کرنے کا بہتر محسوس ہونا۔ (۳) گناہ پر عذاب سے ڈرنے رہنا (۴) اس کے بخشے جانے کی توقع کرنا۔ چار کام اعضا کے اہل سے ہیں۔ (۱) گناہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔ (۲) اس دو گانے کے بعد ستر (70) بار استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم و بھو پڑھنا۔ (۳) کچھ صدقہ دینا (۴) ایک روزہ رکھنا۔ بعض روایات میں ہے کہ وضو کامل کر کے مسجد میں جا کر دو گانہ پڑھے اور بعض میں چار رکعتوں کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی برائی کرے اے چاہیے کہ اس کے بعد نیکی کرے تاکہ اس کا بدلہ ہو جائے۔ پوشیدہ برائی کے بدلے پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر کے بدلے ظاہر۔

انجوبہ صوفیانہ :- پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ مٹتے ہیں اور ظاہر صدقہ دینے سے دن کے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ کسی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے سب کچھ کیا صرف زنا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہ آپ میرے لوہر جاری فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے ہمارے

ساتھ صبح کی نماز نہیں پڑھی؟ عرض کی پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ٹیکیں برائیاں کو مٹا دیتی ہیں۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے سوا مباشرت وغیرہ گنہ صغیرہ ہے اس لیے کہ نماز کی وجہ سے مٹ جاتا ہے اور کبیرہ گنہ نماز سے محو نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ الصلوة الخمس کفارات لما بینہن الا الکبائر ترجمہ: ”پانچ نمازیں درمیانی اوقات کے گنہ کا کفارہ ہیں“ سوائے کبائر ہے۔“

فائدہ:- سالک کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کرے اور اپنی خطاؤں کو حساب کرے کہ ان کو دور کرے اتنی ہی ٹیکیں کیا کرے۔

سوال:- حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گنہ سے استغفار کرے اور اس پر اصرار کرتا جائے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ (معاذ اللہ) تو جب تک کہ اصرار کا عقدہ حل نہ ہو گا اس وقت تک استغفار کیسے مفید ہوگی؟ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں اپنی زبان استغفار سے بھی استغفار کرتا ہوں اور بعض کا قول ہے کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جموں کی توبہ ہے اور حضرت رائے رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے۔ ان روایات میں کون سا استغفار مراد ہے؟

جواب:- استغفار کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ اسی کتاب انبیاء العلوم کے باب لومہ و توبہ میں لکھا گیا ہے ”اور اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ غنہ لومہ کم (عز وجل) نے استغفار کے لیے وہی ارشاد فرمایا جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے لیے۔ وما کان اللہ معذبہم وانت فبہم وما کان اللہ لعلہم و ہم یستغفرون (پ 9۔ سورۃ انفال 33) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔ بعض صحابہ علیہم السلام رضوان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پلہ خمیں۔ ایک پلہ تو چلی گئی یعنی وجود مبارک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا پلہ ہے یعنی استغفار۔ جب وہ بھی نہ رہے گی تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

توبہ و استغفار کی اقسام:- جموں کی توبہ وہ صرف زبان سے دل سے نہ ہو۔ جیسے علوماً غفلت سے کہہ دیا کرتے ہیں استغفرت لا جب دوزخ کا بیان سنا تو کہہ دیا نوح پلہ بغیر اس کے کہ دل میں کچھ اس کا تصور ہو اس میں صرف زبان کی حرکت ہوتی ہے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ دل سے اللہ کی طرف تضرع اور آنکھاری کرے اور ارادہ صادق اور نیت خالص اور دُشمن کمال سے معفرت کا طالب ہو تو یہ ایک نیک کام ہے اور اس میں یہ ہے کہ یہ برائی کو دور کر سکے گی اور اُختر جو فضائل استغفار میں وارد ہیں ان میں یہی استغفار مراد ہے۔ ارشاد فرمایا ما اصر من استغفر ولو عاد فی الیوم سبعین مرۃ ترجمہ ”جو استغفار کرتا ہے وہ گنہ کا اصرار کتنا نہیں کھاتا اگرچہ دن میں ستر بار گنہ دہرائے۔“

اس حدیث میں استغفار سے استغفار قلبی مراد ہے اور توبہ اور استغفار کے معنی سے درجہت ہیں۔ لہذا اگرچہ درجہت بھی غلط اور قائمہ نہیں۔ اگرچہ آخرت تک توبہ نہ پہنچے۔

ملفوظ حضرت سہل مستری :- آپ فرماتے ہیں کہ غلام کو ہر عمل میں اپنے آقا کی حاجت ہوتی ہے تو اس کے حق میں ہمتی ہے کہ تمام امور میں مالک ہی کی طرف رجوع کرے مثلاً گناہ میں مبتلا ہو تو اتھا کرے۔ الٹی میرا بد فاش نہ کرنا اور گناہ کرے تو دماغ لگے کہ الٹی میری توبہ قبول فرماتا۔ توبہ کے بعد عرض کرے کہ مجھے عصمت نصیب فرما اور جب کوئی نیک کام کرے تو عرض کرے کہ خداوند یہ عمل قبول فرماتا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ وہ استغفار کرنا ہے جو گناہوں کو مٹاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ استغفار کا آغاز استیثبات بھر لیت بھر توبہ۔ استیثبات سے اعلیٰ اقسام مراد ہیں جیسے نفل دو گناہ دعا اور استیثبات سے اعلیٰ ملکوت یعنی صدق ملکوت یعنی صدق ارادت اور غلوس نیت وغیرہ اور توبہ سے یہ مراد ہے کہ مخلوق کو چھوڑ کر مالک کی طرف متوجہ ہو اور نعمت الہی کی بلا حقیقت اور شکر گزار نہ ہونے کا تصور جو اس میں ہے اس سے مغفرت کا طلب گار ہو تاکہ وہ تصور صوف ہو اور مالک کے ہاں اس کی عزت ہو۔ پھر توبہ کے بعد تہنیتی اختیار کرنا پھر توبہ پر ثابت رہنا پھر اس کے بعد نگر اس کے بعد معرفت اس کے بعد مناجات اس کے بعد مضامین اس کے بعد موالات اس کے بعد راز کی گفتگو جسے غلت کہتے ہیں۔

یہ تمام شریک استغفار بدرجہ مرتب ہوتے ہیں اور یہ ہمت اسی سالک کے دل میں اڑا کرتی ہے جس کی غذا علم اور قیام ذکر الہی اور توشہ رضا اور رفیق توکل ہو۔ ایسے دل کی طرف اللہ تعالیٰ بغیر تعلیم سے دیکھ کر اسے عرش پر اٹھا لیتا ہے۔ اس کا مقام اور عالمین عرش کرام کا مقام ایک ہو جاتا ہے۔ حضرت تیری ڈھک سے کسی نے اس حدیث کا مطلب پوچھا کہ الناب جببہ اللہ "توبہ کرنے والا اللہ کا حبیب ہے" آپ نے فرمایا حبیب اس وقت ہوتا ہے جب وہ تمہیں باتیں اس میں پائی جائیں جو آیت میں ذیل میں مذکور ہیں۔

التائبون العابدون الحامسون السائحون التراكمون الساجدون الامرون بالمعروف والتائبون عن المنكر والحافظون لحدود الله (التوبہ 112) ترہ کنٹر لایمان: تپ والے عہوت والے سراپے والے روزے والے رکوع والے سجدہ والے بھلائی کے پاتے والے نور برائی سے نوکے والے نور اس کی حدیں لگہ رکھنے والے۔

حبیب اللہ کا معنی ہے۔ اس ضمن میں حضرت تسمیٰ نے فرمایا کہ حبیب اسے کہتے ہیں جو غلہ اس کے حبیب کو بری محسوس ہو، اس سے گردن پھیر لے۔ خلاصہ یہ کہ توبہ دے کر نتیجہ ہیں۔ (1) گناہوں کو مٹانا پہلی تک کہ تائب ہوا ہو چائے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ (2) درجات کا حصول تاکہ حبیب ہو جائے۔

مگنہ کے مٹانے والوں کے درجات :- یہ مختلف ہیں۔ بعض سے اصل مگنہ بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ بعض سے صرف مگنہ کی تخفیف ہوتی ہے۔ ان درجات کا اختلاف توپہ کے درجات پر منحصر ہے۔ خلاصہ یہ کہ دلی سے استفادہ کرنا اور حسرت سے تدارک کرنا اگرچہ ابتداء درجات میں اصرار کے عقدے کو حل نہ کریں لیکن پھر بھی

فائدہ سے خالی نہیں اس لیے یہ ممکن نہ کرنا چاہیے کہ ایسے استغفار اور نیکیوں کا وجود عدم برابر ہے بلکہ ارباب مشاہدہ اور اہل دل کو قطعاً یقین ہو گیا ہے کہ قول خداوندی (عزوجل) فمن يعمل مثقال ذرة خیرا یرہ (الزمر: 17) ترجمہ کنزالایمان: تو جو ایک ذرہ بھربھلائی کرے اسے دیکھے گا درست ہے کہ ہر ذرہ خیر میں کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے جیسے ترازو میں ایک طرف ایک چاول ڈال دو تو کچھ نہ کچھ پلڑا ضرور چمک جائے گا۔ اگر کچھ اثر ہو تو کچھ ہے کہ دوسرا چاول ڈال دو۔ اب بھی کچھ اثر نہ ہو تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ چاول اگر زیادہ بھی اس میں ڈالے جائیں تب بھی پلڑا نہ جھٹکے گا یہ قطعاً عمل ہے۔ یہی حسرت اور ذلت خیر کا عمل ہے کہ ان سے بھی میزان اعلیٰ میں حسرت کے پلڑا پر ضرور اثر ہوگا اور نیکیاں بہت ہو کر سیات کا پلڑا بالکل نہ رہے گا۔

سالک کو چاہیے کہ کسی عمل میں تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر غفلت کو حقیر جان کر نہ چھوڑے اور نہ کسی اور نیکو کو قلیل سمجھ کر اس کا مرتکب ہو۔

مثلاً:- کوئی یہوقوف عورت سوت کاتنے کے لیے بلند نہ بنائے کہ میں ایک گھڑی میں صرف ایک دھاگہ کات سکتی ہوں۔ بھلا اس ایک دھاگے سے کونسا ملی جمع ہو جائے گا یا کیا کپڑا تیار ہوگا۔ اس احمق کو معلوم نہیں کہ دنیا کے پتے کپڑے ہیں سب ایک ایک دھاگے سے بنے ہیں اور تمام دنیا خود بھی ہلچل خود اتنی وسعت کے ذرہ سے ہی ہیں۔ غرضیکہ تعویذ و استغفار دل نہ ہو تو یہ ایسی نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز ضائع نہیں ہوتی بلکہ میرا تو تجربہ ہے کہ صرف زبان سے استغفار کہنا بھی حسرت (نیکی) میں داخل کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے پلانا اس سے تو بہتر ہے کہ اس وقت میں کسی مسلمان کی غیبت یا فضول کام کے لیے حرکت اور چپ رہنے سے بھی بہتر ہے۔ اگرچہ عمل قلبی کے بالمثل ناقص ہے مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے بہرمل افضل ہے۔ چنانچہ کسی مرید نے اپنے مرشد ابو عیث مغربیؒ سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر جاری ہو جاتی ہے حلا کہ میرا دل غافل ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کا شکر کہ اس نے تمہارے ایک عضو کو خیر و بھلائی میں لگا دیا اور ذکر کا عادی بنایا اسے شرمیں نہ لگایا نہ فضول کا عادی بنایا۔

فائدہ:- حضرت مغربیؒ قدس سرہ کا قول درست ہے۔ اس لیے کہ جب اعضا کو اگر خیر کی عادت اور طبعی کی طرح ہو جاتی ہے تو وہ بہت سے گناہوں کے رفع کرنے کا موجب ہوا کرتی ہے۔

کوئی شخص استغفار کا عادی ہے وہ جب کسی سے کوئی نئے گا تو فوراً کہے گا استغفر اللہ اور جس کی عادت لغویات کی ہوگی وہ اس سے کہے گا کہ تم بڑے یہوقوف ہو یا کیسا بڑا جھوٹ ہے یا ایک شخص لغو ذلت مند سے کہنے کا عادی ہے وہ جب کسی شریر کی شرارت کی باتیں سنے گا تو عادت سے طور پر کہہ دے گا (خود پلٹ) اگر فضول و لغو بات کا عادی ہوگا تو کہے گا اللہ اس پر لعنت کر ان میں ایک ٹکڑہ کہے میں جتنے ہوگا اور دوسرا کہنے میں پھارے گا اور بچاؤ کی صورت زبان کی عادت کا اثر ہے اور نیکو معنی اس آیت سے ہے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور

اس آیت کے وان تک حسمۃ یضاعفها ویوت من لفظہ اجراً عظیماً (النساء 40) ترجمہ کنز الایمان: اور اگر کوئی نگی ہو اسے دہائی کرنا اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

سورت مذکورہ بالا میں کس طرح حسمہ کو دو گنا کیا یعنی غفلت میں استغفار پڑھنا ذہن کی علوت کر دے یہاں تک کہ اس علوت کی وجہ سے گناہ کے شر کو دفع کیا کہ طبیعت اور لغت اور فضول سے روک دیا۔ یہ زیادتی دنیا میں اس کوئی طاعت کی وجہ سے ہے اور آخرت کی جزا کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

پند سودمند:- یہ علوت اس سالک کو لائق نہیں کہ طاعت میں صرف اوقات کا لحاظ کر کے ان کی رغبت کم کر دے، اس لئے کہ یہ ایک کمریطی ہے کہ شیطان اس سے مغایر والوں کو ترغیب دیا کرتا ہے۔ ان کو یہ سمجھتا ہے کہ تم ارباب دانش ہو کر خیر اسرار و رموز کو پہچانتے ہو، زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل رہنا محض بے فائدہ ہے۔

شیطان مکر سے دھوکا کھانے والوں کی اقسام:- یہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (1) جنہوں نے اپنی جان پر علم کیا۔ (2) خیرات میں سبقت کرنے والے۔ (3) میانہ رو جو خیرات میں سبقت کرتے ہیں لیکن شیطان کے جواب میں کہتے ہیں کہ تو درست کہتا ہے مگر اس کلمہ حق سے تیرا مطلب باطل ہے۔ ہم ہمیں دو بار ستائیں گے اور مختلف طریقوں سے تجھے ذلیل بنائیں گے۔ اس کے بعد حرکت زمین کے ساتھ حرکت دل بھی شامل کر لیتے ہیں۔ ان کی مثل ایسے ہے جیسے کوئی شیطان کے زخم کا علاج کرے اور اس پر شک چمڑک دے۔

تفصیل اقسام ثلاثہ:- اپنے نفس پر ظلم کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خود کو حقائق شناس سمجھتے ہیں۔ افلاس قلبی سے عاجز بھی ہوتے ہیں تو ذہن کی علوت بھی ذکر کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پر شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کی شیطان کے ساتھ مکمل درجے کی موافقت ہو جاتی ہے۔

میانہ رو وہ ہیں جو شیطان کے برخلاف اپنے دل کو عمل میں شریک تو نہیں کر سکتا مگر یہ جانتا ہے کہ عرق ذکر لعلی یہ نسبت قلبی کے ناقص ہوتا ہے مگر پھر بھی سکوت اور لغو کوئی بہتر ہے۔ اس لحاظ سے کہ حرکت تو بلی نہ چھوڑے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ جیسے میری ذہن کو علوت خیرہ ڈالے ہے، ایسے ہی دل کو اس کا شریک فرمادے۔ ان میں پہلے کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی جولاہا اپنے کام کو برا سمجھ کر محرر بن جائے اور دوسرے کی مثل یہ ہے کہ جولاہا اپنا پیشہ برا جان کر پانڈ صاف کرنے کا کام کرتے گئے اور میانہ رو کی مثل یوں ہے کہ پیشہ جولائی سے تنگ ہے لیکن جو تکلیف سے بھی عاجز ہے۔ پھر یہ کہے کہ میں اس پیشہ کی خدمت کا منکر نہیں ہوں مگر بہ نسبت کے تکلیف کے یہ برا ہے اور بہ نسبت پانڈانہ اٹھانے کے تو اور زیادہ برا ہے اور چونکہ میں تکلیف سے عاجز ہوں اس لیے اپنا پیشہ کیوں چھوڑوں؟

نکتہ:- قول حضرت رابعہ ہمدانی (رضی اللہ عنہ) یعنی ہماری استغفار کرنے کے لیے بھی بہت استغفار چاہیے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ ہماری استغفار میں دل غافل رہتا ہے اور صرف ذہن حرکت کرتی ہے۔ اس وجہ سے غفلت دل کے

اس استغفار سے بھی استغفار چاہیے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ زبان کی حرکت کی بھی درست ہے بلکہ اس سے غفلت دل کی قباحت مراد ہے کہ جس سے پھر استغفار کی ضرورت ہے کہ ذکر زبانی سے ضرورت استغفار پوری نہ ہوئی۔ پس اگر بالفرض کوئی استغفار زبانی بھی نہ کرے تو اس صورت میں دوبارہ استغفار کی ضرورت ہوگی۔ (1) استغفار غفلت کی وجہ سے۔ (2) استغفار میں غفلت قلبی کی وجہ سے۔

بذمت مذہب کی اور تعریف عمرہ کی اسی طرح سمجھنا چاہیے ورنہ اس حدیث کا سنی سمجھ نہ آئے گا۔ حسنات الابرار سببات المعقربین "ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں کیونکہ یہ باتیں ہضاعت پائی جاتی ہیں۔ ان کو بغیر اضافت نہ لینا چاہیے بلکہ ذرہ بحر طاعت اور گناہ کو حیرت و ناہنج نہ سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں تین چیزوں میں رکھی ہیں۔ اپنی رضا کو اپنی طاعت میں اسی لیے کسی طاعت کو حیرت جانو شاید اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہو۔ (2) اپنے غضب کو معاص میں تو کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو شاید اس کا غضب اس میں ہو۔ (3) اپنی ولایت اپنے بندوں میں رکھی ہے تو بندوں میں سے کسی کو حیرت سمجھو شاید اللہ کا ولی وہی ہو۔

ان تین باتوں سے آپ نے ایک اور فرمایا کہ اجابت کو بھی اللہ تعالیٰ نے دعا میں پوشیدہ رکھا ہے، اسی لیے دعا مانگنا ترک نہ کرو شاید قبولیت اسی میں ہو۔

توبہ کیسیائی نسخہ اور گناہوں پر اصرار کا علاج :- صوفیاء کرام کے نزدیک سالک دو قسم کے ہیں وہ جن کو بری بات کی رغبت نہ ہو، ان کا شوق نماز سے احتراز اور خیر پر ہوا ہو۔ ایسے لوگوں کی شان میں حدیث شریف وارد ہے۔ بمعجب ریبک من شہاب لیس له صیوۃ الی الجہل واللمو۔ ترجمہ "تیرا پروردگار تعجب کرتا اس جو ان سے جسے میل جہل و لمو و لعب کی رغبت نہ ہو مگر ایسے لوگ نادر و کیاب ہوتے ہیں۔ (2) وہ ارتکاب گناہ سے نہیں بچتے۔ اس قسم کے لوگ لاگروا ہیں۔ (1) اصرار کرنے والے (2) تائب اس سے ہماری فرض یہ ہے کہ اصرار کے دور کرنے کا علاج یہاں ہم گناہ پر اصرار سے اجتناب کا طریقہ و علاج بتاتے ہیں لیکن یاد رہے کہ بیماری شفا تو یہ بغیر میسر نہیں ہوگی اور یہ بھی ہے کہ اسباب مرض کے خلاف کرنے کا ہم علاج ہے تو جو قصص مرض سے واقف نہ ہو گا وہ علاج سے بھی جہل رہے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مرض کسی سبب سے پیدا ہوا، اس کی دوا بھی ہے کہ اس سبب کو دور اور ختم کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے ختم ہوتی ہے۔

علاج گناہوں پر اصرار کرنے کا :- یاد رہے کہ اس کا سبب غفلت اور شہوت ہے اور غفلت سب برائیوں کی جڑ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واولئک ہم الغافلون لا جرم انہم فی الآخرۃ ہم الخاسرون (النحل 108-109) ترجمہ کٹر احمقان : یہ ہیں وہ جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مرکب دی ہے اور وہی غفلت میں پڑے ہیں آپ ہی ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں۔

حاجت ہو کہ آخرت میں وہی رہا ہے۔ ہر حال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی، اسی سے اس کا علاج ہوگا اور چونکہ غفلت کی ضد علم اور شہوت کی ضد حرکت شہوت کے ترک پر مہم کرنا اسی لیے تو یہ کا علاج بھی اس معجون سے ہوگا جس میں علم کی علامت اور تخیلی مہر کی تخیلی ہو اور جس طرح کہ کینکس میں شکر کی شیرینی اور ترشی سرکہ کی تخیلی اسی لیے علاج کرتے وقت مقصود اور قائمہ دلوں کا لحاظ رہتا ہے اور مقررہ کے پیمانہ میں آنے والے اسباب کی جڑ تک جاتی ہے۔ اسی طرح جس دل میں امراض گنہ کا مرض ہے، اس کے علاج میں بھی قائمہ معجون کے دلوں اور علم مہر کا جدا جدا سمجھنا چاہیے۔ علم میں یہ بات نقل تحقیق ہے کہ امراض گنہ کے دفع کرنے میں ہر علم غار گنہ ہے یا کوئی علم مخصوص تو اس کے لیے جانا چاہیے کہ علوم سب کے سب امراض قلبی کا علاج ہیں مگر ہر مرض کے لیے ایک علم مخصوص ہے جیسا کہ علم طب تمام امراض کے لیے نفع ہے مگر ہر علت کے لیے ایک خاص علم ہے۔ اسی طرح امراض گنہ کے علاج کو سمجھنا چاہیے۔

قائدہ :- یہی ہم وہی علم لکھتے ہیں جو اس علاج میں کام آئے اور اسے بدن کے امراض کی مثل پر لکھتے ہیں تاکہ جلد سمجھ آئے۔

طبی مثل :- مریض کو کئی باتوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو ماننے کے مرض اور صحت دونوں کے لیے سبب ہیں اور وہ اسباب اللہ تعالیٰ نے ہمارے اختیار میں رکھ دیئے ہیں۔ اس سے اصل طب کا تعین ہوتا ہے جسے یہ تعین نہیں ہوتا، وہ علاج بھی نہیں کر پاتا بلکہ موت کا قائل ہوتا ہے۔ اسی طرح امراض گنہ میں سب سے پہلے شرع پر ایمان ہونا چاہیے یعنی اس بات کا تعین کرے کہ سعادت اخروی کا بھی ایک سبب ہے جسے طاعت کہتے ہیں اور شہوت کا بھی ایک سبب ہے جسے محبت کہا جاتا ہے۔ ایمان کا ہونا ضرور ہے۔ وہ بطور تحقیق ہو یا بطور عقیدہ۔ دوسرا یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہیے کہ وہ طب کا عالم اور ملاق ہو۔ جو دلاتا ہے، صحیح ہوتی ہے، بصورت نہیں کہ نہ طبع و لایح میں گرفتار ہے۔ اس لیے کہ صرف علم طب پر تعین کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح گنہ پر امراض کرنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ملاق ہونے پر ایمان ضروری ہے۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے شک وہ حق اور سچ ہے، اس کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ طبیب کا قول سنا چاہیے کہ کس کس سے کھانے اور کون سے نقصان دہ اسباب کو منع کرتا ہے تاکہ بد پرہیزی کا خوف دل میں رہے اور اس کے سبب پرہیز پر آمادہ ہو۔ اسی طرح گنہ پر امراض کرنے والے کو ان آیات و احادیث کو ماننا چاہیے جن میں تعزیری کی ترغیب ممانہوں کے ارتکاب اور خواہش نفس کی پیروی کی ترتیب میں مذکور ہے جو کچھ اس کے متعلق سنے، اسے بلا تردد مان لے تاکہ اس سے خوف پیدا ہو کہ جس سے مہر کو نقصان ہوتی ہے اور یہی مہر کا دوسرا رکن ہے۔ چوتھے یہ کہ مریض کو چاہیے کہ طبیب جو کچھ اس کے مرض کے لیے بتائے اور جس پرہیز کو اس کے لیے لازم کر دے، اس پر خوب عمل کرے یعنی دل تحصیل ابواب اور انصاف اور اکل و شرب کی مصلوہ کر لے کہ ان میں سے مرض خاص کے لیے کون



ی شے منتر ہے۔ اس لیے ہر مریض کو ہر چیز سے پرہیز ضرور نہیں، نہ ہر دوا مفید ہے بلکہ ہر مرض خاص کے لیے علم بھی خاص ہے اور علاج بھی خاص۔ اسی طرح ہر ایک انسان تمام شسوات کا نور تمام معاشی کا مرکب نہیں ہوتا بلکہ ہر مومن کے لیے ایک گناہ یا چند گناہ خاص ہوتے ہیں۔ اس کو سروسٹ اس قدر جانا ضروری ہے کہ یہ گناہ ہیں پھر یہ جانا چاہیے کہ کن گناہوں کی سزائیں کیا ہیں اور ان سے دین کو کیا نقصان ہوتا ہے۔ پھر اس بات کا علم چاہیے کہ ان سے مبرا کس طرح ہو سکتا ہے۔ پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے جو گناہ ہوئے، ان کا معاف ہونا کیسے ہوگا؟ یہ علوم وہ ہیں جنہیں خاص علمائے دین جو وارث سید المرسلین ہیں، جانتے ہیں تو گفتار کو جب اپنا گناہ معلوم ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مرض کا علاج کسی طیب یعنی باعمل سنی عالم دین سے شروع کرے۔ اگر اسے معلوم نہ ہو کہ جس فعل کا میں مرکب ہوا ہوں، وہ گناہ ہے تو عالم دین کو چاہیے کہ اسے سمجھا دے۔

دینی علوم اور اسلامی احکام کی اشاعت کا طریقہ :- ہر عالم دین ایک علاقہ یا شریعہ یا مسجد یا مجمع کا ذمہ دار ہو جائے۔ کہ وہاں کے لوگوں کو مسائل تائے اور جو بہت ان کے حق میں منفر یا مفید ہو، سب کو علیحدہ علیحدہ سمجھائے۔ اسباب سعادت اور شہوات کو واضح طور تائے اور اس بات کا فخر نہ رہے کہ کوئی پوچھتے تو بتاؤں بلکہ خود لوگوں کے پاس جا کر یا ان کو بلا کر انعام و نفیس کا کفیل ہو، اس لیے کہ علماء وارث سید المرسلین ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو ان کی جہالت پر نہ چھوڑا بلکہ جموں میں ان کو بلائے اور ابتدائے ان کے گھر گھر میں پہنچنے اور ایک ایک کو تلاش کر کے ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضوں کو اپنے مرض کا حل معلوم نہیں ہوتا۔

۱۔ جیسے ہمارے دور میں یہ طریقہ دعوت اسلامی نے اختیار کر رکھا ہے۔

مثلاً :- کسی کو چہرے پر برص کے داغ ہوں اور آئینہ اس کے پاس نہ ہو تو اسے اپنے مرض کا حل معلوم نہیں ہوگا جب تک کہ کوئی دوسرا نہ ملے۔ مسئلہ :- یہ بات تمام علماء اور تمام حکام و افسران پر فرض ہے کہ ہر ایک گاؤں اور ہر محلہ میں ایک عالم دین مقرر کر دیں جو لوگوں کو دین سکھائے کیونکہ انسان جلد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے اصول و فرد کی دعوت اسلامی کے لیے دغدغہ جتنا ضروری ہیں۔

دنیا ایک بیمار خانہ ہے، اس لیے کہ جو اس کے اندر ہیں وہ مریض اور جو اس پر موجود ہیں وہ اکثر بیمار ہیں اور دل کے بیمار پہ نسبت جسم کے بیماروں کے زیادہ ہیں اور علماء طیب ہیں اور سلاطین (حکام و افسران) اس بیمار خانہ کے منتظم و متولی ہیں جو بیمار کہ علاج نہ کرائے اور عالم دین کی بتائی دوا کو قبول نہ کرے تو اسے جیل میں بٹھایا جائے گا کہ اس کے شر سے لوگوں کو بچایا جاسکے۔

مثلاً :- جیسے کوئی مریض پرہیز نہیں کرتا یا دوا نہ ہو جاتا ہے تو طیب اسے پاگل خانہ کے داروغہ کے سپرد کرنا ہے تاکہ اسے بیڑیاں اور بٹھکیاں ڈال کر تمام خلق اللہ کو اس کے شر سے بچائے۔

قلبی و روحانی امراض کی کثرت کے وجود :- ہیں کی تین وجہ ہیں۔ (۱) دل کے مریض کو یہ معلوم نہیں کہ

میں مریض ہوں۔ (2) انجم اس مرض کا دنیا میں محسوس نہیں ہوتا۔ بدن کے مرض کا انجم تو سب دیکھتے ہیں کہ موت ہوتی ہے جس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے اور موت کے بعد کا دخول کسی کو معلوم نہیں حالانکہ گناہوں کا انجم دل کی موت ہے جو دنیا میں محسوس نہیں ہوتی اس لیے گناہوں سے نفرت کم ہوتی ہے۔ اگرچہ مرتکب کو معلوم بھی ہوتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دل کے مرض کے لیے تو اللہ کے فضل پر توکل ہونا چاہیے۔ غوام بدن کے غرض کے لیے علاج میں خوب کوشش کرتے ہیں۔ کسی ایک دوا پر اتکنا نہیں کرتے۔ (3) تیسری وجہ (جو قلبی روحانی مرض لاعلاج ہو گیا ہے) وہ یہ ہے کہ طیب ثیاب ہو گئے اس لیے کہ اس مرض کے طیب علاج میں اور وہ اس زندہ میں خود مرض سخت میں مبتلا ہیں جس کے علاج سے وہ خود بھی باموس ہیں اور چونکہ یہ مرض اکثر میں ہے اس لیے اس کا نقصان ظاہر نہیں ہوتا اسی لیے خواجواہ خلق اللہ کو بھگاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جن سے ان کا مرض اور زیادہ ہو کیونکہ مرض مسلک تو حب دنیا ہے اور یہی مرض خود طبیبوں (علماء) پر غالب ہے۔ (یہ مضمون مریضوں کے لیے بیان ہو رہا ہے) اور علماء خلق اللہ کو حب دنیا سے نہیں ڈراتے۔ اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ لوگوں کو علاج بتاتے ہو پہلے خود توبہ۔ اسی وجہ سے یہ مرض عام پھیل گیا ہے بلکہ بڑی دوا چھا گئی۔ لوگ تباہ ہو گئے دوا کا نام نہ رہا نہ طیب کا نشان بلکہ طیب بھگاتے میں مختلف طریقوں سے مشغول ہیں۔ کیا اچھا ہو تاکہ یہ لوگ نصیحت نہ کرتے تاکہ خیانت کا گناہ ان پر نہ ہو۔ اگر اصلاح نہ کرتے تو بگاڑ کو رہنے دیتے بلکہ اگر چپ رہے اور کچھ نہ بولتے جب بھی بت اچھا تھا کیونکہ جب کچھ کہتے ہیں تو تمام وعدہ و تقریریں زیادہ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح لوگوں کے دل ہماری طرف ہوں اور اس کا حصول بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ ان کو مغفرت کی توقع دوائیں اور اسباب رجا کو ترجیح دیں اور رحمت کے دلائل ذکر کریں اس لیے کہ یہ باتیں عوام کو اچھی طرح معلوم ہیں اور طیب پر بھی بھکی ہیں۔ لوگ ایسے وعدہ و تقریر سن کر جب گھروں کو لوٹتے ہیں تو گناہوں کی اور زیادہ جرات ان میں ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھی بڑھ جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب طیب جابل یا غائب ہوگا تو اس کا نسخہ سم قاتل ہوگا کیونکہ جابل موقع کسی دوا کا ہے وہاں اور کچھ لکھ دے گا۔

افزالہ وہیم :- مانا کہ خوف و رجا دونوں دوائیں ہیں مگر وہ اعضوں کے لیے ہیں جن کو طیبہ طیبہ امراض ہوں مثلاً جس پر خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا کو ترک کر دے اور جو بات نہ ہو سکے نفس کو تکلیف دے اور عیش اور زندگی کو نفس پر بالکل غلبہ کر دے تو ایسے شخص کو کثرت خوف کے بجائے اسباب رجا بیان کرتے چاہیں تاکہ حد اعتدال پر آجائے۔ اسی طرح جو شخص گناہوں پر مصر ہو اور توبہ کا حسی محرک نامیدی اور باموسی کی وجہ سے توبہ نہ کرے ہو اور گزشتہ گناہوں کو بڑا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج میں بھی اسباب رجا کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اسے توبہ کی قبولیت کا طبع ہو اور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہوں میں خوب ڈوبا ہوا ہو اور پلجرو اس کے اللہ کے فضل پر مغرور ہو اس کا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہے جیسا حرارت والے کا علاج شدہ سے کرنا کہ شفا ہو۔ یہ جابل اور فنی لوگوں کا طریقہ ہے۔ فیروں کا فسل مرض کو لاعلاج کیے ہوئے ہے اس کی کوئی تدبیر بھی نہیں۔

ترک عیصل کا علاج :- میں پر ہم وقت کا وہ طریقہ بتاتے ہیں کہ جس سے اصرار گنہ میں نفع ہو اگرچہ وہ بہت طویل ہے کہ اس کا بیان کامل ممکن نہیں، تاہم اس کے وہ اقسام لکھتے ہیں جن سے لوگوں کو گنہ کے ترک کرنے پر آمادگی ہوگی اور اصرار کو چھوڑ دیں۔

ترک عیصل کے چار قسم :- واحد کو وقت میں چار قسمیں بیان کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں جو آیات عامیوں اور گنہگاروں کو خوف دلانے کے لیے مذکور ہیں، ان کا ذکر کرے۔ اسی طرح احادیث مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”روزانہ جب صبح ہوتی ہے اور ہر شب کو جب مغرب ہوتی ہے تو وہ فرشتے چار آوازوں میں ایک دوسرے کا جواب دیتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا یہ خلق اللہ پیدا نہ ہوئی۔ دوسرا کہتا ہے کیا اچھا ہوا کہ خلق اللہ بعد پیدا ہونے کے چل لیتی کہ وہ کس لیے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر پہلا کہتا ہے افسوس کہ ان لوگوں کو جب یہ معلوم نہ ہوا کہ کس لیے پیدا ہوئے ہیں تو اپنے ظلم کے مطابق عمل کرتے۔

ایک روایت میں یہ قول یوں مروی ہے کہ کیا اچھا ہوتا جو لوگ آپس میں بیٹھ کر جو کچھ جانتا تھا اس کا چرچا کرتے۔ پھر دوسرا کہتا ہے کہ اچھا ہوتا یہ لوگ اپنے ظلم کے مطابق اگر عمل نہ کرتے تو اپنے برے اعمال سے توبہ کر لیتے۔

بعض اکابر کا فرہان ہے کہ جب بندہ گنہ کرتا ہے، وہ اپنا قرشت بائیں سے کہتا ہے یہ اس پر حاکم ہے کہ چھ ساعت تک یہ عمل نہ کیگت۔ اس عرصہ میں اگر اس نے توبہ و استغفار کیا تو وہ انہیں لکھتا ورنہ لکھ لیتا ہے۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گنہ کرتا ہے تو زمین پر جس جگہ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہتی ہے کہ حکم ہو تو اسے فرق کر دوں۔ اسی طرح آسمان اجازت چاہتا ہے کہ حکم ہو تو اس پر لوٹ پڑوں۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے سے باز رہو اور اسے چھوڑ دو۔ تم نے اسے پیدا نہیں کیا، اگر اسے پیدا کرتے تو تم کو اس پر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور میں اس کو معاف کر دوں یا اس کے گنہ کے بدلے کوئی عمل صلہ کرے اور میں اس گنہ کو بھی نسی سے بدل دوں۔ اس آیت شریف میں یہی معنی مراد ہے ان اللہ یمسک السموات والارض ان تفزولا ولن یزالن ان مسکھما من بعد ذہ 22۔ فاطر 41 ترجمہ کنز الایمان : ہے کہ اللہ ان کے ہونے سے آسمانوں اور زمین کو کہ جنہیں نہ کرے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ سر کرنے والا عرش کے پایہ سے لٹکا ہوا ہے۔ جب بہت سی بے حقیقیں ہوتی ہیں اور حرام چیزیں حلال سمجھی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ سر کرنے والے کو بھیج دیتا ہے، وہ دلوں پر سر لگا جاتا ہے۔ جو چیزیں دلوں کے اندر ہوتی ہیں، وہ اس میں نہ جاتی ہیں۔

مثلاً :- دل کی مثل صوفیہ کرام نے عقل سے دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دل عقل کی طرح ہے کہ جب کوئی گنہ کرتا ہے تو گویا اس کی انگلی بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ تمام انگلیاں بند ہو جائیں۔ جب دل بند ہو جاتا ہے تو وہی

اس کا نقل ہے۔

حضرت حسن کا قول ہے کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان گناہوں کی ایک حد معلوم ہے۔ جب بعد اس پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مرکب رہتا ہے اور پھر کبھی نیک کام کی تلقین نہیں دیتا۔ اسی طرح اعلیٰ و اہل مہمات کی خدمت اور تائین کی تشریف میں بے شمار ہیں۔ مقررہ وقت پر لازم ہے کہ اسی طرح کی روایات کثرت سے بیان کرے۔ اگر دعوتی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یونہی کرنا پڑے گا کہ نہ آپ نے وہیہ اثری تو چھوڑا نہیں، صرف علم و حکمت کو چھوڑا ہے اور عالم دین کو اسی قدر ملا ہے جتنا اس نے قبول کر کے اسے دھور مل بتایا۔

قسم ۲: حکایات انبیاء طہم السلام اور اسلاف صالحین اس میں بھی بیان ہو گا کہ ظاہری خطوں کے سبب سے ان پر کیسے مصائب گزرے۔ اسی طرح کی حکایات دل پر بہت بڑا اثر کرتی ہیں اور نفع ہوتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام :- حضرت آدم علیہ السلام کا محل کہ ایک ظاہری خطا سے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ جنت سے نکل کر دنیا میں تشریف لائے۔ موی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے درخت سے کچھ کھایا تو بھٹی لباس بدن سے آثار اکیہ شرمگاہ ظاہر ہو گئی مگر تاج کو شرم آئی کہ آپ کے سر سے جدا ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تاج سر سے اتارا اور اسے پیشانی سے کھولا۔ پھر عرش کے لوہے سے آواز آئی کہ تم دونوں (آدم و حوا) اتر جاؤ جو میرے نہیں، اس کا میرے ہل ٹھکانا نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حوا کا دل کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ خطا کی پہلی شامت یہ ہوئی ہے کہ محبوب سے جدا ہو گئے۔

سلیمان علیہ السلام :- سلیمان بن داؤد علیہ السلام پر جب خطا کی وجہ سے عتاب ہوا یعنی اس تصویر پر جو ان کے گھر میں چالیس دن تک پہنچی تھی۔ بعض کا یہ قول ہے وہ خطا یہ تھی کہ ایک عورت نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی مرضی کے موافق فیصلہ فرماتا۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قبول کرے گا، وعدہ پورا نہ ہوا۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی خطا یہ تھی کہ اس عورت کے لیے دل میں یہ آیا تھا کہ فیصلہ اس کے باپ کے لیے قرآن میں کے بہرمل خطا کے بدلے چالیس دن کے لیے آپ کی سلطنت لے لی گئی اور آپ پر مصائب نازل ہوئے۔ یہاں تک کہ کھانے کے لیے بھی کچھ نہ رہا۔ اگر لوگوں سے کہتے کہ کھانا وہی سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہوں تو لوگ کوئی توجہ نہ کرتے۔ موی ہے کہ ایک یوحنا کے گھر سے آپ نے کھانا مانگا۔ اس نے جھڑک دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یوحنا نے ایک پیشاب کا گھڑا آپ کے سر پر لٹا دیا۔ یہاں تک کہ جھگڑا ہی آپ کی انگوٹھی پھسل کے پیٹ سے لگی اور چالیس دن کے احتقان کے بعد آپ نے اسے پنا تو پر بندے آپ کے سر پر سایہ کر کے گھڑے ہوئے اور جن اور شیطان دو حوش حاضر ہو گئے جنہوں نے آپ کے حق میں کسی طرح کا قصور یا گستاخی کی تھی، معذرت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے نہ جہاد سے افضل گزشتہ پر ملامت ہے، نہ اسی معذرت پر کوئی تعریف۔ یہ ایک احتقان

تھا جس کا ہونا ضروری تھا۔

حکایت :- بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے شخص میں نکاح کیا تھا۔ اپنے غلام کو اس عورت کو لانے کے لیے بھیجا۔ راستہ میں اس کے نفس نے اس عورت سے اپنا مقصود ظاہر مگر غلام نے اپنے نفس پر قابو پایا اور اس کی خواہش سے منسوب نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے تقویٰ کی وجہ سے اسے بنی اسرائیل کا نبی بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم فیہ کس لیے عنایت فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کی رضا پر مکمل پھوڑ دی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلنی تھی۔ آپ نے اپنی فیض کی طرف دیکھا اور وہ آپ کو اچھا لگا۔ ہوانے اسے گرا دیا۔ آپ نے فرمایا اے ہوا! یہ تو نے کیوں کیا؟ میں نے تو تجھے حکم میں دیا تھا۔ عرض کیا کہ ہم آپ کی اطاعت جیسی کرتے ہیں کہ آپ اللہ (عزوجل) کی اطاعت کرتے ہیں۔ اب چونکہ آپ نے اپنے نفس کو خوش کیا، اس لیے میں نے فیض ہی گرا دیا۔

حکایت یعقوب علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وہی بھیجی کہ میں نے تمہارے تخت یجر یوسف علیہ السلام کو تم سے کیوں جدا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ ہی فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ اس لیے کہ تم نے اس کے بھائیوں سے کہا تھا: "خاف ان باكله الذنب وانتم عنه غافلون" (پ 12 - یوسف 13) ترجمہ کنز الایمان: ڈر رہا ہوں کہ اسے بھیڑنا کھالے اور تم اس سے بہ خبر ہو، تم نے بھیڑیے سے خوف کیوں کیا؟ مجھ سے امید کیوں نہ کی اور بھائیوں کی غفلت کو کیوں خیال میں لائے۔ میری حفاظت کی طرف کیوں نہ دیکھا۔ پھر ارشاد ہوا کہ بتائیے میں نے یوسف علیہ السلام کو کیوں واپس کیا۔ عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا تم نے جب مجھ سے توقع کی اور کہا: "عسى الله ان ياتي بى بهم جميعا" (یوسف 83) ترجمہ کنز الایمان: قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے۔ انھوں نے فتح حسوا من يوسف واخيه ولا نياہ سوا من روح الله (یوسف 87) ترجمہ کنز الایمان: اے بیٹے جلاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

حکایت یوسف علیہ السلام :- جب یوسف علیہ السلام نے پوشلی معاصب سے قید میں ارشل فرمایا تھا کہ میرا ذکر اپنے آقا سے کر۔ اللہ تعالیٰ اس قصہ کو اسی طرح بیان فرماتا ہے: فانساء الشيطان ذكره فلبث في السجن بضع سنين (پ 12 - یوسف 42) ترجمہ کنز الایمان: تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (پوشلا) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کی برسی اور جیل خانہ میں رہا۔

فائدہ :- اسی طرح کی حکایات بے شمار ہیں۔ قرآن و حدیث میں جو حکایات وارد ہیں تو وہ گنتی یا قصہ کے طور پر نہیں بلکہ ان سے عبرت اور بصیرت مطلوب ہے تاکہ عوام سمجھیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے خلاف نبوی سرزد ہو جائے تو معاف ہونے تک معافی مانگتے رہتے تو عوام سے کبیرہ کس طرح معاف کیجئے جائیں گے۔ ہاں انہیں دیتا میں

حکایت میں جلا کیا گیا۔ آخرت میں ان سے حساب نہ ہو گا کہ یہ ان کی سعادت کی وجہ سے ہو۔  
عوام کو ملت دی جاتی ہے تاکہ گناہ کر لیں، پھر توبہ کریں یا سزا پائیں اور انبیاء علیہم السلام سے دنیا میں ہی  
اجتناب ہو جاتا ہے اور آخرت کا عذاب شدید اور بڑا ہے۔ ان کے عمل کی سزا سخت عذاب کو چاہتی ہے۔ اس لیے  
ملت دی جاتی۔ اس قسم کی حکایات گناہوں پر اصرار کرنے والوں کے سامنے زیادہ بیان کرنی چاہیں۔ اس لیے کہ توبہ  
پر آمادہ کرنے کے لیے ایسی حکایات اکثر مفید ہوتی ہیں۔

قسم 3 :- واقعہ مقرر عوام کے سامنے یہ بیان کرے کہ گناہوں پر دنیا میں سزا متوقع ہوتی ہے اور جس قدر کہ  
بعد سے پر مصائب پہنچتے ہیں وہ گناہوں کی شامت ہوتی ہے اس لیے اکثر لوگ امر آخرت کو معمولی سمجھتے ہیں مگر اللہ  
تعالیٰ کے دینی عذاب سے جہالت کی وجہ سے زیادہ ڈرتے ہیں تو ضروری ہوا کہ ایسے لوگوں کو اسی قسم کی باتوں سے  
راہ راست پر لایا جائے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گناہوں کی خواہش دنیا میں انسان پر نازل ہوتی ہے۔ جیسے حضرت  
سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کے قصہ میں گزرا۔ یہی تک کہ بعض اوقات گناہوں کی شامت سے روزی  
تک ہو جاتی ہے۔ کبھی لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر و منزلت چلی جاتی ہے، دشمن غالب ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر 1 :- "ہمد گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔" (ابن ماجہ)

حدیث نمبر 2 :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے "گناہ کی وجہ سے انسان علم بھی بھول  
جاتا ہے۔" یہی مراد ہے اس حدیث شریف میں کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کی عقل اس سے جدا ہو  
جاتی ہے اور پھر کبھی اس کے پاس نہیں آتی۔

بعض اکابر کا قول ہے کہ لعنت منہ کے سیاہ ہونے اور دل کی کمی کا نام نہیں بلکہ لعنت یہ کہ انسان ایک گناہ  
سے نکل کر دوسرے ایسے گناہ میں مبتلا ہو جو اس جیسا ہو یا اس سے بڑھ کر۔

انہوں نے درست فرمایا اس لیے کہ لعنت کا معنی رحمت سے دور اور محروم کرنا ہے۔ جب کسی کو توفیق خیر  
حاصل نہ ہو اور برائی کے لوازم مایا ہوں تو ظاہر ہے کہ رحمت سے دور ہوا اور توفیق کا عطا نہ ہونا کیسی بڑی محرومی  
ہے۔ علاوہ انہیں ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف بلاتا ہے۔ پھر بڑھتا جاتا ہے یہی تک کہ انسان کی وجہ سے اس  
رزق سے محروم رہتا ہے جو اس کی غذا ہے روحانی ہوتی ہے اور علمائے گرام کے پاس بیٹھنا جو گناہوں سے روکنے میں  
اسے صلحاء کی ہم نشینی بھی بہتر نہیں ہوتی بلکہ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض رہتا ہے تاکہ صلحاء بھی اس سے  
ناراض رہیں۔

حکایت :- ایک عارف کمال کا طریقہ تھا کہ وہ کچھ سے کچھ بچا کر اور پاؤں دھا کر رکھتے تاکہ پھسل نہ جائیں مگر ان کا  
پاؤں پھسل گیا اور کچھ میں گر پڑے۔ پھر اندھ کر کچھ میں ہی روٹے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میں حل انسان کا  
ہے کہ ہمیشہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور کنارہ کشی کرتا ہے یہی تک کہ کبھی گناہوں میں مبتلا بھی ہو جاتا ہے "پھر یا تو

بالکل گناہوں میں دھنس جاتا ہے (یہ اس سے قہر کرتا ہے)

حاجت ہو کہ گناہ کی سزا میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی دوسرے گناہ کا مرکب ہو نیز دنیا کے مصائب میں مبتلا ہونا عارفین کے نزدیک گناہ کی سزا میں داخل ہے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انسان پر گردش قتلہ یا احباب کا ظلم و ستم ہو تو سمجھ لے کہ سب میرے گناہوں کی شامت ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ اگر میرے گناہ کی عاقبت بکڑی جائے تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ میرے گناہوں کی شامت ہے۔ ایک عارف کا فرمایا ہے کہ میں اپنے گناہوں کی شامت اپنے گھر کے چہرے بھی سمجھتا ہوں۔

حکایت :- ایک شخص نے کہا کہ میں نے ملک شام میں نصرانی غلام خوبصورت کو دیکھا تو حیران ہو کر اس کے جعل کو دیکھنے لگا۔ اسی دوران میرے پاس ابن جلاء مشق آئے اور میرا ہاتھ پکڑا مجھے شرم آئی۔ ان سے عرض کیا کہ مجھے اس کی صورت دیکھ کر تعجب تھا کہ نہ جالے اللہ کی کیا حکمت ہے کہ ایسی صورت بھی آگ میں جالتے گی۔ انہوں نے میرا ہاتھ دبا کر فرمایا کہ چند روز بعد ہمیں اس کی سزا ملے گی۔ وہی صاحب کہتے ہیں کہ تیس سال بعد مجھے اس کی سزا ملی کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔

حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ احکام بھی ایک سزا ہے اور فرمایا کہ کسی کو جو نماز پسمات نہیں ملتی تو کسی گناہ کے ارتکاب سے یہ امر غور میں آیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ما اتکرم من زمانکم فیما غیرہ من اعمالکم ترجمہ ”زمانہ سے جو بات ہمیں ہر مظلوم ہو اسے اپنے اہل کو بدل ڈالنے سے سمجھو۔“ (بخاری) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ شہوت کو میری طاعت پر مقدم سمجھتا ہے تو اس کی کوئی سزا یہ ہے کہ اسے اپنی منہار مناجات سے محروم کر دوں گا۔

حکایت :- عمو بن علوان سے ایک قصہ منقول ہے کہ وہ قصہ بہت طویل ہے، میں مختصر لکھتا ہوں۔ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نماز پڑھ رہا تھا۔ نماز میں میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ اس کی سوچ بہت دیر تک سوچا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے لواطت کی خواہش پیدا ہوئی، فوراً میں زمین پر گر پڑا اور بقم جسم سیاہ ہو گیا۔ لوگوں کی شرم سے میں تین دن گھر چھپا رہا اور بدن کو صلیں سے حمام میں جا کر دھوا کر سیاہی بدستی گئی۔ تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا، پھر میں حسب طلب حضرت جلیلہ لدی رحمہ کے پاس بندہ لو گیا۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ تجھے شرم نہ آئی کہ اللہ کے سامنے کھڑا تھا اور حیران لکھ لکھ شہوت میں غرق مغلوب کر کے حضوری الہی سے نکل دیا۔ اگر میں تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے اللہ کے سامنے تائب نہ ہوتا تو تو اللہ کے سامنے اسی کالے رنگ سے جاتا۔ مجھے تعجب ہوا کہ حضرت جلیلہ نے میرا حال کس طرح معلوم کیا۔ میں تودہ (اپنے گھر) میں تھا اور آپ بندہ لو میں تشریف رکھتے تھے۔

جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا چہرہ دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ نیک بخت ہوتا ہے تو سیلی ظاہر بدن پر بھی

معلوم ہوئے تھے۔ تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز آجائے۔ اگر بدبخت ہوتا ہے تو وہ سیاحی اندر ہی اندر رہتی ہے یہاں تک کہ تمام ہاتھ سیاح ہو کر مستحق آمل ہو جاتا ہے اور دنیا میں گناہوں کی آفت لغزو مرض وغیرہ آنے کے متعلق اعلیٰ کفایت وارد ہیں۔

دنیا میں بھی کچھ گناہ کی شامت ظاہر ہوتی ہے یعنی کسی مصیبت میں مبتلا ہونا گناہ کی سزا کی وجہ سے ہے۔ پھر اگر اس پر اچھی طرح مہربانی کرے تو مزید عروہی بلکہ بدبختی دہلا ہو جائے گی۔ اگر کوئی نعمت لے تو گناہ کے حق میں صلت ہے۔ اگر وہ اس پر شکر سے عروہ ہو تو ناشکری پر اسے سزا ہوگی وہاں المصمت گزار کا مل اس کے برعکس ہے۔ اس کے حق میں صامت کی برکت سے جو نعمت عطا ہوتی ہے وہ جزائے طاعت ہوتی ہے اور اس کے شکر کی تلقین اس کو مرحمت ہوتی ہے اور جو مصیبت اس پر آتی ہے تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس پر صبر کرنے سے درجہ بلند ہوتے ہیں۔

قسم 4 :- دماغ اور مقرر کو ضروری ہے کہ گناہ پر اصرار کرنے والوں کو ہر گناہ پر علیحدہ علیحدہ جو اعلیٰ وارد ہیں مثلاً شراب خوری، زنا، چوری، قتل، غیبت، کبر، حسد کی برائی علیحدہ علیحدہ بیان کرے۔ ہر ایک میں بے شمار ردایات وارد ہیں مگر اتنا ضرور خلل رکھے کہ جو شخص جس چیز کا مل ہو، اس سے اسی چیز کا مل بیان کرے۔ بے موقع بیان کرنا ایسے ہی ہے جیسے بیماری کچھ اور ہو اور دوا کرے کچھ۔ عالم دین کا مل طیب معلق جیسا ہونا چاہیے۔ طیب پہلے بغیر، رنگ، حرکات و سکنات سے علت بالحق پر واقف ہوتا ہے۔ پھر علاج کرتا ہے۔ عالم دین بھی اسی طرح انسان کے قرائن احوال سے صفات پوشیدہ معلوم کر کے ان کا مل بیان کرے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کامل نصیب ہو۔ کسی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وصیت فرمائیے مگر بہت زیادہ نہ ہو، آپ نے فرمایا قصہ نہ کہتا۔ ایک اور صحابی نے عرض کیا مجھے وصیت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا علیکم بالباس ممانی ایدی الناس فان ذلک ہوا الغنی و اباک والطمع فانہ الفقر العاصر وصل صلوٰۃ مودع و اباک مانع منہ "مجھے چاہیے کہ لوگوں کے مال سے ناامید ہو کہ اسی کا نام دولت مندی ہے اور طمع سے دور رہو کہ وہ سرورست کی مٹلتی ہے اور نماز و رخصت ہونے والے کی طرح پڑھنا اور انکی بات سے خود کو بچانا جس سے غرر کرنا پڑے۔" (ابن ماجہ)

کسی نے آپ سے وصیت کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ جھوٹ نہ بولنا۔ کسی نے حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا "دینا اور آخرت میں بدبختی نہ کر دینا" اس نے عرض کیا کہ یہ بدبختی کیسے پھر ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد کو اپنے اوپر لازم کرنا۔

خلاصہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا مسائل اول میں علامات غضب محسوس فرماتے تھے اس لیے اسے قصہ کرنے سے منع فرمایا تو اسے وحی حکم فرمایا۔ دوسرے میں کلام بدل ڈالنے کی علامات پائیں اسے اسی کے متنبہ جھوٹ نہ بولنے کا فرمایا۔ حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مسائل میں علامات حرص بفرست معلوم



کر کے اسی کے موافق وصیت فرمائی۔

حکایت :- کسی نے حضرت معاذؓ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا اگر تو رم کیا کرے تو میں میرے لیے جنت کا سامن ہوں یا آپ کو بفرست اس کا سخت مل ہونا معلوم ہو گیا تھا اسی لیے رحم کی وصیت فرمائی۔

کسی نے حضرت امیرالمومنین بن ابیہم رحمۃ اللہ علیہ سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آدمیوں سے تمہارا کوہ ورنہ نیک آدمیوں کے ساتھ رہا کرو اور نیک آدمیوں کی ضرورت اس لیے ہے کہ بھولنا اور خطا انسان کا کام ہے اور تمام انسان برابر نہیں ہوتے۔ اچھے لوگ گزر گئے اور نااہل رہ گئے۔ ہم انہیں انسان کیسے سمجھیں؟ وہ تو انسانیت کی توہین کرتے ہیں۔ گویا حضرت امیرالمومنین بن ابیہم نے اپنی فراست سے اس شخص میں میل جول کی علامت محسوس کی اور جو عمل اس پر اس وقت غالب تھا اسے سنا دیا اور اس پر غالب عمل بھی تھا کہ وہ لوگوں کو ایذا دینا وغیرہ کیلئے تنگنا مناسب عمل سائل کے ہونی چاہیے۔

حضرت امیر مصلوبہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ میرے لیے وصیت لکھ کر بھیجے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لکھا کہ بعد حمد و صلوة معلوم ہو کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا لوگوں کی ناراضگی سے چاہے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مشقت سے اسے بچاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لوگوں کی رضا میں چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

اس خط سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فہم و فراست معلوم ہوئی کہ آپ نے وہی لکھا جس کے درپے حکام و امراء ہوتے ہیں یعنی لوگوں کی طرف داری اور ان کی رضا ہوئی انہیں ملحوظ رہتی ہے۔

دوسری دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر مصلوبہؓ کو خط لکھا حمد و صلوة کے بعد معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ جب اللہ (عزوجل) سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچائے گا اور جب لوگوں سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے لیے ان کی کچھ پیش نہ جائے گی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہر مقرر و اعطاء پر ضروری ہے کہ اس کی توجہ اس طرف ہو کہ لوگوں کے صلت پوشیدہ کیا ہیں اور ان کے احوال مناسب اور مصلحت وقت پہچانے تاکہ جو ضروری امر ہو وہی بیان کرے ورنہ تمام نصیب جنس ایک شخص کو کتنا ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں جس امر کی ضرورت نہ ہو اس میں مشغولیت فصیح لائق ہے۔

سوال :- اگر مقرر یا واعظ مجمع میں وقت کتنا ہو یا کوئی ایسا شخص سوال کرے جس کے اہلن کا عمل معلوم نہ ہو تو پھر واعظ کیا کرے؟

جواب :- دائروں صورتوں میں ایسا بیان کرے کہ جس میں تمام مخلوق کو غام ہو یعنی ایسی ضروری باتیں کرے کہ جن

کی سب کو ضرورت ہوئی ہے، ہر وقت یا اکثر اوقات۔ علوم شرعیہ میں یہ ممکن بھی ہے، اس لیے کہ وہ علوم غذا اور دوا دلوں میں ہے۔ غذا تو تمام لوگوں کے لیے ہے اور تکلیف میں جھلا لوگوں کے لیے دوا ہے۔

کسی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ (عز وجل) کا خوف اپنے اوپر لازم کرنا، یہ خیر و بھلائی کی جڑ ہے اور جہل و فسق کی پھل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں رہبانیت اسی کو کہتے ہیں اور قرآن مجید ہمیشہ پر حکم دے رہا ہے کہ تم نے زمین والوں میں اور ہو گا اور آسمان والوں میں تیری یاد رہے گی اور ہمت شکنگو کے سوا سکوت اختیار کرنا کیونکہ اس سے تو شیطان پر غالب ہو جائے گا۔

کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کبریائی بیان کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تیری عزت بڑھائے گا۔

پند سود مند:- حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علماء کی صحبت اختیار کر۔ ان سے بھگڑا نہ کرنا ورنہ وہ تجھے برا سمجھیں گے اور دنیا میں مقدار موت بھری لے رکھنا جو باقی مل جائے، اسے آخرت کے لیے خرچ کرنا اور دنیا کو ہانک کر نہ کرنا کہ اپنا بوجھ لوگوں پر ڈال دو کہ تمہارا بوجھ ان کی گردن کا دھل ہو اور روزہ ایسا رکھنا کہ جس سے شہوت کمزور ہو۔ ایسا روزہ نہ رکھنا کہ جس سے نماز میں خلل ہو۔ اس لیے کہ نماز، روزہ سے افضل ہے اور یقیناً قاف کے پاس نہ بیٹھنا اور نہ دوڑنی انسانوں سے ملنا۔

فائدہ:- یہ بھی انہیں کی نصیحت ہے جو انہوں نے اپنے فرزند کو فرمایا کہ بغیر تعجب کے نہ ہنسنا اور بغیر ضرورت کے لوہر اور نہ گھومنا اور جس چیز سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہو، اس کا حل نہ پوچھنا اور اپنے دل کو ضائع کر کے دوسرے کا دل ستورنا۔ اس کی مراد یہ ہے کہ تیرا دل وہ ہے جو مرنے سے پہلے لوگوں کو دیا جائے اور دوسرے کا دل وہ ہے جو چھوڑ دیا جائے۔ اسے فرزند جو رحم کرتا ہے، اس پر رحم کیا جاتا ہے اور جو چپ رہتا ہے، وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھی بات کہتا ہے، وہ قیمت پاتا ہے اور جو بری بات کہتا ہے، وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہیں روکتا، وہ پریشانی اٹھاتا ہے۔

کسی نے حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ اگر بالفرض اس میں تجھے موت آجائے تو اس پر مرنا اچھا معلوم ہو، ایسے کام سے اجتناب کر۔

حکایت:- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس کلمہ کو دیکھ کر دل لرزے، اسے نہ کہہ کر۔ کسی کو نقصان نہ پہنچ کر۔ بھگڑنے سے کناہ کر۔ بے ضرورت لوہر اور نہ بھوک اور بغیر تعجب کے نہ ہنسنا اور اہل قصور کو ان کی خطاؤں میں کھینچ کر نہ دیکھنا۔ اے ابن عمر! اپنی خطا پر دانا منہب ہے۔

حکایت:- حضرت محمد بن کرام سے کسی نے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضا میں اپنی کوشش کر۔

جتنا اپنے نفس کی رضا میں کرتے ہو۔

حکایت :- کسی نے حلد لطف سے وصیت کے لیے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے دین کے لیے ایسا خلاف بیوقوفانہ کام مجید کے لیے بنایا جاتا ہے کہ کسی طرح کی کرد قرآن پر نہ پڑے۔ سائل نے پوچھا کہ دین کے خلاف سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ طلب دنیا چھوڑ دو مگر بقدر ضرورت اور کثرت کلام نور زائد از ضرورت کا بھی تدارک ہو اور بے ضرورت لوگوں سے ملاقات ترک کر دو۔

حکایت :- حضرت حسن بھری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا۔ حمد و صلوة کے بعد معلوم ہو کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ خوف والا اور ڈرتا ہے اس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو قصداً پس اب موجود ہے اس میں آنسو کے لیے لے لو اور موت کے بعد اس کا صحیح نتیجہ معلوم ہو گا۔

حکایت :- ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ مجھے نصیحت کیجئے۔ اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ حمد و صلوة کے بعد واضح ہو کہ سب سے بڑے ہولناک اور وحشت ناک امور قصداً آگے ہیں اور ہمیں ان سے واسطہ ضرور پڑے گا۔ اس کے بعد نجات یا تباہی ہے اور یہ بھی جان لو کہ جو شخص اپنے نفس کا احسان لیتا رہتا ہے وہ نفع میں رہتا ہے اور جو اس سے غافل ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو شخص انہماک پر نظر رکھتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو ہوائے نفس کی اطاعت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور جو شخص حوصلہ کرتا ہے اسے نصیحت ملتی ہے اور جو ڈرتا رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو بے خوف رہتا ہے وہ عبرت پکڑتا ہے اور عبرت والا صاحب بصیرت ہوتا ہے اور لال بصیرت قہیم ہوتا ہے اور قہیم واقف کار ہوتا ہے۔ جب تم سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے باز آنا چاہیے اور جب نہ امت کہ تو خطا کو جڑ سے اکھاڑ دو اور اگر کوئی ہمت سمجھ نہ آتی ہو پوچھ لو اور جس وقت غصہ آئے تو تسبیح روکو۔

حکایت :- طرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ بعد حمد و صلوة معلوم ہو کہ دنیا عقوبت کا گھر ہے اسے دی جمع کرنا ہے جسے عقل نہیں اور اس سے دھوکہ اسی کو ہوتا ہے جسے علم نہیں۔ اے امیر المؤمنین دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اپنے دھم کا علاج کرتا ہے اور درد کی شدت سے وہاں پر صبر کرتا ہے۔

حکایت :- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہادی بن ارطاط کو لکھا کہ حمد و صلوة کے بعد واضح ہو کہ دنیا اولیاء اللہ اس کے اعداء (دشمنوں) کی دشمن ہے۔ اولیاء کو رنج و پہچانی ہے اور اعداء کو حفاظت دی ہے۔

فائدہ :- آپ نے بعض حکام کو لکھا کہ تم کو بتدوین پر قلم کرنے کی قدرت حاصل ہے مگر جب کسی پر قلم کا ارادہ کرو تو یاد رکھنا کہ تمہارے اوپر بھی اللہ عزوجل جبار ہے اور خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگوں پر تم جبر و ستم کر سکتے ہو وہ

ان پر گزر جائے گا مگر تم پر باقی رہے گا اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ مظلوموں کے انتقام میں ظالموں کو پھڑے گا۔  
(اسلام) حاصل یہ کہ وہ علم اس طرح کا ہونا چاہیے اور جس کا حل مظلوم نہ ہو اس کو بھی اسی طرح نصیحت کرنی  
چاہئے۔

فائدہ :- یہ دو صفتیں اور نصبہ نہیں غذاؤں کی طرح ہیں۔ ان سے ہر ایک کو فائدہ ہو سکتا ہے لیکن ایسے مقرر اور  
واقعہ غالب ہیں بلکہ باب وقت بالکل مسدود ہو گیا اور معاصی و غلبہ غالب ہو گئے۔ لوگوں کو ایسے واقعوں سے کام لے کر  
جو حق اور فائدہ سے پھٹتا چڑی ہاتھی کرتے اور اشارے کرتے ہیں اور جو بات ان کے مقصد علمی کے موافق نہیں  
اسے بھی شکایت بیان کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے مشابہ ہونے پر مرتے ہیں۔ اسی وجہ سے عوام کے دلوں سے  
ان کا وقار جاتا رہا۔ ان کا کلام دلوں پر اثر نہیں کرتا اس لیے کہ وہ خود دل سے نہیں کہتے۔ واقعین کے اقوال غلط از  
لفظ و گزاف نہیں نہ سینے والے تکلف سے مقابلہ دل ہیں، دلوں ہی دین سے روگردان اور خلاف ہیں۔

فائدہ :- چونکہ مریض کا علاج حاشا طیب ہے تو گناہوں کے لیے بھی پہلے علاج کا طلب کرنا ضروری ہے۔ یہ علاج  
کارکن ہے۔ اس کی اصل یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ دوسری اصل اجزاء کے علاج کی مبر ہے اور مبر کی ضرورت کی  
وجہ یہ ہے کہ مریض کا مرض بڑھتا ہے تو صرف معجزہ جڑوں کے استعمال کی وجہ سے۔ معجزہ جڑوں کا استعمال دو سبب  
سے ہوتا ہے۔ (۱) اس کے ضرر سے عامل ہو۔ (۲) غلبہ شہوت میں ضرر کا خیال نہ کرے۔

فائدہ :- جو مذکور ہوا وہ تو علاج غفلت کا تھا۔ اب صرف شہوت کا علاج باقی رہا اور اس کے علاج کا طریقہ ہم باب  
مباحثہ نفس میں لکھ چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

علاج شہوت :- کسی معجزہ کا بہت زیادہ اشتیاق ہو تو تہذیب یہ ہے کہ پہلے اس کے ضرر کی زیادتی سے واقف ہو  
پھر وہ چیز اس کی آنکھوں سے پوشیدہ کر دی جائے کہ کبھی سامنے نہ آئے پائے اور اس کے بدلے میں کوئی اور چیز اسی  
کے قریب جو صورت میں مشابہ اور ضرر میں کمتر ہو استعمال کرے۔ پھر درد اور تکلیف جو اس کے استعمال سے ہو  
اسے بھی چھوڑ دے اور اس کے چھوڑنے پر مبر کرے اور مریض کو ہر عمل تکلیفی مبر ضروری ہے۔ اسی طرح معاصی  
کی شہوت کا علاج ہونا چاہیے۔

مثلاً :- کسی نوجوان کو شہوت کا جوش ہو اور وہ اپنی آنکھ اور دل اور اعضاء کو متغنائے شہوت سے نہ روک سکے تو  
اسے چاہیے کہ پہلے اپنے کلمہ کے ضرر سے واقف ہو یعنی وہ وعیدات جو کتاب اللہ اور احادیث میں وارد ہیں خواہ  
کسی سے سنے (اگر ان پڑھ ہو) جب خوف زیادہ ہو گا تو ان اسباب سے دور بھاگے گا جو شہوت کو جوش میں لاتی  
ہیں۔

فائدہ :- شہوت کا سبب یا تو خارج سے ہوتا ہے یعنی جس کی خواہش ہے اسے دیکھنے اور سامنے ہونے سے۔ اس

سبب کا علاج تو یہ ہے کہ اس کے پاس نہ رہے یا اس سے تعلقی اختیار کرے اور یا سبب شہوت داخل سے ہوتا ہے یعنی لذیذہ اور مقوی غذاؤں سے تو اس کا علاج بھوکا رہنا اور بیٹھ دودھ دار رہنا ہے۔ یہ دونوں علاج صبر کے محتاج ہیں اور صبر بغیر خوف کے اور علم کے اور علم بغیر بصیرت و تامل کے حاصل نہیں ہوتا ہاں سننے اور عقیدہ سے بھی علم حاصل ہو سکتا ہے۔

علاج :- ایسے مریض (گنہگار) کو جملوں یعنی دماغ کے جملوں میں حاضر ہونا چاہیے۔ پھر دل کو تمام شغلوں سے خلل کر کے سننے کی طرف مصروف ہو اور جو سننے اسے خوب سمجھنے کے لیے غور کرے۔ اسے ایسی تدبیر سے خوف پیدا ہو گا اور جب خوف غالب ہو جائے گا تو اس کی اعانت سے صبر میر ہو گا اور طلب و علاج کے اسباب پیدا ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس پر آمین کر دے گا۔

فائدہ :- جو شخص دل لگا کر دماغ سے گا اور خوف سے واقف ہو کر اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اور خضر ثواب کا ہو گا اور اچھی بات کو کچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو رفتہ رفتہ آسانی پر پہنچا دے گا اور جو اس پارے میں پھل کرنے کا اور توجہ نہ دے گا بلکہ بے پروائی کر کے اپنی بات کو بھلائے گا اسے اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ سختی میں پہنچا دے گا۔ پھر دنیا کی لذیذہ چیزیں اس کے کام نہ آئیں گی، ہلاک ہو کر گڑھے میں جا پڑے گا۔

انبیاء حکیم السلام کا کام یہی تھا کہ ہدایت کے طریقے بیان کرتے باقی دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

سوال :- اس تقریر کا انجام کار ایمان پر ہے اس لیے کہ ترک گناہ بغیر اس سے صبر کیے ممکن نہیں اور صبر بغیر واقفیت خوف کے ممکن نہیں اور خوف بغیر علم کے نہیں ہوتا اور علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جب زیادتی گناہوں کے ضرر کی تصدیق ہو اور گناہ کے ضرر کی تصدیق بعینہ اللہ جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے اس کا نام ایمان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ اسے ایمان نہیں ملا کہ یہ بات قیاس کے خلاف ہے کہ اصرار والے کو ایمان نہ کہیں۔

جواب :- اصرار گناہ میں ایمان مفقود تو نہیں ہوتا بلکہ ضعف ایمان ہے یہ حرکت صادر ہوتی ہے اس لیے کہ یہ بات تو ہر ایماندار ہوتا ہے کہ گناہ اللہ تعالیٰ سے دداری اور عذاب اخروی کے سبب سے ہوتا ہے۔ پھر جو گناہ میں جلا ہوتا ہے تو اس کی کنی و ہمیں ہیں۔

وجہ ۱ :- جس عذاب کی وعید ہے وہ موجود نہیں اس کی نظر سے غائب ہے اور نفس انسانی کی فطرت اس طریقہ پر ہے کہ اسے جتنا اثر موجود سے ہوتا ہے اتنا غائب سے نہیں ہوتا اس لیے موجود چیز کی تاثیر اس پر بہ نسبت حاضر کے ضعیف ہوتی ہے۔

وجہ ۲ :- یہ کہ شہوات جو گناہوں کی موجب ہوتی ہیں ان کی لذتیں نقد ہیں جو انسان کو بروقت محسوس ہوتی ہیں اور ان کی غلظت و القوت ہونے سے قوت و غلبہ پا جاتی ہیں اس لیے کہ علت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہے

اور حل کی لذت آئندہ کے خوف سے چھوڑنا لمس پر ٹپکنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلابل نحبون العاجلین ونازول الاخرہ (پ 29 قیامت 2021) ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ اسے کافرو تم پاؤں تلے کی دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اور فرمایا تو نزلون الحیاء العنبا (پ 30 لااعلیٰ 18) ترجمہ کنز الایمان: تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

حدیث 1:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حفت الجنة بالمکارہ وجفت النار بالشہوات ترجمہ "گھیری مٹی ہے بہشت مکروہ چیزوں سے، گھیری مٹی ہے دوزخ خواہشوں سے۔" (بخاری شریف)

حدیث 2:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا اسے دیکھو۔ انہوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اس کا حل سے گا، بھی اس میں نہ جائے گا۔ پھر اسے شہوات سے ڈھپ کر حضرت جبرائیل کو حکم ہوا کہ اب جا کر دیکھو۔ انہوں نے دیکھ کر عرض کی کہ قسم ہے تیری عزت کی، اب مجھے خوف ہے کہ کوئی بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہ رہے گا اور بہشت کو پیدا کر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم کیا کہ اسے دیکھو۔ انہوں نے دیکھ کر عرض کی کہ قسم ہے تیری عزت کی جو بھی اس کا حل سے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔ پھر بہشت کو کھابہات میں چھپا کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ اب جا کر دیکھو۔ انہوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ اب مجھے خوف ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا۔

قائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ شہوات کا موجود ہونا اور عذاب کے انجام غائب ہونا اصرار کے لیے ہی دو سبب واضح ہیں بلکہ جو یکہ اصل ایمان موجود رہتا ہے۔

مثال:- جو مرض میں برف کا پانی شدت پیاس سے جتا ہے وہ اصل غلب کا شکر نہیں۔ نہ اس بہت کا شکر ہے کہ یہ پانی میرے لیے مضر ہے مگر جو کہ شہوات غلب ہے اور مبر بھی نہیں ہو سکتا اس لیے جو تکلیف اور ضرر آئندہ ہوگا وہ آسان معلوم ہوتا ہے۔

وجہ 3:- یہ کہ گنہگار مومن اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنی برائیوں کو حسرت سے مٹاتا چاہتا ہے اور وعدہ بھی شرع میں موجود ہے کہ حسرت سے بہتات مٹ جاتی ہیں مگر چونکہ طول اہل علیان پر غلبہ رہتی ہے اس لیے انسان بیش توبہ میں تاخیر کرتا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ باوجود ایمان اور توبہ توبہ کی امید میں گنہگار مرتکب ہوتا ہے۔

وجہ 4:- کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کو یہ اعتقاد ہو کہ گنہگار ایسے عذاب کے اسباب نہیں ہوتے جن کا سہاگ ہونا ممکن نہ ہو اس لیے گنہگار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھی بھروسہ کرتے ہیں یعنی گنہگار سہاگ ہو جانے کی توقع رکھتے ہیں۔

قائدہ:- یہ چار وجوہ ہیں کہ باوجود ہائی رہتے اصل ایمان کے بھی اسباب موجب اصرار گنہگاروں کے ہوتے ہیں۔ ہاں

بعض اوقات مجرم ایک پانچویں سبب سے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جس سے اصل الجناہ میں غلط واقع ہو جاتا ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ سرے سے مجرم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق ہونے میں شک ہوتا ہے۔ اس کا نام کفر ہے۔ جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو فرمائے کہ فلاں چیز تمہارے لیے مضر ہے اور مریض اس طبیب کا مستفاد ہو تو وہ یا پھر اس کے قول کو جھٹلائے گا یا شک کرے گا، ہر حال اس کے کہنے کی کوئی پروا نہ کرے گا اور نہ اس کی بات مانے کا اسی کا نام کفر ہے۔

وجد کا علاج :- سبب اول یعنی عذاب کے غائب ہونے میں تو یہ سوچے کہ جو چیز ہوتی ہے 'وہ ہو کر رہے گی' آنے والی چیز آکر رہے گی۔ غور کیا جائے تو قیامت بالکل قریب ہے اور موت ہر ایک کے قے سے بھی نزدیک تر ہے تو کیا خبر کہ شاید قیامت ہی نزدیک ہو۔ جس وقت قائم ہوگی 'اسی وقت موجود ہو جائے گی اور سالک یہ بھی دل میں سوچے کہ دنیا میں آئندہ کے خوف کے لیے نقد دکھ اور مشقت اٹھاتے ہیں مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہو جائیں 'شکلی و تری کا ستر کر کے نفع حاصل کرتے ہیں کہ بوقت ضرورت کام آئے بلکہ اگر کوئی طبیب اگرچہ نصرانی ہو، کسی مریض سے کہہ دے کہ نصف اپنی حیرے لیے مضر ہے 'پتی پیچے گا تو مر جائے گا۔ اگرچہ مریض کے نزدیک نصف اپنی تمام چیزوں سے لذت تر ہے مگر موت کے خوف سے اسے چھوڑ دے گا پھر جو یکے موت کا رنج صرف ایک لمحہ ہوتا ہے بشرطیکہ اس کے بعد کا خوف (قبر وغیرہ) نہ ہو اور دنیا سے بدلتی بھی ضروری ہے اور دنیا کے وجود کا ازل اور لب کے عدم سے کوئی نسبت نہیں 'اب مقام غور ہے کہ ایک نصرانی کے قول سے کس طرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اس کی طبیعت کوئی معجزہ نہیں مگر اب سوچے کہ فیری عقل کے شایان شان نہیں کہ میرے نزدیک قول انبیاء علیہم السلام کا جن کو معجزہ سے تائید ہے 'ایک نصرانی کے قول سے بھی کم سمجھوں جو صرف خود اپنے آپ کو وہ طبیب بتاتا ہے اور ان کی طب پر کوئی معجزہ قائم نہیں 'نہ عوام کے سوا کوئی دوسرا اس کا گواہ ہے۔ پھر دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا بھی نہیں حالانکہ قیامت کا ایک دن دنیا کے دنوں کی بہ نسبت پچاس ہزار سال کا ہو گا اور اسی طرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہے یعنی اگر گناہ کی وجہ غلبہ لذت ہو تو اسے فکس پر چھوڑا کر چھوڑ دے اور یوں کہے کہ جب میں اس لذت کو زندگی بھر نہیں چھوڑ سکا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہیں تو دلی زندگی کی لذت مجھ سے کیسے چھوٹے گی اور یہ ذرا سا رنج بھر اگر مجھ سے نہیں اٹھ سکتا تو دوزخ کی تکلیف کی برداشت کیسے ہوگی اور جب دنیا کی زیبائش کی چیزوں پر جن میں کدورت اور تغیر ہوتا ہے اور کوئی شے خلا از رنج بھی نہیں 'مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا تو آخرت کی نعمتوں سے کیسے صبر ہو گا اور وجہ سوم یعنی توبہ کرنے کے لیے مل مٹل کا علاج یہ ہے کہ سوچے کہ دوزخیوں کی اکثر قریب اس سے ہوگی کہ ہم نے توبہ کے وقت کیوں مل مٹل کیا۔ علاوہ ازیں ٹالنے والا اپنے کام کی بنا کسی چیز پر رکھتا ہے جو اس کے اختیار میں نہیں یعنی فرض کر لیتا ہے کہ میں آئندہ زندہ رہوں گا اور توبہ کر لوں گا 'اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ زندہ رہے گا شاید کل تک مر جائے اور اگر زندہ بھی رہے تو سمجھانہ نہ چھوڑ سکے، جیسا اب نہیں چھوڑ رہا۔ اس لیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اس وقت ہے یعنی غلبہ

شہوت وہ تو اسے چھٹی رہے گی بلکہ دور نہیں کہ دنیا عرصہ گنہ کے علوی ہونے سے اور زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔  
جس شہوت کا انسان لڑو ہوتا ہے وہ شہوت زیادہ قوی ہوتی ہے یہ نسبت اس کے کہ جس کی عادت نہیں ہوتی۔ یہی  
وجہ ہے کہ عموماً توبہ ٹالنے والے تباہ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ہر ایک معاملہ کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ  
ہر دن دوسرے سے مشابہ ہے۔ ایسے لوگوں کو ترک شہوت بیش دشوار ہوتا ہے۔

مثلاً :- توبہ میں مل مول کرنے والوں کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی درخت کو جڑ سے اکھاڑنا چاہے اور جب دیکھے  
کہ یہ تو مضبوط ہے، بغیر محنت سے نہیں اکڑے گا تو کہے کہ ایک طویل عرصہ تک چھوڑ دوں، پھر اکھاڑوں گا۔ وہ یہ  
بھی جانتا ہے کہ درخت جتنے دن زمین میں رہے گا مضبوط ہوتا جائے گا۔ اسی طرح وہ جانتا ہے کہ وہ جتنا بڑا ہوتا  
جائے گا اس میں کمزوری بڑھتی جائے گی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں اس کے برابر کا کوئی احقر نہ ہوگا کہ جب اس کے  
بدن میں جان تھی اور درخت کمزور تھا اس وقت تو اسے نہ اکھاڑا۔ ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہو جائے اور  
خود کمزور تو ایسے وقت میں کیسے ڈیل ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی اللہ تعالیٰ کے عنو کی توقع تو اس کا علاج پہلے مگر چکا  
اس کی وہی مثل ہے کہ کوئی اپنا تمام مل خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو فقیر رہنے دے اور توقع کرے  
کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی دیرانے میں خزانہ بتائے گا یا کوئی ایسے شہر میں ہو کہ وہاں کے لوگ زہرستی  
مل لوٹ لیتے ہوں تو یہ شخص اپنا مل گھر کے صحن میں ڈال دے اور بلجود قدرت اس کے دفن اور پوشیدہ کرنے کے  
کے کہ مجھے اللہ عزوجل کے فضل سے توقع ہے کہ لٹیروں کو اندھا کر دے یا ان پر کوئی مصیبت ڈال دے کہ میرے  
گھر میں نہ آئیں۔ اگر آئیں تو دروازے پر مرجائیں۔

فائدہ :- ان مثالوں میں خزانے کا ملنا اور عمارت گروں، لٹیروں کا اندھا ہونا یا مرجانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو  
بھی جاتا ہے مگر جو کوئی اس پر سمجھے کہ اسے اپنا مل ضائع کرے تو وہ نہایت ہی پاگل اور احقر ہے۔ اسی طرح گنہ کا  
معاف ہونا ممکن ہے مگر اس پر خواہ مخواہ تکیہ کرنا داخل حماقت ہے۔ پانچویں وجہ یعنی شک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے صلوات ہونے میں شک کرنا اس کا علاج وہ اسباب ہیں کہ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
صدق ثابت ہو مگر ایسے شخص کا علاج وہ لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے عقل و فہم سے واقف ہوں مثلاً اس سے یوں  
کہا جائے کہ جس امر کو انبیاء علیہم السلام کہ ان سے معجزات صادر ہوئے ہیں تو انہیں سچا سمجھتا ہے۔ انہوں نے  
آخرت کی خبر دی، اب بتا کہ امر آخرت تیرے نزدیک ممکن ہے یا محال۔ اگر وہ جواب دے کہ میں تو اسے عمل جانتا  
ہوں تو اسے خارج از عقل سمجھنا چاہیے کیونکہ غالباً ایسا احقر مقلد میں کوئی نہ ہوگا۔ اگر جواب دے کہ مجھے اس  
میں شک ہے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے گھر میں کھانا چھوڑ جائے اور کوئی انجینی تجھے کھے کہ تیرے پیچھے اس  
کھانے میں شائبہ ہے نہ ذرا گڑباز لگا رہے اور تجھے اس کی بات میں شک ہو کہ معلوم نہیں سچ کہتا ہے یا  
جھوٹ تو ایسی صورت میں اس کھانے کو تو کھائے یا بلجود لذیذ ہونے کے چھوڑ دے گا۔ پس وہ جواب دے گا کہ میں



اس کھانے کو نہ کھاؤں گا۔ اس لیے کہ میں سمجھوں گا اگر بالفرض اس نے جہت بھی کہا ہے تو صرف اسی قدر نقصان ہے کہ وہ کھانا جاتا رہے گا اور اس سے مبر کرنا اگرچہ مشکل ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اس نے سچ کہا ہے تو زندگی جاتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ نسبت کھانے سے مبر کرنے اور اس کے ضائع ہو جانے کے موت بہت زیادہ سخت ہے تو اس سے کہنا چاہیے کہ ایک عام آدمی کا کہنا تو رہتا ہے کہ اس میں یہ بھی اہم ہے کہ شاید غلط کہہ دیا ہو پھر تمام انبیاء مسلمہ اسلام کا قول بلوجود ان سے معجزات کے ظہور کے اور تمام اولیاء اور علماء اور حکماء بلکہ تمام عقلا کا تو قول نہیں ملتا۔ چلیں سے ہمیں بحث نہیں عقلاء میں سے تو کوئی ایسا بتا دیں جسے قیامت کا یقین نہ ہو اور ثواب و عذاب کو صحیح نہ مانا ہو اگرچہ ان کی کیفیت میں اختلاف ہو مگر ان کے وجود کے تمام قائل ہیں۔ اگر یہ تمام لوگ سچے ہیں تو بے شک تم پر ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ تک رہے گا۔ اگر جموئے ہیں تو تیرا حرج نہیں صرف یہ ہوگا کہ بعض شہوات اس دارقطنی کی فتح سے فوت ہو جائیں گی۔ اگر وہ محض عاقل ہوگا تو اس تقریر کے بعد اسے کچھ تنبیہاں توقف نہ رہے گی اس لیے کہ مثنوی زندگی کو دائمی زندگی کے ساتھ کوئی نسبت نہیں بلکہ اگر تمام دنیا میں جینا ہوا اور فرض کرو کہ ایک پرندہ دس لاکھ سال کے بعد ایک دان اٹھالے تب بھی بلا اثر بخلاف آخرت کی زندگی کے کہ وہ کبھی فنا نہ ہوگی پس سمجھو ار انسان دنیا کے قہوڑے دن شہوات سے مبر کر کے ہمیشہ کی سعادت حاصل کرنے میں کیسے سستی کرے گا۔

تقریر دہریہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ :- ایک دہریہ امور آخرت کے وقوع کے سمجھنے سے قاصر تھا اور اسے امور آخرت میں شک تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حیرا کتنا ٹھیک ہے تو ہم دونوں تجھیں کے اور اگر ہمارا کتنا درست ہے تو ہم تجھیں کے اور توجاہ ہو گا۔

فائدہ :- خلاصہ یہ کہ سمجھو ار انسان تمام ہولناکیوں اور وحشت کے مقلد میں وہ راہ اختیار کرے کہ جس میں امن ہو۔

مناکہ :- یہ باتیں بدیہی نہیں بغیر تامل کے حاصل نہیں ہوتیں تو دلوں پر بلا نازل ہوتی ہیں کہ اس بارے میں فکر چھوڑ دیں۔

سوال :- دلوں کے امور آخرت کا علاج اور اس فکر کی طرف متوجہ ہونا بالخصوص ایسے شخص کا جو ایمان اصل شرع اور اس کی تفصیل پر رکھتا ہو اسے کوئی شے مانع ہے کہ وہ فکر نہیں کرتا؟

جواب :- اس کی فکر کی مانع نہ باتیں ہیں۔ (1) فکر مانع آدمی کے لیے ایک وہ ہے جو عذاب آخری اور اس کے ابوال و شدائد اور گناہوں کی حسرت اور ان کے جنت سے محروم رہنے کے بارے میں گمراہی فکر آدمی کے دل میں لگتا ہے اس لیے دل کو اس سے نفرت ہوتی ہے اور دنیوی امور میں فکر کرنے سے لذت پاتا اور فرحت و راحت محسوس کرتا ہے۔ (2) یہ کہ فکر بھی ایک ایسا مشغل ہے کہ جس وقت انسان پر مسلط ہوتا ہے تو لذت دنیوی

لور تھائے شہوت سے روک رہا ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں جس کے ہر عمل لور ہر آن میں شہوت کسی چیز کی شہوت نہ ہوتی ہو۔ یہی شہوت بھی اس پر مسلط ہو کہ عقل کو مغلوب کر لیتی ہے۔ اسی وجہ سے اس شہوت کے چلنے کی تدبیر میں لگا رہتا ہے لور یہی اس کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی تدبیر نکالے یا دلو شہوت دے اور فکر میں یہ بات کہیں ہو سکتی ہے۔

دونوں امور کا علاج یہ۔ ان دونوں مانع کا علاج یہ ہے کہ سالک اپنے دل میں سوچے کہ تو کتنا سخت غمی ہے کہ موت اور اس کے بعد کی فکر سے بچتا ہے لور اس کی یاد سے رنج اٹھاتا ہے لور اس کے آنے کو حقیر جانتا ہے۔ جب آئے گی تو کیسے اس کا عذاب اٹھائے گا تو موت اور بعد کے احوال مانا ہے پھر برداشت نہیں کر سکے گا۔ اسی سے رنج پاتا ہے لور فکر کی وجہ سے جو لذات دنیا کے فوت ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ یہ بات یقیناً جان لے کہ آخرت کی لذات کا جانا رہتا بہت سخت لور گرہں ہوگا اس لیے کہ لول تو ان لذات کی کچھ پہچان نہیں دوسرے ان میں کسی طرح کی مشقت یا کدورت نہیں لور لذات دنیاوی عین تیار ہیں لور نہ خلی از کدورت تو ان میں لذت خالص ہے کدورت بھی نہیں ہو سکتی اہلہ گناہوں سے تو بے کر کے طاعت الہی پر متوجہ ہونے سے لذت مناجات الہی لور اس کی معرفت و طاعت سے آرام ملتا لور زبان الہی پلا پیڑی عمدہ لذت ہے کہ اگر مصلح کو عمل کی جزا سوا اس طاعت کے لور کچھ نہ ملتی تپ بھی کافی تھی۔ پھر جب اس پر لور جنت کی نعمتیں بھی دی جائیں گی تو اس لذت کا کیا کہنا۔ ہاں یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہیں میر آتی لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اس پر صابر رہے گا لور خیر کا بھی اتنا ملے گا جو جائے گا مٹنا شر کا ملے گا تو مقصود حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ نفس اسی چیز کو قبول کرتا ہے جس کا ملے ہو۔ خیر کا بھی ملے ہو سکتا ہے لور شر کا بھی۔

خلاصہ یہ کہ یہ فکرات اسی طرح کے ہیں جن سے خوف ابھرتا ہے جو باعث جوش قوت مبر ہے لور یہ فکر واعظوں کے وعظ سے اور ایسی منجہبت سے جو کبھی اتفاقاً مسہب سے شمار سے دل پر موافق طبع ہو جاتی ہیں لور دل کو ان کی طرف رغبت ہوتی ہے لور جو سبب کہ طبیعت لور ان فکروں میں موافقت کرتا اسے خوش کتے ہیں۔ اس لیے کہ خوشی اسی کام ہے کہ ارادہ لور مطلوب یعنی اس اخلاص میں جو آخرت میں ملے ہو موافقت ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کفر کی بنا کس پر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ چار ارکان پر (1) جفا (2) بیعتالی (3) غفلت (4) تکبر جو جفا کرے گا وہ حق کو حقیر جانے گا لور باطل کو لور علماء کو برا جانے گا لور جو ایمان کا ہوگا ذکر کو بھول جائے گا لور غفلت کرے گا۔ وہ رلو راست سے پھر جائے گا لور جو شک کرے گا وہ آرزوؤں سے مقابلے میں پڑ جائے گا پھر حسرت لور عداوت اس کو آزمائے گی لور جس چیز میں اس کو شک تھا وہ اللہ کی طرف سے اس پر ظاہر ہو جائے گی۔

فائدہ:- بعض آفات کا بیان ہے جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہیں لور اس قدر توبہ کے باب میں کافی ہے۔ ہاں میرا

رکن ہے جس پر توبہ کا دوا ہم منحصر ہے اس لیے اس کا بیان ایک مستقل باب میں ضروری ہوا۔ الحمد للہ باب توبہ اللہ کے فضل اور اس کے حسن تدبیر سے ختم ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً وصلى اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم

## صبر و شکر

احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں ' نصف شکر ہے اور نصف صبر۔ علاوہ انہیں اللہ تعالیٰ کے اسلئے حسنی میں مبرور اور شکور دونوں نام ہیں تو مبرور شکر کا اوصاف خداوندی اور اسلمہ حسنی میں داخل ہونا مستحق ہے اور ان دونوں سے بے خبری گویا ایمان کے دونوں حصوں سے چیل رہتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی دونوں صفات سے غافل رہتا اور بغیر حصول قرب اللہ کے کوئی صورت نہیں اور طریق ایمان پر چلنا اس بات کے پچانے بغیر کہ کس چیز پر اور کس ذات پر ایمان چاہیے ' غیر ممکن ہے جو اس بات کے پچانے میں سستی کرے ' وہ مبرور شکر کی معرفت سے بھی محروم رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے دونوں حصوں کا جاننا ضروری ہے اس لیے ہم اس باب میں مبرور شکر کو یکجا لکھتے ہیں ' اس لیے کہ ان دونوں میں ارتباط و مناسبت زیادہ ہے۔

فضائل صبر:- اللہ تعالیٰ نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور مبرر کا ذکر قرآن مجید میں کچھ لوہ ستر (70) جگہ ہے اور بہت سے درجہات اور خیرات کو مبرر کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس کا ثمرہ بہتر ٹھہرایا ہے۔

قرآن مجید:- وجعلنا منهم امة یهدون یا امرنا لما صبروا (المجیدہ 24) ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے چلتے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔  
و نمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل یما صبروا (الاعراف 13) ترجمہ کنز الایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

ولنجزین الذین صبروا اجرهم باحسن ما کانوا یعملون (النحل 96) ترجمہ کنز الایمان: اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قائل ہو۔

اولئک یدعون اجرهم مرتین یما صبروا (القصاص 54) ترجمہ کنز الایمان: ان کو ان کا اجر دوہلا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا۔

انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب (الزمر 10) ترجمہ کنز الایمان: صابرین ہی کو ان کا ثواب پھر دیا دیا

جائے گا بے گنتی۔

فائدہ:- اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکوں کا ثواب سوائے مبر کے کسی مقدار غاص اور حساب کے سوا بھی نہ ہوگا اور مبر کا ثواب بے حساب ہوگا اور چونکہ روزہ بھی مبر میں داخل ہے کیونکہ نصف مبر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرلما الصوم لی وانا اجزی بہ "روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا یا اس کا بدلہ میں خود ہوں"

فائدہ:- اس حدیث قدسی میں روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا دیگر کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور ثواب مبر میں ارشاد فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ فرمایا واصبروا ان الله مع الصابرین اور دوسری جگہ اپنی نصرت کو مبر سے مشروط فرمایا کہ بلی ان نصبروا وانشفوا ویا ناکم من فور هذا یمدکم ربکم نجسہ الاف من السلائک مسومین (آل عمران 125) ترجمہ کنزالایمان: ہل کیوں نہیں اگر تم مبرو تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑے تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا نیز صابرین کے لیے ایسی باتیں بھی فرمائیں جو دوسروں کے لیے نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے اولک علیہم صلوات من ربهم ورحمہ واولئک ہم المہنتون (البقرہ 159) ترجمہ کنزالایمان: یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور بھی لوگ راہ پر ہیں۔

اس آیت میں ہدایت اور رحمت اور صلوات صابرین کے لیے نکجا ہیں غرضیکہ مبر کی فضیلت میں جتنی آیات وارد ہیں سب کا گھٹا طوالت ہے۔ احادیث بھی اس باب میں بکثرت وارد ہیں۔

احادیث مبارکہ:- (1) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قرلما الصبر نصف الايمان "مبر آدھا ایمان ہے" اس کے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(2) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیزیں تمہیں کم عبادت ہوئی ہیں ان میں سے یقین اور صبر بے اور جسے ان دونوں میں سے بہو وافر ملا ہے اسے اگر تجھ اور روزہ لکل نہ ملے تو کوئی حرج نہیں اور جس حال پر تم لب ہو اگر اس پر مبر کر دو تجھے اس بات کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم میں سے ہر ایک اسے اقل لائے کہ جتنا تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا متفرج ہوگی اور تم ایک دوسرے کو برا جانو گے۔ اس وقت آسمان کے لوگ تم کو برا جانیں گے اور جو اس حال میں مبر کر کے ثواب کی نیت کرے گا اسے کمال ثواب ملے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باقی ولنحزین الذین صبروا اجرهم باحسن ما کانوا یعملون (النحل 96) ترجمہ کنزالایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس بیش رہنے والا ہے اور حضور ہم مبر کرتے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قتل ہو۔

(3) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مبر اور صلوٰۃ۔

(4) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصبر کنز من کنوز اربخت ترجمہ: "مہرِ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے"

(5) ایک دفعہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہر۔

فائدہ :- ایمان کو مہر فرماتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہے جیسے ایک یار آپ نے حج کے بارے میں فرمایا کہ حج عرفة ہے یعنی بڑا رکن حج کا عرفة ہے۔ اسی طرح بڑا رکن ایمان کا مہر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال میں بہتر وہ ہیں جن پر نفسوں کو جبر ہو۔

وحی وادو علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت وادو علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرے اخلاق اپناؤ۔ ایک میرا خلق یہ ہے کہ میں صبور ہوں۔

(6) حضرت عطا حضرت بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ہاں تشریف لائے تو ان سے پوچھا کہ تم ایمان دار ہو، تمام چپ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہم ایمان دار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہے تو انصار نے عرض کیا کہ نعمتوں پر شاکر رہتے ہیں اور مصیبت پر صابر اور حکم الہی پر راضی۔ آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم ایمان دار ہو۔

(7) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الصبر علی مانکرہ خبراً کثیراً ترجمہ: "جو چیز کہ تجھے بری معلوم ہوتی ہے اس پر مہر کرنے پر جنت میں خیر کثیر ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمہیں ملے گی۔ جب اس چیز پر مہر کرو گے جسے تم بری جانتے ہو۔

(8) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان الصبور رجلاً لکان کربما والذہب بحب الصابرین ترجمہ: "مگر مہر آدی ہوتا تو کرم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو مہر کرنے والے محبوب ہیں۔" مہر کے متعلق بے شمار احادیث ہیں۔

اسلاف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ اپنے لو پر مہر لازم کرو اور جان لو کہ مہر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دوسری سے بہتر ہے، مہر کرنا مصیبتوں پر بہتر ہے مگر اس سے افضل یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے مقوم میں لکھی ہے اس پر مہر ہو اور جان لو کہ مہر ایمان کی اصل ہے کیونکہ نیکوں میں سے عمدہ تقویٰ ہے اور وہ مہر سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکرم فرماتے ہیں کہ ایمان کی پانچ چار اہلک پر ہے۔ (1) یقین (2) مہر (3) جلا (4) صل۔ نیز فرمایا کہ مہر کو ایمان سے دو نسبت ہے جو سر کو بدن سے۔ جس طرح کہ بغیر بدن کے سر نہیں ہوتا، اسی طرح جس کو مہر نہ ہو اس کو ایمان نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ صابروں کے لیے دونوں کمزیاں بھی خوب اور ان کا اضافہ بھی

اجما ہے۔

فائدہ :- گمڑیوں سے مراد صلوة اور رحمت ہے اور اضافہ سے مراد ہدایت ہے۔ یعنی یہ ثواب ممبر جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہ ووالئک ہم المسندین (پ 2 - البقرہ 157) ترجمہ کنزالایمان: یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت کی لوگ رہا پر ہیں۔

اس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا کہ صابروں کو گویا صلوة اور رحمت ملتی ہیں جیسے سواری کے دونوں طرف کا بوجھ اور ہدایت بنزلہ ایک معمولی گھڑی کے ہے جو لوہر دکھ دیتے ہیں۔

حضرت حبیب بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے انا وجدناہ صابرا نعم العبدانہ او اب (پ 23 - ص 44) ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

تو روتے اور کہتے سبحان اللہ عنایت بھی کی اور تعریف بھی یعنی خواہی خداوند قدوس نے صبر عنایت فرمایا اور خود ہی تعریف فرماتا ہے۔

حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایٹر کا پوٹی اور پاندی حکم الہی پر مبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے۔

فائدہ :- یہاں تک فضیلت صبر کا بیان تھا۔ اب اگر ہفتہ ہار چشم بصیرت کے اس کی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بغیر حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے بغیر سمجھ میں نہ آئے گی اس لیے کہ فضیلت اور وجہ کسی چیز کا اس کی صفت ہوتی ہے۔ اس کا جاننا بغیر موصوف کے جاننے کے نہیں ہو سکتا اسی لیے صبر کی حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حقیقت صبر اور اس کا مقام :- صبر دین کے مقام اور سلوک کی ایک منزل کا نام ہے اور دین کے جتنے مقالت ہیں تین چیزوں سے منظم ہوتے ہیں۔ (1) معارف (2) احوال (3) اعمال۔ معارف سب کی اصل ہے اور ان کی وجہ سے احوال پیدا ہوتے ہیں اور احوال سے اعمال بدائے کار آتے ہیں۔

مثلاً :- صاف کو مثل درخت کے اور احوال کو مثل مٹیوں کے اور اعمال کو مثل پھلوں کے سمجھنا چاہیے۔

فائدہ :- اور یہ بات سائنس کی تمام منزلوں میں پائی جاتی ہے اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر بولا جاتا ہے اور کبھی ان تین چیزوں کے مجموعے پر اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان میں اختلاف ہاب قواعد اعتقاد (جلد اول احیاء العلوم) میں مذکور ہے۔

فائدہ :- صبر کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب معرفت ہو اور اس کے بعد ایک ماضت سالک پر قائم ہو اور واقع میں صبر انہیں دونوں چیزوں کا نام ہے۔ عمل تو مثل ثمر کے ہے کہ انہیں دونوں سے حاصل ہوتا ہے اور یہ امر بغیر دریافت ترتیب فرشتوں اور انسانوں اور جانوروں کے معلوم نہیں ہو سکتا اس لیے کہ صبر خاصہ انسان ہے۔ فائدہ

لور جانوروں میں نہیں ہو سکتا۔ ملاحکہ میں اس کے کمل کی وجہ سے لور جانوروں میں ان کے نقصان کی وجہ سے۔

ملاحکہ و انسان اور بہائم کا امتیاز:- جانوروں پر شہوت مسلط کر دی گئی ہیں۔ وہ انہیں کے قلوب میں ان کی حرکت و سکون کا باعث سوائے شہوت کے اور کچھ نہیں اور ان میں کوئی قوت نہیں جو شہوت کا مقابلہ کر کے اس کے مقتضی سے اسے روکے اور شہوت کے مقابلے میں اس قوت کا ثابت رہنا مہربے لور جانوروں میں کمل۔ لور ملاکہ حکم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے پیدا ہوئے کہ انہیں شوق حضرت ربوبیت ہو اور وہ ہر وقت قرب سے خوش رہیں۔ ان کے اندر شہوت نہیں رکھی گئی جو اس مرتبہ اور شوق سے انہیں روکے لور نہ ان کو کسی ایسے لشکر کی محتاجی ہے کہ اس کی مدد سے مواعظ پر غالب ہوں جو ان کی حضوری سے باز رکھتے ہوں، اس لیے کہ مقتضائے شہوت ہی موافق ہیں جو سرے سے ان میں موجود نہیں اور انسان کا حال یہ ہے کہ بچپن سے ناقص جانوروں جیسا پیدا ہوا، اس وقت سوائے خواہش غذا کے جس کی اسے محتاجی ہوتی ہے اور کسی چیز کی اسے خواہش نہیں ہوتی، پھر ایک مدت کے بعد اس میں کھیل اور آرائش کی خواہش پیدا ہوتی ہے، پھر اسے نکاح کی شہوت ہوتی ہے اور یہ شہوت یہ ترتیب ظاہر ہوتی ہیں اور شروع زندگی میں قوت مہرب نہیں ہوتی، اس لیے کہ مہرب اس کا کام ہے کہ جن دو لشکروں میں اختلاف مطالب اور مدت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر ان میں سے دوسرے کے مقابل مضبوط رہے۔ اسی مضبوطی کا کام مہرب ہے مگر بچپن میں صرف ایک لشکر شہوت ہی ہوتا ہے جیسے بہائم میں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم لور جو دو فضل کے فضل انسان کو اشرف بنایا ہے اور اس کا درجہ بہائم سے اعلیٰ رکھا ہے، اس لیے جب اس کا وجود کامل ہو جاتا ہے اور بلوغ کے قریب پہنچتا ہے، اس پر دو فرشتے معین کرتا ہے۔ ایک اسے ہدایت کرے اور دوسرا اس کی مدد کرتا رہے۔ انہیں دو فرشتوں کی مدد سے انسان بہائم سے ممتاز ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان میں دو وصف خاص ہیں جو انہیں دو فرشتوں کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) اللہ جل جلالہ لور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت (۲) انہما کے مصلحتوں کی معرفت اور یہ اس فرشتے سے حاصل ہوتی ہیں جن کو کام ہدایت و معرفت ہے۔ جانوروں کو نہ تو پہچان اللہ جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر اور نہ انہما کی بہتری کی پہچان بلکہ اسے اسی چیز کی خبر جو بالفعل اس کی خواہش کے موافق ہو لور اسی وجہ سے سوائے لذتہ چیزوں کے اور کسی کی تلاش نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر کوئی دوا یاغ اس کے لیے ہو مگر اس وقت معطر ہو تو اس کی طلب بھی اسے ہرگز نہ ہوگی لور نہ اس کو وہ پہچانے گا لیکن انسان فور ہدایت سے یہ جانتا ہے کہ اتباع شہوت میرے حق میں انہما برا ہے لیکن صرف ہدایت کافی نہیں جب تک کہ اسے معطر چیز کے چموزنے کی قدرت نہ ہو۔ بہت سی معطر چیزیں ایسی ہیں کہ انسان ان کو جانتا ہے مگر وہ نہیں کر سکتا۔ جیسے پیار ہو جانا تو اپنے حال میں اسے ایک ایسی قدرت و قوت کی ضرورت پڑے گی جس سے شہوت کو دفع کر سکے لور اس سے اس قدر مجاہدہ کر سکے کہ ان کی دشمنی کو اپنے نفس سے دلا کر سکے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک لور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر رکھے لور اس کی تائید و تقویت ایسے لشکروں سے کرے جو نظر نہ آتے ہوں اور یہ لشکر اس بات پر مہرب ہے کہ لشکر شہوت سے لڑے۔



لیگا دج ہے کہ کبھی کمزور پڑ جاتا ہے اور کبھی قوت پکڑتا ہے اور اس کا کمزور اور زور آور ہونا اسی قدر جس قدر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید بھی نصیب ہوتی ہے جس کا اور ہدایت خلق اللہ میں مختلف ہے کہ جس کی کوئی اختتام نہیں۔

فائدہ :- اس صفت انسانی کا کہ جس سے اسے شہوات کی پیروی اور مغلوب کرنے میں باوجود ہر امتیاز ہے وہی سبب نام رکھتے ہیں اور شہوات کے مقابلہ متعینات کا نام باعث شہوات رکھتے ہیں۔

اسرار و رموز کی پانچ :- ان دونوں چیزوں یعنی باعث دینی اور باعث شہوت میں لڑائی ہوتا ہے اور کبھی وہ غالب اور کبھی یہ غالب اور اس جنگ کا میدان قلب ہے اور باعث دینی کو فرشتوں سے مدد پہنچتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے۔ وہ ایمان والوں کے مددگار ہیں اور باعث شہوت کو شیاطین سے مدد ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس معنی پر صبر کی حقیقت یہ کہ باعث شہوت کے مقابلہ میں باعث دینی ثابت قدم رہے۔ پھر اگر ثابت رہ کر حریف کو مغلوب کرے اور شہوات کی مخالفت پر بیٹھ آئے رہے تو اللہ تعالیٰ کی جماعت اس کی مدد کرے گی اور زمرہ صالحین میں داخل ہوگا۔ اگر ضعیف و خفیف ہو اور شہوت نے دبیج لیا اور وہ اسے دفع نہ کر سکا تو شیطان کے تابعین میں داخل ہوگا۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ انسانی شہوت کا ترک وہ عمل ہے جو صبر سے پیدا ہوتا ہے یعنی حالت صبر کا ثمر ہے کہ آدمی شہوت کے متعینات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے قائم رہنے کا نام ہے۔ باعث شہوت کے مقابلے میں اور اس کا ثابت رہنا ایک ایسا عمل ہے جو شہوات کی عداوت اور شدت کے جاننے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سہولت کے لیے دنیا و آخرت میں دشمن اور طریق اللہ کے روبرو ہیں۔ جب اس معرفت کا یقین (جسے ایمان کہتے ہیں) قوی ہوتا ہے تو باعث دینی بھی قوی ہو جاتا ہے اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات اچھا ہوتا ہے تو انسانی اقبال خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہیں غرضیکہ ترک شہوت کمال کو ہی وقت پہنچے گا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابلہ اور حریف قوی ہو گا اور انہماک شہوت کی برائی کا یقین بھی قوی ہو گا اور وہ دونوں فرشتے جن کا لوہہ ذکر ہوا اللہ کے فضل سے اور ان دونوں لشکروں کے کھیل رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس لیے پیدا کیا ہے اور ہر انسان میں دو فرشتے اسی طرح مقرر ہیں اور ان کو کشمکش کئے ہیں اور چونکہ ہادی فرشتے کا تقویت دینے والے فرشتے کی بہ نسبت مرتبہ زیادہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہی عرف ہر انسان میں اشرف ہے۔ اسی کو نئی جاہ ہے۔ اسی لیے ہادی دینی طرف پر ہے اور مقوی پائیں طرف پر۔

فائدہ :- غفلت کرنے اور فکر کرنے میں اور محنتوں میں مطلق العنان رہنے اور مجاہدہ کرنے میں ہنر کے دو عمل ہیں۔ جب غفلت کرتا ہے تو دینے فرشتے سے کیا منہ پھیرتا ہے اور اس کے ساتھ برائی کرتا ہے اس لیے وہ اس کے منہ پھرنے کو برائی لکھ لیتا ہے اور جب فکر کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اس سے ہدایت کا

استفادہ کرے تو اس صورت میں گویا اس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہے، اس لیے وہ اس کے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہے۔ اسی طرح جب کتابوں میں مطلق العنان رہتا ہے تو پائیں فرشتے سے اعراض کرتا ہے اور اس کی مدد کا خواہش نہیں ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اس کے ساتھ برائی کرتا ہے۔ اسی لحاظ سے وہ اس پر برائی لکھ رہا ہے اور چونکہ نیکوں اور برائیوں کا وجود انہیں دو فرشتوں کے لکھنے سے ہوتا ہے، اسی لیے ان کو کراما کاتبین کہتے ہیں۔

فائدہ :- کرام تو اس وجہ سے کہ بندے کو ان کے کرم سے نفع ہوتا ہے ورنہ تمام فرشتے بزرگ اور پاک ہیں اور کاتبین اس لیے کہ نیکیاں اور برائیاں لکھتے ہیں اور جن صحیفوں پر یہ لکھتے ہیں، وہ سر قلب میں لپٹے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ سر قلب سے مخفی ہے یہاں تک کہ اس عالم میں ان پر اطلاع نہ ہوگی، اس لیے کہ وہ دونوں فرشتے اور ان کے خط اور نوشتے اور جو کچھ ان سے متعلق ہے، عالم غیب اور عالم ملکوت سے ہیں۔ عالم ظاہری سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قتل محسوس ہونے کے چشم ظاہری سے اس عالم دنیا میں نہیں۔

عمل نامے کب کھلیں گے :- وہ عمل نامے جو مخفی ہیں، وہ وہ کھولے جائیں گے۔ (1) قیامت صغریٰ میں (2) قیامت کبریٰ میں۔ قیامت صغریٰ سے حالت موت مراد ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ من مات ففقد قیامت فیما بینہ ترجمہ : جو کوئی مرتا ہے، اس کی قیامت بپا ہو جاتی ہے۔ اس قیامت میں بندہ اکیلا ہوتا ہے اور اس میں اس سے کہا جاتا ہے (1) کولفد جنتہ منا خدا کی کما خلقکم اول مرة (الانعام 94) ترجمہ کنز الایمان : اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (2) کھلی بنفسک الیوم علیک حسبنا (نہی اسرائیل 14) ترجمہ کنز الایمان : آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو مست ہے۔

قیامت کبریٰ جو تمام مخلوق کی جامع ہوگی، وہی انسان تھانہ ہو گا بلکہ غلایا حساب جمع کے سامنے لیا جائے گا اور اس قیامت میں مشی جنت میں اور جہنم دوزخ میں چلے جائیں گے۔

قیامت صغریٰ، کبریٰ کا نمونہ :- سب سے پہلے وحشت قیامت صغریٰ ہے اور جتنا وحشتیں اور حالات کہ بڑی قیامت میں ہوں گی، ان سب کی مثل اور نظیر قیامت صغریٰ میں موجود ہے مثلاً زمین کا پلٹنا جو قیامت کبریٰ میں ہوگی، اس کی نظیر موت میں یہ ہے کہ جو زمین خاص اس کے لیے ہے یعنی اس کا بدن وہ موت کے وقت ڈنگا جائے گا تو اس کے حق میں گویا زلزلہ زمین کا موجود ہو گیا، اس لیے کہ اگر کسی ملک میں زلزلہ آجائے تو یہی کہیں کے کہ غلاں مقام پر زلزلہ آیا۔ اگرچہ اس کے پاس پردوس والوں کو اس کا نقصان نہ ہوا غرضیکہ زلزلے کا ہونا انہیں لوگوں کے حق میں ہو گا جن کو اس سے صدمہ پہنچا ہو۔ اس اعتبار سے جس کے گھر میں اور کسی چیز کو اس سے نقصان ہوا ہو گا، اس کے حق میں زلزلہ ہوا کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اسے نقصان اس وقت ہے جب اس کا گھر مل جائے۔ دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اس کا کیا نقصان ہے مثلاً موت کا صدمہ بدن پر کسی طرح بھی کم نہیں بلکہ زلزلے سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ :- بدن کو زمین قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ آدمی غلطی سے سمجھتا ہے۔ اس کے حصے میں جس قدر مٹی خاص ہے وہ اس کا بدن ہے، غیر کا بدن اس کے حصے میں نہیں اور جس زمین پر کہ آدمی بیٹھا ہوا ہے وہ بدن کا طرف اور مکان ہے اور ساری زمین کے ٹکڑے جو آدمی کو ڈر لگتا ہے اس کی بھی وجہ ہے کہ کیس بدن اس کے سبب سے لغزش نہ کھا جائے ورنہ ہوا تو بڑھ چلتی رہتی ہے۔ اس سے کبھی خوف نہیں ہوتا اس لیے کہ اس سے بدن میں کوئی اضطراب نہیں ہوتا، بسرعلی تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسی قدر ہے کہ اس کے بدن کو جنبش ہوتی ہو جو اس کی مٹی اور زمین خاص ہے۔ اب جس طرح زمین کے لیے اور سکن ہوتے ہیں اسی طرح زمین بدن میں انہیں چیزوں کی نظیریں موجود ہیں۔ ہڈیاں مثل پھاڑوں کے اور سر بنزلہ آسمان کے اور دل آفتاب ہے اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے خواص اس زمین کے ستارے ہیں اور پسینے کا بہنا دریا ہے اور پاؤں کا بڑھنا اور ہاتھ پاؤں اس زمین کے درخت ہیں۔ اسی طرح تمام اجزاء کو قیاس کرنا چاہیے۔ پس جب موت کی وجہ سے اور کان بدن مضد ہو جاتے ہیں تو یہ قول صلوٰۃ آتا ہے۔ اذا زلزلت الارض زلزالها (پ 30۔ الزلزال) ترجمہ کنزالایمان: جب زمین تھر تھراوی جائے جیسا اس کا تھر تھرا تھرا ہے۔

وحملت الارض والجبال فكدنا دكة واحدة (پ 20۔ الحاقہ 14) ترجمہ کنزالایمان: اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر وقت "چوڑے کر دیے جائیں۔

جب ہڈیاں گل یا کسی کی تو مضمون صلوٰۃ آئے گا اذا الجبال نسفت (پ 30۔ المرسلات 10) ترجمہ کنزالایمان: جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیے جائیں۔

جب دماغ پھٹنے کا تو یہ مضمون صلوٰۃ آئے گا اذا السماء انشفت (اشقاق 1) ترجمہ کنزالایمان: جب آسمان شق ہو۔

جب موت کے وقت دل پر تاریکی چھا جائے گی تو یہ مضمون صلوٰۃ آئے گا اذا الشمس كورت (انکسور 2) ترجمہ کنزالایمان: جب دھوپ لپٹی جائے۔

کان اور آنکھ اور دوسرے خواص کے بیکار ہونے سے مضمون اذا النجوم انكسرت (الانقطار 3) ترجمہ کنزالایمان: اور جب تارے جبر پڑیں۔

صلوٰۃ آئے گا۔ جب خوف و موت کی وجہ سے پیشانی پر ٹھنڈی آئے گا تو یہ مضمون اذا البحار فجرت (الانقطار 3) صلوٰۃ آئے گا۔

جب ایک پٹلی دوسری پر لپٹ جائے گی تو مضمون اذا لعشار عطلت (انکسور 4) ترجمہ کنزالایمان: اور جب تنک لونیٹیاں پھوٹی پھریں۔ صلوٰۃ آئے گا۔

اور جسم و بدن کی مفارقت سے یہ مضمون واذا الارض مدت والفت ما فيها ونخلت (اشقاق 3) ترجمہ

کنز الایمان: فور جب زمین ورازی جائے فور جو کچھ اس میں ہے ذل وے اور خلی ہو جائے۔ صلیق آئے گا یعنی جو جو واقع کے کلام مجید میں احوال قیامت کے باب میں موجود ہیں 'موت انسانی میں ان میں سے ہر ایک نظیر پائی جاتی ہے۔ تمام احوال کا بیان طویل ہے پھر بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑتی ہے۔

فائدہ :- اس موت سے قیامت کبریٰ کی کوئی چیز جو خاص اس کے لیے ہوگی وہ اس سے فوت نہ ہوگی مگر جو چیز دوسروں کے لیے خاص ہے وہ اس سے فوت ہو جائے گی مثلاً دوسرے کے حق میں ستاروں کا باقی رہنا مرنے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ جب اس کے حواس و بینائی میں اتھری ہوگئی ہو جیسے نابینا کے لیے رات دن برابر ہوتے ہیں۔ آفتاب کی روشنی اور اس کا گرہن اس کے نزدیک یکساں ہے کیونکہ اس کے حق میں ایک ہے۔ یار آفتاب کو گویا کسٹن لگ گیا اس کو اسی قدر اس سے بہرہ ہے۔ اب جو آفتاب صاف و روشن ہوگا تو وہ دوسروں کے لیے ہوگا اور جس کا سر چھٹ جائے گویا آسمان چھٹ گیا کیونکہ آسمان اس کو کہتے ہیں جو جانب سر ہو۔ پس جب کسی کا سر ہی نہ ہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اس کے کس کام آئے گا۔ یہ چھوٹی قیامت کا عمل ہے۔

قیامت کبریٰ کا منظر :- جب قیامت کبریٰ قائم ہوگی سب کے لیے برابر ہوگی۔ خصوصیت کسی کی نہ رہے گی۔ آسمان و زمین بے کار ہو جائیں گے 'پھاڑ جاتے رہیں گے اور خوف و احوال مکمل کو پیچھے رکھ۔ قیامت صغریٰ کا عمل اگرچہ ہم نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن یہ عشرِ عشر بھی نہیں اور یہ قیامت کبریٰ کے سامنے ایسے ہے جیسے ولادت صغریٰ ولادت کبریٰ کے سامنے یعنی انسان کی دو پیدائش ہیں۔ لکھنا پشت پر سے رحم بارو میں کہ میل و نچ کر ایک مدت مقررہ تک وہیں رہتا ہے۔ وقت پورا ہونے تک کئی علالت بدلتا ہے گویا یہ علالت اس کے حق میں مکمل کی منازل ہیں۔ پہلے لطفہ ہوتا ہے 'پھر خون جما ہوا' پھر لوتھڑا وغیرہ اور آخری رحم سے وسعت میں آیا۔ جب زمین پر قدم رکھتا ہے اس کا نام ولادت دوم ہے۔

فائدہ :- قیامت کبریٰ کے عموم کو قیامت صغریٰ کے خصوص کی طرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیے۔ جیسے وسعت عالم کو ہے رحم سے فور جس عالم میں کہ انسان موت کے بعد پہنچتا ہے۔ اس کی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی وسعت سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اسی سے آخرت کو دنیا کی نسبت پر قیاس کرنا چاہیے۔ قرآن مجید میں اشارہ ہے ما خلیقکم ولا یعنکم الکفوس واحمدہ (نعمین 28) ترجمہ کنز الایمان: تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا یہاں ہی ہے جیسا ایک جان کل۔

دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی پہلی بار جیسا ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو پیدا انشوں کی شمار کا انحصار صرف دو میں ہی نہیں اس کی طرف اشارہ منتشکم فی مالا نعلمون دونوں قیامتوں کا اقرار ہے۔ وہ دونوں عالم ظاہری و باطنی کا معتقد ہے اور وہ ملک و ملکوت دونوں کا یقین رکھتا ہے اور جو صرف قیامت صغریٰ کا اقرار ہی ہے اور کبریٰ کو نہیں مانتا تو اس کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے۔ اس کا نام جمل اور گمراہی ہے۔ انسان بچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت میں ہم

سب برابر ہیں۔ گو جب ہمیں اسی طرح کے خوف کے متعلق روئیں ہیں تو پھر غفلت کے کیا معنی؟ اگر ہاں فرض جہالت اور گمراہی کی وجہ سے قیامت کبریٰ کا استغناء نہیں تو قیامت صغریٰ کیا ہے؟

حدیث شریف میں ہے کفی بالنون واعظاً "موت کی دقت کافی ہے" خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو وصل کے وقت کرب تھا۔ آپ فرماتے تھے اللھم ہون علی محمد مکررات الموت ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی سختیاں آسان فرما۔ ۱۔ (ترمذی ابن ماجہ)

۱۔ اس سے بھی تعلیم امت و مقرر حق روزِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کی تلخ کا کہا معنی 12۔ ایسی غفلت موت کے آنے میں توقف سمجھ کر۔ یہ تو قوتوں اور طاقتوں کی بھڑکی کرتے ہو جن کے متعلق یہ آیت آئی ہے

ما ينظرون الا صبحة واحدة فاصبحهم وهم بخصمون فلا ينظرون نوصيت ولا الي اهلهم يرجعون (نہین 49) ترجمہ کنزالایمان: راہِ شمس دیکھتے مگر ایک جگہ کی کہ انہیں آگے کی جب وہ دیتا کے جگہ سے پیچھے ہوں گے تو نہ وصیت کر سکیں گے اور اپنے گھر لیت کر جائیں۔ ان غافلوں کا یہ حل ہے کہ اگر ان پر خوف دلانے کے لیے مرض آتا ہے تو اس سے نہیں بچتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیغام سناتا ہے تو اس سے ہجرت نہیں پکڑتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باحسرة علی العباد ما بینہم من رسول الا کانوا بہ يستهزئون (پ 23۔ نہین 30) ترجمہ کنزالایمان: اور کہا گیا کہ ہائے! افسوس ان بدلوں پر جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ہلکا ہی کرتے ہیں۔ اگر ان کو یہ گمان ہو کہ ہم دنیا میں عیشہ رہیں گے تو انہیں یوں اور ملو ہے اللہ پر واکم اہلکنا فیہم من الغفرون انہم البہم لا يرجعون (پ 23۔ نہین 31) ترجمہ کنزالایمان: کیا انہوں نے نہ دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنی سبکیں ہلا کر فرمائیں کہ وہ آپ ان کی طرف پھٹنے والے نہیں۔

اگر یہ سمجھتے ہوں کہ مرنے نیست و بزد ہو گئے تو وہ معلوم ہی ہیں۔ ان کا وجود کیسں نہیں تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وان کل لما جمیعہم لہبنا محضون (پ 23۔ نہین 32) ترجمہ کنزالایمان: اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر لائے جائیں گے۔ آیات خداوندی سے بھر ان کے اعراض اور دگر دہائی کی وجہ سے فرمایا کہ کس وجہ سے ہر ایک اہمیت سے دگر دہائی کرتے ہیں۔ فرمایا وجعلنا من بین ایدہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشینا ہم فلا یبصرون و سوا علیہم انفر نہم ام لم تنفر ہم لا یومنون (پ 23۔ نہین 9 تا 10) ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادیا اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا اور انہیں ایک سا ہے تم انہیں ڈرانا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے لئے نہیں۔

فائدہ :- یہ تقریر ایسے امور کی طرف اشارہ کرتی ہے جو علمِ محاذ سے اعلیٰ ہیں۔ اس لیے اصلی کی طرف رجوع کر کے ہم کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہو گیا کہ مبراہاتِ دینی پر مغرور رہ کر ہم نے۔ مقابلے میں ہمت خواہشات ہیں اور یہ مقابلہ خاصہ انسان ہے۔ اسی وجہ سے ان پر کرنا "کتابین مقرر ہیں۔

کرنا "کتابین لڑکوں اور بزرگوں پر مقرر نہیں کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر ان کی طرف استغناء کے

لے توجہ کی جائے تو نیکی لکھتے ہیں۔ اگر ان سے روگردانی کی جائے تو برائی لکھتے ہیں اور چونکہ لڑکوں اور بچوں میں استفادہ کی استعداد نہیں تو ان سے متوجہ ہونے اور روگردانی متصور نہیں اور کرنا "کتابین سوائے توجہ اور روگردانی کے اور کچھ نہیں لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگوں کے لیے لکھتے ہیں جن کو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی کرنے کی

-۲۰

فائدہ :- بعض اوقات نور ہدایت کا آغاز سننے کی تیز سے ہی شروع ہوتا ہے اور ہندو پنج حالت بلوغ تک بڑھتا جاتا ہے۔ جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک تدریجاً زیادہ ہوتی جاتی ہے مگر یہ ہدایت ناقص ہے۔ اس کے بموجب عمل نہ کرنے سے آخرت کے ضرر سے محفوظ رہتے ہیں۔ دنیا کے ضرر سے نہیں بچتا مثلاً اگر ایسے وقت میں نماز نہ پڑھے تو زکوٰۃ کی جائے گی مگر آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا اور نہ اس کے لیے کوئی نادر اعلیٰ لکھا جاتا ہے جو آخرت میں کھولا جائے بلکہ جو کسی لڑکے کا کفیل یا سہلی دلی شفیق ہو اور کرنا "کتابین کی طرح نیک بخت ہو تو اسے چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی اور برائی اس کے دل کے صحیحیہ پر نگہ دیا کرے یعنی اس سے پہلے خوب یاد کرائے کہ دل پر نقش پتر ہو جائے۔ اگر کوئی کام قابل تعریف ہے تو اس کی تعریف کرے ورنہ سزا دے۔ جس مہل کا لڑکے کے حق میں یہ طریقہ ہوگا تو وہ فرشتوں کی عادت کا وارث ہے اور لڑکے کے حق میں استعمال کر کے درجہ قرب الہی کا فرشتوں کی طرح حاصل کرے گا اور انبیاء اور صدیقین اور متقین کی جماعت میں ہوگا۔ اسی طرف اشارہ ہے انا و کافل البینہم "میں اور یتیم کا کفیل ان دونوں اہلیوں کے جیسے ہیں۔" (فقاری) آپ نے اپنی داعییت مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

صبر نصف الایمان کیوں :- ایمان کبھی تو اصول دین کی تصدیقات پر بولتے ہیں اور کبھی ان اعمال پر بولتے ہیں جو ان تصدیقات کے باعث سرزد ہوتے ہیں اور کبھی دونوں کے مجموعے پر بولتے ہیں اور چونکہ معارف کی بھی بہت اقسام ہیں اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہے اس لیے ایمان کچھ اوپر ستر (70) قسم کا ہو۔ چنانچہ اس کی تقریر باب قواعد العقائد جلد اول میں لکھی گئی ہے مگر صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہیں صرف دو اعتبار سے کہتے ہیں اور ایمان کے ہی دو معنی ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ صبر نصف ایمان ہو۔ اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال دونوں پر بولا جائے۔ اس صورت میں ایمان کے دو رکن ہوں گے۔ (۱) یقین (۲) صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی اصول دین ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہیں اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہے بموجب یقین کے اس لیے کہ یقین انسان کو یہ بات ظاہر ہے کہ منہ صبر ہے اور طاعت مفید اور ترک معصیت اور بدولت طاعت بغیر صبر کے نہیں ہو سکتی یعنی اس کے لیے باعث دینی کو باعث خواہشات اور سستی کے مطلوب کرنے کے لیے کام میں لانا پڑتا ہے اور اسی کا نام صبر ہے۔ پس اس اعتبار سے صبر نصف ایمان ٹھہرا ہی ہے لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو یکساں ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ من اقل ما اوتینہم البقیہ

و عزیزتہ البصر "جن چیزوں میں سے جو تم کو بہت کم دی گئی ہیں، وہ یقیناً اور اولیٰ صبر ہے۔" معنی یہ ہیں کہ ایمان ان احوال پر بولا جائے جو موجب عمل ہوں نہ معارف۔

نکتہ :- جمع حالات انسان کے دو قسم ہیں۔ (۱) دنیا و آخرت میں اس لیے بیخ ہوں۔ (۲) معرہوں اور انسان کو باعتبار معرہ چیزوں کے لحاظ سے حالت صبر ہے اور بیخ چیزوں کی یہ نسبت حالت شکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کے دو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہے جیسے کہ پہلے معنی کے اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا۔ اسی بنا پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایمان کے دو نصف ہیں۔ ایک نصف صبر ہے اور ایک شکر اور یہ روایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔

چونکہ صبر باعث دنیا کی وجہ سے باعث خواہشات رکھنے کا نام ہے، اسی لیے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) باعث شہوت کی طرف سے رکنا (۲) غضب کی طرف سے رکنا کیونکہ اگر لذت چیز کی طلب کے لیے ہوگا تو شہوت کی طرف سے ہوگا اور اگر درد دینے والی چیز سے اجتناب کے لیے ہوگا تو غضب کی طرف سے ہوگا اور دوزخ میں صرف رکنا متعذبات شہوت عین قہر و ظلم کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ متعذبات غضب سے مبرا کرنا اس میں داخل نہیں اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ الصوم نصف الصبر "روزہ صبر کا نصف ہے" کیونکہ مکمل صبر اس صورت میں ہے کہ اسباب شہوت اور متعذبات غضب دونوں سے کیا جائے اور دوزخ میں صرف ایک شے سے مبرا ہے۔ اس لیے روزہ صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چھٹائی ایمان ہے۔

فائدہ :- شریعت میں جو اعمال اور احوال کی حدود مقرر ہیں اور ان کی نسبت ایمان کی طرف آدمی یا چھٹائی و فیوہ ان کو اسی طرح سمجھنا چاہیے اور اس میں اصل یہ ہے کہ اولیٰ ایمان کے اقسام معلوم ہونے چاہیں تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کون سے معنی کی رو سے یہ نسبت بیان کی گئی ہے ورنہ سمجھنا دشوار ہے، اس لیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے (جیسا کہ کتاب الامان بخاری شریف میں تفصیل ہے)

صبر کی اقسام :- صبر کی دو قسمیں ہیں۔ صبر بدن پر یعنی مشقتوں سے تحمل ہونا اور اس پر مستقل رہنا و فیوہ۔ پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو خود کوئی فعل کرنا یا دوسرے کے فعل کی برداشت کرنا۔ پہلے کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا محبت بجالانا اور دوسرے کی مثال جیسے کسی کی سخت مار پی جانا یا بڑے مرض کو اور دھم ملک کو سنا و فیوہ۔ یہ قسم بھی اعلیٰ ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو۔

فائدہ :- صبر کی عمدگی قسم دوم میں ہے۔ یعنی جس سے مبرا کرنا کہ جس کو طبیعت کے متعذبات اور باعث بیخ سے روکنے کے لیے ہیں۔ پھر اس قسم میں اگر صبر شہوت و ظلم اور شرمگاہ سے ہوگا تو اس کا نام غضب ہے۔ اگر کسی بڑی بات سے ہو تو ہر ایک عمدہ چیز سے مبرا کے لیے علیحدہ نام ہے مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اسے صرف صبر کہتے ہیں اور اس کی ضد وہ حالت ہے جسے جہنم و نیرن کہتے ہیں یعنی متعذبات ہونے کو مطلقاً انہیں کرنا کہ خوب کچھ چلائے

میریں پھاڑے و قہو اگر تو دولت مندی کی بداشت کرنے میں صبر ہو تو اسے ضبط نفس کہتے ہیں اور اس کی ضد ارتداد ہے۔ اگر صبر مقام جنگ اور صف قتل میں ہو تو اسے شجاعت کہتے ہیں جس کا باقتل نامروی و بزدلی ہے۔ اگر فسر پینے میں ہو تو اس کا نام طلم ہے جس کی ضد غضبناکی ہے۔ اگر نہانے کی کسی معیبت پر ہو تو اس کا نام فراخی حوصلہ ہے اور اس کی ضد کم حوصلگی ہے۔ بات چیلنے میں ہو تو اسے رازداری اور جس شخص میں یہ صفت ہو اسے رازدار کہتے ہیں۔ اگر بیش زائد از حاجت سے ہو تو اس کا نام زہد ہے جس کی ضد حرص ہے۔ اگر ایک خط بھی نقلی پر تھوڑی شے پر صبر ہو تو قناعت کہتے ہیں۔ اس کا باقتل شہوہ کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کے اکثر اطلاق صبر میں داخل ہیں۔

حدیث :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایمان کے مطلق سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا صبر ہے۔ اس لیے کہ ایمان کے اعلیٰ میں سب سے بڑا اور بھاری صبر ہے جس طرح کہ حج کو آپ نے اسی لحاظ سے عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان میں سب سے زیادہ بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ارکان اقسام کو یکجا بیان فرما کر سب کا نام صبر رکھا ہے۔ فرمایا والصابرین فی الباس والضراء وحبن الباس اولئک الذین صدقوا اولئک ہم المؤمنون (آپ 2۔ البقرہ 177) ترجمہ کنزالایمان: اور صبر والے معیبت اور سخن میں اور جہل کے وقت یکساں ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یحییٰ پر آمیز گاریں۔

فائدہ :- ہمارے مراد وقت معیبت ہے اور مراء سے وقت افلاس اور حین الباس سے وقت جنگ۔ یہ ہیں اقسام صبر کی۔ اقسام بوجہ اختلافات علیحدہ علیحدہ اسم سے مسمی ہوئے اور جو الفاظ کے معنی سمجھا اور جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ یہ الفاظ مختلف ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ان کے معنی بھی مختلف ہیں یعنی جو حالتیں کہ ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہیں ان کی ذات و ہیئت علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیے اور جو صراط المستقیم پر چلتا ہے اور نور الہی سے دیکھا ہے اس کی فکر پہلے معنی پر پڑتی ہے پھر ان کی حقیقت سے باہر ہو کر الفاظ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے کہ الفاظ معنی کے لیے وضع ہوئے ہیں۔ اصل تو معنی ہی ہیں اور الفاظ ان کے تلخ ہیں اور جو فرع سے اصل کا طالب ہو وہ لازماً لغزش کھائے گا اور ان دونوں کی طرف کلام مجید میں اشارہ مذکور ہے۔ فرمایا اقمین بھشی حکبا علی وجہ اھنی امن بھشی سویا علی صراط مستقیم (الملک 22) ترجمہ کنزالایمان: تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل لوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو کفار کو جو غلطی ہوئی تو اسی طریقہ سے غور نہ کر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے حسن توفیق عطا کرتا ہے۔ (آمین بیلہ النبی الامین علیہ السلام)

قوت و ضعف کی وجہ سے صبر کی اقسام :- صبر دینی کو صبر دینی کی نسبت سے دیکھا جائے تو اس کے تین احوال ہوتے ہیں ایک مال تو یہ ہے کہ دائمی ہوئی کو بالکل مطلوب کر دے اس میں کچھ قوت نزاع کی باقی رہے اور



یہ بات دوام صبر سے حاصل ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں یہ جملہ کہا جاتا ہے۔ من صبر خلفہ جس نے صبر کیا وہ فتح یاب ہوا۔ اس مرتبے تک، چنانچہ واسطے بہت کم ہیں۔ اگرچہ تو وہ صدیق و مقرب ہیں کہ خداوند کریم قدوس کو اپنا رب جان کر اسی عقیدہ پانڈے رہے اور رلا راست کو کبھی نہ چھوڑا اور نہ اس طرف سے منہ موڑا اور ان کے نفوس کو باعث دینی کے نشتا۔ "المؤمنان کا خدا دینے والا پکارے گا۔ بایہا نفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة (پ 30) انفیر 27 تا 28 ترجمہ کنزالایمان: اے المؤمنان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو جاؤ کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

(2) خواہشات کے اسباب غالب ہو جائیں اور باعث دینی کی مٹاؤت ان کے ساتھ بالکل نہ رہے اور مالک اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالہ کرے اور مجاہدہ سے باز ہو کر کوشش سے باز رہے۔ یہ لوگ زموغان میں ہیں اور کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ بندہ شمول ہو گئے ہیں اور بد بختی کا جو زور ان پر ہوا تو اپنے دلوں پر جو اسرار الہی اور امر دینی میں سے تھے اعدائے الہی کو مسلط کر دیا۔ انہیں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هَدَاهَا وَلٰكِنْ حَنَ الْغُلُوْلُ مِنِّي لَا مَلَأَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اِجْمَعِينَ (پ 21 السجہ 13) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت فرماتے مگر میری ہمت قرار پائی کہ ضرور جنم کو بھردوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے۔ "انہیں لوگوں نے آخرت کے بدلے میں زندگی دنیا کو خرید لیا اور خداہ پلا اور کوئی واجب ایسے لوگوں کو ہدایت کرنا چاہیے کہ اللہ انہیں منع فرماتا ہے۔

فَاعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلٰی عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يَرَهُ الْاَلْحَبُوْلُ الَّذِيْنَ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (پ 29) ترجمہ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی میل تک ان کے علم کی پہنچ سے۔

علامت شقاوت ہے۔ ایسے لوگوں کی اس حالت کی پہچان مجاہدہ سے ناامیدی اور آرزوؤں پر مغرور رہنا اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے۔ نبی اکرم اور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الکبیر من حان نفسه وعمل الصابعد الموت والاحسن من اتبع هواها ونمى على الله ترجمہ: "وگناہ ہے جو اپنے نفس پر غالب رہے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہش کے تابع کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی تمنا کرے۔ اس حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں تو یہ کرتا چاہتا ہوں مگر مجھ سے ہو نہیں سکتی۔ اس لیے اس کی طبع بھی نہیں کرتا یا اسے اشتیاق توبہ نہ ہو تو کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ غور و درجیم اور کریم ہے تو پھر توبہ کی کیا ضرورت ہے۔

اس بھارے کی عقل شہوت کی غلام بن ہو گئی ہے، یہ صرف ایسے ہی دقش جیلے نکالنے میں لگا رہتا ہے کہ جن سے اس کی شہوت پوری کر سکے۔ اس کی عقل شہوات کے ہاتھ میں ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کانٹوں کی قید میں ہو اور وہ اس سے خیر ہر چہا نہیں اور شراب کی خواہش اور اس کا اٹھنا اس کے ذمے لگادیں۔

مثلاً :- اس کا اصل اللہ تعالیٰ کے نزدیک یوں ہو گا جیسے کسی مسلمان کو ذمہ داری پکڑ کر کفار کے حوالہ کر کے ان کا قیدی بنا دیں۔ اس لیے کہ اس کی بڑی خطائی ہے کہ جس پر غالب رہتا چاہیے تھا اسے خود پر مسخر کر دیا جس کے مسخر اور مغلوب رہنا تعارضی مسلمان کا ملوی اور غالب رہنا تھا وہ اس لیے لائق ہے کہ اس میں معرفت دین اور باطن دینی موجود ہو اور کافر کو مغلوب رہنا بہتر ہے کہ اس میں دین کی جماعت اور باطن شیطانی پیدا جاتا ہے اور مسلمان کا حق اپنے نفس پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ واجب ہے۔ پس جب اس اعلیٰ کو جو اللہ تعالیٰ کی جماعت اور فکر صلاحیت میں سے ہے یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کر دے گا جو مردہ شیطانی سے ہو اور اللہ تعالیٰ سے دور رکھی ہو تو یہ شخص جہنم و سایہ ہو گا جیسا کوئی مسلمان کو کافروں کے حوالہ کر دے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور شہنشاہ پر چڑھا کر کے اس کے سب سے زیادہ عزیز کو پکڑ کر سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کر دے۔

فائدہ :- غور کرنا چاہیے کہ اس میں کیسی ناشکری پائی جاتی ہے اور کتنے بڑے انتقام شقی کا یہ شخص سزا کا مستحق ہے اور یہ مثال اس لیے مناسب تر ہے کہ ہوائے نفسانی سب سے بڑا معبود ہے جس کی زمین پر پرستش کی جاتی ہے اور تمام روئے زمین میں عہدہ چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے عقل ہے تو ایسی عہدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت ناشکری ہے۔

(3) لڑائی برائے کی ہو، کبھی فتح باطن دینی کو ہو اور کبھی باطن خواہش نفسانی کو، ایسا شخص مجاہدین میں فتح پانے والوں میں نہیں اور اس قسم کے سالکوں کا حل آیت میں مذکور ہے خلطوا عملاً صالحاً و آخر صالحاً عسی اللہ ان ینوب علیہم (التوبہ 102) ترجمہ کنز الایمان: اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔

فائدہ :- یہ حالتیں ہتھیار قوت و ضعف کے ہیں اور سالک پر تین حالتیں اور بھی ہتھیار شہر مبر کے امور کے ہو سکتی ہیں۔ (1) تمام شہوت پر غالب ہو جائے۔ (2) کسی پر غالب نہ ہو۔ (3) بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہ ہو اور آیت خلطوا عملاً صالحاً و آخر صالحاً و آخر صبا کو اس تیسری حالت والوں کی شان میں لکھا بہتر ہے اور جو لوگ شہوت کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتے وہ جاہلوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر، اس لیے کہ جاہل کے لیے معرفت اور قدرت پیدا نہیں ہوئی کہ جس سے وہ مختلف شہوت کا مجاہدہ کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی ہے مگر اس نے اسے بیکار رکھا تو واقع میں ناقص اور بد بخت ہی شخص ہے جو قدرت پاکر درجہ کمال کو حاصل نہ کر سکا۔

فائدہ :- آسانی اور دشواری کی درجہ سے بھی مبرکی و فتنیں ہیں۔ (1) نفس پر شاق گزرنے اور بہت سی محنت اور سخت مشقت کے بغیر اس پر ہلومت ممکن نہ ہو۔ اس کا نام بخیر مبر کرتا ہے۔ (2) بغیر شدت اور محنت کے حاصل ہو جائے یعنی نفس پر کوئی نذر دینے سے مبر کا تحمل ہو جائے، کچھ مشقت نہ کرنی پڑے۔ اس صورت کا نام مبر ہے۔

جب سالک ہمیشہ تقویٰ کرتا ہے اور اسے انجام کی بحری کا یقین قوی ہو جاتا ہے تو صبر آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اعطی وفاقى وصف بالحسنیٰ فمیسرہ للبسرہ (اللیل 5 تا 7) ترجمہ کنز الایمان: تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو بچانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

مثلاً:- جیسے پہلوں کی قدرت دوسرے عارض پر کہ اگر آدمی قوی اور مستحکم کرتے دلا ہو گا تو کمزور کو ذرا سے ملے اور اولیٰ ہی قوت سے بچاؤ دے گا۔ اسی طرح کہ بچاؤ ملے میں نہ کچھ حکم ہوگا نہ برائی نہ سانس چڑھے گی نہ اور کسی طرح کا اضطراب پیش آئے گا لیکن اگر ہلکتا بھی سخت اور قوی ہو گا تو اس کے بچاؤ کے لیے بہت محنت کرنی ہوگی۔ اسی طرح ہلاکت دہنی اور ہلاکت نفس کی سختی کا حل ہے کہ درحقیقت وہ بھی لشکرِ ملائکہ اور لشکرِ شیاطین کا مقابلہ ہے۔

جب شمول ہالک دفع ہو جاتے ہیں اور ہلاکت دہنی مسلط ہو کر ملوی و غلاب ہو جاتے ہیں اور طویل مواصلت سے صبر کرنا آسان پڑ جاتا ہے تو اس ہلاکت مقامِ رشاقہ ہے۔ چنانچہ بابِ رضا میں مقترب مذکور ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قائدہ:- معلوم ہوا کہ رضا کا مرتبہ صبر سے زیادہ ہے۔

حدیث شریف:- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبداً واللہ علی الرضاء فان لم یستطع ففی الصبر علی ما نکرہ۔ خبر کنز ترجمہ: ”اللہ عزوجل کی رضا سے محبت کرو۔ اگر رضا پر نہ ہو سکتے تو جو چیز تجھے بری محسوس ہو اس پر صبر کرو“ اس میں بہت بحری ہے۔ (تذریٰ بحدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر و اعلیٰ کے تین درجات ہیں۔ (1) چھوڑنا شوق کا یہ درجہ تو یہ کہنے والوں کا ہے۔ (2) راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ قابلین کا ہے۔ (3) درجہ محبت کرنا اس فعل سے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے یہ درجہ محدثین کا ہے۔ (4) اسے بابِ محبت میں بیان کریں گے کہ مرتبہ محبت رضا کے مرتبے سے زیادہ ہے جس طرح کہ مقامِ رضا صبر سے اشرف ہے۔ یہ مراتب ایک صبر خاص میں ہو سکتے ہیں یعنی مصائب اور بلا پر صبر کہتے ہیں۔

پہتا صبر حکم صبر کے احکام:- صبر بہ اعتبار حکم کی بھی کی قسم ہیں۔ (1) غرض (2) نفس (3) مکہ (4) حرام۔ (1) ممنوعاتِ شرعیہ سے صبر کرنا فرض ہے۔ (2) مکہات سے صبر کرنا مستحب ہے۔ (3) جو ایذا کہ شرعاً ممنوع ہو اس پر صبر کرنا حرام ہے مثلاً کوئی اس کا باحق ہاتھ کھائے یا اس کے بیٹے کا ہاتھ کھائے اور یہ اس پر چپ کر کے صبر کرے یا کوئی اس کی مکہ سے قہراً شوق زنی کرے اور جوشِ غیرت ہو مگر اعتدالِ غیرت پر صبر کرے اور چپا نہ کھا کرے تو یہ صبر حرام ہے۔ اگر وہ ایذا شرعاً مکہ ہو حرام نہ ہو تو اس پر صبر کرنا مکہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ شریعت کو صبر کی

کھٹائی سمجھنا چاہیے، قہد اس صبر کو نصف ایمان بنان کر یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام مبرا اچھے ہوتے ہیں بلکہ اچھے مبر کے اقسام مخصوص ہیں۔

صبر ہر حال میں ضروری ہے۔ ہر انسان کو کسی حال میں صبر سے چارہ نہیں، ہر حال میں اس کی ضرورت ہے کیونکہ جو حالات انسان کو اس دنیوی زندگی میں پیش آتے ہیں، وہ وہ حال سے غلط نہیں یا تو اس کی خواہش کے موافق ہوتے ہیں یا ناموافق، دونوں حالات میں صبر ضروری ہے۔

(1) وہ احوال جو خواہش کے موافق ہوں، وہ صحت اور تندرستی اور مال و جملہ کا ہونا اور بہت سے لشکر ہونا اور شرف سے اسباب کا ہونا اور یا مددگار و خدمت گزار بہت زیادہ ہونا اور تمام لذائذ کا موجود ہونا، ان احوال میں انسان کو صبر کی بہت زیادہ ضرورت ہے، اس لیے کہ انسان اگر لذات دنیوی میں پڑ کر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور اسے مطلق اللہ تک کر کے ان میں غرق رہے گا تو وہ لذائذ اگرچہ مباح ہوں لیکن بلا آخر سرکشی اور اترائے پر پہنچا دیں گے، اس لیے کہ انسان کی عادت ہے کہ جب اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے، کلام مجید میں ہے ان الانسان لبطخ ان راہ استغنی (العلق 67) ترجمان کنز الایمان: بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

فائدہ یہ: بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا پر ایمان دار صبر کرتا ہے مگر عاقبت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے اور حضرت سل جنتی فرماتے ہیں کہ صبر کرنا عاقبت پر بہ نسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت زیادہ سخت ہے۔ جب اس وقت دنیا صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ مصیبت اور فقر میں احسان لیا گیا تو ہم نے صبر کیا مگر جب ہم فتنہ عاقبت و دولت میں مبتلا ہوئے تو ہم نے صبر نہ کیا۔ ہمیں خداوند قدوس عزوجل نے مل اور اولاد کو اور اولاد کے حق سے اپنی کتاب پاک میں خوف دلایا ہے۔ فرمایا یا ایہا النبی امنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ (المستفقون 79) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ اور فرمایا ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروہم (التحکک 14) ترجمہ کنز الایمان: تمہاری بہنیں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔

حدیث یہ: ابو سعید مدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد مجتہنہ مجتہنہ معز نہ ترجمہ: "بچہ کل و نامروری نور غم میں جھکا کرتا ہے۔" جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخت پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انک کر کر رہے ہیں تو صبر سے انکر کو دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیچ فرماتا ہے کہ انسا اموالکم و اولادکم فتنہ (التحکک 15) ترجمہ کنز الایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جالغی ہیں۔ ہم نے جب اپنے فرزند کو گرتا دیکھا تو اپنے آپ کو روک رکھا میں تک کہ اسے اٹھالیا۔"

فائدہ ہے۔ ارباب دانش سوچیں کہ بڑا مودبی ہے جو عافیت پر صبر کرے اور عافیت پر صبر کرنے کا یہ معنی ہے کہ اس کی طرف رغبت نہ کرے اور سمجھے کہ یہ چند روزہ لعنت ہے، مجھ سے جلد جاتی رہے گی اور وہ اس سے زیادہ خوش نہ ہو اور عیش اور لذت اور لود لعب میں فرق نہ رہے بلکہ جو انعام اللہ تعالیٰ کے اس پر ہیں، ان سے حقوق اللہ ادا کرے مثلاً بل کو اللہ کی راہ میں دینے سے اور بدن سے دوسروں کی مدد کرنے سے اور زبان سے سچ بول کر اس کا حق ادا کرے اور اس طرح کا صبر شکر کے قریب ہے۔ جب تک انسان پر قائم نہ ہو، اس وقت تک صبر کامل نہ ہوگا (چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا) اور عافیت پر صبر کرنا اس لیے سخت تر ہے کہ اس میں قدرت موجود ہے ورنہ جو قدرت ہو تو وہ صبر نہ کرے تو کیا کرے؟

مثلاً: کوئی فصد کھولے یا پیچھے لگائے تو مریض کو صبر کرنا آسان ہوگا بہ نسبت اس کے کہ یہ کام خود اپنے لوہ پر کر لے۔

بھوکے آدمی کے سامنے اگر کھانا نہ ہو تو صبر آسانی سے کر سکتا ہے بہ نسبت اس کے کہ مہرہ و لذیذ کھانا اس کے سامنے ہو اور اس کو قدرت بھی کھانے کی ہو، اس لحاظ سے فقہ عافیت سخت تر ہے۔

قسم نمبر 2: جو خواہش اور طبیعت کے باوجود ہو، اس کی تین صورتیں ہیں۔ (1) وہ جو بندے کے اختیار سے مشکل ہو جیسے طاعت اور معاصی۔ (2) اس کے اختیار میں نہ ہو جیسے مصائب اور حوادث۔ (3) شروع میں تو اختیار کو کچھ دخل نہ ہو مگر اس کا دفع کرنا اختیار میں ہو جیسے موڑی سے بدلہ لینا، صورت اول یعنی وہ افضل جو بندے کے اختیار سے وابستہ ہوں اور اس میں بندے کے تمام افضل (جو طاعت اور معصیت ہو سکتے ہیں) داخل ہیں۔ ان کی دو نوع ہیں۔ نوع اول طاعت اور نوع دوم معصیت اور ہر ایک میں صبر کی ضرورت ہے۔ طاعت پر صبر کرنا دشوار ہے، اس لیے کہ نفس کو بےطا“ عبودیت سے نفرت ہے۔ یہ رویہ کو چاہتا ہے، اس لیے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ کوئی نفس ایسا نہیں جس میں وہ بات چیمیں نہ ہو جسے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہہ کر ظاہر کی تھی مگر فرعون کو اس کے ظاہر کرنے کا موقع مل گیا تھا کہ جب اپنی قوم کو حقیر جانا تو انہوں نے اس کی اطاعت کر لی اور جو کچھ کہا، مان لیا۔ اگر ان کو ظاہر کرنے سے تو انکار ہے مگر خفیہ طور پر وہی بات ہے مثلاً کوئی اپنے غلام یا نوکر اور محکوم اور زیر دست اور مطیع سے ان کے قصور کے وقت گھسیٹا دیتا ہوتا ہے اور قصور خدمت کو ان سے بعید جانتا ہے۔ اس کی وجہ اگر کبر باطنی اور دعویٰ رویہ میں تو اور کیا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ عبودیت نفس پر مطلقا شاق ہے۔ پھر عبادت میں سے بعض ایسے ہیں جو سستی کی وجہ سے بڑے محسوس ہوتے ہیں۔ جیسے نماز اور بعض بخل کی وجہ سے جیسے زکوٰۃ کے سستی اور بخل دونوں کی وجہ سے جیسے حج اور جہاد میں طاعت پر ہمت سے شہائد پر صبر کرنا ہوتا ہے۔

اطاعت گزار کا صبر: مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے میں تین وقت کی محتلی ہوتی ہے۔ طاعت سے اس وقت

درستی نیت اور اخلاص اور دنیا کی ملامت اور لوازم آفت سے صبر کرنا اور عزم اخلاص و وقار مضبوط ہونا جننا ضروری ہے اور جو حقیقت نیت اور اخلاص اور ملامت نفس کو سچا چاہتا ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ یہ قسم میری بڑی سخت ہے اور نیت کی عظمت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اتسلا عما لا بالنسب والکل امرء مائتوی "اعمل کا دار و دار اعتبار (نیو) پر ہے اور ہر مرد کو دینی ملے گا جو اس نے نیت کی۔" (بخاری و مسلم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما امر ولا لیبعدوا اللہ مخلصین لہ الدین (الحیث 5) ترجمہ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو بھی حکم ہو کہ اللہ کی بندگی کریں نہ سے اسی پر عقیدہ لائے۔

فائدہ :- اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ الا الذین صبروا و عملوا الصالحات (صود 11) ترجمہ کنز الایمان: جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے۔

یعنی عمل کے وقت پر صبر کرنا یعنی اثبات عمل اللہ تعالیٰ سے غافل تر ہے اور غفلت کے غن و آداب کی بجا آوری میں سستی نہ کرے اور شرط لب کو عمل کے آخر تک ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک جن لوازم سے کہ عمل میں خلل ہوتا ہے، ان سے صبر کرنا پڑے گا اور یہ صبر بھی سخت ہے اور غالباً اس آیت میں بھی صبر مراد ہے۔ نعم اجر العالمین الذین صبروا (العنکبوت 58) ترجمہ کنز الایمان: اچھا اجر کام والوں کا وہ جنہوں نے صبر کیا۔

فائدہ :- یعنی جن لوگوں نے عمل کے مکمل ہونے تک صبر کیا۔ تیسرے عمل سے فارغ ہونے کے بعد یعنی لب صبر کی ضرورت یہ ہے کہ عمل ظاہر نہ کرے اور شہرت اور بڑا کا خواہش نہ ہو اور اپنی طرف عجب کی نظر سے نہ دیکھے۔ جو چیزیں عمل کو بعد عمل کے باطل کرتی ہیں، ان سے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہو کر اس کا اثر نہ رہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تبطلوا اعمالکم (البقرہ 264) ترجمہ کنز الایمان: اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور اپنے اوصے کر۔ اور فرمایا لا تبطلوا صدقاتکم بالنسب لای (ترجمہ از کنز الایمان)

فائدہ :- جو شخص صدقہ دینے کے بعد احسان جتائے اور اپنے اوصے پر صبر نہ کرے گا اس کا عمل بیکار ہو گا۔

طاہر کی اقسام :- طاہر کی دو قسمیں ہیں۔ (1) فرض (2) نفل۔ سالک کو دونوں میں صبر کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس آیت میں جمع فرمایا ہے۔ ان اللہ یا مبر بالعدل والاحسان و ابتداء فی القرنی (النمل 90) ترجمہ کنز الایمان: ہے کہ اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیک اور رشتہ داروں کے دینے تک۔

فائدہ :- عدل کرنا فرض ہے اور احسان نفل ہے اور احباب کو دینا ان سے محبت کرنا اور صلہ رحمی وغیرہ ان ہر ایک میں صبر کی ضرورت ہے۔

نوع 2۔ بصیحت پر مبرکنا بھی بڑا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے۔ **وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ (النحل 90)** ترجمہ کنز الایمان: اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور برائی بات اور سرکشی سے۔

حدیث: حضور اکرم اور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً السہاجر من ہجر المسوء والمجاہد من جاہد ہوا ترجمہ: "ہجرت کرنے والا وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے اور جملہ کرنے والا وہ ہے جو اپنی خواہش نفس سے لڑے۔"

فائدہ: بد معاصی باعث ہوا کے لوازم سے ہیں اور مبر کے اقسام میں زیادہ سخت ان معاصی پر مبرکنا ہے جو علوت کے باعث دل کو پسند ہوں اس لیے کہ علوت بھی انسان کی فطری طبیعت ہوتی ہے۔ جب خواہش نفس پر علوت زیادہ ہو جاتی ہے تو گویا شیطان کے دلائل فکر آپس میں مل کر ایک دوسرے کی مدد کر کے باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہیں اس لیے وہ ان کے قطع قیام پر قادر نہیں ہوتے۔ پھر اگر وہ گنہ ان افعال میں سے ہوں جن کے کرنے میں کچھ وقت نہیں ہوتی یا آسانی ہو سکتے ہیں تو اس سے مبرکنا نہایت دشوار ہوتا ہے مثلاً زبان کے گنہ، غیبت، جھوٹ، خصوصاً اشارتاً یا صراحتاً اپنے نفس کی تعریف کرنا وغیرہ سے مبرکنا یا اقسام مزاج سے جو دلوں کو ایذا دیں اور ان گھلت سے جو قصہ حقیر و تذلیل بولے جائیں اور مردوں کا ذکر کرنا اور ان پر ان کے علوم پر اور سیرت و منصب پر اعتراض کرنا ان سب سے مبرکنا بہت دشوار ہے اس لیے کہ ظاہر میں تو یہ غیبت ہیں مگر باطن میں اپنے نفس کی تعریف پائی جاتی ہے۔ ایسے گنہ میں نفس کو لذت محسوس ہوتی ہے۔ ایک تو دوسرے کا نہ ہونا دوسرے اپنا ہونا انہیں دونوں باتوں سے رویت پوری ہوتی ہے جو نفس کی طبیعت میں ہے اور رویت میں ہے جس کا انسان کو حکم ہے۔ انہیں دو مشقوں کے اجتماع اور زبان کے پلانے میں وقت نہ ہونا اور محاورات میں علوی ہو جانے سے ایسی باتوں سے مبر مشکل ہے بلکہ لوگ ان کو برا نہیں جانتے اور نہ دلوں میں ان امور کی کچھ قہارت سمجھتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں کا مذہبی طریقہ ہو گیا ہے اور تمام لوگوں میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مسلمان آدمی رشیم کا پڑا اپنے تو لوگ نہایت بے حد جانیں لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگوں کو برا کہے جائے تو کوئی برا نہ مانے حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔"

زیادہ گفتگو سے بچنے کا علاج:۔ اگر کوئی تنگدست میں اپنی زبان نہ روک سکے اور اس کے معاصی سے مبر بھی نہ کر سکے تو اس پر گوشہ نشینی اور تہلی واجب ہے۔ اس کے سوا اس کے لیے اور کوئی بہت کی صورت نہیں اس لیے کہ تمنا رہنے پر مبرکنا اس سے آسان ہے کہ لوگوں میں نہ کر سکے اور جیسا جس بصیحت کا سبب قوی یا ضعیف ہو گا ویسا ہی مبرکنا بھی سخت یا آسان ہو گا اور زبان پلانے کی یہ نسبت دوسروں کے غلیظ سے دلوں کی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہے۔ یہ آیت تہلی میں بھی پائی رہتی ہے۔ دوسروں سے مبر ہرگز ممکن نہیں سوائے اس کے کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غلب ہو جائے اور ہر طرف سے غلیظ لہزہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے اور نہ

جب تک کسی خاص شے میں اپنی فکر کو نہ لگا دے گا دوسرا کا دفع ہونا اس سے ممکن نہ ہوگا۔

صورت نمبر 2 :- وہ فعل جن کا اتنا اختیار سے وابستہ نہ ہو مگر ان کے دفع کرنے کا اختیار ہوگا مثلاً اگر کسی کو کسی نے قتل یا قتل سے ایذا دی یا اس کے گھر یا مال میں کوئی قصور کیا تو اس پر مبر کرنا اور مکالت کا ترک کبھی تو واجب ہوتا ہے اور کبھی صرف فضیلت کا موجب ہے۔ بعض صحابہ کرام عظیم الرسول نے فرمایا ہے کہ ہم ایمان کو ایمان نہ جانتے تھے جب تک کہ ایذا پر مبر نہ کرتے تھے۔ قرآن مجید میں انبیاء عظیم السلام کی طرف عاتقین کے جواب میں ارشاد ہے وَلَنصَبِرْ عَلَىٰ مَا أَذْبَحُوا وَنُصَلِّ عَلَىٰ الَّذِينَ هُمْ أُولَٰئِكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ لِّالْمُنِكَرِ

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کچھ مل تقسیم فرمایا تو ایک اعرابی نے کہا کہ یہ امی تقسیم نہیں جس سے اللہ کی رضا منظور ہو۔ یہ خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ ان کو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر انہوں نے مبر کیا۔

فائدہ :- قرآن مجید میں چاہتا ہے کہ مبر کا ارشاد ہے۔

آیات قرآن :- وَدَعِ الْاُنَافِثَ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (الاحزاب 48) ترجمہ کنزالایمان: اور ان کی لہذا پر دو گزر فرما اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔

واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجرا جمیلا (الزلزلہ 10) ترجمہ کنزالایمان: اور کافروں کی باتوں پر مبر فرما اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

ولقد نعلم انک بضیعین صدرک بما یقولون فسیح بحسبک وکن من الساجدین (حجر 97) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی یونہی اور سجدہ والوں میں ہو۔

ولنسمع من الذین اونوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا انا کثیرا وان نصبروا وننتقوا فان قالک من عزم الامور (آل عمران 186) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک حضور تم اگلے کتب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ پراسنوں کے اور اگر تم مبر کرو اور بچنے رہو تو بڑی بہت کا کام ہے۔

فائدہ :- اس مبر سے یہی مراد ہے کہ مکالت سے مبر کرنا اس لیے کہ مکالت سے مبر کرنے کا بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قصاص وغیرہ میں حقوق کے سوا کئے والوں کی مدد فرمائی۔ وان عافینم فعافوا بمتل ما عوفینم بہ ولن صبرنم لہو خیر للمصابین (النحل 126) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں سکلی پہنچائی گئی اور اگر تم مبر کرو تو بے شک مبر والوں کو مبر سب سے اچھا۔



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صل من قطعک واعط من حرمک واعف عمن ظلمک ترجمہ: "اس سے جو تجھے چھوڑے اور اسے دے جو تجھے نہ دے اور معاف کر اسے جو تجھ پر ظلم کرے۔"

انجیل کا مضمون :- حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے سے یہ حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے بدلے ناک یعنی جتنا برائی کوئی تم سے کرے 'اسی قدر تم اس سے کما لیں میں یہ کہتا ہوں کہ شر کا بدلہ شر سے نہ دے بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے و خسار پر مارے تو اس کے سامنے پیالہ رخسار پیش کر دو اور جو کوئی تمہاری چادر لے لے تو اس کو حمد دے دو اور جو تم کو ایک میل فضول لے جائے تو تم دو میل اس کے ساتھ جاؤ۔

فائدہ :- ان تمام روایات میں ایذا پہ مبر کرنے کا حکم ہے۔ خاصہ یہ کہ لوگوں کی ایذا پہ مبر کرنا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اس لیے اس صورت میں باعث دینی کے مقابلے میں غضب اور باعث شہوت لادلوں ہوتے ہیں تو دونوں کو مطلوب کرنا معمولی کام نہیں۔

صورت نمبر 3 :- ایسے امور جن کی ابتداء و انتہاء کچھ بھی بندے کے اختیار میں نہیں۔ جیسے عزیزوں کا مرنا اور مال تلف ہونا اور مرض سے تندرستی کا نہ ہونا اور اعضا کا بگاڑ جانا اور تمام اقسام مصائب کہ ان پر مبر کرنا تقلت مبر میں سے اعلیٰ مقام ہے۔

مبر کی تین صورتیں :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں مبر تین صورت پر ہے۔ (1) اوائے فرائض پر 'اس کا ثواب تین سو درجے ہیں۔ (2) مبر اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے 'اس کے چار سو درجے ہیں۔ (3) مبر مصیبت پر 'پہلے صدمہ کے وقت اس کے لیے دو سو درجے ہیں اور یہ مرتبہ بخود کچھ نفعاًں میں سے ہے لیکن دوم کی بہ نسبت بلو بخود کہ وہ فرائض میں سے ہے 'اس وجہ سے افضل ہے کہ عہد میں سے تو ہر ایک ایستدار مبر کر سکتا ہے مگر مصیبت میں وہی مبر کرے گا جس کو صدیقیوں کا مرتبہ حاصل ہوگا 'اس لیے کہ یہ نفس پر بہت سخت ہوتا ہے۔

حدیث :- حضور اکرم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگتے اسلک من البقین مانہون علی بہ مصائب الدینا "میں تجھ سے اس مبر کی درخواست کرتا ہوں جس سے تو مجھ پر دنیا کی مصیبتیں آسکں کروے۔" (ترمذی) (فائدہ) اس سے معلوم ہوا کہ اس مبر کا فلاح یقین ہوتا ہے۔

فائدہ :- حضرت ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ حم بخدا جس چیز کو ہم محبوب جانتے ہیں 'اس پر مبر نہیں کرتے تو جو ہم کو بری معلوم ہوتی ہے 'اس پر کیسے مبر کریں گے۔

حدیث قدسی :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کے بدن میں یا مال یا لوالہ میں مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اس کو مبر نہیں لے کر رہا ہے تو قیامت میں مجھے شرم آئے گی کہ اس کے لیے ترازو کھڑی کروں یا بلند

حدیث پاک میں ہے انتظار المفرج بالصبر وعبادة ترجمہ: "میرے ساتھ کشمکش کا انتظار عبادت ہے۔"  
 > جب کسی بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ بموجب حکم الہی انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھر جانا ہے) کے اور پھر کے اللہم اجرنی فی مصیبتی واعقبی جمیلاً منہا "اللہ! تو مجھے اجر دے میری مصیبت میں اور اس کے پیچھے اس سے بہت اچھی چیز عطا کر۔" تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کرتا ہے۔  
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبریل جس کی میں دونوں آنکھیں لے لوں، اس کا بدلہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا سبحانک لا علم لنا الا ما غلبتنا "تو پاک ہے، ہمیں معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا۔"  
 ارشاد ہوا کہ اس کا بدلہ یہ ہے کہ بیش میرے گھر میں رہے اور میرے دیدار سے مشرف ہو۔

حدیث قدسی :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کو کسی بلا میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے اور اپنے عبادت کرنے والوں سے میری کچھ شکایت نہیں کرتا تو میں اس کے گوشت سے بہتر گوشت بدلہ دتا ہوں اور خون کے عوض عمدہ خون عطا کرتا ہوں اور جب اس کو شفا دیتا ہوں تو کوئی گناہ اس کے ذمے نہیں ہوتا اور اس کو موت دتا ہوں تو اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں۔

وحی داؤد علیہ السلام :- حضرت داؤد علیہ السلام نے جب ہادی قلعی میں عرض کیا کہ الہی! اس غزوہ کا بدلہ کیا ہے کہ جو تیری رضا کی خواہش کی وجہ سے مصائب پر صبر کرے؟ ارشاد ہوا کہ اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کو لباس ایمان پہنا کر کبھی اس کے بدن سے نہ اتاروں گا۔

حکایت :- حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کر کے بھروسہ اس سے لیتا ہے اور بندہ اس میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت کے بدلے میں جو کچھ عطا کر دیتا ہے، وہ اس پہلی نعمت سے افضل ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی انما یوفی الصابرین اجرہم بغير حساب (الزمر 10) ترجمہ کنز الایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھر دیا جائے گا بے گنتی۔

نائدہ :- حضرت فضیل سے مبرکی حقیقت پوچھی گئی تو فرمایا "اللہ کے حکم پر راضی ہوئے۔" پھر پوچھا گیا کہ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: یہ یوں راضی ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرتبہ سے زیادہ کی تمنا نہیں کرتے۔

حکایت :- حضرت شبلی شفا خانہ میں محسوس ہوئے تو ان کے پاس بعض لوگ حاضر ہوئے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے دست ہیں، زیارت کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے ان کو آمیزوں سے مارا شروع کر دیا، یہی تک کہ وہ بھاگنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے دست ہوتے تو میری مصیبت پر صبر

کرتے۔

حکایت :- ایک عارف کی جیب میں ایک رقعہ تھا، ہر گزری اسے نکل کر دیکھ لیا کرتے۔ اس میں یہ لکھا تھا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا (اللور 48) ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرنا ہو کہ تم ہماری عہدداشت میں ہو۔

حکایت :- حضرت فتح موصلی کی بیوی کا ایک بار پاؤں پھلا تو ان کا باطن ٹوٹ گیا، وہ ہنس پڑیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا تکلیف تھیں ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ اس کے ثواب کے جزے نے میرے دل سے درد کی تخی ہٹائی۔

پند داؤد علیہ السلام :- حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقویٰ پر تین باتوں سے استدلال کیا جاتا ہے۔ (1) جو چیز نہیں اس میں کمال طور توکل کرے۔ (2) جو چیز ملے اس میں اچھی طرح راضی ہوتا۔ (3) جو چیز ملنے کے بعد جاتی رہے اس پر اچھی طرح صبر کرے۔

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اجل الله ومعرفته حفة ان لا تشکوا وجمعک ولا تذکر معینک ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے حق کی شناخت میں سے ہے یہ بات کہ تم اپنے درد کا شکوہ نہ کرو اور معیت کا ذکر نہ کرو۔

حکایت :- ایک نیک بخت ایک دن آستین میں کچھ لے کر نکلے تو راستہ میں ان کی چوری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے چوری کی ہے اللہ تعالیٰ اسے برکت دے شاید اسے مجھ سے زنا ضرورت ہوگی۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں سالم مولانا بنی حریف کے پاس اس محل میں گیا کہ وہ حالت نزاع میں تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو پانی پلاؤں؟ فرمایا مجھے تھوڑا سا دشمن کی طرف آگے کر دو اور پانی میری ڈھل میں رکھ دو کیونکہ میں دوزے سے ہوں۔ اگر شام تک چیتا رہوں گا تو پی لوں گا۔

فائدہ :- سا لگین راہ دہائی کا صبروں ہوتا ہے جیسے لوہہ زکور ہوں۔

سوال :- معیت میں درجہ صبر کس طرح ملے کہ امر اختیار ہی نہیں، اضطراب کی صورت ہے اس لیے کہ اگر صبر سے یہ صبر ملے کہ ہل میں معیت کی گراہت نہ ہو تو یہ بات انسان کے اختیار میں نہیں؟

جواب :- صاحبوں کے درجے سے انسان تب خارج ہوتا ہے جب جبر و نزاع کرے اور منہ پٹنے اور گریہ پھاڑے اور بڑی شکایت کرے اور دود و مرغ ظاہر کرے اور لباس اور فرش اور غذا میں عادت کے خلاف کرے اور یہ تمام باتیں انسان کے اختیار میں ہیں۔ ان سب سے احتراز واجب ہے اور جو حکم الہی پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نہ کرے اور جس طرح عادت کھاتے پینے وغیرہ کی تخی دیکھے ہی بدستور رہتے دے کسی طرح کا فرق نہ کرے اور یہ

جانے کہ وہ جسے میرے پاس لگتا تھی اب مالک نے واپس لے لی۔

حکایت :- بی بی ربیعہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا میرے شوہر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقع پر موجود نہ تھے میں نے گھر کے ایک کونے پر کپڑا ڈال دیا۔ اس کے بعد ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریف لائے میں نے ان کا کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ لڑکا کس طرح ہے؟ میں نے کہا کہ الحمد للہ ابھی محل میں ہے اور یہ اس لیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات لگیا جین نہ لی تھی جیسے اس شب وفات کو تھی۔ پھر میں نے خود کو خوب بیٹھا سنوارا یہاں تک کہ وہ مجھ سے ہم ہنر ہوئے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ ہمارے ہمسائے کو ایک چیز عاریت کے طور لی تھی وہ مالک نے واپس لے لی تو شور مچانے لگا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ تمہارا فرزند اللہ کی طرف سے عاریت تھا اللہ تعالیٰ نے اسے لے لیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور اللہ و نالہ و راجعون پڑھ کر صبح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام محل بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ابھی اس رات کے محلہ میں انہیں برکت دے۔ رلوی کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) شریف میں میں نے اس کے سات لڑکے دیکھے جو سب کے سب قاری قرآن تھے۔

فائدہ :- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خوب جنت میں جنت کے اندر گیا تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بی بی ربیعہ کو جنت میں دیکھا۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ مبرجیل یہ ہے کہ مصیبت والا دردوں سے بچانا نہ جائے۔ اگر اس کا کوئی مر جائے تو دل نہ ڈھائے اور آنسو نہ بہائے نہ مایوس نہ ہو نہ لکے اس لیے کہ یہ باتیں بشریت کے تقاضا سے ہیں اور موت کے وقت تک انسان ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔

حدیث شریف :- جب سیدنا ابوبکر بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں لگے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ نے اس پر صبح فرمایا تھا آپ نے فرمایا ان ہذا رحمۃ و اتسا ہر حم اللہ من عبادہ الرحماء ترجمہ :- یہ رحمت ہے اور اللہ اپنے بندوں میں رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے بلکہ یہ امر مقامِ رضا سے بھی خارج نہیں کرتا۔

مثال :- جو بچہ گھوٹا ہے یا فعد کھلوتا ہے وہ راض ہوتا ہے اور اسے درد بھی محسوس ہوتا ہے۔ کبھی شدت درد میں آنسو نکل پڑتے ہیں (تو یہ جوع فرج نہیں) ان شاء اللہ اس کا بیان بابِ رضا میں آئے گا۔

حکایت :- ابن ابی عمیر نے بعض غلباء کی تعہیت میں لکھا کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق اس چیز میں بچاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے لے لی ہے وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بنی رکھی ہے اس سے بچائے اور

اس کے حق کی عظمت جاننے اور جان لو کہ جو تم سے پہلے گزر گیا وہ تمہارے لیے باقی ہے۔ اور جو تمہارے بعد رہے گا اس کا نہیں ثواب ملے گا اور جان لو کہ بدوں کا ثواب معیبت میں اس نعمت کی بہ نسبت زیادہ ہے جو مصائب سے بچنے والے سے ہوتی ہے۔

فائدہ :- ثواب کی نعمت کو سوچنے سے اگر نفس کی کراہت کو ملے گا تو صاحبوں کا درجہ پائے گا۔ ہاں مبرا کا مکمل اس میں ہے کہ مرض اور افلاس اور تمام معیبتوں کو چھپائے۔

فائدہ :- بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانوں میں سے مصائب اور دردوں اور صدقت کا پوشیدہ رکھنا ان بیانیات سے ظاہر ہوا کہ تمام احوال و افعال میں مبرا واجب ہے اس لیے کہ جو شخص تمام شمولات سے گوشہ نشین ہو وہ بھی مبرا سے بے پروا نہ ہوگا۔ ظاہر میں تو گوشہ نشینی اور تنہائی پر مبرا کرنا پڑے گا اور باطن میں دسوس شیطانوں سے دسوس کو پریشانی چین نہیں لینے دیتی۔

فائدہ :- اکثر باتیں جو دل میں آتی ہیں وہ انہیں چیزوں کے بارے میں ہوتی ہیں جو گزر چکیں اور ان کا تدارک ممکن نہیں یا آئندہ چیزوں کے بارے میں کہ اگر مقدر میں ہوں گی تو ضرور ملے گی۔ ہر عمل ان دونوں صورتوں میں وقت ضائع کرتا ہے۔

فائدہ :- سالک کا ساز و سامان اور سرہانہ اس کا قلب ہے۔ اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہے گا تو خسارہ ہوگا اور ذکر سے مراد یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ افس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا فکر مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الہی حاصل ہو۔ یہ صورت اس وقت ہے کہ جب فکر اور دسوس مہامت میں مختصر ہوں اور ایسا اکثر و قبح میں نہیں آتا بلکہ شمول کے پورا کرنے کے لیے جیلوں کی صورتیں سوچا کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ ایسے سالکوں سے نزاع کرتا ہے جو تمام عمر میں ایک دفع بھی اس کے خلاف ہوئے ہوں یا جس کی طرف نزاع ہو کہ یہ میرے مقصود میں میری مخالفت کرے گا اور اس سے کوئی علامت بھی اسباب میں ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگوں سے زیادہ اپنا غلبہ ہو اگرچہ اپنے نعل و ولاد سے اسے مخالف فرض کر لیتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ ان کو کس طرح زجر اور فکر کرے اور کیسے ان کی مخالفت کے جیلوں کا جواب دیتے اسی طرح ایک حشیل دانی میں رہتا ہے

تخلیق :- شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور انسان مکمل گناہی خشکری مٹی سے اور خشکری میں آگ ہے اور مٹی کی طبیعت سکون ہے اور آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہیں ہو سکتی بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے تقاضا سے حرکت کرتی رہتی ہے اور شیطان جو آگ سے پیدا ہوا ہے تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے اسے سجدہ کرے مگر اس نے انکار کر دیا اس کی اس نافرمانی کی

کرے جو

وجہ یوں بیان کی ہے خَلَقْتَنِي مِنَ النَّارِ وَخَلَفْتَهُ مِنْ طِينٍ (ص 76) ترجمہ کنز الایمان: تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ اس لمحوں نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر اس کی لولہ کو سجدہ کیسے کرے گا۔  
 فائدہ:- لولہ آدم کو سجدہ کرنے سے مقصود یہ ہے کہ دل پر جو وسوسا ڈالتا تھا اس سے باز آجائے اس لیے کہ ان حرکات سے اس کا باز رہتا تو کیا انسان کا مطیع بننا ہے کہ انسان سے عاجز ہو کر یہ حرکتیں چھوڑ دے۔

سجدے کی جان بسا دے کہ سجدہ کی جان اطاعت ہے۔ پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدے کا جسم ہے اور اصطلاحاً پہچان سجدے کی زمین پر رکھنے کو مقرر کر لیا ہے ہو سکتا تھا کہ اصطلاح میں اس سر رکھنے کو حقارت کی علامت ٹھہر لیتے جیسے منہ کے بل کر پڑنا کسی امیر کے سامنے عادتاً "گستاخی" تصور ہوتا ہے۔

فائدہ:- یہ کہنا چاہیے کہ قلب اور روح اور صدف اور سواریدر اور پوست اور مغز میں تمیز کرے ایسا نہ ہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقصد ہو کہ عالم غیب سے غافل ہو جائے۔

فائدہ:- اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیطان کو صلت مل گئی ہے تو قیامت تک انسان میں دوسرے ڈالنے سے باز رہے اور اس کا فریاد ہوا ہو جائے اگر سوائے اللہ کے انسان کو کوئی فکر نہ رہے تب تو اس سے لمحوں کو انسان میں کوئی سمجھاؤ نہیں رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندوں میں شامل ہوتا ہے بحکم نص قرآنی شیطان لہیں کے تسلط سے قاصر ہے۔

فائدہ:- یہ ممکن نہ ہو کہ دل میں فکر الہی بھی نہ ہو اور اس میں شیطان بھی نہ ہو اس لیے کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گھومتا ہے وہ گویا ایک سیال چیز ہے اور اس کا سیال ایسا ہے جیسے پیالے میں ہوا کوئی چاہے کہ پیالے سے ہوا بھی نکل جائے اور پانی وغیرہ سے بھی اسے نہ بھرا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ ممکن ہے بلکہ جس قدر پانی پیالے میں رہے گا اس قدر ہوا اس میں بھر جائے گی اس طرح جو دل کہ کسی فکر دینی سے پر ہو گا وہ تو شیطان کے وسوسہ سے خالی ہو گا ورنہ جو شخص ایک لمحہ بھی اللہ سے غافل ہو گا اس کا جلیس سوائے شیطان کے نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَعْصِ عَمْرُكَ الرَّحْمَنُ نَفِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (الزخرف 36) ترجمہ کنز الایمان: اور جسے جسے رتوں آئے رحمن کے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

حدیث:- حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَفْضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ اللّٰهُ تَعَالٰی جو ان بیکار سے بغض کرتا ہے۔

فائدہ:- اس لیے کہ جب جو ان آدمی کوئی ایسا کام کرے گا جس سے اس کا دل امر مباح میں مشغول ہو اور دین پر اہمیت ہو تو بظاہر میں وہ بیکار ہو گا مگر اس کا دل غلیں نہ ہو گا کہ اس میں شیطان گھومنا یا کہ اندھے ڈالے پھر وہ اندھے بچے بن کر ایسے بڑھیں کہ اس کی نسل دوسرے جلدوروں سے بڑھ جائے یعنی شیطان اس دل کو اپنا گھر بنا لے اور

تمام کتب کو وہی ٹھہرائے۔ اس لیے کہ اس کی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا کھس جاتے تو کیسے پھیلے گی اور آگ سے آگ نکلنے لگی جاتی ہے اور کیس نہیں ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی بڑھتی ہی ہے۔

مثلاً :- لوجوان کے نفس میں شہوت کا ہونا شیطان کے لیے ایسا ہے جیسے وہ سوکھا کھس آگ کے لیے پھر جس طرح آگ کی تیزانہ لٹنے سے بجھ جاتی ہے یعنی ٹکڑی و فیوہ نہ ہو تو آگ ختم ہو جاتی ہے اس طرح شہوت کے نہ رہنے سے شیطان کی شرارت بھی مٹ جاتی ہے۔

انتہہ :- غور کرنے کے بعد واضح ہو گا کہ سب سے زیادہ دشمن انسان کا اس کی شہوت ہے اور وہ نفس کی ایک صفت ہے۔

حکایت :- کسی نے حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ سے دار پر چڑھنے کے وقت تصوف کا سہل کیا تو آپ نے فرمایا کہ انسان کا اپنا نفس ہے کہ اگر اسے مشغول نہ رکھے تو پھر وہ انسان کو مشغول کر دیتا ہے۔ یعنی نفس سے اگر آخرت کا کوئی کام نہ لیا جائے وہ اپنے فتنے میں پھنسا دیتا ہے۔

فائدہ :- غلام یہ کہ درحقیقت انسان کا مکمل بھی ہے کہ وہ بری حرکت بد سے مبرا کیا جائے اور حرکت باطن سے مبرا کرنا بطریق لوثی ہے اور مبرا دانی ہے کہ بجز موت کے قطع نہ ہو گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے گرم و احسن سے توفیق عنایت فرمائے۔

صبر کا علاج اور اس کی مقویات :- سب کو معلوم ہے کہ جس وقت نے ہمارے لیے بیماری بھیجی ہے اس نے اس کی دوا بھی اتنی ہی ہے اور شفا کا وعدہ بھی فرمایا ہے اگرچہ مبرا و شوار امر ہے مگر اس کا حصول محض علم و عمل سے بھی ممکن ہے اور علم و عمل ایسے مفادات ہیں کہ امراض قلوب کی تمام دوائیں ان سے تیار ہوتی ہیں مگر ہر مرض کے لیے علم و عمل جدا جدا ہے چونکہ اقسام جب مختلف ہیں تو وہ ملتیں جو مبالغہ مبرا ہیں وہ بھی مختلف ہیں اسی لیے علاج بھی مختلف ہے کیونکہ علاج طبع کی ضد ہوتا ہے اور ہر بیماری کی صحیح علاج سے ہوتی ہے اور اس کا مکمل بیان طوالت ہے مگر ہم طریق علاج بعض امراض کا بیان کرتے ہیں۔

علاج زنا :- ہر نفس شہوت زنا سے مبرا کرنے کا علاج ہے اور شہوت اس پر اتنا غالب ہے کہ اس سے شرم گھو کہ نہیں روک سکتا یا شرم گھو کہ روکتا ہے تو آنکھ کے روکنے پر تھوڑے نہیں یا اس پر بھی قادر ہے تو نفس پر تھوڑے نہیں کہ ہمیشہ شہوات میں پھنسا رہتا ہے اور ذکر اور فکر اور اہل صالحہ کی سوانحیت بھی نہیں ہو سکتی تو اس کا علاج پہلے مذکور ہو چکا ہے ہاٹ دینی اور ہاٹ ہوا میں کشی ہوتی رہتی ہے۔ اب اگر ہم چاہیں کہ دونوں کشی والوں میں سے ایک جیت جائے اور دوسرا ہار جائے تو جسے جیتنا منظور ہے اس کی مدد کرنی چاہئے اور دوسرے کو مغلوب کرنا چاہئے اور چونکہ ہمیں مبرا کا حاصل کرنا منظور ہے اور مبرا اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ہاٹ دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو

اسی لیے ضروری ہوا کہ ہاٹ دہلی کو تقویت دی جائے اور دوسرے کو کمزور کیا جائے تاکہ مدعا حاصل ہو۔

شموت کمزور کرنے کے طریقے :- اس کے تین طریقے ہیں۔ اس کی قوت دیکھیں کہ کیا شے اسے قوت پہنچاتی ہے تو معلوم ہوگا کہ شوت کی حرکت و قوت کی اصل عمدہ غذا نہیں ہیں باعتبار اقسام اور کثرت کے پس اصل یعنی غذا کو کم کرنا چاہئے اس طرح بیش روزہ رکھیں اور انتظار کے وقت کچھ تھوڑی سی غذا کھالیں مثلاً گوشت وغیرہ نہ کھائیں۔ وہ غذا کھائیں جو شوت کو دفع کریں جو اسباب شوت بالفصل موجود ہوں انہیں دور کرنا چاہئے۔ یعنی یہاں شوت کا ہاٹ ہے اس لیے کہ نظر سے دیکھو حرکت ہوتی ہے اور دہلی سے شوت کو تو اس سے استرازا ضروری ہے۔ گوشہ نشینی اختیار کریں اور جملہ حسین صورتوں کو دیکھنے کا شہہ ہو وہاں سے کوسوں دور بھاگیں۔

حدیث شریف :- حدث شریف میں ہے النظر سبب من سہام ابلیس ترجمہ : دیکھنا ذہر کا تیر ہے شیطان کے تیروں سے۔

فائدہ :- شیطان ملعون ایسا تیر پھینکتا ہے کہ جس کے لیے کوئی دھل نہیں سوائے اس کے کہ آنکھیں بند کی جائیں یا جس سمت سے وہ تیر پھینکتا ہے وہاں بے ہمت جائیں اور وہ ملعون قوس ایسے غریبوں سے تیر مارتا ہے۔

تاکید :- جب کوئی خوبصورت عورتوں کی طرف سے ہٹ جائے گا تو تیر شیطان نے لگے لگے نفس کو مہل چیز کی قلی دی جائے مثلاً نکاح سے قلی دی جائے اس لیے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہے وہ مہل میں موجود ہے۔ پھر مبتوع کی کیا ضرورت ہے۔ یہ علان آقا کے حق میں مفید ہے پھر بھی اکثر مردوں کی شہوت کا اقیمل اس سے نہیں ہوتا۔

حدیث شریف :- حدث شریف میں ہے کہ علیکم بالیاء فمن لم یستطع فعلہ بالصوم فان له وجاء ترجمہ : لازم پکڑو اپنے لور نکاح کو لازم کرو اور بے طاقت نہ ہو تو وہ اپنے اپنے اوپر روزہ لازم کرے کہ روزہ رکھنا اس کے حق میں خفص ہوتا ہے۔

فائدہ :- غذا موقوف کرنا تمام کلاموں سے کمزور کر دیتی ہے اور غذا کا موقوف کرنا ان تین علاجوں میں سے ہے سرکش جانور یا موزی کتے کو کھانا نہ دیں تاکہ ضعیف ہو کر اس کی قوت جاتی رہے۔ یوں ہے کہ جیسے کتے سے گوشت چمکا دیں اور جانور سے دانا تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسے جانور موزی اور کتے کی مرغوب چیزوں میں سے تھوڑی سی دیں تاکہ اتنی قوت اس میں رہے کہ کھانے پر مہر کر سکے۔

فائدہ :- ہاٹ دہلی کی تقویت دو طرح ہوتی ہے نفس کو فوائد مجلدہ اور دین و دنیا میں اس کے ثمرات کی طبع دلانا اس طرح کہ جو اعمال کے ممبر کی فضیلت میں وارد ہیں ایسے ہی دین و دنیا میں اس کے انجام کے بہتر ہونے میں اعمال ہم نے لکھی ہیں ان کو بکثرت مطالعہ کرے۔

حدیث :- حدث میں ہے کہ ذائب معیبت کا ثواب دینے والی چیز سے زیادہ ہوتا ہے اسی لیے ایسی معیبت پر شک



کیا جاتا ہے اس لیے کہ اس سے ایسا چیز جلی گئی ہے جو صرف زندگی بھراس کے پاس رہتی ہے اور اسے ایسی چیز حاصل ہو جو بعد موت اس کے ساتھ ابد لاپتہ رہے گی۔

مثلاً :- کوئی سچ مسلم اس طرح کرے کہ نکسی بیکار چیز دے کر آئندہ عمدہ چیز لینے کا وعدہ لے ظاہر ہے کہ اسے اس اولیٰ شے پر غم نہ کرنا چاہئے مگر یہ امر متعلق بمعروف اور از قبیل ایمان ہے اور کبھی یہ معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اس کی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہو جاتی ہے اور اس میں بڑا جوش پیدا ہوتا ہے اور اس کے ضعف سے اس میں ضعف آجاتا ہے اور اسے معرفت یعنی قوت ایمانی تو یقین کرتے ہیں۔ جو عزیمت مبرا کا محرک ہے مگر حدیث مذکورہ کے مطابق اکثر لوگوں کو یقین اور عزیمت مبرا کم عظمت دیتے ہیں دوسرا طریق باعث دینی کا باعث ہوا کہ پچھاننے کی آہستہ آہستہ علت ڈالنے سے یہاں تک کہ شیخ کا مزہ محسوس ہو پھر یکبارگی اس پر حملہ آور ہو کر اس کو پچھاڑنا بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ علت اور مہارت محنت کے کاموں کی ان قوی کو مضبوط کر دیتی ہے جسے وہ اہل صادر ہوتے ہیں اس وجہ سے طاقت پر مغرور دل اور کسانوں اور سپاہیوں کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اور جو محنت کا کام کرتے ہیں وہ درتوں اور عطاروں اور فقہاء و مجاہدوں سے زیادہ زور آور ہوتے ہیں اس لیے کہ ان قوی مہارت سے مضبوط نہیں ہوتے۔

فائدہ :- ان دو علاجوں میں سے پہلا علاج ایسا ہے جیسے پہلو ان سے وعدہ کیا جائے کہ اگر پچھاڑو کے تو تم کو خلعت ملے گی کے انعام دیے جائیں گے جیسے فرعون نے ساتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کہا تھا کہ اگر تم جیتو گے تو تم کو مقرب کروں گا اور دوسرا علاج ایسا ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی اور سپہ فوجی سکھاتا منظور ہو تو ان قوتوں کے لوازم کا عادی کرتے ہیں تاکہ اس سے الفت اور جرات و قوت بڑھے سرے سے مبرا کے ساتھ مجاہدہ ہی چھوڑ دے اس میں باعث دینی کمزور ہو جائے گا اور ایسا دبا جائے گا کہ شہوت اگرچہ ضعیف اور کھیل ہو اس پر بھی غالب نہ ہو گا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر عادی کرے گا وہ جس وقت چاہے گا شہوت پر غالب ہو سکتا ہے۔ یہ ہے طریق علاج۔

فائدہ :- تمام خبر کے اقسام میں اگرچہ سب کا بیان کرنا دشوار ہے مگر سب میں زیادہ محنت باطن کا درکنار ہے۔ بالخصوص حدیث نفس سے اور ایسے شخص پر جو بندہ ہو۔ یعنی شہوت ظاہری کا استیصال کر کے گوشہ نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر فکر کے لیے زندگی بسر کرے کہ تک ایسے سالک پر دلسوس دور رہتے ہیں اور اس کا کوئی علاج بجز اس کے نہیں کہ ظاہری اور باطنی علاقوں کو توڑ کر زن و فرزند و مل و جاد و دست آشنا سے علیحدہ ہو جائے اور تدر کھیل قوت لے کر کسی گوشے میں بیٹھ جائے اور اسی پر قائل ہو۔

فائدہ :- یہ تمام امور اس وقت دانی ہوں گے جب ہمہ تن امت ایک طرف کرے گا یعنی بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز کا خیال نہ رہے گا اور جب دل پر پوچھا جائے کہ تم کو تو یہ بھی کار آمد نہیں جب تک کہ فکر کی جولوئی سے حکمت

آسمان زمین اور جانب مشرق غائب اور تمام اقسام معرفت الہی کی سیر حاصلی پیر نہ ہو۔

اور اور وظائف پر تداومت :- نبات کا اصل یہ کہ اور اور وظائف پر ہر لمحہ آگے بڑھتا رہے مثلاً حلاوت اور ذکر اور نماز سے کوئی تھک نہ خلی ہو اور اس کے ساتھ ہی تکلیف دل کا خیال رکھے کیونکہ ظاہر کے ورود و غلبہ سے مشغولی دل نہیں ہوتی باطن کی فکر سے ہوتی ہے جب یہ سب باتیں کرے گا تو حرف بعض اوقات کا فکر رہے گا اس لیے کہ تمام اوقات میں کوئی نہ کوئی علاج ایسا بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مانع فکر و ذکر ہو مثلاً مرض خوف کسی کی ایذا، سنی اور ملائیوں کی نا فرمائی و فیو کہ گوشہ نشینی میں غلو و غلو ایسے نقص سے بچنے کی ضرورت پڑتی ہے جو اسباب معیشت میں اعلت کرے ہر حال یہ تمام باتیں ذکر و فکر کی مانع ہیں اور چند امور ضروری ہیں۔

ضروری امور :- ان کے علاوہ چند اور ضروری امور بھی خوب ہیں مثلاً کھانے اور لباس اور اسباب معاش میں مشغول ہونا کہ ان کے لیے بھی ایک وقت چاہئے بشرطیکہ ان کی تیاری کا تکلیف خود ہو اگر کوئی اور تکلیف ہو تو یہ امور اس کے دل کے لیے مانع ہوں گے مگر بعد کل علاقوں کو قطع کرنے کے بعد اکثر اوقات صحیح رہیں گے اگر کوئی معیبت نہ آجائے۔ اور ان اوقات میں دل صاف ہو جاتا ہے اور فکر آسمان ہوتا ہے اور ملکوت آسمان و زمین کے اسرار ایسے منکشف ہوتے ہیں کہ باوجود علاقوں کے مدت دراز میں ان کا 100 وں حصہ بھی منکشف نہیں ہوتا اور اس مرتبے پر عارف کا پہنچنا اقصائے مراتب میں سے ہے کہ جن پر عام انسان اپنی کوشش سے پہنچ سکتا ہے لیکن مقدار انکشاف اور لطافت الہی کا درود اور مدور احوال و اعلیٰ معلوم نہیں اس کا خیال ایسے ہے جیسے شکار یا رزق کا حصول مرضی حق تعالیٰ پر موقوف ہے۔ کبھی تھوڑی سی محنت سے بڑا شکار ہاتھ لگ جاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت میں تھوڑا نہیں ملتا اور اس میں اپنی کوشش کو دخل نہیں صرف فضل الہی پر انحصار ہے۔ بندے کا اختیار اس پر کچھ بھی نہیں ہاں بندے کا اختیار اتنا ہے کہ اپنے آپ کو مستعد کرے یا اس طور کہ اپنے دل سے جو باتیں کہ دنیائی طرف کشی ہیں ان کو منقطع کرے اس لیے کہ کشش مجتنب اللہ جیسی ہوگی جب نیچے کے تمام اسباب ختم کر دیئے جائیں۔ مدد شریف میں انہیں علاقوں و ریاضی کے قطع کا اشارہ فرمایا ہے ان لہذا کہم فی ابام دھرم ففعات الافنر ففوا لھا ترجمہ: تمہارے رب کو تمہارے زمانے کے دلوں میں نعمت میں سن لو کہ تم ان کے سامنے جاؤ۔

فائدہ :- اس کی وجہ یہ ہے کہ ان نعمت اور ہدایت الہی کے لیے اسباب آسمانی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفی السماء رزقکم ومانوعلون (ترجمہ از کنز الایمان) اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا اور کشش الہی اور معرفت سے بڑھ کر کون سا رزق ہو گا اور امور آسمانی ہماری نظموں سے غائب ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس وقت اللہ تعالیٰ رزق کے اسباب ہم پر آسمان کر دے گا ہم کو صرف اسی قدر چاہئے کہ دل کو خللی کر کے نزول رحمت اور وقت معین کے منتظر رہیں جیسے کوئی زمین کو در بہت کرے اور اسے گھاس کوڑا سے صاف کر کے بچ ڈال دے تو اس کو یہ مفید نہ ہو گا جب تک کہ بارش نہ ہو یا کھیت کو کسی اور طریقے سے پانی نہ ملے انسان کو معلوم بھی

میں کہ ہمارے رحمت کب ہو گا مگر چونکہ اللہ کے فضل پر احمق ہوتا ہے کہ کوئی برس ہارش سے غلی نہیں اس لیے یہ سب نعمت کو ادا کرتا ہے۔ اس طرح کوئی سال اور صیغہ اور دن ہذبہ یزدانی اور کشش حق و خود رحمتی سے غلی نہیں گزرتا تو سالک کو چاہئے کہ اپنے دل کو شمول کے کوڑے سے صاف کرے اور اس میں رحم اور لوت ہوئے۔ پھر اسے ہمارے رحمت کے سامنے کر دے اور جس طرح کہ ہڈی دیکھ کر بعض اوقات برسات میں ہارش برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہے اس طرح ان نعمت کے نزول کی توقع اوقات شریفہ اور اجتماع ہمت اور تقویٰ کی موافقت کے وقت زیادہ ہے۔ مثلاً عرفہ اور جمعہ کے دن یا رمضان وغیرہ کی سلفیت اجابت میں اس لیے کہ انسان کے اوروں اور انہیں بھی اللہ کے حکم سے اسباب نزول رحمت الہی ہیں کہ ان کے طفیل سے قطع سالی میں بھی ہڈی برسا جاتا ہے۔ یہ پھاڑوں کے اطراف اور سمندروں کی جواہر ان کے طفیل ہے کہ وہ پانی کے قطرات کی درخواست کرتے ہیں اس لیے کہ سالک کو خواہش ملکوت سے ہارش مکاشفاتی اور معارف لطیفہ کی استعداد زیادہ مناسب ہے بلکہ احوال و معارف انسان کے ساتھ دل میں موجود ہیں مگر اس وجہ سے کہ علائق اور شمول انسان اور معارف میں حجاب ہوتے ہیں اس لیے ان کی طرف پروا نہیں کرتا اسی لیے سالک کو ضروری ہے کہ اس حجاب کو دور کرے تاکہ اقوال و معارف دل میں چمکنے لگیں۔

مثلاً :- زمین کے پانی کا ظاہر کرنا اس طرح آسمان اور قریب تر ہے کہ زمین کھود کر پانی ظاہر کر دیا جائے اور دور دراز مقلبت سے پانی کا لانا وقت رکھتا ہے بالخصوص ایسی جگہ سے جو اس سرزمین کے بہ نسبت پست ہو اور چونکہ معارف ایمانی دل میں موجود ہیں اور انسان ان کی طرف سے بے پروا ہو کر خود بھوتا ہوا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام معارف ایمانی کو لفظ تذکرے بیان کیا و بسند کر اولوالایباب ترجمہ : اور سوچا کریں عقل والے۔ اور فرمایا ولفند یسرنا القرآن لذكر فهل من مدكر (الفرقان 40) ترجمہ کثر لا یملک : اور بے شک ہم نے آسمان کیا قرآن یاد کرنے کیلئے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

وسلوس و شواغل کا علاج :- وسلوس اور شواغل کا یہی علاج ہے اور یہ مرتبہ درجہات صبر میں سب کے بعد ہے اور تمام علائق سے صبر کرنا خواہر اور وسلوس پر صبر کرنے سے مقدم ہے۔ حضرت چندی قریبے ہیں کہ دنیا سے آخرت کی طرف چلنا آسان ہے مگر حق کے لیے خلق کا چھوڑنا سخت ہے اور نفس سے گریز کر کے اللہ کی طرف جانا مزید سخت ہے اور اللہ کے لیے صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہے۔

فائدہ :- اس قول میں پہلے آپ نے شدت اور سختی صبر کی شواغل دل سے بیان فرمایا ہے اس کے بعد خلق کے چھوڑنے کی سختی کا ذکر کیا اور نفس پر سب علائق سے سے زیادہ شدید خلق کا علائقہ اور محبت جلا ہے اس لیے کہ مایا اور غلبہ اور بلند مرتبہ اور حاکم بننے کا مزہ دنیا کی تمام لذات سے متعلقہ ہے نفس پر غالب ہے اور یہ لذت کس طرح غالب نہ ہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہے جو قلب انسانی کو جلا "محبوب ہے اور وہ صفت توصف الہی

میں سے ہے جسے ربوبیت کہتے ہیں اور ربوبیت کے محبوب ہونے کی وجہ قلب کو یہ ہے کہ اس میں مشابہت امور ربوبیت سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قل الروح من امر ربي۔** (نہی اسرائیل 85) ترجمہ کنز الایمان: تم قرآن روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

**فائدہ:-** قلب کو محبت ربوبیت کا ہونا برا نہیں بلکہ مذمت اس وجہ سے ہے کہ شیطان لصین جو عالم امر سے دور کرنے والا ہے اسے بکا کر دھوکے میں ڈال دیتا ہے یعنی وہ لصین انسان کے قلب پر اس وجہ سے حاکم ہے کہ یہ قلب عالم امر سے کیوں ہے اس وجہ سے اسے بکا کر گرانا کرتا ہے ورنہ طلب ربوبیت دل کے لیے کوئی برائی نہیں بلکہ وہ تعین سعادت اخروی ہے کیونکہ اگر واقع میں ربوبیت کا طالب ہے تو گویا ایسی بات چاہتا ہے جسے خدا نہ ہو ایسی عزت کا طالب ہے جس میں ذلت نہ ہو اور ایسا اسن چاہتا ہے جس میں خوف نہ ہو اور ایسی دولت کا خواہاں ہے جس میں افلاس نہ ہو اور اس کمال کا حتمی ہے جس میں نقصان نہ ہو یہ تمام باتیں ربوبیت کی ہیں۔ اگر انسان ان کا طالب ہو تو کسی طرح کامل مذمت نہیں بلکہ ہندے پر فرض ہے کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا طالب ہو جسے ذوق نہیں اور جو طالب ہوتا ہے وہ برتری عزت اور کمال کا خواہاں پہلے ہوتا ہے ملک دہیں۔ (1) وہ ہے جس میں جملہ اقسام کے منج و بلائیں ہیں یہ نہ (2) دیا ہے۔ (2) وہ ملک ہے جس میں دوام و بقا ہے اس میں درد و الم کا نام نکلن تک نہیں۔ نہ کسی کو روکتے سے موقوف ہو مگر وہ دیر سے ملے گا اس کا نام ملک آخرت ہے چونکہ انسان جلد باز ہے وہ نقد کو لوح پر ترجیح دیتا ہے تو شیطان نے اس کی طبیعت جلدی کی طرف راغب دیکھ کر اس ملک موجود دنیاوی کو اس کی نظروں میں آراستہ کیا مگر اس کے مزاج میں حیات معلوم کر کے آخرت کے باب میں اسے مغالطہ دے دیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوئے ملک آخرت کی توقع اس کے دل میں ڈال دی۔

**حدیث شریف:-** حدیث شریف میں ہے: **ولا حقد من انبغ نفسه بوابا ونسنى على الله تعالى ترجمہ:** وہ حق ہے جو تجدداری تو کہے خواہشات کی اور بھلائی کی امید کرے اللہ تعالیٰ سے۔

**فائدہ:-** جسے توفیق رقیق نہ ہوئی وہ تو اس کے مغالطے میں آکر حتی الوسع دنیا کی عزت و سلطنت کی طلب میں مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا اور شیطان کے جال میں نہ آیا کیونکہ اس کو اس لصین کی گھاتیں خوب معلوم تھیں اس لیے اس نے اس سلطنت دنیا سے روگردانی اختیار کی اللہ جل جلالہ نے اس قسم کے لوگوں کا مل کلام مجید میں یوں ارشاد فرمایا: **كلا بل نجون العاجلین وتفرون الاخرة (الجمہ 20)** ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ اسے کافرو تم پاؤں تھے کی دست رکھتے ہو اور آخر کو چھوڑ بیٹھے ہو اور فرمایا: **فاعرض عن نولہی عن ذکرنا ولم يرد الا لحيوة الدنيا فلك مبلغهم من العلم (الجمہ 29-30)** ترجمہ کنز الایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے بھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی میں تک ان کے علم کی پہنچ۔

**فائدہ:-** جبکہ شیطان کا بل تمام مخلوق میں پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے قریشوں کو اپنے رسولوں کے پاس بھیج کر ان کو

اس دشمن کے ہلاک کرنے اور بھگانے کا طریقہ بتلایا اسی لیے تمام انبیاء علیہم السلام حقوق کو اس ملک و سلطنت مجازی سے کہ اگر بالفرض مل بھی جائے تو سبے اصل اور مطلقاً نفی کہہ کر حقیقی ملک کی طرف بلانے میں مشغول ہوئے چنانچہ انیس کا ارشاد کلام مجید میں مذکور ہے بابِهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَکُمْ اَنْفَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَنْتُمْ اِلَیْهِ اَرْضُ اَرْضِہُمْ بِالْحَبُوۃِ مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمِنَاصُ الْاٰخِرَةِ الْعَبُوۃُ الْعَنْبِیَا فِی الْاٰخِرَةِ الْاٰخِرَةِ الْاٰخِرَةِ (التوبہ 38) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو بوجہ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا

### رسل کرام اور کتب آسمانی کے نزول کی علت غائی

توحید اور انجیل اور زبور اور قرآن اور مجھے حضرت امیر اہم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے دور ہر ایک آسمانی کتاب اسی لیے اتری ہیں کہ حقوق کو سلطنت واقعی کی طرف بلائیں اور مقصود یہی ہے کہ سب لوگ دنیا میں بھی شلو رہیں اور آخرت میں بھی۔

شیطان کا مطمع نظر:- شیطان حقوق کو سلطنت دنیا کی طرف بلاتا رہتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کی وجہ سے سلطنت اخروی ان سے فوت ہو جائے گی کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوئیں ہیں ایک دوسری کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور یہ بھی شیطان کو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے پاس نہیں رہتی اس وجہ سے اس کی طرف راغب کرتا ہے اگر کسی کے پاس رہتی ہے تو اس پر بھی حسد کرتا ہے مگر اس میں ہر طرح کے جھگڑے اور بدگوئیوں اور بڑی بڑی مشیتیں اور غلط تدبیریں کھینچ پڑتی ہیں اور تمام اسباب مرتبہ جاہ طلی کے لیے ایسے ہوتے ہیں پھر اگر اسباب درست ہو کر دنیا مل بھی گئی تو مخرخم ہو جاتی ہے گویا وہ اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے حَسْبُ اِذَا اَخَذْتَ الْاَرْضَ ذَعَرُهَا وَاَزْبَقَتْ وَظَنَ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ فَاخْرُجُوْا عَلَیْہَا اِنَّا هَا اَعْرٰنَا لَبِئْسَ اَوْنٰہَا رَاجِعُ عَلٰہَا حَصْبًا کَانَ لَمْ نَفْنِ بِالْاَمْسِ (پونس 24) ترجمہ کنز الایمان: میل تک کہ جب زمین نے اپنا سینگارے لیا اور خوب آرامت ہو گئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کٹھن ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں۔

واضرِبْ لَہُمْ مِثْلَ الْحَبُوۃِ الْعَنْبِیَا کَمَا اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ فَاَخْلَطْنَا بِمَآءِ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ بَشِیْمًا نَّفْرُوۃً الرِّیَاحِ (الکہف 45) ترجمہ کنز الایمان: اور ان کے سامنے زندگانی دنیا کی گمراہی بیان کر دیجیے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کا سبز ہونا ہو کر نکلا کہ سوکھی گھاس ہو گیا جیسے ہوا میں اڑائیں۔

نکتہ:- زہد کو سلطنت اس لیے کہتے ہیں کہ زہد کے معنی ہیں اپنی مشورت اور غضب کا مالک ہو جانا اور یہ دونوں چیزیں باعث دینی اور اٹارہ ایمان کی تلخ ہو جائیں تو حقیقتاً سلطنت اس کو کہتا ہے اس لیے کہ اس کی وجہ سے

انسان آزلو ہو جاتا ہے ورنہ اگر شہوت غالب ہو تو انسان بندہ شکم لود بندہ شرمگاہ یا لود کسی غرض کا غلام ہو جاتا ہے بلکہ جانور کی طرح اس کا قیدی ہو جاتا ہے شہوت کی ری اس کی گردن میں ہوتی ہے وہ جدھر چاہتی ہے اسے لودھر لیے پھرتی ہے۔

فائدہ :- خود کرنا چاہنے کے انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو سلطنت کا حصول خیال کر رہا ہے لودر دوسری چیز کا بندہ ہو کر گمان کرتا ہے کہ رویت کو پہنچ جائے گا ایسا شخص دنیا میں بھی منکوس رہے گا اور آخرت میں بھی ذلیل۔

حکایت :- ایک بادشاہ نے کسی زلد سے کہا کہ تمہیں کوئی ضرورت ہے اس نے جواب دیا کہ میں تم سے کیا مانگوں میری سلطنت تمہاری سلطنت سے بڑی ہے اس نے کہا وہ کس طرح انہوں نے کہا کہ جس کے تم غلام ہو، وہ میرے غلام ہیں اس نے کہا وہ کیونکر انہوں نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج و شکم کے بندے، داور میں ان سب کا مالک ہوں وہ میرے غلام ہیں۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ حقیقی سلطنت زبد علی ہے اس کی وجہ سے سلطنت اخروی نصیب ہوتی ہے کہ شیطان کے مقابلے میں گرفتار دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہو لور جن حضرات کو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونوں چیزوں پر کامیاب ہوتے اب جس وقت کے معنی سلطنت اور رویت اور تسخیر اور عیونیت کے معلوم ہونے لور شیطان کے دھوکا دینے کا طریق لور اس کا کبر و فریب لور نلبیس بھی معلوم ہوا تو سالک پر ملک و جلا و دنیاوی سے اعراض کرنا لور اس کے ثبوت ہونے پر صابر ہونا آسان ہو گا اس لیے کہ ان کے چھوڑنے سے سدرست سلطنت پائے گا لور سلطنت اخروی کی توقع ہوگی اور جو شخص کہ ان باتوں کو جلا کے ساتھ مایوس و مایوس ہونے کے بعد جائے لور اس کے اسباب کا سبب ہونا علت کی وجہ سے اس کے دل میں ہر ہوا ہو تو ایسے کے لیے فقط ان باتوں کا چھوڑنا علاج کے لیے کافی نہ ہو گا جب تک کہ اس علاج پر کچھ عمل نہ پڑے۔

علاج پر عمل کے طریقے :- جاد ظلی کے مقام سے بھاگے جیسے غلبہ شہوت میں ان صورتوں کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہے جو محرک شہوت ہوں لودر جو ہمیا نہ کرے گا وہ وسعت زمین کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کا ناشکرا ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم نکن ارض اللہ واسعة فتها جبروا فيها (النساء 97) ترجمہ کنز الایمان : کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔ اپنے نفس کو ایسے اعلیٰ کا بشکلف پابند کرے جو خلاف عبادت سابقہ ہوں مثلاً اگر جہاں سنگار کا علوی ہو تو اس کو یک نعمت چھوڑ دیں لور عام لوگوں کی طرح ہے تو واضح اور مستثنیٰ کی علت بتائے اپنی ہر حالت لور فعل کو مکان و لباس لور اکل و شراب لور نشست و برخاست کو بدل ڈالنے صرف ضرورت کے موافق چیزیں رکھے لور علت گزشتہ کی خد کو طوطا رکھے پہلی تک کہ یہ جلد افضل و احوال طبعیت میں جم جائیں لور انہیں کا علوی ہو جائے۔ علاج سے بھی غرض یہی ہے کہ تجسس علت سے کوئی خرابی ہوتی ہو

ان کی ضد اختیار کرے۔ علاج کرنے میں نرمی آنکلی کا لحاظ رہے ایمان نہ کرے یکبارگی حقارت و ذلت اختیار نہ کرے اس لیے کہ طبیعت انسانی میں وحشت بھی ہوتی ہے اس کے اخلاق کا چھوڑنا آنکلی کے بغیر ممکن نہیں۔

علاج کا بہتر طریقہ: بعض افعال کو ترک کرے اور جب بقیہ پر قلع ہو جائے تو انہیں سے کچھ اور چھوڑ دے اس طرح تھوڑے تھوڑے ترک کرتے کرتے بالکل کا استیصال کر لے پہل تک کہ جو صفت اس میں جڑے ہوئے ہوں وہ سب جاتے رہیں اس تدریج اور آنکلی کی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے ان هذه الدين مشين فادخل فيه برفق ولا نهض الي نفسك عبادة الله ترجمہ: یہ دین مضبوط ہے اس میں نرمی سے داخل ہو اور اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کو جو جمل نہ کر۔ لا تشاؤا هذا الدين فان من يشاء بغلبه ترجمہ: اس دین کا مقابلہ مت کرو جو کوئی اس کا مقابلہ کرے گا اس پر یہ غالب ہو جائے گا۔

فائدہ:- اس بیان کو جو ہم نے دوسرے اور شہوت اور جلد سے مبرا کرنے میں ذکر کیا ہے اس بیان پر اضافہ کرلو جو ہم جلد غارت کے باب راضحت نفس میں طریق مجاہدہ کے قوانین کے محل میں لکھے ہیں۔ پھر تمام کو دستور العمل کرلو تاکہ تمام اقسام مبرا سے علاج معلوم ہو جائے کیونکہ ہر فرد کی طبیعت تفصیل طویل ہے اور جو نفس کے تدریج کی مراحل مد نظر رکھے گا اسے مبرا ایسے محل میں پہنچا دے گا کہ بغیر اس کے اس کو چین نہ آئے گا جیسے پہلے مبرا کے بغیر چین نہ تھا غرض کہ معاملہ بالکل برعکس ہو جائے گا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہو جائے گی اور جو پسند تھی اس کے بغیر مبرا نہ کر سکے گا اور یہ بہت ایسی عیاں ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

تجربہ:- بچے کو پہلے جبر کر کے سکول میں بٹھاتے ہیں تو وہ جب قہر کے خوف سے پڑتا ہے کھیل کود سے مبرا کرنا اسے نہایت شوق ہوتا ہے اور علم میں مشغول رہنے پر مبرا نہیں کر سکا مگر جب اس کو محل آتی ہے اور علم میں مشغول بلکہ ناؤس ہو جاتا ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ کھیل کود پر مبرا کر سکتا ہے لیکن علم سے مبرا نہیں کر سکتا۔

حکایت:- کسی عارف نے حضرت ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کون سا مبرا زیادہ سخت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبرا کرنا اس عارف نے کہا یہ نہیں۔ حضرت ثعلبی نے فرمایا کہ اللہ کے لیے مبرا کرنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ مبرا کرنا یعنی مشغول ہونا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہیں۔ حضرت ثعلبی نے پوچھا کہ پھر کون سا مبرا زیادہ سخت ہے اس عارف نے فرمایا کہ اللہ سے مبرا کرنا یہ من کر حضرت ثعلبی نے ایک ایسی سچ ماری کہ قریب تھا کہ صبح ہوا کر جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صابر و صابر و رابطہ

فائدہ:- اس آیت کے معنی میں بعض نے یہ فرمایا ہے کہ مبرا کو اللہ کے ہارے میں اور صبریت کو اللہ کے ساتھ اور لگے رہو اللہ تعالیٰ سے۔ بعض ائمہ کا قول ہے کہ اللہ کے واسطے مبرا کرنا رنج و مصائب اور مبرا نہ دہم و طاقت

اور صبرِ خدا و قاسمے اور مہرِ خدا جتنا ہے۔ کیا خوب کسی نے فرمایا

والصبر عنك منعم عوافيه - والصبر في سائر الاشياء محمود

تیری ذات سے مہر تو بہ تو بہ (یہ برا کلم ہے) ہاں ہاں تجزوں سے مہر کرنا اچھا کلم ہے۔ ایک دوسرے شاعر نے کہا  
الصبر بحمل في المواطن كلها الا عليك فانه لا حمل ترجمہ: ہر جگہ صبر برداشت ہے لیکن تیری ذات سے  
برداشت نہیں ہو سکتی۔

فائدہ :- یہ آخری جملہ ہے جو میں نے مہر و اسرار کے علوم کی شرح میں لکھا ہے الحمد للہ علی ذلک اولاً و آخر  
وصلی اللہ علی جبریل الکریم و علی آلہ و اصحابہ (اجمعین)

شکر کا بیان :- قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ کرم میں شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے ارشد فرماتا کہ (1)  
ولذكر الله اکبر ترجمہ: ذکر اللہ بہت بڑا ہے۔ (2) فاذکرونی اذکرکم و اشکرونی ولا تکفرونی (البقرہ 152)  
ترجمہ کنزالایمان: میری یاد کرو میں تمہارا چچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ایسی بڑی چیز کے ساتھ اس کا ذکر کہ کمال و فضیلت پر دل ہے اور فرمایا (3) ینفع اللہ بعنایکم ان شکرتم و انتم  
اور ایسے لیکن کے قول کو نقل فرمایا ہے یعنی (4) لا فعلن لهم صراطک المستقیم (العنکبوت 16) ترجمہ کنز  
الایمان: میں ضرور تیرے میرے راستہ پر ان کی خلق میں جموں گا۔

فائدہ :- صراطِ مستقیم کے معنی بعض مشرین نے شاکرین کیا ہے اور چونکہ شکر علی مرتبہ ہے اس لیے اس طعن  
لے طعن مارا (5) ولا نجد اکثرهم شاکرین۔ (6) وقلیل بن عبید الشکور اور شکر کے ساتھ زیادتی نعمت وعدہ  
اور اس میں استثناء بھی نہیں کیا۔ (7) لن شکرتم لانہم کم ملائکہ پانچ اور نعمتوں سے بھی غنی کرنے دعا قبول  
فرماتے مدد دی دیتے مغفرت کرتے اور تو بہ قبول کرنے سے استثناء فرمایا (8) فمصرف بغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء  
اور (9) فیکشف ما قدعون الہ ان شاء (10) برزق من یشاء بغیر حساب (11) ویغفر ما دون ذلک لمن  
یشاء۔ (12) ویستوب اللہ علی من یشاء۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ شکر نہایت عمدہ ہے کہ اس میں اپنی شیت کی قید نہیں لگائی۔ یعنی طورِ زیادتی نعمت کا وعدہ  
فرمایا اور کہیں نہ ہو کہ شکر ایک طعن افشاں روایت میں سے ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے فرماتا ہے واللہ  
شکور حلیم اللہ تعالیٰ شکر اور علم والا ہے۔ عللہ انہی مل جنت کا شکر پلائی کہ ہے (14) وفاقوا الحمد للہ  
انہی صدقنا وعدہ اور وانہر دعوہم ان الحمد للہ رب العالمین

فضائل از احادیث مبارکہ :- فضائل شکر میں بہت سی احادیث موی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا (1) الصائم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر حضرت عطاء رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سب ایک دفعہ



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور کا سب سے عجیب عمل جو آپ نے دیکھا بیان فرمائیے بی بی روئے گئیں اور فرماتے گئیں کہ کوئی سی حالت آپ کی عجیب نہ تھی آپ کی تمام عبادت مبارکہ ہی عجیب تھیں ایک رات آپ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر اُلحاف میں میرے ساتھ لیٹ گئے یہاں تک کہ ان کا بدن مبارک میرے بدن سے مس کر لے لگا فرمایا اے بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا مجھے اجازت دے تاکہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کو سب نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا پاس رہنا چاہتی ہوں لیکن آپ کی مرضی کے تابع ہوں میں نے اجازت دے دی آپ اٹھ کر ایک منگ پانی کے قریب تشریف لے گئے اس سے وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر راتاً روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر بنے لگے پھر رکوع میں روئے پھر سجدے میں روئے پھر دو رکعت سجدوں کے درمیان میں روئے اسی طرح آپ روئے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کی اطلاع کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے تعالیٰ نے تو آپ کے طفیل اگلے پچھلے سب کے گناہ معاف کر دیئے ہیں پھر آپ کا گریہ کیسا؟

فرمایا کہ کیا میں بندۂ شکر گزار نہ ہوں اور کیسے گریہ نہ کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت اتاری ہے۔ ان فی خلق السموات والارض واختلف الليل والنهار (البقرہ 164) ترجمہ کنزالایمان: ہے شکر آسمانوں اور زمین کے پیدائش اور رات و دن کا بدلنے آنا معلوم ہو کہ رونا کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ روایت میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا ایک چھوٹے سے پتھر پر گزار ہوا جس میں سے پانی بہت نکل رہا تھا آپ کو اس سے تعجب ہوا۔ خداوند کریم نے پتھر کو بولنے کی طاقت دی تو عرض کیا کہ جب سے میں نے سنا ہے کہ آتش دوزخ کا اہل من آدمی اور پتھر ہوں گے اس وقت سے خوف سے رو رہا ہوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انکی اس پتھر کو آگ سے بچا ان کی دعا قبول ہوئی پھر مدت کے بعد آپ نے اس پتھر کا وہی عمل دیکھا اور پوچھا اب کیوں روتا ہے۔ عرض کیا کہ گریہ سابق خوف کا تھا اور یہ شکر اور سرور کا ہے (نکتہ) چونکہ انسان کامل بھی مثل پتھر کے یا اس سے سخت تر ہے۔ اس لئے اس کی سختی بدون اس کے بغیر دور نہیں ہوتی کہ حالت خوف اور شکر دونوں میں مدوا کرے۔

حدیث نمبر 3:- حضور سرور علی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا ہوگی کہ بہت حمد کر کے والے کھڑے ہوں۔ ایک گروہ کھڑا ہو گا پھر ان کے لئے ایک نشان کھڑا کیا جائے گا اور اسی صورت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ بہت حمد کرنے والے کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں۔

فائدہ:- ایک روایت میں ہے کہ جو خوشی اور تکلیف میں (یعنی ہر عمل میں) شکر کرتے ہیں وہی حمد کرنے والے ہیں۔ (4) حدیث شریف میں ہے کہ الحمد ردوا الرحمن یعنی شکر رحمت کی چادر ہے۔

وحی حضرت ایوب علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں اپنے اولیاء کے مکافات سے شکر سے راضی ہوتا ہوں اور یہ بھی اور صابرین کا گھروار السلام ہے۔ جب اس میں داخل ہوں گے میں ان کو شکر کا انعام کروں گا۔ جو تمام گناہوں میں سے بہتر ہے اور شکر کرنے کے وقت اور زیادہ کی طلب کروں گا اور اپنی طرف نظر کرنے سے ان کو زیادہ مرتبہ عزت کروں گا۔ (فائدہ) جب خزانوں کے بارے میں آیت والذین یکنزون الذہب والفضۃ (توبہ 34) ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جو ڈر رکھتے ہیں سونا اور چاندی۔ اتنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کوئی مل ہم جمع رکھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیسخذ احدکم لسانا فاکمرا وقلنا شاہرا پس مل کے عوض میں قلب شاکر کا ذخیرہ کرنا اور شلو فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شکر نعمت ایمان ہے۔

شکر کی تعریف و ماہیت :- واضح ہو کہ شکر سا لکین کی ایک منزل کا نام ہے۔ اور وہ تین باتوں سے مرکب ہے۔ (1) علم (2) حل (3) عمل۔ علم اصل ہے۔ اس سے حل پیدا ہوتا ہے اور حل سے عمل۔ علم سے مراد یہ ہے کہ نعمت شمع سے سمجھے اور حل اس کا نام ہے کہ شمع کے انعام سے خوش ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو مقصود اور محبوب شمع کو ہو اس پر قائم رہے۔ پھر عمل قلب سے متعلق ہے اور اعضاء اور زبان ہے۔ اسی لئے ان سب کا بیان ضروری ہے تاکہ سب سے شکر کی ذہیت کسی کو مکمل طور معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف میں منقول ہیں کسی میں بھی مکمل شکر کا معنی نہیں۔

علم کا بیان: تین باتوں کا علم ضروری ہے۔ (1) خود نعمت کا (2) جس کے حق میں وہ نعمت عطا ہوئی۔ (3) شمع کی ذات اور محفلت کا کہ جن سے اس انعام کا دور ہوا اس لئے کہ انعام کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ (1) نعمت (2) نعمت دینے والا (3) وہ جس پر شمع کے قصد و ارادے سے نعمت پہنچتی ہے۔ (فائدہ) یہ عام شمع کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ عقیدہ کہ تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں ہر نعمت دینے والا وہی ہے۔ یہ معرفت تقدیس اور توحید یہ تمام لوگ اس کے تابع ہیں۔ (فائدہ) یہ اس سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ وہ دونوں اس میں داخل ہیں کیونکہ ایمان کی معرفتوں میں ابتدائی مرتبہ تقدیس یعنی خدا کو پاک جانے کا ہے اور جب ایک ذات کو پاک جان لیا تو پھر یہ معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اس کے سوا جتنا ہیں وہ سب مرتبہ کی نہیں اس کا نام توحید یعنی خدا کو ایک جانتا ہے پھر اس کے بعد یہ علم ہوتا ہے کہ جتنی چیزیں عالم میں موجود ہیں۔ وہ اسی واحد سے موجود ہیں یعنی ہر شے اس کی طرف سے نعمت ہے تو یہ معرفت ان دونوں معرفتوں کے بعد ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا مرتبہ ان دونوں سے بڑھ کر ہوا کیونکہ اس میں تقدیس اور توحید کے سوا مکمل قدرت اور افعال میں یکسا ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

حدیث :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ جو صحابہ اللہ کے اس کو دس نیکیاں ہیں اور جو لا الہ الا اللہ کے ہیں اور جو الحمد للہ کے اسے تمیں۔ (حدیث) حضور علیہ السلام نے فرمایا افضل الذکر لا الہ الا اللہ

والفضل لله الحمد لله۔ قریباً لیس شیئ من الادکار بضاعف بضاعف الحمد لله۔

ازالہ وہم :- یہ ممکن نہ ہو کہ صرف ذہن پر ہی جاری کرنے کا ہم یکنے بغیر اس کے کہ ان کے معنی دل میں نہ آئیں بلکہ اصل یہ ہے کہ سبحان للہ کلمہ عقیدت ہے اور لا الہ الا للہ کلمہ توحید اور الحمد للہ وہ کلمہ ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ پس نیکیاں ان نعمتوں کی معرفت کے عوض ہوتی ہیں۔ جو ایمان و یقین کے اقسام میں سے ہیں نہ صرف ذہن کے جاننے کے عوض میں۔ (مثلاً) تاکہ یہ معرفت کامل جب ہوتی ہے جس وقت افضل میں شرکت نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا تو یہ شخص اگر اس انعام کے لئے فوراً اپنے پاس بچنے میں بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانے کا تو اس کی نعمت میں دوسرے کو شریک جانے کا اور ہر وجہ سے اس نعمت کو بادشاہ کی طرف سے نہیں سمجھے گا بلکہ سمجھے گا کہ اس کی طرف سے اور کچھ کسی دوسرے کی طرف سے۔ اسی وجہ سے اس کی خوشی بھی دونوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ بادشاہ کے حق میں خالص خیال رہے گا کہ ہاں اگر یہ جانے کہ جو نعمت مجھے ملی وہ بادشاہ کے فرمان کی وجہ سے ہے جسے اس نے اپنے حکم سے کھڑے رکھا تو اس سے بادشاہ کے حق میں کوئی غلٹ نہ آئے گا اور نہ ہی کمال شکر میں نقصان ہوگا اسی لئے کہ اسے حکم اور کھڑے کے موجب تو خوشی نہیں نہ ہی حق کا شکر گزار ہے کیونکہ خود ان کا دخل ہی کچھ نہیں۔ اگر کچھ ہے تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ یہ دونوں چیزیں بادشاہ کے زیر حکم ہیں۔

مثلاً نمبر 2 :- اسی طرح اگر وکیل یا خزانچی کو جانے کہ انیس پادشاهی دیا ہے تو وہ دیتے ہیں ورنہ اگر خود ان کا اختیار ہو تا اور بادشاہ کا حکم نہ ہو تا اور حکم عدلی کا خوف نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ دیتے تو اس طرح جاننے سے شرک لازم نہ آئے گا یعنی وہ نعمت صرف بادشاہ کی طرف منسوب رہے گی۔ وکیل و خزانچی کھڑے حکم کی طرح منظور ہوں گے۔

### اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کو جانے اور اس کے افضل کو پہچانے اس کو معلوم ہو جائے کہ آداب اور پائندہ اور ستارے سب اس کے امر کے تابع ہیں جیسے حکم کاتب کے ہاتھ میں اور جن حیوانات کو اختیار ہے وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہیں۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے ان پر افضل کے اسباب کو مسلط کر دیا ہے کہ ہم کریں۔ چاہیں یا نہ ہاں جیسا کہ خزانچی بادشاہ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور اگر خود اس کا اختیار ہو تو کسی کو کچھ بھی نہ دے۔ (فائدہ) اگر کسی کو خدائے تعالیٰ کی نعمت دوسرے کے ہاتھوں پہنچ تو جانا چاہئے کہ وہ اس کے پہچاننے کے لئے بیحد مضطر تھا اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے اس پر ارادے کو مسلط کر دیا اور اس کے اسباب کا حکم ہو اور اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی مومن میں اسی میں ہے کہ ہر چیز ملاں کو دونوں اس کے بغیر میرا مقصد پورا نہ ہوگا جب خدائے تعالیٰ نے یہ اعتقاد اس کے دل میں پیدا کیا تو اب اس کو فضل نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ (فائدہ) معلوم ہوا کہ وہ جو کسی کو کچھ دیتا ہے تو صرف اپنے فائدے کے لئے دیتا ہے۔ دوسرے کے مقصد سے فرض نہیں اگر اس سے اس کا کچھ مطلب نہ ہو گا تو کبھی نہ دیتا دینا فائدہ دیکھ کر دوسرے کو کچھ دیتا ہے تو دوسرے پر انعام نہیں کرتا

بلکہ اس کو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جس کی اس کو توقع ہو کرتا ہے۔ (فائدہ) معلوم ہوا کہ منعم اصل میں وہی ذات ہے۔ جس نے اس کو انعام کیلئے مقرر کیا اور اس کے دل میں اعتقاد اور وہ خیر و نفع کی وجہ سے اس نے دوسرے کو کچھ پہنچایا۔ (فائدہ) جب ان امور کو سالک اس طرح جان لے تو ذات خدا کو اور اس کے افضل کو بھی جان لے گا اور موصد ہو کر اس کی شکر گزاری پر بھی تعلق ہوگا بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہو جائے گا۔ چنانچہ روایت ہے کہ مناجات کلیسیائی مسیحی علیہ السلام نے اپنی مناجات میں جناب ہادی سے عرض کیا کہ اے الہی تو نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور کیسے کیسے حالات میں انہوں نے تیرا شکر کس طرح لیا کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ان تمام باتوں کو میری ہی طرف سے چاہی جتنا اس کی شکر گزاری تھی۔ (فائدہ) واضح ہوا کہ شکر گزاری میں ضروری ہے کہ تمام نعمتوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اگر اس میں کچھ شک کرے گا تو نہ نعمت کا عارف ہوگا نہ منعم کا اسی لئے انسان کو چاہئے کہ صرف منعم ظاہری نہ ہو بلکہ اس کے اصلی منعم کا وہ جان رکھے ورنہ علم سے نقصان فرح کا نقصان ہوگا اور فرح کے نقص سے عمل ناقص رہے گا۔ (2) وہ حل ہے جو اصل معرفت نعمت سے حاصل ہوتا ہے یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت حضور اور تواضع کی اس کے ساتھ اختیار کرنا اور یہ بھی جداگانہ شکر ہے جیسا کہ معرفت تھا شکر تھی مگر یہ حالت شکر اس وقت سب ہوتی ہے کہ اپنے مشروط کو حلوی ہو اور اس کی شرط یہ ہے کہ صرف منعم سے خوشی ہو نہ نعمت سے اور نہ ہی انعام سے (مثلاً) یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر ہم اس کی ایک مثل بیان کرتے ہیں۔ کوئی بادشاہ سفر کو جانا چاہتا ہے اس نے کسی شخص کو گھوڑا انعام میں دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے گھٹنے سے تین وجہ سے خوش ہو سکتا ہے۔ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مل قائمہ دے ہے اور سواری کے قتل اور اپنی فرض اور تفسیر اور اہمیل ہے۔ اس طرح کی خوشی کرے گا کہ بادشاہ سے کچھ فرض نہ ہو۔ صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو حتیٰ کہ اگر گھوڑا اس کو جنگل میں مل جاتا تب بھی اتنی ہی خوش ہوتا جتنا اب ہوا۔ (2) خوشی اس وجہ سے نہ ہو کہ گھوڑا بلکہ اس وجہ سے کہ بادشاہ کی عنایت ہوئی اس کی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اس شخص پر نظر مہلت و شفقت ہے اور دل شہی دل میں اس کی جگہ ہے یہی تک کہ اگر یہ گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور اس کو دیتا یا جنگل میں مل جاتا تو ہرگز خوش نہ ہوتا کیونکہ اس کا مطلب صرف گھوڑا لینا تھا بلکہ بادشاہ کے دل میں جگہ بنانا مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور گھوڑے کی اس کو چنداں ضرورت نہ تھی یا مطلب اصلی کے سامنے اس کا ملنا ایک امر حقیر سمجھتا ہے۔

(3) خوشی اس وجہ سے ہو کہ اس پر سوار ہو کر عمت سفر کی ہوگی اور بادشاہ کی خدمت کرنا گا تاکہ مرتبہ تقرب حاصل ہو۔ یعنی وہ صرف اس پر قاعدت نہ کرے کہ بادشاہ کے دل میں میری اتنا قدر ہے کہ گھوڑا عنایت فرمایا۔ اسی قدر توجہ شہی کافی ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مل کسی کو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے۔ اگر یہ وزارت کا خواہی ہے تو وزارت بھی مقصود ہلاکت نہیں بلکہ اس میں بھی اس کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب عزت میر ہوگا یہی تک کہ اگر اس سے کہہ دیا جائے کہ وزیر بنو یا بادشاہ کے قریب رہو تو وہ دوسری ہی

شق کو اختیار کرے گا۔

فائدہ :- تین درجے ہوئے جن میں سے پہلے میں خوشی شکر پائے ہی نہیں جاتے یہ اس لئے کہ اس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے پر ہے اور اس کی خوشی بھی گھوڑے تک ہے۔ دینے والے سے کوئی غرض نہیں اور یہ ایسے لوگوں کا حال ہے جو نعمت پر اس وجہ سے خوش ہوتے ہیں کہ وہ لذیذ اور مطلب کے موافق ہے۔ ایسے لوگ شکر سے کوسوں دور ہیں اور (2) دوم اگرچہ معنی شکر میں داخل ہے اور اس کی خوشی منعم کے ساتھ پائی جاتی ہے مگر منعم کی ذات کے اعتبار سے یہ خوشی نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ عطیعت سلطان کا یقین ہوا جو آئندہ انعام کا سبب ہوگی۔ (فائدہ) یہ ان صلحاء کا حال کا ہے جو اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس کے عقاب سے خائف اور ڈرا ہوں گے امیدوار ہیں جب ان دونوں درجوں میں شکر ناقص رہا تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تیسرے درجے میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی سالک کی خوشی نعمت الہی پر اس امکان سے ہو کہ اس نعمت کی وجہ سے خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور اس کے جوار رحمت میں فروکش ہو کر دوام دیدار سے شرف ہو گا اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ (فائدہ) اس کی پہچان یہ ہے کہ انسان دنیا کی کسی چیز پر خوش نہ ہو۔ سوائے اشیاء کے جو آخرت کی مرلیہ اور اس کی معین و مددگار ہوں اور جو چیز خدا کی یاد سے بھلا دے اور اس کی راہ سے روکے ایسی چیزوں سے دور رہے گا۔ اس لئے کہ اس کی غرض نعمت سے یہ نہیں کہ نعمت مذکور لذیذ، عمدہ و نفیس ہے۔ جیسے تیسرے درجے والے کو گھوڑے سے غرض نہ تھی بلکہ اس کی خوشی اسی وجہ سے تھی کہ اس پر سوار ہو کر پڑشلہ کے ساتھ رہے گا اور اسی طرح وہ قرب شکی سے بہرہ ور ہوگا۔

ملفوظات اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) :- (1) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ صرف نعمت۔ (2) حضرت امیرانیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام لوگ شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہیں اور خواص دنوں کے احوال پر اور یہ مرتبہ ایسے شخص کو معلوم نہیں ہو سکتا جو لذت کو مختصر حکم اور شرمگاہ اور اشیائے محسوسہ رنگ اور آواز وغیرہ میں جانتا ہے اور دل کے مزے سے خالی ہے اس لئے کہ دل تندرستی کے وقت سوائے ذکر الہی عزوجل اور اس کے دیدار معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہیں پاتا اور غیر چیز سے اس وقت بھی اسے مزہ ملتا ہے جب وہ بیمار ہو کر بڑی عذبتوں کا عذی ہو جائے بعض لوگوں کو مٹی کھانے سے مزہ ملتا ہے۔ بعض بیمار مٹی پی جیتے سے صحیح کو شیریں جانتے ہیں۔ اسی طرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہیں آتا۔

فائدہ :- شکر نعمت خداوندی عزوجل ایسا چاہئے جسے لاپرواہ نہ ہو اگر کسی کو یہ مرتبہ میرمن ہو تو پھر دوسرے درجے کو اختیار کرے اور بھلا تو کسی تنہی میں نہیں۔ دوسرے اور تیسرے درجے کا فرق ان دونوں میں بہت بڑا ہے۔ درجہ دوم والے کا مطلب پڑشلہ ہے۔ بائیں خیال کہ گھوڑا عطا کرے۔ تیسرے والے کی غرض گھوڑا ملنا ہے بلکہ خدمت سلطان کرے۔ دونوں مقصودوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس طرح جو شخص اللہ عزوجل کا طالب اس لئے ہے

کہ اس پر انعام ہو اور دوسرا اللہ کی نعمتوں کا طالب اس لیے ہے کہ ان کے ذریعہ سے مباح قرب الہی عزوجل حاصل ہوں۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جو خوشی معرفت شہم سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے مواہن عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضاء سے سب کے متعلق ہے۔ دل سے توہوں کے خیر کا قصد کرے اور تمام حقوق کے حق میں نیت خیر اور حسن سلوک کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اہتمام شکر اللہ ایسے حمد سے کرے جو شکر پر دل ہو اور دوسرے اعضاء سے اس طرح کہ ان کو نعمت الہی جان کر اس کی طاعت میں لگا دے اور ان سے اس کی باقرانی پر درود نہ لے۔ مثلاً آنکھوں سے لوائے شکر یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو چھپا دے اور بھلوں کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کسی کا سنے افشاء نہ کرے اور توہین کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ زبان سے نکلیں جن کے اہتمام پر اللہ تعالیٰ راضی ہو تو اس طرح کام کرنے سے اللہ کی نعمتیں کا شکر لیا جاتا ہے اور اس کا حکم بھی ہے۔

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے پوچھا کہ آج کیسے ہوا؟ اس نے عرض کیا کہ خیریت سے ہوں پھر آپ نے ویسے ہی پوچھا اس نے وہی عرض کیا۔ تیسری دفعہ آپ نے پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ مع الخیر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کا شکر گزار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ تم یہی کہو۔

فائدہ :- آپس میں مزاج پر کسی کرتے تو ان کا مدعا بھی یہی تھا کسی طرح زیادہ شکر اٹھی لیا ہوں اس میں دو فائدے تھے۔ (1) شاکر کا مطیع ہونا (2) جس نے سب ہو کر شکر کھلایا اس کا مطیع ہونا اسلاف کی غرض نہ تھی کہ ظاہر کے اہتمام شوق سے ریا کریں۔

فائدہ :- جس کا کوئی عمل پچھتے تین عمل سے خالی نہیں۔ (1) شکر (2) شکایت اور (3) سکوت۔ پہلی صورت میں مطیع ہو گا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بری ہے اس لیے کہ شکایت شہنشاہ کی جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے اس کے کسی بندہ سے جس کو کچھ بھی قابو نہیں۔ نہایت قبیح ہے۔ بندہ کے حل کے شبایاں یہی ہے کہ اگر مصیبت اور حکم الہی پر اچھی طرح صبر نہ کر سکے اور کمزوری کی وجہ سے شکایت کی نوبت پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے شکایت کرے کیونکہ مصیبت بھیجے اور ٹالنے پر قدرت رکھنے والا وہی ہے۔ بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل ہے تو اس کی عزت ہے اور دوسرے سے اس کی شکایت کرنے میں ذلت ہوگی بالخصوص الہی صورت میں کہ جب دوسرا بھی اسن جیسا ہو اور کچھ نہ کر سکا ہو اس سے مالک کی شکایت نہایت قبیح ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ہر عمل میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ ان الذین یعدون من دون اللہ لایملکون لکم رزقا فابغوا عند اللہ الرزق وعبوہ اشکروا۔ ان الذین مدعون من دون اللہ عبادہ شافکم (الحکوت 17) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پڑھتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اس کے پاس رزق و معیاد اور اسکی بندگی کہہ اور اس کا احسان۔

فائدہ :- زبان سے شکر کرنا بھی شکر گزار کی میں داخل ہے۔

حکایت :- بعض لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک انھماک نے فرمایا کہ عمر سیدہ بنت کعبہ کوئی پھر اس سے پہوٹا اس طرح بڑھتی چھٹو کرتی چاہئے تو جو ان نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اگر ہر بہت عمری پر پھر ہوتی تو مسلمانوں کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا جو کچھ کہنا ہے کہو اس نے عرض کیا کہ ہم آپ سے ملنے نہیں آئے نہ خوف کی وجہ سے آئے ہیں اس لیے کہ آپ کی عظمت ہم کو گھبراتے پہنچ گئی تو ملنے کی کیا حاجت اور آپ کی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا ضرورت ہم تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے آئے ہیں۔ لوائے شکر کر کے چلے جائیں گے۔

فائدہ :- یہ چند اسوہ مذکورہ بالا شکر کے اصول ہیں کہ ان سے سب حقیقت شکر محدود ہو جاتی ہے۔

قائدہ :- بعض لوگوں نے جو شکر کی یہ تعریف کی ہے کہ شکر اس کا ایم ہے کہ منعم کی نعمت کا شروع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف میں قول رہتی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرے اس کی شکر اس میں صرف فعل رہتی ہی لحاظ ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ مبتلا مشہور پر شکست ہو اور حرمت منعم کی عیش یاد رکھے۔ یہ تعریف اکثر باتوں کو شامل ہے اس میں سے صرف وہی کا عمل ہے۔

قائدہ :- مردان قصار (دعویٰ) کا قول مبارک یہ ہے کہ شکر نعمت اسے کہتے ہیں کہ انسان اپنے نعم : شکر کرنے میں طفیلی جانے اس میں صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معافی شکر میں معرفت بھی داخل ہے حضرت جبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قائل تصور نہ کرے اس میں صرف ایک خاص حل مل پایا جاتا ہے۔ ان سب لوگوں کے اقوال سے ان کے احوال معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ حالات ہر ایک کے مختلف تھے اسی لیے اقوال بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی شخص کا قول دو ماحول میں دو طرح کا ہوگا۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ جو حالت اوپر غالب ہوتی یا تو اس کے مطابق ارشاد کرتے تاکہ اپنی کار آمد بات میں مصروف رہیں اور کئی بیکار بات میں مشغول نہ ہوں یا ایسا کام فرمائیں جو مسائل کے حل کے لائق ہو تو جس قدر کی حاجت دیکھتے اس قدر کہتے ہیں غیر ضروری بات نہیں کہتے۔

ازالہ وہم :- حضرت امام غزالی قدس سرہ اسلام کے خلف احوال لکھ کر ایک سوال کا جواب دیتے ہیں۔ ماعین کو وہم نہ ہو کہ ہم یہ باتیں ان پر طعن کی وجہ سے لکھتے ہیں یا یہ کہ شکر میں جو حقیقت ہم نے لکھی ہے اس میں ان کو انکار تھا بلکہ اس کا انکار تو کوئی عاقل بھی نہ کرے گا ہی بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نعمت کی وجہ سے کوئی ذلیل کرے کہ فقط شکر اصل دین میں ان تمام امور کو ملوی ہے یا نہیں یا بعض معانی ان میں سے مقصود ہوتا ہے اور باقی اس کے لوازم اور توابع میں سے ہیں۔ چونکہ حقیقت نعمت کا ہم طریق آخرت میں کچھ نہیں اس لیے بیان نعمت کی

ضرورت نہیں اور نہ ہمیں اس سے کوئی مطلب ہے۔

ذات یاری تعالیٰ کے متعلق شکر کا معنی :- شاید کسی کو یہ اعتراض ہو کہ شکر ایسی جگہ محصور ہو سکتا ہے۔ جہاں منہم ہو اور اس کو شکر سے کچھ فائدہ ہو مثلاً بادشاہوں کا شکر ہم کرتے ہیں تو کئی طرح سے ہو سکتا ہے اور ہر طرح میں ان کا کچھ نہ کچھ مطلب ہے۔ (۱) تعریف کرنے سے شکر ہوتا ہے تو اس میں بادشاہوں کا یہ فائدہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کا مقام زیادہ ہو جاتا ہے اور مخلوق میں ان کا کرم مشہور ہوتا ہے۔ اس شہرت میں ان کا شہرہ اور جہ بڑھ جاتا ہے۔ (۲) بجا آوری خدمت سے شکر کرتے ہیں تو اس میں ان کی بعض افراط پر اعانت ہو جاتی ہے۔ (۳) لوگوں کی صورت سے ان کے سامنے کھڑا ہونے سے شکر کرتے ہیں تو اس سے ان کے گرد و پیش کی کثرت ہوتی ہے اور جہ بھی بڑھتا ہے۔ غرضیکہ شکر کے سبب کوئی نہ کوئی بہت اسی قسم کی منہم کے لیے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس امر کا ہونا واجب سے محل ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ سب امراض و مغالبت سے پاک ہے۔ حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جہ و شہرت اور کثرت تو کر چاکر کی نہیں اس کے سامنے رکوع سجدہ کرتے رہیں تو اس صورت میں ہمارا شکر کرنا اللہ کے واسطے ایسے ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں جیسا کسی بادشاہ کے شکر کرنے کے لیے ہم اپنے کھڑوں میں آکر سو رہیں اور رکوع اور سجدہ کریں کیونکہ یہ اشیاء ایسی ہیں جن سے اس بادشاہ کو کچھ فائدہ ہی نہیں اس لیے کہ اسے علم غیب نہیں کہ ہمارا حال جان لے۔ اللہ تعالیٰ کو بندے کے کسی فعل کی ضرورت نہیں اس لیے شکر اس کے لیے کہ نہ ہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افضل ہم اپنے اختیار سے کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں کیونکہ ہمارے اعضاء اور قدرت اور ارادہ و خواہشات و دیگر اسباب ہماری حرکت کے ہیں اور خود حرکت کے سبب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اور اس کی نعمت ہیں۔ اس پر اس کی نعمت کا شکر اس کی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہے۔ فرض کرنا کہ کسی بادشاہ نے ہمیں گھوڑا دیا اور ہم نے ایک دوسری سواری لے کر سواری کی یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا بھی ہمیں عطا کیا تو ظاہر ہے کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر یہ نہ ہوگا بلکہ ہمیں اول و دوم دونوں عطاؤں کے شکر یہ کی ضرورت رہے گی۔ پھر اس نعمت ثانی کے لیے اور شکر یہ اگر ہوگا تو وہ بھی نعمت ہی ہوگی۔ اس طرح سلسلہ جاری رہے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان دونوں وجہ مذکورہ سے شکر ملے ہے۔ ان دونوں باتوں سے کوئی شک نہیں کیونکہ شرح میں ان دونوں کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ پھر کوئی ایسی سبیل مانجے جس میں یہ خیال بھی لازم نہ آئے۔ اوائے شکر بھی ہو اس شے کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔

جواب :- حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی طرف سے بھی یہ شعبہ ہوا تھا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کو عرض کیا تھا کہ اے ہاں ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح کریں کیونکہ جب شکر کریں گے تو تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت سے ہی کریں گے۔ یعنی ہمارا شکر کرنا تیری اور نعمت ہوگی جس پر شکر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تم نے یہ جان لیا تو گویا تم میرا شکر کر چکے۔



فائدہ :- ایک روایت میں ہے کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری طرف سے ہے تو میں تم سے شکر کرتے ہو۔  
خوش ہوں۔

سوال :- اس سے ہم کو حضرات انبیاء علیہم السلام کا سوال تو سمجھ گئے مگر مضمون وحی کے سمجھنے سے قاصر ہیں یعنی یہ تو ہم سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال شکر کرنا محل ہے اور یہ نہیں سمجھ گئے کہ اس محل ہونے کو چاہیے کہ شکر کیسے ہوگا کیونکہ جان لینا بھی ایک نعمت ہے۔ پھر وہ کیسے شکر ہو جائے گا اور نہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلائے یا جو کوئی ہذا شدت سے دوسری نعمت قبول کرے وہ نعمت قبول کا شکر ہو۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ اس میں کوئی راز ہے تو اس کو کسی مثل سے سمجھنا چاہئے۔

جواب :- اس راز کے بیان کرنے میں بات - ماریف تک جا پہنچی اور وہ علوم و معاملات سے بڑھ کر ہیں جن کا بیان ان علوم کے مستند نہیں تمام اشارہ کر کے ہم کچھ مختصراً بیان کیے دیتے ہیں وہ یہ کہ اسباب میں دو اعتبار ہیں۔ صرف توحید و وحدت وجود کا ہے جس سے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ شاکر اور مشکور اور محب اور محبوب ایک شے ہے اور یہ نظریہ ایسے لوگوں کی ہے جو جانتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی موجود نہیں کل شبہی بالک الاوجه ان کے دل میں یقین ان کو یقین ہے وہ اس بات کو ہر محل اور ہر زمانہ میں اثبات اور اثبات جانتے ہیں اور وہ حقیقت ہوتا ہے کہ کیا چاہئے اس لیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے جسے بذات خود قیام نہ ہو وہ بذات خود موجود بھی نہ ہوگا اور چونکہ اس کا قیام غیر سے ہے تو اس کا وجود بھی غیر سے ہوگا یہی تک اگر صرف اسی کی ذات کا لحاظ کریں اور غیر کا خیال نہ کریں تو اس کا وجود یقیناً نہ ہوگا کیونکہ موجود تو وہی ہے جسے اپنی ذات سے قیام ہو اور قائم بذات اسے کہتے ہیں کہ اگر اس کے غیر کو معدوم فرض کیا جائے تو اس کے وجود میں کسی طرح کا فخل نہ آئے وہ بدستور قائم رہے۔ پھر اگر اس طرف سے اس کا موجود قائم بذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اس کو قیوم کہتے ہیں اور قیوم سوائے ذات حق کے اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ سوائے حق قیوم کے اور کوئی موجود حیثیتاً نہیں اور وہ ذات و معدوم لاشک ہے۔ جب اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مصدر اور مرجع وحی ذات حق واحد ہے اس لیے وہی شاکر ہے اور وہی مشکور اور وہی محب ہے اور وہی محبوب ہے۔

حکایت :- جب حبیب ابن حبیب (رحمۃ اللہ علیہ) نے انا وجعلنا العبدانہ پڑھا تو فرمایا کہ محب بات ہے صاحبزادہ (ص 44) خود میری اور پھر خود تعریف کی اس میں سے اشارہ ہے کہ جب اپنی وحی ہوئی چڑ پر تعریف ان کی تو گویا اپنی ذات کی خود تعریف کی اس لیے جس نے تعریف کی اور جس کی تعریف کی وہ ایک ہی ہوئے۔

حکایت :- شیخ ابو سعید صہبانی نے جب یہ آیت سنی بحکم و بجنون تو فرمایا کہ سبہ شک وہ ان کو چاہتا ہے لیکن وہ

ہے چاہئے کیسے حق چاہتا ہے کیونکہ وہ اپنے وقت کو چاہتا ہے۔

فائدہ :- اس سے واقعی وہ معلوم ہوا کہ وہی محبوب ہے۔ وہی محبوب ہے اور یہ مقام نہایت اونچا ہے جب تک اس کی کوئی مثل عالم فہم نہ کہی جائے اس وقت تک سمجھ نہیں آئے گی۔

۱۔ جو وہی تھریہ دامت البرکۃ ہے جو صدیوں پہلے امام غزالی رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے ہیں۔ سیدنا امیر المؤمنین علی اکبر رضی اللہ عنہ تو اس تھریہ کے ترجمان ہیں۔ (وہی غفرلہ)

۲۔ ابلی ایمری قریل ۱۲ شرح امیاء العلوم (وہی غفرلہ)

مثلاً :- اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ مصحف کو جب اپنی تعریف محبوب ہے تو واقع میں اپنا نفس محبوب ہے اور صانع جب اپنی صنعت سے محبوب کرتا ہے تو گویا وہ خود سے محبت رکھتا ہے اور والد جب اپنے بیٹے سے اس خیال سے محبت کرتا ہے کہ یہ اس کا لڑکا ہے تو واقع میں اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ اس سے سوچو کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے سوا موجود ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ صنعت سے ہیں۔ ان میں سے اگر کسی کو اللہ تعالیٰ محبوب بنائے تو یہ محبت اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اس کو اپنی ذات مقدس کی محبت ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ محبت حق پر ہے۔

فائدہ :- یہ حالات چشم توحید سے دیکھنے کی صورت میں ہیں اور صوفیہ کرام اس حل کو فکرائے نفس کہتے ہیں یعنی سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے فاصلہ کر سوا اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہیں دیکھتا اور جس شخص کی فہم میں یہ بات نہیں آتی وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا جس کا سلیہ چار ہاتھ لیا ہو اور دن بھر میں سیونہ نہیں کھا جاتا ہو وہ فاکسے ہو جاتا ہے۔ جب وہ باتیں کرتا ہے تو اس سے لوگ ہنستے ہیں حالانکہ حوام ان کی تقریر کے معنی نہیں سمجھتے۔

اہل معرفت کو پسند غزالی قدس سرہ :- اصلی ایمان وعدۃ الوجود کو امام غزالی قدس صیحت خود فرماتے ہیں کہ عارفوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جاہلوں کے لیے باعث خدہ نہ بنیں اور اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ان الذین اجرمو اکانوا من الذین امنوا یفصحکون واذا امروا بہم بنفامزون واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکھبن واذا راءہم قالوا ان هولاء لافعالون وما ارسلو علیہم حافظین (الممتحنین ۲۹ تا ۳۳) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے جفا کرتے تھے اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے اور جب اپنے گھر پہنچتے۔

۱۔ کیا توحید اور وحدہ سے مراد ہے کہ فکرائے نفس کے بعد اس مسئلہ میں نہ کھولا جاتا ہے۔ عارفانہ دور میں ایسی جلاء نفس پروردگار کے بندے ہو کر توحید وحدہ سے اللہ کے مدہی ہیں وہ ملا ہیں۔ (وہی غفرلہ)

۲۔ جیسے وہابی اور بھلاہ سنی بریلی اور حلقہ دہلی ۱۲ (وہی غفرلہ)

فائدہ :- کہ عارفوں کا پسندنا کل قیامت میں ان کے خدہ سے بڑھ کر ہے۔ فالیوم الذین امنوا من الکفار

حکایت :- حضرت لوح علیہ السلام جب کشتی بناتے تھے تو ان کی قوم ان سے مذاق کرتی تھی آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم مذاق کرتے ہو تو ہم بھی قیامت میں تمہارے ساتھ مذاق کریں گے۔

ما لکین کی قسمیں :- (۱) وجود کی طرف نظر مذکورہ جلا سے نہ دیکھا جائے یعنی دیکھنے والے کو مقام ثنائے لیس حاصل نہ ہوا ہو (تو پھر نہ دیکھتے) جو لوگ اس رتبے تک نہیں پہنچے ان کی دو قسمیں ہیں۔ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہیں مانتے اور اس بات کو برا جانتے ہیں کہ ان کا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل الٹے دماغ والے ہیں۔ دونوں آنکھوں کے اندھے ہیں۔ الٹے دماغ والے اس لیے کہ جو چیز کہ تحقیقاً ثابت تھی یعنی ذات قیوم کے قائم بذات اور ہر ایک کو رکھنے والی ہے اور جتنی چیزیں موجود ہیں وہ سب اسی کے باعث موجود ہیں اس کو نہ مانا اور پھر ان ماسقولوں نے صرف اسی پر اتکا کیا بلکہ اس کے ہلچل میں اپنے نفسوں کو قائم بذات قہر الیا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا کہ ہمیں تو قیام نہیں ہے اور نہ اپنا وجود اور وجود اس لیے کہ دوسرے نے ان کو ایجاد فرمایا ہے۔ اپنے آپ سے موجود نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ موجود اور ایجاد چیزیں ہمت بڑا فرق ہے بظاہر موجود صرف چیزیں ہیں۔ (۱) موجود حقیقت کی ایجاد شدہ اشیاء ان میں حقیقی موجود حق تعالیٰ اور ایجاد کی ہوئی چیزیں خود باطل اور موجود حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی چیز بالکل اور قطعی میں تک کہ جب کوئی بھی نہ رہے گا تب بھی ذات پاک ہی رہے گی دوسری قسم کے لوگ اندھے تو نہیں مگر یک چشم ہیں یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہیں اور اس کے منکر نہیں مگر دوسری آنکھ اگر بالکل فتم ہے۔ اسے نظری نہیں آتا۔ موجود برحق کے اور سب قائل ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت کرتے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہیں جیسے کہ پہلے لوگ منکر تھے اور اگر دوسری آنکھ میں کچھ بینائی ہوئی تو چندھے ہوئے تو اس بینائی کے باعث دونوں بینائی کی وجہ سے دو موجود حق تعالیٰ اور مخلوق میں فرق ثابت کہتے ہیں۔ ایک کہ رب تعالیٰ اور دوسرے کو بندہ کہتے ہیں اور اس قدر عقول ثابت کہتے اور دوسرے موجود کو ناقص کہتے سے حد توحید میں داخل ہو جاتے ہیں گو پورے سواد نہیں ہوتے۔ پھر اگر آنکھ میں عرصہ لگایا جائے اور چند صاحبی کم ہو تو جتنا اور آنکھ کا بیڑھا جائے گا اتنا ہی وجود ماسوا اللہ کم ہوتا جائے گا اور سلوک راہ معرفت میں بھی ملے اگر ہوا تو کم ہوتے ہوتے دوسرا وجود کو ہو جائے گا اور اللہ کے سوا کچھ محسوس نہ ہو گا اس وقت پوری توحید کا مرجع حاصل ہو گا اور جہاں سے کہ دوسرے وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتداء توحید تھی اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان میں بے انتہا درجہات ہیں اسی لیے دو جہات مومنین کے مختلف ہوتے ہیں۔

امثل : جس سرسہ سے نور ہر فراہ ہوتا ہے وہ اللہ کی کتابیں ہیں جو رسولوں پر نازل ہوئیں ہیں اور پیغمبر سرسہ لگنے والے ہیں کہ سب کو توحید کی طرف جلاتے ہیں جس کا مضمون لا الہ الا اللہ میں موجود ہے یعنی اس کلمہ طیب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ دیکھے۔

فائدہ :- جو لوگ کمال توحید پر پہنچے ہوں وہ بھی کم ہیں اور منکر اور شرک بھی کم اور یہ دونوں توحید کی طرف مقابلہ میں کے پرے سرے پر ہیں کیونکہ بت پرستوں کا قول تو یہ ہے کہ مانعہہم الا لبقربونا الی اللہ زلفی ترجمہ: ہم ہی کو اس لئے پہنچتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں۔ لہذا کمال توحید میں کچھ ضعیف طریقہ پر داخل ہیں اور وہ دونوں فرقے تو کسی طرح بھی داخل توحید نہیں ہو سکتے ہیں متوسط درجے کے لوگ بہت ہیں جو نہ موعود کمال ہیں نہ مشرک و منکر پھر ان میں بعض ایسے ہیں کہ کسی عمل میں ان کی بصیرت کمال جاتی ہے تو کجی کی طرح حقائق توحید ان پر ظاہر ہوتے ہیں مگر ان کو قیام نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہیں کہ ان پر یہ حقائق ظاہر ہو کر کچھ ٹھہرتے ہیں مگر عیش قائم نہیں رہتے اور اس کا وہام بہت کم ہے۔

قرب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :- جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ واسجدوا اقترب تو آپ نے مجھ سے میں یہ دعا پڑھی اعوذ بمعفوک من عفاک واعوذ برضاک من منعک واعوذ بک منک للاحسنی ثناء علیک کما اثنیت علی انسک (فائدہ) اس دعا کا پہلا جملہ اعوذ بمعفوک من عفاک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل کو مشاہدہ فرما کر عرض کیا گویا کہ اس وقت کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اقوال کے اور کچھ ملاحظہ نہیں فرمایا تھا اس لئے اس کے فضل کی مدد سے اس کے فضل سے پناہ مانگی پھر اس درجے سے ترقی کر کے مشاہدہ افضل سے فائدہ ہو کر ان افضل کے معبود کا مشاہدہ فرمایا یعنی صفت کو دیکھا تو عرض کیا کہ اعوذ برضاک من منعک

فائدہ :- رہنا اور خطہ دونوں صفت ہیں پھر اس میں بھی توحید میں فرق ملاحظہ فرمایا تو اور نزدیک ہوئے اور مشاہدہ صفت سے مشاہدہ ذات پر ترقی فرما کر فرمایا اعوذ بک منک اس میں ذات الہی عزوجل کی طرف ترقی ہے کسی فعل و صفت کا لحاظ نہیں مگر چونکہ اس میں بھی توحید میں خلل انداز سمجھا اور نزدیک ہوئے اور عرض للاحسنی ثناء علیک انت کما اثنیت علی الفسک

فائدہ :- للاحسنی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فائدہ ہو کر اس کے مشاہدے میں آگے بڑھے اور انت کما اثنیت علی الفسک سے معلوم ہوتا ہے کہ شاکر نے دلا اور جس کی شاکر جیسے وہ ذات واحد ہے مدح اور ممدوح ایک ہی ہیں اور تمام ممدوح ای کا جلوہ ہے اور اس کی طرف حق رکھتے ہیں اور سوا اس کی ذات کے سب غلط ہیں۔

فائدہ :- وہ مقام جو موعودین کے لیے حاصل ہوتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شریع سے ہی حاصل ہوا ابتدائے زندگی میں بجز اللہ تعالیٰ اور اس کے افضل کے آپ نے کچھ نہ دیکھا اور آپ کا دستور مبارک تھا کہ جب ایک مرتبے سے دوسرے پر ترقی فرماتے تھے تو رتبہ اول کو بہ نسبت دوم کے بعد اللہ تعالیٰ سے سمجھتے تھے اس لیے کہ

پہلے رہتے سے استغفار فرماتے اور اس کو اپنے سلوک اور مقام کو اپنے لیے تصور فرماتے اور اس کی طرف محبت میں اشارہ ہے انہ لیخان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی البوم واللبنہ سبعین مرة ترجمہ: سترندہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ روزانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور ان میں جو پہلا مقام تھا وہ اگرچہ خلق عام مخلوق کی طاقت سے باہر تھا مگر چونکہ پچھلے مدارج کی بہ نسبت اس میں کمی تھی اسی لیے آپ استغفار کیا کرتے تھے۔

حدیث ۱۰: جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے غفلت اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرمائے کہ آپ سجدہ میں بہت زیادہ دوتے ہیں اور اتنی سخت محنت فرماتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں بندہ شاکر نہ ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ کیا میں غالب زیادہ مقلات کا نہ ہوں کیونکہ شکر سے نعمت زائد ہوتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لسن شکر تم لازید نکم (ابراہیم ۷) چونکہ ہم مکاشفہ دریائے ہلدی میں کنارا جا محسوس ہیں اس لیے وہاں سے ہلک روک کر جو علوم معاملہ کی اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ مخلوق کو توحید کامل کی طرف، جس کا بیان اوپر گزرا جائے مگر لوگوں کے اس تک پہنچنے میں بہت سی مصلحت اور سخت کمزوریاں ہیں اور شریعت تمام و مکمل فرقہ سے اس مصلحت کے چلنے اور گھائیوں کے طے کرنے کا طریقہ بتلاتی ہے تو یہ دیگر مشاہدہ اور مقام کی نظر ہے اس مشاہدے کے اعتبار سے شکر اور شاکر اور مشکور علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں اور یہ مثل کے بغیر سمجھ نہ آئے گی۔

مثال ۱۰: فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے اپنے کسی غلام کے پاس (جو اس سے دور تھا) سواری اور لباس اور نقد زلو زلوہ کے لیے اسے بھیجا کہ قطع مصلحت کر کے درگاہ سلطانی کے قریب ہو جائے اور اس قریب کی دو صورت ہیں۔ (۱) بادشاہ کو یہ منظور ہے کہ اگر دربار شہنشاہ میں آجائے گا تو کچھ کام کرے گا اور بعض خدمات سے بے غمری ہو جائے گی۔ (۲) غلام کے قریب سے بادشاہ کو کوئی فائدہ نہیں نہ اس غلام کی ضرورت دربار میں ہے نہ اس کے آنے سے سلطنت بڑھے گی۔ اس سے بھی ایسی خدمت کی ضرورت ہو سکتی ہے جس سے بادشاہ کو بے غمری ہو جائے اور نہ ہی اس کے نا ہونے سے سلطنت کو کوئی نقصان ہو اسے سواری اور زلو زلوہ اس لیے عطیت ہو کہ وہ قریب ہو کر معلومت ضروری سے مشرف ہو اور خود غلام کا فائدہ ہو یہ نہیں کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو اس طرح بندوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے یہی تصور لینا چاہیے۔ صورت اول اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شے کی ضرورت نہیں ہر دوسری صورت مناسب ہے۔ پھر یہ جاننا چاہیے کہ پہلی صورت اول میں غلام صرف سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آئے سے شاکر نہ ہو گا جب کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اس سے لیتی ہے بجا نہ لائے اور دوسری صورت میں تو بادشاہ کو خدمت کی مطلقاً ضرورت ہی نہیں مگر بھی شاکر و ناشکر ہو سکتا ہے شاکر تو اس طرح ہو گا جو

جز پڑشاہ نے دی ہے اسے ایسے مصارف میں لگائے جو اسے محبوب ہو اپنی من بھالی چیزوں پر خرچ نہ کرے۔ ناشاکر اس طرح ہے کہ جو مالک کو مد نظر تھا اس میں استعمال نہ کیا یعنی یا تو اس کی عطا کو ضائع کر دیا یا اسے مصارف میں لگایا جس میں مالک کی مرضی نہ تھی۔ مگر پڑشاہی خلعت پہنا اور کھوڑے پر سوار ہوا اور زور زور کو ضرورت پر خرچ کیا تو آقا کا شکر ہو گا کیونکہ اس کی نعمت کو اس کی خواہش میں صرف کیا۔ یعنی جس طرح کہ غلام کا قطع آقا کو مطلوب تھا اسی طرح عطا کا استعمال کیا اور اگر غلام سواری پر سوار ہو کر اپنا پڑشاہ کو پہنہ دکھا کر بہت زیادہ دور چلا جائے تو ناشاکر ہو گا اس لیے کہ اس نے انعام کو ایسے امور میں خرچ کیا جو آقا کو اس کے حق میں بڑے محسوس ہوتے تھے۔

فائدہ:- اور اگر بندہ رہا اور سواری کام نہ آئی نہ پڑشاہ کے قرب کی تلاش کی تو بھی ناشاکر ہو گا اس لیے کہ آقا کے انعام کو ضائع کیا لیکن پہلے کی بہ نسبت یہ کم ناشاکر ہے اس طرح اللہ جل جلالہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور بندے ابتدائے پیدائش میں شہوات کے استعمال کے محتاج ہیں اور شہوات کے سبب دربار اعلیٰ سے بعید ہو جاتے ہیں، ان کی سعادت اس میں ہے کہ اللہ عزوجل کے قریب ہوں تو ان کے لیے ایسی نعمتیں بھی میاں فرمائیں کہ درجہ قرب کے لیے ان کے استعمال پر تقویٰ ہوں۔

فائدہ:- اور اسی قرب بعد کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فَمَرَدُّنَا إِسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (التین 4 تا 6) ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا پھر اسے برہنہ سے نیچے حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ایسے اسباب ہیں کہ جن سے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کر کے درجہ سعادت قرب الہی حاصل کر کے رہے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب بندے کو اختیار ہے اگر اس کی نعمتوں کا استعمال طاعت میں کرے تو ناشاکر ہو گا کہ مولیٰ کی مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اس کی نافرمانی میں استعمال کرے گا تو ناشاکر ہو گا کہ جو بہت منور نہ تھی وہ اختیار کی ولایت مرضی العبادہ الکفرین (ترجمہ: اور پسند نہیں فرماتا اپنے بندوں کی شکری۔ خود قربا ہے۔ اگر نعمتوں کو ضائع کر دے نہ طاعت میں صرف نہ معصیت میں تو یہ بھی نگران نعمت ہے وہ اس لیے ہے کہ بندہ اس کے سبب سعادت اخروی تک پہنچ کر قرب الہی حاصل کرے۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ بندہ طاعت کرتے والا اپنی طاعت کے بمطابق ان نعمتوں کا شکر کرتا ہے جن کو طاعت میں استعمال کیا ہے جو ست ہے کہ سرے سے استعمال نہ کرنا بھی ناشاکر ہے۔

فائدہ:- دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اس لیے کہ شکر سے تو ہماری مراد وہی ہے کہ نعمت الہی کو جس طرح

اسے مطلوب ہو اس طرح صرف کرنا پس جب نعمت الہی اس کے فعل سے الٹی جگہ صرف ہوئی ہو اسے محبوب حتیٰ تو مراد حاصل ہوئی اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے مگر چونکہ عمل کا محل انسان ہے اس لیے انسان کی تعریف کی جاتی ہے اور تعریف کا ہونا یہ دوسری نعمت ہے کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اس کے دو کاموں میں سے ایک کام اس کا سبب ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت میں صرف کیا جائے تو ہر حال میں اس کو شکر کرنا چاہیے اور انسان کو جو شاکر کہتے ہیں تو اس لیے کہ وہ محل شکر ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ موجد شکر ہے مثلاً ہم کہا کرتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ عرفان و علم کا موجد ہے بلکہ یہ مقصود ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ ان کا وجود انسان میں قدرت ازلہ سے ہے وہ خود انجیل نہیں کر سکتا پھر اس کو شاکر کہنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور شے اس لیے ہے کہ خالق اشیاء نے اسے شئی بنا دیا اور اگر خود اپنے جی میں ممکن کرے کہ میں اپنی ذات کی وجہ سے شے ہوا ہوں تو محض ناجائز ہے لیکن اگر اس ذات کے اعتبار سے دیکھیں جس نے کہ اشیاء کو شے ہونا عنایت فرمایا ہے جب تو انسان شے ہے اس لیے کہ اس نے شے بنایا ہے اور اس کے بنانے کا لحاظ درمیان میں نہ ہو تو واقع میں لاشی ہے۔

حدیث:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب صحابہ کرام عظیم الرضوان نے پوچھا کہ جب تمام چیزوں سے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ فرمایا کہ اعملوا فکل ميسر لما خلق له زید: عمل کر اس لیے کہ ہر شخص کو دی کام میرا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ:۔ اس میں بھی مطلب مذکورہ بالا کی طرف اشارہ ظاہر ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونے کی جگہ اور اس کے افعال کا محل ہے اگرچہ مخلوق خود بھی اس کے افعال ہی میں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا افضل بعض کا محل ہوتے ہیں مثلاً حدیث شریف میں لفظ اعملوا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا مگر افضل الہی میں سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس کا سبب ہے کہ مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ عمل کرنا مفید ہے۔ اب لوگوں کا جانتا بھی ایک اللہ کا فعل ہے اور وہ بھی ایک دوسری بات کا سبب ہے۔ یعنی علم کے سبب سے حرکت و طاقت کا ارتداد پیدا ہوتا ہے۔ پھر ارتداد شوق بھی فضل الہی ہے اور حرکت اعضاء کا سبب ہے اور حرکت اعضاء بھی اللہ عزوجل کے افضل میں سے ہے۔ اس طرح تمام باتیں اس کے افضل میں سے ہیں مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہیں یعنی فعل اول دوسرے کی شرط ہوتا ہے جیسے جسم کا پیدا ہونا غرض کے لیے شرط ہے یعنی غرض جسم ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی پیدائش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارتداد کے لیے شرط ہے۔ یہ تمام افضل اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہیں جن کے سبب ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ غیر کے حاصل ہونے کے لیے شرط ہیں کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا امر ہو جیسے زندگی اس وقت ہو جب پہلے جو پیدا ہو اور علم کے قبول کی استعداد اس وقت ہو جب پہلے حیات ہو اور ارتداد اس وقت

ہو جس وقت علم ہو اس طرح اگر کوئی حقیقت کرے گا تو جو مرتبہ توحید ہم پہلے لکھ آئے ہیں تک ترقی کر جائے گا۔  
سوال :- جب ہمارے اختیار میں کچھ نہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار ہے تو ہمیں کیوں حکم ہوا ہے کہ عمل کرو  
ورنہ فرمائی پر عتاب ہوگا عتاب و عقاب یعنی سزا کیوں۔

جواب :- یہ حکم الہی ہم میں ایک اعتقادی وجہ سے ہے اور اعتقاد ایک سبب ہے خوف کے برا کیونکہ کا اور جوثر  
خوف سبب ہے ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا سے اللہ تعالیٰ سبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے یہی ترتیب  
اسباب اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے جو شخص کہ ازل میں معینہ لکھا گیا ہے اس کے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے  
میسر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلسلہ وار یہی اسباب اسے جنت میں پہنچا دیتے ہیں۔ کل میسر لسا خلق میں اسی  
طرف اشارہ ہے اور جس کے نام پر نیکی کا علم ازل میں جاری نہیں ہوا وہ کلام خدا اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
وسلم اور تفصیح علماء سے دور بھٹا ہے وہ کوئی توحید ہی نہیں کرتا اور نہ سننے کی وجہ سے کچھ جانتا ہے اور نہ علم کے  
بدحوہ خوف کرتا ہے جب خوف نہیں کرتا تو میل دنیا کو کیسے چھوڑے گا اور جب تک رغبت و دنیا نہ چھوڑے گا اس  
وقت تک ذمہ شیطانوں میں اسے گاجن کی قرار دیا دوزخ ہے۔

فائدہ :- تقرر گزشتہ کو اگر غور سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہوگی کہ ایک قوم جنت میں زنجیروں سے کھینچی جاتی  
ہے اور ایک گروہ دوزخ میں زنجیروں سے کھینچا جاتا ہے۔ یعنی جس کو جنت ملے گی وہ بھی اس کے اسباب کی زنجیروں  
میں پابند ہے کہ علم اور خوف اس پر مسلط ہیں اور جو دوزخی ہیں وہ بھی زنجیروں میں پابند ہے کہ اس پر غفلت اور اللہ  
کے عذاب سے غور و غما ہے اور اسی پر مغرور و غما مسلط ہیں۔

فائدہ :- حق تو جنت میں بند کر کے چھینچے جاتے ہیں اور مجرم دوزخ میں زبردستی کھینچے جاتے ہیں اور یہ سوائے اس وقت  
واحد قمار کے اور کوئی نہیں کر سکتا کہ اس کے سوا کسی کو کچھ قدرت ہے مگر غفلتوں کی آنکھ پر پردہ ہے جس دن یہ پردہ  
ان کی آنکھ سے دور ہوگا اس دن اس کیفیت کو واضح طور پر دیکھ لیں گے اور اس وقت سر لوہات جلال سے آواز  
ہوگی۔ لئن الملک الیوم للہ الواحد القہار اگرچہ ملک و سلطنت ہر دن واحد قہار ہی کے لیے ہے کچھ تخصیص  
اس دن کی کوئی تخصیص نہیں لیکن غفلتوں کو یہ آواز اسی دن سنائی دے گی پس اس روز کی تخصیص اسی بات پر چرچ  
ہے کہ کشف احوال ان کو ایسے وقت ہوگا اور مفید نہ ہوگا اللہ تعالیٰ جمالت اور غفلت سے بچائے کہ اصل اسباب  
ہلاکت کے یہی ہیں۔

چوتھا بیان :- اللہ کی پسندیدہ چیزیں کون سی ہیں اور پسندیدہ کون سی ہیں  
کھل شکر اور ناشکری چھوڑنا اللہ کی محبوب چیزوں کے پہلے بغیر کھل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ شکر کا معنی ہے کہ اللہ  
تعالیٰ کی نعمتوں کو ایسی چیزوں میں استعمال کرے جو اسے محبوب ہوں اور ناشکری کا معنی یہ ہے کہ ان نعمتوں کو یا تو



بالکل استعمال میں نہ کرے یا ایسی چیزوں میں صرف کرے جو اس کے نزدیک بری ہوں پھر اللہ تعالیٰ کی محبوب اور مکروہ چیزوں کے دریافت کے لیے دھڑک ہیں۔ (۱) سنتا اس کی دلیل آیات و اعلیٰات ہیں (۲) دل کی بصیرت جی چٹم اعتبار سے دیکھتا اور یہ چھپنا دھواں ہے اس لیے یہ بہت کم پلٹا جاتا ہے کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اس کے اسباب مخلوق پر طریق آسان کر دیا ہے۔

فائدہ:- (۱) اس طریق کی پہچان تمام احکام کے متعلق ہاتھوں قبل کے جانے پر موقوف ہے جو شخص احکام شرع کے افعال اپنے متعلق سے مطلع نہ ہو گا وہ شکر کے عہدے سے بری فائدہ نہ ہوگا (۲) چشم اعتبار سے دیکھنا اس کا معنی ہے اللہ کی مخلوق موجود ہے اس کی حکمت معلوم کرے کہ نہ دنیا میں کوئی ایسا شے نہیں جس میں کوئی حکمت نہ ہو اور اس سے کوئی مقصود نہ ہو جو کسی شے سے مقصود ہے وہی اللہ تعالیٰ کی محبوب ہے۔

حکمت کی اقسام:- حکمت کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہر۔ پوشیدہ

(۱) حکمت ظاہر جیسے جانتا کہ آفتاب کی پیدائش میں یہ حکمت ہے کہ اس سے دن اور رات ہوتے ہیں یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش اور رات سے آرام و چین کا حصول کیونکہ روشنی میں حرکت ہو سکتی اور گھومنے میں سکون کا حصول۔ بریل آفتاب کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اس کے سوا اس میں اور بہت باریک حکمتیں ہیں اس طرح پہلے اور بارش کی حکمت کو معلوم کرتا ہے کہ ان سے زمین میں ہم و جسم کا سہو آتا ہے جو حیوانوں اور انسانوں کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتیں جو مخلوق کی سمجھ میں آئیں اللہ تعالیٰ نے ماحول و بارش کی قرآن مجید میں ارشاد فرمادی ہے وہ حکمتیں ہیں کہ جن سے عقل کی فہم عامر ہو وہ ارشاد فرمائیں۔ مثلاً فرمایا فليَنْظُرُوا إِلَى آسَانِ الْإِنْسَانِ أَلَيْسَ طَعَامُهُ أَتَىٰ غُلَبًا وَآبَا مَنَعًا لِّكُمْ وَلَا نَمَامًا لِّكُمْ (جس ۲۴ تا ۳۳) ترجمہ کنزالایمان: تو آدمی کو چاہیے اپنے کالوں کو دیکھے کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا پھر زمین کو خوب چیرا تو اس میں اکیلا اللع اور انگور اور چارہ اور زیتون اور کھجور اور گنے باغیچے اور ہوئے اور دھب تھمارے فائدے کو اور تھمارے چہرہ کے اور ستاروں یعنی ثوابت اور سیاروں کی حکمت پوشیدہ ہے اسے عام لوگ نہیں جانتے تو جس قدر کہ ان کی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ ان سے زمین ہے تاکہ آنکھ ان کو دیکھ کر لذت پائے اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب (الرحمت ۶) ترجمہ کنزالایمان: ہے ملک ہم نے چہرے کے آسمان کو تاروں کے سنگار سے آراستہ کیا۔

خلاصہ:- خلاصہ یہ کہ آجائے عالم آسمان ہو یا ستارے ہوا ہو یا سمندر پہاڑ یا کان یا کھیتی یا حیوانیت یا اجسام حیوانات ہر ایک کے ذریعہ میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ ہر ذرے میں ایک سے لے کر ہزار اور دس ہزار تک حکمتیں

اعضائے حیوانات کی حکمتیں :- یہ معروف ہیں مثلاً آنکھ دیکھنے کے لیے، بچکانے کے لیے ہاتھ۔ پاؤں چلنے کے لیے ہیں، سونگھنے کو میس اور علی ہذا القیاس لیکن اعضائے باطنی مثلاً آنتیں اور پید اور جگر اور گردہ اور رگیں اور پٹے وغیرہ اور جو ہاتھیں ان اعضاء میں ہیں مثلاً بعض اعضاء اندر سے کھوکھلے ہیں اور بعض اندر سے ایک دوسرے کو لپیٹ ہوئے ہیں بعض اندر میں جمل کی طرح ہیں اور بعض کا ایک طرف لٹا ہے بعض پٹے ہیں بعض گاڑے تو ان کی حکمت تمام لوگوں کو معلوم نہیں اور جو لوگ جانتے ہیں تو بھی انہیں اللہ کے علم سے کوئی نسبت نہیں وما اودینہ من العلم الا قلیلاً (یعنی اسرائیل 85) ترجمہ کنزالایمان: اور ہمیں علم نہ ملا مگر قہوراً۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو اس وجہ سے استعمال نہ کرے گا جس کے لیے وہ پیدا ہوئی ہے اور نہ اس طرح جو اس سے مقصود ہے تو وہ اس کی چیز میں نعمت الہی کی ناشکری کرے گا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو اپنے ہاتھ سے مارا تو پہلا شخص ہاتھ کی نعمت کا ناشکرا ہو گا اس لیے کہ ہاتھ اس لیے دیئے گئے ہیں کہ معترضے کو اپنے سے دفع کرے اور مفید چیز کو حاصل کرے۔ ہاتھ اس لیے نہیں دیئے کہ دوسرے کو ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کی طرف دیکھے گا وہ آنکھوں کی نعمت میں ناشکرہ ہو گا اور نعمت آفتاب فابھی ناشکرہ ہو گا کیونکہ دیکھنا انہیں دونوں چیزوں سے ہوتا ہے اور یہ دونوں اس لیے پیدا ہوئی ہیں کہ ان سے ایسی چیزیں دیکھے جو دین و دنیا میں مفید ہیں اور جو چیزیں معترض ہیں ان سے بچے اس شخص نے ان اشیاء کو ایسی جگہ استعمال کیا جو ان سے مقصود نہ تھا تو اس نے ان کے مخلوق اور دنیا اور اس کے اسباب سے یہ مقصود ہے کہ تمام لوگ ان اسباب کو استعمال کر کے اللہ عزوجل تک پہنچیں اور دنیا میں محبت الہی اور دنیا کے مقابلے سے علیحدہ رہے بغیر اللہ عزوجل تک پہنچ نہیں سکتے اور افسر خداوندی ذکر و انگی اور محبت الہی ایسی معرفت کے جو دوام فکر سے ہیں کہ بغیر حاصل نہیں ہوتی اور ذکر و فکر پر دوام بغیر بدن کی پائیداری کے ممکن نہیں اور بدن غذا کے بغیر بقی نہیں رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے تیار نہیں ہو سکتی اور آسمانوں اور زمین اور تمام مخلوق کے اعضائے ظاہری اور باطنی کے پیدائش کے بغیر تمام نہیں ہو سکتی۔ یہ سب چیزیں بدن کے لیے ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے اور اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرنے والا وہی نفس ہے جس نے موت تک عبودیت اور معرفت حاصل کر کے اطمینان پایا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (الغزوات 56) ترجمہ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

فائدہ :- کسی بھی دعا کو ان اشیاء سے سوائے طاعت الہی کے اور کسی چیز میں استعمال کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ان لوازم و اسباب میں ناشکرہ ہو گا۔

خفیہ حکمتیں اور ان کی مثال :- وہ مثل نکلتے ہیں کہ جس میں خدا نہیں مگر سالک اس سے دیگر ہاتھ پر قیاس کر کے طریق شکر اور ناشکری معلوم کر سکے ہم سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک دہیہ پیسہ ہے اور ان سے مقصود انتظام دنیا کا قیام نہ نظر ہے بلکہ درہم اگرچہ دونوں پتھر ہیں کہ خود ان سے کوئی نفع نہیں کھانے

کے کام آئیں نہ چنے اور پختے میں مگر مخلوق کو ان کی انتہائی حکمتی اس لیے ہر ایک کو کھانے اور پینے اور لباس اور دوسری حاجت میں بہت سی چیزوں کی ضرورت رہتی ہے اور کبھی ضرورت کی چیز سے خود عاجز ہوتا ہے اور کبھی تو چیز اپنے پاس رکھتا ہے۔ مثلاً کسی کے پاس زعفران ہے اور اسے سودا کی ضرورت ہے اور جس کے پاس سواری ہے شاید اس کو اس کی ضرورت نہ ہو لیکن زعفران کی حاجت ضرور ہو تو ان دونوں کا تبادلہ ہو سکتا ہے اور مقدار عوض میں بھی تعین ضروری ہے کیونکہ یہ تو ہو گا کہ جس کو لونٹ کا مالک مقدار زعفران کے بدلے لونٹ حوالہ کرے اور لونٹ اور زعفران میں کوئی تناسب بھی نہیں جس سے یہ کہہ سکیں کہ لونٹ کے برابر وزن یا صورت میں زعفران دینا چاہیے ایسے ہی جو شخص کپڑے کے عوض مکان خریدنا چاہے یا گھوڑے کے عوض آٹا یا موزے کے عوض غلام لینا چاہے تو ان چیزوں میں کوئی مناسب قیمتیں اس لیے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ جواہر کے اسباب میں مسلولت کس طرح ہوگی۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لیے متوسط چیز کی ضرورت ہوگی جو ایسی اشیاء غیر متغیرہ میں حکم مسلولت کر سکے۔ اسی لیے خداوند قدوس نے دہیہ پیر کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونوں تمام اموال میں مسلولت پیدا کر سکتے ہیں اور ان سے مل کا اندازہ ہو سکتا ہے مثلاً کہہ سکیں کہ یہ لونٹ سو روپے کا ہے اور آٹا وزن زعفران سو روپے کا ہے۔ اس لیے آپس میں مسلولی ہیں اور روپے پر۔ سے اس لیے مسلولت ممکن ہوئی کہ ان کی ذات سے کوئی فرض مشتاق نہیں اگر یہ بھی خورد و نوش وغیرہ میں کام آئے تو جس مطلب کے ہوتے اسی مطلب والے کے حق میں ان کو ترجیح ہوتی دوسرے کے حق میں ترجیح نہ ہوتی پھر انتظام درہم برہم ہو جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لیے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہلے جائیں اور اموال غیر متغیرہ کے درمیان مسلولت پیدا کریں اور یہ حکمت بھی ان میں رکھی کہ ان سے تمام اشیاء حاصل ہو سکیں کیونکہ یہ دونوں محبوب ہیں اور ان کی ذات سے کوئی فرض نہیں اور ان کی نسبت تمام اموال کی طرف ایک جیسی ہے تو ان دونوں کا مالک ہونا گویا تمام چیزوں کا مالک ہونا ہے بخلاف دوسری چیزوں کہ مثلاً کوئی کپڑے کا مالک ہو اس کے پاس صرف کپڑا ہی ہے۔ اگر اسے کھانے کی ضرورت ہو تو شاید کوئی کپڑے کی ضرورت نہ ہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوگی کہ ظاہر میں تو کچھ نہ ہو اور باطن میں سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہو کہ ظاہر میں اس کی صورت خاص نہیں تو اس کی نسبت مختلف چیزوں کی طرف یکساں ہوتی ہے۔ مثلاً آئینہ میں کوئی خاص رنگ نہیں ہوتا مگر ہر ایک رنگ اس میں آسکتا ہے اس طرح نقد دہیہ پیر بھی بظاہر کسی مطلب کے نہیں مگر ان کے ذریعہ سے ہر ایک مطلب نکل سکتا ہے۔ ایسے ہی ترف بذات خود اس کا معنی مستقل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے وسیلے سے اور کلمات میں معانی ظاہر ہوتے ہیں غرضیکہ دہیہ پیر کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہے اور ان دونوں میں اور بھی بہت سے حکمتیں ہیں جن کا ذکر خل چاہتا ہے۔

فائدہ :- جو کوئی دہیہ پیر میں رویت کرے جو ان کے لائق نہ ہو بلکہ جس مطلب کے لیے یہ پیدا ہوئے ہیں اس کے مخالف ہو تو اللہ تعالیٰ کی لعنت کا ادا ہوگا مثلاً جو کوئی ان کو بد کر کے رکھ دے تو ان کے ساتھ ظلم کرے گا

کیونکہ جس حکمت کے لیے یہ پیدا ہوئے ہیں اس نے بیکار کر دیا۔

مثلاً :- جیسے کہ مسلمانوں کے حاکم کو قید کر دے تاکہ وہ حکم نہ کر سکے اس طرح دہیہ پیہر بھی مسلمانوں کے لیے بمنزلہ حاکم کے ہیں جو ان کو روکے رکھے تاکہ ان کا حکم ضائع نہ کرے گا اور جو فرض و مقصود ان سے تھی وہ حاصل نہ ہوگی اور دہیہ پیہر کسی خاص فرد بشر (زہد و عموماً) کے لیے پیدا نہیں ہوئے کیونکہ خود ان کی ذات سے کسی کی فرض کھانے پینے کی متعلق نہیں وہ تو پتھر ہیں وہ اس لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ایک ہاتھ سے دوسرے میں چلے جائیں اور لوگوں کے معاملات میں مساوات کے بمنزلہ حاکم کے رہیں یہ مکمل مسلمات موجودات پر قدرتی غلط سے معترض رہتی ہیں انہیں حرف اور آواز نہیں نہ آنکھ سے نظر آئیں تاکہ ان کے لیے چشم بصیرت چاہیے۔

فائدہ :- جو لوگ بن نقوش سے عاجز ہیں تو ان کو حرف اور صورت کے ذریعے سے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ترابا اقدس سے اللہ تعالیٰ نے سادھی چٹانچہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون الذهب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم (التوبہ: 34) ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کرے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خور خیزی سزاؤں دردناک عذاب کی۔

فائدہ :- جو شخص چاندی سونے کے برتن خواتے وہ بھی ناشکرا ہوگا اور سونے چاندی نہ کھنے والے کی یہ نسبت اس کا زیادہ برا مل ہے۔

مثلاً :- سونا چاندی روکنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص حاکم شرع سے جولاہے یا جھاڑو یا کوئی اور ایسا کام جو اس کی شان کے لائق نہیں۔

فائدہ :- چاندی سونے کے برتن خواتے اس لیے برے نہیں کہ برتن صرف چیزوں کی حفاظت کے لیے ہوتے ہیں یا بننے والی چیزوں کے روکنے میں کام آئیں اس مطلب کے لیے مٹی اور لہو اور جست اور تھپا کام میں آسکتے ہیں اور وہ چاندی سونے کے قائم مقام ہو سکتے ہیں مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا پیدا کیے گئے ہیں ان کے لیے لہو اور جست و دھوا کافی نہیں اور جسے یہ مکمل معلوم نہ تھیں اسے ذہن جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کر دیا گیا کہ من شرب فی آتیبہ من ذهب او فضۃ فکانما یشرب جرع فی بطنہ نار جہنم ترجمہ: جو شخص سونے چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے (بخاری و مسلم)

فائدہ :- اس طرح جو شخص دہیہ پیہر میں معاملہ سود جاری کرے وہ بھی ناشکرا اور ظالم ہے اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں دوسری چیزوں کا وسیلہ ہیں۔ ان کی ذات کوئی خاص فائدہ نہیں ہیں تو جو کوئی انہیں میں تجارت کرے گا تو ان کو خلاف وضع حکمت مقصود بنائے گا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کے لیے بنالینا جس کے لیے وہ موضوع نہیں تو یہ علم

فائدہ :- جس کے پاس کپڑا ہے اور نقد نہیں تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی غرض نقد اور سواری نہیں لے سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نقد اور سواری کپڑے کے عوض نہ کیجی ہوں تو خواہ مخواہ کپڑے کو نقد کے عوض بیچے گا تاکہ نقد کی وجہ سے اپنے مقصود تک پہنچ سکے اس لیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اس کی ذات سے کچھ غرض نہیں ہوتی۔ اس کا حل مل میں ایسا ہے جیسے حرف کلام میں جس کی تعریف خود والے کہتے ہیں کہ حرف وہ ہے جو ایسے معنوں کے لیے آئے جو غیر میں ہوں یا نقد کو اصول میں مثل آئیے کے رنگوں کے لیے سمجھنا چاہیے لیکن جس کے پاس نقد ہے اور اس کو اس کا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کی عوض درست ہو اور اپنا کام یا اس پر ضرورت کو نقد اس کی قید میں دے گا وہ گویا اسے روکنے والے کی طرح ہو جائے گا اور حاکم کا قید کرنا یا جامد کا محبوس رکھنا داخل علم ہے۔

فائدہ :- نقد کو نقد کے بدلے بیچنے کا یہی معنی ہے اسے جمع کرنا مقصود نصرالے تو یہ بانٹنا ہے۔

سوال :- پھر اشرفی تروانا اور روپیہ پیسے سے اشرفی خریدنا اور روپیہ کے بدلے اور روپیہ لینا کیوں جائز ہے۔

جواب :- ہر ایک نقد سے علیحدہ علیحدہ مطلب مد نظر ہے کہ ایک کا کام دوسرے سے نکل سکتا ہے مثلاً اشرفی کے اگر روپے بنائے جائیں تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکے اور خود بخود خود کر کے تمام ضروریات پوری ہو سکتی ہیں ورنہ ایک ہی ضرورت میں اشرفی محدود ہو جائے گی بہر حال جو کام اشرفی سے نکلا ہے وہ روپیہ سے نہیں نکل سکتا اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی سے نہیں اگر اس کے بدلے سے منع کیا جائے تو مقصود خاص میں خلل واقع ہوگا یعنی دوسری چیز کے حصول کا ذریعہ یا اسلئے نہ ہوگا اور ایک روپیہ کی بیچ اس جیسے روپیہ سے ایسے جائز ہے کہ اس کی سمجھ اور کو رغبت نہیں ہوتی نہ کوئی تاجر اس میں مشغول ہوتا ہے اس لیے کہ یہ لغو عمل ہے یہ ایسے ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھ کر پھر اٹھالے ظاہر ہے کہ کوئی سمجھ اور ایسا کر کے اپنے اوقات اس میں ضائع نہ کرے تاکہ روپیہ زمین پر رکھ کر جوں کا توں اٹھا لیا کرے۔

فائدہ :- جس شے کی طرف تنفس کو شوق نہیں اس سے ہم منع نہیں کرتے مگر اس صورت میں کہ ایک روپیہ کھرا ہو اور دوسرا کوٹہ اگرچہ یہ بات حقیقی نظر نہیں آتی چونکہ کھرا روپیہ دے کر کوٹہ پر کون راضی ہوتا ہے تو ان میں معاملہ بننے کی کیا صورت ہے۔

مسئلہ :- اگر وہ اس سے کچھ فائدہ مانگے تو یہ ناجائز ہے۔ اس میں ہم منع کریں گے اور کہیں گے کہ روپیہ ہونے میں کھرا کوٹہ برابر ہے کیونکہ کھرا اور کوٹہ ان اشیاء میں دیکھنا چاہیے جو بذات خود مقصود ہوتی ہیں اور جنہیں اور کوئی غرض نہ ہو ایسے باریک تغیرات کا لحاظ نہیں چاہیے اس میں ظلم کا ہے جس نے روپیہ دے کر مختلف بتایا کسی کو کھرا کسی کو کوٹہ یہاں تک کہ وہ روپے بذات خود مقصود ہو گئے حالانکہ چاہیے ہوں تھا کہ مقصود نہ ہوتے روپے ہونے

مسئلہ :- روپیہ کی بیع روپیہ کے عوض اعداد اس لیے ناجائز ہے کہ اس پر وہی شخص اقدام کرے گا جسے دوسرے پر احسان کرنا منظور نہ ہو ورنہ قرض دینے کی صورت میں اس بیع میں کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس میں اس کی فضیلت ہے چاہے کہ ایسا کام کرے جس میں مقصود بھی ہو اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت میں نہ احسان ہے اور نہ ہی ثواب بلکہ غمست اسی لیے وہ داخل ظلم ہے چونکہ اس میں موت خاص کا ملحوظہ کے پیرائے میں پہلو کرتا ہے۔

نکتہ :- اللہ تعالیٰ نے غلہ اس لیے پیدا کیا کہ ان سے غذائیں اور دوائیں ہو سکیں تو ان کو ان کی جہت مقصود نہیں ہونی چاہیے اگر انہیں باب تجارت مفتوح کیا جائے تو ان کا قید کر دینا لازم آئے گا اور کھانا جو ان سے مقصود ہے وہ حاصل نہ ہو گا اور چونکہ غلے کھانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور غذا کی ضرورت سخت ہے اس لیے ضروری ہو گا کہ جس کو غلے کی ضرورت نہ ہو اس کے قبضے سے غلہ اٹھل لیا جائے اور غلے کا کاروبار دہی کرے جس کو اس کی حاجت نہ ہو اس لیے کہ جس کے پاس غلہ ہے وہ اس کو کھانا کیوں نہیں۔ اگر حاجت مند ہے اور سرمایہ تجارت کیوں کرتا ہے اور اگر سرمایہ تجارت کرتا ہے تو جو شخص سوائے غلہ کے کسی اور چیز کے بدلے میں جس کی ضرورت ہے بیع والا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا ویسے ہی خواہ خواہ دسرا غلہ عوض میں لینا چاہتا ہے تو وہ غلے کا محتاج نہیں بلکہ صرف غلہ روکنا چاہتا ہے اسی لیے شرعاً غلہ یعنی غلہ بیع کرنے والے پر لعنت قربانی اور انکار کے متعلق اور بھی سخت وعیدیں ہمیں ہم پاپ آداب کسب میں بیان کر آئے ہیں جو کہیں 'مکھور کے عوض بیچے تو وہ مفدہ ہیں کیونکہ جو غرض ایک شے سے حاصل ہو سکتی ہے وہ دوسری شے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ :- جو شخص کہیں کا پیانہ اسی کے پیانہ کے عوض بیچے تو وہ مفدہ نہیں بلکہ لھو کام کرنے والا ہے اسی لیے اس کے منع کی ضرورت نہیں کہ کبھی دار ایسی پاؤں کو خود گوارا نہیں کرتا جب تک کہ اچھے ہونے میں فرق نہ ہو اور اگر اچھے اور برے کا مقابلہ ہو گا تو اچھے پیانے والا برے پیانہ لینے پر راضی نہ ہو گا۔

مسئلہ :- ایک پیانہ اچھا دے کر برے دو پیانے لینا مقصود ہذا بیع ناجائز ہے۔

مسئلہ :- چونکہ اشیا نے غذا ضروری چیز ہے اور اصل فائدے میں اچھا برا غلہ برابر ہے۔ صرف لذت کی وجہ سے علیحدہ ہے اسی لیے شارع نے غرض لذت کو ایسی چیزوں میں سے جو باعث قوام انسان ہیں قسم کبھی بھی شرعی سود کے حرام ہونے کی ایک حکمت ہے۔

نکتہ :- یہ حکمت فن نقد سے اعراض کرنے کے بعد محسوس ہوئی تو اسے بھی قبیحت میں شامل کیے دیتے ہیں کیونکہ جتنی باتیں ہم نے غلافیات میں نکلی ہیں ان میں بھی قاعدہ موثر ہے اسی سے مذہب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کارہا کے باب میں غلبہ حق پایا جاتا ہے کہ انہوں نے شخصیں غلے کی ہے یہ نہیں کہ جو چیز کی ہو رہا ہو ورنہ جو

نہ (اختلاف فرماتے ہیں ہر کیل شے میں سود ہے وہ نلہ ہو یا لور کوئی شے کیونکہ حدیث شریفہ بلا تخصیص حکم ہے اسی لیے غلبہ اختلاف کے مذہب ہے) (اولیٰ غفرلہ)

اہم شافعی فرماتے ہیں کہ اگرچہ نہ مثلاً رہا کی چیزوں میں داخل ہو تو کچھ نہ اور جالور طریق لوفی داخل ہوں گے۔ اور اگر حدیث شریفہ میں نمک مذکور ہو تا تو مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں درست ہو تاکہ انہوں نے رہا کے لیے تخصیص قوت کی لگائی ہے لیکن جن معنوں کی شرع

۱۔ یہ مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قیاس مع اختلاف ہے جو باطل قول ہے تفصیل اصول فقہ میں ہے۔ (اولیٰ غفرلہ)  
رعایت کرتی ہے ان کا کسی تعریف و حد سے مستحب ہونا ضروری ہے اور اسی جگہ قوت سے حد مقرر کرنا ممکن ہے اور طعام سے بھی تو شرع نے معطوم سے حد کرنا ایسی اشیاء جن کے لیے بقا ضروری ہے مناسب کبھی اور شرع کا حد مقرر کرنا کبھی ایسے اطراف کو محیط ہوتا ہے جن میں اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہیں قوی نہیں ہوتے مگر ضرورت کے باعث اس طرح حد کردی جاتی ہے ورنہ در صورت حد مقرر نہ ہونے کے عوام کو اصل معنی کے اتباع میں بڑی پریشانی ہوتی کہ ایک ہی حکم احوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے متعدد ہو جاتا ہے کہ کیسا ہی توی ہو اس لیے حد مقرر کرنا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یبذہ حدود اللہ فقد ظلم نفسه (العلاق ۱) ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ عزوجل کی حدود سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

فائدہ:- یہ بھی وجہ ہے کہ اصل حکم میں تو شریعتوں کا اختلاف نہیں ہوتا بلکہ اختلاف حد مقرر کرنے کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شریعت میں شراب کی حرمت کی حد نشہ پر ہے تو جس قدر سے نشہ نہ ہو وہ حرمت میں داخل نہیں ہے لور ہماری شریعت اسلامیہ نے اس کی حرمت کی وجہ سے جس نشہ ٹھہرائی ہے۔ وہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سے بہت کی رغبت ہوتی ہے۔ قطع لہو غلام کو قطع کرنے کے لیے تھوڑی بھی حرمت میں داخل ہوگی۔ یعنی جس نشہ آور اصل حرمت حکمت کی اصل ہے۔

فائدہ:- یہ حکمت خفیہ جو فقہین کی حکمت سے بدلنا نہیں چاہیے اور یہ بات وہی جانتا ہے جسے حکمت کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اونی خیراً کثیراً (البقرہ 269) ترجمہ کنز الایمان: اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

فائدہ:- جو لوگ شیطان کی قید میں گرفتار ہیں وہ ان حکمتوں کے موتیوں کے لیے صدف نہیں بن سکتے ان کے بچنے کے لیے عقلمندی ہیں۔ حدیث شریفہ میں ہے کہ اگر بنی آدم کے دلوں پر شیطان نہ آتے جاتے تو وہ آسمان کے ملکوت دیکھتے یعنی امرار غیب جب یہ مثل معلوم ہو چکی تو اسی پر اپنی ہر حرکت اور سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل کو خیال کر لیتا چاہیے کہ وہ بھی شکر میں ہے یا ناشکری میں ان دونوں کے سوا کوئی تیسری چیز نہ ہوگی۔

اصطلاح فقہ و تصوف میں تطبیق: جن امور کو فقہ مجرمہ اور بعض کو حرام کہتی ہے اہل دل ان سب کو حرام

جاننے میں مثلاً اگر کوئی دانہ پتہ سے استعجا کرے تو دونوں ہاتھوں کی قوت کا ناشکرا ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک کو ان میں سے زیادہ قوی بنایا تو جو قوی ہے وہ زیادہ فضیلت اور شرف کا مستحق ہے اور کمتر کو فضیلت دینا عدل کے خلاف ہے۔ ان اللہ بامرہ بالعدل اللہ عدل کا حکم دیتا ہے پھر جس ذات نے دو ہاتھ دیئے اسی نے انسان کو ایسے اعلیٰ کا محتاج کیا جن میں سے بعض شریف مثلاً کلام مجید کو لینا اور بعض کمتر ہیں مثلاً نبوت کا دور کرے۔ اگر کوئی قرآن مجید کو بائیں ہاتھ سے لے اور نبوت دانہ پتہ سے دھوئے تو جو شریف چیز تھی اس سے نہیں کام لے گا اور جس پلٹ کا وہ مستحق تھا اس سے اس کو کم و رتبہ پر رکھے گا اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قبلہ کی طرف تھو کے یا باغیانہ کرتے وقت اس کی طرف منہ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اطراف اور دست عالم میں پیدا کی ہے اس کا ناشکرا ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سمتیں بنائیں تو اسی لیے کہ انسان اپنی ممکنات حرکات میں تنگ نہ ہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو یوں تقسیم کیا کہ بعض میں کوئی شرف نہیں رکھا اور بعض میں یہ شرف رکھا کہ اس طرف ایک مکان بنایا جسے اپنے نفس کی طرف منسوب فرمایا تاکہ انسان کا دل اس طرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عہدیت کرے تو قلب اسی کا مہلت گزار رہے اور قلب کے سبب سے تمام بدن سکون اور وقار کے ساتھ اسی طرف مقید رہے۔ اسی طرح افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال شریف ہیں جیسے عہدیت اور بعض کمتر ہیں جیسے قضاے حاجت اور تھوکانا تو جب کوئی انسان قبلہ کی طرف تھو کے گا تو قبلہ پر ظلم ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمت قبلہ کی عہدیت کی تحمیل کے لیے بنائی ہے اس کا ناشکرا ہوگا۔ اس طرح جب کوئی جو تاپنے اور بائیں پاؤں سے شروع کرے تو ناانسانی ہے کیونکہ جو تاپاؤں کا بچاؤ اور پاؤں کو اس سے فائدہ اور نہ لذت ہے۔ جتنی چیزیں لذت کی ہیں ان میں اشرف کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ اگر لحاظ کرے گا تو عدل و حکمت کے موافق ہوگا اور بصورت خلاف ظلم اور ناشکری ہوگی اور وہ ناشکری جو توں اور پاؤں کی وجہ سے ہوگی۔

فائدہ :- فقہا اس مسئلے کو اگرچہ کمرہ کئے ہیں مگر عارفین کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔

حکایت :- ایک عارف ہاتھ گیہوں کے پٹے بچ کر کے ان کو صدقہ کرتے کسی نے ان سے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک بار میں نے جو تاپنے میں سوا بائیں سے شروع کر لیا تھا اس لیے اب میں چاہتا ہوں کہ اس کا تذکرہ خیرات سے کرو۔

فائدہ :- فقیر کا منصب نہیں کہ وہ اس طرح ایسے عمل کو گناہ کبیرہ لکھ دے اس لیے کہ اس فقیہ کے زمر اصلاح عوام ہے جو چہائے (چانوہوں جیسے) اور عوام ایسے گناہوں میں جلا ہیں کہ ان کے سامنے ان اونی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں مثلاً جو شخص بائیں ہاتھ میں پیالہ لے کر شراب پیئے اس کو یہ نہ کہیں گے کہ اس نے دو وجہ سے حد شری سے تجاوز کیا (۱) شراب پی (۲) پیالہ بائیں ہاتھ میں لیا یا کسی نے لوان جو کے وقت ایک آتھو انسان کی بیج کی



تو اس کے لیے کنا کہ اس نے مخالفت شرع و دوجہ سے کی ہے۔ (۱) آزلو کی بیج کی (۲) لڑن کے وقت خرید و فروخت کی یا جس نے مسجد کی محراب میں قبلہ کی طرف پشت دے کر پائخانہ کیا تو اسے یہ کنا کہ اس نے پائخانہ کرنے میں لوب کا لحاظ نہ کیا قبلہ کو وہ اپنی طرف کیوں نہ کیلہ ہر محل کناہ سب کے سب ظلمت ہیں۔

بعض زیادہ ہیں بعض کم بڑی تاریکی میں چھوٹی تاریکی چھپ جاتی ہے مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری چاقو بلا اجازت استعمال کرے تو آقا اس کو صبح کرے گا لیکن اگر غلام کو مذکور اس چھری سے اس کے پیارے بچے کو قتل کر ڈالے تو اس صورت میں آقا کو چھری بلا اتنا لینے کا کوئی خیال نہ ہوگا نہ اس کے عوض کوئی اس کے لیے سزا سزا فرمائے گا بلکہ صرف اسی بڑے کناہ (قتل) کی سزا دے گا۔

صوفیہ و فقہاء کے دستور کا فرق: یاد رہے کہ آداب و مستحبت کہ لویاء اور انبیاء نے اس کی مصلحت کی ہے اور ہم (نفس) نے فتنہ میں عوام کے حق میں ان سے درگزر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جو لوہ مذکور ہوئی ورنہ جتنے حکومات ہیں کون سا ایسا ہے جس میں عدل سے عدل اور ناہماری نعمت اور نقصان درجہ قرب الٰہی نہ ہو اپنی بات ضرور ہے کہ بعض باتیں تو صرف نقصان درجہ اور انحراف منزلت ہوا کرتی ہیں اور بعض بالکل حدود قرب سے نکل کر عالم بعد میں جو ممکن و ملاوے شیاطین ہے پہنچا دیتی ہیں۔

مثلاً :- اگر کوئی کسی درخت کی شاخ با ضرورت اور غرض صحیح توڑے تو وہ ہاتھ کی نعمت اور پیدا نشی اشجار کی نعمت کا ہاشمرا ہوگا ہاتھ کا تو اس درجہ سے ہاشمرا ہے کہ ہاتھ لغو کام کے لیے نہیں بنا بلکہ طاعت کے لیے ہے اور ایسے اصل کے لیے جو طاعت پر مددگار ہوں اور درخت کا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور اس کی جڑیں بنا کیں اور اس کو پانی پہنچایا اور اس میں قوت غذا لینے اور بڑھنے کی پیدا کی تاکہ جتنا نشوونما اسے ہوتا ہے اتنا پودے اور پھر اس سے لوگ مستفیع ہوں اسے نشوونما کھل سے پہلے کٹ ڈالنا اور غرض اور نفع لوگوں کا اس سے نہ ہونا صریح مختلف مقصود حکمت ہے اور عدل کے خلاف ہے اگر کوئی غرض صحیح ہو تو درخت کی ٹنٹی کاٹنا جائز ہے اس لیے کہ درخت اور حیوان انسان کے اغراض زندگی میں شامل ہیں کیونکہ وہ دونوں قتل اور ختم ہونے والے ہیں کسٹر کا خاکہ بنا رہے یہ عدل کے قریب ہے اور اس سے کہ شرف والے کا شرف بہتر ہے کہ ان کو اپنے فائدہ پہلو کرے اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمعاً

مسئلہ :- اگر باوجود حاجت کے فیر کے ملک سے درخت کاٹے گا غلام ہوگا اس لیے کہ ہر ایک درخت تو تمام مملکت کی حاجت کو کافی نہیں ہو سکتا بلکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی حاجت پوری ہوگی اگر بلا ترجیح کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت پر کی جائے تو ظلم ہوگا۔

فائدہ :- صاحب انقصاں وہ ہے جس نے درخت زمین میں ہوا اور اسے پانی دیا اور اس کی نگرانی کی تو غیر کی بہ نسبت یہ شخص ان افعال کا زیادہ مستحق ہے کہ درخت سے فائدہ لے پھر اگر وہ درخت زمین غیر مملوک میں پیدا ہو

اور کسی کے بولنے سے نہ ہوا بلکہ خود بڑا ہو گیا ہو تو اب کسی کو رخصتیت کی ہے یعنی جس نے پہلے لیا وہی اس کا مستحق ہے کہ اول ہونا بھی خصوصیات ہے تو ترین عمل یہی ہے کہ وہ اس کا مستحق ہو اور اس ترجیح کو نقصانک سے قبیر کرتے ہیں اسے ملک کہنا صرف مجازاً ہے اس لیے کہ شاہان ملک و شہنشاہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے ہندو کس طرح مالک ہو سکتا ہے وہ اپنے نفس کا بھی مالک نہیں بلکہ خود ملک فیر ہے۔ تمام مخلوق اللہ کے بندے ہیں اور زمین اس کا دسترخوان ہے چونکہ بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور محبوب و محب میں نہیں سیرا تیرا اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا زمین خوان آسمان خوان زمانہ مسلمان (امانہ اوسکی عقر) اللہ (عزوجل) نے مخلوق کو اجازت دی ہے کہ اس دسترخوان سے بقدر ضرورت ہر کوئی کھائے پیے کوئی بادشاہ اپنے غلاموں کی دعوت کرے۔ اگر ایک شخص لقمہ اپنے ہاتھ میں لے کر انگلیوں میں دبا لے کہ ایک غلام آجائے اسے چیمنا چاہے تو وہ ہو سکے گا نہ اس لیے کہ لینے کے سبب لقمہ غلام اول کی ملکیت ہو گیا ہے کیونکہ قبضہ اور صاحب قبضہ دونوں محمول ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ ایک لقمہ تمام غلاموں کی ضرورت کو کافی نہیں تو عمل اسی کا مقتضی ہے کہ جب کوئی ترجیح اور اختصاص ایک ہو جائے تو وہ لقمہ اس کے لیے خاص ہو اس کا تابع ہونا ایسی خصوصیت ہے کہ پہلے سے حلق میں ہو گئی اس لیے جس غلام میں وہ خصوصیت نہ ہوگی اسے اس لقمہ سے منع کیا جائے گا وہ پہلے کی مزا سے نہ کرنے پائے گا بلا تخیل اللہ کا امر بندوں میں سمجھنا چاہیے۔

فائدہ :- اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مل دیا ہو زائد از حاجت لے کر اور جن اللہ کے بندوں کو اس کی حاجت ہو ان کو نہ دے تو وہ ظالم ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جن کی شان میں یہ آیت ہے۔ والذین یسکفون الذهب والفضۃ ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم (التوبہ 34) ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کہ جو زرہ رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سننا دردناک عذاب کی۔

فائدہ :- اللہ (عزوجل) کا راستہ اس کی اطاعت ہے اور اس کی اطاعت میں خلق کا توکل مل دیا ہو ہے کیونکہ اس کے سبب ان کی ضروریات دفع اور حاجات پوری ہوتی ہیں لیکن تقریر حکم فقہ کی حد میں واقع نہیں اس لیے حاجات کی مقدورین پوشیدہ ہیں اور آئندہ زمانہ میں انکس پر آگاہ ہونے میں انسان طاقت ہیں اور عمر کی انتہا معلوم نہیں اس لحاظ سے عوام کو حکمت بتانا ایسے ہے جیسے بچوں سے کہیں کہ وقار کے ساتھ دعو کہ سوائے کام ضروری کے مت بولو حالانکہ وہ کسی عقل کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے اس لیے ہم نے ان پر کھیل کود کا اعتراض بھی جمود دیا۔

ازالہ وہم

بچوں کے لیے ہم نے کھیل کود کو مہل کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہے اس طرح عوام کو مل کی حاجت اور خرچ میں سمانہ دوی اور دینے میں بقدر نزاکت جو مہل کیا ہے بیان لکھا ہے کہ ان کی سرشت میں خلل ہے

تو اس سے یہ نہ جانا چاہیے کہ یہ امور حق ہیں انسان کے بگلی فطرتی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ان یسا لکموبا وجنکم تبخلوا (نور 37) ترجمہ کنزالایمان: اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے۔

مثلاً:- ہم یہاں ایک مثال قائم کرتے ہیں جو مراسر حق ہے اس میں ظلم نشان تک نہیں عدلی عدل ہے وہ یہ ہے کہ کوئی اللہ (عزوجل) کے بندوں میں سے ملے اللہ میں سے اس قدر لے جس قدر کہ توفہ سوار کا ہو یعنی ہر ایک بندہ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار ہے تاکہ پلوشہ حقیقی حضور میں پہنچے تو جو شخص حاجت سے زائد ملے اور دوسرے سوار محتاج کو نہ دے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے فارغ اور اللہ کی نعمت کا ناشکر۔

فائدہ:- قرآن اور حدیث اور عقل سے ثابت ہے کہ ضرورت کے سوا جس قدر کسی کے پاس ہوگا وہ دنیا و آخرت میں اس پر وہیل ہوگا تو جو شخص تمام اقسام موجودات میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھتا ہے وہ عقیقہ شکر کے سمجھنے کی قدرت رکھتا ہے اور اس کا پورا بیان اگر کیا جائے تو بہت سے دفتر چاہئیں اور پھر بھی مکمل بیان نہ ہوگا یہاں اس قدر ہم نے اس لیے لکھ دیا تاکہ اس آیت کی حکمت معلوم ہو جائے۔ وقبیل بن عبادی الشکور (السبا 23) ترجمہ کنزالایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔ ترجمہ: اور انہیں کی خوشی کا سبب سمجھ آئے اس نے کہا کہ ولا تعبدوا کثیر ہم شاکرین ترجمہ: تو جو ان باتوں کو نہ یاد کرو نہ بلا کو نہ جانے گا اسے اس آیت کے معانی معلوم نہ ہوں گے۔

فائدہ:- ان کے سوا اور امور بھی ہیں کہ ان کی انتہا کا تو کیا ذکر ہے مہادیٰ بیان کرنے کے لیے عروج چاہیے اور تفسیر آیت کی اور معنی فطری تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہے جانتا ہے۔

فائدہ:- اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ معنی الفاظ اور تفسیر میں کیا فرق ہے۔ اگر یہ کہوں کہ تمہاری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے میں ایک حکمت رکھی ہے اور اس کے تمام ہونے کا باعث بندوں کے بعض افعال کو بنایا کہ غایت مراد حکمت ان سے حاصل ہو اور بعض افعال اس حکمت کے مکمل کا مانع تو جو فعل مقصود حکمت کے موافق ہو کہ اس سے حکمت اپنی مراد علت غائی کو پہنچ جائے وہ تو شکر ہے اور جو فعل کے مخالف ہو اور اسباب کو علت غائی تک پہنچنے نہ دے وہ ناشکری ہے یہ تو سمجھ میں آگیا مگر امتراض ابھی تک باقی ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا فعل جس کے وہ فاسد ہیں۔ حکمت کا پورا کر کے ولا لودنہ مرا اس کا مخالف یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو بندہ درمیان میں کہ وہ کبھی شاگرد کہلاتا ہے اور کبھی کافر اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس کی حقیقت مکمل درجہ رکھتی ہے وہ ایک بحر پیدائش ہے اسے علوم مکاشفہ سے تعلق ہے اس سے مکمل ہم بعض رموز و اشارات اور مہادیٰ لکھ چکے ہیں ابھی ایک عبارت مختصر میں اس کا حل اور غایت لکھتے ہیں جو یہ بندوں کی گفتگو سمجھتا ہے وہ اسے بھی سمجھے گا اور جو تیز نہیں چل سکا وہ اس کا شکر ہوگا اور انسان کو تو ممکن نہیں کہ حکمت میں پرندوں کی طرح اڑنا پھرے ہر عمل ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جلال اور کبریا ایک صفت ہے جس سے خلق اور امتزاج کا تعلق ہے اور یہ صفت ایسی نہیں کہ

واضح فہم آگے دیکھ سکے یا کسی ایسے لفظ سے اسے بیان کر دے جس سے کہہ اور حقیقت خاص اس کے جلال کی کبھی جائے چونکہ اس صفت کی شکی علی ہے اور واسعین لغت کا مراد اس سے بہت کم ہے کہ ان کی آگہ اس کے مہدی اشراق پر پڑ سکے اس لیے عالم دنیا میں اس کے لیے کوئی لفظ نہیں جس سے بیان ہو سکے اس لیے واسعین لغت کی آگہ اس سے نیچے پڑ گئی جیسے شیر کی آگہ سورج کے نور سے پس ہو جاتی ہے اس وجہ سے نہیں کہ کوئی نور میں قصور ہوتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خود شیروں کی چٹائی میں ضعف ہوتا ہے تو جن لوگوں نے اس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھیں نہ کھولیں وہ اس بات کی طرف مجبور ہوئے کہ اگرچہ لفظ حقیقی اس کے لیے ملنا معلوم نہ ہو تو یہاں کہ لفظ لغت میں مروج ہے اس میں سے کوئی لفظ مجازاً بطور استعارہ ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے بہت ضعیف حال اس حقیقت کی مہدی کا سمجھ میں آئے اس لیے اس کے لیے لفظ قدرت استعارہ کرنے کی وجہ سے نہیں بھی جرات ہوئی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قدرت ہے جس سے کہ تخلیق و اختراع صادر ہوتا ہے وہ وجود میں آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص میں منقسم ہوتی ہے اور جس صفت سے کہ مخلوق میں یہ اقسام اور اختصاص ہوتا ہے وہ دوسری اللہ تعالیٰ کی اور صفت ہے اور اس کا حل بھی ویسا ہے جیسے پہلی صفت کا ہے اس کے لیے بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوگی اور اس کے لیے لفظ شیت مقرر کیا گیا اس لفظ میں اس صفت الہی کا حل ان لوگوں کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے منکشف کرتے ہیں انہیں مجملہ معلوم ہوتا ہے اور شیت اس صفت کی اصل حقیقت سے اتنا ہی قاصر ہے جیسا کہ لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کہ نہایت سے قاصر تھا۔

فائدہ:- وہ افضل جو قدرت سے صادر ہوتے ہیں وہ بھی دو قسموں میں منقسم ہوتے ہیں۔ (1) مثلاً تک یعنی غایت حکمت تک پہنچ جانا (2) غایت کے پیچھے کنارہ تک رہ جانا اور ان میں سے ہر ایک کو صفت شیت کے ساتھ تعلق ہے کیونکہ انہماق توان کا یہی ہے کہ اختصاصات کی وجہ سے نسبت اور اختلافات کامل ہو جائیں تو وہ فعل جو غایت کو پہنچنے والا ہے اس کے تعلق کے لیے لفظ محبت کو استعارہ کیا گیا جو غایت کے کسی کنارہ تک توقف کرنے والا ہے اس کی نسبت کے لیے لفظ کراہت مقرر ہوا۔

بعض علماء کا یہ قول ہے کہ یہ دونوں وصف شیت میں داخل ہیں مگر نسبت کی وجہ سے ہر ایک میں وہ خاصیت ہے جو مجملہ لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت و لفاظ کی سمجھ آتی ہے۔

بندگان خدا کی اقسام:- یہ بدیع خدا جو اس خلق و اختراع میں سے ان کی بھی دو قسمیں شیت انہی ان کے حق میں اسی طور ہوئی ہے کہ وہ کام کریں جس نے حکمت اپنی غایت پر نہ پہنچے اور یہ امر ان کے حق میں قہر ہوتا ہے کہ وہ اسی واسطہ ان پر مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ شیت انہی ان کے بارے میں یوں ہوئی ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ ایسے کام لے جو حکمت کو بعض امور میں غایت تک پہنچائیں خلاصہ یہ کہ دونوں فریقوں کو شیت کی طرف ایک نسبت خاص ہے جو نسبت کہ فریق خالی کو ہے اس کا ہم رضا مقرر کیا گیا اور دوسرے فریق کی نسبت کے لیے لفظ

غضب استعارہ کیا گیا ہے تو جن میں پر کہ ازل میں غضب ہوا تھا اس سے وہ فعل ظاہر ہوا کہ اس کے باعث حکمت موقوف ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہنچنے اس کو کفران اور اس کے بعد لمن اور مدت امتناع کی گئی اور جس پر کہ ازل میں رضا تھی اس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اس سے حکمت اپنے مکمل غایت کو پہنچ گئی۔ اس کو شکر کہنے کے اور زیادتی رضا کے لئے اس پر ثلث مدح و ثناء کا معنی ہے۔

خلاصہ :- حاصل یہ کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دیا اور اس پر شاک کی اور بد بختی بھی اسی نے دی اس کو برا کمال

مثال :- کوئی بادشاہ اپنے غلام کو میل اور کمزور سے صاف کرے اور ثلث قاض اس کے نسب بدن فرمائے اور جب طرح کی ذمت کر چکے تو اسے فرمائے کہ اے خوبصورت تو کتنا حسین ہے اور تیری صورت کیسی جمیل ہے حالانکہ وہ خود ہی قبیاض رہنے والا ہے اور خود ہی تعریف کرنے والا ہے اس پر غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہے غلام صرف ظاہری طور پر مدح و ثناء کا نشان اس طرح ازل میں تمام امور کا حل ہے اور اسباب اور سببیت کا تسلسل یوں ہی چلا آیا ہے جس طرح رب الارباب اور سبب الارباب نے مقرر کر دیا ہے اور یہ امور اختلاف میں بلکہ اولیٰ اور حکمت اور حکم کا حکم اور امر یعنی سے ظہور میں آتے ہیں جس کے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ قضا کا حکم مثل ہلک جھپکنے کے یا اس سے بھی کمتر میں ہوتا ہے اور ان کے باعث سب کارخانہ اور انتظام جیسے تقدیر میں ہو چکا ہے ہوتا جاتا ہے اور اس ترتیب واقعات کے لیے لفظ قدر نصرا لیا ہے گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا ہم ہے اور قدر اس تفصیل کے لیے ہوا ہے جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہے۔

فائدہ :- بعض فرماتے ہیں کہ ان امور میں سے کوئی کسی چیز خارج قضا و قدر سے نہیں اسی بنا پر بعض علما پرین کو یہ دوسرہ ہوا کہ قسمت اس تفصیل متقاضی کی کیوں ہوئی اور بدو اس قدر ثلث کے تفصیل عدل کیسے بنا چونکہ بعض اشخاص اپنے قصور کی وجہ سے اس امر کی اصل مابیت کے لحاظ کی تاب نہیں رکھتے تھے نہ اس کو با تفصیل جیل خیال میں لائے تھے تو جس مقام پر جا پہنچنے کی ان کو طاقت نہ تھی اس سے روک دیا گیا اور مرخصی ان کے منہ پر لگا دی گئی اور حکم ہوا کہ چپ رہو تم اس کے لائق نہیں اور اس رد ہار کی شلن یہ ہے۔ لا یستال عما یفعل وہم یستلون

فائدہ :- بعض صوفیہ کے دلوں پر جو ایک کو انوار الہی چکا اور پہلے سے ان کی مرشد صاف تھی پھر اس پر خورشید حقیقت سے نکل پائی تو ان کا نور دھلا ہو گیا اور اس نور کبریا کی سے اطراف عالم حکمت کے ان کی نظروں میں چپکنے لگے اور تمام چیزوں کو انہوں نے دیکھا جیسا وہ واقعہ میں ان کے لیے یہ حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے جواب سے متلو ہو اور چپ رہو اور جب ذکر تقدیر کا ہو تو زبان بند کرو کیونکہ تمہارے پیچھے نہ لوگ ہیں جن کو ضعف بصر ہے تم بھی ضیعفوں کی سی چل چلو اور آفت کے اوپر سے چھوڑوں کے لیے پرست شہادہ و نہ وہ ہلاک ہو جائیں گے تم ٹھنڈ تعالیٰ کے اطلاق اختیار کرو اور مسئلے لوح سے آہٹ نہ بناؤ تم سے ضعف لوگ اس کریں اور تمہارا نور جو

ہرے کی آڑ میں ہے اس کی جھلک سے بہرہ یاب ہوں نیچے نور آفتاب کے بقیہ نور ستاروں کے نور سے ہیں اور جس زندگی کو ان کے وجود اور احوال پر لوٹ کر سکتے ہیں اس سے زندگی بسر کرتے ہیں اگرچہ ایسی زندگی ان کو میسر نہیں جو بھرپور نور آفتاب میں آمد و رفت کرنے والوں کی ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کی طرح ہو جاؤ جن کی شہن ہے۔ شربنا شرابا طیباً عند طیب۔ کذک شراب الطیبین طیب شربنا وافرقتنا علی الارض فضله والارض من کاس الکرم نصیب ترجمہ: ہم نے انھوں کے ساتھ مل کر شراب پی لی ایسے انھوں کا شراب بھی اچھا ہے ہم نے شراب پیا اور اس کا بقیہ زمین پر ڈال دیا اور زمین کو بھی اپنے لوگوں کے پیالوں سے حصہ نصیب ہوتا ہے۔

فائدہ:- خلق و الخراج کی ابتداء و انتہا یوں ہوتی ہے جو لوہ پر مذکور ہوئی۔ اسے وہی کہتے گا جو اس کا اہل ہوگا۔ وہ خود ہی اسے واضح طور پر دیکھ لے گا۔ اسے کسی سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ شربنا کسی کے پیچھے چلتا ہے تو اس کی بھی کوئی حد ہے لیکن جب راستہ ایسا نکلتا ہو جو ہل سے ہارنگہ نور کووار سے تیز تو پھر اس پر پوندہ خود تو اڑ سکتا ہے لیکن بیٹا کو ساتھ نہیں لے جا سکتا ایسے ہی دریا میں گزر رہا نکلتا ہو اور پانی میں سخت طغیانی اس میں تیراک کے سوا کوئی دوسرا نہ گزر سکے تو اس گزرگاہ سے تیراک ہی گزرے گا ضروری نہیں کہ یہ تیراک اندر سے گزرے گا ساتھ لے جا سکے کیونکہ گزرگاہ تنگ ہے۔ اس میں وہی فائدہ سمجھ لیں جو گمرے پانی کی ہم نے مثل دی ہے۔ ہل پانی پر تیرتا تو سکیا جا سکتا ہے لیکن پانی پر چٹنا سکیئے گا نہیں۔ یا تو دلائت کا درجہ حاصل ہو تو پھر دریا پر یوں چلا جا سکتا ہے جیسے فطرت پر (جیسے اولیا کرام رحمہم اللہ کے واقعات میں ہے)

حدیث شریفہ:- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دریا کے پانی پر ایسے چلتے تھے جیسے خشک راستہ پر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یقین بخند ہو تو ہوا پر اڑنا بھی اسی طرح ہے جیسے دریا میں چلنا۔

فائدہ:- یہ رموز و اشارات ہیں۔ محبت و کرہت اور رضا و رغبت اور غضب و شکر و ناشکری کے معانی علم معاملہ اس سے زیادہ لکھنا سوزوں نہیں ہے۔ اسی کی طرف وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (الذاریات 56) ترجمہ کنز الایمان: اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ اشارہ قریباً ہے کہ مخلوق کے لئے مہلت میں امتحان کی حکمت ہے۔

فرمایا میرے دو بندے ہیں۔ ایک محبوب و مخلص اور امین و یکتا ہے 'وہ ہے جبریل علیہ السلام۔ دوسرا بندہ وہ ہے جس سے میرا بغض ہے اور وہ ملعون ہے 'وہ ہے ابلیس۔ وہ راہدہ درگاہ ہے۔ وہ قیامت تک مہلت لیے ہوئے ہے۔ جبریل علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل نزل روح القدس من ربک بالحق (النحل 102) ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے۔ اور فرمایا بلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ابلیس کے لئے فرمایا لبضلم عن سبیلہ

شیطان کا بھٹکا یہی ہے کہ بندوں کو عیبتِ حکمت سے روک دیتا ہے۔ غور فرمائیے کہ بھٹکانے کو اللہ نے انہیں کی طرف کیسے منسوب فرمایا ہے حالانکہ اس پر انتہائی درجہ کا غضب ہے اور راہ دکھائی یہ ہے کہ بندوں کو عیبتِ حکمت تک پہنچا دیا جائے۔ اس راہ دکھانے کو بھی محبوبِ بندے کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت کے لحاظ سے دونوں کام خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہیں۔

مثلاً :- اسے ایک مثل سے سمجھئے۔ وہ یہ کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیوں کی ضرورت ہو۔ ایک پانی پائے، دوسرا پیچے لگائے اور بھاڑو بھی دے۔ خود اس کے اپنے دو غلام ایسے ہیں جو یہ دونوں کام کر سکتے ہیں۔ اب بادشاہ اپنی مرضی سے پیچے لگائے اور بھاڑو کا کام اپنے کتر درجہ والے غلام کے سپرد کرے گا اور پانی پانے کا کام اس سے کمتر اور اونچے کے سپرد کرے گا۔ ان میں دو غلام غلام اپنے کام کو اپنی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ حقیقتاً بادشاہ کی طرف منسوب ہوں گے۔ ایسے ہی ہر بندہ اپنے ہر کام کو اپنی طرف منسوب کرے تو یہ اس کی بددقتی ہے۔ اگرچہ بندہ بظاہر کہہ سکتا ہے کہ یہ کام میں نے کیا اور میں اس سے لذت یاب بھی ہوا ہوں لیکن حقیقتاً یہ نسب اللہ تعالیٰ کی طرف اسی کو سونپا ہے ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اچھے کام اچھے بندوں کے ذمہ لگاتا ہے۔ برے کام برے بندوں کو دیتا ہے یعنی ان امور کی طرف قلوب کا پھیرنا اللہ عزوجل کا کام ہے۔

فائدہ :- یہ اس کے عدل کا کرشمہ ہے۔ اس لیے کہ اس کا عدل کبھی ایسی باتوں سے پورا ہوتا ہے جن میں انسان کا کوئی دخل نہیں اور کبھی انسان میں کمال ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھی منصف اس کے افعال کے ہے یعنی اس کا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب و حرکات تعین ہیں۔ تمام اسی کے افعال ہیں جس نے اسے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اس سے افعال معتدلہ سرزد ہوتے ہیں مگر چونکہ انسان اپنے نفس کے سوا اور کچھ محسوس نہیں ہوتا اس لیے اسے یہی گمان ہوتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں مجھ پر ظاہر ہوتا ہے اس کا کوئی سبب عالم غیب اور عالم ملکوت سے نہیں۔ اسی لیے اس کو اپنے طرف ہی منسوب کرتا ہے۔

مثلاً :- اس حقیقت کو ایک مثل سے سمجھئے۔ وہ یہ کہ رات کو ایک بچہ پتلیوں کا تماشہ دکھاتا ہے کہ وہ پتلیاں پروے سے نکل کر اچھلتی اور ہلکتی اور ہم و حرم کی حرکت کرتی ہیں حالانکہ وہ تو کپڑے کی گڑیاں ہیں وہ خود تو کوئی حرکت نہیں کر سکتیں، ان کی حرکتیں تاروں یا ہوا سے ہوتی ہیں جو رات کی تاریکی کی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکتیں اور ان کے سر بازگیر کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں جو بچوں کی نگاہوں سے چھپا ہوا ہے اور پروے کے پیچھے ایسی جگہ پر جو بچوں کی نگاہوں سے موجھل ہے، پتلیوں کی حرکت دیکھ کر بچے تعجب کرتے اور خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہاتھ والی یہی پتلیاں ہیں، یہی اچھلتی ہیں، یہی بیٹھتی ہیں حالانکہ عقلمند جانتا ہے کہ پتلیاں خود متحرک نہیں، انہیں کوئی اور حرکت دیتا ہے لیکن اس کی تفصیل عقلمند کو بھی معلوم نہیں کہ انہیں حرکت دینے والا کیسے حرکت دیتا ہے۔ ان تفصیلی حرکت کو صرف ہانڈیگر جانتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں لوگوں کو سمجھنے کہ ان کی حرکت و سکنت کا علم سوائے علماء

کرام کے اور کوئی نہیں جانتے۔ علماء کرام (اولیاء) کے سوا اپنی تمام عوام انہیں پہنچے ہیں کیونکہ یہ عوام جب خود کو اور دوسروں کو دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ تمام حرکت و سکنت ان کی اپنی ہیں، اس لیے انہیں اپنی طرف اور دوسرے اشخاص کی طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ علماء کرام جانتے ہیں کہ ان کا متحرک کوئی اور ہے لیکن ان حرکت کی تفصیل سے یہ (علماء) بھی بلاواقف ہیں لیکن عارفین کو ان حرکت کا بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے یعنی وہ حضرات اپنی تیز نگاہ سے دیکھ لیتے ہیں کہ آسمان سے کڑی کے جانے سے بھی باریک تار پیچے لٹکے ہوئے ہیں اور وہ تمام اشخاص کے سروں میں بیست ہیں، وہ ان ظاہری آنکھوں کو نظر نہیں آتے، ہاں وہ مشاہدہ والے اولیاء دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ ان تاروں کا قبضہ فیہی ہاتھوں میں ہے اور وہ فیہی ہاتھ فرشتے ہیں جو عالمین عرش کے محتاج ہیں جو اشارے وہاں سے پاتے ہیں، اسی طرح یہ بھی حرکت کرتے ہیں اور عالمین عرش کو اللہ (عزوجل) کا حکم ہوتا ہے جسے صرف یہی جانتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ عالمین عرش بھی حکم پہلی سے عدولی نہیں کرتے۔ جو حکم پاتے ہیں، وہی پیچے والے فرشتوں کو بتاتے ہیں اور اس مشاہدہ فیہی کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وفی السماء رزقکم وما نوءدون** (الذاریات 22) ترجمہ کنزالایمان: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

فائدہ:- اس آیت میں اسی مشاہدہ مرقومہ بلا کی طرف اشارہ ہے اور آسمان کے ملاحکہ جو اشارہ فیہی کے منظر ہوتے ہیں، ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔ **خلق سب سمنوت ومن الارض منلہن قنزل الامر بینہن لنعلموا ان اللہ علی کل شئی قدير وان اللہ قد احاط بكل منی علما** (العنکبوت 12) ترجمہ کنزالایمان: سب آسمان بنائے اور انہیں انہی کے برابر زمین حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

یہ وہ معلیٰ ہیں جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا بار اسخبن فی العلم (اولیاء کرام) جانتے ہیں۔

بجوبہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ راسخین فی العلم وہ حضرات ہیں کہ جن کے علوم عوام کی فہم و فراست کی برداشت سے باہر ہیں۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پینزل الامر پڑھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا معلیٰ کچھ مجھے معلوم ہے۔ اگر میں بیان کروں تو تم سنگسار کر دو گے۔ ایک روایت میں ہے کہ تم مجھے کافر کو گے۔

فائدہ:- امام غزالی قدس سرہ یہ بیان لکھ کر فرماتے ہیں کہ عنین کلام قبضہ اختیار سے نکل گئی۔ ہم مطلب سے دور نکل گئے، اس لیے کہ ہم نے علم معاملہ بیان کرنا تھا لیکن علم مکاشفہ بیان شروع کر دیا۔ لو سنو اب ہم علم معاملہ کی طرف آتے ہیں:-

جب حقیقت شکر یہی ہے کہ انسان ایسا عمل کرے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرکت پوری ہو جائے تو بندوں میں جو بندہ زیادہ شاکر ہو گا، وہی اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب ہو گا بلکہ اس کے قریب تر ہو گا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کو قریب ہیں اور



ان میں بھی قرب کی تربیت ہے اور ہر ایک کا درجہ علیحدہ علیحدہ ہے۔ مرتبہ قرب میں سب سے زیادہ قرب اسرائیل علیہ السلام ہیں۔ اس مرتبہ میں اسرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں سے اعلیٰ ہیں۔ دیگر فرشتوں کے درجات بھی اپنی پلہ تر ہیں کہ وہ بذات خود کرام و برہرہ ہیں۔ اسی وجہ سے بعض انبیاء علیہم السلام کو صلح اس لیے فرمایا کہ وہ زمین پر تمام مخلوق سے اشرف ہیں اور ملائکہ کے درجہ انبیاء علیہم السلام کے قرب ہوتے ہیں۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام بذات خود اشرف و برگزیدہ ہیں اسی لیے اللہ نے انہیں خلق کی ہدایت کے لیے منتخب فرمایا۔ اسی طرح سے اس نے اپنی حکمت پوری فرمائی۔ انبیاء علیہم السلام کے مراتب کے اختتام کے بعد علماء کا درجہ ہے کہ وہ رابررہ الانبیاء ہیں اور وہ بھی بذات خود اعلیٰ مراتب ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی اصلاح فرماتا ہے اور علماء کرام میں بھی اعلیٰ پھر اعلیٰ وہی ہوگا جس نے سب سے پہلے اپنی اصلاح پھر عوام کی اصلاح کی ہوگی۔ (جیسے حضور غوث اعظم حضور غریب نواز اجیری و داتا گوجری وغیرہ) یہ اس لیے اعلیٰ درجہ والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اپنی حکمت پوری فرمائی۔

افضل الکمل :- تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ختم و رسل کا ہے جن کی ذات اقدس سے اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مکمل فرمایا اور نبوت ختم فرمائی۔ ان کے بعد انبیاء کا درجہ انبیاء کے بعد علماء کا درجہ علماء کے درجات وہی ہیں جتنا انہوں نے اپنی اصلاح فرمائی اور خلق خدا کی اصلاح فرمائی۔ ایسے ہی ان کے بعد سلاطین کا درجہ ہے لیکن وہ جنہوں نے مخلوق کی اصلاح فرمائی۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان :- چونکہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونوں نصیب تھے یعنی جن و سلطنت اسی لیے آپ کا مرتبہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے۔ اس لیے کہ آپ کے پاس دین تھا تو اللہ نے آپ کو گوار بھی دی اور جہنم کے لیے یہ عہدہ گوار آپ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہ ملا بھی وجہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کو تمنا رہتی کہ وہ بھی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوتے۔

فائدہ :- باعمل علماء اور عادل سلاطین کے مرتبہ کے بعد ان لوگوں کا مرتبہ ہے جنہوں نے اپنے دین و نفس کی اصلاح کی اور خود کو احکام الہی کا پابند بنایا۔ ان کے بعد باقی عوام (قیامت میں) کسمپرسی میں ہوں گے۔

انتہام :- سلاطین سے دین کو تقویت پہنچتی ہے اسی لیے انہیں حنفیہ میں سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ ظالم و فاسق و قاجر ہو (اس کی علت وہی ہے کہ دین کو تقویت پہنچنے اور جن ظالموں کا ان کا دین مٹانے پر کام ہے جیسے ہمارے دور کے اکثر ظالموں کا طریقہ کار ہے انہیں کیا کہا جائے (وہی غفرلہ)۔

مسئلہ :- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حاکم ظالم و انکی ممتد و فساد سے بچتا ہے۔ (جو خود دین کے لیے فتنہ و فساد ہو جیسے ہمارے دور کے اکثر صدور و وزراء ان کو ہم کیا سمجھیں؟) (وہی غفرلہ)

حدث شریف :- غریب (میرے بعد) حاکم عالم پیدا ہوں گے۔ بعض کو تم جانتے ہو گے، بعض کو نہیں جانتے ہو گے۔ وہ قتل و قتل کریں گے اور جن کے ذریعے اللہ اصطلاح فرمائے گا وہ بھی اکثر ہوں گے۔ اگر وہ لوگ بھلائی کریں تو ان کے لیے ثواب ہے اور تم پر شکر۔ اگر وہ برائی کریں تو ان کو مکمل ہے اور تم پر سبب ضروری ہے۔

جو شخص سلطان کی سلطنت کا منکر ہو وہ کافر (باطنی) ہے اور جسے بادشاہ بلائے اور وہ نہ جائے وہ بد بخت ہے اور جو ان کے پاس بلا دعوت جائے وہ بخلان ہے۔ یہ حضرت سل رضى الله تعالى عنه کا قول ہے۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ انسانوں میں کون افضل ہے؟ فرمایا سلطان۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو مسلمانوں کو برا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا 'ایمان نہ کرو' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ روزانہ بادشاہ کی بادشاہی دیکھتا ہے۔ (۱) اس کی وجہ سے عوام کے حقوق سلامت ہیں۔ (۲) ان کو بادشاہوں کی وجہ سے کوئی غم اور پریشانی نہیں۔ یہ دونوں باتیں بادشاہوں کے اوّل جلسے میں دیکھی جاتی ہیں۔ جب دونوں صحیح معیار پر ہوتی ہیں تو بادشاہوں کے دوسرے گنہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مجموعہ :- یہ بھی حضرت سل رضى الله تعالى عنه فرماتے ہیں کہ وہ سیاہ لکڑیاں (جو نمرؤں کے جرائم کی سزا کے لیے ان کے دردناکوں پر لگی ہوئی ہوتی ہیں) دو ستر و اعلیٰ (مقررین) کے واسطے سے بستر ہیں۔ اس لیے کہ عذاب سن کر عوام بہت کم برائیوں کو چھوڑتے ہیں لیکن اعدا سردا علیہن سے بستر ہے۔ اسی لیے کسی منجھلے شاعر نے کہا:-

عرشوں غریب چار کتابیں پانچویں، ترا اعدا ۱۱۱۱ چار کتابیں سب جگہ کرتیں لیکن سید جاکر، اعدا

(اضافہ ایسی غزل)

۱۱۱۱ امور جن پر شکر واجب ہے :- ہم اس مضمون میں یہ ذکر کریں گے کہ نعمت کیا ہے اور کوئی شے نعمت نہیں ہے اور کس شے کو نعمت عام کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان تعبدوا نعمت اللہ لا تحصوها (ایراہیم ۳۴) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

اسی لیے ہم پہلے چند کلی امور بیان کرتے ہیں تاکہ وہ نعمتوں کی معرفت کے قوانین کے قائم مقام ہو سکیں، پھر ان کا (بر لوٹ) علیحدہ علیحدہ ذکر کریں گے۔

حقیقت نعمت اور اس کی اقسام :- ہر خیر و بھلائی اور ہر لذت و متعت طبقہ ہر مطلب کو نعمت کہا جاسکتا ہے۔ ان کے بقی کو نعمت کہنا نقص ہے۔ ہاں اصلی اور حقیقی نعمت تو اخروی سعادت ہے جتنیں غلطی سے نعمت کہا جاتے۔ اس کی بہت نہیں، ان کے سوا باقی تمام دنیوی سعادتوں کو مجاز نعمت کہتے ہیں جو شے سعادت اخروی کی حد کرنے یا اس سے پہلے یا سعادت اخروی تک پہنچانے، ایک واسطے سے یا کئی واسطوں سے اسے بھی نعمت کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے حقیقی نعمت (اخروی) کا ذریعہ اور سبب ہے ہر عمل، ہر اسباب و آلات سعادت اخروی کی زمین میں اور جن کا باعث ہے اس کی کئی قسمیں ہیں۔

تقسیم اول :- وہ امور جن کو اگر ہم اپنی طرف خیال کر کے دیکھیں تو وہ چار طرح ہیں۔ (1) دنیا و آخرت میں نافع ہوں جیسے علم اور حسن خلق۔ (2) دنیا و آخرت میں مضر (ضرر رسد) ہوں جیسے جمل اور بد خلقی۔ (3) دنیا مفید اور آخرت میں مضر (ضرر رسد) جیسے استیلا شہوات سے لذت پانا۔ (4) دنیا میں مضر ہوں آخرت میں مفید جیسے شہوات نفسانی کی مخ کنی کرنا اور نفس کی مخالفت۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(1) دنیا و آخرت میں مفید ہو۔ وہی حقیقت نعت ہے جیسے علم و حسن خلق۔

(2) وہ جو دنیا و آخرت میں مضر ہے وہ پہلی نعت کی نقیض ہے وہ سراسر مصیبت ہے۔

(3) جو دنیا میں نفع آخرت میں مضر ہو اور اب بصیرت کے نزدیک بلکہ ہر سمجھدار کے پاس یہ سراسر مصیبت لیکن جملاء اسے نعت سمجھتے ہیں۔

مثلاً :- کسی بھوکے کو شد حاصل ہو لیکن اس میں زہر کی ملاوٹ ہے تو جو زہر کی ملاوٹ سے بے خبر ہو گا وہ اسی شد کو نعت سمجھے گا جب یہی شد پانی کر پیار ہو جائے گا پھر سمجھے گا کہ وہ شد اس کے لیے ایک بلا بھی۔

(4) جو شے دنیا میں مضر اور آخرت میں مفید ہو وہ عقلمندوں کے نزدیک نعت ہے اور جملاء کے نزدیک مصیبت ہے۔

مثلاً :- اس کی مثل کڑوی دوائی جیسی ہے کہ پیتے وقت تو اس کا ذائقہ برا لگتا ہے لیکن اس کا انجام صحیح ہے کہ اس سے صحت و تندرستی نصیب ہوتی ہے۔ جس بلوان بچے کو ایسی دوائی پلائی جائے تو وہ اسے وہل سمجھتا ہے لیکن عقلمند اسے نعت تصور کرتا ہے کہ اس سے بچے کو صحت نصیب ہوگی بلکہ جو بھی اس بچے کے لیے ایسی دوائی تجویز کرتا ہے یا لاتا ہے تو بچے کا سرپرست اس کا بھی ممنون اور شکر گزار ہوتا ہے۔

دوسری مثال :- میں بچے کو بچھنے لگوانے سے پس و پیش کرتی ہے کہ بچے کا خون نکلے گا چونکہ میں کی مثل کمزور ہے ہاپ عقلمند ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بچے کے خون نکلوانے میں شفا ہے۔ بچہ بلا اذیت کی وجہ سے میں کا شکر گزار ہو گا اور اسی سے ہی مانوس ہو گا اور ہاپ سے نفرت کرے گا لیکن بچے کو سمجھ ہو تو معلوم کر لے کہ اس صورت میں اس کی میں دشمن ہے۔ اگرچہ ظاہر میں اس کی خیر خواہ ہے اور باطن میں اس کی دشمن ہے اس لیے کہ گندے خون کو نکالنے کو روک رہی ہے جو بعد کو اسی بچے کا جان لیوا ثابت ہو گا اسی لیے کہتے ہیں جہل دوست عقلمند دشمن سے زیادہ برا ہوتا ہے ہر انسان اپنے نفس کا دوست ہے مگر یہ دوست حیسن دشمن ہے کیونکہ اس کے انجام سے جہل ہے پھر اس کے ساتھ ایسے کام کرتا ہے جو دشمن بھی نہ کرے لیکن اس کی تباہی پوری کر کے اپنا انجام برپا کرتا ہے۔

تقسیم 2 :- دنیا کے جتنے اسباب ہیں وہ ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں۔ بھلائی بھلائی کے ساتھ۔ ایسا بہت کم۔

اتفاق ہوگا کہ جو اسباب بہتر ہیں، وہ صاف پاک بھی ہوں مثیل میں اور لال میں اور ار قاب اور چلو و مراتب اور دوسرے اسباب میں سے بقدر حاجت و کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگوں کے حق میں اس کا ضرر و نفع کی نسبت زیادہ ہو جیسے مل کثیر اور بہت زیادہ۔ تیسرے یہ کہ ضرر و فائدہ دونوں برابر ہوں۔

فائدہ ۲۔ یہ وہ باتیں ہیں جو لوگوں کے اعتبار سے عکلف ہوتی ہیں۔ بہت سے انسان نیک بخت ہوتے ہیں کہ انھیں مل سے بہت سا فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو یہاں مل ایسے انسان کے لیے نعمت ہے۔ نیز کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی مل کی وجہ ہر گاہ انہی میں شکایت کرتے ہیں (جیسے عموماً یہی آج کل ہو رہا ہے) اس کے پاس جتنا مل ہے، وہ اس کے لیے مصیبت ہے کہ راہ اللہ میں خرچ بھی نہیں کرتا، لہذا زیادتی کی فکر میں ہے۔

تقسیم 3۔ تمام خیرات کی باتیں جو انسان سے ہو سکتی ہیں، ان کے ساتھ ایک اعتبار سے تین قسم ہیں۔ (۱) بذات خود وہ مقصود و محبوب ہوں۔ (2) غیر کے لیے محبوب ہوں۔ (۶) خود بھی محبوب ہوں، کسی غیر کو حاصل کرنے کے لیے بھی محبوب ہوں۔ پہلی کی مثال دیدار الہی کی لذت اور اس کے وصل کی سعادت یعنی اخروی سعادت کہ کبھی منقطع نہ ہو۔ عوام کو اس سعادت کی طلب اس لیے نہیں کہ یہ کسی سعادت کے حاصل کرنے کا ذریعہ تو ہے نہیں، اس کی طلب بذات خود مقصود ہے۔ اس لیے عوام اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں، اس لیے وہ اس کی طلب نہیں کرتے۔

دوسری لذت کہ جسے دوسری شے کے حاصل کرنے کے لیے مطلوب ہے، اس کی لذت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ سونا چاندی۔ یہ ذاتی طور مطلوب نہیں بلکہ ضروریات پورا کرنے کے لیے مطلوب ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اگر ان ضروریات کو پورا کرنے کی غرض نہ ہوتی تو چاندی، سونا اور کنکریاں برابر ہوتیں لیکن سونا، چاندی لذت و ضروریات کا اعلیٰ ذریعہ ہیں، اس لیے تمام دینی اسباب سے محبوب تر ہیں۔ ایسی محبوب ہیں کہ آنکھ ضروریات کا تصور نہ بھی دیتے ہیں، انہیں ذخیرہ کر کے خزانہ بنا کر چھپائی جاتی ہیں اور انہیں جب خرچ کیا جاتا ہے تو ریا کو بھی دخل ہوتا ہے۔ ان کی شدید ضرورت کی وجہ سے بعض لوگ انہیں مقصود لذات سمجھتے ہیں۔

مثیل ۲۔ سونا، چاندی کو مقصود لذات سمجھنے والوں کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کسی دوسرے انسان کو چاہتا ہے کہ اس سے اسے اتنا پیار ہے کہ اسے اس کا قاصد بھی پیارا لگتا ہے اور وہ قاصد ہمارے بہت کامیاب لانے کی وجہ سے اتنا پیارا ہو جائے کہ اصلی محبوب بھول جائے، پھر یہ تو فی سے اصل محبوب کو بھلا کر سارا پیار و محبت قاصد پر لگا دے۔ گویا اب دینی مقصود مطلوب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر چاہیں بلکہ اسق اور کون ہوگا۔

وہ شے خود بھی مطلب ہے، دوسری شے کے حاصل کرنے کی وجہ سے بھی محبوب ہے جیسے صحت و سلامتی کہ انسان اسے اس لیے چاہتا ہے کہ اس سے ذکر و فکر و دیگر وہ نیکیاں جن سے دیدار الہی نصیب ہو گا اور کیا صحت و

سلامتی دنیوی امور کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے، اس لیے صحت و سلامتی دونوں اعتبار سے محبوب و مطلوب ہے۔

فائدہ :- کبھی صحت و سلامتی ذاتی طور بھی محبوب ہوتی ہے۔ اس سے یہ فرض نہیں کہ اس سے کوئی اور شے حاصل ہو یا نہ ملنا جسے پیدل چلنے کی ضرورت نہ ہو کیونکہ اس کو ہر طرح کی سواریاں حاصل ہیں۔ جہاز، موٹر کار وغیرہ۔ اس کے باوجود وہ چاہتا ہے کہ اس کے پاؤں صحیح و سالم ہوں حالانکہ پاؤں کی صحت و سلامتی سفر طے کرنے میں ہے۔ مگر سلامتی خود بھی ایک محبوب شے ہے اس لیے بذات بھی مقصود ہے۔

ان تینوں صورتوں میں بہتر و اعلیٰ صورت اول ہے اور اسی کو نعمت حقیقی کہا جائے گا کیونکہ وہ خود بھی مقصود ہے اور دوسروں کے حاصل کرنے کے لیے بھی مقصود ہے۔ اس کے بعد صورت دوم، تیسری صورت یعنی وہ جو خود تو مقصود نہیں لیکن دوسری چیزوں کے حاصل کرنے کے لیے مطلوب ہے۔ جیسے سونا، چاندی وغیرہ تو یہ معدنی حیثیت کی وجہ سے نعمت نہیں کیونکہ محض پتھر ہیں لیکن اس وجہ سے نعمت ہیں کہ یہ دوسرے مقاصد و اغراض کا وسیلہ ہیں لیکن یہ بھی اس غرض کے لیے نعمت ہوں گی جو ان کے بغیر اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے۔

ولی اللہ کی شہنشاہی :- جن حضرات کو سونا، چاندی کے بغیر کاروبار چلانا آتا ہے مثلاً وہ علم و عمل اور عبادت کے دینی ہیں، وہ اپنی گزر اوقات بقدر کفایت رکھتے ہیں تو ایسے حضرات کے نزدیک سونا، چاندی اور ڈھیلے پتھر برابر ہیں۔ ان کی نظر میں سونے، چاندی کا ہونا نہ ہونا برابر ہے بلکہ انہماک ان کے نزدیک سونا، چاندی و بل محسوس ہوتا ہے۔ جب یہ چیزیں انہیں عبادت اور علم و عمل کے لیے باعث تشویش ہوں۔

تقسیم 4 :- خیرات و سعادت کے اور اعتبار سے تین قسم اور ہیں۔ (1) لذیذ جس کا نفع نقد ہو۔ (2) نافع ہو لیکن اس کا نفع اس کے انہماک پر محسوس ہو۔ (3) جمیل جو ہر عمل میں اچھی، اس کے برعکس برائی بھی تین قسم ہیں۔ (1) ضرر رسد۔ (2) قبیح۔ (3) لذت رسد۔ پھر خیر و شر کی دو قسمیں (1) مطلق (2) مقید۔ خیر مطلق وہ جس میں خیر کے تینوں ذکرہ اوصاف جمع ہوں، مثلاً علم و حکمت کہ یہ اہل علم و حکمت کے نزدیک نافع بھی ہیں، جمیل بھی ہیں اور لذیذ بھی اور صرف مطلق جیسے جہل کہ وہ معتر قبیح اور لذت رسد ہے لیکن جہل کو اس کے ضرر کا علم تب ہوگا جب وہ سمجھے کہ وہ واقعی جہل ہے اور اپنے دوسرے ہمعصر کو عالم دیکھ کر اس کے علم کا اعتراف کرے۔ تب اسے محسوس ہوگا کہ واقعی علم ضرر رسد ہے، اس سے اسے علم حاصل کرنے کا شوق اٹھے گا کیونکہ وہ علم مزدار شے ہے۔

فائدہ :- جب ایسا جمیل علم حاصل نہ کر سکے گا پھر موانع کے، ان موانع میں حسد، کبر اور شہوت ہے۔ اب یہ غرض نکل گیا، نہ علم حاصل ہو سکتا ہے کہ جس سے جہالت کا دورہ جائے اور دوسرے جہالت کی وجہ سے خود کو کم مرتبہ دیکھتا ہے جو جہالت رہتا ہے۔ اگر علم حاصل کرتا ہے تو بھی شہوات نفسانیہ کے رک اور دوسروں (اہل علم) کے سامنے کھٹنے چکھنے کے مجرہ انکسار کے اعتبار یا تکبر چھوڑتا ہے ہاتھیں بھی غٹ ہیں، اسی لیے علم کا حاصل ہونا بھی بعید اسی

لے۔ بعض گویا کئی طرح کے عذاب میں ہے۔

تفصیل :- یہ وہ ہے کہ جس میں بعض اوصاف خیر کے اور بعض اوصاف شر کے ملے ہوئے ہوں مثلاً بعض لذت ایک بلاغ شے سے لذت پہنچتی ہے جیسے کسی کی انگلی کو آگہ بیماری ہو گئی ہے تو اسے کڑواٹا ضروری ہے تو وہ اسے کڑواوے یا رسولی (بیماری) ہے اسے کڑوا ڈالے۔ (بلاغ جس لیکن ان میں ضرر کی ملاوٹ ہو گئی) ایسے ہی کبھی بلاغ شے قبیح ہوتی ہے جیسے حماقت کہ بعض اعتبار سے یہ بلاغ بھی ہے اس لیے بعض لوگ کہا کرتے ہیں اسحق بعض وجود سے راحت میں ہے کیونکہ بے عقل بے فکری کی زندگی گزارتا ہے کیونکہ اسے انجام کا علم نہیں ہوتا اس لیے وہ انجام سے بے خبری کی وجہ سے من و وجہ خوش رہتا ہے، مرتے دم تک اس کا یہی حال رہتا ہے۔

فائدہ :- بعض چیزیں من و وجہ صغر ہوتی ہیں تو وہ بلاغ بھی ہوتی ہیں۔ جیسے دریا میں ڈوبنے کی خطرہ سے مل رہا میں پیسک رہتا اس سے اگرچہ مل کے ضائع ہونے کا ضرر ہے مگر جان بچ جانے کا نفع تو ہے یعنی پوچھ اٹکنے سے کئی ڈوبنے سے بچ گئی۔ اس سے کئی جانوں کو نجات ملی۔ یہ نفع مل کے دریا میں ڈالنے کے نقصان سے بہتر ہے۔

بلاغ کی قسمیں :- بلاغ کی دو قسمیں ہیں۔ (1) ضروری جیسے ایمان، حسن خلق۔ اس لیے کہ یہ سعادت اخروی کے پہچاننے کا اعلیٰ وسیلہ ہیں۔ حسن خلق سے مراد علم و عمل ہیں۔ یہ ضروری اس لیے کہ ان کے قائم مقام کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ (2) غیر ضروری جیسے تکلیفیں مفرات کو دفع کرنے کے لیے یہ اس لیے غیر ضروری ہے کہ مفرات کے دفع کے لیے تکلیفیں کے قائم مقام اور اشیاء بھی ہیں کہ وہ مفرات کو دفع کر سکتی ہیں۔

تقسیم S :- پہلے ثابت ہو چکا کہ نعمت لذت کو کہتے ہیں اور یہ لذتیں اس اعتبار سے کہ انہیں انسان سے تعلق ہے یا اس کے غیر بھی اس میں شریک ہیں، یہ تین قسم کے ہیں۔ (1) مخصوص بہ انسان (2) انسان کے ساتھ شرکت غیر۔ یہ دو قسم ہے۔ (1) انسان کے ساتھ بعض حیوانات شریک ہیں۔ (2) انسان کے ساتھ جملہ حیوانات شریک ہیں۔ پہلے کی مثال عقل کہ یہ صرف انسان سے مخصوص ہے۔ دوسرے اور تیسرے کی مثال بدن ہے۔ عقل کی نعمت سے علم و حکمت ہے کہ ان کی لذت قلب کو نصیب ہوتی ہے۔ اس نعمت یعنی لذت سے آگاہ کن اور یاقی حواس کو اس سے کوئی حصہ نصیب نہیں یعنی علم و حکمت کی لذت سے بے بہرہ ہیں۔ ایسے ہی ہیبت و شرمگاہ دونوں علم و حکمت کی لذت سے قاصر ہیں۔

نوٹ :- علم و حکمت کی لذت صرف قلب سے اس لیے مخصوص ہے کہ عقل ضعیف ہے اس کا تعلق قلب سے ہے اور وہ قوی ہے۔

سوال :- عقل ضعیف کیسے؟

جواب :- اگرچہ لذت کے لحاظ سے یہ تمام لذتوں سے اشرف ہے لیکن یہ ضعیف لیکن کمزوری کے معنی میں نہیں

بلکہ ظور الوجود کی حیثیت سے ہے کہ علمی لذت پانے والے بہت کم ہیں یعنی علم و حکمت کی لذت حاصل کرنے والے بہت ہی قلیل اور کم ہیں۔ اگرچہ ہم کے حکیم و عالم تو بکثرت ہیں لیکن حقیقی حکیم و عالم نہایت ہی کم ہیں۔ اس معنی پر یہ کم یعنی ظور الوجود ہوا کہ علم و حکمت کی لذت پانے والے لوگ ظور الوجود ہیں۔

نکتہ :- علم و حکمت اشرف ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کی لذت انسان کے ساتھ ہر وقت موجود رہتی ہے۔ نہ یہ دنیا میں زائل ہونے کی آخرت میں بھول لطف یہ کہ اس لذت سے حکمن اور ملال بھی نہیں بخلاف دوسری نعمتوں و لذتوں کے کہ ان سے وہ حکمن اور ملال ہوتی ہے مثلاً کھانا نعمت یعنی لذت ہے لیکن زبان کھانا تو بوجہ اور سستی ہوتی ہے۔ ایسے ہی جملہ لذت ہے لیکن بعد فراغت بدن میں شغف محسوس ہوتی لیکن علم و حکمت سے نہ حکمن نہ بوجہ۔

پند غزالی قدس سرہ :- حضرت امام غزالی قدس سرہ مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرماتے ہیں کہ جس خوش قسمت کو علم و حکمت کی دولت نصیب ہے وہ اگر اس اعلیٰ و اشرف دولت (علم و حکمت) کو اوٹیٹھے (دنیا) کے عوض بیچ ڈالے اس جیسا احمق اور بد بخت اور کون ہو گا کہ اس نے دنیا کے عوض میں علم و حکمت کی اعلیٰ دولت بیچ ڈالی جیسے اُنہ کل ہو رہا ہے کہ علم و حکمت کو دنیا کے بدلے بعض علماء بیچ رہے ہیں۔

علم و حکمت دو دولت ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے نہ چوکیداروں کی ضرورت نہ گمرانوں کی بخلاف ہل دنیا کے کہ اس کی حفاظت کرتا سرور ہے بلکہ علم و حکمت انسان کی فود حفاظت آتے ہیں۔

موازنہ علم و مال :- شعر ۱۶ عائد :- مال کی حفاظت کی باتی نہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ مال چوری ہو جائے نہ دینوں عہدہ حتم ہو سکتا ہے علم نہ چوری ہو سکتا ہے اور نہ مال عہدہ جھینا جا سکتا ہے۔ جس دل میں علم ذریعہ ڈالے وہ دل ہمیشہ آہد و شد اور پرسکون ہو اور جہل مال دنیا گھربلے وہاں بے سکونی اور اضطراب مال والے ہمیشہ خوفزدہ رہیں اور ہل علم کو کسی کا خوف نہ ڈر۔

فائدہ :- علم سراسر لذت و جمیل اور نافع اور ہل بھی ہل کو ہلاک کر ڈالتا ہے مثلاً ڈاکو لیرے ہل بھی چھین لیتے ہیں اور بعض ظالم مال والے کو قتل بھی کر ڈالتے ہیں۔ ہل بھی ہل نجلت کا موجب بھی بنتا ہے۔ جب اسے کار خیر میں صرف کیا جائے۔ اسی لیے مال کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی صفت سے بھی موصوف فرمایا ہے۔ ہل ساتھ ہی اس کی مذمت بھی فرمائی ہے۔

سوال :- جب علم سراسر لذت و جمیل اور نافع ہے اس سے اکثر لوگ محروم کیوں ہیں؟

جواب :- احمس علم کی لذت کا ذوق نہیں جسے ذوق نہ ہو وہ لذت کو کیا جانے؟ مغرور کا غلبہ ہو تو شد کے مطالعہ کا کیا علم۔ قصہ ہے شے کا اشتیاق چیز کے پھنسنے کے بعد ہوتا ہے اور جنہیں علم کی حاجتی نصیب نہیں تو وہ علم کا شوق

کیسے کریں گے۔ نیز ان لوگوں کے مزاج خراب ہو چکے ہیں۔ قلوب ابلع شہوات کے امراض سے بیمار ہو گئے تو جیسے بیماری سے زبان پر کروا پین کا غلبہ ہو تو اس وقت شد بھی کڑوا لگتا ہے۔ نیز جلاء کی لطایع اور دانائی کا قصور ہے کہ انہیں تامل وہ صفت نصیب ہی نہیں ہوئی کہ جس سے وہ علم کی لذت سے آشنا ہوں۔

مثلاً:- ان کی مثل شیرخوار بچوں سی ہے کہ وہ شد اور دیگر لذائذ سے نا آشنا ہے۔ اسے دودھ کے سوا اور کوئی شے اچھی نہیں لگتی بلکہ دودھ کے سوا کوئی اور شے من میں ڈالو تو کراہتا ہے اور من بگاڑتا ہے۔ اس سے گویا وہ بتاتا ہے کہ یہ چیزیں اسے مزید احموس نہیں ہوتیں۔ اس کے نزدیک تو اس وقت صرف دودھ لذیذ ترشے ہے۔

جو لوگ علم و حکمت کے اور اک سے قاصر ہیں وہ تین طرح ہیں۔ (1) ان کا باطن تامل زندہ نہیں ہوا جیسے شیرخوار بچہ کہ اس کا باطن دودھ کے علاوہ دوسری اشیاء کے لیے تامل زندہ نہیں ہے۔ (2) ابلع شہوات کے انہماک سے ان کے قلوب مردہ ہو گئے۔ (3) ابلع شہوات سے ان کے قلوب بیمار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فی قلوبہم مرضی لیستہن من کما ینہا (پ 1- ترجمہ کنز الایمان) اس آیت میں اشارہ ہے کہ بعض لوگ باطنی حیات سے زندہ ہیں۔ زندہ ہے تب بھی مردہ ہے۔ بعض لوگ اللہ کے نزدیک مردے ہیں۔ اگرچہ جلاء کے نزدیک وہ زندہ سمجھے جاتے ہیں۔ اسی سے ہے شداء اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں۔ وہ کھاتے پیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر مردہ ہیں۔ (یہ نعمت کی قسم مخصوص ہ انسان ہے)۔

مشترک انسان بہ بعض حیوانات:- یہ نعمت بدن ہے اور اس میں انسان کے ساتھ بعض حیوانات شریک ہیں۔ یہ نعمت کی دوسری قسم ہے مثلاً ریاست اور غلبہ کی لذت یہ شیر، بچے اور بعض دوسرے جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے۔

مشترک بہ جملہ حیوانات:- اس لذت میں انسان جملہ حیوانات کا شریک ہے۔ جیسے بیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ تمام لذت سے کمتر اور خفیس ہے اور ہے بھی بکھرت کیونکہ زمین پر جملہ حیوانات انسان پرند ورنہ سب میں ہے۔ یہاں تک کہ کیڑے، کھوڑے اور جملہ حشرات الارض جتنا جس میں لذت بڑھے گی اتنی ہی وہ غلبہ لذت میں گرفتار ہوگا یہ لذت غفلوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔

فائدہ:- انسان کے لیے سب سے بڑی اور زیادہ لذت علم و حکمت کی ہے جس میں یہ لذت زیادہ ہوگی وہ آگے کے مراتب کی طرف بڑھے گا وہ ہے ذات الہی اور افضل و صفات لائقہ کی معرفت جن میں یہ لذت غلبہ پاتی ہے وہ صدیقین ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ سے لڑائے جانے پر انسان سے ریاست اور جاہ و جلال کی خواہش قلب سے نکل جاتی ہے۔

صرف کرام کے نزدیک یہ فائدہ کلیہ مشہور ہے کہ صدیقین کے دل سے سب سے آخر میں حسب ریاست و جاہ و جلال ہے اس لیے حکم کی فراہمیت کا توڑنا تو تمام صلحاء جانتے ہیں بلکہ اس کے عامل ہوتے ہیں لیکن ریاست کی



خواہش کا توڑ صرف صدیقین کے پاس ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ دل سے اس کا ایسا قلع قمع کر دیا جائے کہ ریاست کی جو بھی نہ آئے بلکہ اس کا نشان تک مٹ جائے۔ یہ اعلیٰ مراتب کے صدیقین (جیسے صدیق اکبر اور دیگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کر سکتے ہیں ورنہ کوئی مراتب کے لوگوں کا عمل یہ ہے کہ اس خواہش کو مٹانے کے بلوچہ کبھی عود کر آتی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حب ریاست بالکل مٹ نہیں جاتی بلکہ اس کا اثر قلب پر باقی ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی اسباب سامنے آتے ہیں وہ بلاوہ حب ریاست جاگ اٹھتا ہے (سوائے مخصوص لوگوں کے لیے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انیس سے ہیں جبکہ آپ کو کے شہنشاہ کی جگہ لیٹھن ہوئی تو آپ نے ٹھکرا دی۔ کیا خوب فرمایا کسی نے۔

تخت سکندری پر دو تھوکتے نہیں ہیں ### بستر کا ہوا ہے جن کا تیری کلی میں

قلوب کی اقسام :- مذکورہ بالا تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ قلوب کی چار قسمیں ہیں۔ (1) سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہیں اور نہ ہی اسے معرفت الہی اور اس کی فکر کے بغیر چین و قرار ہو۔ (2) اسے خبری نہیں کہ لذت معرفت کسے کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت کا کیا معنی ہے۔ یہ صرف حب جاہ و ریاست اور مل و دولت اور جملہ شوائع بدنہ میں گرفتار ہے۔ (3) اکثر تو اللہ تعالیٰ سے مانوس ہے اور اس کی معرفت و فکر سے لذت بھی پاتا ہے لیکن بعض اوقات اوصاف بشریہ کے غنائے بھی پورے کر لیتا ہے۔ (4) اکثر لوگات تو لذات بشریہ سے لذت پاتا ہے لیکن کبھی علم و حکمت کی لذت سے بھی لذت پالیتا ہے۔

تفصیل اقسام اور بعد :- مذکورہ بالا چار قسموں میں سے قسم اول اگرچہ ممکن ہے لیکن ہے بہت بعد از قیاس کیونکہ ایسا ہونا طاقت بشری سے خارج ہے۔ دوسری قسم کے قلوب تو ان اوصاف سے پر ہیں جن کا ذکر اسی قسم میں ہے۔ تیسری قسم نور چو چھلک قسم کے لوگ دنیا میں موجود ہیں مگر بہت کم بلکہ ہر دور میں شذ و عارعی رہے ہیں۔ پہلی علت و کثرت کا فرق ہر دور میں رہا اور رہے گا البتہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں ایسے لوگ بکثرت تھے۔ اب بھٹائی قیامت قریب آتی جائے گی ایسے لوگوں کی کمی ہوئی جائے گی۔ اللہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔

نکتہ :- قرب قیامت میں ایسے لوگوں کی قلت کا نکتہ یہ ہے کہ ایسے قلوب سلطنت آخرت کے آغاز ہوتے ہیں اور ظاہر ہے سلطنت کے لیے بلا شذ و عارعی نہیں ہوتے کیونکہ ملک (سلطنت) ایک شے ہے اور دوسرے کو اچھی لگتی ہے تو جس طرح ملک و محل کے لیے فائز ایک یا دو ہوتے ہیں ایسے ہی ملک آخرت کے لیے بھی فائز ایک یا دو ہوں اور دنیا کی مثل ہم نے اس لیے دی ہے کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے کیونکہ دنیا ظاہر کا نام اور آخرت باطن یعنی عالم غیب ہے جس طرح آئینہ میں دیکھنے والے کو اپنی صورت نظر آتی ہے ایسے ہی آخرت کے لیے دنیا آئینہ ہے۔ اگرچہ آئینے میں صورت کا مرتبہ جالی ہے اس لیے کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہے پھر اس کی صورت بن کر سامنے آتی

ہے لیکن دیکھنے کے اعتبار سے وہی صورت پہلے ہے، اس لیے دیکھنے والا خود کو اس آئینہ کے بغیر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ ثابت ہوا کہ دیکھنے میں آئینہ والی صورت اول ہے اور حقیقی لحاظ سے اصلی صورت اول۔ اسی آئینہ سے دیکھ کر دیکھنے والا یقین کرتا ہے کہ وہ یونہی ہے۔ اس فائدہ سے واضح ہوا کہ جو چیز وجود میں تلخ تھی یعنی عکس وہ جاننے کے باب میں مقبول اور اصل ہوگئی اور جو چیز وجود میں بد کو تھی وہ پچان میں اول ہو گئی لیکن یہ تغیرات دنیا میں ہیں اور حق بھی ہے کہ دنیا ایسے ہی ہو۔ اس معنی پر اب ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا عالم غیب یعنی آخرت کے مشابہ ہے۔ جن حضرات کو چشم بصیرت سے دیکھنا نصیب ہوا تو وہ اس ملک (دنیا) کی جس چیز کو دیکھتے ہیں، وہ عالم ملکوت کی اشیاء کو دیکھتے ہیں۔ ان کے اسی دیکھنے کو حیرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاعنبروا با اولی الابصار (الحشر 2) ترجمہ کنز الایمان: تو حیرت لو اسے نگاہ والو۔

دنیا میں عوام کی مثال :- جن لوگوں کی بصیرت کی آنکھ اندھی ہے یعنی عوام انہوں نے کچھ حیرت نہ کی، اس لیے وہ دنیا کے قیدی رہے۔ پھر مغرب جہنم میں ان کے لیے قید خانے کے دودازے کھل جائیں گے۔ یہ قید خانہ ایسی آگ سے لبریز ہے جو دونوں کو جھانکتی ہے لیکن کسی کو اس کی تعریف معلوم نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اور آگ کے درمیان میں ایک حجاب ہے۔ جب موت سے وہ حجاب دور ہوگا تب اسے دوزخ کی آگ کا عذاب محسوس ہوگا۔

درجہ ابلیسیت کی تائید :- معزلہ کا مذہب تھا کہ جنت و دوزخ اب موجود نہیں، قیامت میں پیدا کی جائیں گی۔ ابلیس فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ دونوں اب موجود ہیں۔ امام غزالی قدس سرہ ابلیسیت کی تائید میں فرماتے ہیں کہ ہماری مذکورہ بالا تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ فیحی طور اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی زبان سے کھلوا دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی اہل حق سے اپنی حق بات کھلوا رہتا ہے۔ وہ یہی کہ جنت اور دوزخ دونوں مخلوق (موجود) ہیں لیکن یہ ان لوگوں کو محسوس ہوتی ہے جنہیں علم الیقین حاصل ہے اور یہ کبھی عین الیقین سے ہوتا ہے اور دنیا میں ہی محسوس ہوتا ہے کہ جنت بھی ہے اور دوزخ بھی لیکن انہیں جن کو عین الیقین حاصل ہے اور یہ عین الیقین آخرت میں تو سب کو حاصل ہو جائے گا اور یہ علم الیقین بھی دنیا میں انہیں نصیب ہوتا ہے جنہیں نور الیقین کی دولت نصیب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلا لو تعلمون علم البین لشرنوا الجحیم (النکاتہ 96) ترجمہ کنز الایمان: ہاں ہاں اگر یقین کا جانا چاہتے تو اہل کی محبت نہ رکھتے بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔

فائدہ :- اس دیکھنے سے دنیا کا دیکھنا مراد ہے ورنہ آخرت میں تو سب دیکھیں گے۔ پھر فرمایا ہے تم لندروہا عین البینین (النکاتہ 7) ترجمہ کنز الایمان: پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔ یعنی آخرت میں تم سب کو یقین ہو جائے گا اس سے ثابت ہوا کہ جو دل سلطنت آخری کی ملاحیت رکھتا ہے، وہ بہت کم یعنی غرار الوجود ہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے دنیا کے ملک کی سلطنت چلانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

تقسیم 6 :- یہ تقسیم تمام نعمتوں کو ملوی ہے۔ نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ (1) عانت مطلوب ہلذات (2) اس عانت مطلوب ہلذات کے لیے وسیلہ۔ عانت سے سعادت آخرت مرکب ہے۔ وہ چار باتوں پر مشتمل ہے۔ (1) بقا جسے فنا نہ ہو۔ (2) سرور جس میں غم نہ ہو۔ (3) علم جس میں جہل نہ ہو۔ (4) دوستداری جس کے بعد الفلاس (تک وستی) نہ ہو۔ انہی کو نعمت حقیقی کہا جاتا ہے اور یاد رہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سختی و شدت کے وقت فرماتے لا عبش الا عبش الاخرة "کوئی عیش نہیں سوائے آخرت کے عیش کے۔" (بخاری و مسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے فرماتے تاکہ صحابہ کو شدت و سختی سے ناگواری نہ ہو مثلاً غزوہ خندق میں خندق کھودتے وقت تکلیف محسوس فرمائی تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے تاکہ صحابہ کو تسلی ہو۔

فائدہ :- ایک دفعہ آپ نے سرور کے وقت بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے تاکہ نفس دنیا کے سرور کی طرف مائل نہ ہو نیز یہی الفاظ آپ نے جبہ الوداع میں اس وقت بیان فرمائے جب صحابہ کرام طہیم الرضوان آپ کے گرد ایسے کھڑے تھے جیسے ہلچل نہ ہو تاکہ آپ کو کسی نے دعا مانگی یا الٹی بجھے مکمل نعمت عطا فرمادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ مکمل نعمت کیا ہے؟ اس نے عرض کی "نہیں۔" آپ نے فرمایا کہ مکمل نعمت رخل جنت ہے۔ (ترمذی)

نعمت عانت مطلوب ہلذات کے وسیلہ کی اقسام :- یہ چار قسم ہیں (1) یہ سب سے زیادہ خاص ہے جیسے نفس کے فضائل۔ (2) اس سے قریب تر جیسے بدن کے فضائل۔ (3) جو ان دونوں کے قریب ہو لیکن بدن سے نہ ہو جیسے اسباب بدن کے قریب مثل بل اور اہل و عیال اور اقربا وغیرہ (4) وہ اسباب جو خارج از نفس اور موجود ہوں اور نفس کے لیے جانح ہوں جیسے فتنے و ہدایت۔ ہم ان چاروں کو آئندہ اور افاق میں مفصل بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

قسم اول :- اخس وسائل یعنی نفس کے فضائل اگرچہ ان کے فروع بکثرت ہیں لیکن وہ سب ان دو میں آجاتے ہیں۔ (1) ایمان (2) حسن خلق۔ ایمان کے لیے دو قسمیں ہیں۔ (1) علم الکشا فیہ یعنی اللہ اور اس کی صفات اور اقیام و ملائکہ (علیٰ نبینا وعلیم السلام) کا علم و معرفت۔ (2) علم الحلالہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (1) متقنات شہوات و غضب کا ترک اسے عفت کہا جاتا ہے۔ (2) متقنات شہوات کے ارتکاب و ترک میں عدل کا لحاظ کہ کہیں ایمان نہ ہو کہ جہل چاہے ارتکاب کرے اور جہل چاہے ترک کرے بلکہ یہ بھی میزان عدل کے مطابق ہو یعنی شرعی حکم کو بروقت سامنے رکھے۔ چنانچہ اللہ (عزوجل) نے فرمایا ان لا تطعوا فی المیزان و اقموا الوزن بالقسط ولا نخسر و المیزان (رحمن 8) ترجمہ کفر الایمان : کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ قول قائم کرو اور وزن نہ گنناؤ۔

مثلاً :- شرع کی ترازو سامنے رکھنے کی ایک مثال یہ ہے کہ مالک متقنات شہوات کو مٹانے کے لیے خفی ہونے

کی شرعی ایازات نہیں۔ یعنی نکاح کی قدرت کے باوجود نکاح نہ کرے تو یہ تجلوز عن طہر ہے۔ ایسے ہی شہوات کے ملانے کے لیے کھانا چھوڑ دے یہاں تک کہ ذکر و فکر میں کمی آجائے۔ یہ بھی نہیں چاہیے، یہ خلاف عدل ہے اور شہوت پیٹ وغیرہ کے لیے بھی یہ دوائی عدل کے خلاف ہے۔

طریقہ عدل :- اس صورت میں طریقہ عدل یہ ہے کہ پیٹ کو نہ پانگل خلی رکھے اور نہ عورت کی طرح اسے کھانے سے بھر دے، دونوں پلڑے برابر ہوں، کوئی ایک پلڑا اوٹھا لیجنا نہ ہو۔

قرب خدا کی باتیں :- اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے فضاائل نفس کی وہ خاص باتیں ہیں جن سے قرب اللہ تعالیٰ نصیب ہو، وہ چار ہیں۔ (1) ظم الکاشفہ (2) ظم الحاصلہ (3) عفت (4) عدالت اور یہ چار باتیں چار بدنی باتوں کے بغیر کامل نہیں ہو سکتیں۔ وہ چار بدنی باتیں یہ ہیں۔ (1) تندرستی (2) قوت (3) جمل (4) عمر زیادہ نصیب ہو۔

فائدہ :- یہ فضاائل بدنی تیسری قسم فضاائل یعنی فضاائل خارجیہ یعنی فضاائل از بدن سے خارج اور محیط بدن سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ بھی چار چیزیں ہیں۔ (1) لیل (2) لیل و عیال (3) جاہ (4) نسب کا عمدہ ہونا۔  
ان فضاائل سے بھی کوئی نفع نہیں پاسکتا جب تک چوتھی قسم کے فضاائل حاصل نہ ہوں یعنی اسباب جامع بدنی اور خارجی اور فضاائل نفسی اور یہ بھی چار ہیں۔ (1) ہدایت صحیحہ اللہ (2) ارشاد ربانی (3) تسدید (4) تائید۔

فائدہ :- چونکہ نعمتوں کی ہم نے چار قسمیں بیان کی ہیں، ان کی ہر ایک کی چار چار قسمیں ہیں تو گویا کل میزان سولہ قسمیں ہو گئیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نعمتیں بعض دوسری کی تکمیل ہیں۔ خواہ حاجت ضروری ہو یا بلور برف۔

ضروری کی مثل :- سعادت اخروی ایک نعمت ہے اور اسے ایمان والوں اور حسن خلق کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت اس کے لیے ضروری ہے، اس لیے کہ اس سعادت تک رسائی ان دو کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے انسان کو وہی ملے گا جو کھائے گا اور جو دنیا میں زاد واد تیار کرے گا، وہی اسے آخرت میں ملے گا۔ اسی طرح فضاائل نفسی کو کسب علوم ضروری ہے اور تہذیب اخلاق کو صحت بدن لازم ہے۔

فائدہ :- جس حالت میں کبھی کوئی فائدہ ہوتا ہے، وہ ضروری نہیں۔ اس کی مثل یہ ہے کہ جتنی نعمتیں نفسی یا بدنی ہیں، انہیں خارجی نعمتوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ ضرورت ضروری نہیں بلکہ صرف نافع ہے۔ اگرچہ اس سے کام بہت حاصل ہوتا ہے مثلاً جاہ و مرتبہ اور لیل و عیال یہ خارجی نعمتیں ہیں۔

نکتہ :- طریق آخرت میں خارجی نعمتوں کی اس لیے ضرورت پڑتی ہے کہ یہ اسباب ہیں اور اسباب شے کے پانڈو کے قائم مقام ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعے مقصد تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے یا انہیں مثل آگ کی طرح سمجھنا چاہیے مثلاً لیل بھی طریق آخرت کی ایک نعمت ہے۔ اس سے فائدہ بھی بہت بڑا ہوتا ہے جس کے پاس ہو کھائے پینے اور

دیکر ضروریات میں اسے بے فکری ہوتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی مالک تحصیلِ علم یا کسبِ کمال چاہے اور اس کے پاس قوتِ بشری کی کوئی صورت نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ہتھیار کے بغیر جنگ کو جانے یا شکاری ہار تو اس کے پاس ہے لیکن وہ اسے اڑانا اور اس سے شکار کرنے کا طریقہ نہیں جانتا۔

خلاصہ یہ کہ اقل اس وجہ سے کوئی کام نہیں چلتا ہر وقت تلاشِ معاش اور فکرِ لباس اور دوسرے بے شمار تنگدستیوں میں جکڑ رہتا ہے۔ ذکرِ فکر نہیں کر سکتا حج و زکوٰۃ اور دوسری خیرات و صدقات سے محروم رہتا ہے۔ اگر مل و دولت کی فراوانی ہو تو تمام قباحتیں نکلیں دور ہو جاتی ہیں اور مقصد تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

فضائلِ مال :- حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح ترجمہ ”اچھا مال نیک بخت کے لیے ہے۔“ (مسندِ فردوس)

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم العول علیہ تقوی اللہ المال ”اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کے لیے بہترین مددگار مال ہے۔“

حکایت :- کسی دانشور سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا ہے؟ فرمایا دلتندی اس لیے کہ میرے نزدیک مفلس تنگدستی کی کوئی زندگی نہیں۔ سائل نے کہا کہ اس کے علاوہ اور نعمت کیا ہے؟ دانشور نے فرمایا دوسری نعمت امن و چین ہے اس لیے کہ جو ہر وقت خوفزدہ رہتا ہے اس کی کوئی زندگی نہیں۔ سائل نے پوچھا اور بتائیے؟ دانشور نے فرمایا تیسری نعمت سیرتِ سنی ہے اس لیے کہ پیار کو زندگی کا کوئی مزان نہیں۔ سائل نے کہا اور نعمت کیا ہے؟ دانشور نے فرمایا چوٹی اس لیے کہ یوڑھے کی تلخ زندگی ہے۔

ان نعمتوں کو دانشور نے نعمتیں بتایا ہے اگر یہی نعمتیں آخرت کی معین و مددگار ہوں تو بہت بڑی نعمتیں ہیں۔

نعمتوں کے متعلق احادیثِ مبارکہ :- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صبح کرے اس صل میں کہ بدنِ ہا من اور نفسِ مطمئن اور اس دن کی اسے غذا حاصل ہو تو گویا اس نے ساری دنیا حاصل کی۔ (ترمذی ابن ماجہ)

(2) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم العون علی الدین المرأة الصالحة ترجمہ ”عورت نیک دین کی اولاد کے لیے بہتر مددگار ہے۔“ (مسلم)

(3) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مات العبد انقطع عمله الا من نلت ولد صالح یدعو لہ ترجمہ ”جب انسان مرتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے جن کے ان میں ایک اولادِ صالح ہو جس کے لئے دعا کرے۔“ (مسلم شریف)

فائدہ :- اہل و عیال اور اولاد کے فوائد ہم کتبِ التکلیف میں لکھ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ کی ضرورت نہیں۔ جب کسی خوش قسمت کے بچے اور اقارب (رشتہ دار) زیادہ ہوتے ہیں تو وہ اس کے ہاتھ اور آگے کی جگہ پر ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ امور جو دین کے لیے ضروری ہوتے ہیں وہ جلد اور آسانی سے طے ہو جاتے ہیں بخلاف اس کے کہ وہ اکیلا ہو اور وہ ان کی بجا آوری میں مشغول ہو تو ذکر و فہم بھی نہ ہو سکے گا اور ضروریاتِ زندگی سے بھی

فرمانت نہ ہو سکے گی۔ جب اہل و عیال اور بچے اور رشتہ دار دین پر مصیبت و مددگار نصیبی کے تحت ہونے میں کیا شک ہے۔

انتہہ اوسکی غفرلہ :- اس فقرے سے واضح ہوا کہ امام غزالی قدس سرہ بھی منصوبہ بندی کے خلاف تھے۔ اگرچہ اس دور میں یہ تصور نہ ہو گا لیکن آپ اس کارروائی کے فوائد بیان فرما رہے ہیں جو منصوبہ بندی کے خلاف ہیں بلکہ مزید فرماتے ہیں کہ انسان عزت و جاہ کی وجہ سے اپنے نفس سے زلت اور ظلم دفع کرتا ہے جس کی ہر اہل اسلام کو ضرورت ہے کیونکہ کوئی نہ کوئی ہر کسی کا دشمن ضرور ہوتا ہے اور دین و دنیا کے امور میں روڑے اٹکانے والے بھی بکثرت ہوتے ہیں۔ اس سے انسان کی فاسد اہلی میں تشویش ہوتی ہے اور جب دل فاسد اہل نہ ہو تو کام نہ ہو گا اسی لیے اس کے لیے معلول و مددگار ضروری ہیں اور وہ ہیں بچے اور دیگر رشتہ دار وغیرہ۔ اسی لیے بزرگوں کا قول ہے کہ دین اور حکومت تمام ہیں یعنی لازم و ملزوم ہیں۔

قرآنی اشارہ :- ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض (البقرہ 251) ترجمہ کنز الایمان :- اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرتے تو ضرور زمین تباہ ہو جاتے۔

فائدہ :- قلوب کے تباہ ہونے کے تصور کا نام جاہ ہے اور اہل و دولت کے مالک ہونے کا نام دولتندی ہے جس کے قلوب تباہ ہو جاتے ہیں تو وہ لوگ اس سے لذتیں و مشتتیں دور کرنے کے لیے کمر بستہ رہتے ہیں تو جیسے بارش سے بچنے کے لیے مکان کی ممت اور سردی سے بچانے کے لیے کپڑے کی اور اہل کی حفاظت کے لیے شکاری کتے کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی انسان کو اپنے سے لذت اور لوگوں کی طرف سے مشتت دفع کرنے کے لیے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے تو اس بارہ میں لوگوں و اقارب سے بچ کر اور کون ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی منقولہ منصوبہ بندی کی تردید کے لیے ایک دلیل ہے۔

یہاں وجہ ہے کہ وہ انبیاء معلم الاسلام حکومت و سلطنت نہیں دیکھتے تھے تو بادشاہوں کی رعایت کرتے تاکہ وہ دنیوی دینی امور میں ان کے معلول و مددگار ہوں اسی لیے علماء کرام بھی سلطنت و حکومت کی لالچ سے اگرچہ پاک تھے لیکن سلاطین اور اہل حکومت کی رعایت کرتے تو وہ دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ دین کے امور میں اعانت کی وجہ سے۔

سوال :- اگر سلطنت و حکومت ایک نعمت ہے تو پھر (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کافروں نے قتل کیا تو اس وقت آپ کے پاس حکومت نہ تھی تو قتل کیا تکلیفیں برداشت فرمائیں۔ پھر مدینہ پاک میں اپنی حکومت قائم فرمائی۔ اس کے بعد روز بروز ترقی ہوتی گئی تو گویا آپ کو نعمت کی غزلوئی ہو گئی حالانکہ یہ تصور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تاباں ہے۔

جواب :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں حالتوں میں نعمتیں حاصل تھیں لیکن آپ کے ہر امر میں کئی

مکتبیں تھیں اور وہ مکتبیں کتب سیر میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

**شرف نسب و خاندان :-** ظاہر ہے کہ شرف نسب و شرف خاندان بھی ایک نعمت ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا *الانعة من قربنس* "آئمہ قریش میں ہوں گے۔" (نسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے اشرف خاندان میں پیدا ہوئے۔ (مسلم شریف) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے غلظوں کے لیے اچھی جگہ پسند کرو یعنی اچھا خاندان تلاش کرو۔ (ابن ماجہ)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا *اباکم و خضر الدنن* "خود کو گھورے گندگی کے میزے سے بچاؤ۔" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی 'میزے کی گندگی سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خوبصورت عورت جس کا خاندان اچھا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھا خاندان بھی ایک نعمت ہے۔

**ازالہ و اہم :-** اس سے یہ مراد نہیں کہ اچھے خاندان والوں کے خاتم لوگوں کے ساتھ رشتے کر بلکہ مراد ہے کہ خاندان میں جو اچھے ہوں ان سے رشتے قائم کرو مثلاً خاندان نبوت شجرہ نسب صحیح ہو (تو وہ ان سادات کاتب سادات سے ہو) وہ نہ ملیں تو ایسے آئمہ اسلام اور صلحاء و علماء سے جو علم و عمل میں اوصاف ہوں۔

**سوال :-** فضائل بدنی کی کیا ضرورت ہے؟

**جواب :-** بدن کی صحت ایک اعلیٰ نعمت ہے کہ اس کی صحت و قوت اور طویل عمری ہو تو اعلیٰ صالحہ کی فزولانی نصیب ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ افضل سادات یہ ہے کہ طاعت الہی میں انسان تکریر زندہ رہے۔

**فائدہ :-** حسن و جمال بھی نعمت ہے یا نہ اس میں تردد ہے۔ اس لیے کہ عبادت کے لیے بدن کا صحیح و سالم ہونا تو نعمت ہے لیکن بدن کا حسین و جمیل ہونا ضروری نہیں۔ ہاں اس کے لیے ایچھے ہونے میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ حسن و جمال والے کی ہر انسان عزت کرتا ہے اور آخرت کے بھی اسے وہ فائدہ نصیب ہو سکتے ہیں۔

بدن سے طالع کو نفرت اور خوبصورتی کی طرف مہلح کامیلان ہوتا ہے اس لیے گویا اسے ایک قسم کا جادو مرتب حاصل ہے کہ جس سے جو کام لے سکتا ہے تو پھر کیوں نہ ہو کہ اسے کسی نیکی کے لیے استعمال کرے۔ خوبصورتی میں اکثر نفس کی اچھلی کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ نفس میں جو نور چمکتا ہے اس کا اثر بدن پر ظاہر ہوتا ہے اکثر یہی ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن کا موافق ہو جاتا ہے۔

**علم فراست :-** فن فراست میں بدن کی ہیئت کو دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چہرہ اور آنکھ انسان کے باطن کا آئینہ ہے۔ اس سے باطن کا حال واضح ہوتا ہے اس لیے کہ انسان کے اندر کا حال بھی اس کے چہرہ اور آنکھ سے نمودار ہوتا ہے مثلاً غصہ اور غم دل میں ہوتے ہیں لیکن ان کا اثر آنکھ اور چہرہ سے محسوس ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ایسے ہونے کی نشانی ہے۔

طبیقہ :- بد شکل کی ہڈی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ بد صورت ہے۔

حکایت :- مامون الرشید (خلیفہ عباسی) کی فوج میں کچھ لوگ بھرتی ہو رہے تھے۔ ان میں ایک بد شکل بھی لایا گیا۔ اس نے خلیفہ سے گفتگو کی تو اس کی زبان میں بھی لکنت تھی۔ خلیفہ نے کہا اس کا نام فرست میں سے رکھ دو، اس لیے کہ روح کی چمک کا اثر بدن پر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اس کی چمک باطن پر پڑے تو فصاحت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس بچہ کے کاغذ ظاہر درست ہے، نہ باطن۔

حسن و جمال کی اصطلاح :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اطلبوا الخیر عند حسن الوجوه "حسین چہروں سے خیر و بھلائی طلب کرو۔"

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم کہیں قاصد بھیجو تو خوبصورت اور ایسے نام کا تلاش کر کے بھیجو۔ مسئلہ :- فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جب امانت کے لیے آئمہ ہر کیفیت میں برابر ہوں تو پھر اسے امام بنانا جو خوبصورت ہو۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں فرمایا وزادہ بسطة فی العلم و الجسم (البقرہ 247) ترجمہ کنز الایمان: اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جمیل و بحب الجمال "اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔"

ازالہ دہم :- ہماری مراد جمال سے وہ شے جو محرک شہوت ہے۔ بنیاد حسن و جمال عورتوں کا ہے (وہ محرک شہوت ہے) ہماری مراد جمال سے یہ ہے کہ انسان درمیانہ قد اور سیدھا اور گوشت میں مستقل اعضاء چہرہ کا عنوان بھی موزوں ہو کہ دیکھنے میں لوگوں کو غرور نہ ہو۔

سوال :- آپ کی مذکورہ بالا طویل تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مل و جملہ اور نسب و اہل و عیال اور آل اولاد سب نعمت میں داخل ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے۔

ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروہم (التھان 14) ترجمہ کنز الایمان: تمہاری کچھ بی بیوں اور بیٹے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔

انما اموالکم و اولادکم فتنہ (التھان 15) تمہارے مال اور تمہارے بیٹے جلافتی ہیں۔

اصلاح مبارکہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی مذمت فرمائی ہے اور علماء کرام بھی انہیں مذموم فرماتے ہیں۔

ملفوظ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ ابائے اہل



ہیں۔ اعلیٰ اچھے تو وہ اچھے 'وہ برے تو یہ بھی برے۔ بعض اکابر کا فریق ہے کہ انسان ذاتی طور پر اچھا ہوتا ہے نہ کہ حسب و نسب اور ملی پاپ سے۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب یہ جلا وطن اور نسب کا یہ مل ہے تو پھر یہ چیزیں نعمت کیسے ہوں گی؟

جواب :- جو شخص علوم تو پڑھے لیکن اس کی نظر صرف الفاظ کے ظاہر پر رہے تو وہ گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسے اہل ظنور ہر دور سابق میں اور وہابی فرقہ دور حاضر میں) علم پڑھنے کے بعد جب تک نور الہی سے بدایت نہ پائے، صحیح راستہ نصیب نہ ہوگا۔ جب اس طرح کی ہدایت نصیب ہو جائے تو پھر ظاہر کو اس پر 'مطلق کرے' قبول کرے یا تخصیص سے جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جن امور (ملی، کالی، لولہ و اعزہ اقدار) کو نعمت کہا گیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ اشیاء دین پر معین و مددگار ہوں اور آخرت میں فائدہ پہنچائیں۔ اگر ملی وغیرہ آخرت کے لیے مفید و معین نہ ہوں تو پھر انہیں مستط سے بھی زیادہ زہر بنا تصور کرنا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ امور تریاق کے بھی ہیں اور زہر بھی۔ جیسے مستط کہ جو کوئی مستط کے پکڑنے کا منتظر جاتا ہے اور اس کے زہر سے تنجے کی ترکیب بھی معلوم ہے اور تریاق کے نکالنے کی تدبیر کا بھی ماہر ہے تو اس کے لیے مستط پکڑنا نعمت ہے لیکن اگر کوئی بے خبر جہل اسے پکڑے گا تو اس کے لیے عظیم مصیبت ہوگی۔

مثلاً :- مل کی مثل مستط کی سمجھ لی تو اس کی وہ سری مثل سمندر کی ہے کہ جس کی گمراہی میں بہترین قسم کے جواہر اور موتی ہیں تو جو شخص تیراک ہے اور قوط تہی جاتا ہے اور اسے سمندر اور دریا کی آفت و بلیات کی مہارت ہے کہ ان سے آسانی سے بچ سکتا ہے تو ایسے ماہر کو سمندر سے اعلیٰ نعمتیں یعنی جواہر اور ہیرے ملیں گے۔ اگر کوئی سمندر اور دریا کی تیراکی نہیں جانتا تو اسے سوائے ڈوب مرنے کے چارہ نہ ہوگا۔

خلاصہ جواب :- جب ان نعمتوں کے وجود کا یقین ہے تو اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور اسے (مل و قیرو) کو خیر سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تقریر میں گزرا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے لیے مل عمدہ مددگار ہے۔ اسی طرح عزت و جلا کی بھی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا کہ اس کی وجہ سے آپ کا دین تمام لوہان پر غالب رہا اور مخلوق کے دلوں میں آپ کو محبوب بنایا اور جلا و عزت سے بھی یہی غرض و غلب ہوئی ہے۔

فائدہ :- یہ یاد رکھو کہ ان اشیاء (مل و عزت و قیرو) کی اللہ تعالیٰ نے مدح کم فرمائی ہے لیکن خدمت بہت زیادہ مثلاً جنہں زیادہ کی خدمت کی ہے 'وہاں جلا ملی کی بھی خدمت فرمائی ہے' اس لیے جلا ملی میں یہ متفہد ہوتا ہے کہ ملک اس کے تابع ہوں۔ یہی زیادہ کی خدمت ہے۔

نکتہ :- ان چیزوں (جلا و قیرو) کی مدح کی وقت اور خدمت کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ مل (جو مستط کی

طرح ہے) کا منتر نہیں جانتے۔ ایسے ہی جاہ طلبی کے سمندر میں غوطہ لگانے کا طریقہ بھی نہیں جانتے تو اس لیے عوام کو اس سے ڈرانا ضروری ہوا۔ اس لیے کہ تریاق کے حصول سے پہلے ہی انہیں مل (سانپ) کا زہر مار سٹائے گا۔ ایسے ہی جاہ طلبی کے خواہر عوام کو آگاہی نہیں اس لیے کہ وہ اس کی مہجوں میں گھر کر جاہ ہو جاتے ہیں۔

شہنشاہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- اگر مل و جاہ وغیرہ مطلقاً ضرر و مصلیٰ ہوتے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا بہت بڑا جاہ و جلال نصیب نہ ہوتا اور نہ ہی سیدنا سلیمان علیہ السلام کو مملکت ملتی۔ ثابت ہوا کہ جن کامل بچوں کی طرح کمزور ہے وہ ان (مل و جاہ وغیرہ) کے لائق نہیں اور جن کامل انبیاء معکم السلام کی طرح مضبوط ہے ان کے مل و جاہ میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ حضرات مل (سانپ) کے منتر کے واقف بلکہ عارف کامل ہیں جس کو زہر (سانپ مل) کا منتر معلوم ہے اسے مل و جاہ ضرر نہ دیں گے اور جسے معلوم نہیں اسے ان سے زبردست نقصان ہوگا۔

مثلاً :- کسی منتر و ان کو کسی بچے سے پیار ہو جس کے لیے وہ چاہتا ہے کہ یہ بچہ زندگی میں پھلے پھولے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں سانپ کو تریاق کے لیے پکڑوں تو یہ بچہ محض کھلی قماش سمجھ کر اسے پکڑے گا تو مارا جائے گا۔ اس لیے وہ سانپ کو اس کے سامنے نہیں پکڑتا اس سے اس کی دو غرضیں ہیں :- (1) سانپ سے تریاق نکالتا (2) بچے کی حفاظت جان۔ ان دونوں غرضوں کا موازنہ کیجئے کہ سانپ پکڑنے سے تریاق جیسی قیمتی شے ملتی ہے لیکن نہ پکڑنے میں بچے کی قیمتی جان محفوظ ہوتی ہے۔ اب سمجھاؤ تو یہی کرے گا کہ بچے کی قیمتی جان بچانے کے لیے زہریلے سانپ سے خود بھی بھاگے اور بچے کو بھی اس سے بہت دور رکھے کہ بلکہ اسے ڈراوے کہ خبردار اس سانپ کے قریب بھی نہ پانا کہ اس کا زہر قاتل تیری جان لے لے گا۔ یہ خود اگرچہ چاہتا ہے کہ سانپ میں تریاق بھی ہے لیکن بچے سے اس کا ذکر تک نہ کرے گا کہ کہیں وہ بے خبری میں تریاق کی لالچ میں تباہ نہ ہو جائے۔

فائدہ :- اگر عوام کے لیے کسب مل کی اجازت دی جاتی اور اسے بند رکھنے کی رغبت دلائی جاتی تو گویا ان لوگوں کو زہر کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ دنیا کی خدمت اس لیے ہے کہ وہ زہر ہے اور اس کے تریاق سے بجا واقفیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے جمع کرنا اور اس کی زیادتی کا حرص مذموم امر ہے کیونکہ اس کے جمع کرنے اور زیادہ ہونے سے دنیا کی رغبت اور اس کا میلان ثابت ہوتا ہے۔ ہاں بقدر کفایت مل حاصل کرنے سے ضروریات میں خرچ کرنا برا نہیں۔ مسافر کے لیے ہر کوئی یہی کہے گا کہ وہ زہر راہ بقدر کفایت ساتھ لے جائے۔ اتنا زیادہ نہ ہو کہ بوجھ بھروس ہو۔ اسی طرح اس کا یہ خیال ہو کہ سفر میں اپنے اسباب و دفعہ پر خرچ کرے گا تو زیادہ زادہ لے جانے میں حرج نہیں۔

سوال :- حدیث شریف میں ہے کہ دنیا میں تمہارا اتنا توشہ و سلان ہو جتنا سوار کا یعنی وہ سواری کے احساس میں تو زائد سلان ساتھ لے کر جاتا ہے تو ایسے ہی دنیا میں توشہ اور سلان تھوڑا ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا میں

جواب :- اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے لیے اتنا سلمان ہو کہ کفایت کر سکے۔ اگر دوسروں کی سرپرستہ داری ہے تو ان کی ضرورت کے لیے زیادہ مل ہو تو کوئی حرج نہیں۔

جیسے ہم نے کہا اس حدیث کے راویوں کے حالات میں مذکور ہے کہ وہ زائد از ضرورت اگر لاکھ روپیہ مل جاتا تو لے لیتے لیکن اسے اسی جگہ خرچ دیتے۔ ایک نئی ہی بھی اپنے پاس نہ رکھے۔

حکایت :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ دولت مند جنت میں بٹھل جائے گا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "میرے پاس بٹھنا مل ہے" وہ سب راہ خدا عزوجل میں لٹاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں فرماتے کہ وہ اس مال سے غریبوں کو کھانا کھلائیں اور مساکین کو کپڑے خرید کر دیں اور مہمان نوازی کریں۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی نعمتوں میں دوا کے ساتھ مرض اور نفق کے ساتھ ضرر ضرور ہوتا ہے اس کا خیال ضروری ہے۔

فائدہ :- جسے اپنی بصیرت اور مکمل معرفت پر اعتماد ہو اسے چاہیے کہ دنیا و دولت سے اتنا اپنے پاس رکھے بٹھانا پار کہ دوا کے جس سے بیماری سے بچاؤ ہو اور جسے اعتماد نہ ہو اسے اس سے علیحدگی اور گریز ضروری ہے اور یہ نہایت خوفناک امر ہے اس سے بچ کر دنیا بھر ہے۔ عموماً تو دنیا و دولت میں پھنسے ہوئے ہیں 'ہل وہ محفوظ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بچائے۔ کیا لوگ ارباب بصیرت ہیں۔

صحت قسم 4 :- یہ نعمت تو فیقی کہلاتی ہے۔ اس نعمت کی ضرورت کس طرح ہوتی ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ نعمت تو فیقی کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ (توفیق) کا معنی ہے کہ بندے اور قضا و قدر کا موافق ہونا اس میں خیر و شر اور سعادت و شقاوت دونوں شامل ہیں لیکن عوام میں یہ مشہور ہے قضا و قدر کا خیر و سعادت میں موافق ہونا اس کی عرف عام ہے جیسے اللہ نعمت میں میاں اور اصطلاح شرع میں وہ خاص میاں جو صدق سے منہ موڑ کر بطلان کی طرف ہو اسے ارتداد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے لغت میں معنی ہیں پھرنا اور اصطلاح شرع میں حق سے پھر جائے اس سے واضح ہوا کہ توفیق کی اشد ضرورت ہے۔

ہدایت :- وہ فضل ہے کہ اس کے بغیر کوئی بھی سعادت کا طالب نہیں ہو سکتا اسی لیے بعض اوقات انسان کا ارادہ اس طرف ہوا کرتا ہے کہ جس میں اس کا آخرت میں بھلا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو شر و قتل کو اپنے لیے بہتر سمجھ لیتے ہیں تو اگر ارادہ سے کام لے کر وہ ایسے غلط طریقہ کو اختیار نہ کرتے۔ ارادہ و قدرت اور اسباب کا ہدایت کے بغیر کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے رینا اللہ اعطی کل شئ خلقہ ثم ہدی (طہ 50)

ترجمہ کنزالایمان: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته ما زکی منکم من احد ابداً ولكن اللہ بزکی من یشاء (النور 21) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی تمہیں ستمرا نہ ہو سکتا تھا اللہ ستمرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی داخل ہوگا۔ اس حدیث شریف میں رحمت سے ہدایت مراد ہے۔

ذکورہ بالا حدیث شریف میں لڑھکے کرام نے عرض کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گا۔

ہدایت کے درجات :- ہدایت کے تین درجات ہیں۔ (1) خیر و شر کا راستہ بتانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وھدیناہم (البقرہ 10) ترجمہ کنزالایمان: اور اے دو بھری چیزوں کی راہ بتائی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تمام بندوں پر ہے۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے راہ بتائی اس کے ساتھ عقل کہ اس نے خیر و شر کو عقل سے سمجھا اور بعض کو ہدایت بخشی۔ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ جلیلہ سے۔ چنانچہ فرمایا واما نوح و ابراہیم و اسماء علیہم السلام علی الہدی (البقرہ 17) ترجمہ کنزالایمان: اور اے نوح و اسماء ہم نے راہ دکھائی تو انہوں نے سوچنے پر اندھے ہونے کو پسند کیا۔ اس ہدایت کے اسباب انبیاء علیہم السلام اور کتب الہی اور عقل کی بصیرت اور اس سے کسی کو روک نہیں۔ ہاں اس دلو سے وہ رکتا ہے جس میں حسد و کبر اور حب دنیا ہے اور ایسے لوازم کہ جن سے دل اندھے ہو جائیں۔ اگرچہ وہ ظاہری آنکھیں بھی رکھتے ہوں۔ ذکورہ امور والے لوگ علوتاً کسی چیز سے باز ہوں اور اسے اچھا جانیں تو وہ مسطور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خبر دی۔ چنانچہ فرمایا انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی امانہم مغفلون (الرعرع 23) ترجمہ کنزالایمان: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی گفیر کے پیچھے ہیں۔ اور کبر و حسد والوں کی خبر ان آیات میں دی ہے۔

وفاوالو لولا نزل هذا القرآن علی رجل من الغریشین عظیم (الرعرع 31) ترجمہ کنزالایمان: اور بولے گیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو مشوں کے کسی بڑے آدمی پر۔

یہ امراض (حسد کبر) دل کو اندھا کر دیتے ہیں اس لیے وہ عمارے سیدھے راستے پر نہیں آسکتے۔

ذکورہ بالا ہدایت عام کے بعد ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ہر عمل میں مدد فرماتا ہے جس سے مجاہدہ کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا والذین جاهدوا فینا لنھدینہم سبیلنا (العنکبوت 69) ترجمہ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ اس اہمیت میں ہدایت سے یہی دوسرا درجہ مراد ہے نیز اس ہدایت کے مطلق فرمانا ہے والذین امنوا فادھم ھدی (محمد 24) ترجمہ کنزالایمان: اور

نہوں نے وہ اپنی اللہ نے ان کی ہدایت۔

یہ دوسرے درجے کے بعد ہے۔ یہ ایک نور ہے جو کل ہدایت کے بعد عالم ثبوت و دلالت میں چمکتا ہے۔ اس کی وجہ سے صاحب ہدایت کو وہ باتیں سامنے آتی ہیں جن میں عقل کی رسائی نہیں۔ اس پر ہی لو امر و نہی اور اسکا تحصیل علوم کا وار و مدار ہے۔ اسی کا نام ہدایت مطلقہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی جملہ ہدایات اس کا مقدمہ و تمہید ہیں۔ یہ وہی درجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اگرچہ نور ہدایات بھی اس کی طرف منسوب ہیں لیکن اسے ایک خصوصیت حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں۔ خود فرماتا ہے قل ان ھدی اللہ ھو الھدی (البقرہ 120) ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ کی ہدایت ہدایت ہے۔ اسی کا نام حیات بھی ہے جسے اللہ عزوجل نے دوسری آیت میں بتایا کہ او من کان مبنا فاحیناہ وجعلناہ نور بمشی بہ فی الناس (الانعام 122) ترجمہ کنزالایمان: اور کیا وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کردیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے۔ افسوس شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ (الرحمہ 22) ترجمہ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سید اللہ نے اسلام کرے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ اس آیت میں بھی یہی ہدایت مراد ہے۔

ارشاد بہ اس سے ہماری مراد اللہ تعالیٰ کی وہ علمیت ہے جو انسان کو اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہونے کے لیے مدد کرتی ہے یعنی اگر مقصد مذکور میں اس کی مجتہی ہوتی ہے تو اسے وہ قوت دیتی ہے۔ اگر وہ اس کے لیے برائی ہوتی ہے تو وہ اس سے اسے روک دیتی ہے لیکن یہ ایک امر باطنی ہے جسے ظاہر سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد آتینا ابراہیم رشداً من قبل وکننا بہ عالمین (الانبیاء 51) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے اس کی نیک و نیک و عطا کردی اور ہم اس سے تجوہار تھے۔ خلاصہ یہ کہ رشد اس ہدایت کو کہتے ہیں جو سہولت کی طرف کا موجب محرک ہو۔

مثال 1:- کوئی بچہ اس حالت میں بالغ ہو کہ وہ طریق تجارت اور مل و دولت کو بڑھانے کے طریقوں کا ماہر ہو لیکن فضول خرچ بھی ہو۔ مل و دولت کو بڑھانے کی مہارت کے باوجود مل و دولت کو بڑھانے کا اسے ارادہ نہ ہو تو اسے رشد نہ کہیں گے۔ اگرچہ وہ خیر و شر کا طریقہ جانتا ہے لیکن چونکہ اس کی ہدایت ناقص ہے کہ اس کے ارادہ کو متحرک نہیں کرتی، اسی وجہ سے وہ رشد نہ ہو۔

مثال 2:- اسی طرح کوئی محض معزز پر عمل جرات کرے تو ایسے شخص کو اگر ہدایت بھی حاصل ہو اور اسے جہل سے بھی امتیاز حاصل ہے چونکہ وہ بیمار ضرور رہے گا جس کو ہم اس شخص کے لیے کہیں گے کہ اسے رشد حاصل نہیں ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف اہل کے طریقوں پر ہدایت کی بہ نسبت رشد کو زیادہ کل ہے اور یہ نعمت بھی عظیم ہے۔

تسدید پاسداری۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بندے کو مطلوب کی طرف متوجہ کیا جائے اور اس پر وہ حرکات آسان کر دتا جو طریق صواب پر بہت جلد مضبوط ہو جائے جیسے صرف ہدایت سے کام نہیں چلتا اور رشد کی ضرورت رہتی ہے کہ یہی ارادہ کی محرک ہے۔ اسی طرح رشد بھی ناگانی ہے جب تک کہ حرکات کی آسانی حاصل نہ ہو اور وہ اعضاء کی موافقت اور آلات کی صحت کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ اس وقت تک ہو جب کہ مقصد و مراد حاصل ہو۔ خلاصہ یہ کہ شے کے حلقہ بنانا اور اس کی شناخت کرا دینے کا نام ہدایت ہے اور ارادہ کو حرکت کے لیے متنبہ اور تیار کرنا رشد ہے اور راہ حق کی طرف اعضاء کی حرکت کا مدد دینا تسدید (دوسدا) ہے۔

تائید۔ یہ ان سب کی جامع ہے یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ بندے کو باطن میں بصیرت کی وجہ سے قوت دینا اور ظاہر میں باعث موافقت اسباب لوازم کے مدد کرنا اس آیت میں بھی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا بدنک بروح القدس (الناسخہ 110) ترجمہ کنزالایمان: جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی۔ عصمت تائید کے قریب ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ سالک کے دل میں وہ حمایت پہلی نصیب ہو جس کی وجہ سے وہ جرات سے احکام کرنے پر قادر ہو گویا کوئی روکنے والا اس کے اندر موجود ہے جسے بظاہر مظلوم نہیں کیا جاسکے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ولقد یتمم بہ وہم بہ لولا ان رای پرمان رہ (یوسف 24) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

کلی طور پر یہی نعمتیں ہیں اور جب یہ تمام کسی خوش قسمت انسان میں جمع ہوتی ہیں جسے اللہ تعالیٰ قسم صاف اور تیز اور گوش ہوش بخوش اور دل بصیرت سے لبریز اور دیگر اعلیٰ اسباب سے نوازتا ہے کہ وہ کسی کی کے باعث مسلت و ضروریات سے قاصر ہو اور نہ کثرت اسباب اسے مانع اشتغال دینی ہوں اور وہ باعزت ہوتا ہے جو امتقون اور جابلوں کی حالت و جہالت اور ظلم بعداء سے محفوظ رہتا ہے۔

مذکورہ بالا 16 اسباب میں سے ہر ایک خود اسباب بپار کی غالب ہے۔ پھر ان اسباب کے لیے اور اسباب چاہئیں پہلی تک کہ یہ سلسلہ سبب الاسباب تک ختم ہو چکے وہ اسباب بہت طویل و کثیر ہیں جنہیں اس کتاب (احیاء العلوم) میں بیان کرنا ممکن نہیں اسے بطور نمونہ ہم کچھ یہاں لکھ دیتے ہیں تاکہ اس سے آیت وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (ابراہیم 34) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو۔ کا مطلب سمجھ میں آسکے۔

نعمت ہائے خداوندی عزوجل ان گنت اور مسلسل ہیں :- ہم نے اوپر تمام نعمتوں کو سولہ قسموں پر منقسم کیا ہے اور تدرستی بھی منقسم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور یہ ہے بھی تمام مراتب میں سے نچلے مرتبہ کی۔ اگر صرف اسی نعمت کے اسباب ہم لکھتا چاہیں تو بھی ناممکن ہے۔ یاد رہے کہ تدرستی کے اسباب میں سے ایک سبب کھانا بھی ہے۔ اس کے وہ لوازم جن سے کھانے کی نعمت عمل ہوتی ہے، پند مخضر سے ہم لکھ دیتے ہیں تاکہ شے نمونہ از خود اے ہو۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو اس قسم کا فعل ہوتا ہے اسے حرکت لازم ہے اور ہر ایک حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضروری ہے۔ جو آلہ حرکت پر قدرت دے اس کے لیے بھی ارادہ شرط ہے اور ہر انسان کو اپنی مراد کا علم و اوراک بھی چاہیے۔ پھر کھانے کے لیے غذا کے اجزاء لازمی ہیں اور غذا کے لیے کوئی ایسی شے ضروری ہے جس سے غذا حاصل ہو۔ پھر اس غذا کو بنانے والا بھی چاہیے جو اسے صحیح طریق سے بنائے۔ ان وجود میں سب سے پہلے ہم اوراک کے اسباب بتائیں گے۔ اس کے بعد ارادہ کے اسباب پھر اسباب قدرت پھر اسباب غذا۔ ان چاروں کو ہم یہاں اشارتاً و مجملہ بیان کرتے ہیں تفصیلی بیان کی محتاجات نہیں۔ چونکہ اس بیان میں چند اشیاء کا ذکر ہے اسی لیے اس کے آٹھ نکات مقرر کیے گئے ہیں۔

اسباب اوراک :- اللہ تعالیٰ نے پھر اعلیٰ الوہا تانبہ اور تمام جواہرات سے نباتات کو کامل تر بنایا ہے۔ اس لیے کہ وہ پڑھتے نہیں اور نباتات پڑھتی ہیں نیز اس میں قوت غذا ہے اور یہ انسانی غذا ان کھیتوں کی رنگوں اور جڑوں میں قوت غذائیہ ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ جڑیں زمین کے اندر ہوتی ہیں لیکن کھیتوں کے آلات یہی ہیں۔ انہی کے ذریعے کھیت غذائیت جذب کرتی ہیں۔ کھیتوں کی رگیں پہلے ہارک ہوتی ہیں جو پتوں میں محسوس ہوتی ہیں پھر ان کی جڑیں موٹی ہو کر پھیلنے لگتی ہیں۔ پھر موٹی رگوں میں سے چلی رگیں نکھرتی ہیں۔ پھر وہی پتلی رگیں پتوں میں گم ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ نظر بھی نہیں آتیں۔

یاد رکھو کہ نباتات میں یہ مکمل ہے مگر پھر بھی وہ ناقص ہے۔ اس لیے کہ کھیتوں کا لازمی امر ہے کہ اگر کھیتی کو اپنی غذا اس کی جڑ کو نہ پہنچے گی اور ان کی رگوں کو متصل نہ ہوگی تو کھیتی سوکھ جائے گی۔ کھیتی کو یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی غذا کہیں سے تلاش کرے اس لیے کہ حلاش کے لیے وہ جڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۱) شے مطلوب کا علم۔ (۲) مطلوب تک پہنچنا۔ نباتات (کھیتیں) ان دونوں سے عاجز ہیں۔ انسان سمجھے تو یہ نعمت صرف اسے نصیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غذا کی تلاش کے لیے اس میں غذا علم اور آلات حرکت برائے تحصیل پیدا فرمائے ہیں۔

حواں خمسہ کی ترتیب میں حکمت :- یاد رہے کہ جملہ حواں آلہ اوراک ہیں۔ حواں خمسہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ جب انسان پر آتش سوزن اور تیغ برقی گرے تو وہ اسے محسوس کر سکے۔ جب اسے اس کا احساس ہو تو وہ اس سے دور ہو جائے۔ یہ حس حیوان (انسان وغیر انسان) میں تمام حواں سے پہلے پیدا ہوتی ہے۔ یہ حس نہ ہو تو حیوان کا وجود کالعدم ہے۔

حس کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ شے بدن کو چھوئے تو اسے فوراً محسوس ہو اس لیے کہ دور والی شے کو معلوم کرنا وہ کامل حس کا کام ہے اور یہ ناقص حس ہر حیوان میں ملتی ہے یہاں تک کہ کچھوے میں بھی کہ جب سوئی اس کے بدن پر لگتی جائے تو وہ بچھا کر دے ہوئے فوراً ستر جاتا ہے۔ پہلی نباتات میں یہ حس نہیں یہاں تک کہ اسے کاٹ جائے تب بھی وہ نہیں سترتی اس لیے کہ اسے اپنے کٹنے کا علم نہیں نیز انسان میں اگر صرف یہی قوت ہوتی

تو وہ کپڑے کی طرح ناقص ہو تاکہ دور سے غذا تلاش نہ کر سکا بلکہ جو شے اس کے بدن کو لگتی، وہ اسے اپنی طرف کھینچ لیتا، اس لیے کہ انسان کو ایک اور حس کی ضرورت ہوتی جس سے اسے دور کی چیز معلوم ہو سکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان میں قوتِ شامہ پیدا فرمائی کہ اس سے انسان کو شے کی بو معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے اسے معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ بو کہاں سے آئی۔ اگر انسان میں صرف قوتِ شامہ ہوتی تو چار سو پھر رہتا۔ یہاں تک کہ بو دہلی شے تک پہنچ جاتا۔

قوتِ شامہ کے باوجود پھر بھی انسان ناقص رہتا۔ جب تک اسے قوتِ بینائی نصیب نہ ہوتی یہ قوت اللہ تعالیٰ نے انسان میں اس لیے پیدا فرمائی تاکہ مطلوبہ شے تک پہنچ جائے۔ قوتِ بینائی کے باوجود پھر بھی انسان ناقص رہتا کیونکہ بینائی کے باوجود یہ دیواروں اور پردوں کے پیچھے والی اشیاء کو نہیں جان سکتا۔ اس کی غذا کسی آڑ میں چھپی ہو تو وہ اس سے بے خبر ہوگا۔ اس کا دشمن اس کی گھات میں ہو تو اسے معلوم نہیں کر سکتا۔ دشمن سر پر چڑھ آئے جب تک نہ دیکھے، اس سے بھاگ نہیں سکتا، اسی لیے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کان پیدا فرمائے اور اسے قوتِ سامعہ عطا فرمائی جس سے دیواروں اور پردوں کے پار کی باتیں سنے۔ اس لیے کہ آنکھ تو صرف سامنے والی چیزوں کو دیکھ سکتی ہے کیونکہ غائب کا محل بغیر آواز سننے کے معلوم نہیں ہو سکتا، اسی لیے قوتِ سامعہ پیدا کی گئی اور اس میں سمجھنے کی قوت رکھی گئی۔ اس طرح سے حضرت انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوا۔ اس کے باوجود کہ انسان کو تمام حواس حاصل ہیں لیکن اب بھی ناقص ہے جب تک کہ اسے قوتِ ذائقہ نصیب نہ ہو، اس لیے کہ غذا کے حصول کے بعد انسان کو کیا پتہ کہ یہ غذا موافق ہے یا ناموافق، اس میں کوئی شے تو نہیں کہ کھاتے ہی مر جائے یہ درخت کی طرح ہے کہ جو نئی سیال شے اس کی جڑ میں پہنچے، وہ اسے کھینچ لیتا ہے حالانکہ بعض درخت کو معر ہو جاتی ہیں کہ اس کی جڑ میں پہنچ کر اسے نقصان دیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ سوکھ جاتا ہے، اسی لیے حضرت انسان اس سے بھی ممتاز ہے کہ وہ شے قوتِ ذائقہ سے شے کے ضرر و نفع سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

حسِ مشترک :- انسان کو حواسِ شمس کی عطا کے باوجود پھر بھی حسِ مشترک کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ حس انسان کے دماغ سے اگلے حصہ میں جمع رہتے ہیں۔ اگر ان میں حسِ مشترک نہ ہوتی تو وہ سخت مشکل میں پڑا رہتا۔

مثلاً :- حسِ مشترک کی ضرورت یوں ہے کہ کوئی شخص مثلاً کوئی زرد رنگ کی شے کھائے اور وہ اسے ناموافق دے تو وہ پھر جب بھی کوئی زرد شے دیکھے گا، نہیں کھائے گا لیکن اگر وہ اسے کھائے تو ابھی محسوس ہو تو پھر وہ پہلے والا غلط فہم جائے گا دیکھنے سے شے صرف آنکھ کے دیکھنے سے زرد تو نظر آئی لیکن اس کے ضرر و نقصان کی خبر قوتِ ذائقہ نے دی اور یوں یہ دونوں قوتیں علیحدہ علیحدہ کام نہیں کر سکتی تھیں۔ جب تک دونوں جمع نہ ہوئیں، یہی حسِ مشترک ہے کہ اس سے زرد شے کا نظر تھا اور اس قوتِ ذائقہ سے دیکھنے کے بعد موافق و ناموافق سے باخبر ہونا حسِ مشترک سے حاصل ہے۔



حواس خمسہ مع حس مشترک ہر حیوان میں ہیں۔ انسان ہو یا غیر انسان مثلاً بکری کو دیکھنے اس میں یہ تمام حواس مع حس مشترک موجود ہیں۔

**فعلت عقل** :- حواس خمسہ مع حس مشترک کے باوجود پھر بھی ایک اور شے کی ضرورت ہے جو صرف اور صرف حضرت انسان کو نصیب ہے۔ وہ ہے عقل ورنہ حواس خمسہ اور حس مشترک کے باوجود حیوان کو اپنی حواسی تدبیر کی تدبیر نہیں ہے۔ حیوان کو حیلے سے گرفتار کیا جائے گا کوئی حیوان خود کو ضرر رساں شے سے بچنے کی تدبیر نہیں رکھتا۔ بعض اوقات حیوان کنویں میں گر جاتے ہیں، گرتے وقت اسے یہ خیال نہیں آتا کہ اس میں گر کر مر جاؤں گا۔ حیوانیت بہت سی ایسی چیزیں کھا لیتے ہیں جن سے وہ مر جاتے ہیں۔ انہیں خیال نہ تھا کہ ان کے کھانے سے مر جائیں گے۔ یہ حضرت انسان کا خاصہ ہے کہ اس میں اللہ عزوجل نے عقل پیدا فرمائی، اس لیے وہ نفع و نقصان کو سمجھتا ہے۔ اس طرح اپنی غذا پکانا اسے مرکب کرے تیار کرنا اور غذا کے اسباب صیا کرنا وغیرہ وغیرہ سب کچھ جانتا ہے تو عقل سے جانتا ہے تو غذا کے معاملہ میں جو انسان کو تندرستی کا سبب ہے، اتنا عقل کافی ہے مگر انسان عقل کا یہ ادنیٰ فائدہ ہے۔ یہ اس کی ایک حکمت ہے۔ عقل کی سب سے بڑی اور چوٹی کی حکمت ہے، معرفت الہی عزوجل۔

**حواس انسانی کی حکمتیں** :- عقل میں اپنی حکمت یہی ہے کہ اس سے معرفت ذات حق اور اس کی صفات کا جاننا نصیب ہوتا ہے۔ اس حس سے دیگر حواس خمسہ کا فائدہ اور بڑھ گیا۔ وہ یہ کہ حواس خمسہ انسان میں بمنزلہ جاسوسوں اور خبر رسالوں کے ہیں جنہیں سلطنت کے اطراف میں بادشاہوں کی طرف سے معزز کیے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد کیا جاتا ہے مثلاً آنکھ کو رنگوں کی خبر اور کان کو آوازوں کا علم اور ناک کو خوشبو کی خبر اور قوت ذائقہ کو چکھنے کا یہ اور قوت لامہ کو گرمی، سردی، سختی اور نرمی اور ہمواری و تابواری کی خبر پر متعین کیا جاتا ہے اور تمام جاسوس انسانی سلطنت کے اطراف کی خبریں لے کر حس مشترک میں جمع ہوتے ہیں اور اپنی تمام خبریں اس کے حوالے کر دیتے ہیں اور یہ حس مشترک دماغ کے صدر دروازہ پر بیٹھا ہوا ہے جیسے دربان بادشاہوں کے دروازوں پر ہوتے ہیں کہ جو بھی بیرون سلطنت سے اخبار و حالات آئیں، وہ بادشاہ کو جا کر سن و عن سنادیں۔ صرف اتنا ہی دربانوں کو اختیار ہوتا ہے۔ اس بڑھ کر ان کا اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ یہی تک کہ وہ لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ انہیں اندرونی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یونہی حس مشترک کا عمل ہے کہ وہ حواس خمسہ کی جملہ خبریں دل کو جسم میں بمنزلہ امیر سلطنت کے لیے پہنچا دیتا ہے۔ مگر کسی کا دل بیدار ہوتا ہے تو وہ تمام آئی ہوئی خبروں کی تفتیش و تحقیق کرتا ہے۔ ان میں سے حق اخبار مملکت کے متعلق اسرار و رموز سمجھ کر رعایا پر انکام مند فرماتا ہے۔ اس کا منسل بیان یہی حسی ہو سکتا۔

**لشکر قلب** :- حس مشترک نے اخبار قلب کے حوالے کیے تو اس نے اسرار مملکت کی مناسبت پر اعضاء (جو اس کے بمنزلہ لشکر کے ہیں) کو حکم فرمایا ہے۔ کبھی کسی شے کی تلاش کے لیے کبھی کسی شے سے اجرام کے لیے اور کبھی

تمام تدبیرات کے لیے جو کہ اسے آگے چل کر پیش آئیں گی وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کی ادواک کی نعمتوں میں اس طرح کا انتظام ہے جو ہم نے اختصار کے طور پر عرض کیا ہے اور یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اوپر کا بیان مفصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کچھ تفصیل کی جائے تو بھی اس کے لیے رفتار چاہیے۔

حواص باطن :- اوپر کا بیان بھی صرف حواص ظاہرہ کا تھا اور وہ حواص باطن جو اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ اور ہم انہیں پہچانیں تو مضمون مکمل سے مکمل تک پہنچے۔ یہاں انہی حواص ظاہرہ کے حلقے مختصر سے جھلک دیکھئے۔ وہ یہ کہ مثلاً حس باصرہ (بینائی) ہے اس کے لیے آنکھ ایک آلہ ہے اور اس میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں دس مختلف طبقات ہیں جس سے یہ آلہ (آنکھ) تیار ہوئی ہے۔ بعض رطوبت ہیں، بعض پردے ہیں اور ان پردوں میں بعض ککڑی کے سے جالے ہیں۔ بعض رحم کی جھلی کی طرح ہیں اور رطوبتوں میں سے بعض انڈے کی سفیدی جیسے ہیں اور بعض برف کی مانند ہیں اور ان دسوں طبقات میں سے ہر ایک کے لیے ایک صفت (صورت اور خاص عرض (گولائی) ہے جس کی ایک خصوصی بناوت ہے۔ ان دسوں میں اگر کسی ایک میں بھی خلل آجائے یا کسی صفت میں قصور واقع ہو تو تمام اعضاء و اعضاء اس کے علاج سے عاجز آجائیں۔

ورس عبرت :- غور فرمائیے کہ جب ہر ایک حس (قوت بینائی) کا یہ حل ہے تو دوسری حواص کا کیا حل ہوگا۔ ان کا اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں و حکمتیں آنکھ اور اس کے طبقات میں ودیعت رکھی ہیں، ان کا بیان تو بہت بڑی کتابوں میں نہیں آسکتا حالانکہ ان حواص سب کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ بدن کا ایک چھوٹا حصہ ہیں۔ پھر غور فرمائیے کہ ساری بدن اور تمام اعضاء میں جو حکمتیں ہیں۔ وہ کس طرح بیان ہو سکتی ہیں۔

اور اکلک کی حقیقت میں جو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں ودیعت رکھی ہیں۔ مختصراً اسرار و رموز کا بیان ہو چکا (الحمد للہ علی ذلک)

قوة اوراوی :- پہلے عرض کیا گیا ہے کہ انسان میں حواص باطن بھی ہیں، وہ ان حواص باطن سے اور زیادہ اہم ہیں مثلاً کسی کو حواص خمسہ حاصل ہیں۔ کسی چیز کو آنکھ دیکھ رہی ہے لیکن اس میں اس کا ارادہ نہ ہو تو وہ شے اس کی غذا کے کام نہ آئے گی جب تک انسان کی طبیعت میں میلان اور رغبت پیدا نہ ہوگی کہ جس سے اس کی طرف حرکت ہوتی ہے تو صرف شے دیکھنے و منا کام نہ آئے گا۔

مثلاً :- بہت سے مریض ہم نے دیکھے ہیں کہ وہ غذا کو دیکھتے رہتے ہیں (جبکہ غذا انسان کے لیے تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے) لیکن اس کی طرف انہیں رغبت نہیں ہوتی تو اس غذا کا کھانا تو درکنار بعض اوقات اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس وقت بینائی کام نہ آئی۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا شے مٹائی کے ساتھ معلومات کرے، وہ جو غذا انسان کے کام نہ آئے، وہ ہے شہوت یعنی کھانے کی خواہش۔

خواہش کے مخالف شے کا نام کراہت ہے یا جس شے سے نفرت ہو وہ بھی کراہت ہے۔ یہ جس کی خواہش

موافقت کرے اس کا نام رغبت ہے اور جس سے نفرت کرے اس کا نام کراہت ہے۔ اس لیے اللہ عزوجل نے انسان میں ایک مادہ مسلط فرمایا جس سے انسان کسی شے کے کھانے کا غشٹا کرے پھر وہ مجبور ہو کر اسے کھائے تاکہ زندہ رہ سکے۔ اس شہوت (خواہش) انسان کے ساتھ تمام حیوانات شریک ہیں۔ اہل نباتات اس میں شامل نہیں۔ شہوت یعنی خواہش کا ایک خاص بیان ہے اگر اس سے آگے بڑھے تو موت کا منہ دیکھ لیکن زیادہ کھانا زندگی کے لئے مضر ہے۔ جس طرح کھیتی کو پانی مناسب مقدار میں دیا جائے تو وہ پھل پھول جاتی ہیں۔ اگر پانی مقدار سے زیادہ ہو تو وہ کھیتی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

نکتہ:- یہی وجہ ہے کہ انسان کا جب غذا سے بہت بھر جاتا ہے تو اس کی طبیعت خود ناگوار ہو محسوس کرتی ہے تو پھر چاہیے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لے ورنہ جس طرح کھیتی میں زیادہ پانی جانے سے تباہ و برباد ہو جاتی ہے یہی کیفیت انسان کی زیادہ کھانے سے ہوگی۔

شہوت، جملع:- جیسے انسان میں کھانے کی شہوت پیدا کی گئی ہے ایسے ہی اس میں جملع کی بھی شہوت پیدا کی گئی ہے تاکہ نسل انسانی قائم رہے۔ اگر ہم میل رحم کے متعلق گفتگو شروع کر دیں کہ اللہ کی رحمتیں کیسی صنعت عجیبہ اور اسے کیسے بنایا اور اس میں کتنے امور و کوائف ہیں تو غشٹ و دغ ہو جائے مثلاً اس میں خون حیض کیوں اور بچے کا خون حیض اور منی سے مرکب ہوتا کیسا اور خصلتیں کی تخلیق اور وہ رنگیں جو اس کی پشت اور ہڈیوں کی کیفیت کہ جن میں نغفہ رہتا ہے اور عورت کی منی بننے کی رنگوں سے اور کیفیت رحم کے اندر کے سانچوں کی جن میں سے بعض میں نغفہ پہنچ کر نہ بنتا ہے اور بعض میں پہنچ کر بارہ بنتی ہے۔ اس کے بعد کی کیفیت کہ نغفہ سے پہلے پھر 'لو تعزوا' پھر ہڈی 'پھر گوشت اور خون'۔ جیسے قرآن نے بیان فرمایا 'ثم جعلنا نطفة فی فرار مکین ثم جعلنا النطفة علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسودا العظام لعما ثم انشأنا من خلفنا اخر فنبک اللہ احسن الخالقین' (المولود 13-14) ترجمہ کنزالایمان: اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط لہر اور میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پٹک کیا پھر خون کی پٹک کو گوشت کی بونی پھر گوشت کی بونی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پسلیا پھر اسے اور صورت میں انھیں دی تو بڑی برکت والا ہوے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

پھر ان اجزاء کی کیفیت تقسیم یعنی نغفہ سے انسانی ذمہ چھ سرور ہاتھ اور پاؤں اور پیٹ اور پیٹ اور جملہ اعضاء۔ اگر ہم ان کی تفصیل بیان کریں تو انسان کو یقین ہو گا کہ ابتداء سے ہی ہم پر اللہ تعالیٰ کی کتنی جہاد نعتیں ہیں۔ چونکہ میل پر ہمیں صرف کھانے کی نعمتوں کا بیان مطلوب ہے اس لیے دوسری باتوں کی تفصیل ترک کر کے صرف کھانے کا بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ خاص یہ کہ خواہش حکام انسان کے سمجھ دین و دنیا و آخرت کے مددگاروں میں سے ہے اور صرف اسے مددگار نہ سمجھے بلکہ اس کے اور کرو چار سو اس کی جہاد مہلکت بھی ہیں۔ اس میں

غضب پیدا نہ کیا جائے کہ جس سے مخالف و ہموافق کو دفع کرے تو بیسیوں آفات کا شکار بنے گا۔ پھر غذا بھی ہنس سے پیدا کرے گا۔ اس سے چمن جائے گی کیونکہ ہر ایک غذا کا خواہشمند ہے، اس لیے لازم ہوا کہ انسان میں ارادہ دفع و مقاصد بھی ہو۔ اسی کا نام غضب ہے۔

یاد رہے کہ شہوت غضب انسان میں لازمی ہونے کے باوجود بھی کام نہ نکلے گا۔ اس لیے کہ ان کا نفع و ضرر مل میں ہے۔ مل میں ان سے کوئی کام نکل سکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ انسان میں ایک اور ارادہ پیدا فرمایا جو عقل کے اشارہ پر چلتا ہے۔ اس ارادہ کے امور کا انجام سوچا جاتا ہے۔ شہوت و غضب کو اس کا حکوم بتایا گیا ہے۔ اسی سے ہی موجودہ حالت معلوم ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ارادہ مذکورہ کی وجہ سے انسان کو عقل سے نفع کامل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صرف یہ معلوم کر لینا کہ شہوت ہے، اس سے بچنے کے لیے صرف علم کافی نہیں جب تک اس علم کے موافق عمل کی رغبت نہ ہو۔

یہ ارادہ بھی صرف حضرت انسان کو نصیب ہوا ہے، حیوانات اس سے محروم ہیں۔ دوسرا انجام کی سوچ بھی حضرت انسان کو ملی ہے۔ ان دونوں نعمتوں سے صرف انسان کا شرف مد نظر تھا۔ اسی ارادہ کا نام ہماری اصطلاح میں باعث دینی ہے۔ اس باعث دینی کا مفصل بیان صبر کے باب میں مکررا ہے۔

قدرت اور آلات حرکت بھی نعمت ہیں :- جس کام کے لیے صرف ارادہ ہو جاتا ہے کہ اسے کیا جائے، اس ارادہ کے ساتھ خواہش طلب یا اس شے سے گریز بھی ہو لیکن جب تک انسان کے پاس کوئی طلب خواہش یا آلہ گریز نہ ہو تو لورا کا و خواہش کسی کام کے نہیں ہیں۔

مثلاً :- مریض جو نہایت کمزور ہو، اسے کسی شے کی خواہش ہوتی ہے۔ چاہتا ہے کہ وہ اسے حاصل کر لے لیکن اپنی قوت کے ضعف کی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکتا یا مثلاً قلعے نے ہاتھ کو بیکار بنا دیا۔ اب کوئی شے حاصل بھی ہو لیکن اسے کھا نہیں سکتا، اس لیے کہ ہاتھ بیکار ہیں جن سے وہ اس شے کو منہ تک لے جائے۔ ثابت ہوا کہ آلات حرکت ضروری ہیں اور ساتھ ہی ان کے استعمال کی قدرت بھی حاصل ہو تاکہ ہم اسے مقصد شہوت کے مطابق حرکت کرنا کہ سکیں اور اسے شے سے کراہت کے باعث گریز کما جائے۔ اس حکمت کے تحت اللہ عزوجل نے انسان و حیوانات کو اعضاء عطیات فرمائے ہیں جنہیں آنکھوں سے دیکھ تو رہے ہیں لیکن اسرار سے بے خبر ہیں۔

یاد رکھئے حیوانات اور انسان کے بعض اعضاء ایسے ہیں جن سے شے کی طلب اور اس سے گریز دونوں کے لیے کام آتے ہیں مثلاً انسان کے ہتھیار اور حیوانات کے سینک۔ اسباب میں حیوانات مختلف ہیں مثلاً بعض حیوان ایسے ہیں کہ ان کے دشمن زیادہ ہیں اور ان کی غذا بھی دور ہوتی ہے، اسی لیے انہیں تیز حرکت کی ضرورت ہوتی ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے پر عطا فرمائے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے جلد از سکیں۔ بعض جانوروں کو چار پاؤں عطا ہوئے۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کی صرف دو ٹانگیں ہیں۔ بعض زمین پر بھیڑ پاؤں اور ٹانگوں کے زمین پر مریختے ہیں۔

اس اختلاف حواشی کا بیان بھی طویل تفصیل چاہتا ہے اس لیے ہم طوالت کو چھوڑ کر صرف ان اعضاء کا ذکر کرتے ہیں جنہیں کھانے سے تعلق ہے 'باقی دوسرے اعضاء کو کن پر قیاس کر لیا جائے۔

انسان کے دو ہاتھوں کی حکمت :- کوئی دو کھانا دیکھے یہ اس کے حصول کے لیے اس کی طرف حرکت کرے تو صرف حرکت کام نہ دے گی جب تک کہ اسے حاصل نہ کر لے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے کسی آلہ سے پکڑنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دو ہاتھ بنائے جو شے حاصل کرنے اور لینے کی طرف پھیلتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ دو ہاتھوں میں بے شمار جوڑ ہیں تاکہ ان سے ہر طرف حرکت کر سکتے ہیں۔ ہاتھ گڑی ہوئی لکڑی کی طرح بھی نہیں کہ حرکت نہ کر سکیں۔ پھر ہاتھوں کے سرے پر دو پتے بنا دیئے جو کہ وہ چوڑے بھی ہیں اور ان میں پانچ پانچ انگلیاں فٹ فرمائیں۔ انگلیوں کی دو طرفیں بنائیں۔ ایک طرف کو دھکھا اور دوسری طرف چاروں انگلیوں کو محکومت ہوا تیار فرمایا۔ اگر یہ انگلیاں ایک طرف جڑی ہوئی ہوتیں تو مطلب حاصل نہ ہوتا۔ اس لیے خالق لم یزل نے انہیں ایسے بنایا کہ انسان انہیں پھیلائے تو پہلے بن جائیں۔ اگر ظاکر خم کر دے تو چمچ کا کام دیں۔ اگر ان سب کو خوب بند کر دے تو غذا بن جائیں اور پارنے میں خوب کام کریں جسے گھونسا کہا جاتا ہے۔ شے کو پکڑنے کا آلہ بھی یہی انگلیاں ہیں۔ انگلیوں کے سروں پر ناخن بنائے تاکہ انگلیاں ٹوٹنے سے بچ جائیں جو باریک شے انگلیوں سے اٹھ سکے 'اسے ناخنوں سے اٹھایا جاسکے۔

مثلاً :- غذا ہاتھ میں آجائے تو وہ کار آمد نہیں جب تک وہ معدے میں نہ پہنچے اور معدہ تو پیٹ میں ہے تو ضروری ہے کہ کوئی ایسی شے ہو جو غذا کو باہر سے اندر لے جائے تاکہ غذا معدہ تک پہنچ سکے۔ براہ راست کوئی راستہ نہیں جس سے ہم غذا معدہ میں پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے منہ بنایا 'اس سے ہی معدہ کی طرف راستہ ہے۔

منہ کے فائدے اور حکمتیں :- منہ کی صرف یہی ایک حکمت نہیں کہ اس کے ذریعے معدہ میں غذا پہنچتی ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت بڑے فائدے اور حکمتیں ہیں۔ سمجھنا ان کے ایک وہی جو مذکور ہوا 'دوسرا یہ کہ لقمہ جب منہ میں پہنچتا ہے تو اسے یکساں رنگا تو دھوا ہے 'اسی لیے اس لقمے کے لیے کوئی ایسی شے ضروری ہے جو ہلکی کام دے سکے 'جس سے لقمہ پس کے اندر جاسکے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو ہڈیوں کے جڑے بنائے 'ان میں دانت لگائے۔ اوپر نیچے کی دائروں کو برابر کر دیا تاکہ لقمہ آسانی سے چوسا جاسکے۔

غذا کی قسمیں :- غذا کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ (1) پینے کی ضرورت والی۔ (2) کالنے والی۔ (3) توڑی جانے والی لیکن توڑی جانے کے بعد پینے کی محتاج۔ اسی لیے دانتوں کی تقسیم بھی تین طرح ہے۔ (1) داڑھیں جن کا کام پینا اور چبانا ہے۔ (2) آگے کے دانت 'یہ تیر ہیں اور کالنے کا کام کرتے ہیں۔ (3) کپکپیں جو توڑنے اور غذا کو جدا کرنے کا کام دیتی ہیں۔

جزوں کا جوڑا چلایا بنایا تاکہ بچے کا چلنا آگے پیچھے ہو سکے اور لوہے کے جڑے پر ہلکی کی طرح پھر سکے۔ اگر صفت

باری تعالیٰ جبروں کی ساخت میں نہ بنائی تو دونوں چیزے کھٹا کٹ ہو جایا کرتے اور ان سے چبانے کا مقصد پورا نہ ہوتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے نیچے کے جبرے میں مدد کی حرکت رکھی اور لوہر کے جبرے کو ساکن اور بے حرکت رکھا۔

بجوبہ :- یہ عالم دنیا کی پکیوں کے برعکس ہے اس لیے دنیا کی پکیوں کے اوپر کا پٹ گھومتا ہے اور نیچے کا ساکن رہتا ہے لیکن انسان کی پکی پٹ کے برعکس یوں ہے کہ نیچے کا پٹ گھومتا ہے اور اوپر کا پٹ ساکن ہے۔ یہ اس کیم کی شان و بہان ہے اور اس کا فضل و احسان ہے، ہم مگر وہ ذہن بندے اس کی حکمتوں کو کیا سمجھیں؟

انسان غذا منہ میں تو رکھ لے لیکن اسے راتوں کے نیچے کیسے لے جائے اور جب تک غذا راتوں کے نیچے نہیں آئے گی، کام نہ بنے گا تو اس کے لیے ایسی شے کی ضرورت ہے جس سے غذا راتوں کے نیچے پہنچے تو وہ کام ہوگا۔ انسان نے کر دیا کہ منہ میں ڈالتے ہوئے انگلیاں غذا راتوں کے حوالے کرتی ہیں اور وہ بھی تھوڑا تھوڑا کر کے جیسے بجلی میں راتے یکبارگی نہیں ڈالے جاتے، تھوڑے تھوڑے کر کے ڈالے جاتے ہیں جس سے آنا یا آسانی پیدا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی راتوں میں غذا بھی آسانی سے پیرا کر منہ کے اندر داخل کی جاتی ہے۔

توبہ کے فائدے :- انگلیوں نے تو غذا منہ اور راتوں کے حوالے کر دی لیکن اس کے بعد زبان نے کام سنبھال لیا۔ زبان کے فوائد بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک یہی جو لوہر مذکور ہوا دوسرا یہ کہ غذا کا ذائقہ بھی زبان نے بتایا اور گفتگو کا آلہ تو زبان ہے ہی۔ علاوہ ازیں اس کے بیٹاں فوائد اور نعمتیں ہیں یہاں پر جن کے بیان کرنے کا موقع نہیں۔

لطیفہ :- جب غذا چٹائی گئی اور اسے گتہ گتہ کر پیٹ کے اندر داخل کرنے کی باری آئی تو غذا تو خشک اور سوکھی شے ہے اسے نگلنے میں رقت ہوتی ہے۔ جب تک کہ وہ تر نہ ہو تو اس کے لیے اللہ نے زبان کے نیچے ایک چشمہ بنایا جس سے لعاب بہتا ہے اور وہ بہت ضرورت کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے غذا تر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آسانی سے پیٹ میں اترتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زبان کو انسان کے ایسا مسخر فرمایا ہے کہ ابھی کھانا اور ہوتا ہے، یہ اپنے چشمہ کو پہلے سے تیار کر لیتی ہے اور اس کی خدمت کی استعداد یہ سب ہے کہ بسا اوقات رات بلیوں تک یہ نکلتی ہے۔

معدہ میں غذا کے پچانے کا پروگرام :- غذا لعاب سے مل کر ایک عجیب گوند بن گئی۔ اب اسے معدہ تک گون لے جائے۔ ہاتھ سے تو رکھ لی نہیں جاسکتی اور نہ ہی معدہ کا ہاتھ ہے کہ وہ اس سے لے کر اپنے پاس پچائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ترخہ اور سری بنائے۔ ترخے کے ساتھ منہ پر کئی درے بنائے جو غذا لینے کے لیے کھل جاتے ہیں۔ پھر بند ہو کر بچھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے رہنے کی وجہ سے غذا لڑکھتی ہوئی معدہ میں جا پڑتی ہے۔

معدہ ہشٹیا کی شکل میں :- جب غذا معدہ میں پہنچ گئی تو روٹی یا چھوٹے ٹکڑے وغیرہ میں یہ استعداد تو نہیں کہ وہ

انسان کا گوشت یا ہڈی بن سکیں تو ضروری ہو کہ کوئی ایسی شے ہو جو غذا کو پکائے اور وہ پک کر انسان کی ہڈیاں اور گوشت بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے معدہ کو ہڈیا کی شکل میں بنایا کہ جو خونی غذا اس کے اندر پہنچتی ہے تو اس کے چاروں طرف دو واڑے بند ہو جاتے ہیں اور غذا معدہ میں گھس کر ہضم ہو کر مکمل طور پر پخت ہو جاتی ہے۔

کھانے کی معدہ میں پہنچی اس نری سے ہوتی ہے جو معدے کو چار طرف سے اعضاء گھیرے ہوتے ہیں 'اس لیے معدہ کی داہنی طرف کو بگڑے اور بائیں جانب تلی' آگے کو چپلی کی چادر اور پیچھے کو چپٹہ کا گوشت۔ ان اعضاء کی گرمی سے معدہ غذا کو پکاتا ہے۔ یہ غذا اس گرمی سے مکمل کر آتش کی صورت اختیار کر کے اس لائق ہو جاتی ہے کہ وہ رگوں کے اندر جاسکے لیکن پھر بھی اس لائق نہیں کہ یہ غذا اسے بدن ہو۔

معدہ سے جگر تکب :- معدہ سے جگر تک اللہ تعالیٰ نے چند راستے بنائے ہیں جو رگوں کی شکل میں ہیں۔ ان میں بے شمار مت ہیں 'انہیں کے ذریعے غذا معدہ سے جگر تک پہنچتی ہے۔

نظارہ قدرت :- جگر کا خیر خون سے بنا ہے 'اسے یوں سمجھئے کہ وہ ممرات خون ہی خون ہے 'اس میں بے شمار ہاریک رگیں ہیں۔ جب غذا معدہ سے جگر میں پہنچ جاتی ہے تو وہ غذا تمام جگر کے اندر پھیل جاتی ہے تو پھر وہ رگیں جو جگر میں ہیں وہ تمام جس میں پہنچتی ہیں اس غذا میں جگر کے خون کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ جگر میں اتنا دیر نہیں ہے کہ اسے مکمل پہنچلی حاصل ہو جاتی ہے اور خالص خون کا رنگ اختیار کر لیتی ہے تاکہ ہر عضو میں پہنچنے کے لائق ہو جائے۔ حرارت جگر جب غذا کو پکاتی ہے تو اس خون میں سے دو فضلے خارج ہوتے ہیں۔ جیسے ہر پکینے والی چیز کا خلاصہ ہے کہ پکینے پر کوئی شے تیار ہو 'ایک فضلہ تیل کی طرح خالص سوداوی ہوتا ہے 'دوسرا کھنک جیسا سفید خالص مغزوی مٹا ہے۔ اگر یہ دونوں فضلے غذا سے باہر نہ نکالے جاتے تو اعضاء کا مزاج فاسد رہتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تلی اور پتہ بنایا ہے۔

پتہ اور تلی کی ساخت :- پتہ اور تلی ہر دونوں کی لمبی گردنیں جگر سے ملی ہوئی ہیں۔ جگر سے دو فضلے جو خارج ہوئے سوداوی فضلہ تلی سمجھ لیجی ہے اور مغزوی کو پتہ جذب کر لیتا ہے۔ اب جگر میں خالص خون ہی خون رہ جاتا ہے جس میں صرف رقت اور رطوبت ہے اور جس۔

اگر یہ غذا جو اب رطوبت و رقت کا رنگ اختیار کر گئی ہے 'اگر ایسے نہ ہو تو پھر وہ نہ دقیق رگوں میں جاسکے اور نہ دیکر تک چڑھ سکے اور اس میں زیادہ رطوبت بھی نہیں 'اسی خالی کو دور کرنے کے لیے خداوند قدوس عزوجل نے دو گردے بنائے۔

گردوں کی ساخت میں حکمت :- ان دونوں گردوں کی گردنیں بھی جگر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ صرف تلی اور پتہ ان میں فرق یہ ہے کہ ان کی گردنیں جگر کے اندر تک نہیں بلکہ صرف ان رگوں کے پاس رک دی گئی ہیں جو

بکر کے لوہر لگی ہوتی ہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ گردے رطوبت خون اس وقت جذب کریں جب بکر کی رگوں سے خون باہر نکل آئے۔ اس لیے کہ اگر یہ اس سے باریک پہلے جذب کریں تو خون گاڑھا ہو جاتا ہے تو پھر وہ باریک رگوں سے باہر نہ نکل پاتا۔ جب خون سے رطوبت جدا ہو جاتی ہے تو تینوں فضلوں سے خون ان اشیاء سے جو مفید ہیں صاف ہو کر پاک و شستہ ہو جاتا ہے۔

تقسیم غذا کا بیان :- جب غذا کا تقاضا عمل ہو یا تو بزرگ اللہ عزوجل نے وہ بیشمار باریک رگیں بکر میں لگا رکھی ہیں اور ان کی بے شمار اقسام ہیں اور ہر قسم کے شے میں ہیں۔ ان کے ذریعے سر سے لے کر پاؤں تک تمام بدن کے ظاہر و باطن میں غذا پہنچتی ہے یعنی وہی صاف شدہ خون بدن کے ہر ہر دو ٹکڑے میں پہنچتا ہے اور ان باریک رگوں کے شے باریک ہوتے ہوتے اتنا رقیق ہو جاتے ہیں کہ دھماکی نہیں دیتے۔ اسے یوں سمجھئے کہ جیسے درخت کی پتوں کی پتلی رگوں کا محل ہے۔ خاصہ یہ کہ بکر کی انہی باریک رگوں کے ذریعے بدن کے تمام اعضاء میں غذا پہنچتی ہے۔ اگر سب پر کوئی آفت پہنچتی ہے اور وہ فضلہ صفروای کو نہیں سمجھ سکتا تو پھر خون فاسد ہو جاتا ہے۔ اس سے ہی موزی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہ ہیں پھنسی پھوڑے اور سرخ ہلہ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی اگر تلی پر کوئی آفت پڑتی ہے اور وہ سوداوی خلط کو جذب نہیں کر سکتی تو سوداوی امراض پیدا ہو جاتے ہیں جیسے جذام و مالوکیا اور برص (کھجپ) وغیرہ وغیرہ۔ اگر گردوں کی طرف رطوبت نہیں جاتی تو پھر امراض رطوبت پیدا ہو جاتے ہیں جیسے جلندور (مرض) وغیرہ وغیرہ۔

حکیم مطلق عزوجل کی حکمت :- خالق کائنات عزوجل کی کیا ہی عجیب حکمت ہے کہ اس کریم نے اونٹنی چیزوں میں کتنے عظیم فائدے ودیعت رکھے ہیں مثلاً پتہ اپنی ایک گردن سے فضلہ سمجھ کر دوسری طرف سے اس فضلہ کو آنتوں میں پھینکتا ہے تاکہ اس میں غذا کی آمد و رفت سے چکناہٹ رہے اور آنتوں میں ایک ایسی خوش پیدا ہو جس سے طبیعت فضائے حاجت کی خواہش کرے اور اس چکناہٹ کی وجہ سے پانخانہ آسانی سے خارج ہو۔

پانخانہ میں زردی کیوں :- عموماً پانخانہ زرد اس لیے ہوتا ہے کہ غذا کے فضلات میں خلط صفروای زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور تلی اپنے فضلہ کو یوں کر دیتی ہے کہ اس میں ترشی اور بستی ہو اور وہ اس میں معمولی سا حصہ روزانہ فم معدہ تک پہنچا دیتی ہے تاکہ ترشی کی وجہ سے اشتیاء میں حرکت آئے اور معدہ کو غذا طلبی پر اکسائے۔ اس کے علاوہ باقی فضلات کو باہر پھینک دیتی ہے جسے پانخانہ کی شکل میں دیکھا جا رہا ہے اور گردہ بھی رطوبت کو اپنی ضرورت کے مطابق اپنے پاس رکھ کر باقی زائد فضلات کو مثلاً کی طرف پھینک دیتا ہے جو پیشاب کی صورت میں خارج ہوتے ہیں۔

اسباب غذا کی نشت کو ہم یہاں چھوڑتے ہیں کیونکہ اگر اس سے آگے بڑھیں تو مضمون طویل ہو جائے گا مثلاً ہم بیان سمجھائیں کہ بکر کو دل و دماغ کی کیسے ضرورت ہوتی ہے اور اعضاء کے رگہ کہ آپس میں ایک دوسرے کی کیسے حاجت پڑتی ہے اور قلب میں اچھلتی رگیں تمام بدن میں کس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ جن کے ذریعے اعضاء



انسانی میں حس ہوتی ہے اور وہ دوسری رگیں جن سے غذا تمام بدن میں پہنچتی ہے، وہ کھل ہیں اور جگر سے کسر طرح متفرق ہوتی ہیں اور غذا سے اعضاء کیسے بنتے ہیں اور ہڈیاں کتنی ہیں۔ اس طویل تفصیل کو یہاں چھوڑتے ہیں۔ اگرچہ کھانے کے لیے ان سب کی ضرورت ہے، لہذا سے اور کام بھی ہیں بلکہ انسان میں ہزاروں پٹھے، رگیں اور چھوٹی بڑی پھمیلیاں ان میں بعض موٹی بعض تھیں ہیں، بعض بہت بڑا پھیلاؤ رکھتی ہیں اور بعض کم اور یہ تمام انسان کے بدن میں ہیں، پھر ان ہر ایک کے لیے صرف ایک یا دو عکس ہوں بلکہ ہر ایک میں درجنوں بیسیوں سیکڑوں عکس مضمر ہیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ہیں بھی صرف حضرت انسان کے لیے۔ مذکورہ بالا سبے شمار رگیں پٹھے وغیرہ یعنی بڑے عکس میں سے کوئی ایک رگ یا ٹنڈ وغیرہ کام کرنے سے رک جائے یا کوئی ساکن رگ متحرک ہو پڑے تو انسان کو موت کے بغیر چارہ نہیں۔

دوسری عبرت :- ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر نگاہ کرے کہ اس کرم نے اس ضعف انسان کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ پھر ان نعمتوں کا شکر کرے۔ انسان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا اسے علم نہیں، صرف کھانے کی نعمت کو جانتا ہے حالانکہ اللہ عزوجل کی نعمتوں سے کھانا ایک معمولی نعمت ہے۔ اسے بھی انسان اتنا جانتا ہے کہ بھوک لگی اور کھالیا اور بس۔ غور کیا جائے تو اتنا تو کم مانا بھی جانتا ہے کہ بھوک لگی اور کھالیا اور بس۔ پھر گدھے اور انسان میں فرق کیا رہا۔ ایسے ہی گدھے کا حل ہے کہ تھک گیا تو سو گیا اور شہوت ہوئی تو اسے پورا کر لیا اور اسے آرام ملا تو اوپر اوجھڑ گئے اور لات مارنے لگے تمام انسان کا حل بھی اس گدھے سے کم نہیں کہ وہ بھی اتنا جانتا ہے جتنا گدھے کو خبر ہے تو پھر گدھے نے تو نعمتوں کا شکر کیا کرنا ہے۔ یہ تو انسان کا کام ہے کہ کم از کم ان نعمتوں کا شکر تو کرے تاکہ گدھے میں اور اس میں امتیاز ہو۔

ہم نے مختصراً بطور اشارہ اللہ تعالیٰ کی بجز بہ کثرت نعمتوں میں سے ایک فقیر بھی بیان نہیں کیا۔ اسی پر تمام نعمتوں کا جملہ قیاس کر لیں۔ ہم ہم طویل تفصیل کو یہاں چھوڑتے ہیں۔ جتنا ہم نے نعمتوں کا بیان کیا ہے، انہیں عوام میں سے ہر فرد جانتا ہے۔ نہ تمام کو ان نعمتوں کے مقابلہ میں لایا جائے جنہیں عوام بلکہ اکثر خواص بھی نہیں جانتے تو ان نعمتوں کو ان کے مقابلے میں وہی نسبت ہوگی جو قلعہ کو سمندر کے مقابلہ میں بلکہ اس سے بھی کم۔

جو صرف اس قدر جانتا ہے جتنا ہم نے اوپر مختصراً بیان کیا ہے تو آیت وان تغفلوا نعمۃ اللہ لانحصوها (ابراہیم 34) ترجمہ گننا لایہیں: اور اگر ان کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ کا معنی اسے سمجھ آجائے گا۔ ایک بات یہاں یاد رکھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اعضاء کا قیام اور ان کے منافع صرف ایک معمولی اور لطیف بخار سے کیسے ختم کر رکھا ہے اور وہ بخار غلط ارباب سے خارج ہوتا ہے اور اس کی قرار گاہ دل ہے۔ اس سے اچھلتی رگوں کے ذریعہ تمام بدن میں پھیلتا ہے۔ اس کی کیفیت یوں ہے کہ یہ بخار جس جزو بدن میں پہنچتا ہے تو اس میں قوت حس و ادراک اور قوت حرکت اور تمام ماحولیت کی اشیاء پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے چراغ

گھر میں پھیرو تو چراغ کا جہی سے گزر ہو گا وہی روشنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے چراغ کو روشنی کا ایک سبب بنایا ہے یعنی اس بخار کو کچھ اطباء کی اصطلاح میں اس بخار کا نام روح ہے۔ اس کا عمل وقوع انسانی قلب ہے۔

مثلاً :- چراغ کے شعلہ کے جسم کو بخار اور قلب کو چراغ اور قلب میں سیاہ خون بہنزلہ بنی کے ہے اور غذا کو چراغ کا تیل سمجھئے اور حیات ظاہری جو ہر عضو میں ہے اسی (بخار شعلہ) کی وجہ سے ہے۔ یہی وہ روشنی ہے جو چراغ کی وجہ سے گھر روشن ہے جس طرح روغن فتم ہونے سے یہ چراغ گل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی چراغ روح کو غذا نہ ملنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ بھی جل کر خاک ہو جاتی ہے اور تیل کو نہیں کھینچ سکتی۔ ایسے ہی چراغ میں روغن کی کثرت کے بخاروں چراغ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ خون جو دل میں ہے کبھی حرارت کی زیادتی سے جل جاتا ہے بخاروں کے بخاروں سے لیکن روح بیکار ہوگئی اس لیے کہ خون دل غذا کو قبول نہیں کرتا جس سے روح کو بگاڑ دیتا ہے جیسے راکھ تیل کو نہیں کھینچ سکتی کہ جس سے روشنی کا ظہور ہو۔ کبھی چراغ داخل سبب سے بجھ جاتا ہے جیسے اوپر مذکور ہوا لیکن کبھی خارجی سبب سے بھی چراغ بجھ جاتا ہے۔ جیسے تیز اندھمی سے چراغ گل ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی روح بھی کبھی داخل اسباب سے فنا پا جاتی ہے اور کبھی خارجی سبب سے جیسے قفل و فیرو سے نیز جیسے تیل فتم ہونے یا آبی کی خرابی یا آندھمی چلنے یا کسی کے چومک مارنے سے اسباب بنائے گئے ہیں کہ ان سے چراغ گل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی انسان کے لیے بھی داخل خارجی اسباب کے وقوع اس پر موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ تمام اسباب اللہ عزوجل کے مقدر کرنے سے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی نہیں مرنے کا جب تک حکم الہی نہ ہو۔ اگرچہ اسباب جیسے ہوں۔

جس طرح چراغ کا گل ہونا اس کے وجود کی انشاء ہے اس کی یہ کیفیت بھی اہم الکتاب (روح محفوظ) میں مندرج و معین ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کے مطلق قیاس سمجھئے جس طرح چراغ گل ہونے پر تمام گھر میں تاریکی چھا جاتی ہے۔ ایسے ہی جسم سے روح کے خروج سے بدن میں اندھیرا چھا جاتا ہے یعنی وہ نور جو جسم میں روح کی وجہ سے تھا اور اس کی وجہ سے حس و قدرت اور اولوہ نور دوسرے لوازمات حیات اسے میرے تھے وہ سب ختم ہو گئے۔ میری یہ مختصر سی تقریر بھی اللہ عزوجل کی نعمتوں کے رموز میں سے ایک نعمت ہے اور اللہ عزوجل کی عطایات صفت و تکت کے انعام میں سے ایک قسم ہے۔ اسے آیت ذیل میں یوں بیان فرمایا والو ان مافی الارض (فلان) مع ترجمہ

رو کیونٹ :- ہمارے مذکورہ بالا دلائل جاننے کے بخاروں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہے یا اس کی نعمتوں کا ناشکر ہے وہ رحمت خداوندی سے دور ہے بلکہ وہ اللہ عزوجل کے عذاب و لعنت و قرد و فساد سے مشغول ہے۔

سوال :- تم روح کی تفصیل پھر میں سے سمجھانے کی کوشش کی۔ یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے علم کے پیمانے کا دعویٰ ہے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل الروح من امر ربی (بنی اسرائیل 85) ترجمہ

کنز الایمان: تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ روح کیا خیز ہے؟ آپ نے تو اس کی تفصیل نہ بتائی۔ آپ نے روں کی وہ تفصیل نہ بتائی جو تم نے بیان کر دی ہے۔

جواب :- تفصیلی جواب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ روح بہت سے معانی میں مشترک ہے۔ ہم نے ان سب کو ہمیں مراد نہیں لیا۔ اس کا ایک معنی مراد لیا ہے۔ وہ یہ کہ روح ایک لطیف جسم ہے، اسے اعضاء روح کہتے ہیں۔ انہوں نے اس لطیف جسم کی صفت و وجہ اور اعضاء میں جاری ہونے کی کیفیت اور اس سے حس اور قوت اعضاء میں ہونے کا تمام حلی بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عضو بے حس ہو جاتا ہے تو سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی سہہ روح کے چلنے کی جگہ حائل ہے۔ پھر وہ اس کا اس طرح علاج کرتے ہیں جس سے وہ سہہ ہٹ جائے کیونکہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ یہ روح قلب میں ہے۔ اپنی لطافت کی وجہ سے بنوں کے جہل میں گھس کر تمام بدن میں پھیلی ہے۔ یہ معنی جو اعضاء نے لکھا ہے، یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ ہاں وہ روح کہ جس سے بدن مٹ کر رہ جاتا ہے، وہ اسرار الہیہ سے ایک راز ہے۔ ہم نے اس کی بحث فہم کی اور نہ اس کی تعریف بیان کی ہے اور نہ ہی اس کی حقیقت کے اظہار کی اجازت ہے۔ اس کے بارے میں ہم اتنا کہہ سکتے ہیں جتنا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ قل الروح من امر ربی (نئی اسرائیل 85) ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔ اور امر ربی کے بارے میں کسی عقل کو تاب نہیں کہ اسے بیان کرے بلکہ اس کے بارے میں عقل حیران و مرگردن ہے۔ کسی طرح بھی کسی وہم و گمان سے اسے معلوم نہیں کیا جاسکتا نہ ہی ہمیں اس کے لوراک کی لیاقت ہے جیسے ہم آنکھ سے آواز کا لوراک نہیں کر سکتے۔ غلام یہ کہ امور ربانی کے مہلکی عقل کی مجال سے باہر ہیں، اس لیے کہ عقل کے پاؤں میں جو ہر عرض کی حیران ہیں، وہ انہی میں عجوبہ ہے تو پھر اس سے امر ربانی کا لوراک کیسا؟

حقیقت روح کا اور اک :- حقیقت روح کے دریافت کے لیے ایک اور نور ہے جو عقل سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ وہ عالم نبوت و ولایت میں چکا کرتا ہے۔ اس نور سے عقل کو وہی نسبت ہے جو عقل سے وہم و خیال کو ہے جس طرح انجان لڑکا سوائے محسوسات کے کچھ نہیں سمجھتا یعنی اسے معقولات سے بے خبری ہوتی، اسی لیے معقولات کے اطوار تک شامل اس کی عقل نہیں پہنچی۔ اسی طرح ہا سمجھ جو ان بھی کچھ مزید جانتا ہے تو وہ معقولات تک محدود ہے۔ معقولات سے آگے اس کی بھی رسائی نہیں کیونکہ وہ مقام ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ تو نور و ایمان یقین سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ مقام بارگاہ حق کا ہے یہاں تک رسائی ہر ایک کا کام نہیں، اس کے لیے مودا کمال چاہیے، وہ ہیں انبیاء و اولیاء۔

بارگاہ حق تعالیٰ :- اس بارگاہ کا ایک صدر مقام ہے۔ اس مقام کے آگے ایک نہایت وسیع میدان ہے جس کے شروع میں ایک آستان ہے اور وہ امر ربانی اس آستان کا پاسپاس ہے تو جو شخص اس آستان تک نہ پہنچے اور نہ اس

پاہن کو دیکھئے 'اس کا اس وسیع میدان تک پہنچنا ناممکن بلکہ محال ہے جس کا یہ حال ہے تو اس کے بعد کے مشاہدات علیہ کو کب دیکھ سکتا ہے 'اس لیے نگاہ فرماتے ہیں جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا 'وہ اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں پہچانتا۔ مذکورہ مقام کے لیے کتب اطباء کو کیا تعلق اور احباء کو ان معنی سے واسطہ کمال؟ اس لیے عرف اطباء میں روح کے معنی کو امرہلی سے کوئی رابطہ نہیں 'اس لیے یہ اور وہا اعتراض ہے سو ہے)

مثلاً :- جو یہ سمجھے کہ روح عرف اطباء کو امرہلی سے کوئی نسبت ہوگی 'ہم کہتے ہیں اسے کوئی نسبت نہیں۔ اگر کوئی اس نسبت کا تصور رکھتا ہے تو وہ اسق ہے جیسے کوئی گیند کی بادشاہ سے نسبت قائم کرے یعنی بادشاہ گیند کو ڈنڈے سے مار کر دور پھینکتا ہے تو کوئی اسق گیند کو دیکھ کر کہے کہ میں نے بادشاہ کو دیکھا ہے تو ہر ایک میں کے گامک = معص خام خیال بلکہ پاگل ہے۔ ایسے ہی ہم کہیں گے کہ جو روح طبی کا علم حاصل کر کے کہے کہ میں نے امرہلی کو معلوم کر لیا ہے بلکہ گیند والے سے یہ زیادہ پاگل ہے۔

امرہلی ایسا غفی راز ہے کہ اسے عقل انسانی کہ جن کے سبب یہ احکام ربانی صادر ہوتے ہیں اور مصالح و مضرے معلوم کیے جاتے ہیں 'بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہیں بخشی کہ اس کا حل عام بیان فرمائیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ آپ لوگوں کے فہم و عقل کے مطابق گفتگو فرمائیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام میں اس کی حقیقت بیان نہیں فرمائی۔ صرف روح کی نسبت اور فضل کا ذکر فرمایا۔ اس کی حقیقت کو غفی رکھا 'اس کی نسبت کا ذکر الروح من ربی میں ہے اور اس کے فعل کا بیان آیت *يا ايها النفس المطمئنة ارجعي الي ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي* (الفجر 27-30) ترجمہ کنزالایمان : اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں تہ۔

گفتگو کمال چلی گئی۔ اب ہم اصلی مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔ اوپر کھانے میں نسبت ہائے خداوندی اور آکالت غذا کی بعض نعمتوں کا ذکر تھا 'اب ہم عنان ذیل کے مطابق گفتگو کریں گے۔

غذاؤں کی تحقیق کے بعد ان کی درستی کی نعمتیں :- یہ تو سب کو معلوم ہے کہ غذا میں بے شمار ہیں جن کی کتنی اور احصاء ناممکن ہے اور ان کے اسباب کی تو انشائی کوئی نہیں 'پھر ہر غذا کے بجانب و اسباب کا ذکر نہایت ہی طویل بحث کا محتضی ہے 'اس لیے کہ تھانے کی تین قسمیں ہیں۔ (1) دوائیں (2) میوہ جات (3) غذائیں۔ ان ہر تینوں کی اجناس ان گنت ہیں 'کمال تک انہیں ہم جیسے بیان کر سکتے ہیں۔ ہم مختصر بیان کریں گے تو ان میں سے پہلے غذا کی تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

گندم کا بیان :- چونکہ غذا کا اہم جزو گندم ہے 'اس لیے باقی اجناس و انواع کو ہم چھوڑتے ہیں۔ اگر کسی ایک یا چند دانے گندم کے حاصل ہوں اور وہ انہیں کھا جائے تو وہ ختم ہو جائیں گے اس کے بعد وہ بدستور بھوکا رہے گا

اس لیے ضروری ہوا کہ گندم دانہ میں بڑھنے کی خاصیت ہو تاکہ حاجت انسانی کے لیے کافی و کافی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے دانہ گندم میں وہ قوت پیدا کی کہ وہ بھی انسان کی طرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور نباتات میں صرف جس و حرکت کا فرق ہے ورنہ یہ دونوں مسلول ہیں کیونکہ کمیتیں بھی اپنی پائنی رنگوں کے ذریعے غذا کو کھینچتی ہیں اور انسان بھی اسی طرح ہے۔ نباتات پائنی رنگوں سے غذا کو کس طرح کھینچتی ہیں۔ یہ طویل بحث ہے اس لیے اسے ہم چھوڑتے ہیں۔ پہلا نباتات کی غذا کی بحث ضروری ہے اس لیے ہم اس بحث کو چھینچتے ہیں۔

جس طرح انسان کا لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہیں بھرتا یعنی بھوک نہیں مرنی بلکہ پیٹ ایک خاص غذا کا محتاج ہے اسی طرح غذا کا غلہ بھی ہر شے سے غذائیں پاتا بلکہ اس کے لیے بھی ایک خاص غذا ہے۔ اس کی خاص غذا یہ ہے کہ مثلاً اسے گہرے رکھ کر چھوڑا تو ہرگز نہ بڑھے مگر اگر اسے پانی میں ڈال دو تب بھی نہیں بڑھے مگر اس کی غذا دراصل ہوا ہے لیکن صرف ہوا بھی اس کے کھانے کے لیے کافی ہے بلکہ اسے زمین میں ڈالنا پڑے گا لیکن سدا زمین بھی کام نہ آئے گی بلکہ وہ جس میں پانی پہنچا ہو اس مٹی سے پانی مل کر گداری طرح ہو گیا ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا فلیظر الانسان (میں 24) ترجمہ کنز الایمان: تو آدمی کو چاہئے۔ پھر پانی اور مٹی بھی کھیتی کے لیے کافی نہیں اس لیے ٹھوس اور سخت زمین اگرچہ تر ہو اس میں دانہ نہ اگے گا جب تک اس میں ہوا کی آمد و رفت نہ ہو اس لیے زمین کا کھوکھلا ہونا ضروری ہے نیز معمولی ہوا کا کام بھی نہیں جب تک اس کے لیے تیز آمدنی نہ ہو کہ وہ دور سے ہوا کو دانہ تک لے جائے اسی کو اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

وارسلنا الريح لوافح

لوا فح لواح کی جمع ہے۔ پھلدار میں لواح سے یہی مراد ہے جسے ہم نے بیان کیا کہ آدمی ہوا اور پانی اور زمین غلط نظر کرتی ہے تب سمجھتی آتی ہے لیکن یہ بھی بالکل اس لیے کہ معمولی حرارت بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اسے سروی میں بویا جائے تو کھیتی پیدا نہ ہوگی۔

کھیتی کے لیے چار اشیاء :- ہماری تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ کھیتی کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں۔ (1) ہوا (2) پانی (3) زمین (4) گرمی پھر ان ہر ایک کو کئی چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً پانی ہے کہ اسے دریا و چشمہ یا نہریا علی سے حاصل کیا جائے۔ اس لیے اللہ عزوجل نے کتنے بے شمار دریا بہائے ہیں اور کیسے اور کتنے چشمے پیدا فرمائے اور ان سے شربت بنائے ہیں۔

وہ زمین جو اونچی ہے وہیں پانی نہیں پہنچ سکتا ان کے لیے بارش کا انتظام فرمایا (بے شمار علاقے بارانی پانی سے تباہ ہوتے ہیں) بارش کے لیے بھی کئی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً بادل بھر بادل پر ہوا کو مسلط کر دیا جو عظیم خدا ہوا بادل کو دوسے زمین کے چپے چپے کھینچتی پھرتی ہے حالانکہ بادل پانی کی نیچلی کی طرح ہیں لیکن اسے معمولی قدرت ملی ہوا ادھر سے ادھر پھینک جاتی ہے۔ طرفہ یہ کہ کھیتی کی پیدائش کے موقع پر ریح و خریف ہر دونوں موسموں میں بادل برستے ہیں۔

پھاڑوں کے فوائد :- پھاڑوں کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ پانی کے حلقہ ہیں تاکہ پانی بہتر رتج بہلا یا سکے اگر پھاڑوں سے پانی یکساںگی نکل پڑے تو تمام آبادیاں غرق ہو جائیں۔ یہ تمام اسباب کھیتی اور جانوروں (انسان سمیت) کے لیے ہلاک اس سے واضح ہوا کہ پھاڑوں اور پہلوؤں اور سمندروں اور بارشوں میں اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں ہیں کہ ان کا شمار مل ہے۔

سورج بھی نعمت عظمیٰ ہے۔ کھیتی میں بھل ہوتی ہے اس کے نوازنے کی ضرورت ہوتی اسی لیے سورج پیدا کیا گیا۔ ویسے تو سورج میں بیشمار نعمتیں ہیں ان میں ایک نعمت یہ ہے کہ اسے پلند کیا کہ وہ زمین پر گرمی پھینکے بلکہ وہ زمین سے بہت لوہا ہے لیکن اس سے کھیتی کو ضرورت ہے اور وہ بھی کبھی گرمی کی اور کبھی سردی کی اسی لیے سورج کو یوٹنی بنا دیا کہ گرمی بھی ہو اور سردی بھی تاکہ اس سے دونوں کام کھیتی کے لیے ہاں سکیں۔ اس سے خود سمجھئے کہ سورج کی گرمی سے کھیتی کو کتنی ضرورت ہے۔ اس کی سردی سے کتنا اس کے بعد اندازہ لگائیں کہ یہ کتنی نعمتیں ہوتی ہیں۔

چاند کے فوائد :- اس کے بھی بیشمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ کھیتی کو صرف گرمی سردی کی ضرورت نہیں بلکہ اسے رطوبت بھی ضروری ہے کیونکہ کھیتی میں گرمی اور سردی سے ہستی اور سختی ہوتی ہے۔ اس کے پکانے کے لیے رطوبت چاہیے اور وہ چاند میں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے چاند پیدا فرمایا تاکہ اس کی رطوبت کھیتوں پر پڑے تو وہ پک جائیں۔ حرارت کا کام سورج نے سرانجام دیا اور رطوبت کا چاند نے اور صرف رطوبت نہیں بلکہ کھیتی جو مختلف رنگ حاصل کرتی ہے تو وہ بھی چاند سے۔

لطیفہ :- کوئی درخت یا کھیتی اس جگہ پر ہو جہاں سورج اور چاند ستاروں کی روشنی کے اثرات نہ پہنچ سکیں تو وہ کھیتی وغیرہ بگڑ جاتی ہے۔ تجربہ شہد ہے کہ چھوٹا درخت بڑے درخت کے گھیرے میں ہو تو وہ خراب اور ناقص ہوتا ہے۔

محبوب :- چاند کی رطوبت کا تجربہ کرنا ہو تو رات کو چاند کی چاندنی میں سرنگا کر کے جینو تو چند لمحات کے بعد سر میں ایسے محسوس ہوگی 'مکی چاند کی رطوبت ہے۔ عموماً زکام ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے اسی لیے بزرگان دین نے فرمایا سوتے وقت سر ڈھانپ لیا کرو۔ چاند جیسے سر میں رطوبت پہنچاتا ہے ایسے ہی کھیتوں میں رطوبت پہنچاتا ہے۔ میں نے گفتگو شروع کر دی ہے جو ختم نہ ہو سکے گی تو پھر ایسی بحث کا کیا فائدہ؟

خلاصہ :- اللہ عزوجل کی قدرت کا مکمل دیکھئے کہ آسمان کا کوئی ستارہ نہیں جس میں انسان کا ذیوی کوئی فائدہ نہ ہو۔ (اس لحاظ سے غور فرمائیے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی بیشمار نعمتیں ہیں) مثلاً سورج سورج میں حرارت چاند میں رطوبت وغیرہ وغیرہ ہر ستارہ میں اتنی بیشمار نعمتیں ہیں کہ ان کا شمار طاقت بشری سے باہر ہے۔

عقلی دلیل :- اگر یہی عقیدہ نہ رکھیں کہ ہر ستارہ میں بیشمار نعمتیں ہیں تو کتنا پڑے گا کہ یہ ویسے بلا ضرورت ہیں تو

اللہ عزوجل کی حکمت پر حرف کرتا ہے کیونکہ اس نے ہر شے بلا فائدہ پیدا نہیں فرمائی۔ چنانچہ فرمایا ربنا ما خلقت  
 هذا باطلا (آل عمران 191) ترجمہ کھنڈ لائین: اسے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا۔

وما خلقتنا السموات والارض وما بينهما الا عجبين (الدخان 38) ترجمہ کھنڈ لائین: اور ہم نے اور ہم نے  
 نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

نکتہ:- انسان کا کوئی عضو خلل از فائدہ نہیں۔ ایسے ہی جملہ عالمین کا ذرہ ذرہ خلل از فائدہ نہیں کیونکہ جملہ عالمین  
 بمنزلہ ایک جسم کے ہیں اور ان کے اجسام بمنزلہ اعضاء کے ہیں۔ پھر جیسے انسان کے ایک عضو سے دوسرے عضو کو  
 مدد پہنچتی ہے اسی طرح عالمین کے اجسام میں سے ہر ایک کو دوسرے سے مدد ملتی ہے۔ یہ بحث بھی بہت طویل ہے۔  
 یہ تصرف کے ایک قاعدہ کی ایک تقریر ہے۔ وہ یہ کہ انسان عالم صغیر ہے اور جملہ عالمین عالم کبیر یعنی اللہ عزوجل  
 نے عالمین جو شے بنائی ہے وہ تمام انسان میں موجود ہے۔

سوال:- آفتاب چاند اور جملہ ستاروں کو جن آثار کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے ان کی تفسیر کو ملنا خلاف  
 شرع ہے اس لیے شریعت نے نجومیوں اور ان کے علم نجوم کی تصدیق سے منع فرمایا ہے؟

جواب:- اس میں دو باتیں منوع ہیں (1) یہ عقیدہ رکھنا کہ ستارے اپنی تاثیرات کے خود قائل مستقل ہیں اپنے  
 خالق کی تدبیر و تقدیر کے تابع نہیں تو یہ کفر ہے۔ (2) نجومی جو بات مفصل ستاروں کے ایسے آثار سے بیان کرے جو  
 ہر ایک کو معلوم نہیں اسے سچا سمجھتا بھی منوع ہے کیونکہ وہ لوگ ان تمام امور میں جاننے والے ہی علم کا دعویٰ کر  
 دیتے ہیں اور نجومیوں کے ان کے تمام امور کو نہ جاننے کی دلیل یہ ہے کہ علم نجوم بعض انبیاء علیہم السلام کا ایک  
 سحرہ تھا اور وہ مجبوراً اس بتی علیہ السلام کے وصل کے بعد اٹھا لیا گیا۔ اس لئے کچھ علم باقی رہ گیا تو اس میں بھی خلط  
 ملط ہو گئی کہ اس میں صواب و خطا کا امتیاز نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ جواب یہ کہ ستاروں میں ایسا اعتقاد رکھنا کہ اللہ  
 عزوجل کے پیدا کرنے سے وہ آثار ہیں جیسے زمین اور نباتات و حیوانات میں اللہ عزوجل کی تخلیق سے ہوتے ہیں تو  
 یہ اعتقاد خلل انداز نہیں (کی جواب ہم اہلسنت و اہلبدیہ کو دیتے ہیں کہ انبیاء اولیاء کا نفع ضرر اللہ عزوجل کی  
 عطا ہے تو یقین اسلام ہے۔ اگر وہی عقیدہ رکھے جو لوہر ستاروں کے لیے مذکور ہوا تو وہ کفر ہے لیکن الحمد للہ اس  
 طرح کا عقیدہ کسی بھی مسلمان کا نہیں ہے۔ یہ وہیوں و وہندوں کا معاملہ مسلمان پر عظیم ہتھکنڈ ہے۔

مذکورہ بلا عقیدہ صحیح اور درست ہے یعنی یہی عقیدہ کہ ستاروں میں تاثیر اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے ایسے انبیاء و  
 اولیاء کا نفع و ضرر بھی اللہ عزوجل کا عطا کردہ ہے۔ (اضافہ دوسری فقرہ)

کفر یہ عقیدہ ہے۔ نجومیوں کا بدجوہر کہ ستاروں کا مفصل علم نہیں پھر بھی ان کے علوم کی تفصیل کا دعویٰ کریں  
 چونکہ یہ عقیدہ کفر ہے اس لیے نجومیوں کی ایسی تصدیق شرعاً منوع ہے۔ ہاں بعض تاثیرات کا علم سب کو ہے۔  
 کوئی شخص کہتا دھوکہ دے کہ اس کو سکھاتا چاہے اور اس کا شک ہو اس سورج کی دھوپ سے ہو گا کیونکہ یہی سورج کی تاثیر

ہے۔ اب اسے کوئی خبر دے کہ دھوپ لگتی ہوئی ہے اور ہوا بھی چل رہی ہے تم اپنا کپڑا سکھالو! ایسی خبر کی تصدیق کفر نہیں۔

کسی کے چہرے کے رنگ پر کدورت آجائے۔ اس سے پوچھا جائے تو جواب دے کہ راستے طے کرنے میں سورج کی دھوپ میرے چہرے پر پڑی اس کی وجہ سے میرا چہرہ حنفیہ ہے تو کتنا کفر نہیں۔ اگرچہ وہ سورج کی ایک تاشیر کی خبر دے رہا ہے اور ہم اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اسی طرح باقی تاشیرات کو سمجھئے۔

ستارگان کے بعض آثار ہمیں معلوم ہوتے ہیں اور بعض نامعلوم۔ جو معلوم ہوتے ہیں وہ دو قسم ہیں (۱) سب کو معلوم ہوں جیسے سورج کی دھوپ اور اس کی گرمی (۲) بعض کو معلوم ہوں بعض کو معلوم نہ ہوں جیسے چاند کی چاندنی سے زکام ہو جانے خلاصہ یہ کہ ستاروں کی تخلیق بے قاعدہ نہیں ان میں بے شمار فوائد ہیں اور ان کی ان گنت عظمتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے اٹھتے وقت یہ پڑھتے تھے رستا ما خلقت هذا باطلا سبحانه فقتل عذاب النار (آل عمران ۱۹۱) ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ کر فرماتے کہ ہلاکت ہے اسے جو یہ آیت پڑھے پھر بھی غرور میں رہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ انسان اس آیت میں غرور و فکر کرے یعنی صرف آسمان کا رنگ اور ستاروں کی روشنی ہی جان بلکہ ان کی حکمتوں میں غور و فکر کرے ورنہ اتنا تو چاند بھی دیکھتے ہیں کہ آسمان ہے اور اس میں ستارے چمک رہے ہیں و تیرہ و فیرو یعنی آسمان کے ظاہری رنگ اور ستاروں کی روشنی پر اتنا غور کرے بلکہ تدبر و فکر کرے اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کا اعتراف کرے۔

درسِ عبرت :- آسمان کے عجائبات کے ملکوت میں نور افلاک و انس اور حیوانات و نبات میں بہت سی عبرتیں ہیں۔ ان کے طالب دینی ہیں جو اللہ عزوجل کے سچے محب ہیں کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ دنیا میں جسے کسی عالم دین سے محبت ہوتی ہے تو وہ اس کی تعریف کا مطالعہ کرتا رہتا ہے تاکہ اس کی تعریف سے علمی فوائد سے مالا مال ہو۔ ایسے ہی اللہ عزوجل کا محب صلی اللہ علیہ وسلم (باری تعالیٰ) پر نگاہ کر کے تعجب و تدبر کرتا ہے۔ جسے کسی عالم دین کی کسی تعریف سے کوئی اچھی چیز معلوم ہو تو وہ نہ صرف مصنف کے خیال میں کم ہو جائے بلکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو سامنے رکھے کہ اس کریم نے ایسے عالم کو کیسی توفیق بخشی کہ اس نے ایسی تعریف لکھ ڈالی۔

مثلاً :- چلیوں کو دیکھو کہ وہ کیسی ہلاتی ہیں اور بہت عمدہ اور موزوں حرکیں کرتی ہیں۔ ایسے ہی کھلونے کو دیکھو کیسی عجیب و غریب سلاست سے تیار ہے اور وہ پتلیوں تو کپڑے کی گزیاں ہیں انہیں از خود کوئی حرکت حاصل نہیں بلکہ یہ ساری کارروائی بازیکر کی ہے جو انہیں بناتا ہے کہ کیسے وہ پتلی تاروں کو ہلا رہا ہے کہ وہ تاروں آنکھوں سے نظر تک نہیں آتیں۔ بلاشبہ جلیل عبادت الہی دنیا کی ہر چیز کو دیکھ کر صفت خدا تعالیٰ کا تصور کرتے ہیں۔



خلاصہ یہ کہ نباتت کی غذا اپنی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستاروں سے مکمل ہوتی ہے اور ان سورج، چاند، ستاروں کے لیے علیحدہ علیحدہ آسمان ہیں جن میں یہ گزرتے ہوئے ہیں اور اطلاق کے لیے حرکتیں کرتے ہیں اور یہ حرکتیں فرشتوں کے ذریعے ہیں۔ اسی طرح تمام ایک دوسرے کے ذریعے کام کر رہے ہیں۔

انسان تک غذاؤں کے پہنچنے کی نعمتیں یہ ہیں تو سب کو معلوم ہے کہ انسان کی تمام غذا میں ایک جگہ پر نہیں بلکہ مختلف مقامات سے مخصوص شرائط سے انسان تک پہنچتی ہیں۔ وہ شرائط مکمل ہوں گی تو غذا حاصل ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ بعض غذا میں تو ایسی ہیں جو سمندر کے پار ہیں لیکن پھر بھی وہ انسان کو مل رہی ہیں۔ وہ یوں ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے تاجروں کے دلوں میں خیال، ذال واکہ سمندر پار والی غذا میں یہی پہنچائی جائیں تو معتدل نفع حاصل ہوگا وہ لالچ و حرص سے وہ تڑی اور خشکی کے سڑکی صوبتیں سر پر رکھ کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں کہ مشرق کی غذائیں مغرب میں اور مغرب کی غذائیں مشرق میں پہنچاتے ہیں۔ پھر طرفہ یہ کہ یہ لوگ تمام مستحضر غفلت سے جھیل رہے ہیں اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ تمام کارروائی رائج ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں۔

یا تو کشتیوں میں ڈوب جاتا ہے یا لٹیروں کے ہاتھ آتا ہے یا کہیں سفر میں مر جاتا ہے تو بل اور دولت دیکھ کر افسروں کے قبضے میں آجاتا ہے اور ان کا محو مل یہ ہے کہ مل و وارثوں کے ہاتھ میں لگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وارث ہی سب سے زیادہ ان کے دشمن ہیں۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ ان پر جمل اور غفلت مسلط ہے۔

کشتی و جہاز کی تخلیق یہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے اور جہاز رانی کا کام کیسے سکھایا اور حیوانت کو سواری اور بار برداری کے لیے کس طرح مسخر کیا کہ ہر جانور میں ایک وصف جداگانہ عنایت فرمائی۔ گھوڑے کو تیز رفتار، گدھے کو مشقت پر صبر، اونٹ کو کم خوری اور کثرت بار برداری مرحمت کی اور وہ انسان کو تڑی اور خشکی میں بذریعہ کشتیوں اور حیوانات کے کس طرح پھراتا ہے کہ غذا و دیگر حوائج انسان تک پہنچائیں اور حیوانات کے لیے اسباب اور سلائ اور گھاس، دانہ وغیرہ کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور کشتیوں کے لیے کون سے لوازم کی حاجت پڑتی ہے۔ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت اور زاد از حاجت پیدا کیا ہے۔ ان کا شکر کرنا غیر ممکن ہے، پھر ان سے اور امور بے شمار کی قیوت پہنچتی ہے جن کا ترک اختصار کے لیے مستحب معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے اس بحث کو ترک کیا جا رہا ہے۔

اصطلاح غذا میں نعمتیں یہ ہیں جو چیزیں زمین میں از جسم نبات اور حیوانات پیدا ہوتی ہیں، ان کا اسی طرح پر کھالینا ممکن نہیں بلکہ ہر ایک میں اصطلاح اور پکالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض کو پیچیدہ بنا دیتا ہے اور بعض کو پانی رکھنا ہوتا ہے۔ اسی طرح کی دشمنیاں ہمیں کئی پڑتی ہیں اور ہر غذا میں ان ترکیبوں کا مفصل لکھا دشوار ہے، اس لیے ہم صرف روٹی کو خاص طور پر بیان کر رہے ہیں۔ بیج ڈالنے کے بعد اس کے گول ہونے اور غذا کے قتل ہونے کے لیے

کیا کیا کرتا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے جو حاجت ہوتی ہے وہ نین کی دوستی ہے۔ جس کے لیے کسان کی حاجت ہے پھر بیلوں اور مل کی ضرورت ہے۔ مع جمع لوازم کے پھر ایک مدت تک اپنی دینا پھر کھیت کو پونا پھر کائنا پھر چھاننا اور بلیج علیحدہ کرنا پھر بیٹا پھر گوندھنا پھر لٹاک سوچنا چاہیے کہ یہ کتنے کام ہوئے اور جو ہم نے نہیں لکھے وہ علاوہ ہیں اور جتنے لوگ ان کاموں کو کرتے ہیں اور جتنے اوزاروں سے کرتے ہیں ان کو بھی ذہن میں رکھتے اور یہ آلات لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہیں۔ کھیتی کے آلات بنانے والوں کا لحاظ کرو اور پیٹنے اور پکانے والوں کو دیکھو۔ پھر منجھ ان کارکنوں کے لواہروں کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور سیسے کی حاجت پڑتی ہے۔ پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہماروں اور چروں اور کلاں کو کیسے جدا جدا بنایا۔ فرشتہ اگر تلاش کرے تو یقین کرے کہ ایک روئی گول ہو کر غذا کے قتل تب ہوتی ہے جب اس پر ہزاروں کارکنوں نے کام کیا ہے۔

خلاصہ۔ اس فرشتے سے شروع کر کے جو ایر کے لیے ہے اور آخر تک یہاں تک کہ فرشتوں کی طرف سے کام ختم ہونے کے بعد انسان کے کام کا آغاز ہوتا ہے۔ روئی کے گول بنانے تک ہزاروں کارگر ہوتے ہیں جس میں سے ہر ایک کارگر ایک خاص کام پر متعین ہوتا ہے جس سے مخلوق کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ پھر ہر کارگر کی کثرت عمل کا لحاظ کریں کہ ان آلات نے کتنا کام کیا ہے مثلاً ایک ہموں سا آلہ (سوئی) ہے کہ اس کا فائدہ لباس کا سینا ہے جو سردی کا علاج ہے۔ سوئی کو دیکھو تو اس کی شکل لوہے سے تب بنتی ہے جب سوئی بنانے والے کے ہاتھ میں عجیب و غریب گزرتی ہے اور ہر دفعہ وہ ایک ایک کام اس میں کرتا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ شہوں کو جمع نہ کرتا تو زندوں کو مسخر نہ کرتا اور کسی کو مثلاً سیوں کٹنے کے لیے درخت کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اس میں کٹ جاتی اور نہ بن سکتی مگر اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ آدم خاں کو نفع پاک سے پیدا کر کے ایسے ایسے عجیب و غریب آلات بنانے کی ہدایت کی۔ مقررین کو دیکھو کہ وہ پہلے ایک دوسرے پر منطبق رہتے ہیں مگر جڑ کو لیتے ہی جلد جلد کاٹی جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے بنانے کا طریقہ پہلے لوگوں پر واضح نہ فرماتا تو ہم کو اس کا طریقہ نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے نکالنے کا پتہ نہ ملتا تو ہم کو اس کا طریقہ نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور حضرت لوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی غلیظ کمال دی جاتی تو تمام عمر اس ایک آلہ کے اچھلنے سے قاصر ہو کہ دوسروں کا تو کیا ذکر ہے مگر اللہ عزوجل کا بڑا احسان کہ اس نے سب کچھ اپنے کرم سے بتا دیا اب اگر فرض کرے کہ کسی شرمیں پیسے والا نہ رہے یا لواہر یا جام یا جولا یا کوئی اور کوئی پیشہ در نہ رہے تو لوگوں کو کیسی ایذا پہنچے اور کسی نقری کارہار میں پڑے۔ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ اس نے بعض بندوں کو بعض کا مسخر رکھا ہے تاکہ اس کی حیثیت پوری ہو اور حکمت کمال دلیل میں ہم اس بحث کو مختصراً بیان کرتے ہیں کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ نعمتوں پر اہتمام نہ کرے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نام ذکر کرے۔

معاصی غذا نصیحتیں۔ یہ پیشہ در جو اصلاح غذا کرتے ہیں اگر ان کی راہیں لائق ہوں اور طبیعت میں وحشی جیسی

نفرت ہوتی تو ایک دوسرے سے ٹکھہ ہو کر دور رہتے اور کوئی کسی سے متفق نہ ہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک جگہ میں نہیں رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہوں ایسے یہ لوگ بھی ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے دلوں میں الفت اور انس و محبت پیدا کی ہے۔ چنانچہ خود قرباتا ہے لوانفقت ما فی الارض جسیعاً ما لفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم (انفال 63) ترجمہ کنزالایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خراج کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیے۔

ثابت ہوا دلوں میں الفت و محبت کا ڈالنا خود اسی کا کام ہے۔ اسی الفت اور ارواح کی شہنائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے ساتھ انس ہوا اور شر و قسبٹ بنائے۔ اپنے مکانوں کو پاس پاس تعمیر کیا اور ان کو آرائشوں سے مزین کیا۔ بازار اور دکانیں مرتب کیں اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جن کا بیان طویل ہے۔ پھر چونکہ انسان کی سرشت میں غصہ اور حسد اور حرص ہے۔ اسی وجہ سے یہ محبت جاتی بھی رہتی ہے اور جہاں دو آدمیوں کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوتی ہے وہاں آپس میں نفیض و نفرت بلکہ نفرت و خٹن تک بھی پہنچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان حکام کو مسلط کر دیا اور قوت اور سلطان سے ان کی اہانت کی اور ان کا رعب رعایا کے دلوں میں ڈال دیا کہ جبراً قرآن برداری کریں "خو لا طبیعت چاہے یا نہ چاہے۔ پھر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اصلاح شریوں کا انتظام کیسے ہدایت فرمایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے شریوں کو ایسی وضع پر بنایا اور ان کے جسے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اعضاء ہوتے ہیں کہ بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے۔ اس لیے انہوں نے ہر ایک شری میں رئیس اور چٹھی اور کو قفل اور ممبر مقرر کر کے عدل و انصاف کا پائندہ کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت سب پر ضروری کر دی یہاں تک کہ لوہار مثلاً قصاب اور ٹیلہائی اور تمام نسل شر سے متفق ہوتا ہے۔ جیسے ان سب کو لوہار سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جام کسان سے اور کسان جام سے اور ہر ایک شخص ایک دوسرے سے متفق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہ حاکم کی ترتیب و جمیع کے موافق سب متفق اور مجتمع رہتے ہیں۔ جس طرح کہ تمام اعضاء بدن ایک دوسرے کے معاون اور باہم متفق ہوتے ہیں۔ پھر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سلاطین کی اصلاح کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مجبوث فرمایا جنہوں نے ان کو علاوہ اصلاح دین کے اس شلوات کے یہ قوانین شریعت بھی سکھائے تاکہ سلطنت عدل پر برقرار رہتی چاہیے اور انتظام کے لیے انہیں سیاست جاری رہے۔ اسی طرح احکام سلطنت اور اہانت اور احکام نقد متعلق اصلاح دینا سب بتا دیے۔

یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اصلاح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے کی اور فرشتوں میں سے اصلاح ایک دوسرے سے ہوئی یہاں تک کہ انتہاء اس سلسلے کی اس فرشتہ مقرب پر پہنچی ہے کہ اس میں اور اللہ تعالیٰ میں کوئی واسطہ نہیں رہتا۔

مثال :- ٹیلہائی آنے کی اصلاح پانے سے کرتا ہے اور پیٹنے والا داند کی اصلاح چینی سے اور کسان غلہ کی اصلاح کانٹے سے اور کھاتے تراعت کی اصلاح لوہار کرتا ہے اور اس کے نوذکر کی اصلاح پڑھتی کرتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک

پیشہ و دلوں کو جو آلات غذا درست کرتے ہیں، جاننا چاہیے اور ان سب پیشہ وروں کی اصلاح سلطان کرتا ہے اور سلطان کی اصلاح علماء کرتے ہیں جو وارث انبیاء علیہم السلام ہیں اور علماء کی اصلاح انبیاء کرتے ہیں اور ان کی اصلاح عالم قدس سے ترتیب ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ سلسلہ ہار گاہ امدت پر پہنچتا ہے جو ہر ایک انتظام اور مشا تمام ترتیب و تکیف کا اصل ہے اور یہ سب باتیں اس رب غار باب اور مسبب الاسباب کی نعمتوں میں سے ہے اور اگر وہ اپنے فضل و کرم سے یہ نہ فرمادیتا واللہ اعلم بالصواب (الخ) تو یہ ذرا سی نعمتیں بھی معلوم نہ ہوتیں اور اگر بحکم قہر و قدرت اس آیت وان نعموا نعموا اللہ لانهصوا (ابراہیم 34) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں مٹو تو شمار نہ کر سکو گے ہماری امیدوں کو نعمتوں کے شمار سے منع نہ فرماتا تو ہم بھی ان کی گنت تک پہنچنے کا شوق کرتے۔ کچھ نہیں جو کچھ بولتے ہیں، وہ بھی اسی کے حکم سے بولتے ہیں اور اگر چہ ہوئے تو بھی اسی کے روکنے سے رکے کیونکہ جو چیز وہ صحت کرتا ہے، اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز وہ نہیں دیتا، اس کا کوئی دینے والا نہیں، اس لیے کہ زندگی کے ہر لمحہ میں کوشش دل میں یہ آواز اس بلا شہ کی سنتے ہیں لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار (المومن 16) ترجمہ کنزالایمان: آج کس کی بادشاہی ہے ایک اللہ ص ب پر غالب کی۔

الحمد للہ کہ اس ذلت پاک نے ہمیں کافروں سے جدا رکھا اور موت سے پہلے یہ آواز ہمارے دلوں میں ڈال دی۔ ملاحظہ کی تخلیق میں نعمتیں: ہم نے پہلے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ فرشتوں کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت رکھی ہے کہ ان سے انبیاء علیہم السلام کی اصلاح فرماتا ہے اور ہدایت اور وحی کا پہنچانا انہیں کے ذریعے سے ہوتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ فرشتے صرف اسی قدر ہیں بلکہ فرشتوں کے طبقات بلجود کثرت اور ترتیب مراتب کے تین طبقات میں منحصر ہیں (1) ملائکہ زمین (2) آسمان (3) عرش کے اٹھانے والے ان طبقات میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے غذائے انسانی پر موکل کر رکھا ہے اور ان سے کچھ غرض نہیں جن سے ہدایت و ارشاد وغیرہ حاصل ہے۔

حقیقی نہ رہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نہایت کے جسم کا غذا انہیں پاتا جب تک کہ اس پر سلت فرشتے جو کم ورجہ ہے یا دس یا سو یا زیادہ موکل نہ ہوں۔

غذا کے معنی یہ ہیں کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جز کا قائم مقام ہو جو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انبیاء کو خون ہو کر گوشت اور ہڈی بن جاتی ہے اور جب یہ حالت مکمل ہوتی ہے تو غذا مکمل ہو جاتی ہے اور خون اور گوشت اجسام میں کہ ان کو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار نہیں، نہ اپنے آپ حرکت کر سکیں، نہ اپنے آپ متغیر ہو سکیں اور صرف طبیعت اس بہت کو کٹتی ہیں کہ کبھی کوئی چیز بنادے، کبھی کوئی جس طرح کیوں کہ خود بخود نہ پتا ہے، نہ گدھتا ہے، نہ دعویٰ ہوتا ہے جب تک کہ کوئی کاربگر نہ ہو، اسی طرح خون بھی نہ خود بخود گوشت ہوتا ہے، نہ ہڈی بنتا ہے، نہ رگ و ریشہ ہوتا ہے جب تک کہ کوئی بنانے والا نہ ہو اور ہڈیوں میں بنانے والے فرشتے ہیں جیسے ظاہر کہ پیشہ و رال شہر ہیں اور چونکہ اللہ عزوجل نے نعمتیں اپنی ظاہر و باطن دونوں میں صحت کی ہیں تو ان کی نعمتوں سے غافل نہ ہونا

ملائکہ کی ڈیوٹی :- ایک فرشتہ تو ایسا چاہیے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک پہنچا دے، اس لیے کہ غذا تو خود حرکت کرتی نہیں اور دوسرا وہ جو غذا کو وہل سے انہیں کے پاس روکے رہے اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اس کو گوشت یا ہڈی یا رگ کی صورت بنا دے اور پانچواں وہ جو زیادتی نہ جائے اسے دفع کرے اور چھٹا وہ جو ان چیزوں کو آپس میں ملا دے یعنی جس جڑ غذا میں صفت گوشت کی آتی ہے اس کو گوشت میں ملا دے اور جس میں ہڈی کی ہے اس کو ہڈی میں ملا دے تاکہ پیوستہ نہ رہ جائے اور ساتواں وہ کہ اس افضل میں رعایت اصل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہے اس کی گولائی نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہے اس کی چوڑائی قائم رہے اور بحول کی گہرائی بقی رہے اور ہر عضو پر مقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً لڑکے کی ناک پر غذا اس قدر جمع کر دے جس قدر ان پر نہ چاہیے تو ناک بست پڑی ہو جائے گی اور نفعی جاتے رہیں اور صورت ڈراؤنی ہو جائے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو چیز یا جس کے لائق ہو وہی پہنچائے مثلاً بچوں میں پتلا پن ہے اور ذیلے میں صفائی اور رافوں میں موٹاپا اور ہڈی میں سختی تو ہر ایک کے لیے ایسی ہی غذا پہنچانی چاہیے جو مقدار و شکل میں ان کے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جائے گی اور بعض جگہیں پیوستہ جائیں گی اور بعض کنڈور دیں گی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ نہ کرے اور لڑکے کے سر اور تمام بدن میں غذا پہنچائے اور ایک پاؤں مثلاً چھوڑ دے تو سارا بدن تو بڑھے گا مگر ایک پاؤں ویسا ہی رہے گا جیسا بچپن میں تھا ایسا نقص زندگی سے کیسے منتفع ہو گا جو سب اعضا بڑے آدمی جیسے ہوں اور ایک پاؤں لڑکے جیسا ہو۔

اس تقسیم مقدار کی رعایت بھی ایک فرشتے کے سپرد ہے۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ خون اپنی سرشت کی وجہ سے اپنی شکل بدل لیتا ہے اس لیے کہ جو شخص ایسے امور طیب کے حوالے کر آئے وہ جمل ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ کام زمین کے فرشتوں کے سپرد ہیں کہ آدمی کے اندر سب فرشتے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، خلو آدمی خواہ استراحت میں ہو یا غفلت میں ہو، وہ اپنا کام کیے جاتے ہیں اور ان کو ان کی کچھ خبر نہیں اور یہ بات اجڑائے بدن کی ہر ایک چیز میں موجود ہے۔ وہ کیسا ہی چھوٹا جڑو ہو میل تک کہ بعض اعضاء مثل آنکھ اور دل میں ایک سو سے زیادہ فرشتوں کی ضرورت ہے جن کی تفصیل، تمد انتشار ہم ترک کیے دیتے ہیں۔

زمین کے فرشتوں کو آسمان کے فرشتوں سے مدد پہنچتی ہے اور ان میں دو ترتیب میں ہے جس کی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور آسمان کے فرشتوں کو عرش کے اٹھائے والوں سے مدد ملتی ہے اور ان سب پر انعام تہنید اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس مالک الملکوت و الجہوت شہنشاہ جلال عزت و لاہوت سے ہوتا رہتا ہے اور فرشتے جو آسمانوں اور زمین پر مقرر ہیں اور اجڑائے نبات و حیوانت پر موکل ہیں میل تک کہ ہر قدرہ دارن اور ہر پائل کے قطعات پر، دو لور لور پھرتے ہیں، مامور ہیں۔ ان کے بارے میں احادیث بہ شمار ہیں۔

سوال :- یہ سب کام آدمی کے اندر کے ایک ہی فرشتے کو کیوں نہ سپرد ہوئے، ملت فرشتوں کی ضرورت کیوں ہوئی؟

گیوں میں بھی تو بہت سے افضل کیے جاتے ہیں۔ لول پیے جاتے ہیں، پھر آنا چھٹا جاتا ہے، پھر پٹی والا جاتا ہے، پھر گوندھا جاتا ہے؟

جواب :- فرشتوں کی پیدائش آدمی کی پیدائش کے مختلف ہے۔ جو فرشتہ ہے، اس کی صفت بھی ایک ہی ہے۔ اس میں کسی طرح کا غلط یا ترکیب نہیں۔ جب یہ بات ہے تو ایک فرشتے سے ایک ہی فعل ہو گا خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما معنا له مقام معلوم (الصفت 164) ترجمہ کنزالایمان: نور فرشتے کہتے ہیں ہم نے ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔ فرشتوں کو نہ ایک دوسرے سے نفرت ہے، نہ ہام مقابلہ بلکہ وہ اپنے کاموں پر ایسے مامور ہیں جیسے حواس خمسہ کے عقلی شوقی کی مزاحم نہیں ہوتی کہ اور اک اصول میں اس سے جھگڑا کرے، نہ قوت شامہ ان دونوں کی مزاحم ہے، نہ دلوں اس کے مانع، حواس خمسہ کا محل اور اعضاء جیسا نہیں۔ بعض لوگ آدمی پاؤں کی انگلیوں سے گرفت کر لیتا ہے جو ہاتھ کا کام ہے۔ اگرچہ اس کی گرفت ضعیف ہوتی ہے مگر ہاتھ کا شریک و براہم تو ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکراتا ہے اور جو کام ہاتھ کا ہے، وہ سر سے لیتا ہے اور نہ حواس خمسہ کا محل انسان سا ہے کہ ایک ہی آدمی بیسیوں کام کر لیتا ہے اور یہ بات انسان میں ایک طرح کا فیضانِ حق اور عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ وجہ یہی ہے کہ انسان کی صفات اور اروا میں اختلاف ہے۔ یہ ایک وصف نہیں رکھتا اسی وجہ سے ایک ہی فعل کا پابند بھی نہیں رہتا اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی کبھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی نافرمانی کرتا ہے کیونکہ اس کی صفات و اروا میں اختلاف ہے اور یہ بات فرشتوں کی طبیعت میں ناممکن ہے۔ ان کی مرشد طاعت پر ہے۔ ان کو معصیت کی طاقت نہیں تو بالخصوص ان کا یہی حال ہے جو اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے لا یصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یومرون (التحریم 6) ترجمہ کنزالایمان: جو اللہ کا حکم ہمیں مانگے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ اور فرمایا یسبحون اللیل والنهار لا یفترون (القلم 20) ترجمہ کنزالایمان: رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

فرشتوں کی صفات :- جو فرشتہ رکوع کرنے والا ہے، وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہے اور جو سجدہ کرنے والا ہے، وہ ہمیشہ سجدہ ہی کرتا ہے اور جو کھڑا ہے، وہ ہمیشہ کھڑا ہے۔ ان کے افضل میں اختلاف نہیں، نہ کسی طرح کا نور اور ہر ایک کے لیے ایک مقام اور مرتبہ ہے کہ ان سے تجاوز نہیں کر سکتا ان کی اطاعت بجا لانا اس طرح ہے کہ اس میں جمل عدل ختمی نہ ہو۔

مثلاً :- جیسے آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ آدمی کی اطاعت کرتے ہیں اور مخالفت کی جمل متصور نہیں مثلاً جب آدمی چلیں کھولنی چاہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہوں گی تو ان کو کچھ تردد کھلنے میں نہ ہوگا، نہ یہ ہوگا کہ کبھی کھلنے میں اطاعت کریں اور کبھی کھنڈا نہ مانیں بلکہ وہ تو انسان کے فرمان کی پابند ہیں کہ اشارے کے ساتھ ہی کھل جاتی ہیں اور اشارے کے ساتھ ہی بند ہو جاتی ہیں۔ یہ نتیجہ اگرچہ عدل حکمی کے نہ ہونے میں ہو سکتی ہے مگر من وجہ درست نہیں۔ وہ

یہ ہے کہ پکوں کو علم نہیں اور مردہ کی طرح ہیں۔ انہیں پتہ نہیں کہ وہ کیا کر رہی ہیں، بخلاف فرشتوں کے کہ وہ زندہ ہیں جو کرتے ہیں، اس کو جانتے ہیں۔

زمین اور آسمان کے فرشتوں میں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں نعمت رکھی ہے، ان کا بیان یہاں ختم ہوا اور ان کی حرکات اور حاجات کا ذکر نہیں کیونکہ ان کے بیان کے لیے تفصیل چاہیے، ہر عمل فرشتوں کی نعمت ایک علیحدہ درجہ ہے اور ملاحظہ کے طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہے۔ ان کے اقرار کا ذکر بہت دور کی بات ہے۔ پر اللہ تعالیٰ نے نعمت ظاہری اور باطنی دونوں پوری کی ہیں اور ہر فریب و نفوذ ظاہر الانہ و باطنہ (الاحیاء و الاموات) قرعہ کنز الایمان: اور چھوڑ دیا کھلا اور چمکا کتاب۔ ”ہاتھ لاکھلا چھوڑنا عوام نہیں جانتے یعنی حسد اور لوگوں کا بغض دلوں میں رکھنا وغیرہ۔“

کتابان قلبی سے کنارہ کش ہونا باطنی نعمتوں کا شکر ہوگا اور ظاہری نعمتوں کا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہوگا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، اگر پلک تپنے میں بھی ہو۔ مثلاً اپنی آنکھ ایسی جگہ کھول دے جہاں بند کرنا واجب ہے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا (جو آسمان و زمین اور ان کے درمیان ہیں) منکر ہوگا کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، یہاں تک کہ فرشتے اور آسمان اور زمین اور حیوانات اور نباتات اور سب کے سب ہر چیز پر اللہ کے حق میں نعمت ہے کہ وہ اس کا نفع ان سے پورا ہوتا ہے اگرچہ فیوض کا بھی فائدہ ہے۔

آنکھ کی پلک کی نعمتیں :- آنکھ کی ہر پلک نعمت ہے بلکہ ہزار نعمتیں خود پلک میں ہیں، اس لیے کہ ہر پلک کے نیچے عضلات پیدا کیے ہیں اور ان میں نور اور دھواں ہیں جو دماغ کے پٹوں میں ملتے ہیں جن کے ذریعہ سے لوہر کی پلک نیچے کو جاتی ہے اور نیچے کی لوہر کو اٹھتی ہے اور ہر پلک میں سیاہ بلی ہیں اور ان کے سیاہ ہونے میں یہ نعمت ہے کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھیں۔ مفید چیزوں کو متفرق کرتی ہے اور سیاہ شے جمع رکھتی ہے۔

نکتہ :- ان کو ایک صف جو میں رکھا ہے۔ اس میں یہ نعمت ہے کہ چھوٹے کیڑے آنکھ کے اندر نہ جاسکیں اور جو ننھے ہوا میں اڑتے ہیں، وہ آنکھ میں نہ پڑیں، ہاتھوں میں رک جاسکیں اور آنکھ کے ہر برتن میں وہ نعمتیں ہیں اور ہاتھوں کی جز نرم ہانکی اور باوجود جز کی نرمی کے اسے کھرا رکھا اور دونوں پکوں کے ہاتھ لوہر نیچے سے مل کر جو جلی کی صورت ہو جاتے ہیں، اس میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ہوا، فہار بھی آنکھ کے نکلنے کا مانع ہوتا ہے اور آنکھ بند کر لی تو کچھ سوچتا نہیں، اس لیے ایسے وقت میں آدمی آنکھ بند کر سکتا ہے کہ لوہر نیچے کی پلک کے ہاتھ بھل جلی ہو جائیں اور وہ فہار ہوا کو آنکھ میں نہ جانے دے اور ہاتھوں کی آڑ میں سے پلکیں نیچے لوہر کی ایسی ڈیلے سے متصل پیدا ہوئی ہے اور کنارے ان کے پتے بنے ہیں کہ وہ ڈیلے پر اثر کرتی ہیں جو میٹھی آئینہ پر کرتی ہے جنہاں ایک وہ دھند پلکیں کھولیں، بند کیوں نور اظہار سے صف ہو جاتا ہے اور نکلا وغیرہ کو لوہر پکوں میں نکل آتا ہے اور کھس کے ڈیلے میں چونکہ پلکیں حلق نہیں ہوئیں، اس لیے ان کے دو پٹوں میں کے عوض زبان ہیں جن سے وہ

پیش اپنی آنکھوں کو لپٹی رہتی ہے تاکہ ڈیلے صف ہوں۔

ہمیں نعمت ہائے خداوندی مفصل بیان کرنا چاہیں، اس لیے کہ اس میں طوالت ہے اور کتاب بہت بڑھ جائے گی۔ اگر ذمے نے فرصت دی اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب لکھ کر (بجانب منہج اللہ) اس کا نام رکھیں گے جس لیے اب اصل غرض کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں مثل مذکورہ جہاں جس شخص نے مشافیر عمرم کی طرف آنکھ کھولی تو اس نے آنکھ کھولنے میں اللہ تعالیٰ کی نعمت جو پلکوں میں تھی، اس کی ناشکری کی لوہر چونکہ پلکیں بغیر آنکھ کے نہیں ہوتیں اور نہ بغیر سر کے آنکھ اور نہ سر بغیر جسم کے اور نہ جسم بغیر خدا کے اور نہ خدا بغیر جانی کے اور زمین اور ہوا اور پانی اور آفتاب و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزیں بغیر آسمان کے اور نہ آسمان بغیر فرشتوں کے کیونکہ یہ سب چیزیں محض ایک شے کے ہیں جیسے اعضائے بدن ایک دوسرے سے مربوط ہیں، ویسے ہی یہ اشیاء بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے ہر ایک نعمت کی ناشکری کی جو ممکن ہے تاکہ موجود ہیں۔ اسی وجہ سے کوئی آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات یا پتھر یا مٹیس رہتا جو اس شخص کو لعنت نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس زمین پر آدمی جمع ہوتے ہیں پھر طبعہ ہوتے ہیں تو وہ زمین ان کو لعنت کرتی ہے یا ان کی طلب مغفرت کرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عالم دین کے لیے تمام چیزیں طلب مغفرت کرتی ہیں پہل تک کہ سمندر میں مچھلی بھی اس کے لیے بخشش کا سوا مل کر رہتی ہے اور فرشتے باغریاں کو لعنت کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی روایتیں اس باب میں ہیں۔ ان سب کا لکھنا و شمار ہے اور ان سب روایات سے یہ پلایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک وقفہ کے ہلاک مارنے سے بھی گھبرا ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھہرے گا اور اگر اس برائی کے پیچھے تدارک کر کے نکلے نہ کرے گا تو وہ خود کو درط ہلاکت میں ڈالے گا اور نیکی کرنے کی صورت میں سب چیزیں لعنت کے عوض اس کے لیے طلب مغفرت کریں گے اور یہ بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما کر اس کی خطا سے درگزر فرمائے۔

حضرت ایوب علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے ہر بندے کے ساتھ لا فرشتے ہیں۔ جب وہ میرا شکر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اتنی ہی نعمت زیادہ کر اس لیے کہ تو لائق حمد و شکر ہے تو اسے ایوب علیہ السلام تو بھی نیک شاکرین میں ہو جا کیونکہ ان کو اتنی ہی ملو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہے کہ میں خود ان کے شکر کا قبول کرنے والا ہوں اور میرے فرشتے اس کے لیے دعا مانگتے ہیں اور تمام جہلیس ان سے محبت کرتی ہیں اور آثار ان پر روتے ہیں اور جس طرح معلوم ہوا کہ ہر ملک میں بہت سی نعمتیں ہیں، اسی طرح یہ بھی یقین کر لو کہ جو سانس پیچھے لوہر آتی جاتی ہے، اس میں بھی دو نعمتیں ہیں یعنی سانس کے اوپر آنے سے دھواں جلا ہوا دل سے نکل جاتا ہے اور اگر نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہو جائے اور سانس کے پیچھے جانے سے ہمارے ہر کی تازہ ہوا دل کو پہنچتی ہے۔ اگر یہ نہ پیچھے تو دل جل جائے، اس لیے کہ ہوا کی روح اور مردی سانس کے ساتھ جب تک نہ جائے گی تو حرارت کی وجہ سے دل جلا دہلاک ہو جائے گا اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چرمیں گھٹنے ہوتے



ہیں اور ہر گھنٹے میں تقریباً ایک ہزار سالس کے ہوتے ہیں اور ہر سالس میں دس لکھ کے قریب ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ہر لمحے میں آدمی کے ایک ایک جزد بن پر ہزار ہا نعمتیں ہوتی ہیں بلکہ ہر جزد عالم میں لاکھوں کوڑوں نعمتیں ہر لمحہ ہوتی ہیں۔ جب یہ کیفیت ہے تو پھر نعمتوں کا شمار ممکن ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام :- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی کھلی وان بندھا بسم الله لا تحسوها (ابراہیم 34) ترجمہ کنز الایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے تو انہوں نے عرض کیا کہ اہی میں تیرا شکر کیسے کروں؟ ہر ایک بل میں میرے جسم کے تیری دو نعمتیں موجود ہیں کہ اس کی جڑ تو نے طام بنائی ہے اور اس کا سر لوٹھا بنایا اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو سوائے اپنے کھانے اور پینے کے نہ جائے تو اس کا علم کم ہے اور اس کو سخت عذاب ہوگا اور یہ سب جو ہم نے ذکر کیا کھانے اور پینے کی نعمتوں کا محل ہے۔ اس سے اور نعمتوں کا قیاس کر لینا چاہیے کیونکہ ہوشیار انسان کی آنکھ عالم میں جس چیز پر پڑتی ہے یا جو موجود چیز اس کے دل میں گزرتی ہے وہ اس میں سے اپنے اوپر کوئی نعمت مستحق کر لیتا ہے۔ لب تفصیل کو ہم موقوف کرتے ہیں کہ محل چیز کی طبع سے کچھ نائدہ نہیں۔

شکر سے غفلت کے اسباب :- غافل انسان شکر نعمت جہالت و غفلت کی وجہ سے نہیں کرتا غفلت کی وجہ سے نعمت کو نہیں جانتا اور جب تک نعمت معلوم نہ ہو اس وقت تک اس کا شکر کیسے لوارا ہو؟ علاوہ ازیں جو لوگ نعمت کو جانتے بھی ہیں ان کو یہ ممکن ہے کہ شکر نعمت یہی ہے کہ زبان سے الحمد للہ اور اللہ عزوجل کا شکر کتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ جو نعمت جس حکمت کے لیے بنی ہے اس کو اسی حکمت کے کمال کرنے میں استعمال کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہے وہ طاعت الہی عزوجل ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں لوگ جانتے ہوں تو پھر شکر کا مبالغہ سوائے غلبہ شوق اور استیلائے شیطان کے اور کچھ نہیں رہتا۔

اسباب غفلت کی پہچان :- نعمت سے غافل رہنے کے کئی اسباب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی جہالت کے باعث جو بات کہ سب لوگوں میں پائی جاتی ہے اور ہر محل میں ان کے پاس ہے اس کو نعمت نہیں جانتے اس لیے کوئی اس کا شکر گزار نہیں ہوتا مثلاً جو نعمتیں ہم نے اوپر ذکر کی ہیں یعنی کھانے اور اچھلے متعلق خدا کے ہاں میں ان پر کوئی شکر نہیں کرتا اس لیے کہ یہ نعمتیں عام ہیں۔ سب کو ہر وقت حاصل ہیں کسی کو اپنے ساتھ ان کی خصوصیت نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس کو نہ نعمتیں جانتیں نہ شکر لوار کریں یا مثلاً روح ہوا پر شکر نہیں کرتے حالانکہ اگر ایک لمحہ گھبراہٹ لیا جائے کہ ہوا باہر کی اندر نہ جاسکے تو مر جائیں گے یا کسی ایسے علم میں بند کیے جائیں جس میں ہوا گرم ہے یا کسی کنویں میں جس کی ہوا اپنی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو گھٹ کر مر جائیں۔ ہاں اگر کوئی اسی طرح بند ہو کر پھر نکلا جائے تو روح ہوا کو نعمت جانے گا اور پھر اس پر شکر کرے گا اور یہ بڑی جہالت ہے کیونکہ اس صورت میں شکر اس بات پر موقوف ہوا کہ نعمت ان سے پہنچ جائے اور پھر کسی وقت اسے دی جائے۔ جب یہ

قدرت اس جان کی شکر گزاری کریں ملائکہ لعل کا ہر وقت شکر گزار رہنا چاہیے۔

قائد:- چنا آدمی کو دیکھئے کہ وہ اپنی آنکھوں کی سلامتی کا شکر نہ کرے گا یہاں تک کہ اندھا نہ ہو۔ اندھا ہونے پر قدر آنکھوں کی معلوم ہوتی ہے اور پھر اگر جینا والہں آتی ہے تو اس کو نعمت جان کر شکر کرتا ہے مگر چونکہ رحمت الہی عزوجل سب پر عام ہے اور ہر حال میں ہر ایک پر ہے تو اس کو یہ جاہل نعمت نہیں جانتا۔ مثلاً جیسے کوئی بدعادت غلام کو بیش سزاوار زد و کوب ہو یہاں تک کہ اگر ایک گھڑی اس کی مار پیٹ بند کی جائے تو وہ احسان مانے گا اور اگر بیش کو ترک کردی جائے تو آکر لے لگے اور شکر گزاری ترک کرے۔ عام لوگوں کا یہی حال ہے کہ شکر صرف مال کا کرتے ہیں جس پر کچھ انحصار ہو جاتا ہے۔ ان کا بہت مال ہو یا کمزور اس کے سوا اور قسم نعمتوں کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدن میں کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔

حکایت:- ایک درویش نے کسی اہل دل سے شکایت کی اور اس وجہ سے اپنا شدت سے غمگین رہنا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درہم لو اس نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ دس ہزار درہم لو اور گوتکے ہو جاؤ اس نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دس ہزار درہم کے عوض تم کو گھبرا اور لولا ہونا منظور ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہیں آتی کہ بلو جو دیکھ پچاس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہیں آتی کہ بلو جو دیکھ پچاس ہزار درہم کی بابت اس نے مقت دی پھر شکایت کرتے ہو۔

حکایت:- ایک حافظ قرآن غایت تک دل اور منظر ہوا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم چاہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورہ انعام تم کو بھلا دیں۔ اس نے کہا کہ یہ مجھے منظور نہیں۔ پھر منادی غیب نے کہا سورہ ہور کو بھلا دیں اس نے کہا نہیں۔ کہا سورہ یوسف اسی طرح دس صورتوں کے نام لیے اور یہ انکار کرنا جاریاں اس نے کہا کہ میرے پاس ایک لاکھ کی بابت ہے اور تو شکایت کرتا ہے۔ صبح کو اس کا غم افلاس جاتا رہا۔

ابن السکاک علیہ الرحمۃ کسی خلیفہ کے پاس حشر لے گئے۔ وہ اس وقت پانی پی رہا تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ چال پانی کا تم کو تمہارے تمام نقدی کے عوض ملتا نہیں تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دستبردار ہوتے یا نہ۔ اس نے عرض کیا کہ بیشک میں سب نقدی دے ڈالوں پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے عوض تمام ملک دینا پڑتا تب بھی دیتے؟ اس نے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر خوشی مت کرو جس کی قیمت ایک گھونٹ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندے کی پیاس کے وقت گھونٹ پانی میں ساری زمین سلطنت سے زیادہ ہے اور چونکہ طبیعتیں اس کی طرف مائل ہیں کہ نعمت خاص ہی کو نعمت جانتے ہیں۔ عام نعمتوں کو تصور میں نہیں لیتے ان کی جماعت اور غفلت ہے۔

اب تک ہم نے عام نعمتوں کا ذکر کیا ہے اب ہم مختصراً کچھ نعمت خاص کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ کوئی

آدی عیا نہیں کہ اگر اپنے احوال پر غور کرے تو یقیناً سمجھے گا کہ اس میں ایک یا دو ایسی نعمتیں ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں۔ اس میں اکثر لوگ اس کے شریک نہیں یا کوئی بھی شریک نہیں۔ ان تین باتوں میں ہر ایک کو اس کا اقرار ہے۔ (۱) عقل (۲) خلق (۳) علم۔ عقل کا عمل تو خود مشہور اور واضح ہے۔ کوئی اللہ عزوجل کا بندہ عیا نہیں جو اپنی عقل سے خوش نہ ہو اور اپنے آپ کو عقلی تر نہ سمجھتا ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اس کے لیے دعا نہیں کرتا اور یہ بات بھی شرف عقل میں داخل ہے کہ جو اس سے غلی ہے وہ بھی اس سے خوش ہے اور جو اس سے موصوف ہے وہ بھی۔ اب جب ہر ایک اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگوں سے زیادہ عقل رکھتا ہے تو واقع میں اگر ایسا ہی ہے تو اس پر شکر واجب ہے اور اگر ایسا نہیں صرف اس کا اعتقاد عقلی تر ہونے کا ہے۔ جب بھی شکر واجب ہے کہ اس کے حق میں تو نعمت موجود ہے۔ جیسے کوئی شخص زمین میں خزانہ چھپا دے اور اس پر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے۔ پھر اگر کوئی اس خزانے کو نکال کر لے جائے اور اس کو معلوم نہ ہو تو اس کے اعتقاد کے موافق خوشی اس کی باتی رہے گی اور شکر بھی باتی رہے گا کیونکہ اس کے علم میں خزانہ گویا موجود ہے اور عوام کا عمل یہ ہے کہ کوئی بشر عیا نہیں جو دوسرے میں کچھ عیب پسند نہ کرتا ہو اور بعض اخلاق دوسروں کے برے نہ جانتا ہو تو چاہیے کہ اللہ عزوجل کا شکر کرے کہ میری علوت ابھی بٹائی اور بری علوت میں دوسرے کو جلا کیا اور علم کا حل یہ ہے کہ کوئی بشر ایسا نہیں ہے جو اپنے نفس کے امور ہاتھ میں لے کر تمام لوگ اس کی دل کی باتوں پر واقف ہو جائیں تو کیا حل ہو غرضیکہ ہر ایک کو ایک امر خاص کا علم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خاص بندہ خدا اس کا شریک نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں وہ شخص اللہ تعالیٰ کی پودا پوٹی کا شکر گزار کیوں نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے محبوب پر شیدہ رکھے اور لوگوں کی نظروں سے غائب اور انہی بات کو ظاہر کیا اور بری بات کا علم سوا اس کے اور کسی کو نہ دیا تو یہ تین نعمتیں خاص ایسی ہیں جن کا اقرار ہر ایک کرتا ہے۔

ایک اور طبقہ :- یہاں پر ہم اس طبقے کے بعد ایک اور طبقہ کا ذکر کرتے ہیں جو کچھ اس طبقے کی بہ نسبت عام ہے۔ کوئی فرد عیا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے صورت یا وجود یا اخلاق یا صفات یا فعل یا اولاد یا مسکن یا شری یا مفتی یا قریب و عزیز یا دوسری محبوب چیزوں میں سے ایسے امور نہ دیئے ہوں کہ اگر بالفرض وہ اس سے چھین جائیں اور جو دوسروں کو دیا گیا ہے اس کو لے کر ہرگز راضی نہ ہو مثلاً کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایمانہ اور بھلا کافر نہیں بنایا نہ بد بھلا اور انسان پیدا کیا نہ کہ جانور اور موبہ بنایا نہ کہ عورت اور سدرست پیدا کیا نہ کہ مریض بے عیب بنایا نہ کہ عیبی تو یہ سب خواہ اگرچہ ان میں بھی عموم ہیں لیکن اگر ان کے مقتول سے بدلے جائیں تو ہرگز کوئی راضی نہ ہو گا بلکہ انسان کے لیے بعض امور ایسے خاص ہوتے ہیں کہ ان کو آدمیوں کے احوال سے بھی نہیں بدلتا اور یہ دو طرح ہیں یا تو ایسے کہ کسی کے حل سے بدلتا منظور نہ کرے یا کہ اکثر کے احوال سے بدلتا منظور نہ ہو مگر جب اپنا حل دوسرے کے حل سے نہیں بدلتا تو معلوم ہوا کہ اس کا عمل بہ نسبت فیصلوں کے بہتر ہے۔ جب یہ کیفیت ہے کہ کوئی بھی غیر کے

حل سے کسی حالت میں بدلنے پر راضی نہیں یا کسی خاص بہت میں بدلنا نہیں چاہتا تو ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر لگی نعمت ہے جو اس کے سوا دوسرے بندوں پر نہیں اور اگر اپنا حل بعض اشخاص کے حل سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہیں تو جن کے احوال سے بدلنا چاہتا ہے تو ان کے شمار کو دیکھنا چاہیے۔ شمار کے لحاظ سے ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جن کے حل سے یہ شخص اپنا حل بدلنا چاہتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اس کی یہ نسبت کم ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ ان لوگوں کی بہ نسبت جو اس سے بہتر ہیں تو پھر تعجب ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے بہتر کی طرف دیکھے اور کتر کی طرف نہ دیکھے اور دین کا معاملہ دنیا کے برابر بھی نہ کرے یعنی اگر کوئی خطا اس سے سرزد ہوتی ہے تو یہی عذر کرتا ہے کہ ایسے خطاوار بہت ہیں۔ اگر مجھ سے بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو دین کے معاملات میں بیش نظر کتر کی طرف کرتا ہے۔ دنیا میں ایسا کیوں نہیں کرتا کہ جب اپنے پاس مایہ کم ہو تو کئے کوئی حرج نہیں مجھ سے لوگ بہت کم مایہ ہیں۔ غلام یہ کہ جب حل اکثر حقوق کا دین میں اس سے بہتر ہو اور اس کا حل دنیا میں اکثر سے بہتر ہو تو اس کو شکر کیسے نہ واجب ہوگا۔

حدیث :- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں اپنے سے کتر کو دیکھے اور دین کے بارے میں اپنے آپ سے بہتر کو تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھتا ہے اور جو شخص دنیا کے بارے میں اپنے آپ سے زیادہ کو دیکھے اور دین کے بارے میں اپنے سے کتر کو تو اللہ تعالیٰ اس کو شاکر اور بے صبرا لکھتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے حل کو بظہر بہت دیکھے اور جو لوصاف کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خاص کیے ہیں ان کی تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ کی بہت سے نعمتیں اپنے نفس پر محسوس کرے گا خصوصاً جس شخص کو کہ حدیث اور ایمان اور علم قرآن فراغت اور تدریسی اور اسن و نیو مرحمت ہوئی ہوں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یسنن بایات اللہ الفخر ان فلا غناء اللہ ترجمہ : > جو اللہ کی آیات سے استغناء نہیں کرتا اسے اللہ تعالیٰ غنا نہ دے گا۔ اس میں اشارہ نعمت علم کا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الفخر ان هو الغنی الفی لا غنی بعدہ ولا فخر معہ ترجمہ : بے شک قرآن وہ دولت ہے جس کے مقابلہ میں کوئی دولت ہے اور نہ اس کے ہوتے افلاس و تنگ دستی۔ مزید ارشاد فرمایا۔

من اثناء اللہ الفخر ان فطن ان احداً اغنی منہ فقد استہزا بایات اللہ > جسے اللہ عزوجل قرآن کی دولت عطا فرماتا ہے اور وہ گمان کرے کہ مجھ سے زیادہ کر اور کوئی غنی تر ہے تو اس نے آیات الہی سے غصہ کیا۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفی بالباقین غنی ترجمہ : > تو گھری کے لیے یقین کافی ہے۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ بعض کتب آسمانی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں کسی بندے کو تین باتوں سے بے پروا کر دوں تو اس پر میری نعمت کمال ہو جاتی ہے۔ (1) کسی سلطان کو اس کی مملکت نہ ہو۔ (2) کسی معالج کی ضرورت نہ ہو۔ (3) کسی کے حل کی ضرورت نہ ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اصبح امنا غنی بہ

معبانیا فی بطنہ عندہ فوت ہوئے نہ کا صا خیرت لہ العنبا بعدھا قبر ہا جو صبح کے لئے اور اس کا بدن تندرست ہو اور جان اسن و سلامتی سے ہو اور اس دن کی غذا بھی اسے حاصل ہو تو گویا اسے تمام دنیا حاصل ہے۔ کہ ان تینوں باتوں کے سوا اور بھی شکر کرتے ہوں گے مگر ان کے لئے وہل ہیں اور ان تینوں باتوں کا نہ شکر کرتے اور نہ نعمت الہیہ کا شکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے یقیناً اور ایمان کے لئے کسی چیز پر خوش نہ ہو بلکہ ہم بعض حکماء کو جانتے ہیں کہ اگر بالفرض تمام دوسرے زمین مشرق و مغرب کے بادشاہوں کا مل و ملک اور اہل اور انصار ان کو دے دیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ یہ سب مل و دولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے میں بلکہ سوویں حصہ علم کے عوض میں لے لو تو وہ کبھی نہ لیں۔ اس لیے کہ ان کو توقع ہے کہ نعمت علم آخرت میں قرب الہی پر پہنچا دے گی بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ تم کو آخرت میں تہدوی آخرت کے موافق بلا کم و کاست ملے گا تو ان لذات دنیوی کو انہیں لذات کے بدلے میں لے لو جو تم علم سے دنیا میں پاتے ہو تب وہ ملک و مالک کو لذات علمی کے عوض میں اختیار نہ کریں گے۔ اس لیے کہ ان کو معلوم ہے کہ لذت علم دائمی ہے، کبھی منقطع نہ ہوگی اور اپنے ساتھ رہے گا۔ نہ چور ہوگی، نہ غصب ہوگی، نہ اس پر کوئی حسد کرے نہ علانہ لڑیں یہ لذت مطلق ہے کسی طرح کی کمزورت اس میں نہیں اور دنیا کی لذات سب ناقص اور پر کمزورت اور تشریش میں ڈالنے والی ہیں، نہ ان کی توقع خوف کے ہم چلے ہو نہ لذت معلوی رنج کے نہ خوشی مطلق تم کے۔ اب تک ویسی ہی رہی اور آئندہ کو بھی ایسی ہی رہے گی۔ اس لیے کہ لذت دنیا اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ ناقص عقلیں ان کے جہل میں پھنس کر اس کے دام میں آجائیں۔ جب وہ ان کے فریب میں متعبد و مجاہد ہو جاتے ہیں تو پھر وہ لذتیں ان سے انکار کرتی ہیں اور پس نہیں پھینکتیں جیسے کوئی خوبصورت عورت ظاہر میں اپنے آپ کو کسی جوان مالدار کے لیے پار نکار کرے، جب وہ اسی سے دوچار ہو کر دل سے فریفتہ اور شیشہ ہو تو پردے میں چلی جائے اور اس کے پاس کی نہ رہے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص بیش اس کے عشق میں رنج و مصیبت اور درد و زحمت سے لگے۔

یہ تمام مصیبت اس پر بھی اس لیے نازل ہوئی کہ وہ اپنی نظر کے فریب میں آگیا اگر عقل سے کام لیتا تو اس ناظم عورت کو دیکھتا ہی نہ بلکہ سامنے آئی تھی تو آنکھیں بند کر لیتا تو اس کے لیے ہزار پارہیں تھیں کا اذالہ تھا اگر لہ جہر کی لذت کو ٹھوکر مار دیتا تو ہر بحر حفظ و لکھن میں رہتا۔

مثلاً: مذکورہ بالا مثل ان دنیا داروں کی ہے جو دنیا کی محبت میں دنیا کے جہل فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ جو لوگ دنیا سے امراض کرتے ہیں، ان کو مہر اس پر کہنے سے ایذا ہوئی ہے کیونکہ ایذا تو اس کو بھی ہوتی ہے جو اس پر متوجہ ہیں کہ کہیں حفاظت کا دھڑ رکھیں، تحصیل کا رنج، کہیں چوروں کا خوف وغیرہ تکلیفات عائد حل رہتی ہیں اور اکثر دنیا کے تارکوں کو یہی تکلیف ہے تو آخرت میں لذت و راحت ہوگی، بخلاف دنیا داروں کے کہ یہی بھی رنج میں ہیں اور آخرت کا رنج جدا ہوگا، پس جو لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں، ان کو اپنے نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے۔

ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ان نکونوا نالعمون فانهم بالعمون کما نالسون ونرجون من اللہ مالا یرجون

(انشاء 104) ترجمہ کنزالایمان: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرنا اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں ظاہری بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ خلاصہ تقریر یہ ہے کہ خلق پر جو وہ شکر مسدود ہوئی تو اسی وجہ سے ہوئی کہ ان کو نعمتوں نعمتوں اور ایسے ہی باطنی اور خاص اور عام سے واقفیت نہ ہوئی۔ یہاں پر علاج لکھا جاتا ہے اس موقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہوں اور شکر بجالاؤں۔ جو دل داغ اور ہوشیار ہیں ان کا علاج تو یہ ہے کہ جو نعمتیں ہم نے عام نعمتوں کی اشاعتاً بیان کی ہیں ان کو مان کر لیں اور جو دل غنی ہوں کہ جب تک کوئی نعمت خاص ان پر نہ ہو تو نعمت ہی نہ ہائیں یا مصیبت آنے کے بعد اس کو نعمت پہنچائیں تو ان کا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سے کمتر عمل والے کو دیکھا کریں اور وہ تدبیر کریں کہ بعض صوفی کیا کرتے تھے؟ ان کا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ اور گورستان اور ایسی جگہ میں جہاں مجرموں کو سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے۔ شفاخانوں میں اس لیے جاتے تھے کہ بیماروں کو انواع و اقسام کے امراض میں مبتلا دیکھ کر اپنی صحت و سلامتی کا دھیان کریں اور دل کو لوگوں کے مصائب دیکھ کر اپنی صحت کی نعمت ہونے کا شعور ہو جائے اور شکر نعمت بجالائے اور مجرموں کو اس لیے دیکھتے کہ ان کو بوجہ قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے عذاب دیئے جاتے تھے۔ کوئی جان سے مار ڈالا جاتا تھا کسی کا ہاتھ کٹا تھا کسی کا پاؤں تو ان کو دیکھ کر اللہ عزوجل کا شکر کرتے کہ اس نے گناہوں سے محفوظ رکھا اور ان سزاؤں کی قوت نہ آنے دی۔

قبرستان میں جانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کو دیکھ کر یہ تصور آئے کہ مردوں کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ وہ دنیا میں واپس آئیں اگرچہ ایک دن کے لیے عاصی تو اس لیے رجوع پسند کرتا ہے کہ تدارک ایام گزشتہ کا کرے اور مطلع اس لیے کہ طاعت زیادہ کرے اس لیے کہ قیامت کا دن خسارہ کا دن ہے۔ مطلع کو خسارہ کی صورت ہے کہ جب اپنی طاعت کا بدلہ دیکھے گا تو کسے گا کہ میں تو اس سے زیادہ طاعت کر سکتا تھا مجھ کو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات میں نے مہمانت میں کھو دیئے اور عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے۔ پس جب انسان قبرستان کو دیکھے اور تصور نہ کرے بڑا بھی کرے تو جان لے کہ جس بات کے لیے یہ لوگ آرزو لائے کی کرتے ہیں اور وہ مجھے حاصل ہے یعنی تدارک ایام گزشتہ خواہ زیادتی طاعت میں اب کر سکتا ہوں باقی ایام حیات کو اس میں صرف کروں کہ اتنے ہی دن اللہ تعالیٰ کی نعمت جان لوں بلکہ ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے۔ جب اس نعمت کو جانے لگا تو اس کا شکر بھی کرے گا یقیناً عمر کو ایسے کام میں صرفہ کرے گا جس کے لیے وہ بٹائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت کے لیے توشہ لینے کے لیے زندگی دی گئی ہے۔ اس میں صرفہ کرے یہ ہے علاج ان غافل دلوں کا اس علاج سے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے واقف ہو کر ان کا شکر کریں۔

حکایت: حضرت ربیع ابن خثیم رحمۃ اللہ علیہ باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت نعمائے الہی بظاہر ہو جائے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ اپنے گلے میں ایک طوق ڈال کر لحد میں لیٹتے اور کہتے رب ارجعونی لعلیٰ اعمل صالحاً (المومنہ 90) ترجمہ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ان میں

کسی کو موت آئے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واہیں بھیج دیجئے شاید آپ میں کچھ بھلائی کاؤں۔ حضرت ربیع یہ کہہ کر پھر کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ اے ربیع تیرا سوال پورا ہوا تو اس وقت سے پہلے کچھ کر لے جس وقت رجوع کرنے کی گواہ آئے اور واہیں نہ بھیجا جائے گا اور جو دل شکر سے دور رہے ہیں ان کا علاج یہ بھی ہے کہ اس بات کو جان لیں کہ نعمت کا شکر جب خالص ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ نہیں آتی اس لیے حضرت خلیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگو نعمتوں کا شکر ضرور کیا کرو۔ ایسا کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جا کر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ نعمتیں وحشی ہیں ان کو شکر سے قید کو اور حدیث میں ہے کہ جب کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اس کی طرف لوگوں کی حاجتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ پس اگر وہ ان سے سستی کرتا ہے تو اس نعمت کے ورپے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ما بقوم حتی یغفروا ما بانفسہم (الرعد 11) ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں ہٹا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

سوال :- آپ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود چیز میں اللہ تعالیٰ کی نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود سرے سے نہ ہو اور جب مصیبت نہ رہے تو مہر کس چیز پر ہوگا اگر مصیبت ہے تو اس پر شکر کیسے اور یہ جو مدعی کہتے ہیں کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہیں نعمت کا تو کیا ذکر ہے تو مصیبت پر مہر کیسے خیال میں آئے یعنی جس چیز پر مہر کیا جاتا ہے اس پر شکر کیونکر ہوگا اس لیے کہ مصیبت پر مہر کرنے میں تو درد پلٹا جاتا ہے اور شکر خوشی کا متقاضی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور یہ جو آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز اچھلا دی ہے اس کا سب بدلوں پر نعمت ہے۔ اس کا مطلب؟

جواب :- جس طرح نعمت موجود ہے۔ اسی طرح مصیبت بھی موجود ہے۔ جب نعمت کے وجود کے قائل ہوں گے تو مصیبت کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑے گا اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مصیبت کا دفع ہونا نعمت کھانا ہے اور نعمت کا جانا رہنا مصیبت تو دونوں کا وجود ضروری ہے لیکن یہ پہلے گزر چکا ہے کہ نعمت کی دو قسم ہیں (1) مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو آخرت میں جیسے سعادت قرب الہی سے بندے کا شرف ہونا دنیا میں جیسے ایمان اور حق خلق اور جو ان دونوں پر معین و مددگار ہوں۔ (2) مقید کہ ایک طرح کی نعمت ہو دوسری طرف سے مصیبت جیسے بل کہ اس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے نعمت ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ بھی دین میں ہو سکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے۔ اسی طرح مصیبت بھی دو طرح پر ہے۔ (1) مطلق (2) مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے مصیبت ہے۔ اس کی مثل آخرت میں اللہ عزوجل سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو دور رہنا ہے اور دنیا میں کمزور اور مصیبت اور بد خلقی ہے کہ ان کا انجام ہر طرح سے مصیبت اور ہلاکت ہے۔ مقید جیسے فقر اور مرض 'مرض اور خوف اور قحط انواع کے مصائب جو صرف دنیا میں ہوں اور دین میں نہ ہوں وہ سب مقید ہیں اور نعمت پر شکر کی تفریق اس

طرح ہے کہ جو نعمت مطلق ہے۔ اس پر شکر مطلق چاہیے اور جو معیبت مطلق دنیوی ہے اس پر مبر کرنے کا حکم نہیں مثلاً کفر معیبت مطلق دنیوی ہے اس پر مبر کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اسی طرح کسی معیبت پر مبر کرنے کو جتنا چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہے کہ کفر چھوڑ دے اور عاصی پر ضروری ہے کہ عیسیٰ ترک کر دے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ کافر کو یہ کبھی معلوم نہیں ہوا کہ میں کافر ہوں۔ جیسے کوئی شخص حنفی اور بے ہوشی کی وجہ سے اپنا مرض نہیں جانتا اور نہ اس کی تکلیف سے ایذا پاتا ہے تو اس کے ذمہ مبر نہیں اور جنگبار جانتا ہے کہ میں گناہ کرتا ہوں اس لیے اس پر معصیت کا چھوڑنا واجب ہے بلکہ جو معیبت کہ آدمی اس کے دور کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اس پر مبر کرنے کا سامان نہ ہوگا مثلاً ایک آدمی نے اپنی چپا چوہ شدت پیاس کے چھوڑ دیا یہی تک کہ جان لیوں پر آگئی تو اس کو مبر کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ پیاس کی تکلیف دور کرنے کا حکم ہوگا مبر کا موقع درج ہے جس کا دور کرنا بندے کے عاجز میں نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مبر کا موقع معیبت مطلق نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ معیبت جس پر مبر کیا جائے کسی وجہ سے نعمت بھی ہو۔ جب یہ بات ہوئی تو خیال میں آسکتا ہے کہ ایک ہی موقع پر مبر اور شکر دونوں جمع ہو سکتے ہیں مثلاً تو انگریز اگرچہ نعمت ہے مگر مل کی وجہ سے ملدار اس کی اولاد کی جان جاتی ہے۔ اسی طرح تندرستی نعمت ہے مگر اس پر بھی کوئی حسد کرے اور مار ڈالے تو وہی ہو سکتی ہے تو جتنی نعمتیں دنیوی ہیں وہ نعمت والے کے حق میں معیبت ہو سکتی ہیں اور علیٰ ہذا القیاس جتنے مصلحت دینا میں ہیں وہ اعلیٰ معیبت کے مال کے اعتبار سے نعمت ہو سکتے ہیں مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ فخر و مرض بھی ان کو محبوب ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اگرچہ معیبت ہیں مگر ان کے حق میں نعمت ہیں۔ اس وجہ سے کہ اگر مل بہت ہوتا اور بدن تندرست رہتا تو اکثر سرکشی اختیار کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ (الشوریٰ 27) ترجمہ کنز الایمان: اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا اور فرمایا کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ اِنَّ رَٰهٖ اَسْتَفْسٰی (العلق 6) ترجمہ کنز الایمان: ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

حدیث:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہے بلکہ وہ بندہ دنیا کو اچھا جانتا ہے جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے اور یہی ملل زوجہ اور اولاد اور قریب اور ان تمام اشیاء کا ہے جنہیں ہم نے نعمت کے اقسام میں بیان کیا ہے سوائے ایمان اور حسن خلق کے کہ بعض کے حق میں یہ بھی معیبت ہو سکتے ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ ان کے بالقابل اشیاء اسی صورت میں ان کے حق میں نعمت ہوں گی مثلاً پہلے گزر چکا ہے کہ تمام چیزوں کی سبب سے ایک کمال اور نعمت ہے کیونکہ یہ صفت اللہ کی صفات میں سے ہے مگر بعض صورتوں میں یہی نعمت وہل ہو جاتی ہے۔ اس وقت لاعلمی بھی نعمت ہے مثلاً انسان اپنی موت کو نہیں جانتا کہ کب ہوگی تو ہر شے کا علم نعمت کمال ہے مگر موت کا نہ جانتا نعمت ہے اس لیے کہ اگر وقت موت معلوم کر لے تو زندگی ختم ہو جائے اور بڑا تردد ہو اور کوئی کام نہ کر سکے۔ اسی طرح ادگوں کے دلوں کے اعتقاد کا اپنی نسبت اور اپنے اقارب کی نسبت معلوم ہونا نعمت ہے کیونکہ اگر اعتقاد معلوم ہو جائیں تو بہت رنج اور کینہ اور حسد پیدا ہوگا



اور بدل لینے کے لیے آمادہ ہونا پڑے گا۔ اسی طرح دوسرے کی بری صفات کا نہ جانتا بھی نعمت ہے کیونکہ اگر ان کو جان لیا جائے تو اس سے بغض رکھے گا اور اس کو ایذا دے گا اور یہی ایذا سب خرابی دین دنیا کی ہوئی بلکہ دوسروں کی صفات نہ جانتا بھی داخل نعمت ہیں کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ مخواہ دوسرے کو ایذا دیتا اور اس کی اہانت چاہتا ہے اور اگر وہ ولی اللہ ہو تو بلا تسکین میں اگر اس کو ایذا دے گا تو اتنا کہنا نہ ہوگا جتنا جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا اس لیے کہ جو بد بخت کسی نبی اللہ اور ولی اللہ کو جان کر ستائے تو وہ سخت گناہ گار ہے اور جو بظاہر ایذا دے تو گناہ کم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے جو قیامت اور یلٹ القدر اور جمعہ کی ساعت کو خفیہ رکھا اور بعض کبیرہ گناہ کو مبہم رکھا تو یہ بھی نعمت ہے اس لیے کہ اس کے خفیہ رہنے سے تلاش میں کوشش اور ارادہ زیادہ کرتا پڑتا ہے۔ جب نہ جاننے کی صورت میں نعمت الہی کا یہ حال ہو تو علم اشیاء میں کیسے نعمت نہ ہوگی اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز میں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے تو یہ درست ہے اور ایک کے حق میں عام ہے اور اس سے کوئی شے خارج نہیں رہتی مگر ایسی تکلیف اس سے خارج ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بعض میں پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کبھی فیض پانے والے کے حق میں نعمت ہوتی ہے۔

مثلاً :- اگر کسی کو معصیت کی وجہ سے تکلیف پہنچے یعنی اپنا ہاتھ آپ ہی کاٹ لے اور اپنے چہرے کو آپ ہی کو دے تو اس فعل سے مرتکب گناہ بھی ہوگا اور درد بھی پائے گا اور کانوں کا رنج آتش و دوزخ میں بھی نعمت ہے مگر ان کے حق میں نعمت نہیں بلکہ ان کے غیروں کے حق میں ہے کیونکہ ایک قوم کی معصیت سے دوسرے کے بہت فائدے ہوتے ہیں۔ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ عذاب کو پیدا نہ فرماتا اور اس سے کسی کو عذاب نہ کرتا تو جن کو نعمت عنایت ہوتی ہے وہ قدر نعمت نہ جاننے اور نہ اس کی جنت سے خوش ہوتے اس لیے کہ ان کی بہت سی خوشی اسی طرح ہوگی کہ دوزخ والوں کا رنج سوچیں گے اور دنیا وار آفتاب کی روشنی دیکھ کر باوجود شدت حادثہ کے اس سے خوش نہیں ہوتے کیونکہ یہ نعمتیں سب پر عام ہے اور کسی سے روک نہیں دی جاتی۔ اسی طرح آسمان کے ستاروں کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتے حالانکہ کوئی باغ دنیا میں اچھا نہیں جس کی تعمیریں جان و مال خرچ نہ کریں لیکن چونکہ آسمان کی آرائش عام ہے اس لیے اس سے واقف نہیں نہ اسے نعمت سمجھتے ہیں کہ جسے دیکھ کر وہ خوش ہوں۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس میں کوئی حکمت ضرور ہے اور اس میں نہ صرف حکمت بلکہ اس میں کوئی فائدہ بھی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے معصیت کو پیدا کیا ہے اس میں بھی نفع ہے خواہ اہل معصیت پر ہو یا ان لوگوں پر جو اس معصیت میں جھلا نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس حالت کو نہ بلائے مطلق کہہ سکتے ہیں نہ نعمت مطلق۔ اس طرح کی حالت میں بندے کو مبرور و شکر دونوں کرنے پڑیں گے۔

سوال :- مبرور و شکر اسٹھے کیسے ہوں گے۔ دونوں تو ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے کہ مبر غم پر ہوتا ہے اور

شکر خوشی پر تو ان دونوں کا کجا جمع ہونا کیسا؟

جواب :- ایک ہی چیز سے بعض اوقات غم بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی تو غم کے لیے مبر ہو گا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف اور مصیبت میں اگرچہ رنج ہوتا ہے 'متقنی مبر ہے مگر پانچ باتیں ایسی ہیں کہ سمجھو اور کو ان پر خوش ہونا چاہیے اور ان پر شکر کرنا چاہیے۔ (1) جو مصیبت اور مرض ہے 'اس سے بڑھ کر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کسی کو داخل نہیں تو اگر بالفرض اس مرض اور مصیبت کو دو گنا کرنے تو کوئی کیا کر سکتا ہے اور کون مانع ہو سکتا ہے تو ہر مرض و مصیبت پر شکر کرنا چاہیے کہ صرف اسی قدر پر اللہ تعالیٰ نے جلا کیا۔ اس سے زیادہ مصیبت نہ سمجھی۔ (2) یہ مصیبت دنیا ہوئی دین کی نہیں 'یہ بات بھی لائق شکر ہے۔

حکایت :- کسی نے حضرت سہل ستری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرے گھر میں سے ایک چور تمام اسباب لے گیا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ اللہ عزوجل کا شکر کر اگر شیطان تیرے دل میں گھس کر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا۔ اسی پر خیریت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا کہ اہی مصیبت میرے دین میں نہ ہو۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے چار انعام نہ ہوں۔ (1) وہ مصیبت کسی کے دین پر نہ ہو۔ (2) اس مقدار پر ہوئی زیان نہ ہوئی یعنی مصیبت جتنی اتنی وہی کافی رہی۔ (3) اس پر راستی رہنے سے محروم نہ فرمایا۔ (4) اس پر توقع ثواب ہو۔

کسی اہل دل کا کوئی دوست تھا 'اس کو بادشاہ نے متہد کیا۔ اس نے یہ خبریں بزرگ کو کھلا بھیجی اور شکوہ کھلا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر کہ بادشاہ نے قید دی اور مروایا۔ اس نے پھر حکایت نکلی۔ انہوں نے اسے صبر کی تلقین کی۔ اسی دوران ایک مجوسی قیدی ہو کر آیا جو پچارہ دستوں کی بیماری میں بھی مبتلا تھا۔ حکم خدا عزوجل اسے اسی مسلمان قیدی کے ساتھ ایک بنی ہیزی میں بند حویلیا یعنی بیڑی کا ایک سرا مسلمان کے پاؤں میں 'دوسرا سرا مجوسی کے پاؤں میں۔ اس نے یہ ماجرا بھی کھلا سمجھا۔ انہوں نے فرمایا کہ شکر الہی عزوجل کر۔ بچرہ مجوسی پاخانے کے واسطے بہت دفعہ اٹھتا اور اس شخص کو بھی اس کے ساتھ اٹھنا پڑتا اور وقت فراغت تک اس کے سر پر کھڑا رہتا۔ یہ اس تکلیف کو بھی اس نے بزرگ کی خدمت میں کھلا۔ انہوں نے فرمایا کہ شکر کر۔ اس نے دل تنگ ہو کر لکھا کہ کہیں تک شکر کیے جاؤں 'اس مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو زندہ مجوسی کی گھر میں ہے 'اگر تیری گھر میں ڈال دیا جاتا تو تو کیا کرتا؟ (یعنی کفر کا لباس)

معلوم ہوا کہ جو انسان جلائے مصیبت ہوتا ہے 'اگر وہ خوب غم سے تامل کرے کہ میں نے ظاہر و باطن میں اپنے آقا کے حق میں کتنی بے ادبی کی ہے تو اسے معلوم ہو گا کہ جس قدر مصیبت پہنچی 'وہ کم ہے ورنہ میں اس سے

زیادہ کا مستحق تھا یعنی جس قدر جرم تھا اس قدر سزا نہیں دی مثلاً سو کوڑے کے قتل گستاخی تھی تو صرف دس ہی گئے یا دونوں ہاتھ کاٹے جانے کے لائق سزا تھی مگر ایک ہی گستاخ ظاہر ہے کہ مقام شکر ہے۔

حکایت :- ابو یزید ۔ سلامی رحمۃ اللہ علیہ کے جلی میں لکھا ہے کہ کسی کو پس میں تشریف لے جا رہے تھے۔ اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپ پر ڈال دیا۔ آپ نے جناب الہی عزوجل میں سجدہ شکر کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ سجدہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے انتظار اپنے اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنے میرے حق میں نعمت ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعائے استقاء کے لیے باہر نکلے، بارش مدت سے بند ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بارش میں تاخیر جانتے ہو اور میں پتھر کی بارش میں تاخیر سمجھتا ہوں یعنی بد اعمال قتل پتھر برسنے کے ہیں۔ گویا تاخیر عذاب کا ہونا انعام ہے اس لیے میں طلب باران کے لیے نہیں چلا کہ مقام شکر میں اظہار مصیبت کو گنجائش نہیں۔

سوال :- مصیبت میں خوش کیسے ہوں کیونکہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ہم سے زیادہ گناہ کیے ہیں اور ہماری جیسی مصیبت ان پر نہ آئی یہاں تک کہ بار بار کفر کرتے ہیں مگر ہماری طرح جلائے مصیبت نہیں ہوتے؟

جواب :- کافر کے لیے تو بہت زیادہ مصائب ہوں گے۔ آج نہ سہی بعد موت ضرور آئیں گے اور دنیا میں اس کو ملت اس لیے ہے کہ گناہ زیادہ کر لے تاکہ عذاب بہت شدید دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے انما نفلی لہم لیزا دواتما (آل عمران 178) ترجمہ کنز الایمان: بھلا ہے ہم تو اسی لئے انہیں کھیل دیتے ہیں کہ اور گ میں براہیں۔

تتمہ جواب اور ازالہ وہم :- یہ کہل سے معلوم ہو کہ کوئی گناہگار ہم سے زیادہ خطاوار ہے مثلاً شرابی اور زانی کو کچھ نہ ہوا تو کیا ہوا اس سے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں تو دنیا میں کچھ نہیں ہوتا مثلاً اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور اس کی سفالت کی بے اولیٰ۔ یہ جرائم شراب و زنا سے کئی گنا بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہے و نحسبونہ حبنا و هو عند اللہ عظیم (النور 15) ترجمہ کنز الایمان: اور اسے سزا دیتے تھے اور وہ اس کے نزدیک بڑی بات ہے۔

اس فقرہ کے بعد اندازہ لگائے کہ کیسے معلوم ہوا کہ دسرا شخص ہم سے زیادہ خطاوار ہے۔ پھر اگر بالفرض واقع میں کسی کا گناہ زیادہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس کی سزا آخرت میں زیادہ ہو اور اس کی دنیا میں تو یہ بات بھی قتل شکر ہے کہ مواظہ اخروی سے نہایت لی۔

یہ تیسری وجہ شکر ہے یعنی جو سزائے جرم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے وہ سزا اور خفیف ہو جائے مگر آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہے اور دائمی نہ ہو تو اتنا ضرور ہے کہ اس میں کچھ تخفیف نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اسباب قتل کے عذاب والوں سے آخرت میں بالکل جدا ہو جاتے ہیں تو تخفیف کہل کے آئے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جس کو عذاب دنیا میں ہو

چکا اسے دوبارہ عذاب نہ ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اور اس پر کوئی شدت یا معصیت دنیا میں پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی بھی ہے کہ اس کو دوبارہ عذاب دے۔  
وجہ 4:- یہ معصیت و بلا لوج محفوظ میں لکھی ہوئی تھی کہ فلاں پر آئے گی اور اس کا پتہ ضروری تھا اور جب وہ پہنچ بھی خیرا توڑی ہو یا سب تو جس قدر سے فراغت و راحت ہوگی، وہ نعمت ہوگی۔

وجہ 5:- معصیت کا ثواب معصیت سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ دنیا کے مصائب و وجہ سے آخرت کی راہ ہیں۔ جیسے بے بد مزہ اور تلخ دوائیں مریض کے حق میں نعمت ہیں اور لوازم کھیل و کود سے روک دینا بچے کے حق میں نعمت ہے کیونکہ مثلاً اگر لڑکے کو اس کی طبیعت پر بھوڑ دیا جائے اور کھیل میں مصروف رہنے دیں تو علم و ادب کیسے سکھے گا تمام عمر ضائع ہو جائے گی۔ اسی طرح مل لور اہل لور اقاہر اور اعضاء میل تک کہ آگہ بھی کہ تمام اشیاء سے عزیز تر ہے۔ کبھی سب ہلاک بعض احوال میں ہو جاتی ہے بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز تر ہے، کبھی سب ہلاک ہوتی ہے مثلاً لٹھ لوگ تو عقل ہی سے تیار ہوئے، اس لیے قیامت میں تمنا کریں گے کہ وہ بخون لور پیچے ہوتے تو خوب ہوتا ہم نے اپنی عقلوں سے کیوں کام لیا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں اگر عقل بوجہ تعارف نہ کرتے تو اچھا تھا ان سب اسباب کی ہر ایک چیز میں انسان کے لیے دینی بہتری بھی ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کر کے ان اشیاء میں دینی بہتری مان لے لور اس پر شکر بجالائے، اس لیے کہ اس کی حکمت بہت وسیع ہے اور بندوں کی مصلحت کو وہ ان کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے اور قیامت کے دن بندے جب دیکھیں گے کہ معصیت پر ثواب ملتا ہے تو شکر نعمت کریں جیسے بچہ عقل کے بعد اپنے باپ لور استلا کا شکر مانے اور ادب سکھانے پر کرتا ہے کیونکہ شکر تو سب اور تکلیف اس وقت پاتا ہے لور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معصیت کا آنا بھی توبہ لور عنایت بندوں کے حال پر ہے اور یہ عنایت الہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل تر ہے۔ اس کو محض خیر و برکت جانتا ہے۔

کسی نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ جو حکم الہی حیرے اوپر ہو، اس میں اللہ تعالیٰ پر ہدایتی نہ کرے۔  
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ مناجات کرام عظیم الرحمن نے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے تعجب ہوا کہ ایماندار کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم اگر اس کی آفائش کا حکم ہو تو راضی رہتا ہے اور اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اگر اس کی تکلیف کا ہو تب بھی راضی رہتا ہے اور اس کے حق میں مفید ہوتا ہے۔

وجہ 2:- مسلک خطائیں کی جڑ دنیا ہے لور سب اسباب حتمت کی اصل دنیا سے دل علیحدہ رکھنا اور ظاہر ہے کہ اگر نعشیں دنیوی حرا کے موافق بلا معصیت ملا کریں تو اس سے دل کو دنیا کی طرف میلان لور اس کے اسباب کے ساتھ افس ہو جانا ہے میل تک کہ دنیا محل جنت ہوتی ہے تو مرنے کے وقت اس کے اسباب کی جدائی بڑی معصیت ہو جاتی ہے لور اگر صحیح آتی رہیں تو دل اس کی طرف سے کھنا ہو جاتا ہے، نہ اس سے املت ہوتی ہے، نہ رقبہ

بلکہ دنیا مثل زندان کے ہو جاتی ہے کہ یہاں سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور دنیا سے خلاصی کو لذت پاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ نیا سجن العومن وجنتہ الکافر ترجمہ: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ کافر اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی زندگی کا خواہاں ہو اور اسی پر اطمینان رکھے اور مومن وہ جو دل سے دنیا سے روگردان ہو اور اس سے نکلنے کا مشق ہو اور کفر کچھ ظاہر ہوتا ہے اور کچھ پوشیدہ اور جس قدر محبت دنیا کی دل میں ہوتی ہے 'اسی قدر شرک خفی بھی اس میں رہتا ہے۔ موصد مطلق وہ ہے جو امد مطلق کو محبوب جانے۔ غلام یہ کہ معصیت میں ان پانچوں وجہ سے نعمت بھی ہوتی ہے 'اس لیے ان پر خوش ہونا ضروری ہے اور رنج کرنا تو ظاہر ہے کہ ہوتا ہی ہے اور رنج میں خوش ہونے کی مثل ایسی ہے جیسے کسی کو پچھنے لگوانے ہوں اور دوسرا شخص مفت لگائے یا کسی مرض میں دوا کڑوی منت پلائے تو ظاہر ہے کہ پچھنے اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہے مگر اس پر بیمار مبر کر کے معالج کا شکر گزار ہوتا ہے اس لیے 'منت ملان ہونے کی خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح کو معصیت امور دنیاوی میں ہوتی ہے۔ اس کو کڑوی دوا کی طرح جانتا چاہیے جو سروسر تکلیف دیتی ہے اور انجام کو راحت پہنچاتی ہے بلکہ اگر کوئی میر کے لیے کسی پادشاہ کے محل میں جائے اور جان لے کہ یہاں سے واپس جانا پڑے گا اور وہاں کوئی اچھی صورت دیکھے جو اس کے ساتھ وہاں سے نکلے واپس نہیں ہے اور اس کے ساتھ افس کرے تو یہ پلت اس پر وہاں اور معصیت ہے کہ ایسی جگہ اس کرتا ہے جہاں ٹھہرنے کا مقام نہیں۔ اگر اپنے دل میں یہ خطرہ ہو کہ ایسا نہ ہو کہ پادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ مرادے اور اس خطرو کی وجہ سے اس مقام سے نفرت کرے گا۔ یہ اس کے حق میں نعمت ہوگی۔ اس طرح دنیا بھی ایک مکان ہے جس میں مل کی رحم سے داخل ہوتے ہیں اور گد کے بچانک سے نکل جاتے ہیں تو جس قدر کہ ان کا افس اس مقام سے ثابت ہوگا 'اسی قدر ان کے حق میں وہاں و معصیت ہے اور جس قدر دل اس کی طرف مائل رہے گا اور رغبت نہ ہوگی 'اسی قدر نعمت ہے تو جو شخص اس کو امر جاتا ہے 'وہ تو بلا پر بھی شکر کرے گا اور جو بلا میں ان نعمتوں سے واقف ہے 'اس کا شکر گزار ہونا ناممکن ہے کیونکہ شکر بعد معرفت نعمت کے ہوتا ہے اور جس کو اس امر کا اعتقاد نہیں کہ معصیت کا ثواب معصیت سے بڑھ کر ہے وہ معصیت پر شکر کیوں کرنے لگا؟

حکایت :- ایک اعرابی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے والد ماجد کی وفات میں ایک قلعہ تعزیت لکھا :-

اصبر نکلن لک صابرمین فانما - صبر الرعبہ بعد صبر الراس خبر من العباس اجبرک بعدہ واللہ خبر منک للعباس ترجمہ :- > صبر کچھ ہم بھی مبر کریں گے اس لیے کہ سراد کے مبر ہی رحمت مبر کرتی ہے۔ اس کے بعد تیرا اجر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہوگا بخدا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے تیرا اجر عظیم ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص کی تعزیت سے بہتر اور کسی نے میری تعزیت نہیں کی۔ حضور مرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من بعد اللہ بہتیرا بصبر منہ ترجمہ: جس کے لیے اللہ

تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے مصیبت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے پر بدن یا مل یا اولاد کی مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اس کو صبر جمیل کے ساتھ سہتا ہے تو قیامت کے دن مجھے حیا آتی ہے کہ ایسے شخص کے عمل کے لیے ترازو کمزری کدوں یا فتر اہل کھولوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ حکم الہی کے بموجب انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر اللہم اجر من فی مصیبتی واعف عنی خبروا منہا کتنا ہے تو اللہ تعالیٰ دیا ہی کرتا ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کی میں دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ وہ میرے گھر میں ہمیشہ رہے گا میرا دیوار کرتا رہے گا۔

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل جاتا رہا اور جسم بیمار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا دل نہ جائے اور نہ بدن نہ ہو اس میں ہمزی نہیں اللہ تعالیٰ جس بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو جلا کرتا ہے اور جب جلا کرتا ہے تو مہر عنایت فرماتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے باعث نہیں پہنچ سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر کوئی مصیبت بھیج دیتا ہے کہ اس کے باعث وہ درجہ اس کو مل جاتا ہے اور قتیبہ بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوئے آپ اس وقت اپنی چادر مبارک کا ٹکڑے لگائے غلہ کعبہ کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم نے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اللہ عزوجل سے ہمارے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے آپ کے رشار مبارک سرخ ہو گئے اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں بعض لوگ ایسے تھے کہ زمین کھود کر ان کو گاڑ دیتے تھے اور سر پر آرا رکھ کر جیہٹے تھے مگر بلا جود اس کے وہ لوگ اپنے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو پادشاہ ظلم سے قید کر دے اور وہ مر جائے تو شہید مرے گا اور اگر اس کو اتنا مارے کہ مر جائے تب بھی شہید ہوگا۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من احلانی اللہ و معرفۃ حقیقۃ ان لا یشکو و حسمک ولا ینکدر مصیبک ترجہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور معرفت کے خرق میں سے ہے کہ نہ تو درد کی شکایت کی جائے اور نہ ہی مصیبت کا ذکر کیا جائے۔

اقوال اسلاف صالحین :- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم موت کے لیے پیدا ہوئے ہو اور اسی کے لیے عمارت بنائے ہو خاک چیز کے حرمیں اور باقی کے تارک آگاہ ہو کہ یہ تینوں حکایات بہت عمدہ اشیاء ہیں یعنی فقر اور مرض اور موت۔ (2) حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو

کسی بندے کی بہتری منظور ہوتی ہے اور اس سے دوستی چاہتا ہے تو اس پر مصیبتیں ڈال دیتا ہے اور حوادث کی بوجھاز گمراہ ہے۔ جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارے گا تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آواز تو جلی پھپھلی ہے اور اگر دوبارہ پکارے گا تو اور بار پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے "میرا بندہ کیا کہتا ہے" میں موجود ہوں جو کچھ تو مجھ سے مانگے گا میں دوں گا۔ اگر یہ ملے گا تو مجھ سے کوئی بہتر چیز بنا دوں گا تو میرے لیے اس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑوں گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو عمل والے حاضر ہوں گے اور ان کے اعمال نفاذ و رد و صدقہ اور حج سب ترانو میں تولے جائیں گے اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا مگر جب مصیبت والے آئیں گے تو ان کے لیے نہ ترانو کڑی ہوگی نہ بندہ اعلیٰ کھولا جائے گا اور ثواب ان پر ایسے ہی ڈالا جائے گا جیسے بلا ذلی گئی تھی۔ اس وقت جن لوگوں کو دنیا میں عنایت رہی تھی یہ قنات کریں گے کہ کیا خوب ہوتا جو ہمارے جسم مفراتوں سے کالٹے جاتے اور ایسا ثواب ہم کو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا۔ قرآن میں ہے: انما یوفی العبدون اجرهم بغیر حساب (الزمر 10) ترجمہ کنزالایمان: مسابروں ہی کو ان کا ثواب بھر پور دیا جائے گا بے کنتی۔

حکایت :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی نے جانب باری میں شکایت کی کہ اٹھی بندہ موسیٰ حیرتی اطاعت کرتا ہے اور گناہوں سے اعتنا کرتا ہے مگر تو اس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہے اور مصیبت بھیجتا ہے اور بندہ کافر حیرتی اطاعت نہیں کرتا اور گناہوں پر جرات کرتا ہے۔ اس سے تو بڑا دور رکھتا ہے اور دنیا بہت زیادہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہیں اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد میں تر زبان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بندہ موسیٰ پر گناہ ہوتے ہیں اس لیے میں اس سے دنیا کو دور رکھتا ہوں اور بلا بھیج دیتا ہوں کہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یہی تک کہ میرے پاس آئے تو اس کی نیکیوں کا بدلہ عطا کروں اور کافر کی کچھ نیکیاں ہوتی ہیں اس لیے میں اس کو رزق زیادہ دیتا ہوں اور بلا کو اس سے علیحدہ رکھتا ہوں کہ اپنی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں حاصل کرے اور جب میرے پاس آئے تو اس کو سیات کی سزا دوں۔ آیت اتری من بعمل سوء بجزبہ تو حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ اس آیت کے بعد خوفی کس طرح ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تجھے معاف کرے کیا تو بیمار نہیں ہوتا یا تجھے کوئی ایذا نہیں پہنچی کہ جس پر غم ہوتا ہو۔ یہی بدلہ ہے تمہارے اہل کا یعنی جمع مصائب تمہارے گناہ کا کفارہ ہوتے ہیں۔ عبد بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مراد دیتے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مصر ہے تو جان لو کہ یہ امر اس کے صلت دینے کے لیے ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی حسنی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنہم بفتنہ فاذا ہم مبسلون (الانعام 44) ترجمہ کنزالایمان: پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو تمہیں ان کو کی گئی تھی۔ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے۔ یہی تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے انہیں کچھ لیا۔ یعنی جب انہوں نے امر کے بموجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہم نے ان پر ہر طرح کی بہتری کے دروازے کھول دیئے یہی تک کہ جب وہ اس

بہتری سے خوش ہوئے تو ایک دفعہ ہی ان کو مانوڑ کر لیا۔

حکایت :- حضرت حسن بھری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے صحابہ عظیمہ رضوان سے ایک عورت دیکھا جس کو جاہلیت میں جانتے تھے۔ اس سے کچھ گفتگو کر کے چھوڑ دیا اور چٹپٹے چلتے تھے اور اس کی طرف پھر کر دیکھتے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں سامنے سے ایک دیوار کا دھکا جو ان کو لگا تو منہ پر نشان ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اس کی سزا دینا میں اسے دے دیتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں تم کو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتائے رہا ہوں جو سب آیات سے زیادہ تم کو نصیحت کی ہو۔ دوستوں نے عرض کیا کہ فرمائیے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی ما اصابکم من مصیبة فبسا کسبت ابدیکم ویعفو عن کثیر (البقرہ 30) ترجمہ کنزالایمان: تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیا اور بہت کو تو معاف فرما دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کے معذرت گار۔ عیبوں کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا میں سزا دے لیتا ہے تو پھر دوبارہ عذاب نہیں ہوگا۔ اگر دنیا میں معاف کر دیا تو پھر اس کا کرم اس کا منتفی نہیں کہ قیامت میں سزا دے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے دو گھوٹوں سے زیادہ بندے کا کوئی گھوٹ محبوب تر نہیں۔ غصے کا گھوٹ کہ حلم کی وجہ سے پی جائے۔ مصیبت کا گھوٹ جو صبر کے سبب سے پی جائے اور نہ کوئی فقرہ محبوب تر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو فقروں سے نکلتا ہے۔ فقرہ خون جو اس کی راہ میں گھرے۔ فقرہ اشک جو شب تاریک میں بندے کی آنکھ سے بہہ رہے کی حالت میں گھرے اور اس کو سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم بندے کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قدموں سے محبوب تر ہے۔ (1) قدم فرض نماز کے لیے۔ (2) قدم رشتہ داروں کو سلامت کرنے کے لیے۔

حکایت :- حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے ساتھ جہاز سے سفر کرتے ہوئے آپ کو نملیت قلق ہوا۔ آپ کے پاس دو فرشتے آئے۔ آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ جیسے دو مٹی اور دعا علیہ ہوں۔ ایک نے عرض کیا کہ میں نے کھیت بویا تھا جب دو تیار ہوا تو اس نے پائل کر دیا۔ آپ نے دوسرے سے فرمایا کیا جواب ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں ایک راستہ طے کر رہا تھا اسی کھیت پر گزر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ تو نے راستے میں بیج کیوں ڈالا تھا؟ تجھے معلوم نہیں تھا کہ لوگوں کے لیے راستہ ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے بچے پر غم کیوں کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ موت آخرت کی سزا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر بھی لڑکے پر رنج نہ کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما اپنے پیار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا کہ جان پڑا اگر تو میری تازد میں



ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ میں تیری ترازو میں ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری مرضی کے موافق ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا خلاصہ۔ یہ ہے کہ اگر تو وفات پائے اور میں صبر کروں تو اس سے اچھا ہوں کہ میں وفات پاؤں اور تو صبر کرے یعنی جڑائے صبر میرے نامہ اعمال میں رہے اور لڑکے کے جواب کا خلاصہ ظاہر ہے کہ جو بہت والد کو محبوب دیکھی اس کو محبوب جانے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے ان کی دختر کی وفات کی خبر سنائی۔ آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون (البقرہ 156)۔ ہم کنز الایمان: ہم اللہ کے محل میں اور ہم کو اسی کی طرف ترجیح دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک غیب کو چھپا دیا اور مشقت کو ہٹا دیا اور ثواب پہنچایا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ناکلم تھا وہ ہم آ کر چلے یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوة (البقرہ 45) ترجمہ کنز الایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ تو ہم نے دونوں باتیں ادا کیں۔

حضرت ابن مبارک علیہ الرحمہ کا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا۔ ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ ابن کی خدمت میں عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا تھا۔ اس سے مراد صبر ہے آپ نے فرمایا یہ جملہ لکھ لو۔

ابن علاء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے پر مصیبت ڈالے جاتا ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر پلٹا ہے اور ایک گناہ بھی اس کے ذمہ نہیں رہتا۔ حضرت فضیل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جیسے تری اپنے گھر والوں کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہے اللہ عز و جل اپنے بندہ مومن کے لیے بلا کا مدد کر لیتا ہے۔ عاتق احم رحمت اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے چار طرح کے لوگوں پر قیامت کے دن چار چیزوں میں جنت فرمائے گا تو انگو پر حضرت سلیمان علیہ السلام سے فقیروں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے غلاموں پر حضرت یوسف علیہ السلام سے مریضوں پر حضرت ایوب علیہ السلام سے کہ تم ایسے کیوں نہ ہوئے۔ مروی ہے کہ حضرت ذکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے علیحدہ ہو کر درخت کے اندر چھپ گئے اور شیطان مردود نے ان کا حال ان سے کہہ دیا تو وہ ایک آواز لائے اور درخت کو چڑھا شروع کیا۔ جب آپ کے سر مبارک پر آواز پہنچا تو آپ نے ایک آواز مردول پر درخت سے نکلی۔ وحی الہی نازل ہوئی کہ اسے ذکریا علیہ السلام اگر دوبارہ آواز نکلی تو فتر صابریں سے نام منادوں گا۔ حضرت ذکریا علیہ السلام نے دانتوں تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہاں تک کہ وہ نکلے ہو گئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کو کوئی مصیبت آئے اور وہ اس میں کپڑے پھاڑے یا چھاتی کو پینے تو ایسا ہے کہ نیزہ کے گر اللہ تعالیٰ سے لڑنے کو تیار ہوا۔ حضرت لعین نے اپنے بیٹے کو اور شلو فرمایا کہ سونے کا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایماندار کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو محبوب بناتا ہے تو ان کو جلائے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہے۔ اس صورت میں جو شخص اس سے راضی رہتا ہے وہ بھی

اس سے راضی ہے اور جو بلائیں ہے اس سے وہ ناراض ہے۔

اختلاف بن قیس علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک دن میری داڑھ میں بہت درد تھا۔ میں نے اپنے بچا سے کہا کہ داڑھ کے درد کی وجہ سے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ یہ کلمہ شکایت تین بار میں نے کہا انہوں نے فرمایا کہ تو ایک رات میں داڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہے۔ میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے مگر کسی کو معلوم نہیں۔ حضرت عزیز علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب تجھ پر بلا نازل ہو تو میری شکایت مخلوق سے مت کرنا جو کہتا ہو مجھ سے کہہ میں تیری شکایت اپنے فرشتوں سے نہیں کرتا جس وقت کہ تیرے عیوب و خطائیں میرے پاس آتی ہیں۔

معصیت کی فضیلت بھی نعمت ہے۔ بہ معصیت کے فضائل من کر شاید کسی کے ذہن میں خیال گزرے کہ ان احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں معصیت کا نزول ایک نعمت ہے تو پھر انسانوں پر واجب ہو کہ وہ معصیت کے نزول کا سوال کریں۔ اس غلط خیال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ معصیت کی آرزو ناجائز ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں جس سے جواز ثابت ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت دونوں کی معصیت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی یہ دعا تھی رُبَّنَا انْصَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً (البقرہ 201) ترجمہ کنز الایمان : اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے۔ نیز شہادت اہماء وغیرہ سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی دعا میں فرمایا کہ اَللّٰہی میں تجھ سے میری درخواست کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم معصیت کا سوال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو کیونکہ ایسا کوئی نہیں جس کو عافیت سے عمدہ تر چیز سوائے یقین کے ملی ہو اور یقین سے دل کی عافیت اور صحت مراد ہے جس میں شبہات اور مرض جمل نہ ہو اس لیے کہ دل کا اچھا رہنا یقین کی تندرستی سے اعلیٰ تر ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شے کہ جس میں شر نہیں وہ تندرستی ہے جس میں شکر ہو کیونکہ بعض لوگ نعمت پاتے ہیں مگر اس کا شکر نہیں کرتے۔ مطرف بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی تندرستی ملے اور اس پر میں شکر گزار ہوں تو اس سے بہتر ہے کہ مجھ پر معصیت آئے اور اس پر مہربانوں۔ ایک دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا فَبَنِّکَ احِبَّ الٰہی یہ امر ظاہر ہے اس میں دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ معصیت دو اعتبار سے نعمت ہو جاتی ہے۔ اس معصیت کی بہ نسبت جو اس سے بڑی ہو دنیا میں یا دین میں اور دوسرے اس توقع ثواب کے اعتبار سے جو اللہ تعالیٰ عنایت فرماتے گا۔ اسی لحاظ سے سالک کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں نعمت کمال کی درخواست کرے اور اپنے سے بلا کے دور ہونے کی دعا کرتا رہے۔ نیز اس کی نعمت کا شکر گزاری پر ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ شکر کے عوض میں وہ کچھ عطا فرمائے۔ مگر میں دعا ہوا۔

سوال :- بعض لوگوں نے ایسے مضمون لکھے ہیں جن سے استدعاۓ معیشت کی شروعات پائی جاتی ہے مثلاً لکھا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ دودھ کا پل ہو ہاؤں کہ تمام لوگ مجھ پر گزر کر نجات پائیں اور صرف میں دودھ میں رہ جاؤں۔ حضرت مومن کا قول ہے :-

ولیس لی فی سواک جفا۔ فکف عما مشیت فاخبرنی ترجمہ : میرے میں تیرے جنا کے سوا کچھ نہیں تم جو چاہو میرا احتقان لے لو۔" یہ اقوال دلالت کرتے ہیں کہ معیشتوں کی آرزو ہاتھ ہے۔

جواب :- حضرت مومن عاشق باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حل یہ ہوا کہ اس شہر کے بعد وہ قبض کی تیاری میں مبتلا ہوئے اور کتبوں کے دروازوں پر تکلیف کے مارے پھرتے اور لوگوں سے کہتے کہ اب تم اپنے بچا کو لپاٹا کیا کرو یعنی احتقان میں پورا نہیں اترا باقی رہی انسان کی محبت کہ فقط آکیلا وہ دودھ میں رہے اور تمام مخلوق بیچ جائے تو یہ ناممکن ہے لیکن کسی کے دل پر غلبہ محبت کہی اس قدر ہوتا ہے کہ اس جوش محبت میں اپنے نفس کو ایسی باتوں کے لائق سمجھ لیتا ہے کیونکہ شرب عشق میں نشہ ہوتا ہے جو شخص اس کو پتا ہے 'مست ہو جاتا ہے اور عالم مسقی میں اس قسم کی باتیں سرزد ہو جاتی ہیں کہ اگر اس کا نشہ جاتا رہے تو خود اس کو معلوم ہو کہ یہ کام واقعی صحیح نہیں بلکہ یہ فطری حالت تھی۔ ایسے جلوں کو کلام عاشقانہ پر محمول کرنا چاہیے۔ جن کو افراط سے محبت ہوتی ہے اور عاشقوں کا کلام سننے میں اچھا ہوتا ہے مگر ان کی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

حکایت :- ایک قاضی کا نہ اس سے وطنی کرنا چاہتا تھا "وہ مانع ہوتی تھی۔ اس نے کہا کہ تو مجھ سے کیوں روکتی ہے۔ اگر میں چاہا تو تیرے لیے سلطان سلیمان زید و ذر کر دوں۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اسے بلا کر عتاب فرمایا۔ اس نے عرض کیا اے نبی اللہ عاشقوں کا کلام قتل گرفت نہیں ہوتا اور واقعی میں ایسا ہی ہے۔ کسی شاعر نے کہا :-

اربنو صالک شریبہ بھری اور بدک بھیرک کما شربہ

ترجمہ : میں تیرا وصل چاہتا ہوں اور تو بھر چاہتا ہے۔ اب میں بھی تیرا بھر چاہتا ہوں جیسے تو چاہتا ہے یعنی تیری مرضی نہ نظر ہے۔

یہ مضمون بھی محل ہے اس لیے اس سے لازم آتا ہے کہ جو مرضی محبوب نہیں اس کا میں طالب ہوں کیونکہ وصل مرضی محبوب کے خلاف ہے جس کا اپنے آپ کو طالب قرار دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اس کی خواہش کے لیے میں نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ابھر کر چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہی ہے "وہ ابھر کا خواہی کہتے ہو گئے ان دونوں میں تو ضد ہے لیکن اگر توبلی کی جائے وہ طرح سے اس کے معنی بن سکتے ہیں۔ یہ صورت بعض اوقات میں پیش آتی ہو تاکہ رضائے محبوب حاصل ہو جو وسیلہ وصل زمان مستقبل ہے۔ اب شعر کا معنی یہ ہوا کہ ابھر وسیلہ رضا ہے اور رضا وسیلہ وصل محبوب اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہے ابھر کو پسند کرتا ہے جس طرح کہ دل کا چاہنے والا

ایک درم دے اور بعد چند روز دو درم دے تو وہ دو درم کو چاہتا ہے مگر سروسٹ ایک درم کا ٹاکہ ہے۔ اسی طرح عاشق بھی خواہش وصل ہے مگر سروسٹ اسے ترک کرتا ہے تاکہ آئندہ امید ابھی طرح حاصل ہو۔ عاشق کو صرف رضائے دوست مطلوب ہے۔ اگر اس کو علم ہو کہ دوست مجھ سے راضی ہے تو اتنی لذت پائے کہ اگر مشاہدہ اس کا میر ہو اور وہ راضی نہ ہو تو اس مشاہدے میں وہ لذت نہ ہو ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کی خواہش وہی ہو جو اس میں رضا ہو اس لیے بعض عاشقان خدا کا حال اس وجہ کو پہنچ گیا۔ جب معلوم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اس معصیت میں راضی ہے اور عافیت میں رضا کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ راضی ہے یا نہیں تو معصیت میں عافیت کی نسبت زیادہ مزہ پاتے ہیں اور بلا کو زیادہ محبوب جانتے ہیں اور غلبہ عشق میں اس حال کا واقعہ ہونا بعید نہیں مگر یہ حالت قائم نہیں رہتی اور اگر قائم رہتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہے دوسری کسی حالت کی وجہ سے دل پر وارد ہو گئی ہے اور اس کے باعث دل طریقہ اعتدال سے مائل ہو گیا۔ اس میں شک ہے اور اس کی تحقیق مناسب مقام نہیں غرضیکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ عافیت و سلامتی بلا و معصیت سے بہتر ہے۔ ہم اللہ سے علو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

میر افضل ہے یا شکر :- اس کے متعلق صوفیہ گرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ میر شکر سے افضل ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ شکر افضل ہے۔ بعض کا قول ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ انضلیت احوال کے اعتبار سے مختلف ہے یعنی بعض احوال میں میر افضل ہے اور بعض میں شکر اور ان حضرات نے اپنے اپنے قول کی دلیل بھی غیر منتظم سی بیان کی ہے جس سے مطلب کا حصول بعید ہے اس لیے اس کی نقل سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اظہار حق بہتر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس باب میں دو تقریریں ہیں۔ (۱) تقریر مسابقت کے طور پر ہے یعنی صرف ظاہر امر پر لحاظ کرنا اور تحقیق اور تحقیق کے درپے نہ ہونا۔ اس طرح کا بیان عوام کے سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ ان کا فہم پارک باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ واعظین کے بھی حال کے مناسب ایسا کلام ہے اس لیے کہ ان کا مقصد حرام سے منع کرنا ہے کہ ان کی اصلاح ہو جائے جیسے دایہ مشفقہ لڑکے کو مونے اور بڑے جانور اور اقسام اور انواع شیرینی نہیں کھاتی بلکہ لطیف دودھ سے پرورش کرتی ہے اور یہی سلوک ہمارے لیے بھی ہے۔ انہیں غذا نہیں نہ کھلاتے۔ جب تک کہ اس میں قوت ہضم کی نہ آئے اور ضعف جسم دور نہ ہو جائے۔ اسی طرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہیں بلکہ صرف شرعی کولہ سے ظاہر مضمون جو عوام کے لائق سے نکل لیتا ہے اور باعتبار ظاہر جو لحاظ اعتبار کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ میر افضل ہے۔ اگرچہ فضائل شکر میں بھی بہت سی اصلیت وارد ہیں مگر جب ہم فضائل میر دیکھتے ہیں تو میر کے فضائل زیادہ پائے جاتے ہیں اور خود الفاظ میں بھی تصریح فضائل میر کی موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے من افضل ما اوتینم الیغین وعزیم الصبر ترجمہ: وہ افضل چیزیں جو تم کو دی گئی ہیں وہ یقین اور میر کی عزیمت ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص دوئے زمین سے زیادہ شاکر بلایا جائے

کا اور اس کو شاکرین کا ثواب عطا ہوگا۔ پھر جو تمام لوگوں سے زیادہ صابر ہوگا وہ بلایا جائے گا اور اس سے ارشاد ہوگا کہ ہم تجھے اتنا ثواب دیں جتنا اس شاکر کو دیا تو تیرا صبر ہوگا وہ کہے گا راضی ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ ایسا نہ ہوگا ہم نے تجھ پر نعمت بھیجی تو تو نے شکر کیا اور تجھ کو جلائے مصائب کیا تو تو نے صبر کیا ہم تجھے دو گنا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ پھر اسے شاکر سے دو گنا ثواب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یوفی الصبرون اجرہم بغیر حساب (الزمر 10) ترجمہ کنز الایمان: صابروں کی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔ حدیث مبارکہ: الشکر بمنزلتہ الصائم الصابر ترجمہ: یعنی غذا کھانے والا جو شکر کرے وہ ایسا ہے جیسا روزہ دار صابر۔ اس سے بھی فضیلت صبر پائی جاتی ہے اس لیے کہ درجہ شکر کے پورے حصے کو اس کو صبر سے تشبیہ دی اور تشبیہ دینے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مشبہ بدرجہ میں اعلیٰ ہو تو اگر صبر افضل نہ ہوتا تو شکر کو اس کے ساتھ تشبیہ نہ دی جاتی اور یہ تشبیہ ایسی ہے جیسے ان حدیثوں میں ہے کہ الجمعة حج المساکین وجہاد المرأة حسن التیمل ترجمہ: جمعہ مسکینوں کا حج ہے اور عورت کا جہاد مرد کے ساتھ نیک سلوکی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شارب الخمر کعابد اللہون ترجمہ: شرابی بت پرست جیسا ہے۔ فرمایا الصبر نصف الايمان ترجمہ: صبر ایمان کا آدھا ہے۔

ان احادیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شکر صبر کے برابر ہے۔ یہ تو ایسے ہے جیسے فرمایا الصوم نصف الصبر روزہ صبر کا آدھا ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ جس چیز کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو اس شے کا نصف کہہ دیا کرتے ہیں تاکہ دونوں میں فرق ہو مثلاً کہتے ہیں کہ ایمان علم و عمل کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہے۔ اس سے یہ ضمیمہ پایا جاتا کہ عمل علم کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں ہے جنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام سلطنت کی وجہ سے سب نبیوں کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے اور میرے اصحاب میں سے عبدالرحمن بن عوف غنا کے سبب سب صحابہ کے بعد جنت میں جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس نبیوں کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ عمل تو شکر کی طرف اور آخرت اور اہل مصائب کے بارے میں ارشاد ہے کہ جنت کے تمام دروازوں کے دروازے ہیں مگر صبر کا ایک ہی دروازہ ہے۔ اول جو شخص اس میں داخل ہوں گے وہ اہل مصائب ہوں گے۔ ان کے پیٹروا حضرت ابوبکر علیہ السلام ہوں گے۔ فضاہل خمر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ صبر فقر کے عمل کا نام ہے اور فقر و تنگدستی کے عمل کا نام ہے۔

یہ وہ تقریر ہے کہ عوام اس سے مستفید ہوتے ہیں اور واقعہ کے شایان عمل ہے۔ اس میں اس قدر تاویلات کافی ہے کہ اسی میں عوام کے دین کی مصلحت ہے۔ یہ تقریر وہ ہے جس سے اہل علم و بصیرت کو حقائق امور پر بطریق کشف اطلاع دینا مقصود ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ ہنرمند ہمارے اہتمام کا مقابلہ نہیں ہو سکتا جب

تک کہ ہر ایک کی حقیقت واضح نہ ہو اور جن چیزوں کی حقیقت کھل جائے اور وہ چند اقسام پر مشتمل ہوں، ان میں بھی جیت انتہائی برابری نہیں ہو سکتی بلکہ ضروری ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جائے تاکہ زیادتی معلوم ہو۔ اب مبر اور شکر کو دیکھتے ہیں تو ان کے اقسام اور فروغ بہت ہیں، اس لیے کسی زیادتی جملہ بیان نہیں ہو سکتی بلکہ دونوں کے ہر فرد کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ پھر یہ امر پہلے گزر چکا ہے کہ اسی طرح کے مقالت مبر و شکر ہوں یا اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہیں۔ (1) علوم (2) احوال (3) افعال اور ان تینوں چیزوں میں سے اگر ایک دوسرے کی معلوات پر غور کریں تو ظاہر کے دیکھنے والوں کو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہیں اور احوال کی طلب افعال کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے افعال افضل فہم سے مراد اباب عقل کے نزدیک معاملہ برعکس ہے۔ ان کی افعال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہیں تو ان کے نزدیک علوم افضل ہیں اور پھر احوال ہیں۔ پھر افعال کیونکہ جو چیز کسی دوسری چیز کا ذریعہ ہوتی ہے تو وہ دوسری چیز اس سے مبرا ہوتی ہے اور ان تینوں چیزوں کے جدا جدا افراد کو افعال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کو دیکھا جائے تو بعض معلوی ہیں اور بعض کم و بیش اسی طرح احوال کے افراد کا مل ہے کہ اگر ان میں بھی ایک دوسرے کی طرف لحاظ کر کے دیکھیں تو برابر ہوں گے یا کم و بیش ایسا ہی افراد علوم و معارف کو سمجھنا چاہیے اور تمام معارف میں سے افضل علوم مکاشفہ ہیں اور یہ علم معاملہ کے علوم سے اعلیٰ اور اشرف ہیں اور علوم معاملہ خود معاملہ کی وجہ سے بھی کمتر ہیں، اس لیے کہ ان کی طلب صرف معاملہ کے لیے ہوتی ہے یعنی ان کا قاعدہ اصطلاح عمل ہے اور حدیث میں جو فضیلت عالم کی آئی ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا علم ایسا ہو جس کا قطع عام ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عالم الہیہ خاص معلوت کرنے والے سے افضل ہے ورنہ اگر اس کا علم عمل سے کم ہے تو یہ علم عمل سے افضل نہیں ہو سکتا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اصطلاح عمل سے قائمہ یہ ہے کہ قلب کی اصطلاح ہو اور قلب کی اصطلاح کا یہ قائمہ ہے کہ اہل دل پر جلال ذات و صفات و افعال الہی مکشف ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ میں بڑا مرتبہ معرفت الہی کا ہے اور یہی امتائے مقصود ہے جو خود نفس نہیں مطلوب ہے اس لیے کہ معلوات اخروی ہی سے نصیب ہوتی ہے بلکہ اصل معلوات یہی ہے کہ دل کو کبھی اس بات کا علم دنیا میں بھی نہیں ہوتا کہ میں معلوات معرفت الہی ہے بلکہ آخرت میں اس سے واقف ہوتا ہے غرضیکہ معرفت الہی سب میں مبرا چیز ہے۔ اس پر کچھ مددک نہیں تو فیر کی متدیہ بھی نہیں اور اس کے سوا جتنی معرفتیں ہیں سب اس کی تلخ اور ختم ہیں کیونکہ اور معارف اس لیے مطلوب ہوتے ہیں کہ معرفت الہی حاصل ہو۔ جب یہ امر ثابت ہوا کہ معرفت الہی سے ہی تمام معرفتیں حاصل ہوتی ہیں تو جس قدر جو معرفت اس مطلب میں کام آئے گی، اتنا قدر اس کا ثبوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض معارف صرف ایک ہی واسطہ سے معرفت الہی تک پہنچتے ہیں اور بعض کو بہت سے وسائل چاہئیں تو جس معرفت میں اور معرفت الہی میں واسطہ کم ہوگا، وہ دوسرے کی بہ نسبت افضل ہوگی۔ احوال قلب سے ہماری غرض اس کا پاک و صاف ہونا ہے۔ دنیا کی آلودگی اور مخلوق کے

اشغال سے یہاں تک کہ پاک و صاف ہو کر اس پر حقیقت حق واضح ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احوال میں فضیلت اسی قدر کہ ان کو تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی میں ہوگی اور جس قدر کہ اس میں لیاقت، علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کر سکیں گے۔

مثلاً :- جس طرح کہ آئینہ کی جلائے کمال میں ایسے ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حالت ہوتی ہے جن میں سے بعض جلاوینے میں قریب تر ہوتے ہیں۔ بعض سے اسی طرح احوال قلب کا حل ہے جو حالت کے مضاف قلب کے قریب ہوگی وہ دوسری حالتوں سے افضل ہوگی اس لیے کہ وہ اوروں کی بہ نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی اور اسی ترتیب کو احوال میں بھی تصور کرنا چاہیے اس لیے کہ احوال کی تاثیر سے ہی قلب کی صفائی کی تائید ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے دل پر حالت آتے ہیں۔ یہ دو صورتوں سے ظاہر ہیں۔ (1) دل پر ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ اور موجب تاریکی قلب اور باعث کشش کمزورت و ناپاکی کی طرف ہوں۔ (2) ایسی حالت پر لاتے جس سے دل مکاشفہ کے لیے مستعد ہو اور صفائی پیدا کرے اور علائق و ناپاکی برطرف ہو جائیں۔ حالت اول کا نام معصیت دوسری کا نام طاعت ہے اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک اور سخت کرنے کے متفاوت ہیں۔ اسی طرح طاعات بھی دل کے روشن و صاف کرنے میں مختلف ہیں یعنی معاصی اور طاعات کے درجہ ان کی تاثیر پر منحصر ہیں اور یہ امر احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہیں کہ نماز نفس تمام نقل عبادتوں سے افضل ہے اور حج صدقہ سے بہتر اور تہجد اور نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ جو کہ مدار اس پر کل غالب ہو اور جب نفل زیادہ رکھتا ہو تو اسے ایک درم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریوں اور روزوں سے افضل ہے اس لیے روزہ اس کے شایان ہے جس پر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اس کو توڑنا چاہے یا حکم سیری اس کو مانع فکر و ذکر سے ہوتی ہے۔ اس کو دور کرنے کی تدبیر ہموک سے ہو مگر کم بخت بخیل کا تو یہ حل نہیں ہیئت کی شہوت سے اسے نقصان تھا یا حکم سیری سے فکر علوم مکاشفہ نہیں کر سکتا تھا پھر اس کا روزہ رکھنا اصلی حالت چھوڑ کر دوسری حالت کا اختیار کرنا ہے۔

مثلاً :- اسے یوں سمجھئے جیسے کسی بیمار کے ہیئت میں درد ہو اور وہ علاج درد سر کا کرے تو کیا اس علاج سے اس کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اس کو تو یہ مناسب ہے کہ جو جلائے مملکت اس پر مسلط ہے اس کو دفع کرے اور نفل ان مملکت میں سے ہے کہ اگر مومل کے روزے دکھا کرے اور ہزار رات جاگے تو وہ موزی مرض کا ایک ذرہ بھی کم نہ ہوگا۔ اس کو دور کرنے کی تدبیر سوائے دل کے خیرات کرنے کے اور کوئی نہیں۔ اس بخیل پر واجب ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو اس کو خیرات کر دے اور اس کی تفصیل جلد سوم میں اس کتاب (ایضاً العلوم) میں گزری ہے۔

تاثیر طاعت حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ اب اہل ذکر و فکر حضرات کو معلوم ہوا ہوگا کہ اسباب میں کسی کو مطلقاً افضل کہہ دینا غلط ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ روٹی افضل ہے یا پانی تو اس کا جواب ٹھیک تب ہوگا جب کہ کوئی بھوکے کو روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی۔ اگر کسی کو دو دنوں چیزیں مطلوب ہوں تو جو ان دونوں میں سے

غالب ہوگی اس کے اعتبار سے حکم نصیحت کا دیا جائے گا یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہیں گے۔ اگر بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونوں مساوی ہوں گے تو یہ دونوں مساوی ہوں گے۔ اسی طرح اگر پوچھا جائے کہ کھینکین اچھی ہے یا شربت غلیظ تو مطلق جواب درست نہ ہوگا۔ ہلکے وگر کوئی یہ پوچھے کہ کھینکین افضل ہے یا صفراء کا۔ ہونا تو ہم صفراء کے نہ ہونا کو افضل بتائیں گے اس لیے کہ کھینکین کی ضرورت صفراء کے لیے ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شے فیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو فیر چیز اس سے اچھی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شخص مذکور کے لیے بہتر مل دیتا ہے اس لیے کہ ہل کا خرچ کرنا ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنی ذوال بخل اور حب دنیا کا دل سے لٹکانا حاصل ہوتی ہے اور جب دل سے حب دنیا نکل جاتی ہے تو اس کو معرفت الہی حاصل ہوتی ہے۔ افضل معرفت ہے اور اس سے کتر حاصل ہے اور اس سے کتر عمل ہے۔

سوال :- آپ عمل کو افضل نہیں بتاتے حالانکہ شرع میں تریغ اعلیٰ کی موجود ہے اور ان کے افضل کے ذکر میں بہت مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شارح نے خود صداقت کو طلب فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا من فالذی بقرض اللہ فرحنا حسنا (البقرہ 245) ترجمہ کنز الایمان : ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے۔ اور فرمایا خفا الصدقات صدقات لو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عمل افضل نہیں؟

جواب :- طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اس کی تعریف کرنے سے یہ نہ جانتا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود مقصود ہے اور شفا سے بڑھ کر ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کی تعریف میں ایک حکمت ہے کہ اگر مریض اس کا استعمال کرے گا تو شفا حاصل ہوگی۔ اسی طرح اعلیٰ بھی دل کے امراض کی دوا ہیں اور بیماری اکثر معلوم نہیں ہوتی جیسے کسی کے منہ پر برص کے داغ ہوں اور اس کے پاس آئینہ نہ ہو تو اس کو کبھی خبر نہ ہوگی کہ مجھ میں یہ عیب ہے۔ اگر کوئی اس سے کہے گا تو اس کی بات نہ مانے گا تو ایسے شخص کا علاج یہی ہے کہ اس کے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف (مثلاً گلاب سے منہ (دھونے) کی تعریف کی جائے۔ اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہوں یا دوسری کسی ایسی چیز سے جو اس کو زائل کرتی ہو اس سے منہ دھونے کا یہاں کیا جائے تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور اس کی ملامت کر لے اور مرض اس کا دور ہو جائے کیونکہ اگر اس سے پہلے ہی کہہ دے گا کہ مقصود یہ ہے کہ تیرے منہ سے برص زائل ہو جائے تو وہ علاج چھوڑ دے گا اور کہے گا کہ میرے منہ پر تو کوئی عیب نہیں۔

مثلاً :- یہاں پر ایک مثل پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کسی کا ایک بچہ ہے جس کو اس نے قرآن پڑھایا اور علم سکھایا اور اس کو یہ حضور ہے کہ یہ دونوں چیزیں اس کو یاد رہیں اور کبھی فراموش نہ ہوں اور یہ جانتا ہے کہ اگر میں اس کو کمر پڑھنے کی اور مطالعہ کی تاکید کروں گا وہ جواب میں کہے گا کہ مجھے یاد ہیں۔ دود و نکران کی ضرورت ہمیں کیونکہ اسے یہ گمان ہے کہ جو چیز مجھے اب یاد ہے وہ عیش ایسے رہے گی اور فرض کرو کہ اس شخص کے یہاں کچھ غلام بھی ہیں اس نے اپنے لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان لڑکوں کو پڑھایا کر کہ ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش کیا کریں گے اور



اعلیٰ وعدے اس سے سنا دیے تاکہ اس کا ارادہ تعلیم مستحکم ہو جائے تو ایسی صورت میں لڑکا سلی لڑچ ہے۔ یہی ممکن کرتا ہے کہ مقصود صرف غلاموں کی تعلیم ہے کہ ان کو قرآن آجائے اور اس خیال سے بڑا پریشان ہوا کہ عجیب طرح کا مل ہے کہ ہرچیز ایک باپ کے نزدیک میرا رب ان غلاموں سے بڑھ کر ہے مگر پھر بھی مجھ سے ان کی خدمت کرائی جاتی ہے۔ کل میں اور کل یہ غلام اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اگر میرا باپ ان کو پڑھاتا چاہتا اور مجھے تکلیف نہ دیتا تب بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر یہ سب غلام میرے باپ کے ہیں نہ وہیں تو اس کا کچھ نقصان نہیں تو اگر عالم قرآن نہ ہوں گے تو کوئی غلام پیش آئے گی۔ ایسے ایسے خیالات سے وہ بچاؤ کبھی مستحق کرنے لگا ہے کہ ان کو پڑھا کر کیا ہوگا۔ میرے باپ کو ان کی کیا ضرورت ہے اور اگر یہ کام میں نہ کدوں گا تو وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا بلکہ معاف کر دے گا۔ پس علم و قرآن کی اگر تعلیم جاری نہ رکھے گا تو بھول جائے گا اور وہ بد بخت و محروم رہ جائے گا اور اس کو خبر بھی نہ ہوگی۔ بعض لوگ اسی طرح کے خیال خام میں دھوکا کھا گئے۔ اور طریق بہت کو اختیار کر لیا۔ ان کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ ہماری عبادت کی پروا ہے نہ ہم سے قرض لینے کی ضرورت۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں من دالذی بغرض اللہ فرضا حسنا (البقرہ 245) ہے کہ جو اللہ کو قرض حسن دے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو مسکین کا کھانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہے۔ اس کی کیا حاجت ہے کہ ہم ہی ان کو اپنا دوسرا دیں تو ان کو غذا ملے۔ چنانچہ کفار کا قول اللہ تعالیٰ بھی نقل فرماتا ہے (البقرہ 47) ترجمہ کنز الایمان: اور جب ان سے فرمایا جائے اللہ کے دینے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لئے کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا۔ اور دوسری جگہ فرمایا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا اباؤنا (انعام 148) ترجمہ کنز الایمان: اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا۔ ان کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنے سچ ہی سے کیسے تباہ ہو گئے۔ (درس مہربت) کیا شکیں ہے جب چاہے سچ سے ہلاک کر دے اور جب چاہے جہنم سے معلوت کو بچا دے بفضل بہ کثیرا و بھسی بہ کثیرا (البقرہ 26) ترجمہ کنز الایمان: اللہ ہمتیوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور ہمتیوں کو ہدایت فرماتا ہے۔ خود فرماتا ہے۔ وہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے جو کہتے کہ کیا ہم سے مسکین کی خدمت کرائی جاتی ہے کہ اللہ کے لیے ان کو خیرات دے اور ہم کو نہ مسکین سے کچھ ملتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے اور ہمارے دل سے کچھ فائدہ ہے تو پھر دینا اور نہ دینا برابر ہے تو یہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے۔ جیسا کہ اوپر کی مثل میں وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جس نے یہ خیال کر لیا کہ باپ نے مجھ کو ان کی خدمت کرنے پر مقرر کر دیا۔ اس نے نہ جانتا کہ باپ کا مقصود یہ نہ تھا کہ صفت علم لینے کے دل میں خوب پختہ اور مستحکم ہو جائے اور دل پر نقش پڑے جو جائے تاکہ موجب معلوت دینا ہی ہو اور یہ بات باپ کی طرف سے کل شفقت سے تھی کہ ایسے خیال کو سامنے رکھا جس میں اس کے بیٹے کی معلوت تھی۔

اس مثل سے ان لوگوں کی گمراہی جنہوں نے اس طریق کو چھوڑ دیا۔ ناظرین پر واضح ہے۔ نیز اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین سے کچھ لے جاتا ہے وہ اس کو دل میں کے واسطے سے جمل کی خیرات اور دنیا کی محبت دینے

دل کے دل میں سے نکلا ہے اور یہ دونوں ملک امراض ہیں۔

لے ہوں گئے جیسے پہنچے لگائے دلا کہ دو ہزار کا خون اس لیے نکلا ہے کہ خون کے ساتھ مرض ملک بھی جانا رہے تو واقع میں پہنچے لگائے دلا عرض کا ختم ہے اور اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض تھی مثلاً خون میں کپڑا رکھنا ہو تب بھی وہ ختم ہونے کی حیثیت سے خارج نہ ہو گا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے اور اندر سے بری صفت کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات قول نہ فرمائے اور نہ اپنے لیے جائز سمجھا اور اپنے کل بیت کو بھی ان سے منع فرمایا اور پہنچے لگائے دلا کی مزدور کو بھی ناجائز اور اس کا نام تمام مالوں کا میل رکھنا خلاصہ یہ کہ اعمال دلوں پر اثر کرتے ہیں۔ جیسا کہ جلد سوم میں گزرا اور جس قدر عمل سے تاثیر دل میں ہوتی ہے اسی قدر دل کو مستعد اور قبول پذیریت اور نور معرفت حاصل ہوتی ہے تو یہ قول کلی اور قاعدہ اصلی ہے جس سے فضائل اعمال اور احوال اور معارف کے پہچاننے کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اب ہم ان دونوں اشیاء یعنی مبر اور شکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں معرفت اور عمل اور اعمال ہی ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے عمل اور عمل سے مقابلہ کیا جائے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے چاہیے تاکہ مناسبت ظاہر ہو اور تناسب کی وجہ سے ایک کی فضیلت دوسرے پر ثابت ہو۔ معرفت شاکر اور معرفت صابر کا جب مقابلہ کیا جاتا ہے تو دونوں کامل ایک ہی معرفت پر آجاتا ہے مثلاً معرفت شاکر کی آنکھ کے بارے میں یہ ہے کہ آنکھوں کی نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانے اور معرفت صابر کی ان میں یہ ہے کہ اندھا پن اللہ کی طرف سے جانے اور یہ دونوں معرفتیں ایک دوسرے کو لازم اور ملایم ہیں اور یہ اس صورت میں ہے کہ مبر کو بلا اور مصائب میں لیا جائے اور چونکہ اس کو موافق بیان گزشتہ مبر بھی طاعت پر بھی ہوتا ہے اور کبھی میر مصیبت سے ہوتا ہے تو ایسے تقلبات میں مبر اور شکر ایک ہی ہوں گے اس لیے کہ طاعت پر مبر کرنا عین شکر گزاری طاعت ہوگی کیونکہ شکر کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اس سمکت کی طرف پھیرنا جو اس سے مقصود ہے اور مبر کا معنی ہے کہ خواہش کے سبب کے مقابلہ میں دینی سبب کا قائم اور مستقل رہنا تو یہی مبر اور شکر وہ الفاظ مختلف کے ایک معنی خاص ہیں دونوں میں فرق اعتباری ہے مثلاً خواہش نفسانی لیں باعتبار خواہش کی نفسانی کے سبب کے مقابلہ میں دینی سبب پر قائم رہنا مبر ہے اگر اس کا اعتبار دینی سبب ہو تو اس کا نام شکر ہے اس لیے دینی سبب اپنے مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں کا ایک دلوں ہو تو پھر ایک شے کے کیسے کم و بیش ہوگی۔

مبر تین تقلبات پر ہوتا ہے۔ (1) طاعت (2) مصیبت (3) بلا۔ طاعت اور مصیبت میں تو اس کا حکم معلوم ہو چکا اب بلا کا حکم جانا چاہیے کہ بلا نعمت کے چلے جانے کو کہتے ہیں اور نعمت یا تو ضروری ہے جیسے آنکھیں اور مابست کے عمل میں واقع ہو یعنی اس کی طرف مابست پڑتی ہو جیسے بل مقدار کفایت سے زیادہ لیں۔ آنکھوں کے بارے میں اندھے کے مبر سے یہ فرض ہے کہ کفایت ظاہر نہ کرے اور حکم الہی عزوجل پر رضا ظاہر کرے اور

اللہ سے پناہ کی وجہ سے تمہاروں کی آرزو نہ کرے اور جیسا آدمی کا شکر عمل کے اعتبار سے دو طرح ہے۔ (۱) ان کو معصیت میں استعمال نہ کرے۔ (۲) طاعت میں استعمال کرے اور یہ دونوں باتیں مبر سے غلط نہیں مثلاً اللہ سے کو خوبصورتوں سے مبر کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ ان کو دیکھائی نہیں اور جیسا آدمی کی آنکھ جب خوبصورت پر پڑے گی اور وہ مبر کرے گا تو آنکھوں کی نعمت کا شکر گزار ہو گا اور اگر دوبارہ پھر دیکھے گا تو اس نعمت چشم کا شکر ہو گا۔

معلوم ہوا کہ شکر کی حالت میں مبرا داخل ہے۔ اسی طرح جب آنکھوں سے طاعت پر مدد ملے گا تب بھی طاعت پر مبر کرنا پڑے گا۔ پھر کبھی آدمی آنکھوں کی نعمت کا شکر اس طرح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صنعت کے عجائبات دیکھتا ہے تاکہ اس سے معرفت الہی عزوجل تک پہنچ جائے تو اس طرح کا شکر مبر سے افضل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو چاہیے کہ مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کا (جو انبیاء علیہم السلام میں بصیرت تھے) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کے مبر سے بڑھ کر ہوا، اس لیے کہ انہوں نے حیاتی کے جاتے رہنے پر مبر کیا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو یہ امر پیش نہ آیا۔ اس لیے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مکمل اسی میں ہے کہ آدمی کے سب اعضاء جاتے رہیں، وہ ایک گوشت کا لوتھڑا ہو کر پڑا رہے حالانکہ یہ بات نہیں، اس لیے کہ اعضاء میں سے ہر ایک عضو ایک آلہ دین ہے جب وہ عضو جاتا رہے گا تو وہی رکن دین جس کا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہے گا۔

شکر ہر ایک عضو کا یہ ہے کہ جس دینی کے لیے وہ بنا ہے اس کو اسی میں استعمال کرے اور یہ استعمال بھی مبر نہ ہو گا اور جو نعمت کہ عمل حاجت میں واقع ہوتی ہے مثلاً مٹی میں سے قدر کفایت پر زیادہ ہونا اس کا صلہ یہ ہے کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مل ملتا ہے اور اس کو زیادہ کی بھی ضرورت ہے تو اس زیادتی سے مبر کرنا مجاہدہ ہے اور یہ جملہ فقراء کا ہوتا ہے۔ اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کسلاتی ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ خیرات میں صرف کر دی جائے، معصیت میں صرف نہ ہو۔ اگر مبر کو اس شکر کی نسبت دیکھیں جس سے غرض صرف کمال کی طاعت میں ہے تو شکر افضل ہو گا کیونکہ ایسا شکر متقن مبر کو بھی ہے اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل کی نعمت پر خوش ہو کر فقراء پر صرف کرنے کی تکلیف گزارا کی اور عیش مباح میں صرف نہ کیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر میں دو باتیں موجود ہیں جن میں سے ایک مبر ہے اور اس صورت میں شکر مکمل ہوا اور مبر جزو اور ظاہر ہے کہ کل اپنے جزو سے افضل ہوتا ہے اور فقیر صابر اس مدار سے افضل ہو گا جو اپنا مل روک کر مباحات میں صرف کرتا ہو مگر اس مدار کی یہ نسبت افضل نہ ہو گا جو اپنے مل کو خیرات میں صرف کرتا ہو، اس لیے کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اس کی حرص کو توڑا اور اللہ تعالیٰ کے استحقاق پر ابھی طرح راضی رہا اور اس کے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اس نے اپنی حرص کا اہل اور شہوات کی طاعت کی مگر صرف مباح پر اکتفا کیا اور مباح میں حرام سے بچاؤ ہے۔ اگرچہ حرام سے بچنے کے لیے بھی مبر میں قوت چاہیے مگر جو قوت کہ اس سے فقرا مبر صابر ہوتا ہے وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلیٰ اور اکمل ہے جو صرف مباحات پر اکتفا کرتا ہے۔

علاوہ انہیں شرف اسی قوت کو ہوتا ہے جس پر عمل ولایت کرے اس لیے کہ اعلیٰ صرف اسی لیے مطلوب ہوتے ہیں کہ ان سے قلب کے عکاسات حاصل ہوں اور یہ قوت فقیر کے قلب کی ایک حالت ہے کہ جس قدر قوت ایمان میں ہوگی اسی قدر اس میں بھی ہوگی تو جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر ولایت کرے وہ دونوں سے افضل ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قوت مہر فقری افضل ہے غنی کی قوت سے اور جس قدر کہ آیات و احادیث میں فضیلت مہر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہے اس سے بھی خاص مرتبہ مراد ہے کیونکہ عوام نعمت سے ابتداء یہی معنی سمجھتے ہیں کہ اسوئل اور ان کے منتفع ہونے کا نام ہے اور شکر سے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کے اور نعمت سے مصیبت پر مدد نہ لے۔ یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ نعمت کو طاعت میں صرف کرے تو اسی لحاظ سے مہر شکر سے افضل ہے۔ خلاصہ یہ کہ مہر جس کو عام لوگ سمجھتے ہیں وہ اس شکر سے افضل ہے جس کو عوام جانتے ہیں۔ اسی کی طرف جنید عظیم الرحمتہ نے اشارہ کیا تھا۔ جب ان سے کسی نے پوچھا کہ مہر اور شکر میں کون افضل ہے؟ تو فرمایا کہ غنی کی مدد مل ہونے سے نہیں نہ فقیر کی تعریف مل کے نہ ہونے سے ہے بلکہ دونوں کی مدد اس صورت میں ہے کہ جس حالت میں وہ دونوں ہیں اس کے شرائط کا لحاظ رکھیں مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہیں کہ نفس کو مناسب ہیں اور قوت اور لذت یا نفس کا حصہ اس میں موجود ہے اور فقیر کی حالت کی شرطوں میں ایسی چیزیں جو نفس کو ایذا دیں اور اس کو رکا ہوا اور منکسر رکھیں۔ اب ظاہر ہے کہ جب دونوں اللہ عزوجل کے لیے اپنی اپنی حالت کی شریں لوا کرتے ہوں تو جو نقص اپنے نفس پر مشقت ڈالے گا اور منکسر رکھے گا وہ اس سے اچھا ہوگا جو اس کو تسبیح اور عیش میں رکھے گا۔

واقع میں ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا مگر یہ بات مہر و شکر کے اقسام میں سے صرف اخیر میں صادق آتی ہے جو ابھی گزری اور حضرت جنید علیہ الرحمۃ کا بھی مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یوں ہے کہ ابوالمہاسین عطا اس مسئلہ میں ان کے خلاف کہتے تھے۔ ان کا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے۔ ان کے حق میں حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے بددعا کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیوں میں مبتلا ہوئے بل جاتا رہا۔ دونوں قول کے لیے بعض احوال میں ایک وجہ ہے بہت سے فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہوتے ہیں جیسے لوہر گزرا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہوتا ہے اور یہ وہ غنی ہے جو اپنے نفس کو فقیر کی طرح جانتا ہے اور اپنے نفس کے لیے بل قدر ضرورت کے سوا نہیں رکھتا بلکہ خیرات میں خرچ کرتا ہے یا اس لیے رکھتا ہے کہ محتاجوں اور مساکین کے کام آئے اور ان کی ضرورت تلاش میں رہتا ہے کہ جب موقع ملے تو صرف کر دے۔ پھر صرف کرنے میں بھی غلبہ ہاد شہرت یا استدعا قبول منت نہیں ہوتی بلکہ صرف لوائے حقوق اللہ کی بنا پر بندوں پر رحم کرنے میں غرض رکھتا ہے تو ایسا غنی فقیر صابر سے افضل ہے۔

سوال :- بل دینا تو ہر نفس پر گراں ضعیف معلوم ہو تاہی فقیر کو بھاری محسوس ہوتا ہے اس لیے کہ غنی قدرت سے واقف ہے اور فقیر مہر کی تکلیف کو جانتا ہے۔ اگر غنی کو مل کے چلے جانے کا کچھ درد ہوتا بھی ہے تو دینے میں جو

لذت قدرت ہے اس سے یہ دورِ نوح مٹ جاتا ہے تو غنی کس طرح افضل ہوگا؟

جواب :- ہماری دانست میں وہی غنی افضل ہے جو اپنا ملّی رغبت اور خوشی سے خرچ کرے۔ ایسا شخص جو بخیل ہو اور اپنے نفس سے اس کو بشکلف خرچ کرتا ہو اس کا ملّی اچھا نہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل بابِ توبہ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ صرف نفس کو نوح پہنچانا بذاتِ خود مطلوب نہیں بلکہ تلوّیب کے لیے تکلیف دینا ہوتا ہے اور یہ بات ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو مارے تو جو کتاب کہ لوبب سکھا ہوا ہے وہ اس سے اچھا ہے جس کو مار کی عادت ہو۔ اگر مار پر مبر کرتا ہو اور اسی وجہ سے پہلے نوح دینے اور محنت کرنے کی ضرورت ہو اکتی ہے بالآخر ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس میں یہ حل ہوتا ہے کہ جو چیز لول میں ناگوار گزرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار لڑکے کو پڑھنا لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر ابتداء میں اسے ناگوار تھا۔

اکثر لوگوں کا یہ حل ہے کہ ابتداء میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے لڑکوں کی طرح ہیں۔ اسی لیے حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے مطلق بیان فرمادیا کہ جو شخص اپنے نفس کو تکلیف دے وہ افضل ہے۔ عوام کے لیے آپ کا فرمان درست ہے۔ اس صورت میں اگر کسی کو جواب مفصل کہنا منظور نہ ہو اور بہتیار اکثر کے مطلق بیان کا منظور ہو تو یہی کہنا چاہیے کہ مبرا افضل ہے۔ شکر سے اس لیے کہ جو معنی مبرو شکر کے عوام سمجھتے ہیں ان کے اعتبار سے یہ قول درست ہے لیکن اگر تحقیق منظور ہو تو جواب مذکور کافی نہ ہوگا۔ تفصیل چاہیے اس لیے کہ مبر کے بھی بہت سے درجات ہیں۔ کم از کم یہ ہے کہ معصیت کو برا جان کر شکایت نہ کر اور ان درجات کے بعد مقامِ رضا ہے جو مبر سے اوپر ہے اور رضا کے اوپر یہ درجہ ہے کہ معصیت میں شکر کرے۔

اس شکر کا رضا سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مبر تکلیف پر ہوتا ہے اور رضا ایسی چیز میں بھی ہو سکتی ہے جس میں نہ نوح ہو نہ خوشی اور شکر ایسی چیز پر ہو سکتا ہے جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہے کہ معصیت پر راضی ہونا اور بات ہوئی اگر اسے خوشی کی شے سمجھ کر اس پر شکر گزار ہونا اور بات۔ اسی طرح شکر کے بہت درجات ہیں جن میں ہم نے وہ لکھے ہیں جو سب سے اعلیٰ ہیں حالانکہ ان میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو مراتبِ سابق کی بہ نسب کم ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پے در پے آنے سے بندے کا شکرنا اور اپنے آپ کو شکر سے قاصر جتنا اور قدرتِ شکر کا عذر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی پردہ پوشی کو سمجھنا اور اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلا استحقاق خود بخود آتی ہیں اور یہ جانتا کہ اوائے شکر بھی ایک نعمت الہی عزوجل اور اس کا کرم ہے اور نعمتوں میں اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور ان کے لیے شوق کے ساتھ رہنا یہ تمام امور بہ لائق شکر ہیں اور جو شخص واسطہ نعمت ہو اس کا شکر گزار ہونا بھی شکر ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم يشكر الناس لم يشكر الله ترجمہ: جس نے لوگوں کا شکریہ نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہ کیا۔ اس کی حقیقت ہم نے اسی (انباء العوم) میں بابِ اسراءِ نوحہ میں لکھی ہے۔

منعم پر اعتراض نہ کرنا اور منعم کے سامنے مودب رہنا بھی شکر ہے اور نعمتوں کو اچھی طرح قبول کرنا اور چھوٹی

ی نعمت کو بڑا جلتا بھی داخل شکر ہے غرضیکہ جتنے اعلیٰ اور احوال کو لفظ شکر اور مبر کے اندر داخل ہیں وہ بے حد و شمار ہیں اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو کیسے کوئی جملہ "ایک دو سرنے پر تہیج دے سکتا ہے۔ جب تک کہ لفظ عام سے کوئی خاص قسم کا مبر اور شکر مراد نہ کرے جیسا کہ آثار و اخبار میں وارد ہے۔

حکایت :- بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک سفر میں ایک بوڑھا ضعیف العمر دیکھا۔ میں نے اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ ابتدائے جوانی میں میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ بھی ایسا ہی چاہتی تھی اور الحمد للہ اس کا نکاح مجھ سے ہوا۔ شب زفاف کو میں نے اس سے کہا کہ آج رات تو اعلیٰ شکر میں گزار دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو ملایا۔ غرض وہ رات ہم دونوں نے نماز میں گزار دی۔ جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونوں نے وہی منگتگو کی اور رات بھر شکر گزاری میں گزار دی۔ اسی طرح ستر یا اسی برس سے اسی محل پر ہیں پھر اس نے بڑھیا سے پوچھا کیا یونہی ہے؟ اس نے کہا کہ واقعی یونہی ہے جیسے وہ کہتا ہے۔ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ان دونوں کو نہ ملاتا اور ان کو فراق میں مبر کرتا پڑتا تو اس مبر کو اس شکر و صل کی طرف سے جسے انہوں نے ادا کیا تو واضح ہو گیا کہ بے شک یہ شکر اس مبر سے افضل ہے ہر حال مشکل امور کے حقائق بلا تفصیل معلوم نہیں ہو سکتے۔

## خوف و رجاء

خوف و رجاء وہ ہیں جن سے مقربین اعلیٰ مقامات تک پہنچنے کے لیے اڑتے ہیں یا انہیں سالکین کی سولہ کی حاجت ہے کہ ان کی وجہ سے آخرت کی مشکل حل ہو جائے۔ بہرحال قرب رخصی اور رحمت جلدوں اور روضہ رضوان جو بہت دور وراز فاصلہ پر ہے اور کمزورت قلبی اور اعتقاد کی محنتوں سے چھپی ہوئی ہیں، ممکن نہیں کہ بلا وسیلہ رجاء ان تک پہنچا جاسکے اور تدارک جنم اور عذاب عظیم جو شولہ محضہ اور عجیب انداز سے پوشیدہ ہے، اس سے خوف کے ذریعہ تے بغیر بچنا مشکل ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی حقیقت اور خوبی بخیر و ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ان کے نہ کرنے کی آسانی کے لیے واضح بیان بہت ضروری ہے۔ اسی لیے اس بات کو دو فصلوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ (۱) رجاء۔ (۲) خوف۔

حقیقت رجاء یہ۔ سالکین راہ ہدایت کے مقامات اور طہ صحت راہ حقہ کے انوار میں سے رجاء بھی ہے۔ حال و مقام میں فرق ہے وہ یہ کہ جب کوئی وصف سالکین ثابت یا قائم ہو جاتا ہے اسے صوفیہ کی اصطلاح میں مقام کہا جاتا ہے۔ اگر وہ وصف عارضی اور جلد زائل ہو جاتا ہے تو اسے حال کہتے ہیں مثلاً زردی یہ تین قسم کی ہوتی ہے (۱) دائمی جیسے سونے کی زردی (۲) جلد زائل ہونے والی جیسے خوف سے چہرے کی زردی (۳) نہ بہت جلد زائل ہو لہذا نہ پیش رہے جیسے پکاری کی زردی۔ اسی طرح قلبی صفات سمجھئے جو وصف قائم و دائم نہ رہے وہ حال ہے باقی۔ یہ کہ یہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب میں سے ہر ایک کے لیے جاری ہے۔ اس وقت ہمارا مقصد رجاء کا بیان کرنا ہے۔ اس میں تینوں (علم، عمل اور حال) ہوتے ہیں۔ علم باعث حال اور حال موجب عمل ہے لیکن رجاء صرف حال کا نام ہے۔

توضیح:- اس کی وضاحت یوں ہے کہ جو شے کسی کو محبوب یا مکروہ ہوتی ہے وہ تین حال سے خللی نہیں (۱) یا وہ زمانہ ماضی میں موجود تھی یا حال یا مستقبل میں۔ جب اس کا تصور دل پر آتا ہے اور اس کا ہونا زمانہ ماضی میں ہو چکا تو تصور کو ذکر اور تذکرہ کہتے ہیں اور وہ شے اگر دل میں آئی اور وہ دل میں یا حال موجود ہے، اس کا نام وجد و ذوق ہے اور یہی صوفیہ گرام کا وجد مشہور ہے، اس لیے کہ یہ ایک حالت ہے جسے انسان اپنے نفس کی میں پاتا ہے۔ اگر کسی شے کا وجود کا خطرہ دل میں مستقبل میں ہو اور یہی خطرہ دل پر غالب ہو تو پھر اسے انتظار اور توقع کہتے ہیں وہ وہی ہو

کہ اس کی وجہ سے دل میں صدمہ ہو تو اسی انتظار کو خوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اگر وہی شے محبوب و مرغوب ہو کہ اس کی طرف توجہ کرنے اور اسے سوچنے کی وجہ سے دل میں آرام و سکون اور لذت حاصل ہوتی ہو تو اس کے انتظار میں دل کا خوش ہونا۔ صاف ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہوتی ہے اس کے توقع کرنے کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ہوتی ہے۔

فائدہ :- پس اگر توقع اس حیثیت سے ہے کہ اکثر مسلمان اس کا موجود ہے تو پھر ایسی توقع پہ رجا صحیح ہے اور اگر حصول کے اسباب تو بالکل نہیں یا خراب ہوں تو یہ رجاء نہیں ہے "اسے غور یا بیوقوفی کہنا چاہیے۔  
 تمنی :- اگر اسباب معلوم نہ ہوں اور نہ ہی یہ جانتا ہو کہ کوئی بھی سبب نہیں ہے تو پھر ایسے انتظار کو تمنی کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ انتظار تمام اسباب کے بغیر ہے۔

فائدہ :- ہر حال جن چیزوں کے ہونے کے بارے میں تردد ہو ان کو رجاء اور خوف بولنے میں جبکہ یقینی پر رجاء نہیں بولا جاتا۔

مثال :- شام سورج کا طلوع ہوتا اور غروب ہوتا یقینی ہے ہاں البتہ یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ بارش برسنے کی رجاء ہے اور خوف خشکی کا ہے۔

آخرت کی کمیستی :- یہ بات ارباب دل پر روز روشن کی طرح میاں ہو چکی ہے کہ دنیا آخرت کی کمیستی ہے اور دل زمین کی مثل ہے اور ایمان ختم اور طاعتیں زمین جوتھے صاف کرنے نہیں کھودنے اور پانی پہنچانے کی طرح ہیں۔ گریس اور دنیا میں متفرق دل شور زدہ زمین کی مانند ہے کہ جس میں بیج نہ اگے۔ چونکہ آخرت کھیت کاٹنے کا دن ہے اس دن کاٹنے کا وہی جو بوئے گا اور وہی کی کمیستی ختم ایمان کے بغیر نہیں برحق جبکہ جو ایمان قلبی خبیثت اور بد خلقی سے لبریز ہوتے ہیں ان سے فائدہ کم ہی ہوتا ہے۔ جس طرح کہ شور زدہ زمین میں ختم کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

فائدہ :- توقع مغفرت کی رکھنے والے کا حال بھی کھیت والے جیسا ہی سمجھنا چاہیے یعنی کسان نے اگر اعلیٰ قسم کی زمین بھی ڈھونڈ لی ہے اور اس میں اعلیٰ قسم کا ختم بھی ڈالا جو کہ نہ تو خراب تھا اور نہ ہی بدبودار۔ اس کے علاوہ کھیتی کی تمام ضروریات کا بھی خیال رکھا۔ پانی وقت پر دیا "بڑی بوٹیوں کو نکالا" بیج کے بٹنے اور پڑھنے کے خلاف جو کچھ دیکھا اسے بھی دیا۔ بعد ازیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر توقع رکھی کہ اللہ تعالیٰ تمام ارضی و سماوی بلیات سے اسے محفوظ رکھ کر ہمیں نلہ عطا فرمائے تو یہ توقع رجاء ہے۔

فائدہ :- اگر بیج کا خیال نہ کیا کہ یہ بیج کیسا ہے۔ شور زدہ زمین میں کاشت کر دیا پھر فصل کاٹنے کی امید لے بیٹھا تو ایسی امید کو رجاء نہیں کہا جاسکتا بلکہ اسے بیوقوفی اور احمق پن کہیں گے۔ نیز اگر بیج تو مول نہری زمین میں کاشت کیا مگر اسے پانی وقت مقررہ پر نہ دیا بلکہ بارش کے انتظار میں وقت گزار دیا ایسے وقت میں کہ عموماً ان دنوں بارش نہیں



برستی لیکن بارش بر شامع بھی نہیں تو یہ بارش برسنے کا انتظار رجاہ نہیں ہے بلکہ تمنا ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ رجاہ صرف تب ہی ہے جب محبوب چیز کا انتظار ہو مگر ساتھ ہی ساتھ جو اسباب بندے کے اختیار میں نہیں انہیں استعمال میں لائے۔ صرف وہی اسباب اپنی رو جائیں جو بندے کے اختیار میں نہ ہوں تو زور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حل ہوا کرتا ہے کہ جس کے سوانحیات و آفات دور کردی جائیں۔

رجاء حقیقی :- اگر بندہ اپنے دل میں ایمان پورے اور اسے طاعت کا پانی دیتا رہے 'برے اخلاق کے کھنڈوں سے اپنے دل کی زمین کو پاک و صاف کرے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا انتظار کرے 'ثبوت ایمان موت تک اور حسن خاتمہ کی توقع رکھے جو کہ مغفرت کا موجب ہے تو اس انتظار کو رجاہ حقیقی کہا جائے گا۔

فائدہ :- یہ رجاہ اس بات کی وجہ ثابت ہوگی کہ جن ایمانی اسباب سے مغفرت کامل کے توازیات کامل ہوا کرتے ہیں 'ان کی مواعیت تمام آخر کرتا رہے۔ اگر ایمان کی طرف توجہ نہ دی 'اسے حامتوں کے پانی سے نہ سینچا' دل کو برے اخلاق سے بھرپور رکھا اور ہر وقت دنیاوی لذتوں کی طلب میں مستغرق رہا 'ان حالات میں مغفرت کا شکر ہونا یہ حق پین و غرور کا انتظار ہے۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الاحسن من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله ترجمہ :- "جو شخص اسحق ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشات کا تابع کرے اور پھر اللہ تعالیٰ پر تمنا بھی کرے۔

آیات مبارکہ :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا فخلف من بعدهم خلف اضاع الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا (مریم 59) ترجمہ کنزالایمان : تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناظف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو مغفرت وہ دوزخ میں فی کا جنگل پائیں گے۔

(2) فخلف من بعدهم خلف ورتوا الكتب باخلون عرض هذا الادنى ويقولون صبغف 1-1 (الاعراف 169) ترجمہ کنزالایمان : پھر ان کی جگہ ان کے پھر وہ ناظف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کامل جیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی۔ نیز باغ والے کی خدمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ جب اپنے باغ میں پہنچا تو کہنے لگا ما اظن ان نبید هذه ابدا وما اظن الساعة فائمة ولنز ردود الی ربی لاجدن خیرا منها منقلبا (الکھت 36) ترجمہ کنزالایمان : مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فنا ہو اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف پھر گیا بھی تو ضرور اس باغ سے بہتر پھینے کی جگہ پاؤں گا۔

فائدہ :- بہر حال جو بندہ طاعت میں کوشش کرتا رہے گناہوں سے بچے 'وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نعمت پوری ہونے کی توقع کر سکتا ہے اور بغیر دخل جنت کامل نعمت نہیں ہوگی مگر جب گناہ توبہ کرے جو گناہ کیے ہوں 'ان کا تدارک کرے 'اسے نیا ہے کہ وہ رجاہ کرے۔

اگر گناہ کو برا جائے، نیکی سے راضی ہو، اپنے نفس کی برائی بیان کرتا ہو، توبہ کی خواہش رکھے اور توبہ کا مشتاق ہو تو ایسے شخص کے لائق ہے کہ وہ رجاہ توبہ کی کرے کیونکہ گناہوں کو برا سمجھنا توبہ کی حرص کرنا اس سبب کے قائم مقام ہے جو بندے کو توبہ تک پہنچاتا ہے۔

قائدہ :- اسباب جب چلتے ہو جائیں تو پھر ہی رجاہ ہوتی ہے۔ اسی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان الذين امنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرحمهم الله (البقرہ 280) ترجمہ کنز الایمان : وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر یا وطن چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الہی کے اسیدوار ہیں۔

قائدہ :- اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رجاہ کے مستحق بھی لوگ ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان لوگوں میں ہی رجاہ کا وجود ہے کیونکہ اور لوگ بھی رجاہ تو کرتے ہیں جن لوگوں میں یہ مفتیش نہ ہوں، انہیں رجاہ کا استحقاق نہیں ہے۔ استحقاق صرف انہیں ہی ہے جو یہ مفتیش اپنے اندر رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بیپسندیدہ اشیاء میں مستغرق ہو، اپنے نفس کی خدمت نہ کرے اور نہ ہی توبہ کا ارادہ اور رجوع کرے تو ایسے شخص کا رجاہ معفرت کرنا بیوقوفی ہے۔ جیسے شور زدہ زمین میں بیج بونے والا اور پانی وغیرہ کا خیال نہ کرنے اور غلطی نہ کرتے والے شخص کا رجاہ غلہ کی کرنا بیوقوفی ہے۔

بدی غلطی :- حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ خداست کے بغیر گناہ معاف ہونے کی توقع کی بنا پر کیے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی توقع بغیر طاعت کے رکھی جائے۔ جنت کا منظر دوزخ کا ج (بڑے اہل) جگ کر رہے مہمانوں کے بدلے مطہر و فرمائیداروں کے مقام کے حصول کی توقع رکھے۔ غم کے بغیر ثواب کا آرزو مند ہو، دیوانی کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کسی امر کی تمنا نہ کرے۔

قائدہ :- پس جب رجاہ کی حقیقت واضح ہو گئی ہے تو یہ بات سمجھ آگئی ہو گی کہ رجاہ ایک ایسی حالت ہے جو اکثر اسباب کے واقع ہونے کی بنا پر علم سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ حالت اس بات کی متقاضی ہے کہ جو اسباب باقی رہ گئے ہوں حتیٰ الامکان انہیں اپنانے کی کوشش کی جائے مثلاً اس مثل میں جس کا بیج بہترین ہو گا اور اعلیٰ قسم کی زمین، پانی کا خاص خیال رکھا جائے تو اسی کی رجاہ بچی ہے۔ یہ رجاہ اسے اس بات پر مستعد کرے گی کہ زمین کا خیال رکھنا ہے۔ جڑی بوٹیاں جو اس میں پیدا ہو جائیں انہیں اکھاڑنے میں سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ فصل تیار ہونے تک خوب دیکھ بھل کرے اور اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ رجاہ یاس کی مضائقہ ہے۔ یاس یعنی ناامیدی میں دیکھ بھل نہیں ہو سکتی۔

مثلاً :- جو شخص جانتا ہے کہ زمین شور زدہ ہے۔ فصل تک پانی کا پہنچنا بھی مشکل ہے۔ بیج بھی اچھے والا نہیں، ایسا

فحص زمین کے زمینلوں میں ضیق پڑے گا دیکھ بھل کے تردد میں بھی نہیں پڑے گا۔

فائدہ :- رجاہ بہترین چیز ہے کیونکہ رجاہ سے کام کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے جبکہ باغیسی بری چیز ہے۔ رجاہ کی منتقلی ہے کیونکہ یہ بندے کو عمل سے روکتی ہے۔

فائدہ :- خوف رجاہ کا منتقل نہیں ہے بلکہ خوف تو دراصل رجاہ کا رفیق ہے۔ مغرب اسے بیان کیا جائے گا بلکہ یہ بھی عمل کی طرف راغب کرنے والا ایک انگ عمل ہے۔ جیسا کہ رجاہ ترفیع کی حیثیت سے ہے۔ رجاہ اس بات کا موجب ہے کہ نیک اعمال میں جہت کوشش کی جائے خواہ کیسے ہی حالات ہوں مگر طامات پر کھٹکی میں فرق نہ آئے۔

رجہ و کا نتیجہ :- رجاہ کا نتیجہ یہ ہے کہ بیش اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں لذت و سرور حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات پیش کرنے سے سکون میر آئے۔ غری سے اس کی تفریض بیان کرتا رہے۔ یہ باتیں تو ایسے شخص پر ظاہر ہوتی ہیں جو بادشاہ وغیرہ کسی سے رجاہ رکھتا ہو تو پھر حقیقی بادشاہ سے رجاہ رکھنے میں کیونکر ظاہر نہیں ہوں گے۔ اگر فرض عمل ظاہر نہ ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص رجاہ سے محروم ہے 'خود و جہتی کی اتھاہ گھرائیوں میں گرا ہوا ہے۔

فائدہ :- رجاہ کس چیز سے پیدا ہوتی ہے یعنی اس سے جو علم و عمل پیدا ہوتے ہیں اور ان اعمال کا رجاہ سے پیدا ہوتا اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ :-

حدیث شریف :- یہ حدیث مبارکہ حضرت زید خیل سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے حضور اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے یہ بات دریافت کروں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری چاہتا ہے اس کی پہچان کیا ہے؟ اور ایسا تھیں اسے پہچاننے کی علامت کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تیرا حال کیا ہے؟" اس نے عرض کیا۔ میرا حال تو یہ ہے کہ میں خیر اور اہل محبوب چاہتا ہوں اور جب کسی خیر کی بات پر قدرت رکھتا ہوں تو اسے عملی جامہ پہنتا ہوں اور پھر اس کے ثواب پہ بہتین رکھتا ہوں اور اگر کوئی شے میرے ہاتھ سے چلی جائے تو پھر میں تم کرتا ہوں اور اس کا مشفق ہوتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اس کی بھی پہچان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے لیے کچھ اور چاہتا تو پھر تمہیں اس کے لیے تیار کرتا۔ بعد ازل کوئی پرواہ نہ کرنا کہ تم اس کے کون سے جنگل ختم ہو گئے ہو۔

فائدہ :- اس حدیث شریف میں رسول کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیر حضرات کی پہچان بیان فرمائی ہے۔ پس جو شخص رجاہ کرے کہ میں اہل خیر میں سے ہوں اور اس میں یہ علامتیں موجود نہ ہوں تو پھر وہ شخص منہرہ ہے۔

فضیلت رجاہ۔ رجاہ کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے کہیں زیادہ عمدہ و اعلیٰ ہے کیونکہ وہی بعدہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے زیادہ رکھتا ہو اور محبت رجاہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسے اسی طرح سمجھئے کہ وہ پادشاہ ہیں۔ ان میں سے ایک پادشاہ کی خدمت تو لوگ اس سے ڈرتے ہوئے کرتے ہیں جبکہ دوسرے پادشاہ کی خدمت اس کے احسان کی امید پر کریں تو صاف ظاہر ہے کہ دوسرے پادشاہ کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی۔ اسی لئے رجاہ اور حسن ظن کے باب میں خصوصاً موت سکونت شریعت مطہرہ میں بہت ترغیبیں بیان ہوئی ہیں۔

آیات قرآنی :- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "وَنَفَعْتُمْ مِّن رَّحْمَتِ اللّٰهِ (الزمرہ 53) ترجمہ کنز الایمان : اللہ کی رحمت سے نفع دے گا۔"

فائدہ :- اس آیت مبارکہ میں تو ناامیدی کو مبرا حرام فرمایا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے تمہارے اور یوسف (علیہ السلام) کے مابین جدائی کیوں کی؟ اس جدائی کی وجہ یہ ہے کہ تم نے کہا تھا۔ واحاف ان یا کله الغنم وانتم عنه غافلون (یوسف 13) ترجمہ کنز الایمان : پورے ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر ہو۔ "بھیڑیئے کا خوف تو نے کیوں کیا تھا" مجھ سے رجاہ کیوں نہ کی۔ یوسف کے بھائیوں کی غفلت کا لحاظ کیوں کیا جبکہ میری حفاظت کا آپ نے خیال کیوں نہیں کیا؟"

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا بموتن احدکم الا ہوا بحبن الظن باللہ تعالیٰ (مسلم شریف) "تم میں سے جو کوئی بھی فوت ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔"

ایک حدیث قدسی شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ : انا عند ظن عبدي بی فلیظن بی ماشاء۔ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، اب وہ جو چاہے گمان کرے۔"

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا "تیرا کیا حال ہے؟" اس نے عرض کیا "میں اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوقع ہوں۔" آپ نے فرمایا اس وقت (نزع کے وقت) جس کے دل میں یہ دونوں چیزیں ہوں، اسے اللہ تعالیٰ اس کی توقع عطا فرماتا ہے کہ وہ جس سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس چیز سے امن عطا فرماتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا کہ جو شخص کثرت گناہ کے ڈر کی وجہ سے مایوس ہو گیا تھا، اسے فرمایا کہ اسے شخص تیرے تمام گناہوں سے زیادہ بہ گناہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا فرمان :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ کرے یہ سمجھ

پیشے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس گناہ کو کرنے کی قدرت دی ہے اور بخشش کی رجاؤں رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے کیونکہ اس کی وجہ ہے کہ ایک قوم کا عیب اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردکم (تم اللہ کو گمراہ خیال کیا: یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا۔

و ظننتم ظن السوء و کنتم قوما یوراء

حدیث شریف نمبر 1:- حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو فرمائے گا کہ جب تو نے برائی دیکھی تو اسے نہ روکنے کی کیا وجہ تھی؟ اس وقت اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی رحمت سے جواب بھائے گا تو وہ بندہ عرض کرے گا "یا اللہ! میں نے تجھ سے رجاؤں کی اور لوگوں سے خوف کیا" پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ ہم نے تیرا گناہ معاف کر دیا۔

حدیث شریف نمبر 2:- ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص جو کہ لوگوں کو قرض دیتا، انبیاء پر آمناں کرتا اور غفلتیں کو معاف کر دیتا، جب بارگاہ حق عزوجل میں حاضر ہوا تو اس نے زندگی بھر کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور رجاؤں رکھتا کہ یہ صحیح ہے کہ اطاعت کے لحاظ سے میں غفلت ہوں مگر وہ مجھے معاف کر دے گا اور اسے حکم ہوا کہ اس کے لیے ہم سے زیادہ کوئی بھی مستحق نہیں ہے اور اسے معاف کر دیا۔

ان الذین یصلون کتاب اللہ اوقاموا الصلوة و القوا مایا و زقنہم سرا و علانیۃ یرجون نجارۃ لمن ینور (فاطر 29) ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں۔

حدیث شریف نمبر 1:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا علم ہو جسے میں جانتا ہوں تو پھر تم کم بختے اور زیادہ دوستے، جنگلات میں اپنی چھائی پھینچتے، پتے رب عزوجل کی طرف پھینچتے چلائے پھرتے۔ اسی انشاء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے بندوں کو باپوس کیوں کہتے ہو؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں رجاؤں اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے۔

حدیث شریف نمبر 2:- حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میرے ساتھ دوستی کیجئے نیز جو شخص مجھ سے محبت کرے، اس کے ساتھ ہی محبت کیجئے اور مجھے (میری) مخلوق کے دنوں میں محبوب کیجئے۔ آپ نے عرض کی کہ تجھے خلق کے نزدیک کیسے محبوب کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ذکر بڑی خوبی سے کیا کرو، میری ثنوتوں اور احسان کو بیان کیجئے اور انہیں یاد دلایا کیجئے کہ سوائے احسان کے وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

حکایت :- حضرت ایلان بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ جو اکثر و بیشتر لوگوں سے رجائیہ کلمات بیان کرتے، جب وہ فوت ہوئے تو لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے مجھ سے دریافت کیا کہ تو ایسا کیوں لوگوں سے کہا کرتا تھا؟ میں نے عرض کیا میں چاہتا تھا کہ تجھے غلطی کے نزدیک محبوب کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "میں نے تجھے بخش دیا۔"

حکایت :- حضرت یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے بعد وصل خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا ہے؟ تو حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا کہ "اے یوزم؟ کیا یہ کام تم نے کئے ہیں؟" یہ سن کر مجھ پر خوف کا اثا تلہ ہوا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا اللہ عزوجل! حدیث پاک میں تو تیرا حال مجھ تک اس طرح نہیں پہنچا، پھر ارشاد مبارک ہوا کہ پھر تجھ تک میرا حال کس طرح پہنچا ہے؟ میں نے عرض کیا مجھ تک ایک حدیث پاک یہ پہنچی ہے کہ یہ حدیث پاک عبدالرزاق سے اور اسے معمر سے، اسے زہری سے، اسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، حضرت انس کو حیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ انا عند الظن عبدی بی غلبظن ماشاء "میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں پس جو چاہے مجھ پہ گمان کرے۔" مجھے تو یہ گمان تھا کہ میرا اللہ مجھے عذاب نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے سچ کہا اور میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سچ بیان فرمایا۔ انس نے بھی سچ کہا، زہری، معمر اور عبدالرزاق نے بھی سچ کہا۔ پھر مجھے غلطی سے نوازا، میرے آگے آگے جنت تک (پہنچانے کے لیے) غلام چلے۔ اس وقت میں نے کہا کہ اسے خوشی کہتے ہیں۔

حدیث شریف :- ایک خبر میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید کیا کرتا تھا اور ان پر سختی کرتا۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ جیسے تو نے میرے بندوں کو ناامید کیا، میں آج اپنی رحمت سے تجھے ناامید کروں گا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک شخص روزِ نوح میں جائے گا وہ وہاں ہزار سال رہے گا۔ وہ یا حنان یا متان یا ناراے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرمائے گا کہ جاؤ اور میرے اس بندے کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حکم مانتے ہوئے اسے حاضر کروں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے کہ بتاؤ وہ جگہ کیسی ہے؟ وہ شخص عرض کرے گا کہ بہت بری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ جاؤ اسے وہیں لے جاؤ، پھر وہ وہیں چلا جائے گا، ہاتھ جاتے پیچھے مڑو کر دیکھتا بھی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے کہ پیچھے مڑ کر کیا دیکھتا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تو یہ توقع کی تھی کہ ایک دفعہ جب یہاں سے نکل جاؤں گا تو پھر مجھے اللہ تعالیٰ یہاں نہیں ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گا کہ اسے جنت میں لے جاؤ۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ اس کی نجات موجب صرف رجاء ہی ہوگی۔

### تدبیر رجاء

دو قسم کے آدمیوں کو رجاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ (1) ایک اس شخص کو جس پر باوجود غلبہ ہو اور وہ عبادت بھی چھوڑ دے۔ (2) یا پھر اس شخص کو جس پر خوف کا غلبہ ہو اور وہ مواعظت عبادت میں اتنی کثرت کرے کہ اس سلسلے میں اپنے نفس اور گھر کے افراد کو بھی نقصان پہنچائے۔ یہ دونوں قسم کے افراد حد اعتدال سے تجاوز کر کے اقرار و تقریب کی طرف لڑھک جاتے ہیں۔ وہ ایسے علاج کے محتاج ہوتے ہیں کہ جس کے سبب وہ اعتدال کی راہ اختیار کر لیں۔

رجاء کس کے لیے ذہر ہے :- جو شخص عیبوں پر مغرور ہو کر حق تعالیٰ پہ تمنا کرے اور عبادت سے دور رہے، مہمانوں کی دلدل میں ڈبکیں لگاتا رہے تو اس شخص کے لیے رجاء ملک ذہر بن جاتی ہے۔ جس طرح کہ شد غلبہ برودت والے کے لیے تو شفا ہے مگر حرارت کے غلبہ والے کے لیے ذہر ہے۔ یعنی مغرور کے لیے خوف کے علاوہ اور ان اسباب کے علاوہ کہ جن سے خوف پیدا ہو، کچھ بھی مفید نہیں۔

دعوت کہنے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ موقع علت کو ضرور نظر رکھتا رہے۔ ہر علت کا علاج اس کی ضد کے ذریعے کرے۔ کسی بھی علت کا علاج کسی ایسی چیز سے نہ کرے جس سے مرض بڑھے کیونکہ یہی مطلوب ہے کہ ہر صفت و خلق میں اعتدال و درمیانہ درجہ برقرار رہے، مل جائے جب اس سے بڑھ جائے تو پھر اس کا علاج ایسے طریقے سے کرنا چاہیے کہ درمیانہ درجہ پر آجائے۔ ایسا علاج نہیں کرنا چاہیے کہ جس سے درمیانہ درجہ سے زیادہ فاصلہ پیدا ہو جائے۔

فائدہ :- فی زمانہ (امام غزالی کا دور) مبادقت ہے کہ لوگوں کے سامنے رجاء کے اسباب بیان نہیں کرنے چاہیں بلکہ اگر خوف دلانے کے سلسلے میں بھی مبالغہ کیا جائے تو پھر بھی راہ راست پہ لانا مشکل ہے۔ رجاء کے اسباب کا بیان کرنا تو بالکل ہی چاہی میں ذال دیتا ہے۔

فائدہ :- رجاء کا ذکر چند نکاتوں پر ہونا ہے اور نفسوں کو لذت محسوس ہوتا ہے بلکہ واعظین کا دعوت کہنے کی غرض ہی یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل میری طرف پھر جائیں اور ہر حال میں میرے لیے شاہ خواہ بن جائیں، اسی غرض کی بنا پر وہ رجاء کے بیان کی طرف ہی متوجہ رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کی خرابی و سرکشی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

قریبان حید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ "عالم وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ کرے اور نہ ہی اس کے عذاب سے بے خوف کرے۔ ہم جو اسباب رجاء بیان

کرتے ہیں، وہ دیکھ کر ہمارے میں استعمال کرنے کی غرض سے بیان کرتے ہیں یا جس شخص پر خوف غالب ہو اس کے لیے بیان کرتے ہیں۔ یہی قرآن پاک اور حدیث مبارکہ کا متفقین بھی ہے کیونکہ دونوں میں خوف و رجاء ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ کتاب اللہ و حدیث شریف میں ہر قسم کے مریضوں کے لیے شفا کے اسباب بیان کیے گئے ہیں تاکہ وارثین انبیاء علیہ السلام انہیں اپنی ضرورت کے مطابق استعمال میں لائیں۔ جس طرح کہ حلق طیب علاج کرتا ہے، اس طرح علاج کریں۔ یونانیوں کی طرح علاج نہ کریں۔ جنہیں یہ وہم گزرتا ہے کہ ہر مرض کے لیے ہر دوا مناسب ہے، خواہ کوئی کیسا ہی مرض رکھتے۔

فائدہ۔ معلوم کیجئے کہ غلبہ رجاء کی دو صورتیں ہیں۔

غلبہ رجاء کی پہلی صورت۔ غلبہ رجاء کی پہلی صورت وہی ہے جو کچھ کسی نعمت کی اقسام کے سلسلے میں بیان کر آئے ہیں۔ باب الفکر میں اسے غور سے ملاحظہ کیجئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نعمتوں کے لطائف بندوں پر دنیا میں ہی ظاہر ہو جائیں اور جو عجیب و غریب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش میں ملحوظ رکھی ہیں، وہ معلوم ہو جائیں کہ انسان کے ہمیشہ رہنے کے لیے جو چیز ضروری تھی وہ ہر ایک کے لیے عطا فرمادی۔ جیسا کہ آلات غذا اور کام کرنے کے سلسلے میں جو چیز کارآمد تھی وہ بھی۔ مثلاً انگلیاں، ناخن، خوبصورتی کی اشیاء بھی عطا فرمادیں جس طرح کہ نثار اہد، کئی رنگ آنکھ میں ہونا، سرخ لب و دھواں۔ مگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو غرض انسانی میں خرابی تو واقع نہ ہوتی۔ قرین صرف اتنا پڑا کہ خوبصورتی ختم ہو کے رہ جاتی۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے خوبصورتی بھی ہے۔

فائدہ۔ غور و فکر کرنے کا مقام ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ایسے حقائق میں بھی بندوں کے لیے کسی نہیں کہ خوبصورتی میں اضافے، ضرورت اور بناء کی چیزیں بندوں سے جدا نہیں ہونے دیں تو وہ پھر کس طرح ناراض ہو گا کہ وہ ہلاکت ابدی میں بندوں کو ڈالے۔

فائدہ۔ ان کے علاوہ اگر محض دنیا میں بھی غور و فکر کرو تو یہ چل جائے گا کہ اسباب سعادت بھی اکثر لوگوں کے لیے دنیا میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا سے چوائی انہیں بری معلوم ہوتی ہے، خواہ انہیں یہ بھی کہہ دیا جائے کہ تمہیں مرنے کے بعد کبھی بھی عذاب نہیں ہو گا اور نہ ہی تم سے کوئی حساب کتاب ہو گا۔ پس وہ نہ ہونے کو برا جانتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اکثر و بیشتر نعمت کے اسباب زیادہ رنج ہیں اور موت کے تمنائی بہت کم اور ایسے لوگ کسی شاد حالت یا عجیب و غریب ملازمت کے وقت ہی موت کی تمنا کرتے ہیں۔

جب دنیا میں اکثر مخلوق پر غم و ملامتی قرار ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا طریقہ نہیں بدلتا بلکہ یکساں رہتا ہے۔ اس سے یہ گمان غلبہ اختیار کر لیتا ہے کہ پھر آخرت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوتا چاہیے کیونکہ دنیا و آخرت دونوں کا مدبر ایک ہے۔ غفور و رحیم اور لطیف اسی تدبیر کے اسماء مبارکہ ہیں جس طرح دنیا میں لطف و کرم فرماتا ہے، آخرت میں بھی یونسی لطف و کرم فرمائے گا، یہاں سوچے گا تو پھر رجاء کے اسباب غالب ہوں گے۔



فائدہ :- نیز یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حکمت شریعت میں غور و فکر کرے کہ جو مصلح دنیا میں ہوئے کار آتے ہیں انہیں ملاحظہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی کیسی رحمت بندوں پر ہے۔

فائدہ :- بعض عارفین سورہ بقرہ کی آیت مبارکہ عنایت کو ربائے اسباب میں سے سب سے زیادہ مضبوط خیال کرتے ہیں۔ ان عارفین سے لوگوں نے پوچھا کہ اس آیت مبارکہ میں رجا کیا ہے؟ عارفین نے فرمایا 'ساری دنیا ہی قلیل ہے اور اس میں سے بھی بندے کا رزق توڑا ہے اور قرض کم رزق سے بھی کم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے قرض کے سطلے میں تمام آیات میں سے سب سے بڑی آیت مبارکہ نازل کی تاکہ بندے قرض کو یاد رکھنے کے سطلے میں محتاط رہیں۔ جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کے سطلے میں اتنا لحاظ رکھا گیا تو پھر دین کی احتیاط کیسے نہیں کرے گا؟ اس لیے یہ ایسی شے ہے کہ جس کا بدلہ کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی۔

غلبہ رجا کی دوسری صورت :- رجا کی دوسری صورت کے سطلے میں بہت سی آیات اخبار اور آثار ملتے ہیں۔ آیات یہ ہیں۔

آیت نمبر 1 :- فل با عبادى الذى اسرفوا على انفسهم لا نقضوا من رحمة الله ان الله بغفر الذنوب جسعا انه هو الغفور الرحيم (الزمر 53) ترجمہ کنزالایمان : تم فرماؤ اسے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث شریف نمبر 1 :- ولا یبالی انہ هو الغفور الرحیم اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم دشمنوں کے لیے بنایا ہے مگر پھر بھی دوستوں کو جہنم سے ڈرایا ہے۔

آیت نمبر 2 :- لهم من فوقهم ظلال من النار ومن نعنهم ظل ذلك بخوف الله به عبادہ (الزمر 16) ترجمہ کنزالایمان : ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور ان کے نیچے پہاڑ اس سے کہ اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

آیت نمبر 3 :- فاتقوا الله يا اهل الكتاب (نور) (المکفرین) (البقرہ 24) ترجمہ کنزالایمان : ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا اندھن آدمی اور پتھر میں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

آیت نمبر 4 :- فانذرکم نارا نالظی لا یصلها الا الا شفی الذی کذب ونولی (المکمل 14 تا 16) ترجمہ کنزالایمان : تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

آیت نمبر 5 :- وان ربک لذو مغفرة للناس علی ظلمهم (الزمر 6) ترجمہ کنزالایمان : اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے۔

شہان نزول :- روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے پیشہ دے مانتے تھے کہ آپ پر یہ آیت مبارکہ فان ربک النعم بانزل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد مبارک ہوا کہ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اب بھی راضی نہیں ہوئے۔

آیت نمبر 6 :- ولسوف یعطیک رب فترضی (نحی 5) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

فائدہ :- اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اگر ایک فرد بھی دوزخ میں رہا تو اس وقت تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں ہوں گے۔

سب سے زیادہ توقع والی آیت مبارکہ :- حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم عراقی کہتے ہو کہ قرآن مجید میں تمام آیات میں سے سب سے زیادہ توقع والی آیت مبارکہ یہ ہے کہ قل یعبادی الذی اسرفوا علی انفسہم لا یفتنکوا من رحمۃ اللہ (الزمر 53) ترجمہ کنزالایمان: ابھی گزرا (منیر رضا) اور ہم اہل بیت تو یہ کہتے ہیں کہ تمام آیات میں سے سب سے زیادہ توقع والی آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی (نحی 5) ترجمہ کنزالایمان: اوپر گزرا (منیر رضا)۔

وجاء کے اخبارات و روایات ذیل ہیں:-

احادیث :- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت مرحومہ ہے۔ آخرت میں اس پر عذاب نہیں ہوگا۔ اس کی مزا دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ دلائے اور آفات کے ذریعے دے دیتا ہے۔ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کسی اہل کتاب سے ملے گا تو میرے امتی کو کہا جائے گا کہ تیرے لیے یہ شخص (کتابی) نار جنم کا مذیہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ہر امتی کسی یسود و نصاریٰ کو لائے گا اور عرض کرے گا کہ دوزخ کے لیے میرا مذیہ یہ ہے۔ اتنا کہہ کر (وہ یسودی و نصاریٰ) جنم میں پھینک دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الحمی من فیبع جہنم وہی حفظ المؤمن من النار (بخاری جہنم کی لپیٹ میں سے ہے اور وہ (بخاری) جہنم میں سے مومن کا حصہ (دنیا میں ہی) ہے۔

ہوم لا یشغزی اللہ النبی والذین امنوا مہ (التحریم 8) ترجمہ کنزالایمان: جس دن اللہ روانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک کی تفسیر کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کا حساب میں آپ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا "ایمان نہ کرنا ان کے لیے میرے سپرد کرنے کی نسبت تو بہتر ہے۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "آپ کے امتیوں کے سلسلے میں اب میں تجھے رسوا نہیں کروں گا۔"

حدیث :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یا اللہ! میری امت کے گناہوں کا حساب و کتاب میرے سپرد کر دے تاکہ ان کی خطاؤں پر میرے سوا کوئی دوسرا مطلع نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ کی تو صرف امت ہیں جبکہ میرے تو بندے ہیں۔ ان پر میں آپ سے بھی زیادہ رحیم ہوں۔ ان کی خطاؤں کا حساب و کتاب اپنے سوا کسی کو نہ دوں گا تاکہ ان کی خطائیں نہ تو آپ کو معلوم ہوں اور نہ ہی کسی دوسرے کو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حیات و ممات دونوں ہی تمہارے لئے بہتر ہیں۔ میں تمہارے لئے اپنی حیات مبارکہ میں براہ شریعت مسنون و مشروع کرتا ہوں اور جب میں وصل فرما جاؤں گا تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ ان اعمال میں سے جو اچلے ہوں گے اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤں گا اور اگر کوئی برا عمل ہوا تو پھر تمہارے لیے دعائے مغفرت کروں گا۔

معنی تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یا کریم اللہو کہا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ سے پوچھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فیض کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اٹھی میں تمام نعت کی تجھ سے ابتداء کرتا ہوں۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تجھے معلوم ہے کہ تمام ہونا نعت کا کیا ہے؟ اس نے کہا۔ "میں تو ضعیف ہاں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مکمل نعت جنت میں داخلہ ہے۔"

فائدہ :- علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعت تمام کر دی ہے کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وانصبت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۳) ترجمہ کنز الایمان :- اور تم پر اپنی نعت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور غنو طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھئے کہ اس نے گناہ کر لیا ہے پھر یہ سمجھا کہ میرا کوئی رب بھی ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور گناہوں کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے۔ میں تمہیں گواہ بناؤں کہ اسے میں نے بخش دیا ہے۔

ایک حدیث قدسی شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اتنے زیادہ گناہ کرے کہ اس کے گناہ آسمان کی چوٹی تک پہنچ جائیں تو وہ جب تک مجھ سے اپنے گناہ بخشواتا رہے گا اور مجھ سے رجاء رکھے گا تو میں اسے بخش دوں گا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی بندہ زمین کے برابر بھی میرے پاس گناہ لے کر آئے گا تو میں بھی اس سے اسی قدر ہی مغفرت و بخشش سے ملوں گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں چھ گزری تک اس کا گناہ نہیں لکھتا۔ اس دوران میں اگر وہ بندہ توبہ و استغفار کر لے تو پھر وہ فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا۔ اتنے وقت میں اگر وہ توبہ و استغفار نہ کرے تو پھر ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں یوں بھی ہے کہ وہ فرشتہ جب اس کا گناہ لکھ لیتا ہے تو پھر وہ بندہ اگر کوئی نیک عمل کر لے تو پھر دائیں طرف والا فرشتہ (نیکیاں لکھنے والا) جو کہ بائیں طرف والے فرشتے (گناہ لکھنے والا) کا حاکم ہے، اپنے قلع سے کہتا ہے کہ یہ گناہ جو تو نے اٹھ لکھا ہے، اسے مٹا دے۔ میں اس کی ایک نیکی مٹا دوں گا یعنی اس نے جو نیک عمل کیا ہے، میں اسے دس کی بجائے نو تحریر کروں گا۔ اس طرح اس بندے کا وہ گناہ بھی مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ اس کے ذمے لکھ دیا جاتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا "اگر وہ شخص توبہ کر لے تو پھر؟" آپ نے ارشاد فرمایا "تو پھر مٹا دیا جاتا ہے۔" اسی اعرابی نے پھر پوچھا۔ "اگر وہ پھر دوبارہ گناہ کرے تو پھر؟" آپ نے فرمایا "اس پر پھر لکھا جائے گا۔" پھر اس نے پوچھا۔ "اگر وہ پھر توبہ کر لے؟" آپ نے ارشاد فرمایا "اس کے نامہ اعمال سے گناہ پھر مٹا دیا جائے گا۔" اس نے پھر عرض کیا کہ یہ سلسلہ کب تک چلا رہے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا "اس وقت تک کہ جب تک وہ استغفار کرتا رہے گا۔" اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے سے بالکل نہیں گھبراتا۔ یہاں تک کہ بندہ خود ہی استغفار کرتے سے گھبرا جائے۔ (توبہ الگ بات ہے مگر اللہ تعالیٰ مغفرت سے ہرگز نہیں گھبراتا۔)

پھر جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر دائیں طرف والا فرشتہ نیک عمل کرنے سے قبل ہی ایک نیکی اٹکے بندہ اعمال میں تحریر کر دیتا ہے، پھر اگر وہ ارادہ کرنے کے بعد اس ارادے کو عملی جامہ پہنا دیتا ہے تو وہ فرشتہ دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جب وہ بندہ کوئی گناہ کر لے تو پھر ایک ہی گناہ اس کے ذمے لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حسن ظن اس کے بعد بھی ہے یعنی وہ گناہ بھی معاف ہو جائے، یہ تو کوئی تعجب والی بات نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں روزے ایک ماہ سے زیادہ نہیں رکھتا۔ نمازیں پانچ سے زیادہ نہیں پڑھتا۔ میرے دل میں سے صدقہ شیخ زکوة اور حیرات کچھ بھی نہیں، میں ایسے حال میں اگر تم جاؤں تو میرا لٹکانہ کمال ہو گا؟ آپ نے فرمایا "جنت میں۔" اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ؟" آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "ہاں! میرے ساتھ ہی مگر شرط یہ ہے کہ تو اپنے دل کو وہ باتوں (دین اور حسد) سے محفوظ رکھے، خیر نیکی اور بھلائی سے زبان کو محفوظ رکھے۔ وہی چیزوں سے اپنی آنکھوں کو روکے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو دیکھنا (۲) حمارت کرنی اور کسی مسلمان پر چٹک مارنا۔ اگر اپنے آپ کو ان تمام باتوں سے بچائے گا تو پھر میرے ساتھ ہی رہے گا بلکہ میری ان دونوں کف دست پر تو جنت میں پہنچے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بڑی حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی نے دریافت کیا کہ "خلق کے حساب کا کون شکست ہو گا؟" آپ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ ہو گا۔" اس نے پوچھا۔ "کیا اللہ تعالیٰ خود حساب لے گا؟" آپ نے فرمایا "ہاں۔" یہ سن کر اعرابی مسکرا اٹھا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو کس بات سے مسکرایا؟" اس نے جواب دیا۔ "مجھے اس لیے خوشی ہے کہ جب کرم قدرت پاتا ہے تو پھر وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اگر وہ حساب بھی لیتا ہے تو پھر حساب لینے میں بھی چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔" آپ نے ارشاد فرمایا "یہ اعرابی سچ کہتا ہے۔" "جن لوگوں کی بھی کرم اللہ تعالیٰ سے زیادہ کرم والا نہیں ہے۔ بالکل تمام کرموں سے زیادہ وہی اکرم ہے۔ بعد ازیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حقیقت اعرابی سمجھ گیا ہے۔"

علاوہ ازیں یہ بھی اسی حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتبہ اللہ کو شرف و عظمت سے نوازا اور اگر اسے کوئی ہتھ ایک پتھر کر کے شہید کر دے اور پھر اس کے تہہ اسے چھونک دے تو پھر بھی اسے اتنا زیادہ گناہ نہیں ہو گا جتنا گناہ کہ کسی ولی اللہ کی حماوت کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ اعرابی نے عرض کیا۔ "اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "تمام ایمان دار اولیاء اللہ ہیں۔" کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک نہیں سنا ہے کہ اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور (البقرہ 257) تہ نہ کنز الایمان؛ اللہ ولی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف لگاتا ہے۔

بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ المؤمن افضل من الکعبہ والمومن طیب وطاہر والمومن اکرم علی اللہ تعالیٰ من الملائکۃ

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے بقیہ حصہ سے ایک گورا دو نرغ کو بنایا جس سے وہ اپنے ہندوں کو جنت کی طرف لے جاتا ہے۔

ایک حدیث قدسی شریف میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ خلق کو میں نے اس لیے تخلیق کیا ہے کہ وہ

یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی چیز بھی پیدا نہیں کی کہ جس سے اعلیٰ کوئی دوسری چیز نہ بنائی ہو اور غصہ پر اپنی رحمت کو غالب پیدا کیا ہے۔

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کی پیدائش سے پہلے ہی اپنے قدر کرم سے یہ جملہ کلمہ لیا کہ ان رحمۃی تغلب غضبی "بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوتی ہے۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة "جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گا۔" اور فرمایا کہ من کان احب کلامہ لا الہ الا اللہ لم یسبہ النار ومن لعن اللہ لا یشرک بہ شیئا

حرمت علیہ النار "جس کا آخری کلام لالہ اللہ ہو" اسے آگ (جہنم کی) نہیں چھوئے گی۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر اللہ جل جلالہ کی رحمت کی وسعت معلوم ہو جائے تو پھر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی  
بشست سے ناامید نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ آیت مبارکہ تلاوت کی ان زلزلت الساعۃ شنی عظیم (الحج  
۱) ترجمہ کنز الایمان: بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت  
کیا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ارشاد مبارک ہو گا کہ کھڑے ہو کر اپنی  
اولاد میں سے دونوں کی رسد باہر نکالو تو حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے۔ "کہتے؟" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا  
کہ جنت کے لیے ہزار میں سے ایک رکھ لو یا تو سونٹو (999) دونوں کے لیے نکالو۔ یہ سن کر سب ہی حیرت  
میں ڈوب گئے اور پھر دنا شروع کر دیا کہ کچھ کام بھی نہ کیا۔ ان کے پاس اسی لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا "تم کام کیوں نہیں کرتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا "آپ  
سے وہ حدیث سن کر کام میں مشغول ہونے کی گس میں تلب ہے؟"

آپ نے فرمایا کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم دوسری قوم کی نسبت تمتی کے لحاظ سے کہتے ہو "توبل" تاریخیں  
منسلک اور پانچوں دلیج کی قومیں کہیں گئیں۔ اتنی زیادہ قومیں ہیں کہ ان کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں  
جانتا۔ ان کے مقابلے میں تم تو تمتی کے لحاظ سے سچو بھی میں ہو۔ ان سب کی نسبت تم تو ایسے ہی ہو جیسے سیاہ بیل  
کے جڑے میں ایک سفید بال ہوتا ہے یا گھوڑے کے پاؤں میں کسی دوسرے رنگ کا کوئی پھوٹا سا نشان ہوتا ہے۔

فائدہ :- اس حدیث مبارکہ سے مدد نہ لیا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خوف کے کوڑے سے  
کیسے ہانکا کرتے تھے اور پھر حق تعالیٰ کی طرف کیسے رجا کی باگ کے ذریعے پہنچتے تھے۔

پہلے بھی کو تازیانہ خوف سے ہانکا یا بعد ازاں جب آپ کو معلوم ہوا کہ انہیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)  
"جمعین" شدت خوف نے حد اعتدال سے باہر کر دیا۔ اسی وجہ سے مابوسی کے گڑھے میں گر پڑے ہیں تو پھر قورانی  
ان کا علاج رجاء کے ذریعے کیا اور انہیں اعتدال پر قائم کر دیا۔

دوسرا قول پہلے قول کے مخالف بھی نہیں تھا بلکہ پہلے جسے شفا کا سبب جانا "اسے بیان کر دیا اور اسے ہی کافی جانا  
مگر پھر جب علاج کی ضرورت محسوس کی تو پھر رجاء کے ذریعے علاج کیا اور اصل پوری ہلت صحابہ کرام رضوان اللہ  
علیہم اجمعین کے سامنے بیان کر دی۔

فائدہ :- داعیوں کو بھی دعا کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیے۔ ضرورت کا لحاظ  
رکھتے ہوئے خوف و رجاء کے اسباب کو اپنائیں یعنی طاعت پابندی کے مطابق ہی تدبیریں اپنا کر اسے دور کرنے کی  
کوشش کریں۔ اگر کوئی داعی اس کا لحاظ نہیں کرے گا تو پھر اس سے دو سنگی و اصلاح کی جتنی توقع ہوگی اس سے اسی

نسبت سے خرابی پیدا ہوگی۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کرے گا وہ گناہ کریں گے تو ان کے گناہ بخشے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور الرحیم ہے۔

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو پھر تم پہ مجھے ایک ایسی خبر کا خوف لاحق ہے کہ وہ خیر گناہوں سے بھی بری ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا خبر ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عجب ہے۔

ایک حدیث پاک میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ اللہ جل جلالہ ہرز قیامت ایسی مغفرت فرمائے گا کہ کبھی کسی کے دل پر بھی ویسی مغفرت نہیں گزری ہوگی یہاں تک کہ انہیں بھی اس وقت اس بات کے انتظار میں ہوگا شاید مغفرت مجھ تک بھی پہنچ جائے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ننانوے (99) رحمتیں تو اپنے آپس (قیامت کے دن کے لیے) رکھ لی ہیں اور ایک رحمت پوری دنیا میں ظاہر کی ہے۔ اسی ایک رحمت کی وجہ سے ہی ساری مخلوق ایک دوسری پر رحم کرتی ہے۔ ہاں اپنے بیٹے پر جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دنیا والی رحمت بھی ننانوے (99) رحمتوں میں شامل کر کے مخلوق میں پھیلانے گا۔ ان رحمتوں میں سے ہر رحمت آسمان و زمین کے ساتھ فطرت کی مقدار جتنی بڑی ہوگی۔ بھلا اتنی بڑی رحمت کے ہوتے ہوئے تباہ کار کے علاوہ اور کون ہلاکت میں پڑ سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جسے اس کے اہل جنت میں پہنچائیں یا دوزخ سے بچائیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کیا آپ بھی ایسے نہیں ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا "میں بھی ایسا نہیں ہوں مگر اس صورت میں کہ میرے پردہ و کار کی رحمت مجھے ڈھانپ لے۔"

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعملوا وایشروا واعلموا ان احسان بنجیہ عملہ "عمل کیجئے اور بشارت لیجئے اور جان لیجئے کہ کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دلائے گا یعنی سوائے اس کی رحمت کے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی شفاعت اپنے گناہگار امتیوں کے لیے چھپا رکھی ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ شفاعت حقیقیوں اور طاعت کرنے والوں کے لیے ہی نہیں بلکہ گناہگاروں کے لیے بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعثت بالحنیفۃ اسعنتہ السہلۃ آپ نے فرمایا کہ یہ بات مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہوئی کہ دوزخ اور آگ (یہود و نصاریٰ) جان لیں کہ

یہ دلیل اسی معنی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی دعا قبول کی کہ ان کے دعا کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا  
 لَا نَحْمِلُ عَلَيْهِمْ إِصْرًا (البقرہ آخری آیت) نیز ارشاد فرمایا کہ وَيَصْعَقُ عَنْهُمْ إِصْرُهُمْ وَلَا غِلَافَ لِلنَّاسِ كَمَا تَمَلِكُهُمُ (الاعراف 157) ترجمہ کنزالایمان: اور ان پر سے وہ بوجھ اودھ گئے کے پھندے تو ان پر تھے اتار دے گا۔

فائدہ :- حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی الرضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے  
 ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک نازل ہوا۔ فاصْصَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (الحجر 85) ترجمہ کنزالایمان: تو تم  
 اچھی طرح درگزر کرو۔ تو حضرت جبرئیل امین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ صصح جعلیل  
 کسے کہتے ہیں۔ حضرت جبرئیل نے کہا اگر کوئی شخص آپ پر ظلم کرے تو آپ اسے معاف کر دیں۔ پھر اس پر اقبال  
 نہ کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے جبرئیل اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے عتاب فرمادے  
 گا۔ پھر اس پر عتاب نہیں کرے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رو پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو پڑے۔  
 اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو روانہ فرمایا۔  
 حضرت میکائیل علیہ السلام نے کہا: آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں جسے معاف کر  
 دوں گا اس پر عتاب کیسے کروں گا۔ یہ بات میرے فضل و کرم کے لائق نہیں ہے۔ "بہر حال اسباب رجاء کے سلسلے  
 میں بے شمار اظہار وارد ہیں۔

آثار رجاء :- اب آثار ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو شخص گناہ کرے اور اسے حق تعالیٰ دنیا میں پوشیدہ رکھے تو پھر اللہ تعالیٰ  
 یہ پند نہیں فرمائے گا کہ اس کا پردہ آخرت میں کھولے اور اگر کوئی گناہ کرے اور سزا بھی اسے دنیا میں مل جائے تو پھر  
 عدل حق تعالیٰ اس بات کا متقاضی ہرگز نہیں کہ دوبارہ آخرت میں بھی اسے ہلے کو سزا دے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو یہ بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ میرا حساب کتاب میرے والدین کے  
 پرو کر دیا جائے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مجھ پر میرے والدین سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

بعض اکابرین کا قول مبارک ہے کہ جب کوئی ایماندار نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ فرشتوں کی نگاہ سے  
 بھی پوشیدہ کر دیتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی خطا دیکھ کر گواہ بن جائیں۔

حضرت محمد بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسود بن سالم کو اپنے ہاتھ مبارک سے لکھا کہ اپنے آپ پر جب  
 کوئی زیادتی کرتا ہے اور پھر بارگاہِ رب کیسے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتا ہے تو فرشتے اس کی آواز روک لیتے ہیں۔  
 دوسری بار بھی اسی طرح کرتے ہیں اور جب بندہ تیسری بار کہتا ہے تو اتفاق ہوتا ہے اسی طرح جب چوتھی بار بارگاہِ رب  
 کہتا ہے تو پھر حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے بندے کی آواز کب تک مجھ سے چھپاتے رہو



گئے۔ یہ بات میرے بندے نے جان لی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میرا کوئی بھی ایسا پروردگار نہیں ہے جو میرے گناہوں کو بخش دے، میں جسیں گواہ بنانا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن لوح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ایک رات خانہ کعبہ کا طواف کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ وہ رات بہت اندھیری تھی، دروازہ خانہ کعبہ کے پاس ملتزم میں کھڑے ہو کر دعا کی کہ یا اللہ! مجھے گناہ کی آلودگی سے محفوظ رکھ میں بھیجی تیری تافرانی نہیں کروں گا۔ فوراً خانہ کعبہ کے اندر سے ہاتھ نہیں لے گا۔ اے ابراہیم! تو ہم سے عفت چاہتا ہے۔ تمام ایماندار ہی یہی چاہتے ہیں میں تمام کو ہی معصوم کر دوں تو پھر میں اپنا فضل و کرم اور مغفرت کمن لوگوں پر کروں؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایماندار گناہ نہ کرے تو پھر عالم غیب اور آسمانی اسرار میں سیر کرتا پھرے مگر اس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ عزوجل اس کے پر کو نوچ دیا ہے۔

حضرت حنیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہو گئی تو پھر گنہگاروں کو بھی صالحین میں شامل کر دے گی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم رقصوں کے متعلق احادیث کب تک لوگوں کو سناتے رہو گے۔ انہوں نے کہا کہ میں صاحب! مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علو قیامت کے دن تمہیں اتار دیکھنے میں آئے گا کہ تمہیں بہت خوشی نصیب ہوگی۔

حضرت ربیع بن خراش تابعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بڑے تابعین میں سے تھے۔ وصل کے بعد آپ نے اپنے بھائیوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میرے والد گرامی وصل فرمائے تو انہیں گفن دے کر ان کا جنازہ تیار کیا۔ اپنے منہ سے انہوں نے گفن پیچھے ہٹا کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری خاطر داری راحت اور رزق سے کی۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض نہیں تھا، مجھے جیسا گمان تھا میں نے یہ معاملہ اس سے بھی زیادہ آسان پایا۔ اب کائنات کو رسوا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اب پھر میں ان کے پاس جاؤں گا یہ کہہ کر پھر کر گیا جس طرح کہ کسی فحش میں کوئی ٹکڑا کرتا ہے۔ بعد ازاں ہم نے اسے دفن کر دیا۔

حکایت :- حدیث یمن میں مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے دو اشخاص نے محفل اللہ کی رضا کے لیے آپس میں بھائی چارہ قائم کیا۔ ان میں سے ایک تو اپنے نفس پر بھی زیادتی کیا کرتا جبکہ دوسرا عابد تھا۔ بیٹھ پہلے کو وقف و نصیحت اور طعن کرتا رہتا۔ پہلا شخص صرف یہی کہہ دیتا چھوڑ دیا کہ میں جانوں یا میرا پروردگار۔ مجھ پر تم کوئی عیب نہ ہو تو مقدر ہی نہیں، موت یہاں تک پہنچی کہ ایک شخص عابد نے اپنے دوسرے ساتھی کو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اسے نصیحت میں آنکر کہہ دیا کہ تجھے تو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس گنہگار کو فرمائے گا کہ کیا اتنی فحش میں ہے کہ وہ میری رحمت بڑے بندوں سے روک سکے۔ بائیں نے تجھے

بخش دیا اور اس عابد سے فرمائے گا کہ جا میں نے تجھ پر روزِ داغ واجب کر دیا ہے۔

فائدہ :- یہ بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس عابد نے ایک ایسی بات کہہ دی جس کی وجہ سے دین اور دنیا دونوں ہی خراب کر لیں۔

حکایت :- سوائی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک چور چالیس سال تک رہزنی کے پیشے میں ملوث رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس ایک دن گزرے۔ آپ کے حواریوں میں سے ایک آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ چور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ اللہ کے پیغمبر میرے پاس سے گزر رہے ہیں، ان کے ساتھ ان کا ایک حواری بھی ہے۔ اگر اتر کر میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلوں تو یہ بہتر ہے۔ اس ارادے سے راہزن نیچے اتر اور عابد کے قریب ہانا چاہتا تھا مگر پھر عابد کی تعظیم اور اپنے نفس کی ذلت و رسوائی کر کے کہتا کہ میرے پیچھے گھنٹا کر اس عابد کے برابر ہرگز نہیں چلنا چاہیے مگر جب عابد کو پتہ چلا کہ میرے ساتھ ساتھ تو چور آ رہا ہے تو یہ غمناک کر کے اپنے دل میں کہنے لگا، یہ شخص تو میری برابری کرنے پر تیار ہوا ہے۔ یہ سوچ کر اس سے کٹارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اس سے آگے بڑھ گیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر چلنے لگا۔ اب چور اس سے پیچھے رہ گیا۔

راوی نے کہا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ آپ ان دونوں کو کہہ دیجئے کہ تمہارے پہلے تمام اعمال میں نے باطل کر دیئے ہیں، اب اعمال نئے سرے سے کرو۔

فائدہ :- حواری کی نیکیاں اس عمل سے برباد ہو گئیں کیونکہ اس نے غور کیا جبکہ رہزن کے گناہ اس لئے ختم کر دیئے کیونکہ اس نے اپنے نفس کو حقیر سمجھا، بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انہیں تباہ اور چور کو اپنے برابر کر لیا اور اپنا حواری بنالیا۔

حکایت :- حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انبیاء کرام میں سے ایک نبی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ رہتا ہے کہ آپ کی گردن پر کسی سرکش نے پاؤں اتارنے زور سے رکھا کہ نبی اللہ کی پیشانی مبارک میں ٹکڑ ٹکڑ کھس گیا۔ انہوں نے غصے میں سر اٹھا کر اسے فرمایا کہ جا اللہ تعالیٰ تجھے ہانکل نہیں بخشے گا، فوراً ان پر وحی نازل ہوئی کہ میرے بندوں کے سلسلے میں مجھ پر قسم کھاتے ہو، اسے میں نے بخش دیا ہے۔

شان نزول :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشرکوں کے لیے بدعا فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت مبارک نازل ہوئی۔ لیس لک من الامر شنی او بنوب علیہم او بعذبہم (آل عمران 128) ترجمہ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ اس آیت مبارک کے نازل ہونے کے بعد آپ نے مشرکین کے حق میں بدعا کرنی چھوڑ دی۔ ان مشرکوں میں سے اکثر کو اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے شرف فرمادیا۔

حکایت :- مروی ہے کہ دو عابد عبادت کرنے کے سلسلے میں برابر تھے۔ جب وہ جنت میں پہنچے تو ایک کو دوسرے سے اعلیٰ مقام ملا۔ کم مرتبہ جس عابد کو ملا اس نے حق تعالیٰ کی بادشاہی کے اقدس میں عرض کیا "یا اللہ! دنیا میں رہتے ہوئے اس نے مجھ سے زیادہ تو عبادت نہیں کی۔ اس کے باوجود (عبادت میں ہم برابر ہیں) تو نے اسے اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ شخص دنیا میں رہتے ہوئے مجھ سے اعلیٰ درجات کے لیے درخواست کیا کرتا تھا جبکہ تو صرف دوزخ کی آگ سے نجات کی دعا مانگتا تھا۔ میں نے تو ہر بندے کو اس کی طلب کے مطابق عطا کیا ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ عبادت و رجا کے ساتھ کرنا بہتر ہے کیونکہ رجا کرنے والے پر خائف کی نسبت محبت غالب ہوتی ہے۔

مثال :- دیکھئے ایسا بادشاہ کہ جس کی خدمت عتاب سے ڈرتے ہوئے کریں جبکہ دوسرے بادشاہ کی خدمت انعام کی توقع رکھتے ہوئے کریں۔ ان دونوں بادشاہوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسی بہت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حسن ظن کا حکم دیا ہے۔

حدیث شریف :- اسی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے درجات کی دعا کیا کرو کیونکہ تم بہت جلد عیسیٰ سے طلب کرتے ہو۔ سب کچھ عطا کرتا ہے اس کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جب سوال کرو تو بڑی رغبت سے سوال کرو۔ جنت الفردوس طلب کرو کیونکہ اس کے نزدیک کوئی چیز بھی عطا کر دینا ناممکن نہیں ہے۔

حکایت :- حضرت بکر بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی زندگی کی آخری شام کے وقت حاضر ہوئے۔ ہم نے دریافت کیا کہ اب آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے اس سوال کا جواب کیا کروں مگر جلد ہی اللہ تعالیٰ کا عفو اتنا زیادہ ملاحظہ کر لو گے کہ جس کا تم نے کبھی گمان بھی نہیں کیا ہوگا۔ پھر تم وہیں تھے کہ آپ نے دصال فرمایا حتیٰ کہ آپ کی آنکھیں بھی ہم نے ہی بند کیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ کی مناجات :- یحییٰ بن معاذ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ! مجھے جو توقع اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ تجھ سے ہے میری دعا اس کے ساتھ بڑی ہو جاتی ہے جو اپنے نیک اعمال کے ساتھ تجھ سے ہے کیونکہ اعمال میں بڑا انحصار ہے۔ دنیا انصاف مجھ میں کمال سے آیا تھا۔ میں تو مسرت میں ہوں، تیرے غم پر مجھوس۔ تو مجھے اپنے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے تو پھر تو میرے گناہ کیسے معاف فرمائے گا تو جو ذکر رہا ہے۔

حکایت :- ایک مجوسی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مسلمان بننا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اگر تو مسلمان بن جائے

تو میں پھر تجھے کھانا کھلاؤں گا وہ بخوشی دابیں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ دین کے اختلاف کی وجہ سے آپ نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ ایک رات اگر کھانا کھلا دیتے تو کیا تھا جبکہ ہم اسے اس کے کفر کی وجہ سے سزا ملنے سے رزق دے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اس بخوشی کے پیچھے گئے۔ اسے دابیں لا کر کھانا کھلایا۔ اب اس بخوشی نے آپ سے پوچھا۔ ”اب کھانا کھلانے کی کیا وجہ ہے؟“ پہلے تو آپ نے وجہ بتانے سے انکار کر دیا مگر بعد ازاں قیامِ قصہ بیان کر دیا۔ بخوشی نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے۔ پھر وہ بخوشی مسلمان ہو گیا۔

حکایت ۱۰۔ استاد ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ آپ بیٹھ ڈرانے کی وجہ سے مشہور و معروف تھے۔ آپ نے حضرت ابو سلمہ زہلی کو خواب میں ملاحظہ کیا تو ان کا حال دریافت کیا جن کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جتنا تم ہمیں ڈراستے تھے معاملہ اس سے آسان دیکھا ہے اور استاد ابوسلمہ کو کسی نے خواب میں بڑی عمدہ صورت میں دیکھا تو پوچھا کہ بتائیے آپ کو یہ درجہ کیسے ملا؟ آپ نے ارشاد فرمایا ”میرے حسن ظن کی وجہ سے یعنی جیسا تجھے“ اسے میرے اللہ پر گمان تھا“ اسے دیا ہی پایا۔

حکایت ۱۱۔ حضرت ابو العباس بن شریح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مرض الموت میں خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ علماء کہاں جائیں؟ علماء کرام جب حاضر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے علماء کرام سے پوچھا کہ تم نے اپنے حاصل کردہ علم سے کیا کچھ عمل کیا؟ تمام علماء نے ہوا ہوا عرض کیا ”یا اللہ! ہم سے خطا ہوئی، ہم نے برا کیا ہے۔“ راوی کا کہنا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو یہ جواب پسند نہ آیا ہو پھر وہی سوال دہرایا تاکہ وہ اس جواب کے علاوہ کوئی اور جواب دیں۔ ابن شریح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یاد رکھو حق میں عرض کیا ”یا اللہ! شرک میرے علم اعلیٰ میں نہیں ہے جبکہ تیرا وعدہ ہے کہ شرک سے ٹھکریا تمام گناہ معاف کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسے لے جاؤ! ہم نے تمام کو بخش دیا ہے۔ یہ بزرگ اس خواب سے تین دن کے بعد وصال فرما گئے۔

حکایت ۱۲۔ روایت ہے کہ ایک آدمی بڑا شرابی تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور اپنے غلام کو چار درہم اس لیے دیئے کہ بھاری مجلس کے لیے کچھ خرید لائے۔ وہی غلام حضرت منصور بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ کے دراندیش کے قریب جب پہنچا تو آپ اس وقت کسی دوسرے فقیر کے لیے کچھ مانگتے ہوئے کمرہ رہے تھے کہ جو کچھ اس فقیر کو چار درہم دے گا میں اس شخص کے لیے چار دینامیں مانگوں گا۔ یہ سن کر اس غلام نے وہی چار درہم اس فقیر کو دے دیئے۔ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اس غلام سے دریافت فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ بتاؤ تیرے لیے کیا دینا مانگوں۔ اس غلام نے عرض کیا یا حضرت! میرا ایک ”قاپہ“ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس سے نجات مل جائے۔ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے دینا مانگی۔ پھر پوچھا کہ بتاؤ دوسرا کیا۔ قصہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان چار درہموں کا بدل بھی عطا فرمائے۔ حضرت منصور نے پھر دینا مانگی۔ پھر دریافت کیا ”تو کیا چاہتا ہے؟“

اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے آقا کو توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کی توبہ قبول بھی ہو جائے۔ آپ نے پھر دعا مانگی۔ حضرت صاحب نے جو تھی بات دریافت فرمائی تو اس نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ میری آپ کی اور میرے آقا کی اور تمام قوم کی مغفرت فرمادے۔ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے پھر دعا مانگی۔ بعد ازاں وہ غلام واپس اپنے آقا کے پاس حاضر ہوا تو اس کے آقا نے دریافت کیا کہ تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی ہے؟ اس نے گزرا ہوا تمام واقعہ بیان کر دیا۔

اس نے پھر پوچھا کہ پھر ان چاروں دعاؤں کی تشریح کرو۔ اس نے کہا پہلی دعا تو یہ سنگوئی کہ میں آزاد ہو جاؤں۔ آقا نے جواب دیا "جا تو آزاد ہے۔" آقا نے پوچھا "بتا دوسری دعا کیا تھی؟" اس نے کہا "اللہ تعالیٰ مجھے میرے درہوں کا بدل دے دے۔" آقا نے کہا "بالتجہ میں نے چار ہزار درہم دے دیے اور اب تیری دعا جان کر۔" اس نے کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ نصوح نصیب کرے۔" آقا نے کہا "میں نے توبہ کی اب جو تھی دعا بھی بتا۔" اس نے کہا "میری جو تھی دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے 'آپ کو' پوری قوم اور منصور کو بخش دے۔" آقا نے کہا "یہ بات میرے اختیار سے باہر ہے۔"

جب اس رات سویا تو اسے خواب ملا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ جو بات تیرے اختیار میں تھیں وہ تو نے کر دی۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو ہمارے اختیار میں ہے ہم نہیں کریں گے۔ ہم نے تجھے تیرے غلام منصور بن عمار اور تمام حاضرین کو بخش دیا۔

حکایت :- حضرت عبدالوہاب بن عبدالحجید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے تین مردوں اور ایک عورت کو جنازہ لے جاتے دیکھا۔ عورت کی طرف سے چارپائی میں لے اٹھالی۔ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اسے قبرستان میں دفن کر دیا۔ بعد ازاں اس عورت سے میں نے دریافت کیا کہ یہ مرد تیرا رشتے کے لحاظ سے کیا لگتا تھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ میرا چچا تھا۔ پھر میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تمہارے پردوسی خیمیں تھے؟ عورت نے جواب دیا "میرے پردوسی کیوں نہیں ہیں؟ میرے پردوسی تو ہیں مگر اسے حقیر سمجھتے تھے۔" میں نے پھر پوچھا کہ اس مرد سے میں کیا برائی تھی؟ اس نے جواب دیا "یہ منٹ تھا۔" اس عورت پر مجھے رحم آگیا۔ اسے اپنے گھر لے جا کر کچھ نقد رقم بخش اور کپڑا دیا۔ رات جب میں سویا تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے قریب آیا جیسے چودھویں رات کا چاند ہو 'سفید لباس میں لباس تھا۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اس شخص سے میں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی منٹ ہوں جسے آج تم نے دفن کیا۔ دوسرے لوگوں نے جب مجھے حقیر سمجھا تو رب تعالیٰ نے مجھ ناجیز پر رحم فرمایا۔

حکایت :- حضرت ابراہیم اطروش رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضرت معروف کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بندہ شریف میں دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ نوجوان ایک چھوٹی سی ڈونگی پر سوار 'دھول

بھلتے شراب پیچے ہوئے اور کھینچے کودتے نظر آئے۔ حضرت مصروفِ کثرتِ رحمت اللہ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ جناب! انہیں دیکھئے۔ یہ اعلانِیہ اللہ تعالیٰ کی تائیدیٰ کر رہے ہیں ان کے حق میں بددعا فرمائیے۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا مانگی کہ یا اللہ! تو نے جیسے انہیں دنیا میں خوش کیا ہے، اسی طرح انہیں آخرت میں بھی خوش و غرم کر۔

اس پر لوگوں نے عرض کیا "ہم نے تو ان کے حق میں بددعا کے لیے کہا تھا۔" آپ نے انہیں فرمایا کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ آخرت میں خوش کرنا چاہے گا تو انہیں پہلے دنیا میں ہی توبہ کرنے کی توفیق بخش دے گا۔ میری اس دعا کا خلاصہ یہ ہے کہ یا اللہ! انہیں ان کی ہر بری حرکتوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

دعا:۔ بعض اکابرین یوں دعا مانگا کرتے تھے کہ اے الہی! دنیا میں ایسا کون ہے جو تیری تائیدیٰ پر کمر بستہ نہ ہو مگر پھر بھی تیری رحمت تمام پر کمال ہے اور تیرا رزق بھی مسلسل جاری ہے۔ تیری شانِ بے انتہا عظیم ہے، ترا علمِ بے انتہا تیری تائیدیٰ بھی ہو رہی ہے مگر پھر بھی تو مسلسل رزق عطا فرما رہا ہے۔ پوری نعمت عطا فرما رہا ہے گویا جیسے تو غصہ ہوتا ہی نہیں۔

خلاصہ:۔ یہ تمام ایسے ہی اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے خائفین اور مایوسوں کے دلوں میں رجاء پیدا ہو جاتی ہے مگر یہ تو فوں اور مضروروں کو ایسی باتیں نہیں سنائی چاہیں کہ ان کے لیے وہ کچھ بیان کیجئے جو عنقریب ہم خوف کے بارے میں بیان کریں گے کیونکہ اکثر لوگ خوف سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ جیسے شرارتی ظلام اور لڑکا کوڑے، چھڑی اور سخت کلامی کے بغیر راہِ راست پر نہیں آتے۔ اگر انہیں اس کے خلاف برتا جائے تو ان کی دین و دنیا کی بھلائی میں نقصان ہوگا۔

## حقیقتِ خوف

خوف کی تعریف:۔ دردِ دل اور درونی سوزش کا نام خوف ہے جو مستقبل میں کسی بری توقع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

یہ بات حقیقتِ رجاء کے بیان میں معلوم ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو شخص مانوس ہو، اس کے دل پر حق تعالیٰ محیط ہو جائے کہ وہ ہمیشہ ہی جملِ حق کے مشاہدے میں مستغرق رہے اور اپنے دور میں یکساں ہو تو ایسے شخص کی توجہ مستقبل پہ نہیں رہتی۔ اسی جہت کی بناء پر کہ تو زمینِ خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی رجاء بلکہ ایسے شخص کا عملِ خوف و رجاء دونوں سے ہی افضل و اعلیٰ ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو دو پاملوں کی مثل ہیں کہ نفس کو ان کی رحمتوں میں بھگنے نہیں دیتیں۔ حضرت واسطی رحمت اللہ علیہ نے اپنے قولِ مبارک میں اسی طرح اشارہ کیا ہے کہ خوف اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک حجاب ہے اور یہ قول مبارک بھی انہیں کا ہے کہ جب حق باطن پر غالب

آجاتا ہے تو پھر اس کے دل میں خوف و رجاہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

فائدہ :- خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر محب کا دل محبوب کے مشاہدہ میں خرقا کے خوف سے مشغول ہوگا تو پھر مشاہدہ حق میں نقصان ہوگا بلکہ ہمیشہ مشاہدہ رہنا تو ناشائی مقام ہے لیکن اب ہم پہلے ابتدائی مقامات کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہیں جہاں کہ خوف بھی ہوتا ہے۔

خوف تین چیزوں سے مرکب :- کہا جاتا ہے کہ حالت خوف تین چیزوں سے مرکب ہوتی ہے۔ (1) علم (2) عمل (3) عمل۔

1- علم سے مقصود تو وہ علم ہے جس سے برائی کی طرف پہنچانے والے سبب کا اور اک ہو مثلاً کسی بادشاہ کے سلسلے میں کسی شخص نے قصور کیا ہو، پھر اسی بادشاہ کے ہاتھوں قید بھی ہو جائے تو ایسے شخص کو اپنے قتل کیے جانے کا خوف ہوگا حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے معاف بھی کیا جاسکتا ہے اور وہ وہاں سے کسی نہ کسی طریقے سے بھاگ بھی سکتا ہے مگر پھر بھی اس کے دل میں صدمہ خوف کا اتنا ہی ہوگا جتنا کہ علم اسباب موجب قتل کا زیادہ ہوگا اور وہ اسباب یہ ہیں کہ قصور کا بڑا ہونا، بادشاہ خود بھی کینہ پرور، غضبناک، انتقام لینے والا ہو، بادشاہ پر بھی انتقام لینے پہ آمادہ کرنے والوں کا غلبہ ہو، وہاں اس کا کوئی سفارشی نہ ہو، خائف کے پاس کوئی وسیلہ و بھلائی بھی نہ ہو کہ جس وجہ سے بادشاہ کے دل سے اس کی خطا مٹائی جاسکے۔ ان تمام اسباب کا اکٹھے ہونا اور ان تمام اسباب کا مجرم کو معلوم ہونا یہ سب قوت خوف اور دل کے صدمے کی شدت کا سبب ہیں۔ یہ اسباب جتنے کمزور ہوں گے، خوف بھی اسی قدر کم ہوگا۔ کسی قصور کے کرنے سے خوف نہیں ہوا کرنا بلکہ خوف تو خوف دلی چیز کی خاصیت جاننے سے ہوتا ہے۔ مثلاً درندے کا خوف اس لیے ہوتا ہے کہ درندے کی صفت چرنا چارنا معلوم ہے مگر یا درندے کی یہ صفت اختیاری ہے اور کبھی کبھی ایسے وصف کی وجہ سے بھی خوف ہو جایا کرتا ہے کہ جو ڈر کی چیز کے قبضہ و اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اس کی سرشت میں ہوتا ہے جس طرح کہ کوئی شخص روکی و حار میں پھنس جائے یا جہاں یہ آگ لگی ہوئی ہو، وہاں اس کے قریب رہنا ہو۔ پس پانی اور آگ کا خوف اسی جہت کی بنا پر ہے کہ یہ چیزیں فطرتاً ذہن سے اور جلاتے کی خاصیت رکھتی ہیں۔

فائدہ :- سوزش دل اور درد ورنی کے اٹھنے کا سبب برے اسباب کا علم ہے۔ اسی سوزش کو خوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا کبھی تو حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کی صفات جان لینے سے بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام عالمین کو تباہ کر دے تو اسے کوئی پردا نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی اسے روک سکتا ہے۔ کبھی بندہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ڈرتا ہے اور کبھی کبھی ان دونوں وجوہات کی بنا پر ڈرتا ہے یعنی اپنی برائیاں، اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کا استغفار معلوم ہوگا کہ وہ جو کچھ بھی کرے، اس بارے میں اس سے کوئی بھی پوچھے والا

نہیں ہے جبکہ بندوں سے اس کے کیے ہوئے تمام افعال کی پورہ کچھ ہوگی، اتنا ہی اسے خوف ہوگا۔

فائدہ:- لازم ہوا کہ وہی شخص رب تعالیٰ سے زیادہ ڈرے گا جو تمام لوگوں سے زیادہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو زیادہ جانتا ہوگا۔

حدیث شریف:- اسی جہت سے حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ تمہاری لبت میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ رکھتا ہوں۔

حکم قرآن:- انما یخشى اللہ من عباده العلماء (فاطر 28) ترجمہ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں نے وہی ڈرنے میں جو علم والے ہیں۔

فائدہ:- یہی معرفت جب کامل ہوتی ہے تو پھر خوف و سوزش دل کی صورت ہوتی ہے۔ پھر سوزش کا اثر دل سے بدن اعضا اور صفات پر پہنچتا ہے۔ اس کی تاثیر بدن میں لاغری، زردی، پن، بیوشی، رونا اور بیخنا چلانا ہے، کبھی کبھار اسی سوزش کی وجہ سے پتہ بھی چھٹ جاتا ہے جو کہ موت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ یہی حرارت اگر دماغ کی طرف اثر کر جائے تو عقل جواب دے جاتی ہے۔ یہ حرارت قوی ہو تو مایوسی کا سبب بنتی ہے۔

فائدہ:- اس کی تاثیر اعضا میں یہ ہوتی ہے کہ اعضا کو گناہوں سے روکتی ہے۔ طامعات کا قیدی بنا دیتی ہے تاکہ مکرشتہ تقصیر کی تلافی اور آئندہ استعداد حاصل ہو۔

فائدہ:- اسی لیے کہتے ہیں کہ روکر آنکھیں پونچھ لینے والے کو خائف نہیں کہتے بلکہ خائف تو اسے کہتے ہیں جو سزا کا موجب جس چیز کو جانے اسے ترک کر دے۔

ابو القاسم حکیم کا قول:- حضرت ابو القاسم حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس چیز سے کوئی ڈرتا ہے، وہ اس چیز سے دور بھاگتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اس کی طرف بھاگتا ہے۔

فائدہ:- حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ بندہ کب اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ”جب بندہ اپنے آپ کو مریضوں جیسا بنالے جو مرض کے بڑھنے کے خوف سے پرہیز کرتا ہے۔ خوف کے اثر کی وجہ سے اس کی منتوں میں شوقیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تمام لذتیں مکرری کا فکار ہو جاتی ہیں جس طرح کہ کسی شخص کو شدہ محبوب ہو مگر جب وہ کہیں سے من لے کر اس میں زہر ہوتا ہے تو اس خوف کی وجہ سے اسے شدہ کی رغبت نہیں رہتی۔ اسی طرح دوسری تمام شوقوں کا حال ہے کہ خوف کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ تمام اعضائے جسمانی ادب کی پابندی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کے دل میں مجرور اکساری، شہوان و خضوع اور مسکنت جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ کبر، حق اور حسد و تیرہ تاریاں دور ہو جاتی ہیں بلکہ بندہ تمام کوشش سے خوف میں لگ جاتا ہے۔



وہ اپنے انجام پر نظر رکھتا ہے، کسی دوسری طرف مشغولیت کی اسے فرصت ہی نہیں ملتی سوائے مراقبے، مجلسیے عامے اور عیادے کے وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ ہر سانس، ہر لمحہ، قدم اور ضائع کرنے سے بچیل بن جاتا ہے بلکہ اس کا تو حل ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی موزی درندے کے پنجے میں پھنس جائے اور اسے یہ معلوم ہو کہ جب یہ غافل ہوگا تو میں اس کے پنجے سے نکل بھاگوں گا یا اس کے حلقے سے موت کا شکار ہو جاؤں گا تو ایسی صورت حل کا جب وہ شکار ہوگا تو پھر وہ ظاہر و باطن سے اسی درندے کی طرف متوجہ رہے گا۔ توجہ کسی دوسری طرف ہینکنے نہیں دے گا۔ اس شخص کا بھی یہی حال ہو جاتا ہے جس پر خوف غالب آجائے جو کہ درودل اور اس کی سوزش کو کما جاتا ہے۔

قائدہ:- خوف کی اتنی ہی طاقت ہوتی ہے جتنی کہ حق تعالیٰ کے جلال، عظمت و افعال کی معرفت ہوتی ہے نیز اپنے نفس کے عیبوں، ان کے خطرات اور دشمنوں کی قوی معرفت ہوتی ہے جو کہ اسے آنے والی ہے۔

تقویٰ:- خوف ظاہر ہونے کی تاثیر معمولی درجہ عمل میں یہ ہے کہ بندہ شرعی محرمات و منوعات سے بچے کہ جن میں حرمت میں امکان ہو سکتا ہے یعنی جو چیزیں یقینی حرام تو نہ ہوں مگر ان میں حرمت کا کچھ نہ کچھ شبہ ضرور ہو تو ایسی مشتبہ چیزوں سے بھی بچ جائے۔ اسی مقام کو تقویٰ کہا جاتا ہے کیونکہ شے کی چیز چھوڑ دینے کو ہی تقویٰ کہا جاتا ہے اور عمل صرف یقینی پر کرے (صدق فی التقری) بلکہ کبھی کبھی تو عمل اس سے بھی آگے گزر جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ بیٹھتا ہے جن میں کچھ بھی مضائقہ نہیں ہوتا۔ اسے صدق فی التقری کہا جاتا ہے۔

صدق:- بلکہ اس سے بھی اتنی بات اور بڑھ جائے کہ تجربہ بھی ہو یعنی صرف ان چیزوں کو ہی استعمال میں لائے جو اس کے کام کی ہیں مثلاً جس گھر میں نہ رہے اسے تعمیر ہی نہ کرے۔ جو چیز کھانے کے نہیں، اسے بیع ہی نہ کرے۔ دنیا کی طرف توجہ ہی نہ دے اور جانے کہ یہ توجہ اہو جائے گی غیر اللہ میں اپنی کوئی سانس بھی نہ صرف کرے تو ایسی حالت کو صدق کہا جاتا ہے، صدیق کہلاتا ایسی مفتوں کے مالک کو ہی زیب دیتا ہے۔

عفت:- یہ درجہ اس طرح ہیں کہ پہلے درجے سے اوپر والا درجہ عام ہے اور اس میں فحشاء درجہ داخل ہے مثلاً صدق میں تقویٰ بھی داخل ہے یعنی درجہ تقویٰ میں داخل ہے۔ اسی طرح ورع میں عفت بھی داخل ہے کیونکہ محض شہواتے شہوت سے باز ہونے کے لیے جو ورع ہوتا ہے، اسے ہی عفت کہتے ہیں۔ بسر حال اعضاء میں خوف رک جائے تو پھر بھی خوف کی تاثیر ان اعضاء میں پیدا ہو جاتی ہے اور عمل پر مبادرت کرنے سے بھی محروم اعضاء عمل نہیں کرتے تو ہر چیز بچنے سے اس کا ایک نیا نام رکھ دیا جاتا ہے مثلاً اگر شہوت سے بچے تو اس بچنے کو عفت کہتے ہیں۔

ورع:- اس سے بڑا ورع کا مقام ہے جو کہ نسبت اس کے عام ہے کیونکہ ہر ممنوع چیز سے رکے کو ورع کہتے ہیں۔



یونہی خوف کے لیے بھی کی ویشی ہے۔ عمدہ بات تو اعتدال یعنی میانہ روی ہے۔

کم خوف کو عورتوں کے رونے کی مانند سمجھنا چاہیے کہ وہ جب کوئی قرآنی آیت سن لیتی ہیں یا ان کے سامنے کوئی اور خوفناک سبب سامنے آجائے تو وہ اس سے ڈر کر رونے لور آتو ہمالے لگتی ہیں۔ وہ سبب جب نگاہوں سے ادھم ہو جائے تو پھر ان کا دل غفلت کی طرف جھک جاتا ہے تو ایسا خوف اعتدال سے کم ہے، اس میں فائدہ بھی توڑا ہے۔

کم خوف کی مثال :- کم خوف کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی قوی چاقور کو ایک نرم و نازک شئی درخت کی مارے جائے کہ اس شئی سے نہ تو اسے تکلیف ہوگی اور نہ ہی کوئی خاطر خواہ کام کرے گا اور اکثر لوگوں کا خوف کرنا ایسا ہی ہے ہاں البتہ عارف اور علماء کرام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حقیقی عالم :- علماء کرام سے ہماری غرض دو علماء تھیں جو محض علماء جیسا لباس پہن لیتے ہیں۔ برائے نام فاضل بن بیٹے ہیں۔ ایسے نام کے علماء تو تمام لوگوں سے بڑھ کر بے خوف ہوتے ہیں بلکہ ہماری مراد وہ علماء کرام ہیں جو اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں اور حق تعالیٰ کے افعال سے باخبر ہیں۔ فی زمانہ ایسے علماء کرام کا وجود بہت ہی کم ہے۔

حضرت فضیل کا فرمان :- حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جہت سے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی پوچھے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو؟ تو اس کے جواب میں تم خاموشی اختیار کرو کیونکہ تم اگر جواب دو گے کہ ہاں ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں تو جھوٹے ہو گے اور فرمایا کہ دراصل خوف تو وہی ہے جو گناہوں کے کرنے سے اعضاء کو روک دے۔ حق تعالیٰ کی طاعت کا پابند بنانے۔ اثناء میں جب تک خوف کی تاثیر نہیں پیدا ہوگی، اس وقت اسے دوسرے اور جنبش خاطر ہی کہنا چاہیے۔ اسے خوف کہنا زیب نہیں دیتا۔

اعتدال سے زیادہ خوف :- اعتدال سے زیادہ خوف یہ ہے کہ بندہ عاوی کا شکار ہو جائے۔ ایسا خوف بھی منع ہے کیونکہ یہ عمل کی مانع ہے حالانکہ خوف سے تو وہی غرض ہوتی ہے جو کوڑے سے کہ وہ کام پہ انسان کو آلودہ کرے اور اگر خوف طاری ہونے کے باوجود عمل نہ ہو تو پھر ایسا اچھا تو نہیں ہے بلکہ الٹا نقصان ہے۔ اس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ جمل اور عاجزی اس خوف کا منشاء ہے جبکہ جمل یہ ہے کہ وہ اپنے انجام سے بے خبر ہے۔ اگر اپنے سے باخبر ہو تا تو پھر اتنا نہ ڈرتا کیونکہ انجام میں تردد ڈرنے والے کو ہی ہوتا ہے جبکہ عاجزی اس کی یہ ہے کہ وہ اس امر کی بنا پر ایسے بیچ گی دلیل میں پھنس جاتا ہے کہ وہ جسے دور نہیں کر سکتا۔

فائدہ :- ہر عمل اگر نقص کے اعتبار سے دیکھیں تو ایسے خوف کو اچھا کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہو یا اس کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔ اگر مثلاً وہائی استعمال کرنے کی تکلیف برداشت کرنا بھی اچھی نہیں ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ یہ تکلیف برداشت کرنا مرض اور موت کی نسبت آسان ہے۔ اس بنا پر اچھی ہے۔

مذموم خوف :- ہر حال مایوسی کا موجب خوف مذموم ہے۔ نیز کسی کھار مرض 'کمزوری' 'جیرانی' 'بیوشی' 'دیوانگی' اور موت موجب بھی خوف بن جاتا ہے۔ یہ بھی مذموم ہے جیسا کہ ایسی مار پیٹ کہ جس سے لڑکا مر جائے 'ایسا کوڑا کہ جس سے جانور مر جائے یا تیار ہو جائے یا اس کا کوئی عضو ٹوٹ جائے۔

فائدہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ کے جو بہت زیادہ اسباب بیان فرمائے 'اس لیے کہ خوف مفرط کے حد سے کہ اس کے ذریعے علاج کیا جائے جو کہ مایوسی یا مرض وغیرہ کا باعث رہے کہ کسی کے لیے جو چیز مطلوب ہوتی ہے تو اس میں سے وہی چیز عمدہ ہوتی ہے کہ جس سے اس کا مقصود حاصل ہو۔ جس چیز سے بدوہ اپنے مقصود تک پہنچ ہی نہ سکے یا اس سے بھی آگے بڑھ جائے تو وہ چیز اس کے حق میں مذموم ہوتی ہے۔

فائدہ :- ہر حال خوف کا فائدہ پہنچا 'پرہیزگاری' 'تقویٰ اختیار کرنا' عبادہ و عبادت 'ذکر و فکر میں مشغولیت اور اللہ تعالیٰ کے مقربین والوں کے تمام اسباب کا حاصل ہونا ہے۔ ان تمام میں سے ہر امر زندگی 'تندرستی اور عقل کی سلامتی پر موقوف ہے' اس لیے کہ ان اسباب میں جو خوف خلل ڈالے گا وہی مذموم ہوگا۔

اعتراض :- جو شخص حق تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے تو ایسے شخص کے حل کو مذموم کیسے کہتے ہیں؟

جواب :- اس کے شہید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مرنے کی بنا پر ایسے درجہ ملے گا کہ اگر اس وقت خوف کی وجہ سے نہ مرنا تو ایسا درجہ نہ پاتا۔ پس اس نقطہ نظر کی بنا پر اسے فضیلت ہے لیکن فرض کیجئے اگر وہ شہید نہ ہوتا 'بڑی لمبی عمر پاتا۔ حق تعالیٰ کی طاعت اور راہ معرفت کا سالک بن کر چلتا رہتا 'معرفت کے درجات طے کرتا رہتا تو پھر اسے ہر لمحہ ایک ایک شہید کا درجہ ملتا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے کئی شہداء کا درجہ نہ ملتا۔ نیز اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ بات لازم آئے گی کہ قتل ہونے والا لڑکا یا دیوانہ کہ اسے کوئی درندہ چیرھاڑ ڈالے 'اس مقام ایسے نبی و ولی کے مقام سے بڑھ جائے جو کہ اپنی موت سے وصل فرما جائیں۔

فائدہ :- حلا کہ یہ امر محل ہے۔ پس یہ گمان بالکل نہیں کرنا چاہیے کہ خوف سے مرجانا افضل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ افضل سعادت تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طاعت میں زیادہ سے زیادہ زندگی بسر ہو۔

پس جس خوف سے اپنے انبیاء کو پہنچے یا عقل و صحت میں فساد پڑ جائے کہ اس سے زندگی بیکار ہو جائے تو اسے چند امور میں نقصان سمجھنا چاہیے 'خواہ اس کی بعض قسموں کو بعض امور کے لحاظ سے فضیلت ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً شہادت کو ایسی باتوں پہ فضیلت ہے جو ان سے کم ہیں نہ کہ انبیاء اور شہداء کے درجہ کی نسبت۔

فائدہ :- ہر حال اگر عقل میں خوف اثر نہ کرے تو پھر اس کا ہونا اور نہ ہونا ایک برابر ہے جیسے لیا کوڑا کہ جس سے جانور اپنی جاں میں اضافہ نہ کرے۔ پس اگر خوف اثر کرے تو پھر اس سے جتنا ظاہر ہوگا 'تو ایسا ہی درجہ ہوگا۔

مثیل :- مثل کے طور پر اگر خوف کی وجہ سے شہوت کے تقاضوں سے باز رہے تو پھر اسے صفت کا درجہ میر آئے گا۔ اگر دماغ کا سبب خوف بنے تو پھر پہلے سے اس کا مقام زیادہ ہو گا اور اس کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ محدثین کا درجہ مل جائے یعنی غیر اللہ سے اپنے ظاہر و باطن کو پناہ دے، یہاں تک کہ کسی بھی غیر اللہ کی تمکین ہی نہ رہے۔ خوف کا یہ درجہ بڑا محمود ہے۔ یہ درجہ تندرستی اور عقل سلامت رہنے سے ملتا ہے، اس لیے اگر خوف اتنا بڑھ جائے کہ اس کی وجہ سے عقل یا صحت کو یہ خوف ختم کر دے تو اسے مرض سمجھنا چاہیے، اس کا بھی علاج ضروری ہے۔ یہ درجہ اگر اچھا ہو تو پھر رہا کے اسباب کے ذریعے اس کا علاج ضروری ہو گا کہ خوف ختم ہو جائے۔

فائدہ :- حضرت سید سیرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو کئی دن قاعدہ کو یاد کرتے تھے۔ آپ انہیں اسی جہت سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عقلوں کی حفاظت کرتے رہنا کیونکہ اولیاء اللہ میں سے کوئی بھی کم نہیں گزرا۔

فضیلت خوف :- یہ بیان ہو چکا ہے کہ کسی بری بات کے بچنے کی توقع سے خوف لاحق ہوتا ہے جبکہ بری چیز دو قسم کی ہوتی ہے۔

- 1- یا تو یہ کہ وہ چیز خود اپنی ذات کے لحاظ سے بری ہو جیسے دوسری کی آگ۔
- 2- یا یہ کہ اس چیز میں برائی یہ ہو کہ اس میں کسی دوسری بری چیز کا ذریعہ شامل ہوتا ہو جیسے گناہوں کو اسی لیے برا خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے ہی آخرت میں تکلیف ہوگی جیسے میوؤں کو بھی مریض برا خیال کرتا ہے کیونکہ وہ موت کا سبب بنتے ہیں۔

فائدہ :- پس ہر خائف کے لیے لازم ہے کہ ان دونوں قسموں میں سے کوئی نہ کوئی بات ضروری اپنے نفس میں فہم لے۔ اس کے دل میں اس کی توقع اتنی بڑھ جائے کہ اس کی تکلیف کا تصور کر کے اس کا دل جھٹکے گا جبکہ ہاتھ پر امر کہہ ان کے دل پہ چھا جائے کی وجہ سے خوف کھانے والوں کا دل مختلف ہے۔

خائفین کے مختلف احوال :- خائفین میں سے پہلا گروہ ان خائفین کا ہے کہ ان کے دلوں پہ ایسی چیز چھا جاتی ہے جو کہ بذات خود تو مکروہ نہیں ہوتی بلکہ وہ کسی دوسری چیز کی وجہ سے مکروہ بن جاتی ہے۔ جیسے بعض لوگوں پہ توبہ سے پہلے ہی مرنے کا خوف غلبہ پا جاتا ہے۔ بعض اسی طرح توبہ شکنی اور عہد شکنی کے خوف میں مضطرب ہو جاتے ہیں۔ ایسے خوف میں یہ خوف بھی شامل ہے کہ اس بات کا خوف پیدا ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی اداگی کے لیے ہماری قوت کمزور ہے یا نرمی کے ختم ہونے اور سختی میں تبدیل ہونے کا خوف یا استقامت سے ہٹ جانے کا خوف یا شہوتوں میں پڑ جانے یا اس چیز کی وجہ سے ڈرنا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری حسرت کے سپرد ہی نہ کر دے کہ جن پر ہمیں احکام ہے اور ان کی وجہ سے ہی ہماری عزت بنی ہوئی ہے یا اللہ تعالیٰ کی بکھرتی نعمتوں سے اترانے کا خوف یا اللہ تعالیٰ سے پھر کر غیر اللہ میں مشغولیت کا ذریعہ مسلسل نعمتیں ملنے سے ملتے لگنے کا ذریعہ طاعت کے کمزور

قریب اللہ تعالیٰ کے حضور میں واضح ہونے 'لوگوں کے بارے میں جو کچھ حقیقت، خیانت، کینہ اور بد سحاک کی ہو اور اس کے بدلے کا خوف یا ٹھنسن ہے آئندہ زندگی میں کیا کیا گناہ سرزد ہوں گے یا گناہوں کا بدلہ دیتا میں نے اور موت سے قبل ہی ذلیل و رسوا ہونے کا ڈر یا زیبائش دنیا میں پڑ جانے کا ڈر' باطنی غفلت میں اللہ تعالیٰ کے جاننے کا خوف 'مرنے کے وقت برے خاتمے یا تقدیر ازلی کا خوف۔

فائدہ:- غرضیکہ ایسے خوف عارفین کو ہوتے ہیں اور ہر خوف کی وجہ سے الگ ایک خاص فائدہ ملتا ہے یعنی جس چیز سے انہیں خوف لاحق ہوتا ہے اس سے بندہ بچتا ہے مثلاً بندے کو جس چیز میں ٹھٹھکانے کا خوف ہوتا ہے وہ اس چیز کے چھوڑنے پر موافقت کرے گا۔ جو شخص ڈرے کہ میری باطنی غفلت سے اللہ تعالیٰ واقف ہے تو وہ دل کی صفائی کی فکر کرے گا۔ دل کو تمام دوسو سوں سے پاک کرے گا۔ اسی طرح تمام قسموں کو سمجھتا چاہیے۔

فائدہ:- متقیوں کو اکثر ان تمام چیزوں سے ڈر رہتا ہے اس لیے کہ ان میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ مکمل معرفت پر جس سے اعلیٰ قسم کی دلیل ہو وہ سبابت ازلی خوف ہے کیونکہ اسی سبابت تقدیر کا ثمود و فرعون حاضر ہی ہے۔ محض درمیان میں چند اسباب پیدا ہو گئے۔ خاتے سے لوح محفوظ میں جو بات تحریر کی ہوئی ہو

مثلاً:- اگر وہ ایسے اشخاص کو مد نظر رکھا جائے کہ ان میں ایک شخص تو سبابت سے ڈرے جبکہ دوسرا خاتمے سے تو ان دونوں کی مثال ایسے ہی ہوگی جیسے وہ ایسے شخص کہ جن کے بارے میں بادشاہ نے کوئی فرمان تو تحریر کر دیا ہو مگر معلوم نہ ہو کہ اس فرمان میں قتل کر دینے کا فرمان تحریر کیا یا عہدہ و وزارت یا انعام غفلت عطا کرنے کا۔ بادشاہ کا فرمان ابھی ان کے پاس نہیں پہنچا مگر ان میں سے ایک شخص کے دل میں ہو کہ جب وہ فرمان کھلے گا تو پتہ نہیں اس میں کیا تحریر ہو گا جبکہ دوسرے شخص کا دل حکم جاری کرنے کی حالت پر وابستہ ہو کہ پتہ میں اس وقت بادشاہ کا مزاج رحم کی حالت میں تھا یا غضب میں۔ میں ظاہر ہے کہ اس دوسرے شخص کی انتہات کا سبب حکم کی جانب ہے جبکہ پہلے کی فرح کی جانب۔

فائدہ:- اسی اعتبار سے اس کی انتہات پہلے کی نسبت اعلیٰ ہے یونہی قضائے ازلی کا لحاظ کرنا کہ جس کے کھلنے کے لیے قلم تو اپنی کارروائی مکمل کر چکا اس بات سے اعلیٰ ہے کہ جو خاتمے پر ظاہر ہوگی۔

حدیث شریف:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ ایک دفعہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے اپنی داہنی مٹھی بند کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہے نوشتہ الہی۔ اس میں جنتیوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام درج کیے ہوئے ہیں۔ ان سے تو زیادہ ہوں گے اور نہ ہی کم ہوں گے۔

آپ نے پھر بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نوشتہ ہے۔ اس میں دوزخیوں اور ان کے باپوں کے نام درج کیے گئے ہیں۔ ان میں بھی کسی بیشی نہیں ہوگی۔ جو لوگ تقدیر ازلی میں سعید ہیں وہ اگر

بدبختوں جیسے کام بھی کریں گے، ان کی حالت میں تک پہنچ جائے گی کہ لوگ انہیں کہیں گے کہ یہ بھی بدبختوں میں ہی ہیں بلکہ یقیناً وہی ہیں مگر پھر اللہ تعالیٰ انہیں مرنے سے قبل ہی خواہ ایک لمحہ کے لیے کیوں نہ ہو بچا لیتا ہے اور جو ازل بدبخت ہوتے ہیں وہ سعیدوں جیسے کام کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ لوگ انہیں کہیں گے کہ یہ بھی سعید ہیں بلکہ یقیناً سعید ہیں مگر اللہ تعالیٰ انہیں مرنے سے پہلے خواہ تھوڑا سا وقت ہی پہلے کیوں نہ ہو انہیں سعیدوں سے خارج کر دے گا۔ سعید وہی ہے جو قصائے الہی میں سعید ہے جبکہ بدبخت بھی (حقیقت میں) وہی ہے جسے ازل سے شقی لکھا جا چکا ہے۔ اعمال کا وار و مدار خیروں پر ہے۔

فائدہ یہ ان دونوں خوف کرنے والوں کے بارے میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا خوف ان دو اشخاص جیسا ہے کہ جن میں سے ایک شخص تو اپنے گناہوں اور خطاؤں سے ڈرتا ہو جبکہ دوسرا خود اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس وجہ کی بنا پر کہ اس کا وصف و جلال جو ہیبت و رعب کا مقتضی ہے۔ جانتا ہو تو ان دونوں میں سے دوسرا شخص مقام کے لحاظ سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ یہ خوف باقی رہتا ہے خواہ بند صدیقین جیسی ہی طاعت میں ہی مشغول کیوں نہ ہو مگر پہلا شخص درحکوک کفائے مقام پہ ہے۔ یہ اگر طاعت پر موانعت اختیار کرے گا تو پھر وہ امن بھی حاصل کر سکتا ہے۔

فائدہ یہ طرفہ انہوں سے ڈرنا صالحین کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا مومنین اور صدیقین کا خوف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی خوف ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اور اس کی موقوف کو جان لیا تو اس کی صفیں ایسے بھی اسے معلوم ہوں گی کہ ان کے ہوتے ہوئے بھی ان سے ڈرنا ہی زیب دیتا ہے خواہ قصور نہ ہی کیا ہو بلکہ گناہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق معرفت کو پہچانے تو پھر اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرتے اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے اور اگر اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے خوف نہ دلانا مطلوب ہو تو گناہگار کو گناہ کی وجہ سے کیوں بچتا اور اس پہ گناہ کا راستہ آسان کیوں ہوتا۔ اس کے اسباب اس کے ہاتھ کیوں آتے۔ گناہ کے اسباب عطا کرنا بھی رحمت سے دور کرنا ہے۔ جرم سے پہلے اس سے کوئی ایسی خطا سرزد نہ ہوگی کہ جس وجہ سے وہ مستحق غمیرا کہ گناہ کی ریل میں، ٹھیکر دیا جائے۔ اس کے لوازمات اس پر جاری ہو جائیں۔ نہ ہی طاعت گزار کے لیے طاعت سے قبل اس کے پاس کوئی ایسا وسیلہ تھا کہ جس کی وجہ سے اسے طاعت کے اسباب مل گئے طریق ثواب سے روشناس کروایا گیا۔ ہر حال عاصی چاہے یا نہ چاہے اس پہ گناہ کا حکم جاری ہو گیا۔ مطیع چاہے یا نہ چاہے اس پہ طاعت کا حکم ہو چکا۔ جب اس دربار بے پردہ کا محل مبارک پہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سادہ ذریعہ و واسطہ کے بغیر ہی اتنا عظیم درجہ عطا فرما دیا کہ اسے اعلیٰ علیین تک پہنچا دے اور باوجود کوئی اتنا کرا دیا کہ اسے اسفل السالکین تک پہنچا دیا حالانکہ اپنے ہونے سے قبل اس نے کوئی خطا نہیں کی تھی اس لیے ایسی ذات اور ایسے جلال سے خوف کھانا ہی مناسب ہے۔

دیکھئے اگر کوئی طاعت کرتا ہے تو اسی طرح ہی کرتا ہے جیسے اس پہ اللہ تعالیٰ طاعت کا ارادہ منسلک کر دیتا ہے اور پھر اسے قدرت سے نوازا ہے۔ پھر اس کے بعد ارادہ مضبوط اور کمال قدرت کے ہوتے ہوئے فعل لازم ہوتا ہے۔

یہی جو گناہ عاصی کرتا ہے، اس پر گناہ کا پتہ ارادہ مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اسے تمام اسباب و قدرت مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔ محکم ارادہ، قدرت و لوازمات جب دے دیتے جاتے ہیں تو پھر گناہ کا صدور لازم ہو جائے گا۔ اب ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ طاعت گزار کو تو بزرگی سے نواز دیا گیا اور اس پر طاعت کا ارادہ عاصی کر دیا جبکہ دوسرے کی لہذا اور دور کرنے کا سبب کیا بنا کہ اس پر معصیت کے لوازمات مسلط کر دیئے۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ ان باتوں کو کیسے بندے کے حوالے کریں جبکہ انجام کار آخر قضائے ازل کے سپرد ہے جو کہ بغیر خطا و وسیلے کے نصرت کرتا ہے۔

فائدہ:- ظاہر ہے خوف گناہ ہی ہر عاقل کو ذہب رہتا ہے۔ جو وہ چاہے، ہر وقت وہی کچھ کرے۔ اس کے علاوہ مزید کچھ بھی بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے آگے تقدیر کا معاملہ ہے جسے ظاہر کرنا صحیح نہیں۔ اس سے سمجھنا خوف کا مثل کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر شرع مطہر اس کی اجازت سے نہ نوازتی تو کسی بھی صاحب بصیرت کی طاعت نہ تھی کہ اس کی مثل بھی بیان کر سکے۔ چونکہ حدیث شریف میں اس کی مثل بیان کی گئی ہے، اس لیے سمجھانے کے لیے اسے نقل کر دینا مناسب نہیں ہے۔

حدیث شریف:- اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد! مجھ سے ایسے ڈر کہ جیسے ایذا واصل درندے سے ڈرتے ہو۔

فائدہ:- اس حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی مثل سے مطلب کا خلاصہ کچھ میں آجاتا ہے کہ سبب کا پتہ نہ بھی چلے کیونکہ سبب کا جان لینا بعینہ تقدیر کے راز سے واقفیت حاصل کر لینا ہے اور راز تقدیر سے ہر ایک کو آشنا نہیں کیا جاتا ہے اسے ہی بتایا جاتا ہے جو اس کا اہل ہو۔

مثل کی تشریح:- اس مثل کی وضاحت یہ ہے کہ بندہ جو خوف اس درندے سے نہ کھاتا ہے، اس لیے خوف نہیں کھاتا کہ اس جانور نے کوئی قصور کیا ہے بلکہ بندہ اس کی خاصیت گرفت، حملے، کبر اور حیثیت سے ڈرتا ہے یعنی وہ درندہ جو چاہتا، وہ کر بیٹھتا ہے، ذرہ بھر بھی تامل نہیں کرتا۔ بندے کو چیر پھاڑ ڈالے تو وہ دل میں رقت و درد بالکل نہیں کرتا۔ وہ اگر اسے چھوڑ دے تو اس جہت سے نہیں چھوڑے گا کہ اسے اس بندے پر شفقت آگئی ہو اور جان بچانے کی وجہ سے چھوڑ دیا بلکہ بندے کا وجود تو اس کے نزدیک اتنی بھی نہیں کہ وہ اس کی موت و حیات کی حالت میں اس کی طرف کا کچھ بھی لگاتا کرے۔ ایک آدمی تو کیا ہزار آدمی کو چیر پھاڑ ڈالنا اور ایک آدمی کو ختم کر دینا برابر ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں اس کی درندگی، قدرت اور حملے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پس اس حدیث شریف کا نتیجہ یہ ہے کہ باقی خوف خدا کا معاملہ ہے تو اس کی مثل اس سے بدرجہ افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ واللہ العزل الاعلیٰ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ باطنی سے جان لیا جو کہ ظاہری مشاہدہ سے قوی تر، مستبر اور زیادہ ظاہر ہے اور یہ جان لیا کہ حدیث قدسی شریف میں اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے کہ ہولاً فی الجنۃ ولا



ابالی وهو له فی النبا ولا ابالی استغنا صرف لاپرواہی میں ہی قیبت و خوف کے کافی موجب پائے جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ:- مخالفین کا دوسرا گروہ یہ ہے کہ جن کے دلوں میں وہ بات نہایت ہو جائے، بڑی بدتر ہے۔ جیسے خوف سکرات موت یا منکر و نکیر کے سوال یا قبر کے عذاب کا یا دہشت قبر یا قبر سے اٹھنے کا خوف یا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی قیبت یا پردہ فاش ہونے کی شرم، معمولی معمولی باتوں کے سلسلے میں سوال ہونے کا خوف، پہلی مراد اس کی تیزی، اس سے اترنے کا خوف، یا نار جنم، جنمی طوق اور ایوان کا خوف یا جنت سے محرومی کا خوف جو کہ عیش و عشرت کا گمراہ اور سلطنت جاوید ہے یا درجہات کے کم ہونے کا خوف یا اللہ تعالیٰ سے محاب ہونے کا خوف یہ تمام چیزیں بڑی بدتر ہیں، ضرور ہی یہ تمام چیزیں خوف کی ہیں۔

فائدہ:- ان میں بھی مخالفین کے احوال مختلف ہیں۔ ان سب سے اعلیٰ ترین مقام ان لوگوں کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ سے محبوب رہنے کا خوف لاحق ہے۔ عارفین کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے۔ اس سے پہلے تمام خوف علیہین، صالحین، زاہدین اور تمام علماء کو ہوا کرتے تھے۔

معرفت جس کی کامل نہیں ہوتی، اس کی چشم پوش بصیرت نہیں ملتی، یہ شخص وصال کی لذت اور فراق کے درج سے آشنا نہیں ہوتا۔ جب اسے کہا جائے کہ دلخ سے عارف نہیں، بلکہ وہ تو حجاب سے ڈرتا ہے تو وہ اس بات کو دلی طور پر برا جانتا ہے۔ اسے حیرانگی والی بات سمجھتا ہے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت کا انکار ہی کر دیتا ہے مگر چونکہ شرع مطہر کا انکار ہرگز جائز نہیں، اس لیے اسے ذہنی طور پر تو تسلیم کر لیتا ہے مگر اسے دل سے تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اسے تو صرف لذت شہم، لذت شرمگاہ اور لذت نظر معلوم ہیں کہ خوبصورت رنگ ملاحظہ کر لے، حسین و جمیل لوگ دیکھ لے غریبکہ جن لذات میں برائے بھی شریک ہیں، انہیں تو جانتا ہے، عارفین کی لذت کو نہیں جانتا۔

فائدہ:- بالابوں سے اس لذت کی تفصیل و شرح بیان کرنی حرام ہے اور اس لذت کے اہلوں کو یہ لذت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے، اسے کوئی دوسرا شخص بیان کرے، اس کی باطل ضرورت ہمیں ہے۔

فضیلت خوف اور اس کی طرف راغب کرنا:- ایک تو خوف کی فضیلت تہل و خوف سے معلوم ہوتی ہے اور ایک فضیلت آیات قرآنی اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے۔

تہل و قیاس سے معلوم ہونے والی فضیلت:- ہر افضل چیز کی فضیلت اسی قدر ہے جس قدر کہ وہ چیز حق تعالیٰ کے دیدار کی سعادت تک آخرت میں پہنچانے میں معاون ثابت ہو کیونکہ بغیر سعادت کے کچھ بھی اور حق تعالیٰ کے دیدار اور اس کے قرب کے پندے کے لیے اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ پس اس سعادت کے حصول کے لیے جو چیز بھی مددگار ثابت ہوگی اور جس قدر معلومت کرے گی، اس چیز کی اتنی ہی فضیلت ہوگی۔

فائدہ :- آخرت میں معلوت ویدار سے مستفید ہونا دنیا میں اس کی محبت و انس حاصل ہونے کے بغیر ممکن نہیں بلکہ معرفت حق کے بغیر محبت حاصل نہیں ہوتی اور بے فکری کی حالت میں معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں محبت و ذکر دائمی کے بغیر انس میسر نہیں آتی۔ دائمی ذکر و فکر میں مشغولیت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اپنے دل سے دنیوی محبت کو نکال نہ دیا جائے دنیوی لذتیں اور شوہتیں ترک کیے بغیر دنیا کی محبت دل سے نہیں نکلتی۔ ان دنیوی لذتوں اور شوہتوں کو ہٹانے کا آتش خوف سے ختم کیا جاسکتا ہے، ان کی تباہی کی جاسکتی ہے۔ اتنی تباہی کسی اور چیز سے ممکن نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خوف ایک ایسی آگ ہے کہ جس سے لذتیں اور شوہتیں جل جاتی ہیں تو لازم ہوا کہ پھر خوف کی فضیلت بھی اتنی ہی ہو جتنی کہ یہ شوہتوں کو جلاتا ہے اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ طاعت حق کی طرف راغب کرتا ہے۔ خوف کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔

چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خوف میں کیوں فضیلت نہیں ہوگی کہ خوف کی وجہ سے تو عفت، ورع، تقویٰ اور مجاہدہ وغیرہ یہ تمام فضائل حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تمام کام فاعل والے ہیں اور اللہ کے نزدیک کرنے والے ہیں۔

فائدہ :- پس اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ایسی عمر و افضل سبک مسیا کرنے والی چیز کے بارے میں قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ وہ بدتر بھی اعلیٰ و افضل ہو۔ آیات قرآنی اور احادیث معظنی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خوف کے بارے میں ہیں بہت زیادہ ہیں۔ خوف کی فضیلت تو اتنی ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت، رحمت، علم اور جو کہ دراصل تمام جنتیوں کے مقام ہیں، یہ چاروں ہی ان خوف والوں کے لیے تین آیات میں امرش فرمایا ہے۔

آیات قرآنی :- ہدی ورحمة للذین هم لربهم برہیون (الاعراف 154) ترجمہ کنز الایمان: ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

علم :- علم کو اس آیت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے انما یخشى اللہ من عبادہ العلماء (فاطر 28) ترجمہ کنز الایمان: اوپر گزرا۔ (میر رضا)

رضا :- رضا کو اس آیت ربانی میں بیان فرمایا گیا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشى ربه (البقرہ 8) ترجمہ کنز الایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔  
علاوہ ازیں جو فضیلت علم کے بارے میں وارد ہے، اس سے خوف کی فضیلت بھی سمجھی جاتی ہے کیونکہ علم کا شمو خوف ہے۔

حدیث شریف :- اس لیے کہ حضرت علیہ السلام واپس حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ خائفین کا حال یہ ہوگا کہ انہیں رفیق اعلیٰ کا ساتھ نصیب ہوگا، اس سلسلے میں ان کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔

فضیلت علماء ربانی:- غور کیجئے کہ خاص ان کے لیے رفیع اعلیٰ کی مہافت انہیں کیسے نصیب ہوئی۔ اس کا سبب صرف یہی ہے کہ علماء ہی خوف والے ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام مکرم الصلوٰۃ والسلام رفاقت کا درجہ علماء کو ہی حاصل ہے کیونکہ علماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام اور ان کے لواحقین کو ہی رفیع اعلیٰ کی ہمراہ نصیب ہوئی۔

حدیث شریف:- اسی جنت کی بنا پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آخری مرض میں اختیار دیا گیا تھا کہ آپ کو اختیار حاصل ہے کہ آپ دنیا میں رہنا چاہیں یا اللہ تعالیٰ کے پس پلے جائیں تو رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسالک الرفیق الاعلیٰ اس حل مبارک کو اگر خوف کی اصل کی طرف غور کیا جائے تو ظلم اور اگر اس کے نیچے کی طرف دیکھا جائے تو دروغ و تقویٰ ہے اور جو کچھ دروغ و تقویٰ کے فضائل کے سلسلے میں فضائل بیان ہوئے ہیں وہ ظاہر ہے یہاں تک کہ خود عاقبت بھی تقویٰ کے ساتھ مخصوص ہوگی جس طرح کہ حمد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہو گیا ہے۔ بعینہ عاقبت کو بھی تقویٰ سے خصوصیت ہے۔ یہاں تک کہ اکثر و بیشتر لوگ لکھا جاتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین والعافیۃ للمعتقین والصلوٰۃ علی محمد والہ اجمعین۔ ہر حال اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو اپنی ذات مبارک کے لیے خاص فرمایا ہے۔

آیت مبارکہ:- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لن ینال اللہ لمحومہا ولا دماءہا ولكن ینالہ النقیۃ منکم (الحج 37) ترجمہ کنزالایمان: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہیں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

تقویٰ:- تقویٰ کے معنی بیان کیے جا چکے ہیں کہ محتضائے خوف کی وجہ سے رکنا اور باز رہنا تقویٰ ہے۔ اس کی بزرگی بھی اسی لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات 13) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ اسی جنت سے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی وصیت تمام اولین و آخرین کو کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ولغد وصینا الذین انوال کتاب من قبلکم واکرم ان انفوا اللہ (النساء 131) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری فرما دی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وخافون ان کنتم مومنین (آل عمران 175) ترجمہ کنزالایمان: اور تم سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں خوف کو واجب کہا گیا ہے کہ میت امر سے بیان کیا ہے مومن خوف سے الگ متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے ایمان میں اس کی شرط لگا دی ہے یعنی امر مومن میں خوف ضرور ہوگا خواہ مخواہ ہو یا کمزور ہو کمزوری ایمان میں اتنی ہی ہوگی جتنی کہ معرفت و ایمان میں کمزوری ہوگی۔

حدیث شریف :- تقویٰ کی فضیلت کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع کرے گا تو کایک ایک آواز سنائی دے گی جسے دور و نزدیک والے بھی یکساں سنیں گے۔ وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو! میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا ہے اس دن سے آج تک میں خاموش رہا ہوں اور آج تم خاموشی اختیار کرو۔ آج تمہارے اعمال تمہارے سامنے آ رہے ہیں۔ اے لوگو! میں نے ایک خاص سبب مقرر فرمایا تھا کہ تم نے اور سب کو اپنا۔ میرے مقرر کردہ سبب کو تم نے پس پشت ڈال دیا اور اپنے مقرر کردہ سبب کو سب سے اعلیٰ تصور کر بیٹھے۔ میں نے تو تجھے ارشاد فرمایا تھا کہ ان اکرمکم عند اللہ انماکم (الحجرات 13) ترجمہ کنز الایمان: لوہے کے گڑے جیسا ہے (منیر رضا) اے تم نے تسلیم نہ کیا اور تم کہنے لگے کہ فلاں بن فلاں بڑا غنی ہے۔ فلاں سے تو آؤ! میں تمہارے سبب کو بچا کر دکھاؤں گا اور اپنے بیان کردہ سبب کو بلند 'حق' کہیں ہیں؟ فوراً مستعین کے جھنڈے بلند ہوں گے۔ ابھی اس کے ساتھ ساتھ اپنی ہنسی مکانات میں بغیر حساب چلے جائیں گے۔

حدیث شریف :- ایک اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ الحکمت مخافتہ اللہ حکمت کی اصل اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اگر میرے ہوتے مجھے ملتا چاہو تو مرے (وصل) کے بعد بہت زیادہ خوف کیا کرتا۔

اقوال اکابرین :- حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جو شخص ڈرتا ہے اسے ہر طرح کی بھری خوف سکھاتا ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں جب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو ایک دروازہ حکمت و مہرت کا مبرا کھل جاتا ہے جسے میں نے اس سے کھلنے پہلے کبھی بھی نہ دیکھا ہو۔

حضرت یحییٰ بن معلو رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ جو مومن کچھ نہ کچھ خطا کر بیٹھا ہے اس خطا کے منصب میں دو ٹیکیاں ہوتی ہیں۔ (1) خوف عذاب (2) معافی کی توقع۔ وہ برائی خوف و رجاء کے درمیان ہو جاتی ہے جس طرح لومہنی دو شیروں کے درمیان ہوتی ہے۔

حدیث شریف :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہر روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے دل و سر کے علاوہ ایسا کوئی شخص بھی نہیں بنے گا میں جس کا حساب نہ کروں اور اس کے اعمال کے بارے میں تحقیق نہ کروں کہ نلی و سر ہے مجھے شرم آتی ہے۔ اس بات سے ان کا مقام بہت بلند ہے کہ میں انہیں حساب لینے کے لیے کھرا کروں۔

فائدہ :- ویر اور تقویٰ دونوں الفاظ ہی ایسے معنی سے مشتق ہیں کہ جن میں خوف شرط ہے یعنی اگر یہ دونوں ہی خوف سے خالی ہوں گے تو پھر ان کا نام ویر یا تقویٰ نہیں ہوگا۔ اسی طرح فضائل میں جو اخبار وارد ہیں اللہ تعالیٰ

نے انہیں بھی خائفین کے لیے مخصوص کیا ہے۔

آیت نمبر ۱:- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سبکدھار من بخشی (الاعلیٰ ۱۰) ترجمہ کنز الایمان: عنقریب نصیب مانے گا جو ڈرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ولین خاف مقام ربہ جنتان (الرملن ۴۶) ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

احادیث:- حدیث قدسی شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! کہ میں اپنے بندے پر دو خوف بھیجا نہیں کروں گا اور نہ ہی دو اسن۔ پس اگر میرا بندہ مجھ سے دنیا میں مومن و عذر رہے گا تو پھر میں اسے قیامت کے دن ڈراؤں گا اور اگر وہ مجھ سے دنیا میں ڈرے گا تو پھر میں اسے قیامت کے دن اسن اور بے حولی سے نوازاؤں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من خاف اللہ تعالیٰ خاف منہ کل شی ومن خاف غیر اللہ خوفہ اللہ من کل شی "اللہ تعالیٰ سے جو شخص ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو شخص غیر اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے ڈراتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انعمکم علیا اشدکم خوفا من اللہ تعالیٰ واحسنکم نظرا فبما امر اللہ تعالیٰ وونہی عنہ نظر تم میں سے کامل عقل والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف سب سے زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے اور جس سے منع کیا ہے ان سب سے اچھی طرح غور و فکر کرے۔

### اقوال اسلاف صالحین رحمۃ اللہ

- حضرت یحییٰ بن سنان نے فرمایا کہ اگر انسان اتلاں جتنا ہی ڈرتا تو پھر وہ جنت میں داخل ہو جاتا۔
- 2- حضرت زوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جو شخص ڈرتا ہے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی اور عقل صحیح ہو جاتی ہے۔
- 3- یہ قول مبارک بھی آپ کا ہی ہے کہ رجا کی نسبت خوف زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ جب رجا کا غلبہ مہتا ہے تو پھر بندے کا دل پریشان ہو جلیا کرتا ہے۔
- 4- حضرت ابو الحسن ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پہچان معلوت یہ ہے کہ بندے کو بدعتی کا خوف ہو کیونکہ خوف بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک باگ ہے جب یہ ختم ہو جائے تو پھر بندہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔
- 5- حضرت یحییٰ بن سنان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بے خوف

کون ہوگا؟ آپ نے ارشد فرمایا دنیا میں جو سب سے زیادہ ڈرتا ہوگا۔

6 - حضرت سمیل شتری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بڑا، جب تک حلال نہ کھائے گا اس وقت تک اسے خوف کی دولت میسر نہیں آئے گی۔

7 - بعض لوگوں نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ہم اپنی اس حالت کا علاج کیا کریں کہ ہم ایسے لوگوں کی محفل میں بیٹھتے ہیں، وہ ہمیں اتنا ڈراتے ہیں کہ ہماری حالت یہ ہو جاتی ہے کہ گویا ہمارے دل اڑنے لگتے ہیں۔ آپ نے ارشد فرمایا: اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا کہ وہ ہمیں اتنا ڈرائیں کہ تم ڈرتے ڈرتے امن کے مقام پر پہنچ جاؤ۔ اس سے کہیں بھتر ہے کہ تم ایسے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اختیار کرو کہ وہ تمہیں بے خونی کے راستے پر گھمزن کر دیں یہاں تک کہ تمہیں خوف آدباؤ۔

8 - حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس دل سے خوف ختم ہو جاتا ہے، وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

شان نزول :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت مبارک میں دیونوں مآتوا وقلوہم وجلہ (المومنون 60) ترجمہ کنزالایمان: جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں۔ سے مراد چوری کرنے والے ہیں یا زنا کرنے والے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ لوگ مراں) نہیں بلکہ اس آیت مبارک سے مراد ناز و روئے کرنے والے، صدقہ دینے والے ہیں اور وہ لوگ مر رہے ہیں جو ڈرتے ہیں کہ کہیں غیر مقبول نہ ہو اور وہ تمام سختیاں اور مذمت جو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف رہنے کے سلسلے میں ہیں، وہ تمام ہی خوف کی خوبی پر دلالت کرتے ہیں، اس لیے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے اس کی متضاد چیز کی اصل میں خوبی کا بیان ہوتا ہے۔ امن خوف کی ضد ہے جیسے پاس کی ضد رجاہ ہے۔ جیسے ایسی کی برائی کے بیان سے رجاہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح امن کی برائی بیان کرنے سے خوف کی فضیلت کا علم ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ رجاہ کی فضیلت کے سلسلے میں جو کچھ بیان ہوا ہے، وہ سب کچھ فضیلت خوف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ رجاہ و خوف ایک دوسرے ساتھ ساتھ ہی ہوتے ہیں کیونکہ محبوب کے متوقع شخص کو محبوب کے نہ ملنے کا خوف بھی ہوگا اور اگر اسے طاقت نہ ہو سکتے کا خوف نہیں ہوگا تو حقیقتاً اسے اس کے ساتھ محبت بھی نہیں ہوگی۔ توقع کے طور پر اس کا انتظار بھی نہیں کرے گا۔

فائدہ :- مختصر یہ کہ خوف و رجاہ دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا عمل ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی رہیں مگر ان میں ایک دوسرے پر غالب ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں کسی ایک کے ساتھ قلب مشغول رہے۔ غفلت کی وجہ سے دوسرے کی طرف دھیان نہ کرے۔

رجاء :- دونوں کے ملزم کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان دونوں کی شرط یہ ہے کہ شک واپا چیز کے متعلق ہوں کیونکہ جو چیز قطعی طور پر مسموم ہو اس کے بارے میں نہ تو رجاء کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں خوف لاحق ہوتا ہے۔ اب اگر محبوب چیز کے متعلق وحيان کیجئے کہ وجود جس چیز کا ممکن ہے اس کا عدم بھی ممکن ہے۔ اس لیے اگر محبوب کا وجود فرض کیا جائے تو اس کی وجہ سے دل کو راحت و سرور میر آئے گا اسی کو رجاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اگر عدم فرض کیجئے تو پھر دل کو صدمہ سے دوچار ہونا پڑے گا یہی خوف ہے۔

ظن :- یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی بالکل ہی ضد ہیں بشرطیکہ مد نظر امر مشکوک ہو۔ ایسے مقام پر یہ ہوتا رہتا ہے کہ شک کی دونوں جانب میں سے کسی ایک کو بعض اوقات بعض اسباب کے باعث دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے۔ ظن اسی کا نام ہے۔

فائدہ :- اسی ظن کی وجہ سے خوف و رجاء کو ایک دوسرے پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے یعنی جب وجود محبوب کا ظن پر غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر رجاء کو غلبہ اور قوت ہوتی ہے اور خوف پوشیدہ ہو جاتا ہے جیسے خوف ہے ہی نہیں۔ یونہی اگر عدم محبوب کا ظن غالب ہو جائے تو پھر رجاء خوف کے سامنے دب جاتی ہے۔ بہرحال خوف و رجاء میں لزوم پلما جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خوف و رجاء کو ایک ساتھ ہی ارشاد فرمایا وادعونا رغبا و رهبا (الانبياء 90) ترجمہ کنزالایمان : اور نہیں پکارتے تھے امید اور خوف سے۔ وادعوه خوفا وطمعاً (الاعراف 56) ترجمہ کنزالایمان : اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے۔ اس لحاظ سے عربی بھی خوف کو رجاء کے معنی میں استعمال کرتے تھے جس طرح کہ اس آیات مبارکہ میں ہے مالکم لانرجون لله وفاراً (الاعراف 56) ترجمہ کنزالایمان : اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے۔

فائدہ :- قرآن مجید میں اکثر مقامات پر رجاء بمعنی خوف آیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ ایک لفظ بول کر مراد اس سے لازم و ملزوم دونوں ہی لیتے۔ اسی طرح رجاء کے لفظ سے معنی خوف کا مراد لیتا ہے بلکہ عربی خوف کی وجہ سے روئے میں ہے تو اس سے بھی خوف کی عربی مسموم ہوتی ہے کیونکہ رونا خوف کا ثمر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فليضحكوا قليلا ويبكوا كثيرا (التوبة 82) ترجمہ کنزالایمان : تو انہیں چاہئے کہ تھوڑا نہیں اور بہت روکیں۔ اور ارشاد فرمایا يبيكون ويزيدهم خشوعا فمن هذا الحديث نفعجون و نضحكون ولا نبيكون وانهم سامدون (انجیم 59 تا 61) ترجمہ کنزالایمان : تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روئے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

روئے کے قضا کل :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کوئی مومن نہیں کہ اس کی آنکھیں سے

کوئی آنسو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہہ کر رخسار پر روں ہو جائے خواہ وہ کبھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر آتش جہنم حرام نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن کے دل پہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے تو اس کے گناہوں جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یبلغ الناس احد یسکون من حسنہ اللہ حتی یعود اللہ الضوا واللہ تعالیٰ کے خوف سے جو شخص روایہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا جب تک کہ دودھ والہی پستان میں نہ لوٹ جائے۔

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا کہ نبی کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ لو اور اپنے گھر سے باہر نہ نکل اور اپنی خطا پہ رو کر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص آپ کی امت میں سے بغیر حساب بھی جنت میں جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئے گا وہ جنت میں بغیر حساب جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قلوں سے زیادہ کوئی قطعہ نہیں ہے۔ (1) ایک قطعہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ہوئے آنسو۔ (2) دوسرا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بدن سے گرنے والا خون کا قطرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مانگتے تھے کہ اللہم ارزقنی عینین عطائین نشعبان بنفرتہ المصح قبل ان تصیر الدموع دما والا ضر اس جسر الی! مجھے بکثرت پانی بہانے والی دو آنکھیں عطا فرما جو آنسو گرا کر تسکین دیں اس سے پہلے کہ آنکھیں خون ہو جائیں اور دواز میں چنگاریاں بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس دن (قیامت کے دن) سات اشخاص کو اپنے سایہ رحمت میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سایہ رحمت کے کسی کا سایہ نہ ہو گا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ کو غلوٹ میں یاد کر کے روئے گا۔

اقوال بزرگان دین :- اس سلسلے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک ہے کہ جو شخص رو سکتا ہے اسے چاہیے کہ وہ روئے اور جو رو نہ سکے اسے روئی ہی صورت ضرور بتالینی چاہیے۔

حضرت محمد بن سکندر جب روئے تو آنسو اپنے چہرہ مبارک اور ریش پہ ٹل لیا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ جہاں آنسو لگ جائیں وہیں نار جہنم نہیں پہنچے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گریہ زاری کیا کرو لو اور اگر گریہ زاری نہ کر سکو تو پھر روئے جیسی صورت ضرور بنا لو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی امر کی حقیقت سمجھ لے تو اتنا جھنجھٹا جھنجھٹا چلائے گا کہ اس کا دم ہی بند ہو جائے اور نماز اتنی پڑھے کہ کمر ٹوٹ جائے۔

حضرت ابو ملیحان رانی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنسوؤں سے جس کی آنکھ بھر جائے قیامت کے دن اس



کے چہرے پہ فہر اور ذلت نہیں آئے گی اور اگر آنسو اس کے جسمِ ظہریٰ پہ پڑے تو قطرے سے کئی آنک کے سمندر ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ اگر کوئی کسی جماعت میں روئے گا تو اس سارے مجمع کو عذاب نہیں ہوگا۔ یہ قول مبارک بھی آپ کا ہی ہے کہ خوف کی وجہ سے مردنا ہوتا ہے اور طربِ شوق کی وجہ سے رجاہ۔ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! مجھے خوفِ خدا سے اتنا مردنا آئے کہ میرے آنسو رخسار پہ جاری ہو جائیں۔ اس سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا کہ سولے کا ایک ہزار صدقہ خیرات کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری آنکھ سے ایک آنسو کا ٹپنا میرے نزدیک ایک ہزار دینار صدقہ خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت مشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے ہمیں ایسی نصیحت فرمائی کہ اس سے ہمارے دل نرم ہو گئے۔ ہماری آنکھوں سے آنسو رونے ہو گئے۔ ہم نے اپنے نفسوں کو پہچان لیا، پھر جب میں اپنے گمراہوں آیا تو میرے اہل خانہ میرے پاس آئے تو ہم دنیوی باتوں میں اتنے گم ہوئے کہ ہمارا جو حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تھا وہ مجھے باندہ دہا دنیا میں جھکا ہو گیا، پھر جب مجھے باو آیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں تو منافق بن گیا ہوں۔ اس حیثیت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو خوف اور رقت کا حال تھا وہ اب نہ رہا۔ اپنے گمراہ سے باہر نکلا اور پکار پکار کر کہنے لگا کہ منقلب تو منافق ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے لے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اے منقلب! تو بالکل منافق نہیں ہوا۔ یہی کہتے ہوئے میں بارگاہِ حبیبِ کبریا میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کی بارگاہِ مقدس میں حاضر تھے تو آپ نے ہمیں ایسا وعدہ فرمایا کہ ہمارے دلوں پہ خوف طاری ہو گیا۔ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہمیں اپنے نفسوں کی حقیقت معلوم ہو گئی مگر جب میں اپنے گمراہوں گیا دنیوی باتوں کی مشغولیت کی وجہ سے وہ سب بھول گیا جو کیفیت آپ کے سامنے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے منقلب! تم اگر ہر وقت اسی کیفیت میں رہو تو پھر تمہاری راہوں اور بہتوں پر فرشتے مصافحہ کریں مگر ہر بات کے لیے ایک وقت متعین ہے۔ مختصر یہ کہ رجاہ، رونے کی خوبی، نفوٹ اور ورع کے فضائل میں جو باتیں وارد ہوئی ہیں، علم کی فضیلت اور امن کی بڑائی کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔ وہ تمام ہی خوف کی خوبی پہ دلالت کرتی ہیں، اس لیے ان تمام باتوں کا اصل سبب یہی خوف ہوتا ہے۔

خوف کا غلبہ افضل ہے یا رجاہ کا غلبہ؟: خوف اور رجاہ دونوں کی فضیلت کے بارے میں بہت اخبار وارد ہیں۔ اس لحاظ سے پڑھتے والا اس شک میں جھکا ہو جاتا ہے کہ خوف اور رجاہ میں سے کوئی چیز افضل ہے؟ یہ سوال سرے سے ہی غلط ہے کیونکہ ایسا سوال پوچھنا اس طرح ہی ہے جیسے کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی؟ اس سوال کا جواب یہی ہے کہ جو شخص بھوکا ہے اس کے لیے روٹی افضل ہے اور جسے تھیاہ پیاس لگی ہوئی اس کے لیے پانی افضل ہے اور اگر کسی کو پیاس اور بھوک دونوں لگی ہوئی ہیں اور ان میں سے جو چیز غالب

ہوگی، اس کے لیے اسی کا اعتبار ہوگا یعنی بھوک کا غلبہ ہے۔ تو پھر روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس کا غلبہ ہو تو پھر پانی افضل ہوگا اور اگر بھوک و پیاس دونوں ہی برابر ہیں تو پھر روٹی اور پانی دونوں کی حیثیت برابر ہوگی کیونکہ کسی مقصود کے لیے جو چیز مطلوب ہوتی ہے، اسی مقصود کے لحاظ سے اس چیز کی خوبی ہوتی ہے۔ اس کی خوبی محض اپنی ذات کے لحاظ سے نہیں ہوتی۔

فائدہ:- یہی بھی یہی حل ہے خوف اور رجاء دونوں ہی دوائیں ہیں۔ ایسی دوائیں کہ جن سے دلوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ پس ان کی خوبی بھی اچھی ہی ہوگی جتنی بیماری ہوگی۔ پس اگر اللہ کے عذاب سے بے خوف اور مغرور ہونے کا مرض ہو تو پھر خوف افضل ہے اور اگر پیاس و قحط کا غلبہ دل پہ ہو تو پھر اس صورت میں افضل رجاء ہوگی۔ اسی طرح اگر بندے پر گناہوں کی گندگی غالب ہو تو پھر خوف افضل ہوگا۔

مگر ہے کہ کوئی کہے کہ خوف مطلقاً افضل ہے جیسے کہہ سکتے ہیں کہ سکنجبین سے روٹی افضل ہے۔ اس لیے کہ روٹی کے ذریعے بھوک کا علاج کیا جاتا ہے جبکہ سکنجبین کے ذریعے صغرا کا علاج جبکہ صغرا سے بھوک کا مرض سخت ہے کیونکہ روٹی کی حاجت بہت ہے، اس لیے یہی افضل ہے۔ اس لحاظ سے خوف کا غلبہ افضل ہے چونکہ مخلوق میں گناہ اور مثالے میں پڑنا بہت ہے۔

اگر خوف و رجاء کو دیکھیں تو پھر ان دونوں میں سے رجاء افضل ہے کیونکہ فیج رجاء بکر رحمت ہے جبکہ خوف کا بحر غضب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفوں کا جو نقص لحاظ رکھے گا جو کہ لطف و کرم اور رحمت کی معقبتی ہوں، ایسے نقص پر محبت کا غلبہ ہوگا حالانکہ محبت کے مقام کے بعد کوئی مقام نہیں ہے جبکہ خوف کا سبب یہ بات ہوتی ہے کہ بندہ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفوں کی طرف ہو جاتی ہے جو کہ روشنی کی شخصیت ہوں تو اس انقیاد میں محبت کا میل رجاء جیسا نہیں ہوگا۔

بہرحال جو چیز کسی غیر کے لیے مطلوب ہوا کرتی ہے، اس کے بارے میں یہ زیادہ مناسب ہے کہ لفظ اصل مستعمل ہو، لفظ افضل اس حیثیت سے ہم کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر خلق کے حق میں خوف رجاء سے زیادہ اصل ہے کیونکہ اکثر لوگوں پر خوف رجاء کی نسبت اصل ہے کیونکہ خوف و رجاء دونوں ہی معتدل حالت میں مساوی درجہ کے حامل ہیں۔

اس لیے یہ قول مشہور ہے کہ اگر مومن کے خوف اور رجاء دونوں کا وزن کیا جائے تو ان دونوں کا وزن برابر ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:- معتدل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کسی صاحبزادے کو ارشاد فرمایا کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اس سے تمام لوگوں کی نیکیاں لے بھی جائے تو پھر بھی وہ تجھ سے پڑا نہ کہے، اور ایسی ہی رجاء بھی اختیار کر کہ اگر تو تمام لوگوں کی برائیاں بھی لے کر

اس کے پاس چلا جائے تو پھر بھی وہ تجھے بخش دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک :- حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بالفرض عمل اگر اس طرح نہ ہو کہ ایک بندے کے سوائے قیام لوگ ہی دوزخ میں پھینکے جائیں گے، صرف ایک آدمی دوزخ سے بچ جائے گا تو میں پھر بھی یہی رجاء اختیار کروں گا کہ وہ بچنے والا ہی ہوں اور اگر بالفرض عمل اس طرح نہ ہو کہ تمام لوگ برشت میں داخل ہوں گے سوائے ایک بندے کے تو مجھے یہی خوف لاحق ہو گا کہ کہیں بچے وہ جائے والا میں ہی نہ ہوں۔

خوف و رجاء کا یہ نہایت درجہ ہے کہ دونوں ہی اعتدال پر ہیں اور غلبہ و استیلاء بھی یکساں ہیں لیکن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوف و رجاء دونوں مساوی ہیں، مگر اگر کو جب یہ گمان ہو کہ میں تو ان لوگوں میں سے ہوں گا جو دوزخ سے مستثنیٰ ہوں، یہ حالت اس کے مقابلے میں پڑے ہوئے نقص کی ہے۔

اعتراض :- اگر کوئی کہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نقص کا خوف و رجاء برابر نہیں ہونا چاہیے بلکہ رجاء زیادہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہ رجاء کے باب کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے کہ قوت اسباب جتنی رجاء ہوتی ہے جیسے اس کی مثال بچ اور زراعت میں بیان ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بہترین بچ صاف زمین میں کاشت کرے، اس کی نگرانی بھی کرتا رہے۔ زراعت کے متعلق تمام شروط کو ادا کرتا رہے تو ایسے شخص کے دل پر رجاء غالب ہوگی جبکہ خوف رجاء کے برابر برگز نہیں ہوگا۔ پس ایسا ہی عمل پر بیزگاروں کا بھی ہونا چاہیے۔

جواب :- الفاظ اور مثالوں کے ذریعے جو شخص کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے تو اسے اکثر لغزش سے دوچار ہوتا پڑتا ہے۔ بیان کردہ یہ مثال کسی طرح بھی اس امر کے متعلق نہیں ہے جسے ہم بیان کر رہے ہیں کیونکہ علم رجاء کے نفع کا سبب ہوتا ہے جو کہ تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس اس مثال میں تجربہ سے زمین کا عمدہ اور صاف ہونا بچ کا عمدہ ہونا ہوا کا درست ہونا اور ملک صوامع کی کمی دہلی ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ کے خلاف کہ میں بچ کا اطمینان نہیں ہوا، یہ بچ ایسی زمین میں ڈالا گیا جسے اجنبی زمین میں ڈالا گیا۔ بچ ڈالنے کے بعد دیکھ بھل بھی نہ کی لو کہ نہ ہی اسے یہ معلوم ہے کہ اس زمین میں صوامع زیادہ ہوتی ہیں یا کم تو ایسے کسان کو رجاء خوف پر زیادہ نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ حتی المقدور اپنی بھرپور کوشش اور تدبیر اختیار بھی کر لے۔ اس مسئلہ میں ختم ایمان ہے۔ ایمان کے عمدہ اور سالم ہونے کی شرائط تمامہ دقیق ہیں اور اس ایمان کے لیے زمین دل ہے۔ اس کی چھٹی ہوئی خباثتیں اور منہیں یعنی شرک جلی، فحش، زیادہ اور دوسری چھٹی ہوئی عداوت ہوتی ہیں، اس سرزمین کی آفات شہوتیں ہیں۔ دنیا کی زیب و زینت اور اس کی طرف آنکھوں کے لیے دل کا اتفاق کرنا گوسرست نہ کسی اور ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسے تجربہ کے ذریعے معلوم کیا جاسکے کیونکہ کبھی کبھار ایسے اسباب بھی سامنے آجاتے ہیں جن کی مخالفت کی تاب کوئی بشر نہیں لاسکتا اور ایسے امور کا اطمینان پہلے ہی ہو نہیں سکتا اور مزید صوامع دل کے لیے

سرکرات موت کے احوال اور اس وقت معطل حالت ڈلگا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ہی ایسی ہیں کہ جن کا تجربہ پہلے نہیں ہوا۔ علاوہ انہیں اس کیفیت کے بچے اور بگٹے کا وقت تو وہ ہے کہ جب قیامت سے جنت میں جائے گا۔ اور یہ تجربہ بھی نہیں ہے۔ ان باتوں کی حقیقت جو محض جانتا ہے تو وہی شخص اگر دل کا ضعف اور کپا ہے تو پھر اس پر خوف و ہراس سے زیادہ غالب ہو جاتا ہے۔ ایسے اشخاص کا جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین سے عنقریب بیان کیا جائے گا۔

فائدہ :- اگر کوئی دل کا مضبوط پکا اور معرفت میں کامل ہو تو اس کے خوف و ہراس دونوں ہی مٹا دی جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس پر رجا و غالب ہو۔

سیدنا فاروق اعظم کا طریقہ :- سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دل کی تفتیش کے سلسلے میں بہت مہارت سے کام لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کرتے کہ مجھ میں تجھے فتنے کے آثار نظر آتے ہیں یا نہیں؟

فائدہ :- حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے پہچاننے کے لیے مخصوص کیا۔

اب بتائیے کون ایسا شخص ہے جو اپنے دل کو پوشیدہ فتنے و شرک خفی سے بچائے۔ اگر کوئی اپنے ممکن فاسد میں یہ سمجھ بیٹھے کہ میرا دل تو صاف ہے تو اللہ تعالیٰ کی سزا سے کب بچ سکتا ہے کہ اس پر اس کے دل کو مشتبہ کر دیا ہو۔ حقیقت تو حل کچھ اور ہو اور وہ کچھ اور سمجھتا ہو۔ اسے اپنے عیوب نہ نظر آتے ہوں۔ بالفرض حل اگر اسے قطعی طور پر قلبی صفائی حاصل ہو بھی جائے اور بندے کو اسی بموجب اعتقاد بھی ہو تو پھر بھی اس نے یہ کہیں سے مسطور کر لیا کہ خاتمے تک ایسا ہی حل رہے گا۔

حدیث شریف :- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ پچاس سال تک جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس شخص اور جنت کے مابین ایک ہاشت کا فرق ہی رہ جاتا ہے اور بعض روایتوں میں مقدار اس فاصلے کی "نواک" تیار ہے لیکن دو دلدہ دودھ نکالنے کے لیے درمیان کے وقت بتنا وقت اس شخص میں رہ جاتا ہے مگر ازلہ نوشتہ غالب آجاتا ہے اور دوزخیوں کے عمل پر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ :- ایسے تھوڑے سے وقت میں بندہ کوئی عمل اپنے اعضاء کے ذریعے تو کر نہیں سکتا پس الہت اتنی دیر میں اس کے دل میں غش اور وسوسہ پھر اسے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ پس ایسا وسوسہ اگر دل میں موت کے وقت پیدا ہو جائے تو زندگی بھر کے تمام اعمال برہلو ہو جائیں گے اور خاتمہ برا ہوگا۔ اس بنا پر بے خوف ہونا کیسے ممکن ہے۔

فائدہ :- درج بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایماندار کی انتہائی غرض و غایت یہ ہے کہ خوف و رجا و دونوں ہی یکساں

ہوں۔ اکثر لوگوں میں رجاہ کا غلبہ مبالغے میں جتا ہونے اور معرفت کم ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جو اوصاف اپنے بندوں کے بیان فرمائے ہیں، ان میں ان دونوں یعنی خوف و رجاہ کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے۔ فرمایا  
 يدعون ربهم خوفاً وطمعاً (النحل)

نیز اللہ تعالیٰ نے اور شلو فرمایا کہ ویدعوننا رغباً ورهباً (الانبياء 90) ترجمہ ابھی گزرا (مزید رفا)

قنوط :- مگر انفسوس کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے افراد آج کل کم ہیں جن کے خوف و رجاہ دونوں ہی برابر ہوں، اس لیے آج کل کے لوگوں کے حق میں مناسب اور اصلاح غلبہ خوف ہی ہے بشرطیکہ اس پر خوف کی وجہ سے باجوسی کا بدلہ نہ چما جائے کہ اب گناہوں کی مغفرت تو ہو سکتی نہیں، اس لیے اب عمل کرنا فضول ہے۔ اس خیال کی وجہ سے نیک اعمال چھوڑ بیٹھے اور گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے۔ ایسی صورت حال کو قنوط کہا جاتا ہے۔

فائدہ :- خوف اس کا نام نہیں ہے کیونکہ خوف تو وہ حالت ہے کہ جس سے عمل کی ترغیب پیدا ہو اور تمام شوقیں بری معلوم ہوں۔ دنیا کی طرف رغبت نہ رہے۔ یہ نہیں کہ کسی نہ کسی دل میں خوف کا وسوسہ تو گزر گیا مگر اس کا اثر برائی کے روکنے یا بھلائی پر ترغیب دینے پر کچھ بھی نہ ہو اور باجوسی کا نام بھی خوف نہیں ہے جو کہ امید توڑنے کا سبب ہے۔

حضرت یحییٰ بن معلہ کا قول :- حضرت یحییٰ بن معلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صرف خوف کی وجہ سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، وہ فکر کے سمندروں میں غرق ہو جائے گا اور جو شخص رجاہ سے اس کی عبادت کرے گا، مبالغے کی وادی میں پریشان ہو کر بھٹکا پھرے گا اور اگر خوف و رجاہ اور محبت سے عبادت کرے گا تو بحر طریق ذکر میں مستقیم ہو گا۔

حضرت کھول دمشق کا قول :- آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے عبادت کرتا ہے، وہ غامبی ہے اور رجاہ کے ساتھ جو شخص عبادت کرے، وہ مرجہ ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ خوف و رجاہ دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے مگر زیادہ مناسب اور اصلاح خوف کا غلبہ ہے۔ جب تک کہ سامنے موت نہ آجائے۔ فتوح کے وقت رجاہ کا غلبہ زیادہ مناسب ہے۔ قوت حسن عین اس لیے زیبا ہے کہ خوف کوڑے کے قائم مقام ہے جو کہ بندے کو عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ نزاع کے وقت عمل تو ختم ہو گیا، سکرانہ موت میں کسی بشر سے کوئی عمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی خوف کے لوازمات وہ برداشت کر سکتا ہے کیونکہ اس سے مزید زیادہ دل شکنی ہوتی ہے اور کل کا مرنا آج ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رجاہ ہونے کی وجہ سے دل کو کچھ تعزیت ملتی ہے اور جس سے رجاہ ہوتی ہے، اس کے دل میں اسی کی محبت رچ بس جاتی ہے، اس لیے بندے کو

مطلب بھی یہی ہے۔ جب دنیا سے رخصتی اختیار کرے تو اس وقت وہ حق تعالیٰ کی محبت میں ہی سترہ رواں ہو گا کہ حق تعالیٰ کی ملاقات بھی بجلی معلوم ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنا جو شخص اچھا جانتا ہے، اس سے ملاقات کرنے کو اللہ تعالیٰ بھی اچھا جانتا ہے۔ یہ حالت رجاہ میں ہی بن سکتی ہے کیونکہ رجاہ محبت سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔

فائدہ:- بحرِ صل جو بھی اس کے کرم کا رانی ہو گا وہی شخص محبوب بھی ہو گا۔ تمام علوم و اعلیٰ سے غرض معرفت حق تعالیٰ ہی ہے۔ یہاں تک کہ معرفت سے محبت پیدا ہو جائے کیونکہ بلا قرآسی طرف لوٹنا ہے اور بعد از مرگ وہیں جاتا ہے۔ جو اپنے محبوب کے حضور حاضر ہوتا ہے تو محبت کے مطابق ہی اسے خوشی میسر آتی ہے اور محبوب سے اگر الگ ہوتا ہے تو محبت کی مقدار کے مطابق ہی اسے دُخ اور عذاب بھی ہوتا ہے۔ پس موت طاری ہونے کے وقت اس کے دل پر اگر بیوی، 'فرزند'، 'محل'، 'گھر'، 'دین' اور دوست انہب کی محبت کا غلبہ ہو گا تو پھر یہ شخص ایسا ہو گا کہ اس کی محبوب چیزیں تو دنیا میں ہی اس کی جنت تھیں، اس لیے جنت تو اس جگہ کا ہم ہے جہاں تمام دل کی محبوب چیزیں موجود ہوں۔ ان چیزوں سے محبت رکھنے والے ایسے شخص کی موت گویا جنت سے باہر نکلتا ہے۔ اس کی خواہش دلی چیزوں میں اور اس کے ہاتھ پر وہ پڑ جاتا، صحت ہے اور ظاہر ہے کہ بندے کی محبوب چیزوں کے آگے پردہ پڑ جاتا ہوا گراں گزرتا ہے، اس لیے ایسے بندے کا قوت ہوا بھی اس کے لیے بڑی بھاری معصیت ہے۔

فائدہ:- مگر جس کا محبوب اللہ تعالیٰ اس کے ذکر، معرفت اور فکر کے سوا کچھ بھی نہ ہو اور بلکہ دنیا اور دنیوی علاقہ حق اس کے اوقات میں خارج ہوتے ہیں تو ایسے شخص کے حق میں اس کے لیے دنیا قید خانہ ہے، اس لیے کہ قید خانہ اسی جگہ کو کہتے ہیں کہ جس جگہ پر بندے کو من پسند بات سے راحت و سکون نہ لینے دیا جائے۔ اس لیے ایسے شخص کے لیے مرث قید سے چھوٹنے کے مترادف ہے اور اپنے محبوب حقیقی کے پاس حاضری دینا ہے۔ قید سے رہائی کے سلسلے میں اس کا عمل بھی قید جیسا ہوتا ہے اور جسے اپنے محبوب کا وصل بلا کسی مزاحمت کے ملے، اس کی کیفیت معلوم ہے۔ یہ معاملہ بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ ایسے شخص کو کتنی خوشی ہوتی ہوتی۔

فائدہ:- یہ معاملہ ثواب و عذاب کا تو وہ ہے جو مرنے کے بعد بندے کو ابتدا ملتا ہے یہاں نہ تو اس کا ثواب بیان کیا گیا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے صالحین بندوں کے لیے مقرر کیا ہے۔ جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کانوں نے سنا۔ نہ کسی بشر کے دل پہ اس کا خیال گزرا اور نہ ہی اس میں وہ عذاب بھی شامل ہے جو کہ حق تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کیا ہے جو دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی سے اچھا جانتے ہیں۔ اس پہ خوش ہو جاتے اور قیل سے بندہ باتے ہیں۔

فائدہ:- وہ عذاب مختلف قسم کے وہاں، زنجیریں، حلق اور مختلف قسم کی ذلت و رسوائی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا سے مسلمان اٹھائے اور صالحین میں ملائے۔ اس دعا کی قبولیت کے لیے حق تعالیٰ کی محبت کے حصول کے سوا کوئی طبع نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول اپنے دل سے غیر اللہ کی محبت نکالنے

بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام ملائقہ نبوی مل 'چاہ اور وطن و فیرو سے قلعن توڑے بغیر کوئی چار حسین' لہذا بہتر یہ ہے کہ ہم وہ دعا مانگیں جو دعائیہ گرم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی۔

دعائے نبوی :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب ما بفرسی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد ترجمہ : یا اللہ عزوجل مجھے روزی دے اپنی محبت اور جو شخص تجھ سے محبت کرے اس کی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھے تجھ سے قریب کر دے اور اپنی محبت کو میرے نزدیک سر پائی سے بھی زیادہ محبوب کر دے۔

فائدہ :- مرتے وقت رجاء کا غلبہ زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے جبکہ قہر از موت خوف کا غلبہ زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ خوف سے شہوتوں کی آگ سرد پڑ جاتی ہے اور دل سے نبوی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا یؤمنن احدکم الا وھو بحسن الظن بربہ ترجمہ : نہ مرے تم میں سے کوئی مگر اس طرح کہ اچھا گمان رکھتا ہو اپنے رب عزوجل سے۔

حدیث قدسی شریف :- اور یہ حدیث قدسی شریف میں ہے انا عند ظن عبیدی بی فلبظن ہی ماشاء ترجمہ : میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو چاہے مجھ سے گمان کرے۔

حکایت :- حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال مبارک کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ میرے سامنے رجاء بھری باتوں کو بیان کر۔ یہاں تک کہ میرا وصال ہو جائے کہ میں اپنے رب سے حسن ظن کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کروں۔

حکایت :- اسی طرح جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو آپ کو بہت خوف محسوس ہوا۔ آپ نے اپنے ارد گرد علماء کرام کو اس لیے اکٹھا کیا تاکہ وہ آپ کو رجاء دلائیں۔

حکایت :- حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو نزع کے وقت فرمایا کہ میرے سلسلے وہ حدیث بیان کر کہ جس میں حسن ظن اور رجاء کا بیان ہو۔

فائدہ :- ان سے مقصود محض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی وقت محبوب بن جائے۔

وحی و لاؤذ علیہ السلام :- اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ مجھے میرے بندوں کے نزدیک محبوب بنا دے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی ! کیسے؟ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہوا کہ ان کے سامنے میرے انعام اور احسان کو بیان کر۔

فائدہ :- ہر عمل بندے کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی محبت میں فوت ہو جائے جبکہ حق تعالیٰ کی محبت لا

چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ (۱) معرفت (۲) دنیوی محبت دل سے نکال دینے سے، یہاں تک کہ اسے دنیا ایسے محسوس ہو جیسے دنیا قید خانہ ہے جو اسے محبوب سے خفاقت کا شرف حاصل کرنے میں دیتا۔

حکایت :- بعض صالحین نے حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ بھاگ رہے ہیں۔ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ایسی ایسی قید سے آزاد ہوا ہوں۔ صبح جب وہ بیدار ہوئے تو لوگوں سے حضرت ابو سلیمان کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ گزشتہ رات وہ فوت ہو گئے ہیں۔

خوف کے حصول کا طریقہ :- مبرکے بیان میں علاج تو ہم نے بیان کر دیا ہے کیونکہ اگر پہلے خوف و رجاء ہو گا تو مبر بھی ہو گا کیونکہ دین کے مقامات میں سے پہلا مقام یقین ہے یعنی اللہ تعالیٰ روز جزاء اور جنت و دوزخ پر اعتقاد و ایمان مضبوط ہو۔ ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے دوزخ کا خوف اور جنت کی رجاء ضرور ہی پہچان میں آئے گی جبکہ مبر سے زیادہ ذرا دست خوف و رجاء ہیں۔

فائدہ :- جنت، کمولت سے ڈھائی ہوئی ہے۔ ان چہ رجاء کی قوت کے بغیر مبر میں ہو سکتا، یونہی شہوتوں سے دوزخ بھی ہوئی ہے۔ ان کے خاتمے کے سلسلے میں مبر کا خوف کی خفاقت کے بغیر ناممکن ہے۔

حیدر کرار کا قول مبارک :- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنت کا مشتاق شہوتوں والی خواہش کو بھول جاتا ہے اور دوزخ کی آگ سے ڈرنے والا حرام چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ پھر خوف و رجاء سے حاصل ہونے والے مقام سے مقام مجاہدہ ذکر الہی اور دائمی فکر کے لیے خلوت میں رہنا حاصل ہوتا ہے۔ دائمی ذکر سے انس کی ثبوت دائمی فکر سے اور مکمل معرفت و انس سے مقام محبت میرا آتا ہے۔ محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ کے مقامات میرا آتے ہیں۔

فائدہ :- دینی منازل کے سلوک میں ترتیب یہ ہے۔ (۱) اصل یقین۔ (۲) اصل یقین کے بعد خوف و رجاء کے بعد دوسرا کوئی مقام نہیں ہے۔ (۳) خوف و رجاء کے بعد بھی مبر کے علاوہ کوئی مقام نہیں ہے۔ (۴) مجاہدہ اور حق تعالیٰ کی خاطر ظاہری و باطن میں مجبور ہونا مبر سے حاصل ہوتا ہے۔ (۵) مجاہدے کے بعد اگر کسی پر رادہ کھلے تو وہ ہدایت و معرفت کے سوا کوئی مقام نہیں ہے۔ (۶) معرفت کے بعد انس و محبت کے علاوہ دوسرا کوئی مقام نہیں۔ (۷) محبت کے لیے ضروری ہے کہ ہر وقت محبوب کے ہر فضل سے راضی رہے اور اس کی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا و توکل کے تمام مقامات میرا آتے ہیں۔

فائدہ :- خلاصہ کلام یہ کہ جو کچھ ہم مبر کے بیان میں علاج کے طور پر بیان کر آئے ہیں، اتنی ہی کافی ہے مگر بھر بھی خوف کو علیحدہ مختصر طور پر بیان کر دیتے ہیں۔



خوف بہ کہتے ہیں کہ وہ مختلف صورتوں سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ لیکن میں سے ایک دوسری سے اعلیٰ ہے۔ ان کی مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ گھر میں ایک لڑکا سو رہا ہے کہ اچانک اس گھر میں کوئی درندہ یا سب سے آجائے تو کیا عجب کہ وہ لڑکا اس سے نہ ڈرے بلکہ الٹا اسے بھڑکنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دے اور اس طرح وہ سب سے کیلنا چاہے لیکن اگر اس کے ساتھ اس کا باپ بھی ہو اور اسے کچھ کچھ بوجھ بھی ہو۔ اس لڑکے کا باپ سب سے ڈرنے کو دیکھ کر ڈر جائے اور بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جیب باپ کو کانپتے اور بھاگتے ہوئے دیکھے تو اس پر بھی خوف طاری ہو جائے گا۔ میں یہ ایک تو باپ کا خوف ہے جو کہ سب کی حقیقت اور ذہر سے شناسا ہے اور درندے کی بھڑک بھٹ اور بیدردی کو جانتا ہے اور ایک خوف لڑکے کا بھی ہے جو کہ صرف باپ کی تقلید میں بھاگا ہے۔ اس لیے باپ کا خوف کھانا کسی خوفناک چیز کی وجہ سے ہے۔ پس اسے دیکھ کر وہ جانتا ہے کہ درندہ اور سب کوئی خوفناک قسم کی چیز ہے اور اس خوفناکی کا سبب اور وجہ کو نہیں جانتا۔

فائدہ:- جب یہ مثال سمجھ لی ہے تو پھر سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے بھی دو مقامات ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف اس کی ذات سے خوف۔ (2) دوسری قسم کا خوف تو انیس ہوتا ہے جو علماء اور ارباب کشف ہیں۔ وہ اس کی صفوں کے ان امور سے واقف ہیں جو ہیبت، رعب اور خوف کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کے ہمید سے بھی خوب واقف ہیں کہ:-

قرآنی آیت نمبر 1:- ویحذرکم اللہ نفسه (آل عمران 30) ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ ہمیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

آیت قرآنی نمبر 2:- انقوا للہ حوفی نفسہ (آل عمران 102) ترجمہ کنزالایمان: اللہ سے ڈو جیسا اس سے ڈرتے تھے۔

خوف کی پہلی قسم:- اور پہلی قسم کا خوف خلق کا خوف ہے جو صرف جنت و دوزخ پر ایمان لانے اور طاعت و معصیت کی پاداش میں انہیں اعتقاد کرنے سے میرا آتا ہے۔ یہ خوف غفلت اور گنہگار ایمان کی وجہ سے کم ہوتا جاتا ہے جبکہ یہ غفلت و اعتدال و نصیحت سننے، قیامت کے دن والی مشقوں کے پیشہ سوچنے رہنے اور مختلف قسم کے اخروی عذاب یاد کرنے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں خائفین کو دیکھنے، ان کے پاس پہنچنے اور ان کے حالات دیکھنے سے بھی مٹ جاتی ہے۔ اگر مشاہدہ نہ بھی ہو تو پھر بھی ٹھٹھ سنا بھی تاثیر سے خلی نہیں ہوتا۔

خوف کی دوسری قسم:- خوف کی دوسری قسم پہلی سے بھی زیادہ کر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ کی ذات سے خوف کیا جائے یعنی حق تعالیٰ کی مدد کی اور حجاب سے تو خوف کرنا چاہیے جبکہ قرب کی رجا۔ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف اور قرآن کے خوف کا آپس میں مقابلہ ایسا ہی ہے جیسے سمندر کے سلسلے ایک

تکرو جبکہ یہی خوف علماء ربانی کو حاصل ہوتا ہے۔ انما یخشى الله من عباده العلماء (فاطر 28) ترجمہ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

فائدہ :- اس خوف سے کچھ فائدہ عام مومنوں کو بھی حاصل ہوتا ہے مگر عام مومنین کا یہ خوف محض تقلیدی خوف ہے۔ جیسے محض باپ کی تقلید کی بنا پر سناپ سے ڈرتا چونکہ اس تقلیدی خوف میں بھیرت نہیں ہوتی اس لیے یہ خوف کمزور ہوتا ہے اور جلد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کبھی کسی ستر والے کو سناپ پکارتے دیکھ کر لڑکا مٹالے کا شکار ہو جاتا ہے اسے پکارتا دیکھ کر خود بھی پکارتے کی جرأت کرتا ہے جیسے باپ کو دیکھ کر خوف کیا تھا۔

فائدہ :- ہر عمل عموماً تقلیدی عقائد ضعیف ہوا کرتے ہیں مگر اس حل میں ہمیشہ ان کے اسباب کو مد نظر رکھا جائے جن سے ان عقائد کی تائید ہوا کرتی ہے پھر ان اسباب کے تقاضوں کے بموجب کثرت طاعت اور گناہوں سے بچنے پر عرصہ دراز تک یقینی اختیار کی جائے تو پھر وہ عقائد مضبوط ہو جاتے ہیں۔

فائدہ :- غلام یہ ہے کہ مقام معرفت پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے تو پھر وہ ضرور خوف کرتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے اس کا علاج کرنے کی ضرورت ہرگز نہیں جس سے کہ خوف میسر آئے اسے جیسا کہ کوئی درندے کی حقیقت جان لیتے کے بعد اپنی ذات کو اس درندے کے پنجوں میں پھنسا ہوا دیکھے تو ایسے شخص کو خوف کے اسباب کی ضرورت نہیں کہ وہ درندے سے ڈرنے کے لیے کوئی طریقہ اختیار کرے بلکہ وہ شخص تو ہر حال میں اس سے ڈرے گا۔

وحی وادودی :- اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ مجھ سے اسی طرح ڈر جیسے تو درندے سے ڈرتا ہے۔

فائدہ :- نقصان پہنچانے والے درندے سے ڈرنے کے لیے سوائے درندے کی معرفت اور اس کے پنجوں میں پھنسنے کی کیفیت جاننے کے کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔

فائدہ :- پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات کو جان لے گا اور اس حقیقت سے بھی واقف ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو چاہتا ہے وہی کچھ کرتا ہے وہ کچھ بھی پروا نہیں رکھتا۔ جو کچھ چاہتا ہے اسی کا حکم دیتا ہے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ وہ بغیر کسی سہارے جب کے فرشتوں کو اپنے قرب کی دولت سے نوازتا ہے اور انہیں کو کسی بھی سہارے جرم کے بغیر اپنی بارگاہ سے رندہ درگاہ لیا۔ اس کی صفت وہی ہے جو کہ ایک حدیث قدسی میں بھی بیان ہوئی ہے۔

حدیث قدسی شریف :- حولاً، می الحجة ولا ابالی و حولاً فی النار ولا ابالی ترجمہ :- یہ لوگ میرے ہیں تو مجھے کچھ پروا نہیں اگر یہ لوگ جہنم میں ہیں تو مجھے کچھ پروا نہیں۔

اور اگر کسی کو یہ ممکن ہو کہ وہ کسی گناہوں کے بغیر عذاب نہیں دیتا اور اسی طرح نہ ہی طاعت کے بغیر ثواب دے ایسے شخص کو خود کرنا چاہیے کہ سطح و فراہیوار کے لیے طاعت کے اسباب سے معلومت کیوں کرتا ہے کہ اسے

خدا تعالیٰ ہی اطاعت کرنی پڑتی ہے کہ وہ گنہگار کو گناہوں کے لوازمات کیوں مہیا کرتا ہے کہ جن کی وجہ سے وہ چاروں  
 ناچار گناہوں کی دلدل میں گرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس میں غفلت، شہوتیں اور شہوت پوری کرنے کی قدرت پیدا  
 کی تو پھر اس سے وہ فعل ضرور سرزد ہوگا۔ اب اس نے اسے اپنی یاد رکھ سے اور اس لیے کیا کہ اس نے جرم کا  
 ارتکاب کیا۔ اس سلسلے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اسے جو یہ گناہ کی قدرت عطا فرمائی اور اس سے گناہ کو کیا یہ کس سبب  
 کی بنا پر ہوا۔ کیا اس سے قفل کوئی گناہ سرزد ہوا تھا کہ جس کی سزا کی وجہ سے اس سے یہ دوسرا گناہ سرزد ہوا؟ پھر  
 اس پہلی خطا کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کس لیے ہوئی؟ یہاں تک کہ سلسلہ چلتا رہے گا حتیٰ کہ پہلے گناہ کے  
 بارے میں یہی کہا جائے گا کہ پہلے گناہ کے وقت سے پہلے اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تھا بلکہ روزِ ازل سے ہی  
 اسی طرح اس کی قسمت میں لکھا گیا تھا۔ اسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا۔

حدیث شریف :- حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا قصہ جو اللہ تعالیٰ کے  
 سامنے ذکرِ قربا کہ دونوں انبیاء کرام کے درمیان آپس میں گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو میں حضرت آدم علیہ السلام غالب  
 آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ تم وہی آدم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص  
 دستِ قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح وافی۔ اپنے ملائکہ سے مجبور بھی کر دیا، پھر جنت میں رکھا، پھر تم لوگوں کو  
 اپنی خطا کی وجہ سے زمین پر اتار دیا۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم بھی وہی موسیٰ ہو جسے  
 اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے مخصوص کیا۔ ایسی تحفیں عطا فرمائیں کہ جن میں ہر ایک چیز کا واضح  
 بیان تھا۔ تجھے خلوت میں اپنے کلام سے سرگراز فرمایا۔ بھلا یہ تو بتائیے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے  
 تو میری تحریر فرمائی؟“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”چالیس سال پہلے۔“ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ تو میری قسمت میں یہ  
 بھی لکھا ہوا ہے یا نہیں کہ عصبی ادم ربہ فغویٰ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”ہاں۔“  
 حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھے ایسے عمل کی وجہ سے طاعت کرتے ہو جو میرے عمل کرنے اور پیدا  
 ہونے سے بھی پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھ دیا تھا۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس تقریر سے موسیٰ علیہ السلام پر حضرت آدم علیہ السلام غالب  
 آئے۔

فائدہ :- پس۔ ان امر میں جو شخص بھی کسی سبب کو معلوم کرے گا اس کا یہ معلوم کرنا بھی اور ہدایت کے باعث  
 ہوگا۔ تقدیر کے دائرے آشنا عارفین میں سے وہ شخص ہوگا اور سن کر جو شخص ایمان لائے اور نیچے ہی یقین کرنے  
 وہ جامِ موشین میں سے ہوگا۔ جس طرح کہ کثور لڑکا درخت کے جنگل میں اور ورنہ کسی بھول کر اسے چھوڑ دیتا  
 اور کبھی غراتے ہوئے چیرھاڑ ڈالتا یہ تمام صورتیں اتفاقاً پیدا ہوتی ہیں۔ اس اتفاق کے لیے بھی تقدیر کے اسباب

مقرر ہوتے ہیں لیکن اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھتے والے اسے اتفاق کہیں گے 'دردے کے چنگل میں پھنسے ہوئے  
فحص کو دیکھئے' اگر اس پھنسے ہوئے فحص کی معرفت کمال ہے تو پھر وہ فحص ہرگز خوف نہیں کرے گا کیونکہ وہ خود  
مسخر ہے۔ اگر اس شیر پر بھوک مسلط کی جائے تو پھر وہ شکار کرے گا اور اگر غفلت مسلط کر دی جائے تو پھر وہ چھوڑ  
دے گا اس لیے ایسے مسخرے کیا ڈرنا بلکہ اس ذات سے ڈرنا چاہیے کہ جس ذات نے اس دردے اور اس کی  
صفتوں کو پیدا کیا۔

فائدہ :- یہی وجہ ہے کہ ہم یہ فہم کر سکتے کہ اللہ عزوجل سے ڈرنے کی مثل دردے سے ڈرنے جیسی ہے بلکہ  
جب حیثیت پر وہ ابھار دیا جائے تو پھر یہ چلے کہ دردے سے خوف کھانا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی طرح ہے کیونکہ وہی  
ذات تو دردے کے ذریعے ہلاک کرنے والی ہے۔

فائدہ :- اسی طرح آخرت کے دردے بھی دنیوی دردوں کی مانند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب و عذاب کے اسباب کو  
پیدا فرمایا۔ دونوں کے لیے ان کے ثل بھی پیدا کر دیے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اللہ تعالیٰ کے ازلی حکم سے اسی  
طرف لے جا رہی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں۔

مثلاً :- اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور پھر جنت کے لیے کچھ لوگ پیدا فرمائے۔ ان کے لیے جنت کے سامان  
مسخر فرمائے۔ وہ انھیں چاہیں یا نہ چاہیں اور اسی طرح دوزخ پیدا کیا اور پھر دوزخ کے لیے لوگ بھی پیدا فرمائے۔  
انھیں دوزخ کے اسباب کا مسخر کر دیا اور وہ چاہیں یا نہ چاہیں۔

فائدہ :- اس لیے جو فحص اپنی ذات کو گرداب تقدیر اور چار موجد فضا میں ماحقہ کرے گا بے شک اس پر خوف  
غالب ہوگا۔ یہ خوف ان لوگوں کا ہے جو تقدیر کے راز کو پہچانتے ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ اخبار و آثار من کر اپنے لمس کا علاج کرے یعنی غافلین و عارفین کے قصص اور اقوال کا  
مطالعہ کرے۔ پھر ان بزرگوں کی عقلوں اور درجات کو رجاہ کی وجہ سے مغرورین کی عقلوں اور درجات سے نسبت  
دے تو پھر اس سلسلے میں شک نہ کرے۔ بڑی اختیار کرتے میں اس سلسلے میں بزرگان دین کی اولیٰ ہے کیونکہ وہ  
بزرگ انبیاء و علماء ہیں اور دوسرے لوگوں کا کردہ یعنی بے خوف لوگ 'فرعون' جاہل اور غبی قسم کے ہیں۔ اس سے  
زیادہ کیا ہوگا۔ کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین و الاخرین ہیں وہ سب سے زیادہ متردد رہتے  
تھے۔

حدیث شریف :- مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑکے کی نماز بتا رہا تھا کہ کسی کو  
پڑھتے ہوئے آپ نے شاکر "یا اللہ! اسے عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے بچا۔"

ایک حدیث شریف میں یہ ہے کہ آپ نے کسی کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہذا لک عصفور من عصا می

الجنة آپ نے فہمے ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نے کیسے معلوم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور اس کے لیے کچھ لوگ پیدا کیے کہ ان سے وہ نہ تو زیادہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کم۔

حدیث شریف :- ایک روایت میں یوں بیان ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی (درج بالا والا) ارشاد حضرت عثمان بن عفان کے جنازے پر ارشاد فرمایا جو کہ مساجد میں سے لوہے ہیں۔ آپ نے یہ ارشاد گراہی اس وقت ارشاد فرمایا کہ جب ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں کماہنبا لک الجنة بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد میں کسی کو بھی پاک نہیں کہوں گی۔

حکایت :- حضرت محمد بن خالد الخنیز رحمۃ اللہ علیہ یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے صاحبزادے نے فرمایا کہ بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں کسی کو بھی پاک نہیں کہتا حتیٰ کہ اپنے باپ کو بھی پاک نہیں کہوں گا جن کا میں بیٹا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ بات سن کر شیعوں نے آپ پہ جھوم کیا تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کے فضائل و مناقب بیان کرنے شروع کر دیے۔

حدیث شریف :- ایک حدیث شریف میں ایک شخص اہل صفو کا محل بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ شہید ہوا تو اس کی والدہ ماجدہ نے کہا بیٹا تجھے جنت مبارک ہو، تم تو جنتی چیزوں میں سے ہو۔ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کو ارشاد فرمایا "اس کا جنتی ہونا تجھیں کیسے معلوم ہوا؟" ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں غیر متابع کلام کرتا رہا ہو یا ایسی چیز کو غلط کرتا ہو جو اس کو معزز نہ ہو۔"

حدیث شریف :- ایک دوسری حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عبادت کے لیے گئے۔ آپ نے وہاں ایک عورت کو کہتے ہوئے سنا۔ "وہ کہہ رہی تھی کہ تجھے جنت مبارک ہو۔" آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ (عزوجل) پر حکم کرتے والی کون ہے۔ مریض نے عرض کیا کہ یہ میری والدہ ہے۔

آپ نے اس کی والدہ کو فرمایا کہ اس بات کا تجھے کیسے علم ہوا۔ ہو سکتا ہے تیرا بیٹا زندگی میں بے فائدہ کلام ہی کرتا رہا ہو یا کسی ایسی چیز کے بارے میں غلط کرتا رہا ہو کہ جس سے مادہ نہ ہو سکتا ہو۔ اس کے علاوہ تمام مسلمان خوف کیسے نہ کریں؟

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود اور اس کی بیسویں سورۃ واقعہ کورت اور عم قیسار لون نے بڑھا کر دیا ہے۔

فائدہ :- علمائے کرام اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ آپ کا یہ فرمان مبارک شاید اس لیے ہے کہ سورۃ ہود میں دور کرنے کا مضمون برت بیان کیا گیا ہے جس طرح کہ الا بعد العا و قوم ہود (پ 12 حود 60) ترجمہ کنزالایمان : اوسے دور ہو حود کی قوم اور الا بعد التمود (پ 12 حود 18) ترجمہ کنزالایمان : اوسے لعنت ہو حود پر اور الا بعد المدین کما بعدت نمود (پ 12 حود 95) ترجمہ کنزالایمان : اوسے دور ہو مدین جیسے دور ہوئے حود

حالانکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو پھر یہ قوم شرک نہ کرتی۔ اگر وہ چاہتا تو تمام کو ہدایت سے نواز دیتا۔ سورۃ واقعہ میں یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ لیس لوقعتھا کا ذبہ خافضۃ الرافعة (الواقعہ 302) ترجمہ کنزالایمان : اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی، کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلند کرنے والی۔ یعنی جو کچھ ہوتا ہے اسے (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا ہے اس لیے پہلے کا لکھا ہوا پورا ہو گا۔ جب تک کہ رونما ہو اور وہ غائب یعنی بچا کرنے والی ہوگی۔ انیس جو دنیا میں بلند مقام کے حامل تھے یا رالہ ہوگی یعنی کم مقام رکھنے والوں کو دنیا میں بلند مقام کرنے والی ہوگی۔

فائدہ :- سورۃ کورت میں قیامت کے حالات کا بیان ہے اور غائب کا ظاہر ہونا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ واذا الجحیم سمعت واذا الجنة ازلعت علفت نفس ما احضرت پ 30 اکتوبر 12 تا 14 ترجمہ کنزالایمان : اور جب جہنم بھڑکنا جائے اور جب جنت پس لائی جائے ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

فائدہ :- سورۃ النبا میں بھی ایسا ہی مضمون بیان کیا گیا ہے یوم یبطل المرء ما قدم ہند پ 30 النباء 40 ترجمہ

کنز الایمان: جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آکے بچھا۔

لا ینکلمون الا من افن له الرحمن وفال صوابا (پ 30 انتباء 38) ترجمہ کنز الایمان: نہ بول کے گا مگر جسے رحمن نے اذن دیا اور اس نے تمہیک بات کی۔

قرآن مجید میں شروع سے آخر تک خوف ہی کا بیان ہے۔ اگر کوئی قرآن مجید کو سمجھنے ہوئے پڑھے۔ اگر پورے قرآن مجید میں صرف یہی آیت ہوتی تو کتنی تھی کہ ان لغوارہ لمن ناب وامن وعمل صالحا ثم اھنسی (پ 16 طہ 82) ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔ کیونکہ اس قیمت مبارکہ میں مغفرت کو چار ایسی شرائط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ بندہ ان میں سے ایک لوا کرنے سے بھی بے بس ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک اس سے بھی زیادہ سخت ہے فاما من ناب وامن وعمل صالحا فمسی ان یکون من المغفلین یعنی شرائط لوا کرنے کے بلجور بھی غلط کا یقین نہیں ہے۔

دیگر آیات :- بسل الصادقین عن صفہم (پ 21 الاحزاب 8) ترجمہ کنز الایمان: انہ تجوں سے ان کے سچ کا سوال کرے۔

سنفرغ لکھ ایھا الثقلان (پ 27 الرحمن 31) ترجمہ کنز الایمان: جلد صبا کام نفا کر ہم تمہارے صاحب کا قصہ فرماتے ہیں، اسے دونوں بھاری گروہ۔

افامنوا مکر اللہ (پ 9 الاعراف 99) ترجمہ کنز الایمان: کیا اللہ کی فتنی تدبیر سے بے خبر ہیں۔

وکذلک اخذ ربک اذا اخذ العری وہی ظالمة ان اخذہ والیم شدید

یوم نحشر المنقبین الی الرحمن وفنا ونسوق المحرمین الی جہنم وروا (پ 16 مہم 85 86) ترجمہ کنز الایمان: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمن کی طرف لے جائیں گے صلیب بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پکارتے۔

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حننا مفضبا (پ 16 مہم 71) ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزروں پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ یہ دور نصبری ہوئی بات ہے۔

اعملوا ما شئتم انہ بما نعملون بصیر

من کان یرید حرث الا حرثہ فزادہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا فونہ منها وما لہ فی الاخرۃ من نصب (پ 25 الشعراء 20) ترجمہ کنز الایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (پ 30 الزلزال 87) ترجمہ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک برائی کرے اسے دیکھے گا۔

وفد منا الی ما عملوا من عمل فجعلناہم مثلاً (پ 19 الفرقان 23) ترجمہ کنز الایمان: اور جو کچھ

انہوں نے ہم کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں ہارک ہارک کے کھرے ہوئے ذبے گدھا کے دودن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

والعصر ان الانسان لغي خسر الا الذين امنوا وعملوا الصلحت ونوا صوا بالحق ونوا صوا بالصبر (پ 30 العصر 3 تا 3) ترجمہ کنزالایمان: اس زمانہ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو جہر کی وصیت کی۔

فائدہ:- اس سورہ مبارک میں نقصان سے بچنے کی چار شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام جو کہ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کے بلوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اس خوف کی اصل میں وجہ یہی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں تھے۔

فلا با من مكر الله الا القوم الخسرون خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

حدیث شریف:- روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام دونوں ہی روئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تم (دونوں) کیوں دوتے ہو؟ میں نے تو تمہیں یسوں کر دیا ہے۔ عرض کی "یا اللہ تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف کون ہو سکتا ہے؟"

فائدہ:- گویا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ تو تمام غیبوں کو جانتا ہے۔ ہم کاموں کے انجام کو نہیں جانتے تو اسباب سے یسوں رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہیں براہ امتحان 'فلا' اور خفیہ تدبیر کی حیثیت سے ہی نہ ہو یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے فرماں مبارک کے بعد خوف ختم ہو جاتا تو معلوم ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے یسوں ہیں اور اپنے سبقت قول کی وفاء نہ ہوتی جس طرح کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھن میں رکھے گئے تو کہا کہ حسی اللہ (عزوجل) یعنی مجھے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ آپ کا یہ کہنا ایک دعویٰ تھا۔ اس بنا پر آپ کو آزمایا گیا۔ جب آپ ہوا میں تھے اس وقت آپ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں۔"

فائدہ:- آپ کا یہ ارشاد فرماتا قول سابق حسبی اللہ کو ایمان گزرتا تھا۔ اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ و ابراهيم الذي وفى بمعنى فال حسبى الله آپ نے جیسا کہا ویسا ہی کر دکھایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی ارشاد فرمایا کہ اننا نخاف ان يفرطوا علينا وان يطغوا قال لا نخافا انسى معكما اسمع واری (پ 3 ص 46 تا 45) ترجمہ کنزالایمان: دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کریں یا شرارت سے بیش آئیں قریبا اور ہمیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

اس کے بلوجود جب جہنم کے لوگوں نے اپنے جہنم کے کمرے دکھائے تو حضرت موسیٰ کے دل مبارک میں خوف پیدا ہوا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں تھے اور یہ امر شبہی میں پڑا۔ یہی تک کہ اللہ تعالیٰ نے



آپ کے لیے سترے سرے سے امن کا فرماں ارشاد فرمایا کہ لا تخف انک انت الہ علیہ اسی طرح بدر کے دن جب مسلمانوں کی شان و شوکت کفار کے دل سے کم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اگر تو اس جماعت کو جہاد کر دے گا تو پھر تمام زمین پر کوئی ایسا نہ رہے گا جو تیری عبودیت کرے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر اتلو کلی تھا۔ بشر میں سے کسی میں بھی اتنی قوت نہیں کہ معصیت الہی کی حقیقت کا اور اک کر سکے۔ جو شخص حقیقت معصیت معلوم کر لے اور یہ بھی سمجھ لے کہ میری یہ معصیت کد امور کو اعلا نہیں کر سکتی۔ ایسے شخص کو خوف بلاشبہ بہت زیادہ ہوگا اس لیے جب حضرت جیسی روح اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ انت قلت للناس انخفونی وامنی الہین من دون اللہ (پ 7 المائدہ 116) ترجمہ کنزالایمان: کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو خدا بناؤ اللہ کے سوا تو آپ نے جو ایمان عرض کیا ان کنت فذلک فقد علمت نعلم ما فی نفس ولا اعلم ما فی نفسک (پ 7 المائدہ 116) ترجمہ کنزالایمان: اگر میں نے ایمان کیا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ آپ نے یہ بھی جواب دیا کہ ان نعتہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم (پ 7 المائدہ 118) ترجمہ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب ہوگیا۔

آپ نے تمام کام مثبت ایزدی کے سپرد کر دیا۔ اپنے عمل کو درمیان سے ہانک ہی الگ کر دیا اس لیے کہ جانتے تھے کہ ہمیں کوئی اختیار نہیں، تمام کام ہی مثبت ایزدی سے وابستہ ہیں کہ عقل اور علوت سے باہر ہیں۔ قیاس، گمان اور وہم سے بھی ان پر حکم نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ کسی معاملے کی تحقیق و یقین ہو سکے۔ اس بات سے ہی قلوب عارفین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

فائدہ:- یقینی قیامت کبریٰ وجہ ہے جس میں بندے کو صرف ایک ہی ذات سے کام چلے گا جسے کوئی پروا نہیں۔ اگر وہ ہلاک کرنا چاہے تو اس جیسے بی شمار بندوں کو ہلاک کر دے۔ دنیا میں انہیں ہمیشہ مختلف قسم کی تکالیف و امراض سے عذاب دیتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود ان کے دلوں کو کفر و نفاق کی پیادری سے دوچار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان پر عذاب مقرر کر دیتا ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرماتا ہے لو شئنا لا نبیا کل نفس ہذا حق القول منی لا ملین جہنم من الجنت والساس اجمعین (پ 21 السجدہ 13) ترجمہ کنزالایمان: اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت فرماتے مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ ونعت کلمتہ ربک لا ملین جہنم من الجنتہ والناس اجمعین اب سوچ طلب امر یہ ہے کہ جب یہ قول پہلے ہی ہو چکا ہے اور اسے مٹانے کا کوئی خیال نہیں ہے پھر خوف کیسے نہیں ہوگا۔ اگر بالفرض محال تصور نہ بھی ہوتی اور معاملہ حل کی روداد ہی یہ منحصر ہو تو پھر بھی کسی تہمید یا حیلے کا طبع ضرور ہو تا مگر اب تو تسلیم کیے بغیر کیا ہو سکتا ہے کہ دل اور اعضاء جسمانی پر جو اسباب مباحوں کے جبکہ خیر کے اسباب کے سلسلے میں انہیں حجاب واقع ہو۔ دنیا سے اس کا علاقہ پختہ ہو تو گویا اس سلسلے میں تقدیر کا راز کھل

کہا ہے کہ میری قسمت میں بد بختی لکھی ہوئی ہے کیونکہ جو جس کے لیے پیدا ہو اس کے لیے ویسا ہی سلسلہ مہیا کر دیا جاتا ہے۔

اگر کسی کے لیے نیکیاں میسر ہوں، دل دنیا سے پاگل ہی جدا اور وہ ظاہر و باطن سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو یہ تمام باتیں اس امر کو چاہتی ہیں کہ ایسے شخص کے لیے خوف کم ہو بشرطیکہ اسے اپنا مل پر بیٹھ رہنے کا اعتقاد ہو لیکن ایک ہی مل پہ ہمیشہ بیٹھ رہنا بڑا مشکل ہے۔

اس کے علاوہ خاتے کا ظہور جنم کے خوف کو بھارتا ہے جبکہ اس شغلے کے بجائے کا کوئی جتن نہیں۔ مل بدلنے کا خوف جان پہ بوجھ بن جاتا ہے۔

حدیث شریف:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے۔“  
ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ”دل بدلنے کے لحاظ سے ہانڈی کے اہل سے بھی زیادہ ہے۔“

فرمان حق:- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان عذاب رحم غیر مامون (پ 29 الطہار 28) ترجمہ کنز الایمان:  
بے شک ان کے رب کا عذاب بڑا ہونے کی چیز نہیں۔ یہ ارشادات سن کر کوئی بہت بڑا جہل ہی ہو گا جو بے خوف ہو گا یعنی اللہ تعالیٰ اعلیٰ طور پر ذرا رہا ہے تو پھر بے خوفی کی گنجائش کہاں ہے۔ یہ تو عارفین پہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان کے دل کو مدح و ربانہ سے ترو و آرزو رکھتا ہے ورنہ ان کے دل خوف کی آتش سے جل کر کباب بن جاتے۔ جیسے اسباب رجاء خواص دلی کے لیے رحمت ہیں بطنی غفلت کے نواہات عام لوگوں کے حق میں رحمت کا سبب ہیں۔ اگر ان سے غفلت ہٹا دی جائے اور لوگوں کو اصل حال کا پتہ چل جائے تو پھر ان کے بدلوں سے جان نکل جائے۔ دلوں کے بدلنے والے کے خوف سے ان کے دل پرزے پرزے ہو جائیں۔

عارفین کا قول:- بعض عارفین کا یہ قول ہے کہ میرے ساتھ اگر کوئی بچپس مل تک مودع رہے اور محض ایک ستون کی آڑ میں مہربانے تو پھر بھی میں اس کی توحید کے بارے میں یقینی بات سے کچھ نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ کیا پتہ کہ اتنے عرصہ میں کہ وہ ستون کی آڑ میں گیا تو اس کے دل میں کیسے کیسے تغیرات پیدا ہوئے؟

عارفین کا دوسرا قول:- بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اگر گھر کے دروازے پر فوت ہونے سے شہادت ملے اور حجرے کے دروازے پر مرنے سے ایمان پر فائز ہو تو مجھے اسلام پر مہربانی منظور ہے اور حجرے کے باہر نہ لنگوں اس لیے کہ کیا مظلوم کے حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک پہنچنے پہنچنے میرا دل تغیر و تبدل کا شکار ہو جائے۔

حضرت ابو وردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:- حضرت ابو وردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما ”ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مرنے کے وقت ایمان چھین لیے جانے سے بے خوف ہو جاتا ہے اس کا ایمان لازماً چھین لیا جاتا ہے۔“

حضرت سہل تستری کا فرمان:- آپ نے فرمایا کہ ہر قدم و ہر دوسو پہ صدیقین کو خاتے کے براہ راست سے دھڑکا لگا رہتا ہے۔

ان کا وصف مبارک بھی اللہ تعالیٰ صدیقین سے ارشاد فرماتا ہے کہ وفلورہم وجلت

حکایت :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصل کا وقت جب قریب ہوا تو آپ بولے گئے۔ آپ پہ خوف بہت وارد ہوا۔ آپ کو لوگوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ کو رجم اختیار کرنی چاہیے کیونکہ تمہارے گناہوں سے بھی بڑا اللہ تعالیٰ کا عفو ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں گناہوں کے سبب نہیں دلاؤں گا، اگر مجھے پتہ چل جائے کہ میرا خاتمہ توحید پہ ہوگا تو پھر خود پناؤں کے بغیر بھی گناہ میرے ساتھ جائیں، مجھے کوئی پروا نہیں۔

حکایت :- بعض خوف کرنے والوں میں سے کسی نے اپنے بھائی کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ میرے فوت ہوتے وقت میرے سر کی طرف بٹہ کر دیکھا اگر توحید پر میرا خاتمہ ہو تو پھر میرے دل سے ہر دم اور شر خرید کر شہر کے بچوں میں بانٹ دینا اور یہ کہنا کہ ایک شخص کو قید سے رہائی ملی ہے، یہ مطلق اس کی ہے اور اگر توحید پر میرا خاتمہ ہو تو پھر لوگوں کو بتا دینا کہ یہ توحید پر نہیں مرے۔ کیسے ایمانہ ہو کہ کوئی دھوکے میں آکر میرا جنازہ بڑھنے آئے، اس طرح مرنے کے بعد بھی مجھے دیا جی رہے۔ اس طرح اگر تم تمام لوگوں کو بتا دو گے تو پھر اگر کوئی آئے گا تو اپنی مرضی سے آئے گا، دیار کی وجہ سے کوئی نہیں آئے گا۔

اس پدھرگ سے ان کے بھائی نے دریافت کیا کہ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا ہے یا نہیں؟ اس اللہ کے بندے نے اس کی علامت بیان کر دی کہ توحید پر مرنے کی علامت یہ ہوگی۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے بھائی نے فحاشی کے وقت توحید پر مرنے کی علامت پائی۔ نصیحت کے مطابق ہر دم اور شر خرید کر شہر کے بچوں میں بانٹ دیئے۔

اقوال بزرگین :- حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ عام مرید کو خوف میں مبتلا ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور عارفین کفر میں مبتلا ہونے کے خوف میں مبتلا ہوتے ہیں۔

حضرت ابو یزید سہامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں مسجد میں جاتا ہوں، پتہ چل ہے جیسے میری کمر میں تیز پڑی ہوئی ہے۔ مجھے خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ کیسے ایمانہ ہو کہ وہ مجھے گرا کر آتش کدے میں ہی نہ لے جائے۔ مسجد میں داخل ہونے تک وہ زنا میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ جب مسجد میں داخل ہو جاتا ہوں تو پھر وہ مجھ سے جدا ہوتا ہے۔ یہ معاملہ دن میں پانچ بار میرے ساتھ پیش آتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”اے حواری! تم گناہوں سے ڈرتے ہو جبکہ ہم پیغمبروں کی جماعت کفر سے ڈرتے ہیں۔“

حکایت :- کہیں انبیاء کرام کے تذکرے میں یہ حکایت بیان ہوئی ہے کہ کوئی پیغمبر کی مثل تک اللہ تعالیٰ سے بھوک پر بھگی اور جو اس کی حکایت عرض کرتا وہ دلہ لڑکوں سے بچا ہوا ان کا لباس تھا۔ ان پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ کیا اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ہم نے تمہیں کفر سے بچائے رکھا ہے اور اب دنیا طلب کر رہے ہو۔ انہوں نے اپنے سر میں خاک ڈالتے ہوئے عرض کیا کہ یا اللہ! میں راضی ہوں، مجھے کفر سے بچائے رکھا۔“

فائدہ :- غور و فکر کرنے کا مقام ہے کہ جب غصے کی برائی سے ایسے ایسے عارفین خوف کھاتے ہیں کہ جن کے قدم راح نور ایمان مضبوط ہیں تو پھر کنوڑ کیسے نہیں خوف کھائیں گے۔

خاتمہ پرا ہونے کے اسباب :- چند اسباب خاتمہ پرا ہونے کے ہیں جو کہ نکل از موت ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بدعت، فتنہ، تکبر اور کچھ اور دوسری بری صفیں۔

نفاق :- فتنہ ایسی بری بلا ہے کہ اس سے بھی خاتمہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نفاق سے بہت ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو یہ بات مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ :- جن بزرگوں کے نزدیک نفاق ایمان کی ضد والا نفاق مراد نہیں ہے بلکہ وہ نفاق مراد ہے جو ایمان کے ساتھ بھی کیجا ہو سکتا ہے یعنی اس نفاق کے لحاظ سے یہ ہو سکتا ہے کہ بدو مسلمان ہوتے ہوئے بھی منافق ہو۔ ایسے نفاق کی علامات احداث میں بہت بیان ہوئی ہیں۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اربع من کن فیہ فهو منافق خالص وان صلی وصام وزعم انه مسلم وان کانت فیہ خصلتہ منہن ففیہ شعبۃ من النفاق حتی بدعھا من اذا حدث کذباً واذا وعد اخلف واذا نمن خیان واذا تحصم فجعہ "چار ایسی چیزیں ہیں کہ یہ جس میں ہوں گی وہ پکا منافق ہے خواہ نماز پڑھے روزہ رکھے اور کسے کہ میں مسلمان ہوں۔ ان علامتوں میں سے ایک (بری) علامت بھی ہو تو پھر اس میں نفاق کی ایک شاخ ہوگی جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑے کہ وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو پھر اسے پورا نہ کرے اور جب (اس کے پاس کوئی) نیت رکھی جائے تو (اس میں سے) خیانت کرے اور جب خصومت کرے تو پرا بھنا کرے۔

فائدہ :- ایک اور روایت میں واذا عاهد غدر بیان ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین نے نفاق کی ایسی تفسیر بیان کی ہے کہ جس سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر نفاق سے کوئی بھی نہیں بچا ہوا۔

حضرت بصری کا قرین :- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر اور باطن کا تعلق ہونا بل و زبان کا آپس میں تعلق ہونا اور دہر اور باہر کا تعلق ہونا۔

فائدہ :- لب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کوئی ہمیں بتائے کہ جن تمام باتوں سے کون بچا ہوا ہے بلکہ یہ تمام باتیں تو لوگوں میں اس طرح روج بس گئی ہیں کہ انہیں کوئی برائی نہیں سمجھتا علحدہ ازہیں یہ امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے قریبی دور میں بھی پائے جاتے تھے اس دور میں انہیں کون جانتے۔

حضرت حذیفہ کا قرین :- حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد

مبارک میں آوی ایسا لفظ کہتا کہ وہ محض جس کے کہنے کی وجہ سے متفق ہو جاتا، فی زمانہ وہی لفظ میں ایک دن میں دس بار تم سے سنتا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ ایسے اہل کرتے ہو جو تمہاری نظریں میں ہل سے بھی زیادہ باریک ہوتے ہیں مگر انہیں اہل کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مٹا کر کبیرہ خیال کرتے تھے۔

بعض اکابرین کا فرمان :- بعض اکابرین نے ارشاد فرمایا کہ نفاق کی نشانی یہ ہے کہ جیسا کام بندہ خود کرے، اگر اسی جیسا کام دوسرے لوگوں سے سرزد ہو جائے تو اسے برا تصور کرے۔ کسی سے تو ظلم کرنے کی وجہ سے محبت کرے اور کسی سے حق بات کہنے کی وجہ سے بھی دشمنی کرے۔

بعض اکابرین نے فرمایا کہ نفاق یہ ہے کہ جب کوئی تعریف الہی بات سے کرے جو کہ ممدوح میں نہ ہو تو ممدوح کو وہ تعریف کرنا اچھی لگے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ جب ہم امراء کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو وہ اس وقت جو کچھ بھی کہتے ہیں ہم اسے صحیح کہتے ہیں اور جب وہیں سے چلے جاتے ہیں تو پھر ان کی حقارت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نفاق تصور کرتے تھے۔

حکایت :- مروی ہے کہ کسی کو کہتے ہوئے آپ نے سنا کہ وہ حجاج کو برا کہہ رہا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اگر حجاج تیرے سامنے یہاں موجود ہو تو کیا پھر تو اس کے سامنے بھی یہی کچھ کہتا تو اس شخص نے عرض کیا اس کے سامنے تو میں یہ کچھ نہ کہتا۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم الہی بات کو نفاق تصور کرتے تھے۔

حکایت :- اس حکایت سے بھی زیادہ سخت یہ حکایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در اقدس پہ چند لوگ بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہے تھے اور آپ کے احوال ایک دوسرے کے سامنے بیان کر رہے تھے۔ جب آپ اپنے در اقدس سے نکلے تو پھر تمام لوگ آپ سے حیا کرتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم جو باتیں کر رہے تھے اب وہی باتیں کرو، تمام حاضرین جب سادھے بیٹھے رہے۔ آپ نے فرمایا اسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نفاق تصور کرتے تھے۔

فائدہ :- حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ بزرگ صحابی ہیں کہ جو منافقین اور عہد نفاق پہچاننے میں مخصوص تھے۔ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دل پہ ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ جس وقت بندے کا دل ایمان سے معمور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں سے نفاق کو سوئی برابر گھٹائش داخل ہونے کی نہیں ملتی اور ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے کہ جس وقت بندے کا دل نفاق سے اس حد تک معمور ہو جاتا ہے کہ ایمان کو سوئی چھانے کی مقدار برابر بھی گھٹائش نہیں میرا آتی۔

خلاصہ :- خلاصہ کلام یہ کہ خاتمے کی برائی کا خوف عارفین کو چھٹا رہتا ہے اور اس کے چند امور سبب بنتے ہیں جو کہ خاتمہ سے قبل ہی واقع ہوتے ہیں۔ ان امور میں سے بدعت گناہ اور فحاشی بھی ہیں۔ ان سے بندہ کسی وقت غافل رہتا ہے؟ اگر یہ گناہ کر بھی لے کہ میں فحاشی سے بچا ہوا ہوں تو حقیقتاً یہ بھی فحاشی ہی ہے کیونکہ 'مشہور قول یہ ہے کہ فحاشی سے بے خوف جو شخص بھی ہو' وہ بھی منافق ہے۔ بعض اکابرین نے کسی عارف سے دریافت کیا کہ کیا کہ میں اپنے نفس پہ فحاشی (کی معیشت) سے ڈرتا ہوں تو عارف نے فرمایا اگر تو واقعی منافق ہو تا تو پھر فحاشی سے ہرگز نہ ڈرتا۔ ہر عمل عارف کو ہمیشہ سابقہ ازل اور خاتمے کی طرف سے التفات رہتا ہے اس لیے حدیث شریف میں ہے کہ العبد المؤمن بین مخافتین بین اجل قدمی لا یدری ما اللہ صانع فیہ بین اجل قدی فی لا یدری ما اللہ قاض فیہ قولہ الذی نفسی ببیدہ ما بعد الموت من مستعذب ولا بعد الدنیا وارا الجنة اوالنار قرعہ : "ایک روایت تھی کہ جو گزر گئی تھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس میں کیا کرتا ہے اور ایک مدت وہ ابھی باقی ہے اسے بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی کیا کچھ ارشاد فرمائے والا ہے۔ پس اس ذات کی قسم کہ جس کے قطعہ قدرت میں میری جان ہے، مرنے کے بعد اس کی رضا حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور دنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے سواء کوئی کمر نہیں ہے۔

سوء خاتمے کا مفہوم :- چونکہ یہ بیان ہوا ہے کہ اکثر عارفوں کو برے خاتمے کا خوف لاحق ہوتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سوء خاتمہ کا مطلب بیان کر دیا جائے۔ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے (۱) جن میں ایک دوسرے سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ یہ ہے کہ دل پہ سکرات موت کے وقت شدت احوال کے تصور کے وقت شک یا انکار حق تعالیٰ کی ذات کے سلسلے میں غلبہ اختیار کر جائے اور اسی شک یا انکار کی حالت میں ہی جان جسد فحشری سے نکل جائے۔ پس انکار کی یہ گمرہ بندے اور حق تعالیٰ میں حجاب بن جاتی ہے۔ حقیقی کی فرقت اور دائمی حجاب کا حقدار ضرورتی ہے۔

(۲) یہ پہلے کی نسبت کم درجہ رکھتی ہے کہ مرنے کے وقت بندے کے دل پہ دنیا کی تمام چیزوں میں سے کسی ایک دنیوی چیز غالب آجائے۔ دل پہ کوئی دنیوی شہوت چھا جائے اور اس شہوت میں دل یوں ڈوب جائے کہ اس حل کے سواء کسی دوسری چیز کی گنجائش دل میں نہ رہے۔ اتفاقاً ایسے وقت میں جان جسد فحشری چھوڑ جائے تو پھر اس وقت کے دل کے اشتقاق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندے کا چہرہ اور سر دنیا کی طرف پھرا ہوا ہوگا۔ اس وقت بندے کا چہرہ جب حق تعالیٰ سے پھر گیا تو پھر حجاب ہی ہوگا۔ جس حجاب ہوگا وہیں عذاب نازل ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آگ سلگائی ہے وہ محض حجروں کو ہی لگتی ہے۔ جن ایمانداروں کے دل دنیوی محبت سے محفوظ ہیں وہ ہمہ تن و ہمہ ہمت حق تعالیٰ میں مصروف ہیں۔ انہیں تو آگ اس طرح کہہ کر جان چھڑائے گی کہ اے مومن تو جلدی گزر جا کہ تیرے لوہے تو میرے شعلے کو بجھا دیا ہے۔

فائدہ :- غرضیکہ اگر جان نکلنے وقت دنیا کی محبت کا غلبہ ہوگا تو پھر واقعی خطرے والی بات ہے اس لیے کہ بندہ اسی

حالت پر فوت ہوتا ہے جس پر حسیۃ زندہ تھا۔ اسے بعد از مرگ کوئی صفت بھی نہیں ملتی جو کہ دل پہ چھلی ہوئی صفت کے متلاف ہو کیونکہ ظاہری اہل کے بغیر دلوں پہ تصرف نہیں ہوتا اور بعد از مرگ تمام بیکار ہو جاتے ہیں اور ان کے اہل بھی بند ہو جاتے ہیں۔ کسی سے عمل صادر ہونے کا طبع بھی نہیں رہتا اور نہ ہی دنیا میں پلٹ کر اس کے قدارک کی توقع بھی نہیں رہتی۔ اس حالت میں بندے کو حسرت بہت ہوگی۔ پھر بھی چونکہ اہل ایمان اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں کلنی عرصہ جمی رہی تھی اور مزید نیک اہل کی بدولت مضبوط ہو گئی اس لیے ان دونوں سے وہ حالت جو بندے کو مرتے وقت لاحق ہوئی 'مٹ جائے گی۔ پس اگر ایمان خشک برابر بھی مضبوط ہوا تو پھر بندے کو جلد ہی دوزخ سے نکل لے گا اور اگر اس سے بھی کم ہوا تو پھر کلنی عرصہ دوزخ میں ٹھہرا پڑے گا۔ اگر وہی برابر بھی دل میں ایمان ہوگا تو پھر بھی دوزخ سے باہر نکل آئے گا خواہ ہزار بار سے عذاب جمیل کرایں کیوں نہ نکلے۔

سوال :- اگر کوئی کہے کہ اس تقدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد ہی دوزخ کی آگ مجرم کو آئے گی 'پھر قیامت تک کی دیر اور اتنا عرصہ کی صلت کیوں ہوتی ہے؟

جواب :- اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عذاب قبر کا منکر جو مفصل ہے 'وہ بدعتی ہے۔ وہ نور حق 'نور قرآن اور نور ایمان سے محروپ ہے۔ اہل بصیرت کے نزدیک درست یہی ہے کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور یہی بات صحیح احادیث سے معلوم بھی ہوتی ہے۔ پس اگر بندے کا تعلق باخیر نہیں ہوا 'بدبخت ہو کر اس جہنم قلی سے گیا تو جسم سے روح کے جدا ہوتے ہی فوراً عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے عذاب قبر ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی قبر پہ دوزخ کے سرد رواڑے مکمل جاتے ہیں۔ عذاب کی قسمیں بھی اوقات کے اختلاف کے حساب سے مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو پھر میت سے منکر نکیر کا سوال ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسے عذاب دیا جاتا ہے 'پھر حساب کتاب کی الجھن اور تمام کے سامنے قیامت کے دن رسوائی ہونا 'پھر اس کے بعد پل صراط سے گزرنے کا خوف 'دوزخ کے فرشتوں کی نصیحت وغیرہ۔ جو احوال احادیث میں بیان ہوئے ہیں 'پس بدبخت اپنے تمام حالات اور عذاب کی اقسام میں ہی پھرتا رہتا ہے اور اپنے اہل کی سزا بھگتا رہتا ہے مگر اس صورت میں وہ عذاب سے مستثنیٰ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت میں چمکالے۔

فائدہ :- یہ کبھی بھی تصور نہ کرنا کہ مقام ایمان کو مٹی چلت جاتی ہے بلکہ مٹی تو ظاہری اعضاء جسمانی کو کہا کر جدا ہوا کر رہتی ہے یہی تک کہ وہ مقرر کردہ وقت آجائے 'اس وقت تمام بکھرے ہوئے اجزاء اکٹھے ہو جائیں گے اور اس جسم میں دوبارہ روح آجائے گی جو کہ ایمان کا مقام ہے اور یہ روح بعد از مرگ سے اس وقت تک یا تو سبز چاندروں کے پہلوں میں رہے گی جو کہ عرش عقیم کے نیچے لگنے والے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ سعید ہو اور اگر بدبخت ہوگی تو پھر کسی بری حالت میں پہلی حالت کے خلاف رہے گی۔

سود خاتمہ کے اسباب :- لب وہ تمام اسباب بیان کیے جاتے ہیں جو سود خاتمہ کا موجب بنتے ہیں۔ اگرچہ یہ

مہذب بہت زیادہ ہیں انہیں تھیلا بیان کرنا ممکن نہیں مگر پھر بھی کثرت اشارے سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ملک اور افکار پر خاتمہ کا سبب دو صورتوں میں منحصر ہوا کرتا ہے۔ پہلی صورت کہ وضع و زوال اور اہل عمل میں صلاح یا فساد کا سبب ہو سکتی ہے۔ دوسرے ہے کہ مذہب کرنے والا بدعتی ہو کیونکہ ہر بدعتی کا انجام بڑا خطرناک ہے خواہ ظاہری عمل اچھے ہی کیوں نہ ہوں اور بدعت سے ہماری فرض معین کہ مذہب نہیں ہے کہ اسے بدعت کے زمرے میں تھیٹ لیں اس لیے کہ اسے بیان کرنے کے لیے کافی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ بدعت سے ہماری مراد یہ ہے کہ بدعت حق تعالیٰ کی ذات 'مفادت اور اہل عمل کے سلسلے میں کسی غیر واقع بات پہ عقیدہ رکھ لے اور اس کا یہ غلط عقیدہ یا تو اس کی اپنی تجویز قیاس یا عقل سے ہو کہ جب وہ اپنی تجویز یا قیاس سے اپنے عقیدہ کو رک پھرائے تو پھر اپنی عقل پر اعتقاد اور عزم اختیار کیا اور غلط امر پہ اپنی عقل پر اعتقاد کرتے ہوئے عقیدہ اختیار کر لیا یا کسی دوسرے شخص کی پیروی کرتے ہوئے اس میں یہ عقیدہ مضبوط ہو گیا۔ ہر حال جب ایسے شخص کی موت کا وقت قریب آجائے وہ ملک الموت کے چہرے کو دیکھتا ہے اس کے دل کو اپنے اندر دلی چتر کی وجہ سے پھر گہرا ہمت طاری ہو جاتی ہے۔ اس طرح بعض اوقات سکرات موت کی حالت میں ہی اس پہ یہ واقعہ کھل جاتا ہے کہ جس پہ پہلے میں نے عقیدہ کی بنیاد رکھی تھی وہ عقل جہالت اور باطل ہے۔

فائدہ:- اس وقت معلوم ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ موت کا عمل پروے کے اندر جانے کا وقت ہے یعنی چیزوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے جبکہ سکرات موت موت میں ہی شامل ہے۔ اسی جہت کی بنا پر بعض باتیں واقعی سکرات کے وقت واضح ہو جاتی ہیں۔

پس جب بدعت کو پتہ چل گیا کہ یہ میرا حیات مستعار والا عقیدہ کہ جس پر مجھے یقین اور قوی اعتقاد باطل ہے تو مجھ کو اپنے عقیدے کو جبراً نہیں سمجھ بیٹھا کہ جس میں اپنی رائے کو دخل دیا تھا بلکہ یہ اس گمان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں نے جو کچھ بھی سمجھا اس میں سے کسی کی بھی کوئی اصل نہیں یعنی پہلے تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے اور اپنے عقیدے کو درست سمجھنے میں تفریق نہیں کرتا تھا۔ مرنے کے وقت کچھ عقائد کا حال جہالت کے خفا سے پتہ چلے گا تو اس کی وجہ سے دوسرے عقائد جو کہ حقیقتاً درست تھے وہ انہیں بھی غلط ہی سمجھ بیٹھے گا یا ان صحیح عقائد میں بھی شک کر بیٹھے گا۔ اب اگر اس غلط حالت میں اتفاقاً اس کی مدد بدلتے سے کھلے اور اصل ایمان اور اصلی حالت پر کرنا چاہے تو واضح ہے کہ اس کا خاتمہ سودی ہو گا (اللہ نہ کرے) کہ اس کی مدد حالت شرک پر لگے گی۔ پس ان آیات مبارکہ میں ایسے ہی لوگ مر جائیں۔

آیت نمبر ۱۰: وینا انہم من اللہ مالہم بکونوا یحسبون

آیت نمبر ۱۱: قل هل ننبئکم بالآخرین اعمالا الغیب خلی سمیعہم فی الحیوۃ العنیا وہم یحسبون انہم یحسبون صنعا پ ۱۱۵ گفت (104703) ترجمہ کنز الایمان: تم فرمادیا کہ ہم تمہیں بتا دیں کہ سب سے پہلے کہ ناقص عمل کن کے ہیں ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا



خیال کر رہے ہیں۔

فائدہ :- اور جس نے کہ خواب میں زمانہ مستقبل کے محل کا پتہ چل جاتا ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ سونے کے وقت دل پہ دنیوی فتنہ کم ہوا کرتے ہیں پونہی سکرات موت کے وقت بھی بعض امور ظاہر ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ دنیوی کاروبار اور دنیوی شوقیں قلب کو اسباب سے رکھوت بن جاتی ہیں کہ ملکوت کو رکھ کر دل کو محفوظ میں سے مٹا کر دے اور جیسے حقیقتاً ہیں اسے اس کا علم وہ جائے پس ایسی حالت دل کو کشف کا سبب بن جاتی ہے اور کشف کی بنا پر ہی اجتہاد عقائد میں شک کی بو آئے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نور اس کے صفات و اہل میں کسی غیر واقعی امر کا معتقد ہو جائے تقلید کی بنا پر یا عقل و تجویز کی بنا پر اس کے لیے درج بالا بیان کردہ خطرہ لاحق ہونے کا خوف ہے۔ اسے دور کرنے کے لیے شخص زہد کفنی نہیں ہے۔ اس خطرے سے صحیح اعتقاد کے بغیر نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔

فائدہ :- جبکہ عام بھولے بھالے لوگ اس خطرے کے کنارے پہنچ جاتے ہیں یعنی جو لوگ حق تعالیٰ اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آخرت پر جانا ایمان لائے اسی پر مبنی عقلی اختیار کی جیسے بدو (دیوانی) اور عوام جو کہ بحث و تحقیق کی بھول چلیں سے دور رہتے ہیں۔ کلام کو مقصود ہدایت سمجھ کر نہیں کرتے اور نہ ہی حکمین کے مختلف اقوال کی تقلید کو بیان کرتے ہیں ان میں سے کس کی سنیں ایسے ہی لوگوں کے حق میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ اکثر اہل الجہنۃ اہلہ ترجمہ: اکثر جہنمی بھولے بھالے ہیں

فائدہ :- غالباً اسی وجہ کی بنا پر سلف صالحین بحث و تحقیق اور کلام اور ہی امور کے سلسلے میں تحقیق سے روکتے تھے۔ عام مخلوق کو یہی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے صرف اسی پر ایمان لاؤ اور الفاظ کی ظاہری سمجھ بوجھ سے جو کچھ سمجھ آتا ہے اسے ہی صحیح سمجھو اور تشبیہ کا عقیدہ نہ رکھو اور نہ ہی تلوٹوں کے بھول چلیں میں پڑو۔ کیونکہ صفوں میں گفتگو کرنا بری بات ہے اور اس کی گمانیاں بدی منت ہیں اس کے راستے مشکل حق تعالیٰ کے جلال کے اور آگ سے محفوظ قاصر ہیں۔

فائدہ :- چونکہ دل دنیوی محبت میں مشغول ہیں اس لیے نور یقین سے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ان پر وارد ہوتی ہے وہ غصہری ہوئی ہے اور بحث و تحقیق میں جھٹلا اپنی عقل و دانش کے مطابق جو کچھ کہتے ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف ہے اور دل ان باتوں کے ساتھ مایوس اور متعلق ہوا کرتے ہیں جو کہ خود دنیا کی ابتداء میں ان میں پڑتے ہیں۔ مخلوق میں پھیلے ہوئے تعصبات ہی سروروی عقائد کی جڑ ہیں۔ نیز وہ عقائد جو اساتذہ سے شروع شروع میں ہی حسن ظن کی وجہ سے ہوتے ہیں علاوہ ان میں پھر طبیعتوں کا یہ عمل ہے کہ جہتیں بھی دنیوی محبت میں مشغول اور اسی کی طرف توجہ کیے ہوئے ہیں۔ ان کا لگا دنیوی شوقیں دہکتی ہیں۔ صحیح اور کمال فکر سے دو گرد ہیں۔

پس ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفوں کے بارے میں اپنی اپنی رائے کے مطابق گفتگو کرنے کا دروازہ کھلا ہے جبکہ لوگوں کی طبیعتوں اور ذہنوں میں فرق تو ہوتا ہی ہے اور ہر حال میں حرم رکھتا ہے کہ بدی کمال ہوتا جاہیے جبکہ کہ حق محیط اس نقطہ نظر سے جسے جو کچھ بھی سمجھ آئے گا وہی سمجھ کہنے لگے گا اور پھر ان سے جو بھی

ہے گا، اس کا دل بھی اس بات کا اعتقاد اختیار کر لے گا اور پھر آہستہ آہستہ اسی عقیدے کے ساتھ ملوث ہونے کی بنا پر اسے مضبوط ہو جائے گا اور جو بات ان کی قوت سے باہر ہے، اس کے درپے نہیں ہوں گے۔

مگر کیا کیا جائے معاملہ بہت سست روی کا شکار ہو گیا۔ ہر طرف بیہوشی کا دور دورہ ہے جو کچھ بھی ہر باطل کے گمان فاسد میں سما گیا ہے، وہ اسی کا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے اعتقاد باطل میں اسی کو علم اور استیقام تصور کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو ایمان کی صفات سے متصف جانتا ہے کہ میں جس بات پر بھی اپنی رائے پہ قانع ہو بیٹھا ہوں، علم یقین بھی یہی ہے اور یقین یقین بھی۔ حالانکہ چند روز بعد اسے اس کا مزہ معلوم ہو جائے گا کہ جب حقیقت واضح ہو گی کہ وہ خود ہی غلطی پر تھا۔

اس بات کو یقین سے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسل اور کتب سلویٰ پہ خاص ایمان کو ترک کر کے جو اس بات میں ملوث ہو جاتا ہے، وہ اس خطرہ کی دلدل میں اپنے آپ کو گرا دیتا ہے۔

مثلاً: اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کی کشتی ٹوٹ جائے اور وہ موجوں کے رحم و کرم میں ہلکولے کھا رہا ہو۔ موجیں اسے ادھر سے ادھر پھینک رہی ہوں تو اس حال میں کم ہی ایسا اتفاق ہوا کرتا ہے کہ بندہ سلامتی سے کنارے پر آجائے بلکہ غالب امر یہی ہے کہ ہلاکت کا مزہ چکھے گا۔

فائدہ:- پس کد حقیقت یا لومف کے پکر میں پھنسا محض جہالت ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ اپنی عقل کے بموجب کچھ بیان کرتے ہیں اور دوسرے لوگ ان سے عقائد سیکھتے ہیں، وہ بھی دو احوال سے متعلق نہیں ہوتے۔

(1) یا تو کسی کی کوئی نہ کوئی دلیل ہوگی کہ دلیل سے اس عقیدے کو اختیار کیا۔

(2) یا یہ دلیل کوئی بھی دلیل نہیں ہوگی یعنی یہ دلیل ہی عقیدہ اختیار کر لیا۔

اب اگر اس دوسرے فرقے والوں کو اس میں شک ہوگا تو پھر ان کا دین فاسد ہے اور اگر پہلے گروہ کے قول کا انکو ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فکر سے مامون ہوتا اور اپنی ناقص عقل پر مغرور ہونا اس شخص پہ لازم آتا ہے۔ اسی طرح جو بھی اس بحث مباحثہ میں شامل ہوگا، ہر اس شخص کی بھی دو حالتیں ممکن ہیں مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ حدود عقل سے نکل جائے اور عالم ولایت و نبوت میں چپکنے والا نور بھی اس تک پہنچے۔ یہ بات مسلم ہے کہ کبریت احرارے مگر پھر بھی کئی میسر آسکتی ہے۔ بھولے بھالے آدمی اور غوام اس خطرے سے آزاد ہیں۔

فائدہ:- ہر جنم کے خوف کی وجہ سے جو لوگ حق تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس فضول بات کی بنا پر حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ خلاصہ یہ کہ ایک حیثیت سے سوء خاتے کا اندیشہ انہیں بھی ہے۔ دوسری صورت شک اور انکار پر خاتمہ ہونے کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ ایمان دراصل کمزور ہوتا ہے، پھر دل پہ دنیوی محبت قلبہ اختیار کر لیتی ہے۔ جب ایمان کمزور ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیوی محبت مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کی اتنی زیادہ قوت ہوتی ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے کوئی جگہ نہیں رہتی، صرف دل کے دوسرے امور اس محبت کا محض خطرہ ہی رہ جاتا ہے۔ حقیقتاً حق تعالیٰ کی محبت دل

نے ختم ہو جاتی ہے۔

فائدہ :- نفس کی مخالفت کرتے اور شیطانی راہ سے پھرنے میں اس کے دل پر کچھ اثر ہو تو پھر اس کا یہ عمل ہوتا ہے کہ بعد از شوقوں کی اندھیر گہری میں غرق ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دل سیاہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلسل گناہوں کے کرنے کی وجہ سے اس کے دل پر گناہوں کی سیاحی کی قند جم جاتی ہے۔ اس کے دل میں جو معمولی سا ایمان کا نور تھا کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر مرور رنگ لگ جانے کی صورت تک آ پہنچتی ہے۔

سکرات موت جب شروع ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ کی محبت مزید کمزور ہو جاتی ہے کیونکہ اسے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اب اسے چھوڑنے کا وقت آن پہنچا اس کے دل میں اس بدائی کا مدور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جدائی کی وجہ جانتا ہے اس لیے دل میں یہ بات پیدا ہو جایا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت مجھ پر موت کو کیوں مسلط کر دیا ہے؟ کیونکہ موت تو بڑی بری ہے۔ اسے موت کی آمد اور محبوب سے جدائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بری معلوم ہوتی ہے اس لیے اس وقت یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ اس کے دل میں کیسے اللہ (عزوجل) کی محبت کی بجائے اللہ (عزوجل) سے بغض کا بلبل جوش نہ مار لے گا۔

مثلاً :- جس طرح کہ کوئی اپنے بیٹے سے تھوڑی سی محبت رکھتا ہو اور دل سے محبت زیادہ اس حالت میں اس کا بیٹا اس کا دل چوری کر کے بھاگ جائے یا جلادے تو ایسی حالت میں وہ جو قلیل سی محبت اسے اپنے بیٹے سے تھی وہ قلیل سی محبت بھی بغض میں بدل جائے گی۔ یہاں کا معاملہ بھی ایسا سمجھنا چاہیے۔ پس اگر اتفاقاً بندے کی روح اسی وقت نکل جائے جس وقت اللہ (عزوجل) کی طرف سے اس کے دل میں بغض جوش مار رہا ہو تو پھر صاف ظاہر ہے اس کا خاتمہ برا ہی ہو گا اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کے محسوس گڑھے میں جا کرے گا۔

فائدہ :- یہ جو سبب کہ اس کا ایسا برا خاتمہ ہوا، دنیوی محبت کا غالب ہونا اس کی طرف میل کرنا اس کے اسباب سے خوش ہونا ہو کہ جس وجہ سے ایمان کمزور ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی کمزوری کا موجب ہو ہو اس سے بچ چلا کہ اگر کوئی اپنے دل میں دنیا کی محبت سے زیادہ اللہ (عزوجل) کی محبت کو دیکھے، خواہ وہ اسے بھی محبت کیوں نہ رکھتا ہو تو ایسا شخص اس خطرے سے دور رہے گا مگر دنیوی محبت پر غطا و گناہ کی جڑ ہے۔

نوٹ :- یہ مرض ایسا ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں۔ تمام مخلوق اس لاطیف بیماری میں پھنسی ہوئی ہے اور اس مرض کے لاحق ہونے کا بڑا سبب یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت کم پہچانتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ سے منور محبت کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جو رکھتا ہے اسے جو کوئی بھی پہچانتا ہے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے محبت بھی کرتا ہے۔ اسی محبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فل ان کان اباءکم وابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموالن افترقتموها و نجارة و نختون کسادھا و مساکن نرضونها احب الیکم من اللہ و رسولہ و جہاد فی سبیلہ فترضوها حتی یانی اللہ بامرہ (پہ 10 الخوہ 24) ترجمہ

کفر و ایمان: تم قرآن اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کنبائی کے بل اور وہ سود جس کے نقصان کا نہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

خلاصہ :- جس کی روح ایسے وقت میں نکلے کہ اللہ تعالیٰ کا اسے موت دے، اس میں اور اس کے پیوی بچوں 'بل' اسباب اور تمام محبوب چیزوں میں جدائی ڈال دے اور اسے دل سے یہ برا معلوم ہو تو ایسے شخص کی موت اسی بغض کے ساتھ ہی مرنا اور محبوب اشیاء کو چھوڑنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے آئے گا جیسے آقا سے بغض رکھنے والا غلام بھاگا ہوا ہو اور زیر دست آقا کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا ہو، ایسے شخص کی جو کچھ آقا کی طرف سے رسولی اور درگت بننے کی وہ انکس من العس ہے۔

فائدہ :- جس کی وفات اللہ جل جلالہ کی محبت پر ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے درو ایسے ہی آئے گا جیسے امجا غلام خدمت گار اپنے آقا کا مشتاق جان کا ہی سے آقا کی خدمت کرنے والا سخت محنت سے خدمت کرنے والا آقا کا محض دیدار کرنے کے لیے سفر کی سختیاں سے۔ پس ایسا شخص تو دربار علی شان میں پہنچے ہی جس طرح خوش ہوگا وہ واضح ہے۔ اس کی خوشی کے علاوہ اسے مختلف قسم کے انعام و اکرام اس بارگاہ سے میرا میں گے۔

شک و انکار پر مرنے سے کم درجے والے کا انجام :- اب اس شخص کے انجام کا محل بھی سنئے جو شک و انکار پر مرنے سے کم درجے پر ہے جو بیشک دوزخ میں رہنے کا مستحق نہیں ایسے سود خاتمہ کے بھی دو اسباب ہیں۔ (۱) گناہوں کی کثرت خواہ ایمان مضبوط ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) ضعف ایمان خواہ اس کے گنہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔

گناہوں کے اور مطلب کا سبب :- اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اس سبب سے گناہوں کا اور مطلب کرتا ہے کہ اس پر شہوتیں غلبہ پا جاتی ہیں۔ الفت و علت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں گھر جاتی ہیں۔ ساری زندگی بندہ جن چیزوں سے مایوس رہتا ہے ان تمام چیزوں کی یادیں اس کے دل میں مرتے وقت بھی چلی آتی ہیں۔

مثلاً :- طاقتوں کی طرف میل اکثر ہوتا ہو تو سکرات موت کے وقت حق تعالیٰ کی طاعت ہی اکثر دہشت ہوا کرتی ہے اور اگر بندے کا میل زندگی بھر گناہوں کی طرف ہوتا ہو تو پھر سکرات کے وقت دل پہ انہیں کا ذکر غلبہ ہوتا ہے اور کبھی کبھار میں بھی ہو جاتا ہے کہ جب دنیا کی شہوتوں میں سے کوئی شہوت یا کوئی گنہ اس کے دل پہ غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر اس محل میں ہی اس کی مدح نکل جاتی ہے اور اسی کا متیہ ہو کر دل اللہ تعالیٰ سے محبوب بن جاتا ہے۔ پس جو شخص کبھی کبھار گنہ کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ ایسے خطرے سے بڑی ہے اور جو شخص گنہ کبھی نہیں کرتا وہ (ان شاء اللہ) بیشک سود خاتمہ سے مایوس رہے گا مگر جس پر گنہ غلبہ ہوتے ہیں طاعت سے زیادہ اس کے گنہ ہیں اور اس کا دل طاقتوں سے بھی زیادہ گناہوں کی گندگی سے خوش ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے یہ خطرہ بہت ہے۔ اسے ایک مثل کے ذریعے سمجھ لیجئے۔

مثلاً :- وہ مثل یہ ہے کہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ بندہ اکثر و بیشتر ہمیں باتوں کو خواب میں دیکھتا ہے جتنیں زندگی میں بکثرت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جو بات جاننے کی حالت میں کرتا ہے، ناسی سے ملتی جلتی ہی خواب میں دیکھتا ہے حتیٰ کہ قریب بلوغ کے لڑکا جسے احکام ہوتا ہے، وہ خواب میں جماع کی حالت میں دیکھے گا بشرطیکہ جائز ہوئے اس نے کبھی بھی جماع نہ کیا ہو۔ اگر عرصہ و راز تک اس نے جماع نہ کیا تو پھر بھی وہ یقیناً احکام خواب میں جماع کرتا اپنے آپ کو نہیں دیکھے گا۔

دوسری مثال :- یونہی اگر کوئی اپنی تمام حیات مستعار فقہ سیکھنے میں ہی گزار دے تو پھر وہ خواب میں بھی علم اور علماء کے متعلق ہی دیکھے گا اور وہ ایسے خواب تاجر کی نسبت زیادہ دیکھے گا کہ جس نے ساری زندگی تجارت میں صرف کر دی اور تاجر تجارت کے احوال کے متعلق اور اس کے لوازم خواب میں طیب اور فقیہ سے زیادہ نظر آئیں گے کیونکہ غینہ کی حالت میں وہی بات دل پر زیادہ ظاہر ہوتی ہے جسے دل کے ساتھ زیادہ صراحت و الفت ہو اکتی ہے اور موت بھی غینہ کی مثل ہے مگر غینہ سے بڑھ کر یہ مگر سکرات موت کے علاوہ اور مرنے سے قبل جو بے ہوشی کی طاری ہوتی ہے، وہ غینہ کے قریب ہے۔

فائدہ :- جب یہ بات ہے تو لازم آیا کہ غینہ کی طرح اس میں بھی یاد کرنا الفت اور دل میں ان چیزوں کا آنا متعین ہوا، اس لیے کہ دل کو ان کے ساتھ مدت سے الفت ہی ہے۔ یہی ترجیح اس وقت یاد ہونے کے لیے کافی ہے۔ معاصی اور طاعات کے ساتھ مانوس ہونا بھی ایک ہی الکی وجہ ہے کہ جس سے ان کی یاد کو مرنے کے وقت ترجیح ہو اور اسی وجہ سے نیک بحثوں اور مردوں کے خواب میں مخالفت ہوتی ہے فریضہ زیادہ مانوس ہونا بھی ایک سبب ہے جس سے پرانی کی صورت دل میں منقش ہوتی ہے اور نفس کو رغبت ہوتی ہے۔ اگر اتفاقاً اسی حال میں روح بدن سے پرواز کر جائے تو غائبہ اچھا نہ ہوگا۔ اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید نجات و خلاص ہو جیسے ہیدودی میں جو بات دل پر گزرتی ہے، اس کا کوئی سبب خاص ہوتا ہے۔ اسی طرح جتنی خوابیں ہوتی ہیں، سب کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسباب ہوتے ہیں کہ ہم بعض کو پہچانتے ہیں اور بعض کو نہیں جانتے۔ ہم کو معلوم ہے کہ خیالات دل ایک چیز سے دوسری کی طرف جو اول کے مناسب ہو، منتقل ہوتے ہیں۔ دونوں میں مشابہت ہے جیسے کسی خواب صورت کو دیکھ کر دوسرا خواب صورت یاد آئے یا دونوں میں بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خواب صورت سے بد صورت یاد آئے، دونوں کے عقائد میں نا مل کیا جائے یا ان دونوں چیزوں میں صرف ایک ساتھ ہونے کا تعلق ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر آئے کہ پہلے بھی کسی کے پاس دیکھا ہو اور اب اس کو دیکھ کر توئی کا خیال آئے اور کبھی ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف خیال جانا ہے مگر مناسبت کی وجہ دونوں میں کچھ نہیں ہوتی اور یہ اس طرح ہوتا ہے، پہلے ایک سے دوسرے کا خیال ہو اور دوسری سے تیسری کا پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول اور تیسری میں کچھ نسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اسی طرح خواب میں بھی خیالات دل کے انتقال کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہیں۔ سکرات موت کے وقت بھی ایسے ہی سمجھتا چاہیے کہ جو چیز دماغ میں ہوتی ہے، اس کا خیال اس وقت رہتا ہے مثلاً سلائی والا ایسے وقت مرے

طرف ہاتھ لے جاتا ہے گویا سلائی لیٹا چاہیے، پھر اپنے لوہے کی چادر پر ہاتھ رکھتا ہے گویا سینے کے لیے ڈھپتا ہے۔ ایسے ہی اور کام والوں کے خیالات کو قیاس کرنا چاہیے، پہلے جس کو خیال ہو کہ گناہوں اور شہوتوں کی طرف نہ جائے، اس کا طریقہ یہی ہے کہ تمام عرقش کو شہوت سے عادی رکھنے میں کوشش کرے اور دل سے شہوات کی جگہ کلی میں جہد طبع کو کام میں لائے، اس لیے کہ یہ اس کے اختیار میں ہے کہ اس کو مرنے کے وقت اگر بیشہ خیر پر موانعت رہے گی اور فکر سے پاک و صاف ہوگا تو سکرات موت کی حالت کے لیے یہ ایک سلمان اور ذخیرہ ہو جائے گا۔ اس لیے کہ انسان اسی حالت پر مرتا ہے جس پر وہ جیتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے، اسی حالت پر قیامت کو اٹھے گا۔

حکایت:- کسی بہزی فروش کو مرنے کے وقت کھڑے شہوت سکھانے لگے تو وہ چار پانچ چھ کہنے لگا، اس لیے کہ موت سے پہلے بہت دنوں سے حساب میں مصروف تھا۔

فائدہ:- بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش ایک جوہر ہے کہ نور سے چمکتا ہے جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے، اس کی صورت اسی حال پر عرش میں منقش ہو جاتی ہے۔ جب سکرات موت میں ہوتا ہے تو اس کی وہی صورت عرش سے نظر آتی ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے تپ کو گنہ کی صورت دیکھتا ہے اور اسی طرح قیامت کو بھی اسکو اپنی صورت نظر آئے گی اور اپنے سارے احوال دیکھے گا تو اس وقت جس قدر اسے حیاء اور خوف ہوگا، اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

واقعہ میں اس صاحب کا قول درست ہے اور خواب صحیح کا سبب بھی اسی نے قریب ہے یعنی سونے والا معلوم کر لیتا ہے، لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آئندہ کو کیا ہوگا اور خواب صحیح کا معاد ہونا بھی ایک جزو ہے، اجزائے نبوت سے یہ ہر کسی کو میسر نہیں ہوا کرتا۔

بہر حال یہ معلوم ہوا کہ سوئے خاتمہ کامل راجع ہے۔ قلب کے احوال اور غلبان خواطر کی طرف چونکہ دلوں کو بدلنے والا خدا تعالیٰ ہے اور اتفاقات جو بری خواطر کے منقضی ہیں، وہ بالکل بندہ کے اختیار میں تھیں، اگرچہ بہت دنوں کی عادت سے ان میں کچھ تاخیر ہوتی ہے۔ اسی لیے عارفین کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہے کہ خاتمہ کا اچھا ہونا اختیاری نہیں کیونکہ اگر کوئی نقص چاہے کہ خواب میں بجز احوال صالحین اور مصلحین کے یعنی ابنیٰ فی ظلمات و محبوبات کے اور کچھ نہ دیکھوں تو یہ امر اس پر دشوار ہوگا کہ خود کثرت نیک خلقی اور اس پر موانعت کرنے کو اسباب میں تاخیر ہے مگر خیال کا بچھنا اپنے قلب میں نہیں، اگرچہ یہی ہوتا ہے کہ جو چیز خواب میں نظر آتی ہے، وہ اس کے مشابہ اور مناسب ہوتی ہے جو مانگنے میں آوی پر غالب ہوتی ہے۔

حضرت امام غزالی کا اپنے استلو سے واقعہ منشا: حضرت امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد ابو علی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ مجھ سے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح لوہ کرے اور جو کچھ مرشد کہے، اس کا انکار ہو جائے، مجاہد نہ زبان پر آئے، نہ دل میں ہو۔ اسی ذکر میں انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنے مرشد ابو القاسم کرکلی سے ایک خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ

دیکھا کہ آپ نے مجھ سے فلاں بات کہی اور میں نے خواب میں ہی کہا کہ یوں کیوں ہے؟ انہوں نے مجھے مزید تک چھوڑ دیا اور کچھ کلام نہ کیا اور فرمایا کہ اگر دل میں میرے قول کا انکار اور اعتراض نہ ہوتا تو خواب میں ہرگز تیری زبان پر یہ کلمہ جاری نہ ہوتا اور واقع میں ان کا قول درست ہے، اس لیے ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ حالت بیداری میں جو چیز آدمی کے دل پر غالب آتی ہے، خواب میں اس کے خلاف دیکھے۔

فائدہ :- اسرار خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہیں لکھ سکتے۔ علم معاملہ میں اسی قدر مناسب ہے، اس کے سوا علم مکاشفہ میں داخل ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہو گی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو اس طرح امن ہو سکتا ہے کہ جتنی چیزیں ہیں، ان کا علم جیسی واقعہ میں ہے۔ جہالت کے بغیر آہائے اور تمام عمر خدا کی طاعت میں بلا معصیت گزرے۔ اگر کسی کو یقین ہو کہ یہ دونوں باتیں محال اور دشوار ہیں تو وہ خوف غالب ہونا چاہیے جو عارفین پر غالب تھا کہ اسی وجہ سے ہمیشہ وہ ”چشم گریاں“ اور دل سوزاں رہے اور دعا ”لن و غم و امن گیر رہے۔ اسلاف صالحین کے خوف کے واقعات آئندہ لکھوں گا۔ ان شاء اللہ (عزوجل)

فائدہ :- اس گریہ و تعلق دائمی سے توقع ہے کہ تمہارے دلوں میں خوف کی آگ مشتعل ہو اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ تمام عمر کے مشائخ ہیں۔ اگر بوقت فزع یعنی جب جان نکلتی ہے، آدمی سلامت نہ رہے اور اس پر ظاہر کہ آدمی کی سلامتی بالوجود ان دسویں کی موتوں کے نہایت دشوار ہے۔

فائدہ :- صرف بن عبد اللہ کہا کرتے ہیں کہ میں اس سے تعجب نہیں کرتا کہ ہلاک ہونے والا کیسے ہلاک ہوا بلکہ مجھے یہ تعجب ہوتا ہے کہ نہایت پائے والا کیسے نہایت ہا گیا اور حاد لغاف کہتے ہیں کہ جب بندہ مومن کی روح فرشتے لے کر چڑھتے ہیں اور غیر اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے تو فرشتے تعجب سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بھاجس میں بہتر سے بہتر بکڑ گئے۔

حکایت :- ایک روز حضرت سفیان ثوری رو رہے تھے۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ دنوں ہم غلو پر روئے اب اسلام پر روتے ہیں یعنی اندیشہ ہے کہ اسلام باقی رہے گا یا نہ؟

فائدہ :- خلاصہ یہ کہ جس کی کشتی گرداب میں پھنس گئی ہو اور طوفان کے باعث موجوں کا بھی کوئی پتہ نہ ہو، اس شخص کے حق میں بچتا بہ نسبت جاہ ہونے کے بعید معلوم ہوتا ہے اور مومن کا دل کشتی کی بہ نسبت زیادہ مضطرب ہے اور دوسویں کی موجیں سمندر کی موجوں سے زیادہ صدمہ پہنچاتی ہیں اور ڈرنے کی صرف یہی چیز ہے کہ مرتے وقت برائندیشہ دل میں نہ گزرے۔

حدیث :- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی جنت والوں کے محل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں اتنا فرق رہ جاتا ہے جتنا دودھ نکالنے کی دو دھاروں میں مکر اس کا خاتمہ اس محل پر ہوتا ہے جو پہلے لکھا گیا ہے۔

فائدہ :- دو دھاروں کے بیچ کا وقت اتنا نہیں کہ اس میں کوئی عمل موجب شغلات ہو سکے بلکہ اس وقت وسوس اور خاطر ہی ہو سکتے ہیں کہ بجلی کی طرح گزر جاتے ہیں۔

حکایت :- حضرت سہل ستیری فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا جنت میں گیا ہوں اور جن میں سو بیبیہوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب سے میں نے پوچھا کہ دنیا میں آپ سب سے زیادہ کون سی چیز سے ڈرتے ہیں۔ سب نے فرمایا سوء خاتمہ ہے۔

فائدہ :- اسی خوف عظیم کے باعث شغلات عمدہ اور غلط کی چیز ہے اور مرگ ناممکنی عمدہ وہ اس لیے کہ ناممکنی موت کبھی ایسے وقت ہو جاتی ہے کہ برا اندیشہ دل پر غالب ہو اور دل ایسے اندیشوں سے غلی نہیں رہتا مگر یہ کہ برا جان کر خواہ نور معرفت ان کو جیل دے اور شغلات کا معنی یہ ہے کہ قبض روح ایسے حال میں ہو کہ دل میں سوئے محبت الہی کے کچھ نہ رہا ہو۔ دنیا کی محبت، مغمروں اور مل اور اولاد اور تمام شغلات کی محبت دل میں سے نکل گئی ہو کیونکہ صرف قلل میں لقمہ اہل ہوئے کو دیا جاتا ہے جو اللہ (عزوجل) کی محبت رکھتا ہو اور اس کی رضا کا طالب اور دنیا کو آخرت کے بدلے میں بیچنا نہ نظر رکھتا ہو اور جو معاملہ کہ خدا تعالیٰ نے اس سے بیچ و شرا کا کیا اس پر راضی ہو جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسهم و ما لہم بانہم الحسن علیہ السلام (التوبہ ۱۱۱) ترجمہ کنز الایمان : بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے دل اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

فائدہ :- ظاہر ہے کہ جو کوئی شے بیچتا ہے اس سے وہ دل اٹھا لیتا ہے۔ اس کے بدلے دوسری شے دل میں ساتی ہے اور ایسی شے دیے بھی کبھی دل میں آجھی جاتی ہے لیکن اس میں جان لکنا اختیاری نہیں اور صف جنگ میں جان لکنا اکثر یہ حال ہے۔ اس وجہ سے شغلات محبوب ہے لیکن یہ ایسے شخص کا حال ہے جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت و شجاعت کا خواہش نہ ہو ورنہ جس کا ارادہ ان باتوں میں سے کوئی ہو گا وہ ذکر چہ میدان جنگ میں ہی مارا جائے اس کو رجہ شغلات ملنا بعید ہے۔ چنانچہ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ :- جب سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیز اس میں خوفناک ہے معلوم ہو چکی تو اس کی تیاری میں مشغول ہو اور ذکر الہی کی مدوامت کر اور اپنے دل سے محبت و دنیا نکل دھر اور اپنے گناہ کے ارتکاب سے اور دل کو اس کی فکر سے محفوظ رکھ اور معاصی کے، بیکٹ اور گناہوں کی ملاقات سے حتی الوسع احتراز کر اور یہ تدبیر بھی تیرے دل پر موثر ہوگی اور تیری فکر و خاطر نور خدا کی طرف پھیرے گی اور ایمان نہ گرتا کہ کہیں اسباب لیت و لعل کرے اور یوں کے کہ جب خاتمہ آئے گا تو اس کی تیاری کر لوں گا کیونکہ ہر ایک تیرے نفس میں سے تیرا خاتمہ ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ اس میں تیری جان نکل جائے اس لیے ضروری ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگہ رانی کرے اور کسی دم اس کو بیکار نہ چھوڑے شاید یہ دم آخرین ہو اور روح پرواز کر جائے۔ یہ حال تو جاننے کا ہے اور سونے کے وقت یہ چاہیے کہ ظہر و باطن کی عبادت پر سوتے اور نیند کا غلبہ جیسی ہو جب دل پر غلبہ ذکر الہی کا ہو ہماری غرض ذکر لسانی سے نہیں



کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی ہے اور اس بات کو قلعہء جان لے کہ نیند کے وقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہے جو نیند سے پہلے اس پر غالب تھی اور خواب میں بھی وہی غالب رہے گی جو جاگتے میں غالب تھی اور خواب سے اٹھنے میں بھی وہی غالب رہے گی جو سوتے میں غالب رہی۔

فائدہ :- موت اور سونا ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور جاگنا اور قیامت کو اٹھنا بھی ایک دوسرے کی طرح ہے اور جیسے آدمی تھیں سوتا ہے مگر ان خیالات پر جو بیداری میں اس پر غالب رہتے ہیں اور نہیں جاگتا مگر انہی باتوں پر جو خواب میں غالب رہتی ہیں، اسی طرح نہیں مرنے مگر اس حال پر جو زندگی میں غالب رہا اور نہیں اٹھے گا مگر اسی پر جس پر مرے۔

فائدہ :- موت اور اس کے بعد اٹھنے کو اپنی دو حالتیں جانی چاہیں جیسے کہ خواب بیداری کی دو حالتیں ہیں اور اس بات کو دل سے بچ جانا اور اس پر ایمان لانا چاہیے۔ اگر عین یقین اور نور بصیرت سے اس کا مشاہدہ نہ ہو سکے اور اپنی سانس اور لحد طول کی حفاظت کرنی چاہیے اور خیردار خدا سے ایک پل بھی غافل نہ ہونا کیونکہ بلجود ان سب باتوں گزشتہ کے کرنے کے پھر بھی بڑی خوف کی جگہ ہے جب نہ کرے گا تب کیا حال ہوگا؟

فائدہ :- انسان تمام ہلاک ہیں مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہیں مگر عامل اور عامل سب ہلاک ہیں مگر اغراض والے بڑے خوف پر ہیں۔

فائدہ :- جانا چاہیے کہ یہ بات میرے ہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہو اور دنیا کی ضرورت تین چیزیں ہیں کھانا، پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہے اور کھانے میں سے اس قدر ضروری ہے کہ جس سے تو زندہ رہے اور جان بچ سکے تو چاہیے کہ غذا ایسی کھائے جیسے کوئی بجزوری اور نفرت کی صورت میں کھانا ہے اور کھانے کی خواہش پھر کے کی خواہش سے زیادہ نہ ہو کیونکہ کھانے کا پیٹ میں ڈالنا اور اس کو پیٹ میں سے نکالنا دونوں یکساں ہیں اور دونوں ضروری داخل سرشت انسانی ہیں تو جیسے پختانہ پھرنے میں ایسی ہمت نہیں کرتا جس سے دل بھی مصروف ہو جائے، اسی طرح کھانا کھانے میں بھی مشغول دل نہیں چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ اگر آدمی کی ہمت اسی چیز میں لگی رہے جو اس کے پیٹ کو بھرے تو اس کی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اس میں اور نجات میں کچھ فرق نہیں اور جب کھانے سے غرض بجز قوت عیادت الہی اور کچھ نہ ہو اور کھانے اور پختانے پھرنے کو داخل ضرورت یکساں جانتے تو اس کی پہچان تین باتوں میں ہے۔ (۱) وقت غذا۔ (۲) مقدار غذا۔ (۳) منہ غذا وقت میں تو یہ پہچان کہ رات دن ایک پارہ کفایت کرے بلکہ دو ڈسے پر مواظبت کرے۔ مقدار کی علامت یہ ہے کہ تنگی پیٹ سے زیادہ نہ کھائے۔ منہ کی صورت یہ ہے کہ پابند لذت کھانوں کا نہ رہے بلکہ جو میر ہو اس پر قانع ہو۔

فائدہ :- اگر تو ان تینوں باتوں پر قادر ہو جائے گا اور شہوات و لذتوں کی فکر تجھ سے دور ہو جائے گی تو اس کے بعد تو شہوات کے ترک پر قادر ہو گا اور ہو سکے گا۔ بجز حائل تو نہ کھائے کیونکہ حائل اولیٰ تو کم مہم ہے دوسرے

جمع شہادت کو دانی نہیں ہوتا اس لیے اس کے اوپر قانع ہو نا وقت نہ کہتا ہے مگر بقدر ضرورت دیکھنا اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور یہاں میں یہ چاہیے کہ فرض اس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو اور تکلف منظور نہ ہو مثلاً اگر ایک دھڑی کی ٹوپی سے سر کا جازا موقوف ہو جائے تو اس کے مواد اور کی تلاش کرنا فضول اور تصحیح اوقات ہے جس میں بیشہ کا شغل اور مصیبت کہیں کہیں کوئی نہ کہیں حرص کے بل حرام مشتبہ سے قائم ہے۔ اس کی قیاس پر سردی اور گرمی کو تمام بدن کو ٹھانڈا کرنا چاہیے۔ اگر کسی پوشاک سے بلودہ کم حیثیت ہونے کے مقصود حاصل ہو کہ مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم میں اثر نہ کرنے دے تو خیر اس پر بس نہ کرنا خام خیال ہے بلکہ اس صورت میں تو ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے حکم بجز حاکم کے اور کوئی چیز نہ بھرے۔ یہی حل مکان کا ہے کہ اگر اس کے مقصود پر لحاظ کی جائے تو آسمان کی چست اور زمین رہنے کو کافی ہے۔ اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجدوں میں جانا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہو گا اور اکثر عمراسی میں لگ جائے گی اور دہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے لیے مسکن مکان بہم پہنچ گیا اور دیوار سے تو نے سوا آڑ ہونے کے تجھ میں اور دوسرے لوگوں میں کوئی اور غرض کیا سمجھی اور چست سے تو نے سوائے بادش سے بچنے کے سوا کوئی اور مطلب سوجھا صرف اپنے خیال سے مکان کی دیواریں اونٹنی کر کے لگا پھر وہ ایسے گڑھے میں گرے گا کہ اس سے لکھنا دشوار ہے اور یہی حل اپنے ضروری مطالب کا جتنا چاہیے کہ اگر ان پر کوئی کرے گا تو خدا تعالیٰ کے لیے قانع ہو جائے گا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زلو کے لیے مستعد رہے گا اور اگر بالفرض حد ضرورت سے بڑھے گا اور آدموں میں جلا ہو گا تو تمام ارادے پر اکتفا ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ پروا نہ کرے گا کہ کون سے جنگل میں تجھے چلاک کر دے۔

(پیر سوید) اے عزیز یہ نصیحت قبول کر۔ اگرچہ محبت کرنے والا تیری نسبت زیادہ نصیحت کا محتاج ہے۔

قاعدہ :- جانا چاہیے کہ بتاؤ وقت تدبیر اور زور راہ لینے اور احتیاط کا ہے وہ یہی تمہاری ہی زندگی ہے۔ اگر اس کو ایک ایک روز غفلت میں ڈالنا ہو گا تو کیا عجیب ہے کہ ایسے وقت میں موت آئے جس میں تیرا دل مرنے کے لیے نہ چاہتا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی نہ جائے۔ اب اگر جو بات مجھے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کی وجہ سے تجھ سے اس کی پیروی نہ ہو سکے اور جس قدر ہم نے خاتمے کا حل لکھا ہے وہ تیرے ڈالنے کے لیے کافی نہ ہو تو ہم حل خائنین لکھتے ہیں جس سے توقع ہے کہ کچھ سختی دل کی موقوف ہو جائے کیونکہ یہ تجھے بھی خوب معلوم ہے کہ انبیاء و اولیاء و علماء کی عقل اور ان کے عمل اور ان کے مرتبے خدا تعالیٰ کے یہاں تیری عقل اور تیرے مرتبے سے بڑھ کر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ ان پر خوف کیوں زیادہ تھا اور ان کا غم و گریہ کی کیا وجہ تھی کہ ان میں بعض جنس مارتے تھے اور بعض بے ہوش ہو جاتے تھے۔ بعض شش کھا کر گرتے تھے۔ بعض مرہ ہو کر زمین پر پڑ جاتے تھے۔ اگر ان کے خواص سے بھی تیرے دل میں خوف پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہیں اس لیے کہ غفلت والے کے دل پھر جیسے یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مہی کالحجارة اواشد فسوف وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار وان منها لما يشفق فيه حرج متلما وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل

عما فعملون (پ 1 البقرہ 73) ترجمہ کنزالایمان: تو وہ پتھروں کی مثل ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ کرسے اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے نمایاں ہر نفی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کو نکلوں سے بے خبر نہیں۔

خوف خدا انبیاء و ملاحکے:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا اور کھڑے ہو کر حجرے میں پھرتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے۔ یہ سب باتیں خدا (عزوجل) کے خوف سے ہوتی تھیں۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ حدیث کی ایک آیت پڑھ کر بے ہوش ہو گئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخر موسیٰ صمعا (پ 9 الاعراف 143) ترجمہ کنزالایمان: اور موسیٰ (علیہ السلام) گرا، بے ہوش۔

سرکار بلداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت جبریل علیہ السلام زمین اٹھا دیکھی اور بے ہوش ہو گئے۔ روایت ہے کہ جب آپ نماز میں ہوتے تھے تو آپ کے سینے میں دل کا جوش بھڑکا جوش کی طرح سے نکلتا رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل کبھی نہیں آئے مگر اس صورت سے کہ خوف خدا تعالیٰ سے کانپتے تھے۔

روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا تو حضرت جبریل و میکائیل علیہ السلام نے رونا شروع کیا، ان کو وحی الہی ہوئی کہ کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ الہی ہم تیرے ڈر سے بے خوف نہیں۔ حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو، میرے سوا بے خوف نہ رہو۔ محمد بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتوں کے دل اپنی جگہ سے اڑ گئے مگر جب نبی آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے، وہ کبھی نہیں ہنستے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے، وہ نہیں ہنستے۔ اس خوف سے کہ کہیں خدا تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کر اس سے ہم کو عذاب نہ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلا میں تک کہ آپ کسی باغ انصار کے اندر تشریف لائے اور خرما اٹھا کر کھانا شروع کیا اور مجھے فرمایا کہ تم کیوں نہیں کھاتے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھوک نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی خواہش ہے اور یہ چوتھا دن ہے کہ میں نے غذا نہیں پیسی اور نہ مجھے لی اور اگر میں اپنے پروردگار سے مانگا تو وہ مجھے روم اور فارس کی سلطنت عطا کر دیتا۔ اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم ایسے لوگوں میں رہو گے جو اپنی خوراک میں تک ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور ان کے دل میں یقین کمزور ہوگا۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے نہ بچے تھے کہ آیت اتزی وکامن من دابة لا تمسح رزقها۔ اللہ ہرزقها و آیامک وھوا السميع (پ 21 المکویہ 60) ترجمہ کنزالایمان: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے ہمیں اور تمہیں اور وہ سنتا پایا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ماں و خیرہ کرنے اور شہوات کے ارتعاش کا حکم نہیں دیا۔ جو شخص دنیا اس لیے رکھتا ہے کہ اس سے اس کی غرض حیات پلایا ہو تو زندگی اللہ (عزوجل) کے قبضے میں ہے۔ خبردار میں نے دنیا میں جمع رکھتا ہوں نہ درم نہ کل کے لیے رزق کا ذخیرہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ان کے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے سنائی دیتا تھا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز مسجد میں رویا کرتے اور اپنا سر نہ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے سبزہ جم آیا اور اس میں ان کا سر چمپ گیا۔ آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا لے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جائے اور ٹکا ہے تو کپڑا دیا جائے۔ آپ نے گرم آہ بھری کہ اس کی حرارت سے لکڑی جل گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توبہ اور مغفرت اتاری۔ عرض کیا کہ الہی میری لغزش میرے ہاتھ میں گروے تو فوراً ان کی لغزش گناہ ان کی عقلی میں لکھی گئی تو جب کھاتے یا پیتے اور کسی مطلب کے ہاتھ بڑھاتے تھے اس خطا کو دیکھ کر مروتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ پانی کا پالہ جو ان کے سامنے آتا تھا تو قاتی خالی ہوتا تھا۔ جب اپنی خطا آپ دیکھتے تو ہونٹوں سے ملانے تک آنسوؤں سے لبریز ہو جاتا اور یہ بھی آپ کے احوال میں مروی ہے کہ نبی اپنا سر مارے حیا کے آسمان کی طرف نہیں اٹھایا یہاں تک کہ وقت پائی اور دعا میں یوں عرض کیا کرتے کہ الہی اگر میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں تو زمین بلجود وسعت کے مجھ پر ٹھک ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو جان میں جان آتی ہے تو پاک ہے بار خدا یا میں تیرے بندوں میں سے جو غیبی ہیں۔ ان کے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کریں وہ سب کے سب تجھے ہی بتلاتے ہیں تو خرابی ہے اس کی جو تیری رحمت سے ناپید ہو۔

حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ ایک دن داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اسی وقت چیتنے اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر اٹھے یہاں تک کہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ آپ کے پاس درود سے اکٹھے ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم پہلے جاؤ مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں۔ مجھ کو کھلا چاہیے جو اپنی خطا پر روئے تو میرے سامنے رونا آئے اور جو خطا اور نہیں اس کا داؤد خطا کار کے پاس کیا کام ہے اور جب کوئی آپ کو کثرت گریہ کرنے سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھے رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا رہے اور بڑیاں جل جائیں اور آمنتیں بجزک انھیں اور پیٹھ اس سے کہ میں حوالہ ایسے فرشتوں کے ہوں جن کی شان یہ ہے کہ ملائکہ غلاظہ شہاد لا یعصون اللہ ما امرهم وبعملون مایومرون (پ 28 التقریم 6) ترجمہ کنز الایمان: فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہ ہی کرتے ہیں۔

عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے لغزت خطا ہوئی تو آپ کی آواز پڑ گئی۔ آپ نے عرض کیا کہ الہی صدیقین کی آواز صاف ہے اور میرا گھلا پڑ گیا۔

روایت ہے کہ جب آپ بست روئے اور کچھ قاعدہ نہ ہوا تو آپ کا دل تھک گیا اور بست رنج ہوا۔ جب باری میں عرض کیا کہ الہی تو میرے رونے پر رحم نہیں کرتا حکم ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا۔ رونا یاد ہے عرض کیا

اے اللہ میرے آقا اپنے گناہوں کو کیسے بھولوں گا۔ میرا تو یہ حل تھا کہ جب زیور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رک جاتے تھے اور پرندے جیسے سر پر سلیہ کرتے تھے۔ وحشی میری محراب میں ملاس ہوتے تھے۔ اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہے جو مجھ میں آ رہی ہے اور تجھ میں ہے۔ حکم ہوا اے واؤ واؤ وہاں طاعت تھا اور یہ وحشت منہ ہے۔ اے واؤ واؤ آؤم ایک میری مخلوق ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی مدد اس میں پھونکی اور اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا اور اپنے انکرام کی خلعت اس کو پہنائی اور تاج اپنے وقار کا اس کے سر پر رکھا اور جب مجھ سے شکایت تھائی کہ تو اس کا جوڑا اپنی بددی خواہی بنا دیا اور جنت میں اس کو رہنے دیا مگر جب اس نے لغزش کی اس کو اپنے پاس سے برہنہ کر کے نکل دیا۔ اے واؤ میرا قول سن اور میں سچ کہتا ہوں کہ تو نے میری طاعت کی تو ہم نے تیرا کما پورا کیا اور جو مانگا وہ دیا اور لغزش کی تو ہم نے چھوڑ دیا اور پھر جو اس کے اگر تو ہماری طرف رجوع کرے گا ہم تجھے قبول کریں گے۔

یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت واؤ علیہ السلام جب گریہ کرنا چاہتے تھے تو سات دن پہلے نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اور نہ عورتوں کے پاس جاتے تھے۔ جب ایک دن رہتا تھا تو ان کے لیے ایک منبر جنگل میں نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو فرماتے تھے کہ شہروں اور گرد و نواح اور جنگلوں اور پہاڑوں اور نیلیوں اور بت خانوں اور کیمونوں سے پکادو کہ لوگو جس کو حضرت واؤ کا گریہ اپنے نفس پر منہا منکور ہو وہ آئے تو جنگلوں اور نیلیوں سے وحشی اور نینٹوں سے درندے اور پہاڑوں سے جانور اور گھوٹلوں سے پرندے اور باکدار عورتیں اپنے پردوں سے آتی تھیں اور لوگ وہاں جمع ہوتے تھے اور حضرت واؤ علیہ السلام آکر منبر پر بیٹھتے تھے اور آپ کے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم آپ کے گرد ہوتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے۔ اول آپ خدا کی شاکرت تھے اور لوگ رونے میں چھینیں اور وہاں مائیں لگتے تھے۔ پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر رہنے والے بعض جانور اور وحشی درندے مر جاتے تھے۔ پھر قیامت کی وحشتوں اور اپنے لوہ پر گریہ کا بیان فرماتے تھے تو ہر قسم کے جاندار میں سے فکر کے فکر اٹ جاتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام مردوں کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔ آپ نے سننے والوں کے کھڑے بکیر دیئے اور بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ مر گئے اور وحش و حشرات زمین سے بہت سے فنا ہوئے۔ آپ دعا مانگنا شروع کرتے وہ دعا میں ہی ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابدان کو پکادنا تھا کہ اے واؤ واؤ جزاء کے مانگنے میں آپ نے جلدی فرمائی یہ سن کر آپ بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کا یہ حال دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور اس پر ان کو اٹھاتے۔ پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے کہ یوں پکار دے کہ اگر کسی کا دوست و آشنا یا قریب واؤ کے ساتھ تھا تو وہ چارپائی لے کر اسے اٹھالائے کیونکہ جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا تو ہر عورت چارپائی اور اپنے رشتہ دار کو اس پر اٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جس کو ذکر دوزخ کے بیان نے مار ڈالا ہے۔ اے وہ شخص کہ جس کو خوف خدا نے قاتل کیا پھر حضرت واؤ علیہ السلام کو افاقہ ہونا تو کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اپنے عہدات غائبے میں جا کر دو اور

بند کر لیے اور کہتے کہ اسے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسی مناجات میں رہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دو واڑے پر آکر اندر آئے کی اجازت چاہتے اور ایک تکیہ جو کی لے کر اندر جاتے اور عرض کرتے یا جان اس کو کھا کر جو پلٹ چاہتے ہو اس کی قوت پیدا کر لو۔ اس میں سے کسی قدر کھاتے پھر بنی اسرائیل میں نکل کر رہے۔

فائدہ:- یزید رقاشی راوی ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ ان کو دعاؤں سناتے تھے اور ڈراتے تھے۔ ان میں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے۔ آپ کی دو لوطیاں تھیں انہیں یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف طاری ہو اور خوف سے گر پڑیں تو وہ آپ کے پاؤں اور ہاتھ پر بیٹھ جائیں کہ کہیں جو زہد نہ ہو جائیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے اندر آٹھ میل کی عمر میں علیہین کو دیکھا کہ باہر اور ان کے گیزے پنے ہیں اور ان میں سے جو نہایت کوشش کرنے والے ہیں ان کو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیوں کو چیر کر ان میں زنجیر ڈال رکھی ہیں اور اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونے میں بندھ رکھا ہے۔ ان کو دیکھ کر آپ کو خوف ہوا اور اپنے بل پاپ کی طرف رجوع کیا۔ بعض لڑکوں پر آپ کا گزر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لیے نہیں پیدا ہوا کہ کھیلوں۔ مگر اگر بل پاپ سے عرض کیا کہ مجھ کو باہر کا کارٹ بنا کر دو۔ انہوں نے بنا دیا۔ آپ بیت المقدس کو چلے آئے۔ دن کو ان کی خدمت کرتے اور رات گزار کر وہیں صبح کر دیتے۔ یہاں تک کہ ان پر چندہ آکر گزر گئے پھر آپ بیت المقدس سے نکل کر پھاڑوں اور گھاتوں کے اندر زندگی بسر کی۔ آپ کے بل پاپ کو موٹے لگے۔ ان کو بحیرہ اردن پر لپکا کہ پانی سے پاؤں تر کر رکھے جس اور پاس کی شدت سے گویا جان نکل جاتی ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ قسم ہے میری عزت اور بزرگی کی کہ ٹھنڈا پانی نہیں بہوں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ تم سے نزدیک میرا ٹھکانہ کہاں ہے۔ آپ کے بل پاپ ایک جو کی تکیہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں سے کھا کر پانی پینا چاہیے۔ انہوں نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف میں فرمایا اور ابوالدب

ان کو بل پاپ بیت المقدس سے لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت اور پتھر رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپ کے رونے سے اس قدر روتے کہ بے ہوش ہو جاتے تو ہمیشہ اسی طرح رویا کرتے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں نے ان کے رخساروں کا گوشت جانا رہا اور دیکھنے والوں کو آپ کی ڈاڑھیں معلوم ہوتے لگتیں۔ ان کی بل میں نے ان سے فرمایا کہ بیٹا اگر تم کھو تو کوئی ایسی چیز تمہارے لیے بنا دوں جس سے تم اپنی ڈاڑھیں لوگوں کی نظروں سے چھپاؤ۔ آپ نے عرض کیا کہ ہنتر انہوں نے دو لدے لے کر آپ کے گالوں کو چماد دیے۔ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب لدے آنسوؤں سے بیگ جاتے ان کو ہلار شفق ان کو نچوڑا لیتا۔ جب اپنے آنسو اپنی بل کے ہاتھوں پر بہتے دیکھتے تو فرماتے کہ ائی یہ میرے آنسو ہیں اور

یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔

فائدہ :- ایک دفعہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پور میں نے تو یہ دعا مانگی تھی کہ تجھے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بتا دے اور تو رویا کرتا ہے۔ تیرے محلِ زار سے ہم کو کیسے چین ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا جان حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک جنگل ہے جس کو بجز دوسے والے کے اور کوئی ملے نہ کرے گا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چاہا ہو کہ اطمینان ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے حواریو خدا کا خوف اور جنت کی محبت اس بات کے باعث ہیں کہ مشقت پر صبر کیا جائے اور دنیا سے دور کرتے ہیں۔ میں تم سے کچھ کہتا ہوں کہ جو کھانا اور خس و خاشاک پر کھانا مانجھو مورتا جنت کی تلاش میں ایک لوفی بات ہے۔

موسیٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی لغزش یاد کرتے بے ہوش ہو جاتے تھے اور آپ کے دل کے جوش کی آواز ایک کوس تک سنی جاتی تھی، اس وقت آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا تعالیٰ آپ کو کہتا ہے کہ تم نے کسی دیکھا کہ کوئی غلیل اپنے غلیل سے ڈرتا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے جبریل علیہ السلام جب میں اپنے قصور یاد کرتا ہوں تو اپنی قلت بھول جاتا ہوں۔

خلاصہ :- انبیاء علیہم السلام کا یہ عمل تھا۔ اس سے خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے خدا تعالیٰ کے عارف اور اس کی صفات کے عالم تھے، ان کا یہ عمل تھا تو ہم کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔

صحابہ و تابعین میں خوفِ خدا کے واقعات :- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پرندے کو دیکھ کر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں تجھ جیسا ہوتا اور آدمی نہ ہوتا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کاش! میں درخت ہوتا اور کوئی کٹ ڈالتا۔

ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور حضرت حمز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھایا نہ جائوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں لیا منیا ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کوئی آیت قرآن مجید سننے تو خوف سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور پھر چند روز ان کی عیادت ہوا کرتی۔ ایک دن آپ نے ایک حنا زین سے اٹھا کر کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں نکلا ہوتا کاش! میں کوئی چیز نہ کہ نہ ہوتا کاش! میں لیا منیا ہوتا کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔

آپ کے منہ پر آسمانوں کے دروازے کھلے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی اللہ (عزوجل) سے ڈرتا ہے وہ اپنا خسہ نہیں نکالے اور جو کوئی اس سے تقویٰ کرتا ہے وہ اپنی ہی مانتی بات نہیں کرتا۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو ہم کچھ اور ہی اہمک دیکھتے اور جب آپ نے سورۃ کورث پڑھی اور اس آیت پر پہنچے وَاِذَا الصُّفْحُ نُفِرْتَ (پ 30) انکسیر (10)

ترجمہ کنزالایمان: اور جب نامہ اعلیٰ کھولے جائیں۔

ایک دن ایک شخص کے مکان کے پاس سے گزرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ طور پڑھتا تھا۔ آپ کھڑے ہو کر سنتے گئے۔ جب اس نے پڑھا ان عذاب ربک لواقع مالا من دافع پ 27 طور 807) ترجمہ کنزالایمان: بے شک تجھے رب کا ضرر ہوتا ہے اسے کوئی نالانہ ولا نہیں۔ تو اپنی سواری سے اترے اور ایک دیوار سے ٹکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر گھر چلے آئے اور مینہ تک پڑا رہا۔ لوگ عیادت کو آئے مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کو کیا مرض ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا: اس وقت کہ کچھ آپ کو رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی چیز ایسی نہیں دیکھا جو ان جیسی ہو۔ ان کا دستور تھا کہ پرگندہ منہ زور رنگ عیار اکوہہ رہتے۔ ان کی آنکھوں کے بیچ میں بکریوں کے زانو کا سا گھٹیا قمارت کو اللہ کے لیے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے۔ خدا کی کتاب پڑھتے۔ عبادت میں پیشانی اور پاؤں پر باری باری زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے وزعت ہوتا ہے اس طرح کانپتے۔ آنکھوں میں سے اتنے آنسو بہاتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور کہتے: اب تو بخدا میں ایسے لوگوں میں ہوں جو رات کو نیند میں رہتے ہیں، پھر آپ انھیں کھڑے ہوتے اور جب تک کہ آپ کو ابن مسلمہ ملوں نے زخمی نہیں کیا، کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنسنے نہ دیکھا۔

عمران بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اچھا سمجھتا ہوں کہ راکھ جو جانوں اور میرے اجزاء ہوا میں اتار دی گئی ہے اس میں متفرق کر دیں۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں سینہ ڈھا ہوں اور میرے گھر والے مجھے ذبح کریں اور کھا لیں اور میرا شور بانی لیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا ان کے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہے؟ تو آپ فرماتے کہ تم کو معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوا جانتا ہوں۔

سویٰ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے تو ان کے خوف کو دیکھ کر یہ جانتے کہ گویا آگ ہمارے چادروں طرف محیط ہے۔

ایک دن کسی قاری نے پڑھا ہذا کننا یمنطق علیکم بالحق انا کننا نفسہم ما کنتم نعملون (پ 25 الباقیہ 29) ترجمہ کنزالایمان: ہمارا یہ نوحہ تم پر حق بولا ہے ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا۔

پس عبدالواحد بن زید اناروئے کے قس امید جب افتادہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے خیری عزت کی اپنے مقدور بحر کبھی تیری نافرمانی نہ کروں گا تو اپنی توفیق سے مجھے اپنی طاعت پر مدد کر۔

مسود بن عمرہ رضی اللہ عنہ شدت کی وجہ سے کلام مجید کچھ نہیں سن سکتے تھے۔ جب کوئی ایک حرف یا ایک



آیت پڑھتا تو ایک بیچ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا۔ ایک دن ایک شخص قبیلہ حشم سے آیا اور ان کے پاس یہ آیت پڑھی بوم نحشر المنقبین الی الرحمن وفدا ونسوفی المجرمین الی جہنم وردا (پ 16 مریم 68'85) ترجمہ کنزالایمان: جس دن ہم پر میرے گاروں کو رخصت کی طرف لے جائیں گے مسلمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف لائیں گے پیاسے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو مجرمین میں ہوں 'حق' نہیں ہوں۔ ذرا قاری صاحب پھر پڑھئے 'اس' نے پڑھا وہ ایک غمو مار کر سفر آخرت کر گئے۔

بچی مروتے والے کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی ولونری اذ وفنوا علی ربہم انہوں نے ایک بیچ ماری کہ اس سے چار مہینے بیمار رہے۔ پھر وہ کے لواح تک کے لوگ ان کی بیمار پرسی کو آئے۔

حضرت مالک بن رزار فرماتے ہیں کہ کعب کا میں طواف کر رہا تھا دیکھا ہوں کہ ایک جوان عورت علیہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر کہہ رہی ہے کہ الہی ہمت سی شہوتوں کی لذت تو جاتی رہی عذاب ان کا باقی رہا۔ الہی تمہارے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور عذاب کی چیز نہیں اور یہ کہہ کر روٹی تھی۔ اسی طرح دوتے دوتے صبح کر دی۔ میں نے یہ حل دیکھ کر اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر بیچ ماری کہ ہمارے حل پر انوس۔

حضرت فضل عرف کے دن خوب پھوٹ پھوٹتے تھے اور لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہتا کہ اگر تو بخش بھی دے گا تب بھی مجھ کو تھک سے بڑی حیا ہے۔ پھر لوگوں کے ساتھ وہاں سے چلے آئے۔

کسی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حقیقت خاتین کی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہیں جن کے دل خوف سے متحوش ہیں اور آنکھیں روٹی ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ خوش ہوں 'اس صورت میں کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے اور قیامت ہماری وعدہ نگاہ ہے اور دوزخ ہر گاہ راستہ ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے ہم کو کھڑا ہونا ہے۔

حضرت حسن بصری ایک جوان پر گزرے کہ اپنی ہنسی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک مجلس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو بیل صرلا پر سے گزرا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں! آپ نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ اس نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے؟ راوی کہتا ہے کہ پھر اس شخص کو کسی نے جتنے نہ دیکھا۔

حلو بن عبدو یہ جب بیٹھے تو اس طرح بیٹھے گویا نصف کمرے ہیں۔ اگر کوئی ان سے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھیں تو فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا عذر شخص کا ہوتا ہے۔ میں تو بے خوف نہیں 'اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر غفلت ڈال دی ہے یہ بھی رحمت ہے تاکہ خوف خدا سے مرند جائیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب مومن کا تو لوگوں سے کہہ دوں

کا کہ بیڑیاں اور طوق اہل کر مجھے خدا کے پاس یوں لے جائیں جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے لے جاتے ہیں۔

حاتم اسم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کسی مکان اعلیٰ پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ بہتر کوئی جگہ نہیں مگر آدم کا محل اس میں جو ہوا سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کہ انہیں کا محل بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہے نہ کثرت علم سے مغرور ہو کہ بلعم اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اس کا کیا ہوا اور نہ صلی کی زیارت پر فریفتہ ہو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کسی کا مرتبہ نہیں ہوتا مگر بعض اقارب اور اعداء کو آپ کی زیارت کام نہ آئی۔

فرماتے ہیں کہ میں اپنی ناک کو دن میں کئی بار دیکھ لیتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں میرا منہ تو کھلا نہیں ہو گیا۔ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چالیس برس سے میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو نگاہ غضب سے رکھتا ہے اور میرے اعمال اس پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مالک ایک دن اپنے دوستوں میں نکلے اور فرمایا کہ رات تو میں نے اللہ (عزوجل) پر بڑی جرات کی کہ اس سے جنت کا سوال کیا ہے۔ جو آپ کو معلوم ہو ہمیں بتائیے آپ نے محمد بن کعب القرظی کی ہاں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ میں تجھے جانی ہوں کہ لڑکپن میں بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن عبادت کرتا ہے تو یہ ایک عمل گویا اپنے لوہے پر منسلک تو نے رکھ لیا ہے۔ اتنی مشقت کیوں کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے مشفق میں کوئی بات سے اس امر سے نڈر ہو جاؤں کہ اگر خدا اعلیٰ نے مجھے کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو تو یہ فرماؤ کہ اپنی عزت و جلال کی قسم میں تجھ کو نہیں بخشوں گا اور حضرت نفیل فرماتے ہیں کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا ضبط ہوتا ہے اور نہ فرشتے مقرب کا نہ کسی بندے نیک کا کیونکہ ان لوگوں پر قیامت کو حجب نہ ہوگا۔ مجھے تو صرف اس شخص پر شک ہے جو پیدا ہی نہ ہوا ہو۔

ایک جوان انصاری کو خوف و دوزخ ہوا تو بیٹھ رویا کرتے۔ یہاں تک کہ رونے کے باعث گھر سے بھی نہ نکلتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں تشریف لائے اور اسے گلے لگایا۔ وہ اسی وقت سر کر گر پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کی تجویز و تخمین کرو کہ خوف آتش نے اس کے جگر کو نکلے کر دیا ہے۔ ابن ابی مسرور جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش! میری ہاں مجھے نہ بنتی۔ ان کی ہاں نے کہا "اے میرے اللہ" نے تو میرے اوپر احسان کیا کہ تجھے مسلمان کیا، پھر تو کیوں خاکف ہے؟" انہوں نے کہا کہ اس کے احسان میں شک نہیں مگر اس نے ہم سے کہا ہے کہ ہم سب دوزخ میں جائیں گے اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس میں سے نکل آئیں گے۔

فرقد سخی کو کسی نے کہا کہ نبی اسرائیل کی کوئی بڑی عجب بات جو اب دیا کہ بیت المقدس میں پانچ سو ہزار عورتیں جن کا لباس کھل اور ٹانگ تھا آئیں اور خدا کے ثواب و عذاب کی آپس میں ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی دن میں مر گئیں۔

حضرت عطاءؑ سلمیٰ بھی غائبین میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے۔ صرف سہلان کی درخواست کیا کرتے اور مرض میں ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل میں کسی چیز کی خواہش کی جگہ نہیں چھوڑی۔ کہتے ہیں کہ چالیس برس تک انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا تھا اور نہ کبھی اس عرصے میں ہنسنے تھے۔ ایک دن سر آسمان کی طرف اٹھایا تو آواز آئی کہ گر پڑے اور آنت پھٹ گئی۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسی وقت اپنا جسم نخل لیا کرتے اس خوف سے کہ کیسے مسخ تو نہیں ہو گیا۔ اور جب کبھی اندھی چلتی یا بجلی مگرتی یا غلہ گراں ہو تا تو فرماتے کہ یہ سب آفتیں میرے سبب سے ہیں۔ اگر میں مریاؤں تو لوگ راحت پائیں اور خوف فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم عقبہ غلام کے ساتھ تھے اور ہم میں ایسے نو جوان اور اوجیز عمر کے لوگ تھے کہ عشا کے رخصتے صبح کی نماز پڑھتے۔ کثرت قیام سے ان کے پاؤں سوچ گئے تھے اور آنکھیں اندر کو دھنسن گئی تھیں اور پوست ہڈیوں کو جالسا تھا۔ رگیں تلو تلو کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔ ایسے ہو گئے تھے جیسے تروز کے چھلکے کے اندر کچھ نہیں ہو سکا گیا قبروں سے نکلے ہیں۔ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانوں کو کیسے ذلیل کیا اسی حل میں چلے جاتے تھے کہ اچانک ان میں سے ایک کا گمزر ایک جگہ پر ہوا فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے ساتھی گرد و چھڑکے کر دیتے گئے۔ سردی بہت شدت سے تھی مگر اس کی پیشانی سے بوند ٹپکتا تھا۔ جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا اس کو ہوش آیا۔ اس سے ماجرا پوچھا اس نے کہا کہ میں نے اس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی۔ جگہ دیکھ کر مجھے یاد آئی اور خوف سے گر پڑا۔

صلح مہدیؑ کہتے ہیں کہ میں نے ایک زائد کے پاس یہ آیت پڑھی بوم نغلب وجہہ فی النار بقولون بالبنی اطمعنا اللہ واطمعنا الرسول (پ 22 الاواب 66) ترجمہ کنزالایمان: جس دن ان کے منبر الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہو تا اور رسول کا حکم مانا ہو تا وہ بے ہوش ہو گیا اور پھر ہوش آیا تو کہا کہ اے صلح اور پڑھ کر مجھے رنج معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا بغیر جو سہا اعبقوا مبہا (پ 21 السجود 20) ترجمہ کنزالایمان: اس میں سے لکنا چاہے گے پھر اس میں پھیر دیئے جائیں گے۔ وہ شخص مردہ ہو کر گر پڑا۔

حکایت :- زکریا بن ابی اوفی نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب یہ آیت پڑھی فاقا مغر فی السافور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے۔

یزید رقاشی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے یزید مجھے نصیحت کر۔ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین تم وہ لول خلیفہ نہیں جو مر گئے یعنی تم سے پہلے بھی بہت سے خلیفہ مر چکے ہیں۔ آپ روئے اور فرمایا کہ اور نصیحت کیجئے۔ فرمایا کہ اے امیر المؤمنین تمہارے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی بزرگ ایسا نہیں جو مرانہ ہو۔ آپ روئے اور فرمایا کچھ اور فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین تمہارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان میں کوئی منزل نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ آپ بے ہوش ہو چکے ہیں۔

میرمن بن عمران کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری وان جہنم لسوعدہم اجمعین حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج ادا کرنا ہاتھ سرخ رکھ کر باہر نکل گئے۔ تین دن تک نہ پتہ چلا۔ حضرت داؤد خاں نے ایک عورت کو لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ وہی تھی جتنا نہ معلوم تیری کون سی محل کو پہلے کیڑے نے کھلیا۔ مٹنے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت سفیان ثوری بیمار ہوئے۔ ان کا قارورہ ایک ذی ذکاوت طبیب کو دکھایا گیا۔ اس نے کہا کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہے۔ پھر نبض دیکھی کہ اس کا ملت اسلام میں اس جیسا تو ہی مجھے معلوم نہیں ہوا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میرے اوپر ایک دروازہ کھول دے۔ دعا قبول ہوئی اور خوف کا دروازہ مفتوح ہوا کہ میں نے اپنی عقل پر ڈر کر التماس کی (اٹنی میری طاقت کے مقدار سے) جب میرا مطمئن ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گریہ کرو ورنہ رونی صورت بنائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میرا دل ہے اگر تم کو علم ہو جائے تو آج چٹو کہ گلابند ہو جائے اور نماز اتنی پڑھو کہ پتہ ٹوٹ جائے۔

فائدہ :- اس قول میں گویا آپ نے اس حدیث شریف کے مضمون کی طرف اشارہ کیا لو نعلمون ما اعلم فاضحکم قلبا ولیکینہم کثیرا ترجمہ: اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو جس کے کم اور رو گئے بہت زیادہ۔  
 محدثین رحمۃ اللہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ آپ نے ایک روشندان سے ان کی طرف سر نکالا۔ واڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے۔ فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواضعیت کرو اور نماز کو پڑھو۔ یہ وقت حدیث کا نہیں بلکہ یہ وقت رونے اور نصرت اور مسکنت اور ڈوبنے والے کی طرح دعا مانگنے کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسی کو نہ بتائے اور اپنے دل کا خارج کرے۔ معلوم گو دستور العمل کرے جو نہ جانتا ہو اس کا ترک کرے۔

حکایت :- ایک وفد آپ خوف سے حیران چلے جا رہے تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کھل جاتے ہیں فرمایا میں نہیں جانتا۔

ذہن عمر نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ دوسرے وعظ کرنے والوں کے وعظ سے لوگ نہیں روتے لیکن جب آپ وعظ کرتے ہیں تو ہر طرف سے رونے کی آواز سنتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مر جائے اس کا رونا اور جو اجرت لے کر رونے اس کا رونا برابر نہیں ہوتا۔

فائدہ :- ثابت ہوا کہ گریہ خوف کو دل میں تاثیر زیادہ ہے۔

حکایت :- بعض لوگ اس عابد کے پاس کھڑے تھے جو رو رہا تھا۔ اس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے۔ رونے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک خوف ہے جس کو ڈرنے والے اپنے دنوں میں پاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ کیا

ہے؟ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لیے جو خدا ہوگی، اس کا خوف ہے؟

فائدہ:- خواص روتے اور مناجات میں کہتے کہ اے میں بوڑھا ہوا اور میرا بدن تیری عبادت سے کمزور ہو گیا تو مجھے آزاد کر دے۔

حکایت:- صالح مری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن السماک میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے اپنی قوم کے عابدوں کی کوئی عجیب بات دکھلا رہیں۔ میں ان کو ایک محلے میں ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھوٹے میں رہتا تھا۔ ہم نے اس سے اجازت چاہی اور چلے گئے۔ دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا۔ میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی انا اولا غلال فی اعناقہم والاسلاسل بسجون فی الحبیم ثم فی النار یسجرون (پ 24 المومن 71-72) ترجمہ کنزالایمان: جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیروں میں جکڑے جائیں گے کوئلے پانی میں پھر آگ میں دھکائے جائیں گے۔ وہ شخص چیخ مار کر شبہ ہوش ہو گیا۔ ہم اسے ویسا ہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر چلے گئے۔ اس کے پاس بھی میں نے یہی آیت پڑھی، وہ بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گرا، وہیں سے ہم تیسرے کے پاس چلے گئے اور اس سے اجازت چاہی۔ اس نے کہا کہ ہم کو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ۔ اس کے پاس میں نے پڑھا ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید ترجمہ کنزالایمان: اس نے ایک نعرہ مارا اور اس کے منتوں سے خون نکلنے لگا اور اسی خون میں تر پڑنے لگا۔ یہاں تک کہ خون خشک ہو گیا۔ اس کو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے۔ اسی طرح میں نے ابن السماک کو چھ شخصوں کے پاس بھرایا کہ ہر ایک کو بے ہوش چھوڑ کر اس کے پاس سے چلے آئے۔ پھر میں نے ان کو ساتویں کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو جھوٹے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ۔ دیکھا تو ایک بوڑھا اپنے صلی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو ہم نے سلام کیا وہ متوجہ نہ ہوا۔ میں نے زور سے کہا کہ خیردار لوگوں کو کل کھڑا ہونا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ تم جنت کس کے سامنے آنا کہہ کر حیران منہ کھلا ہوا آنکھیں اوپر کو دیکھتا رہ گیا۔ ایک آواز پست اور اودہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آواز بند ہو گئی۔ اس کی عورت نے کہا کہ اب اس کے پاس سے چلاؤ گے اس وقت تم کو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ اس کی حالت کچھ اور ہو گئی ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے وہاں کے لوگوں سے انہیں ساتویں بزرگوں کا محل پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سے تین تو اچھے ہو گئے اور تین جلی جاتی ہوئے اور بوڑھے کا یہ محل ہوا کہ تین دن تک ویسا ہی حیران اور مسموت رہا کہ فرض بھی نہیں پڑھتا تھا۔ تین دن کے بعد ہوش آیا۔

(اہل کاحال) زید بن الاسود کو لوگ اہل اہل جانتے تھے۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسوں گا نہ کبھی لیت کر سوؤں گا نہ کبھی تھی کی چیز کھائوں گا وہ اس قسم پر اپنے مرنے تک قائم رہے۔

حکایت:- حجاج نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کبھی نہیں ہنسے؟ انہوں نے فرمایا کہ جسے کی کیا صورت ہے؟ دوزخ گرم کی گئی ہے اور طوفان میں اور فرشتے دوزخ کے مستعد و آلودہ کھڑے ہیں!

حکایت:- کسی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ اے ابو سعید آپ کی صبح کیسے ہوتی؟ آپ نے فرمایا کہ خیریت

کے ساتھ! اس نے پوچھا کہ آپ کا محل کیا ہے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تو میرا محل پوچھتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ اگر لوگ کشتی میں سوار ہو کر وسط سمندر میں پہنچیں اور کشتی ٹوٹ جائے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے پر رہ جائے تو ان کا محل تمہارے خیال میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ بہت سخت مصیبت ہے! آپ نے فرمایا کہ تو میرا محل ان کے محل سے بھی زیادہ سخت ہے!

حکایت :- حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک لونڈی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام کر کے ان کے گھر کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کو خیند آگئی اور سو رہی اور خواب میں روئی کہ جب جاگی تو چپ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المؤمنین میں نے اس وقت عجیب معاملہ دیکھا۔ آپ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ دو ذرخ درختوں کے لیے دھڑا دھڑل رہی ہے، پھر مل صراط لاکر اس کی پشت پر رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ پھر عبداللہ بن حواری کو لائے اور اس پل پر اس کو چڑھایا وہ تھوڑی ہی جانے پلا کہ مل انت گئی اور وہ دو ذرخ میں جاگرا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس نے کہا کہ پھر عبداللہ کے بیٹے ولید کو لائے اور اس کو پل پر لے گئے۔ وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کوٹ لی اور وہ دو ذرخ میں جاگرا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر اس نے کہا کہ پھر سلیمان بن عبداللہ کو لائے اور پل پر چڑھایا گیا وہ بھی تھوڑی دور چلا تھا کہ پل ترچھا ہو گیا اور دو ذرخ میں گر پڑا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر اس نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کو لائے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایک ایسی بیچ ماری کہ سبے ہوش ہو کر گر پڑے اور وہ لونڈی اٹھی اور ان کے کان میں بکار بکار کر کہنے لگی کہ اے امیر المؤمنین بخدا میں نے دیکھا کہ آپ بچ گئے۔ آپ نے نہایت پائی۔ وہ کان میں جیتی رہی مگر آپ برابر غصے مارتے تھے اور پاؤں زمین پر مارتے تھے۔

حکایت سیدنا ابولیس قرنی :- حضرت ابولیس قرنی قاضی کے پاس آئے اور ان کے کلام سے روئے۔ جب وہ دو ذرخ کا ذکر کرتے تو چپ چپ مارتے، پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ ان کو دیوانہ کہتے۔

حضرت سلف بن جہل فرماتے ہیں کہ سو من کا خوف جب تک نہیں ٹھہرے گا جب تک کہ دو ذرخ کے پل کو پیچھے نہ چھوڑے۔

حضرت حلاص رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بستر کیا جاتا تو لینے تو کرم کراہی کے دانے کی طرح اس پر لوہر اور لوہنٹے پھر اس پر سے اچھل کر اس کو لپیٹ دیتے اور قبلہ کی طرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے ہجے کہ دو ذرخ کے بیان نے خوف دلوں کی نیند اڑا دی۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ دو ذرخ میں سے ایک شخص ایک ہزار برس کے بعد نکلے گا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ اس لیے فرمایا کہ آپ کو دو ذرخ میں بیٹھ رہنے اور سوہ خانہ کا خوف تھا۔

فائدہ :- کہتے ہیں کہ آپ چالیس سال نہیں تھے۔ ولوی کہتا ہے کہ جب میں انہیں بند دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ گویا قیدی ہے کہ اسے قتل کرنے کے لیے گرفتار کیا گیا ہے۔ جب آپ دعا فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو دیکھ

رہے ہیں اور اس کا حل آنکھوں دیکھا بیان کرتے ہیں اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھوں کے سامنے آگ بھڑک رہی ہے اور جب ان پر اس شدت خوف و قہم کا لوگوں نے عتاب کیا تو فرمایا کہ میں کیسے بے خوف ہو جاؤں اس سے کہ خدا تعالیٰ نے اگر کوئی مجھ سے برائی دیکھ لی ہو اور مجھے برا بیان کر فرمائے گئے کہ چلا جا میں تجھ کو نہ بخشوں گا۔ تو پھر عمل کرنا میرا بے فائدہ ہے۔

حکایت :- حضرت ابن السماک فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں دعا کیا۔ ایک جوہن نے اٹھ کر کہا "آپ نے آج ایک ایسا جملہ کہا ہے کہ اگر ہم اس کے سوال اور کچھ نہ سنتے تو کچھ پروا نہیں" میں نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حاجتین کے دل کے وہ غلو یعنی پیشہ کے ٹکڑے کیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جنت میں ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ میں۔ حضرت ابن السماک فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے دعا میں "میں نے اس کو نہ پایا۔ لوگوں سے اس کا حل پوچھا تو معلوم ہوا کہ بتا رہے ہیں۔ میں اس کی عبادت کو آیا اور پوچھا تیرا کیا حل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے ابو العباس یہ تمہارے اسی بتلے سے ہوا کہ وہ غلو یعنی غلو جنت 'غلو دوزخ' نے خاتمین کے دل کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں 'پھر وہ شخص اسی مرض میں مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا اور رحم کر کے جنت میں داخل کیا 'اسی جملہ کی برکت سے۔

خلاصہ :- انبیاء اور اولیاء و علماء اور صلحاء سب کے خوف کا حل تم نے سنا۔ جب ابن لوگوں کا یہ حل ہوا تو ہم کو خوف کرنا زیادہ لائق ہے اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ جب بہت گناہ ہوں تب خوف ہو بلکہ اگر قلب صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف زیادہ چاہیے ورنہ کثرت طاعت اور گناہوں کی کمی بے خوف ہو جانے کی منتفی نہیں بلکہ بے خوف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع ہوں اور بد بخشنی عتاب اور غفلت اور سختی دل کی وجہ سے اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے ہوں 'نہ موت کے پاس آنے سے جائیں اور نہ کثرت گناہوں سے خوف زدہ ہوں 'نہ خاتمین کا احوال دیکھ کر ہمت پکڑیں 'نہ اندیشہ خاتمہ کو دل میں جگہ دیں۔ اس صورت میں اگر خدا اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تذکرہ فرماوے تو اصلاح ممکن ہے "اس لیے اسی بات کی اصلاح کے لیے دعا لکھتے ہیں اے ربکہ صرف زبان دعا بجا استعداد کے مقبول ہو اور عجب قربت یہ ہے کہ جب ہم دنیا میں مل کا بارادہ کرتے ہیں تو اس کے گنتے لوازم جمع کرتے ہیں مثلاً ملی جوتے اور بیج ہوتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں اور خشکی و تری میں کسی کسی خطرناک باتیں اختیار کرتے ہیں اور اگر علم میں کوئی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے سختی منتہی اٹھاتے ہیں اور کتابوں کی بحث و تکرار اور یاد کرتے ہیں راہوں کو جاگتے اور کوشش کرتے ہیں۔ روزی کی تلاش میں کیا کیا سختیاں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کلمات اور صفت روزی دینے کی ان سے اس پر یقین کر کے گھر نہیں بیٹھتے اور خدا تعالیٰ سے نہیں عرض کرتے کہ الہی روزی دے مگر جب ملک بادشاہ سلطنت پایدار آخرت پر نظر کرتے ہیں تو اس کے لیے صرف اسی پر کفایت کرتے ہیں کہ زبان سے کہہ لیا "الہی تو۔" یا "کر الہی تو رحم کر حلالہ جس ذات کی طرف توقع ہے اور جس نام سے دھوکا کھائے ہوتے ہیں وہ تو فرماتا ہے ان لبس للناس الا ما ملبس (پ 27 انجم 39) ترجمہ کنز الایمان: "لو کہ یہ آدمی نہ اپنے کا مگر اپنی کو کوشش۔ اور فرماتا ہے ولا یغرنکم باللہ

الغرور (پ 22 الفاظ 5) ترجمہ کنزالایمان: اور ہرگز ہمیں اللہ کے حکم پر قہر نہ دے وہ بڑا فریب۔ اور فرمایا یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکرم (پ 30 الفاظ 6) ترجمہ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے قہر دیا اپنے کرم والے رب سے۔

انتظار:- ان اقوال میں سے کسی سے بھی ہمیں تنبیہ ہوتا ہے 'کوئی بات بھی ہم کو ہمارے مخالفوں اور جمہوری آرزوؤں سے نکالتی ہے۔ اگر خوب غور کو تو یہ مفید بات ہے بشرطیکہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے توبہ خالص مرحمت فرمائے اور اس سے پناہ دے۔ ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہے کہ شوق توبہ ہمارے دلوں کے اندر ڈل دے' صرف ذہنی حرکت ٹوچ کی دعا کے لیے ہمارے لیے کافی نہ قرار دے ورنہ ہم ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جو کہتے ہیں اور نہیں کہتے اور سنتے ہیں 'نہیں مانتے۔ جب دعا تو وہ پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پسوچی کر گئے۔ اس سے زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی 'خدا تعالیٰ ہم کو سبق اور رشد اپنے فضل سے عطایت کرے۔ اب ہم احوال خاشعین کے مضمون کو اس حکایت ذیل پر کھلتے کہتے ہیں۔

حکایت:- یحییٰ بن مالک خولانی ایک بڑے اعلیٰ عابدوں میں سے ایک راہب کا محل کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کو بیت المقدس کے دروازے پر قلعین صورت بنائے کھڑے دیکھا۔ سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو میں رستا تھا۔ رولی کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے دیکھا تو اس کی صورت سے ڈر گیا اور اس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کر کہ اسے یادگار رکھوں۔ اس نے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت کروں سوچی ایک یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو ایسی طرح رہو جیسے کسی کو چار طرف سے درندوں اور گیزروں نے گھیر لیا ہو اور وہ ہر اسلحہ اور خائف رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی غفلت ہو جائے تو درندے چر ڈالیں یا چوک جائے تو نیشدار کینزے کٹ لیں۔ غریبکہ رات بھر اس کا دل خوف و ہراس ہی میں رہتا ہے گو محافظ کھائے والے بے خوف ہوا کریں اور دن بھر رنج میں گزارتا ہے۔ اگرچہ مجھے لوگ خوش ہوا کریں 'میرود راہب مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ میں نے کہا کہ کچھ اور اس نے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی مل جاتا ہے 'وہی کافی ہوتا ہے۔

فائدہ:- یہ اس نے درست کہا اس لیے کہ صاف دل کو تو اونٹنی سا خوف کافی ہوتا ہے اور ٹیڑھے دل سے دعا نصیحت کو سوں دور رہتی ہے اور اس نے جو مثل بیان کی کہ اس طرح رہو جیسے وہ شخص جس کے چاروں طرف درندے اور زہریلے کینزے ہوں تو اس کو یوں نہ چاہتا چاہیے کہ یہ مثل فرضی ہے بلکہ یہ صورت واقعی ہے کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندے اور زہریلے جانور سے واسطہ پڑا ہے مثلاً غصہ اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب اور دیوانہ و غیرہ جو ہمیشہ اس کو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہیں بشرطیکہ ایک لمحہ بھی ان سے غافل رہے مگر یہ کہ آدمی کو ان کا نقصان اور ایذا دینا نہیں محسوس ہوتا۔ جب پردہ اٹھایا جائے گا اور آدمی قبر میں رکھا جائے گا اس وقت دیکھے گا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے محل کی صورت بن کر آئیں گے۔ اس وقت یہ نظر آئے گا کہ سناپ اور پھوڑوں نے قبر میں آکر بدن کو گھیر لیا ملا کہ نہ سناپ



ہو گا نہ بچھو بلکہ یہی صفت جو زندگی میں ہیں، یہی ہوں گے۔ ان کی صورت اس دن محسوس ہوگی اگر یہ منکور ہو کہ ان کو مار ڈالنا چاہیے اور ان پر غالب ہونا چاہیے حالانکہ مرنے سے پہلے یہ بات انسان کے اختیار میں ہے تو اس سے ہرگز غفلت نہیں کرنی چاہیے ورنہ ان کا کانٹا لور ایذا دینا جو ب دل میں یقین رکھ لینا چاہیے۔

### فقر اور زہد

دنیا اللہ جل شانہ کی دھن ہے۔ اس کے فریب میں بہت لوگ گمراہ ہوئے، اس کے کمر سے بہتوں کو لٹیرش ہوئی۔ اس کی دوستی خطا و ذیات کی جڑ ہے اور اس کی دشمنی خلعت و قربت کی اصل ہے۔ ہم نے اس کا محل اور ان کی دوستی کی خدمت اسی کتب کے باب ذم دنیا جلد سوم میں مفصل لکھا ہے۔ یہاں اس سے باز رہنے اور اس میں زہد میں فضیلت ہے، گو ذکر کرتے ہیں کہ سبقت میں اصل دعا ہے کیونکہ نجات کی طبع دنیا سے علیحدگی اور دوری کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس سے علیحدگی کی دو صورتیں ہیں۔ (1) وہ خود آدمی سے الگ ہو، اسے فقر کہتے ہیں۔ (2) اس سے کنارہ کشی کی جائے، اسے زہد کہتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کو سعادت کے حاصل ہونے اور فوز و نجات پر مدد کرنے میں اثر ہے، اس لیے ہم ان دونوں کی حقیقت اور درجات و اقسام اور شرطیں اور احکام ذکر کرتے ہیں۔ اس باب میں دو فصل ہیں۔ فقر و زہد

**حقیقت فقر:** فقر حاجت کی چیز کے نہ ہونے کا نام ہے۔ اسی لیے بے حاجت چیز کے نہ ہونے کو فقر نہیں کہتے اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اس پر آدمی قادر و قادر ہو مگر کوئی فقر نہ کہیں گے۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب ظاہر ہے کہ ہر شے جو سوا خدا تعالیٰ کے موجود ہے، وہ فقیر ہے، اس لیے کہ ہر موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت میں موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا پیش رہنا خدا کے فضل و احسان سے ہے۔ پس اگر ہستی کے پردے پر کوئی موجود ایسا ہو جس کا وجود دوسرے سے مستقل نہ ہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وجود میں غنی ایک ہی ہے اور اس کے سوا چھنے ہیں، وہ اسی کی طرف متوجہ ہیں تاکہ ان کو دوام وجود کی مدد دے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا کہ اللہ غنی وانتم الفقراء (پ 26 محمد 38) ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ ہے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔

**فائدہ:** یہ معنی فقر مطلق کے ہیں اور ہماری غرض فقر مطلق کے بیان سے نہیں بلکہ خاص فکر مل کا بیان کرنا منظور ہے۔ دوسرے کی حاجت کو بہتار اس کی ضروریات کے اس کا بھی شمار نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ ضروریات و حاجت بے شمار ہیں اور محمد اس کے ساتھ ہی کے وہ ہیں جو مل سے مل سکتی ہیں۔ پس انہیں کا بیان اس وقت نہ نظر ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ جو شخص مل نہیں رکھتا، اس کو ہم اس مل کے لحاظ سے فقیر کہتے ہیں جو اس کے پاس نہیں بشرطیکہ اس شخص کو اس مل مستحق کی طرف حاجت بھی ہو۔ فقر میں انسان کے پانچ احوال ہیں اور ہم ان سب میں امتیاز کے لیے جدا جدا نام رکھتے ہیں تاکہ ان کے بیکام بھی علیحدہ علیحدہ بیان کر سکیں۔

**حالت 1:** یہ سب سے عمدہ ہے۔ یہ کہ سالک ہیں ہو کہ اگر اس کے پاس مل آئے تو اس کو برا معلوم ہو

لور ایذا پائے لور اس سے بھاگے لور اس کے مشغول ہونے سے اجتناب کرے لور اس کے شر سے محروم رہے۔ ایسے شخص کو زہاد کہتے ہیں۔

حالت 2- یہ ہے کہ مل کی رغبت اتنی نہ ہو کہ جس کے حصول سے خوشی ہو لور نہ اتنی نفرت ہو کہ اس سے ایذا پائے یا اگر ملے تو چھوڑ دے۔ ایسے شخص کا ہم راضی ہے۔

حالت 3- یہ ہے کہ مل کا ہونا اس کے نزدیک نہ ہونے کی نسبت محبوب ہو اس وجہ سے کچھ مل کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت اتنی نہیں کہ اس کی طلب میں سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہے کہ اگر بلا منت و مشقت ملا تو لے کر خوش ہو جائے۔ اگر طلب میں کچھ مشقت کا محتاج ہو اس میں مشغول نہ ہو۔ ایسی حالت والے کا نام قانع ہے کیونکہ اس نے موجود چیز پر قناعت کر کے طلب موقوف کی بلکہ کسی قدر رغبت بھی تھی۔

حالت 4- یہ کہ طلب مل کو موقوف کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہے کہ اگر کوئی سبیل تلاش کی ملے جو محنت ہی سے ملے تو اس کو ضرور طلب کرے یا طلب میں مشغول ہی ہو ایسی حالت والے کو ہم حریص کہتے ہیں۔

حالت 5- یہ ہے کہ جو مل اس کے پاس نہیں اس ضرورت میں منظر ہو مثلاً بھوکے کے پاس روٹی نہ ہو اور ننگے کے پاس لباس نہ ہو ایسی حالت والے کو ہم منظر کہتے ہیں۔ اس کی رغبت طلب کے متعلق کسی طرح کی ہو۔ ضعیف ہو یا قوی لور یہ حالت عیب سے بہت کم جدا ہوتی ہے۔ پس یہ پانچ احوال ہیں جن میں سے اعلیٰ زہد ہے لور اضطراب کے ساتھ میں زہد ملا لیا جائے اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حل زہد کے اقصیٰ درجہ میں ہے لور ان پانچوں حالتوں سے بڑھ کر ایک لور حالت ہے جو زہد سے بھی اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا لور نہ ہونا مل کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ جانے کا غم لور اس کا حل ایہ ہو جیسا حضرت عائشہ کا تھا جب ان کے پاس ایک درہم کہ کسی سبب آئے تو لے لے لور اسی روز تقسیم کر دیے لور جب ان کی خدمت نے عرض کیا کہ اگر آج کے درہم سے آپ ایک درہم کا گوشت لے دیتیں تو اسی سے انظار کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے یاد رلائی تو ایسا ہی کرتی۔

فائدہ:- جس شخص کا مل ایسا ہو تمام دنیا اس کے قبضے اور خزانے میں ہو تو تب بھی اس کی کو ضرر نہ کرے گی اس لیے کہ وہ شخص تمام خزانے کو خدا تعالیٰ کے قبضے میں جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مل اس کے قبضے میں یا کسی دوسرے کے اس کے نزدیک برابر ہے۔ ایسی حالت والے کو مستغنی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مل کے وجود لور عدم دونوں سے غنی ہے لور مستغنی کا معنی فقط غنی سے علیحدہ سمجھنا چاہیے جو خدا تعالیٰ پر لور اس کے بندوں میں سے بہت سہلان رکھنے والوں پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندوں میں جس کے پاس مل زیادہ ہوتا ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے تو وہ اس بات کا متحک ہے کہ مل نہ لور اس کے پاس رہے ہر چند وہ مل کے قبضے میں آئے سے غنی ہے تاہم اس کے بقی رہنے کا محتاج ہے اس لیے وہ میں کو فقیر ہے مستغنی وہ ہے جو مل کے قبضے میں آئے لور اس کے بقی

رہنے اور اس کے قبضے میں نکل جانے سے سب سے فنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اس کو مل سے ایذا نہیں ہوئی اور نہ خوشی ہوتی ہے۔ پس احتیاج قبضے سے نکلنے اور قبضے میں رکھنے کی دونوں نہ رہی اور یہ بھی نہیں کہ اس کے پاس نہ ہو تاکہ محتاج قبضے میں آئے گا ہو ہرمل مستحق غلام ہے اور اسی وجہ سے ایسا شخص اس غنی سے جو وصف خداوندی ہے، قریب تر ہے اور ظاہر ہے کہ بندے کا قرب خدائے تعالیٰ سے اسی طرح ہے کہ مغفل اپنی میں قریب ہو۔ قریب مکمل تو ہوتا نہیں لیکن ہم ایسی حالت والے کو مستحق ہی کہتے ہیں تاکہ لفظ غنی اس بات پر پول سکے جس کو غلام مطلق ہر چیز سے ہو اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مل کے دود اور عدم سے مستحق ہے مگر سوا اس کے اور چیزوں سے مستحق نہیں نہ مدتوں اپنی سے مستحق ہے جس سے اس کا استغناء پائی ہے۔

فائدہ :- استغناء بڑی نعمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے اس کے دل کو زینت دی ہے جو دل کے مل کی محبت میں متید رہتا ہے، وہ غلام ہے اور جو اس سے مستحق ہے، وہ آزاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس کو اس غلامی سے آزاد کیا ہے تو اس آزادی کے پیش رہنے کی حالت اس کو ضروری ہے اور دل غلامی اور آزادی میں لحظہ بہ لحظہ بدلے رہتے ہیں کیونکہ تمام دل خدا تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان ہیں، اس لیے ایسے شخص کو مطلقاً غنی کہہ دینا درحقیقت نہیں زیبا ہے۔ اگر کہا جائے تو مجازاً ہوگا۔

فائدہ :- زائد اہرام کے درجے کا مکمل ہے اور اس حالت والا یعنی مستحق مقررین میں سے ہے تو ضروری ہوا کہ زائد اس کے حق میں درجہ نقصان ہو، اس لیے کہ اہرام کی نیکیاں مقررین کی برائیاں ہوتی ہیں نیز دنیا کا برا جاننے والا بھی دنیا میں مشغول ہے جب اس کا رغبت کرنے والا ہے اور عقل ماسوا خدا تعالیٰ اس سے حجاب ہوتا ہے کیونکہ خدا کا کچھ قائلے پر تو نہیں ہے کہ دوری اس کا حجاب ہو جائے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور نہ خدائے تعالیٰ کسی مکان میں ہے تاکہ آسمان و زمین اس میں اور آدمی میں حجاب ہو جائیں تو اب ضرور ہے کہ حجاب اس میں اور آدمی میں، بجز فیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونے اور کوئی نہ ہو اور اپنے نفس کی شہوات میں مشغول ہونے بھی فیر اللہ کے ساتھ مشغول ہونے میں داخل ہے اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس اور شہوات میں مشغول رہتا ہے، اس لیے ہمیشہ خدا تعالیٰ سے محجوب رہتا ہے۔

خلاصہ :- جو شخص اپنے نفس کی محبت میں مشغول ہے، وہ خدا تعالیٰ سے منحرف ہے اور جو شخص اپنے نفس کے بغض میں ہے، وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہیں۔

مثال :- اسے ایک مثل نے سمجھے کسی مجلس میں عاشق و معشوق ہوں تو عاشق کا دل رقیب کی طرف اور اس سے بغض کی طرف اور اس کے آئے کو برا جاننے کی طرف متوجہ ہوگا اور چونکہ وہ ان وابستہ اور فضول امور میں مصروف ہے، لذت مشاہدہ معشوق سے محروم رہے گا اور اگر حق میں مستحق ہوگا تو غیر سے غافل ہوگا اور اس کی طرف توجہ نہ کرے گا۔ فرض کہ جس طرح معشوق کے ہوتے ہوئے دوسرے کو محبت کی راہ سے دیکھا عشق کی راہ میں شرک اور موجب نقصان ہے، اسی طرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو دیکھا معشوق کے ہوتے ہوئے عشق

میں شرک و نقصان ہے۔ اگرچہ نقصان بہ نسبت لول کے خفیف تر ہے تاہم پورا مکمل نہیں اور مکمل پورا یہ ہے کہ قلب محبوب کے سوا اور کسی کی طرف نہ دوستی کی وجہ سے نظر کرے نہ دشمنی کی وجہ سے کیونکہ جیسے ایک دل میں دو محبت ایک حالت میں جمع نہیں ہوتے ایسے ایک ہی حالت میں دوستی اور دشمنی بھی جمع نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا کی دشمنی میں مشغول ہے وہ بھی خدا سے غافل ہے۔ جیسے وہ شخص کہ اس کی دوستی میں مشغول ہے مگر اپنے فرقہ ہے کہ جو دنیا کی دوستی میں مشغول ہے وہ غافل ہے اور اپنی غفلت میں راہ بعد ملے کرتا ہے اور جو اس کی دشمنی میں مصروف ہے وہ بھی غافل ہے مگر غفلت میں طریق قرب پر راہ پتا ہے اس لیے کہ ایسے شخص کے لیے توقع ہے کہ اس کا حل انجام کو ایسا ہو جائے کہ یہ غفلت جاتی رہے اور صرف حضور اور مشاہدہ میسر ہو جائے۔ بہر حال درجہ مکمل ایسے شخص کے لیے متوقع ہے پس وجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف پہنچاتی ہے۔

مثلاً :- دنیا سے محبت اور بغض راولوں کی یہ مثل ہے جیسے دو شخص راولج میں سواری پر سوار ہوتے اور اس کے گھاس دانے کی خبر گیری اور ہانگنے میں مشغول ہوں مگر ایک تو کبے کی طرف منہ کر کے جاتا ہو اور دوسرا پیٹہ پھیر کر دوسری طرف جاتا ہو تو یہ دونوں شخص اس بات میں برابر ہیں کہ کبے سے محبوب اور اس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر میں شامل ہیں لیکن جو کبہ کی جانب جاتا ہے اس کا حل دوسرے کی نسبت اچھا ہے جو پشت کبہ کو چلا ہے۔ اس کو کبھی پہنچنا نصیب نہ ہو گا مگر شخص اول کا حل اگر لحاظ اس شخص کے جو کبے میں مشغول ہے اور اس میں سے باہر ہی نہیں جاتا کہ حاجت سواری فکر کی پہنچنے کے لیے پڑے تو اس کی نسبت اچھا نہیں۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا چاہیے کہ دنیا سے بغض کرنا مقصود پاؤں میں ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہے اس تک پہنچنا اس کے دفع کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت ابو سلیمان وارفانی کا قول :- جو شخص دنیا میں زندہ رہے اور اسی پر کفایت کر سکے تو جلدی راحت پاتا ہے بلکہ اس کو چاہیے کہ آخرت میں مشغول ہو۔

فائدہ :- اس قول میں بتلایا کہ راہ آخرت کا چلنا زندہ کے سوا ہے جیسے طریق بیچ کا چلنا اور ہے اور قرض خود بخود بیچ کا دفع کرنا اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں زندہ کرنے سے اگر مقصود یہ ہے کہ اس کے وجود اور عدم دونوں میں رغبت نہ ہو تب تو یہ نہایت درجہ کا مکمل ہے اور اگر صرف اسکے نہ ہونے کی رغبت منظور ہو تو یہ درجہ بہ نسبت درجہ راضی اور خائف اور حریص کے تو مکمل گناہ ہے مگر مستغنی کے درجے کی نسبت ناقص رہے گا بلکہ مل کے حق میں مکمل ہے یہی کہ انسان کے نزدیک مل اور اپنی برابری ہو۔ ہمسایہ کے پاس اپنی کثرت نقصان دہ نہیں مثلاً کوئی شخص دنیا کے کنارہ پر ایسے ہی پانی کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ قدر ضرورت سے کم نہ ہو یا وجود یکہ پانی اور مل دونوں حاجت کی چیزیں ہیں تو جیسے بہت سا پانی دیکھ کر اس کے پڑوس سے بھاگنے میں مشغول نہیں ہوتا نہ اس کو برا سمجھتا ہے بلکہ دل میں کہتا ہے کہ اس سے بغیر حاجت میں بھی بیوں گا اور خدا کے بندوں کو بھی پلاؤں گا اور کسی پر بھل نہ کروں گا۔ اسی طرح کامل کا مل بھی ہونا چاہیے اس لیے کہ بعض لوگ پانی حاجت کے بارے میں ایک ہیں۔ فرقہ

صرف ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہے اور جب آدمی خدا تعالیٰ کو پہچانے اور جس تدبیر سے اس نے انتظام عالم کیا ہے اس کو جانے تو معلوم ہو جائے کہ جب تک وہ زندہ رہے گا اس کو بقدر حاجت روزی ضرور پہنچے گی جیسے بقدر حاجت پانی آتا ہے۔ چنانچہ اس کا بیان عنقریب باب توکل میں ضرور آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

حکایت :- ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلیمان دارانی سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیہ سے فرمایا کہ وہ کوزہ جو تو نے مجھے تحفہ دیا ہے لے لے۔ اس لیے کہ شیطان مجھے دوسرے ڈالتا ہے کہ اس کو چور لے گیا۔

فائدہ :- ابو سفیان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلوں کے ضعف کی دلیل ہے۔ مالک نے دنیا میں زہد کیا، مگر کوئی کوزہ لے جاتا تو ان کو کیا تھا۔ اس نے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ کے گھر میں رہنے کی کراہت میں بھی اس کی طرف التفات پلایا جاتا ہے جس کا سبب ضعف اور نقصان ہے۔

سوال :- جب نفرت و نیناد اہل مکمل نہیں تو انبیاء اور اولیاء کیوں شدت سے خضر اور بھگتے رہے؟

جواب :- ان کا بھاگنا ایسا ہے جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو مقدار حاجت ہی لیا اور جس قدر بچا اس کو مشکوں وغیرہ میں بھر کر اپنے ساتھ لیے نہ پھرے بلکہ نہلوں اور کنوؤں اور چشموں میں ہی ان لوگوں کے لئے جھروڑ دیا جن کو اس کی ضرورت ہو نہ اس وجہ سے کہ ان کے دل اس کی دوستی یا دشمنی میں مصروف تھے۔ مثلاً زمین کے فزائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہوں نے لے کر ان کے محل اور موقع پر خرچ کر دیئے۔ ان سے بھاگے نہیں کیونکہ ان کے نزدیک مل اور پانی اور سونا اور قلعی برابر تھے اور کسی سے مل کے لینے سے انکار منقول ہے تو وہ ایسے سالک تھے منقول ہے کہ اسے خوف ہوا کہ فکر مل لوں گا تو شاید مل کے فریب میں اگر دل کا عقیدہ ہو جاؤں گا اور شہوات کی طرف بلائے گا اور یہ حال ضعیفوں کا ہے۔ پس ان کے حق میں مل کی دشمنی اور اس سے بھاگنا ہی مکمل ہے اور تابع مخلوق کے لیے ایسا ہی حکم ہے اس لیے کہ سوائے انبیاء اور اولیاء اور علماء باعمل کے سب ضعیف ہیں، پس شخص قوی سے منقول ہے جو درجہ مکمل کا پہنچا ہو۔ اس کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اس لیے ظاہر کیا کہ ضعف دیکھ کر پیروی کریں اور مل نہ لیں ورنہ لینے کی پیروی میں ان کی پہلائی تصور ہے۔ جیسا کہ سانپ کا منتروالا اپنی اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہے۔ اس کا بھاگنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ سانپ پکڑنے سے عاجز ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سانپ پکڑنے میری اولاد دیکھے گی تو وہ بھی پکڑیں گے اور ہلاک ہوں گے۔ اسی طرح انبیاء اور اولیاء اور علماء بھی ضعیفوں میں ضعیفوں کا حل بنا لیتے ہیں تاکہ ان کی اقتداء کی جائے۔

خلاصہ :- مراتب چھ ہیں جن میں سب سے پہلی رتبہ مستغنی کا ہے، پھر زاہد، اس کے بعد راضی، اس کے بعد قانع، پھر حریص کا، پہلی مضطر تو اس کے بارے میں زاہد اور رضا اور قاض کا تصور ہو سکتا ہے اور ان احوال کے اختلافات کے بموجب اس کا مرتبہ مختلف ہوتا ہے مگر فقیران یا نحوں زاہد اور راضی و قانع و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہیں لیکن مستغنی کو اس معنی میں فقیر نہیں کہہ سکتے۔ اگر اس کو فقیر کہیں گے تو اس اعتبار سے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف ہر ایک

جز میں محتج ہے بالخصوص اپنے استغاثہ میں مل سے 'پس مستحق کو فقیر کتنا مہیا ہے جیسا وہ غصص کہ اپنے نفس کو پہکانے کہ خدا کا بندہ ہے اور افراد بھی عبودت کا کرے تو ایسے غصص پر بندے کا اطلاق غصصوں کی بہ نسبت زیادہ شبلیاں ہے گو بندہ کا لفظ تمام خلق کے لئے عام ہے۔ اسی طرح لفظ فقیر بھی عام ہے اور جو غصص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالیٰ کا فقیر یعنی محتج ہے تو اس کو فقیر کتنا زیادہ اچھا ہے۔

قاعدہ :- لفظ فقیر دونوں معنی میں مشترک ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقیر کے بارے میں یہ فرمایا کہ اعوذ بل من الفقر لور قریبا الفقران بکون کفرا "میں فقر سے پہلے مانگا ہوں۔" اس دعائے نبوی کے مختلف حصص اللہم احببنا مسکینا وامتنی مسکینا کیونکہ قول میں منظر کا فقر مرلو ہے جس سے کہ آپ نے پہلے مانگی ہے اور جس فقر کی دعا مانگی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف سے ہے "لذا دونوں حد" ثبوت میں مخالفت نہیں۔

فضائل فقر :- آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہے۔ للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من ديارهم واموالهم یتفنون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسوله لور قریبا للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یسقطون ضررا فی الارض (پ 3 البقرہ 273) ترجمہ کنز الایمان : ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں مدد کے لئے زمین میں پھیل نہیں سکتے۔ سہی کلام مدح کے طور پر فرمایا مسفر کی صفت لور مگر جانے کے وصف سے مقدم فرمایا لور اس تعظیم سے ظاہر فقر کی مدح پائی جاتی ہے۔

احادیث مبارکہ :- حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے؟ عرض کیا کہ جو مددگار ہو لور اللہ کا حق نفس و مال میں لوار کرنا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جس کو میں نے پوچھا ہے 'وہ نہیں۔ پھر صحابہ نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا فقیر بعلطی جبکہ "وہ فقیر جو اپنی محبت راہ خدا میں دے۔"

حضرت بلال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اللہ فقیرا ولا نلقیہ غنبا ترجمہ : اللہ عزوجل سے اس طرح مل کے فقیر کہو نہ غنی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یحب الفقیرا المحفف ابوالعبال ترجمہ : اللہ عزوجل ایسے فقیر کو پسند فرماتا ہے جو عیال دار ہوئے ہوئے بھی سوال نہ کرے۔

حدیث شریف مشہور ہے بدخل ففراہ امنی الجنۃ قبل اغنیاء ہم بغمسا مانہ "حدیث میں چالیس عریف یعنی چالیس سال آئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس سال پہلے جانے کا لور فقیر زاہد غنی رافب کی نسبت پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوگا لور ہم نے جو درجہ فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اس سے تم کو کتنا فرق فقراء کے درجہ کا ذہن میں آیا ہوگا لور اس عمر پر ما سے معلوم کر لو گے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر بہ نسبت زاہد کی نسبت سالوں سے پار ہوا ہے جو کہ نسبت چالیس کو بہ۔ پانسو کی طرف یہ گمان نہ

کرنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مقدار معین فرمائی تو حسب اتفاق یا زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات میں حقیقت بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'وما یطقن عن الہوی ان ہوا لا وحی بوحنی (پ 27، انجم 43) ترجمہ کنز الایمان: اور وہ کوئی بہت اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو ہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ اور ان درجہات فقر کے باب میں جو تعین ہے 'وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے الرویا الصالحۃ جزء من سنت بعین جزء من النبوة اس میں جو سچے خواب کو چھپالیسواں حصہ نبوت کا فرمایا ہے تو یہ انداز در حقیقت ایمانی ہے لیکن آپ کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ اس نسبت کی وجہ سوائے تعین کے جان لے کہ واقعی علت کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔

فائدہ:- نبوت اس کو کہتے ہیں جو نبی سے خاص ہو اور اسی کے باعث نبی اور لوگوں سے علیحدہ بھی ہو اور نبی میں بہت سے خواص ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ جو امور خدا تعالیٰ سے اور اس کی صفات اور فرشتوں اور ذر آخرت سے متعلق ہوں، ان کا احوال واقعی جانتا ہو نہ اس طرح کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہیں بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین و تحقیق اور کشف میں عوام کے مختلف ہو۔ دوسرے یہ کہ نبی کے نفس میں وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عبادت کے خلاف پورے ہوتے ہیں۔ جس طرح ہم میں ایک صفت ہے کہ اس کے باعث ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہیں گو قدرت اور مقدور سب اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہیں۔ تیسرے یہ کہ نبی میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جس کے باعث فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے۔ جیسا دینا آدمی میں مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھوں میں نہیں، وہ یہ ہے کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی میں وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے غیب کا حال اس کو خواب یا بیداری میں معلوم ہو جاتا ہے یعنی اس خاصیت کے باعث لوح محفوظ کا مطالعہ کر لیتا ہے اور کچھ اس میں غیب کا حال لکھا ہوتا ہے، اس کو معلوم کر لیتا ہے۔ پس یہ کمالات و صفات ایسے ہیں کہ ان کا ثبوت انبیاء کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام میں منقسم ہو سکتی ہے اور ہم بھی اس کی تقسیم اگر چاہیں اور ساتھ دلیرو تک کرتا چاہیں تو کر سکتے ہیں بلکہ اگر تکلف کریں تو ہو سکتا ہے کہ تمام صفات متعلقہ نبی علیہ السلام کو چھپالیس ثابت کر دیں مگر سچے خواب چھپالیسوی حصہ نبوت کا ہوں مگر خمسہ سات کے طریقوں کا معین کرتا بغیر ظن اور تخمین کے نہ ہوگا تو اچھی طرح معلوم نہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھپالیسواں حصہ اسی تقسیم کی وجہ سے مراد لیا ہے یا نہ ہاں صفات کلی جن سے نبوت کامل ہوتی ہے 'وہ معلوم ہیں اور ان کے منقسم ہونے کی اصل معلوم ہے مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح حدیث مذکور میں ہم جانتے ہیں کہ اقراء کے بہت سے درجہات ہیں جیسے پہلے معلوم ہوا مگر یہ فقیر حریص کا درجہ فقیری کی بہ نسبت ساڑھے بارہواں حصہ کیوں ہوا جس کی وجہ سے اول تو صرف چھپالیس سہل پہلے غنی سے رہے گا اور دوسرا پانچ سو برس کے تقدم کے لائق ہوگا تو اس کا جاننا سوائے انبیاء علیہم السلام کی طاقت بشری سے خارج ہے البتہ اگر کوئی کچھ کہے گا تو ممکن سے کہے گا جس پر امتداد واقف نہ ہو کہ اس سے ہماری فرض یہ ہے کہ کوئی ضعیف الامیان یہ نہ سمجھے کہ آپ نے جو مقدور مقرر فرمائے ہیں 'وہ عقود اتفاقی ہیں کیونکہ منصب نبوت ایسی باتوں سے میرا ہے تو یہی



جان لیتا چاہیے کہ اندازہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اب اصل غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں  
یعنی احادیث تقرر کے معراج کی نگاہ سے۔

احادیث فضائل فقریہ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے معزز لوگ فقراء ہیں اور  
جنت میں تیزی سے جانے والے شفعاء ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دو طریقے ہیں، ان سے جنہیں محبت ہے، انہیں مجھ سے  
محبت ہے اور جنہیں ان سے بغض ہے، انہیں مجھ سے نفض ہے، فقر اور جملہ۔

حضرت جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد اللہ  
عزوجل سلام کتاب ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تم کو پسند ہے کہ میں ان پیادوں کو سونے کا کردوں جہاں تم رہو، تمہارے  
ساتھ رہا کریں۔ پس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت سر جھکا لیا، پھر فرمایا کہ اے جبریل دنیا اس کا  
گھر ہے جو یہ گھر ہو اور میں اس کا مال ہے کہ جس کا مال نہ ہو اور دنیا بے عقل جمع کرتا ہے۔

حدیث عیسیٰ علیہ السلام :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سفر میں ایک سوتے آدمی کے پاس سے گزرے جو ایک  
کھل میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ نے جھکا اور فرمایا کہ اے سونے والے اٹھ لو خدا کا ذکر کر۔ اس نے کہا کہ آپ مجھ سے  
کیا چاہتے ہیں؟ میں نے دنیا کو اس کے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے حبیب اب تم سو رہو اور  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شخص پر گزرے جو مٹی پر سوتا تھا اور سر کے نیچے اینٹ تھی اور چہرے اور داڑھی پر  
خاک تھی اور کوئی تہ بند ہند سے تھا۔ آپ نے جنب ہادی میں عرض کیا کہ اہلی تمہاری باندہ دنیا میں ضائع ہے۔ غم ہوا  
کہ اے نبی آپ کو معلوم نہیں کہ جب میں اپنے کسی بندے کی طرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہوں تو اس سے  
تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہوں۔

حکایت روایت :- ابو رافع سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک مسلمان وارد ہوا۔ آپ  
کے پاس اس وقت اس کی خاطر وادی کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے مجھ کو خبر دیا کہ ایک یہودی کے پاس بیکھا اور فرمایا  
کہ اس سے کتنا کہ وجب کے مینے کے وعدے پر ہم کو آٹا خواہ قرض دے یا پھر فروخت کر کے اس کے دام دھوے  
پر لے۔ میں نے اس یہودی کے پاس اگر پیام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا لادیا۔ اس نے کہا کہ میں بددن و بدن کے  
نہیں ہوں گا۔ میں نے آپ کی خدمت میں ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آٹا دے دو، بخدا کہ میں آٹا دے دوں گا۔  
ابن ہوں اور زمین و آسمان میں امین ہوں۔ اگر وہ شخص میرے ہاتھ پہنچایا قرض دے تو میں لاد کر دے گا۔ جا میری زندگی  
جا اور گمراہی کر دے۔ پس جب میں نکلا تو یہ گیت اتری ولا تملن عینیک الی ما منعنا بہ ازواجنا منہم زہرۃ  
الحبۃ اللعینۃ لکنہم فیہ ورزق ربک خیر و ابغی (پ 16 ق 131) ترجمہ کنز الایمان: اور اے سنے والے اپنی  
آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برستے کے دی ہے جتنی دنیا کی آبادی، کیا ہم نے اس  
کے سبب فتنہ میں ڈالے اور تمہارے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیا ہے۔

فائدہ :- اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم و مطلوب ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقیر مومن پر زائد نعت ہے بہ نسبت زمین والے گھوڑے کے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس محل میں مہج کرے کہ اس کا جسم تندرست ہو اور اسے اپنے قفس پر اطمینان ہو اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اس نے تمام دنیا سیٹ لی۔

اقوال اسلاف صالحین :- حضرت کعب انہار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جب تو فقیر کو آتے دیکھے تو یوں کہہ کہ خوب ہوا کہ صلیبا کا شمار آیا۔

علاء غرامانی کہتے ہیں کہ ایک نبی علیہ السلام کنارہ دریا پر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص شکار نکلتا تھا۔ اس نے بسم اللہ کہہ کر جبل ڈالا مگر کچھ نہ نکلا۔ پھر ایک دوسرے شخص کے پاس سے گزر ہوا۔ اس نے بل بسم الشیطان کہہ کر پھینکا کہ اس میں اس قدر پھیلیں آئیں کہ کثرت سے ان کے پکڑنے سے پہلو جھٹی کر آتا تھا۔ آپ نے جب باری میں عرض کیا کہ اٹھی یہ کیا بات ہے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ سب عمرے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے بندے کے لیے ان دونوں کا مرتبہ دکلاؤ۔ جب آپ نے پہلے شخص کی بزرگی اور دوسرے کی لہنت اور ذلت کا مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ اہی میرا اطمینان ہو گیا۔

حدیث شریف :- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں جہانکا تو اکثر اس کے لوگوں کو فقیر دیکھا اور دوزخ میں جہانکا تو اس میں لوگ اکثر غنی اور عورتیں نظر آئیں۔

حدیث :- ایک روایت میں ہے کہ میں نے پوچھا فنی کہاں ہیں حکم ہوا کہ ان کو ملنے رو کر دیا اور تنقید کیا۔ روایت میں ہے کہ اکثر دوزخ والوں کو میں نے عورتیں دیکھیں۔ میں نے پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے یعنی یہ سب دوزخ میں کیوں گئیں۔ حکم ہوا کہ دوزخ چیزوں میں رہنے سے سونا اور زعفران۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا عقد دنیا میں فقیر ہے۔

انبیاء علیہم السلام میں سب سے بعد کو جنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام جائیں گے۔ اپنی سلطنت کی وجہ سے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی دولت کی وجہ سے سب کے بعد جنت میں جائیں گے۔

میں نے دیکھا کہ عبدالرحمن جنت میں آہستہ آہستہ چل کر داخل ہوا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فنی جنت میں شدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہو گا اور ایک حدیث میں جو اہل بیت سے مروی ہے 'وارد ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا احب اللہ عبدا ابتلاہ فاذا احب الحب البائع افتناہ لوگوں نے فتنہ کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے لیے نہ لہل پھوڑا نہ مل۔

حدیث میں ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ کہ مرحبا۔ شعار الصالحین کہو۔ جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ کسی گناہ کا عذاب جلد آیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اتنی تیری مخلوق میں سے تیرے دوست کون لوگ ہیں؟ مجھے معلوم ہوں تو میں بھی ان کو تیری خاطر دوست رکھوں؟ حکم ہوا کہ کل فقیر فقر یعنی میرے دوست ہر ایک فقیر محتاج ہیں۔ دواۓ فرماۓ فقر فقیر کا یہ ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مسکنت کو پسند کرتا ہوں اور دولت کو برا جانتا ہوں۔ اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہہ کر پکارتا تو اس کو سب ناموں سے اچھا جانتے۔

جب سرداروں اور عرب کے قوادگروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک دن ہمارے لیے مقرر کر دیجئے۔ ایک دن فقرا یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نور سلمان فارسی اور صیب رومی اور ابوذر غفاری اور جناب بن اوت اور عمار بن یاسر اور ابو ہریرہ اور فقراء اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جس دن وہ آپ کے پاس آئیں تو ہم نہ آئیں اور ہم آئیں تو وہ نہ آئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا لباس اون کا ہوا تھا۔ گرمی کی شدت میں پیچھے نکلتا تو کپڑوں سے بدبو پیدا ہوتی اور دانتدوں (قرع بن حلیس) جیسی اور عینہ بن بدر فرماری اور عباس بن مرداس وغیرہ کو ان کی بو سے ایذا ہوتی تھی۔ اس لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست کی پذیرائی فرمائی کہ اچھا ایک مجلس میں دونوں فرقہ کو جمع نہ کریں گے تو یہ آیت اتری واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحياة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا (پ 115 لکھت 28) ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس نہ ہو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑھیں کیا تم دنیا کی زندگی کا ستکار چاہو گے اور اس کا کمانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام مد سے گزر گیا یعنی فقراء کے ساتھ رہو اور انبیاء کی اطاعت نہ کرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے وفل الحق من ربکم یعنی فقراء کے ساتھ۔ فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليکفر

فقر عالمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت ابن ام کثوم ثابٹ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے اجازت چاہی۔ اس وقت آپ کی خدمت اقدس میں ایک شخص قریش کا سردار حاضر تھا۔ آپ کو ان کا حاضر ہونا ناگوار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی عبس ونوفی ان جاء الا عشی وما یسرک لحظه بڑکی اویذکر فتنفعه الذکری یعنی ابن کثوم کو ادا ما سغنی فانت لہ تصغی (پ 30 جس 1 تا 6) ترجمہ کنز الایمان: تیردی چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ بیٹھا حاضر ہوا اور ہمیں کیا معلوم شاید وہ سحر ہوا یا نصیحت کے لیے اسے نصیحت قائم دے وہ جو بے پروا بن جاتا ہے تم اس کے پیچھے پڑتے ہو۔ سے مراد وہ رئیس ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالیٰ بلا کر ایسے معذرت فرمائے گا جیسے آدمی آپ میں ایک دوسرے سے معذرت کرتے ہیں۔ ارشاد فرمائے گا کہ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی۔ میں

لے دنیا تم سے اس وجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک دلیل تھا بلکہ اس وجہ سے کہ تجھے یہی کرامت اور فضیلت مسجود کر رکھی تھی۔ میرے ہندے اب تو ان مغلوں میں جا لور پہچان کہ جس نے تجھے دنیا میں میرے لیے کھلایا یا پستیا ہو اور اس کی غرض سوائے میری رضا کے کچھ لور نہ ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ اس کام میں نے تجھے اختیار دیا لور اس وقت لوگوں کا یہ حال ہو گا کہ ہیند منہ تک آیا ہوا ہو گا۔ وہ غصے مغلوں کو چر کر دیکھے گا کہ کس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ جس کو ایسا دیکھے گا اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گا۔

حدث میں ارشاد فرمایا کہ نصیروں کی شجاعت بہت کیا کہ لور ان کے پاس سے نعمت حاصل کر اس لیے کہ ان کے پاس دولت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کے پاس کیا دولت ہے؟ فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ دیکھو جس نے تم کو ایک کھڑا کھلایا یا ایک گھونٹ پانی پلایا ہو یا کوئی کپڑا پستیا ہو تو اس کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں پہنچا دو۔

حدث شریف میں ہے کہ میں جنت میں گیا تو اپنے آگے ایک آواز سنی۔ دیکھا تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور جنت کے اوپر کے جو طبقات دیکھے تو ان میں میری امت کے فقراء کی جماعت نظر آئی لور پیچے کو دیکھا تو اس میں تو انگر لور عورتیں دکھائی دیں لور ان کی بھی تعداد کم نہیں لے پوچھا کہ ان کی قلت کی وجہ کیا ہے؟ حکم ہوا کہ عورتوں کو تو وہ سرخ چیزیں سونے لور ریشم نے نقصان میں ڈالا اور تو انگر بڑے صاحب میں پھنس گئے لور میں نے اپنے صحابہ کو وہاں تلاش کیا تو عبدالرحمن بن عوف کو نہ دیکھا۔ پھر وہ میرے پاس روئے ہوئے آئے۔ میں نے پوچھا کہ تم مجھ سے پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ تک آنا میرا سہرا ہیسیں تک کہ سب گھنٹیوں کو طے کر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھئے آپ سے ملنا ہوا یا نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ عرض کیا کہ مجھ سے میرے مل کا حساب لیا جا رہا تھا۔

فاطمہ ب۔ فور فرمائی کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو بڑے مرتبہ والے ہیں لور ان اس آدمیوں میں سے ہیں جو مخصوص لور قطعی جنتی ہیں لور ایسے دولت مندوں میں سے ہیں جن کی شان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا من قال مکننا و مکننا یعنی آپ سخاوت بہت کرتے تھے مگر پلو جو اس کے توانگری سے اس وجہ کا ضرر پلایا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لے گئے لور اس کے پاس کچھ نہ دیکھا۔ فرمایا کہ اگر اس کا تمام فقر زمین دانوں کو تقسیم کیا جائے تو سب کو ہی پہنچے۔ ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاؤں تم کو جنت والوں کے بادشاہ لوگوں نے عرض کیا کہ بھلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کل ضعیف ضعیف اعبروا شجعت فی ام حبرین لا یعبا لہ لور علی اللہ لا یرہ۔

حمران بن حصین فرماتے ہیں کہ مجھے سرود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت لور منزلت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ہم عزت و منزلت کرتے ہیں۔ اگر کو تو اپنی لذت بھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیمار پری کو پیسے میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں۔ آپ روانہ ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ یہی تک کہ حضرت فاطمہ کے

درد اذی پر کھڑے ہو کر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم! میں اندر آؤں۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف دے میں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اور میرے ساتھ ملا دوں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عمر بن حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا کہ ہم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میرے بدن پر سوا ایک کھیل کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو یوں لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر سر کا کیا کروں۔ آپ کے پاس ایک پرانی چادر تھی وہ ان کے پاس پیمینک دی اور فرمایا کہ اس سے سر بندھ لو۔ جب انہوں نے بدن اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم کہہ کر پوچھا کہ صبح کو تھمارا کیا حال رہا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں جلائے ورد رہی اور مزید یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں۔ بھوک نے مجھے ستایا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدہ نہ گھبراؤ بخدا میں نے بھی تین دن سے کھا نہیں چکا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے اور اگر میں اپنے پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجھ کو کھانا دے گا مگر میں نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا پھر اپنا دست مبارک ان کے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تجھ کو حشر ہو کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ تیسہ (فرعون کی زوجہ) اور مریم (عمران کی بیٹی) کا درجہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیسہ اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہے اور مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے وقت کی عورتوں اور خدیجہ اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہے۔ تم سب کی سب ایسے مکان میں رہو گی جو زبرد یا یا قوت سے بڑے ہوں گے۔ ان میں نہ کسی طرح کی ایذا ہوگی نہ شور و غل نہ تمکال اور مشقت۔ پھر فرمایا کہ اپنے بچا کے بیٹے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر قانع رہ کہ میں نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ اپنے فقیروں کو برا جانے لگیں اور دنیا کی لذت ظاہر کریں گے اور ملی جع کرنے میں مجھڑا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو چار ٹھنڈوں کا نشانہ بنائے گا۔ (1) قتل۔ (2) قلم۔ (3) حکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت۔ (4) بھونوں کا زور۔

اقوال اسلاف رحمۃ اللہ :- حضرت ابو دردرا فرماتے ہیں کہ دو درم والا ایک درم والے کی بہ نسبت سخت روکا جائے گا یا برا حساب لیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن عامر کے پاس ہزار دینا بیچے تو بہت ریخہ اور ورد مند ہو کر گھر آئے۔ ان کی بیوی نے پوچھا کہ کیا نبی بات پیدا ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر فرمایا کہ ذرا اپنا پٹا دھوئے مجھے دو۔ جب دھوئے دیا تو اسے چادر نکھلیاں بنائیں۔ ان میں وہ دینار بھر کر تقسیم کر دیئے۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور صبح تک روتے رہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت میں دولت مندوں سے پانسو برس پہلے داخل ہوں گے یہاں تک کہ اگر کوئی غنی ان کی جماعت میں داخل ہو جائے گا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین آدمی جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔ (1) وہ شخص

کہ اپنا کپڑا دھونا چاہیے تو پرانا اس کے پاس نہ ہو کہ اس کو پہن لے۔ (2) وہ کہ اپنے چوہے پر دو ہنڈیاں نہ چڑھائی ہوں۔ (3) وہ کہ پانی مانگے تو اس سے یہ نہ کہا جائے کہ کونسا پانی منظور ہے یعنی تکلف اور کثرت کھانے پینے اور لباس میں نہ ہو۔

حکایت :- ایک فقیر حضرت سفیان ثوری کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ ٹھیکہ ڈو۔ اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ ان کے بار دوستوں میں دولت مند تھے وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش! ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقراء کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور تواضعوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔

فائدہ :- سوئل کہتے ہیں کہ غنی کو جیسے ذلیل میں نے ان کی مجلس میں دیکھا ہے، ایسا کہیں نہیں دیکھا۔ اس طرح فقیر کی عزت جیسی ان کے یہاں ہوتی تھی اور کہیں نہیں دیکھی۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ اگر بیچارہ آدمی روزِ ع سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہے تو دونوں سے نجات پاتا۔ اگر جنت کی رفعت ایسے کرتا جیسے ملکہاری کی تو دونوں باتیں حاصل ہوتیں۔ اگر دل میں خدا تعالیٰ سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر میں اس کی مخلوق سے ڈرتا ہے تو دونوں جہانوں میں خلافت پاتا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جو شخص کسی کے مال کی وجہ سے تعلیم کرے اور فقیری کی وجہ سے لہانت، وہ ملعون ہے۔

حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسی کو پرانے کپڑے ہونے کی وجہ سے حقیر نہ جانا کیونکہ تیرا نور اس کا پردہ و گار ایک ہی ہے۔

یہی بن معاذ فرماتے ہیں کہ فقراء کی محبت پیغمبروں کی عادات میں سے ہے اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنا صلحاء کی شناخت ہے اور ان کی محبت سے بھانٹا منافقوں کی علامات میں سے ہے۔

سابقہ کتبوں سے یہ خبر منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیاء عظیم السلام پر وحی بھیجی کہ اس بات سے ڈراتے کہ میں تجھ پر غصہ ہوں۔ میری نظر سے گر جائے پھر میں دنیا تیرے اوپر بیکبارگی اذلیل دوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دستور تھا کہ ایک دن میں لاکھ لاکھ درہم ہانت دیتیں اور یہ درہم آپ کے پاس حضرت معاذ سے اور ابن عاصم وغیرہ بھیجا کرتے تھے اور پانچ سو اس کثرت مال کے دیکھتے آپ کا ہونٹ لگا رہتا تھا۔ اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک درہم کا کوشٹ اگر آپ خرید دیتیں تو روزہ اسی سے اظفار کرتیں آپ فرماتیں کہ اگر تو یاد دلاؤ تو میں ایسا کرتی۔

فائدہ :- یہ سب اس لیے تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو فقرائے ہی کی زندگی اختیار کرنا اور تواضعوں کے پاس نہ بیٹھنا اور اپنا دوش نہ اتارنا جب تک اس میں پونہ نہ لگا لے۔

حکایت :- ایک شخص حضرت امیر المومنین بن ابراہیم کے پاس ایک ہزار درہم لایا۔ آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار

فرمایا۔ اس شخص نے بہت سنت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ منظور ہے کہ دس ہزار درہم کے عوض میرا نام فقیروں کے دفتر میں سے مٹا دے۔ میں ایسا بھی نہ کروں گا۔

فقر کے فضائل :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طوبیٰ لمن ہدی الی الاسلام وکان عیشہ کفافا وفتح بہ رحمہ: خوشحالی ہے اس کو جو ہدایت کیا گیا ہو اسلام کی طرف اور اس کی معیشت بقدر کمزور وقت ہو اور وہ ان پر قانع ہو۔

ارشاد ہے ہا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضیٰ من فلو بکم تظفروا ثواب فقرکم اولاً فلا یہ حدیث قانع کی فضیلت ہے اور دوسری میں راضی کی نیز دوسری حدیث کے معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہیں ہوتا مگر عام احادیث جو فقر کی فضیلت میں وارد ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو بھی ثواب ملے گا۔ چنانچہ عنقریب اس کی تحقیق آئے گی شاید یہاں مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ کے اس فعل (دینا اس سے روک لی) کو برا جانے۔ اسی پر جاننے سے فقر کا ثواب جانا رہتا ہے اور بہت سے حریص ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ان کا انکار خدا تعالیٰ کے فعل پر اس کو برا جانتا نہیں گزرتا تو ان کو ثواب بھی ملے گا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربا کہ ہر شے کی ایک کنجی ہے اور جنت کی چابی مساکین کی محبت ہے اور صابر فقیر قیامت کے دن خداوند کرم کے چلیں ہوں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ بدو میں سے محبوب تر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اس کے رزق پر قانع ہے اور خدا تعالیٰ سے خوش ہے۔ فرمایا اللہم اجعل قوت ال محمد کفافا اور فرمایا ما من احد غنی ولا فقیر الا ویدوم النیام فانہ کان اوفیٰ قوتنا فی الدنیا خدا تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھ کو ان لوگوں کے پاس تلاش کر جن کے دل شکست ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اشی وہ کون لوگ ہیں؟ حکم ہوا کہ فقرا ہے۔ فرمایا کہ کوئی فقیر سے افضل نہیں ہے جبکہ وہ راضی ہو۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ میری خلق میں سے یہ برگزیدہ لوگ کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اشی وہ کون ہیں؟ فرمائے گا کہ مسلمان فقیر جو قانع رہے، میری عطا پر اور راضی رہے میرے حکم پر ان کو جنت میں داخل کر رہے گا کہ وہ لوگ جنت میں کھائیں گے، عیشیں گے اور لوگ حساب میں ہوں گے۔ یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہے اور نہد کی بزرگی ہم اسباب کی فضل عدم میں لکھیں گے اور قناعت اور رضا کے باب میں آثار بھی بہت ہیں۔

اقوال اسلاف :- قناعت کی ضد طمع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طمع عتاتی ہے اور ناامید ہونا لوگوں سے تو بھڑکی ہے اور جو شخص لوگوں کے مال سے توقع منقطع کرتا ہے اور قانع ہوتا ہے وہ ایسے غنی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ نہ پکارا ہو یعنی تمہارا مال جو تجھے کافی ہو بہت مال سے بہتر ہے جو تجھے سرکش کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کی محفل میں کچھ نقصان نہ ہو۔ اس کی وجہ

یہ ہے کہ جب دنیا بوجھتی ہے تو آدمی خوش ہوتا ہے حالانکہ رات اور دن اس کی عمر آدھ پھیرتے جاتے ہیں اور اس کا فم اس کو فہم نہیں ہوتا۔ اے کم بخت مل کی زیادتی کیا کام آئے گی۔ اگر عمر کم ہوتی ہے۔  
بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ خٹا کیا چیز ہے؟ کہا کہ تھوڑی خٹا کہ اور قدر کفایت پر راضی ہو۔

حکایت :- حضرت ابراہیم بن لوطم خراسان کے امراء میں سے تھے۔ ایک دن اپنے ایک محل کی گھڑی سے جھانک رہے تھے۔ دیکھا کہ اس مکان کے صحن میں ایک شخص ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک روٹی ہے۔ وہ کھا رہا ہے، جب کما چکا تو سو رہا۔ آپ نے اپنے کسی خادم سے کہا کہ جب یہ شخص اٹھے میرے پاس لے آئے۔ جب وہ اٹھا تو اسے لے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا۔ اس نے کہا ہاں آپ نے پوچھا کہ اس سے حکم سیر ہو گیا۔ کہا ہاں۔ آپ نے کہا کہ پھر مزے میں سوا، اس نے کہا ہاں۔ آپ نے اپنے دل میں کہا کہ پھر میں دنیا لے کر کیا کروں گا، لکس تو اتنے پر قناعت کرتا ہے۔

حکایت :- ایک شخص کا گزر عامر بن عبدالقیس کے پاس ہوا اور وہ تنک اور ساگ کھا رہے تھے۔ اس نے آپ سے پوچھا کیا آپ دنیا سے اس قدر پر راضی ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے وہ شخص بتا دوں جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا؟ اس نے کہا ہر۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص وہ ہے جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا!

حکایت :- محمد بن واسع سوکھی روٹی نکالتے۔ اس کو پانی میں تر کر کے تنک سے کھا لیتے اور فرماتے کہ جو دنیا سے اس قدر پر راضی ہو گیا وہ کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

حکایت :- حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر اللہ عزوجل لعنت کرے جن کے لیے خدا نے تو حتم کھلی اور انہوں نے اس کو سچا نہ جانا۔ پھر آپ نے پڑھا وحی السماء رزقکم وما توعلون فرب السماء والارض انه لعن (پ 26 الذریت 22-23) ترجمہ کنز الایمان: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے۔

حکایت :- ابوذر رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں میں بیٹھے تھے۔ ان کی زوجہ آئیں اور کہا کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور گھر میں نہ سائے نہ ستر۔ آپ نے فرمایا کوئی مفاد کہ نہیں، امارے سائے ایک بڑی خت گھٹی و شوار گزار ہے۔ اس سے وہی بچے کا جو ہلکا ہوگا۔ ان کی زوجہ راضی ہو کر چلی گئیں۔

فائدہ :- حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے کفر کے قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقے میں صبر نہ کرے۔ بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا اہل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی سمانہ دی اور لوگوں کے دل سے توقع منقطع کر۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل نے بعض کتب سہبت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر تمام دنیا تیری ہو جائے تب بھی تجھے دنیا میں سے بجز خدا کے اور کچھ نہ ملے گا۔ اگر میں تجھے دنیا میں سے روزی دیئے جاؤں اور اس کا



حساب نہ کرنا تو میرا احسان ہے اور قناعت اور لوگوں سے امید نہ رکھنے کے متعلق یہ اشعار ہیں۔

(۱) نصرع الی اللہ لا نصرع الی الناس۔ (۲) وافتع ببائیس عان العرفی الباس (۳) واستعن عن کل ذی فریبی ویدی رحم۔ (۴) والغنی من استغنی عن الناس "عاجزی اللہ تعالیٰ سے کہ لوگوں سے نہ کر اور باپوسی پر قناعت کر" اس لیے کہ ناامیدی میں عزت ہے۔ ہر رشتہ داری قریبی سے بے نیاز ہو جائے۔ غنی وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز ہے۔"

حاکمہ :- اسی معنی پر ایک قطعہ ہے یا جا معا کاناواں ہر ہر مقہ۔ مقدار ای بابہ منہ بخلغہ مفکر اکبف نانہہ منینہ اغادیا ام بھاء "اے مال جمع کرنے والے! مل روکنے والے زمانہ تیرے انتظار میں ہے۔ اس فکر میں ہے کہ تیرا دروازہ بند کرے اور تجھے موت کیسے آئے۔ دن کو آئے یا رات کے کسی وقت میں آئے۔"

حسنت مالا فعل لی ہل جمعیت لہر باجامع المال اباما نفرفہ "تو نے مال تو جمع کیا لیکن مجھے یہ تو بتاتا ہے کہ مال جمع کیا کس کے لئے۔ اے مال جمع کرنے والے چند دنوں کے بعد تو اس سے جدا ہو جائے گا۔ المال عندک مخزون بوارت بالمال مالک الا بوم ننفغہ "مال تیرے پاس جمع ہے تو اس کے وارث کے لیے تیرا مال وہی ہے جسے تو نے آج خرچ کیا۔ ارضہ بہال فنی بفلو علی نفغہ ان الذی فسد الاراقی یرزفہ "مال اپنی ضرورت پر خرچ کر دے جو رزق تقسیم کرتا ہے" وہ تجھے رزق دے گا۔ والفرض مہ مصور ما بلسہ والوجه منہ حدید لبس بخلغہ ان القناعہ من الجبل باسحنہ نہ بلق فی طلعا ہما بورفہ "عزت اسے ہے جو اس کی گرد سے خود کو بچاتا ہے۔ اس کا ہر نیا چہرہ ہوتا ہے جسے پرانا نہیں کرتا۔ قناعت اسے حاصل ہے جو قناعت کے میدان میں چلتا ہے۔ یہاں کوئی غم لاحق نہ ہو گا جسے وہ پریشان کرے۔"

دوست مندی کے بالمقابل فقر کی فضیلت :- فقر کی فضیلت میں تو انگری کو نہیں۔ علماء اس پارے میں مختلف ہیں۔ حضرت بنیہ علیہ الرحمۃ اور خواص علیہ الرحمۃ اور اکثر تو فقر کو فضیلت دیتے ہیں۔

ابن عطا علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا رہے وہ فقیر صابر سے افضل ہے۔

حضرت بنیہ علیہ الرحمۃ نے اس مخالفت کی وجہ سے ابن عطا علیہ الرحمۃ پر بدعما کی تھی اور اس وجہ سے ان کو رنج و تکلیف پہنچی اور اس کا حال ہم باب السبر میں لکھ آئے۔ اور مبر اور شکر میں فرق کی وجہ بھی لکھ آئے ہیں اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ املا و احوال میں فضیلت بلا تفصیل معلوم نہیں ہو سکتی۔ فقر اور غنا کو اگر مطلق دیکھیں تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہو گا اس کو فقر کی فضیلت میں کچھ تردد نہ ہو گا مگر اس میں تفصیل ضروری ہے اس لیے دو مقاموں میں شک پڑتا ہے۔

فقیر صابر جو حریص نہیں بلکہ قانع ہے یا راضی اس کو بمقابلہ ایسے فنی کے دیکھیں جو اپنا مال خیرات میں دیتا ہو اور مال کے اسباب کا حریص نہ ہو۔ پھر فقیر حریص کو فنی حریص کی نسبت نیل کریں کہ نگہ فقیر قانع تو بلاشبہ فنی حریص سے افضل ہے اور فنی خیرات کرنے والا بھی فقیر حریص سے افضل ہے نہ صرف وہی صورت میں شک کی رہیں۔ پہلی صورت میں بھی یہ گمان رہتا ہے کہ غنی بہ نسبت فقیر کے افضل ہے اس لیے کہ مال کی حرص تو

دونوں میں کم ہے۔ اس میں تو برابر ہی رہے مگر غنی صدقات و خیرات سے قریب کر آئے جو فقیر سے نہیں ہو سکتا کہ عاجز ہے اور ہماری سمجھ میں ابن عطاء علیہ الرحمۃ کے قول کا یہی مثناء ہے لیکن جو غنی کہ مال سے مستحق ہو گو مہاج میں ہو وہ فقیر قانع پر افضل نہیں ہو سکتا اور ان کی شبہ وہ روایت ہے کہ فقرائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی کہ غنی خیرات و صدقات اور حج اور جہاد میں ہم سے بڑھ گئے۔ آپ نے ان کو چند کلمات شیخ میں ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ تم کو ان کلمات سے غنیوں کی بہ نسبت زیادہ ثواب ملے گا۔ پھر غنیوں نے بھی وہ کلمات سیکھ لیے اور پڑھنا شروع کیے۔ فقراء دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے۔ آپ نے فرمایا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یعنی یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت فرمائے۔ اس سے ظاہر افنی کی فضیلت معلوم ہوئی یعنی انھیہ کو جو دونوں باتوں کا ثواب مل گیا تو خدا کی عنایت ان کے شامل حال ہے۔

فائدہ بندہ ابن عطاء علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی وجہ یہ بھی بیان کی ہے یعنی جب ان سے غنی اور فقیر کی فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہے اس لیے کہ غنی خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق تعالیٰ میں ہے وہی افضل ہے۔ ان دونوں دلیلوں سے انہوں نے غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونوں دلیلیں ٹھیک نہیں۔ دلیل اول میں تو یہ بات ہے کہ حدیث میں ایسی تفصیل پائی جاتی ہے جو وظائف ان کے مقصود کے خلاف پر کرے۔ وہ یہ کہ شیخ میں فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقیر کا اس مرتبے پر پہنچنا خدا کے فضل سے ہے جس کو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذلک فضل اللہ کما مشار الیہ ثواب فقیر کو کرنا چاہیے نہ حل غنی کو اس لیے کہ دوسری حدیث زید بن اسلم حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ فقراء نے کسی کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے اسے اور فقراء کو حرمیا فرمایا اور فرمایا کہ جس سے تم آئے ہو وہ ایسی قوم ہے جن کو میں چاہتا ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ تو انکو خیر و بھلائی لے گئے کہ حج کرتے ہیں اور ہم حج پر قادر نہیں عموماً کرتے ہیں اور ہم کو قدرت نہیں اور جب وہ مریض ہوتے ہیں تو جو مال ان کے پاس زیادہ ہے اس کو ذخیرہ بنانے کے لیے دسے دالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو میری طرف سے یہ کہہ دنا کہ جو کوئی تم میں سے صبر کرے گا اور طالب ثواب ہو گا اس میں تین باتیں ہوں گی جو انھیہ میں نہ ہوں گی۔ (۱) جنت میں بہت کمڑکیں ہیں کہ ان کو جنت والے یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اس میں بجز بے فقیر اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر اور کوئی نہیں جائے گا۔ (۲) تو انہوں کی نسبت جنت میں پانسو سال پہلے جائیں گے۔ (۳) غنی جب کہتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ دس ہزار درہم اس کے لیے خرچ کرے اور تمام صالحہ اعمال کو پوشی خیال کرنا چاہیے۔ وہ قاصد من کردا پس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا۔ سب نے کہا کہ ہم راضی ہیں اہلدار اطمینان ہوا۔

فائدہ :- اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے۔

اضیاء کے ذکر سے۔ رہی دوسری بات کہ فنی وصف حق ہے؟ پس اس کا جواب بعض اکابر نے یہ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کچھ اسباب و افروض کے باعث فنی نہیں جو فنی کو وصف حق کہتے ہیں۔ اسی لیے بندے کے خفا کو خدا کے خفا سے کیا تعلق۔ اس کا جواب ابن حطاب علیہ الرحمۃ نے کچھ نہ دیا۔

فائدہ :- بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے فنی وصف حق ہے، ویسے تکبر بھی تو خدا کا وصف ہے تو چاہیے کہ واضح سے جو افضل ہو، پھر ان جواب دینے والوں نے یہ فرمایا کہ چاہیے کہ فقر افضل ہے اس لیے کہ بندے کی صفت ہے اور بندے کے حق میں صفت بندگی ہی افضل ہیں جیسے خوف و رجاہ و فیوہ اور صفات ربوبیت میں تو نزاع نہیں چاہیے اس لیے کہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ گبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا ہے بندے جو کوئی ان دونوں میں مجھ سے نزاع کرے گا اس کو میں مٹا دوں گا۔

فائدہ :- حضرت سہیل بن عمرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت میں شرک اور نزاع پیدا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں مقلات رب تعالیٰ ہیں۔ بہر حال تفصیل خفا اور فقر میں اسی طرح کھٹکھٹائیں ہوئی ہیں اور سب کا حال متعلق عالم ربوبیت سے ہے جن میں توبل کی کھٹکھٹائیں ہے اور ہر ایک کا دل ایسے کلمات پر ہے کہ ان سے خلاف ثابت ہونا بعید نہیں مثلاً جس طرح ابن حطاب علیہ الرحمۃ کا قول خفا کی فضیلت میں ہاں دیا کہ وصف حق ہے، تکبر سے رو کر دیا گیا۔ اسی طرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہہ کر افضل کہتے ہیں، ان کا قول بھی مرود ہو سکتا ہے کہ جمل و غفلت بندے کے لوصاف ہیں اور علم اور معرفت صفات ربوبیت میں سے ہیں تو چاہیے کہ جمل و غفلت علم اور معرفت سے افضل ہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہ ہو گا کہ جمل بہ نسبت علم کے افضل ہے پس امر واقعی وہی ہے جو ہم نے پہلے صبر میں ذکر کیا ہے یعنی جو شے مقصود بذات نہیں بلکہ اس کی طب کسی دوسری شے کے لیے ہے تو چاہیے کہ اسے مقصود شے کے لحاظ سے دیکھیں کہ اسی سے اس کا فضل ظاہر ہوا کرتا ہے اور دنیا کا مل صرف اسی وجہ سے ممنوع ہے کہ وہ خدا تک پہنچنے سے مانع ہے۔ اسی طرح فقر بھی خود مطلوب ہے کہ اس کے سبب خدا تعالیٰ سے جو چیز مانع ہے وہ وہ ہو جاتی ہے اور بہت سے فنی ایسے ہیں کہ ان کو خفا نے خدا تعالیٰ سے نہیں روکا۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت جن جن و عبدالرحمن بن عوف اسی طرح بہت سے حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ فقری کے شغل میں مقصود سے بھر جاتے ہیں اور دنیا میں عینیت مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ساتھ اس کرتا ہے اور محبت و انس بلا معرفت کی راہ چلنا اور اشغال کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں اور فقر بھی کبھی مانع سلوک ہوتا ہے جیسے خفا کبھی رکاوٹ ہوتی ہے اور واقع میں مانع محبت دنیا ہے کہ اس کے ساتھ محبت الہی دل میں جمع نہیں ہوتی اور کسی چیز کا محبت دلا اس میں مشغول رہتا ہے خواہ اس کی عیادت میں ہو یا وصل میں اور بعض اوقات تو قریب میں شغل زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات وصل میں اور دنیا غافل لوگوں کی مشغول ہے جو اس سے محروم ہے وہ اس کی حفاظت اور اس سے جمع ہونے میں لگا ہوا ہے۔ اس صورت میں اگر وہ غفلتوں فرض کرے جو مل کی محبت سے خلل ہو، ایسے کہ مل ان کے نزدیک پانی جیسا ہو تو سبحان اللہ یعنی ہر ایک مل سے اسی قدر نفع پتا ہے جس قدر اس کو حاجت ہے اور خدا تعالیٰ حاجت اس کے عدم کی نسبت افضل ہے اس لیے کہ قاتل و قاتل کی

روا لے کرنا ہے نہ کہ معرفت کی۔ اگر بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر غلطی سے دور تر ہے، اس لیے کہ خدا کا فضل مغلی کے تختے سے سخت تر ہے اور اس سے پہلو کی صورت بھی ہے کہ کوئی کو مقدور نہ ہو، اسی لیے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ مغلی کے تختے میں جو ہم جلا ہوئے تو ہم نے مبر کیا اور توانگری کے تختے سے جو احسان لے گئے تو مبر نہ کیا اور یہ بات ہر انسان کی فطرت میں ہے۔ لا ماشاء اللہ لیکن ایسا صحت شد و دلور ہے اور چونکہ یہ علت اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ ہاں البتہ انھیں سب کو محیط ہے سوائے چند ایک کے اسی لیے شرع مطلوبہ نے خدا سے منع فرمایا ہے بلکہ اس کی مذمت بھی کی اور فخر کی منع فرمائی ہے۔

فرمان عیسوی :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا داروں کے دل کی طرف نہ دیکھو کیونکہ ان کے دل کی چمک دیکھ تمہارے ایمان کے نور کو ضائع کر دے گی۔

قائد :- بعض علماء کا قول ہے کہ اسوئل کی آمد و رفت ایمان کی طاعت چلت لیتی ہے۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں ہے کہ ہر امت کے لیے ایک پیغمبر ہے اور میری امت کا پیغمبر دنیا و دولت ہے۔

قائد :- دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا پیغمبر بھی سونے اور چاندی کا تھا۔

خلاصہ :- غلام یہ کہ دل پانی سونے اور چتر کا ساک کے نزدیک ہونا لولیا و انبیاء علیہم السلام کے لیے متصور ممکن ہے۔ پھر انہیں بھی یہ بات اس وقت کمال ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کمالی جلدی کریں۔

طریقہ مصطفیٰ :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو ارشاد فرماتے کہ مجھ سے الگ تعلق نہ رہ۔ اس کے باوجود دنیا آپ کے بعد اپنی تمام تر زیب و زینت کے ساتھ مجسم صورت میں آجاتی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان :- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا اکرم اللہ وجہ نے ارشاد فرمایا کہ اسے زبردست دلی یہ دھوکہ میرے سوا کسی اور کو دے اور اسے سفید رنگت دلی نہ دھوکہ میرے علاوہ کسی اور کو دے (میں تیرے دھوکے میں آنے والا نہیں) یعنی جب اپنے جسم اطہر میں دنیا سے ملاحظہ کھانے کا احساس محسوس کرتے تو پھر یہ کلمات اپنی زبان مبارک سے لوار فرماتے۔ اس لیے کہ آپ اپنے پروردگار کی محبت پیش نظر رکھتے تھے۔ دل اور پانی کے مسلول ہونے کو غلام مطلق کما جانا ہے۔

حدیث شریف :- حدیث مبارک میں ہے کہ کثرت دل سے غنا نہیں بلکہ غنا تو لیس سے ہے۔

قائد :- حالانکہ یہ بات بڑی مشکل ہے تو لازم ہوا کہ عالم خلق کے حق میں دل نہ ہونے میں ہی بہتری ہے۔ خود وہ دل کو صدقہ و خیرات میں ہی صرف کرے کیونکہ جب دل حاصل ہو جاتا ہے تو پھر (اکثر) دل سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر قدرت سے فوائد حاصل کریں۔ اسے خرچ کر کے آرام پائیں اور حق تمام باتوں سے اس عالم کے

ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بندہ یعنی زیادہ اس کے ساتھ محبت کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ آخرت سے ڈرتا ہے۔ انسان دنیوی جس صفت سے جتنا زیادہ مانوس ہوتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کی دوستی سے دور ہوتا ہے۔ جب اللہ دینا کے اسباب ختم ہو جاتے ہیں تو پھر بندے کا دل دنیا اور دنیوی زیب و زینت سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا ہر چیز سے دل بیزار ہو جاتا ہے۔ اللہ (عزوجل) پر ایمان کامل رکھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف ضرور توجہ کرتا ہے کیونکہ دل خال تو نہیں رہتا۔ دو چیزوں میں سے ایک چیز ضرور اس میں رہتی ہے یا دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا یا غیر اللہ کی طرف۔ اس کی توجہ اللہ کی طرف ہوگی یا غیر اللہ کی طرف۔ اگر غیر اللہ کی طرف توجہ ہوگی تو پھر اللہ تعالیٰ سے الگ ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی تو غیر خدا سے جدا کی ضرورت ہوگی۔ جتنا ایک طرف متوجہ ہوگا، دوسرے سے اتنا ہی دور ہوگا۔ جتنا ایک طرف ہوگا، دوسرے سے اتنی ہی دوری ہوگی۔ اس کی مثل مشرق اور مغرب کی طرح سمجھنی چاہیے کہ یہ دونوں مختلف اور متضاد طریقے ہیں۔ ان دونوں کے دو میدان جو پھرے گا، جتنا ایک طرف کے قریب ہوگا، اتنا ہی دوسری سمت سے بعید ہوگا بلکہ یوں سمجھئے کہ دونوں سمتوں میں سے کسی بھی ایک کا قریب بعید دوسری کا بعد ہے۔ بالکل اسی طرح ہی دنیوی محبت اور اللہ (عزوجل) کی محبت کو سمجھئے۔ دنیا کی محبت ہی عین بغض حق ہے۔

فائدہ :- میں عارف کی نظر تو اپنے دل پر ہوتی چاہیے کہ اس کا دل دنیا سے نہ کہرتا ہے یا نہیں یا وہ دنیا سے مانوس ہے یا نہیں ہے۔

فائدہ :- ہر حال فقیر اور غنی کی فضیلت تو ان کے دلوں کے لحاظ سے ہے۔ اگر دل کا تعلق دونوں کے لحاظ سے ایک جیسا ہو تو سمجھنا چاہیے کہ ان دونوں کا مقام اس کے دل میں برابر ہے مگر یہ تو مقام دھوکہ اور مقام نفرت ہے کیونکہ اکثر و بیشتر انبیاء یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ میں تو ہوا و دنیا سے مالاں ہوں حالانکہ اس کے دل میں جب مال کوٹ کوٹ کر بھری رہتی ہے۔ اسے پتہ بھی نہیں چلتا، علم اس وقت ہوتا ہے جب مال ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنے نفس کا امتحان مل دے کر لے، خواہ جب اس کا دل چوری ہو جائے۔ اگر اس طرف دل توجہ کرے تو پھر سمجھ جائے کہ یہ دعوئی غلط ہے اور مغالطہ تھا۔

مثال :- اسی طرح بعض لوگوں کا گمان تھا کہ ہمیں لونڈی کی طرف میل ہرگز نہیں ہے۔ اس گمان کی وجہ سے لونڈی کو فروخت کر دیا تو پھر اس کے دل میں لونڈی کی طرف میل ہو دل میں پوشیدہ تھا، اس وجہ سے دل میں ایک ٹپک بھڑک اٹھی۔ پھر پتہ چلا کہ اسے مغالطہ ہوا تھا کیونکہ اس لونڈی کا عشق تو اس کے دل کے نعلی خانہ میں پوشیدہ تھا جیسے چنگاری راکھ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

فائدہ :- انبیاء کرام اور اولیائے عظام کے علاوہ تمام انبیاء کا یہی حال ہے۔ پس مطلقاً فنا کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہے تو پھر لازم یہی ہے کہ کہا جائے کہ فقیری ہی عام لوگوں کے لیے زیادہ بہتر ہے کیونکہ دنیا سے افس اور لگاؤ فقیر کا کم ہوتا ہے۔

جتنا کم تعلق ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ تسکینات و عبادات کا ثواب ملتا ہے۔ اس لیے کہ تسکینات بیان کرنے سے حرکت زبان ہی منظور نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ زبان پہ جس کا ذکر جاری ہے، اسی ذات سے انہیں منسوب ہو جائے۔

فائدہ :- زبان کو حرکت دینے کا اثر تو خالی دل میں ہوتا ہے جبکہ دل دوسری چیزوں سے پر ہیں، اس لیے بعض بزرگوں کا قول مبارک ہے کہ جو شخص زندہ و تقویٰ اور عبادت طلب دنیا میں کرے، اس شخص کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص گھاس (خشک) سے آگ بجھانے کی کوشش کرے یا چابی دور کرنے کی خاطر اپنے ہاتھ گھسی سے اچھی طرح دھو لے۔

فضائل فقر :- حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شہرت کے بغیر فقیر کا سانس لینا سوائے اس سے کہ جس پہ اس کا اختیار نہ ہو غنی کی ہزار سالہ عبادت و ریاضت سے افضل ہے۔

حضرت شہاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں جائے تو اپنی پسندیدہ چیز دیکھ کر صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اس کے لیے ہزار دنار۔۔۔ افضل ہے جسے حق تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرے۔

بشیر بن عمارت رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیے کہ اہل و عیال نے مجھے تنگ کیا ہوا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے جب تیرا خاندان کھے کہ تارے پاس کھانے پکانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا کیونکہ اس وقت کی تیری مانگی ہوئی دعا میری دعا سے بہتر ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ غنی اگر زاہد بننا چاہے تو اس کا زاہد بننا ایسے ہی ہے جیسے گھوڑے پر باغ ہو۔ اگر فقیر زاہد بننا چاہے تو اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی خوبصورت گھوڑے کے گلے میں موتیوں کا ہار پڑا ہوا ہو۔

فائدہ :- اکابر سلف صالحین کا دستور مبارک تھا کہ وہ انبیاء سے علم معرفت سماعت کرنا برا سمجھتے تھے۔

دعائے صدیقی :- حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں دعا مانگتے تھے کہ اللہم انی اسئلك الذل عند الصنف من عسی والرهه فبما حاوراء الکفاف ترجمہ: "یا اللہ! میں تجھ سے سوالی ہوں کہ جب میرا نفس پورا حق مانگے تو میں تجھ سے ذلت کو طلب کرتا ہوں اور سوالی زہد کا ہوں کہ مقدار گھڑ سے زہد بڑھ جائے۔"

فائدہ :- حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مل کمال ہونے کی وجہ سے دنیا اور اس کے وجود سے دور تھے تو پھر آپ تنگ کیسے کریں کہ مل کا نہ ہوتا اس کے وجود کی نسبت اصلح ہے۔ اس کے علاوہ غنی کے معاملات میں سے بہتری یہ ہے کہ حلال مل حاصل کرے اور اچھی جگہ پر ہی خرچ کرے۔ اس کے باوجود پھر بھی اس کا حساب میدان قیامت میں بڑا لمبا چڑا ہوگا۔ کافی دیر وہیں رکتا پڑے گا بکنے حساب کے سلسلے میں ابھرا پیدا ہوا اسے عذاب الخروی دیا جائے گا۔

حکایت :- اسی لیے حضرت عبدالرحمن بن عرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں دیر سے داخل نہ ہوئے۔ جیسے حضور سید

الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن کمال ملاحظہ فرمایا (اس دیر کی وجہ یہ ہے) آپ حساب میں جھڑپے۔

فرمان ابو درود رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- اسی وجہ سے حضرت ابو درود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات مجھے پسند نہیں ہے کہ مسجد کے دروازے پر پھیری دکھائی ہو۔ اس حل میں کہ نماز یا ذکر مجھ سے لوٹا نہ ہو سکے۔ اس کے باوجود کہ مجھے پچاس دینار نفع حاصل ہوں اور میں اسے راہ حق میں خرچ کر دیا کروں۔ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ اس میں کیا خرابی ہے؟ اس سلسلے میں کیا خوف ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ”حساب کی فتنی اچھی نہیں لگتی۔“

فرمان سفیان ثوری رضی اللہ عنہ :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین چیزیں اقراء نے اختیار فرمائی ہیں اور انبیاء نے بھی تین چیزیں اختیار کی ہیں۔ (۱) اقراء نے نفس کا آرام و سکون سے رہا (۲) دل بفرغت رہنا اور (۳) ہلکا حساب ہونا۔ ان تین چیزوں کو اختیار کیا ہے جبکہ فضیل نے (۱) نفس پر مشقت (۲) دل کی مشغولیت اور (۳) شدت حساب کو اختیار کیا ہے۔

قائدہ :- حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا کہ وصف غنی حق ہے یہ اس نقطہ نظر سے افضل ہے اور یہ صحیح تب ہو سکتا ہے کہ جب مل کے ہونے یا نہ ہونے دونوں حالتوں سے بندہ غنی ہو یعنی مل ہو یا نہ ہو دونوں حالتیں ہی اس کے نزدیک برابر ہوں لیکن اگر مل کے نہ ہونے سے تو غنی ہو مگر مل کے باقی رہنے کا فائدہ ہو تو پھر اس کی یہ فنا اللہ تعالیٰ کی غنا سے مشابہ نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ بذاتہ غنی ہے ایسی چیزوں کی وجہ سے نہیں کہ جسے کبھی بھی ذوال ہو سکے جبکہ مل تو ذوال پذیر چیزوں میں سے ہے جانا رہتا ہے مثلاً مل چوری ہو جائے اور کسی اور ملا کے سبب ختم ہو جائے۔

حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ کے قول مبارک پر جو کسی نے اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ مل و اسباب کی وجہ سے غنی نہیں وہ ایسی غنا کے سلسلے میں سچا ہے کہ جس غنا کا مطلب بجائے مل و اسباب ہو۔

ایک اور قول :- ایک صاحب نے یہ قول بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی مغلت شلیان شلن بندہ کے نہیں ہیں۔ صفت بندی ہی بندے کے شلیان ہیں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مغلت میں سے ایک صفت ظم بھی تو ہے جو کہ اس کے حق میں بھی ایک عہد ترین چیز ہے بلکہ بندے کا اعلیٰ ترین مقام تو یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اطلاق کا عادی ہو۔

مشکل کا قول :- بعض مشکل کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا طریق مبارک یعنی مغفرت کا راستہ طے کرنا ہے۔ ابھی یہ راستہ پورا طے نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسلوب مبارک اس شخص کے لوصاف بن جلتے ہیں یعنی اسے ہر اہم مبارک سے ایک خاص ہر میرا آنا ہے مگر یاد رکھئے تکبر بندے کے لئے نہیں ہے کیونکہ جس پر تکبر کا استحقاق نہ ہو اس پر تکبر کرنا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت میں سے ہے۔ تکبر سے فرور اصل حقیقت ہے بڑھ کر رعیدار ہونا اس سے تکلیف دہی مقصود ہوئی ہے۔

قائدہ :- یہ تکبر اللہ جل جلالہ کی صفت نہیں ہے کیونکہ اس کی صفت تو وہی تکبر ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ

تعلیٰ سب سے بڑا ہے اسے خود ہی علم ہے کہ میں سب سے بڑا ہوں اور بندے کے لیے تو یہ حکم ہے کہ اگر اس سے ممکن ہو تو تمام مراتب میں سے اعلیٰ ترین مرتبے کی طلب کرے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ کماحقہ اس کا اشتغال بھی رکھتا ہو۔ محض جموت، فریب اور دیکھاڑی کی بنا پر نہیں۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ بندے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جانے کہ کافر کی نسبت مومن اچھا (بڑا) ہے۔ مطیع و فرمانبردار بہ نسبت عاصی و گنہگار کے۔ عالم بہ نسبت جاہل کے۔ انسان حیوان کی نسبت، پھر نور ہیئت کی نسبت بڑا (اچھا) ہے۔ ان تمام چیزوں سے زیادہ ہی انسان کو حق تعلیٰ کا قرب حاصل ہے۔

پس اس صفت کو حقیقی طور پر اگر کوئی دیکھ لے تو بے شک اسے بھی تکبر کی صفت حاصل ہوگی۔ وہ اس صفت مبارکہ کے حامل ہوگا۔ یہ صفت اس کے حق میں فضیلت ہوگی مگر اسے اپنی پہچان کا کوئی طریقہ معلوم نہیں کیونکہ یہ تو بندے کی زندگی کے انتظام پر موقوف ہے جبکہ بندے کو اپنے خاتمے کا مل معلوم نہیں کہ میرا خاتمہ کیسے ہوگا؟ اس لیے جب خاتمے کا پتہ نہیں تو پھر لازم ہوا کہ اپنا مقام کافر کے مقام سے اعلیٰ کا حقیقہ نہ رکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کافر کا خاتمہ تو ایمان پر ہو جائے جبکہ اس کا خاتمہ کفر پر اس لیے یہ شخص تکبر کے لائق نہیں کیونکہ اسے اپنا انجام معلوم نہیں۔

جب یہ ممکن ہوا کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت اور مابیت کے ذریعے جانے تو پھر ایسے شخص کے سلسلے میں وہ علم مکمل ہو گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔

پہچان :- بعض اشیاء کو پہچاننے سے بندے کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے تو ایسی چیزوں کا علم حاصل کرنا اس کے حق میں نقصان دہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے لوصاف میں سے ایسا کوئی علم نہیں ہے جو اسے نقصان پہنچائے۔

غنا :- ایسی باتوں کو جاننا پہچاننا کہ جن میں بندے کا کسی بھی قسم کا نقصان نہ ہو۔ یہ بندے میں حق تعالیٰ کی صفوں میں سے تو ہو سکتا ہے کہ یہ منصفانہ فضیلت ہو اور اسی بنا پر لوہاء اور ملبہ کو فضیلت ہو تو پھر ثابت ہو گیا کہ اگر بندے کے نزدیک مل کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو تو وہ غنا ہے کہ ایک وجہ سے اللہ کی صفت غنا کے مشابہ ہے۔ یہی غنا فضیلت والی ہے۔ محض مل کے وجود کی وجہ سے جو غنا ہے اس کی کوئی فضیلت نہیں۔ یہاں تک کہ فقیر قلع فنی اور شاکر کی نسبت کا ہونا ہے۔

دوسری صورت :- اب حرام فقیر اور حرام غنی میں سے کون افضل ہے اس بات کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے ہم ایک مثل بیان کرتے ہیں کہ فرض کیجئے ایک شخص مل کا طلبکار ہے۔ اسی کے لیے کوشش بھی کرتا ہے۔ کوشش کے باوجود حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر کسی نہ کسی طرح مل اسے سیر آجاتا ہے تو اس کے لیے دونوں ہی حالتیں بن گئیں۔ (۱) مل نہ ہونے والی بھی اور (۲) مل ہونے والی بھی۔ ان دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت افضل ہے؟

جواب :- ہم اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ دیکھنا چاہیے کہ اگر تو اس شخص کو معیشت اور ذمہ کی کڑاوائے کے لیے جتنا مل درکار ہے صرف اتنی ہی دے چاہے اور طلب مل کے سلسلے میں اس کی غرض بھی یہ ہو کہ دین کا راستہ طے کرے



اور اس سلسلے میں مل سے مدد چاہے تو ایسی حالت میں مل کا وجود افضل ہے کیونکہ فقر تلاش میں مشغول رہتا ہے۔ روزی کی تلاش میں مارا مارا پھرتے والے شخص کو نگر و ذکر کی قدرت نہیں ہوگی۔ اگر حاصل ہوگی بھی تو پھر بھی اس میں دوسرا فاضل گھسا ہوا ہوگا حالانکہ ذکر و فکر بہت مضبوط چاہیے۔

حدیث شریف :- اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہم اجعل قوت ال محمد کقوتہ کفایا ترجمہ: "یا اللہ (عزوجل) بقدر گزران کے آل محمد کی غذا کر دے۔"

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماکاذا لعنرا ان یکون کعمرا ترجمہ: "قریب ہے کہ فقیری (حالت) کفر تک ہو جائے۔"

فائدہ :- اس حدیث مبارکہ میں وہی فقر مراد ہے کہ جس میں بندہ ضروری چیز کے لیے طلبگار ہو اور اگر مطلوب حاجت سے مل زیادہ ہے یا حاجت کے مطابق ہی ہے مگر طلب مل کی غرض یہ نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سلوک راہ دین پر مدد ملے گا تو پھر اس صورت میں فقر افضل ہے۔ اس لیے کہ مل کی حرص اور محبت میں تو غنی اور فقیر دونوں ہی برابر ہیں نیز دونوں کی غرض دین پر استعانت حاصل کرنے کی نہیں اور نہ ہی ان دونوں میں سے کوئی کسی گناہ کا معرض ہے مگر ہاں وہ دنیا پر اتنا ہی مطمئن ہوگا کہ جس کے پاس نہ ہوگا اس کا دل پہ امر مجبوری دنیا سے کنارہ کشی کرے گا اس کے نزدیک دنیا قید خانہ کی مانند ہوگی جس سے آزاد ہونا چاہیے گا۔

جب دونوں ہی تمام باتوں میں یکساں ہوئے اور دنیا سے جلتے وقت ایک کو زیادہ ملل دینا ہوا تو صاف ظاہر ہے کہ دوسرے سے اس کا حال سخت ہوگا کیونکہ اسے دنیا سے جتنی محبت یا لگو ہوگا اسے اتنی ہی آخرت سے وحشت ہوگی۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں ہے کہ میرے غس مبارک میں روح القدس نے یہ بات پھونک دی ہے کہ احسب میرا حبیب ذابک مصارفاً ترجمہ: جس سے چاہے محبت کر لے اس سے تم نے ضرور طیکہ ہوتا ہے۔"

تبلیغ :- یہ اس بات پر متنبہ ہے کہ محبوب سے جدائی کی گھڑی بڑی شاق گزرتی ہے پھر لازم ہے کہ محبت الہی ذات سے کرے جو کبھی بھی دلغ مفارقت نہ دے۔ ایسی ذات صرف اللہ جل شانہ کی ذات ہی ہے اور جدا ہونے والی ذات (چیز) سے محبت نہ کرے جبکہ دنیا تو جدا ہونے والی ہے۔ اگر بندہ دنیا سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو برا سمجھے گا تو اس کی سوت اسی حال پہ ہی ہوگی جسے وہ برا چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی محبوب چیز سے دلغ مفارقت کھا جائے گا۔ جب کوئی اپنے محبوب سے طیکہ ہوتا ہے تو اسے درد فراق اس کی محبت کی مقدار جتنا ہوتا ہے۔ جس شخص کے پاس دنیا ہے وہ دنیا پہ قدرت رکھتا ہے تو اسے تلوار کی نسبت دنیا سے محبت زیادہ ہوتی ہے خواہ تلوار دنیا کا حریف بھی ہو۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ فقر تمام مخلوق کے حق میں افضل و اعلیٰ ہے مگر وہ عقائد میں غنی فقیر سے افضل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسے غلام کہ اس کے لیے مال کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو کیونکہ ایسی غلام کثرت ثواب کا سبب ہوا کرتی ہے یعنی ایسی غلام کا یہ فائدہ ہے کہ فقراء و مساکین کی دعا حاصل ہوتی ہے۔

2- فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی ضروری مقدار کا بھی بندہ محتاج ہو۔ اس حال میں بھی فقر افضل ہے کیونکہ ایسے فقر کے سلسلے میں ہی ہے کہ یکساں ان ہیکون کفرا تہجد: قریب ہے کہ فقیروں کا حالت کفر تک ہو جائے۔

اور اس فقر میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر یہ تب ہے کہ ضروری مقدار اس کی زندگی کو باقی رکھے اور یہ شخص اس زندگی سے اللہ تعالیٰ کی معصیت و کفر پر مد کا طالب ہو اور فکر بالفرض بموکل سے مر جائے تو پھر اس کے گناہ بھی کم ہوں تو پھر اس کے حال کے مناسب یہ ہے کہ بھوکا مرا ہے۔ اضطراب جس کی طرف تھا وہ بھی نہ ملے۔ غنی اور فقیر کے سلسلے میں یہ تفصیل ہے۔

حریص فقیر:- علاوہ ازیں ایک اور صورت یہ ہے کہ اگر کوئی حریص فقیر ہو کہ ہر لمحہ طلب مال میں مصروف ہو اسے طلب مال کے سوا کوئی کام نہ ہو جبکہ دوسرا امیر ایسا شخص ہو کہ فقیر سے کم حرص رکھتا ہو۔ اگر اس سے مال جاتا رہے تو پھر بھی اسے فقیر ہے کم درو ہو تو پھر ان دونوں کے حال میں اختلاف ہے۔ ظاہر باتوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں کی ہی اتنی زیادہ دوری ہوگی جس قدر انہیں مال نہ ہونے سے درو ہوگا۔ یہ درو جتنا کم ہوگا اسی مقدار برابر انہیں حق تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا (واللہ تعالیٰ اعلم)

آداب فقر: باطن و ظاہر میں لوگوں سے ملاقات کے وقت سالک کو اپنے افعال میں چند آداب کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

پہلی اوب:- اس امر کی جس میں گراہت نہ ہو کہ اسے جس امر میں اللہ تعالیٰ نے جتلا کیا ہے یعنی دل میں فقر کو برائہ سمجھے اور نہ ہی یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اچھا نہیں کیا۔ خواہ اس کا نفس برا ہی کیوں نہ سمجھے۔ جیسے بچے لکوائے والا ایذا کی جت سے تو بچے لکوائے کو برا تصور کرتا ہے مگر بچے لگانے والے کو برا نہ سمجھے بلکہ اسے محسن سمجھتا ہے تو یہ مقام حاصل ہونا اقل مرتبہ ہے۔ فقیر کے لیے اتنا مقام حاصل ہونا واجب ہے اور خلاف اس کے حرام ہے۔ ثواب فقر کو ضائع کر دیتا ہے۔ یہی تصور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے مراد ہے۔

حدیث شریف:- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے گروہ فقراء! اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو اپنے قلوب سے رضا دینے کہ تمہیں تمہارے فقر کا ثواب عطا فرمایا جائے ورنہ تجھے فقر کا ثواب نہیں عطا ہوگا۔"

فائدہ:- اور اس سے بھی بلند مقام یہ ہے کہ فقر کو برا خیال نہ کرے بلکہ فقر سے راضی ہو اور اس سے بھی اتنی مقام یہ ہے کہ فقر کو طلب کرے۔ اس سے راضی ہو۔ اس لحاظ سے آفات غنا سے یا خبر ہو۔ دلی طور پر اللہ تعالیٰ سے

توکل اختیار کرے اور اس بات پر اکتفا رکھتا ہو کہ ضروری مقدار تو بلاشبہ مجھے عطا ہوگی اور ضرورت سے زیادہ کو برا سمجھے۔

فرمان حیدر کرار رضی اللہ عنہ :- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فقر سے عذاب بھی دیتا ہے اور ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔ فقر کی وجہ سے جب ثواب عطا فرمایا منظور ہوتا ہے تو ایسے فقر کی پہچان یہ ہے کہ اس بندے کی علت انجھی کرے۔

اس سے اپنے وب کی لطافت کرے۔ اپنے احوال کا کسی سے شکوہ شکایت نہ کرے۔ فقر پہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جب فقر سے ثواب کرنا منظور ہو تو پھر اس کی پہچان یہ ہے کہ بندہ بد خلق ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرے۔ اپنے احوال کے سلسلے میں شکایات کثرت سے کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر غصہ ہو۔

فائدہ :- مظلوم ہوا کہ ہر فقر اچھا نہیں ہے بلکہ فقر تو صرف وہی اچھا ہے جس میں آدمی غصے نہ ہو یا اپنے فقر پہ راضی ہو اس لیے کہ اس کا انجام جانتا ہو۔

چنانچہ یہ قول بڑا مشہور ہے کہ دنیا سے جو کچھ بندے کو ملتا ہے تو اس سے یہ بات کسائی جاتی ہے کہ اسے تین حصوں پر حاصل کر یعنی تین باتیں سمجھے اس کے ساتھ ہی پیش آئیں گی۔ (1) مصروف رہنا۔ (2) غم و ترو۔ (3) حسد کا زیادہ ہونا۔

ظاہر فقر کا ادب :- فقر کے ظاہر کا ادب یہ ہے کہ کچھ بھی طلب نہ کرنا۔ ابھی طرح رہنا ظاہر کرے۔ کسی کے سامنے شکایت اور فقر ظاہر نہ کرے بلکہ حتی الوسع اپنے فقر کو پوشیدہ رکھے اور مزید راز یہ کہ یہ بات بھی لوگوں سے پوشیدہ رکھے کہ میں اپنا فقر چھپاتا ہوں۔ لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کرتا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ان اللہ بحسب الفقیر المتعفف ابا العباس ترجمہ :- ”اے شک اللہ تعالیٰ مبادلہ فقیر سائل نہ کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یحبہم الجاہل اغنیاء من النعفاء (پ 3 البقرہ 273) ترجمہ کنز الایمان :- ”بلکہ انہیں تو مجھ سمجھنے کے سبب۔“

حضرت سفیان ثوری کا فرمان :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حالت احتیاج کا عمل افضل الاعمل ہے۔

بعض اکابرین کا قول :- بعض اکابرین نے ارشاد فرمایا کہ تنگی کے خزاںوں میں سے یہ بھی ہے کہ فقر کو چھپا جائے اور اصل کے سلسلے میں ادب یہ ہے کہ کسی امیر کے لیے اس کی امداد کی وجہ سے عاجزی اختیار نہ کرے بلکہ اس کے لیے تو تکبر اختیار کرے۔

حضرت علی کا فرمان :- حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عمو ہے غنی کا قاضی کرنا۔ فقیر کے واسطے ازراہ رغبت ثواب کے اور اس سے بھی عمو فقیر کا تکبر ہے۔ غنی بڑھ اتلی پر اکتفا کی وجہ سے تو بے حاصل فقیر

کا ہوا تو ایک رتبہ علی ہو کہ کمتر درجہ یہ ہے کہ انبیاء کے پاس نہ بیٹھے نہ ان کے پاس بٹھلانے کی رغبت کرے۔ اس لیے کہ مہلکی طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری کا فرمایا: آپ نے فرمایا کہ جب فقیر افراد سے ملاقات کرنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہے۔ جب بدشگ سے ملاقات کرنے لگے تو پھر کچھ لکچے کہ یہ چر ہے۔

عارفین کا قول: بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ فقیر جب امراء سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے احمق (توکل) میں اچھا پن پیدا ہو جاتا ہے اور فقیر ذکر اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ فقیر کو چاہیے جو بات حق ہو وہ بیان کرے اور فقر کی وجہ سے مہلت میں سستی نہ کرے اور اگر فقیر کے پاس کچھ مل جائے تو فوراً اس کو خیرات کر دے کیونکہ فقیر کا خود اہل جو وہ خیرات کرتا ہے وہ امراء کے کثرت ہاؤں کے خرق کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔

حدیث شریف: حضرت زہد بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقے کا ایک درہم خدا تعالیٰ کے نزدیک لاکھ درہم سے افضل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیہم لے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر ہمارے دل اور ہپ قربوں ہوں۔ یہ کہے ہو سکتا ہے۔ آگے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے جاننا دو میری طرف توجہ قرآن۔ ایک شخص نے اپنے بہت سے دل سے لاکھ درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو درہم تھے تو اس نے ایک درہم خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا تو یہ ایک درہم والا اس لاکھ درہم والے سے افضل ہو گا۔ عارفین فرماتے ہیں کہ امراء کو چاہیے کہ دل جمع نہ کرے بلکہ قدر حاجت اپنے پاس رکھے اور باقی تمام دل اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دے اور جمع کرنے میں تین درہم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ایک دن اور ایک رات کا ملان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہے۔ دو سرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ کرے یہ درجہ متقین کا ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک سال کا ذخیرہ کرے یہ سب سے اونچی مرتبہ ہے اور یہ صالحین کا درجہ ہے جو ایک سال سے زیادہ ذخیرہ کرے۔ وہ عوام میں داخل ہوتا ہے خاص یعنی مقبولان حق کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

عارفین فرماتے ہیں جو اطمینان قلبی میں کمزور ہو وہ صلح ہوتا ہے۔ ایک سال کی غذا جمع کرنے والا غنی ہوتا ہے۔ چالیس روز والا خاص فنی ہوتا ہے (زیادہ مقبول خدا ہوتا ہے یعنی وہ بھی ہو تا مگر ایک سال والے فنی سے زیادہ افضل یعنی خاص ہوتا ہے) ایک دن ایک رات کی غذا جمع کرنے والا غنی نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف خاص مقبول حق ہوتا ہے۔ یہ سب سے اونچی درجہ ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازادواج مطہرات کو ایک دن اور ایک رات کی غذا عطا کرتے تھے۔

امراء کے تحائف: عارفین فرماتے ہیں کہ اگر فقیر کے پاس امیر لوگ کچھ لائیں تو فقیر کو تین باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

قول نفس مل دوم: اپنے والے کی عرض، سوم قبول کرنے میں اپنی فرض۔

اول نفس مال :- نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال تمام شہادت سے پاک ہو تو وہ لے لیں ورنہ قبول کرنے سے احتراز کرے۔

دوم دینے والے کی غرض :- دینے والے کی غرض تین صورتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ (1) دل کا خوش کرنا اس سے طلب محبت منظور ہے۔ اس کو ہدیہ کہتے ہیں۔ (2) غرض ثواب۔ اس کو صدقہ اور زکوٰۃ کہتے ہیں۔ (3) شہرت یا ریا۔ مراد یہ تھا ہوتی ہے یا پہلی غرضوں سے ملی ہوتی ہے۔

چاتر و ناجائز کی تفصیل :- صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنے کا حق نہیں کہ منت ہے لیکن چاہیے کہ اس میں منت نہ ہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک قبول اولیٰ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض میں منت زیادہ ہو تو اس عزت کو واپس کر دے۔

عمل محبوب :- ایک شخص نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سخی پنیر اور مینڈھا بلور ہدیہ پیش کیا تو محبوبِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخی اور پنیر قبول کر لیا اور مینڈھے کو واپس کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپ بعض لوگوں کے ہدیے قبول فرماتے تھے اور جنسوں کے ہدیے واپس کر دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں قریشی حتمی اور دوسری کے بغیر کسی سے ہدیہ نہ لوں۔ یہی بات بعض تابعین نے بھی بیان فرمائی ہے۔

فتح موصی :- فتح موصی کے پاس ایک حبلی تھی جس میں پچاس درہم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عطائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس بدو روزی مانگنے آئے اور بدو ہنادے تو وہ شخص بدو کو واپس نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کو واپس کرتا ہے۔ پھر آپ نے حبلی کھولی اور ایک درہم لے لیا اور باقی سب کو واپس کر دیا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت حسن بصری بھی اس حدیث کو روایت کرتے تھے مگر جب ان کے پاس ایک شخص نے ایک حبلی اور خراساں کے باریک کپڑے کی ٹمھری پیش کی تو آپ نے واپس کر دی اور آپ نے فرمایا کہ ”جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگوں سے اس قسم کی چیزیں لے وہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ سے ایسے حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کو بہرہ ثواب سے نہ ہو۔“

حضرت حسن بصری کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم اور داعلہ کو بھی قبول کرنا حلتِ زہد ہے۔ حضرت حسن بصری اپنے دوستوں کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تنجی اپنے دوستوں سے درہم یا دو درہم تک مانگ لیا کرتے تھے۔ کوئی دوسرا اگر سیکڑوں درہم پیش کرنا تو آپ نے قبول کرتے اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دوست ان کو کچھ دینا تو کہتے کہ اس کو اپنے پاس رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اس چیز کے لینے کے بعد میں تمہارے دل میں لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہوں تو مجھے بتا دینا میں لے لوں گا ورنہ نہ لوں گا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ اس عمل کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا ہٹا دے تو دینے والے پر باگوار گزرے اور اگر قبول کرے تو خوش ہو اور اس کو قبول کرنے میں اپنے اوپر احسان سمجھ لیں۔ اگر لینے والے کو معلوم ہو کہ اس بدیہ میں کس قدر احسان منکول ہے تو بدیہ کا لینا سہل ہے مگر فقراء صلوٰۃ کے نزدیک مکروہ ہے اور بشر فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی سوائے حضرت سری عقی کے اس لیے کہ میرے نزدیک اس کا زندہ دنیا میں جاہت ہے۔ جب ان کے کہنے سے کوئی چیز نکلتی ہے تو آپ بہت خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی چیز باقی رہتی ہے تو آپ غمگین ہوتے ہیں۔ پس میں ان کی خاطر فداۃ چیز پر ان کا مددگار ہوتا ہوں۔

حکایت :- ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آپ کے پاس کچھ مل لایا اور عرض کی کہ آپ اس کو کھائیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ تم فقراء میں اس کو ہاتھ دو تو اس شخص نے عرض کی کہ مجھ کو یہ غرض نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اتنا مل تھاؤں تو زندہ کیسے رہوں گا۔ اس شخص نے عرض کی کہ آپ اس کو چٹنی اور مٹاں میں خرچ کریں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ شیرینی اور میوے اور پھلوں وغیرہ میں صرف کر والے تو حضرت جنید بغدادی نے قبول کر لیا۔

خراسانی نے کہا کہ بغداد میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کا احسان مجھ پر آپ سے زیادہ ہو۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسی کا بدیہ قبول ہی نہیں کرنا چاہیے۔

صدقہ اور زکوٰۃ :- دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے دیتا ہے تو یہ صدقہ ہو گا یا زکوٰۃ ہوگی تو اس صورت میں فقیر کو اپنے محل پر فخر کرنا چاہیے کہ مستحق زکوٰۃ کا ہوں یا نہیں اور اگر کوئی شخص فقیر کو صدقہ صرف دینے کے باعث دیتا ہو تو فقیر کو چاہیے کہ اپنے دل میں سوچے کہ میں باطن میں کسی ایسے گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوں جس کا پتہ دینے والے کو چل جائے تو وہ مجھ سے نفرت کرے گا اور صدقہ دیتا روک دے گا تو ایسی صورت میں عارفین کے نزدیک لینا حرام ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے اس گناہ سے دیا کہ فلاں شخص مالم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہے اور فقیر اس صفت سے موصوف نہیں تو اس کو لینا محض حرام ہے کہ اس میں تہو نہیں۔ تیسری یہ کہ دینے والے کی غرض ریاء یا شہرت ہو تو فقیر کو چاہیے کہ اس کی جی واپس کر دے۔

حضرت سفیان ثوری :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو کوئی شخص آتیو دیتا تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ واپس کر دیتے اور فرماتے کہ اگر میں جہت کہ یہ لوگ ہمارے دینے کو فخر کی راہ سے کرتے ہیں انہیں قبول کرنا ہوتا۔

بعض اکابرین نے آپ پر بھی کیا ہے جو آپ کی طرف منصفہ ثواب تو نہ بھیجتے ہیں آپ اس کو کیوں ہٹا دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کی شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہوں ان کے لیے کہ وہ اپنے حق سوائے حق میں مشغور نہ دیتے ہیں۔ جو میں مشغور رہتا ان کو توں کو اچھا معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں اس لیے میں واپس کر دیتا ہوں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں

کہ لینے میں فقیر اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ دیکھے کہ اس چیز کی بچھ کو ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر مقدار ضرورت کا ممکن ہو اور پہلی آفتوں سے بھی کوئی آفت موجود نہ ہو تو بہتر ہے کہ قبول کر لے۔

حدیث شریف میں ہے ما المعطی من سعته یا عظم اجرا من الاخذ اذا کان محتاجا لا مری معص من اناء شی من هذا المال من غیر مسئلہ ولا استشراف فانما هو رزق ساقی اللہ الیہ ایک روایت میں ہے فلا برد۔

علماء کرام کا قول :- بعض علماء کرام کا قول ہے کہ جس شخص کو کچھ ملے اور وہ نہ لے 'بہ وہ سواہل کرے گا تو نہیں دیا جائے گا۔

حکایت :- ایک دفعہ حضرت سری ستلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے۔ ایک ہار انہوں نے واپس کر دیا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سری ستلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت سے سخت تر ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اے سری ستلی دوبارہ پھر ارشاد فرمائیے۔ انہوں نے دوبارہ بھی یہی عرض کیا تو حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے واپس کیا کہ میرے پاس غذا ایک ہلو کی موجود ہے 'تم اس چیز کو اپنے پاس رکھو۔ ایک مہینے کے بعد میرے پاس بھیج دینا' ابھی مجھے ضرورت نہیں۔

علماء کا قول :- بعض علماء کا قول ہے کہ بلوغت حاجت کے کسی چیز کو واپس کر دینے سے یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ رب العزت اس کی سزا میں جلائے طبع کرے کسی شہ میں نہ ڈال دے 'پھر اگر جو مل آیا ہے جو حاجت سے اگر زیادہ ہو تو وہ مال سے غلی نہیں یا تو آدمی اپنے ہی مال میں مشغول ہو یا فقراء کے امور کا مکمل ہو کہ اپنی طبیعت میں رفق و سخاوت کی وجہ سے انہیں یاد کرتا ہو۔ اگر اپنے ہی مال میں مصروف ہو تو کوئی وجہ قبول کرنے کی نہیں بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو 'اس لیے کہ ضرورت سے زیادہ لے کر رکھ لیتا نفسانی خواہش کی اتباع میں ہے اور جو عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں ہوتا وہ شیطان کی رضا میں ہوتا ہے۔ طلبگار ہونے کا بل کی کوٹھڑی میں گھس جانے سے دلغ لگ جاتا ہے 'پھر اسے حاصل کرنے کی بھی دو حالتیں ہیں۔ (1) ظاہری طور پر تو لے لے اور چھپ کر واپس کر دے یا فقراء میں بانٹ دے 'یہ مقام حدیقین ہے۔ یہ نفس پہ بڑا گوارہ ہوتا ہے۔ اس کی تاب بھٹ لے ہی ہوتی ہے 'ریاضت پر جو مطمئن ہو۔ (2) فقیر اس لیے قبول نہ کرے تاکہ مالک اس چیز کو کسی زیادہ حاجت مند کو دے ڈالے یا فقیر خود لے کر ایسے شخص کو دے ڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو۔ یہ دونوں باتیں پوشیدہ کرے یا ظاہر کرے۔

فائدہ :- باب زکوٰۃ کے اسرار میں ہم لکھ چکے ہیں کہ لینے کا اعتبار بہتر ہے یا اخذ کر لوہ بعض احکام فقہی وہی لکھے گئے ہیں۔ وہاں سے دیکھ لیتا جاوے۔

ازالہ وہم :- امام احمد بن حنبل کا حضرت سری ستلی کے پدے کو قبول نہ کرنا صرف اس جگہ سے قحاکہ ان کو

حالت نہ تھی۔ اس نظر سے کہ ان کے پاس سینے بھر کی خوراک موجود تھی۔ امام صاحب کی طبیعت نہ چاہی کہ اس کو قبول کر لیں یا کسی دوسرے شخص کو دے دیں کیونکہ اس میں بہت سی آفات اور خطرے ہیں اور ”دفع“ اسی کا نام ہے کہ آفتوں کی جگہ سے بچے کیونکہ شیطان کے قریب سے اس مشکل ہے۔

اور بعض بھلور کہہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھ درم تھے جن کو میں نے خدا کی راہ میں صرف کرنے کو رکھے تھے میں نے ایک فقیر کو نانکہ اپنے طواف سے قانع ہو کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ یا اللہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے اس شخص کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس وہ کپڑے ایسے پھینے ہوئے تھے کہ اس کا بدن بھی نہیں چھپا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے درموں کے لیے اس شخص سے بڑھ کر اور کوئی مصرف نہیں ہوگا۔ میں اپنے درموں کو ان کے پاس لے آیا۔ اس نے دیکھ کر ان میں سے پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی وہ پادریں آجائیں گی اور ایک درم کو میں شین دن خرچ کروں گا۔ باقی درموں کی مجھ کو حاجت نہیں لے جاؤ۔ جب دوسری رات ہوئی تو میں نے اس کو نئی پادریں پہنے دیکھا اور اس وقت میرے دل میں اس کی طرف سے کچھ دوسرے شیطانی گزرا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سلت پار طواف کرایا۔ ہر ایک پیرے میں ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کانوں میں سے ہارنے پاؤں کے نیچے فختوں تک ہو جائے۔ مثلاً ایک دفعہ چاندی، پھر یا قوت اور موتی دیکھو ہر یہ سب چیزیں لوگوں کو نہ سوجھتی تھیں۔ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے یہ سب کچھ دیا مگر میں نے نہ دیکھا۔ لوگوں کے ہاتھ سے لے لیتا ہوں اس لیے یہ سب چیزیں بوجھ اور دہلی ہیں۔

قائدہ :- مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور ابتلاء کے لیے آتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ وہ اس میں کیا کرنا ہے۔ مقدار حاجت جو عنایت ہوتا ہے وہ الفت کے طور پر عنایت ہوتا ہے۔ الفت اور ابتلاء کے معنی کو یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لعلوہم ابہم احسن عملا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاحق لابن ادم الا فی طعام یتقیم صلیہ وتواب بوارى عورۃ وہبت یکمنہ فمما زاد فہو حسابہ ترجمہ :- ”صرف تین چیزوں میں بندے کا حق ہے۔ ایک کھانا کہ اس کی پشت کو سیدھا کرے۔ کپڑا کہ اس کی برہنگی کو چھپائے۔ گھر کہ اسے پتہ دے (ان تینوں سے) جو زائد ہو وہ حساب کی چیز ہے۔

قائدہ :- اگر بندہ ان چیزوں میں سے ضرورت کے مطابق لے گا تو پھر ثواب پائے گا اور یہ چیزیں زائد از ضرورت حاصل کرے تو پھر اگر اللہ تعالیٰ کی تائیدی نہ کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنا پڑے گا اور اگر تائیدی اختیار کرے گا تو پھر عذاب کا سختی محسوس ہوگا۔

احتیاج :- آزمائش کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بندہ کوئی لذت اللہ تعالیٰ کی نغرت کے لیے اور اپنے نفس کو ذرے کرنے کے لیے ترک کرنے کا پختہ عہد و حرم کر لے۔ بعد ازاں وہی لذت صاف و شفاف حالت میں اس کے پاس آئے تاکہ اس کی عقل قوت کو جانچے تو اس وقت بہتری ہے کہ اس سے دور رہے کیونکہ اگر نفس کو وعدہ غلامی کی اجازت دے گا تو پھر اس کی عادت پڑ جائے گی۔ بیشہ اپنی اس عادت کی طرف رجوع کرے گا۔ پھر اسے ہا نہیں



کئے گا۔ اسی لیے ایسی لذت کو دبا دینا لازم ہے۔ اگر دینے والے کو ہی لوٹا دے تو پھر زندہ ہوگا۔ اگر اس سے لے کر کسی دوسرے محتاج کو دے دے تو یہ زندہ کا درجہ ضمانت اعلیٰ ہے۔ اس پر سوائے صدیقین کے کوئی بھی قادر نہیں۔

فائدہ :- اگر کسی کا محلِ سخاوت 'خرج کا کرنا' فقیروں کا تکفل' فقراء اور صالحین کی خبرگیری کرنا ہو تو پھر اپنی ضرورت سے زائد لینے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حاجتِ فقراء سے تو زیادہ نہیں ہے مگر پھر بھی جلد ہی ایسا محلِ فقیروں میں صرف کر دینا چاہیے۔ اسے اپنے پاس رکھ نہیں لینا چاہیے۔ اس لیے کہ ایسا محلِ تکفل ایک رات بھی اپنے گھر میں رکھنے میں بھی تشدد و آزمائش ہے۔ ہو سکتا ہے گھر میں رکھ لینے سے دل کو اچھا لگا پھر وہی مل واپس کرنے کو جی نہ چاہے وہی دہل جان بن جائے۔

تباہی :- بعض لوگوں نے تکفلِ فقیروں کا خدمت لایا ہے۔ اس حیرانے میں کثرتِ مل و دولت اور کھانے پینے کی کثرت میں پھنس گئے جتنی اسے کہتے ہیں۔

فائدہ :- رفق و طلبِ ثواب جس کی غرض ہو اسے جائز ہے کہ وجہِ جہاں سے اللہ تعالیٰ بھیج دے تو دے دے اور اگر اسے لوار کرنے سے قفل ہی مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے لوار کر دے گا اور اس سے قرض خواہوں کو اللہ تعالیٰ راضی کر دے گا لیکن اس راضی کرنے میں شرط یہ ہے کہ اس کا محلِ قرض خود اچھی طرح چاہتا ہو تو لازم ہے کہ قرضِ خواہ سے وعدہ وغیرہ کر کے دھوکہ نہ دے بلکہ صاف صاف اپنا محلِ بیان کر دے تاکہ احوال سے اچھی طرح باخبر ہو کر قرض دے چاہیے کہ ایسے محض کا قرض لوار کیا جائے خواہ زکوٰۃ کے مل سے لوار ہو۔

تفسیرِ آیت :- بعض اس آیتِ مبارکہ کا مضمون یہ بیان کرتے ہیں کہ اپنے دو کپڑوں میں سے ایک فروخت کر ڈالے اور بعض فرماتے ہیں کہ قرض اپنی دیانت پر لے لے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ اس بارے میں بعض اکابرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محض ایسے بندے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جتنا انھیں ظن ہوتا ہے وہ اپنے سرمایہ میں سے اتنا خرچ کرتے ہیں۔

وصیت :- وصل فرماتے ہوئے کسی بزرگ نے وصیت فرمائی کہ میرا ترکہ تین گروہوں میں تقسیم کر دینا۔ (۱) قوی (۲) غنی۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان تین گروہوں میں ترکہ تقسیم کرنے سے آپ کی فرض کیا ہے تو اس بزرگ نے فرمایا کہ قوی سے مراد متوکل ہیں۔ غنی سے مراد اللہ تعالیٰ پہ حسن ظن رکھنے والے اور غنی سے مراد محض اللہ تعالیٰ کے ہو رہنے والے ہیں۔

فائدہ :- خلاصہ کلام یہ کہ جب فقیر 'مل اور دینے والے میں روحِ بلا شرمیں پائی جائیں تو پھر اسے فقیر لے لے کر پھر بھی یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ جو کچھ میں نے لیا ہے اللہ تعالیٰ سے لیا اس دینے والے سے نہیں لیا کیونکہ دینے والا تو صرف ایک واسطے کی حیثیت رکھتا ہے کہ وہ دینے کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے اس لیے وہ تو دینے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اس پہ ارادہ و اعتقاد اور لوازم مسلط کر دیئے گئے ہیں۔ دینے بغیر تو کوئی چارہ ہی نہیں۔

حکایت:- کسی شخص نے حضرت شفیق علی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے مریدوں اور پیاس و مگر آدمیوں کے ساتھ دعوت دی۔ اس نے بڑا عمدہ کھانا تیار کر دیا۔ آپ جب بیٹھے تو آپ نے اپنے مریدوں کو ارشاد فرمایا کہ دعوت دینے والا ہوں کتنا ہے کہ جو شخص یہ بھی خیال نہ کرے کہ میں نے یہ کھانا تیار کیا ہے اور یہ کھانا میں نے ہی کھانے والے کے سامنے رکھا ہے تو میرا کھانا ایسے شخص پر حرام ہے۔ آپ کے تمام ساتھی یہ سنتے ہی دہلی سے چلے گئے۔ صرف ایک شخص دہلی رہ گیا جو کہ ان کے درجہ سے کم درجہ رکھتا تھا۔ آپ کی خدمت میں صاحب دعوت نے عرض کیا یہ فرماتے سے آپ کا مقصد کیا تھا۔ آپ نے کہا کہ میں ان تمام کی توجیہ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی! تو نے بنی اسرائیل کے ہاتھوں پہ میرا رزق اتار دیا ہے۔ صبح کوئی کھانا کھانا ہے اور شام کے وقت کوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا کرتا ہوں کہ انہیں اپنے بندوں میں سے بڑے لوگوں کے ہاتھ سے رزق دلواتا ہوں تاکہ ان کی وجہ سے انہیں ثواب عطا کیا جائے۔

فائدہ:- ہر محل بندے کو چاہیے کہ اگر کوئی اسے کچھ عطا کرے تو جان لے کہ یہ اس لیے دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مسخر کر دیا ہے۔

بلا ضرورت سوال کی حرمت اور مضطر کے سوال کا بیان : سوال کے بارے میں کافی منہاں و تشدد وارد ہوئے ہیں۔ بعض روایات میں سوال کرنے کی اجازت کا بھی بیان ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ للسائل حق ولو جاء علی فرس "سائل کے لیے حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر ہی آئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رد السائل ولو بظلف محرق "سائل کو (کچھ نہ کچھ دے کر) واپس کر دے اگرچہ جلی ہوئی کمری دے کر ہی سہی۔"

فائدہ:- ان احادیث مبارکہ سے سوال کرنے کی اجازت کبھی جاتی ہے کیونکہ اگر سوال کرنا مطلقاً حرام ہوتا تو مسائل کو کچھ نہ کچھ دینے پر مغلوث برائی کرنے والے کے برے کام کے لیے ہوتی۔

پس تحقیق اس امر میں یہ ہے کہ اصل میں عموماً سوال حرام ہے اور اگر کسی ضرورت یا حاجت فہم کے لیے جو کہ ضرورت کے قریب تر ہو تب سوال مباح ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس سے معذور ہے تو پھر حرام ہی ہوگا۔ ہم نے جو سوال کو حرام کہا ہے وہ صرف اس لیے کہ سوال کرنے میں تین حرام باتیں ضرور پائی جاتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی شکایت کا اظہار اس لیے کہ اپنی احتیاج کا اظہار ہی سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اپنی ذات پر کم ظاہر کرنا یہ واضح طور پر اللہ کی شکایت ہے۔ جیسے کسی کا غلام کسی دوسرے سے سوال کرے۔ اس کا سوال کرنا دراصل اس کے آقا کی توہین اور شکایت ہی ہوتی ہے۔ یوحیٰ بندوں کا سوال کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اپنی اور شکایت ہی ہے۔ اس لیے سوال کرنا حرام ہونا چاہیے اور ضرورت کے بغیر سوال کرنا حلال نہیں

ہونا چاہیے جبکہ بوقت ضرورت تو مزار کا استعمال بھی جائز ہو جاتا ہے۔

2- سوال میں سزا دلانا اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کے سامنے اپنے نفس کو ذلیل و رسوا کرنا ہے جبکہ ایماں دار کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے ذلیل کرے بلکہ اسے تو چاہیے کہ اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل کرے کہ اسی میں اس کی عزت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا بقیہ تمام مخلوق تو اس کی اپنی ذلت جیسی ہے۔ اس لیے بلا ضرورت اس کے سامنے ذلیل نہیں ہونا چاہیے۔ سوال کرنے میں تو صاف ہے کہ سائل اس شخص کی نسبت ذلیل ہوتا ہے کہ وہ جس سے سوال کرتا ہے۔

3- اکثر و بیشتر جس سے سوال کیا جاتا ہے اس کو ایذا ہوتی ہے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنی خوشی سے دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اگر اس سائل سے شرمسار ہوتے ہوئے یا رباء کے طور پر کچھ نہ کچھ دے دے تو پھر وہ لیتا سائل پر حرام ہے اور اگر وہ نہ دے تو پھر بعض اوقات اسے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ وہ اپنے دل میں تکلیف اٹھاتا ہے۔ اس لیے کہ بخیلوں جیسی صورت خواہنا ہوتا ہے۔ دینے میں تو اس کے دل کا نقصان ہے جبکہ نہ دینے میں اس کی جلد و شست کا نقصان ہے۔ اس کے نہ دینے کی یہ دو صورتیں ہی ایذا پہنچانے والی ہیں۔ اس کی اس ایذا پہنچنے کا سبب وہی سائل ہوتا ہے جبکہ کسی کو بلا ضرورت ایذا دینا بھی حرام ہے۔

فائدہ:- جب سوال کی ان تین خرابیوں کو جان لے تو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرا ہی بھی معلوم ہو گیا کہ مسائل الناس من الفواحش ما احل من الفواحش سواء ترجمہ: ”بڑے گناہوں میں سے بڑے گناہوں سے (بلا ضرورت) سوال کرنا اس کے سوا بڑے گناہوں میں سے کوئی بھی حلال نہیں۔“  
اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاحشہ رکھا یعنی بڑی خطا۔ پس واضح ہے کہ بلا ضرورت گناہ کبیرہ مہلح نہیں ہوتا۔ جیسے شراب پینا کہ لقمہ اگر کسی کے گلے میں پھنس جائے اور اس کے پاس اس وقت شراب کے علاوہ کچھ نہیں تو محض اتنا سا شراب پی لیتا جائز ہے کہ جس سے لقمہ حلق سے نیچے گزر جائے۔

حدیث شریف:- حدیث شریف میں ہے کہ فنا کے پابود پھر بھی (بلا ضرورت) جو سوال کرے تو (ایسا شخص) دوزخ کی چٹاری اپنے لیے مزید بڑھاتا ہے اور جو شخص اس حال میں سوال کرے کہ اس کے پاس اتنا کچھ ہو کہ اس کے لیے کفایت کرتا ہو تو پھر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا منہ ایک متحرک ہڈی ہوگی کہ جس پر گوشت نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ اس کے منہ پہ سوال کے دواغ اور نشن ہوں گے۔

فائدہ:- ان احادیث سے سوال کی صریح حرمت و تشدد ثابت ہوتا ہے۔

حدیث شریف:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں سے مسلمان ہونے کی بیعت لی۔ ان سے خنہ اور لہسن سے شرط کی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ لا تسالوا الناس شیئاً ”لوگوں سے کوئی چیز مت مانگنا۔“

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نادستور مبارک تھا کہ آپ لوگوں کو عموماً سوال کرتے سے روکتے تھے کہ ہم سے جو کوئی مانگے تو ہم اسے عطا فرمائیں گے اور جو بے پرواہی کا طالب ہوگا اللہ تعالیٰ اسے بے پرواہ کر دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا زیادہ محبوب وہ ہے جو ہم سے سوال نہ کرے۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استحفوا عن الناس وما قل من السؤال فهو خیر "سوال نہ کرنا لوگوں سے، جتنا سوال کم اتنا ہی بہتر ہے۔" لوگوں نے پوچھا آپ سے سوال کرنا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بھی کم کرنا بہتر ہے۔

حکایت :- روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سولی کو سوال کرتے دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد سوال کرتا تھا۔ آپ نے اس کی قوم میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسے کھٹا دے۔ اس شخص نے اس سائل کو کھٹا دے دیا، پھر آپ نے اسے دوبارہ مانگتے دیکھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا نہیں کہ اسے کھٹا دے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے اسے کھٹا کھلا دیا ہے۔ پھر آپ نے اس سولی کی جمولی کو دیکھا۔ اس کی جمولی دونوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا "تو سولی نہیں ہے بلکہ تاجر ہے۔" پھر اس کی دونوں سے بھری ہوئی جمولی لے کر ذوق کے فوٹوں کے آگے اٹل دی اور سولی کو دونوں سے سزا دی اور ارشاد فرمایا کہ پھر ایمان نہ کرنا۔

فائدہ :- پس اگر سوال کرنا حرام نہ ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے روکے کیوں لگاتے اور اس سے اس کی جمولی کیوں چھین لیتے؟

اشکل شیعہ :- اس موقع پر بعض یہ موقف بھی حوصلہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل مبارک کو بعید خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا سائل کو سزا دینا لوپ کے لیے تھا کہ شرع مطہرہ میں سیاست کا بھی حکم ہے۔ اس کا مل چھین لینا تو ذانت ہے "شریعت مطہرہ میں مل لینے کی سزا نہیں ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا مل کیوں چھین لیا؟

فاروق اعظم کی شکل :- انہیں یہ اشکل محض اس لیے ہوا کہ وہ فقہ کم جانتے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام فقہاء کی سمجھ بوجھ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سمجھ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جتنے دین حق کے اسرار و رموز اور حق تعالیٰ کے بندوں کی جانتے تھے۔ ان برائے نام فقہاء کو وہ مکمل غیب؟ کیا آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ مل کا صلہ اور اور ہوا باز نہیں ہے یا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آپ جانتے تو تھے مگر محض غصے میں آکر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی مافوقی کی یا محض مصلحت کے طور پر زجر کے طور پر ایسی سزا دی جو کہ شریعت مطہرہ میں نہیں۔

فائدہ :- حاشا دکھایا ہرگز نہیں بلکہ آپ نے یہ فعل جس خطا کے تحت کیا؟ وہ یہ ہے کہ آپ نے اسے سوال سے

مستغنی سمجھا اور قلعی طور پر معلوم کر لیا کہ جن لوگوں نے اسے دیا ہے اسے محتاج سمجھ کر دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس معاملے میں جموعا ہے تو اس نقطہ نظر سے وہ مل اس کی ملک میں نہیں آیا کہ اس نے دھوکہ سے وہ مل لیا ہے۔ ان روٹیوں کو ان کے مالکان تک پہنچانا تو مشکل امر تھا اس لیے کہ کیا معلوم کہ کوئی روٹی کس نے دی ہے اس لیے یہ مل لاوارث ہے اس لیے اس مل کو مصالح اہل اسلام میں خرچ کرنا واجب ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ زکوٰۃ کے اوزن کا گھاس وزن وغیرہ بھی مصالح اہل اسلام میں داخل ہے جبکہ سوال نے حاجت ظاہر کر کے وہ مل جموعا پل کر لیا ہے۔ اسے ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جموعا بولتے ہوئے یہ کہہ کر کہ میں سید ہوں یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی اولاد ہوں، کہہ لے۔ ایسی صورت میں وہ جو مل لے گا وہ مل اس کی ملک نہیں بنتا یا کوئی اور نیک بخت اس وجہ کی بنا پر دیا جائے کہ یہ نیک ہے حالانکہ وہ باطنی طور پر ایسے گنہگار مرتکب ہو تا ہو کہ وہ گنہگار دینے والے کو معلوم ہو جائے تو پھر اسے نہ دے۔

مسئلہ :- کئی مقامات پر ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ مل اس طرح لے کر ہضم کر جاتے ہیں وہ اس مل کے مالک نہیں بن جاتے وہ مل ان پر حرام ہے۔ واجب ہے کہ اس طرح کا حاصل کردہ مل واپس کر دیا جائے۔

فائدہ :- اس مسئلہ کی تصدیق فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل مبارک سے ہو گئی۔ بہت سے فقہاء اس حقیقت سے غافل ہیں حالانکہ یہاں نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اس اصول کو بھلا کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل مبارک کو نفی سمجھا جائے۔ ہر حال جب معلوم ہو گیا کہ ضرورتاً سوال کرنا مباح ہے۔

چار حالتیں :- اب یہ جانتا چاہیے کہ آدمی کو کس چیز کی طرف اضطراب ہوتا ہے یا حاجت مہم یا خیف حاجت مد نظر ہوتی ہے یا بالکل ہی بندہ اس سے مستغنی ہوتا ہے۔ مضطر تو ایسے کہ جیسے بھوکا آدمی موت یا مرض کے خوف کر کے سوال کرے یا جب کوئی شخص مترجمچاہنے کے لیے کوئی چیز نہ پائے۔ ایسی حالت میں سوال کرے تو ایسی اضطرابی حالت میں سوال کرنا مباح ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ چیز میں بقید شرائط پائی جائیں کہ مباح ہو۔ سوال کو دینے والا بھی راضی ہو کر وہ چیز خیرات کرے اور سوالی بھی کسب نہ کر سکتا ہو۔ اس لیے کہ جو شخص کسب کر سکتا ہے اور شخص نکاحین کی وجہ سے کچھ نہیں کرے تو اسے سوال کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ معاملہ اس سے جدا ہے کہ طلب علم نے اس کے تمام اوقات گھیر لیے ہوں یعنی وہ ہر وقت علم کے حصول میں مصروف رہتا ہو ورنہ اگر وہ شخص لکھتا جانتا ہے تو پھر وہ کتابت کر کے سلمان حاصل کر سکتا ہے۔

مستغنی وہ شخص ہے کہ سوالی ایسی چیز کا سوال کرے کہ جس کی ایک مثل یا کئی مثل اس کے پاس پہلے سے ہی موجود ہوں مثلاً وہ ایک روپیہ مانگے حالانکہ اس کے پاس پہلے ہی ایک یا کئی روپے موجود ہوں تو ایسے شخص کو مانگنا حرام ہے اور یہ دونوں قسمیں تو واضح ہیں۔

جسے حاجت قسم کی ہو۔ اس کی یہ مثل ہے کہ اوپر دلا کپڑا تو ایک شخص کے پاس ہے مگر پہننے کے لیے کہ اس کے پاس نہیں ہے حالانکہ سوئی کا موسم ہے اسے سوئی بھی تنگ کرتی ہے مگر اتنا تنگ نہیں کہ اس سے نقصان

ہیں۔ اس طرح کہ وہ کرائے کے لیے مانگے ملائے پیدل چل سکتا ہے مگر بڑی مشکل سے چل سکتا ہے تو ایسے شخص کے لیے سوال مباح ہے کیونکہ ہے شک ضرورت تو ہے مگر پھر بھی اسے ایسے سوال کرنے سے باز ہے کہ میرا کیا جائے۔ اس کے لیے سوال چھوڑنا لوٹی ہوگا۔ پھر بھی اگر وہ سوال کرے تو اس کے لیے سوال کرنا مکروہ نہیں کہلانے کا بشرطیکہ سوال کرتے ہوئے چائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور یوں کہے کہ میرے لباس کے نیچے کرت نہیں ہے۔ مجھے سردی اتنا تک کرتی ہے کہ میں سردی برداشت تو کر سکتا ہوں مگر مجھے تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ پس اگر وہ بیچ بیان کرے گا تو اس کا حج بولنا ہی ان شاء اللہ اس کے لیے سوال کا کفارہ بن جائے گا۔

حاجت خفیف کی مثل :- خفیف کی مثل یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے لیے طلب کرے کہ دیگر لباس کے اوپر وہ کرت باہر جانے کے وقت پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑوں کا پھنا ہوا ہونا یا پیوند لباس کے دیگر لوگوں کی نظروں سے اوچھل رہیں یا کسی کے پاس روٹی تو موجود ہے مگر سالن کے لیے لوگوں سے سوال کرے یا اتنی محتاجش ہو کہ وہ گدھا کرانے کے لیے لے سکتا ہے مگر گھوڑے کے کرائے کے لیے سوال کرتا پھرے یا اتنی محتاجش ہو کہ وہ سواری کا کرانے ہو تو مگر حمل کے کرائے کے لیے سوال کرے۔

فائدہ :- اگر ایسی ضروریات کے لیے بھوکہ۔ فریب ہو گا یعنی ضرورت تو کسی چیز کی ہو مگر ظاہر اور ضروریات کرے تو ایسی حالت میں سوال کرنا حرام ہے اور اگر فریب نہ ہو مگر بر حقیقت ہو مگر کوئی اور خرابی یعنی اللہ تعالیٰ کی شکایت یا اپنی ذلت و رسوائی یا جس سے سوال کیا جائے کسی طرح اسے تکلیف پہنچائی جائے پھر بھی حرام ہے اس لیے کہ ایسی معمولی ضروریات کے لیے سوال اور یہ امور مباح نہیں ہو سکتے اور اگر نہ تو فریب ہو اور نہ ہی من خرابیوں میں سے کوئی خرابی ہو تو پھر سوال کرنا کراہت کے ساتھ مباح ہے۔

سوال :- ان خرابیوں کو سوال سے کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

جواب :- شکایت تو اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شکر کا اظہار کرے اور ظاہر کرے کہ میں مخلوق سے فنی ہوں۔ بھکاریوں کی طرح دست سوال دراز نہ کرنا پھرے بلکہ یوں کہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس کی منیبت سے تو مجھے حاجت نہیں مگر نفس کی طمع و یوقنی چاہتی ہے کہ ایک کپڑا اوپر کے لیے بھی ہو اور وہ ضرورت سے زیادہ اور نفس کی فضولیات میں سے ہے۔ پس یوں کہنے سے شکایت کے ذمرے میں نہیں آئے گا اور دور کرنا ذلت کا یوں ہے کہ اپنے والد گرامی سے یا رشتہ دار یا کسی ایسے دوست سے سوال کرے کہ جسے وہ جانتا ہو کہ سوال کرنے کی وجہ سے اس کی نظروں میں حقیر نہیں ہوں گا یا کسی غنی سے سوال کرے کہ جس نے اپنا مال ایسی ہی ضرورتوں کے لیے تیار کر کے رکھ چھوڑا ہو۔ اس جیسے دیگر مسائیل کے آنے سے خوش ہو بلکہ اس کا بل اگر کوئی قبول کرے تو اسے اپنے لوہے احسان سمجھے تو ایسے لوگوں سے سوال کرنے میں ذلت بیشہ نہیں دینے والی کیونکہ احسان ہو تو پھر ذلت رہتی ہے۔ جسے سوالیہ احسان ہی نہیں تو پھر ذلت کیسی؟ یہی احسان سے بچنے کا طریقہ ہے کہ کسی معینہ شخص سے سوال نہ کرے بلکہ صل کی طرح اشارے کنائے سے سب کچھ سناوے تاکہ جسے بھی دینے کی رغبت ہو وہ خود ہی کچھ نہ

کچھ دے اور اگر اس غفل میں ایسا کوئی شخص بھی ہو کہ جس کی طرف آنکھ اٹھتی ہو کہ اگر وہ نہیں دے گا تو پھر غلامت کا نشانہ بنے گا تو پھر ایسی جگہ سوال کرنا ایذا میں داخل ہے۔ ممکن ہے وہ کچھ دے بھی دے مگر یہ رضاء و رغبت نہ دے بلکہ مجبوراً غلامت کے خوف کی وجہ سے کہو نہ کہو دے دے اور دلی طور پر وہ چاہتا ہو کہ اگر غلامت بھی نہ ہو اور کچھ دینا بھی نہ پڑے تو بہتر ہے۔

معین شخص سے مانگنا :- اگر کسی معین شخص سے سوال کرے تو پھر بھی اس کے ہاتھ کی صراحت نہ کرے بلکہ صرف اشارے کنائے کے طور پر کہے گا کہ اگر وہ اس سے غافل ہوتا بھی چاہے تو بغیر کسی قسم کے تردد کے کر سکے اور جب غفلت نہ کرے مگر وہ دے سکتا ہے تو اس کا دنا دلیل ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دے رہا ہے۔ اسے سوال سے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی۔ ایسے شخص سے سوال کرنا چاہیے۔ اگر وہ صاف صاف انکار کر دے تو پھر سائل سے شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ سولی سے شرمندگی ہونے کی وجہ سے بھی ایذا ہوتی ہے۔ جیسا کہ غیر سائل کے ساتھ برادری موزی بیماری ہے۔

مسئلہ :- اگر سولی سمجھ بیٹھے کہ اس کے دینے کا سبب یہی بنا کہ مجھ سے یا حاضرین سے شرمندہ ہو گیا اور اگر اسے حیا نہ ہوتی تو پھر دینے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مل کا حاصل کر لینا اسے حلال نہیں اور نہ ہی حلال کا شبہ بلکہ مطلقاً حرام ہے۔ تمام امت میں سے اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اس کا حکم اسی طرح ہے جیسے کسی کامل ماریٹھ کر یا فونڈے کے زور پر جبین لے کیونکہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ ظاہری جسم پر کوڑے مارے یا باطنی طور پر دل کو حیاء خوف اور غلامت کے کوڑے لگائے بلکہ عقل مندوں کے دل میں باطنی ضرب کا صدمہ بہت بڑا ہوتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ ظاہری طور پر تو وہ راضی ہو چکا تھا۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں ہے کہ انما احکم بالظاہر واللہ بنو السرائر میں ظاہر کے اعتبار سے حکم کرتا ہوں۔ باطن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ "لہذا ظاہر کا ہی اعتبار کرنا چاہیے۔

جواب :- اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ظاہری اڑائی۔ محکموں کے فیصلے نے حلقے میں فیصلے کے لیے ظاہر کے حکمرانوں کے لیے ظاہری مل ضروری ہوتا ہے اس لیے کہ انہیں باطنی اصول کی مدد سے ہی حاصل نہیں ہوتی تو مجبوراً وہ ظاہر کے ذہنی قول پر حکم کر دیتے ہیں۔ اکثر مل کی طرف سے ذہن جموت پل دیتی ہے مگر ضرورت کا کیا حل کیا جائے کہ اعتبار اسی کا کیا جاتا ہے جبکہ یہ سوال اس مل کا ہے کہ جو بہرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے اور اس میں حاکم احکم الحاکمین ہے کہ جس کے نزدیک دلوں کا حل بھی اسی طرح ہے جیسے ذہنوں کا مل اور حکام کے نزدیک ہوتا ہے۔

فائدہ :- لہذا ہم کو چاہیے کہ اس حلقے میں اپنے دل کی طرف توجہ کرے 'حوا مفتی اور علامہ نقوی بھی دے دیں کیونکہ مفتی قاضی اور بدشاہ کو سیکھاتے ہیں کہ وہ لوگوں پر حکم کریں۔ دلوں کے مفتی آخرت کے علامہ ہیں کہ ان کے فتوے سے شہنشاہ آخرت کی سلطنت سے کھات جاتی ہے۔ فقیر کے فتوے سے دنیوی حکمران سے ہٹکا رہتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دوسرے کی رضا کے بغیر جو مل سائل لے گا اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملے میں اس کا مالک نہیں ہوگا۔ اس پر واجب ہے کہ ایسے مل کو واپس کر دے۔ اگر مل واپس لینے سے مالک شریعت اور شرمندگی کی وجہ سے واپس نہ لے تو پھر اسے چاہیے کہ اس چیز کے برابر کوئی اور چیز مالک کو دیدے کہ طور پر بھیج دے تاکہ وہ اس کے دے سے بری ہو جائے۔ اگر یہ دیدہ مالک قبول نہ کرے تو پھر اس کے دے وافرین کے پاس اصل چیز بھیج دے۔ اگر وہ اصل چیز ضائع ہوگئی تو پھر اس کا ضامن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر لازم ہے۔ تعارف کرنے کی وجہ سے اور ایسا کرنے کی وجہ سے بھی کہ جس کی وجہ سے کسی کو ایذا پہنچے مگر ضرر ہے۔

علاوہ ازیں رضا کا اصل باطنی امر ہے۔ اسے جانتا تو اس سے نہایت مشکل اس لیے ہے کہ سائل کو ممکن ہے کہ دینے والا راضی ہے جبکہ باطنی طور پر وہ راضی نہ ہو تو ایسی باتوں کی وجہ سے سوا حل کرنے کو متعین نے مطلقاً ناجائز کہا ہے۔ کسی سے کچھ نہیں لینے۔

حکایت :- حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ سری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں لینے تھے نور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ سری اپنے ہاتھ سے مل دینے سے خوش ہوتے ہیں اس لیے جو بات انہیں پسند ہے میں اس پر اس کی حد کرتا ہوں۔

سوا حل سے انکار کی وجہ :- زیادہ تر سوال سے انکار کی وجہ اور سوال نہ کرنے کا امر مگر اس لیے ہے کہ صرف ضرورت کے لیے یہ ایذا اطلاق ہوتی ہے اور جبکہ ضرورت یہ ہے کہ سائل مرنے کے قریب جا پہنچا ہو سوائے اس چیز کے کوئی راستہ نہ سوسے اور جو شخص برا مانے اور اپنے پاسے بغیر کچھ دے دے اور اگر اس وقت میرن ہو تو پھر سوال کرنا مباح ہے۔ جیسے سور نامورار کا کھانا مباح ہو جاتا ہے۔

قائد :- پس اس سے بچنا ہی اہل دروغ کا طریقہ ہے۔ بعض بزرگ اہل دل اپنی باطنی بصیرت سے قرائن احوال خود کے جاننے پر بڑا اچھو کرتے تھے اس لیے بعض لوگوں سے لے لیتے۔ بعض بزرگوں کا یہ طریقہ تھا کہ اگر کوئی انہیں کوئی چیز دے تو اس میں سے کچھ رکھ لیتے اور کچھ واپس دے دیتے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے سے کئی نور پیر میں سے مینڈھا واپس کر دیا۔

یہ حل مبارک ان اکابرین کا تھا جبکہ کوئی بغیر مانگے دے اس لیے کہ مانگے بغیر محض رغبت کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن کچھ بھی اس طرح سے بھی بندے کو رغبت ہوتی ہے کہ جلا حاصل ہو یا برکاری و شہرت حاصل ہو۔ اس وجہ کی بنا پر ایسی مطالبے سے بھی گریز کرے۔ سوا حل تو اہل حق نہ کرے سوائے دو حالتوں کے۔

سوا حل کرنے کی دو حالتیں :- بوقت ضرورت جیسے حضرت سلیمان حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام نے کیا ہے شک ایسے شخص سے سوا حل کیا جسے پہلے جان لیا کہ ایسے کچھ نہ کچھ دینے کو دل سے چاہے گا۔ (2) دوستوں اور بھائیوں و قریبوں سے سوا حل کرنا۔ پہلے اکابرین اپنے دوستوں اور بھائیوں کا مل سوا حل کیے بغیر اور پھر دوسرے بغیر بھی لے لیا کرتے تھے اس لیے کہ جانتے تھے کہ دلی رضا مقصود ہے خواہ زہنی طور پر کھنگو نہ بھی ہوئی ہو۔ نیز انہیں اپنے



بھائیوں پر یقین تھا کہ اگر غم ان کی چیز لے بھی لیں گے تو پھر بھی وہ ہمارے لینے کی وجہ سے تکلیف محسوس نہیں کریں بلکہ الٹا ہم سے خوش ہوں گے۔ جب انہیں اپنے بھائیوں کی طرف سے شک ہو تا کہ ہم جو چیز ان سے لینا چاہتے ہیں وہ چیز ہمیں دینے سے راضی ہوں گے یا نہیں تو پھر ان سے پوچھنے کی نوبت آتی ورنہ انہیں سوال کرنے کی نوبت نہ آتی وہ سوال سے غنی تھے جبکہ سوال کے مباح ہونے کی حد یہ ہے کہ مسائل کو پتہ چل جائے کہ وہ جس سے سوال کرنا چاہتا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اگر اسے میری حاجت کا پتہ چل جائے تو سوال کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔ بغیر پوچھے ہی مجھے دے دے گا۔ پس ایسے شخص پہ اتنا اثر ہو گا کہ اس کا پتہ چل جائے کسی طرح کی تحریک حیا سے یا کسی حیلے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

مسائل کی تین حالتیں :- پہلی صورت میں لینا جائز ہے۔ دوسری صورت کے لحاظ سے سوال کرنا قطعاً حرام ہے۔ مسائل کی تیسری صورت یہ ہے کہ اسے تردد رہے اور شک ہو کہ دینے والے نے باطنی طور پر راضی ہو کر یہ چیز دی ہے یا کراہتا ہے تو ایسی صورت میں دل سے پوچھنا چاہیے اور شک کو مٹانا چاہیے کہ وہ گناہ ہے یا نہیں دل میں جو بات تردد و شک سے چلتا ہو کہ ٹھہر جائے اس پر عمل کریں۔ شک و تردد والی بات کو چھوڑ دینا چاہیے۔ قرائن احوال سے اسے جان لینا قوی عقل، ضعیف حرم اور کمزور شہوت والے شخص کے لیے آسان ہے۔ حرم اگر مضبوط ہوگی اور عقل کمزور تو پھر وہی معاملہ سامنے آئے گا جو اس کا نفسانی خواہش کے موافق ہو گا۔ دینے والے کے قرائن اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آئیں گے۔ انہیں باریک بینیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا ہمیدہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اطیب ما اکل الرجل من کسب "بندے کا بہترین کھانا اس کی اپنی کمائی سے ہے۔"

فائدہ :- بخدا کہ آپ کو جامع کلمات سے نوازا گیا۔ آپ کے ہر ہر لفظ میں حکمت کے دریا ٹھٹھیں مار رہے ہیں۔ اسی حدیث مبارکہ میں غور و فکر کیا جائے کہ بہترین غذا اپنے ہاتھ کی کمائی کو قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ جس کے پاس اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی کا ہلی نہیں ٹوڑ نہ ہی اسے ہاپ یا کسی دوسرے رشتہ دار کی وراثت سے ملا ہے تو ایسا شخص دوسرے لوگوں کے ہاں سے کھائے گا۔ اگر اسے سوال کیے بغیر ملا تو کوئی شخص اسے محض دیدار شخص سمجھ کر دے گا جیسا اس نے سمجھ کر اسے دیا۔

اگر اس کا باطن ایسا ہو کہ اگر اس کی باطنی حالت لوگوں کو معلوم ہو جائے تو کوئی بھی دیدار ہی کی وجہ سے کوئی کچھ بھی نہ دے۔ ایسی حالت میں جو کچھ بھی لوگوں سے لے لے وہ سب کچھ اس کے لیے حرام ہو گا اور اگر کوئی کچھ سوال کرنے کی وجہ سے دے تو فی زمانہ ایسا کون ہے جو سوال کرنے پر یہ رضا و رغبت دے اور نہ ہی کوئی ایسا مسائل نہ کہ محض ضرورت کی حقدار کے مطابق ہی سوال کرے۔

پس جب ان کا حل کا پتہ چلا جائے جو بیگانے ہاتھ سے کھاتے ہیں تو پتہ چلے گا کہ ان سواہیوں کا اکثر و بیشتر کھانا

حرام ہے اور حلال کھانا تو محض اتنا ہی ہے جتنا کہ حلال وجہ سے خود حاصل کیا ہو یا مورث سے وراثت کا بل لا ہو جبکہ اس مورث نے بھی حلال ذرائع سے مل حاصل کیا ہو۔  
معلوم ہوا کہ لوگوں کے ہاں کھانے میں احتیاط اور ورع کا قائم رہنا بڑا مشکل ہے اور مثال مرق کی وجہ سے حرام سے غنی کر دے۔

آٹھواں بیان: سوال کے حرام ہونے کا بیان :- سوال کی حرمت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک مرتج ہے من سأل عن ظهر غنی فانما یسأل جعرا فلیستغنی مہ اور سنکثر "جو شخص تو آگہری کے ہوتے بھی سوال کرے" وہ گویا کہ چنگاری کا سوال کر رہا ہے۔ اب چاہے سوال کم کرے یا زیادہ۔"

فائدہ :- تو آگہری کی حد بڑی مشکل ہے اور اسے تو آگہری کہنا مشکل اور مقدار میں مقرر کرنا ہمارے اختیار میں ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کی مقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے معلوم ہوتی ہے۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں ہے کہ استغنیوا بھنی اللہ تعالیٰ عن غبرہ قالوا وما ہو قال غداہ بومرو عشاء لیلتہ "اللہ تعالیٰ کی تو آگہری سے تو آگہری طلب کرو۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دن کا کھانا اور رات کا کھانا۔"

حدیث نمبر 3 :- من سأل ولہ خمسون درہما اور علیہا من الذهب فقد سال الحاقفا "جو سوال اس حال میں کرے کہ اس کے پاس پچاس درہم یا اس کے مساوی سونا ہو تو وہ سوال کرتا پت کرے۔"

فائدہ :- ایک روایت میں اربون درہم واقع ہے۔ بجائے خمسون درہم کے واقع ہے۔ ہر حال ایسی تمام احادیث جمع ہیں اور تو آگہری کی مقدار مختلف ہے۔ اس لیے یوں سمجھا جائے کہ مختلف احوال کے اعتبار سے مقدار میں بھی مختلف ہیں کیونکہ واقع میں امر حق بھی ایک ہی ہو گا اور اسے مقرر کرنا ناممکن ہے۔ جتنا امکان ہے وہ یہ ہے کہ اندازے سے کہا جائے جبکہ اندازہ بھی اس وقت درست ہو گا جبکہ تقسیم ایسی کی جائے کہ تمام محتاجوں کے احوال پر حاوی ہو اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ لاحق لا یندام الا فی ثلاث طعام یغنی بہ صلیہ و نواب بوار ی بہ عورہ و بیت پسکھ فساد فہو حساب ابن آدم کا حق صرف تین چیزوں میں ہے۔ (1) کھانا جو اس کی پشت سیدھی رکھے۔ (2) کپڑا جو برہنگی چھپائے۔ (3) گھر کہ اسے پناہ دے۔ اگر اس سے زائد ہو تو وہ حساب کی چیز ہے۔

فائدہ :- حدیث شریف میں غذا لباس اور گھر کا بیان تمام حاجتوں کی اصل ہے۔

تاکہ حاجت کی اجتناب بیان کریں اور پھر اجتناب اور مقدر و لوحت کا ذکر کریں۔ اجتناب حاجت تو یہی تین چیزیں ہیں یا جو ایسی ہوں مثلاً مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیدل نہ چل سکے وہ بھی انہیں تینوں میں ملا لیا جائے گا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو وہ بھی داخل ان اجتناب میں ہوگی اور آدمی میں اس کا کتبہ یعنی زن و قرزند اور جس چیز کی کفالت اس پر ہے مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اجتناب کی مقدر یہ حاصل یہ ہے کہ کپڑے میں

رعایت اس مقدار کی ہوگی جو دین داروں کے لائق ہے یعنی ایک جوڑا جس میں کتہہ 'پاچلہ' جو تا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر شخص میں دوسرے کی ضرورت نہیں اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نہ چاہیے کہ ہاریک کپڑے کی تلاش کی جائے یا جہاں ملے کا برتن کھلی ہو تو وہاں تاپنے اور پینے کے ذریعہ سے جائیں گی کہ یہ اس بے ضرورت ہے غرضیکہ شمار میں تو ایک پر کفایت کنی چاہیے اور جسم میں سب سے کوئی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ علت سے نہایت دور نہ ہو جائے اور غذا کی مقدار دن رات میں ایک مدین قریب ڈیڑھ پاؤ چاہیے اور یہ وہ مقدار ہے کہ شرع میں مقرر ہوئی ہے اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جس کو کھاتے ہیں۔ اگرچہ جو عی کی ہو اور سائن کا پیشہ ہو تا زائد از ضرورت ہے اور بالکل چھوڑنا بھی تکلیف ہے۔ اس لیے کبھی کبھار اس کے طلب کی اجازت ہے ہفتی رہتا سنا اس کی مقدار کم سے کم اس قدر چاہیے کہ کھلی ہو اس میں کچھ سہولت جس کی حرمت حدیث مذکورہ ہا میں مگر ذی لو لوفظ کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو جس کی طرف کہ ضرورت کوئی محتاج ہے وہ ایک دن اور رات کی غذا اورو کپڑے جس کو پہنے اور رہنے کی جگہ ہے اس کے ضروری ہونے میں تو کچھ شک نہیں مگر آئندہ کے لیے اگر سوال کرے تو اس کے حق درجہ ہیں 'ایک تو یہ کہ ایسا چیز ہو جس کی احتیاج دوسرے دن ہوگی۔ دوم یہ کہ اس کی احتیاج پائیس یا پچاس دن کی ہوگی۔ سوم یہ کہ برس میں اس کی ضرورت ہو گی۔ اب اس باب میں تو ہم علم قلع کرتے ہیں کہ جس کے پاس اس قدر ہو کہ اس کو اور اگر عیال دار ہو تو اس کے محتاجان کو برس کے لیے کھلی ہو تو اس کو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نہایت درجہ کی توانگری ہے اور حدیث شریف میں جو پچاس دوم مذکور ہیں وہ مقدار اسی توانگری کی ہے کہ اگر کھلے آدی کے لیے میان دہی اگر کرے تو پانچ دینار سل بھر کھلی ہیں عیال دار کو غالباً کھلی نہ ہوں گے اور اگر سائل ایسا ہو کہ ضرورت کے وقت بھی سوچ سوال جانتا رہے گا اور سوال پر حضور اس وقت سے پیشتر ہی مر جائے تو ایسی چیز کا سوال جس کی ضرورت نہ ہو کیا قاعدہ اس صورت میں ایک دن رات کا کھانا مقدار خدا ہے اور اسی حالت کا بیان ہے اس حدیث شریف میں جس میں مقدار توانگری میں قدر مذکور ہے اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر سوچ سوال اس کو نہ ملے گا اور نہ کوئی دینے والا میر ہو گا اگر اب نہ مانگے گا تو سوال صحت ہے اس لیے وضع زیست کی برس روز تک کئی کئی محل نہیں اور سوال کی دیر سے اس بات کا خوف ہے کہ عاجز و مضطر ہو جائے گا اور کوئی اعانت کرنے والا نہ ہو کہ پس اگر خوف سوال سے عاجز ہونے کا آئندہ کو کہنہ ہو۔ اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت سے خارج ہو تو سوال کرنا خلاف کرامت سے نہ ہو گا اور کرامت اس قدر مختلف ہوگی جس قدر اضطراب کی کی اور موقع کے جلتے رہنے کے خوف اور جس نہانے میں ضرورت سوال کی ہوگی اس کی تیسری اختلاف ہو گا اور ان باتوں میں سے ہر ایک کا ضبط نہیں ہو سکتا بلکہ یہ امور آدمی کے قیاس پر متعلق ہیں کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو سائل اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان میں ہے اس میں تامل کرے اور دل سے کوئی لے کر اس کے بموجب عمل کرے۔ اگر را آخرت لے کر چاہتا ہے اور جس نفس کا حقین قوی ہو اسکو رزق کے آنے کا آئندہ کو کمال رکھے اور سروسا کی قوت پر قناعت کرے تو اس کا درجہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا بلند ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ نے آدمی کو آج کا رزق اس کے اور اس کے عیال کے لیے مصلحت

فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا۔ بجز ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور کسی چیز سے نہ ہو۔ ہلاک خدا تعالیٰ فرمایا ہے۔ فلا تخافوہم و خافوا ان کنتم مومنین (پ 4 آل عمران 175) ترجمہ کنز الایمان: تو ان سے نہ ڈرو اور جو سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ الشیطان بعدکم الفقیر و یامرکم بالفحشاء واللہ بعدکم مغفرۃ منہ و فضلا (پ 3 البقرہ 268) ترجمہ کنز الایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے مگر تمہاری کوئی ضرورت ہے بے حیالی کا اور اللہ تم سے رحمہ فرماتا ہے۔ بخشش اور فضل کا اور سوائے بھی وہ بری چیز ہے جو ضرورت کے واسطے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی ضرورت کے واسطے مانگے جو اس دن نہ رکھتا ہو کو سال میں اس کی ضرورت لائق ہو اس کا حل اس شخص کی نیت سخت تر ہے۔ جس کو مل موردی نے طے کر لیا اور اس کو برس کے بعد کی ضرورت کے واسطے رکھ چھوڑے اور یہ دونوں ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہیں مگر ان دونوں کاموں کا اختیاب دنیا اور طول اہل اور نہ اعتدال کرنا خدا تعالیٰ کے فضل پر ہے جو اصل مسلک چیز ہے خدا تعالیٰ ہم کو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرمائے۔ آمین۔

حالات الساکین والصلوۃین :- (۱) حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ خیرات تین ہیں۔ (۱) سوا نہ کرے اور کوئی دے تو نہ لے۔ (۲) ایسا شخص ملین میں رو عاتوں کے ساتھ ہو گا۔

(۲) وہ کہ سوا نہ کرے اور اگر کوئی کچھ دے تو لے لے تو یہ شخص قرین کے ساتھ جنت فردوس میں رہے گا۔

(۳) وہ کہ ضرورت کے وقت سوا نہ کرے۔ ایسا شخص اصحاب یحییٰ میں پھول کے ساتھ ہو گا۔ غرض سب کا اتفاق سوا نہ کی نعمت پر ہے۔ علاوہ ازیں ناقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن لوم نے حضرت شفیق بخاری سے جبکہ آپ فراموشی سے ان کے پاس تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے بایوں میں سے خیرات کو کیسے چھوڑا۔ حضرت شفیق نے فرمایا کہ میں نے اس حل میں چھوڑا کہ اگر کوئی کچھ دے تو شکر کریں اور نہ دے تو مبرا کریں اور اپنی دولت میں چونکہ سوا نہ کرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی گویا تعریف کی تھی۔ حضرت ابراہیم بن لوم نے فرمایا کہ کچھ کے سکون کو تم نے انازے لیے چھوڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس فقیر ایسے ہیں کہ اگر ان میں کوئی کچھ نہ دے تو شکر کریں اور اگر دے تو اپنے لوہے دوسرے کو ترجیح دیں اور وہ اہل اسے حوالہ کریں۔ حضرت شفیق نے ان کا سر جو لیا اور کہا کہ استاذ بجا فرماتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ادب احوال کے درجہات رضا اور مبرور شکر اور سوا نہ کے باب میں بہت ہیں۔ مالک طریق آخرت کو ان کا پہچانا اور ان کی تقسیم کا جانتا اور درجہات کے اختلاف کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر انہیں جانے کا تو بہت درجہات سے بلند کل پر نہ پہنچ سکے گا اور اصل الساکین سے اعلیٰ ملین تک رسائی نہ ہوگی اور انسان اسل تقسیم میں پیدا کیا۔

پھر اصل الساکین میں اتار دیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلیٰ ملین کی طرف ترقی کر لے اور جو شخص پہنچتی اور لوح میں ترقی نہ کرے گا وہ حقیقتاً ترقی نہ کر سکے گا بلکہ اس میں شک ہے کہ اگر جان بھی لے اور پھر کسی وجہ سے ترقی پر تھوڑ

نہ ہو اور ارباب احوال پر بھی ایسی حالت غالب ہوتی ہے کہ وہ مقتضی اس بات کی ہوتی ہے کہ سوال کے باعث ان کے درجات کی ترقی ہو مگر یہ امر انہیں کے جہل کی نسبت ہے کہ ہمارے کار اعمال کی نیت پر ہے مثلاً روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت ابو الحسن نوری کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور بعض سوئے پر لوگوں سے سوال کر لیتے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں کہ مجھ کو ان کی یہ بات عجیب ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب ہے۔ پھر میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان کی خدمت میں ان کا حال ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نوری کے اس فعل کو برائہ جانتا چاہیے کہ وہ لوگوں سے اسی لیے بہتر ہیں کہ ان کو دین یعنی ان سے سوال اس لیے کیا کہ آخرت میں ان کو ثواب ملے اور ان کا کچھ نقصان نہ ہو اور گویا کہ اس قول میں اشارہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مقدس کی طرف المعطی ہی العلیا اس کے معنی بعض نے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ معنی کے ہاتھ سے غرض مل کے لینے والے کے ہاتھ سے ہے۔ اس واسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور اعتبار ثواب ہی کا ہے بل کانہیں۔ پھر حضرت جنید نے فرمایا کہ ترازو ملے آؤ۔ جب ترازو آیا تو سورہم تولے اور ایک مٹھی بھر کر ان سو میں ملائے اور کہا کہ نوری کے پاس لے جاؤ اور ان کو دے دو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وزن تو اس لیے کیا کرتے ہیں تاکہ مقدار معین ہو جائے مگر انہوں نے ایک سو کو لے کر اس میں بے گنتی پھر کیسے ملائے۔ یہ تو آری حکمت ہیں اور پوچھتے ہوئے مجھے حیا تھی۔ آخر تھیلی کو میں حضرت نوری کے پاس لایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ترازو لاؤ۔ ترازو سے سورہم تول کر فرمایا کہ ان کو جنید کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ میں تم سے کچھ نہیں پڑھاں کرتا اور سو سے جس قدر زیادہ ہوں وہ لے لیتا ہوں۔ ان کی اس بات سے مجھے اور زیادہ تعجب ہوا اور میں نے ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دسی کے دونوں سرے آپ ہی پکڑے۔ اس نے سو جو تولے تھے تو خود اپنے سمجھ کر ثواب آخرت کے لینے کے لیے تولے تھے اور ان پر مٹھی بھرے تولے جو ڈالے وہ خدا تعالیٰ کی نیت سے ڈالے تو میں نے جو خدا کے واسطے تھے ان کو لے لیا اور جو ان کے خود کے تھے ان کو واپس کر دیا۔ راوی ان درمیں کو حضرت جنید کی خدمت میں لائے۔ وہ روئے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا مل لے لیا اور ہمارا پھیر دیا۔ خیر خدا تعالیٰ مالک ہے۔ انہی دیکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کے دل کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص خدا تعالیٰ کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے دل کا حال بدوں متفکر بنے ذہنی دلوں کے مشعلے اور کشف راز سے معلوم ہو جاتا تھا اور یہ شہود خدا کے حلال اور محبت دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور بتمام دست خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ہے۔ میں جو کوئی اس بات و بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدین دہ ہے اس کے دست اور ہونے کا انکار کرے اور فکر کوئی شخص بہت دنوں محبت کرے اور یہ بات حاصل نہ ہو دوسرے کے حق میں اس کا انکار کرنے لگے تو اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی دہائے دست اور بیٹے اور اس کو کسی اندر کے دھگ سے دست آئیں تو وہ اس کے دست اور ہونے سے ہی انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت میں اگرچہ اول کی نسبت کمتر ہے مگر پھر بھی جہالت میں ہمیشہ شخص کچھ کمال ہی ہے۔ اہل بصیرت وہ شخصوں میں سے ایک کھائے گا ایک تو وہ شخص کہ راستے چلے اور جو کچھ اہل اللہ کو معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہو گا اور میں یقین کے درجے

کو پہنچ جائے گا۔ وہ شخص کہ راستہ نہیں چلا ہے اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچا مگر اس پر ایمان و تصدیق رکھتا ہے۔ اس شخص کو ذریعہ علم یقین کا ہے۔ عین الیقین تک نہیں پہنچا اور یہ بھی ایک مرتبہ میں داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین تو وہ ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہے۔ قیامت کے دن منکر و کبیر والی جماعت میں اٹھے گا جن کے دل مرده اور شیطان کے تابع ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہم کو بچے لوگوں میں سے کر دے جن کا قول یہ نقل فرمایا ہے۔ آمنا بہ کلمی من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب (پ 3 آل عمران 7) ترجمہ کنز الایمان: ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل واسلے۔

زہد کا بیان :- دنیا میں زہد کرنا سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام عمدہ ہے اور یہ مقام بھی اور مقلات کی طرح علم اور حل و عمل سے بنتا ہے۔ اس واسطے کہ ایمان کے سبب بقسام بموجب قول بزرگان سلف کے رجوع کرتے ہیں۔ عقد اور قول اور عمل کے ان میں سے قول کی جگہ حل رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہے اور اس سے باطن کا حل نکل جاتا ہے اور نہ خود قول مقصود اور ہدایت نہیں اور اگر قول اسی طرح پر صلور نہ ہے کہ باطن سے نہ ہو تو اس کو سلام کہتے ہیں۔ ایمان نہیں کہتے اور علم سب حل کا ہوتا ہے۔ گویا حل اس کا پھل ہے تو اب ہم حل کو اس کے دونوں طرفوں یعنی علم و عمل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ زہد کسی حل کا نام ہے۔ پس زہد سے ہماری یہ مراد ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بھر کی طرف رغبت کرتی تو جو کوئی ایک شے سے دوسری کی طرف توجہ کرتا ہے خواہ معلومہ سے یا مسیح وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ جس سے رغبت در کرتا ہے اس سے منہ پھیرتا ہے اور جس کی خواہش ہوتی ہے اس کا رغبہ ہوتا ہے تو اول شے کے لحاظ سے اگر اس شخص کا حل دیکھا جائے تو اس کو زہد کہیں گے اور دوسری چیز کی نسبت کو رغبت و محبت بولیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزیں چاہیں ایک وہ جس کی طرف سے رغبت ہٹائی جائے۔ دوسری وہ کہ جس کی طرف رغبت کی جائے اور یہ دوسری پہلی شے کی نسبت اچھی ہو اور اول شے میں بھی یہ شرط ہے کہ کسی نہ کسی سے اس کی طرف رغبت ہوا کرتی ہو۔ پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹا دے جو خود مطلوب نہ ہو وہ زہاد نہ کہلاتے گا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑ دینے والا زہاد نہ ہو گا۔ زہاد وہی ہو گا جو روپیہ پیسہ چھوڑ دے کیونکہ مٹی پتھر کی طرف رغبت نہیں ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہے کہ زہاد کے نزدیک اول چیز سے ہٹے ہو گا کہ اس کی رغبت غالب ہو مثلاً بالغ اپنی چیز کو جب تک نہیں پہنچا جب تک کہ اس کے نزدیک بیچ سے اس کا عوض بہتر نہیں ہوتا تو بالغ کا حل سبیل کی نسبت کر زہد میں داخل ہے اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت میں شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وشر وہ یمنہن در اہم مبلوۃ وکانوا فیہ من الزاہدین (پ 12 یوسف 20) ترجمہ کنز الایمان: اور بھائیوں نے اسے کھولے داموں کھنکی کے ردپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔

فائدہ :- اس آیت مقدسہ میں شر کے معنی بیچ کے ہیں اور برادران یوسف علیہ السلام کا وصف بیان کیا کہ ہمنوں نے یوسف میں زہد کیا یعنی انہوں نے طبع کی کہ باپ کی وجہ صرف ہماری طرف رہ جائے اور یہ امر ان کے نزدیک

یوسف علیہ السلام کی نسبت محبوب تھا۔ اسی عوض کی طمع کی ان کو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ دنیا میں زندہ نہ کھلائے گا جو اس کو آخرت کے عوض بیچ ڈالے۔ جو شخص اس کا عکس کرے یعنی آخرت کو دنیا کے عوض دے دے وہ آخرت کے حق میں زاہد ہو گا مگر معلوت یہ ہو رہی ہے کہ جو خاص دنیا میں زندہ کرے اس کو زاہد کہتے ہیں جیسے اللہ اسی میل کو کہتے ہیں۔ جو باطل کی اور اڑانجا کہ زندہ میں یہ قید ہے کہ فی الجملہ محبوب چیز کی طرف سے رغبت ہو۔

تو ظاہر ہے کہ یہ کبھی مشغور ہو گی جب اس شے کسی نسبت کر دوسری چیز محبوب ترکی طرف میل پلا جائے گا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اس سے زیادہ محبوب کے محل ہے اور جو شخص کہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر ایک چیز کی طرف سے دل اٹھالے میل تک کہ بہشوں سے بھی غرض نہ رکھے صرف محبت الہی ہی کی رغبت ہو تو وہ زاہد مطلق ہے اور جو کہ محفوظ دنیاوی سے تو دل اٹھالے اور خطوط آخرت میں زندہ نہ کرے بلکہ حور و قصور اور نعموں اور میوہوں کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہو گا مگر اول شخص کی یہ نسبت کم ہو گا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑ دے اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً دل کو چھوڑ دے اور جلا کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا حق نہ چھوڑے تو ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہیں گے اور درجہ اس کا زاہدوں میں ہمیا ہو گا جیسا کہ یہ کہنے والوں میں اس شخص کا ہے جو بعض گناہوں سے توبہ کر لے مگر یہ زندہ اس کا درست ہے جیسے توبہ بعض گناہوں سے صحیح ہے کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہے اور زندہ مباحات کے ترک کرنے کا جو نفس کی لذت میں سے ہوں اور یہ کچھ دشوار نہیں کہ آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر قادر ہو اور بعض کے ترک پر نہ ہو جیسے کہ ممنوعات کے ترک میں بھی یہ امر بعید نہیں اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کر دے وہ زاہد نہ کھلائے گا ہر چند اس نے ممنوعات میں زندہ کیا اور اس نے دل اٹھالیا لیکن اصطلاح میں زندہ مباحات کے چھوڑنے ہی کا نام ہے۔ پس اس معلوم ہوا کہ زندہ یا اس کو کہیں گے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کی طرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرے اور یہ درجہ بہت بلند ہے اور جس طرح کہ دوسری چیز میں یہ شرط ہے کہ اس کے نزدیک بہتر ہو اسی طرح اول چیز میں یہ قید ہے کہ وہ زاہد کی قوت میں ہو کیونکہ جس پر قدرت ہی نہ ہو اس کا چھوڑنا محل ہے اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جب حضرت ابن مبارک سے کسی نے کہا کہ اسے زاہد انسانوں نے قربایا کہ زاہد عمر بن عبد العزیز ہیں کہ ان کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی اور انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور میں نے کون سی چیز میں زندہ کیا ہے۔ اب علم کا بیان سنا چاہیے جو زندہ میں ضرورت ہے اور جس کا مشو مل ہوتا ہے وہ اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ متروک چیز بہ نسبت مرغوب کے حقیر ہے جیسے تاجر جان لیتا ہے کہ عوض بیچ کی نسبت بہتر ہے اور جب تک یہ علم نہیں ہوتا تب تک خیال میں نہیں آتا کہ رغبت بیچ کی دل سے جائے تو اسی طرح جو شخص یہ بات جان لیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس کی چیز جلد او ہے اور آخرت بہتر چیز اور دائمی ہے یعنی اس کی لذتیں بلذات اچھی اور باقی ہیں تو اس کو لائق آخرت و رغبت للی اللہ ہوتی ہے اور جس طرح جو اہل برف کی نسبت عمدہ اور پائیدار ہوتے ہیں اور برف کے مالک کو اس کا بوجہ کے بدلے میں دے ڈالنا مشکل نہیں

معلوم ہوتا۔ اسی طرح دنیا و آخرت کی مثل پائی جاہے۔ دنیا کو سمجھنا چاہیے کہ برف آلتاب کے سامنے رکھی ہوئی ہے اور پھٹتی جاتی ہے۔ میل تک کہ کچھ نہ رہے اور آخرت مثل جواہر کے ہے جس کو کبھی خائیں تو جس قدر دنیا و آخرت میں فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر بیچ اور معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی۔ میل تک کہ جس کو اپنے نفس اور مل کے فراغت کرنے کا یقین کامل ہو گا بموجب محو اس آیت کے ان اللہ شہری من المومنین انفسہم واموالہم بان لاہم الجنۃ (پ ۱۱ التوبہ ۱۱۱) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مل اور بدن خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ تو اس کا مل خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا معاملہ مفید ہے۔

فاسنبشروا ببیعکم الذی بابعنم بہ (پ ۱۱ التوبہ ۱۱۱) ترجمہ کنزالایمان: تو خوشیوں متاؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے۔

یہ زہدی علم سے اس قدر کی ضرورت ہوتی ہے کہ آخرت کو بہتر اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ امر کسی شخص کو معلوم ہوتا ہے مگر وہ دنیا کے چمورنے پر قدرت ضیعیں رکھتا اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اس وقت غلبہ شہوت میں نئی ہونے یا شیطان کے ہاتھ میں گرفتار ہونے یا شیطان کے وعدہ ہائے امور فردا سے دھوکا کھا جانے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ اسی معاملے میں رہتا ہے کہ موت باقی ہے اور اس وقت بجز حسرت و ندامت اور کچھ ساتھ نہیں جاتا۔ دنیا کی فحاشی اس قول خداوندی سے ثابت ہے۔ (افل مناع الدنيا فلبیل) اور آخرت کی نفاست پر اس آیت میں اشارہ ہے۔ وفالا لذیذ انوال العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لسن آمن (پ 20 القصص 80) ترجمہ کنزالایمان: اور بے لہو جنہیں علم دیا گیا قرطبی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے۔

اس میں بتا دیا کہ علم جو ہر کی نفاست کا اس کی عوض سے دل اٹھا دیا کرتا ہے اور چونکہ ذہد بدون معلومہ اور رغبت محبوب ترچہ کے متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ایک شخص نے اپنی دعا میں یہ التجا کی کہ اے میرے نزدیک دنیا الکی کروے جیسی تیرے نزدیک ہے۔ پس اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوشلو فرمایا کہ اس طرح مت کہو "یوں دعا کر کہ اے دنیا میری جھ میں الکی کروے جیسی تو نے اسے اپنے نیک بندوں کے نزدیک کیا اس کو مفتی فتویٰ دیا کریں کیونکہ مفتی قاضی اور پادشاہ کو سکھاتے ہیں تاکہ ظاہر کے لوگوں پر حکم کریں اور دلوں کے معنی علمائے آخرت ہیں کہ ان کو فتنے سے سلطان کو آخرت کی سطوت سے نجات ہوتی ہے جیسے فقیر کے فتنے سے دنیا کے حاکم سے نجات ملتی ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہو کہ سائل جو مل سے دوسرے کی رضا کے لیے نے گا اور خدا تعالیٰ کے درمیان کے معاملے میں اس کا مالک نہ ہو گا اور اس مل کو اس کے مالک کو ہنادیا اس پر واجب ہو۔ پس اگر مالک اس کے دلہن لینے سے شرابے اور داہن نہ لے تو اس کو چاہیے کہ مالک کے پاس اس چیز کے برابر کی کوئی چیز دے کہ طور پر بیچ دے تاکہ اس کے ذمے سے باہر ہو اور اگر مالک ہدیہ قبول نہ کرے تو اس کے وارثوں کے پاس اصل چیز بیچ دے۔ اگر اس سے منافع ہو گئی ہو تو خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا صلہ اس پر ہے اور تعریف کرنے کے باعث اور ایسے سوال سے بھی جس سے کہ تکلیف ہو چنگار ہے۔



اور از انہما کہ رضا کا عمل امر باطن ہے اور اس پر واقع ہونا مشکل اور نجات کی صورت اس سے مشکل ہیں وجہ  
 کہ مسائل کو گمان ہے کہ دینے والا راضی ہے اور وہ باطن میں راضی نہ ہو تو انہیں باتوں کے سبب سے متعلق لوگوں  
 نے سرے سے سوال ہی ترک کر دیا کسی سے کچھ لیتے ہی نہ تھے۔ حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کسی سے سوائے سری  
 کے نہ لیتے اور فرماتے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ سری اپنے ہاتھ سے مل ٹکے سے خوش ہوتے ہیں۔ اس واسطے جو  
 بات ان کو پسند ہے اس پر میں ان کی مدد کرتا ہوں اور سوال میں زیادہ تر انکار کی وجہ اور اس سے باز رہنے کا امر  
 معنی ہے کہ یہ انکار صرف ضرورت کے لیے محال ہوتا ہے اور ضرورت یہ ہے کہ مسائل سرے پر آنا ہو اور اس  
 سے بچنے کی کوئی سبیل تری ہو اور جو شخص بدوں برا مانے اور ایذا پانے کے کچھ دید کے میسر نہ ہو اس وقت کہ  
 مانگنا مباح ہے جیسے کھانا سود اور مردار کا مباح نہ جاتا ہے۔ پس اس سے باز رہتا ہی اہل دروغ کا طریق ہے اور بعض  
 اہل دل اپنی بصیرت سے قرائن اخلاقی کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے۔ اسی لیے بعض لوگوں سے لے لیتے تھے اور  
 بعض سے نہیں لیتے تھے اور کچھ بزرگ ایسے تھے کہ وہ صرف اپنے دوستوں سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا  
 کہ جو چیز ان کو کوئی دیتا اس میں سے کچھ رکھتے اور کچھ بھیر دیتے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 مینڈھے اور کھی اور پیر میں سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا اور یہ عمل ان انکار کا جب تھا کہ جب کوئی بدوں مانگے دیتا اس  
 لیے کہ بدوں مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہے لیکن کبھی آدمی کی رغبت اس طمع سے بھی ہوتی ہے کہ جلد  
 حاصل ہو یا دیا و شہرت ہو تو اس وجہ سے ایسی عطا کے وقت جیسے کہ حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 حضرت خضر علیہ السلام نے کیا تھا اور اس میں بھی شک نہیں کہ سوال ایسے شخص سے کیا جس کو جان لیا کہ ہمارے  
 دینے کو دل سے چاہے گا۔ دوسرے سوال دوستوں اور بھائیوں کے واسطے پہلے انکار اپنے دوستوں اور بھائیوں کے  
 واسطے پہلے انکار اپنے دوستوں اور بھائیوں کا بل بدوں سوال اور اقتصاد کر لیتے تھے۔ اس واسطے کہ جانتے تھے کہ دل  
 کی رضا مقصود ہے۔ گفتگو سے پہلی گونہ ہو اور اپنے بھائیوں سے اس بات کا یقین نہ تھا کہ اگر ہم ان کی چیز لیں گے  
 اور تکلف نہ کریں گے تو وہ ہم سے خوش ہوں گے اور جب بھائیوں کی طرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہیں  
 اس پر وہ راضی ہوں گے یا نہیں تو نوبت سوال کی ان سے پہنچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے اور سوال کے مباح  
 ہونے کی حد یہ ہے کہ مسائل کو معلوم ہو جائے کہ جس سے میں مانگتا ہوں وہ اس صفت پر ہے کہ اگر میری ضرورت  
 اس کو معلوم ہو جائے تو نوبت سوال کی نہ پہنچے گی 'بے سوال ہی دے دے گا۔ پس ایسے شخص میں سوال کا اس قدر  
 اثر ہو گا کہ اس کو ضرورت معلوم ہو جائے اور کسی طرح کی تحریک حیثیت یا ضرورت جیلے کی نہ ہو گی 'پھر مسائل کے  
 تین حل اس کے بعد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اپنے علاوہ سے راضی۔  
 دوسرے یہ کہ اس کی ناراضگی باطن کی بقیۃ معلوم ہو جائے اور یہ دونوں امراحوال کے قرائن سے معلوم ہو جلیا  
 کرتے ہیں تو اول صورت میں لینا محال ہے اور دوسری میں قطعاً حرام۔

تیسری حالت مسائل کی یہ ہے کہ اس میں اس کو تردد رہے اور شک ہو کہ دینے والے نے رضا کے باطن سے  
 دیا یا کراہت سے تو اسی صورت میں اپنے دل سے لٹوئی لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہے۔ پس دل میں جو

ہات بلا تروہ و شک سمجھ میں آئے اس کو اختیار کرے۔ شک دلی کو ترک کرے اور اس کا معلوم کرنا قرآن احوال سے ایسے شخص کو جس کی عقل قوی اور حرص مضطرب اور شہوت کزور ہو، آسان ہے اور حرص قوی ہوگی اور عقل تب تو وہی صورت نظر پڑے گی جو اس کی غرض کے موافق ہو اور قرآن دینے والی کتاب ملامت دہی کے ہرگز سمجھ میں نہ آئیں گے اور ان ہار یک نکتوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اقدس کا بعید سمجھ میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ان رطب ما اکل الرجل مند لبہ

بہذا کہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہیں ہر ہر لفظ میں حکمت کون کون بھری ہے۔ اس حدیث میں تاہل کہہ کر اپنے ہاتھ کی کمانی کو محو نذا فرمایا۔ اس وجہ سے کہ جس شخص کے پاس حل نہ ہاتھ کی کمانی ہے، تب اس کو اس کے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہنچا ہے تو وہ لوگوں کے پاس سے کھائے گا اور اگر سوال اس کو ملے گا تو کوئی اس وجہ سے دے گا کہ دیندار ہے اور جب اس کا باطن اسی طرح ہو گا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو کوئی دیندار کی وجہ سے کچھ نہ دے تو پھر جو کچھ لے گا وہ سب حرام ہو گا اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو یہاں شخص کہیں ہے کہ سوال کرنے پر خوش ہو کر دے، نہ ایسا سا کہ حق دار ضرورت ہی سوال کرے پس جب ان لوگوں کا حل تفتیش کرو جو پرانے ہاتھ سے کھاتے ہیں تو معلوم ہو گا کہ ان کا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہے اور حل صرف اس قدر ہے جو وجہ حل سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ میں سے پہنچا ہو اور اس نے بھی حل ہی سے پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے پاس سے کھانے میں احتیاط اور درج کا رہنا بہت مشکل ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری طبع اپنے قبر سے منقطع کرے اور حل رزق کے باعث حرام سے بے پروا کرے۔

فائدہ :- اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ایسے حقیر سمجھتا ہے جیسے وہ واقعے میں ہے اور ہر ایک مخلوق اس کے جلال کی نسبت کہ حقیر ہے اور وہ بندہ جو دنیا کو اپنے لیے حقیر سمجھتا ہے تو اس شے کی نسبت جو بندے کے لیے بہتر ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ گھوڑا پیچھے والا اگرچہ اس سے دلہواشت ہو وہ گھوڑے کو ایسے سمجھے جیسے زمین کے بیکار کیرے کوڑوں کو کیونکہ ان چیزوں کی تو اس کو حاجت نہیں ہوگی مگر گھوڑے سے مستحق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بذات خود ہر ایک ماسوائے غنی ہے وہ ہر ایک چیز کو اپنے جلال کے سامنے ایک ہی درجے میں سمجھتا ہے اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہے نہ اپنے جلال کے لحاظ سے اور زائد وہ ہے جو فرق اشیاء کا اپنے نفس کے لحاظ سے جانتا ہے نہ دوسرے کے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ خدا تعالیٰ جس طرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہے اس طرح کی حقارت اور شخص کے نزدیک ہوتی منظور نہیں۔ اس کی رعایت نہ چاہے باقی رہا عمل جو حل زید سے ملتا ہوتا ہے وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہے کیونکہ زہد معاملہ واسطہ اور معاوضہ بہتر چیز سے کوئی کام ہے تو جیسے بیع و شرا میں یہ مقصود ہوتا ہے کہ بیع کو ترک کرے یہاں تک کہ اس کی محبت دل سے باقی رہے اور محبت طاعات دل میں آجائے اور جو چیز دل میں سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضاء سے نکل جائے اور آنکھ وغیرہ اعضاء وظائف طاعات پر جدولت کریں ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسے ہو گا جیسے بلع (جمع) (جو شے پیچ



ولوانا کنینا علیہم ان افعلو انفسکم و اخرجوا من ديارکم ما فعلو الا فليل منهم (پ 5 آیت 66)  
ترجمہ کنز الایمان: اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کرے، یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جائے تو ان میں  
تھوڑے ہی ایسا کرتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ تو ان  
تھوڑوں میں ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ہم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا سے محبت  
رکھتے ہیں مگر اس آیت کے اترنے سے معلوم ہوا منکم من بريد الدنيا و منکم من بريد الآخرة (پ 4 آل  
مران 152) ترجمہ کنز الایمان: تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا۔

اب چاہتا چاہیے کہ زہد اس کا نام نہیں کہ مل کو ترک کرے اور اس کو خلوت اور جو انفرادی کی راہ سے خرچ کر  
ڈالے یا بطور دلوں کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے حیدے کیونکہ یہ باتیں اخلاق عمدہ میں سے ہیں ان کو  
عبادت میں کچھ دخل نہیں۔ زہد اس کا نام ہے کہ آخرت کی غفلت کے متعلق دنیا کو حقیر جان کر ترک کر دے ورنہ  
ہر ایک قسم ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہے جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اس کا ترک یا براہ ضرورت یا  
مخلوت یا جوش خلقی کے ہوتا ہے۔ زہد نہیں ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلوں کا مائل ہونا یہ لذت و نیاوی ہیں اور مل  
سے زیادہ لذت ہے اور جس طرح کہ مل کو تسلیم کے طور پر دینا اور عوض کے لیے طمع رکھنی زہد نہیں ہے۔ اس طرح  
مل کا اس طمع سے دینا کہ نام ہو گا یا لوگ تعریف کریں گے یا مخلقت میں شہرت ہوگی یا اس خوف سے دینا کہ خوف  
سے دنیا کے پاس رکھنے سے اس کی حفاظت میں منت و مشقت اضافی پڑے گی یا اس کے حاصل کرنے کے لیے  
ہوشیاروں کے میل یا امراء کے سامنے ذلیل ہونا پڑے گا یہ بھی داخل زہد نہیں بلکہ ایک لذت و نیاوی کو چھوڑ کر  
دوسری کا حاصل کرنا ہے۔ زہد وہی ہے جس کے پاس دنیا بے غل و غش ذلیل ہو کر آئے اور وہ اس سے لذت لینے  
پر قادر ہو۔ اس طرح کہ نہ نقصان چلا کا ہوتا ہو نہ بدنامی ہوتی ہو نہ اور کسی طرح کا حد نفسانی فوت ہوتا ہو اور وہ  
ایسی صورت میں دنیا کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ اس کے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب  
ہو جائے گا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں شریک ہوں گا۔ اس طمع سے چھوڑے کہ آخرت کا ثواب اس کے چھوڑنے  
سے ملے گا مثلاً دنیا کے شہرت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شہرت ملیں گے اور عورتوں اور لونڈیوں سے ہم  
بہتر اس وجہ سے نہ ہو کہ جنت میں حور جن سے محبت رہے گی اور باغوں کی بہر جنت کے باغوں اور گھراؤں کی توقع  
سے ترک کرے اور نہ جنت کی آرائش و تجل کی طمع سے چھوڑ دے۔ یہاں کے لذت کھانوں پر اس  
وجہ سے لات مارے کہ جنت کے میوں پر ہاتھ مارے اور اس بات کا تردد نہ ہو کہ وہاں کوئی یہ کسے گا اذیبہم طبعیا  
نکم فی حبانکم اللہ تعالیٰ غرضیکہ جمع ان باتوں کو جو جنت میں وعدہ ہے۔

دنیا کی بے غل و غش چیزوں پر ترجیح دے یہ سمجھ کر کہ جو کچھ آخرت میں ہے وہی بہتر اور پائیدار ہے اور اس  
کے سوا تمام دنیوی مسلمات قلی اور بے فائدہ ہیں۔

فضائل زہد و فقر

قرآن مجید :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا فخرج علی قوم فی زینتہ قال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لسن آمن (پ 20 النقص) ترجمہ کنزالایمان : تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خیر الہی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے۔

اس آیت میں زندہ گواہ کی طرف منسوب کیا اور اہل زندہ کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہے۔ لسنک بنون اجر ہم مرنسین بما صبروا ترجمہ کنزالایمان :

اس تفسیر میں مفسرین نے فرمایا کہ جنہوں نے دنیا میں قہر کرنے پر صبر کیا وہی لوگ مراد ہیں۔ انا جعلنا ما علی الارض زینتہ لہا السلو ہم ابہم احسن عملا

احسن عملا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کون سا زیادہ زائد ہے۔ دنیا میں اسی سے معلوم ہوا کہ زائد کو احسن اعمل فرمایا۔ من کان ہر بد حثرت الاخرة نزلة فی حزنہ ومن کان ہر بد حثرت الدنيا نوتہ منها وما لہ فی الاخرة من نصیب (پ 25 الشراء 20) ترجمہ کنزالایمان : جو آخرت کی تکلیف چاہے ہم اس کے لئے اس کی تکلیف بدھا کیے اور جو دنیا کی تکلیف چاہے ہم اللہ اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

لانیعن عینک الی ما منعنا بہ ازواجنا منهم زبیرہ الحیوة الدنيا لنعنہم فہ و رزق ربک خیر وایضی (پ 16 ط 131) ترجمہ کنزالایمان : اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کے ہم انہیں اس کے سب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیر ہے۔

بسنحیون الحیوة الدنيا علی الاخرة

یہ وصف کفار کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہ ہے جو اس صفت کی ضد سے موصوف ہو یعنی آخرت کی محبت دنیا پر چاہتا ہو اور اولیٰات میں ہے جو دنیا کی اولیٰات مبارکہ جو وارد ہیں ان میں سے چند ہم جلد چالٹ میں لکھ چکے ہیں کیونکہ محبت دنیا مملکت میں سے ہے جو اس جلد میں مذکور ہیں اور اب ہم بعض دنیا کی فضیلت لکھتے ہیں جو منجبات میں سے ہے اور وہی مراد زندہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا درد ہو اللہ تعالیٰ اس کا کام اترو اور روزی پریشان کر دیتا ہے اور اللہ اس کے پیش نظر کرتا ہے اور اس کو دنیا سے اس قدر آتا ہے جتنا اس کے لئے لکھا ہوا ہے اور جس شخص کو صرف آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہمت جمع رکھتا ہے اور اس کی معیشت کو محفوظ رکھتا ہے اور تو آگہی اس کے دل میں ڈالتا ہے اور اس کے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہے اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ اس کو سکوت اور دنیا میں زندہ رہا ہے تو اس سے قریب ہوا کہ اس لئے کہ وہ مکھلا جا رہا ہے حکمت اور اللہ تعالیٰ فرمایا ہے : ومن یوت الحکمة ففد اونی خیراً کثیراً (3 البقرہ 298) ترجمہ کنزالایمان : جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

اور اس واسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص چالیس روز دنیا میں زندہ کرے خدا تعالیٰ اس کے دل میں چٹھی حکمت جاری فرماتا ہے اور وہی اس کی زبان سے نکلتا ہے اور بعض اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا آدمی بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کل مومن مخموم القلب صدوق اللسان

ہم نے عرض کیا کہ مخموم القلب کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پرہیزگار اور صاف آدمی ہے جس نے نہ خیانت کی ہو نہ کھو نہ پین نہ سرکشی ہو نہ حسد۔ ہم نے عرض کیا کہ اُس کے بعد کون بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الذی يشاء الدنيا ومحبة الآخرين اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ برا آدمی وہ ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ان اردت ان تعجبك اللہ فاخذ في دنيا

اس میں زہد کو سبب محبت فرمایا اور جس کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے وہ اعلیٰ درجات میں پہنچتا ہے۔ اس لیے ضرور ہوا کہ دنیا میں زہد کرنا افضل مقامات میں سے ہو اور اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ دنیا سے دوستی کرنے نہ خدا کے بغض میں جلا ہوتا ہے اور ایک حدیث میں جو الہی بیت سے مروی ہے۔ یہ ارشاد ہے کہ التبت والوفاع بجولان فی القلب فان صلوا فالباقيہ الايمان والحياء فاماقيہ والا تحلا

اور جب کہ حضرت عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یقیناً ایماندار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے ذیلے پتھر اور سونا میرے نزدیک برابر ہیں۔ گویا میں جنت و دوزخ میں ہوں اور گویا میں اپنے رب کے عرش کے پاس کھڑا ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے پہچانا اسی پر رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا دل ایمان سے روشن کیا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت عارف نے ائمہ حقیقت ایمان کو زہد ہی سے شروع کیا اور پھر اس کو یقین سے متعلق کیا اور اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صاف بتایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان سے منور کیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں غنم بريد الله ان يهديه بشرح صدرہ للاسلام (پ 8 الانعام 125) ترجمہ گنم بريد الله ان يهديه بشرح صدرہ اور جیسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

پوچھا کہ یہ شرح کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نور جب داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے سینہ کھل جاتا ہے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اس کی کوئی پہچان ہے؟ تب نے فرمایا کہ ہاں پہچان یہ ہے کہ دارنا پائیدار سے علیحدہ رہتا اور دار غلو کی فرقت رجوع کرنا اور موت سے چشمہ اس کی تیاری کرنا۔ تو دیکھو کیسے آپ نے زہد کو شرط اسلام فرمایا کہ یعنی عبادت اس کی دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی رخصت کو ارشاد فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے جتنا حق شریائے کا ہے شریائے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے شرماتے تو ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں اس لیے کہ مکان بناتے ہو جس میں نہیں رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہیں کھاتے۔ اس حدیث شریف میں بیان فرمایا کہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ سے حیا کرنے کے خلاف ہیں اور جب کئی جگہ کے لوگ قاصد آپ کی خدمت میں آتے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے عرض

کیا کہ صبر کرنا مصیبت کے وقت اور شکر کرنا فرانی پیش کی حالت میں اور حکم الہی پر راضی رہنا اور دشمنوں پر جب مصیبت آئے تو اس پر محنت نہ کرنا آپ نے فرمایا کہ اگر تم واقع میں ایسے ہی تو جو کھاتے نہیں اس کو مت کرنا قسمی۔ اس حدیث میں قہر کو اس کے اہلین کا تحت فرمایا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے غلبہ میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا اکر لا اللہ کے کا اس طرح کہ اس میں دوسری چیز نہ ملائے تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ میرے پورے دلوں پر آپ پر خدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری چیز نہ ملائے سے کیا غرض ہے؟ اس کی صفت ہا غیبر فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اس کی پیروی کے لیے اس کو دست رکھنا اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ قول تو دلوں کے سے کہتے ہیں اور کام حکام ظالم کے سے کرتے ہیں جو کوئی لا اللہ لا اللہ کے اور امور میں سے اس میں کچھ نہ ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ مخلوق یقین میں سے ہے اور یقین میں سے ہے اور یقین والا دوزخ میں نہ جائے گا اور بخل شک میں سے ہے اور جس نے شک کیا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ یہ بھی ایک حدیث میں وارد ہے کہ حتی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے 'لوگوں سے قریب ہے' جنت سے قریب ہے اور بخل اللہ تعالیٰ اور مخلوق سے دور اور دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ نیت دنیا کا ہے اور سعادت زہد کا ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کئی صفت ثمرہ رکھی صفت کئی ہے اور حضرت ابن حبیب۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں زہد کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت داخل کرتا ہے پھر اس کی زبان سے حکمت ہی بجاتا ہے اور اس کو دنیا کا مرض اور اس کی دوائیوں بتاتا ہے اور اس کو دنیا سے دارالاسلام کی طرف سلامت نکالتا ہے اور روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ایسی لونیوں پر گزرے کہ وہ بہت دودھ دیتی تھیں اور حاملہ تھیں اور ایسی لونیوں کو عرب کے لوگ بہت محبوب اور تھیں دل جانتے تھے کیونکہ ان سے سب طرح کے فائدے تھے کہ ہڈی واری اور گوشت اور دودھ اور لون کے لیے مفید تھیں اور اس وجہ سے کہ اس دل کی عظمت ان کے دلوں میں تھی۔ کلام مجید میں ارشاد فرمایا **وَإِذَا الْعنَادُ عَطَلَتْ** (پ) (30) (تجوید 4) ترجمہ کنز الایمان: اور جب تھیں (گا بھین) لونیوں چھوٹی ہیں۔ غرض کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لونیوں کی طرف منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگوں کا بڑا عہد مل ہے 'اس کو آپ کیوں نہیں دیکھتے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع فرمایا ہے 'پھر یہ آیت پڑھی **وَلَا تَسْتَدْنِ عَنكَ إِلَّا مَا مَنَعَكَ** ازواجاً منهم ذریۃ الحیوة الدنیا لئن لم یمنعہم فہ (پ) 14 (تجوید 131) ترجمہ کنز الایمان: اور اسے سنے والے اپنی آنکھیں نہ کھولیں اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہیں جیتی دنیا کی تازی کی ہم انہیں اس کے سبب جہنم میں ڈالیں۔

مسوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ خدا تعالیٰ سے خدا کیوں نہیں طلب فرماتے کہ آپ کو کھانا کھلائے اور آپ کی بھوک کی حالت دیکھ کر میں رو پڑی؟ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ تم سے اس ذلت کی جس

کے بیٹے میں سیری جان ہے، اگر میں اپنے پروردگار سے دعا کرنا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں چاہتا دنیا پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن میں نے دنیا کی بھوک کو سیری پر اور میں نے گھر کو غنا پر اور میں نے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا۔ اسے عائشہ دنیا محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منسوب نہیں۔ اسے عائشہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں لولو العزموں کے لیے بھی پسند کیا ہے۔ دنیا کی برائی پر مہر کریں اور اس کی محبت چیز سے رکے رہیں۔ پھر میرے لیے یہ پسند کیا کہ جس بات کا ان کو حکم کیا، وہی میرے لیے پسند فرمایا۔ جیسا کہ کلام مجید میں اور اللہ ہے فاصبر کما صبرا والعزم من الرسل (پ 26) الاحقاف (35) ترجمہ کنز الایمان: تو تم مہر کرو جیسا امت والے رسولوں نے مہر کیا۔

میں اس کی فرمانبرداری سے مترفع رہتا اور جیسا انہوں نے مہر کیا، دیا ہی میں بھی اپنے حتی الوسع کروں گا اور بدوں خدا کی توفیق کے قوت بھی اس کام کی نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حل میں کہتے ہیں کہ جب آپ کے وقت میں امت ہی فتوحات ہوئیں تو آپ کی بیٹی حضرت صفہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپ کے پاس آیا کریں تو آپ خرم و یاد یک کپڑے پہنا کیجئے اور کچھ کھانے کے واسطے فراخ کیجئے کہ آپ بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسے صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کو معلوم ہے کہ سوا کاہل اس کی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ درست و بہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے قسم پوچھتا ہوں کہ بھلا تم کو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپ نے اور ان کے گھر والوں نے دن کا کھانا حکم میرا ہو کر نہ کھایا مگر کہ رات کو بھوکے رہے اور رات کا کھانا تو دن کو بھوکے رہے اور جنہیں معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برسوں وغیرہ مگر خیر سے بھی کبھی انہوں نے یا ان کے گھر والوں نے حکم میرا نہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مہر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھ لوٹا تھا۔ یہ امر آپ کو باگوار ہوا حتیٰ کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ پھر آپ نے اس دسترخوان کو اٹھوایا اور کھانا اس سے کچھ نیچے خواہ دنیا پر رکھا گیا اور تم جانتی ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھیل کو وہ تہہ کر کے اس پر سویا کرتے تھے۔ ایک رات کسی نے چار تہہ کر دیا، آپ نے اس پر خواب استراحت فرمایا۔ جب آپ جاگے تو اور اللہ فرمایا کہ تم نے مجھے رات کے جاگنے سے روک دیا، اس سے کھیل کی بدستور وہ تہہ کر کے بچھایا کہ وہ اور جنہیں معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کے واسطے اٹارتے اور دھو کر پھیلاتے۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر نماز کی اطلاع کرتے تو آپ کے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہوتا تھا کہ اس کو پہن کر نماز کے واسطے نکلتے۔ جب وہی کپڑے سوکتے تو ان کو پہن کر نکلتے اور تم کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے بنی ظفر میں سے دو چلوں میں ایک تہہ ایک ایک دوپٹہ بنایا تھا اور ان میں سے ایک لول بیچ دی تھی کہ دوسری جب تک تیار نہ تھی، آپ اسی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوئے نماز کو نکلتے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا۔ اسی کے دونوں کناروں کی گردن کے پاس گرہ لگا لی تھی اور اس طرح نماز



پر مہی۔ غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکتا مل بیان کیا کہ حضرت ام المؤمنین صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے لگیں اور خود بھی روئے اور ایسی رعاض ماری کہ لوگوں کو معلوم ہو کر آپ کی جان نکل جائے گی اور بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اتنا زیادہ آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے۔ اب میں اگر ان کے طریق کے سوا چلوں گا تو مجھے دوسرا ہی پیرا ملے کر لایا جائے گا اور میں بخدا کہ انہیں کی زندگی پر صبر کروں گا مگر ان دونوں کے ساتھ ویسا ہی عیش و اسع پاؤں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیاء و انبیاء نے قہر میں چلا کیے جاتے تھے۔ وہ کبل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور پھر وہ دن سے ان کا امتحان ہوا تھا کہ اتنی جو کسی ہو جاتی تھیں کہ قریب تھا کہ ان کو مار ڈالیں مگر یہ حالت ان لوگوں کو زیادہ محبوب تھی یہ نسبت اس کے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بدیاف کے پانی پر پہنچتے تو مانگ کی مہزی ان کی لاغری کی جڑ سے پیٹ سے معلوم ہوتی تھی غرض جبکہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسول جو خلق کی نسبت کہ خدا تعالیٰ کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی تلاش سے زیادہ واقف تھے ان کا زہر میں یہ مل تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری والدین یکسزون الذہب والفضہ ولا یستقونہا فی سبیل اللہ (پ 10 الاط 34) ترجمہ کنز الایمان: نور وہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درہم یعنی روپیہ اشری کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خدا تعالیٰ نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا اب ہم کو کسی چیز جو دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ باتیں حاصل کرنی چاہیں زبان و لک اور دل شاک نور لی بی نیک بخت کہ مخلوق کو امر آخرت پر اس کی مدد کرے اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے من انہر النبیاء علی الاخرۃ انہلوا اللہ نہلات ہما لا یفائق غلبہ اجرا وفقہ الا لبتغی ایذا رصا لا ینع ایذا

نور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ نہ مشرور ہو نہ مشرور ہونے کی نسبت اگر محبوب نہ ہو اور جب تک کہ شے کی قلت کثرت کی نسبت کر پسند نہ ہو اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک جیل ہے اس پر سے اتر جاؤں۔ اس پر عمارت مت بنادو۔ ان سے لوگوں نے عرض کیا کہ اسے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بنا دیں جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بنو۔ ہمنوں نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے نصیرے گی؟ آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی عبت کے ساتھ کیسے بنے گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ پر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو تو مارے سنگین کد کو تھمارے لیے سونا کر دیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ اتنی مجھ کو منظور نہیں بلکہ میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہوں تاکہ جس روز میں بھوکا ہوں تو تیری درگاہ میں قعر نور دعا کروں اور جس دن میں شکم سیر

ہوں اس میں تیری حمد و ثناء کروں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے۔ آپ مفاہر چڑھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبریل حم ہے اس ذلت کی جس نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ شام کو آل محمد کے نہ مٹتی ہوئی نہ آئے گی۔ یہ کلام آپ کہہ نہ پائے تھے کہ ایک دفعہ ہی آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم دیا ہوئے گا ہوا؟ حضرات اسرئیل علیہ السلام نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم نے کہا تھا وہ سنا۔ اب مجھ کو زمین کی کھینچا لے کر بھیجا ہے اور حکم ہے کہ آپ سے عرض کروں کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تفسیر اور بادشاہ ہو چاہو نبی ہو بندہ ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تواضع کیجئے۔ آپ نے تین بار فرمایا کہ میں رسول اور بندہ رہوں گا اور ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھڑکی جانتا ہو تو اس کو دنیا میں دھم کر دیتا ہے اور آخرت کا رنج اور اپنے عیبوں کا جاننے والا بناتا ہے اور ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ دنیا میں تمہارے خدا تعالیٰ تجھ کو محبوب جانے گا اور لوگوں کے ہاتھ کی چیزیں زہد کر کے لے کر تجھ کو محبوب جانیں گے اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ من اراد ان یوئسہ اللہ علما بغیر تعلیم دہری بغیر ہدایتہ فلینزہدنی الدنیا

اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ من اشتاق الی الجنۃ سارع الی الحیرات ومن خاف من النار نما عن الشبوات ومن شرف الموت ترک الشفات ومن زید فی الدنیا انت علیہ المصیبات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ بدوں مشقت نہیں ملتیں۔ اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع سوم کثرت ذکر چارم شے کی قلت اور از انہما کہ انبیاء علیہ السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی مبعوث ہوئے تھے کہ اس سے پھیر کر متوجہ آخرت کر دیں اور انہوں نے جو خلق سے کلام کیے تو اکثر کلام مضمین دنیا کی برائی اور اس کی محبت کی مذمت پر تھے اس جہت سے بعض دنیا کے سبب احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا اس قدر کافی ہے اور آثار بھی اس باب میں بہت ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ بیش بدوں کی طرف سے خدا تعالیٰ کے غمے کو چلا رہتا ہے۔ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دیں اور اگر ایسا کریں گے اور پھر تمہیں کے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اس کلمہ کے کہتے ہیچ نہیں ہو اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے سب اہل کو کیا مگر امر آخرت کے باب میں دنیا کے زہد سے بڑھ کر کوئی عمل نہ پایا اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک نامی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش حاصل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرما کر دے ہو اور ملا کہ وہ تم سے بہتر تھے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ تمہاری نسبت کہ دنیا میں زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ دنیا میں زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور بلال بن سہر فرماتے ہیں کہ امارا امانہ الی کافی ہے خدا تعالیٰ ہم کو دنیا میں زہد کرنے کو فرماتا ہے اور

ہم اس میں رغبت کرتے ہیں اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری سے عرض کیا کہ میری قننا ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھوں۔

آپ نے فرمایا کہ کبشت! یہ تو کھوٹی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہیں اور ذہب میں بہت رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جب جنت والے ان کی طرف جائیں گے تو ان کے دربار ان سے کہیں گے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزت کی کہ ان دروازوں میں زلوٹوں سے پہلے کوئی نہ جائے گا۔ جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسحاق نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے تین باتیں چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ جب میں سوں تو میرے پاس ایک درہم بھی نہ ہو۔ دوم یہ کہ مجھ پر کسی کا قرض نہ ہو۔ سوم یہ کہ میری بڑی پر گوشت نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تین باتیں ان کو عطا فرمائیں۔ روایت ہے کہ کسی پادشاہ نے فقہاء کے پاس کچھ انعام بھیجا۔ انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت قتیب بن معاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو دس ہزار درہم بھیجے تو انہوں نے قبول نہ کیے۔ ان کے بیٹوں نے ان سے عرض کیا کہ اور فقہاء نے تو قبول کر لئے ہیں اور آپ پادشاہ انعام کے پھیرے رہتے ہیں۔ حضرت فقیل روڑے اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میری مثل اور تسماری ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں کے پاس ایک بل تھا اس سے کھیت، باڑی کرتے تھے۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کو ذبح کر ڈالا۔ گھل اس کے کہ اس کے چڑے سے متغنی ہوں۔ ایسے ہی تم بھی مجھے ذبح کرنا چاہتے ہو کہ میں بوڑھا ہو گیا بیٹو تم کو بھوک سے مر رہا اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے پدر کو ذبح کرو۔

حضرت عبید بن مہر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پختے اور درختوں کے پتے کھاتے۔ نہ ان کے کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو۔ کل کے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے۔ جہاں شام ہوتی وہاں ہی سو رہتے اور بوجہ حازم کی بی بی نے ان سے کہا کہ اب موسم سرما پر آیا ہم کو غلہ لو کہ کپڑے اور نکلاری کی ضرورت ہے کہ اس کے ہاں چادر نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان سب چیزوں سے چادر ہی چادر اس سے نہیں کہ مریں گے اور اس کے بعد اٹھائے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں پھر جنت پتا ہو گی یا دوزخ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیوں نہیں دھوئے؟ آپ نے فرمایا کہ مرگ اس سے بھی جلاتا ہے یعنی موت بہت قریب ہے اور حضرت ابراہیم بن لوطم فرماتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تین پردے ہیں۔ جب تک وہ در نہیں ہوتے تب تک ہمارے پر یقین ظاہر نہیں ہوتا۔ ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرے منظور پر غم کرنا سوم تعریف سے خوش ہونا۔ پس جب کوئی موجود چیز سے خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب منظور پر غم کرتا ہے تو غصہ کرنے والا ہے اور مجھے والے کو غائب ہونا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو تعجب کرتا ہے اور جب عمل کو باطل کر دیتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہے اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والوں کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہیں اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزیں خدا تعالیٰ نے ہم سے پھیریں اور ہم کو نہیں دی ان میں اس کا انعام ہمارے اوپر زیادہ ہے بہ نسبت ان اشیاء کے جو ہم کو دی ہیں اور گویا اس میں اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے کہ ان

اللہ یعنی عیدہ المؤمن من الدنيا وهو كبيه كما نسمون مريضكم الطعام واشراب نخافون عليه من مرض  
مريض اس ہلت کو کبھی تو جانے کہ لوگوں کا سلوک کھانے کے نہ دینے میں جس کا انجام صحت ہے' دینے کی نسبت  
زیادہ ہے جس کا ثمر مرض ہو اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ دنیا وار فلان ہے نہ پانی اور غلات مصیبت ہے نہ  
غللہ راحت' جو اس کو پہچان لیتا ہے وہ اس کی وصعت پر خوش نہیں ہوتا نہ تنگی پر رنج کرے اور حضرت سہل شستری  
فرماتے ہیں کہ کسی علیہ کا محل خالص نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں سے فارغ نہ ہو بھوک' پرہیزی' فقر اور ذلت اور  
حضرت بھری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسوں کے ساتھ رہوں کہ دنیا کی کسی ہلت سے خوش  
نہ ہوتے تھے۔ کوئی شے لانا پر آئے اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے تھے جو چلی جائے اور دنیا ان کے نزدیک خاک سے  
بھی ذلیل تر ہے۔ بعض بچپاس برس اور ساتھ برس زندگی بسر کرتے تھے۔ اس طرح کہ کبھی ان کا کپڑا نہ ہو' نہ ان  
کے لیے ہنٹا چڑھی' نہ زمین پر کچھ بچا اور نہ اپنے گھر میں کھانے کو کھلیا۔ جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے'  
چھوڑے کرتے' آنسو رخساروں پر بہاتے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے۔ جب نکل کر تے تو  
اس کے شکر میں مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اس کے قول کی درخواست کرتے اور جب پدی کرتے تو رنج کرتے  
اور درخواست مغفرت کرتے۔ عیض ایمای کیا کرتے تھے مگر بخدا کہ گناہوں سے نہیں بچے اور نہ بدوں مغفرت اور  
رحمت الہی کے ساحل نجات پر پہنچتے۔

درمانج زہد : یہ چار قسم ہے۔ (۱) خود زہد۔ (۲) جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے۔ (۳) جس چیز سے زہد کرتے  
ہیں۔ (۴) احکام زہد کی۔

قسم اول یعنی زہد فی نفسہ عجب غلوٹ الہی قوت کے تین درجے رکھتا ہے۔ (۱) یہ سب سے نیچے ہے۔ وہ یہ ہے  
کہ زہد دنیا میں کرے مگر دنیا کی خواہش بھی ہے اور دل کو میل اور نفس کو لالچت دنیا کی طرف ہو مگر زہد بہ تکلف  
اور مجاہدہ سے اس کو روکتا ہے۔ ایسے شخص کو زہد کہتے ہیں اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے حق میں جو  
درجہ زہد پر پہنچے' اپنی کوشش اور علم سے پہنچے۔ ایسا شخص لول اپنے نفس کو ٹھکاتا ہے' پھر حقیقی کو اور زہد اول حقیقی کو  
کھاتا ہے۔ پھر نفسکو طاعت میں کھاتا ہے' نہ یہ کہ جو چیز جدا ہو گئی ہے۔ اس کے فراق کے ممبر میں نفس کو ٹھکا دے  
اور مستزید خطرے سے ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کا نفس غالب ہو جاتا ہے اور شہوت اس کو کھینچتی ہے تو دنیا  
کی طرف اور اس سے آرام لینے کی طرف مود کرتا ہے' خواہ تھوڑی چیز میں ہو یا بہت میں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دے۔ ہائیں وجہ کہ جس چیز کی طمع میں جانے دے کہ اس کو  
اس درجہ کے منع نہیں ہوتا مگر خود اس انتظار کرنا چاہتا ہے لیکن یہ زہد اپنے زہد کو سمجھتا ہے اور اس کی طرف  
الغفلت کرتا ہے۔ جیسے پہنچنے والا اپنی چیز کو دے کر جان ہے کہ میں نے ایسی چیز کو دے کر عرض کیا' اسی لحاظ سے اس  
طرح کا زہد اپنے نفس پہ ہو سکتا ہے کہ جب کرے یا زہد پر عجب کرے اور جانے کہ ہم نے ایک ایسی چیز چھوڑی  
جس کی کچھ قدر تھی اور اس کے عوض اس سے زیادہ قدر کی چیز اختیار کی۔ ہر حال یہ درجہ بھی نقصان کا ہے۔  
تیسرا درجہ جو سب سے بڑھ کر ہے یہ کہ کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد میں بھی زہد کرے یعنی اس کو کچھ

نہ سمجھے۔ اس لحاظ سے کہ دنیا کو محض بیکار چیز جانے چاہیے کوئی ٹھیکری دے اور موتی لے لے تو اس کو معلوم نہ جائے اور یہ نہ سمجھے گا کہ مٹی نے یہ موتی کچھ دے کر لیا ہے اور نہ اس ٹھیکری کا بھی خیال کرے گا اور دنیا کو اگر لحاظ خدا تعالیٰ اور پیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت اور خیر ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ خیر ہے۔ پس ذہب کا مکمل اس درجہ میں ہے اور سبب اس ذہب کا مکمل معرفت ہے یعنی اس کو خوف دنیا کی طرف التفات کا نہیں چھو لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہیں آتا اور یہ دل نہیں چاہتا کہ اس معاملے کو ختم کر کے اپنی چیز واپس لے لوں۔ حضرت ابو یزید نے ابو موسیٰ عبدالرحیم سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ذہب کا پوچھا کہ کس چیز سے کہل۔ دیتا سے انہوں نے اپنا ہاتھ ہماڑا اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ کسی چیز کی تشنگ ہوئی ہوگی۔ دنیا تو نہ ہے ذہب اس میں کیا ہوگا اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے۔ اس کی مثل اہل معرفت اور اس کے قلوب کے نزدیک جن کو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا۔ ایسی ہے جیسے کوئی شخص بدشعنی دربار میں جاتا ہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ اس کو نہ جانے دے اور یہ اس سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینک دے۔ وہ کتا اس کے شغل میں گئے اور یہ دروازے میں گھس جائے اور بدشعنی تقویٰ حاصل کر کے تمام سلطنت کا کاروبار اس کے سپرد ہو جائے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بدشعنی کے عوض اپنا کچھ احسان بدشعنی پر جانے کا اور کسے گا کہ ہم نے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دے دیا ہے۔ اس طرح شیطان خدا تعالیٰ کے دروازے کا کتا ہے کہ لوگوں کو اندر نہیں جانے دیتا بلکہ خود یہ کہ دروازہ کھلا ہوا ہے اور پردہ اٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کی طرح ہے کہ اگر اس کو کھاتے تو لذت صرف چانے کے وقت ہوتی ہے اور نگھٹتے ہی جاتی رہتی ہے۔ پھر اس کا بوجھ معدہ میں رہتا ہے اور قوت بدو اور خیریت ہو جانے کی پہنچتی ہے۔ پھر حاجت اس بوجھ کے نکالنے کی پڑتی ہے۔ پس جو شخص ایسی چیز کو اس لیے چھوڑ دے کہ سلطنت ملے اس کو اس دنیا کا کیا خیال ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنی جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہے۔ کو اس کی حیات سو برس کی ہو۔ آخرت کی نعمت کی طرف اس سے بھی کم ہے جو لقمہ کو ہی سلطنت کی طرف اس لیے کہ تنہی چیز کو بے نسبت چیز کی طرف کچھ نسبت نہیں اور اگر دنیا بظرف ہزار برس کی نسبت ہو اور بے غل و بیش ملے۔ جب بھی تنہی رہے گی اور پیش جلوئی آخرت سے اس کو کچھ نسبت نہ ہوگی اور جبکہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہیں تو پھر چلا اس کو آخرت سے کیا نسبت حاصل۔ یہ کہ ذہب اپنے ذہب کو جیسی دیکھتا ہے جب جس چیز میں ذہب کیا ہے۔ اس کی طرف التفات کرے اور اس کی طرف جو التفات کرے گا جب اس کو کوئی چیز قتل و قہر دے جانے کا اور اس قدر و قیمت کے قابل جانتا نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہے۔ اس لیے سبب ذہب کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا۔ یہ ہیں درجات ذہب کے اور ان میں سے پھر ہر ایک درجے کے بہت سے درجات ہیں مثلاً مستزید آدمی جو مہربانیاں کرتا ہے تو بعض مہربانیاں شغف زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم تو اسی شغف کی کمی بیشی پر اس درجے میں بھی اضافہ و نقصان ہوگا۔ اس طرح جو شخص اپنے ذہب کی پستیاں اس چیز کے جس کی رعایت سے ذہب کرنے کی طرف ہوگا اسی کے بموجب اس کے درجے ہیں۔ سب سے نیچے کا درجہ یہ ہے کہ مہربان فیہ آگ و دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر اور منافیہ حساب اور بھل مصلحت کے خطرے اور سب احوال سے

نجات پاتا یعنی جب احوال کا ذکر اعلیٰ میں ہے مثلاً مذکور ہے کہ آدمی حسیب میں کھڑا کیا جائے گا۔ اسی طرح کہ اگر اوٹ پیاسے اس کے پیٹ سے پانی ویش تو سب کا پیٹ بھر جائے تو ایسے احوال سے نجات پانے کی رغبت زہد ہے اور یہ زہد خوف کرنے والوں کے لیے ہوتا ہے اور وہ لوگ گویا نیست ہونے پر راضی ہو جائیں۔ مگر نیست کر دیئے جائیں کیونکہ تکلیف سے چھوٹا عجز و نیستی کے حامل ہو جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ زہد سے رغبت خدا تعالیٰ کے ثواب لذیذ انعام اور لذتوں کی جن کا وعدہ جنت میں ہے۔ مثل حور و قصور و غیمو کے ہو۔ یہ زہد رہاۃ والوں کا ہوتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے جو دنیا کو چھوڑا تو اس لیے نہیں کہ نیستی پر قناعت کر کے رنج سے چھٹی پائیں بلکہ طمع وجود دائمی اور دولت سرمدی کی جس کی کچھ انتشاء نہیں۔ تیسرا درجہ جو سب میں اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ رغبت سو خدا اور دیدار خدا کے اور کچھ نہ ہو نہ دل کو الفت تکلیف کی طرف ہو کہ اس سے نجات چاہے۔ نہ توجہ لذات کی طرف ہو کہ ان کا حصول منکوح ہو بلکہ ہمہ وقت مستغرق خدا تعالیٰ میں ہو اور حسب محل اس کا یہ شعر یہ کہ

میں دے کر دان دینے کو سنے کیے خواہ کیے خوان دیکے جو ہے

موجب حقیقی وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کی طلب کرتا ہے۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی طلب کرے وہ اس کی پرستش کرتا ہے اور ہر ایک مطلوب محبوب مجبوس ہے اور ہر ایک طالب اپنے مطلوب کے لحاظ سے اس کا بند ہے۔ غیر اللہ کی طلب بھی شرک خفی ہے۔ اس قسم کا زہد عین کا ہے اور وہی عارف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے خاص وہی محبت کرتا ہے جو اس کو پہچانتا ہے اور جو شخص کہ دیدار اور درہم کو جانتا ہے اور اس کو معلوم ہو کہ دونوں ایک ساتھ نہ دکھ سکوں گا تو وہ دیدار ہی کی محبت کرے گا اس لیے جو شخص خدا تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ لذت دیدار الہی اور لذت آسمانی جنت اور حور و قصور و لود و یکتا وہی کے رنگ و نقش و نگاہ کا ایک ساتھ ممکن نہیں تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہے گا غیر کو ترجیح نہ دے گا۔

شعر:-

دولت دیدار تیری مرن ہو کیا کریں گے جنت و فردوس کو

اور یہ نہ کرنا چاہیے کہ دل میں باقی رہے گی بلکہ لذات دیدار کو لذت جنت کی طرف اپنی نسبت ہے جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگوں کے مالک ہونے کو ہے۔ لذت چڑیا پکڑنے جالے اور اس کے کھیل میں مصروف ہونے کی طرف ہے۔ جو لوگ طالب آسمانی جنت ہیں وہ اہل معرفت اور صاحب دلوں کے نزدیک ایسے ہیں جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑ کر چڑیا سے کھیلنے کا طالب ہو اور یہ امر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ لذت سلطنت سے ملوث تھا ہوتا ہے نہ اس جہت سے کہ چڑیا سے کھیلنا ہی نہ سلطنت سے بڑھ کر اور لذت تر ہے۔ تیسری تقسیم زہد کی باعتبار اس چیز کے ہے جس سے زہد کرتے ہیں۔ اس باب میں اقوال بہت ہیں اور غالباً سو سے زیادہ ہوں گے۔ سب کی نقل سے کچھ قائمہ نہیں مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہیں جو جامع خمیلوں کی ہو جس سے معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ اس باب میں متعلق ہو غفلت تصور سے نہیں۔ کل کا اعلیٰ کسی میں نہیں۔ پس ہم لکھتے ہیں کہ وہ چیز جس سے

زہد ہو یا مجمل ہے یا مفصل کے لیے بھی چند مراتب ہیں۔

کہ بعض میں تفصیل افراد کی زیادہ ہے اور بعض میں مجمل کی جمعیت بہت ہے۔ اب اجمل درجہ اول میں تو یہ ہے کہ ہر ایک چیز ماسوائے اللہ سے زہد کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے وزج کا اجمل یہ ہے کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اس میں زہد کرے۔ اس میں سب شخصائے طبیعت کی مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مل اور جاہ وغیرہ میں آگئے اور تیسرے درجے کا اجمل یہ ہے کہ مل اور جاہ اور ان کے لوازم میں زہد کرے کیونکہ تمام خطوط نفسانی کامل انہیں کی طرف آ رہتا ہے اور چوتھے درجے کا اجمل یہ ہے کہ علم اور قدرت اور دینار و زرہم میں زہد کرے کیونکہ ہاں کے اقسام گو کتنے ہی ہوں سب دینار و زرہم میں آ جاتے ہیں اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہوں وہ علم و قدرت میں شامل ہیں اور علم و قدرت سے ہماری مراد اس علم و قدرت سے ہے جس سے غرض دلوں کا مالک ہوتا ہے۔ اس لیے کہ معنی جاہ کے دلوں کا مالک ہونا اور ان پر قابو پانا جیسے مل کے معنی چیزوں کا مالک ہونا اور ان پر قدرت پانا ہے۔ پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و ہوا کرتے جاؤ تو کیا عجب ہے کہ یہ چیزیں جن سے زہد ہوتا ہے شمار سے زائد ہو جائیں۔ خداوند کرم نے ایک آیت میں ان میں سے سات بیان کیے ہیں اور فرمایا زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناتاطیر المسقطرہ من الذهب والفضۃ والخیل المسومة والانعام والحراث ذلك مناع الحیوة الدنیا (پ 3 قل عمران 14) ترجمہ کنزالایمان لوگوں کے لئے آرامش کی گئی ان خواہشوں کی قیمت عورتیں اور بیٹے اور گھوڑے اور سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چپائے اور کھیتی یہ قیمتی دنیا کی ٹوٹی ہے۔

دوسری آیت میں ان کو پانچ کر دیا ہے اور فرمایا اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولہو وزینۃ ونفاخر بيشکم ونکاح فی الاموال ولاولاد (پ 27 الحدید 20) ترجمہ کنزالایمان: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تسمار آپس میں بڑھائی مارنا اور مل لولہ پر زیادتی چاہنا۔

پھر ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي السأوى (پ 30 النور 41) ترجمہ کنزالایمان: اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

لنظ محوی ایسا ہے کہ تمام خطوط نفسانی دنیاوی کو شامل ہے تو چاہیے کہ زہد اس میں ہو اور جب تم کو مل مجمل کرنے اور مفصل کرنے کا معلوم ہوا جان لیا ہو گا کہ ان میں سے بعض متخلف بعض کے نہیں بلکہ فرق صرف ایک وقفہ شرح کرنے کا اور دوسری بار اجمل کا ہے۔ حاصل یہ کہ زہد یہ ہے کہ تمام خطوط نفسانی سے دل اٹھایا جائے اور جب خطوط سے دل ہر دھڑکی ہوگی تو دنیا سے بھی ہوگی اور باطن و راسخ بھی کوتاہ ہوگی کیونکہ زندگی اسی لیے مطلوب ہوتی ہے کہ دنیا سے متباعد ہو اور بقاء کا چاہنا اسی متباعدی کے واسطے ہے مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا وہام چاہتا ہے اور زندگی کی محبت کے بھی معنی یہی ہیں کہ جو چیز موجود یا ممکن اس زندگی میں ہے اس کی محبت بیش کر رہے۔ پس جب اس سے دل ہر دھڑکی ہوگا تو زندگی بھی نہیں چاہے گا اور اسی بنا پر جب لوگوں پر جملہ فرض ہوا ہو تو کہا رہنا لہ کتب علینا الفیاء بل لا یجوز علینا الفیاء (پ 5 النساء 77) ترجمہ کنزالایمان: اے

رب ہمارے تو نے ہم پر جلا کیوں فرض کر دیا توڑی مدت تک ہمیں اور بچنے دیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قل متاع الدنیا ضلیل (پ 5 النساء 77) ترجمہ کنزالایمان: تم فرما دو کہ دنیا کا برتاؤ بھڑا ہے۔ یعنی تم جو باقی رہتا اپنا چاہتے ہو تو دنیا کے فائدے لینے کے لیے ہے اور وہ ایک بہت بھڑی چیز ہے۔ اس کے بعد علی زہدوں اور متقیوں کا کھل گیا۔ زہد جو اللہ کی محبت رکھتے تھے وہ تو اللہ کی راہ میں ایسے لڑے کہ گویا سیسہ پلائی دیوار ہے اور متوقع وہ عمر باتوں میں سے ایک کے ہوئے اور جب جلا کے واسطے پکارا ہوتی تھی تو ان کے مشام جان جنت کی خوشبو سے محط ہو جاتے تھے اور جلا کے واسطے جیسا پیسا پانی پر گزرتا ہے وہ ڈرتے تھے تاکہ دین خدا کی مدد کریں اور درجہ شلوت لیں اور اگر کوئی ان میں سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجے کے نہ ملنے کی حسرت کرتا تھا۔ یہی تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے مرض موت میں بستر پر حالت نزاع میں ہوئے تو فرماتے تھے کہ میں نے متوقع شلوت اپنی جان بہت لڑائی اور محنتوں میں گزار دی کہ میں گمراہ و درجہ نہ ملا اور آج بوسیوں کی سی موت مرتا ہوں۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آٹھ سو ڈھون کے دلیغ بدن پر تھے۔ ایمان میں سچے لوگوں کا یہ حال تھا اور منافقین کا یہ حال تھا کہ موت کے خوف سے جماعت میں سے بھاگ گئے۔ ان سے کہا گیا ان الموت الذی نعروا منہ فانہ ملا فیکم (پ 28 الجمعہ) ترجمہ کنزالایمان: وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملے گی۔

ان لوگوں نے جو زندہ رہنے کو شلوت پر ترجیح دی تو ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے میں لیا تھا۔ ان کا یہ ہوا کہ اولیٰ الذین اشتروا الفصلانہ بالہدیٰ فمار بہت نجا رہنم و ماکانوا مہندین (پ 1 البقرہ 106) ترجمہ کنزالایمان: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔ اس دعا پر کہ ان کو جنت ملے۔ جب دیکھیں گے کہ جس یا نہیں برس کی عوض عیش و جاودانی ملی تو اس وقت اپنے معاملہ سے خوش ہوں گے۔ جب تم کو یہ حل معلوم ہو چکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جان لو کہ جو کچھ لوگوں نے اس باب میں یعنی تعریف زہد میں لکھا ہے ان کے اقوال میں صرف بعض اقسام زہد کی چیزوں کے پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک مفصّل نے تعریف زہد میں یا تو مطلب کے حل کے مناسب کچھ لکھا ہے۔ یا جو بات اپنے نفس پر غلبہ پائی اس کو بیان فرمایا ہے مثلاً حضرت بشر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا یہ ہے کہ لوگوں میں زہد کرے۔ اس قول میں صرف چلا سے زہد کا ارشاد ملتا ہے اور قاسم جو فرماتے ہیں کہ زہد دنیا زہد حکم کو کہتے ہیں جس قدر آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہوگا اسی قدر زہدوں میں ہوگا۔ اس میں اشارہ ایک خواہش کی طرف ہے اور واقع میں یہ خواہش اور شہوت سے بڑھ کر ہے اور اکثر شہوات کا فتنہا ہی ہوتی ہے اور حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زہد دنیا سے مراعات لئے اس قول میں اشارہ صرف مل کے زہد کا ہے اور حضرت سفیان ثوری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زہد اصل کے کوشش کرنے کا نام ہے۔ یہ قول جامع قہام شہوات کا ہے کیونکہ جو شخص کسی شہوت کی طرف میلان کرتا ہے اپنی جی میں جب تک اس کا باقی رہتا تجویز کر لیتا ہے اسی لیے اس کے اہل میں طول ہوتا ہے اور جس کی اہل کو تکوہ ہوتی ہے وہ گویا تمام شہوات سے دل اٹھایا ہے۔



اور حضرت اولیں فرماتے ہیں کہ جب ذہد طلب معاش کے لیے نکلے تو اس کا ذہد جاتا رہتا ہے۔ اس سے ان کا مقصود تعریف ذہد کی نہیں بلکہ توکل کو ذہد میں شرط کیا ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ ذہد اس کا نام ہے کہ رزق مضمون کی طلب نہ کرے اور اباب حدیث کا قول ہے کہ دنیا کیا ہے کہ رائے کو عقل سے عمل کرنا اور ذہد اس کا نام ہے کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کا اقتداء لازم کرے۔ اس قول میں اگر رائے سے رائے فاسد اور عقل سے عقل وہ عقل ہے جس سے کہ دنیا میں طلب کیا جاتا ہے تو واقع میں یہ قول ٹھیک ہے لیکن اس میں اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کی طرف ہے یا ایسی شہوات کی طرف جو فضول ہیں مثلاً بعض علوم اس طرح کے ہیں کہ ان سے کچھ فائدہ نہیں اور لوگوں نے ان کو اتنا طول دیا ہے کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم میں مصروف رہے تو پورا نہ کر پائے تو ذہد کے لیے ضروری ہوا کہ فضول امر سے بول نہ کرے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ذہد وہ ہے کہ جب کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ ذہد تو واضح کا نام ہے اور یہ اشارہ ہے جاہ و عجب کے نہ ہونے کا جو بعض اقسام ذہد سے ہے اور فضول کا قول ہے کہ ذہد طلب حلال کو کہتے ہیں اور اس قول کو حضرت اولیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم کے قول سے کچھ نسبت نہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ذہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان کی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی اور یوسف بن اسہل فرماتے ہیں کہ جو شخص ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑ دے اور روٹی وچہ حلال سے کھائے اس کو اصل ذہد حاصل ہے۔ اس طرح ان کے سوا ذہد کے باب میں بہت سے اقوال ہیں۔ ان کے لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ جو شخص امور کے حقائق لوگوں کے قول سے معلوم کرنے چاہے تو قولوں میں اختلاف پا کر حیران رہ جائے گا مگر جس کو امر حق ظاہر ہو جائے گا اور اس کا اور اک اپنے دل کے مشاہدہ سے کرے گا تو پھر سنی ہوئی بات سے کچھ مستعید نہ ہوگا اس لیے کہ حق بات پر اعتماد کر چکا اور جس شخص نے کہ اپنے قصور بصیرت سے کچھ کوتاہی کی اس پر اطلاع پائے گا اور جس نے مکمل مغروریت کے ہوتے ہوئے جتنی حاجت دیکھی اس قدر بیان پر اکتفا کی۔ اس پر بھی وقت ہو جائے گا اور ان بزرگوں نے جو اختصار پر کفایت کی تو اس وجہ سے نہیں کہ ان کی بصیرت کچھ کم تھی مگر اس سبب سے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے حاجت ہی کے وقت فرمایا ہے تو جس قدر حاجت دیکھی اس قدر بیان کیا اور چونکہ حاجت مختلف ہوتی ہیں اسی جہت سے کلمات جہول بھی مختلف ہوئے اور بعض اوقات سب کفایت کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ غرض ان کلمات سے خبر و اس حال کا ہوتا ہے جو بندے میں داغی ہوتا ہے اور وہ حل بھی خود بندے کا ایک مقام ہے اور اذاتجا کہ ہر ایک بندے کے لیے ایک نیا حل ہوتا ہے تو جن کلمات سے اس کی خبر دی جائے گی وہ بھی بلا شک مختلف ہوں گے لیکن امر حق واقع میں ایک ہی ہوگا اس کا تلف ہونا ممکن نہیں اور سب اقوال میں سے ذہد کے باب میں جو جامع اور درحقیقت کامل ہے گو اس میں تفصیل نہیں۔ قول ابو سلیمان دارانی کا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ذہد کے باب میں ہم نے بہت تقریریں سنیں اور ہمارے نزدیک ذہد یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے ملے ہو اس کو ترک کرے اور ایک قول میں تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے یا طلب معیشت کے لیے سفر کرے یا حدیث لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزوں کو ذہد کے خلاف کر دیا اور ایک بار انہوں نے یہ آیت

پرمی الامن انی اللہ بقلب سلیم (پ 19 اشعراء 89) ترجمہ کنز الایمان: مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر

لور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہے کہ جس میں خدا کے سوائے کچھ نہ ہو اور فرمایا کہ لوگوں نے جو دنیا میں زہد کیا تو اس لیے کہ ان کے دل دنیا کے ترددات سے چھوٹ کر آخرت کے لیے فارغ ہو جائیں۔ اب زہد کی چوتھی تفسیر کو سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمیں ہیں۔ فرض اور نفل اور سلامت اور ہی قول حضرت ابراہیم بن لوط کا ہے۔ زہد فرض تو حرام میں زہد کرنا ہے اور نفل حلال میں اور سلامت شہادت میں اور ہم نے تفصیل درجات و درجہ کے باب حلال اور حرام میں لکھی ہے اور وہ زہد میں سے ہے کیونکہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ زہد کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ تقویٰ ہے اور اگر زہد کو بلحاظ خبیہ امور کے چھوڑنے کے دیکھا جائے تو کچھ انتہاء نہیں کیونکہ نفس جن چیزوں سے خلل خطرات اور تمام حالات کے خصوصاً مریائے غنی وغیرہ کو سوائے بڑے علماء کے اور کوئی ان پر واقف نہیں ہوتا ہے، محتج ہوتا ہے۔ ان کی کچھ انتہاء نہیں تو اس میں زہد کرنے کی بھی انتہاء نہیں بلکہ امور ظاہر میں بھی درجات زہد کے غیر متناهی ہیں۔ نہایت اعلیٰ درجہ اس میں وہ ہے جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لینے وقت پتھر سر کے تلے رکھ لیا۔ شیطان نے آپ سے کہا کہ آپ نے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے کون سی چیز دنیا کی دیکھی؟ اس نے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر لوٹا رہے اور آسائش ملے۔ آپ نے پتھر سر تلے سے نکل کر پھینک دیا کہ لے اس کو اور دنیا کو دونوں کو لے جا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حل میں ہے کہ آپ نے ٹٹ اس قدر پسنا کہ آپ کی جلد میں اس کے نشان پڑ گئے اور نرم لباس کو تہ پسنا کہ جلد کو آسائش ہوگی۔ آپ کی ملار مشقت نے فرمایا کہ ٹٹ کی عوض لون کا کرتہ پہن لو۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ وحی ہوئی کہ اے یحییٰ ہمارے اوپر دنیا کو پتہ گیا۔ آپ روئے اور اس کے کرتے کو نکل کر اپنا پہلا لباس پہن لیا۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زہد حضرت لوہی بنی کا تھا کہ برائی سے یہ نوبت پہنچی تھی کہ ایک چٹائی کی جھلی میں بیٹھ رہے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ دیوار والے نے ان کو اٹھا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو نہیں اٹھایا، مجھ کو اس نے اٹھایا جس کو میرے لیے سائے میں آسائش لیتا منعور نہ ہوئی غرضیکہ درجات زہد کے ظاہر و باطن کے اعتبار سے بے شمار ہیں۔ اول درجہ یہ ہے کہ ہر شے اور ممنوع چیز میں زہد کرے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ زہد اس کا نام ہے کہ حلال میں ہو نہ شہد اور ممنوع میں اور ممنوع چیز میں زہد کرنا تو زہد کے درجات میں سے کسی میں نہیں۔ پھر دیکھا کہ اس زمانے میں حلال پاتی نہیں۔ اس واسطے ان کے نزدیک زہد غیر ممکن ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ عمر کہ زہد خدا تعالیٰ کے ہوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے اور پینے اور لباس اور لوگوں کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہو سکے گا کیونکہ ان امور میں مشغول ہونا تو ماسوا اللہ میں مشغول ہونا ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھر کر خدا تعالیٰ کی طرف تمام توجہ سے مشغول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف اہتمام دل و ہمت ذکر اور فکر کی مد سے متوجہ ہوا اور یہ بات بدون زندگی کے

ممكن نہیں اور زندگی بدوں ضروریات نفس کے نہیں ہو سکتی۔ پس جب آدمی دنیا سے مسکلات بدن کے دفع پر اکتفا کرے اور اس سے غرض خلوت پر بدن سے حد لینی ہو تو اس حرکت سے غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہوگا، اس لیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مقصود کی طرف بدن اس کے جانا ممکن نہ ہو، وہ مقصود ہی میں گئی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص راہ حج میں سواری کو آب روانہ دیتا ہے تو حج سے روگردان نہ ہوگا مگر چاہیے کہ بدن خدا تعالیٰ کے راستے میں ایسا ہی ہو جیسے سواری حج کے راستے میں یعنی آسائش سواری کی مقصود ہلذات نہیں، صرف انا مطلب ہے کہ اس سے مسکلات دور کرتا رہے تاکہ حشر مقصود پر پہنچائے۔ اسی طرح بدن کا محفوظ رکھنا، بھوک لڑ پیاس لود گرمی لود سردی سے جو اس کے حق میں مسلک ہیں۔ کھانے اور پینے لود لباس اور مسکن سے چاہیے اور ان چیزوں میں سے مقدار پر اکتفا کرے لود لذت لود آسائش مقصود نہ ہو بلکہ اطاعت الہی پر قوت مقصود ہو تو یہ بات مخالف ذہد کے نہیں بلکہ شرط کی ہے کہ ذہد میں اس کا ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی بھوک کے وقت کھانا کھائے میں تو لذت خواہ وہ بھی تو یہ لذت معطر نہیں بشرطیکہ مقصود لذت حاصل کرنا نہ ہو مثلاً اگر کوئی کھنڈی پانی پینے تو کبھی اس کو لذت معلوم ہوتی ہے مگر انجام اس کا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہو جائے اور اگر کوئی پاختانہ پھرتا ہے تو اس سے بھی راحت ہوا کرتی ہے مگر اس کو آدمی مقصود اور مطلوب نہیں سمجھتا، اس لیے دل کو اس کی طرف کچھ توجہ نہیں ہوتی۔ ایسے ہی بعض اوقات آدمی تھیر کو اٹھاتا ہے اور اس وقت کی کھنڈی کھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوا کرتی ہے یا صبح کو ہانودوں کی بولیاں خوش معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر مقصود ہلذات نہ ہوں تو اس نے کچھ ضرر نہیں اور مقصود ہلذات اس طرح ہو جاتے ہیں کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہاں کی ہوا بھی اچھی ہو اور ہانودوں کی آواز بھی ہوتی ہو وغیرہ۔ پس اگر بدوں اپنے قصد کے ایسی جگہ ہاتھ آگئی تو کچھ حرج نہیں اور خوف کرنے والوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں کے ایسی جگہ ہاتھ آگئی تو کچھ حرج نہیں اور خوف کرنے والوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے ایسی جگہ تلاش کی جہاں صبح کی ہوا نہ لگے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس سے راحت پا کر دل کو افس نہ ہو جائے کہ اس سے افس ہوگا دنیا کے ساتھ افس ہوتا ہے اور جس قدر غیر خدا سے افس ہوتا ہے، اسی قدر خدا کے اور متوسط درجہ تو حیران میر لود اعلیٰ درجہ وہ مقدار ہے کہ شارع نے کفارہ کی مساکین کے لیے مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھائے تو بسیار خوامی اور ہیئت کے دھندے میں لٹنے میں داخل ہے اور جو شخص ایک حوی پر بس نہ کرے تو شکم کے پاب میں اس کو ذہد زہد بھرنے ہوگا اور جس کی رو سے کسی ہے کہ جو خدا ہو سکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ جو لود چنے کی روٹی ہو اور اعلیٰ درجہ بدوں چنے آنے کی روٹی لڑ اگر چھنے ہوئے آنے کا پھلکا ہوگا تو ذہد کے اول درجہ کا تو کیا ذکر ہے۔ سب سے پہلے مقام ذہد سے بھی خارج ہوگا اور آسائش رالوں میں داخل ہوگا اور سالن میں لونی تنگ یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط ذہنون کا تل یا کوئی لڑ پختائی تھوڑی سی لود اعلیٰ گوشت ہے کسی قسم کا ہو تو یہ ہفتے میں ایک دو دفعہ سے زیادہ ہفتے میں ہوگا تو سب اقسام ذہد سے خارج ہو جائے گا۔ ایسا شخص حکم کے پاب میں ہرگز ذہد نہ کھائے گا لود وقت کے اعتبار سے کسی ہے کہ رات دن میں ایک بار کھائے یعنی روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نہ کھائے، صرف پانی پی لے لود دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھا

لے اور پانی نہ پیتے اور بڑھ کر یہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ طے کا روزہ رکھ سکتے اور ہم نے طریق خوراک کے کم کرنے اور اس کی حرص کے توڑنے کا عمل جلد حالت میں لکھا ہے اور اصول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انہوں نے غذا میں اور سالن کے چھوڑنے میں کیسے زہد کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم پر چالیس چالیس روزہ گزر جاتے تھے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چراغ نہ جلتا تھا نہ آگ سکتی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ پھر بسرِ لوقات کی کیا صورت تھی؟ آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزوں خرا اور پانی سے۔ اس سے گوشت اور شوربا اور سالن سب کا ترک پایا جاتا تھا اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزِ ازگوش پر سوار تھے اور لون کا کپڑا پہنتے تھے اور تھکن ہوئی جوتی کو اپنے پائے مبارک سے مشرف فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ میں بندہ ہوں۔ کھانا بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بختا ہوں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے بچ کھتا ہوں کہ جو فحش بخت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھوڑے پر کتوں کے ساتھ پڑ رہتا اس کو کفنی ہے اور حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لاتے تھے۔ کبھی تین روزہ پیٹ بھر کر سیریں کی روٹی نہ کھاگی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسے بنی اسرائیل خالص پانی پیو اور جنگل کا ساگ اور جو کی روٹی کھاؤ اور غذا اور پانی کے باب میں سیرت انبیاء اور بزرگھن سلف کی نمکھدی دوبارہ بیان نہیں کرتے اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیادوں کے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپ کی خدمت میں دودھ اور شہد ملا کر لائے۔ آپ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور فرمایا کہ میں اس کو حرام نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ کے واسطے انکساری کرنے کے لیے چھوڑتا ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو شہد کا سرو شربت لائے اور گرمی کے موسم میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا حساب مجھ سے الگ کرو اور یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں کہ سچا زہد وہ ہے جو غذا جو کچھ میرے ہو کھائے اور لباس مقدارِ ستر عورت پہنے اور جہاں جگہ طے وہیں رہے۔ دنیا اس کی مجلس ہو اور قبر خواہ گاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اس کا تامل ہو اور قرآن اس کی گفتگو اور رب اس کا انیس اور ذکر رفیق اور ذیہ ہمسرا اور حزن اس کا محل اور حیا شعار بھوک اس کا سالن ہو اور حکمت خنن اور خاک اس کا ستر ہو اور تعویٰ توشہ اور سکوت نفیست اور مہربانگی اور توکل حسب اور عقل راہنما اور عبادت پیشہ اور جنت پہنچنے کا مقام ہو۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) ضرورت دوم لباس ہو اس میں کتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور برہنگی کو چھپائے اور وہ ایک پادہ ہے جس میں سب چھپ جائے اور اوسط پوشاک یہ ہے کہ ایک کترہ اور نوٹی اور جوتے کا جوڑا اور اعلیٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ عمامہ اور پاپاٹ بھی نہ رکھتا ہو بلکہ گھر میں بیٹھا رہے اور جب دودھ کرتے اور پاپاٹے اور عمامے ہوں تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جائے جو مقدار کی رو سے ہوتے ہیں اور جنس لباس میں اونٹنی درجہ موٹا ٹٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کبیل اور اعلیٰ درجہ موٹا کپڑا اونٹنی اور وقت کی رو سے سب سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس اس کو پہن سکے اور کتر یہ ہے کہ ایک دن پہن سکے یہاں تک کہ بعض بزرگوں نے اپنے کپڑے میں چوں کے پوند لگائے گو بہت جلد خشک ہو جاتے تھے مگر دفع الوقعی ممکن ہو اور اوسط وقت یہ ہے کہ

لہاں آیا ہو جو ایک مہینہ یا اس کے قریب تن پر رہ سکے۔ ہاں ایسے کپڑے کا ذکر عذرا جو برس روز سے زیادہ رہے۔  
 طویل اہل میں داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے مگر اس صورت میں کہ سونے کپڑے کی تلاش کی اور سونا اکثر دیا ہوتا  
 ہے اور بہت رہتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ ہاں جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پائے چاہیے کہ اس کو دسے  
 ڈالے کیونکہ اگر رکھ چھوڑے گا تو زائد نہ رہے گا بلکہ دنیا سے محبت کرنے والا ہو گا اور اس باب میں بھی احوال انبیاء  
 اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مد نظر رکھنا چاہیے کہ انہوں نے لہاں کو کیسے چھوڑا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو ایک چادر سندس  
 کی اور سونا نمداد دکھایا اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دنوں میں ہوئی تھی اور حدیث  
 شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جنہاں آدمی کو چاہتا ہے کہ جو کچھ پئے اس کی پروا نہ کرے۔ حضرت عمرو بن الاسود  
 نے فرمایا کہ میں بھی شہرت کا کپڑا نہ پہنوں گا اور نہ بھی رات کو کپڑا بچھا کر سوں گا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار  
 ہوں گا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھروں گا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو بندہ  
 شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا تعالیٰ اس کی طرف سے مت پھیر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو بدن سے نکالے۔ اگرچہ  
 اس کے نزدیک پیارا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا مول لیا جس کی قیمت چار درہم یعنی قریب  
 سو روپیہ کے تھی اور آپ کا جوڑا کپڑے کا دس درہم کا تھا اور انوار یعنی تہجد ساڑھے چار ہاتھ کا تھا اور آپ نے  
 پانچامہ تین درہم کا خرید فرمایا اور آپ دو شیلے سفید لون کے پٹا کرتے تھے۔ اس کا نام جلد تھا کیونکہ وہ دونوں ایک  
 ہی جس سے تھے اور بعض اوقات آپ دو چادریں بٹکنی یا حنفی سونی ٹم کی پٹا کرتے تھے اور حدیث شریف میں  
 وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا بھی کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ایک ربڑی کپڑا سندس کا زرد لکیریں کھینچا ہوا پٹا جس کی قیمت دو سو درہم تھے۔ اصحاب اس کو چھوٹے تھے اور  
 تعجب سے کہتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس یہ جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو  
 اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے بدینے کے طور پر بھیجا تھا۔ آپ نے چاہا کہ اس کو پہن کر اعزاز و اکرام بادشاہ کا  
 فرمائیں۔ پھر آپ نے اس کو لٹل کر ایک شخص کے پاس مشرکوں میں سے بھیج دیا جس سے صلہ رحم کرنا منظور تھا۔  
 پھر دنیا حریہ کو مرووں کے لیے حرام فرمایا گیا اور اسی لیے پٹا تھا کہ حرمت کی تاکید ہو پیسے سونے کی انگوٹھی ایک  
 روز پتی پھر لٹل ڈالی اور اس کا پہننا مرووں پر حرام کر دیا اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برہنہ  
 کی لونڈی کے باب میں فرمایا کہ دلائی شرط مالک کے واسطے کر لو۔ جب انہوں نے شرط کر لی تو آپ منبر پر چڑھے  
 اور اس کو حرام کیا اور جیسے کہ تین روز مت صبح فرمایا اور پھر امر نکاح کی تاکید کے لیے اس کو حرام فرمایا اور ایک بار  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر طہار میں نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اس کی طرف  
 دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کر دیا اس کو ابوہریرہ کے پاس لے جاؤ اور اس کی چادر مجھے لا دو یعنی اپنا عمدہ کپڑا دے  
 کر کوئی چادر فرمایا اور آپ کے جوتے کا تسمہ پرانا ہو گیا تھا اس میں نیا تسمہ لگا کر نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا

وہی پرانا قسم اس میں لگا دو اور نیا نکل ڈالو کہ نماز میں میری نگاہ اس پر جاتی ہے اور سونے کی انگوٹھی اپنی اور پھر اس کو جو دیکھا تو پیمینک دیا اور فرمایا کہ اس نے مجھ کو تم سے روک دیا۔ کبھی اس کو دیکھتا ہوں کبھی تم کو اور ایک بار آپ نے جوتے کا جوڑا نیا پنا اور اچھا معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو اس کی خوبی اچھی معلوم ہوئی۔ میں نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدا تعالیٰ مجھ سے ناراض نہ ہو پھر اس کو نکل کر جو مسکین پہلے دیکھا اس کے حوالہ فرمایا اور سنن ابن سعد سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جیہ اون کا سیاہ و سفید دھاؤ لون کا بنایا گیا اور اس کا کفارہ سیاہ دکھا گیا۔ جب اس کو آپ نے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو کیسا عمدہ اور ملائم ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مجھے دے دے اس لیے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی چیز مانگتا تو نکل اس چیز کا نہ کرتے وہ جب شریف اس کو دے دیا اور فرمایا کہ میرے واسطے ایک اور بنایا جائے۔ ابھی وہ دوسرا تیاری ہی میں تھا کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ اس وقت آفاقی تھیں اور اونٹ کے پلوں کی چادر ٹوڑے ہوئے تھیں۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو دوڑے اور فرمایا کہ اے فاطمہ آسائش جلدونی کے واسطے نئی دنیا کی بنا جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی ولسوف یعطیک ربک خیرتی (پ 30 دالھی 5) ترجمہ کنزالایمان: (تو بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ کو مسکین عالم ہلانے یہ خبر دی ہے کہ بہترین میری امت کے وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں وسعت رحمت الہی کے باعث ہشتے رسچ ہیں اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہیں۔ ان کا بوجھ لوگوں پر ہلکا ہے اور بن کے خود کے اوپر بھاری ہے۔ پرانے کپڑے پہنتے ہیں اور راہوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جسم ان کے فتن میں ہیں اور دل عرش بریں کے پاس۔ غرض کہ لباس کے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوت شریف یہ تھی کہ اپنی امت کو غم اپنی پیروی کا فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے۔ من اجنبی فلیفتن بسنی اور فرمایا علیکم بسنی وسنتہ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیما بالنوا خدا ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے فلی ان کنتم یحسون اللہ فانیحونہ ببھیکم اللہ (پ 3 آل عمران 31) ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو خاص کر ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھ سے ملنا چاہے تو اغناء کے پاس چھینے سے اجتناب کرنا اور اپنا کپڑا بدن سے نہ نکالنا۔ جب تک کہ اس میں پیوند نہ لگے اور حضرت عمر کے کہنے پر بارہ پیوند گئے تھے جن میں سے بعض چڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنی خلافت میں تین درم کا کپڑا مول لے کر پتا اور اس کی آستینیں ہونچے پر سے کاٹ ڈالیں اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو یہ لباس اپنے غلت میں سے پہنایا اور حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کپڑا وہ پہلنا چاہیے جس سے نہ علماء کے نزدیک شہرت ہو نہ جموں کے نزدیک عقارت اور فرمایا کہ فقیر میرے پاس سے لکھا ہے اور میں

نماز پڑھتا ہوں تو اس کو چلا جانے دیتا ہوں اور اگر کوئی دنیا داروں میں سے میرے پاس سے لٹا ہے اور اس پر یہ بڑھیا لباس ہو تو میں اس سے ناراض ہوتا ہوں اور جوتیوں کی قیمت لنگی تو ایک درہم اور چار دانگ کے تھے اور ابن مسیرم فرماتے ہیں کہ میرے کپڑوں میں بسترہ ہیں جو میری خدمت کریں اور برسے کپڑے وہ ہیں جن کی میں خدمت کروں اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ کپڑے ایسے پہننے چاہئیں جن سے آدمی بازاروں میں مل جائے۔ ایسے نہ پہنے جن سے شرت ہو اور لوگوں کی نظر پڑے اور حضرت ابو سلیمان دولابی کا قول ہے کہ کپڑے تین ہیں۔ ایک کپڑا خدا کے واسطے ہے جس سے کہ برائی چھپ جائے اور ایک کپڑا نفس کے واسطے ہے جس کی نری مطلوب ہوتی ہے اور لوگوں کے واسطے ہے جس کا حسن اور جو ہر منظور ہوتا ہے اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جس کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے اور علماء تابعین کے سب کے کپڑوں کی قیمت تین درہم سے لے کر تین درہم تک ہوتی تھی اور خواص دو کپڑوں سے زیادہ نہ پہنتے تھے۔ ایک کہتے کہ اس کے نیچے بند اور کبھی اپنا کرتہ پلٹ کر اس کا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اول زہد لباس کا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ السنادۃ من الایمان یعنی کپڑوں کا پرانا ہونا یا تواضع کی نہ سموت میں رہنا ایمان میں سے ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے اکلے اور اس کی مرضی کی خواہش کے واسطے خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے اللہ تعالیٰ پر ضروری ہے کہ اس کے لیے جنت کے نعت باقوت کی جگہ انیس میں جمع رکھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض امتیاء کی طرف وحی بھیجی کہ میرے اولیاء سے کہہ دو کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنو اور جس راہ کو میرے دشمن آتے ہیں اس راہ میں داخل نہ ہو ورنہ دشمنوں کی طرح وہ بھی میرے دشمن ہو جائیں گے اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستر بن مردان کو کوئٹہ کے منبر پر ایک کپڑے پہنے دیکھا کہتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سروا کو دیکھو کہ لوگوں کو وعظ سناتا ہے اور اس کے بدن پر کپڑے قانون کے سے ہیں اور عبداللہ بن عامر لباس فاخر پہنے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو اور کچھ زہد میں گفتگو کرنے لگا۔ حضرت ابوذر نے اپنی ہتھیلی منہ پر رکھ کر پڑ کی بھائی ابن عامر غصے ہوا اور شکایت ان کی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تم نے خود بے جا کیا ہے یہ لباس پہن کر ان کے سامنے زہد میں گفتگو کرتے ہو؟ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آخر ہدی سے عدلے لیا ہے کہ لوگوں کے حلوں میں سے کوئی سی حالت میں رہا کریں تاکہ تو اگر ان کا اتباع کریں اور فقر کے باعث فقیر کی حکایت نہ ہو اور جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ آپ ایسا مونا لباس کیوں پہننے ہیں تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع کے قریب ہے اور اس بات کے شیان کہ مسلمان اس کی اقتدا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اوشو فرمایا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جو حق نہیں کرتے ہیں اور غسان بن عبید جب واپس مصر تھے تو کسی نے ان کو ہل بکمرے یا برہہ دیکھ کر کہا۔ آپ سردار ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اس بات کا حکم کیا کہ کبھی ننگے پاؤں بھی پھرا کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملنا منظور ہو تو

کرتے میں یہ نہ لگائیے اور حمد کو سرگوں رکھیے اور جوتی کھنی ہوئی پنے اور حکم سری سے کم کھائیے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ پرانا مونا کپڑا پٹا کر دو اور لباس عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہوں کے لباس سے اجتناب کرو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی قسم کا لباس پہنے وہ انہیں میں سے ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو دوست میں پہلے رنگہ رنگ کے کھاتے اور کپڑے تلاش کرتے ہیں اور گفتگو میں وضاحت ظاہر کرتے ہیں اور فرمایا کہ ایماندار کی نصف اقراء سابق تک ہوئی ہے اور اس سے لے کر فتنوں تک بھی کچھ گناہ نہیں اور جو اس سے بچے ہو تو دوزخ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں دیکھے گا قیامت کے دن اس شخص کی طرف اپنی ازراہ شفی سے لگا دے اور حضرت ابو سلیمان داسنی سے یہ حدیث مروی ہے کہ میری امت میں بل نہیں پہنے گا مگر ریاکار احمق اور دوزخی فرماتے ہیں کہ سفر میں اون کا لباس سنت ہے اور حضرت بن ہدعت اور محمد بن واسع حضرت قیقہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ اون کے کرتے کی تم کو کیا ضرورت ہوئی۔ وہ چپ ہو رہے۔ انہوں نے کہا کہ میں تم سے کتا ہوں جو اب نہیں دیتے۔ محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کیوں کہ زہد کی راہ سے پٹا تو اپنے منہ میں مٹھو بناتے ہو اور مغلی کے باعث کون تو خدا کی شکایت ہوتی ہے۔ یہ دونوں باتیں مجھے پہنچیں ہیں اور ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تو علم کیا کہ اپنی برہنگی زمین سے پوشیدہ رکھ اور آپ کا دستور تھا کہ ہر چیز میں سے ایک لپٹے تھے مگر باجائے دوہاتے تھے اور جب ایک کو دھوئے تھے دو سراہن لپٹے تھے تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گزرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو اور کسی نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ عہد لباس کیوں نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر جب آزلو ہو جاؤں گا تو اس کو بخدا ایسے کپڑے ملیں گے کہ کبھی پرانے نہ ہوں گے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے محل میں لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک جبہ اور ایک چادر ہالوں کی تھیں۔ جب تہجد کی نماز کے واسطے اٹھتے تھے پٹن کر لٹاؤ پدھا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری نے فرقد خنی سے کہا کہ تم یہ جانتے ہو گے کہ تم کو کچھیم پوشی کی ہیبت سے لوگوں پر فضیلت ہے۔ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اکثر دوزخی کسل والے ہوں گے۔ نفاق کی جہت سے اور بھٹی بن معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو معاویہ اسود کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں پر سے چھترے اٹھاتے تھے اور ان کو دھو کر اور سی کر پینتے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ تم اس سے بستر پٹا کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہے جو مصیبت فقیروں کو دیا میں پہنتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا تو ارک جنت میں کرے گا۔ بھٹی بن مسین ان کے اس قول کو بیان کر کے رویا کرتے۔ تیسری ضرورت رہنے کی جگہ ہے۔ اس میں زہد کرنے کے تین درجہ ہیں۔ سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نہ کرے صرف مسجدوں کے گوشوں پر قناعت کرے۔ جیسے اصحابہ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اوسط یہ ہے کہ کوئی خاص جگہ اپنے واسطے کرے۔ مثل چمپر اور ترکل اور پھوس وغیرہ کے اور سب سے پست درجہ یہ ہے کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری محل کو کرایہ پر تلاش کرے۔ پس اگر وسعت مسکن کی مقدار حاجت کے موافق ہی زیادہ نہ ہو اور اس میں زینت بھی نہ ہو تو اس قدر مسکن کے ہونے سے پچھلے درجہ سے ذہد کے نکلے گا اور اگر مکان پختہ چونا کچ کیا ہوا خوب واسع چہ ہاتھ سے



اوپنی صحت کا تلاش کرے گا تو بالکل زہد کی حد سے خارج ہو جائے گا۔ سکونت کے باپ میں زہد نہ رہے گا۔ جب چاہنا چاہیے کہ جس مکان مختلف ہو سکتا ہے یعنی یا محاس کا ہو یا گارے کا یا اینٹ کا اور اس کی وسعت کی مقدار بھی جدا ہو سکتی ہے اور اوقات کے لحاظ سے بھی اس میں اختلاف اس کی ملکیت کا ہو سکتا ہے مثلاً اپنی ملکیت ہو یا کرایہ پر لیا ہو یا عاریت کا ہو تو ہر ایک میں ملکیت امتداد ہو جائے کہ وہ ہے۔ ہر عمل زہد تو ان سب اقسام میں داخل ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے لیے مطلوب ہو اس کا بعد ضرورت سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ دنیا میں سے مقدار ضرورت دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہے اور جس قدر تجاوز ہوتی ہے اسی قدر دین کے مخالف ہے اور غرض رہنے کے مکان سے منہ اور جائزے کا کرنا لوگوں کی نظر اور ایذا کا بچانا ہے اور جس قدر یہ بات ممکن ہے وہ معلوم ہے زیادہ اس سے فضول ہے اور فضول سب دنیا ہے اور جو فضول کا طالب اور سامی ہے وہ یتیم زہد سے بعید ہے اور کہتے ہیں کہ لول طول اہل جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ظاہر ہوئی تو کچڑوں کی عمدہ سلائی اور چٹا کی اینٹ کی پختہ عمارت ہے۔ پہلے سلائی میں بڑے بڑے ٹکے ہوتے تھے اور مکان ترکل لورنے کے بیٹے تھے اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اپنے کو یمن کی چادروں کی طرح منقش کریں گے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بلاخانہ کو اونچا کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے من کو ہم کیا کہ گراویں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں وہیں سے گزرے تو اس کو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے اس کو ڈھا ڈالا۔ آپ نے اس کے لیے دعاغیر کی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی۔ نہ فی فی پر یعنی کسی قسم کا مکان ضعیف بنوایا اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی برائی چاہتا ہے تو اس کا دل گارے اور پانی میں تھک کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک چمچہر کی مرمت کر رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہمارا چمچہر ٹوٹ گیا ہے اس کو درست کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس سے جلد امر کو دیکھا ہوں اور حضرت نوح علیہ السلام نے ایک فی کا گھر بنایا۔ ان سے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنالیں تو بتر ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مرے والے کے واسطے یہی بہت ہے۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ہم عقوان بن جریذ کی خدمت میں گئے۔ وہ ایک ترکل کے مکان میں موجود تھے جو جھکا ہوا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ اگر آپ اس کو درست کر لیں تو بتر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بہت سے آدمی اس میں مر چکے ہیں اور یہ بدستور موجود ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

”ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت اپنے مکان کی تنگی کی۔ آپ نے فرمایا انسح فی السماء یعنی جنت میں مکان واسع طلب کرنا چاہیے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کو تشریف لے جاتے ہوئے ایک محل میں دیکھا کہ چنے اور اینٹ کا پتہ ہوا تھا۔ آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا کہ مجھے ملن نہ تھا کہ اس دست میں ایسے شخص ہوں گے جو بہان کی سی عمارت بنائیں گے اور کہتے ہیں کہ لول جس شخص کے لیے عمارت چنے لے اور اینٹ کی ہوئی وہ فرعون تھا اور جس نے لول بنایا وہ بلن تھا۔ پھر انہیں کا فضل اور صلاحیت نے کیا

اور یہ سب ملع اور قنعت ہے اور بعض اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر میں دیکھی اور فرمایا کہ میں نے اس مسجد کو  
 شلخ خرمائی بنی دیکھی ہے۔ پھر کچے روئے کی پھر اب لائٹ کی بنی دیکھی۔ جنہوں نے لول بتائی تھی وہ دوسرے  
 فراتے سے بہتر تھے اور دوسری وفد کے بنانے والے تیسری بار کے لوگوں سے اچھے تھے اور سلف میں بعض لوگ  
 ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر میں کئی بار بناتے تھے۔ اس لیے کہ وہ مکان بہت کمزور ہوتا تھا اور وہ خود اہل کو تاہ  
 رکھتے تھے اور مکان کے باب میں زائد تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جلا کو تشریف لے جاتے تو اپنا مکان  
 گرا جاتا یا ہسلیہ کو دے جاتے۔ جب وہاں سے پھر کر آتے تو اور بنا لیتے اور ان کے مکان گھاس اور چڑے کے ہوا  
 کرتے تھے۔ جیسے عرب کے لوگ یمن میں اب تک اس کے علوی ہیں اور بلندی ان کے مکانات کی قد آدم ایک  
 پلاٹ ہوئی تھی اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات میں جاتا تھا تو اپنا  
 ہاتھ چھت سے لگارتا تھا اور عربین دینا کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص عمارت چہ ہاتھ سے لوچی بنا تا ہے تو ایک فرشتہ  
 اس کو پکارتا ہے کہ اے بدکاروں کے بدکار گھل تک اونچا کرے گا اور حضرت سفیان ثوری نے مضبوط عمارت کے  
 دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو ایسے کیوں بنے۔ پس جو کوئی مانتا ہے تو بنانے والے کو  
 گویا ہد کرتا ہے اور حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص سے تعجب نہیں کہ اس نے عمارت بنائی اور چھوڑ  
 دی۔ مجھے تعجب اس سے ہے جو اس عمارت کو دیکھ کر حیرت نہیں پکڑتا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 فرماتے ہیں کہ ایک قوم ایسی آئے گی جو مٹی کو اونچا کرے گی اور دین کو پست اور بدوں گھوڑوں کو کام میں دے دے  
 گی۔ نماز تمہارے ہی قبلہ کی طرف کو پڑھے گی مگر تمہارے دین کی سوا پر مرے گی۔

چونکہ ضرورت اسباب خالقہ ہے۔ اس میں بھی زہد کے بہت سے درجے ہیں۔ سب میں اعلیٰ حضرت یعنی علیہ  
 السلام کا محل ہے کہ آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور کوزہ رکھتے تھے۔ پس ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی انگلیوں سے  
 داڑھی میں کنگھی کرتا ہے۔ اس کی حاجت نہ سمجھی۔ اس کو بھی پوچھ دیا۔ اسی طرح سب اسباب کو سمجھتا  
 چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے۔ جب اس سے کوئی حاجت نہ ہو تو دونوں جہاں میں  
 آدمی پر دلیل ہے اور جس چیز سے استفادہ نہ ہو اس میں کمزور رہنے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کے لیے مٹی یا  
 برتن بنائی ہو اس میں اسی پر اکتفا کرے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا بشرطیکہ مقصود اس  
 سے بھی حاصل ہو سکتا ہو اور اوسط درجہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت ثابت ہو مگر ایک چیز سے بہت  
 سے کام لے مثلاً فکر پیلا ہو تو اسی میں کھائے اسی میں پانی پی لے اسی میں اپنی چیز رکھ لے۔ بد رہن سلف ایک  
 برتن کو کئی مطلب کے واسطے رکھتے ایک چیز ادنیٰ جنس کی رکھتا ہو۔ پس اگر غنقی میں چیز زیادہ ہوگی یا نہیں ہوگی تو زہد  
 کے کسی درجہ میں نہ رہے گا اور طلب فضول کی طرف مائل ہو گا اور اس باب میں بھی سیرت رسول مقبول صلی اللہ  
 علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی مد نظر رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چڑے کا گدا تھا جس کے اندر خرم کے بیج کا پوست بھرا ہوا تھا اور  
 حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھجونا دہرا کیل ہوتا تھا یا چڑے کا گدا جس میں خرم کا

پوست بھرا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت ایک چارپائی پر جو خرا کے پوست کے بالوں سے بنی ہوئی تھی لیٹے تھے۔ جب اٹھ کر بیٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے پیلوے مبارک پر نشان بالوں کے دیکھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اسے خطاب کے بیٹا کیا بات ہے جو روتے ہو؟ عرض کیا کہ میں نے فارس اور روم کے بادشاہوں کو خیال کیا کہ ان کے پاس کیا کچھ ملک ہے اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ آپ اس موٹے بالوں کی چارپائی پر لیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ بات پسند نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ یونہی ہے اور ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا۔ پھر عرض کیا کہ اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے گھر میں کچھ سلمان وغیرہ نہیں نظر آتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا ایک اور مکان ہے۔ انہی چیز ہم وہاں بھیج دیتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ جب تک آپ اس مکان میں رہیں۔ جب تک کچھ یہاں بھی جاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہم کو اس میں رہنے نہیں دے گا اور جب حضرت عمر بن سعد جو امیر مکه تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک لاشی ہے جس پر میں تکیہ کرتا ہوں اور اگر سلاپ وغیرہ مل جائے تو مار ڈالتا ہوں اور ایک توشہ ان ساتھ ہے جس میں کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جس میں کھاتا ہوں اور سردھوتا ہوں اور ایک لوثا ہے جس میں پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہوں۔ انکے سوا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ انہیں کی تبلیح ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے درست کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کا قصد کیا۔ ان کے گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا اور ان کے ہاتھوں میں دو چاندی کے تنگن دیکھے۔ آپ ویسے ہی پھر گئے۔ اس وقت حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ آپ دو ہی تھیں۔ ان سے محل حضرت کے والدین تشریف لے جانے کا بیان کیا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سب والدین تشریف لائے کا پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ پردہ اور تنگنوں کی جہت سے چلا آیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دونوں تنگن حضرت بلال کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیج دیئے کہ میں نے ان کو خدا کی راہ میں صدقہ کیا۔ آپ جہاں مناسبت ہو وہاں خرچ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو فروخت کرو اور ان کی قیمت ارباب صفہ کو دے دو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈھائی درہم میں فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو پات دیا۔ تب آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تو نے خوب کیا اور ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے مکان پر ایک پردہ دیکھا۔ اس نے آپ نے اٹھا ڈالا اور فرمایا کہ جب میں اسے دیکھتا ہوں تو دنیا یاد آتی ہے۔ اس کو لٹاں مٹھنے کے پاس بھیج دو۔ ایک رات حضرت عائشہ نے آپ کے لیے یافرش بچھایا اور پچھرا آپ پر ہرے مکمل پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ اس رات صبح تک کو نہیں لیٹے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ سے ارشاد فرمایا کہ اس

بستر کو علیحدہ کر دیا اور پرانا کبلی بچھا دیا۔ اس نے تمام رات مجھے سونے نہیں دیا۔ اسی طرح آپ کے پاس پانچ باجھ درم رات کو آئے تو آپ نے رہنے دیئے مگر رات بھر جاگتے رہے یہاں تک کہ آخر شب میں ان کو تقسیم فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ اس وقت آپ کو ٹینڈ آئی تھی کہ میں نے آپ کے خزانے کی توازن سنی۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ دو دم میرے پاس وہ جاتے اور میری وفات ہو جاتی تو میرا مکان اپنے پر دو گاد پر کیا ہوتا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے ستر تک بندے ایسے دیکھے ہیں کہ ان کے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا۔ ان میں سے کسی نے پچھوٹے پر کوئی کپڑا نہیں بچھا۔ جب سوتا چار زمین پر اپنا جسم لگا کر کپڑا اوپر ڈھانکا لیا۔

پانچویں ضرورت نکاح ہے۔ اس باب میں کچھ کہتے ہیں کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح میں فہم کے کچھ معنی نہیں اور یہی قول حضرت سہیل تستری کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب سید الزہراء صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتیں پسند تھیں تو ہم ان میں فہم کیسے کر سکتے ہیں اور اسی قول پر ان کی موافقت ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنفی کے ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے زہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ ان کی چار بیویاں اور ہجرت اوس پر اس کی نو بیویاں تھیں اور صحیح اس بات میں قول حضرت ابو سلیمان داؤدانی کا ہے کہ فرماتے ہیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے روکے "خوابی نیدی ہو یا بل یا لولاء" وہ آدمی کے ہے بری ہے اور عورت کبھی خدا تعالیٰ سے روکا کرتی ہے اور تحصیل اس کی یہ ہے کہ بعض احوال میں مجبور رہنا افضل ہے۔ جیسا کہ باب النکاح میں بیان ہوا تو اس صورت میں نکاح نہ کرنا افضل زہد ہی ہے اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کے لیے نکاح افضل ہو تو ایسا نکاح واجب ہے اس کا ترک کرنا زہد میں کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر نکاح کرنے سے کوئی آفت نہ ہوتی ہو نہ کرنے سے کچھ فاجت ہو مگر ترک اس لیے کرے کہ دل کا میل عورتوں کی طرف نہ ہو جائے اور ایسا مانوس نہ ہو جس سے اس ہالی میں غفلت پڑے تو البتہ چھوڑنا نکاح کا فہم میں سے ہے۔ پس اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خدا تعالیٰ سے نہ روکے گی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہم بستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے ہو تو یہ فہم نہیں ہو۔ اس واسطے کہ مقصود نکاح لولاء ہے جو بقاء نسل اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھانے میں موجب ثواب ہے اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز میں حاصل ہو جو وجود میں ضروریات سے ہے۔ وہ اگر مقصود ہلذات نہ ہو تو کچھ ضرر نہیں کرتی۔ اس کی مثل ایسی ہے کہ کوئی روٹی کھائی اور پانی پینا اس وجہ سے چھوڑ دے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہوں گا تو یہ زہد میں داخل نہیں۔ اس واسطے کہ اس میں اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہے۔ ایسے ہی ترک نکاح میں اپنی نسل کو کثرت ذلتا نہ تو صرف لذت کے بھاؤ کی جہت سے نکاح چھوڑنا نہ چاہیے۔ جب تک کہ کسی اور لذت کا خوف نہ ہو اور یہی مراد حضرت سہیل تستری کی ہے اور یہی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی اور جب یہ امر ثابت ہو تو جس شخص کا حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اس باب میں کہ کثرت عورتوں کی مانع غفلت قلبی نہ ہو اور نہ دل کو ان کے اصلاح اور خرق میں لگائے رکھے تو ایسا شخص اگر صرف لذت محبت سے بچنے کے لیے نکاح نہ کرے تو اس کا فہم کسی کام کا نہیں مگر یہ بات بدوں انبیاء اور اولیاء کے دوسرے کو کہیں میسر ہے۔ اب تو اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ عورتوں کی کثرت ان کے دل کو مصروف کر دیتی ہے تو اس وقت میں یہی مطالب ہے کہ سرے سے نکاح

ہی نہ کرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہ ہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہوں گی یا خوبصورت ہوں گی تو دل نہیں ماننے کا اسی کی طرف ہو رہے گا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح کرے تو خوبصورت نہ ہو اور اپنے دل کی رعایت اس میں ضرور کرے اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ عورتوں میں زہد یہ ہے کہ جو عورت حقیر ہو یا یتیم اس کو خوبصورت اور شریف عورت پر ترجیح دے اور اسی سے نکاح کرے اور حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں مرید مقبذی کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنا دل تین چیزوں میں نہ لگا دے وہ نہ اس کا صلہ بدل جائے گا۔ اول پیش کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا اور فرمایا کہ صفی کے لیے میں پسند کرتا ہوں کہ نہ لکھے نہ پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے ہمت نہیں۔ غرض کہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کی لذت کے ہے تو حاجت ہوا کہ ان دونوں لذتوں میں سے جو خدا سے روکنے والی ہوگی وہ ممنوع اور پر حذر ہے۔ پھٹی ضرورت وہ ہے جو وسیلہ ان پانچوں ضروریات کے حاصل کرنے کا ہو اور وہ دل اور جاہ ہے۔ جاہ کے تو معنی یہ ہیں کہ دلوں کا مالک ہو۔ اس طرح کہ ان کے اندر اپنی جگہ وضوئی تاکہ اس کے ذریعے سے لوگ اغراض اور افعال میں کمال آئیں اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہیں کر سکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہے تو ضرور ہے کہ اس کا کچھ جاہ خادم کے دل میں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اگر خدمت گزار کے دل میں اس کی قدر و منزلت نہ ہوگی تو وہ خدمت کیوں کرے گا اور اسی قدر و منزلت کا دل میں ہونا جاہ کہلاتا ہے اور اس کا آثار تو نزدیک ہی ہے مگر انہماک کی قوت ایسے گزرمے تک پہنچا رہا ہے جس کی کچھ خاصیت اور کامل کی کو فوری میں سمجھنے سے جب نہیں کہ داغ لگ جائے۔ اب جانا چاہیے کہ لوگوں کے دلوں میں جگہ کتنی یا تو کسی فعل کے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے یا شرع کے دفع کرنے کے لیے یا کسی علم سے چھوٹنے کے لیے۔ پس دل کے ہوتے ہوئے تو فعل کی کچھ ضرورت نہیں اس لیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہے وہ خدمت کرے گا اگر یہ آقا کی قدر و منزلت اس کے دل میں نہ ہو وہی جو شخص ہے اجرت خدمت کرتا ہے اس کے دل میں جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور دفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شرمیں ہے کہ جہل عدل خوب نہ ہو یا ایسے حسدوں میں رہتا ہو کہ وہ اس کو ستاتے ہوں اور یہ ان کے شریخ نہ کر سکتا ہو بجز اس کے کہ ان کے دلوں میں جگہ ہو جائے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ ہو جائے اور اس طرح کے جاہ میں مقدار ضرورت کی کچھ معین نہیں خصوصاً جبکہ اس میں خوف اور سوء ظن انجام کا ہوا ہو اور طلب جاہ میں چلنے والا طریق سالک کا مالک ہے بلکہ زاہر کو شبانہی ہے کہ دلوں میں ہرگز جگہ کا طالب نہ ہو۔ ایسے کہ اس کا دل عبادت اور دین میں لگا رہتا ہے۔ دلوں میں وہ جگہ کر دے گا کہ جس میں اس کو ایذا نہ پہنچے مگر کافروں ہی میں رہتا ہے۔ مسلمانوں میں تو بطریق اولی ایذا نہ ہوگی پتی رہے تو حالت خیالات مفروضہ جن سے آدمی زیادہ جاہ کا خواہل ہوتا ہے۔ نسبت اس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہو گیا ہو تو اس طرح کے احتکات سب جسوقت دہم ہیں کیونکہ جو شخص طالب جاہ سے کیا جائے۔ حاصل یہ کہ دلوں میں جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہیں۔ تھوڑی مقدار میں سے ہمت کی منتہی ہوتی ہے اور اس کی عداوت شراب کی عداوت سے بھی سخت تر ہے تو اس کے تھوڑے اور ہمت سے سب سے بچنا چاہیے اور مل زندگی کے لیے ضروری ہے مگر تھوڑا سا مل کافی ہے۔ پس اگر کوئی شخص

پیشہ در ہو تو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کرے تو چاہیے کہ بھر کم نہ کرے۔ بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب دوجہ یعنی مقدار پانچ چہ آنہ کے کافی تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ شرط زہد کی ہے۔ پس اگر اسے سے تجاوز کیا اور اس قدر پر نوبت پہنچی جو برس دوڑ سے زیادہ کے کافی ہو تو نہ ضعیف زہدوں میں رہے گا نہ قوی میں۔ اگر اس کے پاس کوئی زمین ہو اور اس کو توکل پر خوب یقین نہ ہو اور اس قطع زمین سے اتنا رکھ چھوڑے جس کی پیداوار سلی بھر کو کافی ہو تو اس سے زہد کی حد سے خارج نہ ہو گا بشرطیکہ جو کچھ سلی کے خرچ سے بچے اس کو صدقہ کر دے مگر یہاں ضعیف زہدوں میں سے ہے اور اگر زہد میں سے توکل کی شرط ہو جیسے حضرت لوہیں قرنی نے کی ہے تو یہ شخص زہد نہیں اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص یہ کام کرنے سے زہدوں کی حد سے نکل جائے گا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو کچھ قیامت میں عمدہ منکلات کا وعدہ زہدین کو ہے اس کو نہ ملے گا اور نہ زہد کا نام اس پر سے بلکہ اس چیز فضول سے جس میں زہد کیا ہی نہ جائے گا اور خدا آدمی کا معاملہ اس باب میں بہ نسبت میلادار کے خفیف سر ہے اور حضرت ابو سلیمان دارلقی فرماتے ہیں کہ آدمی کو نہیں چاہیے کہ اپنے گھروالوں سے ہزدر زہد کرائے بلکہ چاہیے کہ ان کو زہد کے لیے کہے۔ اگر انہیں تو ہمزور نہ ان کو رہنے دے۔ اپنے آپ جو چاہے کرے یعنی شرط نیکی کی زہد پر اس پر خاص ہے میل پر اس کے ذمہ لازم نہیں کہ تنگی کرے۔ پس اس کو یہ نہ چاہیے کہ ایسی بات ان کی مانے جو اس کو حد اعتدال سے نکل دے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے پردہ اور دو کھن دیکھ کر پھر گئے تھے۔ اس سے یہ امر سیکھنا چاہیے کہ چونکہ وہ تربیت ہی تنگی حاجت کی چیز نہ تھی مگر جو باتیں کہ آدمی ان کی طرف جلا وطنی سے ملکر ہوتا ہے وہ ممنوع نہیں بلکہ زہد حاجت سم قائل ہے اور جو کافی بقدر ضرورت ہے وہ دلائل ہے اور ان کے درمیان درجات کشا ہے۔ پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہے گو سم قائل نہ ہو مگر مقرر ہے اور جو ضروریات سے قریب ہے۔ اگرچہ وہ اسے مانع نہیں لیکن اس کا ضرر کہہ ہے اور زہر کا پینا حرام ہے اور دوا پینا فرض اور ان دونوں کے درمیان کا حکم مشہور ہے جو اعتدال کرے گا وہ اپنے واسطے کرے گا اور جو سستی کرے گا اور جو خاص اپنے دین کی صفائی نہ نظر رکھ کر شے کی چیزوں کو چھوڑ کر یقین اختیار کرے گا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھے گا تو وہ محتاط اور فرق چاہیے میں سے اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اس کو دنیادار کہنا جائز نہیں بلکہ اس قدر دنیا کا ہونا تو یقین دین ہے اس لیے کہ دین کی شرط مجدد مشروط کے ہی سمجھی جاتی ہے اور اس امر کی تائید پر روایت بھی حلال ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں منقول ہے کہ جب آپ کو ایک بار کچھ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست کے پاس تشریف لے گئے تاکہ اس سے کچھ قرض لیں مگر اس نے قرض نہ دیا۔ آپ نہایت مغموم پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے غلیل سے یعنی خدا تعالیٰ سے مانگتے تو تم کو ضرور ملے۔ عرض کیا کہ اچھی مجھے معلوم تھا کہ تجھ کو دینا چاہیے ہے اسی لیے اس میں سے مانگتے ہوئے ڈر معلوم ہوا۔ حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدار ضرورت داخل دین اور جو اس کے سوا ہو وہ آخرت میں دہل ہے اور دنیا میں بھی دہل ہے جو شخص کہ انصاف کامل رکھتا ہے کہ کس قدر محنت و تردد دل کے حاصل

کرنے اور اس کے جوڑنے اور حفاظت کرنے اور زلت اٹھانے میں پڑتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مل کا دنیا میں دہل ہوتا درست بات ہے۔ نہایت درجہ فلاح کا مل سے یہ ہے کہ وہ ملادلوں کے دائروں کو پہنچے اور وہ اس کو کھائیں مگر وہ بعض اوقات مورت کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور کبھی اس مل کو گناہ میں صرف کیا کرتے ہیں تو گویا مورت ہی ان کا مددگار اس گناہ پر ہوا۔ مل دنیا کا جمع کرنے والا اور شہوات کا غالب ایسا ہے جیسے رشیم کا کیزر کہ اول اپنے لوہے رشیم بننا جاتا ہے پھر اس میں سے لٹکانا چاہتا ہے مگر بچاؤ کی صورت نہیں پاتا، دہل ہی مر جاتا ہے اور ہارٹ اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے۔ خود کردہ راجہ علاج اسی طرح جو شخص شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے، وہ اپنے دل پر زنجیریں بکھاتا ہے اور جیتنے شہوات میں مل اور ہوا اور زن اور فرزند اور اندا کو برا لکھتا اور دوستوں سے دیر کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا چیزیں ہیں کہ دل پر پڑ جاتی ہیں۔ اب اگر اس شخص کو اپنی تسلی معلوم ہو اور دل میں مظلوم خیال کا آئے اور لٹکانا چاہے تو نہیں نکل سکے گا۔ دل پر وہ چیزیں اور خوف وغیرہ کا کہ اس کا لٹکانا مشکل ہے اور اگر باقرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزوں میں سے اپنے اختیار۔ جو دوسے گا تو گویا اپنی جان کو تلف کرے گا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کھماڑی مارے گا اور اس میں شک رہے گا یہاں تک کہ ملک الموت ایکبارگی سب چیزوں سے دم کے دم میں علیحدہ کر دے گا اور اس عجیب صورت پیش آئے گی کہ دل تو دنیا کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو گا مگر چھوٹنے کہ ہے اور ملک الموت کے پیچہ دن کی رکوں کے اندر بھیسے ہوئے اس کو آخرت کی طرف کھینچے گا اور زنجیریں دنیلوی اس کو دنیا کی حرب شش کریں گی تو اس شخص کا اوٹی مل مرنے کے وقت ایسا جانا چاہیے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آراء سے چیر کر دوسری طرف سے دو آری پکڑ کر کھینچیں اور علیحدہ کریں اور اس میں بھی یہ ہے کہ جو شخص آراء سے چیرا جائے گا تو ایسا اس کے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل میں بطریق سرایت پہنچے گی اور بدن کے ذریعے سے دل کو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اس صورت موت کے کہ اس میں تکلیف خاص دل پر ہی ہوتی ہے۔ کسی غیر چیز سے سرایت کر کے نہیں آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے غرض کہ یہ دل عذاب ہے کہ آدمی کو ملے گا اور اعلیٰ علیین اور قرب رب البعلین کا قوت ہو جانا اس کی حسرت رہتی یہ بعد کو ہوگی۔

پس دنیا کی طرف میل کرنے والا خدا تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے گا اور جو دہل سے محجوب ہوتا ہے اس پر آگ دوزخ مسلط ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلا انہم عن ربہم یونسد محجوبین ہم البہم الصبا لہوا بہم ترجمہ کنزالایمان: اس آیت میں عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جائے اور دوزخ کا عذاب نہ ہو تو وہی ایک کافی ہے اور جب دونوں ایک ہوں گے تو کیا مل ہوگا۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے کھوں میں وہی بات جمائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں چھوٹ کر دی تھی یعنی آپ سے فرمایا تھا احب من احب فانک مضارف ترجمہ کنزالایمان: اور ازاں حاکم لولاء اللہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ آدمی اپنے اعلیٰ اور اتباع خواہش نفسی سے اپنے آپ کو رشیم کے کیزرے کی طرح ہلاک کرتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے فرمایا دنیا کو ایک تخت ترک کر دیا یہاں تک کہ

کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزوں میں بھی نہیں گرتے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش رہا کرتے کہ تم حالت ارزائی و وسعت میں بھی نہیں رہتے۔ اگر تم ان کو دیکھو تو یوں نہ بانو اور اگر وہ لوگ تمہارے کسی اچھے شخص کو دیکھیں تو کہیں کہ اس کو دین سے کچھ بہو نہیں اور اگر تم میں سے بدلوں کو دیکھیں تو کہیں کہ یہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور اگر ان میں سے کسی کے سامنے مل حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل نہ بگاڑوے۔ پس جو اہل دل ہو کہ وہ ہمنسور اس کے بگڑے سے بھی ڈرے گا اور جن لوگوں کے دلوں کو دنیا کی محبت نے مرہ کر دیا ہے ان کا حال خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ورضوا بالحدیثۃ الدنیا والطمانینا بها والذین ہم عن آیماننا غافلون (پ 11 یونس 7) ترجمہ کنزالایمان: اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں۔ اور فریبا ولا نطعم من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا وانع بواہ وکان امرہ فرط (پ 15 لکھت 28) ترجمہ کنزالایمان: اور اس کا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا اور فریبا فاعرض عن من نولہ یعنی ذکرنا ولم برد الا الحیوۃ الدنیا ذلک یلغی عن العلم (ترجمہ کنزالایمان)۔

ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی سب باتیں غفلت اور غلامی کی وجہ سے ہیں اور پس لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو اپنے سفر میں ساتھ رکھیے۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنا مل دے کر میرے ساتھ ہو جاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ فنی جنت میں گنج ہے کہ داخل ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فنی جنت میں بڑی مشکل سے داخل ہو گا اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا میں چار آوازیں دیتے ہیں۔ دو فرشتے مشرق میں کہ: مغرب میں۔ مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر میں کر اور دوسرا کہتا ہے کہ اٹھ دینے والے کو عہد عوض عنایت فرما اور بخیل کو بڑی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کے دھمکے پیدا ہو اور اجڑنے کے لیے عمارت ہٹاؤ اور دوسرا کہتا ہے کہ طویل حساب کے لیے کماؤ اور نفع اٹھاؤ۔

غلامت زہد: سالک کو کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ تارک مل زاہد ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ مل کا چھوڑنا اور اس سے دل برداشتگی ظاہر کرتی ایسے شخص پر جو زہد پر مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہے۔ دیکھو اگر زہد ہیں کہ انہوں نے اپنے نفس کو تھوڑی سی تذاکا جلدی کر لیا ہے اور ایک ہندی خانے میں بیٹھنا لازم کر لیا ہے۔ ان کی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا حال جانیں اور دیکھ کر تعریف کریں۔ پس صرف مل چھوڑنے سے مکمل قطعی زہد کی کہل دی بلکہ زہد مل اور چاہ دو ٹول سے ضرور ہے تاکہ اور سب خطوط نفسانی میں زہد پورا ہو۔ ایک اور طرف امر یہ ہے کہ بعض لوگ بڑے عہدہ سمنے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہن کر دعوے زہد کا کرتے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم خواص ان مدعوں کے وصف میں فرماتے ہیں کہ ایک لوگ دعوے زہد کا کرتے ہیں اور پوشاک عہدہ پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں تاکہ ان کو اگر کوئی پوشاک بھیجے تو وہی ہی بھیجے اور ان کی طرف فقیروں کی طرح نہ دیکھے کہ حقیر جان کر کچھ مسکینوں کی طرح دے دے اور ایسے لوگ اپنے آپ کو قبیح علم کا کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم طریق سنت پر ہیں۔



چیزیں ہمارے پاس آتی ہیں، ہم کو ان سے کچھ سروکار نہیں جتنا کہ اگر واقع میں دیکھا جائے تو دوسرا ان کا رنگ اپنے آپ لیتے ہیں۔ یہ سب کے سب دنیا کے بدلے دین کے کھاتے ہیں۔ ان کی مراد اپنے ہاتھوں کا تعفیہ اور اپنے نفسوں کے علالت کی تسلیہ ہیں۔ ان پر ان کی صفات ظاہر ہو کر غالب ہو گئیں۔ پس انہوں نے ان کا اپنا ملکہ دیا۔ یہ لوگ دنیا کے راضی اور پیروئے ہوئے نفسانی کے ہیں۔ انہی غرض کہ پہچانتا زہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زہد کا اصل زائد پر بھی مشتبہ رہتا ہے۔ زائد کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ میں تین علامتوں پر اکتفا کیا کرے۔ اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر جوش نہ ہو، نہ مغرور پر رنجیدہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لکبلا نا سوا علی ما فاذکم ولا نفر حوا بسا انا کم (پ 27 الہد 23) ترجمہ کنزالایمان: اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دبا۔ بلکہ اس کے برعکس ہونا چاہیے کہ مل کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاٹے رہنے سے خوش ہو۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ اس کے نزدیک برا کسے والا اور تعریف کر لے والا۔

فائدہ :- پہلی علامت دل میں زہد کے متعلق ہے۔ دوسری علامت جہاں میں زہد کی ہے۔ تیسری علامت یہ ہے کہ اس اللہ تعالیٰ عزوجل کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت غالب رہے کیونکہ دل حلاوت محبت سے خالی نہیں رہتا یا اس میں جب دنیا رہتی ہے یا جب اشیاء دنوں کا حال دل میں ایسے ہے جیسے پالنے میں پانی اور ہوا کہ جب اس میں پانی آتا ہے تو ہوا اس سے نکل جاتی ہے۔ دنوں اکٹھے نہیں ہوتے۔ (فائدہ) اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاؤں ہوتا ہے وہ اس میں ہی مشغول رہتا ہے دوسری چیز میں اسے سروکار نہیں ہوتا۔

حکایت :- بعض اکابرین سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زہدوں کو کھل تک پہنچا دیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاؤں ہوتے تک اور اللہ تعالیٰ کا افس اور دنیا کا افس جمع نہیں ہوتے، لعل معرفت کا فرہن ہے کہ جب ایمان ظاہر دل پر رہتا ہے انسان دنیا و آخرت دونوں سے محبت کرتا ہے اور دونوں کیلئے کام کرتا ہے مگر جب ایمان دل کے سیاہ نقطے میں چلا آتا ہے اور اس میں اثر کرتا تو دنیا سے بغض کرتا ہے کہ بھر اس کی طرف نگہ نہیں کرتا۔

وَعَالَيْهِ آدَمُ عَلٰی نَبِيِّنَا عَلِيهِ السَّلَامُ :- حضرت آدم علیہ السلام کی دعا یہ تھی۔

(اللهم انی اسالک ایمانا یا شرفی)

ترجمہ :- اشیاء میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے دل کے ساتھ رہے۔

ملفوظ سلیمان ولی :- آپ فرماتے ہیں جو اپنے نفس میں مشغول ہوگا وہ عوام سے بے خبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والوں کا ہے اور جو شخص اپنے رب کرم میں مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بھی بے خبر ہوگا یہ رتبہ عارفین کا ہے۔

فائدہ صوفیانہ :- صوفیہ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ زہد کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں مقاموں میں سے ایک میں رہے۔

1۔ اپنے نفس میں لگا رہے اس حال میں اس کے نزدیک تعریف و خدمت اور وجود مل اور عظام برابر ہوں گے اور تھوڑا سا مل اس کے زہد کو نقصان نہ دے گا۔

حکایت :- ابن ابی الوادی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ کیا حضرت داؤد علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زہد تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں نے کہا شاہے فن کو باپ کے ترکہ میں سے ہیں و پھر ملے تھے ان کو انہوں نے میں برسن میں خرچ کیا تھا وہ زہد کیسے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تساراً متعبد یہ ہے کہ وہ حقیقت زہد کو پہنچ جاتے۔ (فائدہ) حقیقت سے حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سراد اختلاقی مقام تھا یعنی زہد کی کوئی انشا نہیں اس لئے کہ نفس کے صفات بہت ہیں اور زہد کمال۔ تب حاصل ہوتا ہے جب تمام صفات میں زہد کرے جو شخص کہ دنیا میں سے کسی چیز کو باوجود قدرت کے صرف اپنے دل اور دین کے خوف سے چھوڑے گا اس کو اسی قدر زہد سے محروم نصیب ہوگا اور انتہا یہ ہے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ کو ترک کر دے یہاں تک کہ پھر بھی سر نہ

رکھے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ذہد کا لول درجہ نصیب فرمائے۔ ذہد کے انتہائے درجات کی طبع تو ہم جیسوں کو مکمل ہو سکتی ہے اگرچہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نامید ہونے کی اجازت نہیں اور اگر ہم اپنے لوہے چھپ چھپاتے اسی کا قفا کریں تو یقیناً ہوگا کہ اس کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں اگر اس کے جود و کرم کے اعتبار سے (کہ ہر ایک کمال سے بڑھ کر ہے) ہم بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر سوال کریں تو کوئی دور نہیں جب یہ معلوم ہو کہ ذہد کی علامت فقر و غنا اور عزت و ذلت، تعریف و مذمت یکساں ہوں اور یہ بات غلبہ نفس امارتی سے ہوتی ہے تو اسب جاننا چاہئے کہ اس سے لازماً دیگر علامات متفرع ہوتے ہیں مثلاً دنیا کو ترک کرے اسے پروا نہ ہو کہ کس کے پاس گئی۔

علامت ذہد :- (1) بعض کے نزدیک علامت ذہد یہ ہے کہ دنیا کو اپنے دل پر چھوڑ دے یہ نہ کہے کہ میں سرائے بتاؤں گا یا مسجد بنواؤں گا۔ (2) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذہد کی علامت موجود چیز کی حفاظت ہے۔ (3) حضرت ابن خنیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذہد کی علامت یہ ہے کہ جب چیز ہاتھ سے چلی جائے تو راحت پائے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ بلا تکلف دنیا سے فارغ ہونا اور اس سے روگردانی ذہد ہے۔ (4) حضرت ابوسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی کپڑا ذہد کی نشانیوں میں سے ایک ہے اس لئے چاہئے کہ تین درم کا کپڑا اولیٰ بھی پنپنے تو دل میں پانچ درم کے کپڑا کی غمت نہ ہو۔ (5) کیا یہ بھی ذہد کی علامت ہیں؟ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (6) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذہد کی علامت عمل کو کوتاہ کرنا ہے۔ (7) سری سقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذہد کی عین اچھی نہیں ہوتی جب اپنے نفس سے بے خبر ہو اور عارف کا پیش اچھا نہیں جبکہ وہ اپنے نفس میں مشغول ہو۔ (8) تفسیر آہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ذہد دنیا میں مسافر ہے اور عارف آخرت کا مسافر ہے۔ (9) حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تین قسمیں ہیں (1) عمل بلا تعلق (2) قول بلا عمل اور عزت بغیر حکومت کے یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ ذہد تم کو سرگردانی کو گھٹانا چاہئے اور عارف ملک و غیرہ کو گھٹے۔

حکایت :- کسی نے فن سے پوچھا کہ میں تو کل کی دکان میں اگر ہمارے ذہد کی کب کوڑھوں گا اور ذہدوں میں کب بیخوں گا انہوں نے فرمایا کہ جب باطن نہ تیرے نفس کی ریاضت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے تین دن رزق نہ دے تو تیرے دل میں یقین کمزور نہ ہو اور جب تک اس درجہ کو نہ پہنچے تو تجھے ذہدوں کے ساتھ بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ کہیں رسوا نہ ہو اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں دلہن کے ہے اور جو اسے طلب کرنا ہے وہ اس کی مشاطہ ہے اور جو کوئی اس میں ذہد کرتا ہے وہ اس کا منہ کھاتا اور اس کے بل لوچتا اور کپڑے پھاڑتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہے وہ دنیا کی طرف التفات نہیں کرتا۔

قائد :- سری سقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذہد میں سے میں نے جو بات چلی وہ مجھ کو ملی مگر عوام سے

زہد کرنے کو میں نہ پہنچا ہوں نہ اس کی مجھے طاقت ہے۔ (فائدہ) حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام برائی ایک کوشوری میں بند کی اور اس کی کھنچی جب دنیا بھائی اور تمام بھلائی ایک کوشوری میں بند کی اور اس کی کھنچی دنیا کے زہد کو بنایا۔

فائدہ :- زہد کے بارے میں جتنا ہمارے قصد میں تک بیان کر دیا لیکن چونکہ توکل کے بغیر نامکمل رہتا ہے اسی لئے اب ہم توکل کی بحث لکھتے ہیں۔ (دیدہ التوفیق)

## توکل علیہ تعالیٰ

توکل دین کی منازل میں سے ایک منزل اور یقین کے مقلات میں سے ایک مقام بلکہ مقربین کے اعلیٰ درجات میں سے ہے اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے۔ سمجھنے کی روڈ سے اس کے دقیق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور ان پر بحکیمہ کرنا توحید میں شرک ہے اور اگر ان سے بالکل تسلیل اور سستی کی جائے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہے اور اسباب کا لحاظ نہ کرنا اور ان پر بحکیمہ بھی کرنا قیاس میں مشکل سے آتا ہے بلکہ انسان و وطہ جملت میں پھنستا ہے اسی لئے توکل کا معنی اس طرح سمجھنا کہ متعینانے توحید کے بھی موافق ہو اور عقل و شرع کے بھی مطابق نہایت دقیق اور مشکل ہے اس کے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور وقت کے ہوتے ہوئے سوائے ایسے علمائے کرام کے جن کی آنکھ میں غفلت الہی سے حقائق کا نور سلیا ہوا ہے دیگر کسی کی جملہ ضیاء ہم نے بھی علمائے کرام کو دیکھ کر معلوم کر لیا اور جو دیکھا وہی بیان کیا جس طرح ہم نے بیان کیا اس طرح انہوں نے کہا اور ہم اس باب میں ایک مقدمہ اور دو تفصیلات لکھتے ہیں مقدمے میں توکل کی فضیلت اور فصل اول میں توحید اور دوسری میں توکل کا حلق اور عمل لکھیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

### نوکل کی فضیلت :- قرآن مجید میں ہے۔

1- (وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین) (البائدہ 23) ترجمہ کنزالایمان :- اور اللہ ہی پر بھروسہ کر اگر خدائے ایمان ہے۔

2- (وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون) (ابراہیم 12) ترجمہ کنزالایمان :- اور جو اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

3- (ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ) (الحاق 30) ترجمہ کنزالایمان :- اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

4- (ان اللہ یحب المتوکلین) (آل عمران 159) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

فائدہ :- پس ایسے مقام کا کیا کرنا جو اس مقام پر پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا کفیل ہو جس شخص کا خدا تعالیٰ کفیل ہو اور وہ اس سے محبت و حفاظت کرے وہ شخص بڑی فلاح والا ہے اس لئے کہ محبوب کو عذاب نہ

ہو گاتے وہ دور رہے گاتے محبوب ہو۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (البیس اللہ بکاف عبیدہ) (الرعد 36) ترجمہ کنز الایمان: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص غیر سے کفایت کا طالب ہو وہ توکل کا تارک ہے بلکہ وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(هل انسى على الانسان حين من الدهر لا يكن شيئا مذكورا) (الدھر 1) ترجمہ کنز الایمان:- بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

2- (ومن ينوكل على الله فان الله عزيز حكيم) (الافھل 1) ترجمہ کنز الایمان:- اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ اپنی عزت والا ہے کہ جو کوئی اس کی پناہ میں آجائے اسے دلیل میں کرتا اور جو اس کی جناب میں پہنچی ہو اسے ضائع نہیں فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اس کی تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کی تدبیر سے کوتاہی نہیں فرماتا۔

3- (ان الذين يندعون من دون الله عبادا منالكهم) (الاعراف 194) ترجمہ کنز الایمان:- بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری بندے ہیں۔

فائدہ:- اس میں بیان فرمایا کہ ہر ایک اللہ تعالیٰ کا منکر ہے اسے بھی تمہاری جیسی حاجتوں کی طرح حاجت ہوتی ہے تو اس پر توکل کیسے کیا جائے۔

4- (ان الذين يعبدون من دون الله لا يملكون لكم رزقا فانبتوا عند الله الرزق واعبدوه) (التکووت 17) ترجمہ کنز الایمان:- بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس روزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو۔

5- (ولله خزائن السموات والارض ولكن المتنافضين لا يفقهون) (المفتون 7) ترجمہ کنز الایمان:- اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافضوں کو سمجھ نہیں۔

6- (يهدر الامر ما من شفيع الا من بعد الله) (نور 3) ترجمہ کنز الایمان:- کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی سفارش نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد۔

فائدہ:- ان آیات کے علاوہ جو کچھ قرآن مجید میں توحید مذکور ہے ان سب میں نتیجہ ہے کہ غیر کا لحاظ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ واحد قادر پر توکل کرو۔

## (احادیث مبارکہ)

توکل کے متعلق احادیث یہ ہیں۔

(1) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور تمبا پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے موسم حج میں اتنیس دھائی گنیں میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ ان سے تمام پہاڑ اور ٹھیب بھر گئے ہیں مجھے ان کی کثرت اور قوت سے تعجب ہوا مجھ سے سوال ہوا کہ آپ خوش ہیں امین نے کہا ہاں حکم ہوا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار اور جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (الذین یکتوبون ولا یطیرون ولا یسرفون وعلی ربہم یتوکلون) ترجمہ۔ جو لوگ دُرُغ نہیں لگاتے اور یہ ٹھون پتے ہیں اور نہ منتر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ بن محسن نے عرض کیا کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اتنیس لوگوں سے کرے آپ نے فرمایا۔

(اللہم اجعل منہم) اُمی اسے ان میں سے کرے۔

پھر مرد مرا غصص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ میرے لئے بھی دعا فرمائیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس دعا میں تجھ سے عکاشہ سبقت کر چکا۔

(2) حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر جیسا چاہیے دینے توکل کو تو تم کو خدا تعالیٰ اسی طرح ایسی مدد دی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو شکم میر ہوجاتے ہیں۔ (3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

(من انقطع الی اللہ عزوجل کفاه اللہ نعمائی کل مونة ورزقہ من حبب لا یحسب ومن انقطع الی اللہیا وکلہ اللہ البہا)

ترجمہ۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح کی ضروریات پوری فرمائے گا اور اسے مدد دی جائے گی کہ اسے خیال تک نہ ہوگا اور جو دنیا کا ہو کر رہے گا دنیا کی طرف سپرد فرمائے گا۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ تمام لوگوں میں زیادہ غنی ہو جائے اسے چاہئے کہ اپنے سامنے کی چیز کی بہ نسبت خدا تعالیٰ عزوجل کے پاس کا خیر مزید زیادہ احمد کرے۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کو جب فرمایا ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور

فرماتے کہ اس کا حکم مجھے میرے پروردگار نے دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔

(وامر مابک بالصلوة واصطبر علیہا) (طہ 132) ترجمہ کنز الایمان :- سب سے دنیا ہے اور اپنے گمراہوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔

(6) حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ جس نے تعویذ کرایا لکھو جسم پر داغ دیا اس نے توکل نہیں کیا۔ (فائدہ) اگرچہ تعویذ کرا کر ان مجید اور ان الفاظ سے جو شرع میں وارد ہیں جائز ہے مگر توکل چاہتا ہے کہ سرے سے اس کی طرف التفات نہ رہے۔ کہتے ہیں۔

حکایت :- ابراہیم علیہ السلام کو گوبھن میں رکھ کر آگ میں پھینکا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تم سے نہیں۔ یہ اس لئے کہا کہ جب آپ کو آگ میں پھینکے کیلئے لایا گیا فرمایا۔

(حسین اللہ ونعم الوکیل) (آل عمران 173) ترجمہ کنز الایمان :- اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ اسی لئے اس قول کا بھلاہ نظر تھا اسی وفا کیلئے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا (و ابراہیم الذی وفی) (البقرہ 37) ترجمہ کنز الایمان :- اور ابراہیم کہ جو احکام پورے بجالایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے وحی بھیجی کہ دے داؤد جو شخص کہ صرف میری جبلت میں سے نمسک کرے گا مخلوق سے سرور کار نہ رکے گا اگر اس کے ساتھ تمام آسمان و زمین دعا کریں گے تو میں اس کے لئے نکلے گی را پیدا کر دوں گا۔

### اقوال اسلاف صالحین (رحمہم اللہ)

(1) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بچو نے ۱۰۰۰۰ سالوں میں نے مجھے جسم دلائی کہ تو بھڑا کرالے۔ میں نے بھڑانے والے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا جسے بچو نے نہیں کٹا تھا تاکہ توکل کے خلاف نہ ہو اور ان کے فرمان کی تعمیل بھی ہو جائے۔

(2) حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی (و نوکل علی الحی الذی لا یموت) (الفرقان 58) ترجمہ کنز الایمان :- اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک کو اس آیت کے بعد خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف التجا نہ کرنی چاہئے۔ (3) بعض اکابر کو خواب میں کسی نے خواب میں یہ جملہ کہہ دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر اھکھ کیا اس نے اپنا رزق جمع کر لیا۔ (4) بعض علماء نے فرمایا کہ ایمان نہ ہو کہ مالک رزق کی تلاش میں اپنے غرض اعلیٰ سے بے خبر ہو جائے اور آخرت کا معاملہ اتر کر دے اور اسے دنیا میں اسی قدر ملے گا جتنا کہ اس کے لئے لکھا گیا ہے۔ (5) یحییٰ بن معلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



فرماتے ہیں کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہے تو اس سے مطمئن ہوتا ہے کہ رزق کو بھی حکم ہے کہ آدمی کو تلاش کرے۔ (6) حضرت ابراہیم بن لویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو مکمل سے کھاتا ہے اس نے جواب دیا کہ میرے علم میں نہیں، میرے پردہ نگار سے پوچھ لو کہ مجھے کب سے کھاتا ہے۔ (7) ہری بن حبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدنا لوئیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں کب رہوں۔ آپ نے شام کی طرف اشارہ فرمایا پھر ہرم نے پوچھا کہ معیشت کا کیا ہو گا یعنی برکت کی کیا صورت ہوگی۔ حضرت لوئیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ افسوس ہے ان دنوں پر کہ ان میں خشک ملا ہوا ہے ان کو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا۔ (8) بعض اکابر کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے اپنا وکیل بن لیا تو اسے ہر ایک بستی کی راہ مل گئی۔

۔ ہرم نور سیدنا لوئیس رضی اللہ عنہما کے دیگر عجیب و غریب واقعات کے لیے فکری کتاب مذکور لوئیس کا مطالعہ کیجئے۔ لوئیس طرور

فضائل توحید :- اس توحید کی حقیقت کا بیان ہے جو توکل کی اصل ہے اور ایمان کے اقسام میں سے توکل بھی ہے اور اس کے تین اقسام ہیں۔ 1۔ علم، 2۔ عمل، 3۔ عمل۔ اسی لئے توکل بھی لانا ان تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ (1) علم جو اصل ہے (2) عمل جو ثمر ہے (3) عمل جو توکل کے لفظ سے مراد ہے ہم پہلے اس علم کا بیان شروع کرتے ہیں جو اصل ہے اور اصل نعمت میں ایمان ہے اس لئے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور جو تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہے اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہے تو یقین کہتے ہیں مگر چونکہ یقین کے اقسام بہت ہیں اور ہم ان میں سے صرف دو بیان کرتے ہیں جن پر مدار توکل ہے اور وہ توحید ہے جو اس کلمہ طیبہ میں سمجھی جاتی ہے۔ (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز وہ ایمان قدرت پر ہے جس کا بیان ان کلمات میں ہے کہ الملک اور اسی میں ایمان جو وہ حکمت اللہ پر بھی ہے جس پر یہ قول دلالت کرتا ہے ولہ الحمد جس نے کہا۔

(لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شئ قدير)

ترجمہ :- نہیں ہے کوئی معبود سوائے خدا تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کو سلطنت ہے اور اسی کو تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وہ ایمان جو توکل کی اصل ہے پورا ہو گیا۔ (فائدہ) اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ معنی اس کلمے کے معنی ایک وصف لازم انسان کے دل کے ہو جائے اور وہی دل پر غالب رہے۔ (فائدہ) توحید وہ اصل لاسول ہے مگر اس میں کلام طویل ہے اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ بذریعہ اہل سے بھی متعلق ہیں اور علم معاملہ فن کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔ اس صورت میں ہم توحید کو اسی قدر بیان کریں گے جو متعلق معاملہ سے متعلق ہے ورنہ توحید ایک دریائے ناپید کنار ہے اس کی کوئی انتہائی نہیں۔

مراتب توحید :- توحید کے چار مراتب ہیں۔ (1) منفر (2) منفر کا منفر (3) پوست (4) پوست کے لوہ کا پوست کم

فصلوں کے سمجھائے کیلئے ہم اس کی ایک مثل فرض کر لیتے ہیں کہ توحید کو مثل اخلاص کے اپنے اوپر کے چمکے میں سمجھا جائے کہ اس پر دونوں چمکے ہوتے ہیں اور ایک منفر ہوتا ہے پھر منفر کے اندر نکل ہوتا ہے۔ مرتبہ نمبر 1 توحید کا یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہے مگر اس کا دل اس سے غافل یا منکر ہو جیسے توحید منافقین مرتبہ نمبر 2 یہ ہے کہ اس لفظ کا معنی اس کا دل بھی بچ جاتا ہے جیسے عوام مسلمان اس کی تقدیر کرتے ہیں یہ توحید عوام ہے۔ مرتبہ نمبر 3 یہ ہے کہ بذریعہ اور حق کشف سے مشاہدہ ہو جائے یہ مقام مقربین ہے اور اس کا عمل اس طرح ہے کہ اشیاء کو بہت تو جانتا ہے مگر باوجود اشیاء کی کثرت کے ان کو واحد قادر سے صلہ سمجھتا ہے اور مرتبہ نمبر 4 یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات واحد یکسا کے اور کسی کو نہ دیکھے۔ یہ مشاہدہ صدیقین ہے۔

فائدہ:- یہی نظریہ وحدہ الوجود ہے جسے امام غزالی قدس سرہ مدعوں پہلے بیان فرما چکے۔ صرف فرق افعال و تفصیل کا ہے جو لوگ سیدنا ابن العربی قدس سرہ کو نظریہ وحدۃ الوجود کی وجہ سے گمراہ کہتے ہیں وہ خود گمراہ ہیں (الفائدہ لوگوں غفلت) اس نظریہ کو صوفیہ کرام فہم توحید کہتے ہیں یعنی چونکہ اس مرتبہ والا سوا ایک ذات کے اور کچھ نہیں دیکھتا خود اپنے نفس کو بھی نہیں دیکھتا جب واحد یکساں، مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے نفس کو نہیں دیکھتا تو توحید میں وہ اپنے نفس سے غافل ہو گیا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے کا اسے تصور تک مٹ گیا ہے۔ (فائدہ) ان مراتب میں نفس اول صرف موجد ذہنی ہے اس کا فائدہ دنیا میں یہ ہے کہ قتل سے بچ جاتا ہے اور دوسرا نفس موجد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کا معنی سمجھتا ہے اور دل سے اپنے اعتقاد کی تکذیب نہیں کرتا اور اس طرح کی توحید دل پر ایک گمرہ ہے اس میں بسوا و کشادہ نہیں ہوتی تاہم ایسا موجد عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہے بشرطیکہ اپنی پر خاستہ ہو اور گناہوں کی وجہ سے اسے ضعیف نہ کر دے ہو پھر اس گمرہ کیلئے چند چیلے اس قسم کے ہیں جن سے اس کا ڈھیلا کرنا اور کھولنا منظور ہوتا ہے ان کو بدعت کہتے ہیں اور کچھ تدبیریں ایسی ہیں جن سے اس گمرہ کا مضبوط کرنا اور اس ڈھیلا کرنے والے کو کھولنے والے چیلوں کا دور کرنا مقصود ہوتا ہے ان کو کلام کہتے ہیں اور جو علم کلام جانتا ہو اسے حکم کہتے ہیں اور اس کے قتل کو جہنم۔

فائدہ:- حکم کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جہنم کو عوام کے دلوں سے گمرہ نہ کھولے دے اور حکم کو بھی موجد بھی کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ وہ اپنے کلام کی وجہ سے معنی لفظ توحید کے معنی کی عوام کے دلوں میں خفاہت کرتا ہے بلکہ توحید کی گمرہ کھلنے نہ پائے تیسرا نفس موجد ہے کہ اس نے صرف ایک ہی فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اس پر اس حق واضح طور پر مکمل کیا واقع میں فاعل ایک ہی نظر آتا ہے اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی نظر آتی ہے مگر اس نے بزدل اپنے دل کو لفظ حقیقت کے معنی کا مستند بنا رکھا ہے تو یہ مرتبہ عوام اور خطہ میں کا ہے کیونکہ عالی اور حکم کے اعتقاد میں تو فرق نہیں بلکہ یہ فرق ہے کہ حکم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہے جو کوئی اس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا چاہے تو وہ اسے تقریر سے دھوکے اور چوٹا نفس اس نظریہ سے موجد ہے کہ اس کے مشاہدہ میں بجز واحد یکسا کے اور

کوئی نہیں آیا وہ سب کو کثرت کے اعتبار سے نہیں دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے دیکھتا ہے۔ یہ مرتبہ توحید میں سب سے اعلیٰ ہے۔

مثلاً سے مطابقت بہ مرتبہ اول اخروث (بازام) کا اور کا چھلکا۔ دوسرا مرتبہ دوسرے چھلکے جیسا ہے اور تیسرا مرتبہ بادام کے مغز کی مانند ہے اور چوتھا مثل جل کے ہے جو مغز میں ہے جس طرح کہ لوہ کے چھلکے سے کوئی فائدہ نہیں اگر کھلایا جائے تو تلخ ہے اگر اس کا پلٹن دیکھا جائے تو بری صورت کا ہے اگر اسے جالایا جائے تو آگ بجھا دے اور دھواں زیادہ کرے اور اگر مکان میں رکھا جائے تو جگہ دوکے۔ غرض کسی قاتل نہیں بجز اس کے کہ چند روز اخروث کی حفاظت کرتا ہے جب اس سے مغز نکل لیا جائے تو پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح توحید ربانی کا مل ہے کہ جس میں دل کی تصدیق نہ ہو تو ایسی توحید سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان زیادہ ہے یہ ظاہر باطن میں بری ہے پہل چند دن کھانا کھانے یہ ہے کہ بچے کے چھلکے یعنی دل اور بدن کے بچاؤ کیلئے موت کے وقت تک کام آتی ہے اور مرنے کے دن کو قتل نہیں ہونے دیتی اس لئے کہ حکم دلوں کے چرنے کا نہیں بلکہ ہم ظاہر اسلام کو دیکھتے ہیں اسی وجہ سے منافقوں کا بدن گھوار سے محفوظ رہتا ہے مگر موت کے وقت یہ توحید ان کے بدن سے علیحدہ ہو جائے گی اس کے بعد پھر اس سے کچھ کام نہ چلے گا جس طرح بادام کے بچے کا چھلکا بہ نسبت لوہ کے چھلکے کے ظاہر میں بہت مفید ہے۔ یعنی اس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہے اور اسے بگڑنے نہیں دیتا اور اگر اسے جدا کر لیا جائے تو امید من کے کام کا ہے مگر مغز کی بہ نسبت کم ہے اسی طرح صرف اعتقاد بلا کثیف ربانی قول کی بہ نسبت بہت مفید ہے مگر کثیف و مشہدہ کی بہ نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی تابش سے حاصل ہوتا ہے اس کی قدر کم ہے کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف میں مراد ہے۔

(فمن يراد الله ان يهديه لبشر صوره الاسلام) (الانعام 125) ترجمہ کنزالایمان :- اور جسے اللہ راد دیکھتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

اور اس آیت میں بھی یہی اشارہ ہے۔

انسن شرح اللہ صوره للاسلام فهو على نور من ربه (الذمر 22) ترجمہ کنزالایمان :- تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

جس طرح کہ مغز بذات خود پوست کی بہ نسبت نفیس ہے اور گویا مقصود وہی ہے مگر پھر بھی قتل نکالنے پر پہنچ کر کلی دفیوہ کی آمیزش سے خالی نہیں اسی طرح توحید فعل یعنی قاتل کا ایک جانا بھی سائلین کے حق میں بڑا اعلیٰ مقصد ہے مگر اس میں خود اس افعال فیکری طرف پلایا جاتا ہے اور اس نفیس کی بہ نسبت جو آیت کے سواہ سرے کو دیکھتا ہی نہیں ایسے شخص کا خیال کثرت کی طرف ہے۔ (سوال) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان بجز ایک ذات کے مشہدہ نہ کرے حالانکہ آسمان و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہے اور یہ چیزیں بہت ہیں تو بہت سی چیزیں ایک کس طرح ہوں گی اس کا جواب (جواب) یہ نکات انتہائی علوم مکاشفات کا ہے ان علوم کے اسرار کا کسی کتاب میں لکھنا

جائز نہیں۔ عارفین قرستے ہیں کہ واز رویت افشا کرنا کفر ہے علاوہ ازیں اس امر کو علم معاملہ سے کوئی تعلق بھی نہیں ہاں ابتدائی فکر میں کثرت کو واحد جاننا بعید معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا سمجھنا دینا ممکن ہے وہ اس طرح ہے کہ بعض چیزیں کسی نام مشاہدہ سے دیکھو تو بہت ہیں۔ اسے کسی دوسرے اعتبار سے دیکھو تو واحد ہیں مثلاً اگر انسان کو اس کی روح اور جسم اور ہاتھ پاؤں اور رگوں 'ہڈیوں' استخوان کے لحاظ سے دیکھو تو کثرت ہے اگر صرف انسان کے اعتبار سے مشاہدہ کرو تو ایک ہے یعنی انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انسان کو دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں اس کی رگوں کی کثرت اور استخوان اور ہاتھ پاؤں اور جدا ہونے روح و جسم اور اعضاء کا خیال نہیں گزرتا اور دونوں صورتوں میں فرق یہی ہے کہ جب آدمی کو حالت استغراق واحد کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ واحد میں تفرق اور جدا جی نہیں دیکھتا اور جب عین کثرت کی طرف التفات کرتا ہے تو تین اشیاء کے علیحدہ ہونے کا خیال گزرتا ہے اسی طرح جتنی اشیاء موجود ہیں خالق ہے یا مخلوق سب کے لئے اعتبارات اور مشاہدات بظہر اور جدا جدا ہیں لیکن دوسرے اعتبار سے وہ واحد ہیں اور کسی میں بعض اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہے اور بعض سے کم۔

ازالہ وہم :- انسان کو ہم نے مثال میں لکھا ہے اگرچہ مطلب کے مطابق نہیں تاہم اس سے فی الجملہ مشاہدہ میں کثرت کا واحد ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور اس قسم کے موجدین پر انکار نہیں رہتا اور جس مقام پر کہ ابھی انسان کی رسائی نہیں ہوئی اس کی ہدایت کرنے لگتا ہے اس تعہد کی بدولت اس میں تو خیر اعلیٰ مرتبہ والے سے کچھ حصہ نصیب ہو جاتا ہے اگرچہ جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہے وہ حالت حاصل نہ ہوئی ہو مثلاً کوئی حیوت پر ایمان لائے تو اگرچہ وہ خود جی نہ ہو مگر نبوت کے فیہ ملات سے اس کو اسی قدر حصہ نصیب ہوگا جس قدر کہ اس پر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جس میں کہ مجزوات واحد مطلق کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کبھی وہ دائمی ہوتا ہے اور کبھی بجلی کی طرح چلا جاتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے بیش ہیا حاصل رہتا بہت کم ہے۔

حکایت :- حضرت حسین بن منصور طاج رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کس فکر میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں سفر میں پھرتا ہوں کہ توکل میں اپنا حال درست کروں حالانکہ خواص متوکلین میں سے تھے۔ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم نے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی تہذیب میں ضائع کی لہذا اور توحید کہی گئی اسے کیوں نہیں اختیار کرتے۔

فائدہ :- کہو حضرت خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ توحید کے تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حضرت حسین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں چوتھے مقام پر ترغیب دی۔

فائدہ :- مقالات موجدین کا محل بطور اہل بیان کیا گیا ہے اب ہم توحید کی شرح بیان کرتے ہیں جس پر توکل جی

انتہاء مقام نمبر 4 :- کے بیان میں تو غور و خوض نہ کرنا چاہئے اور نہ توکل اس پر مبنی ہے بلکہ یہ عمل توکل قسم نمبر 3 کی توحید سے حاصل ہوتا ہے اور قسم اول کی توحید میں غفلت ہے اس کا عمل ظاہری ہے اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانوں میں موجود ہے اس کے پختہ کرنے کا طریقہ علم کلام میں مذکور اور اہل بدعت (بد مذہب) کے اعتراضات کا جواب بھی اسی علم میں ہے اس میں جس قدر ضرورت تھی ہم نے اس کا ذکر کتاب الی تعلو فی الاعتقاد میں لکھا ہے۔

1- اس سے واضح ہوا کہ حضرت امام غزالی قدس سرہ ماہرین بن محمود طبرستان رحمہ اللہ کو خشی عارف کہتے تھے اور یہی ہم ائمہ دین عارفین کا مذہب ہے۔ حضرت خواجہ طریقین بیہ ظلم فرید صاحب قدس سوائے اپنے دیوان فرید شریف میں حضرت ابن محمود قدس سرہ کو خوب سراہا ہے اور یہی جسور صوفیہ کا مذہب ہے لیکن المومنین ہے کہ ائمہ دین میں بعض بد مذہب مثلاً دہلوی غیر مقلدین اور بعض دہلوی جیسے مقلدین دہلوی وغیرہ حضرت حسین بن محمود قدس سرہ کو مکرر بلکہ کافر تک کہتے ہیں۔ فقیر نے تفصیل و تحقیق کتب طالع نکس اس کا مطالعہ کیجئے (لکھی غفرلہ)

فائدہ :- قسم نمبر 3 پر توکل مبنی ہے۔ اس لئے کہ صرف توحید اعتقادی موجب عمل توکل نہیں اس میں کشف و مشاہدہ کا ہونا چاہئے۔ تیسری قسم میں جس قدر پر توکل موقوف ہے۔ اسے ہم بیان کرتے ہیں ہاں اس کی تفصیل تو اس جیسی کتاب میں نہیں آسکتی مگر مختصراً عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ انسان پر واضح ہو جائے کہ فاعل سوا خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور جتنا موجود چیزیں ہیں یعنی خلق اور رزق اور عطا و کفل موت و حیات 'آئنگری و مفلکی و قیو جسے کسی نام سے کہہ سکتے ہیں ان کا موجد اور مبدع اور مختار خدا تعالیٰ ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں جب کسی پر یہ بات کھل جائے گی تو پھر اور کسی طرف نہ دیکھے گا بلکہ خدا تعالیٰ سے ہی خوف کرے گا اور اسی پاک ذات سے ہی توقع رکھے گا اور اسی پر اعتقاد و توکل کرے گا اس لئے کہ ہر کام کا فاعل صرف وہی ہے وہ سرا کوئی نہیں اور جو اس کے سوا ہیں وہ سب اس کے تابع اور مضر ہیں ایک ذرہ بھی آسمانوں اور زمین کے ملکوت میں سے کوئی نہیں ہلا سکتا اور جب ہلکا مکاشفہ کسی پر کھل جاتا ہے تو ہر امر اس کی آنکھ کے مشاہدہ سے بھی زبان و اشع ہو جاتا ہے۔

انتہاء :- اس توحید سے سالک کو شیطان ایسی جگہ میں روک دیتا ہے جہاں اس کو یہ معلوم ہو کہ انسان کے دل پر کچھ شرک کا اثر بھی چل جائے گا اس کی دو صورتیں ہیں۔

- (1) حیوانات کے اعتقاد پر التفات کرنا۔
- (2) جملوات کے التفات سے 'جملوات کے التفات سے شرک یوں گراتا ہے کہ مثلاً آدمی کھیتی کے ٹکٹے نور بخنے پر اٹھو کرے۔ ایسے ہی ہارش کے رہنے کے لئے ابر پر اور ابر کے اٹھنا ہونے کے لئے سردی پر اعتقاد کرے اور کشتی کے برابر رہنے اور پلنے میں اٹھو کرے تو یہ سب باتیں توحید کے بارے میں شرک ہیں اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(فَاذْكُرْ كَيْفَ اٰتٰى الْفَلَکَ دَعْوَالَهُ مَخْلُصٰتٍ لِّهٖ اَلْبَنۡ فَلَمَّا اَنْجَاہُ اِلٰی اٰمِرٍ اَفَاہَمَ لَیْسَ بِکُوْنٍ) (النکوٰۃ 65)

ترجمہ کنز الایمان :- پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں ایک ایسی پر عقیدہ لاکھ

تفسیر :- آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذَا سَأَلَکُمْ عَنْ شَیْءٍ قُلُوْا مَا عَلِمْنَا مِنْهُ مِنْ شَیْءٍ وَّ اِنْ لَّمْ یَسْأَلْکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاَعْلَمُوْا اِنَّ ذٰلَکَ لَیِّنْ عِنْدَ الَّذِیْ عَلَّمَکُمُوْهُ عَلٰی حَدٍّ مَّا لَمْ یَکُنْ لَکُمْ مِنْہٗ حِیْلٌ وَّ اِنَّ الْعِلْمَ لَہٗ یُغْفَرُ  
مفسر پر عالم کا اصل داعی معلوم ہو گیا وہ جانتا ہے کہ ہوا موافق بھی ایک ہوا ہے اور ہوا خود نہیں چلی جب تک اسے کوئی محرک نہ ہو اسی طرح اس کے محرک کو ایک اور محرک چاہئے یہاں تک کہ سلسلہ محرک کول پر پہنچے کہ اس کا کوئی محرک نہیں اور نہ وہ بذات خود متحرک ہے یہاں حیات کے باب میں انسان کا انکشاف ہوا کی طرف ایسا ہے جیسے مثال ذیل میں ہے۔

مثلاً :- کوئی کسی کو قتل کرنے کے بعد پکڑا جائے اور بادشاہ اس کی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھ دے تو یہ مفسر دولت اور کافور قلم کو جیسے کہ حکم لکھا گیا ہے۔ یاد کرے اور کہے کہ اگر قلم نہ ہوتا تو میں نہ پتا اور اپنی جہالت قلم سے سمجھ جس نے قلم کو ہلایا اس طرف اس کا خیال نہ ہو تو یہ نہایت جہالت ہے اور جو مفسر سمجھے کہ قلم کچھ حکم نہیں دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ میں تابع اور مسخر ہوتا ہے تو وہ قلم کی طرف انکشاف نہیں کرے گا اور سوا کاتب کے کسی کا شکر گزار نہ ہو بلکہ بعض اوقات جہالت کی خوشی اور بادشاہ کے شکر میں دل پر قلم اور سیاسی وغیرہ کا خطرہ بھی نہ ہو گا پس آفتاب اور چاند ستارے بارش۔ اجزائے زمین اور حیوان اور پھر وغیرہ سب خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں اس طرح مسخر ہیں جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم بلکہ یہ منہل بھی صرف سمجھانے کے لئے دی گئی کہ لوگ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ خدا بادشاہ کیا کرتے ہیں اور حقیقت میں کاتب خدا تعالیٰ ہی ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا مَرَّبُّہٗ اِلَّا الَّذِیْ عَلَّمَہٗ وَلٰکِنْ اَللّٰہُ رَمٰی (الافغل 9) ترجمہ کنز الایمان :- اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

فائدہ :- جب کسی پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ تمام چیزیں اس طرح مسخر ہیں تو شیطان اس سے ناامید ہو جاتا ہے کہ اب اس کی توحید میں یہ شرک بملاوات کا تو نہیں کرا سکتا۔ پھر دوسری صورت میں پیش آتا ہے۔ یعنی حیوانات کے اختیار کا انکشاف اختیار میں سے دل میں دوسرے ذائقے اور کتا ہے کہ تو سب باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے اعتقاد کرتا ہے حالانکہ فلاں مفسر تجھے اپنے اختیار سے رزق دیتا ہے وہ اگر چاہے دے اگر چاہے بند کرے اور بادشاہ کو اختیار ہے چاہے تیری گردن کنوارے سے اڑا دے چاہے سو ف کر دے تو خوف بادشاہ سے چاہئے اور اسی سے توقع رکھنی چاہئے کیونکہ تو اس کے قبضہ میں ہے اور تو یہ بات اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں اور یہ بھی کتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہیں جانتا اس لئے کہ وہ کاتب کے ہاتھ میں مسخر ہے تو کاتب تو اس سے اختیار خود لگتا ہے اس کو کاتب کیوں نہیں جانتا اس خطرے میں اکثر لوگوں کے قدم لغزش کھاتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے مفسر بتلاں کے کہ جن پر شیطان لعین کو قابو نہیں وہ لوگ چشم بصیرت کاتب کو بھی مسخر اور مغلطہ دیکھتے ہیں جیسے ضعیف الامتداد قلم کو مسخر دیکھتے ہیں اور ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ضعیف الامتداد اس باب میں ایسی غلطی کی

جیسے چوٹی کاغذ پر چلتی ہو اور دیکھئے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ کر رہی ہے اور اس کی پینٹاں ہاتھ اور انگلیوں پر نہ پہنچتی ہو چاہے کہ کاتب کو دیکھئے تو وہ غلطی سے یہی جانے گی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم سیاہ کرتا ہے اور اس کی غلطی کی وجہ یہی کہ اس کی پینٹاں قلم کو نوک سے اوپر نہیں جاسکتی اس لئے کہ آٹھ کا حد قد بہت تنگ ہے۔ (تادمہ) اسی طرح جس کا سینہ اسلام کے لئے خدا تعالیٰ کے نور سے نہیں کھلا اس کی بصیرت آسمان و زمین کے خالق کے ہیکل سے قاصر ہے وہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے لوہر غالب ہے اسی لئے کاتب ہر راہ میں غمرا گیا اور یہ صرف جرات ہے اور ادب اب قلوب اور اصحاب مشاہدات کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کلمہ سے گویا کردیتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ ان ذرات کی تقدیس و تصحیح سنتے ہیں اور ان کے گوش حق بیوش میں آواز ان اشیاء کے اقرار کی اپنی عاجزی پر کسی حرف اور صورت کے بغیر سنائی دیتی ہے جن کے کلن ہی نہیں وہ اس کو نہیں سنتے۔

انگاہ۔ ہماری مراواکان سے یہ کان نہیں جو آواز کے سوا نہیں سن سکتا۔ ایسے کان تو محمد ص کے بھی ہیں اور نہ ایسی چیزیں ان کی کچھ قدر ہے جس میں کہ جاور شریک ہوں بلکہ کانوں سے ہماری مراویہ ہے کہ جن سے وہ کلام سمجھا جائے جس میں نہ حروف ہوں نہ آواز نہ علی ہونہ بجی۔

سوال :- یہ ایک تعجب کی بات ہے اسے عقل قبول نہیں کرتی کیونکہ اشیاء کے بولنے کی کیفیت کو بیان کرنا چاہئے کہ وہ کیسے بولتی ہیں اور کیا کہتی ہیں تصحیح و تقدیس کس طرح کرتی ہیں اور اپنے نفسوں کے مجر کی شلوت کیسے دیتی ہیں

جواب :- آسمان و زمین کے ہر ذرے کو ادب اب قلوب کے ساتھ باطن میں ایک مناجات ہے اور اس کا حصہ انشا نہیں اس لئے کہ وہ کلمات خدا تعالیٰ کے کلام سے مدد پاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(قل لو كان البحر مدادا لكتلحیات ربی لتفقد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدادا) (الکھٹ ترجمہ کنزالایمان :- تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

پھر یہ سب ذرات اسرار ملک اور ملکوت کے بیان کرتے ہیں کہ بعید کا انشا کرنا برا ہے بلکہ سینہ احرار قبر اسرار ہوتا ہے اور تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہو اور بادشاہ اس سے اپنے خفیہ امور کے تودہ سب کے سامنے بیان کرے اگر بعید کا انشا کرنا درست ہو تا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے۔  
الو تعلمون ما علم الضحکم قلبینا ولیکینم کثیراً

ترجمہ :- اگر تم جانتے ہو میں جانتا ہوں تو تمہارا ہنسنے اور ہمت روتے۔  
بلکہ ذکر فرمادیجئے تاکہ روحیں اور جنات کریں نیز تقدیر کے رازناش کرنے سے منع نہ فرماتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جب ستاروں کا ذکر ہوا کرے تو چپ رہو اور تقدیر کا ذکر ہو تو سکوت کرو اور جب میرے صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عز کا ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض اسرار کے لئے خاص نہ فرمائے۔  
افشائے اسرار کی ممانعت کے وجہ:- ذرات ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہیں ان کے ذکر نہ کرنے کی وجہ ہیں۔

(۱) عمل ہونا افشائے راز کا (۲) بے انتہا ہونا

ان کے کلمات و حکایات (جو مثل ہم نے لوہر نکھی ہے یعنی حرکت قلم) کی توفیق ہی گفتگو پر سبیل اجمل ہم نکھ دیتے ہیں تاکہ مجملاً توکل کے معنی ہونے کی کیفیت اس سے سمجھ آجائے اگرچہ یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہیں مگر ہم اسے حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کیلئے کہتے ہیں۔

مثلاً:- کسی سانک نے جو نورانی مشعل رکھنا تھا، کاندھ کو دیکھا کہ اس کا مرغ سیاہی سے کالا ہو گیا ہے اس نے پوچھا کہ تیرا منہ تو سفید تھا اب تو نے کالا کیوں کیا اس کی کیا وجہ سے کاندھ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف ہے کہ یہ بات مجھ سے پوچھتا ہے میں نے اپنے آپ کو تو کالا نہیں کیا روشنی سے پوچھو کہ وہ دولت میں جہاں اس کا ٹھکانا اور وطن تھا جیسی مٹی وہاں سے نکلی اور میرے رخ پر زہدستی ڈھڑی۔ اس نے کہا کہ تو سچا ہے پھر روشنی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے جو تو نے کاندھ کا منہ کالا کیا اس نے کہا مجھ سے کیا پوچھتے ہو میں تو دولت میں آرام سے بیٹھی تھی میرا ارادہ نہ تھا کہ اس جگہ سے نکلوں مگر قلم نے اپنی طبع فاسد سے مجھ پر زیادتی کی اور مجھے وطن سے بے وطن کر دیا اور میری بداعت کو منتشر کر دیا تمام صلوات پر تم کو متفرق معلوم ہی ہوئی ہوں تو اس کی وجہ قلم سے پوچھنی چاہئے اس نے کہا کہ تو درست کہتی ہے پھر قلم سے اب کی وجہ پوچھی گئی اس نے کہا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو میں تو ایک پرسکون ماحول میں قاضیوں کے کنارے برے برے درختوں میں کھڑا تھا کوئی ہاتھ چھری ٹیکر پہنچا اور مجھے جڑ سے اکھاڑ کر میرا پوست اتارا اور کپڑے پہنے تو وہ لوہر کی کھل جدا کی پھر تراشا اور میرا سر چر کر مجھے سیاہی میں ڈبو دیا اب وہ مجھ سے خدمت لیتا ہے اور مجھ کو سر کے بل چلاتا ہے تو مجھ سے پوچھ کر کیوں میرے ذمہ پر ملک چھڑتا ہے یہ اس ہاتھ سے پوچھ جس نے مجھے قبو رحباب۔ ہاتھ سے پوچھا گیا کہ تو نے قلم پر ظلم کیا ہے اس سے خدمت کیوں لیتا ہے ہاتھ نے کہا کہ میں تو گوشت اور ہڈی اور خون کا مجموعہ ہوں تم نے کہیں دیکھا ہے کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم خود بخود حرکت کرتا ہو میں تو ایک سواری ہوں مجھ پر ایک سوار قدرت مای سوار رہتا ہے مجھے وہی پھرتا اور دوڑاتا ہے قلم دشمنانہ لئے پھرتا ہے دیکھو درخت اور پھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور نہ اپنے آپ حرکت کرتا ہے کیونکہ ان پر کوئی زبردست سوار نہیں مردوں کے ہاتھ میں اور مجھ میں صورت مثل میں کوئی فرق نہیں وہ کیوں قلم کو نہیں پکارتے۔ لہذا مجھے قلم سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ سوال قدرت سے چاہیے میں صرف سواری ہوں سواری مجھے جانتا ہے۔ پھر قدرت سے سوال ہوا کہ کیا وجہ ہے کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہے اور اسے لوح لوح پھراتی ہے اس نے کہا کہ تم مجھے عجب و ملامت نہ کرو بہت ایسا ہوتا ہے کہ ملامت پر خود ملامت عائد ہوتی ہے اور جس کو



حلاوت کرتے ہیں اس کا قصور نہیں ہوتا تم کو میرا عمل معلوم نہیں کیسے جانا کہ میں نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی میں تو اس پر چلنے سے پہلے بھی سوار تھی مجھے اس کے جاننے سے کیا مطلب تھا میں تو خاموش تھی اور ایسے خواب میں تھی کہ لوگ یہ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہے یعنی نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہاں تک کہ ایک سوکل آیا اور اس نے مجھے ہلایا اور زبردستی مجھ سے یہ کام لیا جس پر تم حلاوت کرتے ہو مجھے اس کی موافقت کرنی تھی ہے تاب مخالفت کمال اس سوکل کا نام ارادہ ہے اس کو اسی نام ہی سے جانتی پہچانتی ہوں اس نے مجھے کمری غنڈ سے جگا دیا اور برزور مجھ سے وہ کام لیا اگر میری تجویز کوئی پہچانتا تو مجھے گمنائش تھی کہ میں کچھ بھی نہ کرتی پھر ارادہ سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا کہ قدرت پر غلبہ پا کر اسے حرکت دینے میں لگا دیا اور ایسی زبردستی کی کہ اسے تاب مخالفت نہیں ہوئی اور تیری اطاعت کے بغیر کوئی گریز نظر نہ آیا ارادہ نے کہ اگر جلدی نہ کرنا شاید تمہارے عتاب کا عذر میرے پاس موجود ہو یعنی میں خود بخود نہیں اٹھا بلکہ مجھے ایک زبردستی کے حکم نے اٹھایا میں اس کے آنے سے پہلے ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سننا کہ قدرت کو اٹھا دے۔ میں نے قدرت کو حرکت دی اس لئے کہ میں تبلی علم و عقل ہوں مجھے خبر نہیں کہ مجھے فن کی خدمت گزار کا کیوں حکم ہوا اور کس لئے میں ان کی اطاعت کے لئے مجبور ہوں اٹھا جاتا ہوں کہ جب تک یہ اپنی نہیں آتا تب تک چین سے رہتا ہوں یہی میرا حکم ہے ابی کی اطاعت مجھ پر واجب و لازم ہے بلکہ جب یہ حکم عقلی کہتا ہے تو مجھے تاب مخالفت نہیں رہتی اپنی جان کی قسم ہے کہ جب تک وہ خود اپنے ہی میں حرد اور حکم میں ضمیر رہتا ہے تو میں خاموش رہتا ہوں مگر چونکہ اور حکم کا شکر رہتا ہوں اور جب حکم اس کا چھٹی ہوتا ہے تو میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کیلئے مجبور ہو جاتا ہوں اور قدرت کو قلیل متعلقانے حکم کیلئے اٹھا دیتا ہوں اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھ سے الگ رکھو علم سے میرا عمل پوچھو حکوم کو بجز اطاعت اور گنا چارہ پھر سالک نے علم و عقل اور دل سے جا کر مطالبہ کیا کہ تم نے پھر ارادہ کو قدرت کے اٹھانے کیلئے کیوں حکم کیا اور اس سے خدمت کیوں لی۔ عقل نے جواب دیا کہ میں تو ایک چراغ ہوں روشنی نہیں ہوں اسے کسی اور نے روشن کیا ہے اور دل نے کہا کہ میں ایک محنتی ہوں خود نہیں پھیلی کسی نے پھیلایا ہے اور علم نے کہا کہ میں ایک نقش ہوں جو حقیقی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد محفوش ہو جاتا ہوں خود میں خود محفوش نہیں ہوا بہت دنوں یہ محنتی مجھ سے عقلی تھی تو جس قلم نے مجھ کو نقش کیا اس سے پوچھو کیونکہ نقش قلم کے بغیر نہیں اس وقت سائل عاجز ہو کر جواب پر قانع نہ ہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ میں میں ہمت پھرا اور ہمت ہی منہاں ملے کیوں اور جس سے مجھے توقع ہوئی کہ یہ بتا دے گا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کر آیا مگر میں خوش ہوتا تھا اس لئے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول دل پسند تو دیتا تھا اور دفع سوال میں ایک عذر ظاہر بیان کرنا تھا مگر تو جو کہتا ہے

دوسری اہمیت :- علم کہتا ہے کہ میں خطا اور نقش ہوں مجھے قلم نے لکھا ہے یہ بات میں نہیں سمجھتا اس لئے کہ میں قلم صرف نے وغیرہ کا جانتا ہوں اور حقیقی بھی لو ہے ہے اور نقش سپاہی و سفری وغیرہ کا معلوم ہے چراغ الگ سے

روشن دکھا ہے مگر اب جو ذکر حقیقی اور چراغ اور علم کا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ہمیں دیکھنا عجیب بات ہے کہ آواز سنتا ہوں اور پہلی نہیں دیکھتا علم نے کہا کہ تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے پاس ایسے نورِ ذوالکم ہے اور سوارِ کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اس میں جمالک اور خطرناک راستے بہت ہیں بہتر یہ ہے کہ اب اس خیال سے درگزر کرو تم اس میدان کے مرنے نہیں ہو۔

راہ سلوک کے گر۔ اس راستہ کے تین عالم ہیں۔

- (1) عالم ملک و شہوت جس میں چیزیں کھنڈ اور قلم اور روشنائی ہاتھ دھیرہ تھے ان کو تم بتھیل پڑھ چکے۔
- (2) عالم ملکوت وہ اس کے بعد ہے جب تم آگے چلو گے تو اس عالم کی حزنوں میں جا پہنچو گے اسی عالم میں جنگل و صحرا اور بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں مجھے نہیں معلوم کہ تم ان میں سے کیسے بچو گے۔
- (3) عالم جبروت ہے وہ ملک اور ملکوت کے درمیان میں ہے اس میں سے تم تین حزنیں طے کر چکے ہو اس لئے کہ اس کے شروع میں منہل قدرت اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور ملکوت میں واسطہ ہے یعنی عالم ملک کا راستہ یہ نسبت اس کے آسان ہے اور عالم ملکوت کا راستہ اس کی بہ نسبت نہایت سخت اور دشوار گزار ہے اس عالم کو ان دونوں عالم کے درمیان ایسا جاننا چاہئے جیسے کشی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہے یعنی نہ تو وہ پانی کی طرح مضطرب ہوتی ہے نہ ساکن زمین کی طرح ساکن جو نقص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہوت میں چلتا ہے اگر اس کی قوت زیادہ ہو اور کشی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہو گا کہ گویا عالم جبروت میں سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور پانی پر کسی کے بغیر چلنے لگے تو بلا تردد وہ عالم ملکوت میں سیر کرے گا اگر تم پانی پر بغیر کشی نہیں چل سکتے تو دائیں ہو جاؤ کہ زمین سے تھلڑ کر چکے کشی کو پیچھے چھوڑا اب تو صرف پانی ہی رہ گیا ہے۔

آغاز عالم ملکوت۔ اس کا آغاز یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی حقیقی پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر آجائے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو جائے تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے محل میں نہیں سنی کہ جب آپ کے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا (الواز داد یغبتا لسی علی احواء) ترجمہ: اگر ان کو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک لے کہا کہ میں اپنے معاملے میں حیران ہوں اور تو نے جو راستہ کا خوب بتایا اس سے میرا دل تھماتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ جو جنگل تو نے بتائے ہیں مجھ میں ان کے قلع کی طاقت ہے یا نہ اس کی پہچان بھی ہے یا نہ علم نے کہا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ تم خوب غور کر کے میری طرف دیکھ لو اگر تم کو وہ قلم جس سے میں دل پر مقفوش کرتا ہوں نظر آئے پھر تم اس راہ کے لٹل ہو گے کہ کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے باہر کر ملکوت کے دروازے پر دستک دیتا ہے اس کو وہ قلم نظر آنے لگتا ہے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتدائے نبوت میں وہ قلم معلوم ہوا تھا جبکہ یہ آیت مبارکہ اتری۔

(افراء وربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم) (المعلق 5 تا 3) ترجمہ کنز الایمان :- پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

سائلگ نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھ کھول لی اور خوب غور کیا مگر مجھ کو تو یہ قلم نظر آتا ہے نہ لکڑی اور میں نے تو قلم انہیں چیزوں کے دیکھے ہیں۔ علم نے کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تم نے نہیں سنا کہ گھر کا سامان مثل مالک مکان کے ہوا کرتا ہے جس میں معلوم نہیں کہ اس کی ذات کسی ذات سے مشابہ نہیں نہ اس کا ہاتھ اور ہاتھوں جیسا ہے نہ قلم اس کا اور قلموں کی صورت میں نہ اس کا خط اور خطوں کی طرح نہ اس کا کلام و دیگر کلاموں کے موافق ہے یہ امور الہی اور عالم ملکوت سے ہیں جس طرح کہ اور اجسام مکان میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نہ کسی مکان میں ہے نہ اس کا ہاتھ مرکب از گوشت اور ہڈی اور خون جیسے دوسرے ہاتھ ہوتے ہیں نہ قلم اس کا نہ لکڑی کی نہ کلام حروف و آوازاں کلمات نقش و نگار کی نہ روشنائی شکاری اور ماز و فیر کی مگر تم کو یہ باتیں نہیں سمجھ آتیں تو ہماری دانیت میں تم حنث ہو یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کو پاک سمجھتے ہیں وہ تو مومن ہیں اور جو اس کو اور اجسام سے تشبیہ دیتے ہیں وہ مونث ہیں اور تم ان دونوں کے درمیان نہیں حنث ہو نہ بھلا تاؤ تم نے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کو اجسام سے کیسے متروک سمجھا اور اس کے کلام پاک کو معانی حروف و آوازوں سے کس طرح پاک جانا کہ اب اس کے ہاتھ اور قلم، تختی، کتابت پر توقف کرتے ہو اور ان کو نہیں سمجھتے ہو۔

۱۔ اس دور میں سیاسی ان چیزوں سے تیار ہوتی تھی (الوہی غفرلہ)

حدیث نبوی :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

(ان اللہ خلق آدم علی صورہ) ترجمہ :- اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل نے بنایا حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر صیر حرف اللہ کی طرف لوہتی ہے۔ اب مطلب صاف ہے تفصیل دیکھئے (تفسیر کا رس) اسواء التعمیر فی تصویر التعمیر 12 (الوہی غفرلہ)

جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ مبارک سے محسوس ہوتی تھی۔ خدا تعالیٰ اسی صورت میں ہے تو تمہاری تشبیہ دینے میں شبہ کیا ہے۔

مثلاً :- جیسے کہتے ہیں کہ صرف یہودی ہو جاؤ ورنہ تو ریت سے مت کھیل یعنی تو ریت سے کھیلنا خالص یہودی ہونے کی دلیل ہے اسی طرح جو شخص خدا تعالیٰ کو اجسام ظاہری جیسا جانے دے وہی خالص شبہ (تشبیہ دینے والا) ہے مگر تم اس حدیث سے صورت بالہنی (جو چشم بالہنی سے معلوم ہوتی) سے سمجھتے ہو تو بے شک تم خدا تعالیٰ کو پاک سمجھتے ہو اس کی تزیین اور پاک کی مودیدان ہو اب یہ منزل ملے کہ تم طوی کی ولوی مقدس میں ہو اور سر قلمی سے سنو کہ کیا حکم ہوتا ہے شاید اس بات سے تم کو جھگی کھلے اور ممکن ہے کہ جب عرش سے تم کو بھی وہی آواز پہنچے جو

(انی اناریک فاضل علیک) (ط 12) ترجمہ کنزالایمان :- یہ شک میں میرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال۔

فائدہ :- جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم کیا کہ واقعی میں تشبیہ اور تزیین کے درمیان میں محنت ہوں اور اس کا دل نفس کو بین نقصان میں دیکھ کر غصہ سے جل گیا اور چونکہ اس کے دل کا تیل ایسا تھا کہ اس کو دوبارہ دیکھے بغیر لگ کے قریب جلتے کے قہار علم کی شعلہ اس کو پہنچی وہ تیل روشن ہو گیا اور نور علی نور بن گیا۔ علم نے اسے کہا کہ لو اب موقع غیبت جاؤ اور اپنی آنکھ کو لو شاید جلی کی راہ ملے۔ سالک نے آنکھ کھولی تو اس کو وہ قلم الہی محسوس ہونے لگا دیکھا تو جیسے علم نے بتایا تھا ویسے ہی تھا وہ نہ وہ ٹکڑی کا ہے نہ اس کی نوک ہے نہ حد وہ سب آدمیوں کے دلوں پر قسم و قسم کے علوم لکھتا ہے اور اس کی ایک نوک ہر ایک دل پر ہے حالانکہ اس کی کوئی نوک نہیں سالک کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ علم بہتر رفیق ہے اللہ تعالیٰ اس کو میری طرف سے جزائے خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اس نے قلم کے بنائے تھے وہ سب مجھ پر ظاہر ہو گئے۔ واقع میں یہ قلم اور قلموں کی طرح کا نہیں پھر سالک علم کا شکر گزار ہو کر واپس ہوا اور کہا کہ میں تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب میرا ارادہ ہے کہ قلم کی خدمت میں جا کر اس کا حال دریافت کروں۔

سالک و قلم کا مکالمہ :- قلم سے سالک نے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگوں کے دلوں پر ایسے علم لکھتا ہے جن سے ارادہ قدرت کو اٹھا دیتا ہے اور افعال اختیار سرزد ہونے لگتے ہیں قلم نے کہا کہ تم نے عالم ملک و شہوت میں جو کچھ دیکھا تھا اور وہیں کے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تم نے اس قلم سے پوچھا تھا تو اس نے ہاتھ کے حوالہ کر دیا تھا اس نے کہا کہ میں بھولا نہیں قلم نے کہا کہ تو وہی میرا جواب ہے جو اس ظاہری قلم کا تھا اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو اس کی صورت کا نہیں قلم نے کہا کہ تم نے نہیں سنا کہ

(ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورہ)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ سالک نے کہا کہ سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال پادشاہ کے دامن ہاتھ سے پھسکا ہے اس کے قبضے میں ہوں وہی مجھے چلاتا ہے میں اس کے قابو میں ہوں یعنی قلم الہی اور قلم آدمی میں تغیر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں اگر فرق ہے تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچھا کہ پادشاہ کا دایا ہاتھ کیا ہے قلم نے کہا کہ جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے۔

(والسماوات مطويات بيمينه) (الزمر 67) ترجمہ کنزالایمان :- اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے۔

سالک اور دائیں ہاتھ کی گفتگو :- سالک قلم سے فارغ ہو کر دائیں ہاتھ کے پاس پہنچا اس نے اسے قلم سے بھی زیادہ عجیب دیکھا کہ کسی سے اس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا بلکہ ہزارہا دفتر میں اس کی شرح و وصف کا دوسوا حصہ بھی نہیں لکھا جاسکتا خلاصہ یہ کہ دایا ہاتھ نہ اور ہاتھوں کی طرح ہے اور نہ وہ یاد دہانہ ہے اور بازوؤں کی طرح کا اور اس

کی انگلیاں ہیں لیکن انگلیوں کی طرح اس ہاتھ میں قلم کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر معلوم کیا کہ قلم کا محور درست ہے اب داپنے ہاتھ سے اس کا مل پوچھا کہ قلم کو حرکت کیوں دیتے ہو اس نے جواب دیا کہ میرا وی جواب ہے جو عالم شہادت کے ہاتھ نے دیا تھا یعنی حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھ کو خود بخود حرکت نہیں اس کی محرک قدرت ہوئی ہے۔

سائل قدرت کا مکالمہ بہ سائل قدرت کی بارگاہ میں گیا اس کے ایسے جواب دیکھے جن کے سامنے دنیا بلکہ پہلے سب عجائب و معجزات قدرت سے عاجز اور چھٹا ہوا ہے جواب دیا کہ میں صرف ایک صفت ہوں خود قادر سے پوچھو یہ راز بیانا موصوف کا کام ہے نہ کہ صفت کا اس وقت قریب تھا کہ سائل کو لغزش ہو جاتی اور زبان سوال کھول کر اس کو استقلال عطا ہوا اور حکمت بارگاہ قدر مطلق سے آواز آئی کہ

لا یستل عما یفعل وہم یستلون (الانبیاء 23) ترجمہ کٹر لایمان بند اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

اس امر کو سن کر سائل پر ہمت چھا گئی اور بے ہوش ہو گیا اور اسی بے ہوشی میں دیر تک ترپتا رہا جب ہوش آئی تو کہتا کہ الہی تو پاک ہے تیری شان بڑی ہے میں نے توبہ کی اور تجھ پر بھروسہ ہے اور ایمان لایا کہ تو ہدایت ہے مثل یکتا پروردگار ہے میں تیرے سوا کسی سے نہ دروں گانہ دوسرے سے توقع کروں گا اور عذاب سے پناہ نہ مانگوں گا مگر تیری عنو سے اور تیری اب مجھے کوئی کام نہیں بجز اس کے کہ تیرے سامنے گڑا کر سوال کروں کہ میرا سینہ کھول دے تاکہ میں تجھے پہچان لوں اور میری زبان کی گرہ دور کر دے تاکہ میں تیری تعریف کروں اسی جواب سے خطاب ہوا کہ خیروار شاہ کی طرح نہ کر اور سرور کائنات امیر الانبیاء علیم السلام آگے بڑھ کر قدم نہ رکھ انیس کے پاس حاضر ہو جو تجھے وہ عطا فرمائیں وہ لے لے اور جس سے مانگیں اس سے باز رہ اور جو کچھ انہوں نے گنا اس پر عمل کر

گفتہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(سبحانک لا احصى نساء علیک انت کما اتیت علی نفسک)

ترجمہ بہ پاک ہے تو میں کامل نہیں کر سکتا تیری تعریف تو ایسا ہے جیسے تو خود اپنی ذات کی تعریف کرے۔ سائل نے عرض کیا کہ اہی اگر زبان کو خلقت تیری شاہ کی نہیں تو کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے کہ کیا دل کو تیری معرفت کی توقع ہو یا نہ آواز آئی کہ کیا تو صدیقیوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے خیروار ہوش شبیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مل دیکھ لو ان کی بیوی کر اس لئے کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ستاروں کی مثل ہیں جن کی توفیق اکرے گا۔ تجھے راستہ ملے گا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

(المعجز عن ورک الادراک) اس کے لوراگ سے لوراگ عاجز ہے۔

خلاصہ بہ ہماری ورگہ سے تیرا حصہ واقرب ہے لیکن تو یہ جان لے کہ میں اس دوبار سے محروم نہیں لیکن جلال و جمل

کی جہلیت سے تو عاجز ہے۔

بارگاہ لایزال سے واپسی :- اس کے بعد سالک ٹوٹا اپنے سوال 'عقب کا غدر ہاتھ اور قلم اور ارادہ اور قدرت اور بعد کی چیزوں سے معذرت کی جس نے ان مشکلات کا حل پوچھا تو کہا کہ مجھ کو معذور رکھو اس لئے کہ میں اجنبی تھا اور ان ملکوں میں نیا آیا تھا اور جو اجنبی یہاں چلا آیا ہے اسے دہشت ہوتی ہے میرا انکار تم پر صرف قصور اور جہالت سے قحالب مجھے تمہارا غدر معلوم ہو گیا۔

فائدہ :- ثابت ہوا کہ ملک اور حکومت اور عزت و جہوت میں یگانہ۔

ذات اور سقم کے لحاظ سے وہ خدا تعالیٰ واحد و قہار ہے تم لوگ اس کے قبضہ میں مسخر اور محکوم ہو وی اول ہے وی آخر ہے وی باطن ہے اور وی ظاہر جب سالک نے یہ بات عالم ظاہری بیان کی تو لوگوں نے تعجب کیا اور اس سے پوچھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وی اول ہو وی آخر ہو یہ دونوں وصف تو ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی طرح ظاہر اور باطن سے ہو گا اس لئے کہ جو اول ہو گا وہ آخر نہ ہو گا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن نہ ہو گی سالک نے کہا کہ وہ ذات اول موجودات ہے سب چیزیں مرتب ایک دوسرے کے بعد اسی سے صلوات ہوئی ہیں اور آخر چلنے والوں کی سیر کے لحاظ سے ہے کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری منزل تک ترقی کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انتہا اس دور کو عالم علی پندہ پر ہوتی ہے اور اس کے بعد کوئی سفر باقی نہیں رہتا سفر کا آخر وی ہے پس وہ وجود میں اول اور مشاہدہ میں آخر ہے اسی طرح وہ ان لوگوں کی بہ نسبت جو عالم شہوت میں اس کے طالب حواس خمسہ سے ہیں باطن ہے اور جو لوگ اس کو اپنے دل کے چراغ روشن میں باطن کی بصیرت سے جو عالم ملکوت تک پہنچی ہوئی ہے طلب کرتے ہیں ان کی بہ نسبت ظاہر ہے پس توحید فعلی سالکین کی اس طرح تھی یعنی جن لوگوں پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے ان کا طریق توحید اس طرح تھا۔

سوال :- یہ توحید اس درجے کو پہنچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر اس کی بناء ہے تو اگر کوئی شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اس کا طریق کیا ہے۔

جواب :- منکر کا تو کوئی علاج نہیں بجز اس کے کہ اس سے کہا جائے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسے ہے جیسے فرقہ عین عالم جہوت کا منکر ہے کہ وہ عالم کو منحصر پنجوں حواس میں کرتے ہیں اور قدرت 'ارادہ اور علم کے منکر ہیں اس لئے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہوتے یعنی انہوں نے صرف عالم شہوت ہی کو لے لیا ہے اسی کی چیزوں کو جانتے ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتے اگر منکر ذکر کئے کہ میں بھی انہیں میں سے ہوں یعنی عالم شہوت کے سوا اور کسی چیز کو نہیں جانتا یہی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے یہ کہنا چاہئے کہ توجہ باہر حواس کی چیزوں کا انکار کرنا ہے اور ہم نے ان کا مشاہدہ کر لیا ہے تو تیرا انکار ایسے ہے جیسے فرقہ سرفعلی حواس خمسہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے کہ جو کچھ ان سے محسوس ہوتا ہے قتل اشیاء نہیں شاید ہم غواب ہی میں دیکھتے پھر اگر وہ کہے کہ میں بھی

سوفسطائی جوں مجھے بھی محسوسات میں شک ہے تو یہ کہنا چاہئے کہ اس شخص کا مزاج بڑا کمیا لوہہ اس کا علاج غیر ممکن اور اس کو چند روز چھوڑ دینا چاہئے اس لئے کہ ڈاکٹر ہر ایک مریض کا تو علاج کر نہیں سکتا بلکہ جس مریض کا مرض علاج پذیر ہو۔ اس کا علاج کرتا ہے۔ (ناقہد) یہ حال تو مسخر کا ہوا لیکن اگر کوئی مسخر تو نہ ہو بلکہ سمجھتا نہ ہو تو صوفیہ کرام نے اس کی تدبیر یہ نکالی ہے کہ اس کی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت نظر آتا ہے دیکھتے ہی اگر اس کو درست پاتے ہیں اور اس میں پانی اترتا ہوتا ہے جو دور کرنے اور صاف کر کے قاتل ہو تو وہ اس کی صفات کو دور کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں جیسے کہ ظاہر آنکھوں میں کیا کرتے ہیں پھر جب اس کی بینائی ٹھیک ہو جاتی ہے تو اسے راست بتا دیا جاتا ہے مگر اس پر چلا جاسکے۔ چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنے خاص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں یہی تدبیر استعمال فرمائی اگر علاج کے قاتل نہ ہوا تو جو طریقہ ہم نے توحید کے باب میں لکھا ہے اس پر چلتا اس سے ممکن نہیں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ذرات ملک و ملکوت کا کلام شہادت توحید پر سنا جائے تو ایسے شخص کو حروف و آواز سے سمجھنا چاہئے اور ایسی تقریر توحید کی کرنی چاہئے جو اس کی فہم کے موافق ہو اس لئے کہ عالم شہادت میں بھی توحید موجود ہے مثلاً ہر شخص جانتا ہے کہ شرکت کی ہڈیا چوراہے میں بیٹھتی ہے تو اس سے اسی کی عقل کے مناسب تقریر کرنی چاہئے کہ عالم کا معبود اور ہر ایک ہے اس لئے کہ اگر خدا تعالیٰ کے سوا زیادہ معبود زمین و آسمان میں ہوتے تو زمین و آسمان فاسد ہو جاتے۔ چونکہ یہ تقریر اس شخص کے تجربہ اور مشاہدہ شہادت کے مناسب ہوگی اسی لئے اس کے دل میں توحید کا اعتقاد جم جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء عظیم السلام کو یہ حکم فرمایا کہ لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق گفتگو کرو اسی وجہ سے قرآن شریف بھی زبان عربی میں عرب کے محاورات (جس کے وہ عادی تھے) میں نازل ہوا۔

توحید اعتقادی :- یہ توکل کی بنا اور اصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہے یا نہ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتی ہے اس لئے کہ اعتقاد جب قوی ہوتا ہے تو احوال کے برا بکھنڈ کرنے میں کشف کا کام کرتا ہے لیکن چونکہ اکثر اعتقاد ضعیف ہی ہوتے ہیں اور ان پر تزلزل غالب ہے اسی لئے توحید اعتقادی والا ایک حکم کا محتاج ہے جو اپنی تقریر سے اس کو بچائے رکھے یا خود غلط کام سکھے جس کی وجہ سے جو توحید میں باپ یا استاد وغیرہ سے سکھی ہے وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راست دیکھ کر خود پہلے گام سے کچھ خوف تزلزل وغیرہ کا نہیں بلکہ اگر پردہ اٹھالیا جائے تو اس کا یقین بہ ستر رہے کچھ اضافہ نہ ہو گا جو وضاحت زیادہ ہو جائے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کے وقت دیکھے اور پھر آفتاب کے نکلنے پر نہ دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے اس کے آدمی ہونے کا زیادہ یقین نہ ہو گا صرف اتنا فرق ہو گا کہ پہلی بار اس کے ضد و خال کی تفصیل معلوم نہ تھی وہ دوبارہ خوب معلوم ہو جائے گی اسی طرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہئے کہ انیس پہلے سے ایسا یقین ہوتا ہے جسے کچھ تزلزل نہ ہو۔

مثال :- اہل کشف کی مثال ایسی ہے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ پہلے سے چونکہ انتخابے نامیر حمر کو طول مشاہدہ

اور تجرید کی وجہ سے جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی بات دیکھی جو حدِ بحر سے بیڑہ کر تھی اور امرِ حق ان پر مکمل کیا تو اس بات کی پروا نہ کی کہ فرعون مرودنے یہ وعید سنا لی ہے۔

ولا فطنن ابدہکم وارجلکم من خلاف ولا صلبکم فی جنوع السخل (طہ 71) ترجمہ کنزالایمان :- تو مجھے قسم ہے مہرور میں تمہارے ایک ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کا نور حسنی سمجھو کے ڈھنڈ پر موی چڑھوں گا۔

بلکہ یہ کہا کہ (الن نورک علی ما جاءنا من البینات والذی فطرنا فقص ما انت فاضی انما نقصنک منہ الحبوة الدنیا) (طہ 71) ترجمہ کنزالایمان :- ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تو کر چک جو تجھے کرنا ہے تو اس دنیاوی زندگی میں تو کرے گا۔

ناکدہ :- کشف و ظاہر ہو جانے کے بعد جو بات ہوتی ہے اس میں تفسیر نہیں ہوتا اسی طرح اہل کشف کی توحید میں کسی طرح کا ترزل نہیں ہوتا اور توحید اعتقادی کا حل ایسے ہے جیسے سامری کے ساتھ والوں کا تھا کہ ان کا ایمان جو کہ ظاہر کے ساتھ دیکھنے پر تھا تو جب سامری کا چھڑا دیکھا اور اس کی توازن سنی تو گمراہ ہو گئے اور سامری کا یہ قول مان گئے اس نے کہا

(هذا الھکم والہ موسیٰ فنیسی) (طہ 88) ترجمہ کنزالایمان :- یہ یہ تمہارے محبوب اور موسیٰ کا محبوب تو بھول گئے۔

اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ یہ بھگوان بات کا جواب دیتا ہے نہ کچھ ناکدہ اور نقصان پہنچاتا ہے۔

ناکدہ :- جو شخص سچائی کے دیکھنے پر اعتقاد رکھتا ہو گا جب بھگوانے کو دیکھے گا تو لازماً گمراہ ہو جائے گا اس لئے کہ دونوں چیزیں عالم شہادت سے ہیں اور اختلاف اور تفسیر عالم شہادت میں بہت زیادہ ہے اور چونکہ از عالم ملکوت خدا تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اسی لئے اس میں بھی خلاف اور تفسیر ہرگز نہیں ہوتی۔

سوال :- جو کچھ توحید کا حل تم نے لکھا ہے وہ اس صورت میں ہے جہاں یہ ثابت ہو کہ وسائل اور اسباب سب معجز ہیں اور یہ جگہ تو ظاہر ہے مگر انسان کی حرکت میں نہیں اس لئے کہ انسان جب چاہتا ہے حرکت کرتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے ٹھہر جاتا ہے تو یہ معجز کیسے ہوا۔

جواب :- اگر یوں ہو تاکہ اگر انسان ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہے اور اگر خواہش ارادہ نہ کرے تو نہیں چاہتا تب تو بھٹکنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو تم کو معلوم ہو چکا کہ انسان فعل جب کرتا ہے جب چاہتا ہے لیکن نہیں ہے کہ چاہتا اس کے اختیار میں ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نہ چاہے اس لئے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار میں ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہوگی اور وہ تیسری پر اسی طرح غیر متنتی سلسلہ ہو جائے گا اور جب مشیتِ تیار نہ ہوگی تو جب کبھی اس کی وہ خواہش جو قدرت کو مقدور چیز کی طرف پھیلتی ہے موجود ہوگی تو قدرت ایک ایسا کام میں مصروف ہوگی اور اس کو تب مخالفت نہ ہوگی۔



فائدہ :- خلاصہ یہ کہ اتنی باتیں ضروری ہیں قدرت کے ہوتے ہوئے حرکت ضرور ہوگی۔ مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور حرکت ہوگی اور مشیت دل میں ہے اختیار پیدا ہونا بھی ضروری ہے یہ سب امور اسی ترتیب سے ضروری ہیں بندے کو یہ اختیار نہیں کہ مشیت کو روک سکے نہ یہ اختیار ہے کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کی طرف نہ پھرنے دے نہ یہ کہ برنگی بختہ کرنے مشیت کے بعد قدرت کو حرکت نہ ہونے دے۔

فائدہ :- غرضیکہ تمام امور میں بندہ مجبور ہے۔

سوال :- اس قریب سے توجہ عرض ثابت ہوتا ہے جو اختیار کے خلاف ہے اور ہم الہست اختیار کے قائل ہیں پس جب عمومی ہر طرح سے مجبور ہوا تو محض کیسے ہوگا۔

جواب :- اگر حقیقت محل واضح کردی جائے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار میں مجبور ہے مگر جو اختیار کو نہیں سمجھتا وہ کیسے سمجھے گا کہ انسان کو اختیار میں مجبوری ہے تو پہلے ہم اختیار کا بیان شکلیں کے طریقہ پر مختصراً عرض کرتے ہیں جو اس مقام کے شایان شان ہے ورنہ اس کتاب میں ہماری غرض علم معاملہ کے سوالور کچھ نہیں۔

اختیار انسان کی بحث :- لفظ فعل انسان میں تین طرح بولا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ انسان انگلیوں سے لکھتا ہے اور منگے سے سانس لیتا ہے اور جب پانی پر کھڑا ہوتا ہے تو اسے اپنے جسم سے چیرتا ہے ان چیزوں جملوں میں فعل پانی کے چیرنے اور سانس لینے اور لکھنے کا فعل انسان کی ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ تینوں فعل اضطرار اور مجر میں یکساں ہیں اور مگر اس کے سوا اور باتوں میں جدا جدا ہیں جن کا محل ہم تین عبارتوں میں لکھتے ہیں۔ (1) پانی کے چیرنے کا نام فعل طبعی رکھتے ہیں (2) سانس لینے کو فعل ارادی کہتے ہیں۔ (3) سمکھت کو فعل اختیاری کہا کرتے ہیں اب ہر ایک کا محل سنئے۔

(1) فعل طبعی میں جبر ظاہر ہے اس لئے کہ جب انسان پانی کی سطح پر کھڑا ہوگا ہوا میں چلے گا تو پانی اور ہوا دونوں چر جائیں گے کیونکہ چلنے کے بعد چرنا ضرور ہے اور سانس لینا بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ گلے کی حرکت کو سانس لینے کے ارادے کی طرف وہی نسبت ہے جو پانی کے پھٹنے کو ہے بدن کے وجود کی طرف پس جب فعل موجود ہوگا تو اس کے بعد چرنا پالا جائے گا جیسے سانس لینے کے ارادے کے ہوئے سانس موجود ہوتا ہے مگر فعل کا ہونا ارادی کے اختیار میں نہیں۔

(2) اسی طرح ارادہ فعل ارادی بھی انسان کے بس میں نہیں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جب سوئی لے کر کسی آگہ کی طرف کو گمراہ چلیں بے اختیار بند ہو جاتی ہیں اگر وہ شخص چاہے کہ کھلی رکھے نہیں دیکھ سکے گا بدجو تک پٹکوں کا بند کرنا فعل ارادی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نوراک کے سامنے سوئی کی صورت بخندہ جاتی ہے تو ارادہ بند کرنے پٹکوں کا ضروری طور پر پیدا ہو جاتا ہے اور اسی ارادہ سے حرکت پیدا ہوتی ہے اگر اس حرکت کو روکنا چاہے گا تو نہ

ہو سکے گا اگرچہ یہ فعل قدرت و ارادہ سے ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا ہے کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہونے میں فعل طبعی میں داخل ہیں۔

(3) فعل اختیار محل شیعہ میں ہے یعنی کثرت و کلام دنیو کو فعل کہہ سکتے ہیں کہ اگر چاہے کہے اور چاہے نہ کہے اور بھی ان کی خواہش کرتا ہے کبھی نہیں کرتا اسی سے ممکن ہوتا ہے کہ ان کا امر انسان کی طرف سپرد کیا گیا ہے اور وہ اس ممکن کی وجہ اختیار کے معنی سے طواغیت ہے اسی لئے ہم اسے واضح کئے دیتے ہیں وہ یہ کہ ارادہ قلع اس علم کے ہوتا ہے جو یہ حکم کرنا ہے کہ چیز آدمی کے موافق ہے اور اس اعتبار سے اشیاء کی دو قسمیں ہیں بعض ایسی ہیں کہ آدمی کا مشاہدہ ظاہر یا ظن حیرت و تردد کے بغیر کہہ دیتا ہے کہ یہ حیرے موافق ہیں کہ عقل ان میں تردد ہوتی ہے۔

مثلاً اگر کوئی تسمیہ آگہ میں سوئی مارنا چاہے یا تلواریں لٹکھ تسمیہ طرف چلے تو ختم کو اس کا علم ہو گا کہ اس بلا کا پانا میرے حق میں بہتر اور موافق ہے اس میں کوئی تردد نہ کرے اور فوراً اس کے سبب سے ارادہ پیدا ہو گا اور اس کے وجہ سے قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع کرنے کے لئے پلکیں جھپک جائیں گی اور تلواریں کے روکنے کیلئے ہاتھ اٹھ جائیں گے اگرچہ یہ باتیں ارادہ سے ہوئیں مگر بلا تامل و فکر ہوئیں اور جن باتوں میں عقل و فہم کو تامل ہوتا ہے اور تم نہیں جانتے کہ موافق ہیں یا نہیں ان میں فکر کی حاجت ہوتی ہے یہی تک کہ عقل پر واضح ہو جائے کہ اس کا کرنا اچھا ہے یا نہ جب فکر سے اس کے بہتر ہونے کا علم حاصل ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہو جاتا ہے جیسے پہلی قسم کی اشیاء میں بلا فکر و تردد تھا اسی لئے یہی علم اس علم کی وجہ سے ارادہ پیدا ہوتا ہے جیسے وہاں تلواریں سوئی کو روکنے کیلئے پیدا ہوا تھا پس جس وقت یہ ارادہ ایسے فعل کے لئے اٹھتا ہے جس کی عقل کو بہتری معلوم ہو چکی ہو اس صورت میں اس کا نام اختیار ہوتا ہے جو خیر سے مشتق ہے یعنی اختیار وہ چیز ہے کہ ہر لگ بھگ ہونا ایسے فعل کی طرف جو عقل کے نزدیک خیر ہے اور یہ وہی ارادہ ہے جس کی ہم بحث کر رہے ہیں فرق یہی ہے کہ اس ارادے کے ابھرنے میں عقل کے خیر میں ہونے کا انتظار اپنے حق میں نہیں کرنا پڑا تھا مگر یہ کہ تلواریں کے دفع کرنے میں بہتری بلا فکر بلکہ ہدایت ظاہر ہوئی اور اس میں فکر کی ضرورت ہوئی۔

خلاصہ :- اختیار ایک ارادہ خاص ہے یعنی وہ ارادہ کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزوں میں اٹھتا ہے جن کے اور اک میں عقل کو تامل ہوتا ہے اسی بناء پر یہ کہنا کیا ہے کہ اختیار میں عقل کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ بہتر کلاموں میں سے زیادہ بہتر کا اختیار کرے اور وہی باتوں میں سے زیادہ بری کو سمجھے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ارادہ بلا حکم حس اور خیال کے یا بلا حکم باطن عقل کے اٹھ کر اٹھ ہو اسی لئے فکر کو کبھی مثلاً اپنے ہاتھ سے اپنی گردن جدا کرنا چاہے تو نہیں ہو سکے گا اس وجہ سے نہیں کہ اس کے ہاتھ میں طاقت نہیں یا پھر یہی طاقت موجود نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ یہی وہ ارادہ نہیں جو قدرت کو ابھارتا ہے اور ارادہ کے نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب وہ ہوا کرتا ہے تو عقل یا

حس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فعل موافق ہے اور ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو بار ڈالنا عقل کے موافق نہیں اسی لئے بلوجود قوت اعضاء کے ممکن نہیں کہ آدمی خود کو قتل کر ڈالے مگر اس صورت میں کہ ایسی تکلیف درد ناک میں مبتلا ہو جس کی اس کو تاب نہ ہو کیونکہ اس صورت میں عقل کو حکم میں تردد و توقف ہوتا ہے یعنی بار ڈالنا بھی برا ہے اور جیسے آلام و مصائب رہتا بھی برا تو عقل کو ان دونوں برائیوں میں تردد ہوتا ہے کہ کوئی بہتر ہے اگر فکر کے بعد اس کے نزدیک اس امر کو ترجیح ہوئی ہے کہ قتل نہ کرنے میں برائی کم ہے تو وہ خود کو قتل نہیں کر سکتا اگر عقل قتل میں برائی کم پائی ہے اور حکم قلبی ایسا کرتی ہے کہ اس سے باز آجائے اور باز آجانے کی مخالفت نہ ہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہیں پھر انسان خود کو ہلاک کر دیتا۔  
(جیسے خودکشی کرنے والے کیا کرتے ہیں۔ معاذ اللہ) ایسی غفلت

مثلاً :- اس کی مثل یوں ہے کہ کوئی کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو دوسرا آدمی بھی چست سے خوف کی وجہ سے گر پڑتا ہے اگرچہ وہاں سے گر کر مر جائے مگر اس کی کچھ پروا نہیں کرتا اور نہ یہ ہو سکے کہ چست سے خود کو نہ گرائے اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا جاتا ہے تو چست کے کنارے پہنچ کر عقل حکم کرتی ہے کہ مار کا سنا یہ نسبت کرنے کے آسان ہے اور اعضاء توقف کرتے پھر ممکن نہیں تھا کہ خود کو نہ گرائے اور نہ اس کا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ عقل اور حس کے تابع کا ہوتا ہے اور قدرت ارادے کے تابع ہے اور حرکت اعضاء قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی میں لازماً پیدا ہوتے ہیں کہ اسے خبر نہیں ہوتی کیونکہ آدمی ان امور کا عقل ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ اس سے صلہ ہوتے ہوں۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ سب افعال اس میں غیر سے حاصل ہوتے ہیں خود اس سے نہیں ہوتے اور مختار ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس ارادے کا عمل ہے جو اس میں جبراً پیدا ہوا اور اس کے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونے کا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہے۔

مثلاً :- اس کی مثل یہ ہے کہ آگ کا فضل جلاتے میں جبراً ہے اور خدا تعالیٰ کا فضل مہارک محض اختیار ہے اور انسان کا فضل ان دونوں مراتب کے درمیان ہے یعنی اختیار جبراً ہے اور چونکہ یہ ایک تیسری قسم ہے تو اہل حق نے اس کے لئے نام بھی علیحدہ تلاش کیا اور اسباب میں کتب اللہ کا اقتداء کر کے اس کو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہے نہ اختیار کے بلکہ اہل قسم کے نزدیک دونوں باتوں کا جامع ہے اور خدا تعالیٰ کا فضل اقدس جو اختیار کہلاتا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ وہ اختیار نہ ہو جو ارادہ حیرت و تردد کے بعد ہوا کرتا ہے اس لئے کہ یہ بات خدا تعالیٰ کی شان اقدس میں محال ہے اور بعضے الفاظ کے لغات میں مذکور ہیں ان کا استعمال خدا تعالیٰ کے حق میں استعارہ اور مجاز آ ہے۔

فائدہ :- اس کا ذکر نا طویل اور اس مقام کے متعلق بھی نہیں۔  
marfat.com

سوال :- علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادہ نے قدرت اور قدرت نے حرکت یعنی ہر ایک بمبجلی بجلی سے پیدا ہوئی اس سے تسماری اگر یہ فرض ہے کہ قدرت الہی کے بغیر ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہیں سکتا اور اگر یہ فرض نہیں تو ان کے ایک کا دوسری چیز پر مرتب ہونے کا کیا معنی ہیں۔

جواب :- یہ کہنا کہ ان میں سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جملہ سب بلکہ ان سب کا حوالہ اس بات پر ہے جس کو قدرت ازل سے تعبیر کرتے ہیں اور سب کی اصل وہی ہے عوام اس سے واقف نہیں جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ اس کے معنی کی مابیت سمجھتے ہیں عوام حرف لفظ کو جانتے ہیں اور اس میں ایک قسم کی قدرت انسان کی قدرت کے شانہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات حق سے بہت دور ہے اور اس کا بیان بہت طویل ہے لیکن اتنا جانا چاہئے کہ بعض مقدرات بعض پر مرتب ہوتے ہیں اس طرح جیسے شروط شرط پر ہوتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد عمل حیات کے صلور ہوتی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہے جو شرط حیات ہے اسی طرح اور درجات کو بہ ترتیب کے جانا چاہئے لیکن بعض شرمیں تو اکثر عوام پر بھی ظاہر ہو جاتی ہیں اور بعض خواص اور کشف والوں کے جو نور حق سے دیکھتے ہیں کے بغیر ظاہر نہیں ہوتیں ورنہ حقدوم مقدم ہوتا ہے یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہے وہ لزوم اور حق کے ساتھ ہوتا ہے سب افعال الہی کو یونہی جانا چاہئے اگر یہ بات نہ ہوتی تو تقدیم اور تاخیر لاد اور مجتہدوں کی طرح ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ایسے فضول ارادوں سے پاک و منزہ ہے خود اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

﴿وما خلقتنا السموات والارض وما بينهما الا بعين ما خلقناهما﴾ (الدخان 37-38) ترجمہ گنزل الایمان :- اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں آسمان و زمین کے اندر ہیں وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے ساتھ ہوتی ہیں جس طرح وہ ظاہر ہوتی ہیں اس کے سوا اور کسی طرح ان کا ہونا متصور نہیں ہو سکتا جو ترتیب ان میں ہے اس کے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہیں اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہے تو صرف شرط کے انتظار کے سبب سے ہے کہ مشروط کا ہونا مشروط سے پہلے محال ہے اور محال کو تحت قدرت داخل ہونے کے ساتھ موصوف نہیں کیا کرتے رہیں غرضیکہ علم غفہ سے پیچھے ہوتا ہے تو یہی سبب ہے کہ غلط فہم حیات نہیں جو شرط علم ہے اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد جو ارادہ پیچھے ہوتا ہے تو شرط علم کے نہ ہونے کی وجہ سے اور ان میں سے ہر چیز کا اپنی شرط کے بعد اس طرح ہونا واجب اور لازم ہے ترتیب حق یہی ہے یہ ہرگز نہیں کہ اس ترتیب میں اتفاق یا سرسری طور ہونے کو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب متفقائے حکمت و تدبیر کے مطابق ہے اور اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ بلوجود قدرت کے فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہے پھر بروئے سمجھ نہیں آتا اس مثال سے جو لوگ توحیدی سمجھ اور فہم کمزور رکھتے ہیں ان کو بھی حق بات کے ابتدائی باتیں سمجھنا آسان

ہو جائیں گی۔

مثلاً :- ایک ہے وضو آدمی پانی میں گردن تک ڈوبا ہوا ہے تو پھر جو دیکھ پانی استعمال کرنے اور پانی میں دھنسنے کے ہے۔ وضو رہے گا مگر اس کے اعضاء سے جدت و دونہ ہوگی بلکہ شرط کا شہر وہ ہے کہ جب منہ بھی دھویا جائے تو نیت ضروری ہے اسی طرح جان لو کہ قدرت ازل بھی تمام مقدمات سے مٹی ہوئی اور سب سے متعلق ہے جیسے پانی تمام اعضاء سے ملا ہوا تھا مگر مقدر چیز تب ہی موجود ہوگی جب اس کی شرط پائی جائے گی جیسے مثل ہمارا میں حدث کا دور ہونا وجود شرط پر منحصر ہے اور منہ دھوئے بھی پس جو شخص پانی میں کھڑا ہے اپنا منہ پانی کی سطح پر رکھ دے اور پانی سب اعضاء میں اتر کر جائے اور حدث جاتا رہے تو جلاء یہ خیال کرتے ہیں کہ حدث ہاتھوں سے اس لئے مٹی کے منہ سے حدث جاتی رہی یعنی منہ کی حدث کی دودی کو ملت ہاتھوں کی حدث کی دوری کہنے ہیں پانی کو رافع حدث نہیں جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منہ دھونے کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پہلے سے اعضاء سے ملا ہوا تھا۔ رافع حدث نہ تھا اور اب پانی کچھ بدل تو نہیں گیا جیسے تھا ویسے ہے تو جو بات اس سے پہلے حاصل نہ تھی وہ لب کیسے ہوگی مگر منہ دھونے سے حدث کا جانا تلقی ہے نہ ثابت ہوا کہ منہ دھونا ہی رافع نہیں اگر پانی ہونا اور یہ خیال ان لوگوں کا محض جہالت ہے اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت اولیٰ سے دور اولیٰ علم سے حلا کہ یہ دلوں ہائیں غلط ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منہ سے حدث اٹھ گئی تو ہاتھوں کا حدث بھی اس پانی سے جو ہاتھ سے ملا ہوا تھا اٹھ گئی کچھ منہ دھونے سے نہیں اٹھی اور یہ مانا کہ پانی نہیں بدلا اور ہاتھ نہیں بدلا اور نہ کوئی چیز نئی ہوئی مگر شرط جو مغفوت تھی وہ پوری ہوگئی اس لئے اس کا اثر بھی ظاہر ہو گیا پس مقدمات کا ملاحظ ہونا قدرت ازل سے اسی طرح سمجھنا چاہئے بلکہ جو دیکھ قدرت ازل قدیم ہے اور مقدمات سب حادث ہیں اور یہ ذکر ایک جدا گانہ ہے عالم کاشفات کے متعلق ہے اسی لئے ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں اس لئے کہ ہمارا مقصد تو صرف توحید اور فعل کے طریقہ پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ فاعل حقیقت میں ایک ہے اور وہی فعل خوف و ہمام ہے اور اسی پر توکل و اعتماد ہے جس قدر ہم نے اس باب میں لکھا ہے اس کو سب توحیدوں کے سمندر میں سے تیسری قسم کے توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جانا چاہئے اس کا پورا بیان تو مہر لرح میں بھی ملے گا اور ایسا ہے جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کر کے سب کو اٹھاتا ہے اور یہ تمام تقریر کلمہ لا الہ الا اللہ کے مضمون میں داخل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا بکا ہے اور اس کے لفظوں کے مضمون کا اعتقاد دل میں کتنا مسل ہے اور اس کی حقیقت اور مغز علمائے راغبین کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور دن کا تو کیا ذکر ہے۔

۱۔ یہ مثل ہم شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسئلہ پر ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک نیت وضو کے لئے شرط ہے اور ایک نیت شرط نہیں اسی لئے اس کے نزدیک اس لفظ کا وضو ہونا ہے یعنی پانی سے اعضاء دھوئے نہیں کا وضو ہو گیا۔ (ہوئی مغفول)

سوال :- توحید کے معنی ہیں کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی فاعل نہیں اور شرع سے افعال کا ثبوت بندوں کے لئے چلایا جاتا

ہے تو یہ دونوں ایکٹے کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو خدا تعالیٰ کیسے ہوگا اگر اللہ تعالیٰ ہوگا تو بندے کو کس طرح کہہ گئے اور ایک ہی فعل کے دو فاعل ہوں یہ کبھی میں نہیں آتا۔

جواب :- جب فاعل کے معنی ایک ہی لئے جائیں تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہیں تصور ہوتے ہیں اور اگر فاعل کے دو معنی ہوں اور لفظ مجمل ہو کہ دونوں پر اطلاق ہو سکتا ہو تو کوئی دشوار نہیں مثلاً کہا کرتے ہیں کہ امیر نے فلاں شخص کو قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جلائے مار ڈالا تو یہی امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا ہے اور جلائے دوسرے اعتبار سے اسی طرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہے اور خدا تعالیٰ اعتبار مگر اللہ تعالیٰ کے فاعل ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنے والا ہے اور بندے کے فاعل ہونے کا یہ معنی ہے کہ بندہ وہ عمل ہے جس میں قدرت پیدا ہوئی اس کے بعد خدا تعالیٰ نے بندے میں ارادہ پیدا کیا اور اس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسے ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے ہونا ہے اور قدرت الہی اس طرح ہے جس طرح معلول کا ارتباط علل سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہے اور جو چیز کہ اسے قدرت سے ارتباط ہوتا ہے تو عمل قدرت کو بھی فاعل کہہ دیجئے ہیں خواہ کسی طرح کا ارتباط ہو مثلاً جلائے اور امیر دونوں کو قاتل اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ قتل دونوں کی قدرت سے ارتباط رکھتا ہے مگر ارتباط دو طرح ہے اسی لئے قتل دونوں کا فعل کہلاتا ہے اسی طرح ارتباط مقدرات کا دو قدرتوں سے سمجھنا چاہئے اور اسی موافقت اور مطابقت کیلئے خدا تعالیٰ نے الفعل کو قرآن مجید میں کبھی فرشتوں کی طرف اور کبھی بندوں کی طرف اور کبھی انہیں افضل کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ موت کے باب میں ارشاد ہے۔

(فَلْیَتَوَفَّكُم مَّلَکُ الْمَوْتِ) ترجمہ کنزالایمان :- تم قریب دو چھبیس وقت دیتا ہی موت کا فرشتہ۔

اور فرمایا (وَاللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنفُسَ حَیْنَ مَوْتِهَا) (المائدہ 11) ترجمہ کنزالایمان :- اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔ اور فرمایا (اَفَرَأَیْتُمْ مَا نَحْنُ نَحْنُ) (الواقعة 63) ترجمہ کنزالایمان :- تو بھلا بتاؤ تو جو بولتے ہو۔

اس میں بندوں کی طرف کا شکار کی مراد منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہے (اِنَّا صَبَّأْنَا الْمَآءَ صَبًّا نَّمْ شَفَعْنَا لَرَأْسٍ شَقًّا فَاَنْبَسْنَا فِیْهَا حَبًّا وَعِنَّا) (موس 27) ترجمہ کنزالایمان :- کہ ہم نے ابھی طرح پانی ڈالا پھر زمین کو خوب چیرا تو اس میں اگلی اٹھنے اور فرمایا (فَارْسَلْنَا الْیَہٰی رُوحَنَا فَمَنْعَلْنٰ لَهَا یَسْرًا سُوْیًا) (موم 17) ترجمہ کنزالایمان :- تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بیجاہ اس کے سامنے لیکن تدرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہو۔ پھر فرمایا (فَمَنْعْنَا فِیْهَا مِنْ رُوحِنَا) (الانبیاء 91) ترجمہ کنزالایمان :- تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور ایک جگہ ارشاد ہے۔

(وَمَا فَاقَرْنَا نَاہُ فَاَنْبَسَ قُرْآنُہٗ) (قیامہ 8) ترجمہ کنزالایمان :- اس وقت اس پر مے ہوئے کی لہجہ گوی۔

فائدہ :- تفسیر میں اس کا معنی لکھا ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام تم پر قرآن پاک پڑھیں۔

اور فرمایا (فانزلوہم بعذبہم اللہ یا بدیکم) (التوبہ ۱۰۱) ترجمہ کنزالایمان: تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔

اس میں قتل کو تو مسلمانوں کی طرف متسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف عذاب دینا مبینہ قتل کرنا ہے چنانچہ دوسری جگہ اس کو صراحۃً فرمایا (فلم نقتلوہم ولكن الله قتلہم) (الأنفال ۱7) ترجمہ کنزالایمان:۔ تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔ اور فرمایا (وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی) (الأنفال ۱7) ترجمہ کنزالایمان: اور تو نے میںں پھینکی مٹی خاک کی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ عزوجل نے پھینکی۔

اس میں بظاہر قتل اور اثبات کو جمع فرمایا ہے مگر حقیقت میں یہ متحد ہے کہ نفی اس اعتبار سے ہے جس سے کہ اللہ تعالیٰ قاتل ہو اور اثبات اس اعتبار سے ہے کہ جس سے بندہ قاتل ہو اور یہ دونوں علیحدہ علیحدہ اعتبار ہیں اور فرمایا (الذی علم بالغلم علم الانسان عالم یعلم) (العلق 45) ترجمہ کنزالایمان:۔ جس نے قلم سے لکھا سکتا ہے۔ جی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ اور فرمایا (الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ الیابان) (الرحمن ۱4) ترجمہ کنزالایمان:۔ رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا۔ اور فرمایا (ثم ان علینا بیانہ) (التیسہ 19) ترجمہ کنزالایمان:۔ پھر میرے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ (افریض ما تمسون انتم نخلقونہ ام نحن الخالقون) (الواحد 58) ترجمہ کنزالایمان:۔ تو بھلا دیکھو تو وہ مٹی جو گرا کر ہو گیا تو اس کا آدم بناتے ہو یا ہم بناتے والے ہیں۔

احادیث:۔ (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمن کے فرشتے کے وصف میں فرماتے ہیں کہ وہ رحم میں جا کر لپٹے کو ہاتھ میں لیتا ہے اور اسے جسم کی صورت میں بناتا ہے اور کہتا ہے کہ اٹھی یہ موبینۃ یا عورت برابہ ہو یا نیرضا اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں جو چاہتا ہے فرماتا ہے اور فرشتہ اسی طرح بناتا ہے۔

(2) دوسری روایت میں ہے کہ فرشتہ صورت بنا کر اس میں روح پھونک دیتا ہے سعادت سے یا شقت سے

روح فرشتہ کی وجہ تسمیہ:۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ جس فرشتے کا نام روح ہے وہ وہ ہے جو جسموں میں روح ڈالتا ہے اور وہ کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہے تو اس کا ہر سانس روح بن کر جسم میں چلا جاتا ہے اس لئے اس کا نام روح رکھا گیا ہے۔

قاعدہ:۔ اس بزرگ نے جو کچھ امن نبیجے فرشتے کے بارے میں کہا ہے وہ درست ہے اہل دل نے اپنی بصیرت سے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے مگر اس کا نام روح ہونا بغیر سند قطعی کے نہیں ہو سکتا ہے بے دلیل نقلی اس کو روح کہہ دینا صرف تخمینہ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دلائل اور آیات دین و آسمان میں ذکر فرمائے۔

(۱) (اولم یکف ہر یک ان علی کل شیء شہید) (حم السجہ 53) ترجمہ کنزالایمان:۔ کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہو گا کافی نہیں۔ (اشہد اللہ لا الہ الا هو)۔ ترجمہ کنزالایمان: اور (شہد اللہ لا الہ الا هو) (کل عمران

(18) ترجمہ کنز الایمان :- اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ہن آیات میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی دلیل خود ہے اور یہ کوئی خلاف بھی نہیں اس لئے کہ استدلال کے طریقے مختلف ہوتے ہیں بہت سے طالبان حق وہ ہیں جنہوں نے موجودات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے موجودات کو پہچانا چنانچہ بعض افکار و محرم اللہ نے فرمایا ہم ہو تو زیادہ اچھا ہے نے اپنے رب تعالیٰ کو خود اسی سے پہچانا اگر وہ : ہوتا تو میں اسے ہرگز نہ جان سکتا آیت ذیل میں بھی مراد ہے۔ (ولم یکن بربک انہ علی کل شئ شہید) (حم السجدہ 53) ترجمہ کنز الایمان :- کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی ایک صفت محی (زندہ کرنے والا) بتائی ہے ایسے ہی محیت (موت دینے والا) بھی اس کی صفت ہے لیکن ان دونوں صفات کو ایک فرشتے کی طرف سپرد فرمایا۔

مناکرو دو قرشتوں کا :- حدیث شریف میں ہے کہ موت و حیات کے دونوں فرشتوں نے آپس میں مناکرو کیا۔ ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا میں زندوں کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوں حیات کے فرشتے (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو وحی بھیجی کہ میں نے جو کام تمہارے سپرد کیا ہے اسے جاری رکھو ورنہ حقیقی مارنے اور جانے والا میں خود ہوں میرے سوا نہ کوئی کسی کو مار سکتا ہے اور نہ جلا سکتا ہے۔

فائدہ :- خلاصہ یہ کہ فعل کا استعمال مختلف طریقوں سے ہوتا ہے اور اس میں تافض بھی نہیں اس کی دلیل حدیث شریف ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو خرماء عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ اسے لے لے اگر تو اس کے پاس نہ آتا تو یہ خود تیرے پاس آتا۔

فائدہ :- حدیث مذکور میں آنے کی نسبت خرماء کی طرف کی حالانکہ خرماء میں آنے کی استعداد نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ کسی نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توبہ کرتا ہوں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اس شخص سے حق پہنچا۔

فائدہ :- اس میں بھی وہی عجاز ہے کہ حقدار حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن یہاں مجازاً حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا۔

نکتہ :- جو شخص ہر شے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے تو وہ محقق ہے اس لئے کہ اس نے حقیقی حقدار کا حق پہنچا ہاں جو کسی فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرتا ہے تو وہ مجاز و استعارہ کرنا (جیسے) اہلسنت بعض افعال کی نسبت نبی کریم علیہ السلام اور اولیاء کرام کی طرف کر دیتے ہیں جیسے مد وغیرہ تو یہی مجاز و استعارہ ہے جسے امام غزالی قدس سرہ نے بیان فرمایا لیکن اسے پہلی دیکھند ہی شرک کہتے ہیں اسی سے ثابت ہوا کہ اہلسنت حق پر ہیں و لیکن الوداع



فائدہ:- مجاز کے لئے بھی ایک وجہ ہے جیسے حقیقت کے لئے ایک وجہ ہوتی ہے اس لئے کہ لغت کے واضح نے لفظ فاضل کو دراصل انخرم کرنے والے کے لئے وضع کیا ہے پھر اس نے خیال کیا کہ بعض افضل تو انسان بھی انخرم کرتا ہے اگرچہ مجازاً سہی اسی لئے اس کا اطلاق انسان کے لئے بھی روا رکھا گیا اس نے اس کی نسبت انسان کے لئے ایک وجہ سے قیدیت سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے مجاز مثلاً قل کی نسبت ماکم کی طرف مجازاً ہے اور جلد کی طرف قیدیت لیکن یہ مقدمہ اہل حق کو واضح ہوا کہ مسئلہ برعکس ہے اس لئے انہوں نے واضح لغت کو گماڑ کر فاضل کا اصل معنی اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ کوئی فعل اس کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اسی لئے اس کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ دوسروں کے لئے مجازاً۔ تم نے فیروز اللہ کے لئے حقیقی کہہ کر حقیقت سے تہلوڑ کیا اس لئے کہ انخرم کا کام صرف اللہ کا ہے۔ یہی وجہ سے جاہلیت والوں سے بھی اس کی نسبت اللہ کی طرف انتہائی کے طور پر ہو گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل جاہلیت کی تصدیق فرمادی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شعر ہوں شاعر نے کہا ہے وہ لوبید کا قول ہے۔

والا کل شیء باخلا الذ باطل۔ وکل نعم لا محالہ زائل ترجمہ ہر شے اللہ تعالیٰ کے سوا باطل ہے اور ہر نعمت لازماً زائل ہونے والی ہے۔

یعنی جو شے اپنی ذات سے قائم نہیں دوسرے کے سہارے پر قائم ہے وہ باطل کیونکہ اس کی حقیقت غیر محتاج ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قائم بذات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کہ وہ اپنی ذات کے قائم ہے اس کے لئے تمام اشیاء اس کی قدرت سے قائم ہیں اسی لئے وہی حق ہے باقی تمام باطل۔

پند حتمی ولی رحمہ اللہ علیہ:- آپ نے فرمایا کہ اے مسکین خدا تعالیٰ موجود تھا اور تو نہ تھا پھر تو ہو گا اور وہ ہو گا آج تو پیدا ہو گیا تو پھر میں کہنے لگا اب بھی تو ایسے ہو جا کہ گویا تو قیام ہے کیونکہ آج بھی وہی وقت ہے جیسے پہلے تھا۔

سوال:- اس سے ثابت ہوا کہ کل کارخانہ ایسی خیر خیر ہے تو پھر عذاب کی وعید اور ثواب کا وعدہ کیسا اور غضب الہی اور رضات کس لئے۔

جواب:- اسی کتاب (احیاء العلوم) کے باب الشکر میں ہم اس کا اشارہ کر چکے ہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی بیان ہے جو توحید سورث میں ذکر کے باب میں ہمیں بطور سوا لکھا۔ مقرر تھا اور یہ ایمان و اعتقاد رحمت و سکنت کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ توحید سے لازم آتا ہے کہ مسبب الاسباب پر نظر ہو اور وسعت رحمت پر اعتقاد کرنے سے مسبب الاسباب پر اعتقاد ہوتا ہے ہاں توکل کامل آئندہ مذکور ہو گا کہ وہ اس وقت ہی کامل ہوتا ہے جب ذات ہادی تعالیٰ شفقت پر آمادہ ہو اور مل کا اطمینان ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی اصل ہے۔ ہاں مل

کثف کے طریق پر اسباب کی صورت میں طوالت ہے ہاں خلاصہ سمجھ لیں تاکہ کسی قسم کا شک نہ رہے۔

خلاصہ صورت اسباب :- سالک ایسے تصدیق کرے کہ اس میں شائبہ ضعف اور شک نہ ہو اگر اللہ تعالیٰ تمام خلق کو سب سے زیادہ عقلمند شخص کے موافق منسلق دیتا یا سب سے زیادہ عالم جیسا علم ہر ایک کو عنایت فرماتا جس قدر ان کے نفوس میں علم سنا سنا ہوا فرماتا ایسے ہی انہیں حکمت اتنا عطا فرماتا کہ جس کی کوئی انتہا نہ ہو پھر بتائیں کہ قدرت پروردگار نے ان کے علم و حکمت و عقل کو ترقی بخشتا جاتا اور ان پر انہماک بیکار کا عمل ظاہر کرتا اور اسرار حکمت بھی ان سب کو جلا دیتا اور کیا کثف و حقیقت کے واقفیت سے بھی آگاہ فرمادیتا یہاں تک خیر و شر اور نفع و ضرر پر سب کے سب واقف ہو جاتے پھر انہیں حکم فرماتا کہ اپنے علم و حکمت کی طوالت کے مطابق ملک و حکومت کا انتظام خود چلاؤ اور وہ متفق ہو کر ایسی تدبیر کرتے کہ اس میں کمی و بیشی کا تصور نہ ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی خلیفہ و فراز ہوتا اور نہ ہی اس میں مرض یا عیب یا نقصان یا شکست یا ضرر ہوتا بلکہ کہیں یہ اشیاء ہوتیں تو وہ انہیں رفع کرتے کسی صحت و کمال و تکرر و دفع کو کسی سے داخل نہ ہونے دیتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں پیدا فرمایا ہے اسے دیکھنے لگتے تو دیکھتے ہی رہتے پھر ان میں ذرا برابر بھی نقص نہ دیکھتے۔ نیز اس کا بھی یقین ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیاء مثلاً رزق اور موت اور مریح و راحت اور مجز و قدرت اور کھنوا ایمان اور طاعت و حسین و غیور اپنے بندوں میں تقسیم فرمائیں وہ سب عدل و انصاف اور حق صریح ہے ان میں کسی طرح جو نقص نہیں اور تمام اشیاء ترتیب و ادب اور حق پر ہیں ان کی ترتیب جیسے کوئی چاہے دیکھ لے اس کا بہتر اور عمدہ نمونہ ہی نہیں اگر کوئی ممکن تھی اور اللہ نے بندوں پر تقسیم نہ کی تو یہ اللہ تعالیٰ کے اکل کا اہرام آتا ہے (دو ہولناکیاں) یہ جو نقص بلکہ ظلم ہے عدل نہیں اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ان اشیاء سے بڑھ کر چیزیں نہیں لیکن پیدا نہ ہو سکیں تو یہ اللہ پر مجز کا اہتمام لازم آتا ہے (دو ہولناکیاں) بلکہ جو کچھ بخشنے والے نے انہیں کی حیثیت سے ہے وہ انسانوں کی حیثیت کے لئے وعدہ آخرت میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔ آخرت میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ دوسرے کی نسبت کی حیثیت سے ہے نہ کہ ذاتی طور کوئی کمی ہوگی۔

مثلاً :- اسے ہوں سمجھئے کہ دن کی قدر رات سے معلوم ہوتی ہے مثلاً رات نہ ہوتی تو دن کی قدر و حرارت کیلئے معلوم ہوتی ایسے ہی اگر مرض نہ ہوتا تو صحت کی شان کیونکر معلوم ہوتی ایسے ہی اگر دوزخ نہ ہوتی تو بہشت کی قدر کیسے معلوم ہوتی ہے۔

مثلاً :- انسانوں کے قائمہ کے لئے جانوروں کو ذبح کرنا ظلم نہیں بلکہ کھل کو ناقص پر ترجیح کا اعتبار ہے اور یہی بین عدل ہے ہوں جنتیں کا مقابلہ میں دوزخیوں کو دوزخ میں رکھنا بھی بین عدل ہے کیونکہ ہاں فرض اگر یہ ناقص (جانور) کا حق پیدا نہ ہوئے تو کھل کی قدر و حرارت کیسے واضح ہوتی ہوں ہی جانور پیدا نہ ہوتے تو انسان کی شرافت کیسے معلوم ہوتی کیونکہ کھل کو ناقص کسی نسبت سے ہوا کرتے ہیں۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ کامل و ناقص کا پیدا کرنا جو حکمت کے تقاضا پر ہے جیسے ہاتھ مل جائے اسے لگانا ضروری ہے تاکہ آگے مرض نہ بڑھے تو یہ عین عدل ہے اس لئے کہ ناقص شے کا کامل پر غذا ہونا عدل ہے۔

نکتہ :- دنیوی قسمت میں بھی یہی راز ہے کہ کوئی ان میں اعلیٰ ہے کوئی ادنیٰ تو یہ بھی عدل ہے جو دستم نہیں۔ یہ بیان بھی بحر بے کنار ہے توحید کی طرح سمندر بے پایاں ہے اس میں بے شمار عقائد ڈوب گئے وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ راز مخفی ہے اسے بہت زیادہ عقائدوں (انبیاء و لوکیاء) کے موز کوئی نہیں سمجھتا ہیں اس سمندر کے پار ہی تقدیر کا راز ہے جس میں اکثر لوگ حیران ہیں اور اہل کشف کو اس کے اظہار سے روکا گیا ہے۔

فائدہ :- خلاصہ یہ کہ فیروز مردوں کی چیزیں ہیں جس کا حکم ہے وہ ہو چکا ہے وہ مثبت لیزدی پر ضرور ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ تقدیر کو بچھرنے والا کوئی نہیں اور نہ ہی اسے کوئی مل سکتا ہے (ہاں یہ تقدیر ہر دم کی بات ہے ورنہ تقدیر مطلق اور شبہ ہر دم مل جاتی ہے۔ ایسی مغرور)۔

ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے اور اس کا ہونا مدت معین نظر ہے جو شے کسی کو پہنچی ہے وہ اسے پہنچی تھی ایسا نہیں کہ وہ ایسے نہ پہنچے اور جو اسے نہیں پہنچا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔

فائدہ :- یہ رموز علوم محاشفہ جو توکل سے متعلق ہیں انہیں ہم یہاں پر فہم کرتے ہیں اور پھر علم معلولہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ (ایزہ التمشق)

## اعمال توکل

توکل کیا ہے؟ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ توکل کا مقام علم و عمل اور عمل سے بنا ہے علم کو تو ہم لکھ چکے ہیں اور عمل درحقیقت توکل اسی کا نام ہے علم اس کی اصل اور عمل اس کا ثمر ہے۔

توکل کی تعریف :- توکل کی تعریف اکثر صوفیہ کرام نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان پر ہر ایک عبارات جدا جدا ہیں غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا ہے اب توکل کی تعریف کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اہل تصوف ہر ایک کا مزاج مختلف ہے اس لئے تمام اقوال کی طوالت ہوگی اسی لئے ان سب کو نظر انداز کر کے اپنے مقصد کی باتیں لکھتا ہوں۔

توکل کا لغوی معنی :- کہا جاتا ہے کہ اس کا مادہ و کلمت ہے جس کا معنی ہے اپنا کام دوسرے کو سپرد کرنا اس پر اعتماد کر کے اپنے کام سپرد کیا جائے اسے توکل کہتے ہیں اور جو کام سپرد کرتا بڑے اسے مشکل اور متوکل کہا جاتا ہے بشرطیکہ وہ دلیل پر اس کام کا پورا اطمینان اور اس کے ساتھ کامل اعتقاد ہو اس پر جو اور اتمام کا شبہ نہ ہو۔ خلاصہ

یہ ہے کہ مکمل وکیل پر اعتدال قلبی کا نام ہے۔

مثلاً۔ اسے یوں سمجھئے کہ اگر کوئی کمزور فرب کی غرض سے کسی پر جموٹا مقدمہ کرے اور مدعا علیہ ایک شخص کو مقدمہ کے دفعیہ کے لئے مقرر کرے، جسے واضح طور مدعی کا کمزور فرب بیان کر دے تو ایسا شخص وکیل پر اعتدال کرنے والا اور متوکل کھلائے گا اس لئے کہ اس نے اس کی وکالت پر پورا اعتدال اور اطمینان کیا ہے۔

وکیل میں چار باتیں :- وکیل پر چار باتوں کا اعتدال رکھنا ضروری ہے۔ (1) وکیل میں کامل ہدایت (2) کامل قدرت (3) نہایت درجہ کی فصاحت (4) کامل و مکمل شفقت۔ ہدایت تو اس لئے کہ اس کی وجہ سے مدعی کے کمزور فرب کے مقابلت معلوم کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ مدعی کے معمولی سے معمولی اور باریک جیلے بھی وکیل سے مخفی نہ ہوں قدرت اس لئے کہ حق کی تصریح کر سکے نہ یہ کہ حاکم کے رعب سے حق بات نہ کہہ سکے بلکہ شرم و ہزول اور حیاء سے بعض باتیں نہ بتا سکے کیونکہ بعض مواقع پر موافق کی وجہ سے حق کے اظہار سے دل کمزور ہو جاتا ہے تو بات بتانے سے رو جائی ہے۔

فصاحت اس لئے کہ یہ بھی من وجہ قدرت ہی ہے لیکن یہ قدرت اسلیٰ نہیں کہ جس بات کے اظہار کے لئے دل جرات کرے یا اس کی رہبری کرے۔ زبان اسے اچھی طرح بیان کر سکے ہم نے قلب کی بات اس لئے کی ہے کہ جو شخص زبان کی قدرت ہو رکھتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ مخالف کے کمزور فرب کو بھی پورے طور پر سمجھتا ہو اور صرف زبان کی فصاحت سے اس عقدہ کو حل کر سکا ہو۔ شفقت اس لئے کہ وکیل سے حتی الامکان بڑھتا ہو سکے اپنے متوکل کے لئے جدوجہد کرے گا اس لئے صرف مقدمہ لانے کی قدرت کافی نہیں جب تک کہ وکیل کو متوکل کے حل پر مکمل طور پر شفقت نہ ہو اور اس کے کام کے لئے پورے طور پر دل نہ لگائے۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ مدعا علیہ جیت جائے گا۔ ہر جیت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وکیل اپنی طرف سے متوکل کے کام امکانی صورت صرف کر دے۔

فائدہ :- متوکل کو اگر وکیل کے متعلق ان چاروں میں سے کسی ایک کے متعلق شک ہوگا تو کام نہ مہنے گا کیونکہ متوکل ہر وقت وکیل کے بارے میں متروڑ رہے گا اور نہ ہی وکیل پر کامل اطمینان ہوگا پھر اس خیال میں پھنسا رہے گا کہ کسی طرح وکیل کی وہ کی دور ہو تاکہ مدعا علیہ کا غلبہ نہ ہو جائے جس قدر بھی متوکل کو وکیل کی ان چاروں باتوں میں سے یقین ہوگا اتنی ہی اعتدال و اطمینان پڑے گا۔

قائدہ :- چونکہ عوام کا اعتدال و اعتدال اور غم کی قوت و ضعف میں مختلف ہوتا ہے اسی لئے ضروری ہے کہ متوکلین کے اعتدال و اطمینان و اعتدال میں بھی بہت بڑا فرق ہو گا کہ یہاں تک کہ متوکلین کو یقین کلی نصیب ہو یہاں تک کہ اس میں فوہ برابر بھی شک نہ رہے۔

مثلاً :- اگر وکیل اپنے متوکل کا پاپ ہو جو ہر طرح کے حلال و حرام میں بیٹے کیلئے دوڑا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے

کو مکمل شفقت و عنایت کا یقین ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتوں میں سے تعلق ہو جائے گی اسی طرح اور خصلتیں بھی تعلق ہو سکتی ہیں مثلاً مدت سے کسی کو دکھت کرتے دیکھا یا لوگوں سے متاثر نہ کر لانا غصہ پیدا کرنا غرض تقریر اور زہدیت بولنے اور حق والے والا ہے بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے میں اہمیت پر جو دیتا ہے۔

فائدہ :- جب اس مثل کو سمجھ لیا تو اسی پر خدا تعالیٰ عزوجل کے لیے توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہئے یعنی اگر کسی کے دل میں کشف سے یا پختہ اعتقاد سے یقین ہو جائے کہ فاضل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جیسا کہ اس کی تقریر اور گزری اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد کرے کہ خداوند قدوس بخود کامل خوب جانتا ہے اور ان کی کفایت کیلئے قدرت کامل رکھتا ہے اور اس کی رحمت کامل اور عنایت شامل تمام بندوں پر برابر ہے رحمت کامل اور عنایت شامل تمام بندوں پر برابر ہے اس کی عنایت و رحمت کے سوا جو مجھ پر ہے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت میں بے شک اس کا دل صرف خدا تعالیٰ پر توکل کرے گا دوسرے کی طرف توجہ بھی نہ کرے گا۔

بلکہ جب کوئی حرکت یا قدرت کا ذکر کرے گا تو اپنے نفس کی طاقت و قدرت کا بھی لحاظ نہ کرے گا۔  
(الاحول ولا فوة الا بالله) (ترجمہ) نہیں ہے طاقت گناہ سے باز رہنے کی اور نہ زور حملت کرنے کا مگر خدا تعالیٰ عزوجل کی مدد سے) کیونکہ ہر قوت و طاقت خدا تعالیٰ کی عطا سے ہے حول سے مراد حرکت ہے اور قوت سے مراد قدرت اگر کوئی اپنے نفس میں یہ حالت نہ پائے تو اس کے دو سبب ہیں یا تو یہ کہ ان چاروں باتوں میں سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض بڑھلے اور وہاں فائدہ کے سبب کئی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یقین میں کچھ نقصان نہیں ہوتا مگر وہم کی ابتلا اور فریاد واری سے دل میں کئی آجاتی ہے مثلاً کوئی غصہ شدہ کھاتا ہو اور اس سے کہہ دیا جائے کہ یہ تو پختہ کی صورت ہے تو اس کی طبیعت بعض اوقات ایسی نفرت کرے گی کہ اس کا کھانا دھار ہوگا اور اگر سمجھدار اسے کھا جائے کہ مہرے کے پاس قبر میں یا بستر پر یا کوٹھڑی میں لیٹ جائے تو اس کی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین سے جانتا ہے کہ یہ مہرے اور بافضل جملہ کی طرح ہے جس و بے حرکت ہے اور خدا تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اب اس کو زندہ نہیں فرمائے گا اگرچہ زندہ کرنے پر قادر ہے جس طرح ہے اس کا دستور ہے کہ کتاب کے ہاتھ کے تھم کو سناپ نہیں کدیتا ملی کو شیر کرے اگرچہ ان کے مناب اور شیر مٹا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ بخود دیکھ مائل کو اس پر یقین ہے اسے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں مگر اس کی طبیعت میت کے ساتھ بستر یا بند کوٹھڑی میں تھارہنے سے نفرت کرتی ہے اگرچہ اور تمام جنات سے نفرت نہیں کرتی اور یہ دل میں ایک بڑھلی کی علامت ہے بلکہ ایک جسم کا ضعف ہے کہ جس سے بت سے لوگ ضعیف حال ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ اس کا ضعف ہر ایک میں ہوتا ہے یہی ضعف کبھی زیادہ ہو کر مرض بن جاتا ہے حتیٰ کہ انسان گھر میں دوڑاڑے کو خوب بے کر کے تما نہیں سوتا بہر حال۔

توکل کی کاملیت :- توکل کے کامل ہونے کو دل اور یقین کی دونوں کی قوت چاہئے۔ انہیں دونوں کی قوت سے

دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہے دل میں قرار اور جڑ ہے اور یقین دوسری چیز یقین ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ اطمینان نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلقی قرآن مجید میں ہے۔

(فال اولم نومن فال ہللی وکن لیطمئن قلبی) (البقرہ 260) ترجمہ کنز الایمان :- فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں کرے یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ زندہ کرنا میت کا انہیں دکھایا جائے تاکہ میرا یقین محکم ہو اس لئے کہ نفس خیال کے تابع ہوتا ہے اور اسی سے اس کا اطمینان ہوتا ہے اور یقین سے ابتداء مطمئن نہیں ہوتا پس رفتہ رفتہ پادار و جب نفس اطمینان کا پانا ہے لیکن شروع میں مرتبہ ضعیف پانا اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کو یقین نہیں ہوتا جیسے تمام ادیان ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور نصرانیت پر اطمینان ہے مگر یقین دونوں میں سے کسی کو ضعیف غلبہ ظن اور من بھائی ہمت پر چلتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہدایت (جو یقین کا سبب ہے) پہنچ چکی مگر وہ اس سے منحرف رہتے ہیں۔

فائدہ :- برہنہ اور جرات انسان کی فطرت میں داخل ہیں ان کے ہوتے ہوئے یقین مفید نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی توکل کا ایک سبب مختلف ہے جیسے کہ چاروں خصلتوں پر یقین کا کم ہونا ایک سبب ہے۔

اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر اعتماد حاصل ہو جاتا ہے وراثت ہے۔

فائدہ :- تورات میں ہے کہ جو کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہے۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بدلوں سے عزت چاہے اسے خدا تعالیٰ ذلیل کرتا ہے۔

فائدہ :- جب توکل کا معنی معلوم ہو گیا اور وہ حالت جس کا نام توکل ہے سمجھ گئے تو اب جانتا چاہے کہ اس حالت کی قوت و ضعف کی وجہ سے توکل تین درجے ہیں۔

(1) ہم نے ابھی ذکر کیا کہ بندے کا مل توکل اور اعتماد و کفایت و حمایت الہی پر ایسا ہو جیسے منوکل کو دیکل پر اعتماد ہوتا ہے۔

(2) یہ پہلے سے قوی ہے۔ وہ یہ ہے کہ منوکل کا مل خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے ہو جیسے بچے کا مل ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ سوائے ماں کے اور کسی کو نہیں پہچانتا اور سوائے اس کے اور سے دلو فریاد نہیں کرتا اسی پر اعتماد کرتا ہے اگر اسے دیکھتا ہے تو دامن سے لیت جاتا ہے اور اسے نہیں چھوڑتا اگر اس کے پیچھے کوئی ہات اس پر پیش آتی ہے تو پہلے ماں کو پکارتا ہے اور پہلے اس کے دل میں اسی کا خیال آتا ہے کیونکہ اس کا ملکاں ماں تک ہے اور اس کو ماں کی شفقت اور کفایت و حمایت کا ایسا یقین ہے جس کا بیان قسم کے اور اک سے نہیں سو سکتا جتنا قیصر اسے حاصل ہے اس سے اسی کو سمجھتا بدھتا ہے اور یوں ممکن ہے کہ یہ امر طبی ہے اس لئے کہ بچے سے ان علاقوں کا اگر مقابلہ کیا

جائے تو وہ نہ ایک تفصیل بیان کر سکے گا نہ ان کی تفصیل اپنے ذہن میں حاضر کر سکے گا لیکن یہ سب باتیں اور اک سے ملواریں جو شخص کہ دل سے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گا اور نظر اور احوال اس پر رکھتا ہو گا تو وہ خدا تعالیٰ کا محبوب صادق ہو گا جیسے بچہ اپنی ماں کا دلدادہ ہوتا ہے اور وہی واقع میں اللہ تعالیٰ پر متوکل ہو گا کیونکہ بچہ بھی اپنی ماں پر متوکل رہتا ہے اور فرق ان دونوں درجے میں یہ ہے کہ اس درجے والا ایسا متوکل ہے کہ اپنے توکل میں خود توکل سے بھی بے خبر ہے یعنی اس کا دل توکل اور اس کی حقیقت کی طرف متوجہ نہیں بلکہ صرف جس پر توکل ہے اسی کی طرف التفات رکھتا ہے اور اس کے دل میں اس کے سوا اور کسی کی مصلحت نہیں اور دوسرے درجے والا تکلف اور کسب سے متوکل ہے اسی لئے اپنے توکل سے بے خبر نہیں۔ یعنی اس کو توکل کی طرف التفات ہے اور اس کو سمجھتا ہے اور یہ اس بات کا مانع ہے کہ صرف خدا تعالیٰ پر نظر ہو۔

لفظ سہل مستری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ :- اسی درجہ اول کی طرف اشارہ حضرت سہیل شہزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں اشارہ میں ہے کہ جب ان سے کسی نے پوچھا کہ توکل کا ادنیٰ مرتبہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ آرزوی کا ترک کرنا پھر مسائل نے پوچھا کہ لوسط درجہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ دوسرے درجے کی طرف اشارہ فرمایا اور اعلیٰ درجہ پوچھا گیا تو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اس کو وہی چاہتا ہے جو لوسط درجہ پہنچ جاتا ہے تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات میں خدا تعالیٰ کے سامنے ہیما ہو جیسے مردہ سلائے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنی متوکل خود کو مردہ سمجھے جسے قدرت ازلہ حرکت دیتی ہو جیسے سلائے والے ہاتھ مردے کو حرکت دیتا ہے اور وہ ہیما ہوتا ہے جس کا یقین اس بات پر قوی ہو کہ حرکت دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا جاری کرنے والا وہی ہے اور یہ تمام چیزیں جبراً پیدا ہو جاتی ہیں پس ہیما شخص میں انتہاء میں رہے گا کہ مجھ پر کیا چیز آئے گا اور پھونکنے سے اس بارے میں سمجھتا ہو گا کہ وہ اپنی ماں سے فریاد کرتا اور دامن میں لپٹ جاتا ہے اور اس کے پیچھے دوڑتا ہے اور یہ ایسے بچے کی طرح ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر خود فریاد نہ کرے گا تو ماں اس کو دھونڈے گی اور اگر اس کے دامن سے نہ لپٹے گا تو وہ خود اٹھالے گی اور اگر اس سے دودھ نہ مانگے گا تو وہ خود پلانے گی یہ مقام توکل تک اس بات کا متقاضی ہے کہ متوکل خدا تعالیٰ کے کرم اور عنایت پر اکتفا کر کے دعا اور سوال ترک کر دے اس نظریہ سے کہ وہ بلا سوال افضل چیز عطا فرمائے گا کیونکہ اس نے بہت سی نعمتیں سوال اور دعا سے پہلے بے استحقاق دے رکھی ہیں اور دوسری مرتبہ متقاضی ترک دعا کا خدا تعالیٰ سے نہیں بلکہ دوسرے سے سوال نہ کرنے کا متقاضی ہے۔

سوال :- ان احوال کا کوئی وجود بھی ہے یا نہیں۔

جواب :- ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ ان کا وجود مل تو میں مگر بہت کم اور دکیلب ضرور ہے جن میں دوسرا اور تیسرا تو حکم قطعاً ہے اول درجہ زیادہ تر ممکن الحصول ہے اور دوسرا تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اس کا دوام اور بھی دشوار

ہے بلکہ تیسرا درجہ تو دوام میں ایسے ہے جیسے خوف کی زردی آئی اور گئی اس وجہ سے کہ دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت اور قدرت اور دوسرے اسباب سے ایک امر طبعی ہے اور اس کا رکنا ایک امر عارضی ہے جیسے خون کا چاروں طرف پھیلنا امر طبعی ہے اور اس کا رک جانا عارضی ہے۔ خوف کا یہی معنی ہے کہ خون ظاہر چہرہ سے باطن کی طرف سٹ جائے یہاں تک کہ ظاہر چہرہ سے وہ سرخی جو چہرہ کے باریک پردے میں سے جھلکتی تھی باقی رہے اور چہرہ خود ایک باریک پردہ ہے جس میں سے خون کی سرخی کی دھک محسوس ہوتی ہے خون کا سٹنا لازماً زردی لائے گا مگر یہ ہمیشہ نہیں رہے گا اسی طرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کی طرف سے سٹ جانا اور ان کو نظر انداز کرنا اور اسباب ظاہری پر التفات نہ کرنا ہمیشہ نہیں رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسے ہے جیسے زردی والے کی زردی کہ وہ کبھی ایک دو روز نصرتی اور درجہ اول کا دوام مشابہ اس بیمار کی زردی کے ہے جس کا مرض پرانا ہو گیا ہو۔ اس کا ہمیشہ رہنا بھی وشوار نہیں نہ جاتا رہتا بھی بعید ہے۔

سوال :- ان مقامات میں انسان کو کوئی تعلق اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ رہتا ہے یا نہیں۔

جواب :- تیسرے مقام میں تو سرے سے تدبیر نہیں رہتی جب تک کہ حالت مذکورہ باقی رہتی ہے بلکہ اس حالت والا حیرانوں کی طرح رہتا ہے اور دوسرے مقام میں اور کوئی تدبیر نہیں ہوتی مگر خدا تعالیٰ سے فریاد کرنا اور دعا و سوال سے اس کی طرف التجا رہتی ہے جیسے بچہ اپنی ماں سے صرف پیار کا تعلق رکھتا ہے اور مقام اول میں نہ تدبیر نیست و تاہود ہو جاتی ہے نہ اختیار ختم ہو جاتا ہے یہاں بعض تدبیرات باقی رہتی ہیں جیسے موکل اپنے وکیل پر اعتماد کر کے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے متعلق ہوں نہیں کرتا مگر جو تدبیر اس کا وکیل بتاتا ہے یا اپنے آپ اس کی علت و تجربہ سے معلوم ہے اسے عمل میں لاتا ہے مثلاً وکیل نے کہا کہ جب تو موجود ہوگا اس وقت میں مقدمہ کی بیرونی لافنا کدوں کا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی کوشش کرے گا اور یہ امر خلاف توکل نہیں یعنی اس میں یہ بات نہیں کہ وکیل سے منحرف ہو کر صرف اپنی قدر باہزت کی تدبیر اختیار جہت میں اعتماد کیا ہو بلکہ یہ توکل کی تحصیل میں سے ہے کہ جو کچھ وکیل اس کے لئے مناسب جان کہ کہہ دے وہی عمل میں لائے مگر اس پر متوکل نہ ہوتا اور اس کی بات پر اعتماد نہ کرتا تو اس کے کہنے سے کیوں حاضر ہوگا۔

مثلاً :- جو امر کہ علت سے وکیل کو معلوم ہو اس کی مثل یہ ہے کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ میرا وکیل طرف ثانی سے بلادستویز نہیں لڑتا تو اس کا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی علت کے واقف ہونے کے بعد اسی کے مطابق پابند ہو اور بلادستویز دفتر میں جائے کے وقت ساتھ لے جائے غرضیکہ اول صورت میں خود حاضر ہونا اور صورت دوم میں دستویز لے جانا داخل تدبیر ہے مگر ان میں سے کسی کو چھوڑ دے گا تو اس کے توکل میں نقصان نہ ہوگا تو ان دونوں تدبیروں کی بجاآوری کیسے توکل میں باعث نقصان ہو سکتی ہے یہاں وکیل کے اشارے پر بموجب خود حاضر ہونا یا اس کی علت سے واقف ہو کر دستویز کا ساتھ رکھنا اور پھر اس کی محنت اور طرف ثانی سے غور کے ساتھ بات سننا



بعض لوگ ملت مقام دام اور سوم پر بھی پہنچا دیتا ہے یعنی مقدمہ کی تیاری کے وقت ہی موت اور حرم ہو جاتا ہے کہ دیکھئے کیا ہو اور اپنی طاقت و قوت پر کوئی احمق نہیں کرتا اس پر احمق صرف اسی وقت تھا کہ چلا آیا اور دستبرد ساتھ لے آیا اور اب وہ وقت آ پہنچا کہ اس میں صرف نفس کا اطمینان اور اعتقاد وکیل پر رہ گیا اور اس بات کا اعتقاد کہ میرے حق میں کیا ہوا اب اگر اس بات پر خود کیا جائے تو تمام اعتراضات توکل کے بارے میں مٹا دیے جاتے ہیں۔

فائدہ:- توکل کی کچھ یہ شرطیں نہیں کہ انسان ہر لمحہ اور کام چھوڑ دے کوئی بھی تدبیر اور کام کرنے نہ پائے توکل کے ساتھ کوئی درست ہی نہیں بلکہ جائز ہونا بعض کاموں پر ناجائز ہونا بعض امور کا توکل میں تفصیل کے ساتھ ہے مقرب اہل توکل میں اس کا بیان ہو گا۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ اگر متوکل ہوا کہ وکیل یا اس کی علوت کی واقعیت کی وجہ سے خود حاضر ہوا یا دستبرد ساتھ لے آئے تو یہ امر مخالف توکل نہیں اس لئے کہ یہ تو اسے معلوم ہے کہ اگر وکیل نہ ہوتا تو میرا آنا اور دستبرد لانا بیکار تھا بلکہ انا درد مرہ اس سے کوئی کام نہ ہوتا یعنی من دون ہوں کامنہ ہونا اپنی تدبیر کی وجہ سے نہیں جانتا بلکہ اس نظریہ سے کہ وکیل نے اس کو مقدمہ لڑنے کے لئے اپنے ساتھ رکھا ہے اور اس نے یہ امر اس کے اشارے یا علوت سے معلوم کر لیا ہے یہ بھی من کو مفید جانتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کی طاقت و قوت صرف وکیل کی وجہ سے ہے مگر وکیل کیسے لے لے یہ کہ کہنا اس کا سنی کامل نہیں جانتا اس لئے کہ وکیل اس کی طاقت و قوت کا خالق نہیں بلکہ وکیل نے اس کی طاقت و قوت کو یعنی دونوں ہاتھ نہ کر کے مفید کیا اگر وہ ایمان نہ کرتا تو وہ مفید نہ ہوتا بلکہ یہ کہ حق خدا تعالیٰ کی شان میں صلوات ہے کہ وہ طاقت و قوت کا خالق ہے جیسے کہ اس کی تقریر بیان توحید میں گزری اور اسی نے من دونوں کو مفید بھی بنایا کہ من کو شرط من فوائد و مقاصد بنا دیا جن کو من دونوں کے بعد پیدا کرے گا۔

فائدہ:- اس سے معلوم ہوا کہ کہ لا حول ولا قوۃ لہما ہے شک و تردید اور شک ہے پس جو من امور کا مشاہدہ ان الفاظ سے کرے گا اسے وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مبارکہ میں آیا ہے ہوگا ورنہ چاہے جو ہوتا ہے کہ انا ثواب سب کا سب اسے الفاظ بتے جو زبان پر سوا سے گزر جائیں اور من کے معنی کامل میں آسانی سے اعتقاد آجائے کس طرح مانے اور جب معلوم ہو کہ یہ ثواب اس مشاہدے کا ہے جو ہم نے توحید کے ذکر میں بیان کیا ہے تو تعجب نہیں رہتا اور نسبت اس کی کل کا کل (لا الہ الا اللہ) اور اس کے ثواب کی طرف ایسی ہے جیسے ایک کلمے کے معنی کو نسبت ہے اور دوسرے کلمے کے معنی کی طرف یعنی (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) میں تو صرف دو چیزیں ہیں جل و قوت ہی کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور (کل لا الہ الا اللہ) میں تمام چیزوں کی نسبت اس کی طرف ہے تو ہر فرق کل چیزوں اور دو چیزوں کی نسبت اس کی طرف ہے وہی فرق من دونوں کلموں کے ثواب میں بھی ہے اور نیز اس کا ہم نے پہلے لکھا ہے کہ توحید و عبادت اور دھرم کو سمجھنا ہوتی ہے

دیسے ہی بہ کلمہ اور تمام کلمات بھی انہیں ہماروں چیزوں کو منتہن ہیں۔ اکثر لوگ صرف دو پوست کے پاند ہیں  
 سطروں کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ اس حدیث شریف میں اسی طرف اشارہ ہے (من قال لا الہ الا اللہ صادقاً من  
 قلبہ مخلصاً وجبت لہ الجنۃ) ترجمہ جو شخص کے لالہ کا لالہ اپنے دل سے سچا اور مخلص ہو کہ اس کو جنت  
 واجب ہے۔)

اور جن حدیث شریف میں صدق و اخلاص کی قید نہیں وہاں مطلق سے مقید ہی مراد بعض جگہ  
 مغفرت کو ایمان اور عمل صلح کی طرف متسوب کیا ہے اور بعض جگہ پر صرف ایمان پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ میں  
 ایمان سے مطلق مراد نہیں بلکہ مقید یہ عمل صلح مراد ہے اس لئے کہ سلطنت اخروی ہانوں سے نہیں ملتی  
 زبان کا بلا بات ہے اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہے مگر وہ نفس کی بات ہے مگر صدق و اخلاص اور چیز ہے کہ نہ  
 زبان کی صحت ہے نہ نفس کی صحت اور تخت سلطنت صرف مقررین کے لئے بچھا دیا جائے گا اور وہ اخلاص والے  
 حضرات ہیں ہاں جو لوگ کہ اصحاب یمن سے ان کے نزدیک رہے ہوں گے ان کو بھی خدا تعالیٰ کے یہاں درجہ  
 ملیں گے سورۃ واقعہ میں سابقین کا ذکر فرمایا تو سرے کا ذکر بھی ساتھ فرمایا۔

(علی سرور موصوفہ متکین علیہا متغافلین) (الوافد 1516) ترجمہ کنز الایمان :- جزو تختوں پر ہوں گے ان پر  
 تکیہ لگائے ہوئے آئے ساتھ۔

اور جب اصحاب یمن کی باری آئی تو اور کچھ نہیں بیان کیا صرف کھائے پینے دیکھنے اور لالچ کی لذت بیان کیں  
 جیسے میوے اور پانی اور سلیہ اور درختوں اور خوروں کے بیان فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ لذت تو بہائم کو بھی پیشہ رہتی  
 ہیں پھر کمال لذت بہائم اور مکمل وہ سلطنت قائم اور جو رب العالمین میں رہتا رہتا۔ اگر ان لذت کی کچھ قدر ہوتی  
 تو بہائم کو نہ ملتی اور فرشتے ان سے محروم نہ کئے جاتے نہ ان کا درجہ بہائم سے بڑھ کر ہوتا بہائم کو یہ سب کچھ میسر  
 ہے وہ بہائم میں پھرتے ہیں پانی کے چشموں کی اور درختوں کی بارہ دیکھتے ہیں تمام اقسام کی غذا کھاتے ہیں نہ اور ہلا  
 آپس میں دلی کا سلسلہ کرتے ہیں تو یہ سب لذتیں اعلیٰ اور اشرف اس بات کے لائق ہیں کہ اہل کمال کے نزدیک  
 فرشتوں کے احوال پر ان کو ترجیح ہو اور وہ یہ جانیں کہ جیسے فرشتے قرب الہی سے خوش رہتے ہیں ویسے ہم نہ ہوں  
 بہائم کی طرح ان لذات میں جلا ہوں یہ مکمل ہو سکتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جائے کہ تم گدھے ہو جاؤ یا  
 حضرت جبرائیل علیہ السلام کے درجے میں ہو جاؤ وہ گدھے کا درجہ فرشتے کے درجے پر کیسے اختیار کرے گا اور یہ  
 بھی ظاہر ہے کہ جو چیز کسی کے مشابہ ہوتی ہے وہ اسی کی طرف کھینچی ہے مثلاً جس کا میلان کشش دوزی کی طرف بہ  
 نسبت محرومی کے زیاد ہو گا وہ اپنے جوہر کی مد سے کشش دوزی کی طرف بہ نسبت لذت ملائکہ ملا کے زیاد ہو گا وہ بہائم کا  
 مشابہ زیاد ہو گا ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اولئک کا لانعام بل ہم اصل) (الاعراف 199) ترجمہ  
 کنز الایمان :- وہ چیزیں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گرام۔

ان لوگوں کو اصل (گمراہ) اس لئے فرمایا کہ جالوروں کو فرشتوں کے درجہ کی تلاش نہیں رہ تو اس سے مجبور ہیں اور انسان میں قوت اس کی طلب کی استعداد ہے جو شخص کسی مکمل کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور نہ کرے وہ بے شک مذمت کے زیادہ لائق ہے اور عاجز کی بہ نسبت گمراہ ہونے میں زیادہ ہے۔

فائدہ :- یہ متفقہ چونکہ جملہ معترضہ کے طور پر آگئی اس لئے ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم کلمہ لا الہ الا اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا معنی لکھ چکے ہیں جو کوئی انہیں بدین مثلیہ کے غیر کے اس پر توکل کا حل تصور نہیں میں اگر کوئی کہے کہ

سوال :- (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) میں صرف دو چیزوں کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہے اب اگر کوئی یوں کہے کہ آسمان و زمین کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اس کا ثواب بھی (لا حول) کے برابر ہے یا نہیں۔

جواب :- اس کا ثواب کما نہیں اس لئے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا ہے اور پہلی دونوں میں کوئی مساوت نہیں کیونکہ اگر کوئی حل و قوت کو مجازاً چھوٹا کہے اور آسمان و زمین کو بڑا تو جو جسم میں آسمان و زمین بڑے ہیں مگر ان کی بڑائی ایسی ہے جیسے کہا کرتے ہیں کہ عقل بڑی ہے یا بیہوش اور یہ ہر ایک جانتا ہے کہ زمین و آسمان توہیں کی طرف سے نہیں بلکہ وہ دونوں خدا تعالیٰ کی پیدائش سے ہیں مگر حول و قوت کا معاملہ ایسا مشکل ہے کہ معترضہ اور فلاسفہ اور بہت سے گمراہ جن کو دعویٰ اپنی باریک بینی اور عقل اعلیٰ سے سب اس میں دنگ ہیں۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑی مملکت اور خطہ کی جگہ اور لغزش کا مقام ہیں بہت سے لوگ اس میں اسی لئے جہ ہوتے کہ اپنے لئے ایک امر ثابت کیا حالانکہ یہ توحید میں شرک ہے اور سوائے خدا تعالیٰ کے دوسرا خالق ٹھہراتا ہے جو شخص اس دواوی کو خدا تعالیٰ عزوجل کی توفیق سے طے کرتا ہے اس کا رتبہ عالی اور درجہ بلند ہوتا ہے اور وہی کلمہ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) کی تصدیق کرتا ہے اور ہم لکھ آئے ہیں کہ توحید میں دو گھڑیاں بڑی ہیں (۱) دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب اور چاند و ستاروں اور ابر اور بارش اور تمام مخلوقات کا (۲) نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونوں میں سے بڑا اور پر خطر ہے گویا کہ یہ توحید کا راز ہے اسی لئے اس کلمے کا ثواب بڑا ہے یعنی ثواب اس مشاہدہ کا جس کا ترجمہ یہ کلمہ ہے۔

خلاصہ :- اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ توکل کا حل یہ ہے کہ اپنی حل و قوت سے ہٹ کر واحد مطلق پر توکل کرنا اور یہ بات اہل توکل کی تفصیل میں ناگزیر پر واضح ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

(توکل میں مشائخ و اسلاف کے اقوال)

یہ اس لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ کسی نے فرمایا وہ سب ہماری اس تقریر میں یعنی توکل کے

تین درجات میں شامل ہے اور ہر ایک کے قول میں بعض حالات کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ (۱) ابوسویٰ دینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت یزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ توکل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ ہمارے ساتھی تو یوں کہتے ہیں کہ اگر بالفرض سناپ اور بچھو کسی کو داہنے اور بائیں سے گھیر لیں تو اس سے باطن میں کچھ جنبش نہ ہوا آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی کے قریب ہے مگر بالفرض اگر اہل جنت رحمت میں مزے اڑاتے ہوں اور دوزخ والے عذاب میں گرفتار ہوں اور توکل والا ان دونوں میں تمیز کرے تو وہ توکل سے باہر ہو جائے گا۔

(فائدہ)۔ حضرت ابوسویٰ کا قول تو سب سے بہتر حال توکل ہے یعنی آپ تیسرے مقام بیان فرماتے ہیں اور حضرت ابویزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول عمدہ انواع علم کا مشعر ہے جو دراصل توکل کی ہے یعنی علم حکمت الہی اور یہ کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے کیا وہی ہونا چاہئے اصل عدل و حکمت کے لحاظ سے اہل جنت اور دوزخ میں کوئی فرق نہیں اور یہ علم فطرت حق ہے اور اس سے بڑھ کر راز تقدیر ہے۔ حضرت ابویزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بجز اعلیٰ مقامات اور افعالی درجات کے کچھ کم فرمایا کرتے تھے اور توکل کے مقام اول میں یہ شرط نہیں کہ ساتھیوں سے نہ احتراز کرے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار میں ان کی راہیں بند فرمائی تھیں اگر یہ توکل کے خلاف فعل ہوتا تو آپ کیوں کرتے لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف پاؤں سے سناپ کے مل بند کر دیئے ہوں اور باطن میں تفسیر نہ کیا ہو یا صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفس نفیس کی تکلیف نامناسب جان کر ایسا کیا ہو اپنے لئے تو نہیں کیا تھا اور توکل باطن کے اس تغیر سے چلا جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے لئے توکل میں اس طرح کی تدابیر کو سمجھنا نفس ہے مگر ہم آگے نکلیں گے کہ اس جیسی باتیں بلکہ اس سے آزاد بھی خلاف توکل نہیں کیونکہ باطن کی گھیر ساتھیوں سے داخل خوف ہے اور متوکل کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرے جس نے ساتھیوں کو مسلط کیا ہے کیونکہ ساتھیوں کی حرکت و قدرت بغیر خدا تعالیٰ کے کچھ نہیں اگر احتراز کرے تو تکلیف اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نہ کرے بلکہ خالق کی حول و قوت پر سارا کرے۔

(۲) حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے توکل کو پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ علیحدہ ہونا ادب اب سے اور قطع کرنا اسباب کا

(فائدہ)۔ ادب اب سے علیحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کی طرف ہے اور قطع اسباب سے اشارہ اہل کی طرف ہے اس میں حل کے متعلق صریح لفظ کوئی نہیں اگرچہ ضمناً حل کی تعریف پائی جاتی ہے پھر ذوالنون سے عرض کیا گیا کہ کچھ اور فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نفس کو عبودیت میں ڈالنا اور اسے عبودیت سے خارج کرنا۔ (فائدہ)۔۔۔ حول اور قوت سے قطع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(3) حمدون مجھ سے حل توکل پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر کسی کے پاس دس ہزار درم ہوں اور اس پر صرف ایک شیلی قرض ہو تو وہ اس سے بے خوف نہ رہے کہ سر جہاؤں گا اور یہ قرض گردن پر رہے گا اس پر اگر دس ہزار درم قرض ہو اور اس کے لوائے کچھ گھر پر نہ ہو تو خدا تعالیٰ سے اس کی لوائگی سے ناسید نہ ہو۔

(فائدہ)۔ اس میں اشارہ صرف وسعت قدرت الہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدوریت کیلئے اسباب ظاہر کے علاوہ اسباب خفیہ بھی ہیں۔

(4) حضرت ابو عبد اللہ قرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے توکل کے متعلق پوچھا کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر عمل میں خدا تعالیٰ سے متعلق رہنا پھر سائل نے پوچھا کہ اور کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کی طرف موصل ہو اسے چھوڑ دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو کنفل سمجھنا۔

(فائدہ)۔ اس کا جملہ اول تو تین مقاموں کو عام ہے اور دوسرا جملہ مقام ثالث کی طرف اشارہ ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تساری طرف نہیں کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی درخواست کا آپ کی حفاظت کیلئے ایک سبب تھا جو دوسرے سبب کی طرف متغنی تھا آپ اس کو اس اعتدال سے ترک کر دیا کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حفاظت کیلئے مسخر فرمائے گا یعنی اس کام کا خود ہی تکفل ہوگا لیکن یہ حل اس حیران کا ہوتا ہے جو اپنے نفس سے خدا تعالیٰ میں استعراق کی وجہ سے بے خبر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے۔ ایسے حضرات کا وجود بہت کم بلکہ مشکل ہے اور دوام بشرط وجود اور مزید مشکل۔

(5) حضرت ابو سعید خزاز فرماتے ہیں کہ توکل دو چیزوں کا نام ہے 1۔ اضطراب بلا سکون 2۔ سکون بدون بلا اضطراب۔

(فائدہ)۔ اس سے ان کی مراد غالباً مقام ثانی ہے۔

یعنی سکون بلا اضطراب سے مراد سکون اور اعتدال وکیل پر بلا تردد ہونا اضطراب بلا سکون میں اشارہ ہے کہ التجا اور نفس فریاد صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سوچے پھر صرف مہ کی طرف مضطرب رہتا ہے اور اس کا دل اس کی مکمل شفقت پر مطمئن ہوتا ہے۔ (6) ابو علی دہقان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ توکل تین درجہ رکھتا ہے (1) توکل (2) تسلیم (3) تقویٰ۔ توکل تو خدا تعالیٰ کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہے اور تسلیم والا اس کے جانتے پر کفایت کرتا ہے اور تقویٰ والا اس کے حکم پر راضی ہوتا ہے۔

(فائدہ)۔ اس میں اشارہ اس طرف اشارہ ہے کہ توکل کا دیکھنا لحاظ اس شخص کی طرف ہے جس کو دیکھا ہے درجہات مختلف رکھتا ہے علم تو اصل ہی اور وعدہ اس کا تابع ہے اور حکم وعدہ کے بعد ہوتا ہے اور دیکھا توکل کے دل پر ان میں سے کسی نہ کسی لحاظ غالب رہتا ہے۔

(فائدہ)۔ مشائخ کے اقوال توکل کے حقیقی معنی میں طوائف ہے۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں اس کی حقیقت

حل جو کچھ تھی ہم نے واضح کر دی گئی اتنا کافی ہے۔

متوکلین کے اعلیٰ :- علم مورث حل کا ہوتا ہے اور حل مورث اہل بعض جہلی صوفیہ کا مگن ہے کہ توکل کا معنی ہے کہ نہ بدن سے کوئی کام کرے نہ دل سے کوئی فتنہ اور نہ زن پر پٹے پکڑے کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح بڑا دے اور یہ مگن جاہلوں کا ہے اس نے لے یہ تو شرعاً حرام ہے اور شرع میں متوکلین کی تعریف مذکور ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو امر حرام ہے اس کے کرنے سے کوئی رنجیدہ عقل تعریف حاصل کر لے یہاں ہم اس کی تحقیق لکھتے ہیں اور امرواقی اس بارے میں جو کچھ حق ہے مظلوعام پر جلوہ گر کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ توکل کی تاثیر کسی کے کام میں اس وقت معلوم ہوتی ہے جب اس کا مقصد علم ہو اور انسان جو اپنے اختیار سے کچھ کرتا ہے تو اس کی کوشش چار مقاصد کیلئے ہوتی ہے۔

- (۱) کسی نفع چیز کی تحصیل (حاصل کرنا) جو کہ پہلے اس کے پاس نہ ہو جیسے ماں حاصل کرنا۔

- (2) حفاظت الہی اشیاءِ بالغہ کی جیسے اسواں کا ذخیرہ کرنا۔

- (3) کسی ایذا رسانی کو پہلے ایذا سے پہلے دفع کرنا جیسے درخت چور وغیرہ۔

- (4) جو مصیبت سرور آگئی ہو اسے ہٹانے۔

ہم شرط توکل اور اس کے درجات ان ہادیوں اہل میں مع دلائل شرعیہ چاروں میں لکھتے ہیں۔

- (1) مانع چیز کے حاصل کرنے میں جن اسباب سے کہ مانع چیز کسی تک پہنچتی ہے دو تین قسم ہے۔ (1) حقیقی (2) ظنی  
عقاب لور قابل اعتدال (3) وہی کہ ان پر نفس کو اعتدال ہو لیکن اطمینان نہ ہو۔

قسم اول یعنی اسباب وہ ہیں کہ ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حکم و مشیت سے میلاد وابتد ہیں وہ ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا مثلاً جب کسی کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہو اور وہ بھوکا بھی ہو مگر اس پر ہاتھ نہ بڑھائے اور کہے کہ میں تو متوکل ہوں اور توکل کی شرط ہے کہ کچھ کام نہ کرے ہاتھ کا بڑھانا بھی ایک کام ہے اور پھر کھانے کا دانتوں سے چبانا اور دونوں چیزوں کو چلانا اور گھٹانا بھی ایک کام ہے تو اس قسم کی باتیں توکل میں داخل نہیں اس کو جنون کہتے ہیں اس واسطے کہ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ اسباب قلمی بنا لیے ہیں کیسی ان کے خلاف نہیں ہوتا تو ان سے دست برداری کی طرح بھی نہیں ہو سکتی مثلاً

(مثلاً) یہ کوئی اس کا لکھ ہو کہ خدا تعالیٰ اس کا پیٹ بغیر کھانا کھائے بھر دے یا روٹی میں حرکت پیدا کر دے کہ وہ خود منہ میں چلی آئے یا کسی فرشتے کو مسخر کر دے کہ وہ کھانا لے کر مددہ میں رکھ آئے تو وہ فیض خدا تعالیٰ کی عادت سے جو اس نے مخلوق میں جاری رکھی ہے، مخالفت ہے اسی طرح اگر زمین کو کھیتی کے لیے تیار نہ کرے پھر طبع کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں غلہ اگا دے گا ایسے ہی کوئی اپنی زوجہ سے اولاد کا خواہی ہو لیکن عورت سے محبت نہ کرے اور کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیدا ہوئے تھے میرے ہیں بھی بنایا ہوا کہ تو سب جنون ہیں ایسی جگہ

ترک عمل کا ہم توکل نہیں بلکہ توکل محل اور علم سے ہونا چاہئے اس بات کا علم کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کو اور ہاتھ و انت اور قوت حرکت کو پیدا کیا اور کھانا اور چلنی عطا کرنا اسی کا کام ہے اور محل یہ ہے کہ سکون قلبی اور اعتدال خدا تعالیٰ کے فضل یہ ہونا چاہئے نہ کہ ہاتھ اور غذا پر ہاتھ پر اعتدال کیسے کیا جائے کہ بعض لوقات ہاتھ خشک ہو جاتا ہے کبھی اس پر خالی کرتا ہے اسی طرح قوت پر بھی اعتدال نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان کو بھی ایسا حدود پیش آتا ہے کہ اسی وقت عقل یابی رہتی ہے اور قوت حرکت زائل ہو جاتی ہے اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی اعتدال نہیں ہو سکتا کہ بعض لوقات کوئی زبردست اسے جھین لیتا ہے یا کوئی سبب وغیرہ اس جاتا ہے تو انسان کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے غرضیکہ ان چیزوں میں جب اس طرح کے اعتدال پیدا ہوتے ہیں اور ان کا کوئی علاج بجز فضل الہی کے نہیں تو اس پر انسان کو خوش ہونا اور اعتدال کرنا لائق ہو جب کسی کا محل اور علم اس طرح کا ہو تو چاہئے کہ ہاتھ پھمائے اس طرح سے متوکل ہی رہے گا ورنہ قوت سہل کی دہاں جو یقینی نہیں مگر غالب یہ ہے کہ سیات ان کے بغیر نہیں حاصل ہوتے یا حاصل ہوتے ہیں تو بہت بڑی مشکل سے مثلاً کوئی شخص شہروں اور قاتلوں سے دور ایسے جنگلوں میں سفر کرے کہ اس میں انسانوں کی آمدورفت بہت شاذ و نادر ہو اور وہ قوشہ بھی ساتھ نہ لے تو اسباب نہ لینا توکل میں شرط نہیں بلکہ جنگلوں میں قوشہ ساتھ لینا پہلے لوگوں کا دستور تھا اور اس سے توکل نہیں جانا بشرطیکہ اعتدال صرف فضل الہی پر ہو نہ کہ زور اور جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن اگر کوئی زادراہ ساتھ نہ لے تو بھی جائز ہے اور یہ وجہ مقالات توکل میں سے بہت بڑا اونچا ہے یہ طریقہ خواص لوگوں کا ہے۔

(سوال)۔ زور اور ساتھ نہ لینے سے تو جان ہلاکت میں ڈالتا ہے اور وہ شرعاً ناجائز ہے۔

(جواب)۔ اس صورت کو عدم جواز سے نکالنے کیلئے دو دہیں ہیں۔

(1) کسی نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ کر کے ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش بموہ کی برداشت کرنے کی عادت پائی ہے۔ اس طرح کہ بموہ کی برداشت اس مدت تک بغیر ٹال اور پریشانی خاطر اور دشواری کے ذکر الہی کر سکے تو صورت حرام نہ ہوگی۔

(2) گھاس اور ماگ وغیرہ کو غذا کر سکے اگر یہ دونوں شرمیں ہوں گی تو غالب یہی ہے کہ ہر ہفتے میں جنگل میں کوئی نہ کوئی آدمی مل جائے گا یا کسی گاؤں اور ہستی میں گزر ہو گا یا کچھ ماگ وغیرہ ایسا مل جائے گا جس سے وقت بسر ہو جائے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کر کے غذا رہے۔

(فائدہ)۔ مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہے اور خواص اور ان جیسوں کا اسی پر اعتدال تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خواص لوگ اپنے ساتھ سوئی اور رسی اور ذول ضرور رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے توکل میں خلل نہیں آتا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ جنگل میں اپنی عام توہوتا نہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت نہیں کہ پیاسے کے لئے سکون میں سے ذول رسی کے بغیر پانی باہر لائے اور جنگل میں اکثر ذول رسی نہیں ملتی ہلی جنگلوں میں گھاس، ماگ، پتے عام

ملے ہیں اور پانی کی ضرورت سفر میں کئی بار ہوتی ہے وضو اور پینے کیلئے وغیرہ وغیرہ کیونکہ مسافر گزریوں میں سفر کی کوفت سے پانی سے مبرا نہیں کر سکتا اگرچہ کھالے سے مبرا کر سکتا ہے اسی طرح ان کے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا تو جنگل میں اگر پھنسا تھا تو وہی سوئی، قیمتی کھل اور کپڑا بیٹے ستر عورت ممکن نہیں اور نہ جنگل میں کوئی ایسی چیز ہے جو قائم مقام سوئی اور قیمتی کے ہونے کے سبب ہر حال جتنی چیزیں ان چاروں چیزوں کے معنوں میں ہیں یعنی ان سے مطلب ایسے ہی برآمد ہو جیسے ان چاروں سوئی، قیمتی، ذول اور اسی سے ہے تو اس کو اول قسم کا تابع سمجھنا چاہئے ہم نے تابع اس لئے کہا کہ ان میں احتمالات ہو سکتے ہیں کہ مثلاً کپڑا نہ پہنے یا کوئی دوسرا کپڑا دے دے یا کونسیں پر کوئی پانی پلانے والا مل جائے اور پہلی قسم میں احتمال نہیں کہ کھانا منہ میں خود بخود چلا آئے اسی لئے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے مگر دوسری قسم کی چیزیں اول قسم کے معنوں میں شریک ہیں یعنی ایسی چیزوں کو توکل کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر کوئی پہاڑوں کی کسی گھاٹی میں متوکل ہو کر جا رہے ہیں پانی ہونہ کھاس نہ کوئی آدمی وہاں سے گزرے تو وہ اس عمل سے گناہ گار ہوگا اور اپنی جان کا دشمن

ایک زاہد شہرہوں سے دور کسی پہاڑ کے نیچے ملت روز رہا اور کہا کہ میں کسی سے کچھ نہ مانگوں گا جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھے میرا رزق نہ پہنچا دے ملت روز تک بیٹھا رہا اور مرنے کے قریب ہو گیا مگر رزق نہ آیا جتاں باری میں انتہا کی کہ الٹی اگر مجھے زندہ رکھنا ہے تو جتنا رزق میری قسمت میں تو نے لکھ دیا ہے وہ مجھے حمایت فرما دے ورنہ میری مدد قبض کر لے حکم ہوا کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی کہ تجھے رزق نہ دوں گا جب تک کہ تو شہروں میں واپس نہ جائے وہ شہر میں واپس ہوا تو اس کے پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھانی کر کچھ دل میں دوسواں کیا اللہ تعالیٰ سے التاء ہوا کہ تو چاہتا ہے کہ دنیا میں زہد کر کے میری حکمت کو تو ضائع کر دے کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں اپنے بندوں کو دوسروں کے ہاتھ سے رزق پہنچاتا ہوں کہ خدا اپنی قدرت سے دون۔

(فائدہ)۔ معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے، حکمت الہی کے خلاف ہے اور عمل کرنا خدا تعالیٰ کے دستور کے مطابق ہے۔ اس طرح کہ توکل خدا تعالیٰ پر ہو نہ کہ اسباب پر اور یہ توکل کے خلاف نہیں جیسے کہ ہم نے وکیل کی مثل میں بیان کیا ہے۔

اسباب کے اقسام :- یہ ظاہر اور پوشیدہ متوکل کو چاہئے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کر کے اسباب خفیہ پر اتکا کرے اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ دل کا اطمینان اور قرار سبب اسباب پر ہو نہ کہ اسباب پر باقی رہے۔

(سوال) :- کسی پیشے کے بغیر شہر میں کسی کا بیٹہ بنانا کیسا ہے حرام ہے یا مباح یا مستحب۔

(جواب) :- حرام تو نہیں اس لئے کہ جب جنگوں میں پھرنے والا اپنی جان کو تکف کرنے والا نہیں تو شہر میں رہنے والا کس طرح اپنی جان ضائع کرنے والا ہو سکتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی نفع ایسی جگہوں سے پہنچا کرے جہاں سے اس کو خیال نہ ہو مگر کبھی دیر سے ملے گی اور اس پر مبرا ممکن ہے یہاں تک کہ کہیں سے اتفاقاً آجائے لیکن اگر



جبرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھے کہ کسی کا تار اس تک نہ ہو تو ایسا کتنا حرام ہے اور جبرے کا دروازہ تو کھلا رکھے مگر مصروفِ عبادت نہ ہو محض بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت میں پیشہ کرنا اور باہر نکلتا اچھا ہے مگر میں بیٹھنا حرام نہیں۔ اس صورت میں کہ فالتے سے موت کے گھاٹ اترے اس وقت باہر نکلتا اور کچھ مانگتا یا کسبِ معیشت کرنا لازم۔

(فائدہ) :- اگر دل سے خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو۔ اسے انسانوں سے کوئی تعلق نہ ہو کہ کون دواؤں پر آتا ہے اور برزخ لاتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے انتظار میں ہے تو یہ افضل عمل ہے اور توکل کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور فکرِ روزی نہ کرے کہ روزی لازماً اسے پہنچے گی اس صورت میں بعض علما کرام فرماتے ہیں کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اس کو موصوّلے کا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ اسے نہیں چھوڑتی۔

(مسئلہ) :- اگر کوئی خدا تعالیٰ سے دعا مانگے کہ مجھے روزی نہ دے تو قبول نہ ہوگی اور اس دعا سے گناہگار ہو گا اور اس کو بارگاہِ کبریا سے عکس ہو گا کہ اے جاہل یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے پیدا کروں اور رزق نہ دوں اسی لئے حضرت امین عباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ہر چیز میں آپس میں اختلاف کیا ہے مگر رزق اور موت میں سب کا اتفاق ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے کوئی رازق اور مارتے والا نہیں۔

حدیث شریفہ :- حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (الو نو کلینم علی اللہ حق نوکلہ لمرزقکم کما یرزق الطیر بعدو خمصاصا و نروح بطاذا ولزالت بدعا بنکم الجبال) اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے اس کے توکل کا حق ہے تو تمہیں ایسا روزی دے جیسے پرندے کو دیا ہے کہ کھج بھوکا لٹتا ہے اور شام کو میر ہو جاتا ہے اور تسماری دعا سے پہاڑ ٹل جاتیں۔

قولِ عیسوی :- حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پرندوں کو دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہیں نہ ذخیرہ کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ ان کو ہر روز رزق دیتا ہے اور اگر تم یہ کہو کہ امارے پیٹ بڑے ہیں تو جانوروں کو دیکھو کہ ان کے لئے خدا تعالیٰ نے رزق کے لئے مخلوق کو کیسے مقرر کر دیا ہے۔

(فائدہ) :- جو یعقوب سہمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حوکیوں کا رزق مشقت کے بغیر لوگوں کے ہاتھوں سے چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ ان کو بلا تردد رزق ملتا ہے لیکن اور لوگ رزق کی فکر میں لگے رہتے ہیں رزق کے لئے سخت رنج اٹھاتے ہیں۔

(فائدہ) :- بعض اکابرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو رزق دیتا ہے مگر بعض ذلت کے ساتھ کھاتے ہیں مثلاً بیک نامک کر اور بعض مشقت اور انتظار سے کھاتے ہیں جیسے تاجر اور بعض جان کی بازی لگا کر جیسے صنکار اور کارگر اور بعض عزت سے جیسے صوفیائے کرام کسی کے پاس گئے اور اپنا رزق لے آئے۔

قسم نمبر 3 :- وہ اسباب کہ ان سے سبب تک پہنچنا وہی امر ہو اس کے ظاہر کا اعتبار نہیں جیسے ہارک ہارک  
تھیں تحصیل مل کے لئے کرنا کہ کچھ ضروری نہیں کہ جو تدبیریں جس طرح کرے تو ویسے ہی ظہور میں آئے اور  
اس قسم کے کرنے سے باوجود بات کوکل ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اکثر لوگ اسی قسم میں جکڑا ہیں بل مبالغہ کے  
مائل کرنے کے لئے بیسوں چلے نکالے رہے ہیں۔

(مسئلہ) :- بل شبہہ کا لینا یا ایسے طریقہ سے مل حاصل کرنا جس میں شبہہ ہو تو بطریقہ لوئے توکل کو باطل کرتا ہے  
کیونکہ وہ تو نہایت درجے کا گھٹیا کام ہے۔ اس قسم کے اسباب کو حصول کا مفید سمجھنا ایسے ہے جیسے منتر اور فال اور  
دافعہ ان میں نفع تو ہے لیکن توکل کے خلاف ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان  
اشیاء کے نہ کرنے کا تو فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ متوکل کب سعادت پائیں نہ کرے اور شہوں میں بھی نہ رہے اور  
کسی سے کچھ نہ لے بلکہ فرمایا کہ یہ تمام امور کریں تو توکل میں فرق نہ آئے گا۔

(فائدہ) :- تیسری قسم کے اسباب جن سے سبب کے حاصل ہونے کا احتمال نہیں ہوتا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں اور  
حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توکل کے باب میں فرماتے ہیں کہ تدبیر کا ترک توکل ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے  
خلق کو پیدا کیا اور ان کو اپنے سے محب نہیں رکھا ان کا جواب ان کی تدبیر ہوتی ہے اور غالباً ان کی تدبیر سے مراد  
ان اسباب پر عمل کرنا ہے جن میں سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

(فائدہ) :- اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بعض ایسے اسباب ہوتے ہیں کہ ان کے تعلق سے انسان توکل سے خارج  
ہو جاتا ہے اور بعض اسباب ایسے ہیں کہ ان کے کرنے سے خارج نہیں ہوتا اور اس دوسری قسم کی وہ قسمیں ہیں۔  
(1) اسباب یقینی (2) اسباب غرضی یعنی کے کرنے سے توکل سے خارج نہیں ہوتا بشرطیکہ عمل توکل اور علم موجود ہو  
یعنی تکیہ صرف سبب الاسباب پر ہو۔ اسباب یقینی میں توکل باعتبار حاصل اور علم کے ہے نہ عمل میں لالچ کی وجہ  
سے متوکلوں کے تین مقام ہیں۔

(1) مقام خواص یہ وہن کی مثل ہے کہ جو توشہ لیکر جنگوں میں پھرے لیکن فضل الہی پر اعتد ہو کہ ایک ہفت یا اس  
سے زیادہ مہر کی طاقت حاصل فرمائے گایا کچھ گھاس وغیرہ یا غذا مل جائے گی اور کچھ نہ ملے گا تو فاقے سے مرنے پر  
راضی اور بیعت قدم رہے کیونکہ توشہ والے بھی بعض اوقات فاقے سے مر جاتے ہیں کہ ان کا توشہ ختم ہو جاتا ہے  
یا کوئی راہ بھول جاتا ہے تو موت کا وقوع توشہ اور بے توشہ دونوں طرح ممکن ہے اسی لئے فضل الہی پر توکل لوئے  
مائل ہوں۔

(2) مقام فہرود یہ ہے کہ اپنے گمراہ مسجد میں بیٹھا رہے لیکن کسی آدمی میں ہے یا شہر میں اس مقام والا پہلے والے  
سے کم ہے مگر متوکل ضرور ہے اس لئے کہ یہ گمراہ اور اسباب ظاہر ترک کر کے فضل الہی پر اعتد کرتا ہے کہ وہ  
اسباب غیبیہ سے میرا کام بنائے گا اور یہ شخص شہر میں بیٹھ کر اسباب رزق کا متعرض ہے کیونکہ شہر میں رہنا بھی

اسباب رزق کے حاصل ہو سکتے ہیں مگر اس سے اس کا توکل باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ ظہر اس ذات کی طرف ہو جو شر کے ہتھکڑوں سے اس کو رزق دلاتی ہے لیکن شہر کی طرف اس کی التفات نہ ہو اس لئے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سب کے سب اس کے محل سے قائل ہو جائیں اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کا محل ان کو نہ قائلے اور ان کی خواہشوں کو اس کی طرف راضی نہ کرے تو وہ کیسے اس کو پوچھیں یا اس کی خبر گیری کریں۔

(3) مقام یہ ہے کہ کسب معاش اس طرح کرے جس طرح ہم نے باب اول کسب کی فصل سوم اور چارم میں لکھا ہے اس طرح کے کمانے سے بھی مقامات توکل سے خارج نہ ہوگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جہد اور بضاعت پر نہ ہو اس لئے کہ یہ چیزیں تو اتنا اللہ تعالیٰ قادر کرتا ہے بلکہ یوں چاہئے کہ نظر کفیل حقیقی کی طرف ہو کہ اسی نے یہ سب چیزیں پیدا رکھی ہیں اور رزق کا سامان پیدا کر دیا ہے اور اپنے کسب و بضاعت اور کفایت کو خدا تعالیٰ کی قدرت کی نسبت ایسا جانے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں قلم لکھتا ہے کہ وہی نظر قلم کی طرف نہیں ہوتی بلکہ بادشاہ کی طرف ہوتی ہے کہ واللہ اعلم۔

کیا حکم کرے پھر اگر یہ کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لئے یا مسکین پر خرچ کرنے کیلئے کماتا ہو تو ظاہر میں تو کمانے والا ہوگا مگر باطن میں یہ متوکل ہوگا اس کا محل بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والے کے بہتر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کسب مختلف محل توکل کے ضمنیں بشرطیکہ اس میں شرائط کی رعایت اور محل و علم کا لحاظ رہے جیسے کہ مذکور ہوا۔

حکایت :- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غلیف ہوئے تو صحابی بغل میں دبا کر بازار میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں اب تو آپ مسند خلافت پر ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عیال کے لئے اسباب نہ کروں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے اور جب میں اپنے عیال کو ضائع کروں گا تو رعایا کو تو بطریق لوثی ضائع کروں گا۔ صحابہ نے آپ کی فکر دور کرنے کے لئے ایک مسلمان کے گھر کے موافق آپ کے لئے دعیت مقرر کر دیا جب آپ نے ان کی مرضی اسی طرف پائی تو ان کے دل کا خوش کرنا اور مسلمانوں کے کام میں تمام وقت خرچ کرنا آپ نے بہتر جاننا۔

(نکتہ :- یہ محل ہے کہ کہا جائے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام توکل میں نہ تھے ان سے بڑھ کر مقام توکل پر اور کون ہوگا اس لئے معلوم ہوا کہ آپ متوکل بہتیار کسب و سعی نہ کرنے کے نہ تھے بلکہ قطع التفات کی رو سے تھے کہ اپنی قوت و کفایت کی طرف متوجہ نہ تھے خدا تعالیٰ کو محبت کا کفیل اور مسبب اسباب جانتے تھے اور کسب کے طریقے کے شرائط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اتنا کرتے تھے اسیں زیادہ مل کی تمنا نہ تھی نہ فقر تھا اور نہ مل جمع کرنے کا خیال تھا نہ انہیں اپنے درم سے اور لا درم کو اچھا معلوم ہوتا اس لئے کہ جو شخص بازار میں جائے اور اپنے ہدم کو غیر کے درم سے بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا تریس ہے اور توکل دنیا میں نہ

کے بغیر درست نہیں ہوتا ہے نہ زہید توکل بغیر کے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور حکایت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ :- ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد اور متوکلین میں سے تھے قرأتے ہیں کہ میں نے میں برس توکل کو چھپایا اور بازار میں ہی رہتا تھا۔ میرا دستور تھا کہ ایک دینار بیٹھ حاصل کرتا تھا مگر رات کے لئے ٹیڈی تک نہ رکھتا تھا اور نہ ہی اپنی ضرورت کے لئے اس میں سے کچھ خرچ کرتا تھا رات کے آنے سے پہلے کھلیا ہوا مال اللہ کے راہ میں خرچ کر دیتا تھا۔

(فائدہ) :- حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے سامنے توکل کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں فرماتے تھے اور یوں کام کرتے تھے کہ مقام توکل میں آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کچھ کئے سے شرم آتی ہے۔

انتہاء :- صوفیائے کرام کی خانقاہوں میں نقدی لے کر جانا توکل کے خلاف ہے اگر نقدی نہ ہو نہ وقف سے نہ کسی اور ذریعہ سے نہ خلم کے ذریعہ سے کہ باہر سے لے آیا کرتا ہے تو اس طرح کا توکل ضعیف ہے مگر عمل اور علم سے قوی ہو جاتا ہے جیسے پیشہ ور کا توکل۔

(فائدہ) :- اگر خانقاہ والے سوا نہ کریں بلکہ جو کوئی دے جائے اسی پر قانع رہیں تو یہ ان کے توکل میں بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اس بارے میں سمجھتے نہا ہو گئے گویا یہ دکان کر لی پس خانقاہ میں بیٹھنا ایسے ہے جیسے بازار میں بیٹھ کر کام کرنا اور بازار میں کام کرنے والا متوکل نہیں ہوتا بغیر بہت سی شرطوں کے جن کا بیان پہلے ہو چکا۔

(سوال) :- سالک کو گھر میں بیٹھ رہنا افضل ہے یا چل پھر کر رکھنا

(جواب) :- اگر کئی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت عبادت میں بسر کرنے کے لئے فراغت مل جائے اور کسب معیشت میں ان امور میں خللی ہوئی ہو بلکہ جو اس کے لوگوں سے کچھ طبع بھی نہ ہو نہ اس کا انتقاد کہ کوئی ہمیں کچھ دے جائے بلکہ مبرا اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں دل کا مضبوط ہو تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اگر گھر میں دل گھبرائے اور لوگوں کی طرف التفات ہو تو کچھ کام کر کے مل حاصل کرنا بہتر ہے اس لئے کہ دل سے لوگوں کی طرف التفات کو گھبراہٹ سے سوا کرنا ہے اس کا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے پہلے متوکلین کا دستور تھا کہ جس چیز کا ان کے نفس طمع کرتے تھے وہ اسے نہیں لیا کرتے تھے۔

حکایت :- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابو بکر موزی کو فرمایا کہ فلاں فقیر کو اجرت معمولی سے کچھ زیادہ دتا جب وہ دینے لگے فقیر نے اجرت واپس کر دی۔ چلا گیا حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اب جا کر اسے دے وہ اب دے لے گا وہ گئے اور اسے اجرت دی تو اس نے لے لی۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ یہ کیا اجرا ہے کہ یہاں لیا اور باہر نکل کر لے لیا۔ فرمایا کہ پہلے اس کے نفس کو زیادہ ملنے کا طمع تھا اسی لئے نہ لیا جب یہاں سے چلا گیا تو نفس کو چاہی کہ وہ بھی تو لے لیا۔

حکایت :- حضرت خواص رحمہ اللہ بھی اپنی رغبت کسی کے دینے کی طرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے علوی ہو جانے سے خوف کرتے تو اس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے ستر میں سب سے زیادہ عجیب کیا بات دیکھی۔ فرمایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری رفاقت سے زانیہ ہوئے مگر میں ان سے اس وجہ سے علیحدہ ہو گیا کہ کہیں میرے نفس کو ان کے ساتھ سکون و قرار نہ ملے اور توکل میں نقصان نہ ہوئے یا نہ۔

(فائدہ) :- کسب معیشت کرنے والا جب آداب کسب اور اس کی نیت کی شرطوں کی رعایت کرے گا جس طرح کسب باب الکسب میں بیان ہوا ہے یعنی مقصود کثرت نہ ہو اور نہ اپنی بے ناصحتی اور کفایت پر اکتفا ہو تو وہ متوکل ہوگا علامت متوکل :- کسی سبب و فیض پر تکیہ نہ کرے نہ اپنی بے ناصحتی پر نہ کسی اپنے سلمان پر اگر اس کا دل چوری ہو جائے یا تجارت میں گھٹا ہو یا کوئی اور کام بند ہو جائے تو اس پر راضی رہے دل کا مطمئن باطل نہ ہو نہ دل میں اضطراب پائے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسے ہی رہے کیونکہ دستور ہے کہ جس کا دل کسی چیز سے وابستہ نہیں اس کے جانے سے بھی اس کا دل مضطرب نہیں ہوگا اور جو کسی چیز کے جانے سے بے قرار ہوتا ہے تو وہ اس چیز سے تسکین پاتا ہے۔

حکایت :- حضرت بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چرتے بیٹھا کرتے تھے لیکن بعد کو چھوڑ دیا اس لئے کہ حضرت بعلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنے رزق کے لئے یہ کام اختیار کر رکھا ہے مجھے بتاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ تم کو برو اور اندھا کر دے تو رزق کس پر ہوگا اس خط نے ان کے دل میں اثر کیا تو چرخہ ہٹانے کے لوازم بیچ ڈالے اور یہ کام چھوڑ دیا۔

(فائدہ) :- بعض مورخین کہتے ہیں کہ وہ چرخہ بنانے میں مشغور ہو گئے اور عوام ان کے پاس بکھرتے آئے لگے اس لئے یہ کام چھوڑ دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے خیال کے مرنے کے بعد یہ کام چھوڑ دیا۔

حکایت :- حضرت سلمان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پچاس دینار تھے ان سے تجارت کیا کرتے جب ان کے اہل کا انتہال ہوا تو ان کو ہتھ دیا۔

(سوال) :- یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کے پاس سلمان تو ہو اور اس کے ساتھ دلی بغلی نہ ہو حالانکہ اسے معلوم ہے کہ کسب بغیر سلمان ممکن نہیں۔

(جواب) :- اس کی صورت یہ ہے کہ ہوں سمجھے کہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ بغیر سلمان کے مدد دی دیتا ہے وہ بھی بہت ہیں اور ایسے بھی بہت ہیں کہ ان کا سلمان بہت تھا مگر چوری ہو گیا اور مل جانا رہا اور یہ بھی دلی نعمان لے کر

خدا تعالیٰ عزوجل میرے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو اس کے نزدیک میرے حق میں بہتر ہوگا اگر وہ میرا مل ضائع کرے گا تو اس کے نزدیک اس میں کچھ بہتری ہوگی شاید اگر پاس رہتا تو فسو دین کا موجب بنتا۔ خدا تعالیٰ کا احسان ہوا کہ دین کے فساد سے بچا دیا۔

علامت اخلاص :- اخلاص صلت یہ ہے کہ انسان بھوک سے مر جائے تو چاہئے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت میں میرے حق میں مفید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تقصیر کے میری طرف سے یہ بات میرے لئے تجویز فرمائی ہے تو میری بہتری اسی میں ہے۔

(فائدہ) :- جب ان تمام باتوں کا اعتقاد کرے گا تو اس کے نزدیک سلوک کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

حضور شریف :- میں ہے کہ بندہ رات کو امور تجارت میں سے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے اور وہ کام ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو کرے تو اس کی پرہیزی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہے اور اسے اس کام سے باز رکھتا ہے تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور بچاؤ بھائی سے بدظنی لیتا ہے کہ میں نے ان میں کسی کا چوہہ کھا تھا کہ اس سے میرے اوپر مصیبت ڈالی حلاکت یہ امر اس پر ایک رحمت ہے جسے وہ نہیں سمجھ رہا۔

ملفوظ فاروق :- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی پروا نہیں میں فنی رہوں یا غیر فانی رہے مجھے معلوم نہیں کہ ولایتی و فقیری میں سے میرے حق میں کوئی شے بہتر ہے۔

(فائدہ) :- جو ان امور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اس سے توکل نہ ہو سکے گا۔

حکایت :- حضرت ابوسلمہ دارقنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امیر بن ابی الجہری سے فرمایا کہ مجھے ہر مقام سے حصہ لے لیا ہے مگر توکل کہ اس کی بوجہ میں نے نہیں سیکھی۔

(فائدہ) :- بلکہ اللہ جل جلالہ قدر ہونے کے فرماتے کہ مجھے توکل نہیں ملایا یہ نہیں فرمایا کہ اس کا حصول ممکن نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہوئی کہ اعلیٰ درجہ توکل کا مہیوب نہ ہوا اور جب تک کہ اس بات پر ایمان نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا نہ کوئی قائل ہے نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے کے لئے مقدر کرتا ہے فقر ہو یا باغنا موت ہو یا حیات اس کے حق میں وہی بہتر ہے یہ نسبت اس کے لئے کہ جسے بندہ تمنا کرے۔ اس وقت تک مل توکل بھی کامل نہ ہوگا۔

(فائدہ) :- معلوم ہوا کہ توکل کی بنا ان امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہے کہ جیسے گزرا امور مہلت دین کے اصول اور اصل کی حالت ہے کہ وہ بھی اپنے اصل یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مقام توکل سمجھ میں آتا ہے مگر دل کی قوت اور یقین کی قوت چاہتا ہے۔

ملفوظ سہلی ستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :- آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص طعن کسب پر محسن کرے وہ سنت پر طعن کرتا ہے اور جو شخص ترک کسب یعنی توکل طعن کرے وہ توحید پر طعن کرتا ہے۔

علاج قلب :- اب ہم علاج لکھتے ہیں جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے کیلئے مفید ہو اور اسباب خفیہ پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن عین پیدا کرے وہ یہ ہے کہ یوں جانتا چاہئے کہ سوء عین تعلیم شیطان سے ہے اور حسن عین خدا تعالیٰ فرماتا ہے «الْبَشَاقَانِ بَعْدَكُمْ الْمَقْرُورُ بِأَمْرِكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ بَعْدَكُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْهُ وَفَضْلًا» (البقرہ 286) ترجمہ کنز الایمان: شیطان تمہیں ہمیشہ دلاتا ہے فحاشی کا اور تمہم رہا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے دہرا فرماتا ہے بخشش اور فضل کا۔

کیونکہ انسان اپنی طبیعت کی وجہ سے شیطان کے ڈرانے کو بہت کچھ سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء عین کی وجہ سے ڈرے۔ وہ حرمیں ہے تو جب اس پر ماحولی اور ضعف دلی زیادہ ہو جائے نیز حکمتیں جو پانچ اسباب ظاہری اور ان پر ترغیب دینے والے ہیں پر نظر پڑے تو سوء عین غالب ہو جاتی ہے اور توکل بالکل ختم ہو جاتا ہے بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنے کو بھی باطل کہتا ہے۔

حکایت :- ایک عابد کسی مسجد میں بیٹھا رہا اور اس کے پاس مل نہ تھا امام مسجد نے کہا کہ اگر تم کچھ کما کر کھاتو تو تمہارے لئے اچھا ہو گا اس نے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہوا۔ چوتھی بار اس نے کہا کہ بھائی صاحب مسجد کے پاس ایک بیوی ہے اس نے روزانہ دو روٹیوں کی کفالت کر لی ہے۔ امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت میں سچا ہو تو تمہارا مسجد میں رہنا بہتر ہے۔ عابد نے کہا کہ کیا خوب تم ایسی ناقص توحید کے ساتھ ہو تو امامت نہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ تم بیوی کے دعوے کو خدا تعالیٰ نے (جو کفالت و رزق کی ہے اس پر ترجیح دیتے ہو)

حکایت :- کسی مسجد کے امام نے کسی عاوی سے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو اس نے کہا ذرا اٹھو پہلے میں نے جو نماز تمہارے پیچھے پڑھی ہے وہ لوٹا لوں پھر جواب دلا کہ

(فائدہ) :- اللہ تعالیٰ کے فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ رزق بھیجے پر حسن عین رکھنے کیلئے ان حکایات کا مستفاد ہے جن میں رزق بھیجے میں اللہ تعالیٰ کے عجیب مختلف اور احسان پائے جاتے ہیں اور بعض میں قرعہ تعالیٰ کا ذکر ہو کہ تاجروں اور مشنروں کا مل عادت کر کے ان کو بھوک سے ہلاک کر دیا۔

حکایت :- حضرت ابراہیم بن لوہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک خادم مرضی تھا اس سے لوگوں نے پوچھا کہ وہ بہت جو بہت عجیب دیکھی ہو بیان کرو فرمایا کہ ہم ایک دفعہ کہ منظر کے راستے میں چند روز بھوکے وہ کہتا نہ ملا پھر کوٹے میں گئے اور ایک درہن مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے بھوک لگی ہے میں نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا کہ یہی اور کھد لے آؤ

لے آیا آپ نے یہ رقعہ کھلا۔ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) ہر حال میں تو ہی مقصود ہے اور ہر بات سے تو ہی  
مطلوب پھر کچھ شعر لکھے۔ قطعہ

انا حامد انا شاکر انا فاکر۔ انا جامع نا ضائع انا عاری

ہی سننے وانا الضمین عنہ ضمایا باری

لاحی یفرک لب نار خفتنا۔ فاجر عیدک من دخول النار

ترجمہ میں حامد و شاکر و ذاکر ہوں۔ میں بھوکا بیکار اور تنگ ہوں یہ چھ ہیں "تین کا ضامن میں ہوں" اسے باری تعالیٰ  
یعنی ذکر "شکر" حمد۔ تین کا تو ضامن ہو۔ "بھوک" "نگا پن" "بیکاری"۔ "بیزاری" تعریف تیرے فیرے کے لئے میرے لئے آگ  
ہے کہ میں اس میں غوطہ لگاؤں اور اسے مالک اپنے بندوں کو اس آگ میں داخل ہونے سے بچاؤ۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ رقعہ مجھے دے کر فرمایا کہ باہر جا اور سوا خدا تعالیٰ کے اور کسی سے اپنا دل نہ لگا اور  
جو شخص پہلے لے اسے یہ رقعہ حوالہ کر دے میں رقعہ لے کر نکلا تو پہلا جو شخص مجھے ملا وہ ایک حجرہ سوار تھا میں  
نے رقعہ اس کے حوالہ کیا وہ مضمون سے واقف ہو کر رویا اور کہا کہ یہ رقعہ لکھنے والا مکمل ہے میں نے کہا کہ فلاں  
مہر میں تشریف رکھتے ہیں اس نے مجھے ایک حتمی دی جس میں چھ سو دینار تھے پھر میں نے ایک اور کو دیکھا اس  
سے اس شخص کا حل پوچھا اس نے کہا کہ یہ ایک نعلانی ہے میں نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت  
میں حاضر ہو کر اجازت بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ ان دیناروں کو ہاتھ نہ لگاؤ وہ ابھی آنا چاہتا ہے توڑی دیر گزری کہ  
وہ نعلانی آیا اور آپ کے سر کو بوسہ دیا پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

حکایت :- ابو یعقوب القلع بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حرم شریف میں دس دن تک بھوکا  
رہا مجھے ضعف محسوس ہونے لگا دل میں خیال آیا کہ باہر چلیں میں جنگل کی طرف نکلا کہ کوئی شے ایسی ملے جس  
سے ضعف کو تسکین ہو میں نے دیکھا کہ ایک شلغم زمین پر پڑا ہے اسے میں نے اٹھایا گردل میرا اس سے کھلایا پھر  
معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھے یوں کہتا ہے کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو حاصل کیا تو ایک مرزا ہوا شلغم لیا میں اسے  
پیشکش کر پھر حرم شریف میں چلا آیا اور بیٹھ گیا رکھتا ہوں کہ ایک عجی آرہا ہے وہ اگر میرے سامنے بیٹھ گیا اور ایک  
تھملا میرے سامنے رکھ دیا کہ یہ آپ کیسے ہے میں نے پوچھا کہ مجھے تم نے کیسے خاص کیا اس نے لہا کہ اصل بات یہ  
ہے کہ ہم دس روز سے سمندر میں تھے اور کشتی ڈوبنے کو تھی میں نے تذاریقی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے بچا دے گا تو  
میں یہ تھملا بھجوریں کہ میں سے اسے دوں گا جس پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی اور میں نے آپ کو ہی سب  
سے پہلے دیکھا میں نے کہا کہ اسے کھلو اس نے کھلا اس میں مصر کا میدہ اور پھلے ہوئے بدام اور برغیاں تھیں میں  
نے ہر ایک میں سے ایک مٹھی لیکر کہا کہ بقی کو تم اپنے ساتھیوں کو میری طرف سے دے دو میں نے تمہاری تذکر  
قول کی پھر اپنے دل میں کہا کہ تیرا رزق تو دس شیل سے چل کر تیرے پاس آتا ہے اور تو اس جنگل میں ڈھونڈتا



حکایت :- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ علیہا فرماتے ہیں کہ مجھے پر قرض تھا اس سے میرا دل تردد میں چلا ہو گیا یعنی عیبت و ذکر میں حضور اور اخلاص کامل نہ رہا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کتاب ہے کہ اسے بیکل تو نے ہم پر اتنا قرض کر لیا۔ اب تیرا کام لینا ہے اور ہمارا کام رہنا ہے فرمایا کہ اس کے بعد بیکل یا تعاب وغیرہ کا حساب نہیں ہوا یعنی اس کے بعد کسی سے قرض لینے کی قربت نہیں آئی۔

حکایت :- بیان جمل فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے سفر میں تھا اور ہاتم اور مصر سے جاتا تھا اور میرے پاس زوروں بھی تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ اسے بیان تو بوجہ بیدار ہے کہ اپنی پشت پر زوروں لادے پھر آئے اور یہ وہم کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ رزق نہ دے گا میں نے اس کے کہنے سے اپنا زور راہ پھینک دیا پھر مجھ پر تین دن گزر گئے کہ میں نے کچھ نہ کھایا راستے میں میں نے ایک جوتا پاؤں دیکھا جس میں کہا کہ اسے اٹھا لیا چاہئے لیکن ہے کہ اس کا مالک آئے تو اس سے کچھ لیکر دے دوں پھر وہی عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ کیا تو سوداگر ہے جو یوں کتاب ہے کہ شاید اس کا مالک آجائے تو اس سے کچھ لے لوں پھر اس نے میری طرف چند زورم پھینک کر کہا کہ ان کو خرچ کرو میں نے کہ مسئلہ تک انہیں خرچ کیا۔

حکایت :- یہ بھی بیان کی حکایت ہے کہ ان کو ایک لونڈی کی ضرورت تھی تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے سنا کہ دیا کہ مجھے خدمت کے لئے لونڈی دو ان سب نے لونڈی کے دام حج کر کے اور کہا کہ اب قائلہ آئے وہاں ہے اس میں سے جوئی لونڈی مناسب ہوگی لی جائے گی جب قائلہ آیا تو تمام لوگوں کی دانے ایک لونڈی پر حلق ہوئی کہ یہ بیان کے لائق ہے اس لونڈی کے مالک سے اس کے دام پر مجھے اس نے کہا کہ یہ بیچنے کے لئے نہیں ہے جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی بیان جمل کے لئے ہے اس کو ایک سرحدی عورت لے دی یہی ہے وہ لونڈی بیان کے پاس اور اس کی گئی اور ان سے قصہ بھی بیان کیا گیا۔

حکایت :- زمانہ گزشتہ میں ایک شخص اپنے سفر میں ایک روٹی ساتھ لے کر پھر رہا تھا اور کتا تھا کہ اسے اگر کھا لیں تو مر جاؤں گا اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا کہ اگر روٹی کھالے تو اسے اور رزق پہنچا اگر نہ کھائے تو تم اس کے سوالور کچھ اس کو نہ دیں گے وہ شخص روٹی اپنے ساتھ لئے رہا یہی تک کہ مر گیا اور نہ کھائی۔

حکایت :- ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں زوروں کے بغیر گیا اور فالتہ پر فالتہ ہوا اور سے ایک خطی نظر پڑی اسے دیکھ کر میں خوش ہوا کہ اب کچھ کیا بھروں میں سوچا کہ میں نے غیر پر کچھ کیا اور تم کھائی کہ اس گھوڑ میں نہ جاؤں گا جب تک کہ مجھے خود کوئی نہ لے جائے میں نے اپنے لئے رست میں ایک گزما کھوڑا اور اپنا جسم اس میں بیٹھ کر چھاپا اور اسی رست کو وہیں کے لوگوں نے ایک پلندہ آواز سنی کہ اسے ہمتی دلو ایک اللہ تعالیٰ کے ولی نے اپنے آپ کو اس رست میں قید کیا ہے اس کی خبر لو وہیں سے کچھ لوگ آئے اور مجھ کو لٹل

کر کاؤں میں لے گئے۔

حکایت :- ایک شخص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پڑا رہتا ہے ایک دن اچانک آواز آئی کہ اے شخص تو نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ہجرت کی تھی یا خدا تعالیٰ عزوجل کے لئے جاوہر کلام اللہ سیکھ وہ تجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے سے بے پروا کر دے گا۔

وہ شخص چلا گیا اور اس کا چنانہ ملا یہی تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تلاش کر لیا معلوم ہوا کہ اس نے گوشہ نشینی اختیار کی اور عیال میں لگ گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہمارا دل تم کو دیکھنے کے لئے بہت چاہتا تھا کیا وجہ ہوئی کہ تم ہم سے نہیں ملے اس نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کریم پڑھا اس نے مجھ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے نیاز کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے کلام مجید میں کیا دیکھا اس نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا :  
 وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تَوَعَّدُونَ (الذاریات 22) ترجمہ کنز الایمان :- اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

میں نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان میں ہے اور میں اس کو زمین میں ڈھونڈتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ چلتے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا دستور تھا کہ اس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے۔

حکایت :- ابو حزو خراسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کیا راستہ طے کر رہا تھا کہ اچانک کنوئیں میں گر پڑا میرے نفس نے مجھ سے ٹکرائی کہ فریاد نہ کروں گا اسی خیال میں تھا کہ وہ شخص اس کنوئیں پر آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئیں کا منہ بند کر دیں کہ کوئی اس میں نہ گر پڑے یہ کہہ کر ہنس اور چٹائی لائے اور اس کا منہ بند کر دیا میں نے ارادہ کیا کہ چیخوں مگر دل میں سوچا کہ جسے حج کرکوں گا وہ تو ان دونوں کی بہ نسبت قریب تر ہے اس لئے چپ رہا اسی دوران کوئی چیز آئی اور کنوئیں کا منہ کھول کر اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے اور مشکاتی آواز میں کہا کہ مجھے پست بنا میں نے اس کی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور اسے لیٹ گیا اس نے باہر نکلا میں نے دیکھا کہ وہ

دردہ ہے وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا اس وقت سروش فہمی نے میرے گوش ہوش میں یہ ندا کی کہ اے ابو حزو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہم نے تجھے مرنے سے بذریعہ موت پہنچا۔ حضرت ابو حزو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے چلے اور کچھ اشعار پڑھتے تھے وہ یہ ہیں۔

تسائی حیاتی منک ان اکثم الجوی۔ واغدر نفسی بالانہم منک عن ! کیف تاطلفت فی امری فابیت  
 شاید :- الی غائبی واللطف یدرک بالملہم۔

ترجمہ :- مجھے حیات نے روکا کہ میں عشق کو چھپاؤں تو نے کھجائے بغیر معاذ کھول دیا تو نے میرے معاملہ میں لطف

فرمایا کہ میرے غائب کی طرف میرے شہید کو ظاہر قربایا تو القی علی لطف ہے یعنی میرے ظاہری مل کو جو موت کے کھٹک اترتا ہوا تھا ایک فیہی لطف سے جو موت کی مانند تھا لیکن میرے لئے حیات بنا دیا۔

ترجمت امی بالغیب حسی کائنات۔ نیشترنی بالغیب انک فی الکف اراک وی من ہیبی لک وحشہ فنونسنی باللطیف منک وباللطیف ویحی محبا انت فی الحب حشفہ وفاعجب کون العباۃ مع الحنف۔ ترجمہ: تو نے مجھے غیب سے پہلایا مجھے عبادت مژدہ سنایا اور میں خود کو حیرتی ہیبت سے وحشت میں دیکھ رہا تھا تو بے مجھ لطف و گرم سے اس فرمایا تو نے اپنے محبوب کو زندہ کیا اور زندہ کیا تو موت کے ذریعے ہے۔

فائدہ:- جب کسی کا ایمان قوی ہو اور اس کے ساتھ ایک ہفتہ بھوکا رہنے کی قوت تک ملے کے بعد موجود ہو اور یہ اعتقاد بھی پکا ہو کہ اگر ملت روز تک رزق نہ ملے گا تو خدا تعالیٰ عزوجل کے نزدیک اس کا مرنا اچھا ہے اسی لیے اس کا رزق روک لیا ہے اس وقت ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہو گا ورنہ در صورت ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات سے ہرگز توکل کامل نہ ہوگا۔

عیالدار کا توکل:- عیالدار کا توکل تھا انسان سے جدا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ تھا آدمی کا توکل بغیر وہ ہوتی کے درست نہیں۔

(1) بھوک پر ایک ہفتہ قادر ہونا اس طرح کہ نہ لوگوں کی طرف توجہ ہو نہ نفس تنگ ہو۔

(2) وہ اقسام ایمان کے جو ہم لکھ چکے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق موت سے کیجئے اور بھوک اگرچہ دنیا کے لحاظ سے کی ہے مگر آخرت کے لحاظ سے اعلیٰ ہے تو یوں سمجھئے کہ بھوک نہیں محتاج ہوئی بلکہ جو رزق میرے حق میں اچھا ہے وہی ہے یعنی رزق آخرت ملا ہے یہ وہ مرض ہے کہ اس میں موت ہوگی اور اس سے خوش ہو اور یہ کہ میرے لئے یونہی حکم تھا اس طرح سے توکل تھا آدمی کیلئے کامل ہو جاتا ہے اور عیال پر دباؤ دینا کہ بھوک پر مبر کو درست نہیں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے سامنے تقریر توحید کے مفیدے کی کی جائے اور یہ کہ فاقے سے مرنا ایک رزق عمدہ ہے اور واقع میں رشک کرنے کے لائق ہے اگر افتاقا شدہ و بدور میسر ہو جائے اسی طرح اور اعتقالات ان کے نظریہ میں بدور نہیں سمجھا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے بارے میں انسان کو توکل کمانے والے کام کرنے والے جیسا ہونا چاہئے جو توکل کا تیسرا مقام ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کیلئے نکلے تھے جنگوں میں چلا جاتا اور عیال کو چھوڑ دیتا یا ان کی خبر دیتی نہ کرتا اور بھانہ توکل کا وہی حرام ہے بعض دفعہ یہ امر ان کی جہی کا موجب بنتا ہے اس کا مواخذہ عیالدار ہی کے ذمہ رہتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ انسان کے خود میں اور اس کے عیال میں کوئی فرق نہیں اگر عیال بھی چند روز بھوکا رہتا منظور کریں اور بھوک سے مرے کو رزق اور غنیمت اخروی جائیں تو جائز ہے کہ ان کے بارے میں بھی توکل کرے اور خود اس کا نفس بھی اس کی عیال سے اس کا تلف کرنا بھی درست نہیں

مگر اسی صورت میں کہ مدت تک بھوک پر صبر کرنے میں موافقت کرے اگر نفس کو برداشت بھوک کی نہ ہو اور بھوک سے دل گھبراتا ہو مہلت درست نہ ہوتی تو ایسے شخص کو توکل جائز نہیں۔

حکایت :- ہو تو اب بخشی نے کسی کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا رہنے کے بعد ایک قریب کا چھلکا کھانے کیلئے اٹھیا آپ نے اسے فرمایا کہ تصوف حیرے مناسب حل نہیں تو بازار میں رہا کر یعنی توکل کے بغیر تصوف کا دعویٰ غلط ہے اور توکل جائز نہیں مگر اس شخص کو جو کھانے سے تین دن سے زیادہ صبر کرے۔

فائدہ :- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب فقیہ پانچ دن کے بعد کھنے لگے کہ میں بھوکا ہوں تو اس کو بازار میں رہنے دو اور اسے کسو کہ کار پار کو تو تصوف کے لائق نہیں۔

فائدہ :- انسان کا بدن بھی اس کا عیال ہے اور بدن کی معجزہ میں توکل کرنا ایسا ہے جیسے عیال کے بارے میں توکل کرنا صرف نفس و عیال میں ایک ہی چیز کا فرق ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے نفس پر تو دباؤ دنا بھوک پر صبر کرنے کیلئے جائز ہے اور عیال پر جائز نہیں۔

فائدہ :- اس تقریر سے تم نے جان لیا ہو گا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونے کا نام نہیں بلکہ بھوک پر مدت تک صبر کرنے کا غائی ہونا توکل ہے ایسے ہی اگر کبھی اتفاقاً رزق میں تاخیر ہو جائے تو موت پر راضی ہو جانا توکل ہے اور شہوں، قصبوں میں رہنا اور ایسے جنگلوں میں رہنا جن میں کچھ نہ کچھ ساگ پات و غیرہ میسر ہو یہ زندگی کی بقا کا سہارا ہے مگر یہ قصور ہی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ بیش ساگ پات پر گزار کرنا صبر کے بغیر ممکن نہیں اور شہروں میں رہ کر توکل کرنا بہ نسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب بقا کے لئے زیادہ اچھا ہے حالانکہ سب اسباب یہی ہیں مگر یہ کہ لوگوں نے ان اسباب کو شمار نہیں کیا اور اسباب کی طرف تنہا پڑے جو ان سے ظاہر تر ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا ایمان ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا میں تکلیف اٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کیلئے قلیل اور سوء ظن اور غول اصل کی وجہ سے بڑی دلوں پر غالب ہے۔

فائدہ :- جو آسمان و زمین کے اصرار میں غور کرے اس کو یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے ملک اور ملکوت کا ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ بندے سے اس کا رزق ترک نہیں ہو سکتا اگر وہ فکر نہ کرے اس لئے کہ جو تردد سے عاجز ہے اسے بھی تو رزق ملتا ہے مثلاً بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں گھر کرے سے عاجز ہے تو خدا تعالیٰ نے اس کی بچہ کیسی ماں کی بچہ سے کس طرح ملا دی کہ ماں کی غذا اسے بچہ کا پکا کر ملے کے ذریعے سے بچے کے پیٹ میں رزق پہنچتا ہے اس میں بچے کی کوئی تدبیر نہیں پھر جب وہ ماں کے پیٹ سے علیحدہ ہوا تو ماں پر محبت اور شفقت ایسی ذل دی گئی کہ وہ خواہ مخواہ اس کی کفیل رہتی ہے اور اس کلمات میں وہ مجبور ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے دل میں آتش محبت کو دلا کر رکھا ہے پھر چونکہ بچے کے دانت نہیں ہوتے جن سے وہ کھانا چبا سکے تو اس کی غذا ادودہ مقرر کی جس

میں چہلنے کی ضرورت ہی نہ ہو علاوہ ازیں بچہ اپنے مزاج کی نرمی کی وجہ سے خدائے کثیف کا تحمل نہ تھا اس وجہ سے اس کے پیٹ سے جدا ہوتے ہی پستان مارنے سے اس کے لئے مقدارِ حاجتِ دودھ جاری کر دیا اس میں بچے کی تدبیر کو دخل نہیں نہ میں نے کوئی مسلمان بچہ یا بھر جب ایسی عمر کو پہنچا کہ خدائے کثیف اسے موافق پڑے تو اس کو دانت اور کچیل اور دھڑکیں خدا چاہنے کے لئے اگائیں اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا تو اپنی ضروریات خود تیار کرنے لگا تو اس کے لئے علم سیکھنے اور طریقہ آخرت کے چلنے کا آسان کر دیا اب بالغ ہونے کے بعد ملائقی کرنا جہالت ہے اس لئے کہ بالغ ہونے سے کچھ اسبابِ معیشت کم نہیں ہوتے بلکہ زیادہ ہو گئے مثلاً پہلے کمانے پر قادر نہ تھا اب قدرت ہو گئی تو ایک قدرت ہی کتنا بڑھ گئی ہل پہلے شفقت کرنے والا اس پر ایک شخص قابض یعنی مل یا پاپ اور اس کی شفقت واقع میں بہت تھی کہ ایک دن میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھانا پاتا تھا اور اس کا کھانا اس وجہ سے تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس پر رحمت اور شفقت کو مسلط کر دیا تھا اب اللہ تعالیٰ نے شفقت اور رحمت اور رحم اور ترس تمام مسلمانوں بلکہ تمام شہروالوں پر پھیلا دی میل تک کہ جو کوئی ان میں سے کسی محتاج کو دیکھتا ہے تو اس کا دل بھر آتا ہے اور اس کے حل پر ترس کرتا ہے اور دل میں اس کی حاجت روانی کا اسے شوق و رغبت ہے تو پہلے صرف ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزاروں مشفق ہو گئے۔

نکتہ۔ پہلے سے ان کی شفقت نہ ہونے کا یہ سبب تھا کہ وہ اس کو اپنے مل یا پاپ کی شفقت اور ان کے عملِ حلیت میں دیکھتے تھے کہ ایک مشفق خاص اس کے لئے موجود ہے اس کو حاجت کیا ہے اور اگر خیم دیکھتے تو بے شک خدا تعالیٰ ایک شخص یا کئی شخصوں کے دل میں رحم و ترس ڈالتا حتیٰ کہ اس کو اپنے مل یا لاکر کفالت کرتے چنانچہ اب تک مسکائی کے بدحوہ کہیں نہیں مانگا گیا کہ کوئی کفیل خاص ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی کفالت بذریعہ اس شفقت کے فرماتا ہے جسے اس نے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے پھر بالغ ہونے کے بعد اس کو روزی کی فکر نہ معلوم کیوں ہوتی ہے بچپن میں کیوں نہ ہوئی حالانکہ پہلے تو ایک یہ مشفق تھا اب ہزاروں ہو گئے اگرچہ مل یا کی شفقت قوی تر اور بہت زیادہ تھی مگر ایک ہی تھی اور بہت سے لوگوں کی اتنی ہو جاتی ہے جس سے کام نکل آئے بہت سے خیم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا حلِ حلیت فرمایا کہ مل یا پاپ والوں کو بھی میرے ہو (جیسے فرعون شد و فرعون کے لئے ہوا) (اوسنی غفرلہ)

تو جتنا قدر شفقت کی لوگوں سے کمی ہوئی اس کا بدلہ کثرت لے کر دیتا ہے بہر حال عیش و عشرت بقدر ضرورت ہر ایک حاصل ہے کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا

(۱) جری فلم الغضا بسابکون - نسیان اسحرک

والسکون

(۲) جنون منک ان نسعی لدرزق - ویرزق فی غشاوہ

الجنین

ترجمہ آنے والے عیالات کے لئے قضا کا قلم چل چکا ہے۔ تحرک و سکون دونوں برابر ہیں تو رزق کے لئے جدوجہد کرتا ہے یہ تیرا جنون ہے بھلا اس وقت تو نے کیوں نہ کوشش کی جب تو اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔

سوال :- لوگ یتیم کی تو اس وجہ سے کفالت کرتے ہیں کہ اس کو لڑکپن کی وجہ سے عاجز تصور کرتے ہیں مگر جو شخص بالغ کھانا جانتا ہو اس کی طرف کوئی اذیت نہیں کرتا اس کو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم جیسا مانگا ہے اپنے آپ اپنے واسطے کیوں نہیں کھاتا۔

جواب :- ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص بیمار اور مست ہو تو لوگ سچ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو کھانا چاہئے اس کے حق میں توکل کے کیا معنی توکل تو دین کے عقائد میں سے ایک مقام ہے اور اس سے استغاثہ خدا تعالیٰ کیلئے ہو رہنے کے لئے لی جاتی ہے بیمار کو توکل سے کیا نسبت اگر وہ شخص مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم اور علم و عبادت مرادست کرتا ہو تو ایسے کو کوئی ملامت نہیں کرتا کہ تم کیوں نہیں کھاتے اور نہ اسے کھانے کی تکلیف دین بلکہ اس کے مشغول بخدا ہونے سے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ایسا پختہ ہوتی ہے کہ اس کی ضروریات کے خود تکفل ہوتے ہیں صرف اس کے ذمے اتنی بات چاہئے کہ اپنا دروازہ بند نہ رکھے اور نہ لوگوں کے درمیان میں سے جنگل اور پہاڑ کی طرف چلا جائے آج تک کسی نے نہ سنا ہو گا کہ جو عالم و عابد کہ شہر میں رہ کر تمام وقت مشغول بخدا ہوا ہو وہ غارتے سے مراد ہو بلکہ اس طرح کا شخص چاہئے تو اور بہت سے لوگوں کو اپنی برکت سے کھانا کھلا سکتا ہے (جیسے آج بھی داتا گبار لاہور پاکستان میں دیکھا جاسکتا ہے کہ ہزاروں بھوکے بچے بھر کر کھانا کھا رہے ہیں۔) (ایسی غفرلہ)

اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ نے کار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اور جو مشغول بخدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا اور اس کے لئے دلوں کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے ماں باپ کے دل کو بچہ کیلئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام ملک اور حکومت کا انتظام انہیں رہنے والوں کے لئے کافی بنایا ہے جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ کرتا ہے وہ مدبر پر ایمان لاکر اس کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور اسباب کے مدبر پر نظر کرتا ہے نہ کہ اسباب پر ہاں اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام نہیں کیا کہ جو اس کے ساتھ مشغول ہو ان سے ملو اور گوشت خوردہ اور لباس فاخر اور عمدہ سواری ہمیشہ حاصل ہو اگرچہ بعض اوقات یہ سب کچھ مل بھی جائے گا مگر انتظام یوں کیا کہ جو شخص مشغول عبادت ہو اسے ہر پہنچنے میں جو کی روٹی یا ساگ پات کھانے کو ضرور مل جائے گا اور غائب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ قدر حاجت سے زیادہ بھی ملتا ہے جو شخص توکل کو چھوڑتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ اس کا نفس ہمیشہ آسائش اور مزے اڑانے کا راغب اور عمدہ لباس اور لطیف غذا میں کھانے کا مائل ہے اور یہ باتیں آخرت کی ضمیمہ اور نہ بغیر تردد کے میسر ہوں اور اکثر تردد سے بھی نہیں رہتیں بہت اور شوقندہ حاصل ہوتی ہے اور شوقندہ میں بھی کبھی جلتا تردد بھی مل جاتی ہے تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہے اس کے نزدیک سنی و ترد کا اثر ضعیف ہے اسی لئے ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہیں ہوتا بلکہ ملک و حکومت کے مدبر پر اطمینان کرتا ہے جس

نے ایسا انتظام مخلوق کے لئے کر رکھا ہے کہ اس کے بندوں میں سے کسی بندے کا رزق وہ نہیں جانتا نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہوا اگرچہ شاد و غم بھی تاخیر ہو جاتی ہے اور یہ بہت ہی کم ہوتا ہے اور عقیدہ ترویج کے ساتھ بھی تاخیر بھی ہو جاتی ہے جب اس شخص پر یہ ہاتھ مشکف ہوں گی اور اس کے ساتھ دل میں قوت اور نفس میں شجاعت بھی ہوگی تو اس کا مشورہ ہوگا جو اولیائے کرام نے فرمایا۔

(1) حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ تمام بھرے کے رہنے والے میرے میل میں ہوں یعنی سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک اشنی کو ملتا ہو۔ (2) وہب بن اورود فرماتے ہیں کہ اگر آسمان تاپے گا ہو جائے اور زمین رنگ کی لور میں اپنے رزق کا اہتمام کروں تو اپنے گنن میں میں مشرک ہوں۔

فائدہ :- ان باتوں کو تم نے سمجھ لیا تو یقین کر لے کہ توکل ایک مقام ہے جس کے معنی معمولی طور پر سمجھ میں آتے ہیں اور اس پر پہنچنا ایسے شخص کے لئے ممکن ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اشتغال کرے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اصل توکل اور اس کے امکان کا شکر ہے اس کا انکار سراسر جہالت ہے۔

پند غزالی قدس سرہ :- اے عزیز دونوں باتوں کے انکسار کو جمع نہ کر یعنی رزق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے بھی مفلس نہ رہ اور نہ اسے ممکن کے اعتقاد مفلس نہ رہ ایمان نہ ہونا چاہئے اب تجھ کو چاہئے تجھے چاہئے کہ تھوڑے سے مل پر قناعت کر اور بسا اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجھے ضرور بھیجے گا اگرچہ تو اس سے بھاگے اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ حیرا رزق حیرے پاس ایسے شخص کے ہاتھوں بھجواوے گا کہ تجھے گنن بھی نہ ہوگا اور جب تو توفیق اور توکل میں مشغول ہوگا تو تجزیہ سے اس آیت کا مصداق محسوس کرے گا۔ (ومن بقى الله يجعل له مخرجاً وجوہ  
یرزقه من حيث لا یحسب) (طلاق)

مگر خداوند قدس اس بات کا کفیل نہیں کہ رزق میں مرغ اور لذیذ کھانے عطا کرے بلکہ اس کی کفالت اس رزق کی ہے جس سے ہمیشہ زندگی بچ سکے۔ یہ رزق ہر ایک کو ملے گا اس لئے کہ جو رزق کے خفیہ اسباب اللہ تعالیٰ کے انتظام میں موجود ہیں وہ ان کی یہ نسبت بہت زیادہ ہیں جو مخلوق کو معلوم ہیں بلکہ رزق کے پہنچنے کے راستے بے شمار ہیں اور نہ ان کو کوئی ہٹا سکتا ہے کیونکہ ان کا ظہور تو زمین پر ہے بلکہ آسمانوں پر بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (وفی السماء رزقکم وما نوعلون) (الذاریات 22) ترجمہ کفر الایمان :- اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

حکایت :- حضرت عبید بن جراح کی خدمت میں ایک جماعت حاضر ہوئی آپ نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو عرض کی کہ ہم رزق وصول کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کی جگہ معلوم ہو کہ کہاں ہے تو تلاش کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تم کو بحال جائے گا تو اس کو یاد دلاؤ انہوں

نے عرض کیا اب ہم گھروں میں بیٹھ کر توکل کریں گے دیکھیں کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجربہ کے طور پر توکل کرنا ملک میں داخل ہے انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کیا کریں آپ نے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو۔

حکایت :- احمد بن حنبل فرما کرتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا کہ مجھے بھوک لگی میرے نفس پر یہ بات غالب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے کھانے کی درخواست کروں مگر میں نے کہا کہ یہ فعل متوکلوں کا نہیں پھر نفس نے زور دیا کہ اللہ تعالیٰ سے مبرا کا سوال کروں جب میں نے اس دعا کا ارادہ کیا تو ایک ہاتھ نے مجھے پکار کر فرمایا

ویرعم انہ منا فربیب - ونحن لانفصیح من انانا

ویرالنا علی الافار جہنا - کانا لانرا، ولا ہرانا

ترجمہ :- اے گمان ہے کہ وہ ہمیں قریب ہے اور ہم اسے ضائع نہیں کرتے جو ہمارے پاس آئے۔

(2) جنگی میں ہمارے سے مبرا کا سوال کرتا ہے تو کوہ نہ ہم اسے دیکھتے ہیں اور نہ وہ ہمیں دیکھتا ہے۔

فائدہ :- تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکر اور دل قوی ہو اور باطن میں ضعف اور بزدلی نہ رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے دلا ہوگا کہ اس کا بدتر حال مرنا ہے اور موت کسی طرح سے نہ رکے گی۔

خلاصہ یہ کہ توکل حاصل یہ ہے کہ بندے کی طرف سے قناعت ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس رزق کی ضمانت ہے۔ اس کا پہنچنا اس نے قناعت والے کے رزق پہنچانے کے اسباب بنا رکھے ہیں اور اس کی ضمانت لی ہے۔ وہ اپنی ضمانت میں بجا ہے جس کو تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرے۔ پھر دیکھ لے کہ اس کا وعدہ یقیناً پہنچتا ہے ایسی ایسی جگہ سے رزق پہنچا دے گا کہ انسان کے وہم و خیال میں بھی نہ ہو مگر آدمی کو اپنے توکل میں اسباب کی طرف توجہ نہ ہو بلکہ توجہ سبب اسباب کی طرف ہو پیسے لکھنے میں قلم کا خیال نہیں بلکہ کاتب کا خیال ہوتا ہے جو قلم کا محرک اصل محرک ہے اور چونکہ محرک اول ایک ہی ہے تو لائق نہیں کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف التفات ہو اور یہ توکل کی شرط اس لئے ہے کہ جو جنگل میں بلا زلو پھرتا ہے شروں میں گمان نہیں ہوتا ہے مگر جو شخص عیادت اور علم میں مشغور ہو جب وہ دن رات میں ایک دفعہ کسی طرح کے کھانے پر اگرچہ لذت نہ ہو اور ایک موٹے کپڑے پر جو دین والوں کے مناسب ہے کفایت کرے تو اس قدر اسے رزق ہمیشہ ایسی جگہ سے پہنچ جائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو بلکہ اس کا کئی گنا پہنچے گا پس ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا ضلالت و ضعف اور نقصان ہے اس لئے کہ اگر کوئی کھانہ انسان شروں میں جا کر کوئی پیشہ کرے تو اسے اتنا ذریعہ کا نہیں جتنا عالم و عابد کو ہے گو ان کا مشغور ہونا بجا ذریعہ ہے اسی لئے دین والوں کو رزق کا اہتمام برا ہے اور علماء کرام کو اور بھی برا کیونکہ علماء کرام کے لئے قناعت شرط ہے اور عالم قانع اور اس کے ساتھ بہت سے لوگوں کا رزق آتا ہے ہاں اگر عالم کو یہ مدخلن ہو کہ لوگوں کے ہاتھ سے نہ لوں گا اور اپنی کھائی کا کھاؤں گا تو یہ وجہ اس عالم کی شان کے شایان ہے جو ظاہری علم و عمل پر



چنانچہ اسے سیر باطن حاصل نہیں کیونکہ فکر معیشت باطن کی سر سے ملنے ہوتی ہے تو ایسے شخص کو سلوک میں مشغول ہونا اور ان لوگوں سے یکو لینا جو اپنی داد و عطا سے اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتے ہیں بھتر ہے اس لئے کہ اس صورت میں فکر معیشت سے فراغت رہے گی اور اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہے گا اور دینے والے کو ثواب ملنے پر مصیبت و دردگار ہو گا اور جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت جاری پر نظر کرے تو یقین کر لے کہ رزق عطاوار سلطان کے نہیں ہوا کرتا۔

حکایت :- شاہان فارس نے کسی شہسہ سے سوال کیا کہ اس کا سبب ہے کہ بعض احق بڑا رزق دے جاتے ہیں اور عاقل محروم رہتے ہیں اس نے جواب دیا کہ صلح نے یہ چاہا کہ لوگ مجھے پہنچائیں اس لئے کہ اگر ہر عاقل کو رزق ملتا اور ہر احق محروم رہتا تو لوگوں کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جبکہ اس کے برعکس معلوم نظر آیا تو جاننا کہ رزق کوئی اور ہی ہے جو اسباب ظاہری ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں کسی شاعر نے کہا :

ولو كانت الارزاق تجري على الحجا  
هلكن اذا من جهل من البهائم

ترجمہ :- اگر روزی عقل کے مطابق جاری ہوتی تو تمام جانور اپنی جبلت سے مر جاتے۔

قائدہ :- اسے صاحب قوت والقلب (رحمہ اللہ) نے نقل فرمایا ہے اور اس کی حضرت شیخ سہری قدس سرہ نے ہوں ترجمانی فرمائی ہے اگر روزی بدائش بر فردے۔ زبلاں تک تر روزی نہ پورے۔ ترجمہ :- اگر روزی دانی سے بدستی تو بلاں (بے وقوف) زیادہ تک روزی اور کوئی نہ ہو۔ (امداد لکھی غفرلہ)

ان متوکلوں کے احوال جو اسباب کے متعلق ہیں :- اس بحث کو حضرت امام غزالی قدس میں ایک مثل سے سمجھاتے ہیں کہ مثلاً ایک سائین کی جماعت بادشاہ کے سامنے ہو تمام خلق اللہ تعالیٰ کے سامنے ان سائین کی جماعت فرخ ہے جو سائین کی جماعت بادشاہ کے دروازہ پر کھڑی ہو اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتے ہوں اور وہ بادشاہ دست سے غلاموں کو روٹیاں دے کر بیچے اور حکم کرے کہ بعض کو ایک بعض کو زیادہ لیکن کو شش کرنا کہ کوئی وہ نہ جائے اور پھر بادشاہ ایک مناری کو حکم کرے کہ ان لوگوں کو پکار کر کہو کہ نصرت دہو اور میرے غلاموں کو جب رو تمہارے پاس آئیں نہ گھرو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر اطمینان سے رہے میرے غلام حکم کے تلخ ہیں اور ان کو حکم ہوا ہے کہ تم کو کھانا پہنچائیں ہیں جو کوئی غلاموں کو لینے گا اور انہیں ستائے گا اور دروازہ کھلے پر روٹیاں لیکر چلا جائے گا میں اس کے پیچھے ایک غلام بھیجوں گا وہ اس پر مقرر رہے گا یہاں تک کہ میں اس کو سزاؤں جو میں نے اپنے ہی اس کے لئے مقرر کر لی ہے مگر میں اسے ظاہر نہیں کرنا کہ کب سزاؤں گا اور جو غلاموں کو نہ ستائے گا اور وہ ایک روٹی پر قناعت کرے گا جو غلام کے ہاتھ سے اسے ملے گی پھر وہ خاموش رہے گا اسے اسی روز جس میں دوسروں کو سزاؤں کا اسے بھر نعت منات کر دیا گا اور جو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے گا اور وہ روٹیاں پائے گا تو اسے نہ سزا ہوگی نہ نعت اور جس شخص کو میرے غلام کہہ نہ دیں اور وہ رات کو بھوکا رہے اور میرے غلاموں پر فغان ہو گا

کوئی بات منہ سے نکالے گا کہ کبھی مجھے بھی ایک روٹی مل جاتی تو ایسے شخص کو میں اپنا دوسرا ہاتھوں کا اور کارخانہ سلطنت اس کے سپرد کروں گا۔

ساتھ کی چار اقسام :- اس خدا کے بعد ممالک کی چار قسمیں ہوں گی۔

(1) وہ کہ جن پر غلبہ قائم ہو اور انہوں نے انفرادی مزائے موعود کی طرف توجہ نہ کی اور کہا کہ آج سے کل تک بہت وقت ہے ہم کو بھوک اب لگ رہی ہے یہ سوچ کر غلاموں پر حملہ کر دیا اور ان کو متاثر روٹیاں لے لیں۔ اس پر وہ یہ غلط فہمی میں مستحق مزائے موعود کے ہوئے اس وقت بچھتا نہیں گئے۔

(2) وہ کہ غلاموں سے تو سزا کے خوف سے نہ لینے مگر شدت بھوک سے روٹیاں لیں اور سزا سے محفوظ رہے اور لیکن اسیر بادشاہ سے غلبت نصیب نہ ہوگی۔

قسم (3)۔ انہوں نے کہا کہ اپنی جگہ بیٹھنا چاہتے کہ غلاموں کے سامنے ہوں تاکہ وہ ہم کو چھوڑ نہ جائیں مگر جب وہ روٹیاں دیں تو ایک ہی روٹی لینا چاہیے اور اسی پر قناعت کرنی چاہیے شاید ہم کو غلبت مل جائے تو ان کو حسب وعدہ بادشاہی غلبت مل گئی۔

(4) وہ لوگ جو محن کے کوئے میں جا کر چپے اور غلاموں کی نظروں سے بچ کر آپس میں کہا کہ اگر دھوکہ کر کچھ دیں گے تو ایک روٹی لے کر قناعت کر لیں گے اور اگر ان کی نظر سے بچ گئے تو رات بھر کر بھوک کی سختی کی برداشت کر لیں گے شاید پھر رات کو غلاموں پر بارانگی نہ آئے تو مرتبہ وزارت اور قرب بادشاہ حاصل ہو مگر ان کا منصوبہ نہ چلا اور غلاموں نے ان کو ہر گوشے میں جکڑ کر ایک روٹی پہنچا دی اور اسی طرح روزانہ معاملہ ہوا کہ چند دنوں کے بعد اتفاقاً تین آدمی ایک کوئے میں چھپ گئے اور غلاموں کی آنکھ ان پر نہ پڑی کسی وجہ سے زیادہ تحقیق نہ کر سکے اور وہ تینوں سخت بھوک میں ہوئے، وہ نے کہا کہ کیا اچھا ہوا جو ہم غلاموں کے سامنے ہو جاتے اور اپنا کھانا لے لیتے ہم سے صبر نہیں ہو سکتا لیکن تیسرا آدمی چپ رہا صبح تک بوفہی گزارا اسی کو درجہ قرب شاہی اور وزارت ملی۔

فائدہ :- اس مثال میں دنیوی زندگی کا منظر ہے اور اس کا دروازہ موت اور یہاں معلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے فرض وعدہ شہادت ہے جو متوکل کیلئے ہے بشرطیکہ بھوک میں راضی بخدا واقعات پائے اور اس وعدے کی وفات کیلئے آخر قیامت تک نہ ہوگی۔

کیونکہ مشرعوہ خدا تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور غلام مصلح قربان بادشاہی سے مراد اسباب ہیں اور غلاموں سے لینے والے ہیں وہ جو اسباب میں حد سے تجاوز کرتے ہیں اور جو شخص محن کے بیچ میں غلاموں کے ذریعہ بیٹھے ہیں وہ لوگ مراد ہیں جو مشرعوہ کی غلامیوں اور مصیبتوں میں رہتے ہیں اور گوشوں میں چھپنے والے وہ ہیں جو توکل سے جنگوں میں پھرتے ہیں اور اسباب ان کے پیچھے پھرتے ہیں اور انہیں رزق بہ وسعت مل جاتا ہے مگر

کبھی جنس ملتا اگر کوئی بھوکا خدا تعالیٰ سے راضی ہو کر مرنا ہے تو اس کو شہادت اور قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ :- یہ تقسیم وہ ہے کہ شاید موسیٰ سے لوے تو ایسے ہیں جن کا نقص اسباب سے ہے اور سات ایسے ہیں جو قصوں میں مقیم ہیں اور مشہور ہونے کی وجہ سے گزراوقات کرلیتے ہیں اور تین ایسے ہیں جو جنگوں میں پھرتے ہیں ان تینوں میں سے دو اسباب پر فحاش ہیں اور صرف ایک مرتبہ قرب پر پہنچتا ہے اور شاید کہ زندہ گزشتہ میں یہ تقسیم درندہ و راضیہ تو دس ہزار میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو تارک اسباب ہو۔

اسباب جمعیت کا تعرض :- مفید اشیاء کو آنے والی ضرورت کے لئے رکھنا تصوف میں کیا ہے مثلاً کسی کو ملی وراثت یا مال سے یا گداگری یا کسی اور سبب سے ملے تو اسے رکھ چھوڑنے میں تین مل ہیں۔

(1) بھڑ مابحت کچھ لے لے یعنی اگر بھوکا ہو تو کھالے اور ننگا ہو تو کپڑے کا خرچ لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان خریدے اور بلی کو اسی وقت فقراء کو دے والے اور سوائے اس مقدار کے جس کی طرف کسی کو ضرورت ہوئی ہے یا اشتقاق ہے اور وہ نہ لے اور نہ رکھے اگر رکھے تو اسی نیت پر کہ بعد کو شرح کروں گا ایسا نقص متصفائے توکل پر عمل کرنے والا ہے اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے۔

(2) یہ پہلی حالت کے برعکس اور نقص ہے اور حد توکل سے سالک کو خارج کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مل یا کوئی چیز کو سہل یا اس سے زیادہ کیلئے رکھ چھوڑے ایسا نقص ہرگز متوکل نہیں۔

فائدہ :- لایض کا قول ہے کہ حیوانات میں سے صرف تین جانور ذخیرہ کرتے ہیں 'چوہا' 'چوئی' 'انسان'۔

(3) چالیس دن یا اس سے کم کیلئے مل رکھ چھوڑے یہ حالت انسان کو اس مقام اعلیٰ سے کہ جس کا متوکلوں کو وعدہ ہے۔ یہ محروم کرتی ہے یا ضعیف اس میں اختلاف ہے (1) حضرت صل ستیری رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج کرتی ہے۔ (2) حضرت خواص رحمہ اللہ کہ چالیس روز تک کے رکھنے سے گدایا بھی خارج از توکل نہیں ہوتا بل اس سے زیادہ مدت سے ہوتا ہے۔ (3) حضرت ابوطالب کی روایت فرماتے ہیں کہ چالیس روز سے زیادہ بھی خارج از توکل نہیں ہوتا اور جب ذخیرہ کرنے کا اصل جائز ہے تو پھر اس اختلاف کا کوئی معنی نہیں ہاں ہو سکتا ہے کہ کوئی گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا مکر سے توکل کی ضد ہے اور اس کی مصلحت مقرر کسی کو معلوم نہیں اور جو ثواب کہ کسی مرتبہ کیلئے وعدہ کیا گیا ہے وہ مترفع اسی مرتبہ پر ہوتا ہے اور اس مرتبہ کا اتنا زور انجام ہے جو لوگ صلابت قوت القلوب رحمہ اللہ (لویسی غفرلہ)

اس کے انجام پر ہیں ان کا نام سائقین ہے اور آغاز والوں کا نام اصحاب الحسین ہے اور سائقین اور اصحاب الحسین کے بھی بہت سے درجات ہیں اور ان کا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الحسین میں سے لوہے درجے والے ان کے قریب ہیں جو سائقین میں سے نیچے درجے کے لوگ ہوں پس ایسی صورت میں مقرر کرنے کے کیا معنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ذخیرہ نہ کرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب اس پر کوئی ہو اور زندگی کی توقع بالکل نہ ہونے پر قید لگانا مشکل

ہے اگرچہ ایک لمحہ کے لئے کیونکہ ایسا ہونا گویا غیر ممکن ہے پھر طول اہل ہے اور لوگ مغفوت ہیں اور کتر درجہ اہل ایک دن رات یا اس سے کم سہولت ہیں اور عینیت درجہ اس قدر ہے کہ جس قدر ان کی عمر ہوتی ہے اور ان کے بچ میں درجہ ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا تو جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے کی بھی زندگی کی توقع نہ کرے وہ مقصود میں اس سے نزدیک تر ہو گا جو ہر سا برس کی توقع کرے۔

نکتہ :- چالیس روز کی قید بلحاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہل کے بعد از قیاس ہے اس لئے کہ آپ کی مہل سے مقصود یہ نہ تھا کہ رخصت اہل کی مقدار کے مطابق مذکور ہو بلکہ وہ مہل اس لئے تھی کہ مستحق موعود چیز کے لئے کے مستحق ہو جائیں جو بدوں چالیس روز گزرے بغیر نہیں مل سکتی تھی اور چالیس روز کے بعد یہ احتمال ایک راز کی وجہ سے تھا جو اللہ تعالیٰ کی علوتوں میں سے ہے کہ اس جیسے امور میں کیا کرتا ہے۔

حدیث :- میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی مہل کو اپنے ہاتھ مبارک سے چالیس روز غیر کیا یعنی احتمال اس مہل کے غیر ہونے کا مدت مذکور پر موقوف تھا غرضیکہ جو خاصہ یہ کہ جو شخص ہر سا برس کیلئے مل جمع کرے گا تو یہی کہا جائے گا کہ اس کے دل میں ضعف ہے اور وہ اسباب ظاہری پر مائل ہے ایسا شخص مقام توکل سے خارج ہے اور اس انتظام الہی پر اعتقاد نہیں الجتا جو اس نے خفیہ اسباب رکھے ہیں کیونکہ اسباب داخلی کھیتوں اور دکاتوں کے ہر مسل ہوتے رہتے ہیں اور جو شخص کہ سہل سے کم کیلئے ذخیرہ کرے تو بقدر اس کی اہل کی کمی کے اس کا درجہ ہو گا اور جس شخص کو توقع ہو۔ مہینے کی ہو اس کا درجہ اس کے موافق نہ ہو گا جو اپنی اہل ایک مل تک کرے اور نہ اس کے موافق جو تین مہینے کی امید رکھتا ہو بلکہ اس کا درجہ ان دونوں کے درمیان میں ہو گا اور ذخیرہ کرنے کا مانع بجز کوتاہی اہل کے اور کوئی شے نہیں تو افضل یہی ہے کہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جس قدر ذخیرہ قلیل ہو گا اتنی ہی افضل ہو گا۔

حکایت :- اس فقیر کا قصہ مشہور ہے جس کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب انہوں نے غسل دیکر اسے کفن پہنایا تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو اسی طرح اٹھے گا کہ اس کا منہ چودھویں رفت کے چاند جیسا ہو گا اگر ایک خصلت اس میں نہ ہوتی تو آفتاب روشن جیسا چہرہ لیکر اٹھتا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ کوئی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار، شہد گزار تھا اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا ذکر بھی بہت کرتا تھا مگر گرمیوں کے پہڑے دوسری گرمیوں کے لئے رکھ چھوڑا اور بارے کے پہڑے دوسرے بارے کیلئے رکھ چھوڑا تھا پھر آپ نے فرمایا (من اقل ما اوتینم منہ البقیین وعزیمتہ الصبر) ترجمہ: بخل چیز میں سے کہ تم کمتر دیے گئے ہو وہ یقین اور عزیمت صبر ہے۔

فائدہ :- کوزہ اور دسترفوں یا وہ چیزیں جن کی حاجت ہمیشہ ہوتی ہے وہ ذخیرہ میں داخل نہیں یعنی ان کا رکھ چھوڑنا

ورسے کو کم نہیں کرتا لیکن جاڑے کے پکڑوں کی حاجت گرمیوں میں نہیں رہتی اور یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے کہ ترک ذخیرہ سے اس کا دل مضطرب نہ ہو اور نفس کو لوگوں کے ہاتھوں کی طرف انظار ہو بلکہ اس کا دل سوائے دلیل حقیقی کے اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

فائدہ :- اگر ایسی صورت ہو کہ نہ دیکھنے سے نفس میں پریشانی ایسی ہوتی ہو جس سے دل عجلت اور زکرو فکر سے باز رہتا ہو تو اس کے لئے رکھ چھوڑنا بہتر ہے بلکہ اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جس کی آمدنی اس کی ضروریات کو کافی ہو اور اس دل کو اطمینان بخیر اس کے نہ ہو تا ہو تو اس کے لئے یہی اولیٰ ہے کیونکہ مقصود دلوں کی اصلاح ہے مگر خدا تعالیٰ کے ذکر کیلئے فارغ ہو جائیں بغیر ایسے ہیں جن کو مل کا ہونا دل میں پریشانی لاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو وہم ہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور ممنوع وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ سے مانع ہو خواہ وجود مل ہو یا عدم ورنہ مل دنیاوی منہ ممنوع نہیں اسی لئے حضور علیہ السلام کی تمام اصناف کے لئے مباحوث ہوئے ہیں کہ ان میں تاجر اور کارکن صنعتکار اور کئی پیشے والے ہر قسم کے لوگ ہیں آپ نے نہ تاجر کو تجارت چھوڑنے کا حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو اپنا پیشہ ترک کرنے کو نہ کہ جو شخص ان کا تدارک تھا اس کو حکم تجارت اور پیشے میں مشغول ہونے کا حکم دیا بلکہ سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمہاری فوج نجات اس میں ہے کہ اپنے دلوں کو دنیا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی طرف پھیرو اور چونکہ اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا سب سے عمدہ دل کا کام ہے تو ضعیف کیلئے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہے جیسے قوی کیلئے ذخیرہ نہ کرنا بہتر ہے اور یہ تمام حکم تھا آدمی کا ہے اور عیالدار کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے عیال کے ضعف دور کرنے اور ان کی تسکین خاطر کیلئے ایک سال کی تدابیر جمع کرے گا تو مدد توکل سے خارج نہ ہو گا ہر سال سے زیادہ کیلئے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہے اس لئے کہ مہربان ہر سال میں تکرر ہونے رہتے ہیں تو زیادہ کے لئے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہے جو قوت توکل کے خلاف ہے کیونکہ متوکل اسی کا نام ہے جو موعدہ اور قوی دل اور خدا تعالیٰ کے فضل پر مطمئن اور اس کے انتظام کا معتقد ہو نہ کہ مہربان ظاہری کے ہونے پر اعتماد کرنے والا حضور علیہ السلام نے اپنے عیال کی خدا اسل تک ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن و خیرہ کو فرمایا کہ کل کے لئے کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک کھڑا روٹی کا انظار کیلئے رکھ چھوڑا تھا ان کو ارشاد فرمایا انفق بلا لا ولا نغش من فی العرش افلا لا ترجمتہ خرج کر اسے مال اور صاحب عرش سے مفلسی سے نہ ڈر۔

اور یہ بھی اٹھیں کو ارشاد فرمایا۔

«اذا سئلت فلا تمنع واذا اعطيت فلا تنجنا» ترجمتہ جب تمھ سے کوئی مانگے تو نہ روک اور جب تمھ کو دیا جائے تو نہ چمپا۔

اس صورت میں اقتداء سید المرسلین علیہم السلام کی کرنی چاہیے کہ کوئی اہل آپ کی اس درس پر قہی کہ پیشاب کے بعد پلوں پانی کے قریب ہونے کے حکم کر لیتے تھے کہ کیا معلوم کہ شاید پانی تک نہ پہنچیں اور آپ نے جو ذخیرہ کیا تو اس سے آپ کا توکل کم نہیں ہوا اس لئے کہ آپ کو احمد اپنے ذخیرہ پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اس غرض سے کہ یہ

طریقہ امت کیلئے مسنون ہو جائے کیونکہ امت کے قوی بہ نسبت آپ کی قوت کے بہت کمزور ہیں اور صل کا ذخیرہ آپ نے اپنے عیال کیلئے فرمایا تو نہ اس وجہ سے نہیں کہ آپ میں یا آپ کے عیال میں کوئی ضعف قلبی تھی بلکہ اس نظریہ سے کہ ضعف امت کیلئے وہ طریقہ مسنون ہو اور صاف تصریح فرمادی ہے۔ یہ تسلیم امت کے لئے تھا کہ بدن کو زندگی پر کوئی مجبور نہ کرنا چاہئے۔ (اسی لفظ)

۱) ان اللہ تعالیٰ بحبب ان نونى رخصته کما بحبب ان نونى عزائمه (ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ عمل کیا جائے اس کی اجازتوں پر جیسا کہ پسند کرتا ہے کہ لواحق جائیں اس کی عزتیں (اور ان کا درجہ بلند و بالا ہے)

فائدہ :- اس سے بھی ضعیفوں کے دلوں کی تسکین منظور تھی کہ ایمان نہ ہو کہ ضعیف کی وجہ سے وہ لوگ اس اور نامیدی کو پہنچ جائیں اور انتہائے درجہ پر پہنچنے سے عاجز ہو کر جو کچھ ان سے بن سکا ہے اس کو بھی ترک کر سکتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کا وجود باوجود تمام عالم کے لئے رحمت تھا جن کی لغت مختلف اور درجات مختلف ہیں۔

فائدہ :- جب یہ معلوم ہو چکا تو اب ہمیں یقین ہو گیا ہو گا کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگوں کو معصیہ اور بعض کو غیر معصیہ اس کی دلیل و روایت ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض اصحاب منہ کا انتقال ہوا ان کے پاس کفن بھی نہ نکلا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے کپڑوں کو تلاش کرو (موجودات و دربارہ تمہ کے اندر نکالے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو داغ ہیں حالانکہ ان کے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے بہت کچھ چھوڑ کر مرتے تھے کسی کے حق میں آپ نے یہ نہیں فرماتے تھے لیکن چونکہ ان کا حال دو وجہ کا انتقال رکھتا ہے اس وجہ سے اس حدیث کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں اول تو یہ کہ دو داغ آتش و داغ کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (فنکونی بھامہ و جنوبہم و ظہورہم) (پ 10 توبہ 35) ترجمہ از کفر لایمان :- پھر اس سے دائیں کے انکی پیشانیوں کو نوں اور نہیں۔

فائدہ :- یہ اس صورت میں ہے کہ اصحاب منہ کا زہد اور فقر اور توکل کا اتمام ہو حالانکہ واقع میں وہ ایسے نہ تھے دوسرا یہ کہ تنبیس اور دھوکا کچھ نہ ہو تو اس صورت میں حدیث مذکور کے یہ معنی ہیں کہ درجہ مکمل سے نقصان ہے یعنی جس طرح آدمی کے منہ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی میں فرق ہو جاتا ہے ویسے ہی ان دونوں دینداروں سے ان کے چہرہ مکمل میں نقصان ہو گیا اس لئے کہ آدمی جو کچھ چھوڑ کر مرتا ہے وہ آخرت میں اس کے لئے موجب نقصان ہے کیونکہ جس قدر کسی کو دنیا میں سے ملتا ہے اسی قدر آخرت میں سے ناقص ہو جاتا ہے۔

فائدہ :- فلان ہلا کے ساتھ مل جمع کرنا اور ذخیرہ کی چیزوں پر دل نہ لگانا ضروری نہیں کہ توکل کو باطل کر دے۔

حکایت :- حسین ممتازی جو حضرت بغیرہ رضی اللہ عنہ کے بڑوں میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بشریؒ کی خدمت میں حاجت کے وقت بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ آپ کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت بشریؒ ان کی تعظیم کو اٹھنے میں نے ان کو کسی کی تعظیم جیسے اٹھتے نہیں دیکھا پھر آپ نے مجھے چند درم دے کر فرمایا کہ بہت عموماً کھانا اور لفظ غریب

لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کہی مجھ سے نہیں فرمائے تھے میں کھانے آیا کھانا کھاتے میں نے ان کو نہ دیکھا تھا جب بعد رحلت کما چکے اور کھانا بہت کچھ خج مایا تو وہ بزرگ اس کو لے کر اپنے کپڑے میں باندھ کر ساتھ لے گئے مجھے تعجب ہوا اور ان کی حرکت بری محسوس ہوئی۔ حضرت بشرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ان کی یہ حرکت ناہند محسوس ہوئی میں نے عرض کیا ہاں اس وجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا ہے اجازت لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ حضرت خج موصلیؓ کے تھے کہ آج موصول سے ہمارے ملنے کو تحریف لائے تھے ان کی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہم کو تعلیم کریں کہ جب توکل صحیح ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ذخیرہ کرنے میں حرج نہیں۔

خوف کے ضرر کا دفعیہ :- یاد رہے کہ ضرر بھی نفس یا دل میں خوف کی وجہ سے پیش آتا ہے اور توکل کی یہ شرط نہیں کہ سرے سے اسباب واقعہ ترک کرے مثلاً جس علاقہ میں دو دن سے بست ہوں وہاں سو رہتا یا جگن سیلاب کی جگہ یا جگن ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹٹنی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہیں بلکہ یہ تمام امور ممنوع ہیں ایسا شخص اپنی جان کو بے فائدہ معرض ہلاک میں ڈالتا ہے۔

اسباب ضرر :- یہ اسباب تین طرح ہیں ایک تو وہ (۱) قطعی (۲) ظنی (۳) وہی۔ وہی اسباب چھوڑنا شرط توکل ہے اور وہی اسباب وہ ہیں کہ ان کی نسبت دفع ضرر کی طرف ایسا ہو جیسے جسم داغنے اور متغیر وغیرہ کو ہے کہ یہ دونوں بعض اوقات تو کسی خوفناک بیماری کے روک کیلئے پہلے سے کر دیئے جاتے ہیں اور بعض اوقات بعد اس مرض کے وقوع کے برقی جاتی ہیں اور حضور ﷺ نے متوکلوں کا وصف بجز ترک داغ اور سحر اور برف لی اور کچھ نہیں بیان فرمایا یعنی یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ متوکل جب کسی سرد علاقہ میں جاتے تو گرم لباس پہننے علائکہ گرم لباس بھی سردی متوقع کیلئے پہنا جاتا ہے اور یہی حال دوسری چیزوں کا ہے۔

فائدہ :- سفر میں ٹھٹھے وقت ہارنے کی موسم میں اگر مسن کھائے اس ارادہ سے کہ اندر گرمی کی قوت ہوگی تو اس میں اسباب پر اعتدال اور تعلق ہو سکتا ہے یہ امر قریب داغ کے ہے بخلاف گرم لباس پہننے کے اگر کسی انسان سے ضرر پہنچے تو اس کے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کر دینے کی ایک وجہ ہے یعنی اگر آدمیوں کی اذیت پر صبر بھی کر سکتا ہے اور ایذا کو روک کر اپنا انتقام لے سکتا ہے توکل کی شرط یہ ہے کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) (فان خلتہ وکبلا واصبر علی ما یقولون وایجرہم بجرأ جبیشا) (الزلزلہ ۹۱۰) ترجمہ اور کٹر ایمان :- اپنا کارنامہ مٹاؤ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرمادو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

(۲) (وانصبرن علی ما اصابکمونا وعلی اللہ فلیجئوکل السنوکلون) (سورہ ابراہیم) ترجمہ کٹر ایمان :- اور تم جو ہمیں متاڑ رہے ہیں ہم صبر اور اس پر صبر کریں گے اور پھر دیکھو کہ دلوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

(۳) (ودع انہم ونوکل علی اللہ) (الاحزاب ۴۸) ترجمہ کٹر ایمان :- اور ان کی ایذا پر درگزر فرمادو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔

(4) (فصیبر کما صبر اولوالعزم من الرسل) (لاحقاً) ترجمہ کنزالایمان: تو تم مہر کو جیسے ہمت والے رسولوں نے مہر کیا۔

(5) (نعم اجر العالمین الذین صبرو وعلی ربهم بنوکلون) (العنکبوت 58 تا 59) ترجمہ کنزالایمان: کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا وہ جنہوں نے مہر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

فائدہ :- یہ تمام آیات انسانوں سے ضرر اور ایذا کے بارے میں ہیں مگر مہر کرنا ساتوں کی ایذا اور دہندوں کے ضرر اور پھوڑوں کی تکلیف پر اور ان کی مدد نہ کرنا توکل میں سے نہیں اس لئے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں؛ حالانکہ جو کام سالک کرتا ہے یا ترک کرتا ہے تو خود اس کام سے کوئی غرض نہیں ہوتی بلکہ امانت دین پر مبنی ہوتی ہے اور ترتیب اسباب کا دفع ضرر میں ایسے ہے جیسے فن اول میں کسب معیشت اور حصول اشیائے مفیدہ کے اسباب میں مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں اور یہی حل مل کے پھانے کے اسباب میں سمجھنا چاہئے مثلاً گھر سے نکلنے وقت اگر حجرے کا ٹکڑا لگا دے یا لونٹ کا پاؤں باندھ دے تو اس سے دشمن میں فرق نہ آئے گا کیونکہ یہ اسباب خدا تعالیٰ کی علوت جاری سے ہیں۔ وہ اسباب قطعاً یا بطور ظن معلوم ہو چکے ہیں ان کی قبیل میں کوئی حرج نہیں اسی لئے حضور ﷺ نے اس امر اہل کو فرمایا (میں نے اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا)۔ توکل کر لو اس کا پاؤں بھی باندھ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (خذوا حذرکم) (النساء 102) ترجمہ کنزالایمان :- اور اپنی پناہ لئے رہو۔ اور نماز خوف کی کیفیت میں ارشاد فرمایا (ولبائخلو اسلحتهم) (النساء 102) ترجمہ کنزالایمان :- اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں۔

اور فرمایا (واعبدواہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل) (الانفال 60) ترجمہ کنزالایمان :- اور ان کے لئے تیار رہو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا (فاسر بباہی لبنا) (الدخان 23) ترجمہ کنزالایمان :- ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات۔

فائدہ :- رات کو جانا دشمنوں کی آنکھ سے چھپنا ہے جس میں ایک گوند سب دفع کا موجود ہے اور حضور ﷺ کا ہاتھ میں خلیہ ہونا دشمنوں کی آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہنچائیں اور نماز میں ہتھیاروں کا لینا قطعی طور پر دفع نہیں ہے جیسے سنا ہے اور بچو کا مار ڈالنا قطعی طور پر دفع ہے لیکن ہتھیاروں کا لینا سب ظنی ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ظنی سبب بھی قطعی جیسے ہے تو صرف سبب مہر ہی ہمارا یہ کیا ہے جس کے ترک کا مستفی توکل ہے۔

فائدہ :- بعض اولیائے کرام کے شانے پر شیر لے پڑے رکھا اور انہوں نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کر کے اس پر سواری کی اس قسم کی روایات اگرچہ واقع میں صحیح ہیں مگر ان میں اتنا ہی تعلیم نہیں بلکہ یہ ایک بلند مقام کرامت ہے یہ توکل کی شرائط میں سے نہیں اور اس میں راز ہے کہ ہر کوئی اس پر نہیں پہنچ سکتا۔



سوال :- اس مقام تک پہنچنے کی علامت کیا ہے۔

جواب :- پہنچنے والے کو نشان چومنے کی کوئی حاجت نہیں اسے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اس درجے پر پہنچ گیا ہوں اس مقام سے پہلے کا نشان کچھ ذکر کر دیا جاتا ہے۔

فائدہ :- وہ کتنا انسان کے ساتھ اس کے پلو میں رہتا ہے جس کا نام مضبوط ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ خود ہالک کو اور دوسروں کو کانا رہتا ہے وہ مسخر اور تابع ہو جائے اگر وہ یوں مسلط ہو جائے کہ اشارہ پر چلے تو عید نہیں کہ انسان کا درجہ بلند ہوتے ہوئے یہاں تک اس کے بعد پہنچے کہ اس کا مسلط شیر ہو جائے جو دوسروں کا بادشاہ ہے اور جنگل کا کتا مگر گھر کے کتے کا مسلط ہو جانا جنگل کے کتے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے اور بدن کے کتے کا تابع ہونا گھر کے کتے کی بہ نسبت زیادہ اہل ہے اگر باطن کا کتا کسی کا تابع نہیں ہوا تو توقع نہیں کرنی چاہئے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو۔

سوال :- متوکل نے جب دشمن کے خوف سے ہتھیار لیے اور چور کے زور سے قتل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے اونٹ کی ٹانگ ہاتھی تو اس کا توکل کس اعتبار سے کھلائے گا۔

جواب :- وہ قصص علم اور عمل کی وجہ سے متوکل کھلائے گا علم تو یوں کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھ تدا لگانے سے نہیں ہوا بلکہ صرف بسبب خدا تعالیٰ کے دفع ہوا کیونکہ اکثر دواؤں پر تدا لگاؤ مفید نہیں ہوتا بہت سے لونٹ ٹانگ ہاتھ سے پر مچ جاتے ہیں یا بھاگ جاتے ہیں بہت سے ہتھیار ہاتھ سے والے قتل یا مغلوب ہو جاتے ہیں تو ان اسباب پر بھی کیا رہا بلکہ مسبب الاسباب پر بھی چاہئے جیسا کہ ہم نے وکیل مقدمت کی مثال میں لکھا ہے کہ متوکل جب اس کے کتے سے خور آتا ہے اور دستبرد لاتا ہے تو اس کو نہ اپنے اوپر نہ اپنی دستبرد پر بھی ہوتا ہے بلکہ وکیل کی تدبیر و قوت پر بھروسہ ہوتا ہے ہمارا عمل بھی اس طرح ہونا چاہیے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ ہمارے گھر اور نفس میں حکم کرے گا ہم اس پر راضی ہوں اور زبان سے کہا جائے کہ الٹی اگر تو میرے گھر کی چیز پر ایسے کو مسلط کرے گا جو اس کو لے جائے تو وہ تیری ہی راہ میں ہے اور میں تجھے حکم پر راضی ہوں اس لئے کہ جو کچھ تو نے مجھے دے رکھا ہے میں نہیں چلتا کہ وہ ایسا ہے کہ پھر تو مجھ سے واپس نہ لے لے گا یا رعایت اور امانت ہے کہ مجھ سے ہٹا لے گا اور مجھ کو نہیں معظوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تو نے کسی اور کی قسمت میں لکھ دیا ہے ہر عمل میں تجھے حکم پر راضی ہوں۔

فائدہ :- جب یہ حال اور وہ علم مذکور ہوا تو اونٹ کی ٹانگ ہاتھ سے اور ہتھیار لینے اور تدا لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہ ہوگا پھر جب گھر میں واپس آئے اور اپنی چیز گھر میں پائے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اگر چوری ہوگئی ہو تو اپنے دل کی طرف دیکھے اگر دل کو راضی اور خوش پائے یہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھ سے لے لیا تو صرف اسی لئے کہ آخرت میں میرا رزق چھٹائے گا تو اس صورت میں اس کا مقام توکل درست ہے اور اس کا عمل بھی صحیح ہے اگر دل کو اس چیز کے چلے جانے سے منع ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعویٰ

توکل میں سچا نہیں اس لئے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اسی کا درست ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ جانے کا غم، بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ جس کا یہ ملل ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اس کا توکل کیسے درست ہوگا ہاں بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نہ کرے نہ اس کی تجسس و تلاش میں کوشش کرے اور اگر ان باتوں پر قادر نہ ہو حتیٰ کہ دل میں رنجیدہ ہو اور زبان سے شکایت نہ کرے اور خوب تلاش کمال کرے تو یہ چوری گویا اس کے حق میں زیادتی گناہ کی ہوئی اس لئے کہ اس کے سب سے معلوم ہوا کہ وہ فحش تمام مغالط سے قاصر اور تمام دعویٰ میں جھوٹا ہے اس کے بعد اس کو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہئے اور اس کی کوئی بات نہ ماننی چاہئے اور اس کے جہل میں نہ پھنسا چاہئے کیونکہ وہ بری باتوں کا حکم کرنے والا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا مدعی ہے۔

سوال :- متوکل کے پاس ملل کیوں ہوتا ہے جو چوری ہو جائے۔

جواب :- اس کے گھر میں آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا گلاس وغیرہ وضو کا لونا اور سالن رکھنے کا توشہ دان اور لاشی وغیرہ ملان معیشت ضروری ہوتا ہے علاوہ ازیں کبھی اس کی ملک میں مل آجاتا ہے تو وہ اس کو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج مل جائے تو اسے اس کے حوالہ کر دے اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہیں کرتا اور توکل کی شرط میں نہیں کہ اپنی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دے ڈالے بلکہ حکم دے ڈالنے کا متعلق چیزوں اور زائد از حاجت مل میں ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ عزوجل کی عادت فقرائے متوکلین کو روٹی پہنچانے کیلئے مساجد کے گوشوں میں جاری ہے مگر یہ نہیں کہ ان کو کوڑے اور متاع بھی ہر روز لود ہر پہننے میں پہنچایا کریں اور عادت انہی سے لکنا توکل میں شرط نہیں اسی نظر سے خواص سٹو سفر میں اسی اور ڈوہلی اور مقرض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے اس لئے کہ خدا تعالیٰ عزوجل کی عادت سے دونوں چیزوں میں فرق ہے پھر اگر یہ کہو کہ جب آدمی کی حاجت کی چیز جاتی رہے گی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس پر افسوس اور غم نہ کرے اگر اس کی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو اس نے اس کو کیوں رکھ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیوں لگایا تھا اور اگر اس لئے رکھا تھا کہ اس کو حاجت کے سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مرغوب چیز جہنم جائے اور آدمی کو رنج دل میں نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ متوکل آدمی جو اپنی چیز کا بچاؤ کرتا ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سے اپنے دین پر مدد لے کیونکہ اس کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز میرے حق میں بہتر ہے اگر میرے پاس نہ ہوتی تو مجھ کو اللہ تعالیٰ عزوجل یہ چیز عنایت نہ فرماتا پس اس چیز کے ملنے سے اس نے استدلال اس بات کا کر لیا کہ خدا تعالیٰ عزوجل نے میرے لئے عجم کردی اور حسن ظن خدا تعالیٰ عزوجل کے ساتھ کیا کہ میری بہتری اس کے ہونے ہی میں ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دینی پر مددگار ہوگی لہذا یہ بات اس کے ذہن میں چٹنی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ بہتری اور مصلحت ہوں ہو کہ یہ شے اس کے پاس سے جاتی رہے اور جو فرض اس

سے نکلتی اس کو یہ مشقت اور تکلیف سے نکالے اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو جب اللہ تعالیٰ نے چور کو مسلما کر کے وہ چیز اس کے پاس سے نکل دی تو پہلا ظن اور کچھ ہو گیا اس لئے کہ وہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اب یوں کہتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اس چیز کا رہنا میرے پاس اب تک اور آئندہ کو اس کا نہ رہنا میرے لئے بہتر نہ جانتا تو مجھ سے نہ لیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہو سکتا ہے کہ ربیع و طہال نہ رہے کیونکہ اس سے انسان کی غرضی خود اسباب کے ساتھ نہیں رہتی بلکہ اسباب سے اس وجہ سے خوشی ہوتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ سبب اسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے عطا کر دیا ہے۔

مثلاً :- کوئی بیمار کسی طیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو کچھ وہ اس کے حق میں تجویز کرے اسے اپنی مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر طیب نے اس میں میرا فائدہ نہیں جانا اور مجھ میں اس کی برداشت کی ناپ نہیں دیکھی تو کیوں دیا اگر وہ غذا اس کے پاس سے چٹا لے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا میرے حق معزز نہ تھی اور مجھے موت کے سر نہیں لگتی تھی تو طیب مجھ سے کیوں چٹا لیتا اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے الطاف کو اتنا بھی نہ جانے جیسے مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہے جو طم طیب میں مارت کھل رکھتا ہے تو ایسے شخص سے تو کس کا ہوا معلوم اس کا توکل ہرگز درست نہیں اور جو شخص خدا تعالیٰ عزوجل کو پہچانتا ہے اور اس کے افعال و عبادات سے واقف ہے کہ بندوں کی اصلاح اس طرح کیا کرتا ہے تو وہ اسباب پر ہرگز خوش نہ ہوتا کیونکہ کیا خبر کہ کونسا سبب اس کے حق میں بہتر ہے۔

ملفوظ فاروق :- حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں فنی ہو جاؤں یا فقیر مجھے کوئی پروا نہیں اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ دونوں حالتوں میں سے میرے حق میں حالت بہتر ہے تو اسی طرح متوکل کو بھی چاہئے کہ اس کا اسباب چوری ہو جائے یا باقی رہے کچھ پروا نہ کرے اس لئے کہ اسے کیا خبر کہ کونسا حال اس کے حق میں دنیا و آخرت میں مفید ہے کیونکہ بہت سی چیزیں دنیا کی ہلاکت کا سبب ہوا کرتی ہیں اور بہت سے دلائل اپنے مل کی بدولت ایسے واقعات میں جہاں ہو جاتے ہیں کہ فقیر ہونے کی تمنا کیا کرتے ہیں۔

آداب متوکلین جب وہ گھر باہر جانے لگیں :- (۱) دروازے کو تھکا لگائے اس سے پردہ کر زیادہ حفاظت کی فکر نہ کرے مثلاً مسلمانوں سے کہنا کہ میرے گھر کا خیال کرنا یا زائد تھکا لگادو وغیرہ

حکایت :- حضرت مالک بن دینار اپنے دروازے پر تھکا نہیں لگاتے تھے بلکہ کھجور کی رسی سے پردہ کر باہر جلیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر کتوں کا خوف نہ ہوتا تو میں گوانوں کو پردہ جتا بھی نہ۔

(۲) گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے جس پر چوروں کو رغبت ہو خود ظن کی معصیت کا سبب نہ بنے یا شے کے رکھ چھوڑنے سے چوروں کی رغبت کو جوش ہو۔

حکایت :- منیہؒ نے حضرت مالک بن دینارؒ کو ایک بار چار بجے تو انہوں نے فرمایا کہ اسے لے جاؤ مجھے

ضرورت نہیں۔ انہوں سب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے دشمن دوسرہ والا ہے کہ اسے چور لے جائیں گے گویا آپ نے اس بات سے احتراز کیا کہ چور گناہگار نہ ہو اور شیطان جو چوری کا دوسرہ والا ہے اس سے دل پریشان نہ ہو۔

فائدہ :- حضرت ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصے کو سن کر فرمایا کہ یہ امر قلوب صوفیہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ انہوں نے تو زہد کیا تھا تو کوئی ان کی کوئی شے لیرائے تو انہیں اس سے کیا مطلب۔

(3) جس شے کو مجبوری گھر پر چھوڑ جائے تو چاہئے کہ ننگے کے وقت نیت کرے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ اس میں حکم کرے گا میں اس پر راضی ہوں اگر کسی چور کو مسلط کرے یا جو کوئی اسے لے گا اسے یہ چیز معاف ہے یا یہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف ہے اگر لینے والا فقیر ہو تو اس پر صدق ہے۔

فائدہ :- اگر فقیر کی شرط نہ کرے تو بہتر ہے کیونکہ اگر اس چیز کو کوئی غنی لے گا تو دو نیتیں ہوں گی۔ اول تو یہ کہ اس کے بل کے سبب وہ معصیت سے باز رہے یعنی اگر اس قدر مل گیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نہ رہی تو بیعت جو بل حرام چور کھلیا کرتا اس کا گناہ معاف کرنے سے جاتا۔ اور دوسری نیت یہ ہے کہ کسی اور مسلمان پر ظلم نہ کرے گا تو اس کا بل گویا دوسرے کے حق میں فدیہ ہو گیا اور جب اپنے بل سے دوسرے کے بل بچانے کی نیت ہوگی یا نیت چور کی معصیت دور کرنے یا کم کرنے کی ہوگی تو مسلمانوں کی خیر خواہی پائی جائے گی اور اس حدیث شریف کے مطابق اسے فائدہ ہوگا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا «انصر اخاک ظالما او مظلوما» ترجمہ: دوسرے کو اپنے بھائی کی وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

فائدہ :- ظالم کی حد اس طرح ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھے اور ظلم کا معاف کر دینا ظلم کو بخود کرنا ہے اور مسخدہ کو باز رکھنا۔

فائدہ :- یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ یہ نیت اسے کسی طرح بھی معز نہیں کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو چور کو مسلط کرے اور نقصانے ازل کو بدل دے مگر زہد کی وجہ سے یہ نیت درست ہو جاتی ہے کہ اگر اس کا بل چوری ہو جائے تو اسے ہر درم کے بدلے سات ملیں گے اس لئے کہ اس کی نیت تو ہو گئی ہے نیت زیادہ کی وجہ سے ثواب ہوا کرتا ہے اگر مل چوری نہ ہوا تب بھی اسے ثواب حاصل ہو۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے عزل نہ کرے اور نفقہ اپنے مقام میں چاہیے تو فرمایا اسے اتنا ثواب ہے کہ جب اس صحبت سے لڑکا پیدا ہو اور وہ بڑا ہو کر جہلو کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جائے۔ (اگرچہ فی الواقع لڑکا پیدا نہ ہو کیونکہ اولاد کے بارے میں اس کا کلام تو صرف صحبت ہے پیدا کرنا اور نفقہ رکھنا اور رزق اور بھاس کے اقتدار میں نہیں۔ بالفرض اگر لڑکا پیدا ہوا تو اسے صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اب بھی موجود ہے اسی طرح چوری کا بل لوہر کی مثل میں سمجھنا چاہئے۔

(4) جب گھر سے باہر جائے اور مل چوری ہو گیا تو چاہئے کہ مغموم نہ ہو بلکہ اگر ہو سکے تو خوش ہو اور کہے اگر اللہ تعالیٰ اس میں بہتری نہ جانتا تو مجھ سے نہ چھینتا

قائدہ :- اگر گھر کے مل کو وقف نہ کر گیا ہو تو چاہئے کہ اس کی تلاش میں زیادہ کوشش نہ کرے نہ مسلمانوں سے بدخلی ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تلاش بالکل رک کر دے کیونکہ اسے تو وہ پہلے ہی سے ذخیرہ آخرت کر چکا ہے اگر اسے وہ چیز ملے تو نہ لے اس لئے کہ وہ اسے وقف کر چکا ہے اگر قبول کرے تو ظاہری علم کی وجہ سے یعنی شریعہ اور مل اس کی ملک میں آجائے گا کیونکہ صرف اس نیت مشروط سے ملک ظاہر شرع میں نہیں جاتی مگر متعلقین کے نزدیک یہ بات اچھی نہیں۔

حکایت :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اونٹنی چوری ہو گئی آپ تلاش کرتے کرتے تھک گئے پھر اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دی اور مسجد میں داخل ہو کر دو گن پڑھا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کی اونٹنی فلاں جگہ میں ہے آپ نے اپنا جو تاپست اور گھڑے ہوئے پھر استغفر اللہ کہہ کر بیٹھ گئے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جا کر اسے لے آئیے آپ (رضی اللہ عنہ) نے قریباً کہ میں اسے وقف کر چکا ہوں اسی لئے اب وہ فقرا کی ملک نہیں۔

حکایت :- ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو مرنے کے بعد خراب میں دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا کہ مجھے بخش دیا اور جنت میں داخل فرمایا اور جو مکان جنت میں میرے تھے وہ مجھ کو بتا دیئے ان کو میں نے دیکھ لیا۔ رملی کہتے ہیں کہ وہ شخص ربیعہ اور فکین معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور تم جنت میں داخل ہو گئے پھر فکین کہیں ہو۔ انہوں نے ایک آٹھ سو کھجور کر قریباً کہ میں قیامت تک فکین رہوں گا میں نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ جب میں نے اپنے مکان جنت میں دیکھے تو میرے لئے فکین میں منتقلات ایسے لوٹنے گئے کہ ان کے برابر میں نے جنت میں نہ دیکھے تھے میں ان سے خوش ہوا اور ان کے اندر جانے کا ارادہ کیا اس وقت ایک پکارنے والے نے ان کے لوہے سے آواز دی کہ اس کو میل سے ہٹا دو یہ منتقلات اس کے لئے نہیں یہ اس کے لئے ہیں جو سبیل کو پورا کرے۔ میں نے پوچھا کہ سبیل کا پورا کیا کیا ہے مجھ سے کسی نے کہا کہ تو شے کو فی سبیل اللہ کہہ کر پھر پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرنا تو ہم بھی تجھے ان منتقلات میں جانے دیجئے۔

حکایت :- بعض عابدین کہہ میں سے ایک کے مل میں کھسا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس بیٹھ کر میں ہندہ کر سوا جب ہمارا تو بیٹائی تم پائی جس کے پاس سوا تھا اسے قسم کیا میں نے پوچھا کہ تیرا کس قدر تھا اس نے قدر بتائی اسے گھر پر ساتھ لے جا کر اپنے پاس سے اسی قدر رقم دیدی اس کے بعد اس کے دوستوں نے کہا کہ بیٹائی تو ہم نے نبی کے طور تیری کر سے کھولی تھی وہ دوستوں کو لیکر جس پر شمت نکلتی تھی اس کے گھر آئے اور شمت سے معذرت خواہ ہو کر اس کا مل پھیرنا چاہا اس نے کہا کہ میں نہ لے گا یہ مل اپنے ہی رہنے دو تمہارے لئے حلال طیب

ہے میں نے اپنی خوشی سے رہا ہے اور جو مل میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا ہوں اسے واپس نہیں لیتا جب انہوں نے بہت اصرار کیا اس نے بیٹے کو بلایا اور اس بل کو تحلیلوں میں رکھ کر فقرا کے پاس بھیجا شہوہ کیا یہاں تک سارا مل تقسیم ہو گیا۔

فائدہ:- سلف صالحین کا مل پونہ سی تھاسی طرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دینا چاہے اور وہ چلا جاتا تو وہ اس روٹی کو واپس گھر میں لانا نہ کر دے جانتے وہ کسی اور فقیر کو دے دیتے اور یہی عمل در اہم و ستاروں اور تمام خیرات و صدقات میں سمجھا جاتا ہے۔

(5) یہ لوہ سب سے کم ہے وہ یہ ہے کہ چور پر جس نے مل چوری کیا ہوا ہے بددعا نہ کرے اور اگر ایسا کرے گا تو ناکل باطل ہو جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے گندہ چیز پر افسوس کیا ہے اس ناکم ہونا اسے برا معلوم ہوا اس لئے زہد بھی جاتا رہے گا اگر زیادہ دعا کرے گا تو جو مصیبت اس پر آئی اس کا ثواب بھی نہ پائے۔

حدیث شریف:- میں ہے کہ جو اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے۔

حکایت:- رجب بن خثیم رحمہ اللہ کا گھوڑا چونتیس ہزار درم کا تھا چوری ہو گیا جب خبر ملی آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے نماز نہ توڑی اور نہ اس کی تلاش میں جدوجہد کی لوگ آپ کے پاس نقل دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ جب چور گھوڑا کھوں تھا میں اس کو دیکھتا تھا لوگوں نے پوچھا کہ پھر آپ نے اس کو کیوں نہ دے گا آپ نے فرمایا کہ میں ایسی عجلت میں مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اس سے محبوب تر تھی یعنی میں نماز پڑھتا تھا لوگ چور کو بددعا دیتے تھے آپ نے فرمایا کہ اسے سمجھ نہ سکو بلکہ اس کے حق میں دعا کرتا ہوں لئے میں نے وہ گھوڑا اس پر صدقہ کر دیا۔

حکایت:- ایک بزرگ کی کوئی چیز چوری ہو گئی تھی کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بددعا کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ میں اچھا نہیں جانتا کہ اس پر شیطان کا مددگار بنوں کسی نے پوچھا کہ اگر وہ چیز آپ کے پاس واپس آجائے تو لے لیں گے فرمایا کہ لیتا تو درکنہ میں اسے دیکھوں گا بھی نہیں اس لئے کہ وہ چیز میں نے اسے معاف کر دی ہے۔

حکایت:- بعض بزرگوں سے کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بددعا کیجئے فرمایا کہ مجھ پر کسی نے ظلم ہی نہیں کیا پھر فرمایا کہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ میں اس بے چارے پر اور زیادہ برائی چاہوں۔

حکایت:- کسی نے ایک بزرگ کے سامنے حجاج بن یوسف کو بہت کلامیں دیں انہوں نے فرمایا کہ تو اسے کھلی دینے میں خود غرق نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جیسے حجاج سے لوگوں کے مل اور جان پر ستم کرنے کا بدلہ لے گا ویسے ہی جن لوگوں نے اس کی جگہ کی ہوگی ان سے اس کا بدلہ لے گا۔

حدیث شریف:- میں ہے کہ ہندہ بڑا ظلم کرتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیاں دیتا ہے اور اسے برا بھلا کہتا ہے یہاں تک کہ اس کے ظالم کے برابر پہنچ کر بہت زیادہ فحش دیتا ہے اس کا مقابلہ ظالم کی طرف سے اس کے ذمے پر رہتا

ہے ظالم کو اس قدر کا بدلہ مظلوم سے دلایا جائے گا۔  
(6) چور کے لئے جکلیں ہو کہ اس نے گنہ کیا اور خدا تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ مظلوم کیلئے کہ ظالم اور اس کا نقصان دنیا کا ہوا نہ نقصان دین کا۔

حکایت :- کسی نے ایک عالم سے شکایت کی کہ ڈاکوؤں نے مجھ پر حملہ کر کے میرا مل لوٹ لیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے اپنے مل کے رنج کی بہ نسبت اس بات کا زیادہ رنج ہونا چاہئے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو لوٹ کھسوٹ کو حلال جانتے ہیں اگر یہ غم ہو گا تو تم مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو۔

حکایت :- حضرت علی بن قیس رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے کہ ان کے دستار چوری ہو گئے ان کے والد نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں پوچھا کہ دستاروں کے لئے روتے ہو انہوں نے کہا میں بلکہ اس بے چارے کے حل پر روتا ہوں کہ قیامت کو اس سے سوال ہو گا اور اس سے کچھ نہ بن پڑے گا۔

حکایت :- بعض اکابر سے کسی نے ظالم پر بدعما کرنے کو کہا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا غم اتنا ہے کہ اس میں اس پر بدعما کرنے کی مجھے صلت نہیں۔

نکتہ :- یہ تھے اسلاف صالحین کے اخلاق و عادات۔

موجود ضرر کا دفعہ :- یہ بحث اس بیان میں ہے کہ کسی کو کوئی ضرر یا تکلیف ہو مثلاً بیماری وغیرہ تو اس کا علاج کرنے کے طریقے وغیرہ وغیرہ

ضرر کے اسباب دفع کرنے والے تین طرح ہیں۔

- (1) جینی۔ جیسے پانی پیاس کا ضرر دفع ہے اور بونی بموک کو۔
- (2) ظنی جیسے فصد اور بچھتا اور جلاب اور تمام معالجات طبی مثلاً برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے وغیرہ وغیرہ اور طب میں ان کو اسباب ظاہری کہا جاتا ہے۔

(3) وہی جیسے دماغ اور منتر (1) اسباب جینی کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ ان کا چھوڑنا (بشرطیکہ خوف موت) حرام ہے (2) اسباب وہی کا چھوڑنا توکل کی شرط ہے کہ حضور ﷺ نے متوکلین کو ان کا تارک فرمایا ہے اور ان سب اسباب میں سے قوی تر دماغ ہے اور اس کے قریب منتر ہے اور آخر درجہ شکون کا ہے اور ان اسباب پر اکل و شکیہ اسباب کی طرف ملاحظہ کرنے میں سلامت درجہ کا تحقق ہے باقی درجہ متوسط یعنی اسباب ظنی مثلاً دعا کرنا ان اسباب سے جو اعصاب کے نزدیک اسباب ظاہری ہیں تو دعا کرنا مخالف توکل نہیں بخلاف مہیوم کے کہ ان کا نہ چھوڑنا ممنوع ہے بخلاف اسباب جینی کے بلکہ ان کا چھوڑنا بعض احوال میں بعض اشخاص کے حق میں کرنے کی بہ نسبت افضل ہو جایا کرتے ہے تو مظلوم ہو کہ یہ درجہ جینی اور وہی کے درمیان میں ہے اور دعا کرنا توکل کے مخالف نہیں

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خود بھی دوا کی لودوں کو بھی ارشاد فرمایا اور اس کے فوائد بھی زبان مبارک سے بیان فرمائے۔

احادیث مبارکہ :- (1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : (ما من داء الا وله دواء عرفه من عرفه وجعله من جعل الاسلام ترجمتہ کوئی درد ایسا نہیں جس کی دوا نہ ہو جانتا ہے اسے جو جانتا ہے اور نہیں جانتا اسے جو نہیں جانتا بخیر موت کے۔

فائدہ :- سام سے مراد موت ہے (2) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا : (نداء واعبا فالبه فان الذي اقرن الداء) ترجمت دوا کو اسے اللہ عزوجل کے بندہ کہ جس نے مرض اٹھایا ہے اسی نے دوا بھی اٹھایا ہے۔

(3) جب کسی شخص نے آپ ﷺ سے دوا اور ستر کا عمل پوچھا کہ یہ دونوں خدا تعالیٰ کا حکم ہیں دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم میں سے ہیں۔ (4) حدیث مشہور میں ہے کہ (ما سرت بسلا من السلائك الا فالو امراتك بالحجرات) ترجمت میں جس جماعت پر فرشتوں کی مقررہ انہوں نے یہی کہا کہ اپنی امت کو بچنے لگوانے کا حکم کرو۔

(5) حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے غامت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بچنے لگنا ستر اور انہیں اور اکیس برس کی عمر میں تاکہ خون جوش کر کے تم کو ہلاک نہ کر دے۔

فائدہ :- اس میں دو باتیں ذکر فرمائیں ایک تو یہ کہ جوش خون مہب موت ہے اور حکم الہی سے وہ ملک ہے دوسرے یہ کہ خون ٹکانا موت سے نجات کی صورت ہے کیونکہ خون ملک جلد سے ٹکانا تو زچہ کا کپڑوں میں سے باہر کرنا اور مناسپ کا گھر میں سے دور کرنا ان سب میں کوئی فرق نہیں اور توکل کی شرط بھی نہیں کہ ان چیزوں کو ترک کرے بلکہ یہ تو ایسے ہے جیسے آگ کو بجھانے کے لئے اس پر پانی ڈالا جائے یا گھر میں آگ لگے اس کا ضرر دور کرنے کیلئے پانی ڈال دیا جائے اور یہ امر توکل میں ہرگز نہیں کہ یہ دلیل حقیقی کی علت میں سے ہے۔

(6) ایک حدیث مشہور میں ہے کہ جو کوئی ستر وہیں تاریخ مینے کی شکل کے دن بچنے لگوائے اس نے لئے برس کی بیماری کا علاج ہوگا۔

امت کو علاج کراتے کی ہدایات :- حضور سرور عالم ﷺ اپنے امت سے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دوا اور برائے کیلئے ہدایات فرمائی ہیں۔

(1) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نصیحت کہی۔

(2) سعد بن زہاد کو داغ دلایا۔ (3) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم تھا آپ نے فرمایا کہ تم رخسار نہ کھادو اور وہ نہ کھادو و قصاب کے موافق ہے یعنی ساگ جو کہ آنے میں پکے ہوں کھادو۔

(4) حضرت صیب رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں درد تھا اور وہ فرما کھارہے تھے آپ نے فرمایا تم غریبا کھاتے ہو اور تمہاری آنکھ



میں درد ہے انہوں نے عرض کی کہ میں دوسری داڑھ سے کھارہا ہوں آپ ﷺ پاس پرے۔

معمول رسول ﷺ :- (۱) موی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ ہر رات میں سرود لگاتے تھے۔ (۲) ہر صبح پچھپے (۳) ہر برس جلاب سناکی لینے تھے (۴) کئی بار پھر وغیرہ کا بھی آپ نے علاج کیا (۵) یہ بھی موی ہے کہ وحی اترنے کے وقت آپ کے سر میں درد ہو جاتا تھا تو سر مبارک پر مہندی کا لپ کرکے تھے (۶) بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنے زخم مبارک پر مہندی رکھ دیا کرتے تھے۔ (۷) ایک بار کسی زخم مبارک پر آپ نے صرف مٹی عی جھڑک دی تھی تو میکہ آپ نے اپنے علاج کئے اور کرائے اور صحابہ کے بھی علاج کے بارے میں روایات بے شمار ہیں بلکہ اس بارے میں ایک کتاب بھی ہے جس کا نام طب النبی ﷺ ہے۔

حکایت :- بعض علماء نے بنی اسرائیل کے قحط میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپ کے پاس بنی اسرائیل آئے اور آپ علیہ السلام کے مرض کی تفصیل کی اور عرض کیا کہ اگر آپ یہ علاج کریں تو تندرست ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دو انیس کراں گا میں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بغیر دوا ہی تندرست کر دے پھر دو مرض بڑھ گیا پھر لوگوں نے عرض کیا کہ اس مرض کی یہ دوا ہے اور ہم نے بت پر اس کا تجویز کیا ہے اور یہی ہم کو مفید ہوئی ہے آپ نے اس بار بھی انکار کیا پھر مرض بڑھ گیا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مجھے قسم ہے کہ تجھے تندرست نہ کروں گا جب تک رو نہ کرے گا آپ نے بنی اسرائیل کو علاج کے لئے فرمایا انہوں نے دوا کھائی آپ تندرست ہو گئے مگر دل میں دوسرے گمراہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام حکمت درہم برہم ہو۔ تاؤ دو میں فائدہ کس نے رکھا ہے وہ بھی تو میرے غم سے شاد ہوتی ہے۔

حکایت :- کسی نبی علیہ السلام نے اپنے مرض کی شکایت کی ان کو وحی ہوئی کہ اترے کھلیا کرو۔

حکایت :- ایک اور پیغمبر نے ضعیف ہونے کی شکایت کی تو ان کو گوشت اور دودھ کھانے کا حکم ہوا کہ ان میں قوت پانا ہے۔

حکایت :- موی ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے شکایت کی کہ ہماری اولاد خوبصورت نہیں ہوتی ان کو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دو کہ حاملہ عورتوں کو بہدا نہ کھلیا کریں اس سے اولاد خوبصورت ہوگی۔

فائدہ :- یہ تدبیر حمل کے تیسرے اور چوتھے مہینے میں کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ تے بچے کی خوبصورتی کا حکم انہیں دنوں میں فرمایا تھا وہ لوگ حاملہ کو صلات کھلیا کرتے اور پھر ہونے کے بعد تازہ تر دیا کرتے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی علت اس طرح رکھی ہے کہ ہر کام کے لئے ایک سبب ہوتا ہے جو ظہور حکمت الہی کا موجب بنتا ہے اور دوا بھی مثل دیگر اسباب کے ایک سبب خلق حکم الہی ہے تو جیسے دوائی بھوک کی دوا ہے اور پانی پیاس کی اسی طرح کھینچنے صغریٰ کی دوا ہے اور سستی و استقامت کی صرف دو باتوں کا فرق ہے (۱) بھوک کا

علاج دہائی سے لور پریاس کا پانی سے مبرا ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ اسے نہ جاننا ہو اور مفرا کا علاج کسب نہیں سے صرف بعض لوگ جانتے ہیں یعنی جیسے تجربہ ہو گیا تو اس کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے بھوک کا علاج دہائی سے ہے۔ (2) وہ دوا جو دست لاتی ہے لور کسب نہیں مفرا کو مطلق ہے تو اس کے لئے بعض شرطیں ملن میں لور بھی ہیں لور مزاج میں بھی کچھ اسباب ہیں کہ بعض اوقات ان شروط و اسباب پر واقفیت ہونا و شرار ہونا ہے پھر اگر کوئی شرط نہیں پائی۔ باقی تو دوا سے دست نہیں آتے مگر پریاس کے مٹانے کے لئے سوائے پانی کے لور کوئی شرط نہیں اگرچہ بعض اوقات اتفاقاً ایسا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے کہ بلو جو دست سے پانی پینے کے بھی پریاس میں جالی مگر یہ بہت ہی کم ہوتا ہے۔

فائدہ :- ہر عمل اسباب کا خلل پذیر ہونا انہیں دو چیزوں سے بچنا ہوتا ہے ورنہ اس کے بعد اس کا سبب ضرور ہوگا بشرطیکہ سبب کی تمام شرطیں کمال ہوں۔

فائدہ :- یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تغیر اور ترتیب سے مختلفائے حکمت اور مکمل قدرت کے ہوتی ہیں تو متوکل کو ان کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنا اور طیب اور دوا کی طرف توجہ نہ کرنا توکل کے خلاف نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے محل میں لکھا ہے کہ آپ نے دیا مانگی کہ اشی دوا اور شفا کس سے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے سے آپ نے عرض کیا کہ پھر طیب کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کھاتے ہیں اور میرے بندوں کا دل خوش کرتے ہیں یہاں تک کہ میری شفا یا نقلا میں سے بندے پر آجائے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ دوا کرنے کے ساتھ توکل کے یہ معنی ہیں کہ توکل علم اور عمل سے ہونا صرف عمل سے جیسا کہ اس کا مائل پہلے گزرا مگر مرے سے دوا نہ کرنا توکل میں شرط نہیں۔

سوال :- داغ بھی انہیں علاجوں سے ہے جن کا فائدہ خوب ظاہر ہے۔

جواب :- یہ ایسا نہیں اسباب ظاہر ایسے ہیں جیسے نقد اور پچینے اور مسلسل کا پینا اور حرارت والے کو سرد دواؤں کا پینا وغیرہ اگر داغ بھی آیا ہو تو بہت سے ملک اس سے خلی نہ ہوتے حالانکہ بہت سے شروط میں اس کی علت نہیں صرف بعض ترک لور عرب داغ دیتے ہیں پس اس کے واسطے سبب ہونے میں شک نہیں جیسے مترو وغیرہ ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ داغ دنا آگ سے جلاتا ہے لور اس کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جس کسی درد کا علاج داغ سے کیا جاتا ہے اس کی کوئی ایسی بھی دوا ہوتی ہے جس میں جلاتے تک نہوت نہ پہنچے پس آگ سے جلاتا ایک دھم ہے لور وہ جسم کا خراب کرنے والا ہے لور اس کی سرایت کا بھی ڈر رہتا ہے بلو جو تکہ اسکی کوئی ضرورت نہیں بخلاف قصد و حجامت کے کہ ان کی سرایت بعید از قیاس ہے لور ان کے قائم مقام کوئی لور شے نہیں اسی لئے حضور ﷺ نے داغ دینے سے منع فرمایا۔ مترو سے منع نہیں فرمایا حالانکہ توکل سے دونوں دور ہیں۔

حکایت :- حضرت عمر بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے لوگوں نے انہیں دوا دینے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے منع فرمایا لوگوں نے اصرار کیا کہ اور امیر نے ان کو قسم کھائی یہی تک کہ آپ نے دوا لیا پھر کہا کہ میں اور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجھے فرشتے سلام کہتے تھے جب میں نے دوا لیا سب باتیں جاتی رہیں اور قریباً کہتے کہ چند دوا کھائے تھے مگر ان سے کچھ فائدہ بھی نہ ہوا پھر آپ نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر کے پھر فرشتوں کی مانتی کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ آپ نے سرف بن عبد اللہ سے قریباً کہ جو ہندگی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پہلے دے رکھی تھی اس سے پھر سرفاز فرمایا اور ان سے اپنی کرامت ختم ہو جانے کی خبر بھی سنا چکے تھے۔ خلاصہ کہ دوا اور جو چیز اس قسم کی عود متوکل کی شان کے لائق نہیں اس لئے کہ اس کے لئے متوکل کو تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے اور تدبیر متوکل کے حق میں بہتر نہیں۔ اس میں اسباب کی طرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہے۔

بعض اوقات علاج بہتر ہے :- بعض اوقات علاج بہتر بھی ہے اور قوت توکل کی دلیل بھی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کے خلاف بھی نہیں۔ اسلاف صالحین میں سے جن لوگوں نے دوا کی ہے وہ بے شمار ہیں مگر بعض حکماء نے دوا نہیں کی اس سے گمان ہوتا ہے کہ دوا نہ کرنا صرف ان کے حق میں نقصان کی بات ہو اس لئے کہ اگر یہ بات حق ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ترک فرماتے کیونکہ جو عمل توکل میں آپ کا تھا اس سے کمال تر دوسرے اور کامل تر جو اس کے کہ صرف اس کے اپنے نقصان کی طرف گمان ہو اور کیا ہو سکتا ہے۔

علاج نہ کرانے والوں کی فہرست :- (1) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرمادیں تو طیب آپ کے لئے جائیں آپ نے فرمایا کہ طیب نے مجھے دیکھ لیا اور قریباً کہ میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ (2) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حالت مرض میں کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے گنہگاروں کی لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے طیب لائیں آپ نے فرمایا کہ مجھے کو طیب نے بیمار کیا ہے۔ (3) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں دھنسی تھیں لوگوں نے کہا کہ آپ ان کا علاج کیجئے آپ نے فرمایا کہ مجھے بن کی کوئی فکر نہیں لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو صحت بخشے آپ نے فرمایا کہ میں اس سے وہ دعا مانگوں گا جو آنکھوں کی بہ نسبت زیادہ اہم ہو۔ (4) رجب بن حنیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قلع ہو گیا تھا انہیں لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عود اور دوسری قومیں یاد آئیں کہ ان میں بہت سے طیب تھے لیکن اب نہ طیب رہا نہ مریض نہ کوئی جہاد ہو سکام کام آئی۔ (5) حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے کہ جو توکل لا معقود ہو کر یہ دوائی کرے اس کے لئے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ دوا دھونے کرے اور آپ کو بیماریاں ہو تو طیب کے پوچھنے پر بھی اس سے نہ کہتے۔ (6)

حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ بعد سے کا توکل کب کمال ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اس کے جسم میں ضرر اور دل میں تشویش ہو وہ اس کی طرف توجہ نہ کرے اور اپنے عمل میں مشغول رہے اور یہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میرے سر پر ہے۔

فائدہ:- بہر حال دوا کے تارکین میں سے بہت لوگ ہیں اور وہ ان کے اپنے افضل ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل میں تب ہو سکتی ہے جب موانع علاج بیان کر دیے جائیں۔

علاج کے موانع اور ان کے وجوہ:- دوا نہ کرنے کے چند اسباب ہیں۔ (1) مریض صاحب کشف ہو اسے مکاشفہ سے معلوم ہو گیا ہو کہ موت قریب ہے دوا سے کچھ فائدہ نہ ہو گیا کہ موت قریب ہے یہ کبھی بچے خواب سے اور کبھی غلبہ عن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوتا ہے غالباً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاج نہ کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میراث کے بارے میں فرمایا تھا کہ میری دوا نہیں ہیں حالانکہ اس وقت ایک بہن تھی مگر چونکہ آپ کی زوجہ مطاہرہ حاملہ تھی اور بعد کو لڑکی پیدا ہوئی آپ نے پیدائش سے پہلے مکاشفہ کے طور پر معلوم کر لیا تھا کہ لڑکی پیدا ہوگی تو یہ بعید از قیاس نہیں کہ آپ کو کشف سے اپنی موت کا عمل بھی معلوم ہو گیا ہو ورنہ جب آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسروں کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار کیسے کرتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہیں۔ (2) مریض کو اپنی نگہی ہو اور وہ خوف انجام سے اور اپنے عمل پر اللہ تعالیٰ کے واقف ہونے میں ایسا مشغول ہو کہ اس سے اسے علاج کرنے کی فراغت نہ ہو یعنی اس سرخ و ترود میں مرض کی تکلیف محسوس نہ ہوتی ہو کہ اس کے دوا کی نوبت پہنچی اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکام دل ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچھ آنکھوں کی فکر نہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے بعض گناہوں کی شکایت ہے گویا دل میں گناہوں کا عدم جسم کے مرض کی تکلیف کی بہ نسبت زیادہ تھا اور ایسے مریض کا عمل یوں سمجھ لیجئے کسی کا کوئی نصیحت عزیز مر گیا ہو اور اس کا عدم اس کے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بدشگاہ کے پاس گرفتار ہو کر گردن اڑا لے جانے کو لیا جاتا ہو اور اس کے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے اگر کہا جائے کہ تو بھوکا ہے کھانا کھیں میں کھانا تو دے دے گا کہ مجھے اس صدمے کی وجہ سے بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا وہ شخص بھوک کی حالت میں کھانے کے لطف کا شکر ہے اور نہ کھانے والوں پر غصہ کرتا ہے۔

حکایت:- حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ قوت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ قی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہے۔ سائل نے عرض کیا کہ میری غرض قیوم افسانی سے ہے آپ نے فرمایا کہ قیوم علم ہے اس نے پوچھا کہ میں خدا کو پہچانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جسم ظاہر سے سمجھے کیا کلام اسے اسی پر چھوڑ جس نے اس کی

پہلے کفالت کی ہے آئندہ بھی وہی اس کی کفالت کرے گا اور جب اس میں نقص آجائے تو اس کے بدلے والے کے سپرد کر دے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جب کسی شے میں عیب ہو جاتا ہے تو اس کے کارکن کو دیتے ہیں کہ وہ اسے ٹھیک کر دے۔ (3) بیماری پر لپٹی ہو کر اور جو دوا اس کے لئے طیبہ بنتا ہے تو اس کے کاٹنے دہی ہو جیسے داغ اور مسٹر کا قلم دہی ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت میں متوکل دوا نہیں کرتا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ربیع ابن ختم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول میں کہ میں نے علاء ہمدانی کو قوم کو یاد کیا کہ ان میں طیبہ بہت سے تھے مگر نہ مریض پہچانے طیبہ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ دوا پر اعتدال یعنی نہیں ہے اور یہ بھی تو واقع میں ایسے ہوتا ہے اور کبھی مریض کے نظریے میں متحقق ہوتا ہے اس لئے کہ اسے طب میں مہارت اور تجربہ کم ہوتا ہے اس وجہ سے اسے عن قلب دوا کے نفع کا نہیں ہوتا اور اس میں شک نہیں کہ طیبہ تجزیہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتقاد اور ظن اعتقاد کے موافق ہوتا ہے اور اعتقاد اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ تجربہ ہوتا ہے اور عابدین میں سے جن لوگوں نے دوا ترک کی ہے ان میں سے اکثر کی سند ملتا ہے کہ دوا ان کے نزدیک ایک مہوم چیز ناقابل اعتبار تھی ہے اور یہ امر باہر علوم میں پر ظاہر ہے کہ بعض دوائیں واقع میں ایسی ہیں اور بعض کا عمل بیاسیس مگر جو طیبہ نہیں دے سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھنا ہے اور دوا کرنے کو محل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہے۔ (4) دوا نہ کرنے سے بیمار کی یہ غرض ہوتی ہے کہ مرض باقی رہے تاکہ اس مرض پر مبر کرنے سے مرض کا ثواب پائے یا یہ مد نظر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے نفس کو دیکھے کہ ممبر کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہ اس لئے کہ مرض کے ثواب میں بہت بڑی اضافیت وارد ہو۔

حدیث :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم انبیائے کرام کے گردہ پر اور لوگوں کی یہ نیست زیادہ سخت مصیبت ہوتی ہے پھر اسی طرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے مصیبت انسان پر بقدر ایمان کے ہوا کرتی ہے اگر اس کا ایمان سخت اور پختہ ہو گا تو مصیبت بھی سخت ہوگی اگر اس کے ایمان میں ضعف ہو گا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی۔

حدیث شریف :- میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا امتحان مصیبت سے اپنے لیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بونے کا امتحان آٹے سے لیتا ہے بعض انسان تو کنڈن کی طرح ٹٹکتے ہیں اور بعض اس سے کم اور بعض کالے جلے سڑے نکلتے ہیں۔

حدیث شریف :- میں یہ موی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دلاست رکھتا ہے تو اس پر مصیبت بھیجتا ہے اگر اس پر وہ مبر کرتا ہے تو اسے برگزیدہ بناتا ہے اور اگر اس پر راضی ہوتا ہے تو اسے اور برگزیدہ بناتا ہے۔

حدیث شریف :- تم لوگ اس بات کو پسند کرتے ہو کہ غنی گدھوں کی طرح ہو جاؤ اور مرض وغیرہ کو نہ آنے۔ حدیث شریف :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کو جب ویکو کے تو اسے دل کا

تندرست اور بدن کا مریض پڑے گا اور مہلک کو بدن میں زیادہ صبح اور دل کا زیادہ بیمار دیکھو گے۔

خلاصہ :- جب لوگوں نے مرض کی تیز صفت اور ہلاک تہذیب سنی تو انہیں مرض سے محبت پیدا ہوئی اور اس کا آنا اپنے لئے غنیمت سمجھا کہ اس پر مہر کرنے کا ثواب ملے۔

فائدہ :- بعض اکابر کا تو دستور تھا کہ وہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طیب سے اس کا ذکر نہ کرتے اور بیماری کی تکلیف کھینچتے رہتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دل پر حق کا غلبہ ایسا ہے کہ مرض سے اس میں کوئی خلل نہ ہو، مرض کی وجہ سے صرف اعضائے ظاہری پر اثر ہو گا کہ اہل صلوٰۃ سے رک جائیں گے اور جن لیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر مہر کے ساتھ بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں گے تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہے اگرچہ وہ کمزور ہو کر لڑائی جاسکے۔

حدیث قدسی :- میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے کے وہی عمل صلح لکھ لو جو صحت میں کرنا تھا اس لئے کہ یہ میری قید میں ہے اگر میں اسے رہا کروں گا تو گوشت کے بدلے عمدہ گوشت اور خون کے بدلے اچھا خون دوں گا اگر اسے فوت کروں گا تو اپنی رحمت کی طرف واصل کروں گا۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (افضل الاعمال ما اکثرت علیہ النفوس) ترجمہ اہل عمل میں سے عمدہ وہ ہیں جن پر نفوس کو ناگوار ہو۔

فائدہ :- بعض محدثین نے اس کا معنی یہ لکھا ہے کہ ان پر بیماریاں اور مصائب بہت آئیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں (وعسی ان نکوھو شہاء وھو خیر لکم)۔

فائدہ :- حضرت سہیل ستیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ آدمی طمانت سے ضعیف ہو جائے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم وہ انہ کرنا بہ نسبت اس کے بہتر ہے کہ طمانت کے لئے علاج کرے۔

حضرت سہیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عجیب باتیں :- آپ کو ایک بڑی بیماری تھی مگر اس کا علاج کسی نہ کرتے اور لوگوں کو جو اس بیماری میں مبتلا ہوتے تو ان کی دوا کراتے اور جب کسی شخص کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھتے کہ اہل نیک امراض کی تہذیب نہ لانے کی وجہ سے نہیں ہو سکے تو دوا کرانے کا حکم فرماتے تاکہ وہ شخص کمزور ہو کر نماز پڑھے اور طمانت کی بجا آدمی میں اللہ سے اور آپ تعجب کرتے اور فرماتے کہ اس شخص کا بیٹھ کر نماز پڑھنا اور اپنے محل پر راضی رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ صرف قوت اور کمزور ہو کر نماز کے لئے دوا کرے اور ان سے جب کسی شخص نے محل دوا پیچے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی دوا پیچے تو کج فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضعف و اہل کے لئے مقرر کردی اور جو دوا نہ کرے وہ افضل ہے اس لئے کہ اگر کوئی چیز دوا میں سے لے گا اگرچہ سوجھ بولی ہی ہو تو اس سے سوال ہو گا کہ تو نے کیوں لیا اور جو شخص کچھ بھی نہ کرے گا اس سے سوال نہ ہو گا۔

فائدہ :- آپ کا لور پھروں کا مذہب ہی تھا کہ بھوک اور شہوت کے ڈونے سے نفس کو ضعیف کرنا چاہئے اس لئے کہ ان کو معلوم تھا کہ ذرا برابر اعلیٰ قلوب میں سے جیسے مہر لور و رضا لور توکل اعلیٰ جو اس طرح کے پناہ جیسے اعلیٰ سے افضل ہے لور مرض اعلیٰ قلوب کا علاج نہیں مگر اس صورت میں کہ اس کی تکلیف نہایت زیادہ لور سبے ہوش کرنے والی ہو۔ حضرت سلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول بھی ہے کہ جسم کی بیماری رحمت ہے لور دل کی صحت۔ (5) اگر کوئی پہلے کچھ گنہ کر چکا ہو لور ان کا خوف کرنا ہو لور مذراک کرنے سے عاجز ہو تو زیادہ بیمار رہنے کو اس کا کفارہ سمجھنا ہو لور علاج اسی وجہ سے نہ کرتا ہو کہ ایسا نہ ہو کہ مرض جلد جاتا رہے اور کفارہ گناہوں کا خوب نہ ہونے پائے۔

حدیث شریف :- میں ہے کہ انسان پر بخار لور تپ کتبہ ہمیشہ اس لئے رہتا ہے کہ انجام کار یہ شخص صاف لورے کی طرح ہو جائے کوئی خطا لور گناہ اس پر نہ رہے۔

حدیث شریف :- ایک دن کا بخار سلمیٰ بحر کا کفارہ ہوتا ہے۔

فائدہ :- بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بخار ایک مہل کی قوت کو گرا دیتا ہے اس لئے سلمیٰ بحر کا کفارہ ہوتا ہے بعض نے کہا کہ انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں لور تپ ہر جوڑ میں جاتا ہے لور اس سے ایک تکلیف علیحدہ علیحدہ انسان کو ہوتی ہے تو ہر ایک تکلیف ایک دن کا کفارہ ہو کر سلمیٰ بحر کا کفارہ ہو گیا۔

حکایت :- جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تپ کو کفارہ گنہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میں ہمیشہ بخار میں مبتلا رہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وفات تک آپ سے بخار جدا نہ ہوا۔

فائدہ :- چند انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی یہی دعا مانگی تھی ان کو بھی کبھی بخار نہ چھوڑتا تھا لور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (من اذنب اللہ کبریۃ لم یؤمن لہ نوابا دون الجنة) ترجمہ اللہ تعالیٰ عزوجل جس شخص کی دو آنکھیں کھولتا ہے تو اس کے ثواب کے لئے جنت کے سوا راضی نہیں ہوتا۔ تو انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایسے لوگ بھی تھے جو ناپاک ہونے کی تمنا کیا کرتے۔

فائدہ :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے جسم و دل پر معیبت آنے سے خوش نہ ہو اس کو قحط سے اس کی وجہ ہے کہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو گا تو وہ عالم نہیں۔

حکایت :- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر وقت معیبت میں مبتلا ہے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ حکم ہوا کہ لور کیسے رحم کروں اسی سے تو اس پر رحم کروں گا یعنی اس معیبت کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر کے اس کے درجات بڑھاؤں گا۔

(6) انسان زیادہ سحر و سحر سے ڈرے کہ میرا نفس تکبر اور سرکشی میں جلا ہو جائے گا اس فطرت سے وہ دوا چھوڑ دیتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مرض جلد دفع ہو جائے تو پھر وہی غفلت اور اترا اور سرکشی اور طویل اور لوریت و لعل مدارک مبالغت عود کر آئے اور نئی اور حیرت میں تاخیر کرنے لگے اس لئے کہ سحر و سحر اسی کا نام ہے کہ تمام اعضاء قوی ہوں اور انیس کی وجہ سے خواہش نفسانی اطمینان ہے اور شہوات کو جنش ہوتی ہے اور یہی امور معاشی کی رغبت دلاتے ہیں ورنہ کم از کم مباحث سے لذت حاصل کرنے کی طرف بلاستے ہیں اور یہ لوقات کا ضائع کرنا ہے اور نفع عظیم خلافت نفس اور ملازمت طاعت کو بہرہ کرنا ہے۔

فائدہ :- جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اسے امراض و مصائب سے انتہاء سے غلی نہیں چھوڑتا اسی لئے مشہور ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یا قوت یا ذلت سے غلی نہیں ہوتا۔

حدیث قدسی :- میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ افسوس میرا جیل خانہ ہے اور مرض جزی ہے اس میں بندے کو قید کرتا ہوں اپنی مخلوق میں سے جسے دوست رکھتا ہوں۔

خلاصہ :- جب مرض میں انسان سرکشی اور گناہوں کے ارتکاب سے رکا رہتا ہے تو اس سے زیادہ اور کوئی خیر ہوگی اور جس کو اپنے نفس پر سرکشی اور گناہوں کا خوف ہو اسے اپنے مرض کا علاج ہرگز نہ کرنا چاہئے کیونکہ گناہ نہ کرنے میں ہی خیریت ہے۔

حکایت :- بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے رہے اس نے کہا کہ خیریت سے رہا انہوں نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی گناہ نہیں ہوا تو واقع میں خیریت سے رہا رہے اگر گناہ کیا تو گناہ سے بڑھ کر کونسا مرض ہے جس نے گناہ کیا وہ خیریت سے محروم رہا۔

حکایت :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق میں عید کے دن کی زیست دیکھ کر پوچھا کہ ان لوگوں نے یہ کیا کیا ہے۔ عرض کی گئی کہ یہ ان کی عید کا دن ہے آپ (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے فرمایا کہ جس دن ہم خدا تعالیٰ عزوجل کی تافرین نہ کریں تو وہ دن ہماری عید کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وعصیتم من بعد ما اراکم مانعین) (آل عمران) ترجمہ کنزالایمان :- اور تافرین کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی ہمت۔ اور فرمایا (ان لا انسان لیطعن ان را۔ استغنی) (المعلق 6 تا 7) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

آئندہ :- استغناء دل سے ہو یا عینیت سے۔

آئندہ :- بعض اکابر نے فرمایا کہ فرعون نے دعوے خدا کی کیا تھا اس کی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا یہی چار سو برس تک نہ اسے سر میں درد ہوا نہ بدن پر بخار آیا نہ کوئی رگ پھڑکی اسی سے اس مردود نے دعوے



خدا کی کیا اگر ایک دن بھی اسے سر کا درد ہو جاتا تو دعوائے خدا کی کا تو بڑی بات ہے وہ وہ ہر برائی سے باز رہتا۔  
حدیث شریف :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں «اکثر وامن ذکر یا ذم اللغات» لذتوں کے ذمے  
دلی کو بکثرت یاد کیا کرو۔

فائدہ :- علماء کہتے ہیں کہ بخار موت کا قاصد ہے تو واقع میں بخار موت کی یاد دلانے والا اور لیت و فصل کا دفع کر دینا  
لھرا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ «اولا یرون انہم یفنون فی کل عام مرۃ او مرینین لم یابنویون ولا ینکرون»  
(التوبہ 126) ترجمہ کنز الایمان :- کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہر سال ایک یا دو بار آزمائے جاتے ہیں پھر نہ تو توبہ کرتے  
ہیں نہ نصیحت مانتے ہیں۔

فائدہ :- اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو امراض میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ ہمہ جب دو بار  
بیمار ہوتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اس سے ملک الموت یوں کہتا ہے کہ اے غافل تیرے پاس میرا قاصد پر قاصد کیا  
مگر تو خبردار نہ ہو۔

فائدہ :- اسی لئے اکابر اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ دستور تھا کہ جس میں ان پر معیبت نفس یا مل نہ ہوتی تو بہت  
کھبرائے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ ایماندار پر ہر چالیس دن میں کوئی خوف یا معیبت آجایا کرتی ہے۔  
حکایت :- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہ ہوئی آپ نے اسے  
طلاق دے دی۔

حکایت :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف ہوئی یہاں تک کہ آپ نے چاہا کہ اسے  
شرف نکاح سے شرف فرمائیں مگر لوگوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت کبھی بیمار نہیں ہوئی آپ نے فرمایا کہ تو مجھے  
اس کی کوئی علامت نہیں۔

حکایت :- ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیماریوں اور درودوں کا ذکر فرمایا کہ دوسرا یہاں سے اور اسی  
مرض یہاں ہے ایک شخص نے کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہے میں اس کو جانتا بھی نہیں آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے علیحدہ ہو  
اور فرمایا کہ جو کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے تو وہ اس کو دیکھے۔

فائدہ :- یہ اس لئے فرمایا کہ دوسری حدیث میں وارد ہو چکا ہے کہ ہر ایماندار کے لئے بخار اس کا حصہ ہے آتش  
دوزخ سے

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ بھی کوئی  
ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں وہ شخص جو ہر روز موت کو میں بار یاد کر لیا کرے۔ ایک روایت

میں ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کر کے رنجیدہ ہوا کرے۔

فائدہ :- ظاہر ہے کہ موت کی یاد میں مرض میں بہت زیادہ ہوتی ہے پس جب فوائد مرض کے بہت ہوئے تو بعض ائمہ نے ذوال مرض کی تدبیر اور علاج بالکل ترک کیا اس وجہ سے کہ اپنے لئے اسی میں زیادتی درجہ دیکھی علاج اس وجہ سے نہیں چھوڑا کہ دوا کرنے کو انہوں نے نقصان سمجھا اور دوا کرنا نقصان کیسے ہو سکتا ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا ہے اس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

منکرین علاج کی تردید :- بعض حضرات علاج نہ کرنے کو افضل جانتے ہیں ان کی دلیل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو دوا صرف اس لئے کی کہ دوسرے لوگوں کیلئے دوا کرنا سنت میں جائے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دوا کرنا ضعیف لوگوں کا کام ہے جبکہ قوی لوگوں کے درجہ کا شخص یہ ہے کہ توکل کیا جائے اور دوا نہ کیا جائے۔

جوابت :- ایسے حضرات کو کہا جائے کہ تمہاری تقریر کے بموجب تو توکل میں شرط ہونا چاہئے کہ بچنے بھی نہ لگائے اور جوش خون کے وقت فصد بھی نہ لے اگر معترض پھر یہ کہے کہ ہاں یہ بھی شرط ہے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ اگر متوکل کو بچو یا سناپ کاٹ لے تو اس بچو یا سناپ کو اپنے سے جدا نہ کرے کیونکہ خون اندر لگتا ہے جبکہ بچو ظاہری بدن پر لگتا ہے جبکہ ان دونوں کے کاموں میں فرق ہرگز نہیں ہے جس طرح اس سے طبیعتی اعتبار نہیں کئی چاہیے اس سے بھی کنارہ نہ کیا جائے پھر اگر اسے بھی معترض توکل کی شرط قرار دے تو پھر اسے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل کو پیاس، بھوک اور سردی کے نقصان کو بھی اپنے سے دور نہ کرے۔ سناپ کے ڈنک کو بھی دفع نہ کرے۔ پانی، روٹی اور کپڑے سے ضروریات پورے نہ کرنے چاہئیں جبکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ کھانے، پانی اور لباس کا چھوڑنا توکل میں داخل ہے جبکہ ان چیزوں میں اور پانی باتوں میں بالکل فرق نہیں ہے بلکہ جیسے دوا مرض دور کرنے کا سبب ہے اسی طرح پانی پیاس کو دور کرتا ہے۔ یہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ نے اسی لئے بنائے ہیں اور اسی طرح اپنی علت کر رہے۔

دوا کرنا :- دوا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ دوا کا اثر باذات نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اثرات پیدا کئے ہیں تو اس میں تکلیف دور کرنے کے اثرات ہیں۔ حدیث پاک کی رو سے اللہ تعالیٰ نے تو ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوشلو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں آئی اور پیدا نہیں کی ہے جس کے لئے شفا نازل نہ کی ہو یعنی اللہ تعالیٰ ہر مرض کے ساتھ اس کا علاج بھی پیدا فرمایا ہے تاکہ اگر وہ مرض لاحق ہو تو اس علاج کے ذریعے علاج کر کے شفا بخشنے (بخاری شریف) ملائکہ حقیقت یہ ہے کہ دوا کے ذریعے حقیقی شفا تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر بیماری کی دوا ہے لہذا جب دوا بیماری کے موافق ہو جاتی ہے تو بیمار خدا کے حکم سے اچھا ہو جاتا ہے" ایک حدیث میں

ہے کہ ایک صحابی کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں اے اللہ کے بندو علاج کرو" (تحدی شریف) جب اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے اور علاج کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو پھر علاج کرنا توکل کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ دعا کرنا توکل کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔

دلیل :- توکل کی شرط نہ ہونے کی یہ بین دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب آپ کے ساتھ شام جانے کا ارادہ کیا تو جابہ تک قریب دمشق پہنچے خیر بچی کہ شام میں طاعون اور وبا عظیم پھیلی ہوئی ہے۔ یہ سن کر یہاں لوگوں کے دو گروہ بن گئے ایک گروہ نے کہا کہ ہم تو وبا میں نہیں جاتیں گے اور جتنی آگ میں چلائی نہیں لگائیں گے (جبکہ اب وہاں آگ میں چلائی لگاتے کے حروف ہے) جبکہ دوسرے گروہ والوں نے کہا کہ ہم تو شہر میں جاتیں گے جن کی شان میں وعدہ لاشریک نے فرمایا

ہے (التم نرا الی الذین ترجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت) (البقرہ 243) ترجمہ کنز الایمان :- اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گروں سے لگے اور وہ ہزاروں تھے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔ الغرض دونوں فریق قادیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے اور آپ سے مشورہ لیا۔ آپ نے

ارشاد فرمایا "میں سے بہت جانا چاہیے وبا میں داخل نہیں ہونا چاہیے (اس بارے میں) جن لوگوں کی توجہ قادیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق نہ تھی انہوں نے کہا "کیا ہم اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بھاگیں۔ قادیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ہاں! ہم تدبیر کی طرف بھاگتے ہیں اس میں کیا مضائقہ ہے بعد ازاں آپ نے ان کے سامنے ایک مثل بیان فرمائی کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس ایک بکریوں کا روڑ ہو اور اسے چرائے کیلئے دو گھنٹیاں ہوں۔ ایک گھنٹی میں تو سبزو مت ہو جبکہ دوسری گھنٹی خشک ہو۔ اب اگر وہ چرواہا بزرگ گھنٹی میں چرائے گا تو پھر بھی اللہ کے حکم سے ہی ہو گا اور اگر خشک گھنٹی میں چرائے گا تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے ہی ہو گا۔ اس کی تصدیق لوگوں نے کی پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ کیلئے بلایا۔ دوسرے دن حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضرت قادیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے مشورہ لیا تو حضرت عبدالرحمن نے فرمایا اے امیر المؤمنین اسباب کے بارے میں میری تو رائے وہی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اللہ اکبر" اسے ہی بیان فرمائیے (اس سے بڑھ کر اور رائے کیا ہو سکتی ہے؟) عبدالرحمن نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم کسی سرزمین میں وبا سنو تو وہاں جانے کی جرات نہ کرو اور جب ایسی جگہ وبا پھولے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے اس کی وجہ سے نہ لکو"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ من کر بہت خوش ہوئے اور اپنی رائے برطابق حدیث پاکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کو جابہ سے واپس کر دیا۔

نتیجہ حکایت :- اب دیکھنا چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سب کا ترک توکل پر اتفاق کیسے ہو گیا؟

اگر ان جیسے کاموں کو توکل کی شرط تسلیم کیا جائے تو پھر صحابہ کرام کا یہ ترک توکل لازم آئے گا جبکہ توکل واجب و مقتضات میں سے ایک عظیم مقام ہے۔

سوال :- جس شرمس دباؤ ہو وہاں سے نکلنے کو منع کیوں فرمایا گیا ہے جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) دباؤ کا سبب طب میں ہوا ہے اور ہوا صفر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ معجزہ سے پرہیز کرنا ہی اعلیٰ قسم کا علاج ہے تو پھر وہاں سے نکلنے کی اجازت نہ دینے کیا وجہ ہے؟ اس میں خلاف نہیں ہے کہ نقصان نہ چیز سے بچنا ممانعت میں داخل نہیں ہے جس طرح بچنے لگوانا اور نقصان کھلوانا ضرر دینے والی چیز سے بچنے کیلئے ہی کی جاتی ہے اور ان جہن میں ہوں میں ترک توکل صحیح ہے مگر اس سے جو کہ ذکر کیا گیا ہے اس پر دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ ظاہر طور پر تو اسی طرح ہی معلوم ہوتا ہے کہ نقصان صرف ظاہری طور پر بدن پہ نکلنے کے باعث نہیں ہوتا بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) اس ہوا میں سانس لینے کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی ہوا میں جب بدبو اور نقصان ہوتا ہے اور اس نقصان وہ ہوا میں زیادہ سانس جاتا ہے تو پھر وہ ہوا "بھیمروں" دل اور دوسرے اندر کے پردوں میں بذریعہ سانس آہستہ آہستہ پہنچ کر اثر کرتی ہے۔ ہر عمل ظاہر بدن پہ دباؤ ظاہر نہیں ہوا کرتی جب تک کہ باطن میں اچھی طرح اثر نہ ڈال چکے۔ اس حالت میں اگر کوئی شخص شرمس رہتا ہو اور وہاں سے نکلے گا تو غالب یہی ہے کہ ہوا کی جو تاثیر اس میں ہو چکی ہے اس سے نہ بچ سکے گا لیکن اس سلسلے میں نجات کا احتمال بھی ہے کہ ہو سکتا ہے ایسی تاثیر قوی نہ ہوئی ہو تو یہ دباؤ سے اس کا ٹھکانا نجات کا سبب ایک وہم ہوا جیسے جھاڑ پھونک اور شگون وغیرہ۔

جھاڑو پھونک اور عملیات و تعویذات کا حکم :- اسلام میں تعویذ بتانا دم کرنا اور دعا کے وغیرہ پر عقد کرنا برائے دفع امراض شرعاً جائز ہے اور توکل کے خلاف بھی نہیں ہے۔ مع وہ جھاڑ پھونک عملیات و تعویذات ہیں جن کے مضمون قرآن و حدیث کے خلاف ہوں شرک کھلتے پہ جتنی ہوں یا ان تعویذات کو موثر بلذات سمجھا جائے۔ ہر عمل و تعویذ یا جھاڑ پھونک ناجائز ہرگز نہیں ہے۔ اس بارے میں مفصل تحقیق مطلوب ہو تو "تعویذات و عملیات لومئیں مکتبہ نوریہ رضویہ سیرانی روڈ ہولہ پور سے منگوا کر مطالعہ فرمائیں۔ جھاڑ پھونک عملیات و تعویذات کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

قائدہ شریعیہ :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسوں کا علاج تین طریقوں سے فرمایا کرتے تھے (1) طبعی دواؤں سے جتنیں جملواتی، نباتاتی اور حیوانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (2) روحانی اور انہیں دواؤں سے جو دعائیں، لڑاکار اور قرآنی آیات ہیں۔ (3) ادویہ مرکب سے یعنی دواؤں سے بھی اور دواؤں سے بھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وَنَزَّلَ مِنَ الْغُرَانِ مَا هُوَ شِفَاءٌ، وَرَحْمَةُ لِّلْمُؤْمِنِينَ (فی اسرا نکل 82) ترجمہ کنز الایمان :- اور ہم قرآن میں انکرتے ہیں وہ چیز جو زمین والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن و سنت کے خلاف جو شفاء کے حصول کیلئے طریقے اپنائے جائیں وہی خلاف اسلام ہوں گے ورنہ ہر تعویذ اور

دم وقبول خلاف اسلام ہرگز نہیں۔

دم کرنا :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے پہلے باجوڑوں کے کانٹے اور پھوسے پھنسی پر کچھ پڑھ کر دم کرنے کی اجازت بخشی۔ (مشکوٰۃ شریف) قرآن کریم میں ہے کہ (فانفخ فیہ فیکون طہراً باذن اللہ وابری للاحکمہ والاہرہ) وحی الموئی باذن اللہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کے جھاڑ پھونک نے مردوں کو زندگی اور لاطالع پھاڑوں کو شفا بخشی اور نہ صرف ان کی زندگی سنبھالی بلکہ جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کا دم سنبھال کر ان کا جان لیوا ثابت ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے (فلاح لکافر بجد من نفسه الامات ونفسه بنہی مرافہ) (ترمذی) جس کافر پر حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کا سانس پڑے گا وہ مر جائے گا اور ان کا سانس اٹھنے کا سانس پر کام کرے گا کہ جتنا ان کی نگاہ جائے گی ان کی یہ سانس واپس لوٹ کر اس کی فوج پر کام کرے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی اعدوہ رب الفلق اور فل اعدوہ رب الناس پڑھ کر اپنے لوہے پر دم کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا یہ دعاؤں اور لوہے اور دھاتوں اور دھاروں سے کیا اللہ تعالیٰ اس کی تقدیر کو بدل دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر اسی سے ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کاسم زمانہ جاہلیت میں منتر و جنت پڑھا کرتے تھے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے منتر کو میرے سامنے پیش کرو اس میں شرکی باتیں نہ ہوں تو پڑھ سکتے ہو کوئی مضامین نہیں

حدیث :- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معذات پڑھ کر اپنے لوہے پر دم کرتے اور اپنا ہاتھ بدن پر پھیلاتے۔ (مشکوٰۃ شریف بخاری و مسلم) میں درج چلا بحث سے ثابت ہوا کہ قرآنی آیات، معقول دعاؤں اور اسماء اہل کے ذریعے جھاڑ پھونک وغیرہ کرنا قطعاً شریعت کے خلاف نہیں جس کام کا تہذیباً و اخلاقاً طریقہ سرکامد نہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اسے دین اسلام کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔ اب اگر یہی سبب وہیں سے نکلے گا تو پھر وہیں سے نکلنے کی ممانعت نہ ہوتی کیونکہ یہ بات توکل کے خلاف نہ تھی یہ ممانعت ایک اور وجہ سے ہوتی ہے۔

سبب ممانعت :- اس کا سبب ممانعت یہ ہے کہ تندرستوں کو اگر جانے کی اجازت دے دی جائے تو شر میں وہاں سے مٹ جانے کے علاوہ کوئی بھی نہ بچے گا جو ان مریضوں کو کھانا کھلا سکے یا پانی پلا سکے اور وہ مریض اپنی اس دہلی بیماری کی وجہ سے خود کش نہیں ہو سکتے۔ اس حال میں مریضوں کو وہیں چھوڑ کر تندرستوں کا لٹکا مریضوں کو زندہ دو گور کرنے کے مترادف ہے ان مریضوں کے بچنے کی توقع بھی ہے جس طرح کہ تندرستوں کو (وہیں سے نکل جانے

کی وجہ سے) بیچ جانے کا اصل ہے نیز ہو سکتا ہے وہ مریض بھی بیچ جائیں اگر سدرست وہاں رک جائیں تو موت کا یقین نہیں ہے کہ ہر حال میں وہ سدرست بھی مر جائیں گے اگر چلے بھی جائیں تو پھر بھی بیچ جانے کا یقین نہیں جبکہ (یہ حقیقت ہے) کہ سدرستوں کا وہاں سے نکل جانا پیاروں کے حق میں یقیناً نقصان ہو گا اور مصلحت آپس میں ایک عمارت کی مانند ہیں کہ ایک کو تنوع دوسرے سے ہوتی ہے یا اعضائے جسم کی طرح ہیں کہ جب ایک عضو میں درد ہوتا ہے تو دوسرے اعضاء کو بھی بے چینی ہوتی ہے۔

خلاصہ :- ہمارے نزدیک وہاں سے نکلنے سے منع کرنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

فائدہ :- جو شخص ایسی شرمیں داخل نہیں ہوا ہے اس کے حق میں یہ معاملہ برعکس ہے یعنی (متاثرہ) ہو اسے ایسی تک اس کے باطن میں اثر نہیں کیا اور نہ ہی شرم کے پیادوں کو اس کی ضرورت ہے کہ اگر وہ نہ آیا تو شرم والے مریض مر جائیں گے ہاں اگر وہاں والے شرمیں وہاں سے متاثرین کے علاوہ کوئی بھی نہ بچا ہو اور انہیں خدمت گاروں اور کنبیلوں کی ضرورت بھی ہو اور اس وقت کچھ لوگ ان کی مدد کیلئے آئیں تو کوئی تعجب والی بات نہیں ہے کہ ان کا ہاں اتنا مستحب شمار کیا جائے اور منع بھی نہ ہو کیونکہ نقصان کا ہونا تو امر مہوم ہے اور بقیہ لوگوں سے ضرر دور کرنا یقینی ہے۔ حدیث شریف میں وہاں سے بھاگنے کو یہ فرمایا گیا ہے کہ جیسے جلو کی صف سے بھاگنا یعنی اپنے بھاگنے کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کی دل شکنی اور ان کے تباہ و برباد ہونے میں کوشش پائی جاتی ہے۔ یہ باتیں نہایت ہارک ہیں جو ان کا لحاظ نہیں کرتا اور ظاہر احاطہ و آثار پہ نظر کرتا ہے تو اس کے نزدیک اکثر باتیں جو اسے سنائی دیتی ہیں (جو بظاہر) ایک دوسرے کے خلاف محسوس ہوتی ہیں عابدوں اور زاہدوں کو اس حالت میں بہت دھوکہ ہوتا ہے اور غلطی کر جاتے ہیں علم کو اللہ تعالیٰ نے اسی سے ہی شرف بخشا ہے کہ نکل علم ہیاد حاکم نہیں کھاتے۔

ضرر رسلی چیز دور کرنا :- مختلف امراض میں دم وغیرہ کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور مختلف امراض کا علاج بھی خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بخار جسم کی بھپ ہے لہذا تم اس کو پانی سے صفائی کرو (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ) حضرت عائشہ صدیقہ جتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم نغیرہ کا اثر دور کرنے (کے لیے) جہاز پھرتک کرائیں (بخاری و مسلم) پس ثابت ہوا کہ ضرر رسلی چیز کا دور کرنا فرین خدا کے مطابق ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اس کا حکم ارشاد نہ فرماتے۔

سوال :- سابقہ تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے نہ کرنے میں ہی بھری ہے تو اس پر یہ شبہ پڑتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ودانہ کی ہوتی تاکہ آپ کو یہ فضل بھی عطا ہو جاتا۔

جواب :- دو انہ کرنے کی فضیلت اسی شخص کے حق میں ہے جو اپنے بہت سے گناہوں کا کفارہ مرض کو ماننا چاہتا ہے جو شخص اپنی تندرستی کی حالت کو نفس کی سرکش سے ڈراتا ہو یا جسے شہوتوں کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبہ غفلت کی وجہ سے موت کو یاد رکھنا چاہتا ہو یا مقلات متوکلین اور مریض شخصوں سے قاصر ہو کر صابروں کا ثواب چاہتا ہو یا جو مجیب فائدہ اللہ تعالیٰ نے اودایت میں رکھے ہیں انہیں اچھا نہ سمجھتا ہو حتیٰ کہ اودایت کو بھی حجاز پھونک دہی کی طرح جانتا ہو اور اپنی حالت میں ایسا مشغول ہو کہ دوا کر سکا ہی نہیں اگر دوا کرے گا تو اس حالت سے جاتا رہے گا کیونکہ دونوں کو اکٹھا کرنے کی تاب نہیں رکھتا مقرر یہ کہ علاج سے روکنے والی یکا باتیں ہیں اور یہ سب باتیں یہ نسبت بعض لوگوں کے کمال میں داخل ہیں۔

عظمت حبیب کبریا :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان میں شامل نہیں بلکہ آپ کا عظیم الشان مقام تو ان تمام مقلات سے ارفع و اعلیٰ اس لئے کہ آپ کا مل اس امر کا مقتضی تھا کہ آپ کا مشاہدہ اسباب کے وجود اور عدم دونوں میں ایک جیسا رہے کیونکہ آپ کو ہر حال اسباب کے پیدا کرنے والے کی طرف ہی التفات تھا اور جس کا یہ رتبہ و مقام ہو اسباب سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا جیسا کہ ہم نے مل دیکھ کر باب میں بیان کر دیا ہے کہ اس کی رغبت بھی نقصان دہ ہے اور اس سے نفرت بھی کفلی وجہ رکھتی ہے مگر پھر بھی یہ نسبت اس شخص کے جس کے نزدیک مل کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو اس کا نقصان اس کے زیادہ نزدیک ڈھیلے اور سوسے کے برابر ہو یہ بات بھی کمال کی ہے کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نفرت نہ ہو اور سر کراہیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی حال مبارک تھا کہ آپ کے نزدیک سونا اور ڈھیلہ دونوں برابر تھے اپنے پاس مل اس لئے نہ رکھتے تھے کہ مخلوق خدا کو آپ زہد کی تعلیم ارشاد فرمائیں کہ غایت ان کی قوت کی کیا ہے نہ کہ اس ڈر کی وجہ سے کہ اس کے رکھنے کی وجہ سے آپ کے نفس کو نعوذ باللہ کسی قسم کا ڈر تھا آپ کا مقام و مرتبہ تو اس سے بہت زیادہ تھا کہ آپ کو دنیا فریب دے سکے آپ کے سامنے تو جہنم کے خزانے پیش کیے گئے۔ آپ نے انہیں قبول نہ فرمایا اسی جیسے مشاہدے کی جہت سے آپ کے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا نہ کرنا برابر تھا۔

دوا کے استعمال کو اس لئے نہ چھوڑا کہ اللہ تعالیٰ کی علوت یوحی جاری ہے اور اپنی امت کو ان ضرورت کی اشیاء کی اہانت و مٹا شکوہ تھا اس کے باوجود اس میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہے بخلاف مل اکٹھا کرنے کے کیونکہ مل ذخیرہ کرنا مستحب ہے۔

اختیار فقر :- آپ کا ان خزانوں کو قبول نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا یہ فقر اضطراری نہیں بلکہ اختیاری فقر ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد قربانی پر حضرت سیدنا عمرؓ نے اپنی آدمی جانیدوؓ کو محبوب کے قدموں پر مار کر دی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تمام جائیدوؓ کو محبوب کے قدموں پر مار کر دی۔ یہ تو آپ کے غلاموں کا حال ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جن کی دعا کی مدد نہ ہوئی وہی محبوب ان لشکروں

میں دعا مانگا کرتے تھے کہ حدیث حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اللہم احببنی مسکینا وامتنی مسکینا وحشرنی فی زمرۃ المساکین یا اللہ! مجھے مسکین بنانا کہ زندہ رکھ' مسکینی کی حالت میں ہی مجھے موت دے اور مسکینوں کے زمرے میں ہی میرا حشر فرما۔ (مشکوۃ شریف)

یاد رہے کہ آپ کا یہ دعا فرماتا اس لئے نہیں ہے کہ آپ غیر انبیاء مساکین کے درجہ سے پیچھے رہ جائیں گے بلکہ تعلیم امت کی خاطر درجہ حقیقت یہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرمان نہ اپنی جان نثار کرتے والے کو مقام شہادت پہ لواز دیا جاتا ہے ایک سنت حبیب پر عمل پیرا ہونے والے کو شہداء کا ثواب عطا فرمایا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کا فقر اختیار کرنا اختیاری تھا۔

دومند مکتبہ فکر کی کتاب مظاہر حق جدید میں بھی یہی عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ ”مرکز دعا عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشحال زندگی اختیار کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنی زندگی اس طرح بسر کرتے تھے جس طرح کوئی غریب و مفلس شخص بسر کرتا ہے (مظاہر حق جدید جلد چہارم ص 732)

دوانہ کرنے کا نقصان :- (1) دوانہ کرنے کا نقصان اس صورت میں ہو سکتا ہے جو دوا کو نفع پانڈات دوا کو سببے اور دوا پینا کرنے والے کو نہ سببے تو یہ امر شریعت مطہرہ میں منع ہے۔ (2) اس صورت میں بھی ہو سکتا ہے کہ دوا کرنے سے صحت اس لئے مطلوب ہو کہ صحت ہوگی تو کنگہ کرے گا۔ یہ صورت بھی منع ہے مگر یہ دونوں صورتیں شلوغ و ہیں کیونکہ اکثر اہلکار گناہوں کی خاطر صحت نہیں چاہتے اور نہ ہی دوا کو بذات خود نفع مفید سمجھتے ہیں بلکہ صرف اس لئے ہی فائدہ مند جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس میں نفع رکھا ہے جیسے پانی اور روٹی کو پیاس اور بھوک کے لئے بذات خود نفع بخش کوئی نہیں جانتا۔

خلاصہ :- دوا کے کرنے کا حکم وہ ہے جو حکم اس کام کے کرنے کا ہے جس کام کیلئے دوا کرتا ہے یعنی اگر دوا اس لئے کرتا ہے کہ طاعت میں استقامت ہو یا مصیبت پر فحاشات ہو تو اسی جیسا حکم ہوگا اگر اس لئے ہے کہ مبلع اشیاء سے لذت حاصل ہو تو دیا ہوگا اس ساری تقریر سے واضح ہو گیا۔

(1) بعض حالات میں دوانہ کرنا افضل ہے۔

(2) بعض حالات میں دوا کرنا بھی افضل ہوتا ہے۔

لہذا یہ اقلیت حالات، لوگوں اور ان کی نیوٹوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

دوا کرنا تو کس کے خلاف نہیں :- لہذا یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل میں دوا کرنا یا نہ کرنا کوئی شرط نہیں شرط تو صرف یہ ہے کہ وہی باتیں چھوڑ دے ورنہ (یعنی اگر وہم میں پڑ جائے تو) ایسی تدبیریں وہی اختیار کرتا ہے جو توکل کرنے والوں کے مشن کے لائق نہیں ہوتیں۔

مرض ظاہر کرنا اور پوشیدہ رکھنا :- مرض اور فحاش لہذا مصائب کی اقسام کو پوشیدہ رکھنا کسی کے خواہوں میں سے



ہے اور اس کا بڑا اعلیٰ مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونا اور اس کی مصیبت پر صبر کرنا اور دینی معاملہ ہے جو بندے نور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تو اس کے پوشیدہ رکھنے میں اقلیت سے زیادہ تر حفاظت کی صورت ہے مگر اسے ظاہر کرنے میں بھی مضائقہ نہیں مگر اکتفا کیلئے نیت کا درست ہونا شرط ہے۔

(1) اس کے اکتفا سے مقصود علاج طلب کرنا ہو۔ یعنی طیب کے سامنے اپنا حال بیان کر کے شکایت کی عرض سے بیان نہ کرے بلکہ حقیقت حال بیان کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ظاہر ہوں انہیں بالکل اسی طرح بیان کرے جیسے اس کی شکایت ہے۔ مثلاً

(1) حضرت بشر بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طیب کے سامنے اپنے درد کا حال بیان کر دیا کرتے تھے۔

(2) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مرض ہو آئے اسے بیان کر دیا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے "جو کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے مجھ پر اتر کیا میں تو صرف اسے بیان کرتا ہوں۔"

(3) مریض مقتدا لوگوں میں سے ہو اور معرفت میں مشغول ہو وہ اپنا مرض طیب کے علاوہ بھی بیان کر دیا کرے۔ اس کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ لوگ عرض میں اچھی طرح صبر کرنا سیکھیں بلکہ اچھی طرح سے شکر کرنے کی تعلیم حاصل کریں یعنی مرض کا حال یوں بیان کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ ان کے نظریہ کے مطابق مرض ایک نعمت ہے جیسے نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح مرض کا بھی ذکر کرے تاکہ لوگ اس پر شکر کیا کریں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مریض جب اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر بیان کرنے کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہے تو یہ مرض کا بیان شکایت میں داخل نہیں۔

(3) مرض ظاہر کرنے سے مقصد اپنی عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی طرف محتاجی ظاہر کرنا ہو اور یہ صورت ایسے سے اچھی معلوم ہوتی ہے جو قوت و شجاعت کے شایان شان ہو اور اس سے عاجزی کرنا بیدار قیاس معلوم ہوتا ہو۔

حکایت:- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا اکرم اللہ وجہہ سے لوگوں نے مرض کی حالت میں دریافت کیا کہ آپ کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا "برا ہوں" عیادت کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے یعنی اس جواب کو اچھا نہ سمجھا بلکہ شکایت سمجھی تو آپ نے ارشاد فرمایا "کیا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بملوری کا دم ہاؤں؟"

فائدہ:- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا بجز اور محتاجی اللہ تعالیٰ کی طرف ظاہر کرنا اچھا سمجھا حالانکہ آپ کی شہادت اور بملوری مشہور و معروف تھی اور اس بارے میں آپ اسی طریقے کو اختیار فرمایا جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا۔

حکایت:- ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے تو دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ مجھے اس بلا پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلا کا سوال تو تم نے خود ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ سے تندرستی کی دعا مانگو۔"

خلاصہ :- ان عین بیڑوں کی وجہ سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہے۔ مرض کے اظہار میں حرمت کی وجہ یہ ہے کہ مرض کا ذکر کرنا شکایت ہو اور اللہ تعالیٰ کو شکایت کرنا حرام ہے جس طرح اللہ کی وجہ سے سولہ کی حرمت میں ہم بیان کر سکتے ہیں۔ شکایت کی وجہ سے ضرورت کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔ مرض کا بیان کرنا قرینہ منہج کا اظہار اور فعل حق تعالیٰ کو اچھا نہ جاننے کی وجہ سے شکایت ہو جاتا ہے پس اگر قرینہ اظہار بھی نہ ہو اور نہ ہی دسیج پلا بیڑوں نہیں ہوں تو پھر مرض کے اظہار کرنے کو حرام تو کہہ نہیں سکتے ہیں البتہ یہ کہیں گے اس کا اظہار بہتر نہیں کیونکہ اس اظہار میں بعض اوقات تو شکایت کا وہم ہوتا ہے اور بعض اوقات بیڑوں کو بھی دخل ہوتا ہے کہ جتنا مرض ہے یا اس سے زیادہ بیان ہو جاتا ہے یا جتنا توکل کیا ہے وہ نہ کرنے میں اس سے کہیں زیادہ کہہ دیا جاتا ہے ایسی صورت میں اس کے اظہار کی کوئی وجہ بالکل معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اظہار کی نسبت کر اگر وہاں کہے اور آرام مل جائے تو اچھا ہے۔

فائدہ :- بعض اکابر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے مرض بیان کر دی اس نے مہر نہیں کیا اور قرآن مجید میں جو مہر جہیل وارد ہے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہی مہر ہے جس میں شکایت نہ ہو۔

حکایت :- حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا "آپ کی آنکھیں کس نے کھولیں آپ نے فرمایا "مور زنبور اور کھرت اندہ نے اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیج کہ تم میری شکایت کرنے کے لئے میرے بندوں کے سامنے چار ہو گئے"

آپ نے عرض کیا "یا اللہ! میں نے توبہ کی اب ایمان نہ ہوگا۔

مریض کی آہ :- حضرت طاؤس اور جلد رحمتہ اللہ علیہا روایت کرتے ہیں کہ مریض پر اس کا آہ آہ کرنا بھی لکھا جاتا ہے اور اکابر (رحمہم اللہ تعالیٰ) مریض کی آہ کہتے کو بھی برا جانتے تھے اس لئے کہ مریض کا آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہے جو کہ متفقہ شکایت ہے۔

حکایت :- ابوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں ہے کہ اپنے مرض شریف میں صرف آہ کی حتیٰ اس حدیث نے اسی آہ کو بھی اپنا مقصد بنالیا یعنی کہا کہ سہل اللہ میرا ابوب علیہ السلام پر اثر ہو گیا۔

حدیث شریف :- کسی مرض میں جب بندہ جلا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں فرشتوں کی طرف وحی فرماتا ہے کہ دیکھو (یہ) بیمار ہی کرنے والوں سے کیا کرتا ہے۔ مریض اگر حیرت و آوارگی کرنے والوں سے خدا کا شکر اور حمد بیان کرتا ہے تو اس کے لئے فرشتے دعاۓ خیر کرتے ہیں اگر شکایت اور برائی کرتا ہے تو وہ دونوں فرشتے فرماتے ہیں کہ تو اسی طرح ہی رہے گا۔

عابدوں کا طریقہ :- بعض عابدین شکایت کے خوف کی وجہ سے کہ کہیں کلام زیادہ نہ ہو جائے۔ اس لئے بیمار ہی کی

برا جانے تھے یہاں تک کہ اگر بیمار ہو جاتے تو کمر کا دواؤ بند کر دیا کرتے تھے ان کو تلے کے لئے کوئی بھی نہ جاتا تھا حتیٰ کہ جب سمجھتے ہو جاتے تو خود بخود ہی لوگوں کے پاس آجاتے یہاں محلِ حضرت فضیل بن عیاضؓ و صہب بن اوردادہ زلور بشر بن حارث و محم اللہ تعالیٰ کا قتل۔

فائدہ :- حضرت قتیل ارشلو فرمایا کرتے تھے کہ "میں تو بہ چاہتا ہوں کہ میں بیمار ہوں مگر عیادت کرنے والے نہ آئیں کیونکہ لوگوں کی وجہ سے میں بیماری سے گھبراتا ہوں۔"

بیمار پر سی :- آپ کا یہ بیمار پر سی کو اچھا نہ جانتا اس لئے ہے کہ اس سے بعض اوقات انس کی اعانت کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں یا اس لئے کہ آپ پر پتہ نہیں کرتے کہ لوگوں کا جو دم میری طرف ہو جس وجہ سے حق تعالیٰ سے غفلت ہوگی اسی ایک لمحہ کی غفلت کے بارے میں ہے کہ جو دم غافل ہو دم کا فرد زندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت کو ایک مسلمان کا مسلمان پہ حق فرمایا اور اس حق سے کون انکار کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک) مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازہ کے ساتھ جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکے والے کا جواب دینا (بخاری شریف و مسلم شریف)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا کہ مسلمان جب اپنے کسی (بیمار) مسلمان بھائی کی عیادت کرنا ہے تو (گویا) دو ہشت کی میہ خوری میں (مصروف) رہتا ہے یہاں تک کہ وہ (عیادت سے) واپس نہ آجائے۔ (مسلم شریف)

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے وضو کیا اور اچھا (پورا) وضو کیا اور پھر (حصول) ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اسے دو روز سے ساتھ ہنس (کی مسافرت) کی بقدر دلا رکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

(۴) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "جب کوئی شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو پکارنے والا (فرشتہ) آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ تمہیں خوشی ہو دنیا و آخرت ہیں۔ اچھا ہو چلتا تیرا (آخرت میں یا دنیا میں) اور تجھے حاصل ہو ہشت کا ایک بڑا درجہ و مرتبہ (ابن ماجہ شریف، مشکوٰۃ شریف)

## محبت و شوق اور انس و رضا

اللہ تعالیٰ کی محبت تمام مخلقت میں سے اعلیٰ درجہ کی عظمت اور تمام مخلقت میں بلند مرتبہ رکھتی ہے اس لئے کہ اور اک محبت کے بعد وہ کسی بھی قسم کا مقام کیوں نہ ہو شوق ہو یا انس یا رضا وغیرہ سب اس کے تلخ اور شہو ہیں اور محبت سے پہلے جتنے بھی مخلقت ہیں جیسے توبہ، صبر، زہد اور دوسرے مخلقت ہیں وہ تمام محبت کے مقدمات کی حیثیت رکھتے ہیں اور دوسرے مخلقت اگرچہ ان کا جونا شہد غور ہے مگر پھر بھی تمام دلوں میں ان کا امکان ہوتا ہے اور اس کے امکان کے ایمان سے کوئی بھی دل غلی نہیں ہوتا۔

انکار محبت حق تعالیٰ :- اس کے وجود محبت الہی یہ ایمان لانا مشکل ہے یہاں تک کہ بعض علمائے کرام نے اس کے امکان سے انکار فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کا تو یہی مطلب ہے کہ اس کی اطاعت پر موانعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی محبت محل ہے کیونکہ حقیقی محبت تو اپنی جنس اور محل کے ساتھ ہوتی ہے اور ان لوگوں نے جب محبت الہی کا انکار کیا تو انس اور شوق اور لذت و مناجات اور تمام محبت کے لوازمات کا بھی انکار کر دیا اسی لئے ہم یہ لازم ہو گیا کہ ہم محبت کے بارے میں شرعی دلائل قائم کریں۔

محبت حق تعالیٰ اور اسکے شرعی دلائل :- جو محبت بندے کو اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے اس کا وجود ہے اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت فرض ہے مگر اس سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر محبت کا وجود نہ ہو تو پھر محبت فرض کیسے کی جائے گی جو لوگ محبت کی تفسیر و توحیح و اطاعت سے کہتے ہیں وہ کس طرح ممکن ہے اس لئے کہ اطاعت تو محبت کے تلخ اور اس کا شہو ہے پہلے محبوب کا وجود ہو گا تو پھر اس کی اطاعت ہوگی، حق تعالیٰ سے محبت کے وجود پر قرآن و احادیث کے دلائل ہیں۔

دلائل از قرآن :- (1) بحسبہم و بحسبہ (الباقیہ 54) ترجمہ کنز الایمان :- وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارے (2) والنہین امنوا اشد حبائلہ (البقرہ 165) ترجمہ کنز الایمان :- اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

قائد :- درج بالا دلوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وجود محبت ہے اور اس میں فرق بھی ہوتا ہے۔

دلائل از احادیث :- نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں محبت حق تعالیٰ کو

ایمان کی شرط ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث نمبر (1) :- ابو ذرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ "ایمان کیا چیز ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ اور اس کے رسول کا حق سے نزدیک ان کے ماسوا سے زیادہ پیارا ہونا ایمان ہے۔"

حدیث نمبر (2) :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا یومن احدکم حتیٰ ینکون اللہ ورسولہ احب الیہ معا مساوہا تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے سب سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حدیث نمبر (3) :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا یومن من العبد حتیٰ اكون احب الیہ من اهلہ وما له والناس اجمعین اس وقت تک کہ بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے گھر والوں، مل اور سب لوگوں سے محبوب تر نہ ہوں۔

حدیث نمبر (4) :- ایک اور حدیث شریف میں ومن نفسه اور اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جائے بھی آیا ہے۔

فائدہ :- کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قل ان کان اباءکم وایناہکم وایخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموالکم افترقموها ونجارۃ نخشون کسادھا وبساکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فترضوا حتیٰ بانئی اللہ بامرہ (التوبہ 24)

فائدہ :- اسے تہذیب اور انکار کے مقام میں ہی ارشاد فرمایا

حدیث نمبر (5) :- سرکامینہ سرور سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ احبوا اللہ لسا بعدوکم بہ من نعمۃ واحبونی لحب اللہ ایای اللہ تعالیٰ سے محبت اس لئے کرو کہ وہ تمہیں ہر صبح اپنی نعمت سے سرفراز کرتا ہے اور مجھ سے اس لئے محبت کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔

حدیث شریف نمبر (6) :- ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ کسی نے علیؑ تہجد اراحمہ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ سے محبت رکھتا ہوں" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو مجھ سے محبت کیلئے تیار ہو جا" اس نے عرض کی کہ "میں آپ سے محبت رکھتا ہوں" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو بلا کیلئے تیار کر لے"

حدیث شریف نمبر (7) :- حضرت قادیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارجم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معصوم بن حیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ ایک مینڈھے کی کھلی کمر سے لپٹے ہوئے چلے آ رہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو ارشاد فرمایا۔

”اس شخص کو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس کا دل روشن فرما دیا ہے میں نے اسے اس کے والدین کے سامنے دیکھا تھا کہ وہ اسے اٹھائے کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نے اس کا یہ مقام کنیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔“

حبیب کی ملاقات :- ایک اور حدیث شریف میں واقعہ مشہور ہے کہ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ ”بھلا تم نے کوئی ایسا بھی غلیل دیکھا ہے جو اپنے ہی بچے دوست کو مارے۔“

تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تم نے کوئی ایسا بھی محبت کرنے والا دیکھا ہے جو اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے؟ اس پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سے روک دیا ہے جو میری روح قبض کرے۔

فائدہ :- یہ واقعہ صرف اسی بندے پر لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ سے دل سے محبت رکھتا ہو جب بندہ جان جاتا ہے کہ موت تو حبیب سے ملاقات کا سبب ہے تو پھر اس کا دل موت کی طرف رغبت کرتا ہے اسے اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی طرف رغبت کرے۔

اعلیٰ نبوی :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے کہ اللھم ارزقنی حبک وحب منی احبک وحب ما یقرینی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد۔ یا اللہ تو مجھے روزی عطا فرما اپنی محبت اور جو کوئی بھی تجھ سے محبت رکھے اس کی محبت اور جو عمل مجھے تیرے قریب کر دے اس کی محبت اور اپنی محبت کو میرے نزدیک محبت سے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

حب حبیب چیز لذیذ :- ایک امرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کب قائم ہوگی؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تو نے اس کا قیامت کیلئے کیا سلطان تیار کیا ہے۔“ اس صحابی نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! میں نے بہت زیادہ نمازیں اور روزے تو جمع نہیں کئے مگر مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔“

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ مع من احب آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے۔

سب درویش اور صحابہ :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے اسلام کے بعد مسلمانوں کو

کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جیسا کہ اس بہت کو سن کر خوش ہوئے۔

فرمانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص غافل اللہ تعالیٰ کی محبت سے مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اسے روک دیتا ہے اور اسے تمام لوگوں سے وحشت دلاتا ہے۔“

فرمانِ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جو شخص پہچانتا ہے وہ اسے محبوب جانتا ہے اور جو شخص دنیا کو پہچانتا ہے وہ اس (دنیا) میں زندہ کرتا ہے اور ایماندار آدمی لوگوں میں نہیں پڑتا کہ (اس میں پڑ کر) غافل بن جائے جب وہ فکر کرتا ہے ”اندھہ کرتا ہے۔“

فرمانِ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :- حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”کچھ ایسے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ہیں کہ جنت اور اس کے درمیان کی فاصلہ انہیں اللہ تعالیٰ سے نہیں روکتی محض دنیا کی وجہ وہ لوگ کب اللہ تعالیٰ سے باز رہیں گے۔“

حکایت :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین آدمیوں کے پاس سے گزرے ان کے بدن کمزور اور رنگ حقیر تھے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ”تمہارا یہ محل کیوں ہوا؟“ انہوں نے عرض کی ”آتشِ دونش کے ڈر کی وجہ سے“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ خوف رکھنے والوں کو ضرور (دونش سے) محفوظ رکھے گا۔“ پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے تو آپ اور تین اشخاص پر گزرے وہ پہلے تین اشخاص سے بھی زیادہ دھلے پٹے اور رنگ ان کا زیادہ دھل چکا تھا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارا یہ محل کس وجہ سے ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ”ہمارا یہ محل جنت کے شوق کی وجہ سے ہوا ہے۔“

آپ نے ارشاد فرمایا ”ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ چیز عطا فرمائے جس کی تم توقع رکھے ہوئے ہو“ پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے تو آپ نے اور تین آدمی دیکھے یہ آدمی پہلے دونوں گروہوں سے بھی زیادہ دھلے اور ان کا رنگ پہلے اشخاص سے بھی زیادہ بدلا ہوا تھا ان کے چہرے پہ نور کا یہ عالم تھا کہ گواہی کے چوں پر شیشے جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ”تم کس چیز کی وجہ سے ایسے ہو رہے ہیں؟“ انہوں نے عرض کیا ”ہم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے) آپ نے فرمایا ”مقرب نہیں ہو“ (یہ کلمہ تین بار فرمایا ہے۔)

حکایت عجیب :- حضرت عبداللہ بن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زید ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص پر میں گزرا وہ شخص برف پر سوراخ تھا میں نے اس سے پوچھا ”تجسس سروی میں لگتی؟“ اس نے جواب دیا ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں مگرم رہتا ہے اسے سروی میں لگتی“

انبیائے کرام کے نام سے پکارا۔ حضرت سری سفل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ہموز قیامت جنہیں محبت حق تعالیٰ غالب نہ ہوگی انہیں انبیاء کے نام سے پکاریں گے مثلاً اورشل ہوگا“ اے امت سری علیہ السلام اے امت یعنی علیہ السلام اور اے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر ہمیں حق تعالیٰ یوں پکارے یا نہیں گے کہ اے لویائے اللہ خدائے ذوالجلال کی طرف چلو“ ان کے دل خوشی کی وجہ سے پھولنے نہ سانس گئے۔

عجب کا جسم دنیا میں اور روح آخرت میں۔ حضرت ہرم بن حیان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ایماندار اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو وہ حق تعالیٰ سے محبت کرنے لگتا ہے اور جب وہ محبت حق تعالیٰ سے کرتا ہے تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس توجہ کا جب مزہ پاتا ہے تو دنیا کی طرف نظر خواہش سے نہیں دیکھتا اور آخرت کی طرف کاملی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ وہ اپنے جسم کے لحاظ سے تو دنیا میں رہتا ہے اور روح کے لحاظ سے آخرت میں رہتا ہے۔

اللہ کی محبت۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اورشل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا معبودے کے تمام مہنہ لے لیتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی رضا کا کیا مل ہوگا اور (حقیقت یہ ہے کہ) اس کی رضا میں تمام امیدیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اللہ کی محبت کیسے ہوگی اس کی محبت تو عقلوں کو مدہوش کر دیتی ہے اللہ کی سموت کا کیا لکھنا ہے اس کی محبت تو غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا لطف کیسا ہوگا؟

بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اے میرے بندے مجھے تیرے حق کی قسم ہے میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور تجھے بھی میرے حق کی قسم ہے کہ تو بھی میرا محب بن جا۔

ستر برس کی عبادت سے افضل۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رافلی کے برابر محبت میرے نزدیک ستر سال کی عبادت سے بھی اچھی ہے جو شخص بے محبت ہو اور مینقل بھی انہیں کا ہے کہ اللہ! میں تیرے مہن میں کمزار ہوں اور تیری حمد و ثناء میں مشغول ہوں تو نے مجھے سمجھن بے ہی اپنی طرف لے لیا ہے اور اپنی معرفت بالہاس و در کیا ہے اور مجھے اپنے خلف و کرم سے بہرہ فرمایا ہے۔ انول امل پرہ پوٹی نوید زند شوق رضا اور محبت میں مجھے تو بدلا دیا ہے۔ اپنے حوضوں میں سے مجھے پلایا اور اپنے باغیت میں مجھے پھرایا۔ یا اللہ میں تو تیرے حکم کا ظلام ہوں اور میں تیرے قول میں مشغول رہا جب میری موچیں نکل آئی ہیں (میں جوان ہو گیا ہوں سمجھدار ہو گیا ہوں) اور قدرت ہو گئی ہے تو آج میں بڑا ہو کر تجھ سے کہہ طرح پھر جاؤں گے میں تو سمجھن سے ہی فن امور کا تجھ سے علوی ہوتا چلا آیا ہوں۔ یا اللہ! میں تو جب تک زندہ رہوں گے۔

تیرے گرد ہی سمجھناؤں کا اور آکساری کے ساتھ تیرے ہی سامنے گزراؤں کا مجھ تک میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور ایک محب اپنے حبیب ہی سے شغف رکھتا ہے اور اس کے غیر میں نہیں پڑتا۔

ناتعدہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے بارے میں بکھرتا انباء و آثار ہیں کہ وہ گفتی میں نہیں آسکتے اور یہ ظاہر ہے اگر



پوشیدہ ہے تو صرف محبت کے معنوں کی تحقیق کے لحاظ سے ہے اسی لئے اب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

### حقیقت محبت اور اس کے اسباب

اس امر کی تحقیق خدا کے ساتھ بندے کی محبت ہونے کے کیا معنی ہیں جب تک کہ مطلب درج نہ ہوگا اس وقت تک محبت کی حقیقت بیان نہ کی جاسکے گی کیونکہ معرفت اور لوراک کے بغیر محبت ہو سکتی ہی نہیں اس لئے کہ اسی چیز سے ہی انسان محبت کرتا ہے جسے پہچانتا ہے اس لحاظ سے جملوت کو اس سے موصوف نہیں کر سکتے بلکہ یہ خاصیت تو زندہ اور لوراک رکھنے والے کی ہے۔

اقسام مدرکات :- مدرکات کئی قسم ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں۔ (1) لوراک کرنے والے کی طبیعت کے موافق لور لذت دینے والے ہوتے ہیں۔ (2) اس کی طبیعت کے خلاف ہیں بلکہ ضرر پہنچانے والے ہوتے ہیں (3) جن میں لذت پہنچانے کا اثر لور تکلیف دینے کا اثر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

فائدہ :- ان تینوں اقسام میں سے جن کے لوراک سے مدرک کو لذت اور راحت حاصل ہو وہ اس کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں لور جن لوراکات سے مدرک کو رنج ہو وہ اس کے نزدیک برے ہوتے ہیں۔

فائدہ :- وہ لوراکات جن کے لوراک کے بعد مدرک کو نہ رنج پہنچے لور نہ ہی راحت ہو تو ایسے لوراک کو مدرک کے نزدیک نہ تو محبوب کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی مبغوض۔

محبوب ہونے کا معنی :- ہر ایک لذت والی چیز لذت پانے والے کے نزدیک محبوب ہوتی ہے لور اس چیز کے محبوب ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی طرف طبیعت کا میلان ہو۔

مبغوض کے ہونے کا معنی :- میل مبغوض ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اسے اس چیز سے نفرت ہے۔

عشق و محبت :- محبت اس کا نام ہے کہ جس سے لذت ملتی ہے اس کی طرف طبیعت میں میلان ہے جب طبیعت کا یہی میلان قوی اور پختہ ہو جاتا ہے تو عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نفرت و بغض :- پوزی بغض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت کہتے ہیں مگر جب یہی نفرت شدید ہو جاتی ہے تو پھر اس شدید نفرت کو بغض کہتے ہیں مگر جب یہی نفرت شدید ہو جاتی ہے تو پھر اس شدید نفرت کو بغض کہتے ہیں۔ یہ محبت کے معنی ہیں جنہیں چاہنا ضروری ہے۔

فائدہ :- اس معاملہ میں اہم امر یہ ہے چونکہ محبت لوراک و معرفت کے تابع ہے تو اقسام مدرکات لور حواس کے لحاظ سے بھی اس کی تقسیم ہوگی کیونکہ ہر حس کیلئے مدرکات میں سے ایک خاص قسم کی چیز کا لوراک ہوتا ہے لور ہر ایک کو بغض مدرکات سے لذت ہوتی ہے لور اسی لذت کی وجہ سے طبیعت کو اس چیز کی طرف میلان ہوتا ہے تو طبع

سليم کے نزدیک وہ چیز محبوب ہوتی ہے۔

مختلف اعضاء کی لذت۔ مثلاً آنکھ کی لذت دیکھنے کی چیزوں میں ہوتی ہے کہ اچھی اشیاء اور طبع صورتوں کو دیکھنے سے دل کی لذت ملے لہذا والے گیتوں اور فرحت انگیز آوازوں میں ہے۔ ناک کی لذت اعلیٰ قسم کی خوشبوؤں میں اور ذائقے کی لذت لذیذ غذاؤں میں لذت لمس نرمی اور زناکت میں ہے۔ یہ ہر لذت چونکہ لذت بخش ہے تو اس لئے محبوب ہیں۔ طبع سليم کو ان اشیاء کی طرف رغبت ہوتی ہے یہی تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ

حب الی من دیناکم ثلث الطبیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوۃ

میرے نزدیک تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہوتی ہیں "خوشبو" عورتیں اور میری آنکھ کی مضطرب نماز میں ہے۔

فائدہ۔ اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوشبو کو محبوب فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے آنکھ، کان کو تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہے بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہے اور عورتوں کو محبوب فرمایا حالانکہ عورتوں سے سونگھنے وغیرہ کو بالکل حصہ نہیں ہے بلکہ جنسی اور نماز کو خلی چشم فرمایا ہے اور اسے سب سے زیادہ محبوب ارشاد فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ نماز سے حواسِ خمسہ کو تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہے بلکہ ایک پھٹی حس کو جو دل کے ماتحت ہے اس کا اور اک اسی کو حاصل ہے جس کا دل ہو جبکہ حواسِ خمسہ کی لذت میں تو انسان کے ساتھ ساتھ لہام بھی شریک ہیں اگر محبت کو ہر لذت حواسِ خمسہ پر منحصر کر کے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ حس سے ہر لذت نہیں ہوتا اور خیال میں صورت نہیں پکڑتا اس بناء پر اس کی محبت بھی نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں خاصیت انسان بے کار ٹھہرے گی۔

بصیرت باطنی۔ وہ چھٹی حس کہ اسی کی وجہ سے ہی انسان حیوانوں سے ممتاز ہے جسے عقل یا نور یا قلب یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ کہہ سکتے ہیں یہ چھٹی حس لغو ہو جائے گی حالانکہ یہ امر بعید ہے کیونکہ باطنی بصیرت ظاہر کی چھٹی سے زیادہ قوی ہے۔ آنکھ کی پشت قلب کو زیادہ اور اک ہوتا ہے اور وہ عقلی جو عقل سے ہر لذت ہوتے ہیں ان کا جمیع پ نسبت ظاہر کی صورتوں کو جو کہ نگہ کو محسوس ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ ہے تو ضروری ہے کہ جن امور شریفہ ایہ کو قلب انسانی اور اک کر لیتا ہے وہی امور حواسِ خمسہ سے معلوم نہیں ہو سکتے۔ قلب کو جو لذت ان کے اور اک سے میر آتی ہے وہ کامل اور مکمل ہو اسی لئے طبع سليم کا میلان اس کی جانب مضبوط تر ہو گا۔ اسی کا نام ہی محبت ہے۔ ایسی چیز کی طرف طبیعت کو رغبت ہو جس کے اور اک میں لذت ہو۔ عقرب اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ (انشاء اللہ) اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا وہی انکار کرے گا جو بہائم کے درجہ میں ہو گا اور اور اک حواسِ خمسہ سے مطلق آگے قدم نہیں رکھتے۔

قوی اور مضبوط دلیل۔ یہ بدیہی بات ہے کہ اپنے نفس کو انسان محبوب جانتا ہے اور اس بارے میں بھی بالکل

شک نہیں ہے کہ بھی کبھی انسان غیر کو بھی اپنے نفس کی خاطر محبوب سمجھتا ہے اور یہ امر کہ کسی غیر سے محبت صرف اپنی ذات کیلئے نہ ہو۔ اپنے نفس کی خاطر یہ بات ضعیفوں پر مشکل ہو گیا ضعیفوں کیلئے یہ بات ممکن نہیں ہے کہ انسان دوسرے سے صرف اپنی کی خاطر محبت کرنے اور اسے خود اس سے بالکل ہی سہو نہ ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی محبت ہو سکتی ہے اور موجود ہے اس لئے ہم محبت کے اسباب اور قسمیں بیان کرتے ہیں۔

محبت کے اسباب و اقسام :- یہ اسباب و اقسام بھی بہت ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں۔

سبب نمبر 1 نفس و ذات کی محبت :- سب جانتے ہیں کہ تمام اشیاء سے اول محبوب شے اپنا نفس اور ذات ہے اور اپنے نفس کی محبت کا یہ مطلب ہے کہ اس کی طبیعت میں اپنے وجود سے دوام اور ہلاکت کی رغبت ہے اور عدم اور ہلاکت کی نفرت ہے کیونکہ بالطبع وہی چیز محبوب ہوا کرتی ہے جو محبت واسطے کے مناسب بھی ہو اور اپنے نفس کے دوام و بقا سے کوئی چیز زیادہ موافق ہوگی اور سب سے بڑھ کر مخالف چیز اپنے عدم اور ہلاکت پر کیا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دوام وجود سے انسان محبت رکھتا ہے اور قتل و موت سے نفرت اس لئے کرتا ہے کہ اسے موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہے یا انسان جان کنی کے وقت کی تکلیف سے ڈرتا ہے بلکہ اگر بالمرض ایسے طریقے سے مرے کہ مرتے وقت نزع کی تکلیف بھی کسی قسم کی نہ ہو اور نہ ہی ٹوہ و عذاب کا کسی قسم کا تردد ہو پھر بھی مرتے کیلئے راضی نہ ہوگا بلکہ موت کو برا ہی سمجھے گا۔ ہل یا موت کو اس وقت محبوب جانے کا کہ بلا مثل جائے اس وقت دنیا کا شائد ہوگا اس لئے کہ جب کسی مصیبت میں پھنستا ہے تو یہ امر محبوب ہوتا ہے کہ بلا مثل جائے اس وقت مرے کو محبوب جانے کا اس لئے نہیں کہ وہ نین ہے بلکہ اس لئے محبوب جانے کا کہ نسبت ہونے سے وہ بلا ختم ہو جائے گی۔

فائدہ :- نتیجہ لگھا کہ عموماً نین اور ہلاکت سے نفرت ہوتی ہے اور دوام وجود سے محبت جیسے دوام وجود محبوب ہے اس لئے کہ باطن میں کل نہیں ہے اور نقصان بھی کمال کی پہ قہت نین ہے اور صفت کی اور کمال وجود کی نفرت کی شے ہے اور جیسا کہ صفت کمال نہ ہونے سے نفرت ہوتی ہے اسی طرح ہی ان کے ہونے کی وجہ سے محبت ہوتی ہے جس طرح کہ اصل وجود کا دوام محبوب ہوتا ہے اور خدا واحد و لا شریک کی طرف سے یہ امر طبیعتی و جبلی ہے۔

درجہ 1 :- انسان کی ذات اس کے لئے محبوب اول ہے اس کے بعد سلامتی اعضاء پھر مل، بعد ازاں اولاد و کتبہ اور دوست و غیرو وغیرہ

وجوہات :- اپنے اعضاء کی سلامتی اس لئے محبوب ہے کہ وجود کا کمال اور اس کا دوام اعضاء کی سلامتی پر ہی موقوف ہے۔ مل بھی محبوب صرف اسی لئے ہی ہے کہ وہ بھی سلامتی دوام اور کمال وجود کا ہے۔ یوحی تمام اسباب کو جانتا ہے ان اشیاء سے جو انسان محبت کرتا ہے تو خود ان کی ذات سے نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی وجہ

سے دوام اور کمال اس کے اپنے وجود کا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ اپنے بیٹے کو بھی محبوب سمجھتا ہے تو اس میں کچھ اس کا قائل نہ ہو اور مختلف قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے کہ اپنے وجود کے عدم کے بعد وہی اس کا بچہ ہوتا ہے تو اس طرح نسل کی بقاء میں بھی گویا اپنی طرح کی ہی بقاء ہے۔

(عام خود کشی کرنے والوں کا یہی خیال ہوتا ہے (سوائے اسی غلط)

چونکہ اپنی بقاء کا لالچ بیش ممکن نہیں جبکہ محبت بقاء شدت سے ہوتی ہے تو اپنی بقاء کے بدلے میں انسان ایسے نقص کی بقاء چاہتا ہے جو اس کا قائم مقام ہو سکے اور وہ اس کا بیٹا ہی ہے۔ یوں سمجھیں کہ وہ بیٹا بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہے (اور وہ بھی جگر کا پیسہ حدیث شریف میں ہے)

باپ اور بیٹا: اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ تو اپنے قتل کو اختیار کر لے یا اپنے بیٹے کا قتل تو اس صورت میں اگر اس کی طبیعت استدلال پر ہو تو وہ اپنی بقاء چاہے گا۔ اس لئے کہ ہر چند اولاد کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنی بقاء ہے مگر یہ نہ اپنی بقاء کی طرح نہیں۔

حب مل و عیال اور اعزہ و اقارب:۔ محبت عزیز و اقارب اور مل و محتاج کی بھی اپنے نفس کے کمال کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ عزیز و اقارب کی وجہ سے اپنے نفس کو برے اور مضبوط سمجھتا ہے ان کے کمال کی وجہ سے ہی اپنا غر جاتا ہے کیونکہ مل و عیال اور اسباب نامی انسان کے حق میں ہانڈوں کی طرح ہیں ان سے انسان کی تعمیل ہوتی ہے اور وجود کا کمال و دوام بلاشبہ بقاء محبوب ہوتا ہے۔

قائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر بندے کے نزدیک اس کی اپنی ذات، کمال ذات اور ان کا دوام ہی محبوب ہے اور اس کے برعکس کمزور ہے پس یہ محبت کا پہلا سبب ہوا ہے۔

احسان محبت کا دوسرا سبب:۔ محبت کا دوسرا سبب احسان ہے۔ بندہ احسان تو انسان مشہور ہے اور دلوں کی رشت میں یہ بات ہے کہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور برائی کرنے والے کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ اللہم لا تجعل الفاجر علیٰ بدافعہ قلبی یا اللہ! کسی بدکار کی نعت (کا احسان) میرے اوپر نہ کر کہ اس کے سبب میرا دل اس سے محبت کرے۔

قائدہ:۔ اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ احسان کرنے والے کے لئے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہے جسے تلا نہیں جاسکتا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ امر طبیعت اور فطری ہے کہ اسے بدلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے نئی وجہ ہے کہ کبھی کسی انسان ایسے نقص سے بھی محبت کرتا ہے جو کچھ بھی اس سے رشتہ اور تعلق نہیں رکھتا اسی سبب پہ اگر خود کیا بدلے تو اس کا دل بھی پہلے ہی سبب کی طرف ہے۔

تھک نہ بیٹھا وجہ ہے کہ محسن اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مل اور دوسرے اسباب سے اپنی مدد کرے اب لازم ہے کہ اس انسان کی وجہ سے یا دوام وجود یا مکمل حاصل ہو یا لذتیں حاصل ہوں جن سے وہ خود تیار ہوتا ہے۔

فائدہ :- یہ فرق ہے کہ محبت اعضاء تو اس لئے ہوتی ہے کہ ان سے وجود کا مکمل ہے تو خود اعضاء ہی میں مکمل مطلوب میں داخل ہیں مگر محسن عین مکمل مطلوب کا بالکل نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی تو سب مکمل ہوا کرتا ہے جس طرح کہ کبھی اعضاء کی صحت کے دوام کا ہوا کرتا ہے۔ پس محبت صحت اور محبت طیب میں فرق ہوتا ہے کیونکہ صحت تو خود مطلوب بذات ہے جبکہ طیب اپنی ذات کی وجہ سے محبوب نہیں ہے بلکہ اس کے محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ طیب سب صحت ہے یونہی علم اور استدلال دونوں چیزیں ہی محبوب ہیں مگر علم بذات محبوب ہے جبکہ استدلال اس لئے محبوب ہے کہ وہ علم کا سبب ہے۔ دوسرے پیر بھی محبوب ہے۔ غذا تو بذات محبوب ہے جبکہ تغذی غذا کا وسیلہ ہونے کی بناء پر محبوب ہے پس اگر ان دونوں محبتوں میں فرق ہے تو درجہ و مقام کا فرق ہے ایک اول ہے ایک اس کے بعد ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس کی محبت دونوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ یعنی جو شخص محسن سے محبت اس کے احسان کی وجہ سے رکھتا ہے تو وہ اس کی ذات کا محب نہیں ہے بلکہ وہ محسن کے احسان کو محبوب رکھتا ہے جبکہ احسان محسن کے افضل میں سے ایک عمل ہے اگر محسن وہ فعل سرانجام نہ دے تو محبت ختم ہو جائے گی خواہ اس کی ذات باقی بھی رہے اور اگر فعل احسان میں کمی واقع ہو جائے تو اس کی محبت میں بھی واقع ہو جائے گی اگر احسان زیادہ ہو جائے تو اس کی محبت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ اس محبت کی کمی بیشی کا اخصار احسان کی کمی بیشی پر ہے۔

سبب 3 ذات کی وجہ سے محبت :- محبت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی وجہ سے محبوب سمجھے۔ محبوب اس لئے نہ سمجھے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہو بلکہ اس کی ذات ہی میں فائدہ ہو۔ اسی محبت کو ہی حقیقی محبت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس طرح کی محبت کا بڑا حصہ رہنے کا اہم ہوتا ہے مثلاً حسن و جمل کی محبت کہ ہر ایک جمل و درکین جمل کے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف اور صرف جمل کی وجہ سے ہی ہے اس لئے کہ اس میں اور اک جمل ہی میں لذت ہی باذات محبوب ہوتی ہے کسی اور وجہ سے نہیں۔ یہ ممکن بالکل نہیں کہنا چاہئے کہ اچھی صورتوں کی محبت، نقصانے شہوت اور تنہا کے سوا ممکن ہی نہیں کہ نہ خواہش اور تنہا کو پورا کرنا دوسری لذت ہے۔ اس کے لئے بعض عوالات صورتوں کو محبوب سمجھا کرتے ہیں جبکہ جمل تو خود بھی لذت ہے اس لئے ممکن ہے کہ خود محبوب۔ باذات ہو مثلاً سبزہ اور جاری پانی بھی محبوب ہے اس لئے نہیں کہ ان سے کھانے پینے کا فائدہ ہو یا کوئی اور عذہ دیکھنے کے علاوہ ملتا ہو۔ سرکارِ مدینہ سرور سید سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبزہ اور آبِ روضہ اچھا سلوم ہوا کرتا تھا اور طالعِ سلیمہ سب کے سب نظر کرنا جنوں، پھولوں، خواہصورت، جانوروں، عمدہ گل بوٹوں اور اچھے نقشوں کی طرف باعث لذت جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی ان سے اپنا غم ٹھنڈا کرتے ہیں اور انہیں دیکھ کر برشتیاں دھو کر کرتے ہیں۔ پس یہ چیزیں لذت اچھا۔ والی ہیں اور ہر چیز کا ۔ ہوتی ہے محبوب ہوتی ہے اور کوئی

بھی حسن و جمال ایسا نہیں ہے کہ اس کے لوراک میں لذت و سرور نہ ہو اور نہ کسی کو جمال کے محبوب ہونے میں کسی قسم کا انکار ہے۔ اب اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ جمال ہے تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جس شخص پر بھی اللہ تعالیٰ کا جمال کمال جائے اس کے نزدیک وہ بلاشبہ محبوب ہو گا جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ

ان الله جـدـیل و یحب الجمال

اللہ تعالیٰ صاحبِ جمال ہے اور جمال والے سے محبت رکھتا ہے۔

سبب 4 حسن و جمال :- میں حسن و جمال کا مطلب بیان کرنا ضروری ہے۔ واضح رہے کہ جو لوگ خیالات و محسوسات کی مجلس میں قید ہیں وہ اکثر یہی جانتے ہیں کہ صرف اسی کا نام حسن و جمال ہے کہ قلمب پیدائش اور شکل و صورت عمدہ سفید سرخ رنگ، قد کھنڈہ و فیروہاتیں ہوں جن سے کہ وصف سراپا انسان کیا کرتے ہیں۔ اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ حسن غالب خلق پر وہی ہے جو کہ نظروں سے آئے۔ اکثر ان کا التفات اشخاص کی شکل و شجاعت پہ ہوتا ہے اسی لئے ممکن کرتے ہیں کہ جو چیز نظر آئے ان کا التفات اکثر اشخاص کی صورت پہ ہوتا ہے۔

اعتراض منکرین :- جو شے نظر نہ آئے اس کی شکل بھی نہ ہو اس کی طرف خیال بھی نہ جم سکے اور نہ ہی اس کا رنگ و مزہ ہو اس کا حسن و جمال اس کا تو حسن ممکن ہی نہیں ہے اور جب اس کا حسن ممکن نہ ہو تو (صاف ظاہر ہے کہ) اس کے لوراک میں لذت بھی نہیں ہو گی کیا وجہ ہے کہ وہ چیز محبوب بھی نہیں ہو سکتی۔

رد اعتراض :- ان لوگوں کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ آکھ کے محسوسات، سبب پیدائش سفیدی و سرخی رنگ پر ہی حسن منحصر نہیں ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ یہ تحریر خوبصورت ہے یہ آواز اچھی ہے یہ گھوڑا خوبصورت ہے بلکہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے ہاں یاد رکھیں اگر حسن کے معنی صرف صورتوں میں ہی محدود رکھے جائیں تو پھر آواز اور خط کے حسن کے کیا معنی ہوں گے کیونکہ یہ تو حقیقت ہے اور واضح ہے کہ اچھے خط سے بھی لذت حاصل ہوتی ہے اور عمدہ گیتوں سے کلاؤں کو اور چتے بھی مدد رکھتے ہیں کہ جن سے وہ تمام یا تو اچھے ہیں یا برے ہیں پس وہ معنی حسن کے کون سے ہیں جس میں یہ تمام چیزیں مشترک ہیں انہیں بیان کرنا ضروری ہے۔ یہ بحث بڑی لمبی ہے علمِ معاملہ کے شایانِ شان ہرگز نہیں ہے کہ اس میں طوالت اختیار کی جائے ہاں البتہ جو حق ہے وہ تصریح کئے دیتے ہیں کہ ہر ایک چیز کا جمال اور حسن اس امر سے ہوتا ہے کہ اس کے لائق چھتا کمال ہوتا ہے اور ممکن ہو سکتا ہے وہ اس میں آجائے تو جب تمام کمالات اس میں اکٹھے ہو جائیں تو وہ چیز بہت خوبصورت ہوگی اور اگر بعض کمالات اس میں ہوں تو ان کمالات کی نسبت پر اس میں حسن و جمال بھی ہوگا جیسے گھوڑا وہ خوبصورت ہوتا ہے جو چٹنی بھی ہاتھیں خوب دلی ہوتی ہیں وہ تمام خوبیاں اس گھوڑے میں پائی جائیں یعنی شکل و صورت، رنگ، خوش رفتاری، خوش لگائی، دوڑنا و فیروہ اس میں تمام خوبیاں پائی جائیں۔ خوش نویسی کے متعلق جس میں تمام خوبیاں پائی جائیں مثلاً متناسب ہونا، حرف کا اور مقابلہ، کششوں کا اور راستی نشست، درستی کرسی اور خوبی و دائرہ و قیود ہر شے کیلئے

ایک کمل ہوتا ہے جو کہ اس کے لائق ہوتا ہے جبکہ دوسری شے میں بالوکلت کمل اس کی چند شکلیاں ہوا کرتا ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ ہر چیز کا کمل اس کے حسن میں ہوگا جو کہ اس کے شبان ہے مثلاً گھوڑے کو جن خوبیوں کی وجہ سے اچھا کہا جاتا ہے انہیں خوبیوں کی بنا پر آدمی کو اچھا نہیں کیا جائے گا۔ خط جن خوبیوں کی وجہ سے عمدہ کہلائے گا انہیں خوبیوں کی بنا پر گھوڑا عمدہ نہیں کہلائے گا جن خوبیوں کی بنا پر برتن اچھا کہلائے گا ان خوبیوں کی بنا پر کپڑے اچھے نہیں ہوں گے۔ یعنی تمام چیزوں کو سمجھنا چاہیے۔

سوال :- یہ تمام چیزیں گو سب کی آنکھ سے محسوس نہیں ہوتیں جیسے توازن، ذائقہ، اشیاء، مگر کسی نہ کسی حس سے مدد رکھتی ہے تو محسوسات میں داخل رہیں محسوسات سے تو حسن و جمل کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی اس سے انکار ہے کہ محسوسات کے ذراک سے لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ انکار تو حسن و جمل کا ایسی اشیاء سے ہے جو کہ حواس سے مدد نہیں کی جاسکتیں؟

جواب :- کہ حسن و جمل محسوسات میں ہی مختصر نہیں ہے بلکہ حسن و جمل تو غیر محسوسات میں بھی ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ خلق و حسن ہے اور علم اچھا ہے اور یہ عبادت اچھی ہے اور یہ اخلاق جلیلہ ہیں اور مراد ان سے علم، عقل، عفت، شہادت، تقویٰ، کرم، موت اور تمام اچھی عبادت ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جسے حواس خمسہ کے ذریعے مدد کیا جاسکے بلکہ یہ تمام چیزیں باطنی اور بصیرت سے معلوم ہوتی ہیں اور یہ تمام معنی کچھ ہیں جو شخص بھی ان صفات سے متصف ہو وہ شخص بھی طبعی طور پر محبوب ہوتا ہے اس شخص کے نزدیک جو اس کی ان صفات سے واقف ہو، مثلاً طبیعت میں یہ امر طبعی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کریں۔ صحابہ کرام کو بھی محبوب جانیں حالانکہ ان میں سے ہم نے کسی کو بھی نہیں دیکھا یعنی انہیں مذہب مثلاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ و حضرت امام شافعی و حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہم انعمین وغیرہم کی محبت ہے۔ انسان کبھی اپنے امام کی محبت عشق سے بھی زیادہ کرتا ہے۔ اسی محبت کی وجہ سے ہی اپنا سب کچھ ہی اپنے مذہب کی محبت و حفاظت کیلئے خرچ کر دیتا ہے جو اس کے امام پر جو بھی طعن کرتا ہے تو وہ اسے مارنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور باب مذاہب میں مذہب کی ہد کی خاطر بہت خون خراب ہوتا رہتا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ جو شخص حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتا ہے وہ ان سے محبت کیوں کرتا ہے؟ حالانکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورت مبارک اس نے کبھی بھی نہیں دیکھی اگر بالفرض محل صورت دیکھ لیتا تو ہو سکتا وہ شکل و صورت پسند نہ کرتا تو ان کی پسندیدگی جس نے افزا محبت پر آمادہ و تیار کیا ہے وہ ظاہری صورت کی وجہ سے ہرگز نہیں ہے کیونکہ وہ ظاہری صورت تو ہماری آنکھوں سے لوٹھیل ہوگئی کیونکہ وہ حضرات عالم برزخ میں اپنے مزارات میں آرام فرما چکے ہیں بلکہ یہ محبت باطنی صورت کی وجہ سے ہے یعنی دینی صفات مثلاً تقویٰ، کثرت علم، طریق دین سے واقف ہونا، شرعی تعلیم کیلئے است کرنا اور عالم میں

منتشر کرنا خیرات و قیوہ کا اور یہ باتیں اس قسم کی ہیں کہ بغیر نور بصیرت کے ان کا ہل معلوم نہیں ہو سکتا۔ ان کو اور ایک کرنے سے خواص کا صریح نہیں۔ اسی طرح جو شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتا ہے وہ آپ کو دوسرے صحابہ کرام پہ فضیلت دیتا ہے یا جو شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے۔ وہ انہیں تمام صحابہ کرام سے افضل مانتا ہے وہ ان کے باپ میں تعصب کرتا ہے تو وہ شخص انہیں صرف باطنی امور کی بنا پر محبوب جانتا ہے یعنی علم و دین، تقویٰ و پرہیزگاری اور کرم و فیہم کی وجہ سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ مثلاً جو شخص حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتا وہ آپ کے گوشت پرست ہاتھ پاؤں استخوان اور ہڈی و صورت کی بنا پر محبت نہیں کرتا کیونکہ یہ چیزیں تو سب متبدل ہو گئیں باقی صفات وہی ہیں جن کی وجہ سے صدیق کہلائے تھے یعنی محمود صفتیں جو کہ آپ کی علوات حسنہ کی مصلوہ حصیں انہیں صفتوں کی باقی رہنے کی وجہ سے محبت بھی باقی ہے گو صورتیں نہیں اور ان صفات جن کا انجام صرف دو چیزیں علم و قدرت پر ہی رجوع کرتا ہے کہ خالق کو آپ نے جانا اور اس باپ پہ قدرت حاصل کی کہ اپنی شہوات نفس کو دبا کر اسے عقل ان اوصاف جلیلہ کا کیا اسی علم و قدرت سے ہی تمام نیک علوات مفرع ہوتی ہیں اور یہ دونوں صفتیں جس کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتیں اور عمل ان دونوں کا تمام جسم میں سے ایک جزو لا تجزئ ہے جو حقیقہ محبوب ہے اور اس جگہ لا تجزئ جزو کی شکل و صورت اور رنگ نہیں جو آپ کو بھائی دے کہ سوچنے کی جہت کی وجہ سے محبوب قرار دیا چاہے تو لازم ہے کہ اس کی محبت بغیر کسی ذریعہ کے محض خواص سے ہی محسوس ہو کہ یہو علوات میں جملہ تو موجود ہے اور اگر علم و بصیرت کے بغیر ہی سیرت جلیلہ مصلوہ ہوتی تو جب محبت نہ تھی۔

فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- شدی و صٹ و حرم تو ملے گا نہیں مگر ان روایات کو انصاف کی نظر سے مطالعہ فرمائیں تو انشاء اللہ حقیقت ضرور واضح ہو جائے گی۔ حدیث نمبر ۱ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ جس شخص نے میرا ساتھ دیا اور میری خدمت میں اور میری خوشنودی میں اپنا وقت اور اپنا دل سب سے زیادہ لگایا وہ ابو بکر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک دن) یوں ارشاد فرمایا "تم میرے یارِ عار ہو اور حوض کوثر پر میرے صحابہ ہو گے۔ (ترغی شریف) (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "بس قوم و جماعت میں ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود ہوں اس کے لئے موزوں نہیں ہے کہ اس کی لامت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے علاوہ کوئی دوسرا شخص کرے (ترغی شریف) (4) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا "تم دوستی کی آگ سے اللہ کے آزلو کر دہو" اسی دن ان کا نام "عقیق" پڑ گیا۔ (ترغی شریف) (5) حضرت ابن عمر رضی



اللہ عطا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ان لوگوں کا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو زمین سے باہر نکلیں گے (قیامت کے دن جب تمام مخلوق اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر میں آئے گی تو سب سے پہلے میری قبر شرف ہوگی اور اپنی قبر سے اٹھنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا) میرے بعد ابو بکر اور ان کے بعد عمر (اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے پھر میں) متح قبرستان کے مدفونوں کے پاس آؤں گا اور انہیں ان کی قبور سے اٹھا کر میرے ساتھ جمع کیا جائے گا اور پھر میں مکہ و ہجرت کا انتظام کروں گا تا آنکہ مجھے حشر میں یعنی لیل کے نورانی مدینہ کے درمیان میدانِ حشر میں پہنچایا جائے گا۔ (ترمذی شریف) (6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جبرائیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر مجھے انہوں نے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ سن کر) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے دل میں یہ حسرت بھری خواہش پھیل رہی ہے کہ کاش اس وقت میں آپ کے ساتھ ہوتا تو مجھے بھی جنت کا وہ دروازہ دیکھنا نصیب ہو جاتا۔"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو بکر! آگے رہو کہ میری امت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں سب سے پہلے شخص تم ہی ہو گے (ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف) (7) سہدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قال ابو بکر سیدنا و نسیرتنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں (علم و عمل اور کارِ خیر کے اعتبار سے) ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ پیوستہ ہیں۔ (ترمذی شریف) (8) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم یعنی صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں (صحابہ کرام میں سے) کسی کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ (بخاری شریف) (9) حضرت محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کون شخص سب سے افضل ہے؟ تو انہوں نے (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بخاری شریف) (10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے دنیا میں نماز پڑھی وہ قیامت کو نماز کے دروازے سے بہشت میں جائے گا جس نے دنیا میں روزے رکھے وہ قیامت میں روزانہ کے دروازے سے جنت میں جائے گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے دل آپ پر قربان کیا آپ کی امت میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کے لئے یہ تمام دروازے کھلے ہوں؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! میرے لئے تمام دروازے کھلے ہیں (بخاری شریف، ترمذی شریف)

خلاصہ بحث :- کلام یہ ہے کہ محبوبِ صمد و میریت ہے اور وہ اپنی اخلاق اور فضائلِ مبارک ہیں اور ان تمام کا نتیجہ

کمل علم و قدرت کی طرف ہی رجوع کرتا ہے اور یہی طبعی طور پر محبوب ہے اور حواس سے مدد رکھ نہیں ہے۔

بھلائی اور برائیاں :- ایک لڑکا جو کہ اپنی طبیعت پہ چھوٹا ہوا ہو۔ ہم اگر اس کے نزدیک کسی غائب یا حاضر زندہ یا مردہ کو لڑکے سے محبت کرنا چاہیں تو اس سلسلے میں ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی راہ نہیں ہے کہ اس بچے کے سامنے اس شخص کے اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیا جائے اس کی شجاعت، کرم، علم اور تمام اس کی عمدہ صفات اس کے سامنے طوائف کے ساتھ بیان کریں۔ اس کا اعتقاد جب اسے ہو جائے گا تو وہ بے اختیار محبت کرنے لگے گا اس سے نہ ہوسکے گا کہ وہ محبت نہ کرے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت اور ابو جہل و شیطان ملعون کا بغض لوگوں کے دل میں اسی طرح جمع کریں کہ صحابہ کرام کی بھلائیاں اور ابن دونوں مردوں کی برائیاں بہت زیادہ سنیں اور یہ محاسن اور برائیاں وہی ہیں جو کہ حواس سے معلوم نہیں ہوتیں بلکہ جب لوگوں نے حاتم طائی کی سخاوت کی تعریف بیان کی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہادری سے موصوف کیا تو دلوں میں ان کی محبت خواہ مخواہ ہو گئی یہ محبت نہ تو ظاہری صورت کی طرف دیکھنے کی وجہ سے ہوئی اور نہ ہی محبت کو کسی قسم کا فائدہ پہنچنے کی وجہ سے ہوئی۔

پوشاہ کی مثل :- بلکہ کسی پوشاہ کی جب سیرت، عدل، احسان اور صدق و غیرت کرنے کی تعریف بیان کی جائے تو گو وہ اتنا دور ہو کہ اس کے احسان کا محبوب تک اتنا زیادہ مسافت کی وجہ سے نہ ہوسکتا ہو مگر پھر بھی اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ہو جاتی ہے۔

ذات کی وجہ سے محبوب :- اس سے معلوم ہو گیا کہ محبت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ محبوب پہ کچھ احسان ہی ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات کی وجہ سے ہی محبوب ہوتا ہے اگرچہ اس کا احسان کبھی بھی محبت تک نہ پہنچ سکے۔ اس لئے کہ ہر ایک حسن و جمل محبوب ہے۔

صورت کی اقسام :- صورت کی دو قسمیں ہیں۔

(1) صورت ظاہری (2) صورت باطنی

حسن و جمل دونوں صورتوں میں ہی ہوا کرتا ہے۔ ظاہری صورتیں تو ظاہری آنکھ سے نظر آتی ہیں اور باطنی صورتیں باطنی بصیرت سے معلوم ہوتی ہیں۔

جسے باطنی بصیرت میسر نہ آئی ہو وہ باطنی صورتیں نہیں دیکھ سکتا نہ ہی لذت حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی محبت و میل رکھے گا اور جس کی باطنی بصیرت ہو کہ اس کی ظاہری نسبت کو غالب ہو۔ وہ معلیٰ باطنی ہی کو ظاہری معنی سے زیادہ محبوب جانے لگے۔

جمل ظاہر و جمل باطنی :- پس اگر ایک شخص ظاہری جمل کی وجہ سے کسی دہراد کے نقش سے محبت کرے اور

دوسرا شخص باطنی جبل کی وجہ سے کسی نبی سے محبت رکھے تو ان دونوں محبتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سبب 5 محبت خفیہ مناسبت :- یہ مناسبت محبت کا پانچویں جب خفیہ مناسبت ہے۔ صرف محب اور محبوب میں ہوتی ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ دو افراد میں پہلے محبت ہو جلیا کرتی ہے یہ محبت کسی جبل یا فائدے کی وجہ سے نہیں ہوا کرتی بلکہ مجتہد روجوں کے عصب کے محض اردن کی مناسبت سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فسا تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف جو ان میں آشنا ہوئے اور آپس میں الفت کرنے لگے اور جو آشنا رہیں وہ جدا ہو گئے۔

فائدہ :- اسے ہم نے کتاب آداب محبت (ایام الظلم) میں بیان کیا ہے۔ یہ بھی اسباب محبت کے علامات ہے۔

اقسام محبت کے پانچ اسباب کا خلاصہ :- محبت کی تمام اقسام کے اسباب صرف پانچ ہی ہیں جو اوپر منصل مذکور ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

- (1) انسان کی محبت اپنے وجود کے مکمل وقت سے
- (2) محبت اپنے محسن کی ملتی چیزوں میں جن سے اپنے وجود کا دوام پلا جائے۔ (3) بقا وجود اور مملکت کو دور کرنے کے سلسلے میں ملے۔
- (4) ایسے شخص کی محبت جو ذات خود جبل والا ہو۔ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی۔
- (5) ایسے شخص سے محبت کہ محب اور محبوب میں خفیہ مناسبت باطن میں ہو۔

فائدہ :- اگر یہ تمام اسباب ایک ہی ذات میں اکٹھے ہو جائیں تو جاشہ محبت دوہلا ہو جائے گی مثلاً اگر کسی شخص کا ایسا بیٹا ہو جو خوبصورت خوش خلق 'علم میں یکتا' فقیر میں 'چھا' لوگوں سے نیک سلوک کرنے والا اور باپ کا خدمت گزار تو صاف ظاہر ہے کہ ایسے بیٹے سے باپ کو بہت زیادہ محبت ہوگی اور قوت محبت ان اسباب کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے اسی قدر زیادہ ہونی چاہیے جس قدر کہ یہ خوبیاں قوی ہوں اگر کسی شخص میں یہ صفیں بدرجہ مکمل ہوں تو پھر محبت بھی اعلیٰ درجے کی ہوگی۔

محبت کا حق صرف ذات حق تعالیٰ کا ہے۔ ہر درجہ ہذا اسباب محبت کا مکمل ہو اور جمع ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کے کسی اور میں نہیں ہو سکتا اس لئے حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخی محبت بھی پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا جو کوئی غیر اللہ سے مکمل محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا تعلق نہ کرے تو یہ اس کی جہالت کی وجہ سے ہے یا قصور معرفت الہی سے ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہمہ ہے اس لئے کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں محبت حق تعالیٰ ہے اور محبت علما و ائمہ کو بھی اسی

طرح سمجھنا چاہیے۔

۱) محبت ملہ سے انکار کرتا محمودی ہے اس لئے مطلقہ کرم کی محبت = رقیق ملے کر شرف کے سوا کچھ نہیں کیونکہ مطلقہ حقیقی کے پارے میں حق تعالیٰ کا ذریعہ نشین بھی ہے اس لئے ملہ حقیقی تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے انکار خصوصاً جب یہی انکار مسیحی تک پہنچ جاتے تو ایسے ایمان لاکھیا مل ہوگا ایسا ایمان تو جہنم کے کڑے میں لے جانے کا باعث ہے لہذا تعالیٰ ایسے ایمان سے مقلودہ رکھے آمین۔

محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ دور حاضرہ کے اہلسنت (بریلوی) میں مروج ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوب کا محبوب اور اس کا رسول اور اس سے محبت کرنے والا بھی محبوب ہوتے ہیں اور تمام کا انجام اصل کی محبت کی طرف رجوع کرتا ہے غیر کی طرف جمبواز نہیں کرنا تو حقیقت یہ ہے کہ اہل بصیرت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور محبوب نہیں اور نہ ہی کوئی محبت کا مستحق ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ ہم نے جو پانچ اسباب بیان کئے ہیں ان کی طرف رجوع فرمائیں اور ثابت کر دیں کہ وہ تمام اسباب حق تعالیٰ میں ہی جمع ہیں اور کسی بھی غیر اللہ میں یکجا نہیں پائے جاتے کسی میں ایک ایک کسی میں دو اسباب پائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ میں ان تمام کا ہونا حقیقی طور پر ہے اور دوسرے میں مجازی طور پر بلکہ وہ بھی محض وہم اور تخیل ہے کہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ (پہلے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام مظاہر حق ہیں)

مخلص کلام :- جب یہ امر ثابت ہو جائے تو بصیرت رکھنے والوں پہ واضح ہو جائے گا کہ جو بات ہے عقلوں اور کمزور دل والوں نے سمجھی ہوئی ہے کہ "حقیقت محبت الہی عمل ہے" یہ امر حقیقت کے خلاف ہے بلکہ تحقیق تو غنا کر گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے محبت نہ کی جائے۔

سبب نمبر ۱ دعوت وغور و فکر :- سبب اول پہ غور فرمائیں یعنی انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسی کا دوام و کمال اور بقا چاہتا ہے اور ہلاک، نیستی، نقصان اور موانع کمال سے انہض رکھتا ہے۔ یہ تمام باتیں ہر ایک زندہ کی سرشت میں داخل ہیں اور ممکن ہی نہیں کہ کوئی بھی زندہ ان سے خالی ہو۔ حالانکہ یہی باتیں متفقہاً محبت الہی کی ہے اس لئے کہ جو محض بھی اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہے جیتا وہ جانتا ہے کہ اس کا اپنا وجود اس کی اپنی طرف سے ہرگز نہیں بلکہ اس کی اپنی ذات کا وجود دوام اور کمال اور کمال تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کی وجہ سے ہے تو وہی اس کا وجود ملنے والا اور وہی اسے دوام بخشنے والا اور وہی کمال صفت پیدا کر کے اسے کمال کرنے والا ہے۔ وہی کمال کی طرف پہنچنے کے اسباب پیدا کرتا ہے پھر اسباب کو استعمال کرنے کی ہدایت پیدا فرماتا ہے ورنہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) بندہ اپنی ذات کی وجہ سے تو کچھ بھی وجود نہیں رکھتا محض موقوفہم ہے اگر حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے موجود نہ کرے اور بعد وجود کے بھی اس کا فضل شامل عمل نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائے گا اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کمال نہ کرے تو پھر بندہ تو ناقص رہ جائے گا فریبکہ کوئی چیز بھی ایسی ہرگز نہیں ہے جسے اپنی ذات

سے ہی قیام ہو سوائے ذات حق تعالیٰ قیوم اور حسی کے جو کہ بذات خود ہی قائم ہے اور اشیاء تو اس کی وجہ سے قائم ہیں پس عارف اگر اپنی ذات سے محبت رکھے گا تو ضرور ہے کہ وہ اس ذات سے محبت رکھے جس ذات سے اس کا وجود ہوا اور جس کی وجہ سے اس کے وجود کو دوام ہے بشرطیکہ اسے خالق 'موجد' 'مخرج' پانی رکھنے والا 'قائم' بلذات اور دوسروں کو قائم رکھنے والا اور اگر ایسی صفات کی حامل ذات سے محبت نہ رکھے تو اپنے نفس سے بھی جہل ہے اور رب تعالیٰ سے بھی جہل ہے۔ اس لئے کہ محبت تو معرفت کا ثمر ہے (اور رکھیں) جب معرفت نہ ہوگی تو (پھر) محبت بھی نہیں ہو سکتی۔ معرفت ضعیف ہوگی تو پھر محبت ضعیف ہی ہوگی اور اگر معرفت قوی ہوگی تو محبت بھی قوی ہوگی۔

معرفت حق تعالیٰ :- حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنے رب کو پہچانے گا وہ اس سے محبت کرے گا" اور جو شخص دنیا کو پہچانے گا اور اس میں زہر کرے گا تو کیسے خیال میں آسکا ہے کہ آدمی اپنے نفس سے تو محبت کرے مگر اپنے رب سے محبت نہ کرے جس سے کہ نفس کا قیام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص بھی دھوپ میں جلا ہو گا اس سے بچنے کیلئے سائے کو محبوب جانے گا وہ شخص بلاشبہ درختوں کو بھی محبوب جانے کا جن (درختوں کی وجہ) سے سایہ قائم ہے جو کچھ بھی موجود ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی نوعیت کی نسبت ہے جیسی نسبت سائے کو درخت سے ہے اور جیسی نسبت نور کو آفتاب کی طرف ہے۔ یعنی جیسے نور کا وجود سورج کے تعلق ہے اور سائے کا وجود درختوں کے تعلق ہے یونہی تمام موجودات کا وجود اس کے وجود کے تعلق ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے آثار قدرت میں سے ہے اگر نور کیا جائے تو یہ مثل بھی عوام کے فہم کے مطابق صحیح ہے کہ ان کو یہ خیال ہے کہ نور سورج کا اثر ہے اور اسی میں سے لگتا ہے اور اسی کی وجہ سے ہی موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ مشکف ہو چکی ہے کہ نور بھی قدرت حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے یعنی جیسے سورج اور اس کی شکل و صورت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بنی ہیں اسی طرح جب سورج کثیف جسموں کے مقلید ہوتا ہے تو اس کا نور بھی اسی کی قدرت سے اخراج و تسبیح حاصل کرتا ہے۔

فائدہ :- یہاں مثالیں بیان کرنے کا مقصد صرف مطلب کا سمجھنا ہے اسی لئے نفس حقیقت بیان کرنا مقصد نہیں ہے بہر حال اپنے نفس سے محبت انسان کو اگر ضروری ہے تو محبت اس ذات سے بھی ضروری ہے جس کی وجہ سے اول تو اس کے نفس کو قیام ہے پھر اس کی اصل 'صفات' ظاہر و باطن اور جو اہر و اعراض کا دوام اسی سے ہے بشرطیکہ اس امر کو اسی طرح جان لے اور کوئی شخص بھی اس محبت سے غافل نہ ہو گا سوائے ایسے شخص کے کہ اپنے نفس اور شہوات میں مشغول ہو کر اپنے تحقیق کرنے والے خالق اور رب سے غافل ہو اور اسے دیکھ جائے جیساکہ جتنا چاہتے تھا اور اپنی نظر شہوات و محسوسات پر ہی مقصور کر لے یعنی اپنی نظر صرف عالم شہوات پر ہی رکھے اس صفت میں تو پھر بہائم بھی اس کے ساتھ شریک ہیں کہ جو لذت و حتم سے میرے وہی لذت و حتم بہائم کو بھی حاصل ہے۔ عالم

ملکوت سے قطع نظر کر لے جس سرزمین میں وہی پہنچ سکا ہے جسے کچھ مناسبت فرشتوں سے ہو اور اس کی نظر اس عالم میں اتنی ہی ہوگی جتنی کہ اسے منکات میں فرشتوں سے قرب ہوگا اور جتنی پستی عالم برہم میں وہ گرے گا اتنی ہی اس عالم میں اس کی سیر کم ہوگی۔

مذہب 2 میں غور و فکر :- اس قسم کے شخص سے محبت کرنا جو اپنے ساتھ دل سے سلوک کرے اور کلام میں نرمی اختیار کرے اور ہر طرح سے اس کی مدد کرے، دشمنوں کے خاتمہ کرنے میں 'برے لوگوں کی برائی دور کرنے میں مدد کرے اور اس کی تمام فرسوں میں خود خود اس کے نفس کے متعلق ہوں یا گولاد اور عزیز و کارپ کے سب میں ذریعہ حصول کا ہر وقت صاف ظاہر ہے کہ ایسا شخص خواہ مخلوق محبوب ہوگا اور یہ سبب بھی اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ محبت کی جائے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانے جیسا کہ اسے پہچاننے کا حق ہے کہ حقیقۃً تو احسان کرنے والا ہی ہے یہاں ہماری یہ غرض ہرگز نہیں ہے کہ اس کے تمام احسان شمار کریں کیونکہ وہ تو حاملہ شمار ہے باہر چیں جیسا کہ خود وعدہ لاشریک ارشاد فرماتا ہے کہ **وَان تَعْلَمُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تَحْصُوهَا** (ابراہیم 34) ترجمہ کونساں ایہ۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

اس طرف ہم مختصر طور پر ہم باب الفکر میں بھی اشارہ کر آئے ہیں بلکہ یہاں اسی قدر تحریر کرتے ہیں کہ

حقیقت احسان :- کسی آدمی کی طرف سے تو احسان ناممکن ہے اگر آدمی کو محسن کہیں تو آدمی صرف مجازی طور پر ہی محسن ہو سکتا ہے حقیقی طور پر محسن صرف حق تعالیٰ ہی ہے اس کے لئے اگر فرض کر دو کہ کسی آدمی نے ہمیں تمام خیرات دے بھی دیئے اور ان پر مکمل طور پر اختیار بھی دے دیا کہ جیسے چاہو انہیں خرچ کرو تو ہمیں یہ ممکن ہوگا کہ یہ احسان ہم پر اس شخص کی طرف سے ہوا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے اس لئے کہ اس کے احسان میں کسی قسم کی باہمی ہیں۔

(1) خود اس شخص کا وجود (2) اس شخص کے دل کا ہونا

(3) دل پر قادر ہونا (4) خاص نہیں وہ دل دینے کا ارادہ کرنا۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسے پیدا کس نے کیا؟ اس کی والدہ کو کس نے پیدا کیا؟ اس کی قدرت اور اس کے ارادہ کو کس نے پیدا کیا؟ تمہاری اس کی محبت کی طرف کس نے توجہ کی۔ یہ بات اس کے دل میں کس نے ڈالی کہ تمہارے ساتھ وہ حسن سلوک کرے کیونکہ اس میں اس کا کچھ دینی یا دنیوی نفع ہے اگر یہ تمام باتیں نہ ہوں تو وہ تجھے کوئی بھی نہ دیتا مگر جب حق تعالیٰ نے یہ تمام لوازمات پیدا کر دیئے اور اس کے دل میں یہ بات پختہ طور پر جمادی کہ یہ تمہارے حوالے کرنے میں ہی اس کا دینی یا دنیوی نفع ہے تو اب وہ بچا رہا تو یہ تمہارے حوالے کرنے کے بارے میں مجبور ہو جائے جس سے اس کے خلاف تو وہ کر سکتا ہی نہیں۔ اس صورت حال میں تو صرف اس ذات کو محسن جانتا چاہئے جس ذات نے اسے تمہارے لئے یہ عین اور مستحق کر دیا اور اس پر تمام لوازمات کو غالب کر دیا جن کی وجہ

سے فعل احسان ہونے کو ہو۔ ہاں! ایک یہ بات رہی کہ اس شخص کے قبضے میں مل کا ہونا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہو سکتا ہے محسن رہی ہو تو اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ وہ دینے والا شخص تو محض اللہ تعالیٰ کے احسان کا واسطہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو اسے مل دیا ہی اس لئے کہ یہ مل وہ تم تک پہنچا دے۔ پھر بھلا وہ شخص وہ مل تجھے نہ دے تو پھر اور کیا کرے۔

مثلاً:- تجھ پہ احسان کرنے والے شخص کی مثل تو پر ملے جیسی سمجھو کہ پر ملے پانی کے بہانے میں مجبور ہے پس تم اگر اس شخص کا شکریہ ادا کرو تو اس جہت سے ہرگز نہیں کہ وہ بذات خود محسن ہے (اگر تمہارے نزدیک وہ) واسطہ ہے تو بلاشبہ تم نفس الامرو کو جاننے ہو کیونکہ جب کوئی انسان احسان کرتا ہے تو وہ اپنے نفس پر ہی احسان کرتا ہے اور کسی مخلوق پہ اس کا احسان کرنا محال ہے کیونکہ جب وہ کوئی مل کسی پہ خرچ کرتا ہے تو بدلہ اس کا پہلے ہی پاک لینا ہے یا تو آخرت میں ثواب منظور یا دنیا میں اگر محنت یا دوسرے کام سر کرنا یا تعریف اور شہرت حقیقت یا نیک چلی کا آوازہ یا لوگوں کے دلوں کو اپنی طاعت و محبت کی طرف کھینچنا مقصود ہو اور جیسے کوئی بھی آدمی دنیا میں اپنا مل نہیں ڈالتا اس وجہ سے کہ اس میں کوئی غرض نہیں ہے۔ یونہی کسی آدمی کے ہاتھ میں بھی بغیر کسی غرض کے نہیں ڈالتا اس کی مراد ہی وہی غرض ہوا کرتی ہے اس لئے جو مل تجھے لب عطا کیا ہے تو اس میں مقصود تم نہیں ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا اس مل کو لے لینا ہی اس شخص کی غرض کے حصول کا باعث ہے اور وہ غرض چاہے ذکر دینا ہو یا شکر و ثواب اس نے تو نہیں اپنا مل دے کر اپنے نفس کی غرض حاصل ہونے کا ذریعہ کیا ہے تو کیا اس صورت میں وہ محسن تو اپنے ہی نفس کا ہے اس کے نزدیک جو چیز عمدہ ہے وہ مل کے بدلے لینا چاہتا ہے اس کے حصے میں اگر اس عوض کو ترجیح نہ ہوتی تو اپنا مل تمہارے لئے بالکل نہ چھوڑتا۔

شکر و محبت کا مستحق بندہ نہیں:- ہر عمل شکر و محبت کا مستحق وہ شخص نہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے دینے کے تمام لوازمات اس شخص پہ مسلط کر دیے۔ ان لوازمات کے خلاف کرنے کی جمل اس میں نہیں ہے۔ بلاشبہ غراچی کی طرح ہی اس کا مل ہے اگر کسی کو بلاشبہ نلت عطا فرما دے تو وہ اس پر کسی قسم کا اپنا احسان نہیں سمجھتا کیونکہ شای حکم بہا لانا اس پر لازم ہے مخالفت کی اسے جرات نہیں اگر بلاشبہ اسے اس کی طبیعت پر چھوڑ دے تو پھر وہ ہرگز نہ دے اسی طرح ہی سمجھیں اگر اللہ جل جلالہ محسن کو اس کی اپنی طبیعت پہ چھوڑ دے تو وہ کسی کو کبھی کچھ بھی نہ دے مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کے دل میں لوازمات اور بواعث دینے کے اس پہ مسلط کئے اور پھر اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ مل دینے میں ہی اس کا دینی یا دنیوی فائدہ ہے اس لئے وہ مل دیتا ہے۔

(۲) یہ جو کچھ بھی تجھے دیتا ہے اس کی نسبت جو ابھی چیز وہ سمجھتا ہے اس کے بدلے لے لینا ہے تو جس طرح جز فروخت کرنے والے کو محسن نہیں کہتے اسی طرح ہی اس دینے والے کو بھی محسن نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ پہلے اپنا چیز اس وقت دیتا ہے جب خاطر خواہ اس کا بدلہ لے لینا ہے اور یہ دینے والا بھی مل کے بدلے میں ثواب یا محدث

یا کوئی اور بدلے لے لیتا ہے اور یہ دینے والا بھی مل کے بدلے میں ثواب یا حمد و ثناء کوئی اور بدلہ سمجھ لیتا ہے تو یہ مل دیتا ہے اور بدلے میں یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی مل قسم کی محسوس چیز ہی ہو، بلکہ نذرانہ اور فرائد ایسے بدلے ہیں کہ ان کے سامنے مل کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔

خلاصہ کلام :- خلاصہ یہ ہے کہ جود کی صورت میں احسان ہوتا ہے یعنی اس طرح مل دینا کہ دینے والے کو نہ تو کوئی بدلہ، نہ متصور ہو اور نہ ہی کچھ فائدہ حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے جود کا ہونا عمل ہے البتہ اس کا احسان اور انہماق مخلوق کے نفع کے لئے ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مطلق کوئی غرض ہے اس صورت میں کسی فیر پر جود احسان کا بولنا جھوٹ ہے یا عجز کسی دوسرے میں جود احسان عمل اور محتج ہے جس طرح سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ اکٹھا ہونا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جود احسان، فضل و منت میں یکانہ ہے پس اگر محسن کی محبت طبیعت میں ہوا کرتی ہے تو عارف کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی محبت نہ کرے اس لئے کہ دوسرے سے احسان ہونا عمل ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی صاحب احسان ہے تو اسی محبت کا مستحق بھی وہی ہے۔

(2) دوسرا شخص جو احسان پر مستحق محبت ہو گا تو محض یوں کہ محبت کرنے والا احسان کے معنی اور حقیقت کو نہ جانتا ہو۔

سبب 3 محسن سے محبت کرنا :- محسن سے محبت طبعی امر ہے خواہ اس کا احسان اپنے لوہ نہ بھی ہو یا عام طبیعتوں میں موجود ہے اسے ایک مثل سے سمجھئے۔

مثلاً :- اگر کسی بادشاہ کا علم ہو جائے کہ وہ علیہ 'علیل' عالم' و 'رحم' لوگوں پہ مہربان اور ہر ایک سے تواضع کے ساتھ پیش آتا ہے اور یہ وہ تم سے بہت دور اور ایک دوسرے بادشاہ کا پتہ چلے کہ زہ بادشاہ عالم، حکیم، فاسق شریر، لوگوں کی بے عزتی کرتے والا ہے اور وہ تم سے دور ہے تو جہیں اپنے دل میں ان دونوں کے بارے میں فرق معلوم ہو گا کہ پہلے بادشاہ کی طرف دل کا میلان پڑے گا جبکہ دوسرے بادشاہ سے نفرت یعنی اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے بادشاہ سے بغض۔

اس کے باوجود کہ پہلے کی اچھائی اور دوسرے کے شر سے تم حامید بھی ہو اور محفوظ بھی اس لئے کہ ان کے نکلنے میں جانے کی جہیں توقع ہی نہیں ہے تو یہ محبت محسن کی صرف اس لئے ہے کہ وہ محسن ہے اس لئے نہیں کہ وہ جہیں دیتا ہے یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا کرتا ہے بلکہ اس امر کو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی محبت نہ کی جائے مگر اسی شرط پر کہ کسی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ ہو اس لئے کہ تمام کا محسن اور ہر قسم کی مخلوق پہ فضل و کرم اور انعام و اکرام کرنے والا صرف وہی ہے۔

مخلوق پر خالق کے انعمات :- پہلا انعام یہ کہ تمام مخلوق کو اس نے ایجاد کیا اور پھر ان کے کمال اعضاء بنائے اور



ضروری اسباب بھی عطا فرمائے اور پھر ان کی سسولت و آسائش کی خاطر اسباب بھی پیدا فرمائے جن میں حاجات کا شائبہ تک نہیں۔ گو وہ ضرورت کے شائبہ میں نہ تھے۔ اس کے علاوہ مزید انعمائے سے لذت بخشی جن کی اسے نہ ضرورت تھی اور نہ ہی حاجت۔

مختلف اعضاء کا انعام :- ضروری اعضاء سر، دل اور جگر ہیں۔ اعضاء حاجت آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زائد اعضاء جیسے ابو کا کمان کی طرح ہونا، سرخی لب، آنکھوں کا پداری رنگ ہونا وغیرہ یہ اعضاء کسی بھی حاجت کے متعلق نہیں ہیں صرف ان سے خوبصورتی اور ذہنت مقصود ہے اور خارج از بدن ضروری نعمت پانی اور غذا ہے اور حاجت کی مثل دوا، گوشت اور میوہ جات ہیں اور زوائد کی مثل درختوں کی سبزی، ٹھیلے، پھولوں کی رنگارنگی، میوہ جات کی لذتیں اور غذاؤں کی لذتیں کہ جن کے نہ ہونے سے ضرورت انسانی زائل نہیں ہوتی یہ تین قسم کی نعمتیں ہر ایک حیوان کے لئے موجود ہیں بلکہ ہر ایک نبات کیلئے بھی بلکہ ہر قسم کی مخلوق کی خاطر عرش سے فرش تک یہ نعمتیں موجود ہیں۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ محسن تو وہی ہے کوئی دوسرا محسن کیسے ہو سکتا ہے اگر کسی نے احسان کیا بھی ہے تو وہ بھی اسی قدرت کی قدرت کی حسنت میں سے ایک حسنت ہے کہ وہی حسن کا خالق ہے اور وہی محسن، احسان اور اسباب احسان کا بھی غرضیکہ اسی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے محبت کرنا محض حماقت ہے اور جو شخص اس بات کو جانے کا اس علت کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے محبت نہیں کرے گا۔

سبب 4 صاحب جمل :- صاحب جمل اپنے جمل کی وجہ سے ہی محبوب ہوتا ہے اس سے محبت کرنے والے کو جمل کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبیعتوں کی فطرت میں یہ بات بھی داخل ہے۔

اقسام جمل :- جمل کی دو قسمیں ہیں۔

(1) ظاہری جمل :- سر کی آنکھ سے محسوس ہوتا ہے۔

(2) باطنی جمل :- دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے معلوم ہوتا ہے۔ ظاہری جمل کو بچے اور جانور بھی دیکھتے ہیں جبکہ باطنی جمل کے اور اک کیلئے صرف اہل دل ہی خاص ہیں۔

جو لوگ صرف ظاہری دنیوی زندگی کو چاہتے ہیں وہ ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتے اور جو جمل ہے وہ مدد رک کے نزدیک محبوب ہوتا ہے۔ وہ اگر دل سے مدد رک ہو تو وہ دلی ہوگا اور اس کی مثل انبیاء، عطاء اور حکام اخلاق والوں کی محبت ہے یہ محبت تو قائم ہوتی ہے جبکہ ان محبوبوں کا چہرہ اور دوسرے اعضاء غائب ہیں حسن باطنی سے کمی مراد ہے۔ اس صورت کو حس اور اک نہیں کر سکتی۔ پس اس باطنی صورت سے جو آثار صادر ہوتے ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں انہیں فوراً رک کرتی ہے پہلے تک کہ جب قلب کی دلالت اس پہ ہوتی ہے تو اس کی طرف قلب

میلان اور محبت کرتا ہے۔

ہاشمی جمل کی مثل :- اگر کوئی شخص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان کا کوئی امر اسے اچھا معلوم ہوا ہے اور یہ بات ان بزرگوں کی صورت کے حسن کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی حسنِ افضل کی وجہ سے بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے حسنِ افضل ہی اس پہ دلالت کر رہے ہیں کہ جو صفات کہ ان کے افضل کے مصدر ہیں اور جو افضل ان سے صادر ہوتے ہیں وہ افضل ایسے ہیں۔ جیسے کوئی شخص کسی مصنف کی تصنیف کی تحریف یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش دنیا کی عموماً دیکھے تو اس پر ان افضل سے اس کی ہاشمی صفات جملہ منکشف ہوں گی جن کا حاصل انجام کو علم و قدرت کی طرف رجوع کرتا ہے پھر جتنا کہ معلوم اشرف اور جمل میں کامل تر اور اعظم ہوگا اس کا اتنا ہی علم بھی اشرف و افضل ہوگا اور جتنی قدرت کی چیز رتبہ اور منزلت میں بڑی ہوگی اتنی ہی قدرت بھی رتبہ و قدرو منزلت میں اشرف و افضل ہوگی اور ظاہر ہے کہ تمام معلومات میں سب سے زیادہ بزرگ اللہ تعالیٰ ہی ہے تو ضرور ہے کہ علوم کے لحاظ سے محمد تراشرف ترین اللہ تعالیٰ کی ہی معرفت ہوگی۔ اسی طرح جو اس کے قریب اور مختص ہے پس کوئی چیز جتنی زیادہ معرفت کے متعلق ہوگی اتنا زیادہ ہی اسے شرف حاصل ہوگا۔

قائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ صدیقیوں کی صفات کا جمل جنہیں دل فیضی طور پر چاہتے ہیں۔ تین امور کی طرف راجع ہے۔

- (1) ان کا علم اللہ تعالیٰ فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور انبیائے کرام کی شریعتوں پر۔
- (2) خود اپنے نفسوں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی اصلاح کی قدرت پر کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہیں۔
- (3) ان کا دوا اسل سے پاک ہونا، خباثت اور غالب شہوتوں سے پاک ہونا جو نیک راستے سے ہٹاتے ہیں اور برائی کی طرف ہلاتے ہیں۔

ان جیسی باتوں کی وجہ سے انبیاء، علماء، خلفاء اور اہل کرم و صاحب عدل سلاطین لوگوں کو محبوب ہیں پس ان تین باتوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات کی بہ نسبت دیکھنا چاہئے۔

حاصل علم :- علم کا تو یہ حل ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کے علوم کو جمع کرو تو اللہ تعالیٰ کے علم سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے کہونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو تمام اشیاء پر ایسا محیط ہے کہ جس کی صفت خود حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لا یعزب عنہ متغافل ذرۃ فی السموات ولا فی الارض (سبا 3) ترجمہ کنزالایمان :- اس سے غائب نہیں ذرہ بحر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

اس سے کچھ ذرہ بھی غائب نہیں ہو سکتا، آسمان میں اور نہ ہی زمین میں۔

اور تمام مخلوق کو ارشاد ہے کہ  
وما اوتینکم من العلم (فی اسرائیل 85) ترجمہ کنزالایمان :- اور ہمیں علم نہ ملا۔  
اور ہمیں تمہاری خبر دی ہے۔

علم حق تعالیٰ اور علم المخلوق کا فرق :- اگر تمام زمین و آسمان والے اکٹھے ہو کر معلوم کرنا چاہیں کہ چوتھی اور پھر  
کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکمت رکھی ہے تو اس کے ۱۰۱۰۰ حصے پر بھی واقفیت حاصل نہ کر سکیں گے اور  
نہ ہی اس کے علم سے کچھ واقف ہوں گے سوائے اس مقدار کے جو اسے منظور ہو اور جتنا مخلوق کو معلوم ہے وہ علم  
بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے :-  
خلق الانسان علمه البیان (الرخص 34) ترجمہ کنزالایمان :- انسانیت کی جہن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا  
کلن واما یکنن کا بیان انہیں سکھایا۔

فائدہ :- اگر علم کا جہل و شرف امر محبوب ہے اور بذات خود اپنے موصوف کیلئے نعمت و کمال ہے تو پھر اس نقطہ نظر  
سے بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی محبوب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ علوم علماء تو اس کے علم کے مقابلے میں جہل  
ہیں پس اگر کوئی شخص اپنے دور کے سب سے بڑے عالم کو بھی جانے اور سب سے زیادہ جاہل کو بھی تو یہ بھی نہیں  
ہو سکتا کہ علم کی وجہ سے سب سے بڑے جاہل کو تو محبوب جانے اور سب سے بڑے عالم کو چھوڑ دے۔ گو اصل بھی  
اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور ہندوں کے علم اور اللہ تعالیٰ کے علم میں جو فرق ہے وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے جو  
قرن ان دونوں حضروں کے علموں میں ہے اس لئے کہ اہل زمانہ جہل پر جو زیادتی رکھتا ہے وہ علوم تنہا سے رکھتا  
ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اہل بھی محنت کرے تو انہیں حاصل کر لے اور علوم مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے علم کی زیادتی تو  
بست زیادہ ہے کیونکہ اس کی مطلوبت بست زیادہ (بے انتہا ہے)

علم المخلوق :- معلومات مخلوق تو محدود ہیں اس لئے محدود اور لامحدود میں کچھ بھی بہت نہیں ہے۔ مثلاً قدرت انسان  
کو دیکھئے تو وہ بھی کمال ہے اور عاجزی نقصان کی چیز ہے اور ہر ایک کمال، عقلمندی، غلبہ اور طالب ہونا محبوب  
ہے اور اس کا اور اک لذیذ ہے یہاں تک کہ انسان حکایات میں بھی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا، حضرت خالد بن ولید  
رضی اللہ عنہما اور بلوروں کی شجاعت سن کر لور لہن کی قدرت و غلبہ اقربان و امثال پر بطور کمر کے دل میں خوشی اور  
راحت ضرور حاصل کرے کہ صرف لذت سماعت سے اتنی زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے دیکھئے کہ تو ذکر ہی کیا اور یہ  
صفت کمال دل میں محبت پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہے کہ جو کوئی بھی اس صفت سے موصوفہ ہو اسے محبوب جانے  
پس لہذا قدرت مخلوق کو قدرت حق تعالیٰ کے مقابلے میں لائیں جس کی قوت و قدرت سب سے زیادہ ہو اور اس کا  
لک بھی بہت زیادہ وسیع و عریض ہو سب سے زیادہ شہوات کو دہانے اور حقیقت نفس کو دوسروں سے زیادہ جڑ سے  
اکھاڑ پیچنے اور خود اپنے نفس کی سیاست دوسروں کی سیاست کا بھی جامع ہو ایسے شخص کی قوت و قدرت اتنا درجہ

کی یہ ہوا کرتی ہے کہ اپنے نفس کی بعض صفوں پر دوسرے آدمیوں سے کچھ لوگوں پہ بعض کاموں میں غالب ہوا کرتا ہے اور اس وجہ سے اپنے نفس کیلئے نہ تو موت کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی زندگی کا اور پھر اٹھنے کا بھی نہیں کسی قسم کے نقصان و فائدے کا بھی نہیں بلکہ اندھے ہونے سے خود اپنی آنکھ کی حفاظت کو گونا گونے سے ذہن کے حفاظت سرہ ہونے سے کان کی حفاظت اور بناوی سے خود اپنے بدن کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا جتنی چیزیں بھی اس کے بس میں نہیں ہیں اس کا اپنا نفس اپنے لئے اور غیر کے لئے ان چیزوں سے عاجز ہے انہیں سمجھنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ یہ حال ہے ان چیزوں کا جو کہ اس کی قدرت میں ہیں جبکہ جو چیزیں اس کی قدرت کے باوے میں ہیں ہی نہیں جیسے ملکوت سموات ستارے زمین زمین کے پھاؤ سمند ہوائیں بجلیاں مہدنیات بہت حیوانات اور دیگر اجزا تو ان کے تو ایک ذرے پر بھی وہ قدرت نہیں رکھتا اور جو قدرت وہ اپنے نفس اور کسی غیر پر رکھتا بھی ہے تو وہ بھی اس کے اپنے نفس کی طرف سے ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے نفس کے ساتھ قائم ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس کا اور اس کی قدرت و اسباب تمام کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انہیں قدرت بخشی ہے۔

مخلوق کی عاجزی کا حال :- اگر اللہ تعالیٰ کسی ایک پھر کو بڑے سے بڑے بادشاہ اور حیوانوں میں سے سب سے زبردست حیوان پہ مسلط کر دے تو وہ معمول سا پھر بھی اسے ہلاک کر دے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے بغیر بندے کو بالکل ہی قدرت حاصل نہیں ہے جیسا کہ روئے زمین کے سب سے بڑے بادشاہ سکند زوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

انا مکنالہ فی الارض (الکلت 84)

ترجمہ: اؤکنوالایمان

اس سے معلوم ہوا کہ تمام ملک اور بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کے تصور کرنے کی وجہ سے ہی انہیں عطا ہوئی تھی۔

ملکیت انسانی کا حال :- اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کے ایک حصے کا مالک کر دیا تھا۔ ساوی زمین تمام اجسام کی بہ نسبت ایک ڈھیلے کی طرح ہے جن ولایتوں سے قوی قائمہ اعاتا ہے وہ اس ڈھیلے کی بہ نسبت ایک کنکر کی طرح ہے حالانکہ وہ ولایتیں بھی تصرف انسانی میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل و قدرت کی وجہ سے آئی ہیں ہر صورت میں بھی عمل ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ اس لئے محبوب جانا جائے کہ وہ قدرت سیاست استیلاء تصرف اور کمال قدرت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی محبت نہ ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حول و قوت اس کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہی جبار و قہار اور وفاق و قدار ہے۔ انسان بھی اس کے قبضہ و اقتدار میں ہیں زمین و اشیائے زمین بھی اس کے قبضے میں تمام مخلوقات بھی اسی کے دست قدرت میں اللہ تعالیٰ اگر کسی کو ہلاک کر دے

تو پھر بھی اس کی پوششی اور ملک میں ذرا بھر بھی کی واقع نہ ہوگی اور اگر ان جیسے لاکھوں نے سرے سے پیدا کرے تو پھر بھی اس پیدائش کی وجہ سے عاجزی اور تھکان اور اکیلاہ میں سستی پیدا نہیں ہوتی۔ اس صورت میں جو قدرت اور قادر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اس لئے عظمت، جلال، کبریا، قہر اور غلبہ سب کچھ اسی کے ہی لائق ہے۔

نتیجہ :- پس اگر ممکن ہو کہ مکمل قدرت کی وجہ سے کسی سے محبت کی جائے تو سوائے اللہ تعالیٰ قادر مطلق کے ایسی محبت کا مستحق کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔

پالنی متعینات حسن و جمل کی وجہ سے محبت :- محبوب سے پاک ہونے کی اور ذائل و خبیث سے پاک ہونے کی صفت جو کہ مودہات محبت میں سے ہے اور حسن و جمل کے متعینات میں سے ہے اور یہ پالنی صورتوں میں ہوتی ہے اگرچہ انبیائے کرام اور صدیقین بھی ہر قسم کے بیچوں اور نقصانوں سے بری تھے مگر مکمل خنزہ اور تقدس سوائے واحد تقدس و الجلال والا کرام کے کسی دوسرے میں نہیں پایا جاتا۔ ایسی مخلوق کوئی نہیں جس میں کوئی نقصان نہ ہو بلکہ (اگر غور سے) دیکھو تو ان کا مخلوق ہونا (اللہ تعالیٰ کے حضور) عاجز، مضطرب، مجبور ہونا عین نقصان ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس کا نام مکمل ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے کسی دوسرے کو اتنا ہی مکمل میسر ہے جتنا اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ کسی دوسرے کو متعینات مکمل عطا ہو۔

انتہائے مکمل کا کم سے کم درجہ :- اس لئے کہ انتہائے مکمل کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بندہ مضطرب قائم باغیر نہ ہو اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں ہونا محال ہے پس درجہ مکمل میں پکنا محبوب و نقصان سے پاک صرف اسی کی ذات کریم ہی ہے۔ خنزہ کی وجوہات کی بنا پر اس کا تقدس بیان کرنا بہت طویل ہے اور یہ اسرار علوم کا شہ میں سے ہے اس لئے ہم اسے بیان نہیں کرتے۔

خلاصہ :- اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر صفت تقدس اور خنزہ بھی مکمل و جمل محبوب تو پھر اس کی بھی حقیقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کیلئے نہیں ہے اور اگر یہ صفت کسی میں ہے بھی تو وہ دوسروں کی نسبت ہے۔

درجات نقصان میں فرق :- گویا مدغمی کی بہ نسبت زیادہ مکمل ہے اور انسان بہ نسبت گھوڑے کے کم نقصان رکھتا ہے مگر چاہئے تو یہ کہ کسی میں نقصان نہ ہو یہ بات ہرگز اس لئے بلکہ اصل نقصان تو بھی میں ہے فرق صرف نقصان کے درجات میں ہے کہ بعض میں نقصان کم ہے اور بعض میں نقصان زیادہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمل محبوب ہوتا ہے۔

جیسے مطلق :- وہ واحد ہے کہ جس کا مثل کوئی نہیں ہے۔

فرد :- وہ فرد ایسا ہے کہ اس کی کوئی ضد نہیں ہے۔

پاک :- وہ پاک ایسا ہے کہ اس کا مزاج کوئی بھی نہیں ہے۔  
فنی :- وہ فنی ایسا ہے کہ اسے کسی کی حاجت نہیں ہے۔

قدور :- وہ قدر ایسا ہے کہ وہ جو کرنا چاہتا ہے کرنا ہے جیسا چاہے دیا حکم دے اس کا حکم کوئی بھی مل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی اس کی قضا کو پیچھے ڈال سکتا ہے۔

عالم :- ایسا ہے کہ وہ بحر شے بھی زمین و آسمان کی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

قادر :- ایسا ہے کہ اس کے بغیر قدرت سے بڑے جبریل کی گردنیں بھی نہیں نکل سکتیں اور نہ ہی ملوک و سلاطین اس کی پکڑ اور رب و دہب سے ہٹ سکتی ہیں۔

ازلی :- وہ ازلی ایسا ہے کہ اس کے وجود مبارک کی ابتدائی نہیں ہے۔

ابدی :- وہ ابدی ایسا ہے کہ اس کی بقا کی انتہا نہیں ہے۔ اپنی ذات میں ایسا ضروری ہے کہ تصور عدم اس کی جنب سے کوسوں دور ہے۔

قیوم :- وہ قیوم ایسا ہے کہ وہ خود قائم ہے اور وہ مری اشیاء کا قیام اسی سے ہے آسمانوں اور زمین کا تصور بھی اسی سے ہے۔

جبار :- اللہ تعالیٰ ہی جبار ہے۔

خالق :- مخلوقات، حیوانات اور نباتات کا خالق وہی ہے۔

یکان :- وہی عزت و جہوت کی صفات میں یگانہ ہے اور ملک و عکرت میں یگانہ ہے۔  
زمانہ فضل :- جال "کبریا" ہبل اور قدرت کامل سب کچھ اسی کیلئے ہی ہے اس کے جلال کی معرفت میں عقلمیں سرگردیں ہیں اور اس کے اوصاف بیان کرنے میں زبانیں کوئی ہیں۔

عارفین کا مکمل معرفت :- مارتین کا مکمل معرفت یہی ہے کہ وہ اس کی معرفت سے عاجزی کا اقرار کریں۔

منہجائے نبوت انبیاء نبینا و علیہم سنتہم :- انبیائے کرام طہیم الصلوٰۃ والسلام کی نبوتوں کا فقہاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر رہنے کا برملا اعتراف فرمائیں۔ چنانچہ سید الانبیاء علیٰ نبیہہ و آلہہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لا احصی شأنا علیک انت کما اتمیت علی نعسک

(یا اللہ! مجھ سے شئی محو ش پوری بیان نہیں ہو سکتی تو ایسا ہے جیسا کہ تو اپنی تعریف بیان کرے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

المعجز عن حركة الاقدام احراك

نوراک کے معلوم کرنے سے عاجز آجاتا ہی تو اور اک ہے۔

بسمان اللہ کیا ذات القدس حق تعالیٰ ہے کہ عاجزی کے سوا کوئی بھی طریقہ اپنے پہچانے کا مقرر نہیں فرمایا۔

## منکرین حب الہی کا آخری رد

فائدہ :- ہمیں معلوم نہیں ہے کہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت ہو سکتی ہی نہیں صرف مجازی محبت ہی ہو سکتی ہے کیا وہ ان اوصاف پاکل کو اوصاف جمل اور مملد کل نہیں سمجھتے یا اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف پاکل سے موصوف نہیں سمجھتے یا کل و عظمت کو طبعی طور پر محبوب ہونا تصور نہیں کرتے۔

جواب کن کیلئے :- یہ بھی اللہ تعالیٰ کے جمل و جلال کی غیرت ہے کہ وہ اندھوں کی نگاہوں سے پردہ میں رہتا ہے سوا ان لوگوں کے کہ جن کے لئے ازل سے ہی یہ خوبی لکھ دی گئی ہے اور آتش جہنم سے دور ہیں۔ لوگوں پر اپنی جلی نہیں فرماتا وہ بھارے تابینا کی عظمت میں حیران و پریشان ہیں اور وسعت آہو محوسات اور برہم کی شہوتوں میں پریشان، ظاہر کی زندگی دنیا کو ہی صرف جانتے ہیں جبکہ وہ آخرت سے غافل ہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ تو کچھ بھی نہیں جانتے اور محبت اس لئے بہ نسبت احسان کے قوی تر ہوتی ہے کہ احسان کم و بیش ہوا کرتا ہے۔

محبوب ترین :- حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میرے نزدیک محبوب کا محبوب ترین وہ ہے جو کہ بغیر عطا کے میری عبادت کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ربوبیت اپنا حق ضرور ادا کرتی ہے۔ زبور میں ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم ترین کوئی نہیں ہے جو جنت یا دوزخ کی وجہ سے میری عبادت کرتا ہے اگر میں جنت یا دوزخ کو نہ بناتا تو کیا اسباب کے شایان نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے۔

اولیاء اللہ :- حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا مگر عابدوں کی ایک جماعت پر ہوا جو کہ لاغر اور کمزور ہو رہے تھے اور انہوں نے عرض کیا ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہیں اور جنت حاصل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں آپ نے انہیں ارشاد فرمایا۔

”تم مخلوق گئے ہی ڈرتے ہو اور توقع بھی مخلوق کی ہی رکھتے ہو“

ایک اور جماعت پہ آپ کا مگر ہوا یہ لوگ بھی دہلے پٹے ہوئے جا رہے تھے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ

”ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی محبت اور تعظیم کی خاطر کرتے ہیں“

”حقیقتاً تم ہی اولیاء اللہ ہو، مجھے بھی حمیس لوگوں میں رہنے کا حکم ہے۔“

شکن اولیاء :- حدیث قدسی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا من عادلی ولینا فعداؤنہ بالحبوب جو شخص میرے ولی کا دشمن ہو میں اسے جنگ کا چیلنج دیتا ہوں۔ اس لئے اولیائے کرام کی عظمت کو باننا ضروری ہے۔ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ان بزرگوں کا یہ مقام ہے۔ ان کے مقام کا انکار گویا اللہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرین ذیشان کا انکار کرنا ہے اللہ سے مقابلہ و جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

ثواب و عذاب کی خاطر عملت :- حضرت ابوہازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عملت ثواب یا عذاب کی وجہ سے کروں اور سوائے ذات غلام کے بنوں کہ اگر اسے ڈر نہ ہو تو کام ہی نہ کرے یا شرارتی مزدور کی طرح بن جاؤں کہ اگر اسے مزدوری نہ دی جائے تو پھر کچھ بھی نہ کرے اور یہ مضمون حدیث شریف میں بھی ہے کہ

”تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں ہوتا چاہے جیسا کہ برا مزدور ہوتا ہے کہ اگر وہ مزدوری کی اجرت نہ پائے تو پھر کچھ بھی نہ کرے اور برے غلام جیسا بھی نہ بن کہ اگر کسی قسم کا خوف نہ ہو تو کام پھر بھی نہ کرے۔“

سبب نمبر 5: مناسبت اور ہم شکل ہونا

ہاں اسے بھی محبت میں دخل ہے کیونکہ جو چیز جس چیز کے مشابہ ہوتی ہے وہ اسی کی طرف ہی کھینچی ہے اسی لئے ہی لڑکا لڑکے سے الفت و محبت کرتا ہے، بڑا بڑے سے الفت و محبت کرتا ہے حتیٰ کہ ہر جانور بھی اپنے ہم جنس سے محبت کرتا ہے اور جو اپنی جنس سے نہیں ہوتا اس سے نفرت کرتا ہے۔ عالم کو عالم سے جتنی انس و محبت ہوتی ہے اتنی حریف سے نہیں۔ تاجروں کو تاجروں سے زیادہ محبت ہوتی ہے اتنی محبت کسانوں سے نہیں ہوتی اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ تجربہ اس بات کا شاہد ہے اور اشیاء و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ”آداب محبت“ کے باب میں ہم اسے بیان کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھائی چارے کا ذکر ہے جس کا جی چاہے وہاں سے معاملہ فرمائے۔

مناسب کی وجوہات

(1) ظاہریات میں مناسبت :- محبت کا سبب جب مناسبت فصری تو پھر بہان لیں کہی تو مناسبت ظاہر کی بات میں ہوتی ہے مثلاً لڑکے کی محبت لڑکے سے کہ دونوں کو مناسبت لو کہیں میں ہے۔

(2) خفیہ امر میں مناسبت :- کبھی مناسبت خفیہ امر میں ہوتی ہے اس پر لوگوں کو دوقوف نہیں ہوتا جیسے دو انخاص میں اتفاق طوریہ قائم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ہو ابھی نہیں ہوتا اور نہ ہی ان دونوں کو ایک



دوسرے سے کوئی مل وغیرہ کالاج ہوتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حدیث شریف :- الارواح جنود مجنونة فما تعارفت منها انلفت وما نساكر منها اختلف

روحیں لنگرتی ہیں تو جو رو میں ان میں سے ایک دوسری سے آشنا ہوتی ہیں وہ ایک دوسری سے محبت و الفت کرتی ہیں جو ایک دوسری سے آشنا نہیں ہوتیں وہ الگ رہتی ہیں۔

اس حدیث شریف میں آشنائی سے مراد مناسب ہی ہے اور نا آشنائی سے مراد غیر مناسب ہے۔

مناسبت اور محبت حق تعالیٰ :- خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ سبب بھی حق تعالیٰ جل جلالہ کی محبت کا متقاضی ہے کہ بندہ میں اور اس میں باطنی مناسبت ہوتی ہے نہ یہ کہ ایک جیسی شکل و صورت ہو بلکہ وہ مناسبت تو باطنی امور میں ہوتی ہے کہ تو امور تو جو ان میں سے ہوتے ہیں کتب میں تحریر کئے جاسکتے ہیں اور بعضوں کا تحریر کرنا ممکن نہیں ہوتا بلکہ انہیں پردہ غیرت میں ہی پوشیدہ رہنے دینا مناسبت ہے تاکہ جب شرط سلوک راہ معرفت کے سالک پوری کر لیں تو ان امور پر خود بخود واقفیت حاصل کر لیں۔

کفل تحریر مناسبت :- جو مناسبت کفل تحریر ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن مفتوں میں حق تعالیٰ سے بندے کا قرب ہو جن مفتوں کے لئے اقدام کا حکم ہے۔ اس طرح کہ فخلقوا باخلافاً اللہ اللہ تعالیٰ کے سے انطوائی اختیار کرو۔  
 اور اسی طرح امر ہے کہ اوصاف الہیہ میں سے جو خاصہ صفات ہیں انہیں حاصل کیا جائے مثلاً علم، نیکی، احسان، لطف، دوسروں کو خیر کا پہنچانا، علق خدا پر رحم کرنا، انہیں نصیحت کرنا حق بات کی ہدایت کرنا اور باطل سے روکنا وغیرہ شرعی مکارم سمجھنے کہ ان میں سے ہر ایک قرب حق تعالیٰ سے بندے کو بہور کرتی ہے قرب مکملی کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کی رو سے ہوتا ہے۔

باقابل تحریر مناسبت :- جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب میں تحریر نہیں کی جاسکتی وہی مناسبت خاص ہے کہ جو آدمی میں پائی جاتی ہے اور اسی کی طرف ہی اشارہ ہے کہ قربان وعدہ لاشریک میں ہے کہ  
 بسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربي (یعنی اسرائیل 85) ترجمہ کنز الایمان :- اور تم سے مدح کو پوچھتے ہیں تم قرآن مدح میرے رب کے حکم سے ایک چیز۔

اس میں بیان فرمایا ہے کہ مدح تو امر حق تعالیٰ ہے عقل مخلوق کی حد سے خارج ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح ایک اور آیت کریمہ ہے۔

فاذا سئنه ونفخت فيه من روحي (ص 72) ترجمہ کنز الایمان :- پھر جب میں اسے نفیخ بتاؤں اور اس میں اپنی طرف کی مدح پھونکوں۔ فرشتوں سے اسے اسی وجہ ہی سہہ کر دیا تھا اور اسی کی طرف ہی اشارہ اس آیت میں ہے کہ

اسی مناسبت کی وجہ سے ہی صرف آدمی خلافت الہیہ کا مستحق ٹھہرا۔ اس حدیث شریف میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث شریف :- ان اللہ خلق آدم علی صورۃ  
بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔  
عاقبت نامہ پیشوں نے اس کی بیہوشی پر گمان کر لیا کہ صورت تو اسی شکل کا نام ہے جو کہ ظاہری اور مد رک الحواس  
ہو اس لئے ہی اللہ تعالیٰ کو دوسری چیزوں سے تشبیہ دے زائل اور جسم و صورت بنا ڈالے مگر اللہ اور اسی مناسبت کی  
طرف ہی اس حدیث قدسی شریف میں اشارہ ہے۔

حدیث قدسی شریف نمبر 1 :- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ ”میں بیمار ہوا تو تو نے میری  
عیادت نہ کی“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ”یا اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“  
تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ”میرا قائل بندہ بیمار ہوا تو تو نے اس کی عیادت نہ کی اگر تو اس کی  
بیماری پر ہی کرتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا“  
اور یہ مناسبت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ بندہ فرضوں پر قائم ہو کر نوافل پہ مواظبت بھی کرے جیسا کہ  
حدیث قدسی شریف میں ہے کہ

حدیث شریف نمبر 2 :- لا یرال العبد ینفرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احبہ کثرت سمعہ یرسم بہ  
ویرسمہ الذی یرسم بہ ولسانہ الذی یطن بہ  
بیش بندہ نوافل سے میرا تقرب کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست رکھتا ہوں اور جب (میں اسے) دوست رکھتا  
ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس  
کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

فائدہ :- یہ ایسا مقام ہے کہ یہاں قلم کی پاگ کو روکنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ لوگ اسباب کی وجہ سے جدا جدا  
ہو گئے ہیں۔ بعض کم قسم تو ظاہری تشبیہ کی طرف جھک گئے ہیں اور بعض غلی مناسبت سے بھی آگے بڑھ کر احمقوں کے  
قائل ہو گئے کہ حق تعالیٰ بندے میں حلول کر جاتا ہے یہاں تک کہ بعض نے زبان سے اچانک نکلا اور حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ راہ حق سے بھٹک گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہنے لگے۔  
بعض لوگ یہ کہنے لگے کہ عالم نبوت نے لباس نبوت دور کر لیا اور بعض لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ  
نبوت دلاوت تو ختم ہیں۔

حلول مستنقع :- مگر جن لوگوں پہ تشبیہ و تمثیل کا عمل ہوتا اور احمقوں کا مستنقع ہونا منکشف ہو گیا ہے اور اس کے

بلکہ خود کہ اسرار حق اور سر حقیقی بھی جانتے ہیں تو اس جسم کے لوگ تھوڑے ہیں اور شاید حضرت ابوالحسن لوری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام کی طرف دیکھا کرتے تھے کہ ان پہ ایک شعر سے وجد غالب ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

شعر:- مزار عشق بہر دم بھرتے ست نزل  
کزی نزل ہمہ حیرت اندر جملہ عقل

آپ کو اس شعر سے اتنا وجد ہوا کہ اسی وجد کی حالت میں جنگل نیستل میں لگا کر دوستے پھرتے تھے فعل تو ٹوٹ گئی کٹ گئی مگر اس کی جڑیں پختہ رہ گئیں ان سے آپ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے اور پاؤں متورم ہو گئے اور اسی میں ہی آپ کا وصل مبارک ہوا۔

خلاصہ بحث سبب حذا۔ فریضہ اسباب محبت میں سے سے مناسبت بھی ایک بہت بڑا سبب ہے اور سب سے زیادہ مضبوط عمدہ اور بعید تر ہے اور اس کا وجود بہت کم تر ہے۔

خلاصہ تمام اسباب محبت :- پس ان پانچوں اسباب کو ملاحظہ فرمائیں تو حق تعالیٰ میں حقیقی طور پر جمع ہیں یہ تمام اسباب کوئی حالت میں ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب اعلیٰ درجات میں ہیں۔

دریں صورت ادباب بعیرت کے نزدیک پائیداری کے قائل محبت صرف حق تعالیٰ کی محبت ہی ہو سکتی ہے جس طرح کہ اندھوں کے نزدیک غیر اللہ کی محبت کا وجود ہے پھر خلق میں اگر کوئی شخص ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کی وجہ سے بھی محبوب ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص بھی اسی سبب میں شامل ہو تو وہ بھی محبوب ہوگا اور شرکت محبت کے باب میں نقصان ہے۔ کمال محبوب سے اعراض اور اس طرح کا کوئی وصف محبوب نہیں کہ کوئی شخص جس میں یکسا ہو اور اس کا شریک بنایا جائے اور اگر بالفرض عمل ہو بھی تو اس کے لئے شریک کا پیدا جانا بھی تو امکانات سے خالی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف سے موصوف ہے۔ یہ نہایت درجہ کی جلال و جمل کی صفات ہیں۔ اس کا ان صفات میں نہ تو کوئی بافضل شریک ہے اور نہ ہی آگے ممکن ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرکت نہیں ہو سکتی اس لحاظ سے اس کی محبت میں نقصان کو یا نکل و ظل نہیں ہو سکتا جس طرح کہ شرکت کو ان کی مقولت میں کوئی گنجائش نہیں۔

فائدہ :- ثابت ہو گیا ہے کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق حق تعالیٰ ہی ہے کہ جس میں بالکل ہی کسی دوسرے کو شرکت نہیں ہے۔

سب سے اعلیٰ لذت معرفت اور دیدار حق ہے

:- سب سے اعلیٰ اور اشرف لذت معرفت و دیدار حق تعالیٰ کی ہے اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی لذت کو بھی اس پر ترجیح دی جائے مگر محض اس شخص ہی کی نزدیک کسی دوسری لذت کو ترجیح ہوگی جو اس لذت جلدونی سے محروم ہو۔ یاد رکھیں کہ لذتیں بخل اور اکت کی ہیں اور انسان بہت سی قوتوں اور طبیعتوں کا جامع ہے اور ہر قوت و طبیعت

کے لئے ایک طبع، لذت ہے طبیعت کے تقاضوں کے حصول کیلئے تو ایک ایک قوت ایک قوت ہے وہی اس کی لذت کھاتا ہے انسان میں یہ قوتیں فضول محض پیدا نہیں ہوئے۔

قوت و طبیعت :- ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے امر کیلئے بنی ہے جو کہ اس کا متعلق طبع نے مثلاً غضب و بھجی اور ہل لینے کیلئے طبیعت پیدا ہوئی ہے تو پھر شہوانی ہے کہ اس کی لذت غلبہ و انتقام ہی سے ہو جو کہ اس کے متعلق طبع ہے اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کی خاطر قوت ہوئی ہے جس کی وجہ سے وجود کا بقا ہو تو اس کی لذت اس غذا کے لئے ہی ہوگی جو کہ اس کے متعلق طبع ہے پوشی سننے، دیکھنے اور سونگھنے کی لذت بھی ایسی چیزوں سے ہی ہوگی جو ان لذتوں کے متعلق طبع ہوں ہیں ان قوتوں میں کوئی بھی قوت ایسی نہیں ہے جسے اپنے درکات سے منع اور لذت میسر نہ آتی ہو۔

نورانی :- اسی طرح دل میں بھی ایک قوت ہے جسے نورانی کہا جاتا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔  
 افمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه ترجمہ کنز الایمان :- تو کیا وہ جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

فائدہ :- اسے عقل، یا ملکی بصیرت، نور ایمان اور نور تعقل بھی کہتے ہیں۔ اس کے ناموں سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے کہ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ اصطلاح ہے اور کم عقل اس بارے میں گمان کرتے ہیں کہ اختلاف الفاظ سے معنی میں اختلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تو صرف الفاظ سے ہی معنی حاصل کرنے کے پابند ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات تو امر واجبی کے بھی برعکس ہے۔

عقل کیا ہے :- ہر یہ ایک صفت دل میں ہے جس کی وجہ سے کہ انسان کو تمام بدن تمیز ہے دل ان امور کو اسی صفت سے معلوم کرتا ہے جو حقیقی ہیں اور نہ ہی محسوس ہیں مثلاً عالم کا صحت یا عالم کا محتار ہونا ایک خالق مدبر حکیم و قدیم کی طرف جو حق تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہوا ہے اسی قلبی صفت کا نام ہم عقل رکھتے ہیں مگر اس میں بھی یہ شرط ہے کہ عقل سے کوئی شخص دو قوت نہ سمجھے جس سے کہ لوداک تو طریقہ ہمارے اور مناظرے کا ہوتا ہے کیونکہ بالمثل ان معانی میں ہی عقل مشہور و معروف ہے۔ اسی لئے ہی بعض صوفیائے کرام نے عقل کو برا فرمایا ہے ورنہ درحقیقت جو انسانی صفت کہ جس کی وجہ سے ہمائم سے علیحدہ ہو اور اس سے معرفت حق تعالیٰ معلوم کرے تو یقیناً وہ تو جڑی اعلیٰ صفت ہے اسے تو بالکل ہی برا نہیں کہنا چاہئے اور یہ قوت تو پیدا ہی اسی لئے ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے تمام امور کی حقیقت و ریافت ہو تو اس کا متعلق طبع معرفت و علم ہے اور اس کی ہی لذت ہے جس طرح دوسرے قوتیں متعلق طبع ان کے حق میں لذت ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ علم و معرفت میں پھر لذت ضرور ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی معمولی سی چیز کا عالم اور عارف کھاتا ہے تو وہ اس بات سے خوش ہوتا ہے اور جو شخص جملت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے خواہ کسی حقیر امر میں ہی ہو تو وہ ناراض

ہوتا ہے۔

علم میں لذت :- اگر کوئی معمولی سی چیز ہی جانتا ہو تو وہ اس کی وجہ سے فخر اور بڑائی ظاہر کرنے میں میر نہیں کرتا مثلاً جو شخص شریعت کیلئے جاتا ہے مگر اس کی کسی چیز کے لئے فخر نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے فخر کرنے سے خاموشی اختیار نہیں کرتا اس بارے میں جو کچھ بھی جانتا ہے اس کے متعلق ایسی ذہنی چلنی ہی جاتی ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اس کے جاننے کی لذت بہت ہوتی ہے اور اس کے علم کو اپنی ذات کا مکمل سمجھتا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ روایت کی تمام صفت میں سے علم افضل اور مستانے مکمل ہے مگر وجہ ہے کہ جب کسی ذکاوت کثرت علم کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کی طبیعت کو خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مدح شننے سے اسے اپنے علم اور مکمل سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے تکبر کرتا ہے اور لذت حاصل کرتا ہے بھروسہ ہی علم اور درخت کی اتنی لذت نہیں ہے جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور مطلق جاننے کی ہے ورنہ لذت علم تو خود شہر کی تو ایسی لذت ہے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور زمین و آسمان کے اسرار کے علم کی لذت ہے بلکہ اصل تو یہ ہے کہ علم کی لذت بقدر شرف علم کے ہوتی ہے اور شرف علم بقدر شرف معلوم ہوتا ہے یہی تک کہ جو شخص لوگوں کے حالات باطنی معلوم کر کے لوگوں کو گھماتا ہے تو بڑا مزہ پاتا ہے مگر نہیں جانتا تو اس کی طبیعت انہیں تلاش کرنا چاہتی ہے پھر اگر وہ نہیں شہر کے دل اور اس کی ریاست کی تدبیر پر واقفیت حاصل کر لے تو یہ امر اس کے لئے کسانوں اور لوہڑوں وغیرہ فریبوں کے باطنی احوال معلوم کرنے کی نسبت زیادہ عمدہ و لذت مند معلوم ہوگا اور اگر وہ نہیں سے بدھ کر کسی وزیر کے حالات کا علم حاصل ہو جائے گا اور اس کی وزارت کی تدبیروں سے واقفیت حاصل ہو جائے گی تو یہ وہ نہیں کے اسرار جاننے کی نسبت وزیر کے احوال کو زیادہ اچھا جانے گا اور اگر بادشاہ کے باطنی حالات معلوم ہو جائیں گیں تو یہ اس کیلئے وزیر کے حالات سے بھی زیادہ بہتر معلوم ہوگا اور اس امر پر تعریف و توصیف چاہیے خاص اور بحث خوب اچھی معلوم ہوگی اور یہ ذکر ہی زیادہ پسند ہوگا کیونکہ اس ذکر میں لذت اسے زیادہ ہے پس اس سے پتہ چلا کہ معارف میں سے زیادہ لذت دہ معارف ہیں جو اشرف ہیں اور ان کا شرف حسب معلوم کے شرف کے ہے پس اگر معلومات کے لحاظ سے جو چیز تمام اشیاء سے اشرف اعلیٰ اصل، اکرم ہو تو واضح ہے کہ تمام علوم سے اس کا علم زیادہ لذت مند ہوگا اور اشرف و خیب ہوگا اب ہمیں کوئی یہ تو بتائے کہ جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا مکمل کیا اور انہیں سمیلائے نئے سرے سے بنایا وہ بارہ بھی بتائے گا ان کا مدبر و منتظم بھی رہی ہے اس سے زیادہ تر بدھ کر کوئی چیز موجود ہے جو کہ اشرف، اعلیٰ، اکمل اور اعظم ہو یا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جناب احدیت کے علاوہ کوئی دوسرا دربار بھی اسی طرح کا ہو کہ ملک، مکمل، مصلیٰ اور جلال میں تمام سے زیادہ ہو، رہی دربار ہے جس کے مبدی جلال اور شباب احوال میں وصف و صفوں کا تاجر ہے۔

اعلیٰ ترین معارف :- اگر ہمیں ان امور میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے تو پھر ہمیں اس بات میں بھی شک و

شہ نہیں کرنا چاہئے کہ اسرار ربوبیت اور انتظام امور حق تعالیٰ سے واقف ہونا جو کہ تمام موجودات پر محیط ہے معارف کی اقسام میں سب سے بڑھ کر ہے دوسرے معارف کی نسبت زیادہ لذیذ، عمدہ اور اشرف ہے۔

اسرار ربانی سے واقفیت :- یہ واقفیت ایسی ہے کہ جب یہ کسی کو حاصل ہو جائے تو اپنا کمال و جمل سمجھتا اس کو زیبا ہے۔ اس سے خوش ہونا اور راحت و سکون حاصل کرنا صحیح ہے۔

قائد :- اس بیان سے یہ بات ہائے ثبوت کو پہنچی کہ علم لذیذ ہے اور تمام علوم میں سب سے زیادہ لذیذ حق تعالیٰ اور اس کی صفات و جو تدبیر کہ وہ اپنی بادشاہی میں عرش تا فرش کرتا رہتا ہے اس کا علم ہے۔ اس سے واضح طور پر سمجھتا چاہئے کہ لذت معرفت دوسری لذتوں یعنی لذت شہوت، غضب اور دوسری تمام حواس کی لذتوں سے قائل تر ہے۔

لذتوں میں اختلاف کیوں :- (۱) لذتوں کی قسموں میں فرق ہے۔ مثلاً جمل کی لذت اور ہے جبکہ لذت - ذلج دوسری لذت ہے۔ لذت معرفت ان لذتوں سے جدا اور لذت ریاست ان سے الگ لذت ہے وغیرہ۔

(۲) ان لذتوں میں کمی بیشی کا بھی اختلاف ہوتا ہے جس طرح کہ جمل سے ایک شخص مجروح کامل الشہوت اور برص رکھنے والے کو زیادہ لذت ہوگی جبکہ ست کو اس کی بہ نسبت کم لذت حاصل ہوگی یونہی جو شخص بہت زیادہ خوبصورت ہو اسے دیکھنے سے اور لذت ہوگی جبکہ اس سے کم جمل والے کی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی (یعنی ان لذتوں کی طرف دیکھنے سے ایک جیسی لذت نہیں ہوگی ان میں فرق ہوگا۔

لذت کی قوت اور زیادتی کی پہچان :- لذت کی قوت اور زیادہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس لذت کو کسے ہوتے ہوئے کسی دوسری لذت کو اختیار نہ کیا جائے مثلاً اگر کسی کو اس بات کا اختیار دیا جائے کہ یا تو اچھی صورت دیکھتا رہ یا خوشبو سونگھا کر وہ خوبصورت کا دیکھنا کو پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اس کے نزدیک خوبصورت کا دیدار کرتے رہنا پھول کے خوشبو کی نسبت زیادہ لذیذ ہے۔ اسی طرح ہی اگر کھانا سامنے موجود ہو کھانا کھانے کا وقت بھی ہو جبکہ شہریج کا کھلاڑی غذا کو چھوڑ کر کھیل کھیلنے میں ہی مصروف رہے تو جانتا چاہئے کہ اس کے نزدیک غذا کی لذت سے زیادہ شہریج میں ملت دینے کی لذت بڑھ گئی ہے۔ مختصر یہ کہ جانتا چاہئے یہ نشانی جو بیان کی گئی ہے ایک نچی کسوٹی ہے اس کسوٹی کے ذریعے لذتوں کی ترجیح اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔

اقسام لذت :- تمام لذتوں کا دو قسمیں ہیں۔

(۱) ظاہری لذت :- ایک ظاہری لذت ہے جیسے حواس خمسہ کی لذتیں۔

(۲) باطنی لذت :- دوسری لذتوں کی قسم باطنی ہے جیسے ریاست، غلبہ، برتری اور علم و فہم کی لذتیں۔ یہ لذت نہ تو آنکھ کو ہوتی ہے اور نہ کان کو اور ناک کو بھی یہ لذت ضمیں حاصل ہوتی۔ ذائقہ و لمس کو بھی نہیں۔

باطنی لذت غالب ہے :- ظاہری لذات سے زیادہ باطنی لذات کا اہل کمال پہ غلبہ ہوتی ہے مثلاً اگر کسی کو یہ

اقتدار دیا جائے کہ حریر، سرخ اور حلوہ کی لذت اختیار کر لے یا ریاست، غلبہ اور دشمنوں کو زیر کرنا پسند کر لے تو وہ شخص اگر پست ہست، مردہ دل، پیت کا کھنکا ہوا تو پھر گوشت اور حلوہ اختیار کرے گا اور اگر وہ بلند ہست، عقل کا پورا ہوا تو پھر وہ ریاست کو پسند کرے گا اور بھوکا رہتا اور ضرور غذا سے بھی کچھ دن صبر کر لے گا اس پہ آسان ہو گا تو وہ ریاست کو ترجیح دینے سے سمجھا جائے گا کیونکہ اس کے نزدیک لذت ریاست اعلیٰ ترین غذاؤں سے زیادہ لذیذ ہے۔

لذت معرفت الہیہ :- ہاں! (یہ بات توجہ طلب ہے کہ) جو ناقص کو ابھی اس کے معانی باطنی پورے نہیں ہوئے جیسے لڑکا اور کم عقل کہ جس کی باطنی قوت ختم ہوگئی ہو وہ کھانے کی چیزوں کو ریاست پہ ترجیح دے گا اور جس طرح کہ اس شخص پر جو حالت لڑکین اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کراہت غالب تر ہوتی ہے اسی طرح ہی لذت معرفت حق تعالیٰ اور حضرت ربوبیت کے محل یا کمال کا مطالعہ، پراسرار امور الہیہ کی لذت ریاست کی لذت (جو کہ مخلوق پر غالب ہے) سے بہت زیادہ ہے اس لذت کو اس آیت مبارکہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

لا نعلم نفس ما اغفى لهم من فروع اعبن ترجمہ کنز الایمان :- تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی لفظ تک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں تک

حاشیہ :- اہ شریعہ میں ایک قسم کا جوا ہے چنانچہ یسعی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ شریعہ مجھ کو اجاڑ ہے (2) ان شباح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ کہتے ہیں شریعہ میں کھیلے گا مگر خطا کرے

مسئلہ :- سمجھنے پر ہر کھیلنا بھاریا ہے شریعہ کا بھی بچا حکم ہے اسی طرح لودوب کی جتنی قسمیں ہیں۔ سب باطل ہیں صرف جن قسم کے لو کی صحت میں ایازت ہے بی بی سے ملامت اور گھوڑے کی سواری اور تیرانا بازی کرنا۔

ایسے لوگوں کے لئے وہ لذتیں ہیں جو نہ آنکھوں سے دیکھے اور نہ ہی کانوں سے سنے، نہ کسی کے دل میں گزریں اور یہ لذت تو صرف اسے ہی معلوم ہوگی جو ان دونوں لذتوں کو چٹکے پھر بے شک وہ تجرۂ تعالیٰ ذکر و فکر اور بحر معرفت میں تیرنے کو پسند کرے گا۔ خلق کی ریاست کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی جاتی رہے گی اور جس پر یہ ریاست قائم ہے وہ بھی نہیں رہے گی علاوہ انہیں اس میں مختلف قسم کی کدو دتیں بھی ملی ہوئی ہیں کہ ان سے خالی ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس کا خاتمہ موت پر تو ضروری ہو جائے گا اور موت ضرور آئے گی اس آیت کے مضمون کے مطابق کہ

حسبنا اذا اخذت الارض زخرفها وزينت ووطن اهلها انهم فادرون عليها انها امرنا لنبلال او نهاراً فجعلنا حصیلاً کان لم نغن بالامس ترجمہ کنز الایمان :- یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا منگاری لے لیا اور خوب آراستہ ہو گئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہماری ہی میں آگئی۔ ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کھلی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں۔

فائدہ :- حق تعالیٰ کی معرفت اور اس کے صفات و افضل اور ملکیت کے تغلغل جو کہ اعلیٰ ملین سے اسفل

اساطین تک کر دکھا ہے اس کی لذت ہر ایک بڑا جانے گا کیونکہ اس لذت میں کسی قسم کی مزاحمت و کدورت نہیں ہے جو کوئی بھی اسے دیکھنا چاہے تو اس کے لئے وسیع ہے اگر کوئی اس وسعت کو دیکھنا چاہے تو جہاں تک بھی اس کا اندازہ ہو سکتا ہے وہاں تک آسمانوں اور زمین کا عرض کہہ سکتے ہیں مگر جب اس کی ان حدود سے آگے بڑھیں تو پھر اس کے پیمانہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

عارف جنت میں :- جو عارف بھی اس کا مطالعہ کرتا ہے وہ ہمیشہ اس جنت میں رہتا ہے جس کا عرض زمین کے برابر ہے اسی کے پلاٹ میں بیوقوف فرج کرتا ہے۔ میرے توڑنا ہے وہاں کے چشموں سے پانی چتا ہے اس بات سے بھی محفوظ رہتا ہے کہ یہ (بنتی غماضہ ہاتھ اور جنت) جاتی رہے گی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے ہرگز نہیں ہیں کہ کسی یہ پھل جانتے ہیں اور نہ ہی کسی سے ان کی رکھوت ہے پھر (مزہ تو یہ ہے کہ) یہ دائمی اور سرمدی ہیں کہ موت کی وجہ سے بھی یہ جانتے نہیں رہتے کیونکہ موت محل معرفت حق تعالیٰ کو فنا نہیں کرتی۔ محل معرفت تو روح ہے جبکہ روح امر ربانی اور آسمانی ہے۔

تائید :- 1۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ یستلونک عن الروح فلی الروح من امر ربی ترجمہ کواذلیل :- اور تم سے روح نو پوچھتے ہیں تم فرقہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

روح صح الجہ کا نام بندہ ہے موت جسم کو لاقی ہوئی ہے روح کو نہیں انبیائے کرام اور اولیائے کرام اور شہداء کی مدوحی کا مقام قرآن و حدیث میں بہت بلند بیان کیا گیا ہے جو روح حق تعالیٰ کی محبت کی لذت کی فکر ہو جاتی ہے۔ وہ دیکھن کے سوا کچھ نہیں چاہتی اس کی آکھا دیدار حق ہے۔ ہونوا قبل انت مونوا کی موت جب انسان اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے تو بہتہ دوام حاصل کر لیتا ہے۔ روح دیدار حق کے سوا کچھ نہیں چاہتی۔ روح کیلئے حیات و ممات برابر ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عالم اجسام میں تو روح مقید ہے جبکہ کل نفس خائفۃ الموت (آل عمران 185) کے انعام سے استفادہ حاصل ہو جاتا ہے تو جسم کی قید میں نہیں رہتی۔ روح بالکل آزاد ہو جاتی ہے۔ مگر وجہ ہے کہ کسی شاعر نے ارشاد فرمایا

۔ کون کہتا ہے کہ وہی مر گئے قید سے پھرے اپنے گھر گئے

اولیاء انبیاء کیلئے تو دنیا سے بعضی قید سے آدلی ہے بعد میں ان پر قید نہیں چلی چاہیں آئیں جیسا کہ واقعہ معراج اس حقیقت کا شہد ہے عرصہ دراز گزر گیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مقام پر نماز لگا کر رہے ہیں۔ نعم انبیائے کرام صبر واقعی میں موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز بھی ادا کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کمال عطف انبیاء کرام نے قطبیت کی رہتے۔ ہمدانوں عطف انہوں کے مختلف مقامات پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپسی بارگاہ حق تعالیٰ میں بھی جلتے رہے۔ قاضی اور روزہ کم کراہت رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار بار بارگاہ حق سے چنے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مستفید ہوتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے فرض باقی رہ گئے۔



موت صرف روح کے علالت اور اس کے کلاں اور عوائق کو بدلتی ہے اور اسے جس سے رہا کرتی ہے  
ہیست ہرگز نہیں کرتی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أحياءٌ عند ربهم يرزقون فرحبس بے اللہ من فضلہ  
وسبشرون بالذین لم یلعقوا بہم من حلفہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ (آل عمران 169-170)  
ترجمہ کنزالایمان :- اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں  
روزی پاتے ہیں شلو ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیلا مٹا رہے ہیں اپنے بچپلوں کی جراحہ  
ان سے نہ لے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے۔

مقام شہید :- اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَن یُقْتَلُ فِی سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أحياءٌ وَلَکِن لَّا تَشْعُرُونَ۔  
ترجمہ کنزالایمان :- اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ وَلَا  
تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أحياءٌ عند ربهم يرزقون ترجمہ کنزالایمان :- اور جو اللہ کی راہ  
میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ شہداء کا بڑا عظیم مقام ہے، جنت میں پہنچنے کے بعد کسی کو دنیا میں آنے کی اہم نہ ہوگی مگر  
شہید کی آرزو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں  
داخل ہونے والا کوئی شخص بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور (جنتی نعمتوں کے بدلے دنیوی)  
پیشوں کو قبول کرے مگر شہید یہ آرزو کرتا ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور وہ دنیا کی راہ میں شہید ہو کیونکہ وہ  
شہادت کی عظمت اور اس کے ثواب کو جانتا ہے۔ (بخاری شریف و مسلم شریف) (حدیث) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لئے چھ امتیازی اعلاات ہیں۔ (1) اس کی پہلی مرتبہ میں ہی (اس کے  
خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے۔ (2) اسے (جہنم نکلے وقت) جنت میں اپنا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ (3) وہ قبر  
کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (4) وہ بڑی گھبراہٹ (یعنی آگ کے عذاب) سے بہنوں رہے گا۔ (5) اس کے سر پر  
عظمت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کے باقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر و قیمتی ہوں گے۔ (6) اس کی  
زوجیت میں بڑی آنکھوں والی 72 عورتیں دی جائیں گی اور اس کے عزیز و اقارب میں سے 70 آدمیوں کے حق میں  
اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

فائدہ :- ایت مبارکہ سے یہ بات ہرگز نہ سمجھنا کہ یہ ایت کریمہ تو صرف اس کے بارے میں ہے جو معرکہ حق و  
باطل میں شہید ہوا بلکہ عارف باللہ کو تو ہر ایک سانس میں درجہ ہزار شہداء کا ملتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے  
کہ شہید آخرت میں یہ تمنا کرے گا کہ میں کسی نہ کسی طرح دنیا میں مجھ کو بارہ جاؤں اور پھر معرکہ حق و باطل میں  
شہید ہو جاؤں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی تمنا کی بنا پر ہی یہ ہے کہ شہادت کا ثواب بہت بڑا میرا آئے گا اور شہیدوں کو یہ

خواہش ہوگی کہ کاش ہم علماء ہوتے کیونکہ اس خواہش وہ یہ ہے کہ وہ علماء کا درجہ بہت بلند دیکھیں گے۔

حاشیہ

فضائل علماء :- حدیث پاک میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی کچھ عطا فرماتا ہے۔ اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

حدیث :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں ایک عابد تھا اور دوسرا عالم یعنی آپ سے پوچھا گیا ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ میری فضیلت اس شخص پر جو تم میں سے لوئی درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات میں تک کہ چہ خیر اپنے بلوں میں اور پھیلیں اس شخص کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (علم دین) سکھاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث شریف :- "ایک قبیہ (عالم دین) شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)  
حدیث شریف :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "دو شخصیں ایسی ہیں جو متفق میں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک تو علق نیک اور دوسری دینی کچھ (ترمذی و مشکوٰۃ)

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں"

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ان لوگوں کو دیکھنا پسند کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہنم سے آزار فرمایا ہے تو وہ طالب علموں کو دیکھ لے قسم ہے اس ذات کی جس کے بغیر قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جہنم ہے۔ عالم کے دروازے پر پھر لگائے والے طالب علم کو اس کے ہر قدم اور ہر حرف کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے اس کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے جنت میں ایک شہر بنایا جاتا ہے تو زمین اس کے لئے استفادہ کرتی ہے اس کی صبح و شام مغفور ہوتی ہے۔ فرشتے اس کے لئے گواہی دیتے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہنم سے آزار فرمایا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)  
حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ من احب العلم والعلماء لم یکنب خطیبتہ یعنی جس کو علم اور علماء سے محبت ہو اس کے گناہ نہ لکھے جائیں گے۔

اسرار الاولیاء میں ہے کہ بابا فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "یہ علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ خدا سے کریم کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ (اسرار الاولیاء) بابا فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "سید الانبیاء نے الہی جماعتوں پر فخر فرمایا اول علماء دوم مشائخ کیونکہ یہ حضرات دین کے ستون ہیں پس جس نے ان کے دامن

کو پکڑ لیا قیامت کے تمام عذابوں سے نجات پا گیا۔ (اسرار اللہیہ)

یہ اولیت مبارکہ دہا فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرماں اس لئے تحریر کئے ہیں کہ آجکل ہم علمائے کرام اور بزرگن دین سے دوری اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ بے دلوں کے چھوڑے ہوئے شوشے ہمیں راہ مستقیم سے ہٹا رہے ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ان مولویوں نے ہمیں کیس کا نہ چھوڑا، کبھی یہ بات منکشت کرتی نظر آتی کہ کبھی تو نے کہا کہ میں چودھویں صدی کے مولویوں میں ہوں اگر یوسف علیہ السلام کو میں نے کھلیا ہو تو وہ فیروز وغیرہ یہ تمام خرافات علمائے ربانی کے خلاف محض لادینیت کے جھاڑ کا روطہ ہے۔ اپنے دین و ایمان کی سمجھتی اسی صورت میں ہی ان رسل سے بچا سکتے ہیں جب انبیاء، اولیاء، علماء اور مشائخ کرام سے نسبت مضبوطی سے استوار کریں گے ورنہ آج چور کی زبان بھی چور چور کرنے کی علوی ہو چکی ہے۔ پس نبی کریم کے فرماں ملاحظہ فرمائیں اور علمائے کرام کے بارے فیصلہ کریں۔ یاد رکھیں آج کا غلط فیصلہ دنیا و آخرت کے عذاب سے ہرگز نہ بچا سکے گا۔ اس کی تفصیل مزید فقیر کے رسالہ نیت، علم و علماء میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہ

محبت و معرفت الہی میں اختلاف کی حقیقت :- تمام ایمانداروں میں محبت کی اصل تو ہوتی ہے، اس لیے کہ ایمان میں تو سب ایماندار مشترک ہیں مگر محبت میں مختلف ہوتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ دنیا میں معرفت اور محبت مختلف ہوتی ہے۔

قانون :- اشیاء میں اتنا تفاوت ہوتا ہے جتنا ان کے اسباب و علت میں تفاوت ہوتا ہے۔ عوام میں اکثر تو ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء جو ان تک پہنچنے میں صرف وہی یاد کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ ان اسماء و صفات کے بعض اوقات ایسے معنی تصور کر لیتے ہیں کہ ان معنی سے اللہ تعالیٰ پاک و متبرک ہوا ہے۔ بعض اوقات حقیقت الامر نہ جان سکے اور ان کے غلط سلا معنی بھی خیال نہ کرتے بلکہ صرف حلیم اور تعبدیق کی حیثیت سے ایمان لائے اور عمل میں مصروف ہو کر گفتگو کو پیلائے خالق رکھ دیا۔ یہ لوگ اصحاب یحییٰ میں سے نیچے والے ہیں اور جو لوگ فاسد و باطل خیالی کر لیتے ہیں، وہ گمراہی میں ہیں اور جو لوگ حقیقت کے عارف ہیں، وہ مقرب ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسموں کا بیان فرمایا ہے۔ فاما ان کان من المقربین فروح و ربہا و جنة نعیم و اما ان کان من اصحاب البھیم فسلام لکم من اصحاب البھیم و اما ان کان من السکھین الضالین فآل من حمیم و تفسیر جحیم (الواقفہ 88-94) ترجمہ گمراہ ایمان :- پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ اور اگر وہی طرف والوں سے ہو تو اسے محبوب تم پر سلام ہے وہی طرف والوں سے اور اگر جھلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو اس کی صلیبی کوئی پانی اور بھڑکی آگ میں دھسا۔

مثال :- اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھئے۔ سب کو معلوم ہے کہ شافعی نے وہاب والوں کو حضرت امام شافعی رحمۃ

اللہ علیہ سے محبت ہے۔ اس محبت میں فقہاء و علماء اور عوام تمام مشترک ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و ہنداری، نیک سیرت اور ذمہ مآل جمیعہ کو سب جانتے ہیں مگر عام لوگ تو ان کے علم کو اجلی طور پر جانتے ہیں۔ آپ کے علم کو قبیح مفصل طور پر جانتے ہیں۔ اس لیے آپ کو فقیہ کا جانا زیادہ مکمل ہوگا اور اس جانتے سے آپ کے ساتھ محبت و عشق بھی فقیہ کو زیادہ ہوگا۔

مثلاً :- کسی مصنف کی تصنیف کو کوئی دیکھتا ہے اور اسے اچھا جانتا ہے اور اس تصنیف کی وجہ سے اس مصنف کا فضل جانتا ہے تو اسے یقیناً محبوب جانتا ہے اور دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پس اگر اس تصنیف سے دوسری کوئی تصنیف عمدہ اور اعلیٰ دیکھے گا تو بے شک وہ بلا ہوگی اس لیے کہ اس کے علم کی معرفت بڑھ گئی ہے۔

مثلاً :- کوئی کسی شاعر کے بارے میں اگر اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ خوب شعر کہتا ہے تو اس سے ان اشعار کہنے کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور جب اس قسم کے عجیب اشعار کہتا ہے کہ جن اشعار میں شاعر کی مہارت اور عندیائی ثابت ہو تو پہلے سے بھی زیادہ اس کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محبت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ :- یونہی تمام صفات اور فضائل کا حل ہے کہ ایک عام آدمی جب سنتا ہے کہ فلاں شخص مصنف ہے اور اس کی تصنیف اچھی ہے مگر تصنیف کے مضمون سے واقف نہیں ہوتا تو اسے مجملہ معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی نسبت سے رغبت و محبت بھی مجمل ہوتا ہے اور جب کوئی دانا آدمی اس تصنیف کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کے عجائبات پر مطلع ہوتا ہے تو اس کی محبت یقیناً دوہلا ہو جاتی ہے کیونکہ عجائب صنعت اور شعرو تصنیف کی صفات صنائع شاعر اور مصنف کے مکمل پر دلالت کرتی ہیں۔

نتیجہ :- جملہ عالین اللہ تعالیٰ کی ساخت و صنعت ہے۔ ایک عام آدمی تو اس کا صرف اعتقاد اور علم رکھتا ہے مگر صاحب بصیرت اس کی صنعت کی تفصیل پر مطلع ہوتا ہے۔ یہی تک کہ چھبر میں وہ عجائب قدرت دیکھتا ہے کہ ان عجائب میں عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اس لیے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور مکمل صفات زیادہ ہوتی ہیں۔ جتنا صنائع الہی کی عجیب و غریب باتوں پر اطلاع زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔

فائدہ :- حقیقت یہ ہے کہ عجائبات صنائع الہی کا ورثہ ناپید اکثراً ہے اس لیے محبت میں اہل معرفت کا فرق بھی بہت زیادہ ہے۔ جن وجوہات کی بنا پر محبت میں اختلاف ہوتا ہے وہ اختلاف ان پانچ وجوہات کا ہی ہے جو کہ محبت کے لیے ہم بیان کر چکے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کا مومن اور منعم ہے بلکہ اس کی ذات اقدس سے محبت نہیں رکھتا تو اس کی یہ محبت ضعیف ہے کیونکہ احسان کے بدلے سے یہ محبت بدل جاتی ہے۔ اگر دکھ، مصیبت، بلا کی حالت میں یہ محبت ایسی نہیں ہوتی جس طرح خوشی و آسائش کی حالت میں ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص محبت اس لیے رکھتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی محبت کی مستحق ہے کہ مکمل و جمل اور مہر و عظمت

سب اسے حاصل ہے تو اس کی یہ محبت احسان کے مختلف ہونے کی وجہ سے نہیں بدلتی بلکہ ہمیشہ ایک جیسی ہی رہتی ہے۔

خلاصہ :- محبت میں لوگوں کے مختلف ہونے کی یہ وجہ ہے اس لیے ہی اخروی سعادت میں بھی فرق ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وللاخراۃ اکبر درجات و اکبر نفعیلا (یعنی اسرائیل 21) ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور افضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔

معرفت الہی میں قصور فہم :- تمام موجودات عالم میں ظاہر تر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس لیے چاہیے کہ تمام معرفتوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی سمجھ میں آئے اور عقل سلیم پر آسان ترین بھی یہی معلوم ہوتا ہے مگر اس کے باوجود معاملہ اس کے بالعکس ہے تو اس کی وجہ بیان کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام موجودات میں ظاہر ہے :- اللہ تعالیٰ تمام موجودات میں ظاہر تر ہے۔ یہ بغیر مثل کے سمجھ میں آنے والا نہیں ہے۔ وہ مثل یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو ہم کھتے یا سنتے یا کوئی اور کام کرتے ہوئے دیکھیں تو اس کا زندہ ہونا ہمارے نزدیک تمام موجودات میں سے ظاہر تر ہو گا لیکن اس کی زندگی، علم و قدرت اور ہم کا ارادہ ہمارے نظریے میں اس کی دوسری صفات ظاہری و باطنی کی بہ نسبت زیادہ واضح ہو گا کیونکہ باطنی صفات جیسے شہوت، غضب، غلظ و صحت اور مرض و فیوہ کو تو ہم جانتے ہی نہیں ہیں۔ باقی وہیں ظاہری ان میں سے بعض ظاہری صفتوں کو بھی ہم نہیں جانتے جبکہ بعض صفتوں کے بارے میں شک و شبہ ہے مثلاً مقدار طول و فیوہ۔ رنگ جلد و فیوہ تو آگے سے معلوم ہو سکتی ہیں مگر ان کے بارے میں کسی وجہ سے شک بھی رہ سکتا ہے۔ پھر اگر ہم تمام عالمین کی طرف مصلوبہ نظر کریں گے پھر کوئی وجہ نہیں کہ صفت حق تعالیٰ ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔

فائدہ :- ان دونوں صورتوں میں بات تو ایک ہی ہے اور بالکل واضح اور صاف صاف ہے بلکہ جب بھی عالم کو دیکھیں گے 'حواس ظاہری و باطنی کے ذریعے لوہاک کریں گے۔ وہ پتھر ہو یا ذہیل، نیاکت، خمر، حیوان، زنن و آسمان یا ستارے یا خشکی یا تری یا حصار یا عرض و جوہر و فیوہ تو ان تمام سے اللہ تعالیٰ کا وجود، قدرت و علم اور تمام صفاتی ضوور مشاہدہ میں آئیں گی اور ان تمام سے اس کے وجود و فیوہ کا ماحل شہوت ہے۔

ہر شے میں دلیل و حق :- پہلی دلیل اللہ تعالیٰ کے وجود و صفت پر ہمارے 'نفس'، 'جسم'، 'لوسف' و 'روح' کا بدلنا ہمارے، لوہاں کا اور تمام اطوار کا حرکت و سکنت میں پھر جانا اور ہمیں علم کی راہ سے ظاہر ترین ہر ایک میں اپنے نفس معلوم ہوتا ہے۔ پھر وہ تمام چیزیں جو ہمارے حواس فہم سے معلوم ہو جاتی ہیں پھر وہ چیزیں جو عقل و بصیرت سے لوہاک ہوتی ہیں اور ان تمام مددکت میں سے ہر ایک چیز مشاہدہ اور بداندک دلیل ہے اور جتنی چیزیں بھی اس جہان میں ہیں تمام ہی شواہد نامقہ اور کامل و لا کس ہیں۔ اس بات پر ہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا، دہر، بدلنے والا، حرکت

دینے والا موجود ہے اور اس کے علم و قدرت اور لطف و حکمت پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ اگر ان تمام موجودات و حرکات کی کوئی انتشاء نہیں ہے تو حق تعالیٰ کے وجود و صفات کے دلائل کو بھی شمار نہیں کیا جاسکتا۔

اب اگر کتاب حیات 'علم اور قدرت کو صرف ایک دلیل یعنی اس کے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے ثابت اور ظاہر ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا وجود اور حیات وغیرہ کیسے ظاہر نہیں ہوگی۔ اس کے لیے تو کوئی چیز بھی ایسی ممکن نہیں ہے کہ جو اس کے وجود پر دلالت نہ کرے۔ ہمارے نفسوں کے اندر اور باہر کوئی ایسی چیز نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ان محل سے ہر ایک ذرہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں خود بخود وجود اور حرکت میں نہیں ہوں بلکہ مجھے وجود جیسی نعمت بخشے والا اور مجھے حرکت دینے والا تو کوئی غور ہے۔ اسی پر ہمارے اعضاء کی ترکیب، ہڈیوں کے جوڑ، گوشت، ہڈ، مسامت، ہاتھ پاؤں کی صورت اور تمام ظاہری و باطنی اجزاء گواہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں خود بخود نہیں حرکت کر سکتیں۔ جیسا کہ یہ جانتے ہیں کہ کتاب کا ہاتھ خود بخود حرکت میں نہیں آجاتا لیکن از انجا کہ کوئی شے تمام موجودات میں سے کوئی سے حرکت 'محسوس' محسوس' حاضر و غائب ایسی ہرگز نہیں ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے وجود حق پر شبہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا ظہور اتنا ظاہر ہو گیا کہ تمام عقلیں اسے لورا کر کرنے سے حیران و پریشان رہ گئیں، اس لیے کہ جس شے کو ہماری عقلیں سمجھ نہ سکے۔

تصور فہم کے اسباب :- اس کے دو سبب ہیں۔

- 1- اس شے کا بذات خود خفید اور باریک ہونا جس کی مثل ہر ایک کو معلوم ہے۔
- 2- اس شے کا واضح ہونا مثلاً دو کا ایک سے زیادہ ہونا اور چمکڑا رات کو تو دیکھتی ہے 'دن کو نہیں دیکھتی۔ یہ اس لیے نہیں سمجھ کہ دن رات سے زیادہ پوشیدہ ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ دن میں شدت ہے۔ چمکڑا ضعف بصارت کی وجہ سے دن کے وقت اپنے آپ میں دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی۔ نور آفتاب کے خوب ظاہر ہونے کا وقت اس کی چٹائی کو منتشر کر دیتا ہے۔ ہاں اس میں جب کچھ تاریکی شامل ہو جاتی ہے 'نور آفتاب کے ظہور میں جب ضعف آجاتا ہے تو پھر چمکڑا کی چٹائی کام کرنے لگتی ہے۔ یونہی ہماری عقلیں بھی ضعیف و کمزور ہیں اور حق تعالیٰ کے جمل کا نہایت اعلیٰ درجے کا چمکارا نور اور شدت کا شمول رکھتا ہے کہ اس کے ظہور سے کوئی ذرہ بھی نہیں چھوگا۔

ظہور حق سے کوئی شے خالی نہیں :- جب ملکوت زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے ظہور سے قتلی کوئی ذرہ بھی نہیں ہے 'یہی ظہور ہی اس کے پوشیدہ رہنے کا سبب ہو گیا۔ شدت ظہور کی وجہ سے پوشیدہ و خفی رہنے سے حیران نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یا تو چیزیں اپنی مخالف چیزوں سے کھل جاتی ہیں۔

دو احوال میں فرق :- جس شے کا وجود ایسا عام ہو کہ اس کی کوئی مخالف چیز نہ ہو تو اس کا ہر اک مشکل ہو جائے گا یا عینک چیزیں اس جسم کی ہوں کہ کچھ تو دلالت کریں اور کچھ چیزیں دلالت نہ کرتی ہوں تو ان میں بہت جلد فرق

• معلوم ہو سکتا ہے اور تمام چیزیں ہی ولایت کرنے میں ایک جیسی ہوں تو پھر بھی مشکل ہوگی مثلاً سورج کا نور زمین پر پڑتا ہے تو ہم جانتے ہیں کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو نور ختم ہو جاتا ہے۔ اگر سورج ہمیشہ روشن رہتا یعنی غروب نہیں نہ ہوتا تو پھر ہمیں یہی گمان ہوتا کہ جسوں میں ان کے رنگوں سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ یہی رنگ ہر وقت نظر آتا رہتا ہے حالانکہ روشنی تو جسم نہیں ہے کہ نظر پڑے مگر جب سورج غروب ہو گیا اور ہر جگہ اندھیرا چھا گیا تو پھر ہمیں ان دونوں حالتوں میں فرق معلوم ہوا اور ہم نے سمجھ لیا کہ جسوں کی روشنی تو دھوپ کی وجہ سے ختم ہوئی جو کہ سورج کے غروب ہونے پر جاتی رہے۔ مختصر یہ کہ دھوپ کا وجود اس کے عدم سے معلوم ہوا۔ اگر عدم نہ ہوتی تو بڑی مشکل سے اس سے الگ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اجسام ایک جیسے ہی نظر آتے۔ اندھیرے اور اجالے سے بالکل فرق نہ پڑتا۔

نور کی تعریف :- محسوسات میں جو چیز نور جیسی ظاہر ہے وہ دوسری اشیاء کو ظاہر کرتی ہے۔ صرف ظاہر ہونے سے ہی اس کا اصل کس طرح مشتبہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ اندھیرا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ظہور :- اللہ تعالیٰ تمام امور سے زیادہ ظاہر ہے اور تمام اشیاء صرف اسی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر اسے ہی عدم یا غائب ہونا یا بدلتا ہو تو پھر زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔ تمام ملک و حکومت بیکار ہو جاتے۔ ان دونوں احوال میں فرق معلوم ہو گیا۔ یعنی اگر بعض اشیاء اس کے ساتھ موجود ہوتیں اور بعض غیر کے ساتھ تو پھر بھی فرق دونوں اشیاء کی ولایت میں ہوتا مگر اس کی یہ ولایت تمام چیزوں میں ایک جیسی ہے اور اس کا وجود تمام حالتوں میں دائم و قائم ہے کہ اس کے خلاف ہونا محال محض ہے تو پھر یا بطور شدت ظہور خدا کا موجب ہوا۔ پس ہم کے قصور رہنے کی صرف یہی وجہ ہے مگر جس کی بصیرت قوی اور طاقت غالب ہے وہ اپنے حال اعتدال میں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی کسی دوسرے کو جانتا اور پہچانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور شے موجود نہیں ہے۔

افعال غیر اللہ :- کسی بھی غیر کے افعال اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے ہیں۔ اس لیے کہ وہ افعال بھی اسی کے تابع ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے علاوہ اس کے کسی بھی غیر کا وجود نہیں ہے بلکہ وجود تو (حقیقتاً) اسی واحد تعالیٰ کا ہے جس کی وجہ سے ہی تمام کار جو ہے۔ جس کی یہ حالت ہو کہ تو کوئی بھی فعل ایسا نہیں دیکھتا کہ جس میں حقیقی قائل کی طرف نظر نہ ہو۔ نہ آسمان کو آسمان جانے اور نہ ہی زمین کو زمین اور نہ ہی درخت اور حیوان کو انہیں ان کے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیاء میں اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ تمام واحد برحق کے افعال اور نتائج ہیں غرضیکہ اس کی نظر کسی بھی غیر کی طرف ہرگز نہیں جاتی۔ جس طرح کہ کوئی شخص شراب یا خمر یا تنہیف دیکھ کر شاعر کا لب اور معشوق کی طرف لٹا کرے اور ان اشیاء کو اس لحاظ سے دیکھے کہ ان اشخاص کے آثار میں سے ایک اثر ہے نہ کہ اس نظر سے کہ کلمہ پر سیاہی سے تحریر کیے ہوئے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس کی نظر غیر معشوق کی

طرف بالکل ہی نہ ہوگی۔ چونکہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف ہے اس لیے جو شخص اس اعتبار سے اس کی طرف دیکھے گا کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اسی اعتبار سے اسے پہچانے اور محبت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری چیز کا تاثر نہیں ہوگا اور نہ ہی اس عارف کامل نہ دوسرے کا محب اور حقیقتاً مسودہ حقیقی تو وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی طرف نظر نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اپنے نفس کی طرف بھی سوائے اس اعتبار کے ہرگز نہیں دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہے۔ پس اس قسم کے سالک کے بارے میں ہی کہا جاتا ہے کہ وہ توحیدی میں فنا ہو گیا اور اپنے نفس سے فنا ہو گیا۔

تبصرہ اولیٰ عقولہ :- اس تقریر کے بعد امام ابن العری شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریہ کو سامنے رکھتے۔ اس کے بعد فیصلہ فرمائیے کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ جو صدیوں پہلے گزرے ان میں دور ابن العری رحمتہ اللہ علیہ کیا فرق ہے۔ بدقسمت ابن تیمیہ ان دونوں کا دشمن ہے۔ ملاحظہ ہو فقیر کی تصنیف ابن تیمیہ و علمائے ملت۔ (اضافہ اولیٰ عقولہ)

اہل بسیرت و عوام اور علماء کرام :- یہ امور اہل بسیرت تو جانتے ہیں۔ عوام قسم کی کمزوری کی وجہ سے ان امور کو معلوم نہیں کر سکتے جبکہ علماء کرام سے ان کی تشریح و توضیح ایسی عبارت میں ممکن نہیں ہے جس سے دوسرے لوگ بھی غرض و غایت سمجھ سکیں۔ اس کے علاوہ اپنے خیال میں مشغول ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بات کسی غیر کے سامنے ذکر کرنا بالکل مفید نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں کے اہتمام حق تعالیٰ کی معرفت سے قاصر ہیں۔ علاوہ انہیں یہ امر مزید زائد ہے کہ تمام مدرکات جو اللہ تعالیٰ پر شہد ہیں ان کا اور ایک آدمی کو لڑکھن میں بے عقلی کی حالت میں ہونا ہے۔ بعد ازیں آہستہ آہستہ عقل پیدا ہوتی ہے حالانکہ اس وقت وہ اپنی حسرتوں میں ڈوبا رہتا ہے اور مدرکات و محسوسات کو ہر وقت دیکھتے دیکھتے ان سے مایوس اور مانوس ہو جاتا ہے۔ ان کی تو کچھ بھی قدر و منزلت نہیں رہتی کہ ان کی وجہ سے کوئی نئی بات معرفت کی سرزد ہو جائے۔

خلاف علوت فعل :- فکر اچانک کوئی عجیب قسم کا حیوان یا کوئی شے یا کوئی دوسرا فضل اللہ تعالیٰ کے افضل میں سے خلاف علت عجیب نظر آتا ہے تو معرفت کا قول خود طبیعت سے ہی زبان پہ آجاتا ہے اور بے اختیار کہا جاتا ہے "سبحان اللہ" اور اپنے نفس اور اعضاء اقسام حیوانات کو جن سے پیار یا لگاؤ ہوتا ہے۔ سدا واد و دیکھتا ہے اور تمام کے تمام شواہد قاطعہ ہیں مگر ان کا شاید ہونا افس و محبت کی کثرت کی وجہ سے اسے محسوس نہیں ہوتا اور اگر کوئی بار زانو علیہ عاقل و بالغ ہو یکبارگی اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں اور آسمان زمین درخت نباتات و حیوانات پر اچانک اس کی نظر پڑ جائے تو بڑا زبردست خطرہ ہے کہ کہیں اس کی عقل چکرانہ جائے کیونکہ ایسی عجیب و غریب اشیاء کی شہادت ان کے خالق پر اسے نہایت عجیب و غریب معلوم ہوگی۔

خلاصہ :- مذکورہ بالا جیسے اسباب و شہادت کی وجہ سے عوام سے معرفت الہی کا دور اتنا ہند ہے ورنہ وہ تو بالکل ظاہر



ہے کہ باقی تمام ظہور اس کے سامنے معدوم ہیں۔

حقیقت شوق :- جو حق تعالیٰ کی محبت کے وقوع کا منکر ہے اسے حقیقت شوق سے بھی انکار ہے کیونکہ شوق تو صرف محبوب کی طرف ہی ہوتا ہے اور ہم یہاں ثابت کرتے ہیں کہ عارف کو اللہ تعالیٰ کی طرف شوق ضرور ہوتا ہے اور وہ اس شوق پر مجبور ہیں۔

ثبوت شوق کے دو طریقے :- شوق کا ثبوت دو طرح ہے۔ (۱) بطریق نظر اور تجرید (۲) بطور اخبار و آثار۔

الطریق نظر اور تجرید یعنی بصیرت :- پہلے طریق کے اثبات میں قوی بیان نکلی ہے جو محبت کے اثبات میں پہلے بیان ہو چکا ہے یعنی محبوب کے غائب ہونے کی صورت میں اس کی طرف اشتیاق ضرور ہوتا ہے اور جو موجود اور حاصل ہوتا ہے۔ اس کی طرف اشتیاق نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ طلب اور اشتیاق کا نام شوق ہے۔ کسی امر اور موجود چیز کی تلاش نہیں ہوا کرتی اور اس کی توضیح یہ ہے کہ ایسی چیز کی طرف ہی شوق ممکن ہے جو چیز میں درجہ درجہ ہو اور جو چیز میں درجہ غیر درجہ ہو یا ایسی ہو کہ اس کا اور اک کبھی بھی نہ ہو اور تو ایسی چیز کی طرف اور اک بالکل نہیں ہوگا مثلاً ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو کبھی دیکھا بھی نہ ہو اور نہ ہی کبھی اس کی تعریف و توصیف سنی ہو تو خیال میں نہیں آتا کہ وہ اس کا مشتاق ہو۔ یا حتیٰ اگر کسی چیز کا اور اک کمال درجے کا مل ہو جائے تو پھر ایسی چیز کی طرف بھی شوق نہیں رہتا یعنی ایسی چیز کا شوق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پس جو شخص کہ اپنے محبوب کے مشاہدے میں مستغرق ہے اور ہمیشہ اسے دیکھ رہا ہے تو اسے بھی سمجھ نہیں آتا کہ شوق ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ شوق تو اس چیز کے بارے میں ہوتا ہے جو ایک لحاظ سے تو درجہ ہو اور ایک صورت سے نہیں۔

شوق کی مثال مشاہدات میں :- مشاہدات میں سے اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کریں کسی کا محبوب اس کے پاس نہیں ہے جبکہ اس کا خیال اس کے دل میں ہے تو اس خیال کی تکمیل کے لیے وہ محبوب کو دیکھنے کا مشتاق ہوگا اور اگر بالفرض اس کے دل سے اس کا خیال 'ذکر اور معرفت' سب کچھ ہی جاتا رہے اور سب کچھ بالکل ہی بھول گیا ہو تو خیال میں نہیں آتا کہ پھر وہ شخص اس محبوب کا مشتاق ہوگا اور اگر پھر اسے دیکھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دیکھنے کے وقت اس کا شائق ہو۔ یہ بات تو اب یہاں پائی نہیں جاتی۔ سی طرح کبھی محبوب کو اندر میرے میں دیکھا کہ اس کی صورت اچھی طرح مختلف نہیں ہوتی تو پھر ایسے حال میں اس کے دیدار کی تکمیل کا مشتاق ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ روشنی ہو تاکہ حقیقتاً اچھی طرح دیکھ لوں یا یہ کہ محبوب کا چہرہ تو دیکھا مگر اس ہل اور دوسرے محاسن نہ دیکھے تو پھر انہیں دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے 'خواہ انہیں پہلے کبھی بھی نہ دیکھا ہو اور نہ ہی کوئی خیال دیکھنے کے بعد نفس میں بسا ہو مگر چونکہ معلوم ہے کہ اس کا ایک عنصر یا کئی اعضاء خواہ صورت ہیں اور جمل کی تفصیل تو دیکھ کر معلوم نہ کی تو پھر اس بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ اسے دیکھے جو کچھ پہلے نہیں دیکھا اور یہ دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ میں مشعور ہیں بلکہ ہر عارف کے لیے ضروری لازم ہے اس لیے کہ عارفوں میں جو چند امور اب میں سے واضح ہوئے ہیں گو غایت و

صوح اس میں ہے 'پھر دیکھا ہے کہ ہر ایک پر دلے کی لوث میں سے دیکھا ہے تو نہایت اعلیٰ درجے کا وضوح تہ رہا بلکہ شائبہ حقیقت کے ساتھ مخلوط ہو گا کیونکہ اس عالم میں تمام خیالات ساری معلومات کے لیے فضیل اور مشابہت سے جدا نہیں ہوتے۔ اس قسم کے خیالات عارف کو تحقیق میں ڈالتے ہیں۔

حیدر ان عارف :- تمام زمین و آسمان کے ممالک عارف کے میدان ہیں۔ وہ جہل کی سیر کرنا چاہے وہیں سیر کرے۔ اس کی بھی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور اپنا تڑپ بدلنے چائے اور اسی ملکوت کے جہل کے مطالعہ کے وجہ سے ہی اس جنت میں رہتا ہے جس کا عرض زمین و آسمان ہے۔ ہر عارف کو اتنا کچھ میسر ہے (جتنا کہ بیان ہوا) یہ بہت ہرگز نہیں ہے کوئی ایک دو سرے پر غلّی ڈالے۔

درجات عارفین میں فرق :- یہ ضروری ہے کہ جتنا جس کی نظر اور معرفت ہوگی اتنا ہی اس کی سیرگاہ میں دست ہوگی۔ خدا کے نزدیک بھی ان کے درجات میں تفاوت بھی اسی سے ہوتا ہے جو غمتی میں نہیں آسکتا۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو کہ باطنی ہے وہ اہل کمال میں حواس کی تمام لذتوں سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ لذت ہمہ اور کم عقل لڑکے کو حاصل نہیں ہوتی۔ محسوسات و شروعات کی لذت بھی اہل کمال کو ہی حاصل ہوتی ہے مگر لذت ریاست کو اس پر ترجیح دیتے ہیں مگر معرفت حق تعالیٰ اور اس کے صفات و افعال 'آسمانوں' اس پلوٹوں کے اسرار کی معرفت جو کہ لذت ریاست سے بھی زیادہ ہے۔ پس اسے وہی فہم حاصل ہے جو رتبہ معرفت پر پہنچے اور اس کا مزہ چکھے۔ اسے ایسے فہم کے سامنے ثابت کرنے کی کوشش کرنا جس کا دل نہ ہو 'غیر ناممکن ہے۔ اس لیے کہ دل اس طاقت کا معدن ہے تو یہی جس کے دل میں نہ ہو گا وہ اس لذت و سرور کو کیا چاہے گا؟ جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک کھیل کود پر ثابت نہیں کر سکتے نہ نامرد کو اس کی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو۔ اس لیے کہ نامرد لڑکے میں تو وہ طاقت ہی نہیں ہے جس سے وہ لذت حاصل ہوتی۔ پس جو فہم سونگھنے کی قوت بھی صحیح رکھتا ہو اور نامردی (کی بیماری) سے بھی بچا ہوا ہو وہ فہم ضرور ان دونوں لذتوں کا فرق جانے لگے۔ پس اب یہی کہتا چاہیے کہ یہ لذت کہنے سننے کی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس لذت کو تو وہی جان سکتا ہے جو چکھے۔

معرفت امور اہیہ کی خوشبو :- پس اگرچہ طلب معرفت امور اہیہ میں مصروف و مشغول نہیں ہوتے مگر پھر بھی اس لذت کی خوشبو ان کے مشام جان میں پہنچتی ہے۔ جب مشکلات و شبہات ان جن کے حل ہونے کے واسطے انہیں حرص بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ان کا ظاہر دوتا بھی ایک طرح کی معرفت اور علم میں داخل ہے۔ ان کی معلومات اتنی زیادہ اچھی تو نہیں ہیں جیسی معرفت الہیہ کی معلومات ہوتی ہیں مگر جو فہم اپنی فکر کو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق کافی عرصہ رکھتا ہے اور ملک حق تعالیٰ کے اسرار میں سے اس پر چند ایک معمولی مقدار ان پر ظاہر بھی ہو جاتی ہے تو اس سے وہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ وہ اس پر پھولا نہیں سکتا اور خوشی کے مارے اڑا جاتا ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ میرا فہم ثابت کس طرح رہا ہے، ان امر کا محتمل ہوا۔ یہ چیز ایسی ہے کہ ذوق کے بغیر اس

کا اور اک نہیں ہو سکتا۔ اس میں کہنے سے قائم دست تھوڑا ہوتا ہے۔

لذیذ ترین لذت :- اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ تمام اشیاء سے لذیذ ترین معرفت حق تعالیٰ ہے۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے نہ تو دوزخ کا خوف روک سکتا ہے اور نہ ہی جنت کے حصول کی توقع تو ایسے لوگوں کو دنیا کیسے روک سکتی ہے۔"

حضرت معروف کنفی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے کسی مرید نے پوچھا۔ اے ابو محفوز! آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کو کس چیز نے عبادت کی ترغیب دی اور مخلوق سے الگ کیا؟ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے کہا کہ موت کی یاد نے آپ کا یہ حال کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ موت کی اصل کیا ہے؟ اس نے پھر پوچھا آپ قبر پر برونخ کی یاد سے اسی طرح ہوتے ہیں؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ بھی بات بھی بے اصل ہے۔ اس نے پھر کہا کہ دوزخ کے ذر اور جنت کی توقع نے آپ کو ایسا کروا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں بھی ایک بلاشاہ کے قبضہ قدرت میں ہیں کہ تم اگر اس بلاشاہ کو چاہو تو وہ تمہیں یہ سب باتیں بھلا دے گا اور اگر میں اور اس میں معرفت ہو جائے تو پھر وہ تمہیں ان تمام سے بچائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد گرامی میں ہے کہ کسی جوان کو جب تم اللہ تعالیٰ کی تلاش میں عاشق و مہربان دیکھو تو جان لینا کہ اس نے اسے دوسری تمام چیزوں سے غافل کروا دیا ہے۔

جواب :- بعض مشائخ نے حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ سے خواب میں دریافت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالوہاب و رقی کا کیا حال ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے انہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے کھاتے پیتے دیکھا ہے۔ اس شخص نے پھر پوچھا کہ آپ کا حال کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کی طرف رغبت کم ہے، اس لیے مجھے اپنا دیا دے عطا فرمایا۔

معروف کر رضی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام :- حضرت علی بن الوقی نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں داخل کیے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بہشت میں میں نے دیکھا کہ دسترخوان پر ایک شخص تشریف فرما ہے اور اس کے دونوں طرف دو فرشتے مختلف قسم کے میوے اسے کھلا رہے ہیں اور ایک شخص کو دیکھا کہ دروازہ جنت پر کھڑے ہوئے لوگوں کی صورتیں پہچانتا ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھ کر جنت کے اندر داخل کر دیتے ہیں اور بعض لوگوں کو جنت کے دروازہ سے واپس کر دیتے ہیں۔ پھر میں ان سے ظہیرہ قدس کی طرف آگے بڑھ گیا وہاں سرلوقات عرش میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ اللہ جل جلالہ کی طرف دیکھ رہا ہے وہ کسی اور طرف بالکل نہیں دیکھتا۔ رضوان جنت سے میں نے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ جواب دیا یہ معروف کر رضی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت و توبہ کے خوف سے میں کی اور نہ جنت کی توقع کے لیے بلکہ صرف حق تعالیٰ کی محبت کے لیے عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت عطا فرمائی ہے اور کہا کہ ان کے ساتھ بشر بن الحارث رحمۃ

اللہ علیہ 'حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسی لیے ہی حضرت ابو سلیمان وارثی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو آج اپنے نفس میں مشغول رہے گا وہ کل (بعد مرنے کے) بھی اسی نفس میں مشغول رہے گا اور جو آج اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے گا وہ کل بھی حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے گا۔

فرمان حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ حضرت رابعہ بصری نے ارشاد فرمایا 'اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نے خوف و دوزخ کی وجہ سے نفیس کی اور نہ ہی جنت کے حصول کے شوق سے بلکہ میرا عمل برسے مزدور بیسارہ ہو بلکہ میں نے تو عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور اشتیاق کی وجہ سے کی ہے۔ محبت کے باب میں انہوں نے چند اشعار ارشاد فرمائے۔

احبک حبیب حب الہدی۔ وحب المانک اہل لذلکا "ایک تو مجھے تجھ سے عشق کی وجہ سے محبت ہے دوسری اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت کے لائق حقیقتاً تیری ہی ذات پاک ہے۔

اخ الذی ہو حب الہدی۔ فغشلی بدکرک عن سواکا "میری یہ حالت تو صرف تیرے عشق کی وجہ سے ہی ہے۔ میں نے ہمیشہ تیرے سوا کسی دوسرے کی یاد سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔"

واما انت الذی انت اہل۔ فکشفک لی العجب حتی اراکا "جس عشق و محبت کے یا اللہ تو لائق ہے اسی محبت کی وجہ سے تو نے تمام پروے ہٹا دیے ہیں جس وجہ سے میں تجھے دیکھتا رہتا ہوں۔"

فلا الحد فی قالو لا خاک لی۔ ولكن لک الحمد فی نواخاکا "اس میں تعریف بیان ہو یا اس میں تعریف کی جائے۔ یہ ہر قسم کی تعریف حقیقی طور پر تیری ہی تعریف ہے کیونکہ میری تعریف تو کسی میں بھی ذرہ بھی نہیں ہے۔"

عشق و محبت سے مراد: غالباً عشق و محبت سے ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے احسان اور انعام کی وجہ سے ہونی چاہیے یعنی وہ لذتیں کہ جو دنیا میں اسے عطا فرمائی ہیں، وہ محبت کا سبب بنی ہوں اور اس سے دوسری مراد یہ ہے کہ صرف اسی کے جلال و جہل کی وجہ سے محبت کی جو بن پر ظاہر ہوا اور ظاہر ہے کہ محبت کی اعلیٰ ترین اور قوی ترین قسم یہی ہے اور جہل ربوبیت کے دیکھنے کی غرض و غایت وہی ہے جسے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث قدسی شریف میں بیان فرمایا ہے اعدت العباد الصالحین مالا عین رات وی اذن سمعت ولا تعطرف علی قلبہ بنسیر (بخاری ہدایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے وہ چیز (انعام) تیار کر رکھی ہے جو نہ تو کسی آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ ہی کسی آدمی کے دل پہ گزری ہے۔"

اگر کسی شخص کی قلب کی منائی انتہائی درجہ پہ پہنچ جاتی ہے تو اسے ان لذتوں میں سے بعض لذتیں دنیا میں ہی میسر آجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اکابر بزرگن دین ارشاد فرماتے ہیں کہ میں یا اللہ اور یا رب ضعیف ہوں۔

اسے اپنے دل پر ہار سے بھی زیادہ بوجھ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ پکارنا تو پروے کی آواز سے ہوتا ہے اور تم نے بھی یہ دیکھا کہ مولیٰ شخص اپنے ہم نشین کو پکارنا ہو اور یہ قول بھی ان کا ہی ہے کہ جب آدمی اس علم میں اشتباہی درجہ کو پہنچتا ہے تو لوگ اسے پھر مارتے ہیں یعنی اس کی گفتگو ان کی عقلوں کی حد سے باہر ہوتے لگتی ہے تو وہ اس کے قول کو جنون یا کفر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

فائدہ :- غلام یہ کہ تمام عارفین کا مقصد توحید تو صرف وصل حق اور ملاقات ہی ہے خود ان کی آنکھوں کی لٹھک تو دہی ہے۔ کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ اس میں ان کے لیے کیا چیز چھپی ہوئی ہے اور جب وہ حاصل ہو جاتی ہے تو دوسرے ترددات اور شوقیں بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور اس بالکل صرف اسی کی لذت و سرور میں غرق ہو جاتا ہے اور یہ استغراق اس طرح کا ہے کہ وہ شخص اگر آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو اسے تکلیف بالکل معلوم نہیں ہوتی (بلکہ تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوتا) ایسی حالت میں اگر اس پر آسائش جنت بھی پیش کر دی جائے تو اس لذت و سرور کے سامنے اسے معمولی جانے لگا کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہے کہ اس لذت و سرور سے زیادہ کوئی دوسری لذت ہے ہی نہیں۔

لذت حق شناسی اور متفرق لذات :- معلوم نہیں کہ جو لوگ محبت محسوسات کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں سمجھتے وہ اللہ تعالیٰ کی صورت دیکھنے کی لذت پر کس طرح ایمان لے آتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی شکل و صورت نہیں ہے۔ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ارشاد فرمایا ہے "اے تمام نعمتوں سے بڑا ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا کیا مفہوم و معنی ہے بلکہ اصل تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے وہ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ جنتی بھی لذتیں متفرق طور پر ہیں اور مختلف شوقوں سے حاصل ہوتی ہیں وہ تمام اسی ایک ہی لذت میں جمع ہیں جیسا کہ کسی کا قول ہے:-

کانت ملقبلی اھنا، مفرقتہ۔ فاستجمعت ملزاتک العین اھوانی "میرا دل متفرق خواہشات کا مرکز تھا لیکن جب سے میں نے تمہیں دیکھ تو وہ متفرق آرزوئیں یکجا جمع ہو گئیں۔"

فصار یحمدنی من کنت احسد۔ فمرت مولیٰ الوریٰ اذ حرت مولانی "جو میرے ساتھ حسد کرتا تھا اب وہ میری تحریف کرتا ہے۔ جب سے میں تیرا غلام بنا ہوں۔ میں وقت سے تمام لوگ میرے غلام بن گئے ہیں۔"

ترکت للناس دینا ہم ودبہم۔ مشغلا بتذکرک ہا دینی و دہانی "وہ دنیا میں نے لوگوں کو سپرد کر دیا۔ اب میری دنیا دہن تیرا ذکر ہے۔"

"اور بعض کا قول ہے وبعذرہ اعظم من نارہ۔ ووصلہ اطیب من حسنہ "اس کا ہجر آگ سے بدھ کر ہے۔ اس کا وصل جنت سے لذتہ تر ہے۔"

مقام جنت :- اس سے ان کی غرض صرف کہانے بچنے اور لذت نکال کر اس لذت کو مزید دینی ہے۔ جو لذت

معرفت حق تعالیٰ میں دل کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ جنت وہ مقام ہے جہاں ان کی لذت سے حواس کو فائدہ حاصل ہوگا اور قلب کو حق تعالیٰ کے لقاء میں لذت ہے۔

لذات اور حالات خلقی :- لذتوں کے بارے میں مخلوق کے احوال اس طرح سمجھنے چاہیں کہ جیسے بچے میں حرکت کی ابتدا اور تیز میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ لڑکا کھیل کو لذت سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ کھیل اس کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ لذت دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد ذہن 'کپڑے پہننے اور سواری کرنے کی لذت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے سامنے پہلی لذت کھیل والی معمولی سمجھنے لگتا ہے۔ پھر بعد ازاں لذت جماع اور عورتوں کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسی لذت کی بنا پر وہ پہلی دونوں لذتیں چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر ریاست :- 'مندی' لغز اور ملی و اولاد کی بکثرت کی لذت پیدا ہوتی ہے۔ لذات دنیا میں سے یہ سب سے اعلیٰ اور قوی تر لذت ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہے کہ اعلیٰوا انما الحبوة الدنيا لعب ولهو ورنہ و نفا سر بہنکم و نکا نر فی الاموال والا ولد (الحید 120) جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تہوار آپس میں بڑائی مارنا اور ملی اور اولاد میں ایک دوسرے پر قیادت چاہتے۔

باقتدار عمر کے مختلف لذات :- ان تمام لذتوں کے بعد ایک قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے معرفت الہی اور اس کے افضل کی لذتیں لورا کرتا ہے۔ اس لذت کے ہوتے ہوئے پہلی تمام لذتوں کو معمولی سمجھتا ہے۔ پہلی لذت سے بعد والی لذت زیادہ اور قوی تر ہوتی ہے اور یہ سب سے بعد کو ہے کیونکہ سن تیز میں کھیل کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ عورتوں اور ذہن کی محبت سن بلوغ میں پیدا ہوتی ہے۔ محبت ریاست میں سادہ عمر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ علوم کی محبت تقریباً چالیس سال کے بعد پیدا ہوتی ہے اور یہی درجہ انتہاء ہے۔ جیسے لڑکا ایسے شخص کو دیکھ کر ہنستا ہے 'ٹھٹھے مذاق کرتا ہے جو کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتوں کی طرف میل کرے یا ریاست کا طلبکار ہو۔ اسی طرح ہی رئیس بھی ان لوگوں پر ہنستا ہے 'تذلل کرتا ہے جو لوگ ریاست کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی معرفت میں مصروف و مشغول ہوتے ہیں جبکہ عارف ان سے یہ کہتا ہے کہ ان نسخروا منا اذانا نسخر متکم کما نسخرون فسوف نعلمون 'اگر تم ہم پر غصہ مذاق کرتے ہو تو بلاشبہ ہم بھی تم پر (تہارہ یہ حالت دیکھ کر ہنستے ہیں جیسے تم ہنستے ہو۔ پس مغرب تم (حقیقت حل) جان جاؤ گے۔"

معرفت دنیوی سے لذت دیدار آخرت کی ترجیح کی وجہ :- مد رکات دو قسم ہیں۔ (1) خیال میں آسکتے ہیں۔ جیسے خیال صورتیں مختلف رنگوں کے جسم 'بیواہات و نباتات جو شکلیں رکھتے ہیں۔ (2) خیال میں نہیں آسکتے۔ جیسے ذات حق تعالیٰ اور وہ تمام چیزیں جن کے اجسام نہیں ہوتے۔ جیسے علم 'تہارت اور ارادہ وغیرہ۔

صورت خیالی :- کسی انسان کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کچھ بتد کرے تو اپنے خیال میں اس کی صورت پائے گا۔ اسی طرح جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہے مگر جب اسے آکھ کھول کر دیکھے گا تو کچھ فرق معلوم ہوگا۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ

ہرگز نہیں کہ دونوں صورتوں میں کچھ اختلاف ہو کیونکہ وہ دونوں ایک ہی ہیں 'فرق تو صرف اس اعتبار سے ہے کہ خیالی صورت میں انکشاف و وضوح نہیں تھا۔ جس وقت رویت آگے سے ہوئی تو اس وقت وضوح ہو گیا۔ اس کی مثال اس طرح سمجھیں کہ جس طرح کوئی شخص علی الصبح دیکھے پھر دن نکلنے اور روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے۔ ان دونوں اوقات میں دیکھنے میں صرف فرق زیادتی انکشاف کا ہی ہوگا۔ نہ نئی خیال بھی پہلے کے اور اک کا نام ہے۔

رویت :- پہلے اور اک کو خیال کہا جاتا ہے اور اسی اور اک کی تکمیل کو ہی رویت کہا جاتا ہے۔ یہ کشف نہایت اعلیٰ درجے کا ہے۔ رویت اس کا نام اسی جہت سے ہے کہ اس سے احتمالی درجے کا کشف ہوتا ہے۔ کچھ اس جہت سے نہیں کہ رویت آگے کے متعلق ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ اس اور اک کمال کو پیشانی یا سینہ میں بھی رکھ دیتا۔ پھر بھی اس کا نام رویت ہی ہوتا۔ خیالی صورتوں میں جب یہ تقریر تسماری سمجھ میں آئی تو پھر اب یہ جان لو کہ جو اس قسم کی معلومات ہیں جو کہ خیال میں بھی نہ آئیں۔ ان کے اور اک کے بھی دو درجات ہیں۔

خیال میں نہ آنے والی معلومات کے دو درجات :- جو ایسی معلومات ہیں کہ وہ خیال میں بھی نہ آئیں۔ ان کے اور اک کے بھی دو درجات ہیں۔ ایک لول اور اک ہے جبکہ دوسرا اسی اور اک کی تکمیل ہے اور ان دونوں اور اک میں زیادتی کشف و وضوح کا اسی طرح ہی فرق ہے۔ جیسا کہ خیالی صورت اور آگے سے دیکھی ہوئی چیز میں فرق تھا۔ دوسرے اور اک کو بہ نسبت اول کے مشابہ تھا رویت کہتے ہیں۔ یہ نام اسی اور اک کا واقف اور دست بھی ہے 'اس لیے کہ رویت تو صرف نایت درجہ کے کشف کی جہت سے کہتے ہیں اور جیسے قاعدہ الہی اس بات پر جاری ہے کہ آنکھیں بند کرنے سے کشف اچھی طرح نہیں ہوتا۔

عجب :- اگر مٹی چیز اور آگہ کے درمیان کوئی حجاب (پرہ) حائل ہو تو اس حجاب کا دور ہونا رویت کے لیے ضروری ہے۔ یاد رکھیں جب تک وہ حجاب درمیان سے نہ ہٹے گا تو اس طرح جو اور اک ہوگا تو اس طرح حاصل ہونے والا اور اک صرف تخیل کے طور پر ہی ہوگا 'رویت نہیں کھلائے گا۔

عجب اور مشابہ حق :- یونہی یہ بھی علت الہیہ کا نقصان ہے کہ جب تک عوارضات نفس میں نفس مجرب متفقائے شوائب اور بشریت میں ہٹا رہے گا 'اس وقت تک اسے مشابہ و رویت نہ ہوگی۔ ان معلومات کی جو کہ خیال سے باہر ہیں بلکہ 'حقیقت تو یہ ہے کہ (دنیوی زندگی ہی سے رویت حجاب ہے۔ جس طرح بچوں کا بند ہونا آنکھوں کی رویت کا حجاب ہوتا ہے۔ زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت لمبی چوڑی ہے۔ اس علم میں اس کی تقریر لائق نہیں ہے۔

عجب حیات مانع رویت :- یہی وجہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ والہ وسلم نے رویت کے لیے اللہ تعالیٰ کو جو لایا ارشد باری تعالیٰ بہ اکہ لب نہانی (اے میرے کلیم) تو مجھے (حیات دنیوی میں) ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔





م۔ تم قیامت کے بعد ہوں گی اور قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

رویت حق تعالیٰ ہے۔ ان صورتوں کے بعد نفس صاف اور کدورتوں سے پاکیزہ ہوگا کہ اس نفس میں کسی قسم کا غم نہ رہے گا۔ پھر اس بات کے لائق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس میں تجلی فرمائے اور یہ تجلی اس وقت اس طرح ہوگی کہ پہلے اس سے انکشاف اور وضوح کاظم ہوگا جس طرح کہ مرئیات کا وضوح مقیلات کی نسبت کر ہوتا ہے۔ رویت اور دیدار اسی مشاہدہ و تجلی کا نام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بے شک رویت ہے بشرطیکہ اس رویت سے یہ کو نہ سمجھ بیٹھے کہ خیالی اور اک تو کسی خیالی صورت کا کسی خاص جہت میں جو ہوتا ہے اس کی تشکیل کا نام رویت ہے۔ اسی طرح ہی رویت حق بھی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ان تمام امور سے بری ہے بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں وہی حقیقی عرفان سے اچھی طرح جانا پابند خیال صورت شکل اور جہت کے نہ ہوئے۔ اسی طرح ہی آخرت میں بھی دیدار حق تعالیٰ ہوگا بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں جو معرفت ہوتی ہے وہی معرفت کامل و اکمل ہو کر درجہ مکمل کشف کو پہنچ جاتی ہے اور وہی مشاہدہ و رویت کہلاتی ہے۔ اس آخرت کی رویت اور دنیوی معلوم میں سوائے زیادتی کشف اور وضوح کے کچھ بھی اختلاف نہیں جیسا کہ خیالی کی مثال میں اوپر گزرا۔ پس جبکہ معرفت حق تعالیٰ میں ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہیں ہے تو اس کے پورا ہونے میں اور صرف وضوح و کشف کے مقام تک پہنچنے میں صورت و جہت کس طرح ہوگی۔ وہ دونوں تو ایک ہی ہیں۔ صرف اخروی رویت میں انکشاف زیادہ ہے جس طرح کہ خیالی صورت سے زیادہ کشف مرقی صورت میں ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اسی طرح ہی اشارہ ہے نور ہم بيشمنی بین ابدہم و باسماہم بقولون ربنا انعم ل نورنا ترجمہ کنزالایمان:- ان کا نور روز آ ہوگا ان کے آگے اور ان کے سامنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر دے۔

دنیا آخرت کی کھینچی نہ تمام در سے صرف زیادتی کشف ہی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی لوگ دیدار اور رویت کے درجے کو پہنچیں گے جو دنیا میں عارف باللہ ہوں گے کیونکہ وہی معرفت ہی ایک ایسا جہ ہے جو آخرت میں مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ جیسے حتمی ہی انجام کو درخت بن جاتی ہے دانہ پیر بن جاتا ہے۔ حتمی ہی جس کی زمین میں نہ ہوگی اس کے لئے درخت کھل سے پیدا ہو جائے گا؟ جو بیج ہی نہ بڑھے گا وہ کھلیاں کیسے حاصل کرے گا؟ پس اسی طرح ہی سمجھیں کہ جو فیض اللہ تعالیٰ کو دنیا میں ہی نہیں پہنچا تھا وہ اسے آخرت میں کیسے دیکھ سکے گا؟

جیسی معرفت کسی تجلی ہے۔ چنانچہ درجات معرفت مختلف ہوتے ہیں تو اسی طرح سمجھیں کہ تجلی بھی مختلف ہوتی ہے۔ جس طرح کشف کے اختلاف کی وجہ سے جزو اور روئیدگی مختلف ہوتی ہے مثلاً اگرچہ زیادہ ہو گیا کم ہو گیا اچھا اور قوی ہو گیا کمزور جس کی روئیدگی بھی اسی طرح ہی ہوگی۔ یونہی تجلی کامل بھی جانا چاہیے کہ جیسی معرفت ہوگی تجلی بھی ویسی ہی ہوگا۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ ان اللہ بتجلی للناس عامنہ ولا ہی بکر

خاصہ "اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے لیے تو عام تجلی فرمائے گا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔

پس یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جو لذت دیدار اور جیسی نظر رحمت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوگی، بالکل اس جیسی ہی ان سے کم درجات والوں کو بھی میسر ہوگی بلکہ ان کی لذت کا سو فی صد  $1/100$  بھی ان سے کم مقام والوں کو نہ مل سکے گا۔ اگر ان کی معرفت آپ کی معرفت کی نسبت سو فی صد  $1/100$  حصہ ہوگی اور از انجا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر معرفت میں لوگوں سے بڑھ کر تھے اور یہ راز محض آپ کے سینہ مبارک میں جاگزیں تھا، اس لیے ہی آخرت میں اسی تجلی کے حق دار ٹھہرے جو کہ خاص انہیں کے لیے ہی ہو۔

ترجیحات :- جس طرح دنیا میں لوگوں کو دیکھتے ہو کہ بعض لوگ ریاست کی لذت کو مملوعلات اور لذت نکاح پر ترجیح دیا کرتے ہیں۔ بعض لوگ لذت علم و انکشاف اسرار زمین و آسمان اور امور الہیہ کو ریاست، کھانے کی چیزوں، پینے کی چیزوں وغیرہ کی لذت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یونہی معاملہ آخرت میں بھی ہوگا کہ بعض لوگ دیدار حق تعالیٰ کی لذت کو آسائش جنت پر مقدم جانتے ہیں۔ اس لیے جنت میں کھانے، پینے، نکاح کی لذت ہوگی اور یہ لوگ بالکل اسی طرح ہی ہیں۔ ہم نے جن کا حال اوپر بیان کیا ہے کہ علم و معرفت کی لذت اور اسرار ربوبیت کی اطلاع کو تمام قسم کی لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ جن میں عام لوگ شامل ہیں۔

حضرت رابعہ یصری :- حضرت رابعہ یصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ جنت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو آپ نے فرمایا الجارمہ العار یعنی پہلے صاحبہ خانہ پھر غلام۔ آپ نے اس قول میں بیان فرمایا ہے کہ میرے دل میں اللغات جنت کی طرف ہرگز نہیں ہے بلکہ جنت کے باغ کی طرف ہے۔

معرفت ہی مشاہدہ سب سے بڑی :- اللہ تعالیٰ کو جو محض دنیا میں نہیں پہچانے گا، وہ اسے آخرت میں بھی نہ دیکھ سکے گا۔ جسے دنیا میں لذت معرفت میرے آئے گی، وہ آخرت میں بھی لذت دیدار نہ حاصل کر سکے گا کیونکہ اگر کسی کے ساتھ دنیا سے کچھ نہ جائے گا تو آخرت میں بھی میرے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔ جو یہاں ہوئے گا وہی وہاں کائے گا۔ آدمی جس بات پر مرے گا، اس پر ہی اس کا حشر بھی ہوگا اور جس بات پر زندہ رہا ہوگا، اس پر ہی مرے گا۔ پس جتنا توش معرفت اس کے ساتھ ہوگا، وہاں اتنی ہی لذت دیدار پائے گا۔ وہی معرفت ہی اس کے لیے مشاہدہ کی صورت اختیار کر جائے گی اور زیادتی کشف سے لذت دیا، ہو جائے گی جیسا کہ محب اگر محبوب کی خیالی صورت ذہن میں رکھتا ہے اور پھر وہی صورت آنکھ سے دیکھتا ہے تو چونکہ اس کی فطرت لذت دہی ہے، اس لیے اس کی خیالی صورت کی لذت بہ نسبت مضاعف ہو جاتی ہے۔

جنت میں من پسند چیز کا ملنا :- از انجا کہ جنت میں ہر قسمی کو دل پسند چیز میرے آئے گی اور جو محض اللہ تعالیٰ کے دیدار کے علاوہ کچھ نہ چاہتا ہوگا، اسے اس کے علاوہ میں کچھ بھی لذت حاصل نہ ہوگی بلکہ کیا عجب بات تھ کہ

تہذیب پاسے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنت کی آسائش اتنی ہی ملے گی کہ جتنی محبت الہی ہوگی اور محبت بے تدبر معرفت ہوتی ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ اصل معلول عظمیٰ تو حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جسے شریعت مطاہرہ میں ایمان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اب اگر اس طرح کہو کہ دیدار کی لذت کو اگر کچھ نسبت معرفت کی طرف ہے تو معلوم کہ بہت تھوڑی ہوگی، خواہ معرفت کی نسبت دو گنی چو گنی وغیرہ ہی نہ ہو کیونکہ لذت معرفت دنیا میں بہت ضعیف ہے۔ پس اس کا دو گنا چر گنا کرنے سے ایسی حد کو نہیں پہنچیں گے۔ جس کے سامنے تمام جتنی نعمتیں کم معلوم ہوں تو اس کا یہ جواب ہے کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا مقصد خالی از معرفت ہونا ہے۔

کم معرفت :- جو شخص معرفت سے بالکل ہی خالی ہوگا وہ معرفت کی لذت کیسے جانے گا اور اگر اس میں تھوڑی سی معرفت ہو بھی اور اس کے دل میں دینی علاقہ بھرے ہوئے ہوں تو اسے معرفت کا مزہ کیا ملے گا؟

عارفین کے لیے مزے :- عارفین کو ان کی معرفت، فکر اور مشاہدات میں وہ مزے ملتے ہیں جن کے بدلے اگر ان کے سامنے لذت جنت پیش کی جائیں تو وہ انہیں ہرگز نہ لیں گے اور اپنی لذتیں جنت کے عذبات کے عوض ہرگز نہ بدلیں۔ پھر یہ لذت عارفین کی مکمل لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتی جیسے تصور محبوب کی لذت کو اس کے دیدار سے کچھ بھی لذت نہیں ہوتی یا عہدہ اعلیٰ حرم کے مزیدار کھانوں کے سونگھنے کی لذت تو ان کے ذریعے کی لذت سے کچھ بھی نسبت نہیں یا ہاتھ سے چھونے کی نسبت کی لذت کو لذت بملع سے کچھ بھی نسبت نہیں کہ ان دونوں میں زیادہ فرق بغیر مثل بیان کیے ممکن ہی نہیں۔

لذت دیدار محبوب میں فرق :- اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ دیدار محبوب کی لذت دنیا میں کئی وجوہات کی بنا پر متفاوت ہوتی ہے۔

1- جمل محبوب کا کامل ہونا اور ناقص ہونا :- یہ بات تو واضح ہے کہ زیادہ کامل کی طرف دیکھنے سے نظر کو زیادہ لذت ہوتی ہے۔

2- محبت، خواہش اور عشق کا غالب ہونا کیونکہ جو لذت عاشق ذرا کو حاصل ہوگی وہ کم محبت والے کو نہ ہوگی۔

3- اور آگ کامل ہونا :- اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ خوب چاندنی میں دیکھے گا تو لذت زیادہ ہوگی، بخلاف اس صورت کے کہ اندھیرے میں دیکھنے یا باریک پردے کی آڑ میں دیکھنے سے یا دور سے دیکھنے میں۔ یعنی پس لینا اور کپڑے کا حجاب ہونا وہ لذت نہیں دیتا جو کہ برہنگی کی حالت میں لذت دیتا ہے۔

4- مواقع اور دل کو پریشان کرنے والے ترددات کا الگ کرنا مثلاً ایک ستر رست، خوشحال بے تردد شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو جو کیفیت اسے ہوگی وہ کیفیت اسے حاصل نہیں ہو سکتی جو اپنے محبوب کو حالت خوف

میں دیکھے یا بیکار درد مند ہے یا اس کا دل کسی ایسے تردد میں جلا ہے کہ دیدار کی کیفیت وہ ابھی محسوس نہیں کرتا۔

اب فرض کرو کہ ایک عاشق کہ جس کا عشق ضعیف ہے وہ اپنے محبوب کو باریک پردے کے پیچھے ذرا سے فاصلے سے دیکھتا ہے۔ اس طرح کہ اس کی صورت کی بابت اچھی طرح نظر نہیں آتی۔ اس پر بھی طرہ یہ کہ اس محب کے ارد گرد پتھر اور سانپ وغیرہ موذی جانور ہیں جو اسے مسلسل کٹنے جا رہے ہیں اور اس کے دل کو پرانندہ کرنے ہیں تو صدف ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو محبوب کے دیدار کی کچھ نہ کچھ تو لذت حاصل ہوگی لیکن اگر اس پر پاکیزہ ایسی حالت آجائے کہ فاصلہ بھی ختم ہو جائے، پردہ بھی ہٹ جائے، موذی جانور بھی ختم ہو جائیں، روشنی بھی خوب ہو۔ یہ شخص تندرست اور بے فکر ہو، شہوت قوی اور شدت عشق بھی انتہاء کو پہنچ جائے تو سوچ طلب امر یہ ہے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا۔ پہلی حالت کو اس دوری حالت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

لذت محض اور لذت دیدار :- اسی طرح ہی معرفت کی لذت اور دیدار کی لذت کی طرف نسبت سمجھنا چاہیے یعنی باریک پردہ تو انسانی بدن ہے، سانپ اور پتھر وغیرہ غلبہ شہوتیں ہیں جو کہ انسان پر مسلط ہیں۔ جیسے بمبوکہ، پیاس، غضب، غم و اندوہ وغیرہ ضعف شہوت و محبت یہ ہے کہ ملا اعلیٰ کا شوق دنیا میں نفس کم ہی رکھتا ہے اور لذت عرفان میں ناقص اور اسفل السافلین کی طرف راغب ہے۔ جس طرح کہ لڑکا چڑیا سے کھیلنے کی وجہ سے لذت ریاست کے پڑھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ پس اگرچہ عارف دنیا میں اس کی معرفت قوی ہو، پھر بھی ان کمالات سے غفلت نہیں ہوتا اور ان ترددات سے خلی ہونا ناممکن ہے۔ ہاں بعض اوقات یہ موانعات کسی طرح کمزور بھی ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جملہ معرفت ایہ نظروں میں چمک جاتا ہے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اتنی زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ دل پٹھنے کے قریب ہو جاتا ہے مگر یہ حالت آنکھوں کو خیر کر دینے والی بجلی کی مانند ہوتی ہے۔ بہت ہی کم ٹھہرتی ہے بلکہ شواغل، انکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہیں کہ جو عارف کو ترددات میں ڈال دیں اور وہ ہمیشہ و سرور مکدر کر دیں اور اس غما ہونے والی زندگی میں تو یہ بات بیشہ ہی رہتی، اس لیے ہنگام موت تک یہ لذت مکدر ہی رہتی ہے۔ عمدہ و اعلیٰ حیات موت کے بعد ہے جس کے لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا عیش الا عیش الاخرۃ، کوئی عیش نہیں ہے مگر آخرت کی عیش۔ اور کلام مجید فرقان حمید میں ارشاد ربّی ہے کہ وان الاحرۃ لہی الحیوان لو کانوا یعلمون "اور پچھلا گھر جو ہے سو یہی جہنا ہے اگر یہ سمجھ رکھتے۔"

دنیا معرفت کا حصول :- جو شخص اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت کو محسوس کرتا ہے۔ اس لیے ہی وہ موت کو بھی اچھا جانتا ہے۔ وہ موت کو برا نہیں جانتا مگر صرف اسی خیال سے کہ معرفت موت آنے سے پہلے پہلے اور زیادہ کامل ہو جائے کیونکہ معرفت ہی کی مانند ہے۔ جس قدر یہاں اچھی اور کامل ہو جائے، اسی قدر ہی اس کا شہو کامل و عمدہ ہوتا قیامت میں میسر ہوگا جبکہ معرفت تو ایک دریائے ناپید انکار ہے تو کو احاطہ کنہ جلال الہی کا تو محال

ہے مگر پھر بھی جتنی معرفت حق تعالیٰ کی اس کے صفات و افعال و اسرار مملکت کی زیادہ اور مضبوط ہوگی اسی قدر ہی لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہوگی اور حتم معرفت کا حاصل کرنا بغیر دنیا کے ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کا پوتا مرزہ قلب کے منہ نہیں ہو سکتا اور اس کا کلیان آخرت میں حاصل ہوتا ہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل السعادات طول العمر فی طاعت اللہ "سعادتوں میں افضل سعادت اللہ کی اطاعت میں گزرنے والی لمبی عمر ہے۔"

فائدہ :- اس لیے اگر عربی ہوگی اور ملاومت فکر مجاہدہ علائق دنیوی سے علیحدگی اور طلب میں مت تن سرگرمی میسر ہوگی تو ظاہر ہے کہ معرفت بھی کامل و وسیع اور زیادہ ہوگی۔ پس جو شخص موت کو محبوب جانتا ہے اسی کی وجہ سے یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو معرفت حق میں ایسے درجے پر دیکھتا ہے کہ اس سے زیادہ ملنا اسے معلوم نہیں ہوتا۔

موت کو اچھا یا برا جانتا ہے۔ اگر کوئی اس نظر سے موت کو برا جانتا ہے کہ اگر عمر زیادہ ہوگی تو معرفت زیادہ ہونے کی توقع رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو اس وقت ممکن الحصول کے درجے سے قاصر جانتا ہے۔ اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا یا اچھا جاننے کی صرف ایک ہی وجہ ہوتی ہے "بغلاف بقیہ تمام مخلوق کے کہ ان کی نظر تو صرف دنیوی شہوتوں پر ہوتی ہے۔ اگر تمام آرزوئیں خاطر خواہ زیادہ میسر ہو جائیں تو پھر لمبی عمر چاہتی ہے اور اگر آرزوئیں کے پورا ہونے میں شگلی ہو تو موت چاہتی ہے حالانکہ یہ باتیں عروہ و نقصان کی ہیں۔ ان کا فضاء محض جہالت و غفلت ہے۔ بد بختی کی جڑ یہی دونوں ہیں جبکہ معرفت تمام سعادتوں کی اصل ہے۔

تعریف عشق :- اس تحقیق سے جس میں عشق و محبت کے معنی معلوم ہو گئے کہ کثرت محبت کو عشق کہتے ہیں۔ نیز معنی لذت معرفت و رویت اور لذت رویت معلوم ہوگی۔ اہل عقل و کمال دونوں کے نزدیک تمام لذتوں سے لذت زین لذت لذت ویدار ہے۔ گو اہل نقصان کے عہدے میں ایسی نہ بھی ہو جیسی کہ لذت ریاست لڑکوں کے نزدیک خدا کی چیزوں سے زیادہ عمد نہیں ہوتی۔

آخرت میں رویت حق کا محل دل ہو گا یا آنکھ :- اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی رویت کا محل آخرت میں دل ہو گا یا آنکھ۔ اس بارے میں لوگوں (بزرگوں) کا اختلاف ہے۔ اہل بیہمت اس اختلاف کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ غافل کو تو آم کھانے سے غرض ہے، پڑ گئے سے نہیں۔ جو شخص عشق کی حالت میں اپنے محبوب کا دیدار کرنا چاہتا ہے، وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ دیدار محبوبہ آنکھوں میں پیدا ہو گا یا پیشانی میں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ محب کی غرض تو رویت محبوب اور اس کی لذت سے ہے۔ اس کے لیے برابر ہے کہ وہ اسے آنکھ کے ذریعے حاصل ہو یا کسی دوسرے اعضاء سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل اور طرف ہے۔ وہ تو دیکھتی ہی نہیں اور نہ ہی اس کا کچھ اعتبار ہے۔ اس بارے میں حق یہ ہے کہ قدرت حق تعالیٰ میں ان دونوں

ہوں کی گنجائش ہے۔ وہ دونوں ہی نعمت دیدار دے سکتا ہے تو یہ صورت تو جواز کی ہے اور ان دونوں جواز کی صورت میں سے آخرت میں کون سی صورت ہوگی۔ یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سننے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔

رویت حق اور عقیدہ اہلسنت و جماعت :- رویت حق تعالیٰ کے بارے میں وہی عقیدہ صحیح ہے جو عقیدہ اہلسنت و جماعت کا ہے کہ آنکھ میں رویت کے لیے قوت دیدار جانیے گی۔ اسی طرح ہی شرعی دلائل سے سمجھ میں آتا ہے کیونکہ الفاظ رویت اور نظر و فیروہ کے استعمال ہوئے ہیں۔ ان سے بظاہر آنکھ کی نظری معلوم ہوتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بلا ضرورت ظاہری الفاظ کی تکویل کرنا جائز نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب)

محبت حق تعالیٰ کے قوی ہونے کے اسباب :- یاد رکھیں کہ آخرت میں لوگوں میں سے سعید ترین اس شخص کا محل ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت قوی ترین رکھتا ہوگا۔ اس لیے کہ آخرت کے معنی بھی یہی ہیں کہ حق تعالیٰ کے پاس آنا اور ملاقات کی سعادت سے شرف حاصل کرنا اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ محب حب اپنے محبوب کے پاس بہت دنوں کے اشتیاق کے بعد جائے گا اور بیش بہا کے لیے حق تعالیٰ کے دیدار سے شرف ہوگا تو وہ اس سطحے میں کسی چیز کو بھی روک ٹوک والی درمیان میں آڑ حائل نہ پائے گا اور رقیب، انبیاء، کعبورت اور امتناع کا خوف بھی بالکل نہیں ہوگا تو اس وقت اسے بھلا کتنی خوشی و لذت حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی۔ پس جتنی زیادہ محبت ہوگی، اتنی ہی زیادہ لذت ہوگی۔

دولت عشق :- ہمارے کو حق تعالیٰ کی محبت تو صرف دنیا میں ہی حاصل ہوتی ہے اور (حقیقت یہ ہے کہ) کوئی بھی ایماندار اصل محبت سے غفل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل معرفت تو بھی میں موجود ہوتی ہے مگر غلبہ محبت اور استیلائے محبت جسے عشق کہتے ہیں، یہ چیز جہنم میں نہیں ہوتی۔

حصول عشق کے اسباب :- عشق کو حاصل کرنے کے دو اسباب ہوتے ہیں۔

1۔ رضوی علاقے سے علیحدہ ہونا اور محبت غیر اللہ کو دل سے نکل دینا۔ اس لیے کہ دل تو برتن کی مثل ہے۔ اگر برتن میں شاپانی ہو تو اس میں سرکے کی گنجائش نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی دو دل عطا نہیں فرمائے کہ ایک دل سے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کرے جبکہ دوسرے دل میں کسی دوسرے کی محبت بھر لے اور اس میں ہی نکلے کہ تمام دل سے حق تعالیٰ کو چاہے۔ جب تک کسی دوسرے کی طرف التفات رکھے گا تو اس کے دل کا ایک کونہ کسی غیر سے مشغول رہے گا تو وہ جتنا کسی غیر میں مشغولیت اختیار کرے گا تو اس میں اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہوگی۔ جس طرح کہ برتن میں جتنا پانی رہتا ہے، اتنی ہی اس میں سرکہ کم آتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اسی طرف ہی اشارہ ہے کہ قل اللہ نہ ذرہم فی خسوفہم یلبعون۔ اسے محبوب آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے اتنا بھرا نہیں چھوڑ دے کہ وہ اپنی ایک بک میں کھلیا کریں اور اس آیت مبارکہ میں

کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم اسنقموا (حم السجہ 30) ترجمہ کنزالایمان :- "بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے۔" کلمہ غیب سے بھی یہی مراد ہے یعنی لا الہ الا اللہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

فائدہ :- کوئی بھی معبود اور محبوب اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں ہے کیونکہ محبوب ہی تو معبود ہوتا ہے کیونکہ عہد کو مقید کہتے ہیں اور وہ جس کا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہے اور محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو محبوب معبود ہوا اس لیے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ارباب من انخذ الہم ہوا (الفرقان 43) ترجمہ کنزالایمان :- "کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے ہی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔"

حدیث :- نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بغض الہ عبد فی الارض الہوی "نہن پر سب سے برا معبود خواہش نفس ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے۔"

حدیث شریف میں آیا ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ خالصا مخلصا دخل الجنۃ "جس نے خالص اور مخلص ہو کر لا الہ الا اللہ کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

اخلاص کا معنی :- اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرے کہ اس میں کسی دوسرے کی شرکت باقی نہ رہے۔ دل کا محبوب معبود اور مقصود تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات پاک ہے۔

دنیا قید خانہ :- جس کا یہ حال ہو تو اس کے لیے تو دنیا قید خانہ ہے کیونکہ دنیا اسے مشاہد، محبوب سے روکتی ہے۔ اس کے حق میں سزا تو قید سے نجات پانا ہے اور محبوب کے پاس چلنا ہے تو جس شخص کا محبوب ہی صرف ایک ہو اور عرصہ دراز سے اس کی طرف شوق رکھتا ہو اور قید خانے میں بند ہو اور اگر وہ قید خانے سے آزاد ہو اور محبوب سے ملے اور ابد لا بلا تک امن و چین میں رہے اس کا کیا کہنا ہے۔

محبت حق کم ہونے کا سبب اول :- اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں کم ہونے کا ایک تو یہ سبب ہے کہ دلوں میں دنیا کی محبت قوی ہے اور اس میں یوٹی "فرزند مل" "اقراب" "دین" "چاہنوں" "بنات اور بیرو تفریح کی محبت بھی داخل ہے۔ یہاں تک کہ اگر جانوروں کی آواز خوش اور مچ کی ہلکی خوشبودار ہوا ملنے سے خوش ہو گا تو دنیا کی محبت کی طرف توجہ دے گا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے نقصان کے درپے ہو گا۔ جتنی زیادہ دنیا سے محبت ہوگی اتنی ہی محبت اسی کم ہوگی جس شخص کو جتنا کچھ دنیا میں ملتا ہے۔ اتنا کچھ ہی آخرت میں کم میسر ہو گا اور جس طرح کوئی شخص مشرق سے جتنا قریب ہوتا ہے اسی قدر مغرب سے دور ہو جاتا ہے اور جتنا زیادہ ایک بلی بلی کو خوش کرے گا اسی قدر ہی اس کی سوسن کو رنج ہوتا ہے۔

دنیا و آخرت کی مثل :- اس لیے دنیا و آخرت کی مثل تو ان دو سوسنوں یا مشرق و مغرب کے ہیں۔ لہذا دل پر تو

یہ بات آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ مشکف ہوئی ہے اور دل محبت دنیا کی بیخ کنی کی تہذیب طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور پاک خوف ورجاء سے ان کا مطیع ہونا ہے۔ پس جو مشقت توبہ صبر زہد اور خوف ورجاء کے ہم نے بیان کیے ہیں وہ محبت کے دونوں ارکان میں سے ایک حاصل کرنے کے ہیں اور وہ ہے غیر اللہ سے دل کو غلی کرنا اور ان کی ابتدا اللہ پر روز قیامت پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے۔ اس سے پھر خوف ورجاء پیدا ہوتے ہیں اور ان دونوں سے توبہ اور ان پر صبر کرنا متفق ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ دنیا، مل و جہا میں اور تمام دنیوی خطوط میں زہد کرنا حاصل ہوتا ہے اور ان سب سے دل محبت غیر اللہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بعد دل میں معرفت الہی اور اس کی محبت آنے کی گنجائش ہوتی ہے غرضیکہ یہ تمام امور صفائی قلب کے مقدمات ہیں۔

محیط قلب :- یہی قلب صفائی دو ارکان محبت میں سے ایک ہے اور اسی طرف ہی حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ اطہور شطر الایمان "طہارت نصف ایمان ہے۔" جیسا کہ شروع شروع میں باب طہارت میں ہم نے اسے تحریر کیا ہے۔

محبت الہی قوی ہونے کا سبب 2 :- اللہ تعالیٰ کی محبت سے قوی ہونے کا دو سبب حق تعالیٰ کی معرفت کا قوی ہونا اور اس کا دل میں کھیل جانا ہے اور یہ امر تمام دنیوی علاقوں اور اس کے شغلوں سے دل پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسا کہ زمین کو جزی یونینوں سے صاف کر کے بیج ڈالتے ہیں۔ محبت کا دوسرا رکن یہی ہے۔ اس سے پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہے اور اس کا نام کلمہ طیبہ ہے جس کی مثل اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ ککشیجۃ طیبۃ اصلہا نابت و فرعہا فی السماء (امیرانیم 24) ترجمہ کنز الایمان :- اللہ نے کسی شان بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جز قائم اور شاخیں آسمان میں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت میں کہ الہ یصعد الکلم الطیب والعسل الصالح (فاطر 10) ترجمہ کنز الایمان :- اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔

فائدہ :- کلمہ طیب سے مراد معرفت ہے۔ اس معرفت کے حق میں عمل صالح حمام کی طرح ہے اور خلوص کی مانند ہے۔ سارا عمل اس لیے ہے کہ پہلے تو دل کو دینا سے پاک کرے۔

علم مکاشف :- بعد ازیں اس طہارت کو باقی رکھے غرضیکہ عمل تو صرف اس معرفت کے لیے ہی مقصود ہوتا ہے۔ علم کیفیت عمل تو عمل کے مطلوب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اول بہن علم ہے اور آخر بھی علم ہے۔ بول تو علم معطل ہے اور اس کی غرض عمل ہے اور عمل سے غرض قلبی صفائی اور اس کی طہارت ہے تاکہ اس میں حق حق ہو اور علم معرفت سے زینت پائے جسے علم مکاشف کہتے ہیں۔

جب یہ معرفت حاصل ہو جائے تو اس کے بعد محبت ضرور ہوگی۔ جس طرح اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل اور صبح ہو۔ جب ضرورت کو ظاہری چشم سے دیکھے گا تو اس سے محبت بھی کرے گا اور اس کی طرف رغبت بھی کرے



مجاور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی کیونکہ محبت کے بعد لذت ضرور ہوتی ہے اور ضروری ہے کہ محبت معرفت کے بعد ہو اور دل سے دعویٰ کاروبار پر طرف ہونے کی اس معرفت کی طرف یہ چیزیں پہنچاتی ہیں یعنی فکر صرف ذکر دائم طلب میں کوشش بہت زیادہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات ملکوت الہاک اور تمام مخلوقات میں دائمی نظر رکھنی اور اس درجے پر جو لوگ پہنچتے ہیں یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

پہلی قسم :- قسم اول زبردست ہے۔ اس کا عمل یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی وجہ سے اس کے فکر کو پہچانتے ہیں۔

قسم دوم :- پہلے افضل کی معرفت کرتے ہیں پھر ان افضل سے فاضل کی طرف کرتے ہیں۔ قسم اول کی طرف اس آیت مبارکہ میں اشارہ ہے۔ اولم یکف بربک انہ علی کل شئی شہید (حم السجہ 53) ترجمہ کنزالایمان :- کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔ اور آیت ذیل میں بھی یہی اشارہ ہے۔ شہد اللہ انہ لا الہ الا ترجمہ کنزالایمان :- اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

رب کی پہچان :- بعض عارفین نے اس فکر سے ہی جواب دیا کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اپنے رب کو تم نے کس چیز سے پہچانا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے رب کو رب سے ہی پہچانا۔ اگر میرا رب نہ ہوتا تو میں اسے نہ پہچانتا۔ دوسری قسم کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے سنوہم ایانا فی الافاق و فی انفسہم حسی بنبین لہم انہ الحق (حم السجہ 53) ترجمہ کنزالایمان :- انہی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دینا ہمیں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ سب شک وہ حق ہے۔ اور اس آیت میں اولم بنظروا فی ملکوت السموت والارض کیا نظر نہیں کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی میں اور اس آیت کے بعد میں قل انظروا ماذا فی السموت والارض (یونس 101) ترجمہ کنزالایمان :- دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا ہے۔ اس آیت مقدس میں الذی خلق سبع سموت طباقا ما فی فی خلق الرحمن من نعوت فارجع البصر هل فی من فطوره ثم ارجع البصر کثرین بشفلب الیک البصر خاسا وهو حسبر (سورۃ الملک 34) ترجمہ کنزالایمان :- جس نے سات آسمان بنائے۔ ایک کے اوپر دوسرا تو رحمن کے بنانے میں کیا فرق دیکھا ہے۔ تو نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے کوئی رخت نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف باہم پلٹ آئے گی حشک مادی (کنزالایمان)

لوریہ طریقہ اکثر لوگوں پر آسان ہے اور اس میں سادگی کے لیے زبان مختص ہے اور اسی پر اکثریت ہدایت قرآنی مستعمل ہے کہ کہیں قدر کا حکم ہے اور کہیں فکر کا کہیں عبرت پکڑنے کا حکم ہے تو کہیں نظروں آمل کرنے کا اور اتنی آیات میں مذکور ہے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

آسان راستہ :- پس اگر یہ کہو کہ یہ تو دونوں راستے ہی مشکل ہیں۔ ہمیں تو کوئی ایسا آسان طریقہ بتائیں جس سے معرفت کے حصول میں عدول کے اور اس سے محبت تک پہنچ سکیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہترین طریقہ تو اللہ

تعلیٰ کی معرفت سے اور تمام مخلوق کی معرفت پر پہنچتا ہے اور وہ طریق باریک ہے۔ اس بارے میں محقق کو کرنی اکثر لوگوں کی سمجھ کی حد سے باہر ہے۔ اسے کتابوں میں لکھنے سے قائلہ نہیں مگر جو طریقہ اس سے آسان اور آسانی ہے وہ البتہ اکثر ہر ایک کی سمجھ میں آسکتا ہے اور اسے سمجھنے سے جو فہم قاصر ہو رہی ہے تو اس کے اسے نہ سمجھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ لوگ تدبیر نہیں کرتے اور مشقوں اور لذات نفس میں الجھے ہوئے ہیں۔ اسے تحریر کرنے میں یہ پابندی ملے ہے کہ اس کا پھیلاؤ اور کثرت بہت ہے۔ اس کی اتنی زیادہ قسمیں ہیں، شمار میں نہیں آسکتیں کیونکہ آسمان بریں سے لے کر زیر زمین تک ایسا کوئی ذرہ نہیں ہے کہ جس ذرے میں عجیب و غریب نشانیوں، مکمل قدرت اور بہت زیادہ جلال و عظمت اشیاء پر دلالت نہ کرے اور اس کے بے انتہاء ذرات ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فل لوکان البحر مدادا الکلمات ویس لنفد البحر قبل ان ننفذ کلمات ربی (ا کہت 109) ترجمہ کنز الایمان :- تم قرآن کو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ پس ایسے ذکر میں مشغول ہونا علوم کا شرف میں غوطہ مارنا ہے۔

امثل :- یہ بھی ممکن نہیں کہ اسے علوم معاملہ کا عقلی کی حیثیت سے تحریر کیا جائے، اس لیے کہ لازم ہوا کہ مختصر طور پر ایک مثالی بطور رمز ایما بیان کر دی جائے تاکہ اس مثالی کی بنا پر اس کے جس پر متبہ ہو جائے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں طریقوں میں سے آسان ترین طریقہ افعال کو دیکھنا ہے۔ اس لیے ہم اسی کا ذکر ہی کرتے ہیں اور (مشکل و اعلیٰ) طریقہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ افعال الہی کو دیکھنے والے بھی بہت ہیں۔ ان میں سے کم ترین، معمولی اور صغیر لے کر اس کے عجائب میں نظر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں اور آسمانی ملکوت کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سب سے کمترین زمین اور اس کے لوہے کی چیزیں ہیں۔ زمین کو اگر جسم و حجم کی رو سے دیکھیں تو سورج سیکنڈوں گنا زمین سے بڑا ہونے کے باوجود چھوٹا معلوم ہوتا ہے تو سورج کی نسبت کر اس کی چھوٹی سو جی چاہیے۔ پھر سورج کا چھوٹا پن اس آسمان کی نسبت کر دیکھو جس میں وہ جڑا ہوا ہے کہ اس سے سورج کو کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ اس کا مقام چوتھے آسمان میں ہے۔ یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانوں سے چھوٹا ہے اور ساتواں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے جنگل میں کوئی لوہے کا کڑا پڑا ہوا ہے اور اسی طرح ہی فرش میں ہے۔ یہ فکر تو ان کے وجود پر ان کے حجم کے اعتبار سے ہوئی جس کی رو سے ان کے سامنے ساری زمینیں کتنی معمولی ٹھہری ہے بلکہ سمندروں کی نسبت زمین کو دیکھا جائے تو پھر بھی زمین بہت چھوٹی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ الارض فی البحر کالاصطبل فی الارض "زمین سمندر میں اصطبل کی مانند ہے" زمین میں۔ "اور تجربہ مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے یعنی معلوم ہوا ہے کہ جتنا پانی زمین سے باہر ہے اسے تمام گہا کے ساتھ وہ نسبت ہے جو نسبت ایک چھوٹے جزیرے کو تمام خشکی سے ہے۔ پھر آدی کو دیکھنا چاہیے کہ آدی مٹی سے بنا ہے جبکہ مٹی زمین کا صرف ایک ہی جزو ہے۔ یونہی تمام حیوانوں کو دیکھیں کہ زمین کی نسبت چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ان تمام حیوانوں کو بھی چھوڑو۔ تم صرف ان حیوانوں کو دیکھو جنہیں تمام سے چھوٹا جانتے ہو، ان میں سے چھڑ شد کی کہی یا جو اس قسم کے (معمولی

حیوانیات) ہوں انہیں دیکھو۔

پھر:- پھر کو دیکھیے۔ اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے تہل کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانیات سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل پہ بنایا ہے کہ اس کی ہاتھی کی طرح ایک سونڈ لگائی۔ اتنی چھوٹی سی جسامت کے بلوچہ ہونے اعضاء ہاتھی کو عنایت فرمائے اتنے ہی اعضاء پھر کو بھی عطا فرمائے بلکہ ہاتھی سے بھی دو یا زیادہ عطا فرما دیئے۔ پھر یہ دیکھیں کہ اس کے ظاہری اعضاء کو کس طرح تقسیم فرمایا ہے کہ بازو لگائے ہاتھ پاؤں بنائے آنکھ اور کان عطا کیے۔ علاوہ ازیں یا ملٹی اعضاء بھی جس طرح دوسرے حیوانوں کے بنائے اور ان میں قوت نظریہ، جاذبہ، دافعہ، مسک اور ہنسنہ وغیرہ اسی طرح ہی دیں جیسے دوسرے حیوانوں کو دیں۔ یہ تو بے مشکل و صحت کا حل۔

اب اس کی غذا دیکھیں کہ اس کی غذا کس قسم کی تھلائی کہ اس کی غذا آدمی کا خون ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے آدمی کی طرف اڑنے کے لیے ضروری سلان بھی بہم پہنچا دیا اور اس کی سونڈ لوہی لور تیز بنائی اور اسے انسان جلد کے مسام کیسے تھلائے کہ ان مساموں میں سے کسی ایک میں اپنی سونڈ رکھے اور اسے کیسا سخت بنایا کہ اپنی سونڈ مسام میں بھسواتا ہے اور اسے خون چوسنا اور خون پینا کیسے بتا دیا اور سونڈ کو اتنی تہل ہونے کے بلوچہ کیسا بخوف بنایا کہ اس کے ذریعے خون پتا ہو کر اس کے پیٹ میں چلا جائے اور تمام اعضاء میں پھیل کر اسے غذا پہنچا دے۔ پھر اس کے معدے اور دوسرے اعضاء اعضاء ہاتھی کو خیال کرنا کہ کتنے چھوٹے ہوں گے اور اسے کیسا ہانا دیا کہ انسان اسے اپنے ہاتھ سے مارا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بھاننے کا حیلہ بھی سکھایا۔ فرار ہونے کے سلسلے میں ضروری سلان بھی عطا کر دیا اور اس کے کان ایسے بنائے کہ جس سے ہاتھ کی چھوٹی سی حرکت کی آواز بھی من لیتا ہے مگر ابھی اس سے ہاتھ دور ہوتا ہے۔ حرکت کی آواز سننے ہی کاٹنا چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ پھر جب ہاتھ رک جاتا ہے تو یہ پھر چلا آتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کے ڈھیلے کس طرح بنائے کہ اپنی غذا کا مقام دیکھ لیتا ہے حالانکہ اس کا چوہڑا سا ہوتا ہے اور چونکہ ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہونوں کا تحمل نہ تھا اور آئینہ ڈھیلے کے لیے پوٹے بنزول آگ جلا ہوا کرتے ہیں کہ خس و خاشاک اور قہار سے اسے صاف رکھے، غذا پھر لور کھسکی کے لیے دو پاؤں بنا دیئے۔ اسی لیے کھسکی کو دیکھتے ہو کہ اپنے دونوں پاؤں سے آنکھ کے ڈھیلے بیٹھ صاف کرتی رہتی ہے اور انسان لور بڑے حیوانیات کے ڈھیلوں کے لیے پوٹے پیدا فرما دیئے کہ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور ان دونوں کے کنارے پٹے رکھے تاکہ اگر ڈھیلوں پر گر دیا قہار آجائے تو اسے اٹھا کر کے پگھوں پر اڑا دیں اور پاؤں کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو پھیلنے نہ دیں لور دیکھنے میں معلوم ہوں لور آنکھ خوبصورت معلوم ہو لور بوقت قہار آنکھ پر جل سا پڑ جائے کہ آنکھ میں قہار داخل نہ ہو سکے لور جل کے پروے سے دیکھنے میں خلل بھی پیدا نہ ہو جبکہ پھر کے دو ڈھیلے دونوں کے بغیر صاف جلا دیا بنائے لور اسے مقامی کا طریقہ بھی بتا دیا کہ دو اپنے دونوں پاؤں سے صاف کرتا ہے اور لور قہار اس کی قوت جلا کر دھو رہی ہے اسی لیے وہ چراغ پر گر پڑتا ہے کیونکہ نظریہ کمزوری کی وجہ

سے وہ دن کی روشنی کا طلبکار ہوتا ہے۔ جب وہ چراغ کی روشنی دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو اندھیری کوٹھڑی میں سمجھتا ہے جبکہ چراغ کی روشنی کو روشندان سمجھتے ہوئے روشنی کی طلب میں چراغ کی طرف جاتا ہے اور جب اس سے آگے بڑھ کر اندھیرا دیکھتا ہے تو یقین کرتا ہے کہ روشندان مجھے نہیں ملا اور اس روشندان کی سیدھ میں نہیں پہنچا تب پھر دوبارہ چراغ کی طرف واپس مڑتا ہے۔ یہی تک کہ اس میں جمل جاتا ہے۔

فائدہ :- اس سے شاید ہمیں یہ خیال ہو کہ یہ امر تو اس کے نقص اور جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے تو یاد رکھیں کہ پھر کی اس جہالت سے بڑھ کر تو انسان کی جہالت ہے۔ دیکھیں آدمی بھی تو قدرتی مشقوتوں پر کرنے میں ایسا ہی واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ پروانہ آگ میں گرنے میں واقع ہوا ہے کیونکہ انوار شمرات کے اطوار صورت ظاہری کی رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہیں اور اسے یہ معلوم بالکل ہیں ہوتا کہ ان کے نیچے زہر قاتل ہے۔ اس لیے اپنے فقس کو ہمیشہ مشقوتوں میں ڈالتا ہی رہتا ہے۔ یہی تک کہ انبیاء میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کی ہلاکت میں جا گرتا ہے۔ کاش کہ جمل انسانی صرف پروانے جیسا ہی ہوتا مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان کا جمل پھر جیسا بھی نہیں ہے۔ وہ تو ظاہر کی روشنی میں دھوکہ کھا کر جمل جاتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جاتا ہے جبکہ آدمی تو مشقوتوں میں پھنسنے سے یا ہمیشہ کو یا مدت محدود دوزخ کی آگ میں رہتا ہے اور اسی جہت کی بنا پر ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے انکم تنحافنون علی النار تھافت النارش وانا اخذنا بجزمکم تم آگ پر پروانوں کی طرح گرتے ہو میں تمہاری کرچا کرتا ہوں۔"

خلاصہ :- اس جھوٹے سے چانور (پھر) میں یہ شہ مجیب صفت العیہ ہے اور اس میں اسنے عجائبات ہیں کہ اگر لوہین و آخرین تمام لوگ مل کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہیں تو اس کی حقیقت پر کب پہنچیں گے جو باتیں ظاہری شکل و صورت میں صاف صاف ہیں وہ معلوم نہیں ہوتیں تو پھر شیدہ امور کا جاننا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہے۔

شہد کی مکھی کے عجائبات :- ہر ایک جاندار اور روئیگی میں ایک یا کئی عجائبات ہیں کہ صرف اسی میں ہی خاص ہیں کسی دوسرے میں وہ نہیں پائی جاتیں مثلاً شہد کی مکھی میں غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس طرح تیار کیا کہ لوہے و درختوں پہناؤں مکانات پر وہ اپنا جتہ بناتی ہیں۔ شہد کی مکھی کے لعاب سے موم اور شہ تیار ہوتا ہے۔ ایک روشنی کرنے کے لیے کام آتا ہے جبکہ دوسرے (شہد) میں مختلف امراض کی شفا رکھی گئی ہے۔ پھر مزہ اس کی عجیب و غریب ہوتوں پر غور فرمائیں کہ یہ مکھی صرف پھولوں اور کلیوں پر ہی فیضی ہے جبکہ مہاست اور پلیدی کے اور گرد ہرگز نہیں جاتی ہے۔ اپنے حاکم کی اطاعت کرتی ہے جو ان سب سے بڑی ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حاکم میں بھی یہ عدل و انصاف رکھا ہے کہ اگر کوئی مکھی مہاست پر بیٹھ کر پھر چستے میں جانا چاہتی ہے تو ایسی مکھی جان سے مار دی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں اس کے مکان کو دیکھیے کہ وہ موسم کیسا بناتی ہے؟ مسلمانوں پر کار کے بغیر مسدس نماز کے پائی جاتی ہے۔ گول، چوکے اور پانچ کھونٹ کے نہیں بناتی (یعنی مختلف قسم کے بنانے کی بجائے ایک جیسے ہی) صرف مسدس چھ گوشوں والے ہی بناتی ہے۔ اس کی بھی ایک وجہ یہ ہے کہ مسدس بھی نہ جانتے ہوں گے یعنی تمام سے زیادہ وسیع شکل دائرے کی ہے یا وہ جو اس سے قریب ہو، اس لیے کہ مربع میں تو کونے بیکار رہ جاتے ہیں کہ کسی کا جسم گول ہوتا ہے تو مربع میں رہنے سے زلوئے بیکار جاتے ہیں اور اگر گول بناتی تو انہیں ایک دوسرے سے ملائے میں قریبے بیکار رہ جاتے، اس لیے کہ گول چیزیں جب ایک دوسری سے ملتی ہیں تو ابھی طرح متصل نہیں ہوتی ہیں اور زلوئے دار شکلوں میں ایسا کوئی بھی نہیں کہ تنگنائش میں سے تو وہ گول شکل کی طرح کام دے اور ایک دوسری سے ملنے میں اس میں فرق نہ رہے۔ مسدس شکل کے سوا کیونکہ مسدس میں یہ دونوں صفیں پائی جاتی ہیں، صرف اس شکل ہی میں خاصیت ہے تو اس میں مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے جانور کو یہ تمام باتیں کس طرح بتا دیں اور اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر فرمایا کہ جس چیز کی بھی اسے ضرورت تھی، اس کی اسے تعلیم دے دی تاکہ آرام و سکون سے اپنی زندگی گزارے۔ ان باتوں میں اگر غور کریں اور پیٹ کے دھندوں سے اگر فرصت بھی میسر ہو، نفسانی شہوتوں، عداوت، حسرتوں اور طرفداری پر لڑوں وغیرہ سے بھی بے فکری میسر ہو تو پھر جانیں کہ یہ تمام کیسی عجیب و غریب باتیں ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے معمولی معمولی سے بے قدر جانوروں میں اپنی عنایت اور احسان سے رکھی ہیں۔ اب انہیں ملاحظہ فرما کر ہمیں عبرت پکڑنی چاہیے اور زمین و آسمان کے اسرار و رموز کو تو چھوڑیے۔ جو کچھ ہماری ناقص سمجھ میں آیا ہے، اگر صرف وہی کچھ واضح کر کے بیان کیا جائے تو اس کے لیے بھی بہت لمبی لمبی عمریں ضروری ہیں حالانکہ ہمارے علم و علمائے کرام اور انبیائے کرام کے علوم کے بد مقابل کچھ بھی نہیں ہے اور تمام مخلوقات کے علوم اللہ تعالیٰ کے علم سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے بلکہ جو باتیں بھی مخلوق کو معلوم ہوتی ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے علم ہی نہیں کہنا چاہیے۔

خلاصہ :- اس جیسی باتیں سوچنے سے وہ معرفت زیادہ ہوتی ہے جو دونوں طریقوں میں سے آسمان ترین طریقہ سے حاصل ہوتی ہے۔ معرفت کی زیادتی سے محبت بھی بڑھتی ہے۔ پس اگر ہمیں ملاقات الہی کی سعادت سے شرف حاصل کرنے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت ڈال دو۔ ذکر و رجم اور فکر لازم میں مستغرق رہیے۔ اس سے عجب نہیں کہ کچھ نہ کچھ تو مل رہے اور اس تھوڑی سی چیز کے بدلے میں ایسا بادشاہی مل جائے جس کی انتہاء بھی نہ ہو (یعنی بہت بڑی)

حبیب خدا عزوجل کون؟ :- حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت حق تعالیٰ کی یہ علامت ہے کہ اسے اپنے نفس پر اختیار کرے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے امر کی اطاعت کرے وہی اس کا حبیب ہو جاتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حبیب تو وہ ہوتا ہے جو ان کموں سے بچ جن کے کرنے سے اللہ

تعلیٰ نے منع فرمایا ہے۔

آپ کا یہ قول حقیقتاً صحیح ہے اس لیے کہ اللہ کے ساتھ سبب محبت حق تعلیٰ کا بندے کے ساتھ ہوتی ہے۔  
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ بحبوہ وحبوبہ اللہ تعالیٰ جب بندے کو محبوب جانتا ہے تو پھر اس بندے کا  
 کفیل خود ہو جاتا ہے اور اسے دشمنوں پر غالب رکھتا ہے۔ چونکہ بندہ کا دشمن اس کا اپنا نفس اور شہوات ہیں تو اللہ  
 تعالیٰ اسے رسوا و ذلیل ہرگز نہیں کرے گا اور نہ ہی خواہش شہوات کے حوالے کرے گا۔ خود فرمانا ہے واللہ اعلم  
 باعدائکم وکفی باللہ نصیراً (انعام 45) ترجمہ کنز الایمان :- اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے  
 دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے دلی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

معرفت کی کمی :- حکام کی بے فرمانی اصل محبت کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس سے کل محبت میں ہوتا ہے۔  
 بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے نفس سے محبت رکھتے ہیں وہ جب بیمار ہوتے ہیں۔ مدد کو محبوب جانتے  
 ہیں مگر اس کے باوجود نقصان دہ چیزیں بھی کھا لیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہیں اپنے نفس سے محبت  
 نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی معرفت کم ہے اور خواہش غالب اس لیے حق محبت پر قائم رہنے سے انسان عاجز  
 رہ جاتا ہے۔

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم :- حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ بہت جلد نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت علیہ میں گناہوں کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے حاضر  
 ہوتے تھے۔ ایک بار حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حد  
 لگوا دی۔ ایک دوسرے صحابی نے انہیں لعنت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اسے لعنت نہ کرو  
 (کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔" (بخاری شریف)

فائدہ :- معلوم ہوا صرف ارتکاب گناہ کی وجہ سے اسے محبت سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں البتہ ارتکاب گناہ کل  
 محبت سے ضرور خارج کر دیتا ہے۔

بعض عارفین کا قول :- بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کا ایمان جب ظاہر دل میں ہوتا ہے تو وہ اللہ  
 تعالیٰ سے درمیانہ درجہ کی محبت رکھتا ہے اور جب ایمان پہ کسی کے دل میں چلا جاتا ہے تو پھر پوری محبت کرنا ہے اور  
 گناہوں کو ترک کر دیتا ہے۔

فائدہ :- محبت کا دعویٰ کرنے میں خطروہ ہے اسی لیے حضرت فکیر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب دریافت  
 کیا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو خاموشی اختیار کرو اور کچھ بھی جواب نہ دو کیونکہ اگر زبان سے نہیں  
 کہو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر ہاں کہو گے تو تمہارے اوصاف تو مجنوں جیسے بھی نہیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے

غضب سے ڈرو، جو خدا دعویٰ نہ کرے۔

بعض علماء کا قول :- بعض علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں اہل معرفت و محبت کی لذت سے زیادہ کڑواہٹ راحت نہیں ہے اور نہ ہی دوزخ میں کوئی سخت ترین عذاب اس شخص کے عذاب سے زیادہ ہے کہ جو دعویٰ تو محبت کا کرے اور کوئی بھی بات محبت کی اس میں نہ پائی جاتی ہو۔

محبت کی علامت :- محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شدت سے حرص رکھنے والا ہو کہ ذکر حق سے اس کی زبان نہ جھکے اور نہ ہی اس کا دل ذکر حق سے غلی ہو۔ اسی لیے جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے تو وہ اس کا ذکر بہت زیادہ کرتا ہے۔ اس کے بارے میں جو چیزیں بھی ہوتی ہیں، ان تمام کو وہ یاد کیا کرتا ہے۔

محبت الہی کی علامت :- پس محبت حق تعالیٰ کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کے ذکر سے محبت ہو اور اس کے کلام (قرآن مجید) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہو۔ یونہی جو چیز بھی حق تعالیٰ سے نسبت رکھتی ہے، ہر اس چیز سے محبت رکھے۔

دنوی محبت کی ایک علامت :- اگر کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ محبوب کے کتنے سے بھی محبت کرتا ہے۔ (جیسے جنوں کی کمانی مشہور ہے۔ اسی غفلت اور یہی ظاہر بھی ہے کیونکہ جب محبت قوی ہو جاتی ہے تو محبوب سے نسبت رکھنے والی تمام چیزوں سے محبت ہو جاتی ہے اور اسے محبت میں شریک نہیں سمجھتا چاہے اس لیے کہ رسول سے محبت کرے کہ رسول محبوب کا رسول ہے یا کلام کو اس لیے محبوب جانتا ہے کہ یہ کلام (محبوب) کا کلام ہے۔ یہ (رسول و کلام سے) محبت عین محبوب کی ہی محبت ہے۔ اس کے سوا کی محبت بالکل نہیں بلکہ محبوب کے مشغولیت سے محبت ہوتی ہے۔ یہی محبت کمال محبت پر دلالت کرتی ہے۔ جس کے دل پر محبت حق کا ظہر ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسے محبوب حقیقی نے پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید اور رسول کریم اور اولیاء صلحاء سے کس طرح محبت نہیں کرے کہ اس کے مشغولیت ہم تحقیق باب آداب الصہبت اور بھائی چارہ میں تحریر کر چکے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قل ان کنتم تحبون النبی فانحبوا منی بحبکم اللہ تمہر کنز الایمان :- اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

حدیث شریف :- نبی کریم ﷺ رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ احبوا اللہ لسانہنکم بہ من نعمہ واحبوا اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمت سے پالا ہے اور مجھ سے محبت اللہ تعالیٰ کے واسطے کرو۔

اللہ والوں سے محبت کرتا :- حضرت سلمان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے محبت

کرنے والے سے محبت کرنا ہے۔ وہ حیصۃ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اکرام اور تعظیم کرنے والے کا اکرام و تعظیم کرتا ہے۔ وہ شخص حیصۃ اللہ تعالیٰ کی ہی تعظیم کرتا ہے۔

محبت قرآن :- ایک اہل ارادت فرماتے ہیں کہ ارواح کے دلوں مجھے مناجات کا مڑوٹا۔ میں نے ایک شب درود قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ پھر کچھ دن قرأت چھوڑ بیٹھا تو میں نے خواب میں ایک منادی سے سنا کہ وہ منادی مجھ سے یہ کہتا ہے کہ اگر تجھے ہم سے محبت کا دعویٰ ہے تو تو نے ہماری کتاب پر کیوں ظلم کیا؟ کیا تو نے ہمارے لطیف عتاب کو جو کہ اس میں ہے، ٹال نہیں کیا؟ اس کے بعد جب میں جاگا تو میرے دل میں قرآن حکیم کی محبت بھری ہوئی تھی اور اپنی پہلی حالت پہ میں قائم ہو گیا۔

فائدہ :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ اپنے نفس سے سوائے قرآن حکیم کے اور کسی دوسری چیز کی درخواست نہ کرے کیونکہ جو شخص قرآن حکیم سے محبت کرے گا تو وہ حیصۃ اللہ تعالیٰ سے ہی محبت کرے گا اور اگر قرآن حکیم سے محبت نہیں ہوگی تو پھر اللہ تعالیٰ سے بھی محبت ہرگز نہیں ہوگی۔

محبت قرآن ہے، محبت حق کی پہچان ہے :- حضرت صل تستری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت قرآن محبت الہی کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ اور قرآن حکیم سے محبت کی پہچان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی پہچان آپ کے طریقے سے محبت ہے۔ آپ کے طریق سے محبت کا نشان محبت آخرت ہے۔ محبت آخرت کی پہچان بغض دنیا ہے اور بغض دنیا کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں سوائے زاد آخرت کے اور کچھ بھی نہ حاصل کرے۔

محبت کی ایک اور علامت :- محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ خلوت، مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے محبت ہو۔ تہجد پر مداومت کرے اور شب کے اطمینان عرائق کو دور ہونے سے صفائی وقت کو قیمت سمجھے۔

محبت کا کم درجہ :- محبت کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ محبوب سے خلوت اور اس کی مناجات سے لذت حاصل کرنے کو آسائش جانے تو جو شخص اس کے نزدیک سوتے اور دوسروں سے بات چیت کو مناجات الہی سے زیادہ عمدہ دانہ جانے تو ایسے شخص کی محبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

حکایت :- حضرت ابراہیم بن اوجم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پہاڑ سے اترنے کے بعد پوچھا کہ آپ کہیں سے تشریف لائے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا ”ہنس پاشہ سے“

وحی داؤد :- حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں روایت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میری مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ محبت نہ کر کیونکہ میں وہ طرح کے اشخاص کو اپنے پاس سے جدا کر دیتا ہوں۔ ایک تو اس شخص



کو جو میرے ثواب کو دیر جان کر جدا ہو گیا۔ دوسرا وہ شخص جو مجھے بھول کر اپنے علی سے خوش ہو گیا اور اس کی پہچان یہ ہے کہ میں جس شخص کو چھوڑ دیتا ہوں اس کی پہچان یہ ہے کہ میں اسے اسی کے نفس کے حوالے کر دیتا ہوں اور حیران و پریشان دنیا میں چھوڑ دیتا ہوں اور جب آدمی غیر اللہ سے مانوس ہو جائے تو وہ شخص جتنا غیر اللہ سے مانوس ہوگا اتنی ہی اسے اللہ تعالیٰ سے وحشت ہوگی اور درجہ محبت سے محروم ہو جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور واقعہ برج غلام :- برج غلام کے حالات کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ جن کے طفیل حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ہاروش کے لیے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برج ہے تو اچھا بندہ مگر اس میں ایک عیب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ اس کا کیا عیب ہے؟ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا اسے قسیم صحرا اچھی محسوس ہوتی ہے اس لیے اس کی جانب مائل ہے۔ جو شخص مجھ سے محبت کیا کرتا ہے وہ کسی دوسری چیز کی طرف میلان و رقت نہیں کرتا۔

حکایت :- ایک عابد نے کسی بخش میں کافی عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ پھر ایک پرندے کو دیکھا کہ ایک درخت پر اس پرندے نے گھونسلایا ہے۔ اسی میں بیٹھ کر بیٹھ کر رہتا ہے۔ عابد نے اپنے آپ سے کہا اگر میں اپنی عبادت کی جگہ اس گھونسلے والے درخت کے پاس بیٹھوں تو پھر اس پرندے کے بیٹھنے سے کچھ تو دل لگی حاصل ہوگی۔ درخت کے پاس جب عبادت گاہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی پر وحی فرمائی کہ فلاں عابد کو فرما دیجئے کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہے۔ اس کی مزا کے طور پر میں نے تیرا ایک ایسا درجہ کم کر دیا ہے کہ وہ درجہ اب حیرے کسی بھی عمل سے نہ حاصل ہو سکے گا۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ کمال انس کا ہونا محبت کی ایک علامت ہے۔ محبوب کے ساتھ مناجات اور کمال لذت کا ہونا اس کے ساتھ اکیلے ہونے میں اور جو چیز بھی خلوت و مناجات میں کدورت پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں اس سے کمال درجہ کی وحشت ہے۔

علامت انس :- انس کی نشانی یہ ہے کہ لذت مناجات میں محض و قسم اچھی طرح ڈوبا ہوا ہو جس طرح کہ کوئی شخص اپنے محبوب سے کام کرتے ہوئے مناجات کرتا ہے اور یہ لذت بعض اکابرین کو اس حد تک حاصل ہوئی کہ وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ اسی حالت میں ان کے گھر کو آگ لگی جس کی انہیں بالکل خبر نہ ہوئی اور بعض بزرگوں کا بیماری کی وجہ سے پاؤں نماز پڑھتے ہوئے کانٹا لگا لیا تو انہیں پاؤں کٹنے کی خبر بھی نہ ہوئی اور جب محبت و انس عابد ہو جاتا ہے۔ پس خلوت و مناجات، آنکھ کی نمونڈ کو اور کیچے کا سکون ہوتی ہے کہ تمام فکر ان سے الگ ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں دل پر ایسی حاوی ہوتی ہیں کہ جب تک دنیوی امور کئی ہمارے دل میں نہیں پڑتے اس وقت تک ان کی سمجھ میں نہیں آتے۔ جس طرح کہ کوئی عاشق زار کہ وہ زبان سے تو عام لوگوں سے گفتگو کرتا ہے مگر باطنی طور پر اپنے محبوب کی یاد میں مشغول ہوتا ہے۔

عجب :- جب اسے کہتے ہیں جسے سوائے محبوب کے اطمینان نہ ہو۔ حضرت قلبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ الذین امنوا وطمعن قلوبہم بذكر الله الا بذكر الله نطمعن (الرعد 28) ترجمہ کنز الایمان :- وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں مگر اللہ ہی کی یاد میں دلوں کا چین ہے۔

فائدہ :- اطمینان سے خوشی اور دلوں کا انس ملا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی غافلتا محبت حق تعالیٰ کا ذائقہ چکاتا ہے تو اسے یہ مزہ طلب دنیا سے منع کر دیتا ہے اور تمام آدمیوں سے قطع کر دیتا ہے۔ حضرت سہیل بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبوب کبھی بھی اپنے محبوب کے ذکر سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی :- اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جو شخص بھی میری محبت کا دعویٰ کرے اور رات جب چھا جائے تو وہ محبت کا دعویدار مجھ سے غافل ہو کر سو جائے تو وہ جھوٹا ہے کیونکہ وہ کیا محبوب ہے جو (محب کھلانے کے باوجود) اپنے حبیب سے ملاقات کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ طالبوں کے لیے میں تو اس وقت موجود رہتا ہوں اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہوتا تو پھر مجھے طلب کرتا۔

کلمہ اللہ کی عرض :- حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ الہی تو کمال ہے کہ میں حیرے پاس آنے کا ارادہ و قصد کروں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو کہ جب بھی تو میرا قصد کرے گا تو فوراً پہنچ جائے گا۔

محبت حق تعالیٰ اور نفس :- حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو شخص محبت کرتا ہے وہ اپنے نفس سے دشمنی رکھتا ہے۔

محب اور تین شخصیتیں :- یہ بھی حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص میں یہ تین شخصیتیں نہیں ہیں وہ محب نہیں ہو سکتا۔

1- پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو باقی تمام مخلوق کے کلام پر ترجیح دے۔

2- اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو تمام مخلوق کی ملاقات پر ترجیح دے۔

3- تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو تمام مخلوق کی خدمت سے زیادہ اچھا جانے۔

علامت محبت :- عطاہ ازس محبت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا جو چیز بھی اس کے پاس سے جاتی رہے اس کا افسوس نہ کرے لیکن (یہ بات یاد رکھیں) اگر کوئی کہہ لے کہ اللہ کے ذکر اور عبادت کے بغیر گزر جائے تو اس کا افسوس بہت زیادہ کرے اور غفلت کا شکار جب بھی ہو جائے تو فوراً توبہ اور استغفار کرے۔

اکابرین کے اقوال :- بعض اکابرین کا قول مبارک ہے کہ کچھ بندے اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی ہیں کہ اسے اپنا محبوب کر کے بس مطمئن ہو گئے۔ انہیں کسی بھی گنتی ہوئی چیز کا غم ہانکل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ لذت نفس میں مصروف ہوتے ہیں، اس لیے کہ ملک ان کے مالک کا مال ہے۔ ان کا مالک جو کچھ چاہتا رہی ہو جاتا ہے جو کہ حسیں انہیں کے لیے ہے۔ وہ انہیں ہی چاہتا ہے اور جو کچھ ان سے چمن جاتا ہے وہ ان کی خاطر اچھی تدبیر کرتا ہے۔

عجب کو چاہیے کہ اپنی غفلت سے رجوع کرے تو صرف حقیقی محبوب کی طرف ہی متوجہ ہو کر یوں اس کے توفیق کو دور کرنے کی سعی کرے کہ یا اللہ! تو نے اپنا احسان مجھ سے کون سے تصور کی وجہ سے الگ کر لیا اور مجھے اپنی بارگاہ سے دور کر کے نفس و شیطان کی بزدلی میں شامل کر دیا۔ اس طریقے سے ذکر الہی کی مغالور دل کی نری پیدا ہو جائے گی اور جو پہلی غفلت چھائی تھی اس کا بدل بن جائے گی۔ سنئے ذکر اور قلبی مغال کی سبب بن جائے گی۔ جب عجب محبوب کے علاوہ کچھ بھی نہ دیکھے گا تمام اشیاء اسی سے جانے کا تو پھر وہ کسی چیز کے چلے جانے پر القوس ہانکل نہیں کرے گا۔ ہر حال میں راضی رہے گا اور جانے گا کہ محبوب حقیقی نے یہی کچھ میرے حق میں مقدر کیا ہے کہ جس میں میری بھلائی ہے اور اس کے ارشاد گرامی کو یاد کرے گا کہ وہ فرماتا ہے وعسی ان تکروا اشیاء وهو خیر لکم

علامت محبت :- محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اطاعت الہی سے راحت پائے اور اسے اجنبی جانے۔ لوائے اطاعت میں محنت و مشقت کچھ بھی معلوم نہ ہو جس طرح کہ بنی اکابرین کا قول ہے کہ ہم نے میں سل تک تو معیت بھری پھر اس کے ذریعے میں سل لذت حاصل کی۔

خوش رہنا :- حضرت جید رحمت اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت کی یہ نشانی ہے کہ ہمیشہ خوش رہنا اور کوشش اس طرح کرنا کہ بدن تو تھک جائے مگر دل نہ تھکے۔

محبت میں سیری نہیں :- بعض اکابر ارشاد فرماتے ہیں کہ عمل محبت میں تھکوت نہیں ہوتی اور بعض علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کبھی بھی عجب کو طاعت میں سیری نہیں ہوگی 'خود ہرے و سوں پہ ہی پہنچ جائے۔ پس اسی جیسی باتیں مشہدات میں بھی ہیں۔

فائدہ :- عجب اپنے محبوب کی محبت میں کوشش کرنے سے ہرگز نہیں تھکتا اور اس کی خدمت کو دل سے اچھا جانتا ہے اور اس میں مزہ محسوس ہوتا ہے 'خود وہ خدمت بدن پر گروں ہی گزارے۔ اگر باقرض عمل اس کا بدن عاجز بھی ہو جائے تو پھر بھی سب سے محبوب چیز اس کے نزدیک یہ ہوگی کہ اس کے بدن میں پھر دوبارہ طاعت آجائے گی اور ججز اس کی جاتی رہے تاکہ پھر دوبارہ محبوب کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ہوتی ہے کہ اس کے طلبہ میں طاعت و خدمت سے اعلیٰ کوئی چیز بھی معلوم نہیں ہوتی۔

تکبر۔۔۔ تادمے کی بات ہے کہ آدمی پر جو محبت غالب آجاتی ہے، وہ اس سے کتر کر رہتی ہے۔ مثل کے طور پر جس کا محبوب کسل کی نسبت کر اسے زیادہ محبوب ہو گا تو وہ محبوب کی خدمت میں سستی چھوڑ دے گا۔ اگر اسے محبوب، دل سے زیادہ محبوب ہو گا تو وہ دل کو چھوڑ دے گا۔

حکایت :- کسی عجب نے اپنا حق من و دھن سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اس کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ کسی نے اس سے پوچھا "تمہارا یہ محل محبت میں کیسے ہوا؟" اس نے جواب دیا کہ ایک دن ایک عجب کو میں نے سنا کہ وہ اپنے محبوب سے خلوت میں عرض کر رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں تجھے دل سے چاہتا ہوں، جبکہ تو میری طرف بالکل توجہ نہیں کرتا۔ محبوب نے جواب دیا "اگر تجھے مجھ سے محبت ہے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تو مجھ پر کیا خرچ کرے گا؟" اولاً تو جو کچھ بھی میری ملکیت ہیں وہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ بعد ازاں اپنی جان بھی قربان کر دوں گا تو راضی ہو۔

یہ باتیں سن کر میں نے سوچا کہ جب بندے کے ساتھ بندے کی محبت کا یہ محل ہے تو بندے کو اللہ کے ساتھ کیسے ہونا چاہیے؟ میری محبت کی ترقی کا یہی سبب بنا۔

محبت کی علامت :- محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں پر شفقت اور رحم کرنے والا ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اشد علی البکفار ورحماء بینہم" (الفتح 29) ترجمہ کنز الایمان :- کافروں پر سخت ہیں اور انہیں میں رحم دل۔ اس بارے میں اس پر کسی نامت گمراہ والے کی ملامت اثر نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصہ کرنے سے اسے کوئی چیز بھی نہ روکے، اور یہی صفات حدیث قدسی میں اولیائے کرام کی بیان کی گئی ہیں۔

حدیث شریف قدسی :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے اولیاء وہ ہیں کہ وہ میرے محبت میں ایسے فریفت ہیں جس طرح کہ ایک بچہ کسی چیز پر فریفت و عاشق ہوتا ہے اور میرے ذکر کی طرف یوں لپکتے ہیں جس طرح کہ پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف جھکتا ہے۔ میری منع کردہ چیزوں پر یوں غصہ ہوتے ہیں جس طرح کہ پیتا غراتا ہے کہ اسے کسی کی ہدائیس ہوتی کہ آدمی کم ہیں یا زیادہ۔

بچے کی مثل :- پس اس بچے والی مثل پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ کسی چیز پر غیب بے کا دل آتا ہے تو اسے حاصل کیے بغیر رکتا نہیں اور اگر کوئی اس سے وہ چیز چھین لے تو سوائے روئے اور چیخنے چلانے کے وہ کوئی کام نہیں کرتا یعنی ہر وقت روتا چیختا چلاتا رہتا ہے۔ جب تک کہ وہی چیز اسے مل نہ جائے حتیٰ کہ جب سوتا بھی ہے تو اسے اپنے کہنوں میں لے کر ہی سوتا ہے اور جیب جاگتا ہے تو بھر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔ جب اس سے ٹھنڈا ہوتا ہے تو دوتا ہے، مل جاتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اس چیز کے بارے میں اس سے جو غصہ بھی جھگڑتا ہے، اس سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ چیز دینے والے سے محبت کرتا ہے اور پیتے کا بھی یہ محل ہے کہ پیتا غصے کے وقت اپنے اختیار میں نہیں

رہتا، شدید غصے کی حالت میں تو اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اپنی جان بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ پس یہ علامتیں بھی محبت کی ہیں۔

خلاصہ :- جس میں یہ تمام علامتیں پائی جائیں گی، اسی کی محبت کامل اور خالص ہوگی۔ اس کی شراب آخرت میں شغف و شیریں ہوگی۔ علاوہ ازیں جس کی محبت میں کسی غیر اللہ کی غلاوت ہوگی تو آخرت میں محبت کی مقدار کے مطابق ہی راحت حاصل کر سکے گا۔ اس کی شراب میں کچھ شراب مقربین بھی شامل کر دی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مقربین کے حالات کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ان الا برار لفی نعیم (الانفطار 13) ترجمہ کنز الایمان :- نیکوکار ضرور عین میں ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یسقون من ریحین مخنوم بخنامہ مسک ونفی خالک فلیتنا فس المنافسون ومزاجہ من نسنیم عینا یشرب بها المفربون (المنفین 28-25) ترجمہ کنز الایمان :- تمہاری شراب پائے جائیں گے جو مرکی ہوگی رکھی ہے اس کی مرہٹک پر ہے اور اسی پر چاہے کہ لچاکیں لچالے والے اور اس کی لطیفی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربان ہارنگہ پیتے ہیں۔ (30) ترجمہ از کنز الایمان۔

غرضیکہ مقربین کی شراب جو کہ انجی ہوگی تو اسی وجہ سے ہی اس میں شراب خالص شامل کی جائے گی جو کہ خالص مقربین کے لیے ہے اور لذت قرب یعنی آسائش و لذت ہے۔ جیسا کہ کتب سے مراد تمام اہل ہیں۔ اس حلیے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان کتاب الابرار لفی علیین (المنفین 18) ترجمہ کنز الایمان :- نیکوں کی نکست سب سے لوچی محل طین میں ہے اور ارشاد حق تعالیٰ ہے کہ بشہدہ المفربون (المنفین 21) ترجمہ کنز الایمان :- مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

علمنامہ کی رفعت :- صالحین کے علمنامہ کی بلندی بہت زیادہ ہوگی کہ اسے صرف مقربین دیکھتے ہوں گے اور جیسا کہ دنیا میں ابرار مقربین کے قرب اور مشاہدہ میں اپنی حالت میں زیادتی اور معرفت میں طاقت پاتے ہیں۔ یوحنا ان کا حل آخرت میں بھی ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ما خلفکم ولا یمنکم الا کنفس واحدہ (السجدہ 28) اور ارشاد فرمایا بدانا اول خلق نعیمہ (الانبیاء 104) ترجمہ کنز الایمان :- جیسے پہلے سے بنایا تھا ویسے ہی پھر کروں گے اور مزید ارشاد فرمایا کہ جزاء وفا ۱۳ اعل کے موافق ہی جزا ہوگی۔

فاکدہ :- خالص اہل کی جزا بھی شراب خالص ہی ہوگی جبکہ طے بطے اہل کی شراب بھی لی جلی ہی ہوگی۔ شراب میں ملاوت اسی نسبت سے ہوگی جو نسبت اہل میں ملاوت کی ہوگی۔ جس طرح کہ قرآن حکیم میں چند منخلات پر ذکر ہوا ہے کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرارہ (الزلزلہ 7) ترجمہ کنز الایمان :- تو جو ایک ذرہ بھر بھائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم (الرعدہ 11) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

ان اللہ لا یظلم من قال ذر وان نک حسنة بضاعفها (الاسماء 40) ترجمہ کنزالایمان :- اللہ ایک ذکر بحر عظم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دینی کرتا۔

وان مکان من قال حب من خردل انبنا بها وکفی بنا حاسبین (الانبياء 47) ترجمہ کنزالایمان :- اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

جو شخص دنیا میں محبت، ہمت، حور و قصور کی لذت کی توقع کی بنا پر کرتا تھا تو اسے جنت میں اتنی قدرت و انعام دیا جائے گا کہ جہاں اس کا بی چاہے اسے لڑکوں کے ساتھ کھیلے اور عورتوں (حوروں) کے ساتھ مزے سے رہے۔ بلاخر اسے صرف یہی نعمتیں ہی میسر آئیں گی کیونکہ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا، محبت میں جو کچھ اس کا نفس چاہے گا۔ اس کی آنکھ کو جس سے لذت حاصل ہو۔

فائدہ :- جس کا مقصود گمراہ مالک اور مالک الملک ہوگا جس کے قلب میں خالصتاہی کی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو ایسا خوش قسمت انسان اس مقام میں چھوڑا جائے گا فی مقعد صدق عند ملبک حفنہ (القدر 55) ترجمہ کنزالایمان :- سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے پادشاہ کے حضور۔

خلاصہ :- یہ کہ ابرار تو باغات اور جنوں میں حورو غلمان کے ساتھ سیر و سیاحت کرنے چلے جائیں گے جبکہ مقربین حق اللہ تعالیٰ کے دربار علی میں حاضری رہیں گے۔ صرف اسی کی طرف ہی ناک لگائے رہیں گے۔ اس لذت کے ذرہ بحر کے مقابلے میں تمام جنتی آسمانوں کو حقیر سمجھیں گے۔ بہر حال جو لوگ شہوت، حکم و فرج پورا کرنے میں شامش ہوں گے وہ اور لوگ ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف رکھنے والے دوسرے ہوں گے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اکثر اهل الجنة البله وعلیون لذوی الالباب اکثر اهل جنت بسولے بملے ہیں۔ اہل محل مقام ملیون کے حقدار ہیں۔ اور وہ عظیم الشان امر تھا اسی لیے ہی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ القارعة ما القارعة وما احرك ما القارعة (القارعة 13) ترجمہ کنزالایمان :- دل دہلانے والی کیا وہ دہلانے والی اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔

علامت محبت :- محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈرنے والا ہو اور اس کی ہیبت اور تنظیم و محکم میں گزور رہے۔

خوف محبت کے خلاف حمیں :- بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خوف اور ڈر تو محبت کے خلاف ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خوف محبت کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ علم حکمت ہیبت کا سبب بنتا ہے۔ جس طرح لوراک بیل محبت کا سبب بنتا ہے۔ بھیل کے لیے محبت کے مقام میں ایسے خوف ہوتے ہیں جس طرح کہ دوسرے لوگوں کو خوف نہیں ہوتے۔ بعض خوف بعض دوسرے خوفوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ روگردانی کے خوف سے بھی زیادہ حجاب کا خوف ہے۔

اس سے بھی زیادہ خوف (محبوب کا) اپنے پاس سے دور کر دینے کا خوف ہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود نے یوزما کر دیا ہے۔ یہی اس خوف سے بھی مراد محبوب سے دوری کا ہے۔ اسی دوری والے نے عین کے سردار کو یوزما کر دیا تھا جو کہ اس صورت میں کئی مقامات پر وارد ہے کہ **الابعدا النعمہ** "من لیجے" نمود پھنکار ہے۔ "تفدی شریف" **الابعد المذنب کما بعدت تمود** "من لیجے" مدین پر پھنکار ہے جس طرح کہ پھنکار پائی نمود پر۔

فائدہ :- یہ بات ظاہر ہے کہ یہی ثابت بعد اور دوری کا خوف اسی کو ہی زیادہ ہوگا جو قرب سے مایوس اور اس کا طرف مائل ہو۔ نیز لازم ہے کہ بعدین کا ذکر بعد قرب والوں کے کان میں پڑے گا تو انہیں یوزما کر دے گا اور جو دوری سے اذیت کرنے والا ہے وہ قرب کی طرف کیسے متعلق ہو سکتا ہے اور جسے بسلا قرب کی عاشقہ ہوس نصیب ہی نہیں ہوئی وہ بعد کے خوف سے کیوں روئے گا۔ جس طرح کہ شل مشورہ و معیوف ہے کہ بندہ کیا جاتے لوگ کی سار۔ پھر خوف ٹھہر جانے کو زیادتی مراتب نہ میسر آنے کا بھی ہوتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرب کے درجہ کی کوئی انتہاء نہیں ہے اس لیے بندے کے لیے ضروری ہے کہ ہر وقت یہی کوشش کرتا رہے کہ قرب میں ذرا سا اور اضافہ ہو جائے۔

حدیث شریف :- اسی لیے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من اسئوی بوماہ وهو مغفور ومن کان یومہ شرا من امسہ فهو ملعون جس کے دو دن برابر ہوں تو وہ شخص نقصان میں ہے اور جس کی آج کل سے بری ہو وہ ملعون ہے۔ "اور یوحیٰ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ انہ لیضبان علی قلبی فاستغفر اللہ فی الیوم والبلغہ صبعین مرۃ" جب میرے دل پر میل آجاتا ہے تو میں دن اور رات میں ستر بار استغفار کرتا ہوں۔"

استغفار کا سبب :- آپ کا قدم مبارک ہر وقت راہ سلوک میں پڑتا رہتا تھا اور پہلا قدم دوسرے قدم کی نسبت میں تھا اسی لیے آپ استغفار پڑھتے تھے۔

ساکلین کے نزدیک غیر محبوب کی توجہ کیسی ہے :- ساکلین کے لیے سلوک کے راستے میں ٹھک چنا اور غیر محبوب کی طرف توجہ کرنا بھی عذاب ہے۔ حدیث قدسی شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "جو شخص عالم ہو کہ بھی جب دنیوی شہوتیں میری اطاعت پر اختیار کرتا ہے تو میں اسے معمولی سزایہ دیتا ہوں کہ اس سے لذت مناجات چھین لیتا ہوں۔"

نتیجہ :- نکلا کہ درجہ کی زیادتی کا چھین لینا شہوتوں کی وجہ سے عام سالکوں کے حق میں عذاب ہے جبکہ خواص تو زیادتی سے اسی وقت سے ہی مجاہد میں ہو جاتے ہیں کہ جب سے وہ گوئی دعویٰ یا تکبر یا آقا لطف میں سے جو

ہم پر ظاہر ہو، اس کی طرف توجہ کریں اور اسی کا نام کرفی ہے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ اس سے صرف وہ بچ سکتے ہیں جن کے قدم سلوک کے راست پر ابھی طرح مضبوطی سے جمے ہوئے ہوں۔ علاوہ ازیں اس چیز کے جاتے رہنے کا اور ہے کہ چلے جانے کے بعد نہ ملے۔

حکایت :- حضرت ابراہیم بن فرعم رحمۃ اللہ علیہ دوران سفر ایک پہاڑ پہنچے کہ نہ اتنی کھلی سنی مہک معمر رسولی الاعراض عسا۔ قدو بالک مافات یعنی مافات "تجھے ہر غلطی معاف ہے سوائے مجھ سے روگردانی کے اور ہم نے ہر بھول چوک معاف کر دی لیکن اس کی معافی نہیں جو تم نے مجھ سے فوت کیا۔" اسے سن کر آپ تڑپے اور آپ پہ بیوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش کی دنیا سے پردہ میں رہے۔ آپ پہ موت سے احوال طاری ہوئے۔ بعد ازاں پھر ایک پہاڑ سے نہ اس کی اسے ابراہیم بندہ ہو جائے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ ہو گیا اور ہوش کی دنیا میں لوٹ آیا۔

محبوب سے بے غم ہونے کا خوف :- محبوب سے بے غم ہونے کا خوف لگا رہتا ہے یعنی محب شوق 'طلب اور حرص میں ہمیشہ رہتا ہے۔ زیادہ کی طلبہ میں سستی رو اور سب پر راضی ہرگز نہیں کرتا۔ تازہ لطف و کرم کے انتظار میں رہتا ہے۔ اگر یہ بات نہ رہے تو ایک بار پھر غم جاتے کا سبب ہوگا اور رجعت کا سبب بنے گا۔ آدمی پہ بے غم ہونا یوں وارد ہوتا ہے کہ اسے خبر تک نہیں ہوتی یعنی اس سے بے خبر رہتا ہے جس طرح کہ اسی طرح بعض اوقات محبت بھی اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس کی خبر بھی نہیں ہوتی کیونکہ دل کی اتنا تہلیلوں کے اسباب (ظاہری نہیں) بلکہ لہجی ہوتے ہیں۔ آدمی کو ان کی خبر ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کا توقف و خرابی چاہتا ہے تو پھر بے غمی کو اس سے پوشیدہ رکھتا ہے اس لیے بندہ صرف امید پہ ہی قائم رہتا ہے اور اسی حسن ظن کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتا ہے یا اس پہ غفلت یا خراشات نفسانی بھول جانے کی بیماری غالب ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ تمام شیطانی فکریں جو علم، عقل اور ذکر و بیان وغیرہ فکری ماکہ پہ غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اوصاف لطف، رحمت اور حکمت ایسے ہیں جو بندے میں ظاہر ہو جائیں تو جوش محبت کے منتفی ہوتے ہیں۔ یونہی اس کے اوصاف اس طرح بھی ظاہر ہوتے ہیں جو بے غمی کا سبب بنتے ہیں۔ مثل جباری 'عزت' 'استغناء اور اسی طرح کی باتیں بد بختی کے مقدمات ہوتی ہیں۔

پھر اس بات کا خوف ہے کہ کہیں دل اللہ تعالیٰ کی محبت کی بجائے کسی دوسری طرف نہ منتقل ہو جائے۔ اس مقام کو مقام منت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی شدت اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور بے غمی حقیقی محبوب سے اس مقام کا مقدمہ ہے اور حجاب و اعراض اس بے غمی کا مقدمہ ہے اور نیکی سے دل کا تنگ ہونا ہمیشہ ذکر کرنے سے جی چرنا اور وہ وظائف سے گھبرانا اعراض و حجاب کے مقدمات اسباب ہیں۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ ان باتوں کا ظاہر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی مقام محبت سے مقام منت میں جا کر رہا ہے۔ (نور پاؤں من و دلک)



صدق محبت کی دلیل ہے۔ ہمیشہ مقام منت میں کرنے والے امور سے ڈرتے رہنا بلکہ شدت سے بچتے رہنا صدق محبت کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ جو شخص جس چیز سے محبت رکھتا ہے، اس کے ہمچن لیے جانے سے ڈرتا رہتا ہے تو لازمی امر ہے کہ جس محبوب کا جانتے رہتا یا ہمچن جانا ممکن ہو تو محب کو خوف ضرور ہوگا۔

قائدہ ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ جو شخص بغیر خوف کے صرف محبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرتا ہے، وہ شخص ناز کرنے کی وجہ سے اور زیادہ پاؤں پھیلانے کی وجہ سے ہلاک ہوتا ہے اور جو شخص بغیر محبت کے صرف خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرتا ہے، وہ اس سے وحشت ناک اور دور ہو کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا، عبادت محبت و خوف دونوں سے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ محبوب و مقرب بناتا ہے اور اسے ہی قدرت و علم عطا فرماتا ہے۔ پس محب کے لیے خوف لازم ہے اور خائف کو محبت۔ علاوہ ازیں جس شخص پر محبت غلبہ پا کر خوب پھیل جائے اور معمولی سا خوف ہو تو اسے مقام محبت میں کہیں گے اور محبت میں اس کا شمار ہوگا اور آمیزش خوف سر محبت کو کچھ نہ کچھ سکون فراہم کرتی رہے گی اور اگر محبت و معرفت مزید بڑھ جائے تو بشریت کی طاقت اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ پس البتہ خوف کی وجہ سے اس میں میانہ روی اور تخفیف ہو جاتی ہے اور اس کا دل پہ واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہے۔

معمولی معرفت کا کرشمہ ہے۔ روایت ہے کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے روایت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کا ایک ذرہ مجھے عطا فرمائیے۔ انہوں نے دعا فرمائی اور وہ بارگاہ حق میں مقبولیت سے نوازی گئی۔ اس بزرگ کا یہ حل ہو گیا کہ وہ پاؤں میں سرگرداں پھرنے لگے۔ عقل حیران اور ان کا دل پریشان ہو گیا۔ ان کی آنکھیں سلت دن کے لیے چمرا گئیں۔ نہ تو انہوں نے کسی چیز سے نفع حاصل کیا اور نہ ہی ان سے کسی چیز کو نفع ہوا۔

صدقین نے ان کے لیے اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ ذرہ بھر معرفت سے تھوڑی سے کم کر دے تو ان پر وحی ہوئی کہ ابھی تک تو ہم نے اسے ذرہ بھر معرفت کا بھی لاکھوں حصہ عطا فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ جس وقت تو نے ان کے لیے دعا کی تھی، اسی وقت ہمارے لاکھ بندوں نے بھی اس سلسلے میں درخواست کی تھی۔ میں نے ان کی دعا قبول کرنے میں ذرا تاخیر کر دی تھی مگر جب تو اس کا سفارشی ہوا تو میں نے تجری دعا قبول فرمائی تو ان کی درخواست بھی قبول فرمائی اور اپنی معرفت کا ایک ذرہ لاکھ بندوں میں تقسیم فرمایا جس کا نتیجہ تو نے دیکھ لیا ہے۔ اس وقت صدیق نے عرض کی "یا اھم الماکنین! جتنا معرفت تو نے اسے عطا فرمائی ہے، اس سے کچھ کم کر دے۔" اللہ تعالیٰ نے دس ہزاروں حصہ اس لاکھوں حصہ کا رہنے دیا، پتی سب سلب کر دیا، تب کہیں جا کر اس کا خوف محبت و رجا نکالنے ہوئی اور پریشانی دور ہوئی اور عارفین جیسا ہو گیا جبکہ عارفین کا حل یوں ہے۔

قريب الوجد فومری بعبد۔ علی الاحرار منهم والعبد "قريب الوجد ہے لیکن اس کا مقصد بعید ہے" وہ

تمام غلاموں اور ازار سے بعید ہے۔"

غریب الوصف ذو علم غریب۔ کان فواہہ زمر الحدید "اس کی صفات بھی عجیب اور علم بھی عجیب و غریب" اس کا دل لوہے کی تختیوں کی طرح مضبوط ہے۔"

لغد عزت معائب فغائب۔ عن الابصار الا للشہد "اس کی معالیٰ بلند پرواز ہیں۔ سوائے مشاہدہ والے کے باقی سب سے اوچل ہیں۔"

ہری الاعیاد فی الاوقات تجری فی کل بوم الف عبد "تمام اوقات اس کی عید ہے بلکہ ہر دن اس کی ہزاروں عیدیں ہیں۔"

والاحباب افراح بعبد۔ ولا بجہ السرور له بعید "احباب عید سے خوش ہیں لیکن یہ عید مراد نہیں جس سے تم لوگ خوش ہوتے ہو۔"

حکایت :- حضرت حمید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اشعار احوال عارفین کے ضمن میں اشعار ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ان اسرار و رموز کا اظہار جائز نہیں مگر پھر آپ ارشاد فرمادیتے تھے۔

مسرت باناس فی الغیوب فلوہم۔ فعلوا بقرب الساجد المفضل ایک جماعت الہی ہے جن کے قلوب عالم غیب میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں رہتی ہیں۔

عراصا بقرب اللہ فی ظل قدس۔ نجول بہا ارواہم وفضل میدان قدس میں عل قدس کے نیچے قرب الہی نہیں نصیب ہے۔ وہیں جن کی ارواح چلتی پھرتی ہیں۔

مواردہم فبہا علی اللہ وانہی۔ ومصدرہم عنہا لما اکمل عزت و عظمت کے ساتھ ان کا وہیں در ہے وہیں وہ آتے جلتے ہیں وہی کامل و اکمل مقام ہے۔

مروح بغزد مفرد من صفانہ۔ وفی حلل النوحید غشی و نرقل ان کا مقام بیان سے بالاتر ہے۔ وہیں اللہ تعالیٰ واحد یز کے ہاں ان کی بود و باش اور توحید کے حلوں سے آراستہ ہیں۔

ومن بعد ہذا مانطق صفانہ۔ واما کنہہ اولیٰ لدبہ واعل اس کے بعد اور ان کی صفات کا کیا کہنا۔ یہ ایک راز ہے اسے پوشیدہ رکھنا بہتر اور اکمل ہے۔

ساکنم من علمی بہ ماہصونہ۔ وایقل منہ باری الہیہ پہنلہ جو شے ان کی حفاظت کرتی ہے اسے میں پوشیدہ رکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جن سے جو کچھ دیکھتا ہوں اسے واضح کروں گا اور حق واضح کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

واعطی عباد اللہ من خوفہم۔ وامنع منہ ماری امنع افضل اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے حقوق عطا کرتا ہے جو میں ان کے حقوق دیکھ رہا ہوں انہیں اتارنے سے روکا گیا ہوں اور میں ان کے مل کو زیادہ مناسب ہے۔

علی ان للرحمن سر ابصونہ الی اہلہ فی السرور الصون اجمل اس لیے اللہ تعالیٰ جن کی حفاظت فرماتا ہے اسے اس کا چھپانا لائق ہے اور وہ اپنے راز کا خود زیادہ کمال ہے۔

فائدہ :- جن جیسے معارف میں کبھی لوگ شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ جسے ان کی قدر ہی نہ ہو ان پر ظاہر ہو جائیں۔ ایسے اسرار ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جن پر وہ کشف نہ ہوئے ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہی راز سب پر ظاہر ہو جائے تو دنیا خراب ہو جاتی۔ دنیا کی تباہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اسی کی مقتضی ہے۔ عوام پر غفلت طاری رہے۔ ان معارف کا سب پر انکشاف ہونا تو دور کی بات ہے اگر صرف چالیس دن تک تمام لوگ صرف حلال کا کھانا تناول فرمائیں تو پھر بھی دنیا اجڑ جائے گی کیونکہ سب اسے ہموڑ دیں بازار اور معیشت سب بیکار ہو جائیں گے بلکہ اگر صرف علمائے کرام ہی حلال کھانا تناول فرمنا شروع کر دیں تو اپنی ہی جانوں میں مشغول ہو جائیں۔ ان کی زبانیں اور قلم رک جائیں تو ہنسنے علوم پھیلنے ہوئے ہیں ان میں سے بہت سے علوم ختم ہو جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ اس چیز میں بھی اسرار و حکمتیں پوشیدہ رکھی ہیں جو بظاہر بری ہے۔ جس طرح کہ بھلائی میں اسرار و رموز اور حکمتیں ہیں اور اس کے اسرار و رموز و حکمتوں کی کوئی انتہاء نہیں ہے جس طرح کہ اس کی قدرت کی انتہاء نہیں ہے۔

علامت محبت :- محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبت کو پوشیدہ رکھے 'محبت کا دعویٰ نہ کرے۔' تعظیم محبوب کی وجہ سے اظہارِ وجہ و محبت سے پرہیز کرے کیونکہ اس کے راز کو کسی دوسرے کے سامنے بیان کرنے کی وجہ سے محبوب کو غیرت ہوگی اس لیے کہ محبت بھی محبوب کا ایک راز ہے۔ علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی ہے کہ دعویٰ کرنے کی وجہ سے بعض اوقات ایسی بات بھی منہ سے نکل جاتی ہے کہ اگر اصل بات سے زیادہ بیان کر دی جائے تو یہ ہتھکنڈا ہو گا۔ آخرت میں اس کا نتیجہ برا ہو گا۔ علاوہ ازیں اس وجہ سے دنیا میں بھی مصیبت جلدی آتی ہے 'ہاں البتہ یہ بات الگ ہے کہ کبھی محبوب نشہ محبت کی کثرت کی وجہ سے مدہوش ہو جاتا ہے اور اس کا محل مضطرب ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی محبت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس اگر اس قسم کا اظہار محبت تکلیف و اختیار کے بغیر ہو جائے تو یہ مجبوری ہے۔ کبھی کبھی تو محبت کی آگ اپنی زیادہ مشتعل ہو جاتی ہے جس کی تاب کسی کو نہیں ہے۔ جب کبھی دل کو باوجودی ہے پھر اسے روکنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا۔

خلاصہ :- یہ کہ جو شخص سر محبت پوشیدہ رکھنے پر قدرت رکھتا ہے تو وہ اس طرح کتا ہے وقالو قریب قست اما صامع۔ بقرب شاع الشمس لوكاں می جحری "انہوں نے کہا دوست قریب ہے۔ میں نے کہا میں روا نہیں رکھتا۔ اگر سورج میری گود میں ہو تو اس کے شائع سے مجھے وہ کیا نگر آئے گا۔

قصائی مہ غیر ذکر بغاحل۔ بہیج دار الحب والشفوف می جحری "میرے لیے تو صرف اتنا کافی ہے کہ میں اسے دل میں یاد کروں۔ اس کے عشق و شوق کی آگ میرے سینے میں ہے۔"

فائدہ :- جو اس راز کو چھپا نہیں سکتا وہ کتا ہے یعنی فیصدی المصع اسرارہ و یظهر الوحده علیہ النفس "راز پوشیدہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں اور اس کا سانس اس کے قلبی ہوش کو ظاہر کرتا

ہے۔"

فائدہ :- اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی پر احوال کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی دل پر حملہ ہوتا تو پھر وہ اسے بچا نہیں سکتا۔ اس لیے مجبوراً اس کا سانس پھول جاتا ہے اور جو لوگ سعلت مند ہیں وہ ایسے اسرار پر شیدہ رکھتے ہیں۔ وہ زبان پر نہیں لاتے 'سوائے' اس کے کہ سانس چونکہ ہر وقت اندر باہر آ رہا ہے 'اس سے ان کے راز کا افشاء ہوتا رہتا ہے اور یہ اہل جنت کا ذکر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جنتیوں کا ذکر سانس کے جاری ہونے پر ہوتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے 'وہی قلبہ مع غبر' کجیف حال۔ 'ومن سرا فی جفت نجیف یکتم' 'جو دلی سے کسی غیر کے ساتھ ہے' 'اس کا دل کیسے چھپ سکتا ہے جس کا راز پتکوں میں نہک رہا ہے' وہ کیسے چھپا سکتا ہے۔"

فائدہ :- بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے دور وہ شخص ہوتا ہے جو اس کی طرف اشارہ بہت کرے یعنی ہر چیز میں تکلف و بدلت سے کام لیتے ہوئے ہر ایک کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا پھرے تو اس قسم کا شخص عاشقین حق اور واقفین حق کے نزدیک محب ہرگز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص مبغض و محقوت ہے۔

حکایت :- حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ اپنی محبت کا ذکر بکثرت بیان کیا کرتے تھے۔ آپ نے اسے اس معیبت میں گرفتار دیکھ کر فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے چوٹ کی تکلیف محسوس کرتا ہے وہ اس سے محبت بالکل نہیں رکھتا۔ اس نے عرض کیا کہ لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اس کی چوٹ سے لذت نہیں پاتا، وہ اس سے محبت نہیں رکھتا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے نفس کو اس کا خوب مشغول کرتا پھرتا ہے وہ اس سے محبت ہرگز نہیں رکھتا۔ یہ سن کر اس نے استغفار و توبہ کی کہ آئندہ محبت کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔

موال :- اللہ تعالیٰ کی محبت مقلات تما میں سے ہے 'اسے ظاہر کرنے میں تو بھلائی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے اظہار کو برا کہنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب :- محبت اعلیٰ چیز ہے اور اس کا خود بخود ظاہر ہوتا بھی اچھا ہے۔ اسے بنکلف ظاہر کرنا برا کام ہے کیونکہ ظاہر کرنے میں دعویٰ پلایا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دعویٰ کرنے میں حقیقی بات سے زیادہ ظاہر کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مزاوار محبت تو یہ ہے کہ اس کی چھپی ہوئی محبت پر اس کے افعال و احوال ولایت کریں 'نہ کہ اقوال اور محبت یوں ظاہر ہونی چاہیے کہ اسے قصداً اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو' ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ بیش اس کا قصد یہی رہتا چاہیے کہ اس کا سوائے حبیب کے کسی کو علم نہ ہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ کوئی دوسرا بھی اسے جان لے تو یہی بات محبت میں شرک کھلائی جاتی ہے اور اس میں یہ جاہد حضرت

کرنے والی ہے۔ چنانچہ انجیل میں روایت ہے کہ جب تو صدقہ و خیرات کرے تو اس طرح صدقہ خیرات کر کہ تیرا پلایا ہاتھ نہ جلن سکے کہ تیرے دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے۔ اس کا بدلہ تجھے اعلانیہ دے گا جو پوشیدہ چیزوں کو دیکھتا ہے اور جب تو روزہ رکھے ہو تو اپنا منہ دھو لیا کر اور سر میں تیل بھی ڈال لیا کر تاکہ تیرے روزے کا عمل تیرے رب کے سوا کسی دوسرے کو معلوم نہ ہو۔

فائدہ :- اس روایت سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا قول و فعل دونوں کا برا ہے مگر اس میں کہ محبت کا نشہ غالب ہو جائے کہ زبان گویا ہو جائے اور اعضاء بے قرار ہو جائیں تو ایسی حالت میں اس شخص پر ملامت نہیں ہو سکتی۔

حکایت :- کسی نے بعض دیوانوں سے ایک ایسا معاملہ دیکھا کہ اپنے آپ کو اس کے بارے میں جابل پلایا تو اس نے اس کا عمل حضرت معترف کرخی رحمت اللہ علیہ کے سامنے بیان کیا تو حضرت معروف کرخی رحمت اللہ علیہ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ بھائی! عجب حق ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ چھوٹے ہوتے ہیں اور بڑے بھی 'عافل' بھی ہوتے ہیں اور دیوانے بھی۔ پس تو نے جو یہ حل غلطہ کیا ہے 'بھٹوں میں بھٹوں کا یہ حل ہے اور انہیں اسی پہ سوچ لینا چاہیے۔

جواب نمبر 2 :- اعتبار محبت کی پرانی اس لیے بھی ہے کہ اگر محبت کرنے والا عارف ہوگا اور فرشتوں کی دائمی محبت اور شوق لازمی کے حالات بھی جانتا ہوگا کہ جس کی وجہ سے ان کا یہ عمل رہتا ہے کہ بسبحون اللیل والنہار لا یفترقون (الانبیاء 20) ترجمہ کنز الایمان :- رات دن اس کی پاکی بدلتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ اور لا یصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یومرون (التحریم 6) ترجمہ کنز الایمان :- جو اللہ کا حکم نہیں ملتے اور جو انہیں حکم ہو رہی کرتے ہیں۔ تو وہ اپنے نفس اور محبت کے اعتبار کی وجہ سے شرمندہ ہوگا اور جان جائے گا کہ میں تمام دیوانوں میں سے کم ترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بدوشی میں جتنے بھی اس کے محب ہیں 'ان تمام سے میری دوستی کم ترین ہے۔

بیان مکاشفین :- بعض مکاشفین ارشاد فرماتے ہیں کہ تین سال تک ظاہر و باطن میں مقفود بھر کو شل کر کے میں نے عبادت کی یہاں تک مجھے لگن ہوا کہ اب اللہ کے نزدیک میرا کچھ مرجہ و مقام بن گیا ہوگا اور اس بزرگ نے مکاشفات سلوی اسرار کے تصور کے بارے میں ایک لمبی چوڑی داستان بیان کر کے آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ میں فرشتوں کی ایک صف میں پہنچا۔ ان فرشتوں کی تعداد تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر تھی۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ ان فرشتوں نے جواب دیا "ہم اللہ عزوجل کے محب ہیں۔ ہم یہاں تین لاکھ سال سے اس طرح اس کی عبادت کر رہے ہیں کہ ہمارے دل اور زبان پہ اس کے سوا کسی چیز کا گزر نہیں ہوتا۔" یہ سن کر مجھے اپنے عمل سے بہت حیا آئی اور اپنے تمام اعمال میں نے ان لوگوں کو بخش دیے جو وحید کے سستی تھے تاکہ ان پر دوزخ میں تخفیف ہو۔

ختم شریف اور اس کے فوائد :- الحمد للہ یہی عقیدہ اہلسنت و جماعت کا ہے کہ زندوں کے وہ اعمال جو وہ مردوں

کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، ان کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ مردے خواہ نیک ہوں یا گنہگار حتیٰ کہ دعیہ کے مستحق مردوں کو بھی ایصالِ ثواب کی وجہ سے عذابِ دوزخ سے تخفیف ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمارے عقیدہ سلف صالحین کے مطابق ہوتا ہے جبکہ ایصالِ ثواب کو بدعت و فیسو کے کہانے میں ڈالنے والوں کی اس مسئلہ کے بارے میں فیزہ لائنٹ کی مسجدِ ہدا ہے۔ ایصالِ ثواب کے بارے میں فتویٰ رشیدیہ کا یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

سوم، دہم، چہلم، سومِ ہند کی ہیں (فتویٰ رشیدیہ جلد 1) جبکہ تقویت الایمان کے نام سے تقویت الایمان و تذکیر الاخوان میں اسے کفریات میں شمار کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ختم شریف وغیرہ ایصالِ ثواب ہے۔ ختم شریف کی حقیقت یہ ہے کہ قرآنی سورتیں و آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ قرآن کے پڑھنے اور اس کی ہر حرف کے بدلے نیکیاں ملنے سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ صدقِ خیرات کیا جاتا ہے۔ اس سے بھی کوئی انکاری نہیں۔ غلبہ: نبی کا کجا ہونا بھی باعثِ معرفت نہیں بلکہ ثواب میں اضافے کا سبب ہے۔ جیسا کہ جو کے دن حج پڑھی جائے تو اسے حج اکبر کے نام سے اس کلیہ کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے۔

ایصالِ ثواب نبی کریم و صحابہ کرام اور بعد کے ہر دور میں مسلم ہے۔ شرح الصدور میں ہے کہ انصار میں جب کوئی فوت ہو جاتا تو دو رنگ حج ہو کر اس کی قبر کی طرف پہنچتے اور اس کے لیے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح الصدور میں علامہ ہلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ بے شک مسلمان بیت سے ہر زمانہ میں اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنی اموات کے لیے بلا انکار قرآن شریف پڑھتے ہیں تو یہ اجماع ہو گیا۔

شرح الصدور:- ملفوظاتِ عزیزی میں ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا سوم بھی ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام دو یا تین (ماجر کے ہاں) ٹھہرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں شریف لے گئے اور آپ نے وہاں فرمایا فقال استغفر والساغورین مالک "فرمایا مالک بن مالک کے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔" معلوم ہوا ایصالِ ثواب و مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا نبی کریم و صحابہ کرام سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے۔

حضرت ملا علی قاری فتویٰ اور جندی میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانہزادہ حضرت ابراہیم کی وفات سے تیسرا دن (تینا تھا) ابوذر غفاری حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ لونہی کا دودھ اور جو کی دہلی تھی۔ پس اسے حضور کے پاس رکھ دیا تو حضور نے سورۃ فاتحہ ایک بار اور قل حوالہ سور سے تین بار پڑھی اور یہ درود شریف اللہم صلی علی محمد انت لہا اہل وھولہا اہل اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اپنے منہ پر پھیرے اور ابوذر غفاری کو فرمایا کہ اسے تقسیم کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کھانے کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کے لیے ہے۔ پس ختم شریف کا جویت نبی کریم سے بھی معلوم ہو گیا۔ اب بھی اگر کوئی انکار کرے تو حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ "مزید مطالعہ کے لیے قل خولنی یا تجا شریف۔ برکت کیا ہو یہی شریف: باشرکتہ لومیہ وضو یہ ہلو پور کا مطالعہ فرمائیں۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ جو شخص بھی اپنے نفس اور اپنے رب کو پہچانتا ہے اور جیسا دیا کرنا چاہیے اس سے دیا ہی

دیا کرتا ہے تو ایسے شخص کی زبان اظہار محبت کے دعویٰ سے کوئی ہونے جاتی ہے۔ ہاں البتہ اس شخص کے حرکات و سکنات اور ترددات محبت پہ شہد ہوتے ہیں۔

حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ کا حل :- حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد مکرم اور مرشد لامعونی حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ کا حل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ ہمیں ان کی بیماری کا سبب معلوم نہ ہو سکا اور نہ ہی دوا۔ کسی نے ہمارے سامنے ایک حلقہ طیب کا ذکر کیا۔ آپ کا قارورہ لے کر میں طیب کے پاس پہنچا۔ طیب نے آپ کا قارورہ دیکھا۔ وہ کافی وقت اس قارورے کو دیکھتا رہا، بعد ازاں مجھ سے کہنا کہ یہ قارورہ تو عاشقوں کے قارورے جیسا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے یہ سنتے ہی بچھاڑ کھائی اور ہوش و حواس سے بچنے ہو گیا۔ میرے ہاتھ سے شیشی گر گئی۔ جب ہوش آئی تو میں اپنے مرشد حلقی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے مجھ پر کیا اور ارشاد فرمایا کہ حقیقت میں وہ قارورہ اچھی طرح پکانتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا قارورے سے بھی عشق ظاہر ہو جاتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں قارورہ میں بھی عشق ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ دوں کہ اسی کی محبت نے میرا چراغوں پر لگا دیا ہے اور بدن کو لاغر کر دیا ہے۔ یہ کہنے کے بعد آپ تن من سے بے خبر ہو گئے۔ آپ کی اس بے خبری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قول مبارک غلبہ وجہ میں فرمایا، جس وقت کہ تن من سے بے خبری آئے کو تھی۔

علامت محبت - انس و رضا :- محبت کی علامتوں میں سے ایک علامت انس و رضا بھی ہے۔ انس و رضا کا بیان قرآن کریم آئے گا۔ یہاں تک تو محبت کی علامتوں اور اس کے ثمرات کا بیان ہوا۔

خلاصہ :- دین کی ساری خوبیوں اور اچھے اخلاق محبت کا ثمر ہیں۔ محبت جس چیز کی مشر نہیں ہے، اسے اجل خواہشات تعلیل جانا چاہیے ہو کہ برے اخلاق میں سے ہے۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت دو قسم کی ہوتی ہے۔

1- کوئی تو اللہ تعالیٰ سے محبت اس لیے کرتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

2- اور کوئی اللہ تعالیٰ سے محبت اس کے جلال و جلال کی وجہ سے رکھتا ہے۔ خواہ اس کی طرف کچھ احسان نہ بھی ہو، اسی لیے ہی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے بارے میں آدمی دو قسم کے ہیں۔ (1) ایک عام اور (2) ایک خاص۔

عوام :- اللہ تعالیٰ سے عوام اس لیے محبت کرتے ہیں کہ اس کا احسان اور بہت زیادہ انعام پیشہ دیکھتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے الطاف کریمانہ دیکھ کر نہ وہ نیکے کہ اس سے محبت نہ کریں مگر ان لوگوں کی محبت میں کمی و بیشی بقدر رحمت و

احسان کے ہوتی ہی رہتی ہے۔

خواص :- خواص کو جو محبت الہی حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی قدر و قدرت اور علم و حکمت کی عظمت کی وجہ سے اور بدشگونی میں پکڑے ہوئے کی وجہ سے ملی ہے یعنی جب خواص اس کی کامل مشقت اور اس کے حسنی کو پہچاننا تو محبت کے بغیر نہ سکے اس لیے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ محبت کا مستحق نھرا کو ان سے تمام نعمتوں کو مانا بھی دیا۔ پس لوگوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو اپنی خواہشات نفس اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس لعین (شیطان) سے تو محبت رکھتے ہیں اس کے باوجود اپنے ہی میں جہالت و مغالطہ سے دھوکا کھا کر گمراہ کر لیتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبت ہیں حالانکہ ان میں محبت کی علامتوں میں سے کوئی علامت بھی نہیں پائی جاتی۔ اگر بفرض محل کوئی علامت ان میں پائی جاتی ہے تو وہ خلق دیا اور شہرت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس سے ان کی غرض و غایت (غوی) دنیا کا حصول نہ آتا ہے جبکہ زمین سے اس کے خلاف معاملہ ظاہر کرتے ہیں جس طرح کہ برے عالم اور قادی اللہ کی زمین میں۔ خوف اس کے دشمن ہیں۔

حکایت :- حضرت سل مشہور رحمت اللہ علیہ جب کسی سے بات چیت کرتے تو شروع میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ "اے دوست!" ان سے کسی نے عرض کیا کہ: "تپ یہ کلمہ کیسے کہہ دیا کرتے ہیں۔" کبھی تبھی یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ جس سے کلام کر رہے ہوں، وہ آپ کا دوست نہ ہو؟ آپ نے سواہل کرنے والے کے گھن میں چپکے سے فہار دیا کہ "مقابلہ لا حل سے خلق نہیں یا اللہ تبار ہو گا یا منافق۔ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ کا دوست ہو گا اور دوسری صورت میں شیطان کہ۔"

فائدہ :- جو تراب بخشی رحمت اللہ علیہ نے محبت کی علامتوں کے بارے میں چند اشعار کہے ہیں۔  
لا تحب دلائل۔ ویدہ من نجف حبیبہ منی وھو کہ نہ کر محبوب کے پاس محبت میں اس کے پاس حبیب کی طرف سے تھک کے واصل ہیں۔

حبیب نفعہ بر لایب و سہار فی ک۔ وھو و عیان میں سے ایک یہ ہے کہ لایب۔ گھٹ پلا۔ راست میں  
میش پتا ہے اور جو تھو عاشق سے کہ "اس پر وہ انھار سوز ہے۔"

و صبح صبح غصہ مفسونہ و صبح گھر و صبح حیات کا عشق کو آج نہ رہتی اس دن مقبول صبح ہے  
اور تھریج اس کا آرام اور تھ احسان ہے۔

دوسرے دلائل :- یہ بھی عامہ صوغ حبیب و یہ صبح و صبح اس کی طہارت سے ہے کہ وہ تعریف و تہ  
عشق سے لے کر صبر و تحمل پہنچتا ہے۔ اُنچ وئی تھائی لائی رہ۔

دوسرے دلائل :- یہ بھی منہ۔ و صبح میں حبیب لایب اس کی محبت سے ہے کہ وہ عشق کو ہشت ہو  
دیکھے۔ اُنچ میں کا صبر و تحمل پہنچتے ہیں سے وہاں ہو۔



ومن اللانثی ان بری منفہما لکلا۔ ومن بحضی لدہ نسانل اس کی علامت سے ہے کہ وہ کلام کو کہنے والا دیکھنا چاہتا ہے 'وہ کلام جسے سائل کو نہ کہے۔

ومن اللانثی ان بری منشغفا۔ من حفظا من کل ما هو فاعل اس کی علامت سے ہے کہ وہ دیکھنے والا اور ہر بات کو محفوظ رکھنے والا دیکھنا چاہتا ہے جو بات بھی اسے کہنے والا کہے۔

فائدہ :- حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موضوع میں اس مضمون کے اشعار تحریر کیے ہیں۔

اس کی علامت سے ہے کہ تم عاشق کو دیکھو گے 'دہ پٹے پر اٹنے پہڑوں میں لپٹا ہوا' سواہل کے کناروں پر پھرتا ہوگا۔

اس کی علامت سے ہے 'وہ غمگین ہوگا' محبت سے سرشار ہوگا 'اندھیری راتوں میں پھرتا ہوگا' اسے علامت مگر کی کوئی فکر نہ ہوگی۔

اس کی علامت سے ہے کہ وہ بیش جہلو کے سفر کا مسافر ہوگا بلکہ ہر نیک کام کے لیے مستعد ہوگا۔

اس کی علامت میں سے ہے کہ وہ زہد میں ہوگا 'دار ذلت میں مقیم اور عیش و عشرت سے دور ہوگا۔

اس کی علامت میں سے ہے کہ بیش روتا ہوگا اور نہایت ہی قبیح حال میں زندگی بسر کر رہا ہوگا۔

اس کی علامت میں سے ہے کہ اس کے جہلہ امور کی پرہیزی بیش مالک الملک کی طرف ہوگی۔

اس کی علامت میں سے ہے کہ اسے مالک الملک گے ہر حکم کے سامنے راضی دیکھو گے۔

اس کی علامت میں سے ہے کہ اسے مخلوق میں تو بہت چرو دیکھو گے لیکن اس کا دل دلوں کی طرح محدود

ہوگا۔

## اللہ تعالیٰ سے انس و شوق کا مطلب

شوق کا مفہوم :- ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ 'انس' خوف اور شوق محبت کے آثار میں سے ہیں مگر یہ محبت کے

آثار غلبہ کیفیت 'وقت اور اس کی نظر کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ تو جس صورت میں کہ محبت کرنے والے پر

یہ کیفیت غالب ہو کہ لیبی خیالوں سے لے کر مشائے جہل تک آگ لگائے ہو اور کن جلال کو جاننے سے لپٹا قاصر

ہونا سمجھ گیا ہو تو اس وقت اس کی طلب میں دل مشغول ہوتا ہے اور اس کی طرف جوش مارتا ہے۔ دل کا یہ جوش

غالب امر کی طرف ہوتا ہے 'اسے شوق کہا جاتا ہے۔

انس کیا ہے :- جس صورت میں نزدیکی خوشی اور جو کچھ بھی کشف ہوا ہے 'اس کی وجہ سے مشاہدہ حضوری غالب

ہو اور اس کی نگاہ صرف اور صرف مطالعہ اس جہل پہ مقصور ہو جو اس پر کشف ہوا اور مدد کہ قوت کے پاس موجود

ہے اور اب تک جو چیز اسے حاصل نہیں ہوئی 'اس کی طرف توجہ ی نہیں کرتا تو جس شے کو بھی دیکھتا ہے 'اسے

دیکھنے کی وجہ سے دل کو ایک سرور حاصل ہوتا ہے 'اسی حاصل ہونے والے سرور کو انس کہتے ہیں۔

خوف :- محب کی نظر اگر عزت، استقامت اور بے پرواہی وغیرہ صفات محبوب پر ہو۔ علاوہ ازیں زوال اور زور ہو جانے کا امکان بھی ہو، ان کو امور جان لینے کی وجہ سے دل میں رنج ہوتا ہے۔ پس اس طرح سے دل کا درد مند ہونا خوف کہلاتا ہے۔ الغرض یہ تمام حالتیں اپنے اپنے ملاحظات کی ماتحت ہیں اور یہ ملاحظات ایسی وجوہات سے پیدا ہوتے ہیں کہ جو ان ملاحظات کے متقاضی ہوتے ہیں اور ان کا اعلا کرنا ناممکن ہے۔

انس کا معنی :- انس کے یہ معنی ہیں کہ جمال کے مقابلہ سے دل کو خوشی و سرور حاصل ہو۔ یہی تک کہ یہ سرور جتنا غالب ہو اور جو چیز غائب ہے، اس کا لحاظ بالکل نہ رہے اور دل میں زوال کا خطرہ بھی نہ پیدا ہو تو اس سرور میں بہت زیادہ لذت اور راحت حاصل ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ ایک بزرگ سے جب دریافت کیا گیا کہ تم مشتاق ہو؟ اس بزرگ نے جواباً ارشاد فرمایا "شوق تو غائب کی طرف ہوا کرتا ہے اور جب غائب حاضر ہو جاتا ہے تو شوق کس چیز کی طرف رہے؟" اس جواب سے نتیجہ یہ نکلا کہ اس بزرگ کو جو کچھ حاصل ہوا تھا، وہ اس کی خوشی میں اتنا زیادہ ڈوبے کہ زیادتی الطاف و کرم کے جو درجات پائی رو گئے تھے، ان کی طرف دھیان پائیں نہ رہا۔ حالت انس جس شخص پر غالب ہوتی ہے، اس کا میلان صرف علیحدگی اور گوشہ نشینی کی طرف ہوا کرتا ہے۔

حکایت :- حضرت ابراہیم بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ پھاڑ سے اترے تو کسی نے دریافت کیا کہ آپ کمال سے تشریف لائے ہیں؟ حضرت ابراہیم بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ انس پائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس کرنے کو کسی فیر سے تمکیر بہت کم ضروری ہے بلکہ جو امر گوشہ نشینی سے روکنے والا ہوتا ہے، وہ سب سے زیادہ دل پر ہماری گزرتا ہے۔

کوہ طور سے موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد کا حال :- حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جب کلام فرمایا تو چند دن تک یہ حالت ہو گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس شخص کی گفتگو سننے، عالم ہوش سے بے خبر ہو جاتے۔ اس لیے کہ محبت کی وجہ سے محبوب کا کلام اور اس کا انس اتنا شیریں ہو جاتا ہے کہ دوسری ہر قسم کی اشیاء کی شیرینی دل سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے بعض دانوں نے اپنی رعایا میں یہ کلمات فرمائے تھے کہ اے وہ کہ اپنے ذکر سے مجھے مانوس کیا اور اپنی تلقین سے مجھے وحشت دی۔

وحی داؤدی :- حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد تو میرا ہی مشتاق بن اور میرے ساتھ ہی انس کر اور میرے موا سے متفرج ہو۔

راہبہ بھریہ :- راہبہ بھریہ رحمۃ اللہ علیہا سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ مقام سلوک کا کس طرح ملا؟ آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے بے فائدہ امور کو چھوڑ دیا اور قدیمی انہی ابدی ذات سے انس حاصل کیا۔

حکایت :- حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ

تھیں تھلی بہت پسند ہے؟ اس نے جواب دیا "میں صاحب اگر تم تھلی کا مزہ چکھ لو تو تم اپنے نفس سے بھی نفرت کرنے لگو۔ تھلی ہی تو عیلت کی جڑ ہے۔" میں نے دریافت کیا "تم از کم ہمیں تھلی سے کیا فائدہ ملا؟ اس نے جواب دیا "لوگوں کی خرشاد سے آرام اور ان کے شر سے بچت۔" پھر میں نے اس سے پوچھا "بندہ انس باللہ کی شیرینی کب پاتا ہے؟ اس نے جواب دیا "جب محبت صاف اور معاملہ غائب ہو۔ میں نے پوچھا "محبت صاف کب ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا "جب تمام فکریں طاعت میں آکر مل جائیں اور کوئی بھی باقی نہ رہے۔"

بعض حکماء کا قول ہے۔ بعض حکماء کا قول مبارک ہے کہ لوگوں سے تعجب ہے کہ وہ تجھ سے کس طرح بدل جاتے ہیں یعنی تیرے علاوہ کسی دوسری چیز کے حصول میں مصروف کار ہو جاتے ہیں اور دلوں سے حیرانی والی بات ہے کہ تجھے چھوڑ کر وہ تیرے علاوہ کسی سے کیسے محوس ہوئے ہیں۔

انس باللہ کی علامت خاص ہے۔ انس باللہ کی مخصوص نشانی یہ ہے کہ دل لوگوں کی محبت سے تنگ ہو کر ان میں گھبرائے اور شدت سے یاد الہی کی حلاوت کا حلیہ ہو۔ اس صورت حال میں اگر وہ طے طے گا تو میا ہوگا جیسا کہ کوئی اکیلا ہی جماعت میں ہو، خلوت میں بھی مجتمع اور اپنے وطن میں بھی مسافروں جیسا سفر میں مقیم اور عاقب ہونے کی حالت میں بھی موجود ہو، اجتماع میں بھی غائب کہ بدن سے تو آکٹھا ہے جبکہ دل سے جدا ہے۔ فکر کی لذت میں غرق ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا اکرم اللہ وجہہ الہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان پر علم حقیقت امر بھیڑ بھار کر گیا ہے۔ وہ آسائش یقین بہرہ مند ہوئے ہیں اور دولت والوں نے جس چیز کو مشکل سمجھا ہے وہ اسے آسان سمجھتے ہیں اور جس ذات سے جلال نے وحشت اختیار کی اس ذات سے انہوں نے انس حاصل فرلیا ہے۔ وہ صرف اپنے بدلوں کے ذریعے دنیا کا ساتھ کیے ہوئے ہیں جبکہ ان کی دھمیں تو محل اعلیٰ میں لگی ہوئی ہیں۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے نائب (خلیفہ) ہیں اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ یہی تک تو انس کے معنی اس کی علامت اور دلیلیں بیان ہو چکی ہیں۔

محبت کے بارے میں بعض متکلمین کا نظریہ ہے۔ بعض متکلمین تو اس بات کے قائل ہیں کہ انس 'شوق اور محبت کوئی شے نہیں۔ اپنے گمان میں انہوں نے اس نظریہ کی وجہ یہ رکھی ہے کہ محبت وغیرہ میں تو تشبیہ پائی جاتی ہے۔ حالانکہ تشبیہ اللہ جل جلالہ کی ارفع و اعلیٰ شین کے لائق بالکل نہیں۔

ترویج ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ ہزارہہ ہسیرت جن باتوں کا جمل معلوم ہوتا ہے ان باتوں کی خوبصورتی بہ نسبت آگہ کی عموماً اشیاء کی خوبصورتی زیادہ کامل ہوتی ہے اور اہل دل ہسیرت پر معرفت کی لذت پہلی قسم کی غالب ترین ہوتی ہے۔ محبت حق کا انکار کرنے والوں میں سے ایک احمد بن غالب جو کہ غلام ظلیل کے نام سے مشہور ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ابو الحسن نورانی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ پر محبت 'شوق اور عشق کا منکر قلم مقام رضا کے بھی بعض لوگ منکر ہیں۔ منکرین مقام رضا کہتے ہیں کہ علاوہ صبر کے کوئی بھی مقام رضا نہیں ہو سکتا

نور یہ تمام کلام نا سمجھوں کا ہے جو کہ دینی عقائد سے چھٹکے کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ ان کے خیال میں سوائے چھٹکے کے کسی دوسری چیز کو موجود نہیں سمجھتے یعنی صرف وجود محسوسات کو ہی مانتے ہیں جبکہ دین کے دستور میں محسوسات و خیالات محض پوست ہیں۔ ان کے بعد مغز ہے، یہی مغز ہی دین میں مطلوب ہے۔ جو شخص اخروٹ سے صرف چھٹکے کو ہی جانتا ہو (چھٹکے کے علاوہ مغز سے علائقہ ہو) اس کے خیال میں تو اخروٹ سب لکڑی ہی ہے۔ اس کی رائے کے مطابق اخروٹ میں سے تیل کا لٹکا مل ہی ہے لیکن وہ معذور ہے۔ اس کا عذر قبول کرنے کے لائق نہیں ہے۔ الانس باللہ لا یحویہ بظالہ۔ ویس ینورکہ بالحوال محال "اللہ کے انس کے گرد باطل لوگ قریب نہیں آسکتے اور نہ اس کے قریب جیلہ گر پہنچ سکتے ہیں۔" والانسور رجال کلہم نجیب۔ وکلہم صغوة اللہ عمال "اللہ کے انس والے تمام لوگ برگزیدہ اور پسندیدہ اور نیک العمل والے ہیں۔"

غلبہ انس کی وجہ سے پیدا ہونے والا نشاط

حکم الہی پر رضا کا معنی یہ بنانا چاہیے کہ جب انس عہدی غالب اور مضبوط ہو جاتا ہے اور خلق شوق، تغیر و تبدل اور خوف حجاب اسے غمگین اور متعزز نہیں کرتا تو ایسا انس ایک خوشی، کشمکش، اقوال و افعال اور اللہ تعالیٰ کی مناجات میں پیدا کرتا ہے۔ بسا اوقات ظاہر برا ہوتا ہے اس لیے کہ جرات و کمی و کثرت کا متعزز ہوتا ہے مگر مقام انس میں جو شخص معیم ہوتا ہے وہ کشمکش اس سے تو برداشت کر لی جاتی ہے مگر اس مقام میں جو شخص معیم نہیں ہوتا اور انس والوں سے فعل و کلام میں بظاہر مشابہت کرتا ہے وہ شخص جلد و پرہیز ہو جاتا ہے اور کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔

برخ کے صدقے بارش :- حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کے لیے رحمت کی بارش ہونے کی دعا مانگنے کے لیے اس سے دعا کی درخواست کریں۔ اس طرح سے یہ واقعہ ہے کہ جب سات سال بنی اسرائیل میں خشکی اور قحط سلا ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بارش کے سلسلے میں دعا کرنے کی غرض سے ستر آدمیوں کو لے کر نکلے اور دعا مانگی تو اللہ جل جلالہ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ کلیم اللہ ان لوگوں کی دعا میں کس طرح قبول فرماؤں کہ ان کے منہ تو ان پر چھاپے ہیں وہ یاملن کے پلید ہیں۔ یقین کے بغیر مجھ سے دعا مانگتے ہیں۔ میرے عذاب سے نہیں ڈرتے۔ اے کلیم تو میرے ایک خاص بندے کے پاس چلا جا جسے برخ کہتے ہیں۔ اسے فرما دے کہ باہر نکل کر بارش کے لیے دعا مانگے تاکہ میں اسے قبول فرماؤں۔

برخ کیا ہے :- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لوگوں سے برخ کے بارے میں دریافت فرمایا تو کسی نے بھی برخ کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جشی نظام کو آتے ہوئے دیکھا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان چیشلی پر بندے کی منی لگی ہوئی ہے ایک چادر اس کے گلے میں بندھی ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے نور انبی سے پہچان لیا۔ اس کا نام دریافت کیا تو اس نے کہا میرا نام برخ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا: ہم کلاں عرصہ سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور رحمت کی بارش کے لیے دعا کرو۔ برخ آپ کے ساتھ چلا اور اس طرح اس نے دعا مانگی۔

”یائسی نہ تو یہ تیرا کام ہے نہ ہی یہ تیرا کم۔ یا اللہ تو نے کیوں یہ فطرتی کر رکھی ہے۔ کیا تیرے پیشوں میں کسی آہنی ہے یا تیری اطاعت سے ہواؤں نے انحراف کر لیا ہے یا جو چیز تیرے پاس ہے ختم ہو چکی ہے (یعنی ختم ہو چکی ہے) یا تیرا غصہ گنہگاروں پر رخت ہو گیا ہے۔ یا اللہ کیا تو گنہگاروں کی پیدائش سے قتل غفار نہ تھا۔ تو نے ہی تو رحمت کو پیدا فرمایا ہے اور ہر (محبت) کا حکم اور شلو فرمایا ہے۔ کیا لب تو ہمیں یہ دکھاتا ہے کہ تمہ تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا یا اس کے لیے مزا جلد دیتا ہے کہ تیری مخلوق کہیں تم سے ہٹ جائے۔“

مفقورہ ایسی باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ بارش شروع ہو گئی اور بنی اسرائیل ہلک گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گھاس پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ گھاس اتنی تیزی سے بڑھی کہ دھیرے کے اندر اندر گھاس گھنٹوں تک پہنچی۔ بعد ازاں برخ داپس آگیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے ملے تو کہا کہ کیوں؟ میں نے اپنے خدا سے کیا منتظر کیا؟ میرے ساتھ میں نے انصاف فرمایا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعجب فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ مجھ سے برخ ایک دن میں تین بار ہوتا ہے۔ (یہ جیسا وہ اولیاء جو تاز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تاز برداری کرتا ہے۔)

حکایت :- حضرت حسن و حسنہ علیہ سے چند چھبر بصرہ میں مل گئے۔ ان چھبروں کے درمیان میں ایک چھبر محفوظ رہ گیا یعنی اسے آگ نے بالکل نہ چھوا۔ حضرت ابو موسیٰ اس وقت بصرہ کے حاکم تھے۔ جب آپ کو اس حقیقت کا علم ہوا تو اس محفوظ چھبر کے مالک کو طلب فرمایا۔ دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ آپ نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ تمہارا چھبر نہیں جلا؟ اس کی کیا وجہ ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو میں نے قسم دے دی تھی کہ وہ اس چھبر کو نہ جلائے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قرأت کرتے کرتے میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے سروں کے بال منتشر اور کپڑے میلے پکچھ ہوں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پورے فرمادے گا۔

حکایت :- ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بصرہ میں آگ لگی تو حضرت ابو عبیدہ تشریف فرما ہوئے اور آگ پر چلنا شروع کر دیا۔ ان سے بصرہ کے حاکم نے عرض کی کہ دیکھئے، کہیں آپ جل نہ جائیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو قسم دے دی ہے کہ یا اللہ مجھے آگ سے نہ جلائے۔ پھر حاکم نے عرض کیا تو پھر آپ آگ کو بھی قسم دیں کہ آگ بجھ جائے۔ حضرت صاحب نے آگ کو قسم دی تو وہ بھی بجھ گئی۔

حکایت :- ایک دن حضرت ابو حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے کہ سائے سے ایک دھنن آیا۔ اس دھنن کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تجھے ایسی کون سی معیت دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا گدھا کہیں گم ہو گیا ہے۔ اس گدھے کے سوا میرے پاس اور کوئی گدھا نہیں ہے۔ یہ سننے ہی آپ

وہیں رک گئے اور اللہ تعالیٰ کی ہارمگہ اقدس میں عرض کیا: "یا اللہ تیری عزت و جلال کی قسم ہے۔ جب تک اس کا گدھا اس کے پاس نہ پہنچا دے گا" اس وقت تک میں ایک قدم بھی نہ چلوں گا۔ جو نبی آپ نے یہ کہا فوراً وہ گدھا سامنے آگیا۔ پھر آپ وہاں سے آگے تشریف لے گئے۔

انتہاء :- ایسے معاملات انس و محبت والوں سے ہوتے ہیں۔ کسی دوسرے کو یہ حق برگز نہیں پہنچتا ان بزرگوں جیسی اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں۔

انس والوں کا کلام :- حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات انس والے اپنے کلام میں اور تعالیٰ کی متابعت میں ایسی باتیں کرتے ہیں کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوئی ہیں یعنی عوام اسے کفر سمجھتے ہیں۔ علاوہ انہیں ایک وفد ارشاد فرمایا کہ اگر انہیں عوام سن لیں تو انس والوں کو کافر کہنے لگیں مگر ان امور سے انس والوں کو اپنے حالات میں ترقی معلوم ہوتی ہے اور ایسے امور کی ان سے برداشت کی جاتی ہے اور صرف انہیں ہی یہ امور زیب دیتے ہیں۔ اس لقمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

قوم تعابہم زیو لسبیلہم - والعبدین ہو علی مقدار مولاہ "ایسے لوگ بھی ہیں جن کی گفتگو اپنے سردار و عوام کو حلق میں ڈالتی ہے حالانکہ عبد اپنے مولیٰ سے اپنی قدر و منزلت کے مطابق گفتگو کرتا ہے۔"

ناہوا برؤنہ عما سواہ له باحسن رویہم فان عرماناہو "ایسے لوگ صرف اپنے مولیٰ کو ہی دیکھتے ہیں" غیروں سے انہیں کوئی فرض نہیں۔ اپنے ذوق و شوق سے اپنے دیدار پر ہی خوش ہیں۔"

انتہاء :- اسے بعید نہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ ایک بات کی وجہ سے اپنے بندے سے راضی ہو جاتا ہے جبکہ اسی بات سے دوسرے سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ان دونوں کے درجات متفق ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر کسی کو قسم و بے قسم حاصل ہو تو قرآن مجید میں اس بارے میں بہت سے ارشادات موجود ہیں۔ تمام قرآنی واقعات بصیرت والوں کے نزدیک حسیات و اشارات ہیں کہ ان سے عبرت حاصل کریں۔ اگرچہ وہ نا سمجھوں کے نزدیک محض قصے کہانیاں ہیں۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ خطا اور مخالفت دونوں سے وقوع پذیر ہوئی مگر ابلیس لعین اسی خطا و معصیت کی بنا پر رحمت حق سے دور ہوا اور لعنت کا طوق ہمیشہ کے لیے اس کی گردن میں ڈالا گیا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا و عصی ادم ربہ فغوی ثم اجنباہ ربہ فتاب علیہ و هدی (طہ 121-122) ترجمہ گمراہی میں اس نے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بندے کی طرف توجہ فرمانے اور دوسرے کی طرف سے توجہ ہٹانے کی وجہ سے خصوصی طور پر توجہ دلائی گئی۔ حالانکہ دونوں ہی بندہ ہونے کی حیثیت سے برابر تھے مگر احوال کے

لحاظ سے متفرق تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واما من جاءك يعضي وهو يعضي فانت عنه نلهي (جس 78) ترجمہ کنزالایمان :- اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے جبکہ دوسرے کے بارے میں ارشاد فرمایا اما من اذ نفضي فانت له نصلي (الانعام 54) ترجمہ کنزالایمان :- وہ جو بے پرواہ بناتا ہے تم اس کے پیچھے پڑتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کے لوگوں میں بیٹھنے کا حکم فرمایا واما جاءك الذین یؤمنون بابائنا فغل سلام علیکم (الانعام 54) ترجمہ کنزالایمان :- اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان کی سے فرماؤ تم پر سلام۔ اور فرمایا واصبر نفسك مع الذین بدعون ربهم بالغنوة والعسنى یرمقون وجہہ (الکہف 28) ترجمہ کنزالایمان :- اور اپنی جان ان سے مٹاؤں رکھو جو معیذ و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور یہ نہ پڑھیں۔ اور دوسرے گروہ سے معروض فرمائے کہ ارشاد فرمایا واذ رابت الذین یخوضون فی ایماننا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما بنسبناک الشیطن فلا نضعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (الانعام 68) ترجمہ کنزالایمان :- اور اسے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیرنے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں انہیں شیطان بھلاوے تو یاد آئے ہر عالموں کے پاس نہ بھٹو۔

بزرگوں کی خطا باعث عطا :- بزرگوں کی خطا کاوش جیسی خطائیں ہوتی اور نہ ہی قتل گرفت ہوتی ہے کہ اسے بنیاد بنا کر ہم بھی خطائیں کرنے لگ جائیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کی خطا تو باعث عطا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے وانہ گندم کھلایا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کی بارش نے زمین و آسمان کو رنگین کر دیا۔ آج خلافت سے آدم علیہ السلام کو سرفراز کیا گیا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد کو بخشش کا طریقہ معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا تصور ہوا۔ بزرگوں کی خطا پر انگشت اٹھانا اور اسے بنیاد بنا کر بزرگوں کی گستاخی پر اتر آنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

کلمہ اللہ و قرعون کا فرق :- بعض بزرگوں کی ناز برداری بھی برداشت کی جاتی ہے اور بعض لوگوں کی ناز برداری برداشت نہیں کی جاتی مثلاً حضرت موسیٰ کلمہ اللہ علیہ السلام نے لہس کی خوشی میں عرض کیا تھا ان ہی الا فسنک نصل بها من نساء ونہدی من نساء (الاعراف 155) ترجمہ کنزالایمان :- وہ میں مکر تیرا آزماتا تو اس سے ہٹا دیتے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے۔ اور جب انہیں ارشاد ہوا کہ انھب الی فرعون (الزمر 17) ترجمہ کنزالایمان :- کہ فرعون کے پاس جا۔ تو اس حکم کے جواب میں عذر کرتے ہوئے عرض کیا ولہم علی ذنب فاحسان ان یفعلون (الشعراء 14) ترجمہ کنزالایمان :- اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کر دیں۔ اور عرض کی انی اخاف ان یکنبون (الشعراء 12) ترجمہ کنزالایمان :- میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے بھلائیں گے اور

عرض کی وضاحت صریحاً ولا بطنی لسانی (طہ 45) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ اور عرض کیا انا نخاف ان بطنی علیہا او ان یطغی (طہ 45) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ ان جیسے اقوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی زبان سے نکلیں تو بے ادبی ہے کیونکہ مقام انس میں جو نقص ہوتا ہے اس سلسلے میں اس سے فری کی جاتی ہے۔ ان کی ناز برداری کی جاتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا مقام :- حضرت یونس علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کثرت بھی برداشت نہ کی گئی کیونکہ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام مقام انس میں نہیں بلکہ مقام قبض اور حیات میں تھے اسی لیے پھلی کے پیٹ میں آپ کو قین اندھریوں میں رکھا گیا اور قیامت تک ان کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ لولا ان ندرکہ نعمۃ من ربہ لنبذ بالراء وهو مذموم (القلم 49) ترجمہ کنزالایمان :- اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان میں پسینک دیا جاتا الزام دیا ہوتا۔

حراء تفسیر :- حضرت حسن ارشلو فرماتے ہیں کہ حراء سے مراد قیامت ہے اور ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اقتداء کرنے سے منع فرمایا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشلو گرامی ہے۔ فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادى وهو مکتوم (القلم 48) ترجمہ کنزالایمان :- تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس پھلی والے کی طرح نہ ہوتا جب اس محل میں پکار کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

ازالہ وہم :- یہ اختلاف تو حالات و مقدمات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں اور کچھ اختلاف اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ازل سے ہی بدوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دی گئی ہے اور قسمت میں فرق رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشلو فرمایا ہے ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض (نبی امرا کیل 55) ترجمہ کنزالایمان :- ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر برائی دی۔ اور مزید ارشلو فرمایا منهم من کلم اللہ ورفع بعضهم درجات (البقرہ 253) ترجمہ کنزالایمان :- ان میں کسی سے ایک نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں میں بلند کیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ان انبیاء کرام میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و کرم عطا ہوا اس لیے انہوں نے اپنے نفس پر سلام فرمایا ہے والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم البعث حبیباء (مریم 33) ترجمہ کنزالایمان :- اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا جس دن مردوں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور یراوران یوسف کا معاملہ :- اور یہ بات بھی لحاظ کے قائل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو معاملہ آپ کے ساتھ کیا وہ کیسے برداشت کر لیا گیا۔ بعض علماء کرام ارشلو فرماتے ہیں کہ میں نے اذ فالو البوسف واخوه احب الی ابینا منا۔ کانوا قبہ من الظاہدین (یوسف 8 تا 20) ترجمہ کنزالایمان :- جب یوسف کے ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور انہیں



اس میں کچھ رغبت نہ تھی۔ چالیس سے کچھ زیادہ خطائیں مگنی ہیں۔ جن میں سے بعض خطائیں بعض خطاؤں سے بڑی ہیں اور ایک کلمہ میں تین چار خطائیں آگئی ہیں۔ اس کے بلوجود ان کی خطائیں معاف کر دی گئیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا سوال :- حضرت عزیر علیہ السلام نے تو تقدیر کے بارے میں صرف ایک ہی سوال کیا تھا۔ یہ سوال ان سے درگزر نہ کیا گیا بلکہ ان کے بارے میں عتاب عہودہ ہوا اور بلعم بن باعور بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے دنیا و دین کے بدلے لٹی چاہی تو اس سے بھی درگزر نہ کیا گیا۔ آصف حد سے بڑھنے والوں سے ہو گیا۔ اس کا کہنا ناہری اعضا کے بارے میں تھا اس کی خطا معاف کر دی گئی۔

حکایت توبہ آصف :- حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عابدوں کے سردار اور اے عیلات گزاردوں کو ہدایت دینے والے کے بیٹے تیرا خلد زلو بعلی میری نافرمانی کب تک کرتا رہے گا میں اس کے بارے میں بار بار بردباری کرتا ہوں۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ اگر میری آنکھوں میں سے کوئی ایک جھوٹا بھی اس کی طرف آیا تو اسے اس کے ساتھ والوں کے لیے جہنم اور اس کے بعد والوں کے لیے عذاب چھوڑوں گا۔ آصف جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے وحی کا حال سنایا تو وہ وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ رست کے ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنا منہ نور ہاتھ آسمان کی طرف کر کے عرض کیا۔ یا اللہ تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ اگر تو مجھے توبہ کی توفیق نہ عطا فرمائے گا تو پھر میں توبہ کس طرح کر سکتا ہوں۔ اگر تو مجھے نہ بچائے گا تو پھر میں کیسے بچ سکتا ہوں۔ یا اللہ اگر تو مجھے گناہوں سے نہ باز رکھے گا تو پھر میں دوبارہ گناہ کروں گا۔ اللہ نے اسے ارشاد فرمایا کہ اے آصف! تو بچ کتا ہے تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں۔ تو نے توبہ کی طرف توجہ کی ہے۔ میں نے تیری توبہ قبول فرما لی ہے۔ میں توبہ کی توفیق عطا فرمائے والا اور رحمت والا ہوں۔

فائدہ :- آصف کا ایسا کرنا اسی طرح تھا جیسا کہ کوئی شخص ناز سے کتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اسی طرف دوڑتا ہے اور اسی کی وجہ سے اسے دیکھتا ہے۔

حدیث شریف :- اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کی طرف وحی بھیجی جو کہ بلاغت کے کنارے پر پہنچ چکا تھا کہ میرے سامنے تو نے بہت سے ایسے گناہ کیے ہیں کہ ان گناہوں سے کمتر گناہ کی وجہ سے میں نے ایک امت کو تباہ و برباد کر دیا مگر پھر بھی تجھے معاف کر دیا۔

خلاصہ :- اللہ تعالیٰ کا معاملہ بندوں کی تحصیل 'مقدم اور تاخیر میں اس کی ازلی مشیت سے بے بنی ہو کر رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ تو صرف اسی لیے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ پہلے لوگوں کے ساتھ سطوم ہو جائے۔ قرآن حکیم میں جو کچھ بھی ہے وہ بھی کچھ ہدایت نور اور پیمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنی حقوق کو اپنی پاکیزگی کی پہچان ارشاد فرماتا ہے۔ قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد (انعام) ۱۰۲

کنز الایمان :- اور کبھی اپنی جلالی صفات کی پہچان کرو کہ انہیں ارشاد فرماتا ہے۔ الملک القدوس السلام المؤمن  
 المہیمن العزیز الجبار المتکبر (المعشر 23) ترجمہ کنز الایمان :- بلاشبہ نہایت پاک سلامتی دینے والا مان بخشے والا  
 حفاظت فرماتے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا۔ اور کبھی ان کی پہچان اپنے افضل پہ خوف و جہا ہونے کی خاطر اپنا  
 معاملہ انبیاء کرام اور اپنے دشمنوں کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔ الم تر کیف فعال ربک بعد ارم ذات العباد (الغیر  
 6 آ 7) ترجمہ کنز الایمان :- کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے علو کے ساتھ کیا کیا وہ ارم حد سے زیادہ طول والے۔  
 اور فرمایا الم تر کیف فعل ربک باصحب الغبل (القیل 1) ترجمہ کنز الایمان :- اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا  
 تمہارے رب نے ہاتھی دلوں کا کیا عمل کیا۔

فائدہ :- قرآن حکیم میں ان تین قسموں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔

- 1 - ارشاد معرفت ذات اور اس کی پاکیزگی کا بیان ہے۔
- 2 - اس کی صفات کی معرفت اور اسماء الحسنی کا بیان ہے۔
- 3 - ذکر معرفت افضل اور بندوں کے ساتھ معاملات کا ذکر ہے۔

سورۃ اخلاص :- سورۃ اخلاص ان تین قسموں میں سے ایک قسم ہے یعنی تقدیس حق تعالیٰ کے بیان میں۔ اسی بیان  
 کے مطابق سورۃ کائنات محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ اخلاص کو قرآن حکیم کا تیسرا حصہ ارشاد  
 فرمایا ہے۔

من فراء سورۃ الاخلاص فقد فرئت القرآن ”جس نے سورۃ اخلاص پڑھی“ اس نے تملی قرآن مجید  
 پڑھ لیا۔“ (بخاری شریف و مسلم شریف)  
 اس سورۃ مبارکہ کی تقدیس حق تعالیٰ پر مستغنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انتہائی درجہ کی تقدیس اس میں ہے کہ  
 یکتا ہو تین باتوں میں۔

- 1 - پہلی بات یہ کہ اس جیسا کوئی بھی موجود نہ ہوا ہو۔ اس بات پر کلمہ لم یولد دلالت کرتا ہے۔
- 2 - دوسری بات یہ ہے کہ خود اپنی مشق و نظیر سے وہ حاصل نہ ہوا ہو‘ اس بات پر کلمہ لم یولد دلالت فرماتا  
 ہے۔

3 - تیسری بات یہ کہ اس کی اصل و فرع نہ ہونے کے وجود یہ امر بھی ہو کہ اس کے درجہ میں کوئی بھی اس  
 جیسا نہ ہو۔ اس بات پر کلمہ ولم یکن لہ کفوا احد دلالت کر رہا ہے۔

یہ تین باتیں صرف ایک ہی کلمہ میں آئیں اور یہ ساری سورۃ مبارکہ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ کی تفصیل ہے۔  
 پس یہ اسرار و رموز قرآن مجید کے ہیں اور ہمت سے اسرار و رموز ان جیسے قرآن مجید میں ہیں۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ  
 ارشاد فرماتا ہے کہ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (الانعام 59) ترجمہ کنز الایمان :- اور نہ کوئی تر اور نہ

خک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ کلام حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- اسی بنا پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علوم قرآن کی بحث کرو اور اس کے عجائبات تلاش کرو کہ اس میں آگوں اور پھیلوں کا علم ہے۔ "حیثیتہ ان کا قول مبارک درست ہے۔ قرآنی اسرار و رموز کو وہی جان سکتا ہے جو اس کے جملہ کلمات پر غور و فکر کرے۔ اس کی فہم بھی صاف ہو۔ یہاں تک کہ اسے ثابت ہو جائے کہ بلاشبہ جبار قہار مالک تقدیر مطلق کا یہ کلام مبارک ہے اور طاقت بشری کی حد سے یہ خارج ہے اور اکثر و بیشتر اسرار و رموز قرآنی قصص و اخبار کے ضمن میں ہی بیان کیے گئے ہیں تو غافل کو چاہیے کہ ان اسرار و رموز کے استنباط کی حرص رکھنے والا ہو تاکہ قرآنی عجائبات میں سے اس پر وہ امور متکشف ہو جائیں جن کے سامنے دوسرے علوم کو معمولی جانے جو قرآن مجید سے خارج ہیں۔

حقیقت رضا :- نسبت کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ رضا ہے اور یہ معرین الہی کے اعلیٰ عقلیت میں سے ایک اعلیٰ مقام ہے۔ اکثر لوگوں پر رضا کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ اس پر جو کچھ مشمت اور ابہام آتا ہے وہ دوسروں پر ہرگز نہیں ملتا سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق کا علم اور فہم عطا فرمایا ہے اور دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائی ہے۔ منکرین تو نہیں مانتے کہ اپنی خواہش کے جو چیز مخالف ہو پھر اس پر رضا کیسے ہو سکتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اس وجہ سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے۔ ہر شے پر رضا ہو سکتی ہے تو پھر چاہیے کہ آدم کفر اور گنہگار پر بھی راضی ہو کرے۔ اسی قسم کے مخالفے میں کچھ لوگ پڑ گئے اور ان کا اس بارے میں یہی عقیدہ ہو گیا۔ فسق و فجور پر راضی ہونا اور اعتراض اور انکار نہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فریب مبارک ماننے میں داخل ہے۔ اگر یہ اسرار و رموز صرف ظاہری احکام سننے کی وجہ سے بندے پر مکمل جایا کرتے تو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں یہ دعا کبھی نہ مانگتے اللھم ففہم الذہن و علمہ النواہل "یا اللہ اسے دین میں سمجھ والا بنا دے اور علم توفیق عطا فرما دے۔" اس لیے ضروری ہو گیا کہ رضا کی فضیلت اور راضی اشخاص کی حکایات حقیقت رضا اور خواہش کے خلاف اس کا ممکن ہونا بیان کر دیں اور آخر میں تحریر کریں گے کہ بعض ایسے امور ہیں جو رضا مکمل کرنے میں لازمی خیال کیے جاتے ہیں شاد دعا نہ کرنا اور گناہوں پر خاموشی اختیار کرنا۔ حالانکہ وہ رضا میں شامل نہیں ہیں۔

فضیلت رضا :- رضا کی جو فضیلت آیات میں بیان ہوئی ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (ایضاً 88) ترجمہ کنز الایمان :- اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

ہل جزاء الا حسان الا احسان (الرحمن 60) ترجمہ کنز الایمان :- نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

فائدہ :- احسان کا انتہائی مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کب راضی ہوتا ہے؟ جب بندہ اپنے رب سے راضی ہو جائے۔

ومساكن طيبة في جنت عدن ورضوان من الله اكبر (التوبہ 72) ترجمہ کنزالایمان :- اور پاکیزہ مکانوں کا مینے کے باغوں میں اور اللہ کی رضا سب سے بڑی۔

فائدہ :- اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو جنت عدن سے بڑھ کر ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر نماز سے بھی بڑھ کر ذکر کو ارشاد فرمایا ہے ان الصلوٰۃ فتنہی من الفحشاء والمنکر ولذكر الله اکبر (العنکبوت 45) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک نماز منع کرتی ہے۔ بے حیائی اور بری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

”بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سب سے بڑی ہے۔“

فائدہ :- جیسے جس وقت اقدس کا ذکر نماز میں آتا ہے۔ نماز کی نسبت اس وقت کا مشاہدہ زیادہ بہتر ہے۔ یونہی جنت کے مالک کی رضا جنت کی نسبت زیادہ اعلیٰ و اشرف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بشری باشندوں کی زیادہ مطلوب توحی ذات ہے۔

حدیث شریف :- اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے لیے جلا فرما کر ارشاد فرمائے گا کہ مجھ سے سوال کرو۔ یہ سن کر وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ ہم تو حیری رضا چاہتے ہیں۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد بھی رضا کا سوال کرنا اس سے نہایت اعلیٰ درجے کی رضا کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے بندے کا راضی ہونے کی حقیقت ہم عنقریب بیان کریں گے۔ (ابن شاہ اللہ)

بندے سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا :- وہ اسی معنی کے قریب ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بندے کے ساتھ ہم بیان کر آئے ہیں اور اس کی حقیقت کو کھول کر بیان کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ مخلوق کی سمجھ بوجھ اس کو اور ادک نہیں کر سکتی اور جو شخص اس پر قادر ہوتا ہے اسے کسی دوسرے کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسے خود بخود ہی اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرنے سے اعلیٰ کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہے۔

جنتیوں نے جو رضا کی درخواست کی تو اس کی صرف یہ وجہ تھی کہ رضا موجب دوام نظر کی ہے خواہ اسی کو ہی نہایت درجہ کا مقصود اور اعلیٰ مطالب سمجھائیں جب دیدار کی لذت سے شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد سوال کرنے کا حکم ہوا تو یہی درخواست کی کہ یا اللہ یہی دیدار ہمیشہ حاصل رہے گا اور سمجھ گئے کہ یہ پردہ ہمیشہ کے لیے ہٹا رہے گا۔ اسی لیے اس کی درخواست کی۔

تمین تجھے :- بعض مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک ولیدنا مزید (ہمارے ہی مزید ہیں) کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ جنتیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمین تجھے آئیں گے۔

پہلا تحفہ :- ایک تحفہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہوگا کہ جنتیوں کے پاس اس جیسا کوئی تحفہ نہ ہوگا اور اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے فلا نعلم نفس ما اخفى لهم من فردا عین (المعجہ 17) ترجمہ کنز الایمان :- تو کسی جی کو معلوم جو آگہ کی لحد تک ان کے لئے چھپا رکھی ہے۔

دوسرا تحفہ :- دوسرا تحفہ ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام ہوگا کہ یہ دہر پر فضیلت رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ سلام فولا من رب رحیم (النہین 58)

تیسرا تحفہ :- اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیسرا تحفہ یہ عطا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں تم سے راضی ہوں۔ یہ قول مبارک دہر پر سلام یعنی پہلے دونوں تحفوں سے افضل ترین ہوگا اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ورضوان من اللہ اکبر (التوبہ 72) ترجمہ کنز الایمان :- اور اللہ کی رضا سب سے بڑی۔ بے لذت اور نعمت جنتیوں کو حاصل ہوگی۔ ان تمام سے اللہ تعالیٰ کی رضا اعلیٰ ہے۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی فضیلت معلوم ہوگی اور بندے کی رضا کا شوق بھی معلوم ہوا۔

### فضائل رضا کی احادیث مبارکہ

حدیث شریف :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ تم کیا ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ عرض کیا کہ ہم بلا پر صبر کرتے ہیں اور بوقت وسعت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور فضا کے موقعوں پر راضی رہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”رب کعب کی قسم“ تم ایماندار ہو۔“

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکماء علماء کا دوام من فہم ان یکونوا انبیاء ”علماء علماء فقہ کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ انبیاء ہوتے۔“

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طوبی لمن ہدی لا سلام وکان رزقہ کفایا ورضی بہ ”وہ شخص خوشحال ہے کہ جسے اسلام کی ہدایت کی جائے۔ بقدر ضرورت اس کی روزی ہو اور وہ اس پر راضی ہو۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من رضی من اللہ بالغلبل من الرزاق رضی اللہ تعالیٰ منہ ینالقبل من العمل ”جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے خودی روزی پر راضی ہو جاتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ خودی سے غل پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انا احب اللہ عبدا ابتلا فان صبرا جنبا فان رضی اصطفاہ ”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرنا ہے تو اسے کسی بلا میں مبتلا کرتا ہے۔ پس اگر وہ صبر کرے تو اسے برگزیدہ کر دیتا ہے۔ پھر اگر راضی ہو تو اسے چن لیتا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ پر خاص رحمت فرمائے گا کہ وہ اپنی قبروں میں سے پرواز کرسکتے ہوئے جنت کی طرف جائیں گے اور وہ جنت میں جیسے نور جلی پائیں گے وہیں مزے اڑائیں گے۔ ان سے فرشتے پوچھیں گے کہ کیا تم پہلے مرادے سے اتر چکے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو پہلے مرادے دیکھا بھی نہیں ہے۔ پھر فرشتے دریافت کریں گے کہ کیا تم نے دوزخ دیکھا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فرشتے کہیں گے کہ پھر تم کس کی امت سے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں۔ فرشتے سوال کریں گے کہ ہم تمہیں قسم دیتے ہیں کہ سچ سچ بتاؤ کہ دنیا میں تمہارے اعمال کیا تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم میں دو فصلتیں تھیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اس درجہ کو پہنچے۔

1- ایک تو یہ ہے کہ ہم جب اکیلے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے تھے۔

2- دوسرے یہ کہ ہمارے لیے جو کچھ مقدر ہوتا ہم اسی پر راضی رہتے تھے۔

فرشتے کہیں گے کہ پھر تو تمہارا یہ حال ہونا ہی چاہیے۔

حدیث شریف :- ایک حدیث شریف میں ہے کہ یا معشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم نظفروا بنواب ففرکم والا فلا "اے فقراء کے گروہ" اللہ کو اپنے دلوں سے رضا دو کہ اپنے فقر کا ثواب پاؤ اور اگر ایمان نہ کرو گے تو ثواب نہ حاصل کر سکو گے۔"

اختیار کلیم اللہ علیہ السلام :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ آپ کی خدمت میں بنی اسرائیل نے عرض کیا کہ ہمارے لیے اپنے رب سے کوئی ایسا کام دریافت کر دیجئے کہ جب ہم وہ کام کریں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا اللہ جو کچھ یہ کہتے ہیں تو نے نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اے موسیٰ ان سے فرما دیجئے کہ وہ مجھ سے راضی رہیں تاکہ میں ان سے راضی رہوں۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ من احب ان يعلم ماله عند اللہ عزوجل فلينظر ماله عند اللہ عزوجل عندہ فاللہ تبارک وتعالیٰ ينزل العبد منہ حیث انزلہ العبد من نفسه "جسے اپنا معلوم ہو کہ وہ اس چیز کو جان لے جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو وہ اس چیز کو دیکھ لے جو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود بخود ہی بندے کو اسی مرتبہ پر نازل کرتا ہے جس پر کہ بندہ اسے اپنے غم سے کرتا ہے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کی وحی :- حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے ولیا کو فتویٰ فکر سے کیا کام ہے۔ میری متابعت کی محاسن ان کے دلوں سے فکر بغوی شتم کر دیتی ہے۔

اے داؤد میں اپنے لولیاؤ سے یہ ہات محبوب چاہتا ہوں کہ وہ روحانی ہوں، وہ کچھ بھی غم نہ گھرنے کریں۔"

بارگاہ حق میں کلیم اللہ علیہ السلام کی عرض :- روایت ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا، یا اللہ مجھے وہ بات ارشاد فرما دے جس میں تیری رضا ہو تاکہ میں اسے کروں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تیری ناخوشی میں ہی میری رضا ہے۔ تو سن پسند ہات پر مہر نہیں کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ وہ کوئی بات ہے؟ ارشاد مبارک ہوا کہ میری رضا اس میں رہے کہ تو میری رضا پر راضی رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی متابعت میں عرض کیا کہ یا اللہ تیری تلوک میں سے مجھے کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد گرامی کہ وہ شخص کہ جس سے میں اس کی محبوب چیز لے لوں، وہ پھر بھی مجھ سے پیار رکھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، وہ کون لوگ ہیں کہ جن پر تو خدا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو کسی کام میں مجھ سے بھلائی مانگتے رہتے ہیں۔ جب میں ان کے لیے کوئی حکم کرتا ہوں تو وہ میرے اس حکم سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ علاوہ انہیں ایک روایت تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے اور جو شخص میری نیکی ہوئی معصیت پر مہر نہ کرے اور میری عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے، میرے حکم پر راضی نہ ہو تو پھر اسے چاہیے کہ وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا اپنا رب بنا لے۔

حدیث قدسی شریف :- حدیث قدسی شریف میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تمام مخلوق کو میں نے ہی مقدر فرمایا ہے اور ان کی تدبیر بھی کی ہے اور حکم کو حکم فرمایا ہے۔ میں جو شخص راضی ہوا تو اس کے لیے میری رضا ہے۔ میں تک کہ وہ مجھ سے ملے۔ علاوہ انہیں جو ناراض ہوا، اس کی خاطر میری فکلی و ناراضگی ہے۔ میں تک کہ اسی حل میں میری پاس آئے گا۔

حدیث شریف :- حدیث قدسی شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ خیر و شر دونوں ہی میں نے بنائے ہیں، اس لیے اجماعاً تو وہ ہے جسے میں نے بھلائی کے لیے پیدا کیا ہے اور اس کے ہاتھوں کو خیر ہی چلایا اور برائی تو اسے ہے جسے میں نے شر کی خاطر بنایا اور اس کے ہاتھوں پر شر کو چلایا اور اس کی ہلاکت پہ ہلاکت ہے۔ اس بارے میں جس نے چننا و چرا کیا۔

اللہ کی بارگاہ میں شکایت :- اخبار چین میں موی ہے کہ ایک پیغمبر نے دس سال تک بموک، مطلق اور جوس کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تو کب تک اس طرح شکایت کرتا رہے گا۔ ام الکتاب میں میرے پاس تیرا اصل زمین و آسمان کے بننے سے بھی پہلے اسی طرح لکھا ہوا ہے اور اسی طرح ہی ہوتا جاتا ہے۔ دنیا کے بننے سے پہلے ہی میں نے تم پر اسی طرح ہی حکم ارشاد فرمایا تھا کہ کیا اب تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیری خاطر دوبارہ نئے سرے سے دنیا بنائوں یا تو یہ چاہتا ہے کہ میں نے تیرے لیے جو کچھ مقدر کیا ہے،

اسے بدل دوں۔ جو کچھ تو چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے وہ میری خواہش اور پسند سے زیادہ اچھا ہے۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے اگر تیرے دل میں یہ بات گزرے گی تو حیرانام نبوت کے دفتر سے خارج کر دوں گا۔

حکایت حضرت آدم علیہ السلام :- حضرت آدم علیہ السلام کا ایک چھوٹا لڑکا پیار و محبت سے آپ کے بدن مبارک پر بھی چڑھتا اور کبھی اترتا یعنی آپ کی پسیلوں پر پاؤں رکھ کر جیسا کہ بیڑھی پر چڑھا جاتا ہے، سر تک چڑھ جاتا، پھر سر مبارک سے اتر آتا۔ آپ اپنا سر نور زمین کی طرف کیے رہتے، نہ اسے کچھ کہتے اور نہ ہی سر لوہے اٹھاتے۔ آپ کے کسی دوسرے لڑکے نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ کے ساتھ یہ ایسا کرتا ہے۔ اس کے باوجود آپ سے روکتے نہیں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہوں، تجھے معلوم نہیں ہے۔ میں نے ایک حرکت کی تھی جس کے بدلے میں کرامت اور آسائش کے گھر سے دکھوں اور تکلیفوں کے گھر میں اتار دیا گیا ہوں۔ اب مجھے ڈر ہے کہ اگر کوئی دوسری حرکت کر بیٹھوں تو نہ جانے کہ مجھ پر کیا مصیبت سڑے گی۔

حضور کا خلوم کے ساتھ حسن سلوک :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ مت دس سل کی ہے۔ میں نے کوئی بھی کام کیا تو آپ نے کبھی بھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اگر کوئی کام نہ کیا تو پھر یہ کبھی نہ ارشاد فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا اور جو چیز ہو گئی اس کے بارے میں کبھی نہ فرمایا کہ کاش یہ نہ ہوتی اور اگر نہ ہوتی تو پھر یہ کبھی نہ ارشاد فرمایا کہ کاش یہ ہوتی۔ آپ کے گھر والوں میں سے اگر کوئی میرے ساتھ جھگڑتا تو آپ ارشاد فرماتے: اے چھوڑ دو (یعنی اس سے نہ جھگڑو کیونکہ جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے وہی ہوگا۔)

وحی حضرت داؤد علیہ السلام :- حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد! تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں اور ہوگا وہی جو کچھ ہونا تھا (یعنی جو کچھ میں چاہتا ہوں) پس اگر تو میرے چاہے پہ راضی ہوگا تو میں تجھے کافی ہوں گا۔ تیری خواہش سے اور اگر تو میری خواہش کو تسلیم نہ کرے گا تو میں تجھے تیری خواہش میں مشقت میں ڈال دوں گا ہوگا پھر بھی وہی جو کچھ میں چاہوں گا۔

اقوال اسلاف صالحین رحمۃ اللہ علیہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو لوگ بہشت میں جائیں جائیں گے وہ وہی لوگ ہوں گے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے ہیں یعنی وہ ہر حال میں راضی رہتے ہیں۔

2 - حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے موقع تقدیر الہی کے علاوہ دوسری کوئی بھی خوشی باقی نہیں رہی۔ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہی کچھ چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ میرے لیے حکم فرمائے۔

3 - میمون بن مهران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی نہ ہو اس کی سب سے وقتی



کا کوئی علاج نہیں ہے۔

4- یہ حضرت خلیل رحمت اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پہ صحیح نہ رہے گا تو پھر اپنے نفس کی تقدیر پر بھی صحیح نہیں رہ سکتا۔

5- حضرت عبدالعزیز ابن ابی دلو رحمت اللہ فرماتے ہیں کہ سر کے کیساتھ جو کی مدنی کھانے میں اور لون کا لباس (صوفیانہ لباس) پہننے میں شین ضعیف ہے بلکہ اللہ عزوجل سے راضی رہنے میں وہ بیٹھنا شین ہے۔

6- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں آگ کی چنگاری چاؤں تو جو جلا دے، سو جلا دے اور ہتی جو کچھ جلائے سے چھوڑ دے، سو چھوڑ دے تو میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ جو کچھ ہو گیا اس کے بارے میں میں کہوں کہ کاش یہ کچھ نہ ہوتا اور جو کچھ نہ ہوا اس کے بارے میں کہوں کہ کاش یہ کام اس طرح ہو جاتا۔

7- کسی نے حضرت محمد بن واسع رحمت اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پر زخم دیکھ کر کہا کہ تمہارے اس زخم سے مجھے ترس آتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت سے یہ زخم ہوا ہے میں تو اس وقت سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ زخم آنکھ میں نہیں لگا۔

حکایت :- بنی اسرائیل کے حصص میں ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کافی عرصہ کی۔ اسے خواب میں دکھایا گیا کہ جنت میں فلاں عورت کھڑی چائے والی تری رتی ہوئی۔ جب عابد بیدار ہوا تو اس عورت کا نشان پاچہ کر اسے تلاش کیا۔ اس کے پاس تین دن مہمان رہا تاکہ اس کا عمل دیکھے۔ عابد صاحب رات بھر عبادت کرتے دن کو روزہ رکھتے جبکہ وہ عورت رات بھر سوئی رہتی اور دن کو روزہ بھی نہ رکھتی۔ پھر اس عابد نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی عمل کرتی ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے، صرف یہی میرا عمل ہے۔ اس کے علاوہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اپنے آپ میں تو میں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتی۔ عابد بار بار کہتے رہے کہ بھلا یاد کر کے بتاؤ کہ اس کے علاوہ بھی کوئی عمل ہے؟ اس عورت نے کہا ہاں۔ اس کے علاوہ ایک چھوٹی سی جگہ میں خصلت ہے اور وہ خصلت یہ ہے کہ اگر میں سختی میں ہوں تو اچھی ملت کی تناسل میں رکھتی ہوں اور اگر مرض میں مبتلا ہو جاؤں تو تندرستی کی تناسل میں رکھتی ہوں۔ اگر دوسروں میں ہوں تو سہیہ کی خواہش میں رکھتی۔ یہ سن کر عابد نے ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور کہا بھلا یہ خصلت چھوٹی سی ہے، یہ خصلت تو اتنی بڑی خصلت ہے کہ اس سے بڑے عابد عاجز ہیں۔

8- بعض اکابر ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم ارشاد فرماتا ہے تو زمین والوں سے یہ بات اسے محبوب ہوتی ہے کہ زمین والے اس کے حکم پر راضی ہوں۔

9- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان کا اہل ترین حصہ یہ ہے کہ حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو۔

10- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تجلی یا فراخی میں سے جس عمل میں بھی رہوں مجھے کوئی پروا نہیں۔

11- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت رابعہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کہا یا اللہ تو ہم سے راضی ہو جا۔ حضرت رابعہ نے یہ سن کر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تو خود تو اس سے راضی نہیں ہے اور اس کی رضا کی استدعا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ استغفر اللہ۔

پھر حضرت جعفر بن سلیمان ضبعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ بندہ کب راضی کھاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جب بندہ مصیبت پر بھی اتنا ہی خوش ہو جتنا کہ نعمت سے خوش ہوتا ہے۔

12- حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بندے کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دعا اور نہ دعا دونوں ہاتھ برابر ہو جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکا ہوتا ہے۔

13- حضرت احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں سے اسی بات کی وجہ سے راضی ہوتا ہے جس بات کی بنا پر غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہے۔ احمد بن الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ یہ کیسے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ غلام کی مولودیا میں حریف کی ہوتی ہے کہ آقا مجھ سے خوش رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اس کا مقصد تو یہی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے یہی کچھ محبوب چاہتا ہے کہ وہ اس سے راضی رہیں۔

14- حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یقین سے بندوں کو اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا کہ وہ رضا سے محروم ہوتے ہیں اور رضا سے اتنا ہی محروم حاصل ہوتا ہے جتنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندگی کرتے ہیں۔

حدیث شریف :- نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان اللہ عزوجل بحسب وجلالہ جعل الروح والفرح فی الرضاء والیقین وجعل الغم والعزین فی الشک والسخط "اللہ عزوجل نے اپنی حکمت و بزرگی سے راحت و سرور کو رضا اور یقین میں مقرر فرمایا ہے اور غم و اندوہ کو شک اور پناوشی میں۔"

وعا رضا کے خلاف نہیں :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواہش کے خلاف چیزوں اور مختلف قسم کے مصائب میں تو صبر ہوتا ہے۔ ہاں وجود رضا محسوس نہیں ہے۔ گویا ایسی بات کہنے والے محبت کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ جب اللہ کی محبت کا وجود اور اس میں تمام امت کا مستغرق ہونا ثابت ہے تو پھر صرف ظاہر ہے کہ اس بات کا موجب تو محبت ہوتی ہے کہ اپنے حبیب کے کاموں سے محب راضی ہوتا ہے اور یہ راضی ہونا دو طرح کا ہوتا ہے۔

1- رنج کا معلوم ہونا بالکل ہی قسم ہو جائے۔ ہاں تک کہ کوئی ضرر و مصلحت اس پر آئے یا زخم لگ جائے تو

اسے کوئی تکلیف اور درد محسوس نہ ہو جیسا کہ کوئی لڑنے والا کہ عادت غصہ یا عادت خوف میں اکثر و بیشتر ہوتا ہے کہ زخم لگ جاتا ہے مگر اسے معلوم نہیں ہوتا۔ یہی تک کہ جب خون کو دیکھتا ہے تو اس وقت اسے زخم کے بارے میں معلوم ہوتا ہے بلکہ کوئی معمول سے کام میں مشغول ہو جائے تو عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ پاؤں میں کھٹکا چھ جاتا ہے اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا دل دوسری طرف لگا ہوا ہوتا ہے۔ یونہی اگر کندہ سترے سے پچھنے لگائے جائیں یا بل بوتے جائیں تو آدمی کو اس سے ضرر پہنچتا ہے لیکن اگر دل بے قرار ہو کوئی اہم کام کا تردد ہو تو پچھنے لگائے والا اور حجام اپنا کام کر چکے ہجے۔ اس کے باوجود پچھنے لگوائے والے بے قرار و متردد شخص کو خبر تک نہ ہوگی اور اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ جب کسی اہم امر میں دل مستغرق و فریاد دہے تو مشغول ہوتا ہے تو وہ سوائے اس امر کے کسی چیز کا اور فکر نہیں کرتا۔ یونہی محب جو کہ اپنے محبوب کے مشعلے یا محبت میں مستغرق ہو۔ اسے ہلاکت ایسے امور پیش آجاتے ہیں کہ فکر انہیں عشق نہ ہوتا تو ان امور کی بنا پر اسے رنج و غم اور درد معلوم ہوتا ہے مگر دل میں محبت کے جوش کی وجہ سے درد و غم نہیں پاتا۔

نتیجہ بحث :- میں جب کسی غیر صیب فی طرف سے آنے والی معیبت کا درد و غم نہ ہوتا ہو تو خود محبوب کی طرف سے ملنے والی معیبت کا درد و رنج کیسا ہوگا اور عشق و محبت میں دل کی مشغولیت ایک بڑا مشکل ہے۔ جب تھوڑے سے درد کا محسوس ہونا معمولی سی محبت میں مقصور ہے تو صاف ظاہر ہے کہ بڑی محبت میں بڑے درد کا معلوم نہ ہونا بھی متصور ہو سکتا ہے اس لیے کہ جس طرح درد کا زیادہ ہونا ممکن ہے تو اسی طرح کی محبت کی بھی زیادتی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ خوبصورتوں کی محبت جو آنکھوں سے محسوس ہوتی ہے قوی ہوتی ہے یونہی ان حسین صورتوں کی محبت جو کہ باطنی بصیرت سے معلوم ہوتی ہے وہ بھی قوی ہوتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں سے حضرت ربوبیت کا جمل و جلال ایسا ہے کہ اس جلال و جمل پر کوئی بھی جلال و جمل قیاس نہیں کیا جاسکتا نتیجہ یہ نکلا کہ اس میں سے کوئی چیز جسے مشکلف ہو جائے تو پھر ایسی کون سی بات تعجب والی ہے کہ ایسا شخص ہوش ہو جائے اور اپنے اوپر جو درد طاری ہو جائے اس کا پتہ تک نہ چلے۔

حکایت :- حضرت محمد مصطفیٰ رحمتہ اللہ علیہ کی بی بی مگر پڑیں اسی وجہ سے ناخن ٹوٹ گیا آپ انس پڑیں۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کو اس چوٹ کی وجہ سے درد نہیں معلوم ہوتا؟ ارشاد فرمایا کہ لذتِ ثواب نے میرے دل کی تخی کو دور کر دیا ہے۔

حکایت :- حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ کو ایک مرض لاحق ہو کہ کسی دوسرے کو لاحق ہوتا تو وہ میں کا علاج کرتے مگر اپنی تکلیف کا علاج نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ محبوب کی مار میں آزار نہیں ہوا کرتا۔



## اقوال عشق:-

1- حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ختی کا ثواب جو شخص ایک بار ملاحظہ فرما لیتا ہے وہ اس سے لکنا نہیں چاہتا۔

2- حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اپنے پیرو مرشد حضرت سری متقی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ عاشق کو بھی معیبت کی تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ تو حضرت سری متقی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ میں نے عرض کیا تو انکواری سے ہی کیوں نہ مارا جائے؟ آپ نے ارشاد فرمایا 'ہی' غلو انکواری سے لگتا دس سر میں لگائی جائیں۔

3- بعض اکابر بزرگمان دین ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے تو دی اچھا لگتا ہے جو اسے (حق تعالیٰ کو) اچھا لگتا ہے یہی تک کہ میرے لیے وہ اگر دونوں بھی پسند کرے تو میں دونوں میں جلتے کو محبوب چانتا ہوں۔

حکایت :- حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغداد شریف کے محلہ شرق میں ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اسے ہزار کوڑے لگائے گئے مگر اس نے لف تک نہ کی۔ اس کے بعد اسے قید خانے میں لے گئے۔ میں بھی اس کے پیچھے چلا گیا اور اس شخص سے دریافت کیا کہ تجھے کیوں مارا گیا تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں عاشق ہوں۔ میں نے پھر اس سے دریافت کیا 'پھر تو خاموش کیوں رہا؟' اس نے جواب دیا 'اس وقت میرا محبوب میرے سامنے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے پھر پوچھا 'پھر تو کیا بات ابھی ہوتی کہ تو محبوب عشق کی طرف دیکھے۔ یہ سننے ہی اس نے زور سے چیخ ماری اور بچاڑ کھا کر فوت ہو گیا۔ (اللہ والہ علیہ راجعون)

4- حضرت یحییٰ بن سہو رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کریں گے تو ان کی آنکھیں لذت دیدار کی وجہ سے ان کے دلوں میں داخل ہو جائیں گی اور وہاں اپنے مقام پر آٹھ سو سال تک نہ آنکھیں گی تو اب بتائیے کہ اس کے جلال و جلال میں جو مل پڑے ہوئے ہوں کہ اگر تو اس کے جلال کو ملاحظہ فرمائیں تو زور جائیں اور اگر اس کا جلال ملاحظہ فرمائیں تو حقیر ہو جائیں تو ان کا حال کیا ہوگا؟

حکایت :- حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں 'میں جزیرہ عبادین گیلہ میں جزیرے میں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اندھا کوڑھی' بھٹوں اور مرگی زدہ ہے۔ اس کا گوشت چوڑھیں کھا رہی ہیں۔ اس کا سر اٹھا کر میں نے اپنی گود میں رکھ لیا اور کچھ کتا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ ابھی شخص کون ہے جو میرے نور میرے پردہ دگار کے معاملے میں دلی تہذیب کرتا ہے۔ اگر وہ میرے ایک ایک جوڑ کو بھی کٹ دے تو پھر بھی میں اس کی محبت میں کثرت ہی کروں گا۔ حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس معاملے کے بعد کہ جب سے مجھے اس کا معاملہ بندے میں سے نور پردہ دگار میں معلوم ہوا تو اسے میں نے کبھی بھی برائے نہ کیا۔

حکایت :- حضرت ابو عمرو محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معرودوں کی غذا چار ماہ تک حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ جب انہیں بھوک لگتی تو حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مقدس دیکھ

لیتے۔ آپ کے چہو مبارک کے جل مبارک کی لذت انہیں تکلیف محسوس نہ ہونے لگی۔ علاوہ انہیں قرآن حکیم میں تو اس سے بھی زیادہ حلال بیان فرمایا گیا ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے جل مبارک پہ عورتیں ممر کی اس قدر فریفت ہو گئیں کہ بے خبری کے عالم میں اپنے ہاتھ کٹ ڈالے۔

حکایت :- حضرت سعید بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمرے میں عطابن مسلم کی سرائے میں ایک جوان کو دیکھا کہ وہ ہاتھ میں چمرا لیے ہوئے نکار نکار کر لوگوں کے درمیان کہہ رہا تھا کہ جس کا منہ سویم یہ ہے کہ۔ کیفیت ہمیری بدلنے کی میں کیا بیان کرو۔ قیامت سے بڑی بدلتی سے ہتر ہے پہلے مہوں۔

نیاری کر کہنے لگے ہیں کہ اب تیرا کوچ۔ میری جان کرتی ہے سرباد نہیں ہے میرا کوچ۔ پھر چمیری مار کر اپنا پیٹ چیرا اور مر گیا۔ (اللہ والہ راجعون) اس کا حل میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ کسی ہلشدہ کے غلام پہ عاشق تھا صرف ایک دن وہ اس سے محبوب رہا تو اس وجہ سے اس نے اپنا یہ حل کر دیا۔

حکایت :- حضرت یونس علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے وہ شخص ملا جو زمین میں سب سے زیادہ عہدوت کرنا ہو؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسے شخص کا پتہ بتایا کہ جس کے ہاتھ اور پاؤں جذام (مرض) نے جدا جدا کر دیئے تھے۔ اس کے نین اور آنکھیں جہ و ہرلو کر دی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ کہتا تھا یا اللہ جب تک تو نے چاہا میں اہل اہل سے مجھے فائدہ دیا اور تو نے جب چاہا انہیں مجھ سے جھین لیا۔ اسے نیکو کار اور مطلب پر پہچانے مجھے اپنی ذات کی توقع باقی رہنے دے کیا یہ کم ہے۔

حکایت :- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بڑا پیار ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ کو شدید غم ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو یہ فطرو لاحق ہو گیا کہ کہیں اس لڑکے کی وجہ سے آپ کو بھی کچھ ہونہ جائے۔ وہ لڑکا فوت ہو گیا تو آپ اس کے جنازے کے ساتھ تشریف لے چلے۔ اس وقت جتنی خوشی آپ کو تھی اتنی خوشی کسی بھی شخص کے چہرے پر نہ ہوئی ہوگی۔ آپ سے لوگوں نے اس خوشی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس پر اس کی نیاری کی وجہ سے ترس آتا تھا جس کی وجہ سے میں تمہیں قتل اب مشیت الہی دافع ہو چکی ہے اس لیے میں اس پر خوش ہوں۔

حکایت :- حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک کتا ایک گدھا اور ایک مرغ تھا۔ مرغ تو نماز کے لیے جگنا تھا۔ گدھے پر پانی خیر اور ضروری سامان لاداکرتا تھا اور کتا حفاظت کرنا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ کر لے گئی۔ اس بزرگ کے اہل خانہ کو بڑا دکھ ہوا مگر وہ شخص بڑا نیک بخت بزرگ تھا۔ اس نے فرمایا کہ اسی میں بھلا ہوا گا پھر ایک دن بھیڑیا آیا اور گدھے کو چیر پھاڑ کر ڈالا جس سے وہ گدھا بھی مر گیا۔ اس کے گھر والوں کو اس سے بھی دکھ ہوا مگر اس بزرگ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ

اسی میں بھلائی ہوگی۔ پھر ایک دن صبح ہی صبح اس کے گمراہوں نے دیکھا کہ ان کے گمراہوں کے تمام لوگ غلامی کی زنجیر میں جکڑے گئے ہیں۔ صرف وہی باقی رہ گئے ہیں اور ان کے گمراہ ہونے کی یہ بڑی کہانتیں، گمراہوں اور مغروروں کی آوازیں سن کر لوگ پکڑے گئے ہیں۔ ان کے بیل سب سے پہلے جا چکے ہیں جبکہ یہ حضرت صاحب اور ان کے گمراہ والے اس واقعہ سے محفوظ رہے تو ان چیزوں کی ہلاکت میں یہ حکمت پوشیدہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خفی لطف کو جانتا ہے وہ اس کے فعل سے ہر عمل میں راضی رہتا ہے۔

حکایت ۱: ایک دفعہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک شخص ٹہپے، برص والے، پانچ دونوں طرف سے قلب زندہ کے پاس سے گزرے۔ اس شخص کا گوشت جذام کی وجہ سے نکھر چکا۔ اس کے باوجود وہ یہ کہتا تھا، اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ایسی مرضوں سے موت بخشی جن میں موت سے لوگوں کو جلا کیا ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا، بھلا وہ کونسی معیبت ہے جو تجھے لاحق نہیں ہے؟ اس شخص نے جواب دیا، اے روح اللہ! میں اس آدمی سے بتر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے دل میں وہ چیزیں ڈالی جو اپنی معرفت سے میرے دل میں ڈالی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا، صحیح کہتے ہو۔ اپنا ہاتھ لاؤ۔ اس شخص نے جوئی اپنا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں دیا۔ آپ کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آئے ی اس کا چہرہ سب سے عمدہ خوبصورت، بہت اچھا ہو گیا۔ اس کا تمام مرض ختم ہو گیا۔ وہ شخص حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر مہلوت کرنے لگا۔

حکایت ۲: حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا پاؤں جل گیا۔ آپ نے اپنا پاؤں زانو سے کٹا دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھ سے ایک لے لیا ہے۔ یا اللہ! تیری ذات اقدس کی قسم ہے، اگر تو نے لے لیا ہے تو تو نے ہی باقی رکھا تھا۔ اگر تو نے مجھے بیمار کیا تھا تو تو نے ہی موت بخشی تھی۔ اس کے بعد ساری رات بھی درد ہڑتے رہے۔

### اقوال بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہ

- 1 - حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مغلیں اور توہمگری وہ سواہیاں ہیں۔ مجھے کوئی پروا نہیں کہ کس سواہی پر سوار ہو جاؤں۔ فقیری میں تو مہر ہے جبکہ توہمگری میں دلوں پر حمل۔
- 2 - حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ہر مقام سے ایک کیفیت میسر آتی ہے۔ مقام رضا کے علاوہ کہ مقام رضا سے تو مجھے صرف ایک خوشبو سی ملی ہے۔ اس پر اگر اللہ تعالیٰ تمام حقوق کو جنت میں داخل فرما دے اور مجھے دوزخ میں ڈال دے تو میں پھر بھی راضی ہوں۔
- 3 - کسی عارف سے لوگوں نے پوچھا کہ تمہیں رضا کا انتہائی مقام لہا گیا ہے یا نہیں؟ تو اس عارف نے جواب دیا کہ رضا کا انتہائی مقام تو ابھی تک میں نے لہا نہیں۔ مگر مقام رضا پر میں پہنچ گیا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کا بل دیا کہ رضا کا انتہائی مقام تو ابھی تک میں نے لہا نہیں۔ مگر مقام رضا پر میں پہنچ گیا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کا بل

بتا دے کہ لوگ میرے اوپر سے گزرتے ہوئے جنت میں جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی قسم چھی کرنے کی خاطر مجھ سے ہی دوزخ کو بھر دے تو میں پھر بھی اس کے فریض مبارک کو پسند کروں گا اور اس کی اس تقسیم پر راضی ہوں۔" یہ کلام مبارک ایسے شخص کا جس کی ہمت قطعی طور پر محبت میں ڈوبی ہوئی ہو۔ یہاں تک کہ اسے دوزخ کی آگ سے بالکل ہی تکلیف محسوس نہ ہو اور اگر اسے کچھ تکلیف محسوس ہو بھی تو پھر بھی وہ محبوب کی رضا حاصل کرنے کی لذت میں پوشیدہ ہو جائے یعنی اسے اس بات کا لطف ملے کہ مجھے دوزخ میں ڈالنے سے محبوب کی رضا پوری ہوگی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی رضا میں مقصود ہے تو اس محبوب کی رضا کی لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو وہ جلد ہی لذت حاصل کر لے گا اور اس حالت کا ظہر کرنا نفس الامری میں عمل ہرگز نہیں ہے۔ اگر ہم جیسے کمزوروں کے حالات کی نسبت بعید معلوم ہوتا ہو لیکن جو کمزور کہ کسی کیفیت سے بے بس ہو تو اسے چاہیے کہ کمزوروں کے احوال کا انکار کرے اور یہ خیال کرے کہ جس امر میں میں بے بس ہوں اس سے بولیا اللہ بھی بے بس ہیں۔ (محلہ اللہ)

۴۔ حضرت مود یاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ بن جلالہ مشقی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ فلاں شخص کا جو یہ کلام ہے کہ "مجھے یہ بات محبوب ہے کہ میرا تمام جسم چیغیوں کے ذریعے کھڑے کھڑے کر دیا جائے اور اس کی اطاعت تمام حقوق کرے۔" اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں صاحب ایہ کلام اگر تو تعلیم و اجلال کے طور پر ہے تو پھر مجھے اس کا مطلب معلوم نہیں ہے اور اگر حقوق کی بھلائی اور شفقت سے واقع ہوا ہے تو پھر البتہ اس کا مطلب جانتا ہوں۔ "دلوئی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ان کے غشی کا دورہ پڑ گیا۔"

حکایت ۲۔ حضرت عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کو مرض استقام لاحق تھا۔ پشت کے بل تیس سال تک لیٹے رہے۔ انھیں بھی نہیں سکتے تھے اور نہ ہی بیٹھ سکنے کی سکت تھی۔ قصائے حاجت کی خاطر پانچ کلاں دیے گئے تھے۔ ان کے پاس مطرف اور ان کے بھائی علاء تشریف لائے۔ پس آپ کا یہ عمل دیکھ کر وہ نے گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا کہ تم پر اتنی بڑی سختی دیکھ کر روتا ہوں۔ غالباً اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نفع عطا فرمائے گا مگر جب تک میں مرت جاؤں اسے کسی کے سامنے ہرگز نہ کہنا اور وہ راز کی بات یہ ہے کہ فرشتے آکر میری زیارت کرتے ہیں۔ ان سے میں اس دعوت حاصل کرتا ہوں اور وہ مجھے سلام کرتے ہیں۔ ان کا سلام میں سنتا ہوں۔ اس بنا پر میں جانتا ہوں کہ اتنی بڑی نعمت جس مرض میں ہو وہ عذاب نہیں ہوتا۔ پس جو ایسے امور اپنی مصیبت کے دوران مشہور کرے بھلا وہ راضی کیوں نہ ہوگا۔

حکایت ۳۔ مطرف فرماتے ہیں کہ پھر حضرت سید بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیمار پرسی کو گیا تو ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے۔ ہمیں لگن گزرا کہ اس کپڑے کے نیچے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ من کے من سے کپڑا ہٹایا



کیا تو ان کی بی بی نے کہا 'آپ کو کیا کھلائیں یا چلائیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا 'لے لے کوئیں دو کرتے گی ہیں' رانیں چھل گئے ہیں اور اتنا زیادہ دلا پلا ہو گیا ہوں کہ اتنے عرصہ سے کھانا پینا پھر کر کھا ہے مگر اس کے باوجود مجھے یہ بات ابھی نہیں لگتی کہ اس کیفیت میں ناخن کے برابر بھی کمی کیوں۔

حکایت :- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الکرمہ میں تشریف لائے۔ آپ کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ آپ کی حیات کے سلسلے میں لوگ آپ کے پاس گردہوں کی شکل میں دوڑے آ رہے تھے اور آپ سے دعا کی خاطر استدعا کرتے تھے۔ ہر ایک کے لیے حضرت صاحب دعا فرماتے جاتے تھے اور آپ سے دعا منگوانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت عبداللہ بن السائب فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں 'میں لڑکا تھا۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو اپنا نشان بتایا تو آپ مجھے پہچان گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو کے والدین کا قاری ہے۔ بعد ازاں دوسری بات شروع ہوئی۔ بلاخر میں نے عرض کیا کہ بچا جان! آپ دوسرے لوگوں کے لیے تو دعا کرتے ہیں 'اپنے لیے بھی دعا کیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی بٹائی درست فرماوے۔ آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ جیسا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا چاہائی سے زیادہ اچھی ہے۔

حکایت :- ایک صوفی کا چھوٹا بیٹا کم ہو گیا۔ تین دن تک نہ ملا نہ وہ نہ ہی اس لڑکے کا پتہ مل سکا۔ لوگوں نے اس صوفی سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیئے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے پاس لا دے اور آپ سے ملاوے۔ یہ بات سن کر صوفی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھ پر حکم فرمایا ہے 'میرے نزدیک اس پر امتراض کرنا لڑکے کے جاتے رہنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

حکایت :- بعض عابد کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک بہت بڑا منگہ سرزد ہو گیا جس کے بدلے میں ساٹھ سہل سے دو رہا ہوں اور یہ عہد گزاری بڑی محنت سے عہد کرنا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس منگہ کی توبہ قبول ہو جائے۔ اس سے لوگوں نے دریافت کیا تم سے سرزد ہونے والا منگہ کونسا ہے؟ تو اس عابد نے فرمایا 'مجھ سے ایک بات ہو گئی تھی۔ میں نے اسے ایک بات کہی تھی 'اگر وہ بات میں نے نہ کہی ہوتی تو کیا خوب ہوگا۔

معمولی بات کہنے کے بعد کچھ بتایا :- بعض سلف بزرگین دین کا قول مبارک ہے کہ میرا جسم اگر قبیضوں سے بھی کٹ ڈالا جائے تو میرے نزدیک اس بات سے بھی زیادہ محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات کی ہو 'میں اس کے بارے میں کہوں کہ اگر میں اس طرح نہ کہتا تو کتنی اچھی بات تھی۔

حکایت :- حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے بتایا کہ یہاں ایک بیا مخص ہے کہ جس نے بچپاس سہل عہد کر لی ہے۔ حضرت عبدالواحد اس شخص کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا 'ارے دوست! آپ اپنا اپنا حل تو بیان فرمائیں کہ محبوب حقیقی پر قناعت کرنے والے بن گئے ہو یا نہیں؟ اس نے جواب دیا 'نہیں۔ آپ نے

اس سے پوچھا: محبوب حقیقی سے ایسا بھی ہوا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: محبوب سے راضی بھی ہوئے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ اس کے بعد آپ نے اسے ارشاد فرمایا کہ پس اس کے پاس سے ہمیں بہرہ صرف نواز اور روزہ ہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ سے مجھے شرم آتی ہے ورنہ میں تجھے کہہ دیتا کہ تیرا بچاؤ سدا محلہ اندر سے نکال دیا ہے یعنی اتنے دنوں تک تیرے دل کا درد اذہ نہ کھل سکا کہ اس سے بہت اعلیٰ دلی کے درجہ قرب کی طرف ترقی کرتا تو ابھی تک اصحابِ یحییٰ کے طبقات میں ہی رہا ہے اس لیے کہ اس سے تیرے صرف ظاہری اعلیٰ میں ہی اضافہ ہوا ہے اور یہ اضافہ تو عوام کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

حکایت:- یارستان میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جماعت آگئی۔ آپ وہاں قید تھے۔ آپ نے اپنے سامنے دو چیلے اکٹھے کر کے رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے انہیں دو چیلے مارنے شروع کر دیے یہاں تک کہ وہ لوگ بھاگ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں! ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ حالانکہ تم تو میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو میری اس (ڈیملوں والی) مصیبت پر مہر کو نور شبلی رحمۃ اللہ نے ایک شعر کہا ان المحبۃ للرحمن اسکرئی۔ وہاں راہت محبا غیر سکران ”مجھے رخصت کی محبت نے مہوش کیا ہے۔ کوئی عاشق دکھ تو جو مہوش نہ ہو۔“

شامی علیہ کا قول:- شام کے لینے والے بعض عابدوں کا قول مبارک ہے کہ تم بھی اللہ عزوجل سے اس کی تصدیق کرتے ہوئے ملاقات کرو گے اور غالباً اس کی تصدیق بھی کی ہوگی کیونکہ تم میں سے اگر کسی کی انگلی سونے کی ہو تو وہ اس انگلی سے اشارہ کرنے لگتا ہے لیکن اگر اس انگلی میں کوئی نقص ہو تو پھر وہ دوسرے لوگوں سے چھپاتا پھرتا ہے۔ اہل کی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونا برا ہے جبکہ عام لوگ اسی سونے کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں جبکہ بلا دکھ مصیبت آخرت وہ لوگوں کے حق میں نعت ہے اس لیے اسے برا جانتے ہیں۔

حکایت:- روایت ہے کہ ایک بازار میں آگ لگ گئی۔ لوگوں نے حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ بازار سارا جل گیا ہے مگر آپ کی دکان نہیں جلی۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ۔ پھر فرمایا کہ میں نے الحمد للہ کیسے کہا؟ صرف میں ہی سلامت رہا جبکہ دوسرے مسلمان تو بچ سکے۔ پس اسی وقت سے تجارت سے توبہ فرمائی اور ہمیشہ کے لیے دکانداری اس لیے چھوڑ دی کہ صرف اپنے محفوظ رہنے کی وجہ سے الحمد للہ کہا تھا۔ اس سے توبہ او استغفار کرنا چاہیے تو توبہ اور استغفار کرنے کی غرض سے سدا کا وہاں ہی ترک کر دیا۔

خلاصہ حکایات:- درج بالا حکایات پہ اگر غور کیا جائے تو قطعی طور پر جان لو کہ خرائش کے خلاف بات پہ رضا نامکن نہیں ہے بلکہ لالہ دین کے جیسے مقلات میں سے ایک بڑا مقام ہے اور ازواجِ باطن کی محبت میں اور ان کے مزوں میں ایسا ممکن ہے۔ تو محبت حق تعالیٰ اور اخروی لذت و سرور میں تو بطریقِ لونی ممکن ہے اور یہ ممکن دو طرح

سے ہو گا۔

1- خواب کی توقع رکھتے ہوئے تکلیف پر رضا ہو مثلاً قصہ 'جہانت لور' لڑا کی فتحی پر رضا فضا کی توقع پر ہوتی ہے۔

2- اس پر رضا کسی خط کی خاطر نہ ہو بلکہ محض اس لیے ہو کہ اس طرح محبوب کی رضا ہے بلکہ کبھی کبھی تو محبت اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ محب کی مراد محبوب کی رضا و مرضی میں ہمپ جاتی ہے۔ اس حالت میں تمام اشیاء سے لذت ترین محب کے نزدیک محبوب کے دل کی خوشی و مرضی کے مطابق کام کا ہونا ہوتا ہے 'خواہ اس کی جان ہلاک ہونے میں ہی کیوں نہ ہو۔

یہ رضا اس وقت ممکن ہے جبکہ تکلیف معلوم ہو اور کبھی کبھی تو محبت یوں بھی غلبہ اختیار کر جاتی ہے کہ لوراک درد سے دنیا جہان سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ ایسی محبت کا وجود قیاس اور تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ پس یہ کیفیت جو محض اپنے آپ میں نہیں دیکھتا اسے بھی اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اسے تو یہ کیفیت اس لیے میسر نہیں ہے کہ اس کا سبب (فرد محبت) اس میں موجود ہی نہیں ہے۔ جو محض ذاتہ محبت میں جلتا اسے جہاں محبت کی کیا خبر۔ ہم جتنی باتیں بھی بیان کر چکے ہیں عشاق پر تو اس سے بھی بڑی بڑی باتیں وارد ہوا کرتی ہیں۔

حکایت :- حضرت عمرو بن عارث رافضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک اور نوجوان بھی تھا۔ وہ نوجوان ایک گانے والی عورت پر عاشق تھا۔ وہ عورت بھی اس مجلس میں تھی۔ اس نے بابا بھیلو اور ساتھ ہی گیت گایا۔ علامہ ذوالہدیٰ علی العاشقین البکری۔ ولا مہما عاشق۔ اذالم ابعد المشفکی "ذلت عشق کی علامت ہے۔ عشاق کا دونا بالخصوص وہ عاشق جو اپنے لیے وصل کی کوئی تدبیر نہ پاسکے۔"

اس کے بعد نوجوان نے کہا کہ تو نے بہت اچھا گایا ہے۔ کیا اب تو مجھے مرنے کی اجازت دیتی ہے (گانے میں مر جاؤں) تو اس نے کہا کہ اگر اچھا ہے تو پھر مر جا۔ ولوی بیان کرتا ہے کہ اس عاشق نے اپنا سر تکیہ پر رکھ کر منہ لور آنکھیں بند کر لیں۔ ہم نے اسے ہلا کر دیکھا تو اسے مردہ حالت میں پلا۔

حکایت :- حضرت جیدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک لڑکے کی آستین پکڑ رکھی ہے اور اس سے عاجزی کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس لڑکے کا عاشق ظاہر کرنا تھا۔ اس کی طرف اس لڑکے نے دیکھ کر کہا "کب تک تیرا یہ جھوٹ رہے گا؟ اس آدمی نے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ میں جھوٹا نہیں ہوں۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سچا ہوں۔ یہی تک کہ اگر تو مجھے "مر جا" کہے تو ابھی مر جاؤں گا۔ اس لڑکے نے کہا "اگر تو سچا ہے تو پھر مر جا۔ وہ عاشق علیحدہ ہو گیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔

حکایت :- سنون محب کہتے ہیں کہ ہمارے پاس میں ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ایک لڑکی تھی۔ اس

لوہڑی کے ساتھ اسے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ اتفاقاً بیمار ہو گئی۔ ایک دن وہ شخص اس لوہڑی کے لیے عمار اور بچہ کا کھی میں حلوہ تیار کر رہا تھا۔ جس وقت وہ بچہ پیمبر رہا تھا اس وقت اس لوہڑی نے نہایت تکلیف اور سختی مرض میں "آہ" کہہ کر یہ آہ کی آواز جب اس شخص نے سنی تو اس کے ہوش جاگتے رہے۔ اس کے ہاتھ سے بچہ گر پڑا۔ رتباری اور بے چینی میں آکر ہنڈی اٹھیں سے ہلانے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی تمام انگلیاں جل گئیں۔ لوہڑی نے اس سے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہے۔

حکایت :- حضرت محمد بن عبداللہ بغدادی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یمو میں ایک نوجوان کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک لوہڑی محبت پر چڑھا دیا تھا۔ وہ نیچے لوگوں کی طرف جھانک کر اس مضمون کا شعر کہتا تھا۔ من مات عسفا فلبیت هذا۔ لاخیر فی عشق نلا موت۔ "جو مرنا چاہے عشق میں تو اسے کہو کہ مر جا عشق میں موت کے سوا کوئی شے اچھی نہیں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرادیا۔

قائد :- جب اس قسم کے کام مخلوق عشق میں ہو سکتے ہیں تو خالق کی محبت میں تو بطریق اولیٰ ہوں گے۔ اس لیے کہ ہر سیرت باطنی ظاہری چشم سے زیادہ سمجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جمل ہر جمل سے جمیل کمال ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنا بھی جمل عالم میں ہے تو تمام اسی جمل کی تصویروں میں سے ایک خوبی ہے۔ ہاں یہ بات علیحدہ ہے کہ جس کی ظاہری آنکھ نہیں ہوتی وہ صورتوں کے جمل کا کیا کرتا ہے۔ جسے سنائی نہیں دیتا وہ موزوں غفلت کی لذت کا انکار کرتا ہے تو اسی طرح لازمی امر ہے کہ بلاشبہ وہ ان لذتوں کا انکار کرے گا جن لذتوں کو دل کے بغیر سمجھ نہیں سکتے۔

دعا کرنا خلاف رضا نہیں :- واضح ہو کہ دعا مانگنے کی وجہ سے دعا مانگنے والا مقام رضا سے خارج ہرگز نہیں ہوتا۔ یونہی گناہوں کو برا سمجھتا اور مجرموں سے ناراض رہتا گناہوں کے اسباب کو برا جانتا اور اسی طرح انہیں دور کرنے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجا لاتا بھی رضا کے خلاف نہیں ہے۔

ازالہ وہم :- اس سلسلے میں بعض لوگوں کو غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گناہ بدکاری اور کفر اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہیں تو پھر ایسے اعمال سے رضا کیا ہے۔ اس قسم کا عقیدہ دیکھنے والے توویل نہیں جانتے۔ شرع شریف کے اسرار و رموز سے غافل ہیں حالانکہ دعا کو اللہ علی نے ہی ہمارے لیے عبادت بتایا ہے اس لیے بکثرت دعا مانگنا نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام کا اس بات پر ثبوت کافی ہے۔ جیسا کہ ہم نے باب الدعاء میں تحریر کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رضا کے مقلد سے بلند و بالا مقام پہ فائز تھے۔ دعا اگر خلاف رضا ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا بکثرت کیوں مانگتے؟ اور اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی تعریف یوں فرماتا ہے بدعوننا وغبنا ورجنا (الانبیاء 90) ترجمہ کہنا ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے۔

گناہوں کا انکار گناہوں کو برا جانتا اور ان پہ راضی نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے عبادت کا موجب بنایا ہے اور گناہوں پر راضی ہونے کی برائی بیان کرنا بھی ہے۔

## قرآن مجید۔

1- ورضوا بالحيوة الدنيا واطمانوا بها ترجمہ کنزالایمان :- اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے۔

2- رضوا بان يَكُونُوا مع الغوالم وطبع الله على قلوبهم (التوبہ 93) ترجمہ کنزالایمان :- انہیں پسند آیا کہ عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دیا۔

احولہ :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من شهد منكم افرضى به كان قد فعله "جو کسی پرانی بے موجود تھا اور وہ اس سے راضی ہوا تو گویا اس نے وہ برائی خود کی۔"

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدال على الشر كفاعله "برائی بتانے والا بھی برائی کرنے والے جیسا ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی بری بات سے عیب اور ہوا رہتا ہے اور حلاکت اس پر بھی اس بات کا اتنا ہی گنہ ہے جتنا گنہ جہنم کو ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ گنہ اس طرح ہے کہ وہ بری بات میں شامل تو نہیں ہوا مگر جب اسے اس بات کا پتہ چلا تو اس بات کی وجہ سے وہ راضی ہوا۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی بڑھو مشرق میں قتل کیا جائے اور وہ سرا محض مغرب میں اس کے قتل ہونے کی وجہ سے راضی ہو تو وہ دو سرا محض بھی اس کے قتل میں شامل ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے شر سے بچنے میں رغبت غلبہ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا :- جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان و نشان ہے و فی مالک فلیستافس العنافسون (المعقین 26) ترجمہ کنزالایمان :- اور اس پر چاہئے کہ الجائیس لپانے والے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لا حسد الا فی انشبن رجل، اناء الله الحكمة فهو شهاب فی الناس ویسلها ورجل اتاه الله ما لا تسلط علی مثله فی الحق (بخاری شریف) "نہیں ہے حسد مگر وہ آدمیوں پر ہوتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ حکمت عطا فرمائے تو وہ اسے لوگوں میں پھیلائے اور لوگوں کو سکھائے اور وہ سرا وہ شیخ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مل دے اور وہ اسے راجح میں غرما کرے پر مہلا کر دے۔"

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورجل اتاه القرآن فهو بغیر ما به انا اللیل والنهار فیقول انرجل "اور ایک وہ شخص ہے کہ اگر اسے اللہ تعالیٰ علم قرآن عطا فرما دے اور وہ دن رات اس کی خدمت کرے۔ پس کئے کوئی شخص کہ لو انما فی الله ما انی هذا نفعلت مثل ما یفعل "اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس جیسا علم عطا فرمائے تو میں بھی اس جیسا کام کروں گا۔"

کفار و فجار سے بیزاری :- کافروں اور فاجروں سے دشمنی رکھنے اور ان پر انکار کرنے میں قرآن و حدیث کے دلائل بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے لا یخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین (آل عمران 28) ترجمہ کفر والایمان :- مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا۔

یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصارى اولیاء (المائدہ 51) ترجمہ کفر والایمان :- ”اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔“

و کذا لک نولی بعض الفضالمین بعضاً (الانعام 30) ترجمہ کفر والایمان :- ”اور یوں ہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں۔“

احادیث مبارکہ :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مومن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا ہے کہ ہر مومن سے دشمنی رکھے اور ہر مومن سے وعدہ لیا ہے کہ وہ ہر ایک مومن سے دشمنی رکھے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السلام مع من احب ”تمن اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ محبت رکھے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من احب فوما والا ہم حشر معہم یوم القیامت ”جو شخص جس قوم سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن ان کے ساتھ ہی اٹھے گا۔“ (طبرانی شریف)

کہا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوتق عری الایمان الحب فی اللہ والبنی فی اللہ ”محبت فی اللہ اور بعض فی اللہ ایمان کی مضبوط رسیوں میں سے ہے۔“ اس مسئلہ کے بارے میں دلائل تو بہت سے ہیں۔ انہیں ہم نے محبت فی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ابواب میں بیان کیا ہے۔ وہ اس جگہ دہرایا بیان نہیں کریں گے۔

سوال :- قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ کی رضا پر راضی ہونا چاہیے اور منکر بھی تو قضاء اللہ کے بغیر نہیں ہوتے تو گناہوں کو برا جانا اور گناہوں سے ناراضگی کا افسار حقیقتاً قضاء اللہ کو برا سمجھنا ہے۔ ان دو ضدوں کا کیا کرنا کیسا ہے یعنی رضا و کراہت یکجا کیسے ہو سکتی ہیں؟

جواب :- جو لوگ ضعیف اور علوم کے اسرار سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں حقیقتاً یہ امر ان پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ شبہ پڑا تو اس شبہ کی بنا پر وہ منکرات پر خاموشی اختیار کرنے کو مقام رضا سمجھے اور اسی کا نام ہی حسن خلق رکھ دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو محض جهالت ہے کہ جب رضا اور کراہت ایک چیز پر ایک ہی حیثیت سے وارد ہوں تو پھر یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن اگر کراہت ایک حیثیت سے ہو اور رضا کسی دوسری وجہ سے ہو تو پھر یہ کب ضد ہیں۔ (جیسا کہ مقدمہ ہے کہ حیثیت کی تبدیلی سے احکام بدلتے ہیں)

مثلاً :- تمہارا اگر کوئی دشمن مرجائے اور وہ تمہارے کسی دشمن کا بھی جانی دشمن ہو اور وہ اس کے قتل کرنے کی

کوشش میں ہو تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس کا مرنا جس میں اس وجہ سے برا محسوس ہو گا کہ وہ بھی تمہارے دشمن کی فکر میں رہتا تھا اور اس کا مرنا اس لیے بھی اچھا بھی لگے گا کہ تمہارا ایک دشمن تو کم ہوا 'پونہی' محصیت و گناہ کے بھی درمخ ہیں۔

1- ایک مرخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ بھی اس کے فعل، اختیار اور ارادہ سے ظاہر ہوئے۔ اس وجہ سے تو محصیت و گناہ پہ رضا چاہیے کہ جو چیز جس کی ہے 'وہ اسے جیسے چاہے' اسی طرح کرے۔

2- اس کا وہ مرخ بندے کی طرف ہے۔ یہ بندے کے کسب سے سرزد ہوئے اور بندے کی صفت کلماتی ہے اور اس کے لیے نکلنے اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامل نفرت اور بغض ہو گیا۔ اسی بنا پر اس کے بندے پر دوری نکلی کے اسباب غالب کر دیئے۔ پس محصیت اسی نقطہ نظر سے مذموم ہے۔ یہ بات چونکہ مثل کے بغیر سمجھی نہیں جاسکتی، اس لیے اس کی مثل کے لیے ہم ایک محبوب مخلوق میں سے ہی فرض کر لیتے ہیں کہ کسی محبوب نے اپنے محبوبوں کے سامنے یہ بات کہی کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنے محبوبوں اور دشمنوں میں امتیاز پیدا کریں۔ اس سلسلے میں ایک ہی آزمائش متعین کریں یعنی پہلے فلاں محب کی طرف قہر کرتے ہیں۔ اتنا ستائیں اور ملامتیں کہ وہ مجھے گالیاں دینے کی خاطر بے بس ہو جائے۔ پس جب وہ گالیاں بکتے لگے تو ہم بھی اس سے بغض کریں گے اور اسے اپنا دشمن سمجھیں گے، پھر وہ جنہیں محبوب سمجھے گا، ہمیں پتہ چل جائے گا کہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ وہ جس سے دشمنی رکھے گا، اس کی محبت و صدق کے حل کا پتہ چل جائے گا۔ پھر اس محب نے جس طرح کہا، اسی طرح کیا۔ اس کا مقصد پورا ہوا یعنی جسے مارا اور ستایا، اس نے گلیوں سے نواز لیا۔ یہی سبب بغض کا ثابت ہوا۔ اس طرح بغض بھی ہو گیا جو کہ دشمنی کا سبب بنا۔ اس صورت میں جو شخص سچا عاشق اور محبت کی شریں جانتا ہے، اسے چاہیے کہ محبوب سے اس طرح کے کہ اسے میری جان! تو نے جو طریقہ اس شخص کو تکلیف دینے، مارنے، نکالنے اور بغض و عدوت کے لیے مستعد کرنے کا اختیار کیا۔ مجھے یہ سب کچھ ہی پسند ہے، اس لیے میں اس سے راضی ہوں کیونکہ وہ تجوید و تدبیر بھی تیری ہے اور فعل و ارادہ بھی تیرا ہی ہے مگر اس کے پل جو وہ گلی اس شخص نے تجھے دی ہے تو اس شخص کا تجھے گلی دینا اس کی طرف سے زیادتی ہے کیونکہ اس کے لائق تو یہ تھا کہ وہ پھر بھی ممبر کرتا اور تجھے گلی نہ بٹکا مگر اس کی ضرب سے تیری مروی ہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح منہ سے گلی نکالے جو کہ فحش کا سبب بنے تو اس جہت سے یہ کام اس شخص کا وصف اور کام ہے۔ اس کا گلی دینا اس کی زیادتی اور گستاخی ہے کیونکہ ایسے خوبصورت محبوب کا اس نے مقابلہ کیا مگر اسے تیرے جل کا نشانہ تو یہ تھا کہ وہ تیری مار کو بھی برداشت کر جاتا اور گلی نہ بٹکا۔ ہر عمل میں اس کی اس زیادتی کو برا جانتا ہوں اور اس کی گلیوں کی وجہ سے تو جو اسے دشمن سمجھتا ہے تو میں تیرے اس کام پر بھی راضی ہوں اور اسے پسند کرتا ہوں کیونکہ یہ تیری مروی ہے اور میں تیری موافقت میں اس سے عدوت بھی رکھتا ہوں۔

شرط محبت :- محبت کی شرط یہ ہے کہ محبوب کے دوست کا دوست اور اس کے دشمن کا دشمن ہو اور وہ تجھ سے دشمنی اس لیے رکھتا ہے کہ اس پر تو نے عقلی کا بغض غالب کر دینے اور اسے اپنے سے دور کرنے کا ارادہ کیا۔ میں اس پر بھی راضی ہوں اس لیے کہ وہ بغض و متناسق کا وصف کسب اور کام ہے اسے برا جانتا ہوں۔ مختصر یہ کہ ان کلموں میں سے ہر ایک مطلب کو محبوب کی طرف منسوب کرنے سے اچھا جانتا ہوں جبکہ مجرم کی طرف نسبت کرنے سے برا جانتا ہے۔

عقد :- عقد اس میں ہے کہ اس طرح کے کہ اس نعرے سے راضی بھی ہوں کہ یہ میری مراد ہے اور اسے برا اس لیے جانتا ہوں کہ یہ میرا مقصود ہے۔ جب اسے کہو اس لیے چنا کہ وہ کام محبوب کے سوا کسی دوسرے کا کسب وصف اور فعل ہے۔ محبوب کی مراد ہونے کی وجہ سے نہیں تو کسی طرح کی غلطی اس میں بالکل نہیں ہے اور اس طرح ممکن ہے کہ ایک آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے تو برا جانتے جبکہ اس چیز سے کسی دوسری وجہ کی بنا پر راضی بھی ہو۔ یہ ممکن ہے اس کی ان گنت مثالیں ہیں۔

فائدہ :- اب ہم حقیقی مطلب کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بندے پر شہوتوں کے لوازمات مسلط فرمائے۔ یہاں تک کہ وہ گنہ سے پیار کرنے لگے۔ پیار و محبت کے بارے میں گناہوں میں جلا ہوا تو یہ اسی طرح ہی ہے۔ جیسا کہ مثل و سبب بلا میں محبوب نے اپنے محب کو اتنا پیارا کہ اس ماری وجہ سے اسے ضرر آگیا اور اس فتنے کی وجہ سے اس نے گناہیں کیں اور اللہ تعالیٰ جو باغیان سے ناراض ہوتا ہے تو گو اللہ تعالیٰ کی قدر کی وجہ سے ہی اس کی خطا سرزد ہوتی ہے مگر اس کی خطا ایسی ہے جیسے محبوب اپنے گناہ کیجئے والے سے بغض کرے۔ حالانکہ اس نے یہ گناہیں محبوب کی قدر کی وجہ سے دیں نہ محبوب اس قسم کے اسباب اپنا تا اور نہ وہ گناہیں بکرا اور اللہ تعالیٰ جو اپنے جرم بندے کے ساتھ ایسی کچھ کرتا ہے یعنی اس پر دوائی معصیت کو مسلط فرماتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کی مرضی اس کے بندے کو دور کرنے اور اس پر برا فعلی کرنے کے لیے پہلے ہی ہو چکی ہے۔ پس جو بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے بغض رکھتا ہے وہ بھی اس سے بغض رکھے۔ اللہ تعالیٰ جس پر غصے ہوتا ہو اور جسے اپنی بارگاہ سے دور کرے اس سے وہ بندہ محب بھی بدعت کرے۔ گو وہ مجرم اللہ تعالیٰ کی قدرت و قدر ہی کی وجہ سے مخالفت اور دشمن زبردستی ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ مجرم بھی ملعون و مردود پارکھتا ہے تو ہے اس لیے اس محبوب کے جتنے بھی محب ہیں ان سب کی نظروں میں اس کا مبغض ہونا لازم ہے۔ محبوب کی موافقت حاصل کی جائے کیونکہ جس پر اس نے اپنا قہر و غضب ظاہر فرمایا۔ وہ پارکھتا ہے تو سے دور کر دیا گیا۔ اس پر محب کو بھی اپنا غضب ظاہر کرنا چاہیے۔ اس نعرے کے متعلق جتنا بھی روایات و اخبار ہیں ان روایات کو بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کافروں پر فحش کرنا ان سے سخت رہنا اور ناراضگی کے باب میں تاکید کا ذکر



ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنے کے صحیح ہو جاتے ہیں یعنی ان میں رضا سے کسی متحد ہوتا ہے کہ اس اعتبار سے رضا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وہ کام منسوب ہیں اور یہ تمام باتیں استدلال و تقدیر کے منہلے جانتے ہیں جسے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

تقدیر یہ ہے کہ خیر اور شر دونوں ہی مثبت و اولیٰ میں داخل ہیں۔ پھر بھی مودود و مکود ہے جبکہ خیر مطلوب اور پسندیدہ۔ پس جو شخص یہ کہے کہ شر اللہ کی طرف نہیں ہے وہ بھی جلیل ہے یونہی جو شخص یہ کہے کہ خیر اور شر دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ان دونوں میں فرق رضا اور کراہت کا بھی نہیں ہے تو ایسا شخص بھی غلطی پر ہے اور اسے تفصیلاً بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے لہذا اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بیان کرنے میں سکوت اولیٰ ہے اور مناسب بھی یہی ہے کہ جیسے شرع شریف حکم دے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

حدیث شریف :- نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہی کہ الفدر سر اللہ فلا نفشود ”تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے اسے ظاہر نہ کرو۔“  
اس سے واضح ہو گیا کہ یہ علم مکاشفہ کے متعلق ہے۔ یہاں قضاء اللہ پر راضی ہونا اور گناہوں کو برا سمجھنا کا بیان کرنا ہمارا مقصود ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا سے ہی ہیں اور ایک ساتھ ممکن ہے اور یہ سب کچھ اچھی طرح بیان کر دیا ہے۔

رضا و کراہت کا اجتماع :- رضا اور کراہت جمع ہو سکتی ہیں۔ راز تقدیر کے اظہار کی بھی ضرورت نہیں ہوئی اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گناہوں سے بچنے اور ان کی بخشش اور غفر کے لیے دعا مانگنا یا اس کے علاوہ دوسرے اسباب جو دین پر مددگار ہوں ان کی درخواست کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا پر رضا کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ بندوں کے لیے جو دعا کو مقرر فرمایا ہے تو اس پر ہر کام کی وجہ سے ان سے ذکر صرف نکلے اور دل میں تسکین پیدا ہو اور دل میں فری پیدا ہو اور نفع آئے۔ جس کی وجہ سے دل کی مصلحت ہو کشف کا موجب اور مسلسل لطف کی افزائش کا سبب بن جائے۔ جس طرح کہ آنسو سے کاغذات اور پانی کا چھاننا اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ یونہی پانی کی تلاش کرنا اور چھاننا یا اس دور کرنے کے لیے خلو دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسے اسباب کے پیدا کرنے والے نے کسی دوسری شے کے لیے حقیق کیا ہے یہ رضا کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح ہی دعا بھی ایک سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مصلح اور کرب کی جگہ کا موجب و غیو بنایا ہے اور اس کے لیے حکم فرمایا ہے۔ اس لیے دعا کرنا رضا کے خلاف کس طرح ہو گا۔ ہم پہلے تحریر کرتے ہیں کہ علت الہیہ کے موافق اسباب پر تمسک کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ اس کا بیان ہم باب التوکل میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں۔ یونہی رضا کے بھی خلاف نہیں کیونکہ مقام رضا متصل توکل ہے۔

ہاں البتہ شکایت کے طور پر معیت کو ظاہر کرنا اور اسے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برا چاہنا خلاف رضا ضرور ہے مگر شکر کے طور پر معیت کا ظاہر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انکشاف کے طور پر خلاف رضا نہیں۔

شکایت کے طور پر کسی چیز کو برا کہنا:۔ بعض اکابرین کا ابر شو فرماتے ہیں کہ قضاء اللہ رضا کی خوبی میں شامل ہے کہ گرمیوں میں شکایت کے طور پر اس طرح نہ کہے کہ آج دن بہت گرم ہے مگر سردیوں میں یہی نہ کہتا شکر میں داخل ہے۔ بہر حال شکایت رضا کے خلاف ہے۔ اسی طرح غذا کو برا کہنا اور غذا میں عیب لگانا بھی خلاف رضا ہے کہ کسی چیز کی خدمت اس کے بنانے والے کی ہی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر کوئی اس طرح کہے کہ فقیر کی بلا و محنت ہے۔ عیال ربغ و مشقت ہیں، پیشہ درمی اندوز و کلفت ہے۔ تو یہ قول بھی مقام رضا میں غلط پیدا کرتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تدبیر اور مملکت کو تدبیر کرنے والے اور مالک کے سپرد کر دینا چاہیے اور وہ قول کہنا چاہیے جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس بات کی پروا بالکل نہیں کرتا کہ میں فقیر ہو جاؤں یا تو اگر اس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے حق میں ان دونوں میں سے کون سی چیز بہتر ہے۔

عرا کر گناہ سے فرار:۔ یہ خوف انسان یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طامون والے شر سے نکلنے سے روکا ہے۔ اس شر میں سے نکلنے سے آپ کا روکنا اس بات کی دلیل ہے کہ گناہ جس شر میں ظاہر ہو اس شر سے بھی نہیں نکلنا چاہیے۔ اس لیے کہ ان دونوں حالتوں میں قضاء اللہ سے بھاگنے کے ذریعے میں آتا ہے اور یہ بات ہرگز نہیں کہ منع کرنے کی علت طامون کے ظاہر ہونے کے بعد یہ ہے کہ اگر یہ باب مفتوح ہو تو تندرست لوگ تو شر سے باہر نکل جائیں گے اور تمام مریض وہاں رہ جائیں گے۔ ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔ وہ مریض کمزوری اور مرض کی وجہ سے نہلا و بہلا ہو جائیں گے۔ اسی لیے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام سے بھاگنے کو منع فرمایا ہے۔ اسی لیے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو قضا سے بھاگنے کی ایک صورت ہے تو جو شخص وباء کے شر کے نزدیک پہنچ جاتا ہے اسے وہاں سے واپس چلے جانے کی اجازت کیوں عطا فرماتے اور اس کی قصص توکل کے باب میں ہم نے تحریر کی ہے اور نبی کی علت جب معلوم ہو گئی تو اس سے ظاہر ہوا کہ جن شہدوں میں گناہ ظاہر ہو جائیں تو وہاں سے بھاگنا قضا سے بھاگنے میں داخل نہیں ہے بلکہ اس معاملے میں حقیقت یہ ہے کہ جس شے سے بھاگنا ہے اس شے سے دور بھاگ جانا اللہ تعالیٰ کے حکم میں داخل ہے۔ یہ نبی ان موضوعوں کی برائی جو کہ گناہوں پر کریں اور ان اسباب کی برائی جو کہ گناہ کا سبب ہوں لوگوں کو ان سے بچانے کے لیے بیان کرنا برا نہیں ہے۔ سلف صالحین میں سے اکثر اس بات کے عادی رہے ہیں۔ بسلی تک کہ بغداد شریف کی برائی پر ایک جماعت سلف صالحین نے اتفاق کیا اور ہر ایک سے ظاہر کرتے تھے اور وہاں سے بھاگنے کی کوشش میں رہتے تھے۔

اقوال سلف صالحین :- حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مشرق و مغرب میں بڑا ہوں مگر شہر بغداد سے برا میں نے کوئی شہر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت وہ کیا شہر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس شہر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی حفاظت ہوتی ہے اور اس کی باغیابی کو وہیں کے رہنے والے معمولی بہت سمجھتے ہیں اور جب آپ خراسان میں تشریف لائے تو لوگوں نے آپ سے شہر بغداد کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے اس شہر میں تین قسم کے لوگ دیکھے ہیں۔ (۱) وہیں کے سپاہی غضبانگ۔ (۲) سوداگر حسرت کرنے والے۔ (۳) حیرت زدہ قادی اور یہ ممکن نہیں کرنا چاہیے کہ یہ قول ان کی نصیحت ہے کیونکہ آپ نے کسی مقرر و معین شخص کا نام نہیں لیا کہ اسے اس سے تکلیف ہو اور نہ ہی کسی بغدادی کو ان سلسلے میں ہدف بنایا بلکہ اس کے بیان کرنے سے آپ کا ارادہ لوگوں کو ڈرانا تھا اور آپ جب مکہ مکرمہ میں تشریف لے جاتے تو بغداد میں صرف اتنا وقت ٹھہرتے کہ قلعہ سولہ دن کے اندر اندر تیار ہو جائے۔ آپ سولہ دن رکنے کے بدلے سولہ دن مصدقہ خیرات کر دیتے تھے یعنی ایک دن ٹھہرنے کے بدلے ایک دن خیرات کر دیتے تھے۔

عراق کو برا کہتا :- بعض لوگ عراق کو برا کہا کرتے تھے۔ جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کو برا کہتے تھے۔

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک غلام سے دریافت فرمایا کہ تو کبھی رہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ عراق میں۔ فرمایا کہ وہی میرا کیا کام ہے؟ میں نے اس طرح سنا ہے کہ عراق میں جو شخص رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے کوئی بلا لگا دیتا ہے۔

۲- حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن عراق کا ذکر کیا تو فرمایا اس (عراق) میں دس حصوں کے نو حصوں میں برائی ہے اور اس میں لا باطل دہ ہے۔

۳- کسی بزرگ کا یہ قول ہے کہ خیر کے دس حصے ہیں۔ اس میں سے نو حصے شام میں ہیں جبکہ صرف ایک حصہ عراق میں ہے۔

حکایت :- بعض محدثین ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت فضیل بن میاض رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھے۔ اتنے میں ایک صوفی عبا اپنے ہوئے آیا۔ اسے آپ نے اپنے برابر بٹھایا۔ پھر اس کی طرف توجہ فرمایا کہ ارشاد فرمایا تمہارا مکان کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بغداد میں۔ آپ نے سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور ارشاد فرمایا کہ بہت لوگ ہمارے پاس لہاس تو راہیوں جیسا کہ کہتے ہیں اور جب ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کہاں رہتے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم خالوں کے گھونسلے میں رہتے ہیں۔

بشر بن الحارث کا فریاد :- حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو عباد بغداد میں رہتا ہو وہ ایسا ہے کہ وہ پٹخانے میں رہے اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ بغداد میں رہتے ہو وہ میری اقدام نہ کریں اور جس کا دل باہر

جانے کا ہر تودہ میل سے چلا جائے۔

حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمایا: حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم سے ان بچوں کا تعلق نہ ہوتا تو اس شہر بند لو میں ہم نہ رہتے۔ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ پھر آپ کس رہتے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں۔ آپ سے کسی نے بندو شریف کے ہمسایوں کا محل پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہاں کا رہنے والا زاہد پکا زاہد ہے اور شرارتی پکا شرارتی ہے۔

خلاصہ کلام:۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شہریں جو فحش چمچیں جائے جن میں گناہوں کی بہت ہو اور بھلائی (نیکی) کی کمی ہو تو اسے وہاں ٹھہرنے کے سلسلے میں کوئی عذر نہیں کرنا چاہیے بلکہ وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اَلَمْ نَكُنْ اَرْضًا نَزَّلْنَا عَلَيْهَا مَاءً فَفُتِحَتْ جَارِدًا فَبُهِتَا (النساء 97) ترجمہ کنز الایمان:۔ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے

فائدہ:۔ اگر اسے ہجرت کا مانع اسے کے عیال و فیرو ہو تو پھر وہاں کے رہنے پر راضی نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس جگہ کی طرف قطعی اطمینان کرنا چاہیے۔ ہمیشہ یہ دعا بیدل ہو کر طلب کرتا رہے۔ رِنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذَا الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا

اس دعا مانگتے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ظالم زیادہ ہو جاتے ہیں تو پھر مصیبت آجاتی ہے جو کہ کبھی کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ کہیں کے ساتھ گمن بھی پس جاتا ہے۔ مطہج و فرما ہوا اور بندے بھی مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُغْلِبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً (الافضل 25) ترجمہ کنز الایمان:۔ اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا۔

خلاصہ:۔ کسی امر میں بھی چیز دین کے نقص سے مطلق راضی نہیں صرف اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے منسوب ہے اور خود ان سے دشمنی کسی بھی محل میں کوئی وجہ بھی نہیں ہے اور اگر تین مقام کے تین اشخاص ہوں۔

- 1- ایک شخص تو اس درجے کا ہو کہ موت کو بھی محبوب اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے ہی جاننا ہو۔
- 2- دوسرا شخص اپنے مولیٰ کی خدمت کی خاطر ہتر بھگتا ہو۔
- 3- تیسرا شخص یہ کہتا ہو کہ میں تو اسے پسند ہرگز نہیں کرتا مگر یہ کہ جو کہ اللہ تعالیٰ میرے حق میں پسند فرمائے میں اس پر راضی ہوں۔

تو ان تینوں کی افضلیت کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ان تین اشخاص میں سے افضل کونسا شخص ہے اور یہی مسئلہ کسی عارف سے دریافت کیا گیا تو اس عارف نے ارشاد فرمایا کہ رضا والا افضل شخص ہے کیونکہ ان تمام میں سے فضول میں نہ دلائی کمتر ہے۔

حکایت :- ایک دن حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ بن ابی العود حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت یوسف بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ آئے ہوئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے آج سے کھل چکا کہ موت بری معلوم ہوتی تھی مگر آج میں پہانتا ہوں کہ میں مر جاؤں۔ حضرت یوسف بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ختمے سے ڈرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو زندہ رہتا یا معلوم نہیں ہوگا۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس موقع کی بنا پر کہ شاید کوئی دن مجھے میرا بھی مل جائے جس دن مجھے تو یہ نصیب ہو جائے اور نیک عمل کروں۔ پھر حضرت وہب سے دریافت کیا کہ اس مسئلہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو کچھ بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے وہ کچھ مجھے بھی محبوب ہے۔ وہ زندہ رکھے یا دھت کرے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ بخدا ایک روحانی آدمی ہیں۔

### حکایات عشق حق :-

- 1- بعض عارفین سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ محب حق ہیں؟ فرمایا کہ میں محب حق ہوں بلکہ میں تو محبوب ہوں۔ محب تو مشقت اٹھانے والا ہوتا ہے۔
- 2- عارفین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ تم سات میں سے ایک ہو تو انہوں نے فرمایا میں تو چار سات ہوں اور یہ بزرگ فرمایا کہتے تھے کہ جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو تم چالیس کے دیکھنے کے برابر ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چالیس ہر دل کو میں نے دیکھا ہے اور ہر ایک ابدل میں سے ایک اخلاق میں نے حاصل کیا۔
- 3- ان سے کسی نے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ جو شخص خضر علیہ السلام کو دیکھے تو اس سے تعجب و تالی بات کیا ہے بلکہ حیران کن بات تو اس شخص سے ہے کہ اسے حضرت خضر علیہ السلام دیکھنا چاہیں مگر وہ چھپ جائے۔
- 4- حضرت خضر نے فرمایا کہ جب بھی کسی دن میرے دل میں یہ غمخیز پیدا ہوا کہ اب کوئی بھی دلی لفظ میرا نہیں رہا جسے میں نے نہ دیکھا ہو اس دن میرا دلی لفظ مجھے ملا ہے کہ اسے میں پہلے نہ جانتا تھا۔
- 5- حضرت ابو یزید سملانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک بار عرض کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہوتا ہے؟ اس نے اس کا حل ارشاد فرمایا کہ آپ نے سچ ماری اور ارشاد فرمایا کہ تم اس بات میں ہو کہ تم اسے جان سکو۔ پھر لوگوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپ نے جو کچھ اپنے فہم سے سخت سے سخت کہا ہو وہ تو بیان کر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی تمہیں بتا جائے نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ صرف وہی بات بیان کر دیجئے جو شوق طریقت میں جو کچھ اپنے فہم کی وضاحت کیا کرتے تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، اس طرح کہ میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اس بلانے پر میرے نفس نے سرکشی کی تو پھر میں نے اپنے نفس کو قسم دے دی کہ (یہ بات ہے تو پھر) میں ایک سال تک پانی نہیں پیوں گا اور نہ ہی نیند کا مزہ چکوں گا۔ پس میرے نفس نے اسے پورا کر دیا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کو بعد نماز عشاء بن کے بعض مشاہدات میں دیکھا ہے کہ صبح صلوٰۃ کے وقت تک آپ اس حالت میں بیٹھے ہیں کہ کھٹے زمین پر رکھے، کلوے بیجوں کے پلے، زمین سے اڑیاں اٹھائے ہوئے، سینے سے ٹھوڑی لگائے ہوئے دونوں آنکھیں کھلی ہوئی، آنکھیں ٹھوڑی دیر کے لیے بھی جھپکتیں تھیں۔ جب صبح صلوٰۃ قریب ہوئی تو آپ نے ایک جگہ کیا۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ مولا کریم! تجھ سے کچھ لوگوں نے مانگا تو انہیں تو نے پانی پر اور ہوا میں پھٹا عطا فرما دیا۔ وہ لوگ اسی پر راضی ہو گئے اور میں تجھ سے ان امور کے طلب کرنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ بعض لوگوں نے تجھ سے دعا مانگی تو تو نے انہیں غلی لارض مرحمت فرما دیا اور وہ اس پر ہی راضی ہو گئے اور یا اللہ میں اس بارے میں بھی تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ یا اللہ ایک قوم کے سوال کرنے پر تو نے انہیں زمین کے خزانے عطا فرما دیے۔ اس عطا پر وہ خوش ہو گئے مگر میں تجھ سے اس بارے میں بھی پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ اپنی دعا میں میں سے بھی کچھ اور مقام کرامت اولیاء کے شمار کیے۔ پھر جب میری طرف توجہ فرمائی اور دیکھا کہ یحییٰ ہے، اس وقت فقیر نے عرض کیا کہ غلام پھر حاضر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو یہاں کس وقت سے بیٹھا ہوا ہے تو میں نے عرض کیا کہ میں تو بڑی دیر سے حاضر ہوں۔ آپ نے غاموشی اختیار فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ حل مجھ سے بھی بیان فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تیرے حل کے مناسب ہے، وہ تیرے سامنے کھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلک اسفل میں داخل کیا اور ملکوت اسفل میں مجھے پھرایا اور جو کچھ بھی جنت سے لے کر عرش تک تھا، تمام اشیاء مجھے دکھائیں۔ پھر انے سامنے کھڑا کرنا کہ مجھے ارشاد فرمایا جو چیزیں تم نے دیکھی ہیں، ان چیزوں میں سے جو کچھ بھی تو مجھ سے طلب کرے، میں تجھے وہی کچھ عطا فرماؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا اللہ میں نے تو اتنی کوئی چیز بھی نہیں دیکھی جسے میں اچھا چاہتا ہوں اور تجھ سے طلب کروں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو میرا سچا بندہ ہے تو میرے لیے ہی مہلوت کرتا ہے۔ میں تیرے ساتھ یہ کروں گا، اسی طرح بہت سی باتیں فرمائیں۔ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات سے گہرا ہمت محسوس ہوئی اور اس سے جی بھر کر اور حیرانگی کا اظہار کیا اور عرض کی کہ حضور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی معرفت کے بارے میں سوال کیوں نہ فرمایا۔ آپ کو تو اس شہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حج ماری اور ارشاد فرمایا کہ چپ رہو، مجھے اپنے نفس سے اللہ تعالیٰ پر غیرت آئی کہ اسے اس کے سوا کوئی نہ پہچانے۔ مجھے اس کی معرفت کسی فیر کو ابھی نہیں معلوم ہوئی۔

حکایت :- حضرت ابو تراب بخشی رحمت اللہ علیہ کسی مرید پر غر کیا کرتے تھے۔ اپنے پاس اسے جبکہ عطا فرماتے۔ اس کی خدمت کرتے اور وہ عہدوت میں مصروف رہتا۔ ایک دن اسے حضرت ابو تراب رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب تو حضرت ابو یزید بسطامی رحمت اللہ علیہ کی ملازمت اختیار کر لے۔ اس مرید نے جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے جب بہت اصرار کیا تو مرید نے جوش میں آکر جواب دیا کہ میں ابو یزید کو کیا کہوں جبکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ اس نے مجھے ابو یزید کے دیکھنے سے بے پروا کر دیا ہے۔

حضرت ابو تراب رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر تو میری بھی طبیعت بگڑ گئی، اللہ بے قابو ہو گیا اور یوں اٹھا کہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے پر مغرور ہو گیا ہے۔ اگر تو حضرت ابو یزید کی ایک بار زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی زیارت سزاوار کرنے سے تیرے حق میں زیادہ فائدہ مند ہوگی۔ وہ مرید پریشان ہو گیا۔ اس نے عرض کیا: یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضرت ابو تراب رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے اندازے کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور حضرت ابو یزید کو جب تو اللہ تعالیٰ کے پاس دیکھے گا تو اس کے لیے اس کے موافق ظہور ہو گا۔ اس قول مبارک کا راز اس نے معلوم کر لیا اور عرض کی کہ مجھے ان کے پاس لے چلئے۔ حضرت ابو تراب رحمت اللہ علیہ نے اس مقام پر ایک بیڑا لیا طویل واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ ہم ایک نیلے پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس انتظار میں کہ حضرت ابو یزید اپنے عہدوت گھر والے جنگل سے باہر تشریف لائیں کیونکہ آپ جن وقتوں دونوں کے جنگل میں رہتے تھے۔ اسی وقت حضرت ابو یزید اپنی کمر پہ ایک پوشین ڈالے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس جوان سے میں نے کہا کہ یہ ابو یزید ہیں۔ ان کی طرف دیکھو وہ دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ترشپنے لگا۔ پھر جو ہم نے اسے تھوڑا سا ہلایا جلا یا تو اسے مر دہلا۔ ہم سب نے اسے مل کر دفن کیا اور میں نے حضرت ابو یزید سے عرض کیا: حضرت یہ شخص آپ کی طرف دیکھنے سے ہی مر گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہمت نہیں ہے بلکہ یہ تیرا سچا مرید تھا اس کے دل میں ایک پوشیدہ راز تھا۔ اس پہ اس پوشیدہ راز کا وصف ظاہر نہیں ہوا تھا اس نے جب مجھے دیکھا تو فوراً اس کے دل کا راز آشکار ہو گیا۔ اس کی اسے تک برداشت نہ ہوئی اس لیے کہ اس وقت تک کمزور مریدوں میں سے تھا اسی سے اسے ہارا پڑا۔

حکایت :- بھرا میں جب زندگی داخل ہوئے تو انہوں نے کشت و خون کیا، لیکن جلد و ہڈی کھلا اس وقت حضرت سل رحمت اللہ علیہ کے مرید آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دفع کرے۔ آپ نے کچھ دیر خاموشی اختیار فرمائی، پھر ارشاد فرمایا کہ اس شخص میں کچھ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ وہ اگر خالص چاہدے کریں تو صبح تک کوئی بھی ظالم زمین پر زندہ نہ رہے۔ ایک ہی رات میں تمام ظالموں کا خاتمہ ہو جائے مگر وہ اللہ کے بندے بدعا کرتے نہیں ہیں۔ تمام لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیوں (یعنی وہ کیوں نہیں بدعا کرتے؟) تو آپ نے ارشاد فرمایا ان کے بدعوانہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو ابھی نہیں

گئی، اسے وہ لوگ بھی اچھی نہیں سمجھتے۔ پھر قبولیت دعا کے بارے میں چند اشیاء کا ذکر فرمایا جن کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ قیامت قائم نہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت بھی قائم نہ کرے اور یہ باتیں بذات خود ہی ممکن ہیں۔ پس ان میں سے جسے کچھ بھی بہو نہ ہو، اسے چاہیے کہ وہ ان کی تصدیق کرے اور کم از کم ایمان سے خلی تو نہ ہو یعنی اتنی ہی تصدیق کرے کہ ممکن نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بڑی وسیع، اس کا فضل و کرم عام، ملک و ملکوت کے غائب بہت زیادہ ہیں۔ مقدرات حق تعالیٰ کی کوئی انتہاء نہیں۔ وہ جو اپنا فضل و کرم اپنے برگزیدہ بندوں پہ کرتا ہے، وہ بھی بے انتہاء ہے۔ اسی نوعیت سے حضرت ابو یزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجھے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسی روحانیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی خلقت مطافرا دے تو پھر اس سے بھی زیادہ مانگو، اس لیے کہ اس کے پاس کوئی کمی نہیں۔ ان مراتب سے سینکڑوں گنا زیادہ اس کے پاس موجود ہیں۔ اگر تو کسی درجہ پر اطمینان کر لے گا تو اسی درجہ سے تیرا تجاہد کر دے گا اور یہ بلا (تجاہد) صرف انہی لوگوں کی خاطر ہے جو ان جیسا عمل رکھتا ہو، اس لیے کہ وہ لوگ بڑے درجے والے ہیں۔

حکایت :- بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے مکاشفہ میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہوا میں چالیس حوریں ملاؤتی ہیں۔ انہیں پہاڑ، زبور، سونے، چاندی اور جواہر کا چمن چمن ہوتا اور ہمراہ ان کے پھرتا ہے۔ میں نے انہیں ایک نظر دیکھ لیا۔ اس کے بدلے میں چالیس دن کی مجھے سزا ملی۔ بعد ازاں مجھے ایسی حوریں نظر آئیں کہ وہ پہلی حوروں سے بھی حسن و جمال کے لحاظ سے زیادہ حسین و جمیل تھیں۔ مجھے کہا گیا کہ ان کی طرف دیکھو تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سجدہ ریز ہو گیا اور عرض کیا: مولا کرہما تجھ سے میں تیرے سوا سے کچھ طلب کرتا ہوں۔ ان کی مجھے ضرورت تھیں ہے۔ میں یوں ہی دوتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس سے انہیں ہٹا لیا۔ پس مومن کو چاہیے کہ ان جیسے مکاشفات کا انکار نہ کرے۔ اس بنا پر کہ ایسا اسے کیوں نہیں ہوگا۔ اگر یوں ہی ہو تو ہر کوئی وہی بہت مانے جو اس کے تنگ و تاریک نفس کے مشاہدہ میں آجائے۔ اس طرح تو ایمان کی راہ بالکل ہی تنگ ہو جائے گی۔ یہ حالات ایسے ہرگز نہیں ہیں کہ جلد ظاہر ہو جائیں بلکہ یہ حالات تو بہت سی گھنٹیاں گزرتے اور مقلات کثیرہ حاصل ہو جانے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ ان مقلات میں لوثی مقام ہے اخلاص کرنا اور نفسانی غلطیوں اور ملاحظہ مطلق کو تمام ظاہری و باطنی اعمال سے نکل دینا چاہیے۔ اس کے بعد یہ امر لوگوں سے پوشیدہ رکھنا اور گوشہ نشینی میں بیٹھ جانا یہ باتیں ان لوگوں کے سلوک کے ابتداء اور مقلات کے شروع کی ہیں۔ جو لوگوں میں سے بڑے متقی پرہیزگاروں میں بھی کمتر موجود ہیں۔ التفات کی کمزورت سے دل کو صاف کرنے کے بعد اس پر نور یقین کا فیض اترتا ہے اور حق تعالیٰ کے حق کی بنیادی باتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ تجربہ و سلوک طریق کے بغیر اس کا انکار کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ لوہے میں صورت کا شکستہ ہونا گو وہ بھی جلا بھی کر دیا جائے۔ آئینہ کی صورت جیسا کر دیا جائے تو پھر بھی ممکن نہیں ہے۔ دراصل اس کے انکار کی وجہ محض یہی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو دیکھتا ہے جس پر زنگ اور میل چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس میں تو کوئی صورت بنتی ہی نہیں ہے، اس بنا پر اس نے اس وقت کے



انکشاف کا بھی انکار کر دیا کہ جب اسے جلا کر جو ہر نکلا جائے مگر انکار اس امر کا کہ بہت بڑا جمل اور گہرائی ہے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو اولیائے کرام کی کرامت کا منکر ہو، اس لیے کہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے جبکہ وہ خود اس کیفیت سے قاصر ہے اور اس نے جسے دیکھا اسے بھی قاصر ہی پایا مگر یہ حقیقت ہے کہ منکرین کا انکار قدرت حق تعالیٰ کے مقابلے میں نہایت ہی بڑا عمل ہے۔ وہ شخص مکاشفہ کی خوشبو سوگھ سکتا ہے۔ جو کچھ نہ کچھ تو طریقت کے ابتدائی اصولوں پر عمل پیرا ہوا ہو۔ جب تک اسی راستے پر چلے گا ہی نہیں تو اس وقت تک وہ اسے کیا جان سکتا ہے کہ اس راہ میں کیا کیا ہوتا ہے۔

حکایت :- حضرت بشر رحمت اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اس مقام پر کیسے پہنچے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میں دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا عمل پوشیدہ رکھے، کسی پہ بھی ظاہر نہ فرمائے۔ حضرت بشر نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضرت خضر نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پہ اپنی احسان آملن فرمائے۔ پھر عرض کیا، اس کے علاوہ کچھ اور بھی دعا فرمائیے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس احسان کو مخلوق سے چھپائے یا یہ کہ اس احسان کو خود تیری ذات سے ہی پوشیدہ رکھے کہ اس پر توجہ ہی نہ کرے۔

حکایت :- بعض اکابرین فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا بہت شوق ہوا۔ ایک دفعہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے ان (حضرت خضر) کی زیارت کرا دے تاکہ وہ مجھے ایسی تعلیم فرمائیں جو میرے لیے سب سے زیادہ مہم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی اور مجھے ہی ان کی زیارت ہوئی۔ مجھے زیارت کے وقت اور کوئی بات نہ سوجھی۔ میں نے اس وقت صرف یہی عرض کیا کہ اے بڑا احسان! آپ مجھے کوئی ایسی بات تعلیم فرمائیے کہ جب میں اسے پڑھوں تو میں لوگوں کے دلوں سے محبوب ہو جاؤں۔ ان دلوں میں میری قدرت نہ رہے۔ میری نیک نیتی و دیانت کو کوئی نہ جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو۔ اللہم اسئل علی کنیف مسترک و حط علی سرادات حبیبک واجعلنی فی مکون عیبک واجبجینی عن قلوب خلقتک "یا اللہ! مجھ پر اپنا گارہا پردہ ڈال دے اور مجھ پہ اپنے حیالات کے سر ولکات اتار دے اور مجھے اپنے عیب غفلت میں کر دے اور اپنی مخلوق کے دلوں سے مجھے پوشیدہ کر دے۔"

یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔ پھر میں نے انہیں بھی نہ دیکھا اور نہ ہی کبھی مشتاق ہوا مگر وہ دعا انہوں نے مجھے سکھائی تھی، میں اسے ہمیشہ پڑھتا رہا۔ بیان فرماتے ہیں کہ ان پہ اس دعا مبارک کی تاثیر یہ ہوئی کہ ذلت و تواضع اور بے قدری اس مقام کو پہنچی کہ وہی بھی ان سے مذاق کیا کرتے تھے اور آپ کو جبرا پکڑ کر اپنا سلطان ان کے سر پہ رکھ دیتے اور چونکہ آپ کی وقت ان کی نظروں میں نہیں تھی، اس لیے آپ برداشت کرتے۔ لڑکے طبعہ انہیں قہرنا بناتے۔ خلاصہ یہ کہ ان کے دل کا چین و درستی حالت ذلت و گنہگاری میں پڑا۔

فائدہ :- یہ تھا اولیاء کا عمل۔ ان کی تلاش اسی قسم کے لوگوں میں کی جائے۔ بعض لوگ انہیں (اولیاء اللہ کو) ایسے اشخاص میں ڈھونڈتے ہیں جو کہ پیچھے لگی۔ مگر ڈیلیں اور پرانے کپڑے پہنتے ہوں اور علم و روح اور ریاست کی راہ سے جلو میں مشہور و معروف ہوں حالانکہ اللہ جل شانہ کی فطرت اپنے اولیائے کرام پہ اسی بات کی تقاضی ہے کہ انہیں پوشیدہ ہی رکھے۔

عظمت اولیاء :- حدیث قدسی شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے اولیائے کرام میری قربا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا انہیں کوئی بھی نہیں پہچانتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ رب اشمنت اغبر ذی طمرین لا یبالہ لہ لوافسم علی لایبرہ "اہمیت سے غبار آلودہ پہنے کپڑوں والے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دے۔"

خلاصہ :- ایسے معنی سے زیادہ تردد ان دلوں کے مشام ہیں جو تکبر اور خود بینی کرتے ہیں اور اپنے علم و عمل سے اپنے لیے خوشخبری پاتے ہیں اور وہ دل نزویک تر ہیں جو شکست ہیں اور اپنی ذلت اپنے نفسوں کی سمجھتے ہیں کہ اگر انہیں ذلیل و خوار کیا جائے تو پھر بھی انہیں ذلت و رسوائی معلوم ہوگی۔ جیسا کہ غلام کو ذلت محسوس بھی نہیں ہوتی جس وقت کہ اس کا آقا اس سے بلند مقام پر بیٹھتا ہے۔ پس یہ کیفیت جب ہو جائے کہ وہ ذلت کو محسوس بھی نہ کرے اور نہ ہی یہ پتہ چلے کہ میرا دھیان ذلت کی طرف ہے بلکہ اپنے خیال کے مطابق تو اس سے بھی کم رتبہ ہو کہ اپنے حق میں ذلت کی تمام قسموں کو ذلت سمجھے یعنی تمام ذلتوں سے کم ترین اپنے نفس کو جانے میں تک کہ باطن تواضع اس ذلت کی صفت بن جائے تو ایسے دل سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ان خشیویات کے ابتدائی اصولوں کی خوشبو سونگھے۔ پس ہم میں اگر ایسا دل نہ ہو اور ہم اگر ایسی روح سے محروم ہوں تو ہمیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ جو لوگ ایسی نعمتوں کے اہل ہیں۔ ان کے لیے ان کریمات کے ممکن ہونے کا ایمان نہ رکھیں کیونکہ اگر بندہ سے یہ ممکن نہ ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کا دل ہو تو بھلا اتنا ضرور ہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے دلیوں سے محبت رکھتا ہو اور ان پہ ایمان ہو شاید اسی سبب سے ہی ان کے گردہ میں حشر ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ السرء مع من احب "آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ محبت رکھے۔" یہ حدیث مشہور ہے۔

ذلت کے مفید ہونے کی دلیل :- ذلت و مستثنیٰ کے مفید ہونے کی یہ دلیل ہے۔ حضرت صبی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے دریافت فرمایا کہ کبھی کبھی اگلی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ مٹی میں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو میں بھی تم سے بچ کتا ہوں کہ اسی دل میں حکمت آگئی ہے جو دل مٹی جیسا ہو۔

فائدہ :- طالبان ولایت الہیہ نے ولایت کی شرائط کی جستجو کی خاطر نفس کو ذلیل کرنے کی عاجزی و محنت سے بچنا چاہی ہے۔

حکایت :- حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے استاد کرم جناب ابن کثیری نے دعوت کے لیے بلایا۔ جب آپ دروازہ پہنچے تو آپ کو بتایا۔ آپ جب تھوڑی دیر پہلے گئے تو پھر اسی شخص نے آپ کو بلایا۔ پھر دوبارہ جب آپ دروازہ پہنچے تو پھر آپ کو دروازہ سے ہٹا دیا گیا۔ یونہی تین بار آپ کو بلایا اور ہٹایا گیا اور چوتھی بار آپ کو کمر میں لے گیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ حرکت محض آپ کا امتحان لینے کی غرض سے کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کو بیس سال سے ذلت و رسوائی کا عذاب دیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے میرا اس منزل کے ہو گیا ہے۔ اگر تو اسے ہٹائے گا تو ہٹ جائے گا اور اس کی طرف جب ہڈی پھینکو گے تو یہ چلا آئے گا۔ پس تو اگر مجھے چھپاس بار بھی ہٹا دے اور بلاتا تو میں پھر بھی آجاتا۔

حکایت :- حضرت کثیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک محلہ میں اترا اور وہاں نیک بختی میں مشغول ہوا۔ اس سے میرا دل پریشان ہوا۔ اسی لیے میں حمام میں چلا گیا اور وہاں ارادہ نہایت اعلیٰ قسم کے کسی کے کپڑے اٹا لیے اور انہیں پن کر اپنی گدڑی پن لی اور باہر نکل میں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ لوگوں نے مجھے پکڑا اور میری گدڑی اتار کر وہ کپڑے مجھ سے چھین لیے اور میری خوب درگت ہوئی۔ آئندہ کے لیے میں حمام چور کے ہم سے بدنام ہوا تب کہیں جا کر میرا دل مطمئن ہوا۔

ریاضت نفس :- یہ لوگ کسی کیسی ریاضت اپنے نفسوں سے لیا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں حقوق کی طرف سے دیکھنے کی عطا فرمادے۔ یہ سن کر کہ آہستہ آہستہ اپنے نفس کی طرف بھی توجہ نہ رہے۔ اس لیے کہ جو شخص اپنے نفس کی طرف رغبت رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبوب رہتا ہے۔ اس کے حق میں اس کا فضل نفس ہی غالب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ میں اور دل میں کوئی دوری کا پردہ حائل نہیں بلکہ یہی دلوں کی دوری ہے کہ وہ غیر اللہ میں یا نفسوں کے ساتھ فضل کریں اور یہی سب سے بڑا عجب فضل نفس ہے۔

حکایت :- بسطام کا ایک خوبصورت رئیس تھا۔ حضرت ابو یوسف بمطعمی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک سے کبھی بھی علیحدہ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں متواتر تیس سال سے روزہ (نظمی) رکھ رہا ہوں، کبھی بھی انظار نہیں کرتا، ساری ساری رات جاگتا رہتا ہوں، کبھی بھی سوتا نہیں ہوں مگر میں کے باوجود ریاضت کے علوم آپ بیان فرماتے ہیں، ان میں سے اپنے دل میں کوئی بھی نہیں پاتا، علاوہ اس کی تصدیق بھی میں کرتا ہوں اور اس سے محبت بھی رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اگر تو باغرض محل تین سو سال بھی یونہی روزہ رکھتا رہے اور اس دوران راتوں کو جاگتا بھی رہے، اس کے باوجود اس علم میں سے ایک ذرہ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ اس نے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ تو اپنے نفس کی وجہ سے محبوب ہے۔ اس نے عرض کیا کہ پھر اس کا کیا علاج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس کا علاج کیوں نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ تو پھر اس کا وہ علاج مجھے بھی ارشاد فرمائیے تاکہ میں کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس علاج کو تو قول

نہیں کرے گا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ ارشاد تو فرمائیں کہ میں اسے بجا لاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی عجم کے پاس چلے جاؤ، اپنا سر 'واڑھی منفدا' اور یہ لباس بھی اتار کر ایک کسبل کا تہجد کر لو۔ اپنی گردن میں ایک جمول اخروں کی ڈال لو اور اپنے ارد گرد لوگوں کو اکٹھا کر لو اور ان سے کہہ دو کہ جو مجھے ایک دھول لگائے گا، میں اسے ایک اخروں ڈال گا اور یہی صورت بنا کر بازار چلا جاؤ۔

جمع کے وقت تمام بازاروں میں پھر اور جو شخص تجھے جانتا ہو، اس کے پاس بھی اسی طرح چلا جاؤ۔ اس شخص نے کہا، سبحان اللہ! آپ مجھے ایسا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، یہ تیرا سبحان اللہ کتنا شرک ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیسے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جان کر سبحان اللہ کہا ہے۔ یہ تو نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم کی خاطر سبحان اللہ نہیں کہا ہے۔ اس نے عرض کیا، یہ کچھ تو میں نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ بتائیے تو وہ طریقہ کروں۔ آپ نے فرمایا، تمام تدابیر سے نقل بھی طریقہ اپناتا چاہیے۔ اس نے کہا، یہ طریقہ اپنانے کی تو مجھ میں طاقت ہی نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ طریقہ تو قبول ہی نہیں کرے گا۔

عجیب علاج :- پس یہ طریقہ جو حضرت ابو زید رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا، اس شخص کا علاج ہے جسے یہ مرض لاحق ہو کہ وہ اپنے نفس کی طرف رغبت و میلان رکھتا ہو اور اپنی طرف لوگوں کا میلان رکھتا ہو۔ اس بیماری سے بچنے کی دوسری تدبیر کے سوا کچھ نہیں ہے یا اس قسم کی تدبیر کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ پس جو شخص ایسے علاج کی حالت نہ رکھتا ہو، اسے نہ چاہیے کہ جو شخص اس مرض میں مبتلا نہ ہو، اور اپنے نفس کا علاج اسی طریقہ سے کرتا ہو۔ اسے کہے کہ اس سے شفا ناممکن ہے، اس لیے کہ صحت کا درجہ اقل یہ ہے کہ وہ اس کے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور جس میں اتنی بھی بات نہ پائی جاتی ہو تو پھر اس کی خرابی ہی خرابی ہے اور یہ امور شرع شریف میں صاف صاف ظاہر ہیں۔ اس کے باوجود اس شخص کے نزدیک نہایت مشکل ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو علمائے شرع سے تصور کرتا ہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یسئکمل الایمان العبد حتی یتکون فلفہ النسی احب الیہ من کنزہ وحشی یمکن ان لا یعرف احب الیہ ممن ان یعرف "کسی بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ چچ کی ہڈی اس کے نزدیک کثرت کی نسبت کر محبوب نہ ہو اور جب تک کہ اس کے نزدیک پچھانا جانا معروف ہونے کی نسبت کر محبوب نہ ہو۔"

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلاث من کن فیہ استبکمل ایمانہ لا بخاف فی اللہ لوعنہ لانہ ولا ہری الشی من عملہ وعوض امر ان احلہما للدنیا والثانی للآخرۃ افتار امر الا آخرۃ علی امر الدنیا "تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ (تین باتیں ہوں) اس کا ایمان پورا نہ ہو۔ وہ اللہ کے بارے میں ڈرے۔ کسی طاقت کرنے والے کی طاقت سے اور وہ کوئی عمل و کلامے کی غرض سے نہیں کرتا اور جب اس کے



حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق تین سو ہیں۔ توحید کے ساتھ جو شخص اس سے ایک اخلاق بھی لے کر لے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں بھی ان اخلاق میں سے کوئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تمام اخلاق تھے میں ہیں اور ان تمام اخلاق میں سے محبوب اخلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوت ہے۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو لٹکائی گئی ہے۔ مجھے اس ترازو کے ایک پلے میں رکھا گیا ہے اور دوسرے پلے میں میری ساری امت کو رکھا گیا ہے۔ میرا پلہ پھر بھی بھاری ہوا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پلے میں رکھا اور میری امت کو دوسرے پلے میں رکھا گیا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلہ جھکا رہا۔ ان تمام امور کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی طرح کا ہی استغراق تھا کہ آپ کے دل مبارک میں کسی دوسرے کی غفلت کی گنجائش ہرگز نہیں تھی۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے اگر میں کسی کو اپنا غلیل بناتا تو پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا غلیل بناتا مگر میں اللہ تعالیٰ کا غلیل ہوں۔

محبت کی تعریف :-

- 1- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے۔
- 2- بعض لوگ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبوب کا ہمیشہ ذکر کرنا ہی محبت ہے۔
- 3- اور کچھ لوگ اس بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے۔
- 4- بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ دنیا میں بقی رہنے کو برا چاہنا محبت ہے۔ یہ تمام اقوال تو دراصل ثمرات محبت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ حقیقتاً نفس محبت (محبت کی تعریف) کو کسی نے بھی بیان نہیں کیا ہے۔
- 5- کسی بزرگ کا یہ بھی قول مبارک ہے کہ محبت دو ہمت محبوب کی ہے جو دلوں کو مغلوب کیے رکھے اور اس کے اور آگ سے دل اور زبان عاجز ہیں۔
- 6- حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علاقے والے پہ محبت حرام ہے اور مزید ارشاد فرمایا کہ عوض کے مقتل جو محبت ہوتی ہے تو جب اس محبت کا عوض ختم ہو جاتا ہے تو ایسی محبت بھی باقی نہیں رہتی۔

اظہار محبت :- حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کو ظاہر کرے، اسے کبھی دہیچہ کہ اس ہات سے ڈر کہ وہ غیر اللہ کی خاطر ذلیل و رسوا ہو۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ ہمیں عارف و محب کی صفت بتائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر عارف بولے تو وہ ہلاک ہو جائے اور اگر محب خاموش رہے تو وہ بھی ہلاک ہو جائے۔ آپ نے ایک قطعہ بیان فرمایا :-

(ترجمہ)

1- اے سردار و کرم تیری محبت میرے اندر منیم ہے۔

2- اے نیکو ہمنامے والے مالک میرے دل میں جو خیال گزرتا ہے، اسے تو جانتا ہے۔

3- مجھے اس پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو یاد کیا۔ کیا میں اسے بھول سکتا ہوں جو بھولے سے نہ بھولے۔

4- میں مرنا ہوں تو ذکر سے زندہ ہوتا ہوں۔ اگر مجھے تجھ سے حسن ظن نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔

5- تیری آرزو پر زندہ ہوں، تیرے شوق پر محو ہوں۔ باطل کو کتنی ہار چکی ہوں اور کتنی ہار مرتا ہوں۔

6- تیری محبت کے پیالے در پیالے پئے جا رہا ہوں، نہ شراب ختم ہوتی ہے اور نہ میں سیراب ہوتا ہوں۔

7- کاش ان کا خیال میرے پیش نظر رہے۔ جب میں اس خیال سے کوئی کون نواہد جاؤں۔

حکایت :- حضرت رابعہ مدنی نے ایک دن فرمایا کہ امبا کوئی ہے جو ہمیں ہمارے محبوب کا پتہ بتا دے۔ ان کی خدمت نے عرض کیا کہ ہمارا حبیب تو ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے ہم سے علیحدہ کیا ہوا ہے۔

حصول محبت حق :- حضرت ابن جلاء کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب میں کسی بندہ کے سر پہ مطلع ہوا کرنا ہوں اور اس وقت اگر میں اس میں دنیا و آخرت کی محبت فہمیں پاتا تو میں اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اپنی حفاظت سے اس کی کفالت کرتا ہوں۔

حکایت :- حضرت سنون رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن محبت کے بارے میں متفکر فرمایا۔ اسی دوران آپ کے سامنے ایک بندہ اتر آیا۔ اس نے اپنی چونچ سے زمین کو کھدائی شروع کر دی۔ زمین کو اس نے اتنا کھدایا کہ اس میں سے خون نکلا اور وہ مر گیا۔

اقوال محبت :-

1- حضرت ابراہیم بن لوم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ! تو جانتا ہے۔

مجھ پر تو نے اپنی محبت سے اکرام فرمایا۔ مجھے اپنے ذکر مبارک سے جہوں فرمایا اور مجھے اپنی صفت کی فکر کے

لئے مخصوص فرمایا تو اس کے مقابلے میں میرے نزدیک جنت بھر کے برابر بھی نہیں رہی۔

حضرت سری مفتی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو شخص محبت کرتا ہے، وہی عیش کرتا ہے اور جو شخص دنیا کی طرف رغبت کرتا ہے، وہ لذت میں پڑتا ہے اور وہ شخص احمق ہے جو دن رات نکمی چیز کے لیے کوشش کرتا ہے اور مائل موائے محبوب کی تلاش میں رہتا ہے۔

حضرت رابعہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو کیسی محبت ہے؟ فرمایا، مجھے تو آپ سے محبت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے روکا ہوا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ اہل میں سے افضل اہل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا اس سے محبت کرنا۔

حضرت ابو یزید ورحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سچا نہ تو دنیا کی محبت کرتا ہے اور نہ ہی آخرت کی بلکہ وہ تو مولیٰ سے مولیٰ کو ہی چاہتا ہے۔

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کا زمین و آسمان ہے کہ لذت میں مدھوشی و تقسیم میں حیرت کا نام محبت ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت تو اس کا نام ہے کہ اپنے آپ سے تمام تشنگی مٹا دے، یہاں تک کہ ایسی کوئی بھی بات نہ رہے جس کا نام محب سے اسی کی طرف راجع ہو۔

بعض کا کہنا ہے کہ محبت تو یہ ہے کہ دل خوشی و بشارت کے ساتھ محبوب کے قریب ہو۔

حضرت خواص رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ارادوں کا مٹنا اور تمام صفات و حاجات کو جلا دینے کا نام محبت ہے۔

حضرت سہل رحمتہ اللہ علیہ سے جب حال محبت دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے کسی بندے کے دل کی مرلہ کھولی تو اسے اپنے مشاہدہ کے لیے پھیر دیا۔

بعض فرماتے ہیں کہ چار منزلت پر محب کا معاملہ ہوتا ہے۔ (1) محبت۔ (2) ہیبت۔ (3) حیا۔ (4) تقسیم۔ ان چاروں منزلت میں سے تقسیم اور محبت افضل ہیں کیونکہ یہ دونوں منزلت اہل جنت کے ساتھ باقی جنت میں رہتے ہیں۔ علاوہ ان دو کے بجز تمام چیزیں ان سے جدا ہو جاتی ہیں۔

ہرم بن حبلان رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مومن اپنے رب کو پہچانتا ہے تو پھر اس سے محبت کرتا ہے اور وہ جب اس سے محبت کرتا ہے تو پھر اس کی طرف توجہ کرتا ہے اور جب وہ اس توجہ کا جزو بناتا ہے تو خواہش کے نقطہ نظر سے دنیا کی طرف ہرگز نہیں دیکھتا اور نہ ہی آخرت کی طرف کھلی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ جس قدر لگاؤ سے تو دنیا میں رہتا ہے اور روحانی طور پر آخرت میں۔

حضرت عبداللہ بن محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک علوہ عورت کو دیکھا۔ وہ گریہ زاری کہتے ہوئے چہرے پہ آنسو بہا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ بخدا کہ میں شوق حق میں اور اس کی ملاقات



کے اشتیاق میں اب تو زندگی سے تنگ آگئی ہوں، یہاں تک کہ اگر کہیں موت فروخت ہوا کرتی تو میں موت کو بھی خرید لیتی۔ راولی کہتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اپنے عمل پہ اطمینان ہے۔ اس نے فرمایا، مجھے اپنے عمل پہ اطمینان تو نہیں ہے مگر مجھے اس سے محبت ضرور ہے۔ اس پہ مجھے حسن ظن ہے تو کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ وہ محبت کے بل بوتہ پر عذاب دے گا۔

14- حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مجھ سے جو لوگ روگردانی کرتے ہیں، انہیں اگر معلوم ہو جائے کہ میں ان کا انتقام کیسے کرتا ہوں اور ان کے ساتھ نرمی کرتا ہوں اور میں ان کے گناہ چھوڑنے کا مشفق ہوتا ہوں تو انہیں میری طرف اتنا شوق ہو کہ اسی شوق میں ہی مر جائیں اور ان کے جو زند میری محبت میں الگ الگ ہو جائیں۔ اسے داؤد جب روگردانوں کے بارے میں میری یہ خواہش ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی قیاس کر لینا چاہیے کہ کیسی ہوگی۔ اسے داؤد سب سے زیادہ محکم میری طرف بندہ اس حل زار میں ہوتا کہ جب وہ مجھ سے بے پروا ہو جاتا ہے اور زیادہ تر ریم میں اپنے بندے پہ اس وقت ہوتا ہوں، جب وہ مجھ سے روگردانی کرتا ہے۔ میرے بندے کو سب سے زیادہ بزرگی اس وقت ہوتی ہے جس وقت وہ میری طرف رجوع کرتا ہے۔

15- حضرت ابو خالد صغار رستہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء میں سے ایک نبی کسی عابد سے ملے تو ارشاد فرمایا، اے عابد! جس بات پہ تم عمل کرتے ہو، اس پہ ہم نہیں کرتے۔ تم تو خوف و جاہ پہ عمل کرتے ہو اور ہم محبت و شوق پہ عمل ہوتا ہوتے ہیں۔

16- حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پہ وحی بھیجی کہ اے داؤد! میرا ذکر تو ذکر کرنے والوں کے لیے ہے۔ اطاعت کرنے والوں کے لیے جنت ہے۔ مشائخ کے لیے میرا ویدار ہے اور مجبوروں کے لیے میں خود ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی ہوئی کہ اپنے سے جو شخص محبت کرتا ہے۔ وہ اس کے قربان کو سچا مانتا ہے اور جو غنم، اپنے حبيب سے مانوس ہوتا ہے، وہ اس کے ہر فعل سے خوش ہوتا ہے اور جو مشفق اس کی طرف ہوتا ہے تو وہ اپنا راستہ پہ جلدی چلتا ہے۔

17- حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ اپنی چھاتی پہ ہاتھ مارتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ ہائے اس کا شوق کہ جو شخص مجھے دیکھتا ہے جبکہ میں اسے نہیں دیکھتا۔

18- حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام بہت زیادہ روئے۔ اتنا زیادہ روئے کہ آپ آنکھوں سے ٹپٹا ہو گئے اور اتنا زیادہ کھڑے رہے کہ کھڑے کھڑے ہو گئے اور نماز اتنی زیادہ پڑھی کہ حرکت کی غلط نہ رہے اور ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! مجھے تیرے عزت و جلال کی قسم، اگر میرے اور تیرے درمیان کوئی آگ کا سمندر بھی ہوتا تو مجھے تیرا اتنا زیادہ شوق ہے کہ میں اس آگ کے سمندر میں بھی چھلانا لگا دوں۔

- 19- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریقہ مبارک پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اس لیل معرفت ہے۔ میرے دین کی اصل عقل ہے۔ میری بنا محبت، شوق میری سواری ہے۔ ذکر میرا انیس ہے، اعتقاد میرا خزانہ ہے۔ حزن میرا دوست، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضا میری قیمت، عاجزی میرا فقر، زہد میرا پوشہ، یقین میری قوت، صدق میرا سفارشی، خلعت میرا حسب، جہاد میرا خلق، نماز میں میری آنکھوں کی گھنڈک ہے۔
- 20- حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات کہ جس نے لشکر کے لشکر روحوں کے پیدا فرما دیئے۔ پس عارفوں کی رو میں تو جلالی اور قدسی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف عارفین مشتاق ہوئے۔ مومنین کی رو میں روحانی ہیں، اسی وجہ سے ان پر مشائخ کرام جنت کے شائق ہوئے اور غافلین کی رو میں ہوانگی ہیں۔ وہ اسی وجہ سے ہی دنیا سے رغبت کرنے والے ہوئے۔
- 21- بعض مشائخ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص گندی رنگ والے، کمزور جسم والے کے جبل لگام میں دیکھا کہ وہ ایک پتھر سے دوسرے پتھر پر چلا نکلیں لگاتا پھرتا تھا اور یہ بھی کستا پھرتا تھا الشوق والہندی۔ حیدر انبی کساندری "شوق و عشق نے مجھے ایسے بنا دیا ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو۔"
- 22- بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ شوق ایک ایسی آتش الہی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کے دلوں میں روشن کرتا ہے۔ یہی تک کہ اسی کی وجہ سے ان کی تمام چیزیں مثل خواطر، اولوت، عواض و حاجات کے سبھی اس آتش سے جل جاتی ہیں۔ اسی قدر اسباب پہ ہی مکمل کیا جاتا ہے۔

## نیت، اخلاص اور صدق

نیت اخلاص اور صدق :- اعلیٰ بصیرت اور نور قرآنی سے یہ بات نکل رہی ہے کہ شرف سعادت علم و عمل کے بغیر حاصل ہو سکتا ہی نہیں۔ اس لیے بھی آدمی جہ کار ہیں 'سوائے علم کے اور سوائے علماء کرام کے کسی طاقت میں پڑے ہیں اور اخلاص والوں کے علاوہ دوسرے عاملوں کا بھی یہی حال ہے اور اخلاص والوں کا بھی یہ حال ہے کہ وہ بھی بڑے بڑے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔

خلاصہ کلام :- نیت کے بغیر عمل بھی محض مشقت ہے اور اخلاص کے بغیر نیت بھی روا اور خلق کی محض اور محض معصیت کے ہے اور صدق و تحقیق سے بغیر اخلاص بھی دھوکے کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی عمل کا صلہ کہ جس میں غیر اللہ کا ارادہ ملا جلا ہو 'اس عمل کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا 'وقلنا انما ماعملوا من عمل فجعلناہم ابداً منشورا' (الفرقان 23) اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصہ فرما کر انہیں ہار یک ہار یک قیام کے بکھرے ہوئے ڈرے کر دیا کہ دوزخ کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

فائدہ :- عوام کو یہ بات معلوم نہیں کہ جو شخص نیت کی حقیقت سے بہرہ ور ہو 'وہ اسے صحیح کس طرح کرے گا اور جو شخص اخلاص کی حقیقت نہ جانتا ہو 'وہ کس طرح اخلاص بجالائے گا۔ جب وہ صدق کے معنی سے ہی بغیر نہیں تو پھر وہ اپنے نفس سے صدق کا مقابلہ کس طرح کرے گا 'اس لیے جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے 'اس پر پہلی بات تو یہ لازم ہے کہ پہلے وہ نیت کی حقیقت جانے تاکہ اسے نیت کی شناسائی حاصل ہو۔ بعد ازاں صدق و اخلاص کی حقیقت کو سمجھ کر نیت کو عمل سے صحیح طریقے سے کرے کہ صدق اور اخلاص ہی بندے کی ثبات و آرزوی کا اسباب ہیں۔ اسی لیے ہم ان اسباب کو چند فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ ہر فصل میں ہر ایک کو بیان کرتے ہیں۔

افشایاتِ حیات :- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ولا تطروا اللہین یدعون ربہم باغلوۃ الشمس برہمون وجہہ (الانعام 52) ترجمہ کنز الایمان :- اور دوزخ کو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے اس آیت کریمہ میں ارادہ سے مراد نیت ہے۔

حدیث شریف 1 :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انما الاعمال بالنیات۔ ولکل امرء ما نوى

فمن هجرته الى الله ورسوله فهجرت الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة  
 نزوجها فهجرت الى ماها جرابلسہ ” اعمل کا داند مار نیوٹول پر ہے۔ ہر شخص کے لیے (عمل میں سے) وہی ہے  
 جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس شخص نے ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے رسول کی طرف توپس اسی کی ہجرت ہوگی اور اللہ  
 اور رسول کی طرف اور جس شخص نے ہجرت کی دنیا کی خاطر یا عورت حاصل کرنے کی خاطر کہ اسے نکل میں لادے توپس اس  
 کی ہجرت ہوگی۔ اسی چیز کی طرف جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔“ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ شریف)

حدیث شریف 2 :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہداء اپنے بستر پر مرتے  
 والے ہوں گے اور بستر سے محتول دونوں کے درمیان میں اللہ تعالیٰ ہی بستر جاتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔

قرین حق :- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان پرینا اصلاحاً یوفق اللہ بینہما (النساء 35) ترجمہ کنز الایمان :-  
 یہ دونوں اگر صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔ اس آیت کریمہ میں توفیق کا سبب نیت کو بتایا ہے۔

حدیث شریف 3 :- نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور  
 دلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے اور دلوں کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ نیت کا عمل  
 ہے۔

حدیث شریف 4 :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمل جنہ کیا کرتا ہے اور انہیں فرشتے مر  
 گے صحائف میں لے کر لوہر چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد  
 ہوتا ہے کہ اس مجھے کو پیچک دے اس لیے کہ اس میں جو کچھ ہے اس کے عمل کرنے والے نے یہ عمل کرتے  
 ہوئے میری نیت نہیں کی۔ بعد ازاں فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اس کے لیے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو۔ فرشتے عرض  
 کرتے ہیں کہ مولیٰ کریم اس شخص نے تو ان اعمل میں سے کوئی عمل بھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد  
 ہوتا ہے کہ ان اعمل کی نیت اس شخص کی تھی۔

حدیث شریف 5 :- نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ چار قسم ہیں:-

- 1- وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم و دل عطا فرمایا ہو اور وہ اپنے علم کے مطابق اپنے دل میں کام کرنا ہو۔
- 2- وہ شخص اس طرح کہتا ہو کہ اگر مجھے اس جیسا دل دے جیسے اس شخص کو عطا فرمایا ہے تو پھر میں بھی اس  
 جیسا (نیک) کام کرتا تو یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں۔
- 3- وہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے دل عطا فرمایا اور علم نہ فرمایا ہو اور اپنی بے عملی کی وجہ سے دل بے ہو دیوں  
 میں ضائع کرتا ہو۔
- 4- وہ ہے جو اسے کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دل عطا فرمائے تو میں بھی اسی طرح کروں جس طرح یہ کرتا ہے تو

گناہ میں یہ دونوں برابر ہیں۔

فائدہ :- آپ نے اچھائیوں اور برائیوں میں محض نیت کی وجہ سے شامل فرمایا۔

حدیث شریف 6 :- نبی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ دینے میں ایسے ہیں کہ تم جو کچھ میل کر رہے ہو یعنی جنگوں میں سے گزرتے ہو یا ایسی جگہ کو پہنچتے ہو جو کفار کو حصہ دلائی ہے یا جو کچھ تم میل اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا جو کچھ برداشت کرتے ہو۔ ہمارے ساتھ ان تمام کاموں میں شریک ہیں حالانکہ وہ عین میں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا وہ کیسے؟ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں تو غزوہ نے روک رکھا ہے لیکن اچھی نیت کی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ شامل ہیں۔

حدیث شریف 7 :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ من ہاجر ینفخی شیء فہولہ "جو شخص کسی چیز کا خواہش ہو کر ہجرت کرے تو وہ شخص اسی کا ہی ہوگا۔" چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور وہیں سے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس کا ماحرام فیس نام مشہور ہو گیا۔

حدیث شریف 8 :- ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مر گیا۔ اس کا نام قیل مار ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ وہ ایک شخص سے اس لیے لڑا کہ اس کا دل اور گردہ حاصل کر لے "یوں وہ اپنی نیت کی طرف منسوب ہوا۔

حدیث شریف 9 :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ من غزی وھو لا ینوی الا عقلا غلہ مانوی "اور کچھ نہ حاصل ہو تو اس کے لیے دی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔"

حدیث شریف 10 :- حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سے میں نے مدد طلب کی کہ میرے ساتھ غزوہ میں ہو تو اس نے کہا کہ میرے لیے کچھ مزدوری مقرر کرو۔ پھر میں تیرا ساتھ دوں گا۔ میں نے اسی طرح کر دیا تو پھر یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے دنیا و آخرت میں اتنی ہی حصہ ملا ہے جو کچھ تو نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔

قصہ بنی اسرائیل :- فتح مکہ کے دوران کسی کا گزر ریت کے ٹیلوں پر سے ہوا تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ ریت کھانا پکا ہوا ہو جاتا تو میں اسے لوگوں میں مفت تقسیم کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے نبی اس شخص سے فرما دیجئے کہ تیرا صدقہ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا ہے اور تیرے حسن نیت سے میں خوش ہوا، رنجے و حق ثواب مٹا فرمایا کہ اگر پانچ سو تیرے پاس اتنا کھانا ہوتا تو اسے تو واقعی اللہ کی راہ میں تقسیم کرتا۔

حدیث شریف 11 :- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ہم یحسنہ ولم یصلھا کینت لہ حسنتہ

”جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کر سکا تو اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی۔“

حدیث شریف 12:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کی نیت دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کا القاس اس کی نگاہوں کے سامنے کر دیتا ہے اور وہ دنیا سے بدلنے ایسے وقت میں کرتا ہے کہ اسے دنیا کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں فتنہ پیدا کر دیتا ہے۔ اس پہ اس کا سامان اکٹھا کر دیتا ہے اور وہ اس دنیا سے زبرد تر ہو کر اٹھتا ہے۔

حدیث شریف 13:- حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جس کا زمین میں دھننا جنگل میں ہو۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان میں وہ شخص بھی ہو گا جو اس لشکر میں زبردستی یا مزدوری کی وجہ سے ہمراہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ان کا حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہی ہو گا۔

حدیث شریف 14:- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ انما تنقیل المقانلون علی النبات ”بے شک آپس میں لڑنے والے اپنی نیتوں پر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔“

حدیث شریف 15:- جب دو شخص (ایک دوسری کی مخالف فوجوں کی) ملتی ہیں تو فرشتے اتر کر خلق کو درجہات کے مطابق لکھتے ہیں کہ فلاں شخص دنیا کی خاطر لڑ رہا ہے اور فلاں شخص غیرت و شرم کی بنا پر لڑ رہا ہے اور فلاں شخص تعصب کی وجہ سے لڑ رہا ہے۔ اس لیے خیردار کسی کو یہ نہ کہو کہ فلاں اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اللہ کی راہ میں تو وہ شہید ہوا کہ جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہو۔

حدیث شریف 16:- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ینت کل عبد علی ما مات علیہ ”ہر بندہ اسی چیز پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا۔“

حدیث نمبر 17:- حضرت احنن بن قیس ثنی بکہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذا التقى المسلمان بينهما قتالان والفقول فی النار ”جب دو مسلمان اپنی ٹکواریں لے کر جڑتے ہیں (ایک دوسرے کو ناحق قتل کرنے کی خاطر) تو وہ دونوں قاتل و مقتول دوزخ میں جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

لوگوں نے عرض کیا کہ ایک تو دوزخ میں قاتل ہونے کی وجہ سے جائے گا۔ مقتول کے دوزخ میں جانے کی وجہ سے کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوسرا اس لیے دوزخ میں جائے گا کہ اس نے (بلاوجہ شرمی) دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

حدیث شریف 18:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو کسی عورت سے کسی قدر مہر نکال کرے اور اس کی نیت مہر لانا کرنے کی نہ ہو تو وہ **مفلس** (نکاح ہونے کے بلحاظ زانی ہے اور جو مفلس بہکے قرعہ حاصل کرے اور اس کی نیت قرعہ دلہن کرنے کی نہ ہو تو وہ چور ہے۔

حدیث شریف 19:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مفلس اللہ تعالیٰ کے لیے خوشبو لگائے تو ایسا مفلس قیامت کے روز ایسے حال میں آئے گا کہ مسک کی خوشبو سے بھی اس کی خوشبو زیادہ عمدہ ہوگی اور جو مفلس غیر اللہ (کی خوشنودی) کی خاطر خوشبو لگائے گا تو ایسا مفلس قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ مردار سے بھی زیادہ گندگی اس کی بدبو ہوگی۔

اسلاف صالحین کے اقوال:-

1- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمام اعمال میں سے افضل وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے اور ان اشیاء سے بچنا جو کہ اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں، ابھی تک جو امور اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں (یعنی ابھی واقع نہیں ہوئے) ان امور میں نیت کا درست ہونا۔

2- حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا کہ جانا چاہیے کہ بندہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی نیت پہ ہے۔ بس جس کی نیت کامل و اکمل ہوگی، اس کی خاطر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی کامل و اکمل ہوگی۔ اگر نیت میں کچھ نقصان ہوگا تو پھر اسی قدر مدد بھی ناقص ہوگی۔

3- بعض اکابرین سلف کا ہے کہ اگر کام (بظاہر دیکھنے کے لحاظ سے تو) چھوٹے ہوتے ہیں جبکہ ان کی نیت انہیں بڑا کر دیتی ہے اور بعض لوگ کام ہوتے تو ہیں بڑے مگر انہیں نیت چھوٹا کر دیتی ہے۔

4- حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو نیک شخص کہ اس کی نیت تقویٰ و پرہیزگاری کی ہوتی ہے، اس کے تمام اعضاء اگر دنیا کے متعلق ہو جائیں تو پھر بھی اس کی نیت ہی اسے کسی نہ کسی دانا نگلی کی طرف ہٹائے گی جبکہ جاہل کا محل اس کے برعکس ہوتا ہے۔

5- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ نیت کو اسی طرح ہی دیکھتے تھے جس طرح کہ تم عمل کو دیکھتے ہو۔

6- بعض علمائے کرام کا قول مبارک ہے کہ عمل سے پہلے نیت عمل کو حاش کرنا چاہیے کہ جب تک تم نیت خیر کی کردے، اس وقت تک خیر میں رہو گے۔

7- کوئی طالب علمائے کرام کے پاس پتھر لٹکا کر آقا اور کسا کر آقا کہ مجھے کوئی شخص کوئی ایسا عمل مبارک بتا دے کہ جس کی وجہ سے میں بیش اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے والا بن جاؤں، اس لیے کہ مجھے تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی بھی گزری راستہ دن میں مجھ پہ ایسی گزری ہے کہ جس میں میں اللہ تعالیٰ کے لیے عمل نہ کرنا

ہوں۔ اسے علانے کرام نے بتایا کہ تیرا مطلب تو تجھے حاصل ہے، تجھ سے جتنا ممکن ہو سکے نیکی کا کام کیا کر اور جب خیر کے کاموں سے تھک جائے یا چھوڑ بیٹھے تو پھر ان کے کرنے کے لیے دل سے ارادہ کر لیا کر۔ جو شخص نیک عمل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ وہ نیک عمل کرتا ہے۔

بعض اکابرین سلف کا قول مبارک ہے کہ تم پہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بے شمار ہے اور تمہارے منہ تمہاری سمجھ سے چھپے ہوئے ہیں لیکن اگر پھر بھی صبح و شام توبہ کر لیا کرو تو دو درمیان والے تمام منہ (اس توبہ کی وجہ سے) بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے خوشخبری ہو جو آنکھ سودے اور ارادہ منہ کا نہ کرے اور بے گناہی پہ ہی جاوے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی نیت کی مقدار پہ ہی انعامے پائیں گے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جب یہ آیت مبارکہ تلاوت کرتے تھے کہ وَلَنبَلُوْنَكُمْ حَسَنًا نَّعْلَمُ الْمَبْجُودِ فِيْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوْا اَخْبَارَكُمْ (محمد ﷺ 31) ترجمہ گزراؤ ایمان۔ اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہی نیک کہ دیکھ لیں تمہارے جملہ کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمائیں۔

تو آپ روک کر فرماتے تھے اور اسے بار بار تلاوت کیا کرتے تھے اور عرض کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! اگر تو ہمارا احسان لے گا تو ہمیں ذلیل و رسوا کرے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنتی جنت میں نیت کی وجہ سے ہی رہیں گے اور دوزخی دوزخ میں بھی نیت کی وجہ سے ہی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ توبہ میں لکھا ہوا ہے کہ میری رضا جس عمل سے مطلوب ہو وہ عمل تمہارا بھی توبہ ہے اور جس نے عمل میں میرے سوا کسی غیر کا ارادہ کیا گیا ہو وہ عمل قلیل ہے۔

حضرت ہلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ مومنین جیسی بات کرتا ہے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے قول کو نہ چھوڑتا جب تک کہ اس کے عمل کو نہ دیکھے۔ پس اگر وہ عمل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے دمع کو دیکھتا ہے اور وہ اگر دمع بھی اختیار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی نیت کو دیکھتا ہے کہ اس کی نیت کیا ہے۔ پس اگر نیت صحیح ہوئی تو پھر اس کے تمام عمل درست ہوں گے۔

خلاصہ یہ عملوں کی بنیاد نیتوں پر ہے اور عمل اپنے اچھا ہونے میں نیت کا محتاج ہے اور نیت خود بخود ہی خیر ہے مگر وہ عمل بھی نہ ہو سکے۔

حقیقت نیت۔۔ نیت ارادہ اور قصد تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ ایک ہی معنی کے لیے آتے ہیں۔ نیت دل کی ایک



صفت ہے جو کہ علم و عمل کے درمیان میں ہوتی ہے۔ علم نیت سے پہلے آتا ہے، اسی لیے اصل اور شرط نیت کی علم ہی ہوتا ہے اور اس کے بعد عمل ہوتا ہے۔ اسی لیے نیت کا ثمر اور فرع عمل ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ ہر حکم تین چیزوں سے مکمل ہوتا ہے۔ (1) علم۔ (2) ارادہ۔ (3) قدرت۔ لیکن وجہ ہے کہ انسان جس چیز کو چاہتا نہیں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا اور عمل کے لیے ارادت کا ہونا ضروری ہوا اور ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کی طرف دل کا برکتیخت ہو جائے اس کے مطابق اس کے مقصود کے مطابق ہو، خواہ اس وقت ہو یا انجام کو۔ چونکہ انسان کا مزاج ہی ایسا ہے کہ بعض اس سے موافق ہوتے ہیں اور اس کی ضرورت سے مناسبت رکھتے ہیں اور بعض مخالف ہوتے ہیں۔ اسے موافق چیز کو اپنی طرف کھینچنا لازم ہو گیا اور بری چیز کو اپنے نفس سے دور کرنے کی بھی ضرورت پڑی۔ اسی لیے اس بات کی ضرورت پڑی کہ وہ نقصان دہ چیزوں سے دور بھاگے۔ مثلاً جو شخص غذا کو دیکھتا اور پہچانتا نہیں ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ غذا کو کھائے۔ جو شخص آگ کو نہیں دیکھتا پہچانتا تو وہ آگ سے کیسے دور ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت و معرفت پیدا فرمائی اور ان کے اسباب کو بھی بتایا یعنی حواس ظاہری و باطنی اور ان سے ہماری فرض نہیں ہے، پھر اگر غذا کو دیکھ لیا اور پہچان بھی لیا کہ یہ غذا موافق ہے، پھر بھی کھانا کھانے کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ بندے میں غذا کو کھانے کے لیے میل و رغبت اور خواہش پیدا نہ ہو۔ دیکھئے مرعیض غذا کو دیکھتا بھی ہے اور یہ جانتا بھی ہے کہ یہ غذا میرے موافق ہے، اس کے باوجود رغبت نہ ہونے اور قوت محرک نہ ہونے کی وجہ سے اسے نہیں کھاتا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے میل و رغبت اور ارادے کو پیدا فرمایا ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد ہے کہ نفس میں شوق اور دل میں توجہ و ولایت فرمادی، پھر یہ رغبت و ارادہ بھی کافی نہیں ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی لالچ کھانے کو دیکھتا بھی ہے اور اسے کھانا بھی چاہتا ہے مگر لالچ ہونے کی وجہ سے وہ کھا نہیں سکتا، اس لیے اس معذوری کو دور کرنے کے لیے قدرتِ خود محرک اعضاء پیدا فرماتے جن سے کھانا کھانے کا عمل مکمل ہو۔ پس بغیر قدرت کے غلو بھی حرکت نہیں کر سکتا اور قدرت بھی ارادے کا انتظار کرتی رہی ہے۔ ارادہ علم و معرفت کے انتظار میں رہتا ہے۔ علم و معرفت خواہ خلق ہو یا اعتقادی یعنی دل میں اس بات کا عقیدہ چلتا ہو جائے کہ وہ چیز ہمارے موافق ہے۔ یہ معرفت جب محکم ہو جاتی ہے کہ فلاں نے مرضی سے موافقت رکھتی ہے، اس لیے اس کا کرنا ضروری ہے۔ اس کے کرنے کے سلسلے میں کسی قسم کی رکاوٹ بھی نہ ہو تو پھر ارادہ اٹھتا ہے اور رغبت ثابت ہوتی ہے اور جب ارادہ ثابت ہو جاتا ہے تو اعضاء کو حرکت دینے کے لیے قدرت بھی تیار ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قدرت ارادے کی تبلیغ ہے اور ارادہ اعتقاد کے حکم کا تبلیغ۔

نیت کی تعریف: نیت کی تعریف یہ ہوئی کہ نیت ایک صفت حواسِ اعتقاد و قدرت کے مابین ہے یعنی کسی ایسی چیز کی طرف رغبت و میل کے حکم سے ارادے اور نفس کا اظہار جو کہ اس کی فرض سے موافقت رکھتی ہو۔ یہ اس چیز کی موافقت مل کے لحاظ سے ہو یا منجھ کے لحاظ سے۔

پس پہلا محرک تو غرض مطلوب ہوتی ہے۔ اور اسی لیے باعث کہتے ہیں اور یہی غرض نیت کو ابھارنے والی کیا ہوا مقصد ہے۔ یہ ابھارتا مقصد نیت سے اور قدرت کا ہاتھ پاؤں کو حرکت دینا عمل ہے مگر عمل کے لیے قدرت کا ہر فن گنجینہ ہوتا ہے ایک ہی وجہ سے ہوتا ہے اور بھی کہی دو ہولت کی بنا پر ہوتا ہے جو کہ ایک ہی فعل میں یکجا ہو جاتے ہیں اور ان دو میں بھی کہی حالت اس طرح ہو جاتی ہے کہ ہر ایک قدرت کو ہر فن گنجینہ کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور بھی قاصر بھی کیونکہ دوسرے کے ملے بغیر یہ اکیلا کافی نہیں ہوتا اور بھی کہی اکیلا ہی کافی تو ہوتا ہے۔ پھر بھی دوسرا اس کا مددگار بن جاتا ہے۔ گو اکیلا اپنے آپ مستقل نہیں ہوتا اسی لیے ان چار قسموں کے نام اور مثالیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔

### نیت کی چار اقسام اور ان کی مثالیں :-

۱ نیت خالص :- صرف اکیلا ہی سبب ہو مثلاً آدمی پر کوئی درندہ اگر حملہ کر دے۔ اس درندے کو دیکھتے آدمی بھاگ جائے گا۔ اس عمل میں اس کے بھاگنے کے علاوہ کوئی دوسری غرض نہیں کیونکہ جب اس نے درندے کو دیکھا تو اسے اپنے لہس کے لیے نقصان دہ سمجھا۔ اسی لیے اس کا لہس بھاگنے کی طرف راغب ہوا۔ اسی بھاگنے کی رغبت کی وجہ سے قدرت بھی کام میں مصروف ہو گئی۔ اس حالت میں صرف یہی کہا جاتا ہے کہ اس شخص کی نیت درندے سے بھاگنے ہی کی ہے۔ کھڑے ہونے سے دوسرا کوئی مطلب نہیں ہے۔ ایسی نیت کو نیت خالص کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نیت کے نقصان کے مطابق عمل کرنے کو اخلاص کہا جاتا ہے یعنی اگر غرض کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس عمل کو اخلاص ہی کہنا چاہیے کیونکہ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی غیر کی شرکت و غلط سے خالص ہے۔

2 دوسری قسم :- عمل کے لیے دو سبب ہوں اور ان سبب میں سے ہر ایک سبب تمام ہی قدرت کے محرک ہونے کے لیے مستقل ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمی مل کر ایک روزنی بوجھ لستے زور سے اٹھائیں کہ اگر اکیلا ہی اتنا زور ہوتا تو پھر بھی کئی تھک۔ ہماری غرض کے مطابق ایک یہ مثل ہے کہ آدمی سے اس کا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ طلب کرے تو وہ اس فقیر رشتہ دار کی ضرورت کو پورا کر دے۔ وہ اس فقیر رشتہ دار کے فقر و رشتہ داری دونوں کا لحاظ کرے اور خیال کرے کہ اگر یہ فقیر نہ ہوتا تو میں پھر بھی اس کے فقیر ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت پوری کرنا یا رشتہ داری کا رشتہ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو پھر بھی اس کے فقیر ہونے کی وجہ سے میں اس کی ضرورت پوری کرنا اور دل میں اس بات کا یقین ہو کہ اگر کوئی غنی رشتہ دار بھی کسی قسم کی (جات و منصب) درخواست کرے تو اس کی حاجت پوری کرنے کی طرف خواہش کرے گا یا کوئی بدعلاقہ فقیر سوال کرے تو پھر اس کی طرف بھی راغب ہو گا یا غنی جس شخص کو طبیعت نے غذا چھوڑنے کا حکم دیا ہو اور اسی دران عرفہ کا دن بھی آجائے تو وہ روزہ رکھنے کے لیے اور خیال یہ کرے کہ اگر عرفہ کا دن نہ بھی ہو تا تو پھر بھی پرہیز کی نیت سے غذا چھوڑ دیتا اور اگر پرہیز بھی نہ ہوتا تو ثواب کے حصول کے لیے کھانا چھوڑ دیتا۔ اب یہ دونوں معاملات جمع ہو گئے۔ اس نے عمل کیا میں دوسرا سبب پہلے سبب

کا رفق ہوا تو اسی لیے ہم اس دوسرے سب کو رفق کہتے ہیں یعنی دونوں اسباب ایک دوسرے کے رفق ہیں۔

3- تیسری قسم :- اگر دونوں اسباب میں سے ایک اکیلا ہوتے ہوئے کوئی بھی کلام نہ ہو تو پھر دونوں اکٹھے ہو کر حرکت قدرت کا سبب بنے ہوں تو اس کی مثل محسوسات میں یہ ہے۔ دو ضعیف مرد اکٹھے ہو کر کسی چیز کو اٹھائیں۔ اگر وہ اسے اکیلا اکیلا ہی اٹھانا چاہیں تو ان سے نہ اٹھ سکتی ہو۔ اس بارے میں مثل یہ ہے کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اس کے پاس آئے اور اس سے ایک روپیہ مانگے تو وہ اسے نہ دے اور اگر بخواہف فقیر اس سے آکر مانگے تو وہ اسے بھی نہ دے لیکن اگر کوئی غریب رشتے دار مانگنے کے لیے آئے تو وہ اسے دے دے۔ اس صورتحال میں اس کے ارادے کا سبب دونوں وجوہات یعنی قربت اور فقر کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے ہی ہو گا یعنی اگر کوئی لوگوں کے سامنے ثواب کی خاطر اور تعریف و توصیف کی خاطر صدقہ دے دے اور اس طرح ہو کہ اگر صرف ثواب کا ارادہ ہی ہوتا اور سول کرنے والا نہ تھا تو اسے مانگنے کے لیے مانگا تو اسے دینے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ یہ غرض صرف تعریف کرنے کی ہوتی اور مسائل ایسا فاسق ہوتا کہ اسے دے تو ثواب ملنے کی امید نہ ہو تو پھر اسے دینے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ اس میں جب یہ دونوں باتیں ہی اکٹھی ہو گئیں تو عمل کرنا کو حرکت دیا۔ اس قسم کے سبب کا نام ہم شریک رکھتے ہیں۔

4- چوتھی قسم :- نیت کی چوتھی قسم یہ ہے کہ دونوں اسباب میں سے کوئی ایک سبب تو ایسا ہو کہ اگر اکیلا ہو تو کارگر ثابت ہو جبکہ دوسرا سبب ایسا نہ ہو مگر جب پہلے سے ملے تو پھر کچھ نہ کچھ مدد اور آسانی پیدا ضرور کر دیتا ہے۔ محسوس میں اس کی مثل یہ ہے کہ کوئی شخص زبردست وزن اٹھانا ہے اور اسے کوئی کردار بھی سارا دے دے خواہ وہ آدمی وہ وزن خود بخود ہی اٹھا سکتا تھا جبکہ وہی وزن ضعیف سے اٹھانا ممکن نہ تھا مگر پھر بھی قوی مرد کو وہی وزن اٹھانے میں آسانی تو ہو جاتی ہے مثلاً کوئی شخص کسی دھندے یا صدقہ و خیرات کا عالمی ہے۔ اتفاقاً دھندے یا صدقہ خیرات کرنے کے وقت کچھ لوگ اس کے پاس آگئے تو ان کے دیکھنے کی وجہ سے اس پر وہ عمل آسان ہو گیا اور اس بات کو اپنے نفس سے جانتا ہے کہ اکیلا ہی ہوتا تو پھر بھی اپنے اس عمل میں کمالی سے کام نہ لیتا اور اگر خیال طاقت نہ ہوتا تو پھر صرف ریاء کی وجہ سے وہ عمل ایسا نہ کرتا پس اسی طرح اس کی نیت میں کچھ قدرے ملاوٹ ضرور ہو جاتی۔ ایسی قسم کے سبب کو معین کہتے ہیں۔

خلاصہ :- دوسرا سبب رفق ہونا ہے یا شریک یا معین اور ان تمام کا حکم ہم انفرادی کی فصل میں تحریر کریں گے۔ پہلا یہ صرف نیت کی اقسام بیان کرنا مقصود ہے۔ اس لیے کہ عمل نیت کا تعلق ہوتا ہے اور اسی سے ہی حکم حاصل ہوتا ہے اس لیے ارشاد کر فرمائی ہوا کہ انما الاعمال بالنیات "عملوں کا دارو مدار نیتوں پر ہی ہے۔" اور ظاہر ہے کہ عمل نیت کا کوئی حکم نہیں ہوتا بلکہ حکم تو متبع کا ہی ہوتا ہے۔

عمل سے نیت بہتر ہے :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قولاً نبینہ المومن غیر من عمل ہمومن کی

نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔"

حدیث شریف کا مفہوم یہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نیت کی ترجیح کا سبب یہ ہے کہ نیت ایک پوشیدہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا جبکہ عمل ظاہر ہے جبکہ فضیلت پوشیدہ عمل کو حاصل ہوتی ہے مگر اس مقام پر وہ مراد نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اگر آدمی یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر مبارک اپنے دل سے کرے گا یا مسلمانوں کے کام میں غور و فکر کرے گا تو فکر کی نیت خود نظر کرنے سے بہتر ہو اور کبھی یہ ممکن ہوتا ہے کہ نیت کی وجہ سے ترجیح ہو کہ کام کے عمل ہونے تک نیت ہوتی ہے جبکہ اہل عمل کو عقلی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ قول بھی کمزور ہے کیونکہ اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ عمل کثیر، قلیل عمل سے بہتر ہو۔ اس کے علاوہ یہ ضروری نہیں ہے کہ نیت بھی پیش رہے کیونکہ نماز کے عملوں کی نیت کبھی کبھی تو چند صحتی کے لحاظ سے قائم رہتی ہے جبکہ اہل نماز کئی دیر تک کرتے رہتے ہیں۔ عموم حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عمل پر نیت کو ترجیح حاصل ہو۔

فائدہ یہ بعض فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کے یہ معنی ہیں کہ اگر نیت محض نیت کی مدد تک ہو تو پھر محض عمل بغیر نیت کے بہتر ہے۔ ہر چند تو یہ ہے کہ عمل بغیر نیت کے سے نیت بہتر ہے مگر یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ نیت کے بغیر عمل یا عمل غفلت کے ساتھ ہو تو اس عمل میں کسی بھی قسم کی بھلائی ہرگز نہیں ہے اور اگر عمل کے بغیر نیت ہو تو پھر وہ بھی خیر ہے اور ترجیح ایسی ہی اشیاء میں ہونی چاہیے جو اصل خیر و بھلائی میں مشترک ہوں بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ جو طاعت نیت و عمل سے مرکب ہو اور حیت بھی من جملہ خیرات ہو اور عمل بھی تو ایسا طاعت میں ساری طاعت میں سے عمل کی نسبت نیت بہتر ہے۔ نیت اور عمل اگرچہ دونوں ہی تاثیر رکھتے ہیں مگر عمل کی نسبت نیت کی بہت زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ میں حدیث مذکور کے معنی یہ ہونے کہ مومن کی نیت نیکہ اس کی طاعت کے عمل سے بہتر ہے۔ جو عمل کہ نیکہ اس کی طاعت کے ہو اور فرض یہ ہے کہ بندے کو نیت میں بھی اختیار ہے اور عمل میں بھی اختیار حاصل ہے اس لیے کہ حیثیتاً نیت و عمل دونوں ہی عمل ہیں مگر بہتری نیت کو ہی حاصل ہے۔ یہ معنی ہیں اس حدیث مبارک کے۔

نیت کا عمل سے بہتر ہونے کا سبب یہ اسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو کہ مقصود دین اور طریق دین کو سمجھتا بھی ہو اور یقیناً بھی ہو کہ تاثیر طریق مقصود کو پہچاننے میں کس طرح ہوتی ہے اور بعض اثرات کو بعض اثرات پر قیاس کرنے تاکہ معلوم ہو کہ فلاں اثر کو مقصود کے لحاظ سے افضلیت حاصل ہے مثلاً جو شخص یہ کہے کہ میوے سے روٹی بہتر ہے تو اس کی مراد یہ ہے کہ مقصود کے لحاظ سے روٹی یعنی قوت دیندار ہونے کی وجہ سے بہتر ہے۔ اس بات کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ غذا کسی خاص مطلب کے لیے ہے جسے صحت و بقاء کہا جاتا ہے اور تاثیروں میں غذا میں مختلف اسباب رکھتی ہیں اور من کی تاثیروں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے جان لے کہ کس

نہ اس اصل مقصود زیادہ ہوتا ہے۔

طاعت پہ غور و فکر :- طاعت پہ جو غور و فکر کیا جاتا ہے تو یہ بھی حیثیتاً دلوں کی غذا نہیں ہیں اور ان سے مقصود دلوں کی شفا، بقاء اور آخرت میں سلامت رہنا اور اخروی سعادت سے فوائد حاصل کرنا اور دیر حق تعالیٰ سے لذت حاصل کرنا فرضیکہ مقصود لذت سعادت پہ لقاء اللہ تعالیٰ ہے اس لیے نظر اور اس سعادت سے وہی لذت حاصل کر کے گا جو اللہ تعالیٰ کا عارف و محب ہو کر فوت ہو اور اس سے محبت وہی کرے گا جو اسے جانے گا۔

بکثرت ذکر کرنا :- اور اسی کو اس سے انس و محبت ہوگی جو اس کا ذکر بکثرت کرے۔ پس طاعت ہوا کہ اس دوام ذکر سے ہی انس حاصل ہوتا ہے اور دوام فکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور محبت معرفت کی تبلیغ ہوتی ہے اور دوام ذکر اور فکر کے لیے قلب فارغ میں ہوتا مگر اس طرح کہ دنیوی اشغال سے فارغ ہو۔ دنیوی مشاغل سے فراغت اس وقت حاصل ہوتی ہے جس وقت دنیا کی شہوتیں دل سے اتنی جدا ہو جائیں کہ خیر کی طرف مائل و راغب ہو جائے شر سے نفرت و بغض کرے۔

طاعت کی طرف میل کرنا :- اور خیر و طاعت کی طرف اس وقت میل پیدا ہوتا ہے جس وقت یہ جان لے کہ اخروی سعادت ان ہی اشیاء سے وابستہ ہے جس طرح کہ عقلمند قصد و پھینچنے لگوئے کی طرف اس وقت مائل ہوتا ہے جب یہ جان لیتا ہے کہ اسی میں میری سلامتی ہے۔ جس وقت معرفت سے حقیقی میل حاصل ہو جاتا ہے تو پھر وہ عمل سے مضبوط ہو جاتا ہے یعنی اگر میل کے تقاضے کے موجب عمل پہ پہنچنے اختیار کی جاتی ہے تو عمل کو قوت میسر آتی ہے اس لیے کہ ایسے عمل پہ پہنچنے اختیار کرنی چاہیے جو صفت قلبی کے لیے غذا و قوت کے قائم مقام ہوا کرتے ہیں جس سے قلبی صفت قوت حاصل کرتی ہے اور خوب اچھی طرح مضبوط ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر جو شخص طلب علم و حصول ریاست کی طرف راغب ہو تو ابتداً اس کی رغبت کمزور ہوتی ہے مگر جب متعلقانے میل کے بموجب وہ علم کے حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے خواہ ریاست کو حاصل کرنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرتا ہے تو وہ میل اس میں مضبوط ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے جدا ہونا اس کے لیے ناممکن مشکل ہو جاتا ہے اور اگر اپنی اس رغبت کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اس سے اسے میل میں ضعف ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح عموماً رغبت بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے یا جو شخص کسی خوبصورت کو دیکھتا ہے تو اسے پہلے رغبت کچھ ضعیف سے ہوتی ہے۔ پھر اگر اس کے متعلقانے بموجب اس کے پاس بیش بہا مہینا دیکھتے رہتا ہم کلام ہوتا اور ملنا جلنا اختیار کرنا رہے تو وہی ضعیف رغبت اتنی زیادہ قوی ہو جائے گی کہ اتہام کو کام اس کے اپنے اختیار سے بالکل ہی نکل جائے گا۔ اس طرح وہ اس سے جدا نہ ہو سکے گا لیکن اگر اپنے نفس کو شروع میں ہی اس سے جدا رکھے گا اور میل کے تقاضوں کے بموجب عمل اختیار نہ کرے گا تو پھر یہ ایسا ہوگا کہ جیسے میل کی غذا ختم کر دی جائے تو سوائے اس کے کہ میل و رغبت کمزور اور شکستہ ہو کر ختم ہو جائے گی اسی طرح ہی تمام مشغول کام ملے۔ خیرات و طاعات تمام

ی اس لیے ہیں کہ ان تمام سے آخرت مطلوب ہوتی ہے اور تمام ضرور سے مراد دنیا ہی ہوتی ہے اور نفس کا میل خیرات اخروی کی طرف اور اس کا دنیوی خیرات سے پھرنا بھی دل کو ذکر و فکر کے لیے فراغت عطا کرتا ہے اور یہ اس وقت پختہ ہوتا ہے کہ جس وقت اعلیٰ طلعات پہ پہنچتی اختیار کی جائے اور تمام اعضاء سے گناہوں کو دور کرنا اپنے کو پر لازم کر لیا جائے۔ اس لیے کہ تمام ظاہری اعضاء اور دل میں ایک علاقہ ہے جس کی وجہ سے ایک کا دوسرے پہ اثر پہنچتا ہے مثلاً اگر کسی عضو میں زخم لگتا ہے تو دل میں اس سے درویدہ ہوتا ہے۔

جب کسی عزیز کے فوت ہونے کی وجہ سے دل رنجیدہ ہوتا ہے یا دل کسی خوفناک معاملے کی وجہ سے مطمئن ہوتا تو اس کا اثر تمام اعضاء پہ ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی اس کا سارا بدن کانپنے لگتا ہے اور کبھی سارے جسم کا رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دل اصل ہے۔ یوں سمجھیں کہ دل ان اعضاء پہ امیر یا حاکم ہے اور دوسرے اعضاء دل کے غلام اور رعیت کی مانند ہیں۔ ان اعضاء کی خدمت کی جست سے دل کی عفتیں پختہ ہوتی ہیں۔ مختصر یہ کہ دل مقصود ہے اور اس کے آکات دوسرے اعضاء ہیں۔ جن آکات کے ذریعے مقصود تک رسائی میسر آتی ہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فی الجسد مضغہ اذا صلحت صلح لہا سائر الجسد بے شک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صحیح ہو جاتا ہے تو سارا بدن ہی اس کی وجہ سے صحیح ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اللھم اصلح الراعی والرعیۃ یا اللھ! حاکم اور رعیت کو درست فرما دے۔ "میل راہی سے قپ کی مراد قلب ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ لَنْ یُنَالِیَ اللّٰہَ لَحْوَ مَہَا وَلَا دَعْمَانِہَا وَلَکِن یُنَالِہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ۝۱۷ ترجمہ از کثر تلاویں (وہ عزت صفحہ پر گزرا) (میں رہنا)

فائدہ :- تقویٰ قلب کی صفہ ہے۔ اسی لیے لازمی واجب ہے کہ قلبی اعلیٰ مطلقہ اعضاء کی حرکتوں کی نسبت سے افضل ہوں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان تمام میں سے افضل عمل نیت ہو اس لیے کہ خیر کی طرف دل کے میل مائل کرنے اور ارادہ خیر کو حقیقت کہتے ہیں۔ جسمانی اعضاء کے اعلیٰ سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ارادہ خیر کا جن سے دل راغب ہو اور اس میں بھلائی کی رغبت پہنچتی اختیار کر جائے تاکہ دل دنیوی شوقوں سے پاک ہو کر ذکر و فکر پہ جھک جائے تو ظاہر بات ہے کہ اسی غرض کی بنا پر عملوں میں بہتری ہوگی اور چونکہ نفس مقصود نیت میں حاصل ہے اس لیے مقصود کے لحاظ سے اسے ہی افضلیت حاصل ہونی چاہیے جس طرح کہ اگر دو معدے میں ہو تو اس کا ایک علاج یہ بھی کیا جاتا ہے کہ معدے میں پیچھے دلی دوائی پلا یا کھلا دلی جاتی ہے۔ یا دوسری دوائی جو معدے میں پہنچ جاتی ہے اس کے علاج کے لیے اس دوائی سے بہتر ہے جو کہ معدے کے اوپر لپ کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس سے مطلوب تو صرف کیا ہے کہ دوائی کا اثر معدے میں پہنچے اس لیے وہ دوائی زیادہ بہتر اور نفع بخش ہوگی جو

معدے کے اندر معدے سے ملی رہے۔ یعنی تمام خلعت کے اثرات کو بھی سمجھیں کیونکہ خلعت سے دلوں کی تبدیلی مطلوب و مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ صرف چند اعضاء کو خوبی میں آجائے مثلاً سجدہ کرنے سے یہ فرض و رعایت ہرگز نہیں ہے کہ صرف زمین پر پیشانی رکھ دی جائے اور بس بلکہ سجدہ کرنے سے مرویہ ہے کہ قلبی صفت تواضع کی علامت مضبوطی اختیار کر جائے یعنی جو شخص کہ اپنے نفس میں عاجزی و انکساری کی صفت پاتا ہے تو جب وہ اپنے اعضاء جسمانی سے عاجز و انکساری (کے حصول کے لیے) مدد طلب کرے گا اور اعضاء جسمانی کی شکل و صورت عاجزی و انکساری کی شکل میں تبدیل کرے گا تو اس عمل سے اس کی صفت تواضع مضبوط ہوگی۔ جو شخص کسی جیم کے لیے ترس اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے اس طرح جب وہ اس جیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس جیم کو ہمارے کرے گا تو اس کی وہ صفت اس کے دل میں مضبوط ہو جائے گی۔ ایسی حالتوں میں نیت عمل کے بغیر فائدہ مند ہرگز نہیں ہے مثلاً جیم کے سر پر ہمارے ہاتھ پھیرے مگر اس کا دل غفلت کا شکار ہو یا یہ خیال کرے کہ میں کپڑے پر ہاتھ پھیر رہا ہوں تو اس قسم کے عمل کرنے کی وجہ سے اعضاء کا اثر دل میں بالکل نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی جان لیں کہ غفلت کی حالت میں جو شخص سجدہ کرے گا کہ بوقت سجدہ اس کا دل دنیوی فکر میں مشغول ہو تو شخص زمین پر ہاتھ رکھنے کی وجہ سے دل پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ جس اثر کی وجہ سے واضح مضبوط ہو، غفلت کا شکار ہو کر ایسا سجدہ کرنا اور نہ کرنا مقصد کے حصول کی غرض سے برابر ہے اور بالکل ہی بیکار ہے۔

اعمال کا دار و مدار۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس سے نتیجہ یہ کہ نیت کے بغیر عبادت باطل ہے اور یہ اس حالت میں ہے کہ سجدہ غفلت کی حالت میں ہو اور جب اس سجدہ سے رہا یا کسی کی تعلیم کا ذیل ہو تو پھر اس سجدے کا ہونا نہ ہونا برابر ہرگز نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں تو خرابی مزید بڑھ جائے گی یعنی جس صفت کی تائید چاہیے تھی وہ تو حاصل نہ ہوئی بلکہ جس صفت کو ختم کرنا منظور تھا اس کی تائید ہوئی (یہ تو اٹ کام ہو گیا) اور وہ صفت ریاکاری کی ہے جو دنیا کی طرف رغبت کرنے میں داخل ہے۔ عمل سے نیت کے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے۔ اسی مسئلہ کی بنا پر ایک حدیث شریف کا منہم سمجھ میں آجاتا ہے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من ہم حستہ فلم یعلمہا کنت لہ حنت  
 "جو شخص نیکی کا ادوار کرے اور پھر اسے اس نے نہ کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی۔" اس لیے کہ اس نیکی کام کی طرف دل کا رافق ہونا خواہشت نفسانی اور دنیوی محبت کی طرف سے انحراف کرنا یہ بہت بڑے درجے کی خوبی ہے۔ جب عمل پر اکر لیا جائے تو پھر اس خوبی کی تاکید ہو جاتی ہے مثلاً قربانی کا بجاور فزع کرنے کا اصل مقصد گوشت اور خون ہرگز نہیں ہے بلکہ قربانی کرنے سے مرویہ ہے کہ دنیوی محبت سے دل ہٹ جائے۔ اپنے مطالب سے رضائے حق کو زیادہ ضروری جان کر اپنے حق تعالیٰ کے راستے میں دے۔ یہ مقصد بخند نیت و امت کرتے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کسی رکعت کی وجہ سے اس پر عمل نہ بھی ہو سکے۔

حقیقت قرآنی :- خود قرآن مجید شہادت دے رہا ہے کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دمانہا ولكن ینالہ التوفی  
منکم ترجمہ کنز الایمن: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچے ہیں نہ ان کے خوں ہیں تمہاری پرہیزگاری اس تک  
باریاب ہوتی ہے۔

اسرار اعلیٰ :- مقام تقویٰ اعلیٰ نبوی کی مد سے دل سے ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا کہ کچھ لوگ دینے میں رہنے کے پوجود ہمارے ساتھ جلد (کے ثواب میں) میں ہمارے ساتھ شامل ہیں، اس  
لیے کہ ان کے دل کی نیت اچھی ہوئے، مگر حق بلند کرنے، مل و جان (حق تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرنے اور شہادت  
کی طرف رغبت کرنے کے لحاظ سے اسی طرح ہی تھے جس طرح کہ جلد کے لیے نکلنے والوں کے ان کے صرف جسم  
جدا تھے۔ ان کی بدنی شہادت کسی رکوت کی وجہ سے تہ ہو سکی۔ جو حدیثیں ہم نے فضیلت نیت کے بارے میں  
یا ان کی ہیں ان معانی کے مطابق کچھ میں آجائیں گی، اس لیے ان معانی کے مطابق دیکھ لیتی چاہیں تاکہ اسرار و رموز  
ظاہر ہو جائیں۔

تفصیلات اعلیٰ :- اگرچہ اعلیٰ کو بہت سی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ افضل ہیں  
یا اتول ہیں یا حرکت یا حالت سکون اور قائمہ حاصل کرنے کے لیے ہیں یا نقصان اور فکر کو دور کرنے کے لیے ہیں یا  
ذکر کرنے کے لیے ہیں یعنی اعلیٰ بہت سے ہوتے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں۔

اقسام اعلیٰ :- اعلیٰ تین قسم پہ مبنی ہوتے ہیں۔ (1) معاصی۔ (2) خلعت۔ (3) مہابت۔

اعلیٰ میں نیت کی وجہ سے تبدیلی :- ان تینوں قسموں کے اعلیٰ میں نیت کی وجہ سے جو تبدیلی رونما ہوتی  
ہے اسے ہم تفصیلاً تحریر کرتے ہیں۔

معاصی 1 :- معاصی کا تو معنی یہ ہے کہ نیت کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے اگر کوئی جہالت کا مارا  
حدیث شریف انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سے یہ مفہوم کچھ بیٹھے کہ نیت کی وجہ  
سے گنہ بھی مہلت بن جاتا ہے تو یہ اس کی محض غلطی ہے مثلاً کسی شخص کی وجہ سے کوئی کسی دوسرے کی فیبت  
کرے یا کسی دوسرے کا مل فقیر کو کھائے یا دوسرے یا مسجد یا سرائے حرام کے مل سے حقیر کو لائے اور اچھی نیت  
کرے یعنی نیت بھلائی کی کرے تو یہ تمام باتیں جتنی برحمت ہیں۔ ان (معصیت والے) کاموں کا علم اور گنہ ہونا  
صرف نیت کی وجہ قسم نہیں ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شرع مطہرہ کے تقاضا کے خلاف افضل کی نیت خیر کی کرنا تو یہ  
توحید دوسری برائی ہے یعنی بے افضل کے بارے نیت خیر کی کرنا الگ گنہ ہے، اس لیے اگر دانستہ کیا کرے گا تو  
شریعت مطہرہ کا دشمن ہوگا اور بیا اگر بلا نیتی کی حالت میں کرے گا تو بھر جہالت کی وجہ سے منکر قصے کا کیونکہ  
ہر مسلمان پہ طلب علم فرض ہے۔ شرع شریف سے ہی معلوم ہوتا ہے، خیرات کا خیر ہونا، شر فریہ ہو سکتا ہے بلکہ



حقیقت یہ ہے کہ دل میں یہ بات شہوت نفسی اور باطنی خواہشات پیدا کر دیتے ہیں، اس لیے کہ جب دل جاوطلب اور لوگوں کے دل اپنی طرف پھیرنے اور نفسانی لذتوں کی طرف شائق ہوتا ہے تو شیطان کو جاہل پہ خوب دعا کا بہانہ میسر آجاتا ہے۔

جمل سے سخت شہرہ:- حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی بھی مکملہ سے اتنی زیادہ نہیں ہے جتنی کہ جمل کی معصیت ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو جمل سے بھی بڑھ کر کوئی چیز معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی جہالت سے بے علم ہونا اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ آپ کا یہ قول مبارک حقیقتاً درست ہے کیونکہ مرکب جمل تعلیم کا راستہ بالکل ہی بند کر دیتا ہے۔ مثلاً جو سمجھتا ہے کہ مجھے علم ہے تو ایسا شخص علم کیسے حاصل کرے گا (یعنی وہ علم نہیں دیکھے گا) یونہی علم سے فائدہ تعلقی کی اطاعت کرنا تمام اطاعتوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور تمام علموں کی جڑ علم ہے۔ جس طرح کہ تمام جانوں کی جڑ جمل ہے۔

فائدہ:- جو شخص بیخود و معسر علم کے احوال میں جانتا وہ وہی علم حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جن علوم کی طرف عام لوگ متوجہ ہوں گے۔ حالانکہ ایسے علوم بے ہودہ ہیں۔ یہی علوم ان کی خاطر دنیوی ذرائع ہیں۔ اس قسم کے علوم حاصل کرنے میں مشغول ہونا جہالت کا مولود اور جہان کے لیے فسق کا معدن ہیں۔ خواصہ کلام یہ ہے کہ جہالت کی وجہ سے جو شخص مکملہ سے خیر کا داراں کرے تو اس بارے میں اس جہالت پر مبنی مذہب معتقل قبول نہیں کیا جائے گا۔ پس البتہ وہ ایک صورت میں مفذور ہو گا کہ مسلمان ہوئے اسے قہورے ہی دن گزرے ہوں۔ اسے مسائل سمجھنے کا موقع میسر نہ آیا ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل 43) ترجمہ کنز الایمان:- اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

حدیث شریف:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یغفر الجاہل علی الجہل ولا یحل للجاہل ان یکتم علی جہل ولا للعالم ان یکتم علی علمہ "بیشتر اپنے جمل کی وجہ سے مفذور نہیں سمجھا جائے گا اور جاہل کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے جمل پہ ہی قائم رہے اور نہ ہی عالم کے لیے یہ صحیح ہے کہ وہ اپنے علم پر خاموشی اختیار کرے۔"

مساجد و مدارس حرام کی کھائی سے بنوانے کا حکم:- جہم کے دل سے مساجد و مدارس بڑا کر جو لوگ بدشاہوں کا قرب حاصل کر لیتے ہیں اور اسی کے قریب قریب بے وقوف اور شرابی لوگ بھی ہیں جو فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس بات کے لیے تیار ہوتے ہیں کہ غلامے کرام سے بھگوا پیدا کریں اور قتلے کرام کو دھوکہ دے فریب دینے کی کوشش کریں، عام لوگوں سے ہمدردی کا سلوک کریں۔ بدشاہوں، قبیلوں اور مساکین کے دنیوی مل و متاع کی خواہش رکھتے ہوں۔ انہیں علم پر احلیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایسے کم ذلت علم حاصل کرتے ہیں تو ایسے لوگ دلو حق کے ڈاکو ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے شہر میں دنیا پر ناب و بیل بن کر بھگوا کرتا ہے اور

خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے۔ تعویذی و پرہیزگاری کے قریب بھی نہیں پہنچتا۔ اسے دیکھ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی جرات پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہی عمل اسے جیسے کسی دوسرے کو بھی اس کے عمل سے مل جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے استاد کی پوری پیروی کرتا ہے۔ یعنی یہ علم مسلسل بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس جیسے تمام عالم اس علم کو شر کا وسیلہ بنا لیتے ہیں۔ ان تمام کا عذاب پہلے استاد پہنچتا ہے جس نے شاگرد کی نیت فاسد ہونے کے بلوغت سے علم سکھایا۔ اس نے اپنے شاگرد کے معصیت بھرنے اقوال و افعال اور کھانے پینے وغیرہ تمام ہی افعال اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے تھے۔ اس کے بلوغت سے پڑھنا بند نہ کیا۔ اس قسم کا عالم جب مر جاتا ہے تو اس کے شر والے آثار ہزاروں ہزار سال تک جہان میں پھیلے رہتے ہیں۔ اچھا دینی ہے جس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کے گناہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

جلالانہ نقصور :- بعض دنیا دار قسم کے مولوی بھارت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ بحکم انما الاعمال بالنیات (عملوں کا دار و مدار نیاتوں پر ہے) میں نے تو نیت علم دین پھیلانے کی کی ہے۔ اگر علم دین سیکھنے والا اسے فساد و بھگڑا کرنے کے لیے استعمال کرے گا تو اس میں میرا نقصور ہرگز نہیں بلکہ فساد میں استعمال کرنے والے کا نقصور ہے۔ اسے سکھانے میں میری نیت تو صرف یہ تھی کہ وہ اس سے بھلائی کے کاموں میں مدد لے۔ اس کے اس کہنے کا مقصد جب ریاست اور آقا جفا ظلم کے زیادہ ہونے کا تکبر اور حب ریاست کے واسطے اس پر یہ امور شیطان مشتبہ کر دیتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ اس کا کیا جواب دے گا کہ ایک شخص نے کسی ڈاکو کو تلواریں دے دیں اور گھوڑا اور دوسرے اسباب بھی فراہم کر دیئے جن سے وہ اپنا مدعا حاصل کرنے میں مدد لے سکے اور یہ سنان ڈاکو کو دینے والا کہے کہ میں نے تو نیت سخوت کی کی اور اسے دینے کی کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ اخلاق میں سے ہے۔ اس سے میری یہ نیت ہے کہ وہ اس تلوار اور دوسرے سنان سے رافضی میں جملہ فی کمال اللہ کرے۔

ڈاکو کو سنان فراہم کرنے کا حکم :- ظاہر ہے کہ کسی کو مفت سنان دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اب اگر وہ (ڈاکو) خود اس سنان کو ڈاکے ڈالنے میں استعمال کرے تو پھر میں کیا کروں۔ اس طرح کرنے میں وہ خود گنہگار ہو گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں تمام فقہائے کرام متفق ہیں کہ ڈاکو کو دیکھتے کرنے میں مدد دینے والے اسباب دے کر اس کا مدد کرنا حرام ہے۔

فضیلت سخوت :- تمام اخلاق میں سب سے زیادہ محبوب عمل سخوت ہے۔ اس کی فضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تین سر اخلاق ہیں جو کوئی ان میں سے کسی ایک اخلاق کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کرتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوتا ہے اور ان تمام میں سے اللہ تعالیٰ کو محبوب سخوت ہے۔

پس اس کے حرام قرار دینے کی کیا وجہ ہے اور ڈاکو کے احوال کے قرینے کو دیکھنا لازم کر دیا ہے۔ پس اس کی

جب علوت ظاہر ہو گئی کہ وہ ہتھیار کے ذریعے شر کے راہ پر چل نکلتا ہے تو پھر اس شخص سے ہتھیار چھین لینے چاہیے نہ کہ اسے ہتھیار دینے جائیں۔

علم ہتھیار ہے۔ علم بھی ایک ایسا ہتھیار ہے کہ اس ہتھیار کے ذریعے شیطان اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو مارا جاتا ہے۔ اسی ہتھیار سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو بھی مدد ملی جاتی ہے جس طرح کہ خواہشات نفسانی۔ پس جو شخص پیشہ دین پہ دنیا کو ترجیح دیتا ہے اور آخرت پہ اپنی خواہش کو ترجیح دیتا ہے مگر عملی کمی کی وجہ سے مجبور ہو تو ایسے شخص کو علم سکھا کر مدد دینا کس طرح جائز ہے کہ وہ اس علم کی وجہ سے اپنی مشقتوں کو حاصل کرنے پر قدرت حاصل کرے۔

بزرگن دین کا دستور ہے۔ بزرگن دین کا یہ دستور مبارک تھا کہ جو شخص ان کے پاس آیا جاتا کرتا تھا وہ دین کے حالات کے تجسس میں رہے۔ اگر اس میں ایک ننگی میں بھی خطا ملاحظہ فرماتے تو اسے اچھا نہیں جانتے تھے۔ تو واضح طور اس کی تنظیم ترک کر دیتے اور اگر بدعتی یا کسی حرام چیز کو حرام سمجھتا ملاحظہ فرما لیتے تو اسے اپنی مجلس سے اٹھا دیا کرتے تھے اور اس سے بولنا بھی نہ کیا کرتے۔ اسے کوئی بات سکھانے کے معنی اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ جو شخص کوئی مسئلہ سیکھتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس مسئلے کو وہ غیر جگہ استعمال کرتا ہے تو ایسا شخص اور کچھ بھی نہیں سیکھتا، شخص وسیلہ شر طالش کرتا ہے۔

بدکار عالم سے پناہ ہے۔ تمام اکابر دین نے جہل بدکار سے اپنا پناہ نہیں مانگی، جتنی بدکار عالم سے پناہ مانگی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص کئی سال استفادہ کرنے کو آتا جاتا رہا۔ آپ نے اتفاقاً اس سے دو گروہی فرمائی۔ منکھو فرمایا ترک کر دی۔ نظر صحت سے گرا دیا۔ وہ آپ سے مزاج شریف کی تبدیلی کی وجہ پہنچتا تو حضرت صاحب اسے دیکھ بھی نہ جانتے تھے۔ اس کے بہت اصرار کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے سننے میں آیا ہے کہ اپنے گھر کی دیوار کو تو نے سڑک کی طرف سے گارا لگایا ہے اور بندے کے قدم برابر مٹی لی ہے اور وہ مسلمانوں کے گزرنے کا مقام ہے اس لیے میں تجھ سے نقل علم کی قابلیت نہیں دیکھتا۔

فائدہ ہے۔ اکابر دین کا طلبہ کی گھرائی کا یہ حل تھا۔ ایسی باتیں اغنیاء اور تبعہ داران شیطان پہ پوشیدہ رہتی ہیں، خواہ ان کے پاس چلوں اور لمبی چوڑی آتشیں بھی ہوں۔ وہ ذہن دروازہ اور لمبے دار تقریر کرنے والے بھی ہوں اور دین کے پاس علم بھی بہت ہوں یعنی ایسا علم جس میں دنیا سے ڈرنا نہ ہو کتنا ترغیب آخرت اور آخرت کی طلبی مقصد نہ ہو بلکہ ایسا علم ہو جو عام مخلوق میں رائج ہو رہا ہے۔ اسی علم کی وجہ سے حرام مل اکٹھا کرنے اور لوگوں کی بیروی کی خواہش رکھتے ہیں اور ہم پلہ لوگوں پر بوجہ چڑھ کر بیٹھتے ہیں۔

الاعمال بالنیات مبنی پر دو اقسام ہیں۔ اس تقریر سے صحت ہو کہ حدیث شریف لااعمل بالنیات وہ قسم کے عملوں

کے لیے ہے یعنی طاعت و مہلت کے بدلے ہے نہ کہ گناہوں کے لیے۔

قسم اول:- نیکی تو (کندی) نیت کی وجہ سے گناہ بھی بن جاتی ہے اور نیت (خالصا بوجہ اللہ) کی وجہ سے نیکی نیکی ہی رہتی ہے اور اسی طرح مہلت کا بھی یہی حال ہے کہ نیت (انجمن یا بری) کی وجہ سے ہی گناہ اور نیکی دونوں ہی ہو سکتی ہیں۔ یاد رہے کہ گناہ کسی طرح بھی نیکی نہیں ہو سکتا بلکہ نیت کی وجہ سے تو اس میں مزید برعکس اثر مرتب ہو آتا ہے کہ جب گناہ میں غیث نہیں شامل ہو جاتی ہیں تو اس کا عذاب اور گناہ مزید بڑھ جاتا ہے۔ اس کا بیان توبہ کے بیان میں ہو چکا ہے۔

قسم دوم:- دوسری قسم طاعت اعمل ہیں اور وہ دو باتوں کے لحاظ سے نیت کے متعلق ہیں۔ (۱) اصل صحت کے بارے میں۔ (۲) کثرت ثواب میں۔

- ۱- اصل صحت تو یہاں ہے کہ عمل سے اللہ تعالیٰ کی مہلت کی نیت کرے۔ اس کے سوا کوئی دوسری نیت نہ ہو یعنی دینی (نیکی والا کام) اگر ریا کی نیت سے کرے گا تو وہی مہلت گناہ کے ذمے میں شامل ہو جائے گی۔
- ۲- کثرت ثواب اس طرح کہ ایک ہی عمل میں بہت سی نیتیں کر لے تو جب ایک ہی نیکی کے کام میں چند نیکیوں کی نیت کر لے گا تو ہر ایک نیکی کی نیت پر الگ ثواب میسر آئے گا کیونکہ ہر نیت (نیکی کی نیت) ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کے پیچھے حدیث شریف کے مطابق دس گنا ثواب میسر آسکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھنے اور مسجد میں بیٹھنے میں نیتیں بہت سے اعمل خیر کی کر لے۔ حاکم کہ یہ ایک طاعت ہے مگر اس کے باوجود اس بیٹھنے کی نیتیں بہت سی ہو سکتی ہیں۔ اس میں اسے پرہیزگاروں کے اعمل جیسی فضیلت بھی مل جائے گی۔ اسی وجہ سے مقربین کے درجہ تک پہنچ جائے۔

مسجد میں بیٹھنے کی نیتیں:- مسجد میں بیٹھنے کی نیتوں میں سے پہلی نیت یہ ہے کہ وہ خیال کرے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ جو بھی مسجد میں آتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوتی ہے۔ اس لیے مسجد میں بیٹھنے سے زیارت حق تعالیٰ کی نیت کر لے تاکہ اسے وہ ثواب مل جائے جس کا وہ سرکارِ عظیم سرورِ عظیم نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث شریف:- حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من قعد فی المسجد فقد زار اللہ تعالیٰ وحق علی المزور اکرام زائره جو شخص مسجد میں بیٹھا اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اکرام کرے۔

- ۲- ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز ادا کرنے کی نیت کر لے تاکہ دوسری نماز کے انتظار میں جب تک رہے گا اس وقت تک اسے نماز جیسا ہی ثواب ملتا رہے گا قرآن حکیم میں جو کلمہ درابھوا آیا ہے اس کا

3- کھن اور آنکھوں کا گناہوں سے روکنا اور دوسرے اعضاء کو حرکت و زوادات سے محفوظ رکھتے ہوئے تارک الدنيا عابد بننا۔ اس لیے کہ دوزخ کی طرح باز رہنے کا ہم اختلاف ہے اور وہ ایک طرح سے رہبانیت ہی ہے۔

حدیث شریف :- رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رہبانیت امنی القمود فی المساجد میری امت کی رہبانیت مساجد میں بیٹھنا ہے۔

4- ارادے کا اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل کر دینا (یعنی پختہ عزم اللہ کی سست لگانا) اس کے سوا تمام عبادت شرم کر دینا اور فکر آخرت کا راز معلوم کرنے کی سعی کرنا اس سے روکنے والے تمام مشاغل کو اپنے سے دور کرنا۔  
5- ذکر اللہ کے لیے عمالی اختیار کرنا یا ذکر اللہ سننے کے لیے یا صرف اسی کی یاد دہانی ہو کر رہنا۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من غدا الی المسجد لیذکر اللہ تعالیٰ او یذکر بہ کان کالمجاهد فی سبیل اللہ جو شخص مسجد میں ذکر اللہ کرنے کے لیے جائے یا اس کی صحبت کرے تو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ جیسا ہے۔

6- امر بالمعروف نہی من المنکر کا ارادہ کرنا کیونکہ بعض ایسے لوگ بھی مسجد میں معلوم ہیں جو اچھی طرح صحیح نماز لو انہیں کرتے یا جو ایسی حرکت مسجد میں کریں جو مسجد میں کرنا ان کے لیے جائز نہ ہو تو مسجد میں بیٹھنے والا انہیں اچھی بات سکھائے اور روادین انہیں بتائے تاکہ اس سے جو نیک امور سیکھیں اس میں یہ بھی شامل ہوں اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو۔

7- مسجد میں اولیاء اللہ و محسن میں سے اس کا کسی کے ساتھ بھائی چارہ ہو جائے تاکہ ان سے اسے کچھ استفادہ ہو سکے۔ مسجد میں فاکر و بداد و مجن حق اور خالفتا اللہ کے (بے دوستی کرنے والے موجود رہتے ہیں تاکہ ان سے استفادہ ہو سکے تو یہ بھی ذخیرہ آخرت و نغیمت ہے۔

8- اللہ تعالیٰ سے شرم آنے کی بنا پر گناہوں کو ترک کر دے اور اس بات سے بچتا رہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر (جہاں میں ایسی کوئی بات نہ کرے جو کہ مسجد کی حرمت و جبک کی متقاضی ہو۔

مسجد میں بیٹھنے کے انضامات :- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں بکرت آتا پاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ ۱۰۱۰ انضامات میں سے ایک انعام سے ضرور نوازتا ہے یا اسے کوئی ایسا بھائی ملتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے بارے استفادہ ہو یا رحمت حق نازل ہوتی ہے یا علم عجیب میرا آتا ہے یا راہ راست بتانے والا ملتا ہے یا اس سے اللہ تعالیٰ کوئی نکمسی بات چھڑاتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے گناہوں کا چھوڑنا نصیب ہوتا ہے یا اس کی شرم ہے۔

بہت سی نیتیں کرنے کا طریقہ :- بہت سی بات کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ اسی پر تمام طاعات و مباحات کو قیاس

فرالیں، اس لیے کہ کوئی بھی ایسی حالت نہیں ہے کہ جس میں بہت سی نیّتوں کا اجتماع ہو۔ ان میں سے ہر دو مومن کے دل میں اتنی ہی نیّتیں آتی ہیں جتنا کہ وہ خیر کی طلب میں کوشش اور فکر کرتا ہے۔ اسی کی وجہ سے اعمال پاک صاف ہوتے ہیں اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔

مباحات :- مباحات میں بھی ایک یا کئی نیّتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کی وجہ سے مباحات اعلیٰ ترین قربان میں سے بن جائیں اور ان سے بلند درجہ حاصل ہو سکیں۔ اسے بڑا نقصان ہوتا ہے جو ان سے غافل ہوتا ہے۔ ان پر جانوروں جیسی بھول چوک اور غفلت کا شکار ہو کر عمل پیرا ہو اور یہ بھی نہ چاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم یا لغو کو معمول جانے کیونکہ قیامت کے دن ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ ایسا کیوں کیا تھا؟ اس کے کرنے میں تیری کیا نیت تھی؟ اور یہ صورت بھی محض اسی مباح میں ہے جس میں کراہت بالکل ہی شامل نہ ہو۔

حدیث شریف 1:- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلالہا حساب و حرامہا عقاب "اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب ہے۔"

حدیث شریف 2:- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان العبد لیسا یوم الفباۃ عن کل شیء حتی عن کحل عبۃ وعن قنات الطیۃ باصبعۃ وعن لمس ثوب اخیہ "بے شک ہرے سے ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا پہلا تک کہ اپنی آنکھوں کے سرے اور انگلی سے مل کر لے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔"

حدیث شریف 3:- جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خوشبو لگائے گا وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کی خوشبو محک کی خوشبو سے بھی اعلیٰ ہوگی اور جو کسی غیر اللہ کی خوشنودی کے لیے خوشبو لگائے گا وہ قیامت کے دن اس محل میں آئے گا کہ اس کی بدبو مزار کی بدبو سے بھی زیادہ گندی ہوگی۔ یہی طور فرمائیں کہ خوشبو لگانا مہلح ہے مگر اس کے باوجود اس میں بھی نیت اچھی ہونی لازم ہے۔

سوال :- اب اگر اس بارے میں سوال کرو کہ خوشبو لگانا تو تعالیٰ لذتوں میں سے ہے۔ پھر خوشبو لگانا حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب :- اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا دوسرے اوقات میں خوشبو لگائے تو ایسے وقت میں بھی یہ ہو سکتا ہے کہ خوشبو لگانا لذتوں سے سکون حاصل کرنا مقصد ہو یا اپنے فقر کا اظہار اور کثرت اموال کا اظہار ہو تاکہ ہم رتبہ لوگ حسد کریں یا لوگوں کو دکھانا نہ نظر ہو تاکہ اس کے لیے لوگوں کے دلوں میں جگہ ہو۔ جب بھی اس کا ذکر لوگ کریں تو کہیں فلاں آدمی بڑا خوشبو پسند ہے۔ اسے خوشبو سے بہت ذوق ہے یا یہ کہ وہ انجینی حورنوں کے دلوں میں محبوب بن جائیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ انجینی حورنوں کی تاک میں رہتا ہو۔ اسی طرح

کے اور بہت سے کام ہو سکتے ہیں اور ان تمام کاموں کی وجہ سے خوشبو لگانا کنگلہ کے زمرہ میں شمار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بدبو قیامت کے دن عموماً اس سے بھی زیادہ بری ہوگی۔ پہلی بات صرف دنیوی لذتوں سے راحت حاصل کرنا کنگلہ نہیں ہے مگر اس سے بھی سوال ضرور ہوگا اور جس سے بھی بھڑا حسیب کا ہوگا اسے عذاب ہوگا اور جو شخص دنیوی مباحات میں سے کوئی کر لے گا اسے قیامت کے دن عذاب اس وجہ سے تو نہ ہوگا مگر مباح کی مقدار برابر راحت آخرت گنہا دی جائے گی اور اگر غور فرمائیں تو یہ بھی بڑے نقصان کا سودا ہے کہ یہی ایک فانی چیز کے بدلے تنگی دلی راحت میں نقصان ہو۔

خوشبو میں اچھی نہیں :- خوشبو میں اچھی نہیں درج ذیل ہیں مثلاً :-

- 1- جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کی سنت مبارک پر عمل کرنے کی نیت کرے۔
- 2- تعلیم خانہ خدا کی نیت سے خوشبو لگائے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لیے مسد میں خوشبو کے بغیر نہیں جانا چاہیے۔
- 3- ارد گرد والوں کو سکون پہنچانے کی نیت سے خوشبو لگائے۔
- 4- اپنے وجود سے بدبو دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اسے میری بدبو کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔
- 5- میری بدبو کی وجہ سے لوگ میری غیبت کے روپے ہوتے ہوں گے۔ وہ اس غیبت والے کنگلہ سے بچ جائیں۔ اس کی میری وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کریں۔

تعبیت :- جو شخص غیبت سے پرہیز کرتا ہے اور وہ اس سے بچنے کی طاقت بھی رکھتا ہے تو وہ اس کنگلہ میں شامل ہے۔ کسی عربی شاعر نے کہا انا نبر حلیث عن قوم وقد فسرنا۔ ان لا تغار فہم فالمر احلون مہم ترجمہ :- ”جب تم کسی قوم سے علیحدہ ہو جاؤ اگرچہ وہ تمھ سے جدا نہ ہونے کا پروگرام بنایا ہو۔ جب تم کوچ کر جاؤ کہ تو وہ بھی تمھ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔“

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ولا نسبو الذین بذعون من دون اللہ فیسبوا اللہ دعوا یعبر علم (الانعام 109) ترجمہ کنز الایمان :- اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔

فائدہ :- اس میں اشارہ ہے کہ شر کا سبب ہونا بھی شرعی ہے اور اپنے دماغ کے علاج کی نیت کر لے تاکہ ذہن و ذکاوت کی خوشبو زیادہ ہو۔ دنیوی امور کا سمجھنا اور ان امور میں فکر کرنا آسان ہو جائے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے۔ اس کی عقل زیادہ ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس جیسی نہیں ایسا ہیں کہ جب بدبو کے دل میں آخرت کی تجارت اور خیر کی طلب کا غلبہ ہوتا ہے

تو پھر بندہ ایسی عیون سے بے بس نہیں ہوتا بلکہ ایسی غیبیں کر سکتا ہے اور جس صورت میں دعویٰ آزمائش غالب ہو تو پھر اہل بیت میں نہیں اس کے دل میں نہیں آتی ہیں اور اگر شخص یاد بھی کرے تو پھر بھی ان عیون کی طرف اس کا دل نہیں ابرہتا کہ یہ غیبیں کرے اور اگر کوئی شخص ان عیون میں سے بھی کر لیتا ہے تو ایسی غیبیں محض خطرے کی سیٹ سے ہی ہوتی ہیں کہ اسے نیت نہیں کہا جاتا۔ مباحثہ بہت زیادہ ہیں اور ان عیون کو شکر کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس ایک مثل سے ہی بقیہ کو قیاس کر لیں۔

بعض عارفوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے متعجب معلوم ہوتا ہے کہ کھانے 'پینے' 'سوئے' پانخانہ میں جانے اور دوسرے تمام کاموں میں سے ہر کام کے بارے میں ایک نیت کر لیا کروں اور یہ تمام باتیں اسی نوعیت کی ہیں۔ ان تمام میں تقرب الی اللہ کی نیت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ چیز بدن کے بلی رہنے کا سبب ہو اور بدنی معاملات سے دل کی فراغت کا باعث وہ چیز دین پر مددگار ہو کرتی ہے 'مثلاً جو شخص کھانا کھانے سے یہ نیت کرے کہ اسے محبت پر قوت ملے۔ اپنی بیوی سے محبت میں یہ نیت کرے کہ دینی درستی 'اپنی زوجہ کی دلا خوش' نیک و پارسا اولاد کی توقع کہ میرے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اعتقاد ہو تو اس صورت میں وہ اپنے کھانے اور قوت زوجہ سے طاعت کرنے والا ہو گا اور تمام نفسانی لذتوں سے یہ دونوں بڑھ کر ہیں تو جس شخص کے دل میں آخرت کی فکر کا غلبہ ہو 'اس پر ان دونوں سے کاموں میں بھی نیت خیر کرنا نامکن نہیں ہے۔ یونہی جب آدمی کامل نقصان ہو جائے تو اس میں بھی نیت اچھی ہی کرے۔ کے کہ وہ دل فی سبیل اللہ ہے۔

جب سنے کہ کوئی شخص میری غیبت کرتا ہے تو دل میں اگر یہ خواہش پیدا ہو کہ اس کے بدلے غیبت کرتے والا۔ قیامت کے دن میری برائیاں اٹھائے گا (یعنی مجھ سے برائیاں دور ہوں گی) اور اس کے بعد اہل عمل سے نیکیاں میرے نامہ اعمال میں جمع ہوں گی، اس کے لیے نیت ہوں کرے کہ غیبت کرنے والے کو کوئی جواب نہ دے بلکہ خاموشی اختیار کرے۔

حدیث شریف :- جب بندے کا حساب ہو گا تو آفت کے آنے کی وجہ سے اس کے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے۔ یہی نیک کہ وہ شخص روزگار کا مستحق ٹھہرے مگر بعد ازاں اس کے لیے صالحہ اعمال کا دفتر کھولا جائے گا۔ اس کی وجہ سے وہ جنت کا مستحق ٹھہرے گا۔ پس وہ شخص حیران ہو کر عرض کرے گا کہ یا اللہ! میں نے یہ اعمال تو کبھی بھی نہیں کیے تھے تو اسے فرمایا جائے گا کہ یہ اعمال تجھے ان لوگوں کے ملے ہیں جن لوگوں نے تیری غیبت کی تھی اور تجھ پر ظلم و زیادتی کی تھی۔

حدیث شریف :- بندہ قیامت میں ایسی نیکیاں لائے گا کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوں گی۔ اگر وہ تمام نیکیاں اس کے لیے ہوں تو وہ جنت میں داخل کیا جائے مگر وہ آئے گا اس صورت میں کہ اس شخص نے کسی پر ظلم و ستم کیا ہو گا۔ اس نے کسی کو کھلی دی، دنگی، کسی کو اس نے مارا ہو گا۔ اس لیے ان تمام متکلموں کو اس کی ساری نیکیاں دے دی



جائیں گی، یہی تک کہ اس کے پاس ایک ٹکلی بھی نہ رہ جائے گی۔ تب فرشتے عرض کریں گے: 'یا اللہ! اس کی ٹیکلیں تو ختم ہو گئیں، جبکہ ابھی تک دعویٰ دار باقی ہیں تو حکم وحدہ لا شریک ہو گا کہ اس پر ان کے گناہوں کا پوجہ و اذل و کوار اس کے لیے ایک رقد و قرح میں تحریر کر دو۔

فائدہ:- سالک کو چاہیے کہ اپنی حرکت و سکنت میں سے کسی حرکت کو بھی معمولی نہ سمجھے۔ کہیں یہاں نہ ہو کہ بعض کاموں کو معمولی سمجھ کر اختیار کرے۔ اس کے شر سے نہ بچے، روز حساب اس کا جواب دینے کی تیاری نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر کام کو جانتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما یلفظ من قول الا لدہ رقبۃ عتبۃ (18) ترجمہ کنز الایمان:- کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکلتی کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

حکایت:- بعض بزرگوں سے متعلق ہے کہ میں نے ایک خط تحریر کیا اور دل میں آیا کہ اسے ہمسایہ کی دیوار سے مٹی ڈال کر خشک کر دوں گا اس کے لیے میرے دل نے حلیم نہ کیا۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ تو شخص مٹی ہے، اس کا کیا ہے۔ مختصر یہ کہ میں نے وہ خط ہمسائے کی دیوار والی مٹی سے خشک کر لیا۔ بعد ازاں فیص سے یہ آواز سنائی دی سپہ علم من استخف بشراب۔ مابلغتی من سوء الحساب۔ مغتریب وہ جان لے گا جو مٹی میں ہمپ جائے گا یعنی قبر میں جائے گا کہ اسے گیسوا برا حساب سامنے آئے گا۔

حکایت:- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک شخص نے نماز نوا کی تو اس نے دیکھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کپڑا اٹا تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، اس پر آپ نے پہلے اپنا ہاتھ کپڑا سیدھا کرنے کے لیے بدھلایا مگر پھر اسی حالت میں رہنے دیا۔ اس شخص نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ کپڑا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پہنا تھا، پھر میں نے نہیں پہنا کہ اسے کسی غیر خدا کی رضا کی خاطر سیدھا کر دوں۔

حکایت:- حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص کسی دوسرے شخص سے جھگڑا کرتے ہوئے اسے کہے گا کہ میرا تیرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ دوسرا شخص کہے گا کہ اللہ کی قسم! میں تو تجھے جانتا بھی نہیں ہوں۔ جھگڑنے والا کہے گا کہ تو مجھے جانتا کیسے نہیں ہے۔ حالانکہ تو نے میری دیوار سے ایک اینٹ نکل لی تھی اور میرے کپڑے سے ایک دھاگہ نکل لیا تھا۔

دعوت غور و فکر:- اس قسم کی روایات و خطارف والی دل کو کلے کلے کر دیتی ہیں، اس لیے اگر تم معمولی سی عمل و حوصلہ دیکھتے ہو اور مغالطہ کمانے والوں میں سے نہیں ہو تو پھر اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کی گہرائی کرتے رہو۔ اس سے پہلے کہ تم سے حساب کرتے ہوئے ہوں کی کمال نکل لی جائے۔ تم اپنی حرکت و سکنت کو سوچ بچار کر کے کیا کرو۔ پہلے خوب سوچ لیا کرو کہ تم یہ کیوں کر چاہتے ہو؟ اس کام کے بارے میں نیت کیا ہے؟ تجھے اس کام کے کرنے کی وجہ سے دنیا میں کیا کچھ حاصل ہو گا، اور آخرت میں سے کیا کچھ صلہ ہو گا یا نہیں صلہ ہو گا۔ علاوہ

ازیں دل کی گھرائی کرتے رہو کہ جو کام نہیں کرتا اس کے پھوڑنے کے بارے میں کیا نیت کرنی ہے؟ کیونکہ کسی کام کا ترک کرنا بھی تو ایک کام ہی ہے۔ اس بارے میں بھی نیت کی درگتی ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے پھوڑنے کا سبب کوئی پوشیدہ خواہش نفسانی ہو جسے سمجھا نہیں جاتا اور ظاہری باتوں سے دھوکہ ہرگز نہ کھاؤ۔ اس کے ظاہری بجائے باطنی طور پر غور کرتے رہا کرو تاکہ مغالطہ سے نکل جاؤ یعنی اس بارے میں ہمیں مغالطہ نہ رہے۔

حکایت :- حضرت زکریا علیہ السلام کے حالات میں ہے کہ آپ کسی کی دیوارِ اجرت پہ بنا رہے تھے۔ آپ کو دو دونیاں دیواروں نے دے دیں۔ آپ کا دستور مبارک یہ تھا کہ آپ اپنے دست مبارک کی کھلی کے سوا کوئی کھانا تناول نہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ جب کھانا تناول فرماتے بیٹھے تو کچھ لوگ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں برائے تواضع کھانا کھانے کے لیے نہ بلایا حتیٰ کہ سارا کھانا کھا کر فارغ ہو گئے۔ آپ سے لوگوں کو حیرانی ہو کہ آپ تو سخی اور زہد کے لقب سے مشہور و معروف تھے اور یہ ممکن کیا کہ ظاہری طور پر تواضع کر لیا مگر قہر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں چند لوگوں کی مزدوری کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے دعائی اس لیے دی تھی کہ اس دعائی سے مجھ میں کام کرنے کی طاقت آجائے۔ پس اگر تم بھی اس کھانے میں میرے ساتھ شامل ہو جاؤ تو اس طرح نہ تمہارا پیٹ بھرتا اور نہ ہی اس سے میرا پیٹ بھرتا اور اس طرح میں ان کے کام میں کمزور رہ جاؤ۔

فائدہ :- حمد بنہ اللہ تعالیٰ کے نور سے باطن کو اس طرح دیکھتا ہے۔ کام میں سستی مادی اعتبار کرنا فرض کا نقصان ہوتا ہے جبکہ تواضع کے طور پر کھانا کھاتے ہوئے ساتھیوں کو نہ بلانا ظلی نقصان ہے۔ فرائض کے مقتل تواضع کی کوئی وقعت نہیں۔

حکایت :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کھانا ختم کر کے انگلیاں جھانٹے تک میرے ساتھ کلام نہ فرمایا۔ بعد ازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں یہ کھانا قرعے کے طور پر نہ لیتا تو میرا تھا کیونکہ اس میں میرے ساتھ تم بھی شامل ہو جاتے۔

تواضع کے طور پر کھانا کھانے کے لیے بلانا :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ جو شخص اپنے کھانے میں شامل ہونے کے لیے کسی کو بلائے۔ مگر اسے کھانا کھانے کی رغبت نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کے کہنے کی وجہ سے دوسرے نے کھانا کھا لیا تو پھر اسے دو گنہ ہوں گے اور اگر وہ کھانا نہ کھائے تو اسے ایک ہی گنہ رہے گا یعنی ایک گنہ تو اسے خلق کا ہو گا کہ باطنی طور پر تو اسے کھانا کھانا نہیں چاہتا مگر تواضع ظاہر کر رہا ہے اور دوسرا گنہ یہ ہے کہ وہ اپنے مسکین بھائی کو ایسی بات کی طرف ابھار رہا ہے۔ اگر وہ اس بات کو جان لے تو پھر اسے برا سمجھے گا۔

فائدہ :- سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام افعال میں اس طرح نیت کی جستجو پیدا کرے کہ کوئی بھی کام کرے تو بغیر

نیت کے ہرگز نہ کرے اور اگر اس وقت نیت نہ ہو تو ٹھہر جائے کیونکہ نیت کرنا محض اپنے اختیار میں نہیں ہے کہ جب چاہے نیت بن جائے۔

نیت میں اختیار نہیں ہے۔ ہم نے جو نیت خفیہ بیان کی ہے، جب اسے کوئی جہل آدمی سنتا ہے اور اس فرمان حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنتا ہے اتنا الاعمال بالنیات (معمول کا وارو مدار نیتوں پر ہے) تو وہ اپنے تمام کاموں کی ابتداء میں دل میں کہتا ہے کہ میں نیت کرتا ہوں اللہ کے واسطے پڑھانے یا تجارت یا کھانا کھانے کی وغیرہ اور خیال کرتا ہے کہ بس اب یہ نیت ہو گئی ہے حالانکہ یہ بات تو حدیث نفس ہے یا محض ذہنی طور پر ادا کیے گئے کلمات ہیں یا فکر ہے یا ایک خیال سے دوسرے خیال کی طرف بدلنا ہے۔ ان امور کو نیت سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے، اس لیے کہ حقیقتاً نیت نفس کے ایسی چیز کی طرف ابھار، توجہ اور جھکاؤ کا کام ہے کہ جس چیز میں نفس کی ضرورت اس وقت یا خاطر کو اس کے خفا میں ہو اور فکر و غمت نہ ہوگی تو پھر ممکن ہی نہیں ہے کہ صرف اس کے ارادے کی وجہ سے مل سکے اور اختراع کر لیا جائے بلکہ اس کی صورت تو اس طرح ہوگی جیسا کہ کوئی پیت بھرا آدمی یہ کہنا شروع کر دے کہ میں اس بات کی نیت کرتا ہوں کہ کھانا کھانے کی تمنا کروں اور کھانا کھانے کی طرف راغب ہو جاؤں۔

یا کوئی بے فکر انسان کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ میں فلاں شخص پر عاشق ہو جاؤں اور اپنے دل میں اسے بڑا محبوب سمجھوں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں امر مشکل ہیں۔

دل کے میلان کا طریقہ ہے۔ دل کو کسی چیز کی طرف پھیرنے اور مائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول اس کے اسباب حاصل کرے اور وہ بھی کبھی اختیاری ہوتے ہیں اور کبھی غیر اختیاری اور نفس کسی فعل پر بر لگ جھکتا ہوتا ہے تو اس کی کوئی غرض ہوتی ہے اور وہ نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے جب تک انسان یقین اور اعتقاد نہیں کر لیتا کہ میری غرض فلاں فعل سے وابستہ ہے تو پھر دل متوجہ ہوتا ہے۔ جب فارغ ہو اور اس غرض کی نسبت کر کسی قوی غرض میں مشغول نہ ہو اور یہ بات ہر وقت ممکن نہیں۔

دل کی ترغیب کے اسباب ہیں۔ رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزوں کے بہت سے اسباب ہیں۔ جب وہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں، دل راغب ہو جاتا ہے لیکن ان کا جمع ہونا ہر شخص کے فعل اور عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً اگر شہوت نکاح کسی پر غالب آجائے، اس وقت سے کوئی غرض صحیح دینی دنیاوی اس کے اعتقاد میں نہ ہو تو ایسے سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ محبت کے وقت دل کی نیت کیے ہو۔ اسی طرح اگر دل پر یہ امر غالب نہ ہو کہ سنت نکاح ادا کرنے سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہے، اسی لیے اس کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے تو ممکن نہیں کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہو، سوائے اس کے کہ وہاں سے کے یا دل میں گئے اور صرف کہ دنیا بھی نیت نہیں۔

صحیح نیت کا طریقہ :- نیت صحیح حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنا ایمان شریعت کے مطابق مضبوط کرے اور اس پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت میں سنی کرتا ہے، اسے بہت ثواب ہوتا ہے۔ لولہ کے بارے میں جو نفرت کی چیزیں ہیں، وہ دل سے دور کر دے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دل میں نہ ہو۔ جب اس طرح کرے گا تو کیا بعید نہیں کہ دل سے لولہ کے پیدا ہونے کی رغبت پیدا ہو اور اسے باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اس کو حرکت دے اور اس کے تصورات عقد نکاح کے لیے جنش میں آئیں۔

فائدہ :- اگر قدرت زبان عقد نکاح کے لیے اس طرح پیدا ہو گئی یعنی وہ باعث جو دل پر غالب ہو گیا ہے، اس کی وجہ سے قدرت نے زبان میں حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوگا تو جو بہت دل میں مان لیتا ہے اور اس کو بار بار کہتا ہے کہ میرا قصد لولہ کا ہے، وہ وسوس اور بکواس ہے۔ اسی وجہ سے کہ نیت کے لیے دل کی رغبت اور اعتقاد غرض صحیح کا پہلے سے ہونا چاہیے۔ اسلاف میں بہت سے بزرگوں نے بعض طہارت سے پہلوتی کیا ہے، اس لیے کہ ان کی نیت موجود نہ ہوتی اور فرما بھی دیا تھا کہ ہماری اس امر میں کوئی نیت ماضر نہیں۔

حکایت :- حضرت ابن پیرن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل میں نیت ماضر نہیں ہوتی۔

حکایت :- کسی نے اپنی منگوند سے بلی سنوارنے کے لیے کٹھنی مانگی۔ اس نے پوچھا کہ آئینہ لاؤں، وہ بزرگ چپ رہے۔ پھر کہا ہاں۔ لوگوں نے پوچھا کہ سکوت کی وجہ کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے میری نیت کٹھنی کی تھی اور آئینہ کی نیت نہ تھی۔ اس لیے میں نے سکوت کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آئینہ کی نیت پیدا فرمائی۔

حکایت :- کوفہ کے امام مولو بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ ان کی نماز جنازے میں کیوں نہیں گئے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر نیت ہوتی تو ضرور جاؤں۔

فائدہ :- اکابرین سے جب کسی عمل خیر کی درخواست کی جاتی تو فرماتے کہ اگر ہمیں خدا تعالیٰ نیت عنایت فرما دے گا تو کریں گے۔

حکایت :- حضرت طاؤس کی نیت ماضر نہ ہوتی تو ان سے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بلا سوال بات شروع کر دیتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ جب ہم حدیث بیان کرنے کی درخواست کرتے ہیں تو آپ بیان نہیں فرماتے، پھر خود بخود بیان فرما دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو کہ میں نیت کے بغیر بیان کروں۔ جب میری نیت ماضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہوں۔

حکایت :- دائود بن نے جب کتاب عقل تصنیف کی تو حضرت احمد بن حنبل کے پاس لائے۔ آپ نے کتاب پر ایک

نظر ڈال کر دلیں کر دی۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں دلیں کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں ضعیف سندوت ہیں۔ حضرت داؤد نے فرمایا کہ ہمیں نے اس کی بنیلو اسلو پر نہیں رکھی۔ اسے احسان کی نظر سے دیکھیے۔ میں نے اسے عقل کے لحاظ سے دیکھا اور مفید پایا۔ امام احمد نے وہ کتب لے لی اور مدت تک ان کے پاس رکھی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اس کتاب نے مجھے فائدہ دیا ہے۔

حکایت :- ملائیس سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ فرمایا کہ میں دعا کی نیت پاؤں گا تو کروں گا۔

حکایت :- بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ میں ایک مینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہوں یہ ابھی تک درست نہیں ہوئی۔

حکایت :- حضرت میثی بن کثیر فرماتے ہیں کہ میں میمون بن مران کے ساتھ گرا۔ جب وہ اپنے دروازے پر پہنچے تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ آپ کے صاحبزادے نے ان سے کہا کہ آپ ان کو رات کا کھانا نہیں کھاتے تو فرمایا کہ میری نیت نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ نیت تابع نظر ہوتی ہے۔ جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت بھی بدل جاتی ہے۔

فائدہ :- اکابر دین کا اعتقاد تھا کہ نیت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، وہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہے اور بغیر نیت کے عمل ریا اور تکلف ہے اور ایسا عمل خفیہ کا سبب ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ نیت اس کام میں کہ زبان سے کوئی کلمہ کہ نیت کرتا ہوں بلکہ وہ دل کی رغبت سے ہے۔ وہ اللہ کی جانب ہے۔ نوح نبی کے قائم مقام ہے۔ وہ بعض لوقات میسر ہوتی ہے اور بعض لوقات نہیں۔ پس جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہو اس کے اکثر لوقات میں نیت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کا دل مائل بہ اصل خیر رہتا ہے تو دوسری نکی پر بھی وقت پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جس کا دل مائل بظرف دنیا ہوتا ہے اور دنیا اس پر غالب ہوتی ہے تو اس کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ عام بھلائی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ فرائض میں بھی اس کی نیت خیر نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو نیت کو شش اور جدوجہد کے بعد ہو جاتی ہے۔ مثلاً کہ دو دفع کو یاد کرنے اور اپنے نفس کو اس کے عذاب سے ڈرانے یا جنت کی آسائش یاد آئے تو اپنے نفس کو اس کی رغبت دلانے سے ایسی صورتوں میں کبھی ایک ضعیف سا اولیٰ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو خواب کی بھی بقدر نیت رغبت ہی کے ملتا ہے لیکن نیت خدا کی تقسیم کے مستحق کو ملتی ہے۔ دنیا کے رافب کو میسر نہیں آتی اور یہ نیت سب سے اعلیٰ اور کیلیب ہے اور عالم دنیا میں ایسے لوگ کم ہیں۔

طلحات میں نیات کی قسمیں :- اس میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کا عمل خوف کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہیں۔ بعض کا عمل شوق ہوتا ہے یعنی جنت کی رغبت ان کے عمل کا سبب ہوتی ہے اور اس طرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی بہ نسبت کم ہے یعنی جو طاعت خدا کی تقسیم کے لیے کی جائے تو یہ نیتیں ہی صحیح ہیں کہ ان میں سے کسی ایک طرف توجہ ہے جو آخرت میں موجود ہے۔ اگرچہ وہ جہاں اس

جنت میں سے ہے جس کی الفت دنیا میں ہے اور اکثر سب طغلات میں سے حکم اور شرمگاہ ہیں اور ان کی حاجت پورا ہونے کی جگہ جنت ہے۔ جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہے وہ گویا اپنے حکم اور شرمگاہ کے لیے کرتا ہے۔ ایسے شخص کا درجہ بموگوں جیسا درجہ ہوگا اور اپنے عمل سے وہ اس درجہ کو پہنچ جائے گا کیونکہ اگر ذہل لبت قبلہ کیونکہ وہ اپنے کو صبح و شام پکارتے اور اس کا قرب چاہتے ہیں مگر مہلت عمل والوں کی صرف ذکر الہی اور فکر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کے جمل و جلال کے محب ہوتے ہیں اور ان کے تمام اعلیٰ اسی محبت و ذکر و فکر کے موکہ ہوا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا رتبہ اس سے بڑا ہے جو جنت میں جانے کے لیے منکوح اور منکوح و معلوم چیز کی طرف رغبت کریں اس لیے کہ ان کی نیت جنت نہیں تھی۔ یہ وہ لوگ ہیں بدعون رہم بالفداء والعشی یریمون وجہہ (الانعام 52) ترجمہ کنزالایمان :- اپنے رب کو پکارتے صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

فائدہ :- چونکہ ثواب بقدر نیات ملے گا اسی لیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے دیدار پر الوار کے مزے اڑائیں اور یہ نعمت ان لوگوں کے لیے نہیں جو حوروں کی طرف ملتفت ہوں۔ جیسے حوروں کو دیکھنے والے ان لوگوں سے بہتر ہیں جو مٹی کے کھلوں کی طرف متوجہ ہوں بلکہ جمل حضرت رابیت اور حوروں کے جمل میں اس سے بھی زیادہ فرق ہے بلکہ حوروں سے راضی ہونا اور خدا تعالیٰ کے جمل سے اعراض کرنا ایسا ہے جیسے گنداکیزا اپنے جوڑے سے الٹوس رہتا ہے اور عورتوں کے جمل سے روگردان۔

انتیجہ :- اکثر دنوں کا اندھا ہونا خدا تعالیٰ کے جمل و جلال سے ایسا ہی ہے جیسے گنداکیزا جمل والوں سے اندھا ہے کہ اسے ان کی کوئی خبری نہیں اور اگر اس کو عمل ہوتی اور عورتوں کا ذکر اس کے سامنے کیا جاتا تو وہ ان لوگوں پر ہستا وہ ان کی طرف مائل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل حزب بما لہم فرحون (المومنون 53) ہر وہ گمراہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔ وہ خود فرماتا ہے کہ وکنلک خلفہم "پس وہ لوگ ہمیشہ خلف اور خلفت رہیں گے۔"

نکات :- ابو بن غزیو نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دکھا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر شخص مجھ سے جنت کا طالب ہے سوائے ابو یزید۔ سہابی کہ وہ مجھ کو طلب کرتا ہے۔

نکات :- حضرت ابو یزید نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عرض کیا کہ اہی میری طرف آنے کا کیا طریقہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے قاصر ہو جاو اور میری طرف قدم بڑھاؤ۔

حکایت :- کسی نے حضرت ثعلی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا تو فرمایا کہ کسی دعوے پر مجھ سے کوئی دلیل طلب نہیں کی مگر ایک قول پر جو میں نے ایک دن کہا تھا کہ جنت کے خسارے سے بڑھ کر کون سا خسارہ ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھ کر کون سا

خسارہ ہے۔

فائدہ :- ان تینوں کا درجہ مشغولت ہے جس کے دل پر ان میں سے ایک غالب ہو جاتی ہے۔ اس کو دوسری نیت کی طرف اکثر عدول کی نوبت نہیں پہنچتی۔ ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے اعمال اور انصاف کا شوق ہے کہ علمائے ظاہرین ان کا انکار کرتے ہیں مگر ہم صوفیہ کہتے ہیں کہ جس کی نیت امرِ صالح میں تو موجود ہو اور فساد میں نہ ہو تو اس کے حق میں مباح اولیٰ ہے اور وہی اس کے لیے نقل کا کام دے گا اور خود نقل اس کے حق میں نقصان ہے۔ اس لیے کہ انصاف الا اعمال بالنیات کا تقاضا یہی ہے مثلاً کسی کو اپنا حق معاف کرنا فقہ کے قانون پر انتقام سے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو معاف کرنے میں توبہ نہیں ہوتی، ظلم کا بدلہ لینے میں نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں انتقام افضل ہے۔

مسئلہ :- کسی کی نیت کھانے پینے اور سونے کی ہو تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آنکھ کی عیلت کے لیے قوت پائے اور اس وقت نیت دودھ اور نماز کی نہ ہو تو کھانا اور سو رہا اس کے حق میں افضل ہے بلکہ اگر عیلت کرتے کرتے تھک جائے اور عیلت کا سرو نہ رہے اور رغبت بھی ست ہو جائے اور جانے کہ اگر تھوڑی کھیل میں یا باتوں میں مصروف رہنے سے سرورِ حالت اصلی پر آجائے گا تو کھیلنا اس کے حق میں نماز سے افضل ہے۔

حکایت :- حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیتا ہوں۔ یہ امر میرے لیے حق پر مدد کرتے ہیں۔

فائدہ :- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دلوں کو راحت دو ورنہ اگر ان پر تیردستی کی جائے گی تو اندھے ہو جائیں گے۔

انتباہ :- یہ حقائق بڑے بڑے علماء معلوم نہیں کر سکے ہیں۔ عوام کو معلوم نہیں ہو سکتے بلکہ طیب علق کبھی حرارت والے کا علاج گوشت سے بھی کرتا ہے حالانکہ وہ بھی گرم ہے۔ اسے طب سے بیوقوف بعید جانتا ہے اور معالج کی غرض یہ ہوتی ہے کہ پہلے اس کی قوتِ بھارت اصلی آجائے تاکہ ضد سے علاج کرنے کی ہدایت کر سکے۔ اسی طرح جو شخص شہدِ خوب کھیل سکتا ہے کبھی رخ اور گھوڑا منت لوانا رہتا ہے تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات کرے تاکہ جس کو کھیلنا کم آتا ہے تو وہ ایسے منصوبے نہیں جان سکتا۔ وہ اس کی اس حرکت پر ہنسا اور تعجب کرتا ہے۔ اسی طرح بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہے اور اس کو موقع دیتا ہے کہ کہیں موقع پا کر بیکشت اس پر حملہ کر کے غالب آجائے گا۔

فائدہ :- یہی طریقہ لای اللہ ہے کہ سالک بھی شیطان سے لڑتا ہے۔ دل کے علاج میں جو نقص و فساد یافتہ اور عاقل ہوتا ہے وہ اس میں ایسے طریقہ استعمال کرتا ہے جن کو عوام بعید سمجھتے ہیں۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ مرید کو لائق نہیں کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے، مگر اس کو برا جانے اور نہ شکر گو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے بلکہ جہل تک اس کی قسم کی حد ہو، وہی توقف کرے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے، اس کو انہیں کے حوالے کرے۔ یہاں تک کہ ان کے رہنے کو پہنچ کر خود اس پر اس کا ہمیدہ عمل جائے۔

## اخلاص کے لیے پانچ امور

### فضیلت اخلاص :-

وما امروا الا لبعیدو اللہ مخلصین لہ الدین اور فرمایا الا للہ الدین الخالص (ایٹ 5) ترجمہ کنز الایمان :- اور ان لوگوں کو تو کیا حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نہ اسی پر عقیدہ لائے۔

الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینہم للہ (القصہ 146) ترجمہ کنز الایمان :- مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنوے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کر لیا۔

معن گمان پر جو اللہ ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احد (الکہف 110) ترجمہ کنز الایمان :- تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ ٹیک کلام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

شکات نزل :- یہ آیت اس کے حق میں اتاری جو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اور چاہیے کہ اس پر لوگ اس کی تہریف کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلاث لا یفعل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل والصحبۃ للولاء ولزوم الجماعۃ تین باتیں ہیں کہ دل خیانت نہیں کرتا۔ (1) اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کا خالص ہونا۔ (2) حکام کی نصیحت۔ (3) جماعت کے ساتھ رہنا۔

حضرت مصعب بن نور اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب عمر صلی اللہ علیہ وسلم میں سے خفاء کو مجھ پر فضیلت ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ضعیفوں کو دیا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے۔

حضرت حسن بصری سے حدیث قدسی مرقی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص بھر۔ اسرار میں سے ایک راز ہے۔ جس بندے کے دل میں چھتا ہوں اسے چہرہ کرتا ہوں۔

علی الرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عمل کی قلت کی قدر نہ کرو بلکہ قبول ہونے کی فکر کرو اس لیے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معق بن حیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اخلص العمل حبیبی



منہ الغلبیل "افخاص کے ساتھ عمل کر کے اس میں تجھے تموزیائی کئی ہوگا۔"

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عبد یخلق اللہ العمل اربعین یوما الاظہرت بنا ربیع الحکم من قلبہ علی لسانہ "جو بندہ چالیس دن اپنا عمل اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرتا ہے۔"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جو لوگ سب سے پہلے پوچھے جائیں گے وہ تین شخص ہوں۔ (۱) جسے اللہ نے علم دیا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے اپنے علم سے کیا کیا۔ وہ عرض کرے گا کہ اٹنی دن رات میں اسی کی خدمت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ کتا ہے اور فرشتے کہیں گے کہ تو جھوٹ کتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہیں کہ غلام شخص عالم ہے تو یاد رکھ یہ گما کیا۔

(۲) جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ میں نے تجھ پر انعام کیا تو نے کیا کیا۔ وہ عرض کرے گا کہ اٹنی دن رات میں صدقہ دیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہیں کہ غلام شخص سخی ہے تو یہ تو کہا کیا۔

(۳) جو خدا کی راہ میں مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے کیا کیا۔ وہ عرض کرے گا کہ اٹنی دن رات میں جملہ کام دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اسے بھٹائیں گے اور کہیں گے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ غلام شخص بخلور ہے تو یہ تو کہا کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے بیان میں فرماتے ہیں کہ پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری زبان پر ایک گیر کیجی اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے انہی تین شخصوں سے آتش جہنم بھڑکنی جائے گی۔ اس حدیث کے راوی نے حضرت سحزین جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر اس حدیث کو بیان فرمایا تو آپ من کر انا روئے کہ دم نکلے کے قریب ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ حج فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے من کما یرید الحیوۃ النعیا وزینتها نواف البہم اعمالہم فیہا وهو فیہا لایخسون (ص ۱۵) ترجمہ کنز الایمان :- جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پورا دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے۔

حکایت :- بنی اسرائیل کے حالات میں ہے کہ ایک عابدہ دت سے اللہ تعالیٰ کی عہدت کیا کرتا تھا۔ اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو خدا تعالیٰ کے علاوہ درخت کی پرستش کرتی ہے۔ وہ عابدہ اس سے غصے میں آگیا اور کھانا کھانڈے پر رکھ کر درخت کی طرف چلا کہ اس کو کٹ ڈالے۔ راستے میں اسے شیطان ایک بوڑھے کی صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ عابدہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ غلام درخت کٹ ڈالوں۔ اس نے کہا کہ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے کہ اپنی عہدت اور شغل چھوڑ کر دوسری ہمت میں مصروف ہوتے ہو۔ عابدہ نے کہا کہ یہ بھی داخل عہدت ہے۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو کائنات کے دہانے جب زیادہ تکرار ہوگی تو عابدہ نے شیطان کو نشان پر دے مارا اور اس کی چھاتی پر چڑھ گیا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں تم سے ایک ہمت کوں۔ عابدہ

کھڑا ہو گیا تو ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے تیرے لوہے اس کا کٹنا غرض نہیں کیا نہ تو اس کی عجلت کرتا ہے۔ اگر کوئی عجلت کرے تو اس کا منہ تھ پر نہ ہوگا اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہوتے ہیں۔ اگر اسے منظور ہوگا تو کسی نبی کو درست دلوں کے پاس بھیج کر ان کو کائنات کا حکم دے گا کہ جو بات تیرے ذمے نہیں تھی اس کے روپے نہ ہو۔ عابد نے کہا کہ میں تو اس کو ضرور کانوں گ۔ شیطان نے پھر کشتی کا ارادہ کیا۔ عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ میں تمہیں ایک اور بات بتاؤں جو تیرے حق میں بہتر اور مفید ہے۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا۔ ابلیس نے کہا کہ تو ایک عجمی انسان ہے اور لوگوں کے سمارے پل رہا ہے۔ وہ تجھے کھانا دیتے ہیں اور مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل یوں چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرے اور ہمسایوں کی مصلحت کرے اور پیٹ بھر کر کھائے اور لوگوں سے بے پروا ہو جائے۔ عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہے۔ ابلیس نے کہا کہ تو اب لوٹ جا' میں تیرے سرانے روزانہ درہم و دینار رکھ دیا کروں گا۔ صبح کو لے لیا کرتا اور اپنے نفس پر خرچ کرتا اور دین کی بھی ادھل کرے۔ یہ بات تیرے اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں اس درست کو کائنات کی بہ نسبت زیادہ مفید ہوگی۔ درست کو کائنات سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس کی جگہ اور پیہا ہو جائے گا۔ عابد نے ابلیس کے قول میں غور کر کے کہا کہ بوڑھا چچ کہتا ہے کہ میں متغیر نہیں ہوں۔ اس کے بعد اس سے معاہدہ کر لیا۔ عابد اپنے عجلت خانے میں واپس آیا اور رات کو سویا۔ جب صبح ہوئی تو وہ دینار اپنے سر سے پائے۔ اس نے لے لیے۔ دوسرے دن بھی عیاضی ہوا۔ تیسرے دن کچھ نہ پایا۔ غصہ کر کے چل پڑا۔ راستے میں پھر ابلیس بوڑھے کی صورت میں ملا اور پوچھا کہ کمال جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ درست کائنات۔ ابلیس نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ اب تم سے نہیں کٹ سکتا نہ تو وہاں پہنچ سکتا ہے۔ عابد نے چاہا کہ پہلے کی طرح اس کو زمین پر دے مارے۔ ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن نکل گئے۔ بوڑھے نے عابد کو بھجوا دیا اور ابلیس اس کے سینے پر چڑھ گیا اور کہا کہ اب اگر تو باز نہ آیا تو تجھے فسخ کر ڈالوں گا۔ عابد نے کہا کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں۔ مجھے چھوڑ دے اور تاکہ پہلے میں کیسے غالب آگیا تھا اور اب تو کیسے غالب ہوا۔ اس نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ پہلے تو نے غصہ خدا کے لیے کیا تھا اور تیری نیت نیک تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے کمزور بنا دیا تھا۔ اب تیرا غصہ دنیا کے لیے ہے۔ اس لیے میں نے تجھے بھجوا دیا۔

فائدہ :- حکایت کی تصدیق قرآن میں ہے۔ ولا غوثہم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین (الحجر 39) ترجمہ کنز الایمان :- اور ضرور میں ان کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ غیبت ہوا کہ شیطان سے قبل انھیں سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

اقوال اسلاف رحمۃ اللہ علیہ :-

۱- حضرت معروف کوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو مارتے اور کہتے 'اے نفس اخلاص کر۔'

- 2- یعقوب کفوف کہتے ہیں کہ غصہ وہ ہے جو اپنی حسرت ایسے چھپائے جیسے برائیاں چھپاتا ہے۔
- 3- ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ خوشحالی وہ غصہ ہے کہ جس کا ایک قدم بھی صحیح ہو جائے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی نیت اس میں نہ ہو۔
- 4- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ جس کی نیت غلط ہو تو ہے 'اس کو وہ بات کفایت کر دیتا ہے جو اس میں اور لوگوں میں ہو۔
- 5- بعض اولیاء نے اپنے کسی اسلامی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعلیٰ میں نیت غلط نہ کرو کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔
- 6- ایوب علیہ السلام کہتے ہیں کہ عمل کرنے والوں پر تمام اعمال سے زیادہ سخت نیت کا غلط کرنا ہے۔
- 7- سلف رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ جو غصہ مٹا ہوا ہے 'اس کے لیے عقاب کی جاتی ہے اور جو غصہ خفا کرتا ہے 'اس کے لیے خطا کیا جاتا ہے۔

حکایت :- کسی نے ایک بزرگ کو خوب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ نے اپنے اعلیٰ کو کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا کہ جو چیز میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کی تھی 'اس کو تو پایا۔ میں تک کہ انار کی فصل میں نے راستے میں سے ہٹا دی تھی اور میری ایک بلی مر گئی تھی۔ اس کو حسرت کے پلڑے میں پلا اور میری ٹوپی میں ایک دھماکہ دھم کا تھا 'اس کو برائیاں کے پلڑے میں پلا اور میرا ایک گدھا مر گیا تھا 'اس کا ٹوٹا ہوا ہجے نہ ملا۔ میں نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسرت کے پلڑے میں موجود ہے مگر گدھے کا مرنا اس میں نہیں ہے۔ حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہی بھیجا گیا جس نے اپنے لیے اسی بھیجا تھا یعنی وہ مر گیا تھا اور تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت میں گیا۔ اسی لیے وہ تیرا ٹوٹا اس میں باطل ہو گیا۔ اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ گیا تو تو ٹوٹا پاتا۔

فائدہ :- ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تھا تو لوگوں کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا۔ اس کا یہ حال ہوا کہ اس پر نہ ثواب ملا نہ عذاب ہوا۔

فائدہ :- حضرت سفیان ثوری نے جب یہ حال سنا تو فرمایا کہ وہ بہت اچھا رہا کہ اس پر اس صدقے کی وجہ سے عذاب نہ ہوا تو یہ عین احسان ہے۔

فائدہ :- یحییٰ بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ اغلاص عیوں سے عمل کو ایسا جدا کر دیتا ہے جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہو کر آتا ہے۔

حکایت :- ایک غصہ موروں کا لباس پہن کر جہاں موروں کا مجمع ہوتا 'شادی تھی میں جلا کر کہ ایک دن کسی مجمع میں گیا وہاں ایک موتی چوری ہو گیا۔ لوگوں نے شور مچایا اور دروازہ بند کر دیا تاکہ تلاش لیں۔ اس کے بعد ہر ایک

کی تلاشی لینی شروع کی۔ یہاں تک اس شخص کی پاری آئی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے اخلاص سے دعا مانگی اور کہا کہ  
اے اللہ! اگر میں اس رسوائی سے نجات پاؤں تو پھر کبھی ایسا مجھ سے بدلوں گا۔ وہ موتی کسی دوسری عورت سے نکلا۔ لوگوں  
نے پکار کر کہا کہ موتی مل گیا ہے، اب کسی کی تلاشی نہ لو۔

حکایت :- بعض صوفیائے روایت ہے کہ میں ابو عبیدہ سہری کے پاس تھا۔ ہم عرفہ کے دن بعد عصر اپنی زمین میں  
مل چلا رہے تھے۔ اسی دوران ایک ابدال آیا اور اس نے آہستہ سے کچھ کہا۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ نہیں! پھر وہ  
وہاں سے غائب ہو گئے۔ میں نے ابو عبیدہ سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ فرمایا کہ مجھے کہا کہ میرے ساتھ حج کو چلو  
میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے حج سے کیوں انکار کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حج کی نیت نہ تھی بلکہ  
میں نے یہ نیت کی تھی کہ اس زمین میں شام تک مل چلاؤں گا۔ اس سے خوف کیا کہ اگر حج کو ان کے ساتھ چلا  
جاؤں تو موجب غضب الہی ہو تاکہ خدا کے کام میں دوسری چیز کو داخل کرے۔ اس صورت میں جو کام میں کر رہا ہوں  
وہ میرے نزدیک ستر حجوں سے بہتر ہے۔

حکایت :- بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں بحری راستے جہلو کو نکلا۔ ایک شخص نے ایک توشہ دان بچنا چاہا۔ میں  
نے سوچا کہ اسے خرید لوں، جہلو میں کام آئے گا۔ جب فلاں شہر میں پہنچوں گا تو اسے بیچ ڈالوں گا، کچھ فائدہ ہو گا۔  
اس خیال سے اسے میں نے لے لیا۔ اسی رات خوف میں دیکھا کہ وہ شخص آسمان سے اترے۔ ایک نے دوسرے  
سے کہا کہ نمازیوں کو لکھ لو۔ دوسرا اسے بتانے لگا کہ لکھو فلاں شخص میرے لیے نکلا اور فلاں دیار کے طور پر فلاں  
تجارت کے لیے اور فلاں خدا کی راہ میں۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا۔  
میں نے کہا خدا سے ڈرو۔ میں تجارت کے لیے کب نکلا ہوں۔ میرے پاس کیا ہے جس کی تجارت کروں۔ اس نے  
کہا کہ تم نے کل توشہ دان خریدا تھا اور تمہاری نیت ہے کہ اس میں سے کچھ فائدہ لے گا۔ یہ سن کر میں رونے لگا  
اور کہا کہ مجھے تاجر نہ لکھو۔ اس نے دوسرے شخص کی طرف دیکھا اور کہا کہ یوں لکھنا چاہیے کہ فلاں شخص جہلو  
کے لیے نکلا اور اس نے راہ میں سے توشہ دان خریدا۔ آگے جو اللہ کی رضا ہوگی۔

8- سری ستمی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم خدائی میں اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے  
بہتر ہے کہ ستر یا سات سو حدیثیں اسلہ کے ساتھ لکھو۔

9- بعض کا قول ہے کہ ایک ساعت کے اخلاص میں ہمیشہ کی نجات ہے۔ لیکن اخلاص کیاب ہے اور یوں کہتے  
ہیں کہ علم حج ہے اور عمل کمیتی ہے اور اس کا اپنی اخلاص ہے۔

10- بعض کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو تین باتیں اسے دیتا ہے اور تین  
میں دیتا۔ نیک بختوں کی صحبت تو دیتا ہے مگر یہ نہیں کہ ان سے کچھ بات قبول کر لیں اور اعمال صالحہ عنایت  
فرماتا ہے تو ان میں اخلاص نہیں دیتا اور حکمت دیتا ہے تو اس میں صدق نہیں دیتا۔

- 11- استوی رو کہتے ہیں کہ مخلوق کے عمل سے اللہ تعالیٰ کی مراد صرف اخلاص ہے۔
- 12- حضرت حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ہیں کہ وہ عاقل ہوتے ہیں اور جب عاقل ہوتے ہیں، عمل کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو اخلاص کرتے ہیں۔ پھر تو اخلاص ان کو تمام اقسام تکبیر کی طرف ہلاتی ہے۔
- 13- محمد بن سعید مروزی کہتے ہیں کہ تمام معطلہ و اصولوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ایک تو اس کا فعل تیرے ساتھ ہے اور دوسرا تیرا فعل اس کے لیے ہے۔ پس جو کچھ وہ تیرے ساتھ کرے، اس پر راضی رہتا چاہیے اور جو تو اس کی خاطر کام کرے۔ اس میں اخلاص کرنا چاہیے۔ اگر یہ دونوں باتیں میں جائیں تو دونوں جہانوں کی فلاح کو پہنچے گا۔

حقیقت اخلاص :- ہر شے میں یہ ممکن ہے کہ دوسری چیز کی اس میں ملاوٹ ہو۔ جو شے ملاوٹ اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اس کو خالص کہا کرتے ہیں اور جس فعل سے وہ شے صاف ہو، اس کو اخلاص یعنی خالص کرنا کہتے ہیں۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ من بین فرت ودم لبنا خالصا سبانا للشار بین (النحل 66) ان کے پیٹے میں ہے گوبر اور خون کہ بیچ میں سے خالص دودھ گائے سے سل اترتا پیتے والوں کے لئے۔

گوبر اور خون میں سے صاف ستھرا دودھ پیتے والوں کے لئے رستا ہے تو دودھ کا خالص ہونا بھی وہ کہ اس میں غلط خون اور گوبر نہ ہوتا اور ایسی چیزوں کا جن کا اس میں ملنا ممکن ہے۔

اخلاص کی ضد اشراک یعنی شرک کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نہیں وہ مشرک ہے مگر شرک کے بہت سے درجات ہیں جو اخلاص توحید میں ہوتا ہے، اس کی ضد شرک الوہیت ہے اور شرک دو قسم ہے۔ عقلی اور ظاہر اور بھی عقلی اخلاص کا ہے۔ اخلاص اور شرک دونوں قلب پر وارد ہوتے ہیں اور ان کا دوا داروں اور نیتوں سے ہوا کرتا ہے اور ہم حقیقت نیت بیان کر چکے اور یہ بھی کہ نیت موافق انی وجہ سے ہوا کرتی ہے جس صورت میں کہ سبب صرف ایک ہو تو اس کے سبب سے جو فعل صادر ہوگا، باعتبار اس غرض مقصود کے اخلاص ہونا چاہیے مثلاً کسی نے صدقہ دیا اور اس کی غرض صرف راء ہے۔ اس اعتبار سے کہ دیا میں اور کسی چیز کی نہیں کی غرض اس کی غرض صرف تقرب الی اللہ ہو، وہ بھی نفس کمالے کا تو یہ باعتبار نیت کے ہوا مگر اصطلاح اور علت صرفہ کی مد سے اخلاص اسے کہتے ہیں کہ نیت صرف تقرب الی اللہ ہو اور وہ تمام آمیزشوں سے پاک ہو نہ کہ غیر اللہ کا اس میں نہ در تک نہ ہو۔ جیسے الملو کا معنی نیت میں رغبہ کرنا ہے مگر اصطلاح میں حق سے دوگردانی کا نام ہے اور جس فعل کا باعث محض دیا ہو، وہ ہلاکت کو پہنچا دیتا ہے۔ اس میں ہماری تنگدستی نہیں، اس لیے کہ جو باتیں اس سے حلق نہیں، ہم تیری جلاہ کے باب الراء میں لکھ چکے ہیں۔

حدیث شریف :- ریاض قیامت کے دن چار ٹیٹوں سے پکارا جائے گا۔ (1) ریاکار۔ (2) مکار۔ (3) مشرک۔ (4) کافر۔

فائدہ :- ہم اس صورت کا بیان کرتے ہیں کہ انسان کی نیت تو قصد تقرب ہو مگر اس کے باعث کوئی دوسری چیز از قسم ریا اور کوئی حظ نفس وغیرہ نہ مل گیا ہو مثلاً کوئی شخص قصد تقرب روزہ رکھے ماکہ پر بیڑ گادی نصیب اور تقرب نصیب ہو یا غلام آزاد کرے کہ اس کے ثناء نقد اور بد خلقی سے بھوٹ جائے یا حج کرے۔ اس لیے کہ سفر کی برکت سے اس کا مزاج درست ہو جائے یا اس لیے کہ کسی برائی سے جو وطن میں اس پر آتی ہے اس سے بچ جائے یا اس لیے کہ کسی دشمن سے بھاگنے کی نیت ہو یا زن و فرزند یا دیگر کسی کام سے تھک گیا ہو اور چند روز استراحت کرنا چاہے یا جلو کرے تاکہ جنگ کے فن میں مہارت ہو اور اس کے اسباب و لوازم جمع کر سکے اور لشکر کا فراہم کرنا تاکہ اس مخالف سے بازی لے جاتا آجائے یا تجربہ پڑے اور اس میں یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ اپنے گھروں کی حفاظت کرے یا علم اس لیے سیکھے کہ اس کی وجہ سے مل بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان ہو جائے۔ اس لیے کہ اپنی قوم میں عزت وار ہو یا اس وجہ سے کہ مل و متاع علم کے طفیل ظالمین کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و تعلق اس لیے کہے کہ چپ رہنے کی محبت سے بچ جائے اور گفتگو کی لذت سے سرو و ہوا علماء اور صوفیہ کرام کی خدمت اس لیے کرے کہ لوگوں کی نظروں میں اس کی عزت زیادہ ہو یا اس لیے کہ دنیا کے لوگ اس کے ساتھ نرمی برتیں اور اس کا ساتھ دیں یا قرآن مجید اس لیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خطا اچھا ہو جائے گا یا حج کو پیدل اس لیے جائے کہ کرائے کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اس لیے کرے کہ بدن صاف اور سرد ہو جائے یا اس وجہ سے غسل کرے کہ اس کی خوشبو اچھی ہو جائے یا حدیث اس لیے روایت کرے کہ لوگ جانیں کہ بڑا محدث ہے یا مسجد میں احتکاف اس لیے کرے کہ گھر کے کرائم میں تخفیف ہو یا روزہ اس لیے رکھے کہ کھانا پکاتے کے لیے وقت نہ ہو یا صدقہ کسی سائل کو اس لیے دے کہ اس کے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اس کا جانا منظور ہو یا بیمار کی عیادت اس لیے کرے کہ جب وہ بخیر تیار ہو تو اس کی بھی عیادت کرنے آئے یا جنازے کے ساتھ اس لیے جائے کہ کوئی اس کے پاس اگر مر جائے تو اس کے ساتھ بھی لوگ چلیں یا ان باتوں کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھ مشہور ہو اور لوگ نیک بختی کی نگاہ سے دیکھیں۔ ان سب صورتوں میں اگر سبب تقرب الی اللہ بھی ہو گا اور ان فطرات میں سے بھی کوئی خطروہ اس کے ساتھ ہو گا۔ یہاں تک اس کی وجہ سے اس پر وہ فعل کرنا آسان معلوم ہو گا تو اس کا عمل اخلاص کی حد سے باہر نکل جائے گا۔ اسے یہ نہیں کہیں گے کہ غافل خدا کی ذات کے لیے ہے اور اس میں شرک کو راستہ جائے گا۔

حدیث قدسی :- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں تمام چیزوں کی نسبت شرک سے غنی تر ہوں۔

فائدہ :- دنیا کی لذائذ میں جو لذت اس طرح ہو کہ نفس اس کی طرف مائل اور دل راغب ہو وہ تھوڑا ہی زیادہ جب کسی عمل میں غل پائے گا تو اس لذت کے دخل سے اس کی سفلی اور اخلاص بافلاص ہو جائے گا۔ یہی

وجہ ہے کہ انسان اپنے لذائذ اور شہوات میں غرق رہتا ہے تو ہمیشہ کم ہے کہ کوئی فعل یا عہدیت اس جنس کے لذائذ اور اغراض سے خالی ہو اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر میں ایک لحظہ بھی غافل ذلت خدا کے لیے میسر ہو گا وہ نجات پائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کیلپ شے ہے اور دل کا مساف کرنا ان آمیزشوں سے بہت دشوار ہے بلکہ غافل اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی وجہ سوائے تقرب الی اللہ کی طلب کے نہ ہو۔

فائدہ :- یہ لذائذ اگر عبادتِ اعمال ہوں تو ظاہر ہے کہ عمل کرنے والے پر ان اعمال میں سختی کی جائے گی مگر ہم ان صورتوں کو مد نظر کرتے ہیں کہ مقصد اصلی تو تقرب ہو اور ان میں کسی قدر یہ آمیزش بھی زائد ہو جائیں اور ان کے زائد ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) بطور رفعت۔ (۲) بطور شرکت۔ (۳) برسمیلِ عنایت جیسا کہ نیت کے بیان میں گزرا۔ پھر عبادت نفی یا باعثِ دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور ان میں سے ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔ چنانچہ مقرب مذکور ہو گا۔

اخلاص کا معنی :- عمل ان سب آمیزشوں سے خالی ہو۔ قہوری ہوں یا زیادہ، میل تک کہ باعثِ بجز ہیں۔ تقرب کے اور کوئی نہ ہو۔

فائدہ :- یہ اس شخص سے متصور ہے جو اللہ تعالیٰ کا محبوب زار اور آخرت کے تصور ہیں۔ مکمل طور ڈوبا ہوا ایسا تک کہ دنیا کی محبت کی اس کے دل میں گنجائش نہ رہی ہو بلکہ کھانا پینا اسے اچھا معلوم نہ ہو تا ہو یعنی کھانے کی رغبت اس وجہ سے نہ ہو وہ طعام ہے بلکہ اس نظریہ سے ہو کہ اس سے خدا تعالیٰ کی عہدیت پر توجہ کرتا ہے اور تنہا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی مصیبت سے محفوظ ہو جائے کہ پھر کھانے کی حاجت نہ رہے اور نہ دل میں کوئی ضرورت سے زیادہ امر کی لذت رہے اور اس کے نزدیک ضرورت کے مطابق ہی مطلوب ہو۔ اس نظریہ سے کہ دین کی ضرورت ہے سوائے فکر الہی کے اور کوئی فکر نہ ہو۔ اس طرح انسان اگر کھائے گا یا پیئے گا یا حاجت قضا کرے گا تو تمام صورتوں میں غافلِ اصل اور درست نیت والا رہے گا بلکہ سب حرکات و سکنات میں اس کی نیت صحیح ہوگی۔ میں تک کہ سوئے گا تاکہ اپنے نفس کو آئندہ کی عہدیت کے لیے قوت اور راحت ہو جائے تو اس کا سونا بھی عہدیت ہو گا اور اس میں بھی اس کو محضوں کا درجہ ملے گا اور جس کا مل ایسا نہیں تو اصل میں اخلاص کا ہونا اس کے حق میں بہت ناقص اور کم ہو گا اور جس طرح حرکات و سکنات ایسے شخص کے جس پر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو، صفت اس کی بہت کی حاصل کر کے بالکل غافل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور دنیاوی مرتبہ اور لڑائی یا کوئی اور چیز غیر اللہ غالب ہو جائے تو اس کی حرکات و سکنات بھی وہی صفت پیدا کر لیتے ہیں۔ پس کوئی اس کی عہدیت نماز ہو یا روزہ سلامت نہیں رہے۔ بہت کم اخلاص اس میں ہوتا ہے۔

ملاحظہ :- اخلاص کا علاج یہ ہے کہ نفس کے لذائذ کو توڑ دے اور دنیا کا طمع جتا دے اور آخرت کے لیے اس طرح

خالص ہو جائے کہ دلی دل پر غالب ہو۔ اسی وقت اخلاص پسر ہو گا اور بہت سے اعلیٰ ایسے ہیں کہ انہیں ان میں شقت اٹھاتا ہے اور اپنے گناہ میں ان کو خاص خدا تعالیٰ کی ذات کے لیے سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کو دھوکہ ہوتا ہے اس لیے کہ ان میں غلطی کی وجہ اس کو معلوم نہیں ہوتی۔

حکایت :- بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول میں پڑھی تھی، فقہا کی اس لیے کہ ایک دن مجھے کسی عذر کی وجہ سے دیر ہو گئی تو میں نے دوسری صف میں نماز پڑھی۔ اس سے مجھے لوگوں سے بہت شرم آئی کہ انہوں نے مجھے دوسری صف میں دیکھا۔ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ لوگ جب مجھے صف اول میں دیکھتے تھے اس سے مجھ کو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھے اس کی خبر نہ تھی۔

فائدہ :- یہ بات ایسی ہاریک اور خفیہ ہے کہ اعلیٰ اس جیسے امور سے بہت کم غلط ہوتے ہیں اور نہ ہر ایک کو اس کی خبر ہوتی ہے۔ بجز ان لوگوں کے جنہیں خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہیں وہ آخرت میں اپنے سب حسنت کو سیات پائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿وَاللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِکُمْ نَوَاحِیْۃٌ﴾ (الرعر 47) اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

قل هل ننبئکم بالاعصیاء الذین ضلّ سبیلہم فی الحیوة الدنّیۃ وہم یحسبون انہم یحسنون  
صنعا (الکہف 103) ترجمہ کنزالایمان :- تم فرمادے کیا ہم تمہیں بتائیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں ان کرے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

فائدہ :- سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علماء کو ہے اس لیے کہ اکثر علماء کے لیے باعث علم کے پھیلاؤ کا سبب لذت اور سرداری کی خوشی اور حمد و ثناء کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان ان پر حق قلبی کر دیتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے کہ تمہاری غرض دین الہی کا پھیلاؤ اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفوں کا دفع کرنا ہے۔

فائدہ :- داعین علوم بدشاہوں کو نصیحت کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ پر احسان جتاتے ہیں اور جو لوگ ان کا احوال قبول کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں مسرت اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے دین کی خدمت کا کام لیا حالانکہ اگر کوئی ان کا معاشرہ ہو کہ ان سے وعظ اچھا کرتا ہو اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ان کو نصیحت برا محسوس ہوتا ہے بلکہ اس کا رنج مٹانے ہیں۔ ہم ان علماء سے پوچھتے ہیں کہ اگر ان کے وعظ کا سبب دین تھا تو ان کو دوسرے واعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اس نے یہ کام دوسرے سے لیا اور ان کو نہ کرنا پڑا مگر شیطان پھر بھی ان کو نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تم کو اس بات کا فہم نہیں کہ لوگوں نے تم کو چھوڑ کر دوسرے کا وعظ نہ کیا کہ تم یہ ہے کہ تمہارا ثواب جاتا رہا یعنی اگر لوگ تمہارے وعظ سے صحیح راہ پاتے تو تم کو ثواب ہوتا۔ اس ثواب کے نہ ملنے کا غم کرنا بہتر ہے لیکن بھارے کو یہ معلوم نہیں کہ امر حق کی اطاعت اور اعلیٰ شخص کو معاملہ سپرد کرنے میں آخرت میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ بہ نسبت حاصل کرنے کے مثلاً



اگر اس طرح کا غم اچھا ہوتا ہے تو جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلیظ ہوئے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی غم کرتے کہ تمام خلق کے مصلح کی کفالت بہت بڑا ثواب رکھتی ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے خوش ہوئے کیونکہ جاننے لگے کہ یہ ہم سب سے افضل ہیں لیکن معلوم نہیں کہ علماء ایسی باتوں سے کیوں خوش نہیں ہوتے۔

فائدہ :- بعض اہل علم شیطان کے اس دھوکے میں آجاتے ہیں اور دل میں کہنے لگتے ہیں کہ اگر ہم سے افضل کوئی پیدا ہوگا تو اس سے خوش نہ ہوں گے مگر امتحان سے پہلے یہ کہنا محض غلط ہے اس لیے کہ نفس اس بیسار دغا کر لینے میں نہایت سولت محسوس کرتا ہے مگر جب وہ موقع آجاتا ہے تو وعدہ پورا نہیں کرتا فوراً بدل جاتا ہے اور اسے وہی جانتا ہے جو نفس کے کمرؤں سے واقف ہے اور اس کا امتحان بہت کرتا رہتا ہے۔

خلاصہ :- حقیقت اخلاص کو پہچانتا اور اس پر عمل کرنا ایک سمندر بے کنار ہے کیونکہ اس میں لوگوں کا پتہ نہیں چلے۔ کوئی خوش قسم ہی پہنچا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے الا عبادک المخلصین (الحجر 44) ترجمہ کنز الایمان :- مگر جو ان میں میرے پہنچے ہوئے بندے ہیں۔

فائدہ :- سالک کو چاہیے کہ ان حقائق کا خوب تجسس کرتا رہے ورنہ بدانتہ مردود شیطانیں میں جا ملے گا۔

اقوال اسلاف برائے اخلاص :- کہتے ہیں کہ اخلاص اس کا نام ہے کہ اخلاص پر نظر نہ رہے۔ اس لیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھے گا تو اس کے اخلاص کے لیے عبادت اخلاص کی رہے گی۔

فائدہ :- اس میں اشارہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کی طرف نظر کرنا عجب ہے وہ ایک آفت ہے اور غافل اسی کو کہتے ہیں جو تمام آفت سے صاف ہو تو جس اخلاص میں عجب ہوگا اس میں ایک آفت ہوتی رہے گی۔

سل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ سالک کے حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں۔ یہ تعریف جامع ہے کہ متعبد کو محیط ہے اور مراد کو بھی مغیرہ ہے۔

حضرت ابراہیم بن لوہم فرماتے ہیں کہ اخلاص نیکی کو اللہ تعالیٰ کے لیے بچا کر کے کا نام ہے۔ حضرت سل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا اخلاص اس وجہ سے کہ نفس کو اس میں کوئی لذت نہیں۔

دوئم رد کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص اس کا نام ہے کہ نفس اس پر دونوں جہانوں میں لکھنا چاہے اور اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ مخلوق نفس دنیوی ہوں یا اخروی سب آفت ہیں تو جو نفس اس لیے عبادت کرے کہ جنت میں شہوات سے نفس کو آسائش ملے وہ آفت زدہ ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل میں سوائے رضائے الہی کے اور

کوئی بات نہ ہو۔

فائدہ :- یہ قول اشارہ ہے صدیقوں کے اخلاص کی طرف۔ اسی کو اخلاص محض کہتے ہیں اور جو شخص جنت کی لالچ یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ پھتہار مذکورہ لذات کے حلق سے دوند اصل میں وہ خط حکم اور شرمگاہ کا طالب ہے اور اہل حق کے نزدیک مطلوب واقعی صرف رشائے الٰہی ہے نہ کوئی اور خط نفس۔

ازالہ وہم :- انسان کسی نہ کسی خط کے لیے حرکت ضرور کرتا ہے اور خطوں سے پاک ہونا صفت الٰہی ہے جو اس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے۔ چنانچہ تاحسی ابو بکر بھٹائی نے کفر کا حکم کیا جو مدعی مخلوط سے بری ہونے کا ہو اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے انسان اس کا مدعی نہیں ہو سکتا۔

درست ہے مگر صوفیہ کی مراد اخلاص میں مخلوط سے بری ہونے سے یہ ہے کہ ان مخلوط سے بری ہو جن کو عوام خط کہتے ہوں اور عوام جن کو خط کہتے ہیں وہ مشوات مذکورہ جنت میں ہیں اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل دل کا خط ہے۔ اس کو عوام بھی خط نہیں جانتے بلکہ اس سے تو تعجب کرتے ہیں کیونکہ یہ اتنا بڑا خط ہے کہ اگر تمام جنت کے مخلوط طاعت اور مناجات اور مشاہدہ حضرت الٰہی کے عوض ہیں ان حضرات کو دیئے جائیں تو ان کو حقیر جائیں اور ذرا بھی متوجہ نہ ہوں تو ان حضرات کی لطافت تمام اس خط کے لیے ہے۔ ان خطوں کے لیے نہیں جن کو عوام خط کہتے ہیں۔ ان کا خط نفس تو ان کا معبود ہے۔

ابو عیمن کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق کی طرف دائمی نظر رکھ کر خلق کے دیکھنے کو فراموش کر دے۔

فائدہ :- اس قول میں اشارہ صرف آخرت برآ سے محفوظ رہنے کا ہے۔ اسی طرح بعض نکاح کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اس پر نہ شیطان کو خبر ہو کہ اس کو یگاڑے نہ فرشتے کو کہ اسے گلے۔ اس میں اشارہ صرف عمل کے انضا کا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اخلاص وہ ہے جو حقوق سے پوشیدہ اور علاقے سے ہو یہ قول جامع تر ہے۔

عالمی کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے سے مخلوق کو نکل دے۔ اس میں صرف رباء کی نئی ہے۔

خاص کا قول ہے کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکل جاتا ہے۔

حکایت :- جواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اہل میں سے خاص کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتا ہے اور اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی تعریف کرے۔

فائدہ :- اس میں بھی ترک رباء کا اشارہ ہے اور اسے خاص اس لیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص میں ظل آتا ہے ان میں سے فوری تری ہے۔

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اخلاص کم دہ رتوں سے عمل کو صاف کرنے کا نام ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ اخلاص کدورتوں سے عمل کو صاف کرنے کا نام ہے۔  
 تفصیل فرماتے ہیں کہ لوگوں کی وجہ سے عمل نہ کرنا ان کی خاطر عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 تجھے ان دونوں باتوں سے بچائے۔  
 بعض نے کہا کہ اخلاص یہ ہے کہ بیش مراقبہ رکھے اور حقوق کو بالکل فراموش کر دے۔

فائدہ :- اس موضوع میں اقوال اسلاف بے شمار ہیں۔ جب حقیقت معلوم ہو گئی تو پھر مزید اقوال کی کیا ضرورت  
 ہے۔ ہاں اس بارے میں وہ بے مثل بیان ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی جب آپ صلی  
 اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان نقول رسی اللہ تم نستغفیم کما امرت یہ کہ  
 تم کو میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس پر استقامت کرو جس کے تم مامور ہو۔

فائدہ :- مقصد یہ ہے کہ اپنے نفس و خواہش کی عہدت نہ کی جائے اور اپنے رب تعالیٰ کے سوا کسی کی عہدت نہ  
 ہو۔ پھر اس کی عہدت کا جیسا حکم ہے اس پر استقامت ہو یعنی مامور اللہ سے قطع تعلق ہو۔ واقعی اخلاص حقیقی یہی  
 ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اخلاص میں خرابیاں پیدا کرنے والے امور :- وہ امور جو اخلاص کو خراب کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔  
 (1) ظاہر :- (2) پوشیدہ بعض ظاہری امور ضعیف ہیں اور بعض پوشیدہ ہونے کے باوجود قوی ہیں۔

مثلاً :- ظاہری امر ضعیف اور پوشیدہ امر قوی کو ایک مثل سے سمجھئے۔ وہ یہ کہ کوئی نمازی نماز پڑھے اس کا مقصد  
 اخلاص ہے۔ اس وقت شیطان اس کی عہدت میں خلل ڈالتا ہے کہ اسے ریا میں جھکا کرتا ہے اور مراد اخلاص کے  
 لیے ظاہری نقصان دہ ہے۔ شیطان دوسرا ڈالتا ہے۔ جب اسے بعض لوگ نماز پڑھتے دیکھ رہے ہوں یا اس کی نماز  
 کے دوران کوئی آجائے۔ ریا کا دوسرا یہ ہے کہ اسے نمازی اچھی طرح پڑھ تاکہ دیکھنے والے تجھے تعظیم کی نگاہ سے  
 دیکھیں اور سمجھیں کہ یہ نیک بہت ہے۔ نمازی دیکھنے والوں کے لیے خوب فحش و خضوع کرے۔ یہ ریا کے درجہ  
 اول میں سے ہے۔ یہ ایسی خرابی ہے کہ جسے مبتدی سالک بھی جانتے ہیں۔ ریا کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ مبتدی  
 سالک کو سمجھ جائے تو اس سے فوراً اجزاء کرے یعنی اس میں شیطان کی اطاعت نہ کرے۔ اس کا کمانہ مانے بلکہ اس  
 کی طرف توجہ بھی نہ کرے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ نماز کے دوران آنے والے دوسروں کا خیال تک نہ کرے جیسے  
 پڑھ رہا تھا دیکھے ہی پڑھتا رہے۔

شیطان کی ٹیڑھی چال :- جب شیطان دیکتا ہے کہ یہ نمازی اس کا کمانہ نہیں مان رہا تو پھر اس کے پاس خیر و بد ملائی  
 کا ہلکا ہاتھ آتا ہے۔ وہ یوں کہ اسے دوسرا ڈالتا ہے کہ تو مقتدا ہے بلکہ لوگ تیری عہدت سے عوام عہدت کا  
 طریقہ سمجھتے ہیں۔ تو جو عمل کرے گا اس سے وہ لوگ تیری عہدت کریں گے تو وہ ثواب بھی تجھے ملے گا اس لیے تم

ان لوگوں کے سامنے عمل بالخصوص نماز خوبصورت طریقے سے ادا کرنا کہ وہ تیارے خشوع و خضوع کی اقتدار کیں۔ یہ ریا پہلے درجے کی بہ نسبت پوشیدہ ہے۔

جو لوگ پہلے طریقہ سے شیطان کے پندے میں نہیں آتے انہیں شیطان اسی دوسرے طریقے سے پھنساتا ہے۔ اگر سالک اس کے مکر و فریب میں آجاتے ہیں لیکن یہ بھی تو ریا ہے اور اس سے اخلاص خراب ہوتا ہے۔ اگرچہ فی الواقع خشوع و خضوع کے اعتبار سے بہتر ہے۔ اگر کوئی سمجھے کہ یہ ریا کیسے ہے، ہم اسے سمجھائیں گے کہ اگر ریا نہ ہو تو پھر وہ خدائی میں کیوں نہ کیا۔ اب لوگوں کی وجہ سے یہ کیوں کر رہا ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی دوسرے کا نفس اس کے نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ پشواوہ ہے جو اپنے آپ مستقیم ہو اور اس کا دل روشن اس طرح ہو کہ اس کی روشنی دوسروں پر پڑتی ہے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا وگرتہ ہر صورت محض شائق اور دھوکہ ہے۔ ہم نے بتایا کہ اگر اس کی کوئی اقتدار کرے گا تو حقیقی کو ثواب ملے گا مگر اس متقاع سے باز پرس ہوگی کہ جو چیز تھ میں نہ تھی اس کو کیوں ظاہر کیا اور اس کو عذاب بھی دیا جائے گا۔ تیسرا درجہ جو دوسرے درجے سے بھی باہر ہے وہ یہ ہے کہ سالک اسہت میں اپنے نفس کا امتحان لے اور مکر شیطان سے آگاہ ہو کہ جن لے کہ غلط میں اور حل ہوتا اور غیر کے دیکھنے کی صورت میں اور حل ہونا محض ریا ہے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ نماز خدائی میں ایسا فی ہو جیسے مجمع میں ہوتی ہے اور اپنے نفس اور پروردگار سے اس کا حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت میں عبادت کے بوجہ خشوع زیادہ کرے۔ اس نظر سے خدائی میں اپنے نفس پر متوجہ ہو اور دلہ بھی نماز اسی خوبصورتی سے پڑھتا اختیار کرے جو طریقہ کہ مجمع میں بھی پسند ہے اور مجمع میں بھی اسی طرح پڑھے تو یہ صورت بھی ریا ہے واقعی اور خفی ہے۔ اس لیے کہ غلط میں اس نے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع میں بھی اسی صورت سے ادا ہو تو خدائی اور مجمع میں دونوں میں اس کی نظر خلق کی طرف رہی اور اخلاص اس طرح ہو گا کہ جانور کا دیکھنا اور انسان کا دیکھنا دونوں اس کی نظر میں یکساں ہو جائیں تو گویا اس کا دل گواہ نہیں کرتا کہ لوگوں کے سامنے نماز کو یہی طرح ادا کرے۔ پھر اپنے دل میں شرماتا ہے کہ کیسے ریاکاروں کی صورت میں نہ ہو جائے اور اس کو یہ ممکن ہے کہ اگر غلط اور مجمع نماز کی صورت ایک ہی ہو جائے گی تو ریا سے خارج ہو جائیں گا مگر یہ بات نہیں بلکہ ریا سے خارج ہونے کی صورت یہ ہے کہ خلق کی طرف التفات ایسے ہو جیسے عبادت کی طرف ہوتا ہے، خواہ غلط میں ہو یا مجمع میں ورنہ یہ محض دونوں صورتوں میں خلق کی طرف ہمت سے مشغول رہے گا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکر میں سے ہے۔ چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے یہ ہے کہ لوگ اس کو نماز پڑھتے دیکھیں اور شیطان اس کو یہ نہ کہہ سکے کہ ان کی خاطر خشوع کر اس لیے کہ اس کو معلوم ہے کہ یہ نسبت بہ نفس سمجھ گیا ہے۔ دائر میں نہ آئے گا تو شیطان اس سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور جلال میں تامل کہ جس کے سامنے تو کھڑا ہے اور اسہت سے حیا کر کہ کہیں خدا تعالیٰ تیرے دل کو ایسے حال میں نہ دیکھے کہ دل اس سے غافل ہو۔ اس خیال کے آنے سے اس کا دل حاضر ہوتا ہے اور اعضاء خشوع کرنے لگتے ہیں

اور اس کو ممکن ہوتا ہے کہ اغلاص بھی ہے مگر یہ ممکن ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے جلال پر غفر کرنے سے خشوع ہو تا تو عثمانی میں بھی ہو گا۔ اس طرح نہ ہو تا کہ جب کوئی غیر فاضل ہو تو اس کے آنے سے یہ کیفیت حاصل ہوتی کہ یہ خیال عثمانی میں بھی دل پہ ہمارے جس طرح کہ مجمع میں رہتا ہے اور یہ بات نہ ہو کہ دوسرے کے آنے پر ہی موقوف رہ جیسے کہ جانور کے آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منحصر نہیں ہوتا غرضیکہ جب تک انسان کو انسان کے دیکھنے اور جانور کے دیکھنے میں اپنے اہل میں فرق معلوم ہو تب تک وہ مفاد اغلاص سے خارج اور اس کا باطن آلودہ شرک خفی یعنی دیا کا ہے۔ یہی شرک اس طرح کا ہے کہ آدمی کے دل میں سیاہ چوٹی کی ہال سے جو اندھیری رات میں سخت چتر پر چلے۔ خفی رہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور شیطان سے کوئی شخص نہیں بچ سکا مگر وہ کہ جس کی نظر رفتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان لوگوں کی ناک میں ہر وقت رہتا ہے جو عہدات الہی کے لیے مستعد ہوں۔ ان سے ایک لمحہ غافل نہیں رہتا۔ یہی تک کہ ان کو ہر ایک حرکت اور کام میں دیا پر کرتا ہے حتیٰ کہ آنکھ میں سر نہ لگتا اور لیوں کا کھڑا اور جملہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ میں سنت ہیں اور چونکہ خلق کی خاطر ان سے تعلق ہے اور طبیعت کو رغبت اس لیے نفس کو ان میں ایک حظ خفی ہے۔ پس شیطان بندے کو ان چیزوں کی طرف جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فعل سنت ہے۔ اس کو ترک کرنا نہ چاہیے اور نفس اس کی تقریر سے اسی لیے رغبت کرتا ہے کہ اس میں وہ شہوات خفیدہ موجود ہیں یا دل کا شوق ان شہوات سے محفوظ رہتا ہے۔ اس قدر کہ اس کے باعث سے حد اغلاص سے نکل جاتا ہے اور جو چیز کہ ان سب اشیاء سے محفوظ نہ ہو وہ خاص نہیں بلکہ جو شخص کسی آپلا مسجد عمدہ خفی ہوتی صاف پاکیزہ میں احتکاف کرے اور اس میں دل لگتا ہو تو شیطان رغبت احتکاف کی دلاتا ہے اور لغائل احتکاف کثرت سے اس کے سامنے بیان کرتا ہے اور محرک خفی اس صورت میں بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا اس سے راحت پانا ہوتا ہے اور یہ امر اس وقت معلوم ہوتا ہے جب دوسری مسجد جو دیکھی خوبصورت نہ ہو اس میں احتکاف کو دل نہ چاہے اور یہ سب باطنی طبیعت کی آئینہ نشوں اور نفس کی کدورت میں محسوس ہیں۔ حقیقت اغلاص ان سے ہائی رہتی ہے۔ اس کو بول جانا چاہیے جیسے خالص سونے میں ملاوٹ ہوتی ہے کہ کبھی تو آواز ہوتا ہے کہ ملاوٹ ہی غائب ہو اور کم ہوتا ہے مگر جلد معلوم ہو جاتا ہے اور کبھی آواز مٹا ہوتا ہے کہ بغیر خوب پرکھنے کے اور کوئی نہیں جان سکتا اور دل پر شیطان کا داخل اور نفس کی خبیثت اس سے کہیں وقتی اور خفیہ تر ہے۔

فضیلت علم :- دو رکعتیں عالم کی جہل کی ایک برس کی عہدیت سے افضل ہیں۔ اس قول میں عالم سے وہی مراد ہے جو اقلت کے اہل و حقائق جانتا ہو تاکہ اپنے عمل کو ان سے پاک و صاف کرے اور جہل تو ظاہری عہدیت پر نظر رکھتا ہے اور اسی سے مغالطے میں پڑ جاتا ہے جیسے دہائی ایک کمونی نکمی اشری کو بظاہر سرخ لوگوں دیکھ کر محاشے میں آجاتا ہے مگر مگر کندن میں سے تموزا سا ہوتا بھی اس اشری سے بہتر ہوتا ہے جو غشی اور ملاوٹ اچھا سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح عہدات کا معاملہ مختلف ہے بلکہ یہ سخت تر اور برا ہے اور اہل میں جس قدر اقلت رکھ پاتے

ہیں ان کا حصر اور شمار غیر ممکن ہے۔ ہم اسی قدر مثل پر کفایت کرتے ہیں۔ سمجھ وارتا کافی ہے۔ دانا آدمی کو منتکوں طویل سے بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اسی لیے لمبی گفتگو بے سود ہے۔

عمل غیر خالص کا حکم :- پر عمل جبکہ خالص خدائے تعالیٰ کے لیے نہیں ہوتا اور اس میں ملاوٹ ریاء خد نفس ہوتی ہے تو علماء کا اختلاف ہے کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہے یا سزا اور عذاب یا دونوں میں سے کسی کا تقاضا نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس عمل میں صرف مقصود دیا ہو وہ موجب عذاب اور غضب خدا ہے اور جو خالص بوجہ اللہ ہوگا وہ سبب ثواب ہے۔ صرف اختلاف عمل میں ہے اور ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ثواب نہ ہوتا ہم احادیث جو اسباب میں وارد ہیں ان میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ قوت کی مقدار کو دیکھنا چاہیے۔ اگر باعث دینی اور باعث نفسانی دونوں برابر ہوں تو دونوں کی کچھ تاثر نہ رہے گی۔ ایسے عمل کا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب۔ اگر باعث ریاء غالب اور قوی ہوگا تو اس عمل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ مضر ہوگا بلکہ موجب عذاب ہوگا۔ ہاں اس کا عذاب اس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا جس کا باعث محض ریاء اور تقرب کی ملاوٹ میں کچھ بھی نہ ہو۔ اگر قصد تقرب دوسرے سبب سے قوی تر ہوگا تو جس قدر قوت باعث دینی یعنی تقرب زیادہ ہوگی اسی قدر ثواب ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن يعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن يعمل مثقال ذرة شرا یرہ (الزلزال 78) تو جو ایک ذرہ بھربھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھربھلائی کرے اسے دیکھے گا اور فرمایا ان الله لا یظلم مثقال ذرة وان نک حسنة یضاعفها (النساء 40) ترجمہ کنز الایمان :- اللہ ایک ذرہ بھربھلائی نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دینی کرتا۔

فائدہ :- ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد خیر ضائع نہ ہوگا بلکہ اگر قصد ریاء سے بڑھ کر ہوگا تو قصد ریاء کے برابر تو باطل ہو جائے گا اور زیادتی باقی رہے گی۔ اگر مغلوب ہو گا تو جتنا عذاب صرف قصد فائدہ کی وجہ سے ملتا اس میں سے کسی قدر تخفیف ہو جائے گی۔

حقیق یہ ہے کہ اعمال کی تاثیر دلوں میں یوں ہوتی ہے کہ جس صفت سے وہ ملور ہوتے ہیں اسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہیں مثلاً صفت ریاء ملکات میں سے ہے اور اس ملک کی غذا اور قوت اس طرح ہوتی ہے کہ اس کے موافق عمل کیا جائے اور چیز نجات دینے والی صفت میں سے ہے۔ اس کی قوت اس کے موافق عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ جب یہ دونوں صفتیں دل میں اکٹھی ہوں تو دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جب ایک کے موافق عمل کرے تو اسی کو تقویت دے گی۔ وہ دیا ہو یا تقرب اور ان دونوں میں ایک ملک ہے اور دوسری نجات دینے والی۔ یہی اگر دونوں کی تقویت یکساں ہے تو دونوں برابر رہیں گے۔

سوال :- کسی کو حرارت کی چیزوں سے ضرر ہوتا ہے اور اس نے گرم چیزیں کھائیں پھر ان گرم چیزوں کی قوت کی قدر ہر سرد چیزوں کا استعمال کیا تو دونوں کے کھانے کے بعد ایسی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہیں کھائی۔ اگر دونوں

میں سے کوئی غائب ہوگی تو مقدار غلبہ ضرور تاثیر کرے گی تو جس طرح کہ کھانے پینے کی دوا کا جسم میں خدائے تعالیٰ کی عادت کے مطابق بلا تاثیر نہیں رہتا اسی طرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی خلیق نہیں ہوتا۔ دل میں روشنی یا تاریکی کا اثر ضرور پہنچتا ہے اور خدا تعالیٰ سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہے۔ اگر ایسا عمل کیا کہ جس سے ایک ہاشت مثلاً قریب ہو اور اس میں ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی ہاشت دوری ہو تو جس عادت پر تھا اسی پر رہے گا، ثواب نہ ہوگا کہ ایک ہاشت کا فاصلہ رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اتبع السیۃ الحسنۃ نعمہا اس صورت میں جبکہ ریاء شخص کو انخلاص شخص مٹا دیتی ہے تو ضرور ہوا کہ اگر دونوں اکٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کریں گے۔

فائدہ :- اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ اس پر اہتمام امت ہے کہ جو شخص حج کے لیے جائے اور مل تجارت بھی اس کے ساتھ ہو تو اس کا حج درست ہے اور اس پر ثواب دیا جائے گا مگر اس کے ساتھ ایک نفس کا کھٹ مل گیا ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس شخص کو ثواب حج کے اہل کا ثواب جب ہوتا جب مکہ معظمہ میں پہنچتا ہے اور تجارت حج پر موقوف نہیں تو حج خالص رہا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت میں مشترک رہا تو اگر قصد تجارت ہوگا تو اس طویل مسافت میں کچھ ثواب نہ ملے گا لیکن بجز یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جس صورت میں محرک اصلی حج ہو اور غرض تجارت مثل معین اور تملیح کے ہو تو نفس سفر میں بھی ثواب ملے گا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ عازموں کو کفار کے ساتھ اسی وجہ میں لڑنا جہل غیبت بہت ملے اور ایسی جہت اسی وجہ میں کہ غیبت نہ ہو کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ کہا بعید ہے کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے ان کو جہلا کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یوں کہا مناسب ہے کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کہ خدا ہو اور رحمت غیبت اس کی تملیح ہو تو اس سے ثواب ضائع نہ جائے گا۔ ہاں اس شخص کے ثواب کے برابر نہ ہوگا جس کا دل غیبت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو اس لیے کہ اس التفات سے نقصان تو آیات و اخبار سے ثابت ہوتا ہے کہ ریاء کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہے۔ جیسے ریاء کی آمیزش ہے ویسے ہی تلاش غیبت کا خلط ہے اور تجارت و فیرہ حفوظ بھی ایسے ہی ہیں۔ چنانچہ ملاوس اور دوسرے تابعین روایت کرتے ہیں کہ کسی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا یا صدقہ دیتا ہے مگر اس کو یہ محبوب ہے کہ لوگ اس کی تعریف بھی کریں اور ثواب بھی ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتزیٰ حسن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا بشرب عبادة ربہ احدا (اکھت 110) ترجمہ کنز الایمان :- تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حدیث شریف :- حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً معمولی ریاء بھی شریک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً کہ جس نے

اپنے عمل میں شرک کیا ہو گا اس سے کہا جائے گا کہ تو اپنا بدلہ اس سے لے جس کے لیے تو نے عمل کیا۔  
حضرت علامہ رضی اللہ عنہ سے روایت محدث قدسی مروی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں سب شریکوں  
کی یہ نیت شرک سے غنی ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرنا ہے اور اس میں میرے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہے تو میں  
اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر۔ تیسرا  
اس لیے کہ اس کا مرتبہ خدا کی راہ میں معلوم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس لیے لڑے کہ خدا تعالیٰ کا بول بھلا  
وہ ہے وہ راہ خدا میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ فلاں شخص شہید ہے اور شاید کہ اس نے اپنی قبیلہ  
دلوں سے بھری ہوئی نیت کا حاصل معلوم نہیں کہ خالص تھی یا نیت کے لیے کیا گیا تھا۔  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جہاد میں جس کا  
حلاشی ہے اسے دین ملے گا۔

جواب :- مدین میں اس دعا کے مخالف نہیں جو ہم نے ذکر کیا ہے بلکہ مراد ان سے وہ شخص ہے جو عمل سے دنیاوی  
کا طالب ہو جیسے کہ محدث میں ہے کہ جو جہاد سے دنیا طلب کرے یا اور دنیاوی کی طلب اس کی نیت پر غالب ہو  
مگر یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت اور زیادتی ہے نہ اس وجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہے  
بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا عمل دین کے عوض میں حرام ہے۔ اس لیے کہ اس میں زیادہ اور عبادت کا اپنی  
جگہ سے بدلنا پلایا جاتا ہے اور لفظ شرک جہاں کہیں وارد ہے اس سے براہی مراد ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ  
جب دونوں قصد برابر ہوں گے تو ساتھ ہو جائیں گے۔ اس عمل پر نہ نواب ہو گا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع  
نواب کی نہ کرنی چاہیے۔ پھر انسان ہمیشہ شرک کی حالت میں خطرے میں ہے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ دونوں قصدوں  
سے اس پر کونسا غالب ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات عمل اس کے حق میں دلیل ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا  
ہے کہ فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه احداً من دونه صریحاً

نکود :- اس سے مراد ہے کہ شرک کے ہوتے ہوئے توقع نواب نہ رکھنی چاہیے۔ بہتری احوال شرک میں سے  
ہے کہ عمل ساتھ ہو جائے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ منصب شکوت لڑائی میں بلا اخطا اس میںیں مختار ہے کہنا عید ہے  
کہ جس شخص کا ارادہ دنیا اس طرح ہو کہ صرف جہاد کے لیے اس کو اٹھا کرے۔ اگرچہ نیت نہ ہو اور کفار کی  
دلت مند جماعت اور مفسدوں سے لڑ سکا ہو لیکن ناکاموں کی طرف اس لیے رجعت کرے کہ متعدد اصلی اللہ



تعلیٰ کا بول چلا رکھنے کا بھی حاصل ہو اور قیمت بھی ملے تو ایسے شخص کو ثواب جہاد کا نہ ملے اور موقوفہ اگر سہلہ اسی طرح ہو تو دین میں مکمل تنگی ہو اور مسلمان بائوس ہو جائیں۔ اس لیے ان جیسی آمیزشوں سے تو کبھی انسان غلی نہیں رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر یہ صورت ہوتی بھی ہے تو نہایت کم 'اس لیے ایسی آمیزشوں کی تاثیر ثواب کے کم کرنے میں ضرور ہوا کرتی ہے۔ یہ نہیں کہ ثواب بالکل ضائع ہو جائے۔ ہاں اتنا ہے کہ انسان کو اس حالت میں بڑا خطرہ ہے، اس لیے کہ اس کو بعض اوقات ممکن ہوتا ہے کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہے حالانکہ اس کے باطن پر غالب حد نفسانی ہوتا ہے اور یہ بات نہایت درجہ حقیقی رہتی ہے یعنی اگر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہے اور آدمی جتنا چاہے احتیاط کرے، اپنے نفس سے اس کو اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا۔ اس وجہ سے عمل کرنے والے کو چاہیے کہ خوب کوشش و احتیاط کے بعد پیشہ درود قبول میں حذر و رہے کہ کہیں میری عبادت میں کوئی آفت ایسی پیش نہ آئی ہو جس کا وہاں ثواب سے زیادہ ہو۔

فائدہ :- اہل بصیرت میں سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے، ان کا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی رکھنا چاہیے۔

اقوال اسلاف :- سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا ہے، اس کو میں شمار نہیں کرتا۔ عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس گھر کا ساتھ سال بھلور رہا اور باہر جانچ کیے لیکن اعمال ایسی میں سے جو عمل میں نے کیا۔ جب اس میں اپنے نفس کو دیکھا تو شیطان کا حصہ اس عمل میں بہ نسبت خدا تعالیٰ کے حصہ کے زیادہ پایا۔ میں یہی قیمت جانوں، اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہوں نہ باعث عقاب۔

انتباہ :- بلوجود ان اقوال کے یہ بھی نہ چاہیے کہ زیادہ کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جائے، اس لیے کہ سہلے سے آرزوئے شیطان بنی ہے کہ آدمی عمل نہ کرے اور مقصود اس بیان چلا سے یہ ہے کہ اخلاص نہ جانے پائے اور جب عمل ترک کر دیا جائے گا تو عمل اور اخلاص دونوں جاتے رہیں گے۔

حکایت :- ایک آدمی حضرت ابو سعید حراز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کیا کرتا تھا یعنی ان کے کاموں میں مدد کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے حرکت میں اخلاص کے ہونے کا ذکر کیا۔ وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا ٹھکانہ ہوا اور اخلاص کا طالب اسے اپنی حاجات کا پورا کرنا بھی منظور ہو گیا۔

حضرت ابو سعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے میں خود وقت اضافی پڑی۔ اس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کے ارشاد کے مطابق اعمال میں حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہوں مگر اکثر کاموں میں میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے۔ اسی لیے چھوڑتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان سے اخلاص عمل کو قطع نہیں کرتا۔ عمل پر موانعت کر اور اخلاص کے حاصل کرنے میں کوشش کریں گے تم سے یہ نہیں کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہے کہ عمل کو حاصل کرو۔

فائدہ تصوف :- حضرت نقیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حقوق کی وجہ سے نیک عمل کا ترک زیادہ ہے اور اس کے لیے اسے عمل کو ترک کرنا ہے۔

## صدق اور اس کے متعلقات

فضائل صدق :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رجال صدقوا ما عاہد واللہ علیہ (الاحزاب 23) ترجمہ کنز الایمان :- جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

صدق کی فضیلت :- میں اسی قدر کہانی ہے کہ صدیق اس سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی مدح و ثناء میں ان کو صدیق فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقاً نبیاً۔ (مریم 41) اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا (نبی)۔ اور فرمایا واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیاً۔ اور فرمایا واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقاً نبیاً اور کتب میں اور یس کو یاد کرو بے شک اور وہ صدیق تھا قیام کی خبریں دیتا۔

احادیث مبارکہ :-

- 1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدق نیکی کی راہ بتاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ انسان سچ بولے تو صدیقوں میں لکھا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے کی راہ دکھاتا ہے اور برائی و دغ میں لے جاتی ہے۔ انسان جھوٹ بولے۔ یہی تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھا جاتا ہے۔
- 2- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جس میں ہوں، اسے نفع ہو۔ (1) صدق۔ (2) حیا۔ (3) حسن خلق۔ (4) شکر۔
- 3- بشر بن الحارث فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا سے متعلق سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہے، وہ لوگوں سے نفرت کیا کرتا ہے۔
- 4- ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منصور دغوری کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم کیا اور مجھے توقع نہ تھی کہ وہ عافیت فرماتے، پھر میں نے پوچھا کہ کس چیز سے بددعویٰ ہوئی اللہ ہوتا ہے۔ اس میں سب سے اچھی کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ صدق اور سب سے بری چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ ہے۔
- 5- ابو ایمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور امر حق کو حواری اور اللہ تعالیٰ کو اپنے اہل ورج کا مطلوب۔

حکایت :- کسی نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ میں نے کوئی سچا آدمی نہیں دیکھا۔ حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو بہن کو پہچانتا۔ محمد بن سکنی کہتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے دین کے تین ارکان پر مبنی پایا۔ (1) صدق۔ (2) حق۔ (3) عدل۔ عدل تو دلوں پر ہوتا ہے اور حق امضاء اور صدق عقلوں پر۔

حضرت ثوری نے اس آیت کی تفسیر میں **وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ نَتَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وَجُوهَهُمْ مَسْوُودَةٌ (الزمر 60) ترجمہ گنہگار ایمان :-** اور قیامت کرے دن تم دیکھو گے انہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ پاندھا کہ ان کے منہ کالے ہیں۔ فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے دعویٰ محبت الہی کا کیا اور اس دعویٰ میں سچے نہ ہوتے۔

وحی واؤو علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص مجھے اپنے باطن میں تصدیق کرتا ہے میں اسے مخلوق میں واضح طور پر سچا کرتا ہوں۔

حکایت :- کسی نے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی مجلس میں بیچ ماری اور دجلہ میں خود کو گرا دیا۔ حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر یہ شخص سچا ہوگا تو اس کو خدا تعالیٰ بچائے گا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا دیا تھا۔ اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اس کو اس طرح غرق کر دے گا جیسے فرعون کو غرض کر دیا تھا۔

بعض لوگ فرماتے ہیں کہ فتناء اور علماء کا سب کا اتفاق ہے کہ تین باتیں اگر درست ہوں چلوں تو تمام لوگوں کی نجات ہو جائے اور یہ تیسوں ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہیں۔ (1) اسلام جو بدعت یہ اور خواہشات سے خالص ہو۔ (2) اعمال میں خدا تعالیٰ کے لیے صدق ہو۔ (3) حلال غذا۔

فائدہ :- وہب بن منبہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ توریت کے حاشے پر میں نے بائیس جملے دیکھے جن کو نبی اسرائیل کے ٹیک بخت جمع ہو کر پڑھ لیا کرتے تھے۔ وہ جملے یہ تھے۔ (1) کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہیں۔ (2) کوئی مل علم سے بڑھ کر زیادہ مفید نہیں۔ (3) کوئی سبب خیر سے زیادہ کم تر نہیں۔ (4) کوئی سائنس عمل سے بہتر صنعت دینے والا نہیں۔ (5) کوئی سفلی جہل سے بڑھ کر عیب وار نہیں۔ (6) کوئی شرف تقویٰ سے زیادہ عزیز نہیں۔ (7) کوئی کرم ترک ہوا سے زیادہ کامل نہیں۔ (8) کوئی عمل فکر سے افضل نہیں۔ (9) کوئی حسد مہر سے اعلیٰ نہیں۔ (10) کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنے والی نہیں۔ (11) کوئی دوا نرم تر نرمی سے نہیں۔ (12) کوئی مرض حق سے زیادہ ایذا رسانی نہیں۔ (13) کوئی رسول حق سے علول نہیں۔ (14) کوئی دلیل واضح تر صدق سے نہیں۔ (15) کوئی فقیہی دلیل تر طمع سے نہیں۔ (16) کوئی توانگری زیادہ بد بخت جوڑنے سے نہیں۔ (17) کوئی زندگی عمر تر تندرستی سے نہیں۔ (18) کوئی معصیت عفت سے زیادہ گوارا نہیں۔ (19) کوئی عجلت شوق سے زیادہ اچھی نہیں۔ (20) کوئی زہ قناعت سے بہتر نہیں۔ (21) کوئی عافیت سکوت سے زیادہ نہیں۔ (22) کوئی عجب موت سے زیادہ نزدیک نہیں۔

محمد بن سعید مروی فرماتے ہیں کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو صدق سے طلب کرے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ میں ایک آئینہ عیبت فرمائے جس میں تجھے عجب دنیا و آخرت کے نظر آئیں۔

فائدہ :- ابو بکر و رافع کہتے ہیں کہ اپنے اور خدا کے درمیان میں صدق کی حفاظت کرو اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان میں ملحوظ رکھو۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی دوستی کی بھی کوئی سبیل ہے؟ آپ نے ایک قطعہ پڑھا۔

قد بقینا من الذنوب جباری۔ نطلب الصدق مالم یسبیل۔ فدعادی الہدی متحف علیہا۔ وغلاو الہدی علیہا تقبل۔ ہم گناہوں میں حیران ہیں اور صدق کے طالب نہیں۔ یہ غلط ہے اس طرف کوئی راہ نہیں۔ خواہشات کے ہم پر حملے ہیں اور خواہش کے فلاں ہونا ہم سے محل ہے۔

فائدہ :- حضرت سل علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے۔ جس پر ہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخوت اور شجاعت۔ سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تقویٰ اور حیاء اور خدائے حلال۔

حدیث شریف :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کامل پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ حق کرنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا۔

حضرت چچہ اس پہلے کی تفسیر میں ایسا لے لے صادقین عن صدقہم فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنے خیال میں صدق ہیں۔ ان کے صدق کا عمل خدا کے نزدیک پوچھا جائے گا اور یہ معاملہ برقرار ہے۔

حقیقت صدق اور اس کے مراتب :- لفظ صدق چھ معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ (1) قول۔ (2) نیت۔ (3) عزم۔ (4) وقائع عزم میں صدق کا ہونا۔ (5) صدق رد عمل۔ (6) دین کے سب مقصدات کی تحقیق میں صدق کا ہونا۔ جو شخص ان چھ باتوں میں صدق کے ساتھ متصف ہوگا وہ صدیق ہوگا۔ اس لیے کہ صدق وہ غایت درجے کو پہنچے گا تو سینہ مہلذ اس پر صحیح ہوگا۔ پھر مصلوقین کے بہت سے درجات ہیں۔ جس کو کسی خاص چیز میں صدق حاصل ہوگا وہ اسی شے کی نسبت صدق کہلائے گا جس میں اس کا صدق پلایا جائے گا۔ اب ہر ایک صدق کی تفصیل ہمیں بتانی ہے۔

تفصیل :- صدق زبان اور وہ اخبار اور ان اقوال میں جو متضمن بہ اخبار ہوں، ہوا کرتا ہے اور خبر یا زمان مگرشت سے متعلق ہوتی ہے یا زمانہ آئندہ ہے۔ اس میں داخل ہے وعدہ پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا۔

انتباہ :- ہر انسان پر لازم ہے کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجزج کے اور کوئی منہ نہ کرے اور تمام اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تری قسم ہے۔ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اور اشیاء کا عمل جیسے واقع میں ہیں، اس کے خلاف نہ کرے گا تو وہ صدق کہلائے گا لیکن اس صدق کے لیے دو کمال ہیں۔ کنایات سے استرازا کرنا اور ان سے

بچنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ بھی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہیں کیونکہ جھوٹ میں یہی بات ممنوع ہے کہ جو چیز واقع میں کس طرح ہے۔ اس کو برعکس نہ سمجھنا چاہیے مگر ازاجا چونکہ اس کی پڑتی ہے بلکہ بعض اوقات مصلحت وقت اس کی متعین ہوتی ہے مثلاً لڑکوں اور عورتوں وغیرہ کی تکلیف اور ظالموں سے بچنے اور دشمنوں سے لڑنے اور اسرار ملک پر ان کی اطلاع سے احتراز کرنے میں تو ایسی صورتوں میں اگر کوئی جھوٹ کے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا کی رضا میں وہ بات کہ جس کا اسے حکم کرے اور جس قدر متعین دین ہو۔ جب اس طرح بولے گا تو صدق ہوگا۔ اگرچہ اس کے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جائے، اس لیے کہ صدق خود مقصود جملہات نہیں بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حق کی طرف بلاتا ہے۔ اس لیے اس کے ظاہر کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ مضمون پر نظر کرنی چاہیے۔ ہاں ایسے مقامات میں جہاں تک ہو سکے تکلیفات کو کام میں لانا چاہیے تاکہ صریح جھوٹ نہ ہو۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کسی سزائی طرف متوجہ ہوتے تو اس کو دوسرے سے چھپاتے تاکہ دشمنوں کو خبر نہ ہو۔

حدیث شریف :- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو شخصوں کے درمیان صلح کرتا ہے وہ جھوٹا نہیں۔ وہ کوئی اچھی بات کہے یا کوئی خیر پیشائے۔

فائدہ :- آپ نے تین جگہوں میں حسب مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت دی 1۔ دو آدمیوں میں صلح کرنا ہے۔ 2۔ جس کی دو زوجہ ہوں۔ 3۔ جو شخص جنگ کی مصلحت میں ہو اور صدق سے ان جگہوں میں صدق نیت مراد لیا جاتا ہے یعنی لحاظ نیت اور اراد خیر کا کیا جاتا ہے۔ لفظوں کا لحاظ نہیں رہتا۔ اس کا قصد درست اور نیت صدق ہو اور محض خیر کا غالب ہو۔ وہ صدق اور صدیق ہوگا۔ اگرچہ اس کے الفاظ کیسے ہی ہوں۔ پھر بھی اشارۃ بیان کرنا بہتر ہے۔ اس کا طریقہ وہ ہے جو کسی بزرگ سے متقول ہے کہ جب ان کو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر میں ہوتے تو اپنی زوجہ سے فرماتے کہ اپنی انگلی سے ایک دائی کھینچ لے اور اس میں انگلی دکھ کر کہہ دے کہ میں نہیں ہے۔ اس بہانہ سے جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچے رہتے تو ان کا قول حق تھا مگر ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھر میں نہیں غرضیکہ مکمل اول حد میں تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ اور تکلیفات سے احتراز کرے اور بلا ضرورت ان دونوں کو عمل نہ لائے اور دوسرا مکمل یہ ہے کہ صدق کے ان الفاظ سے مضمون کی بھی رعایت رکھے جیسے کہ خدا تعالیٰ سے مناجات اور دعا کرتا ہے مثلاً زبان سے کہے اتنی وجہات وجہی للذی فطر السموات والارض (الانعام 79) ترجمہ کنز الایمان :- میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مخوف اور دنیا کی آرزوؤں اور شہوات میں مشغول ہو تو یہ محض جھوٹا ہے یا زبان سے کہے کہ ایک بعد یعنی تیری ہی عہدت کرتے ہیں یا کہے کہ میں بندہ خدا ہوں اور بندہ ہونے کی بابت اس میں نہ پائی جاتی ہو۔ خدا تعالیٰ کے سوا مطلوب کوئی اور چیز ہو تو اس کا کام سچا نہ ہوگا۔ اگر قیامت کو پانچ برس اس جیلے کے صدق کی ہوگی کہ میں بندہ خدا ہوں تو اس سے

صدق ثابت نہ ہوگا اس لیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ ہوگا تو اپنے قول میں سچا نہ ہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہو چلا کرتا ہے وہ اس کا بندہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے دنیا کے بندہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفس عبدالمذنب رونس عبدالمہم عبدالحلہ وعبدالخمیسہ

اس حدیث میں جس شخص کا دل جس چیز میں مقید تھا۔ اس کو اسی کا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالیٰ کا وہ ہے جو غیر اللہ سے آزاد ہو کر آزاد مطلق ہو جائے۔ جب یہ آزادی آئے گی تو دل قاصر ہوگا اور اس میں خدا تعالیٰ کا بندہ ہونا سچا ہوگا اور یہ بندگی بندے کو خدا تعالیٰ اور اس کی محبت میں مشغول کر دے گی اور اس کا باطن و ظاہر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا متبع ہو جائے گا اور کوئی مرتلوں کی سوائے خدا تعالیٰ کے نہ ہوگی۔ پھر یہ مرتبہ بھی سالک طے کر کے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلیٰ ہے پہنچ جاتا ہے۔ اسے آزادی کہتے ہیں یعنی اس بات سے آزاد ہو جائے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خدا تعالیٰ کے لیے بھی نہ کرے بلکہ جو کچھ اسے منکوح ہو اسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادہ کو اس کے ارادہ میں فنا کر دے تو ایسا شخص دوبارہ آزاد ہوگا اور دل تو غیر اللہ سے آزاد ہو کر بندہ خاص ہوا پھر اپنے نفس سے آزاد ہو کر اپنے آپ سے نیست و مہرود ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اس نے ہلایا تو جلا اور ٹھسرا تو ٹھسرا کیا اور اگر مصیبت میں مبتلا کیا تو راضی ہوا۔ اس میں کسی چیز کی درخواست یا اعتراض کی کوئی محتاج نہ رہتی بلکہ خدا تعالیٰ کے سامنے وہ بیباک ہے جیسے مرد زندہ کے ہاتھ میں۔

مسئلہ :- بندگی خدا تعالیٰ میں نہایت درجے کا صدق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہے جس کا وجود اپنے نفس کے لیے نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور غیر اللہ سے آزادی صلوٰۃ کے درجہ میں سے ہے۔ اس کے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہے اور اس سے پہلے والے کو نہ استحقاق صلوٰۃ کے جاتے کا ہے نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت اور ارادے کا ہے جس کا دل اخلاص کی طرف راجع ہے یعنی سلا ایسے حال میں ہو کہ حرکت و سکنت میں اس کا باعث سوائے خدا تعالیٰ کے اور نہ ہو۔ اگر کوئی حقوق نفسانی میں سے اس میں مل جائے گا تو صدق نیت جاتا رہے گا اور اس شخص کو اس صورت میں جھوٹا کہہ سکتے ہیں۔

حدیث شریف :- فضیلت اخلاص میں ہم نے ایک حدیث نقل کی کہ تین شخصوں سے سوال ہوا کہ شلا جس وقت عالم سے سوال ہوگا کہ تو نے علم سیکھ کر کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص عالم ہے۔ میں دیکھتا چاہیے کہ اس کو یوں نہیں فرمایا گیا کہ تو نے عمل نہیں کیا بلکہ صرف ارادہ و نیت میں اس کو جھٹلایا۔

فائدہ :- بعض اکابر کا قول ہے کہ صدق سنی کی ہے کہ قصد میں توجہ صحیح ہو۔ اسی طرح آیت میں واللہ بشہدان المعنفین لکفون (المستقرن ۱) ترجمہ کنزالایمان :- اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ متعلق خدا پر جھوٹے ہیں۔ اس کے

بعد انہوں نے کہا تھا انکے رسول اللہ ﷺ یہ قول صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے زبانی قول کو نہیں جھٹلایا بلکہ جو بات ان کے دل میں پوشیدہ تھی، ان کے اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور تکذیب خبر پر ہوا کرتی ہے اور یہ قول کفار کا عمل کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہے، اس لیے کہ کہنے والے اپنا اعتقاد زبان سے بتاتے ہیں کہ جو لفظ ہم منہ سے کہتے ہیں، وہی ہمارا عقیدہ ہے تو اس کی تکذیب فرمائی کہ عمل کے قرینہ کو جو ہم اپنے اعتقاد کی دلیل بتاتے ہو، یہ بیہوش ہے۔

خلاصہ :- یہ ہے کہ ایک معنی صدق کی نیت خاص ہو، جس کو اخلاص کہتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو صادق ہوگا اسے ضروری ہے کہ غلط بھی ہو۔ تیسرا صدق عزم کا ہے یعنی انسان بھی عمل سے پہلے اپنے دل میں اللہ کا حکم کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مل دے تو سب صدق کروں گا۔ اگر خدا کی راہ میں کسی دشمن سے ملوں تو کچھ پروا نہ کروں۔ اگرچہ مارا جاؤں اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو عدل کروں گا اور خدا تعالیٰ کی غافلی کروں۔ غلط کرنے یا غلطی کی طرف رغبت کرنے سے پہلے یہ اللہ کا بھی انسان اپنے دل میں پاتا ہے اور یہ عزیمت بھی تو یہی اور صادق ہوتی ہے اور بھی اس کے عزم میں ایک قسم کا سبیل تردد اور ضعف ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کا معنی یہی کامل اور قوی ہونے کے ہے مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو اشتہام صدق ہے یعنی پوری اور قوی خواہش ہے اور اگر کہتے ہیں کہ فلاں مریض کو اشتہام کذب ہے یعنی اس کی اشتہام کسی سبب جلیت اور قوی نہیں پایا کہ اس کی اشتہام ضعیف ہے تو جس صورت میں کہ صدق سے یہ معنی مراد لے جلیوں تو صدق اور صدیق ایسے شخص کو کہیں گے جو اپنے عزم کو خیرات کے ہارے میں پورا اور قوی پائے نہ اس میں میل اور کجی ہو نہ ضعف و تردد بلکہ اس کا نفس ہمیشہ خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے لوگ گردن کانٹے کو پیش کر دیں تو مجھے اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اس قوم کا امیر ہوں جس میں حضرت ابو بکر صدیق ہوں تو آپ نے اپنے دل میں عزم پختہ اور محبت صدق پائی کہ بلا جود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر نہ بنے۔ پھر اس عزم کو اپنے قتل ہو جانے کی تاکید کر دی۔ مراتب صلوات عزم میں مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی عزم کو اتنا پاتا ہے کہ اس کی حد نہیں میں تک کہ اس کی وجہ سے قتل پر راضی ہو جاتا ہے لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جائے تو قتل ہونے کے لیے جرات نہ کرے۔ اگر اس سے قتل کی گفتگو کی جائے تو عزم ٹوٹ جائے بلکہ صلوات اور مومنین میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ اگر بالفرض ان کو اختیار دیا جائے کہ تم اپنا قتل ہوا اختیار کرو یا حضرت ابو بکر کا تو ان کو اپنی زندگی کے بجائے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی محبوب ہوگی۔ چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے میں ہے اس لیے کہ نفس سرورست تو عزم کر لیا کرتا ہے کہ وعدہ اور عزم میں کیا فرق ہوتا ہے مگر جب موقع آجاتا ہے اور قدرت حاصل ہوتی ہے اور شہوات کا زور ہوتا ہے تو عزم و حیلہ ہو جاتا ہے اور شہوات غالب ہو کر عزم کو پورا نہیں ہونے دیتی اور یہ بات دفاع عزم کے صدق کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے صدق کے ہارے میں فرماتا ہے **رَجُلًا صَلَفًا مَّا عَاهَدُوا إِلَيْهِ** (احزاب 23) ترجمہ کنز الایمان :- جنہوں

نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

اس آیت کی شان قبول میں لکھا ہے کہ حضرت اہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچا اہل بن خرقہ کا حل روایت کرتے ہیں کہ جنگ ہند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے۔ ان کو یہ امر غایت گراں گزرا اور فرمایا یہی شلوت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہوئے اور میں آپ کی خدمت سے عتاب رہا۔ بخدا اگر اللہ تعالیٰ مجھے پھر کوئی موقع شلوت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دکھلائے گا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کروں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صل آئندہ میں جنگ اہل ہند میں حاضر ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذ نے آپ سے پوچھا کہ اسے ابو عمرو کہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہے۔ مجھے اہل ہند کے اسی طرف محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ اٹھا لڑے کہ شہید ہوئے۔ آپ کے بدن میں کچھ لوہا ہی زخم تیرا اور تلواریں اور تیرے کے نشان تھے۔ آپ کی ہنسنے فرمایا کہ میں نے اپنے بھائیوں کو زمینوں کی وجہ سے نہ پہچانا انھیں کے پوروں سے پہچانا۔ تب آیت اتری رجال صدفوا ما عاہدوا اللہ علیہ ترجمہ کرتا ایمان :- جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

(ترجمہ از کنز الایمان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معتب بن عہر کے پاس کھڑے ہوئے جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور اہل ہند کے دن منہ کے تل گر کر شہید ہوئے۔ ان کے پاس بھی آپ نے یہ آیت پڑھی رجال صدفوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من فضلی نجبہ ومنہم من بنی نظر (الاحزاب 23) ترجمہ کرتا ایمان :- جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔

حدیث شریف :- فضل بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شہداء جا رہے ہیں۔ ایک ایماندار جس کا ایمان خوب کھرا ہے کہ دشمن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی یہاں تک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص ہوگا کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف اپنی آنکھیں اس طرح اٹھائیں گے اور آپ نے سر اٹھایا۔ یہاں تک کہ ٹوٹی مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ٹوٹی آپ کی گر گئی یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسرا وہ مرد ہندوار کھڑے ایمان والا کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اس کی آنکھوں میں ٹپکے دے دیئے۔ اس پر ایک تیراوی آگیا اور شہید ہو گیا۔ یہ دوسرے درجے میں ہے۔ تیسرا وہ مرد ایمان جس نے کچھ عمل نیک کیا اور کچھ برا اور دشمن سے لڑا اور خدا تعالیٰ کی تصدیق کی یہاں تک کہ شہید ہوا۔ یہ تیسرے درجے میں ہے۔

چوتھا وہ مرد ایمان ہے جس نے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے لڑ کر خدا تعالیٰ کی تصدیق کی حتیٰ کہ شہید ہوا۔

فائدہ :- حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص نکلے اور پھر جمع میں آکر کہ اگر اللہ تعالیٰ مل دے گا تو ہم صدق



وہیں کے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ایسی رحمت فرمائی کہ انہوں نے بھل کر کیا تو یہ اہمیت اتنی کہ انہوں نے عہد اللہ لیں اتنا من فضلہ لصدقہن ولنکونن من الصالحین (التوبہ 75) ترجمہ کنز الایمان :- اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے۔ (ترجمہ از کنز الایمان) بعض نے لکھا ہے کہ عہد الہی شے تھی جس کو خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں روشن کر دیا تھا۔ زبان سے انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ اس عہد کو پورا نہ کرنے پر ارشاد فرمایا ومنہم من عاہد اللہ لئن آتانا من فضلہ لصدقن ولنکونن من الصالحین ولما آتاهم من فضلہ بخلوا بہ ونولوا وہم معرضون فاعظم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وما کانوا یکنذبون (توبہ 75-76) ترجمہ کنز الایمان :- اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بھل کر نہ گئے اور عہد پھیر کر پلٹ گئے تو اس کے پیچھے اس نے ان کے دلوں میں خفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے۔ بدلہ اس کا

کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ جموٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولنے تھے۔ فائدہ :- اس اہمیت میں عزم کو عہد فرمایا اور اس کے خلاف کرنے کو کذب اور اس کے پورا کرنے کو صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت سخت تر ہے۔ اس لیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہو جاتا ہے مگر پورا کرتے وقت جو اس کی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہے اور اسباب موجود اور قدرت حاصل ہوتی ہے تو اس وقت پہلو تھک کر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استثناء فرمایا تا مینی جب آپ نے فرمایا کہ مجھے اگر کروں مارنے کے لیے آگے کروں تو مجھے اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایسی قوم کا امیر ہوں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجھے کوئی ایسی بات نہ کہے جو اب میرے دل میں نہیں۔ اس لیے کہ میں اپنے نفس سے نہیں شاید اس پر اس وقت قتل گراں مگر رے تو اس عزم سے پھر جائے۔

فائدہ :- اس قول میں اشارہ ہے کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہے۔ حضرت ابو سعید حراز فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ صدق کیا چیز ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا۔ انہوں نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ عہد آسمان کو پہلے گئے۔ پانچواں صدق اعلیٰ میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اس کے اعلیٰ ظاہری میں یہ بات نہ پائی جائے کہ دل میں اس کے کوئی بات ہے جو واقعہ میں نہیں اور یہ کوشش کچھ اعلیٰ ترک کرنے سے نہ ہو بلکہ اس طرح ہو کہ ظاہر کی تعذیب پر سمجھنے لائے اور یہ بات ترک دیا کے خلاف ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اس لیے کہ دیکھا کہ عہد آسمان کو پہلے گئے کہ اعلیٰ ظاہری سے لوگ اس کے ظہن کو متصف بہ مغفالت عہد سے جائیں اور اس صدق سے ترک دیا غرض نہیں کیونکہ اکثر گناہی اپنی نماز میں خشوع کی سی صورت بناتے دیکھتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ کوئی دسرا ان کو دیکھے لیکن ان کا

دل نماز سے غافل رہتا ہے۔ اگر باطن اس کو کوئی دیکھے تو جانے کے خدا تعالیٰ کے خانے کھڑا ہے۔ علائکہ باطن میں وہ بازار میں یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس قسم کے اعلیٰ زبان حل سے باطن کا احوال کتنے ہیں جس میں وہ غصہ جھوٹا ہے اس سے اعلیٰ میں صدق کی باز پرس ہوگی۔ اسی طرح آدمی بھی وقار اور سکون کی بہت سے چیز ہے اور اس کے باطن میں ان دونوں صفوں کا پتہ بھی نہیں ہوگا۔ ایسا غصہ اپنے عمل میں صلوٰۃ نہیں ہوگا۔ اگرچہ حقوق کی طرف تفت نہ ہو نہ ان کے لیے ریا کرنا ہو اور اس سے غلبت نہیں ہوتی مگر اسی صورت سے کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعض لوگوں نے ظاہر کی۔ اتنی اور برے لوگوں کا لباس اختیار کیا تھا کہ ان پر مگن خیر کا ظاہر کو دیکھ کر کوئی نہ کرے ورنہ ظاہر کے حل سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہ ہوگا تو کلب نصیر کے فرضیکہ مخالف ہوا ظاہر کا باطن سے اگر قصد ہوگا تو اس کا نام ریا ہوگا اور اس کے باعث اظہار جاتا رہتا ہے اور اگر بے قصد ہو تو اس سے صدق جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللھم اجعل سریرتی خیرا مبین علائقی واجعل علائقی صالحا

اقوالِ اسلاف :- زید بن الدارث فرماتے ہیں کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہوتا ہے اور اگر باطن افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اس کا نام افضل ہے اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اس کا نام جور ہے۔ میرے کچھ شعائر پڑھئے۔

اذا السر والاعلان فی الموت من استوی۔ فقد عرفنی الدارین واستوجب الغنا۔ اگر مومن کا ظاہر و باطن ہو تو کیا خوب۔ اسی سے عزت ہے اور تعریف کا مستحق ہے۔

فان خائف الابلان بئرا فضاله۔ علی سعبه فضل سوی الکدوالعناء۔ اگر ظاہر تو اچھا ہو لیکن باطن میں خرابی ہو تو پھر یہ تمام کوشش برباد ہے اور بیکار و فضول۔

لخالص الدنیا رفو السوء نافذ۔ ومقشوفہ السرحدود الانففس المتناہی۔ اچھی دشمنی ہر جگہ چلے گی اور کھوں کوئی نہ لے گا اور نہ کام چلے گا۔

فائدہ :- عبد الغفار فرماتے ہیں کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔

معلوہ بن فرو کہتے ہیں کہ کوئی مجھے ایسا غصہ ملاوے جو رمت کو روکا کرے اور دن کو بڑا کرے۔ عبد الواحد کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کا دستور تھا کہ جب کچھ ان کو امر کیا جاتا تو سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے عامل ہوتے تھے۔ اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ نادرک ہوتے تھے اور میں نے بھی کسی کو نہیں دیکھا جس کا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا ان کا تھا۔

ابو عبد الرحمن زائد کہتے ہیں کہ انہی میں نے اپنے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ تو اس سے لانت کے ساتھ کیا اور مجھ میں اور تمھ میں جو معاملہ تھا اسے میں نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا۔ پھر رویا کرتے تھے۔  
ابو یحیٰی سمرجوری کہتے ہیں کہ صدق یہ ہے کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن میں ہو۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہے۔ چنانچہ صدق جو تمام درجہات سے اعلیٰ اور کیلیب ہے 'وہ صدق دین کے عقائد میں ہے۔ جیسے کہ صدق خوف اور رجاء اور تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام اور طریقت میں اس لیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مہلکی ہوتے ہیں کہ جہاں ان کا تصور ہو اس پر یہ الفاظ بولنے لگے۔ پھر آغاز کے بعد ان کی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے اور صدق محقق دی ہوتا ہے جو ان کی حقیقت کو پہنچ جائے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل ہوا کرتی ہے تو اس کے موصوف کو صدق کہا کرتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ظلال شخص لڑائی کا سچا ہے اور یہ خوف سچا ہے اور یہ شہوت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یزنا بوا وجاہلوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون (النور 62) اور فرمایا ولكن ابر من امن باللہ والیوم الآخر والملکۃ والکتب والنبین وانى المال علی حبہ ذوی القربی والیتیمی والیتیمی والساکین وابن السبیل والسانلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ وانى الزکوۃ والموفون بعهدهم افا عاہلوا والصابرین فی البیاسۃ والفسرۃ وحین الیاس اولئک الذین صدقوا (البقرہ 179) ترجمہ کنز الایمان :- پہلی اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے اور رشتہ و دہنوں اور قیاموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سالکوں کو اور مردیوں چھوڑے اس میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا خون پورا کرنے والے جب عہد کریں اور مبروہ والے مصیبت اور سختی میں اور جلا کے وقت بھی ہیں جنہوں نے اپنی ہمت چھٹی کی۔

فائدہ :- حضرت ابو ذر سے کسی نے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی۔

مثیل خوف :- جو بندہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے 'وہ اللہ تعالیٰ سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ خوف اس طرح کا ہوتا ہے کہ صرف لفظ خوف اس پر صدق آئے گا مگر حقیقت خوف کے روئے کو نہیں پہنچتا کہ اسے خوف صدق کہہ سکیں مثلاً جب کوئی کسی بدشگونی سے یا سفر میں دایم و غیرہ سے ڈرتا ہے تو اس کا دھک زور پڑ جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں پر لرزہ ہوتا ہے۔ عیش خلع ہو جاتا ہے اور خواب و خوراک دشوار ہو جاتے ہیں۔ کسی ہمت میں دل نہیں لگتا 'اوس پائندہ ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات ڈر کے بارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہے۔ آرام و چین کو چھوڑ کر وحشت اور مشقت برداشت کرتا ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ اس خوف سے خوف کرتا ہے اور جب مرعوب

کسی معصیت کا ہوتا ہے تو ان میں سے کوئی سی بات اس پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے دوزخ سے بڑھ کر کوئی شے نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور جنت جیسی نہیں دیکھی کہ اس کا طالب سو رہا ہے۔

فائدہ :- ان امور کی حقیقت کو پہچانا بہت ہی کم ہے اور ان مقالات کی یکہ حد نہیں کہ اس کے مکمل تک پہنچ سکیں مگر ہر شخص کو اس کے حل کے موافق ان میں سے حصہ ہوتا ہے۔ کم ہو یا زیادہ اگر حصہ قوی ہو تو اس صورت میں بڑھ صلاح کلام کا فریضہ معرفت اور تعظیم الہی اور اس سے خوف کرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو تساری صورت اصلی میں دیکھوں تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی بشریت اس کے دیکھنے کی تک نہ لائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں دکھلا ہی وہ۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ کسی روشن رات میں منہج میں دکھلا دوں گا۔ آپ جب چاندنی میں وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا حضرت جبریل نے تمام آسمان کے کناروں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ آپ دیکھتے ہی غش کھا گئے۔ جب آپ کو لگا ہوا تو حضرت جبریل اپنی پہلی صورت پر آ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے گمان میں خدا تعالیٰ کی مخلوق میں اس طرح کا کوئی نہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ اسرائیل علیہ السلام کو دیکھیں تو کیا ہو گا۔ عرض معلیٰ ان کے کندھے پر ہے اور ان کے پاؤں سب سے نیچے کی زمین میں اور اس کے بلجود اس کے خدا کی عظمت سے جب وہ سگرتے ہیں تو وہ پھوٹی چیزا کے برابر ہو جاتے ہیں۔

حضرت اسرائیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھٹی ہوگی جو اس درجے کو پہنچ جاتے ہیں اور تمام فرشتے ایسے نہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ معرفت میں متفاوت ہیں تو صدق اور تعظیم اس کا نام ہے۔

شب معراج :- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جو میں گیا تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ملا اعلیٰ میں خدا تعالیٰ کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانی پلہ جو اونٹ کی پشت پر ڈال دیتے ہیں۔ اسی طرح پر سحاب بھی خائف تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہیں پہنچے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک تو سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں احق نہیں جلتے گا تب تک حقیقت ایمان کو نہیں پہنچے گا اور معرفت کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے پروردگار کے معاملے میں احق نہ ہو مگر اتنا ہے کہ بعض احق بہ نسبت بعض کے آسمان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی بڑھ ایمان کی حقیقت کو نہ پہنچے گا جب تک کہ لوگوں کو خدا کے مقابلہ میں لوٹنوں کے مانند نہ دیکھے اور پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اس کو سب سے زیادہ حقیر قرار جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان مقالات میں صلوٰۃ آوی کیا ہے پھر درجہ کی یکہ حد نہیں۔

فائدہ :- بعض اوقات بندے کو بعض امور میں صدق ہوتا ہے اور بعض میں نہیں۔ پس اگر سب امور میں صلوٰۃ

ہوگا تو وہ پاک صديق ہے۔

حکایت :- حضرت سود بن حذافہ فرماتے ہیں کہ تین باتوں میں تو میں پاک ہوں اور ان کے سوا اور امور میں کچھ میں نے شروع اسلام سے کبھی نماز اس طرح نہیں پڑھی کہ جی میں کہتا ہوں کہ اس سے کب فارغ ہوں گا۔ (2) جس جنازہ کے ساتھ گیا جی میں یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہیں جواب دے گا۔ اس کے سوا دفن تک اور کچھ خیال نہیں گزرا۔ (3) جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سننے سنا تو یقین کر لیا کہ بے شک حق ہے۔ میں حضرت ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری عقل کے مطابق یہ حقیقتیں بخیر نبی کے نور کسی میں جمع نہیں ہوا کرتیں تو ان امور میں یہ صدق کی بات ہے۔ حالانکہ بہت سے جلیل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز لواء کی اور جنازے کے ساتھ گئے مگر اس دور سے کو نہ پہنچے۔

فائدہ :- یہ بیان تعداد جات صدق اور اس کے معنی کے نور کلمات جو صدق کی حقیقت کے باب میں مشعل محکرام سے منقول ہیں۔ ان سے ان معانی میں سے ایک ایک پائے جاتے ہیں۔ ہاں ابوبکر و راقی نے فرمایا کہ صدق تین قسم کا ہے۔ صدق توحید اور صدق طاعت اور صدق معرفت۔ صدق توحید عالم مومن کے لیے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ الْكَافِرُ هُمُ الْصٰدِقُونَ (ترجمہ از کنز الایمان) اور صدق طاعت اور باب علم اور اہل ورع کے لیے ہے اور صدق معرفت نفل و لایات کے لیے ہے جو زمین کے لوگوں میں اور یہ سب اقسام انہیں اقسام میں آجاتے ہیں جو ہم نے چھٹی قسم میں لکھے ہیں غور ایک بات یہ ہے کہ انہوں نے وہ چیزیں لکھی ہیں جن میں صدق ہوتا ہے اور وہ بھی پوری نہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صدق مجاہدے کا نام ہے اور یہ کہ تو اللہ تعالیٰ پر دوسرے کو اختیار نہ کرے۔ جیسے اس نے تم پر غیر کو اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا ہوا جناب امام

وہ موسیٰ علیہ السلام پر :- خدا تعالیٰ بنے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہوں تو اس پر ایسی بلائیں بھیجتا ہوں جن کی تک پہاڑوں کو بھی نہ ہو اور اس سے مجھ کو اس کا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہے۔ پھر اگر میں اس کو صابر پاتا ہوں تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہوں اور اگر مضطرب اور ولولہ کرنے والا پاتا ہوں کہ میری شکایت میری ہی حقوق سے کرے تو اس کو رسوا کرتا ہوں اور کچھ پروا نہیں کرتا۔ اس سے مظلوم ہوا کہ صدق کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ معصیتوں اور طاعتوں دونوں کو چھپائے اور خلق کا دلف ہونا ان دونوں پر برا جائے۔

## مراقبہ و محاسبہ

مراقبہ و محاسبہ کے متعلق قرآن و احادیث میں بکثرت مضامین ہیں۔

قرآن مجید :- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ونضع الموازين القیسة لיום تظلم نفس شیء وان كان متقال حبة من خردل اشبنا بها وكفی بنا حاسبین (الانبیاء 47) ترجمہ کنزالایمان :- اور ہم عدل کی ترازو بھی رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ قلم نہ ہوگا اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔ اور فرمایا ووضیع الکتب فشری الہجر من مشفقین مما فیہ ویقولون یاویلنا مالہذا الکتب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احد (نکلت 49) ترجمہ کنزالایمان :- اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے ہائے غریب ہماری اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا کلمہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔ اور اپنا سب کچھ کیا انہوں نے سامنے لیا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرمایا یوم یعینہم اللہ جمیعاً فینبہم بما عملوا احصہ اللہ ولسوء اللہ علی کل شئی شہید (الحجرات 6) ترجمہ کنزالایمان :- جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کو تکبت جتادے گا اللہ نے انہیں مکن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔ اور فرمایا یومئذ یبصر الناس اشنا ان لیروا اعمالہم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزل 68) ترجمہ کنزالایمان :- اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کسی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھرا بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھرا برائی کرے اسے دیکھے گا۔ اور فرمایا ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون (آل عمران 161) ترجمہ کنزالایمان :- پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھر بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اور فرمایا یوم نجد کل نفس ما عملت من خیر محضراً وما عملت من سوء تود لو ان بینہا و بینہا امدا یبصدا ویحلوکم اللہ نفسہ (آل عمران 30) ترجمہ کنزالایمان :- جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ ہمیں اپنے نظریے سے ڈراتا ہے۔ اور فرمایا واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ (البقرہ 235) ترجمہ کنزالایمان :- اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو

فائدہ۔ ان آیات کے مضامین سے بندھن دین یعنی اہل ہجرت نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف حنود ہے اور ان سے حساب ہوگا اور ذرہ ذرہ خطرات اور لحظات کی پریشانی ہوگی اور ان خطرات سے نجات کی صورت یہی ہے کہ بندے ہمیشہ محاسبہ کیا کریں اور اپنے احوال کے گھر ان وہیں کہ ہر ایک سانس اور حرکت کا مقابلہ اپنے نفس سے رکھیں اور ہر خطروہ و لحظہ میں اس سے حساب لیں۔ اس لیے کہ جو اپنے نفس سے حساب لے جانے سے پہلے محاسبہ کرتا رہے گا اس کا حساب قیامت میں ہلکا ہوگا اور جواب بن آئے گا اور اس کا رجوع اور انجام وہی اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لے گا ہمیشہ پچھتائے گا اور میدان قیامت میں بڑی مدت تک کھڑا رہے گا اور اس کی برائیاں اس کو رسوائی اور غضب میں مبتلا کریں گی۔ جب ان کو یہ امر منکشف ہوا تو انہوں نے جان لیا کہ ان خرابیوں سے نجات کی صورت طاعت الہی کے بغیر اور کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے صبر اور ہمداشت کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا **بِأَيِّهَا الذِّهْنِ امْنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَابْتَغُوا (آلہ عمران 200) ترجمہ کنز الایمان**۔ اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔

انہوں نے اپنے نفسوں پہ یہ ہمداشت کی کہ لوں ان سے شرمیں کیں پھر گھر ان حل رہے۔ پھر حساب کیا پھر مزا دی۔ پھر مجاہدہ کیا پھر عقب کیا غرضیکہ ایک ہمداشت میں ان کو چھ مقام حاصل ہوئے جن کی شرح نور میاں حقیقت اور تفصیل اور ان کے اعلیٰ کی تفصیل ضروری ہے اور ان کی اصل محاسبہ ہے لیکن ہر ایک حساب آپس کی شرط لگانے اور گھر ان رہنے کے بعد ہوا کرتا ہے اور حساب کے بعد اگر نقصان معلوم ہو تو لوٹ عقب اور حقارت کی پہنچتی ہے۔ اب ہم شرح ہر مقام کی ذکر کرتے ہیں۔

**انفس سے محاسبہ و شرائط :-** جو لوگ تجارت کا کاروبار کرتے ہیں اور اسباب تجارت میں شریک ہوتے ہیں۔ ان سب کی فرض حساب کے وقت یہ ہوتی ہے کہ کچھ نفع نکالے گا اور جس طرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہے اور مل اس کو سپرد کرتا ہے کہ تجارت کرے پھر اس سے حساب کیا کرتا ہے۔ اسی طرح طریقت آخرت میں تاجر عقل ہے اور اس کا نفع اور مطلب نفس کا پاک کرنا ہے کیونکہ فلاح اسی کی تزکیہ پر موقوف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَدَاخِلْ مِنْ زَكَوٰةٍ وَقَدْ خَابَ مِنْ دَمْعَا (النفس 109) ترجمہ کنز الایمان**۔ بے شک مرلو کو پتلا میں نے اسے ستم کیا اور تاملو ہو جس نے اسے معصیت میں پھیلا۔ اور اس کا تزکیہ اعلیٰ صلح سے ہوتا ہے اور عقل الہی تجارت میں نفس سے مدد لیتی ہے یعنی اس کو ایسے پھلوں میں لگاتی ہے جن سے اس کا تزکیہ ہو۔ جیسے تاجر اپنے شریک یا غلام تجارت پیشہ سے مدد لیا کرتا ہے اور جس طرح کہ شریک سے تاجر فائدہ کے باب میں مدد بن کر اس ہمت کا محتاج ہوا کرتا ہے کہ پہلے کچھ شرمیں اس سے کر لے پھر اس کا گھر ان حل رہے۔ پھر حساب سمجھا کرے پھر عقب یا عقب کیا کرے۔ اسی طرح عقل بھی نفس سے ان چار باتوں کی محتاج ہے۔

1۔ اس سے شرمیں کر لے کہ کچھ دغا بنائے اس پر مقرر کر دے کہ ان کا پابند رہا کرے اور طریق فلاح اس کو

تلا کر تاکید کر دے کہ اسی راستہ کو چلیے۔

2- اس کی گھرانی سے ایک سیکنڈ فاصلہ نہ رہے۔ اس لیے کہ اگر اس کو شتر بے مہار چھوڑ دے تو اس سے بجز خیانت اور اس لٹل کے ضائع کر دینے کے اور کچھ نہ دیکھے گا۔ غلام خاں میدان خلل پا کر اگر بل پر اپنا قبو رکھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے۔ پھر گھرانی کے بعد اس سے حساب لینا چاہیے اور شرط اور اقداروں کو پورا کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ دنیا کی سوداگری جو پیسے کے لالچ کی ہوتی ہے، اس میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوتا ہے اور یہ سوداگری تو وہ ہے جس کا نفع فردس بریں اور انبیاء اور شہداء کے ساتھ اختلافِ مقلت تک پہنچتا ہے تو اس حساب کی رو سے بل کی مکمل کٹائی اور نفس پر تنگ گیری بہت ضروری ہے۔ پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھوں کے ہوں، بلاخر جاتے رہتے ہیں تو ایسی خبر میں جسے دوام نہ ہو، کیا خیر ہے۔ اس سے وہ شرعی، نہما ہے جو واقعی نہ ہو۔ اس لیے کہ جب وہ جاتا رہے گا تو ہمیشہ کو خوشی ہوگی اور شرتو جاتا رہے گا اور اگر خیر باقی رہے گی تو خیر کی خبر ملے گی اور اس کا رنج ہمیشہ رہے گا۔

اس صورت میں ہر محتاج پر جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، واجب ہے کہ اپنے نفس کے حساب لینے سے حرکت اور سکنت اور خطرات اور قدم میں ہر غفلت نہ کرے، اس لیے کہ عمر انسان میں جو سانس ہے، وہ ایک ایسا جو ہر ہے کہ جس کا عرض نہیں ہے اور اس سے ایک خزانہ ایسا خرید ا جا سکتا ہے کہ جس کی دولت بعد از لاہل تک قائم نہ ہو۔ پس ایسی سانسوں کا ضائع ہونا یا ایسی باتوں میں مصروف ہونا جو موجبِ ہلاک ہوں، نقصانِ عظیم کی بات ہے کہ کسی عاقل کا نفس اس کو نہ مانے گا۔ پس جب کوئی بندہ صبح کو اٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک وقت اپنے اکل کو نفس کی شرط کرنے کے لیے فارغ کرے جیسے کہ تاجر اسباب پر د کرنے کے وقت اپنے شریک کارندے سے شرائط کے لیے متاثر جاتا ہے، دوسرے لوگوں کو اس مجلس میں نہیں آئے وقت کہ شریکِ خوب ان شرائط کو سمجھ لے اور دوسری باتوں سے طبیعت منتشر نہ ہو۔ پھر نفس سے یوں کہے کہ میرا اس لٹل میں عمر ہے۔ جب یہ فنا ہو جائے گی تو اصل ہی جاتی رہے گی۔ پھر تجارت اور طلب اور طلبِ حنفت سے پاس ہو جائے گی اور اس آج کے دن میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلت دی ہے اور میری موت میں تاخیر فرمائی ہے اور مجھ پر انعام کیا ہے۔ اگر بالفرض مجھ کو موت دیا تو میں آخر میں تنہا کرنا کہ ایک روز مجھ کو دنیا میں بھیج دے کہ میں عمل نیک کروں تو تو بھی مجھ لے کہ مرنے کے بعد مہل واپس ہو کر اسی دن کے لیے آیا ہے تو خبردار اس دن کو ضائع نہ کرنا کہ ہر ایک سانس ایک جوہر ہے بے با ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہیں اور معدت میں وارد ہے کہ بندے کے ہر روز شب نماز میں خزانے ایک قطار میں پھیلانے جلتے ہیں۔ ان میں سے ایک خزانہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے تو اس کو اپنے حسانت کے نور سے پر دیکھتا ہے اور یہ وہ حسنت ہوتی ہیں جو اس میں تھیں۔ ان افراد کے دیکھنے سے جو بلا شہادہ کے نزدیک اس کا وسیلہ ہیں، اس کو وہ فرحت و سرور اور بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ سرور اہلِ دوزخ پر تسلیم کر دیا جائے تو اتنی خوشی ان کے جسے میں آئے کہ اس کی وجہ سے جگ کی تکلیف ان کو کچھ معلوم نہ ہو اور



جس وقت میں کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اس کا خزانہ کھولا جاتا ہے تو وہ سیلہ و تار یک ہوتا ہے۔ اس کی بدولت پہنچتی ہے اور اندھیری اس کو دبالتی ہے۔ اس خزانے کے دیکھنے سے اس کو اس طرح خوف و دہشت جھاتی ہے کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو تقسیم کر دی جائے تو ان کا آرام و چین ختم کر دے۔ ایک اور خزانہ اس کے لیے مفتوح ہوتا ہے کہ وہ خلی ہوتا ہے نہ اس میں خرابی اور نہ غم کی خبر ہوتی ہے۔ یہ وہ گہری گہرائی ہے جس میں انسان سویا یا غافل رہا ہے یا اور مباحثات دنیوی میں لگا رہا ہے۔ اس خزانے کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہے کہ کیوں غفل رہا اور اس کو اس میں ایسا نقصان ہوتا ہے جیسے کسی کو بڑی سلطنت اور نفع کثیر کا نقصان بعد قدرت کے اپنی بے پرواہی سے ہو جائے تو اس حسرت و غم کا کیا ٹھکانہ ہے۔ اتنی ہی کلفت ہے۔ اسی طرح اس پر اس کی لو لکھت کے خزانے اس کی زندگی بھر کھولے جلا کرتے ہیں تو اپنے نفس کو کہے کہ آج تو ایسی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو بھر لے۔ ایمان ہو کہ وہ اس بل سے خلی رہ جائیں جو موجب حیرتی سلطنت کا ہے اور سستی و کلفتی اور آرام ظہری کو کام میں مت لا ورنہ درجہات علیین میں تم سے وہ بات فوت ہو جائے گی جو دوسرے کو ملے گی اور تجھے سوائے حسرت اور کچھ نہ ملے گا ہمیشہ افسوس کرتا رہے گا اور اگرچہ جنت میں جائے گا مگر غم اور حسرت کی تکلیف برداشت نہ ہوگی۔ اگرچہ آگ کی تکلیف سے کم ہو۔ چنانچہ بعض اکابرین کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے بتا کہ گنہگار کی غلطی صاف ہو جائے گی مگر یہ بھی تو ہے کہ اگر اس کو محسوس جیسا ثواب نہ ملے گا۔ اس قول میں اشارہ افسوس اور حیرت کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یوم یجمعکم لیسوم الجمع ذلک یوم النشأین (التحکیم 9) ترجمہ کنزالایمان :- جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار و ہاروں کی کھلنے کا۔

یہ تو وصیت نفس کو لو لکھت کے متعلق ہے۔ پھر اس کو بتاتے ہوئے وصیت ساتوں اعضاء کے بارے میں یعنی آنکھ، کان، اور وہن و حشم، شرمگاہ اور ہاتھ، پاؤں میں کسے اور ان اعضاء کو اس کے سپرد کرے کیونکہ یہ اس تجارت میں بمنزلہ نفس کے قدموں کے ہیں اور انہیں سے اس تجارت کے اہل بھی تمام ہوتے ہیں اور دونوں کے ساتھ دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے ایک جز تقسیم ہو جائے گا اور یہ دروازے اس شخص کے لیے متعین ہوں گے جو ان اعضاء سے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ پس نفس کو وصیت کرے کہ ان کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آنکھ کو غیر محرم کی طرف یا کسی مسلمان کے سر کی طرف دیکھے یا اس کو عورت کی نظر سے بچائے بلکہ ہر ایک فضول سے جس کی ضرورت نہ ہو محفوظ رکھے۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے نظر فضول کی پرشش کرے گا جیسے کہ کلام فضول کی پرشش کرے گا۔ پھر جب آنکھ کو ان چیزوں کی طرف سے روکنا تو ایسے امور میں لگا جو تجارت کے ہوں اور ان میں نفع ملے اور یہ وہ اشیاء ہیں جن کے لیے آنکھ بنی ہے یعنی چشمِ مہربت سے خدا تعالیٰ کی عیب صفوں کو دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے دیکھنے اہل پر نظر و اتنی اور کتاب اللہ اور حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اور صحبت و استغفار کے لیے سب نعمت کا احاطہ کرنا وغیرہ سب ایسے اہل تہذیب سے کہے۔ اس طرح شرم و عار پر ہر عضو کے باب میں ساتے خصوصاً زہن و حشم کے باب میں تاکید زیادہ کرے اس لیے کہ

زہن سرشت کی رو سے چلی جاتی ہے اور بطنے میں اس کو کوئی مشقت معلوم نہیں ہوتی مگر اس کی غلطیوں میں غیبت و جھوٹ اور چٹل کے اور اپنے نفس کو صاف بنانا اور سروں کو برا کہنا کلمات کی مذمت کرنی دشمنوں پر لعنت اور بدعا کرنی اور کلام میں خصومت کرنی وغیرہ مست خراب ہیں۔ چنانچہ باب آفات ذہن میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ پس ذہن ان آفات کے درپے رہتی ہے بلکہ وہیک پیدا اس لیے ہوتی ہے کہ ذکر کرے اور لوگوں کو نصیحت و ذکر کی کرے اور علمی بحث اور تعلیم خدا تعالیٰ کے بندوں کو اس کا راست بنائے اور آپس میں وہ اشخاص کے درمیان بگاڑ کو درست کرنے میں مصروف رہے تو نفس سے شرط کرے کہ مجھ کو ذکر کے ذہن کو نہ ہلائے۔ ایماندار کی گفتگو و ذکر ہی ہوتا ہے اور اس کی فکر میرت کے لیے ہے اور سکوت فکر کے لیے۔ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ما یبلغ من قول الا لدیہ رقبہ عنبد (ق 18) ترجمہ کنز الایمان :- کوئی بات وہ ذہن سے نہیں نکلتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔ تو سوائے ذکر کے سکوت ہی مناسب ہے اور حکم کو پروردگار اس بات پر لائے کہ حرص چھوڑ دے اور حلال روزی سے تمویذ کھانے کا اعلان ہو۔ شک کی چیزوں سے احتراز کرے اور شہوات سے اس کو روک کر مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور اپنے نفس پر یہ شرط بھی لگائے کہ اگر ان باتوں میں سے کسی کے خلاف کرے گا تو تجھے یہ سزا دوں گا کہ حکم کی شہوات سے پائل روک دوں گا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اس نے حاصل کیا ہو اس سے زیادہ جاتا رہے۔ اپنی طرح نفس پر تمام اعضاء کے باب میں شرط کرے۔ تمام کا لکھنا طول چاہتا ہے اور اعضاء کی طاعت اور معاصی کوئی بھی پوشیدہ نہیں کہ جن کے کھینے کی ضرورت ہو۔ پھر اعضاء کے باب میں وصیت کرنے کے بعد نفس کو وصیت ان طاعت کی کرے جو دن رات میں کئی بار ہوتی ہیں۔ پھر نوافل کے باب میں وصیت کرے جن پر نفس قادر ہے اور بہت سے کر سکتا ہے اور ان نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور ان کے اسباب سے تلوکی کی کیفیت تمام مرتب کر دے اور یہ شرائط ایسی ہیں کہ ان کی ضرورت ہر دن ہوا کرتی ہے مگر انسان جب ان کا اعلیٰ چند دن رہتا ہے اور نفس ان سب شرائط کے پورا کرنے میں تن رہتا ہے تو پھر ضرورت شرط کی نہیں رہتی اور اگر بعض شرائط میں اطاعت کرتا ہے تو متنے سرے شرط کرنے کی ضرورت باقی ہے اور انہماک کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ایک نئی قسم اور نیا واقعہ نہ ہوتا ہو اور اس کا حکم الگ اور خدا تعالیٰ کا حق اس میں الگ نئے طور کا نہ ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے اعلیٰ میں مشغول ہونے والوں کو اکثر ہو جلیا کرتی ہے مثلاً حکومت و تجارت اور تعلیم میں کم کوئی دن ہوتا ہوگا جس میں کوئی نیا معاملہ نہ ہوتا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی ضرورت نہ پڑتی ہو تو اس لیے نفس سے یہ شرط بھی کرے کہ ایسے معاملات میں مستقیم رہے اور امر حق کی اطاعت کرے اور نیز بیکار رہنے کے انہماک سے نفس کو ڈرائے اور اس کو نصیحت اسی طرح کرے جیسے انسان بھگا ہو سرکش کیا جاتا ہے کیونکہ نفس میں طبع کی رو سے طاعت سے سرکش اور معصیت سے منحرف ہونے کو چاہتا ہے مگر وعدہ و نوب دنیا اس میں تاثیر کر جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ و ذکر فان الذکر ندمع المؤمنین (امدادیات 59) ترجمہ کنز الایمان :- اور سمجھا کہ سمجھا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اے ایمان والو! جب تم جملہ کو چلو تو خضیص کر لو۔

میں اس طرح کی شرائط نفس سے کوئی متاہل اول اس کے عکسداشت کا ہے اور اس کا نام محاسب قیل عمل ہے اور محاسب کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈراتے کے لیے کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واعلموا ان اللہ يعلم ما فی انفسکم فاحذروہ (البقرہ 235) ترجمہ کنز الایمان :- اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو۔ اور یہ آئندہ کے لیے ہے اور جو نظر کہ نکرت اور مقدار میں واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہے، اس کو محاسب کہا کرتے ہیں یعنی بندہ اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال میں نظر رکھے گا۔ اس غرض سے کہ ان کا مل کم و بیش ہونے کا معلوم ہو جائے تو یہ امر بھی داخل محاسب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یا اباہا الذین امنوا انما ضرتکم فی سبیل اللہ فنبینوا ترجمہ از کنز الایمان) اور فرمایا یا اباہا الذین امنوا انما جاءکم فاسق نبیاء فنبینوا (البقرہ 6) ترجمہ کنز الایمان :- اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔ اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ترجمہ کنز الایمان :- اس کو ڈرانے کے لیے اور آئندہ کو احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت علیہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا ارادہ کرے تو اس کا انجام سوچ لے۔ اگر انجام بستر ہو تو اس کو کر اور جو خراب ہو تو اس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم چاہو کہ عقل ہو اے عقلی پر غالب رہے تو کسی شہوت کو پرانہ کرو۔ جب تک انجام کو نہ دیکھ لو اس لیے کہ خواہش کے نہ پورا ہونے کی نسبت دل میں پشیمانی کا رونا زیادہ برا ہے اور حضرت لقمان کہتے ہیں کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہے تو ذمات سے بچا رہتا ہے اور شدلو بن لوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا الکبیر من وان نفسه وعمل لها بعد الموت والاحق من انیع نفسه هواها ونمسی علی اللہ اور ان نفس کے معنی یہ ہیں کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہیں اور قرآن مجید میں انما المؤمنون کے معنی بھی یہی ہیں کہ حساب لے جائیں گے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس سے محاسب کرو۔ پہلے اس سے کہ تم سے محاسب کیا جائے اور اس کا وزن کو چمچ اس کے کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اپنے نفس سے سختی سے حساب سے چمچ قرام کے وقت میں حساب لو اور حضرت کعب اشجار رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تمہارے کا مل کتب اللہ میں تم نے کیے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں لکھا ہے کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے سے ہلاک ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان پر درود لے کر اٹھے اور فرمایا کہ بجز اس کے جو اپنے نفس کا حساب لے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین یہ استثناء اس کے برابر ہی تو رحمت میں مذکور ہے اور کلمہ بیچ نہیں اور اس سب میں اشارہ آئندہ کے محاسب کے لیے ہے۔ اس لیے فرمایا من وان نفسه وعمل لها بعد الموت اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو اول وزن کرے اور خوب تامل اور تدبران میں کر کے پھر ان کے کرنے پر جرأت کرے۔ (مراۃ)

جب انسان اپنے نفس کو وصیت کرے اور اس پر شرائط مندرجہ ذیل کرے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اول میں داخل ہو تو اس کو ملاحظہ چشم حفاظت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جائے گا تو خراب اور سرکش ہو جائے گا۔ پس اول ہم فضیلت مراتب کی بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کے درجات کا ذکر کریں گے۔

مراتب کی فضیلت :- حضرت جبریل علیہ السلام نے جو احوال احسن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عہدت اس طرح کہ کہ گویا تم اس کو دیکھتے ہو۔ پس اگر یہ بات نہ ہو تو تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ حمیس دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا افسن هو قائم علی کل نفس بما کسبت ترجمہ کنزالایمان :- تو کیا عمل ہو گا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اور فرمایا انم یعلم بان اللہ بری (القصہ ۱) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک اللہ ہر وقت حمیس دیکھ رہا ہے۔ اور فرمایا ان اللہ کان علیکم و فیما ترجمہ کنزالایمان :- اور فرمایا والذین ہم لا مانا نہم وعہم راعون والذین ہم یشہا فانہم فانہم (العنکبوت 32) ترجمہ کنزالایمان :- اور وہ جو اپنی کمالتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی کوتاہیوں پر قائم ہیں۔

اقول اسلاف رحمۃ اللہ علیہم۔

- 1- حضرت ابن المبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے راقب اللہ کا معنی پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بیش یوں رہو کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔
- 2- حضرت عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ جب میرا آقا مجھے دکھاتا ہے تو میں دو مرے کی پروا نہیں کرتا۔
- 3- ابو یوسف مغربی فرماتے ہیں کہ جو چیزیں انسان دل سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے ان سب میں ستر محاسبہ و مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہے۔
- 4- ابن عطا فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر حفاظت بیش مراقبہ کا حق ہے۔
- 5- حضرت حریری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہمارا اسرار اصل پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ اپنے نفس پر خدا تعالیٰ کا مراقبہ لازم کرے۔ (2) علم تیرے ظاہر اعلیٰ پر قائم ہو۔

حکایت :- حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تو لوگوں میں بیٹھے تو اپنے نفس اور دل کا وعدہ مہمان ہو۔ ان کے پاس ہونے سے تو ملاحظہ کھائے گا کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ باطن کو اور منتقل ہے کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جو ان تھا کہ اس کی عزت وہ بڑی کرتے اور اس کو دوسروں پر مقدم کرتے۔ ان کے اور مریدوں نے عرض کیا کہ آپ اس کی عزت کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ جوان ہے؟ ہم بوڑھے ہیں۔ انہوں نے چند پرندے شکو کر ایک ایک مرید کو ایک ایک پرندہ اور ایک ایک چھری دی اور کہا کہ اسے ایسی جگہ فزع کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اس جوان کو بھی کہا تو تمام مرید اپنا اپنا پرندہ فزع کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی وہیں لایا۔ شیخ نے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیوں کے موافق فزع کیوں نہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے ایسی

جب کوئی نہیں ملی جنس کوئی نہ دیکھے، اسی لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مجھے دیکھتا تھا۔ تمام میوؤں نے اس کے اس کے ہاتھ کو پسند کیا اور اس کی فضیلت کے قائل ہوئے اور رعایت ہے کہ جب زکنا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ آہلی ہوئی تو اٹھ کر ایک بہت کامنہ احتجب رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا کرتی ہے۔ مجھے کیا ہوا کہ بلا شلہ حقیقی کے دیکھنے سے شرم نہ کروں۔

حکایت :- ایک فوجوان نے کسی لوہڑی سے مباشرت چاہی تو اس نے کہا کہ تجھے حیا نہیں آتی۔ اس نے کہا کہ میں کس سے حیا کروں، ہمیں ستاروں کے سوا اور کون دیکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ پھر ستاروں والا کہیں ہے، وہ بھی تو دیکھتا ہے۔

حکایت :- کسی نے حضرت بنیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر کس چیز سے مدد لوں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ جان کر کہ جس چیز کی طرف تو دیکھتا ہے، تیری نگاہ اس پر پیچھے نہیں ہے، نورِ باطن حقیقی کی نگاہ تجھ پر پہلے پہنچتی ہے۔

فائدہ :- یہ بھی آپ کا قول ہے کہ مراتب میں پکا دسی ہوتا ہے جس کو خوف ہو کہ میرا لحاظ پروردگار عالم سے جاتا رہے گا۔ حضرت مالک بن نویر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب عدنان جناب فردوس میں سے ہیں اور اس کی عورتیں جنت کے گلاب سے بنی ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ ان بنتوں میں کون رہے گا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جناب عدنان میں وہ لوگ رہیں گے کہ جب قہر معاصی کا کریں تو میری عظمت یاد کریں اور میرا لحاظ کریں اور وہ لوگ کہ جن کی کمریں میرے خوف کی وجہ سے جھک گئی ہیں، قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ میں کل زمین کے عذاب کا قہر کرتا ہوں مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس دونوں کی طرف دیکھتا ہوں تو ان سے عذاب مٹا لیتا ہوں۔ کسی نے عاصی سے مراتب کا حال پوچھا تو فرمایا کہ اس کا شروع یہ ہے کہ دل کو علمِ قرب پر درگاہ ہو۔ حضرت مرقش کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہر لمحہ نور ہر لمحہ پر فیض کے لحاظ کے لیے باطن کی رعایت رکھے۔

حدیث قدسی :- اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم ظاہر کو دیکھتے ہو اور میں باطن کو۔

فائدہ :- محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مراقبہ الہی ذات کے لیے کیجئے کہ جس سے نور پر بحرِ رحم غائب نہیں اور اس کے لیے شکر کہ جس کی نعمتیں فیر منتفع ہیں اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہیں اور خضوع اس کے لیے کر جس کے ملک اور سلطنت سے تو نکلے نور حضرت سل فرماتے ہیں کہ بندے کے دل کو فضل اور شرف آتا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا جتنا اس بہت سے ہوتا ہے کہ پاؤں جانے کہ جہاں میں ہو گا خدا تعالیٰ میرا شہد رہے گا اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خالک لمن خضعی ربه (ایینہ B) اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی کہ رضا اس کی ہموک

جس نے خدا تعالیٰ کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حاسب لیا اور معلق آخرت کے لیے توجہ حاصل کیا اور حضرت اولیائے  
سے پوچھا کہ بروہ کس چیز سے جنت کو پہنچتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ پانچ باتوں سے۔ ایک استقامت جس میں کبھی نہ  
ہو دوسرے اجتہاد جس میں صوم نہ ہو تیسرے ظاہر و باطن میں خدا تعالیٰ کا مراقبہ چوتھے موت کی ہتھکڑی اور اس کی  
تیاری پانچویں نفس کا حاسب لینا پہلے اس سے کہ اس کا حاسب لیا جائے۔ اسی کے حصول بشعار ہیں۔

اذابا خلوت الدبر يوما فلا نفل۔ خلوت ولكن فل علی رفیب۔ ولا نحسبن اللہ بفضل ساعنہ۔ والا  
الناس ما تغفب عن بغیب۔ الم تر ان الیوم اسرع قابیب۔ وان غدا للناس فزیر۔ اگر تم کسی دن غما ہو تو  
یہ نہ کہو کہ تمہا ہوں اس لیے کہ تم پر اللہ ہر وقت نگران ہے۔ یہ ممکن نہ کر کہ وہ تم سے ایک لمحہ غافل ہے اور  
نہ یہ خیال کرو کہ جو کچھ سے مخفی ہے وہ اس سے بھی غائب ہے۔ کیا تمہیں دیکھتے ہو کہ آج کا دن جلد ختم ہونے  
والا ہے اور کل کا دن دیکھنے والے کو قہر ہے۔

حکایت :- عید طویل نے سلیمان بن علی سے کہا کہ مجھ کو کچھ نصیحت کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ بس تم گنہ کرتے ہو  
تو وہ مل سے خللی نہیں یا یہ ممکن کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو دیکھتا ہے۔ تب تو تم بڑی ہی جرأت کرتے ہو اور اگر  
ممکن ہو کہ وہ نہیں دیکھتا تو کافر ہو اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ مراقبہ ایسے کا ایسے لوہے لایم کرو جس سے  
کوئی خنجر اس پر شیدہ نہیں اور توقع ایسی ذات سے رکھو جو عقوبت کا ناک ہے اور فرقت سخی کہتے ہیں کہ مراقبہ دیکھنا  
رہتا ہے۔ جب کسی کو نہیں دیکھا تو برائی کی راہ میں داخل ہو جاتا ہے مگر صرف لوگوں کو ناکا رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا  
حفاظ نہیں کرتا اور عبداللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ساتھ کہ کرمہ جانے کے واسطے نکلا۔ آخر شب میں کسی جگہ اترے۔ آپ کے پاس ایک چھوٹا پہاڑ سے آیا۔  
آپ نے اس سے فرمایا کہ ان بکریوں میں سے ایک میرے ہاتھ لگاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ میں غلام ہوں مجھ کو  
انتظار فروخت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اس کو بھیڑا گیا۔ اس نے عرض کیا کہ پھر خدا کو  
کیا کہوں وہ تو دیکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور اس کے ساتھ ہوئے اور اس کے آقا سے اس کو  
خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اس بات نے تمہ کو آزاد کرادیا اور مجھ کو توقع ہے کہ خدا آخرت میں بھی تمہ کو آزاد  
کر دے۔

حقیقت مراقبہ اور اس کے درجات :- مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ اس کی طرف  
پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے پاؤں سے کسی بات سے احتراز کرے تو کہا کرتے ہیں کہ یہ فلاں کا لحاظ کرتا ہے اور  
اہل تصوف کی مراد مراقبہ سے وہ حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اس حالت سے کچھ  
اعمال اعضاء میں اور کچھ دل میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ پس حالت تو یہ ہے کہ قلب کا رقیب کو دیکھتے رہنا اور اسی  
طرف مشغول اور منتہت رہنا اور اسی کو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ

ہے کہ خدا تعالیٰ کو عالم دل کی باتوں کو توڑ باطن کے احوال کا جانا اور بندے کو احوال پر اس کو رقیب سمجھنا اور سب  
 نفسوں کے کسب پر واقف جانا اور یہ کہ قلب کا بعید اس کے سامنے ایسا محال ہے جیسے پوست ظاہری انسان کا علق پر  
 عیاں ہے بلکہ اس سے بھی زائد۔ پس یہ معرفت جب یقینی ہو جاتی ہے یعنی شک سے خالی ہوتی ہے اور پھر دل پر  
 غالب ہو کر اس کو دبا لیتی ہے تو قلب کو پاسداری رقیب کی طرف لے جاتی ہے اور اس کی ہمت کو رقیب کی طرف  
 پھیر دیتی ہے اور اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین ہو تو ہو مگر اس پر وہ غالب نہ ہو جیسے موت کا  
 علم کہ اس میں شک تو نہیں مگر دل پر اس کا غلبہ نہیں ہوتا۔ ہر حال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہیں  
 وہ مقرب ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب ہیں۔ اسی لیے ان کا مراقبہ بھی دو طرح کا  
 ہے۔ اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ دل اس جلال  
 کے ملاحظے میں ڈوب جاتا ہے۔ پھر اس میں تنجائش دوسرے کی طرف التفات کی نہیں رہتی اور اس مراقبے کے احوال  
 کی تفصیل میں ہم زیادہ تفرص نہیں کرتے اس لیے کہ اس کے احوال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہیں اور اعضائے  
 ظاہری تو مباحث کی طرف بھی التفات نہیں کرتے۔ ممنوعات کا تو کیا ذکر ہے اور جب مباحث کے لیے حرکت کرتے  
 ہیں تو ایسے ہوتے ہیں کہ گویا انہیں میں غمغے ہوئے ہیں۔ اسی لیے ان کی حفاظت کے باب میں اور درست رکھنے میں  
 کچھ حلیات تدبیر اور توقف کی نہیں بلکہ جو شخص کہ بالکل راہی کا مالک ہے وہ رحمت کو آپ درست کر دیتا ہے اور  
 یہاں دل راہی ہے اور اعضاء اس کی رحمت تو جب دل مستغرق معبود میں ہو گا تو اعضاء بے تکلف راسخ اور دور سخی پر  
 ہی چلیں گے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہے جس کو ایک ہی فکر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سب غمروں سے بچا دیا ہو اور  
 جو شخص اس درجے پر پہنچ جاتا ہے وہ کبھی غلط سے لڑتا غافل ہوتا ہے کہ جو شخص اس کے پاس آوے اس کی بھی  
 خبر اس کو نہیں ہوتی اور بدخود آکھیں سکلی ہونے کے اس کو نہیں دیکھتا اور اگر کچھ اس سے کہا جائے تو بدخود ہرانا  
 ہونے کے نہیں سنتا اور کبھی اس کا بیٹا پاس چلا جاتا ہے تو اس سے کلام نہیں کرتا۔ چنانچہ ایسا بعض اکابر کے واسطے ہو  
 جاتا ہے۔ ان پر جو کسی نے اسباب میں غلبہ کیا تو اس سے کہا کہ جب تو میرے پاس کو نکلے تو مجھے بلا دنا اور اس  
 امر کو کچھ بعید نہ جانو اس لیے کہ ایسی نظر ان دلوں میں پڑے جو بدشایان دنیا کی تعظیم کرتے ہیں یہاں تک کہ  
 بدشایان غلام کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان پر تکلیف پہنچیں تو انہیں خبر نہیں ہوتی اس لیے کہ شکی عدالت میں کچھ ایسے  
 فرق ہیں کہ پتہ ہی نہیں بلکہ یہ عام آدمی پر ایسے ہی کبھی گزرتا ہے مثلاً وہ کسی کام میں مشغول ہو تو وہ اس کی فکر میں  
 ایسے ڈوب جاتا ہے کہ مثلاً اسے اگر کہیں کو جانا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہاں سے آگے نکل جاتا ہے اور جس  
 کام کے لیے الصاف تھا وہ بھول جاتا ہے۔ عبد الوہاب بن زید سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس زمانے میں کسی کوئی اسے  
 شخص جانتے ہیں جو اپنے حال میں مشغول ہو کر غلط سے بے خبر ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایسا صرف ایک شخص کو  
 جانتا ہوں جو ابھی تمہارے پاس آوے گا۔ تمہاری ہی دیر گزری تھی کہ عتبہ قلام داخل ہوئے۔ آپ نے ان سے  
 پوچھا کہ تمہاری کس سے آئے ہو؟ انہوں نے انہی جگہ کا نام لیا۔ کہا کہ اس کا راستہ پتہ میں تھا۔ آپ نے پوچھا کہ

راستے میں تم سے کون ملا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے محل میں لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے۔ ایک عورت کے جو دھکا لگا تو وہ منہ کے بل گر گئی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس کو دھکا کیوں دیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کے سوا اور کچھ نہیں معلوم تھا اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ایک جماعت پر گزرا کہ وہ تیر اندازی کرتے تھے اور ایک شخص ان سے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کی طرف کو بڑھ گیا اور چلا کہ کچھ منگوا کر دوں۔ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر خوشبودار زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ تنہا ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ میرا پردہ دار اور دو فرشتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ان لوگوں میں سے بڑھا ہوا کون ہے۔ اس نے کہا کہ جس کو خدا تعالیٰ بخش دے۔ میں نے پوچھا کہ راستہ کبھی ہے؟ اس نے اشارہ آسمان کی طرف کیا اور اٹھ کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ تیری واکٹر مخلوق تجھ سے غافل ہے تو یہ منگوا ایسے شخص کی ہے جو خدائے تعالیٰ کے مشابہ میں آتا دوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اسی کا ذکر ہو۔ جو سنے تو اسی کے باب میں سنے۔ ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضاء کے مراقبے کی گرانہ نہیں اس لیے کہ وہ بدون اس حالت کے جس میں وہ ہے اور کسی چیز میں حرکت ہی نہیں کرتے اور حضرت شبلی حضرت ابو الحسن نورانی کے پاس گئے۔ دیکھا تو وہ ایک گوشے میں چپ چاپ و دبیس سے بیٹھے ہیں۔ کوئی چیز ظاہر میں حرکت ہی نہیں کرتی۔ حضرت شبلی نے فرمایا کہ تم نے یہ مراقبہ اور سکون کبھی سے سیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک بلی تھی۔ جب شکار کرتا چاہتی تھی بلیوں کے پاس گھنٹ لگا کر جھینٹ لور اپنا ہل تک تھیں ہلاتی تھی۔ اس سے میں نے یہ طریق سیکھا ہے اور ابو عبد اللہ بن خفیف کہتے ہیں کہ میں نے ابو علی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانے کا قصد کیا۔ مجھ سے یحییٰ بن یونس مصری نے جو معروف تھے کہا کہ موضوع صور میں ایک جوان اور ایک اوجیز مراقبے کے محل پر ایک جا بیٹھے ہیں۔ اگر تم ان کو ایک نظر دیکھ لو تو غالباً تم کو نفع ہوگا۔ یہ سن کر میں صور میں بھوکا پیاسا داخل ہوا۔ میری کمر میں ایک کپڑا بندھا تھا اور موڑھے پر بند تھے۔ مسجد میں جو گیا تو وہ شخصوں کو دیکھا کہ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ تین بارہ سلام کیا مگر جواب نہ ملا۔ میں نے ان کو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دیں۔ جوان نے گھوڑی سے سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی میں سے تھوڑی ہی دوسری ہے تو اس تھوڑی سے میت کچھ کر لے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی۔ پھر میری طرف دیکھا تو میری بھوک پیاس جاتی رہے۔ انہوں نے مجھ کو لے لیا۔ پھر جوان نے اپنا سر جھکا لیا۔ میں ان دونوں کے پاس یہاں تک رہا کہ عمرو عمرو وہاں پر میں۔ عمر کے بعد میں نے کہا کہ مجھے نصیحت کرو۔ اس جوان نے میری طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت دالے ہیں۔ ہم کو زبان نصیحت نہیں۔ میں ان کے پاس تین دن رہا نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور ان دونوں نے بھی خواب خوردش کچھ نہ کی۔ اس کے بعد میں نے اپنے پی میں کہا کہ میں ان کو قسم دوں کہ مجھ کو کچھ نصیحت کریں، شاید مجھ کو ان کی نصیحت مفید ہو۔ پس جوان نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی محبت لازم رکھنا جس کے دیکھنے سے تجھ کو خدا



تعلیٰ یاد کو سے اور اس کی صفت تیرے دل پر پڑے۔ وہ تم کو ذہن فعل سے نصیحت کرے۔ ذہن قول سے کچھ نہ کہے۔ والسلام۔ اب آپ تشریف لے جاویں۔ میں جن لوگوں کے دل پر تعظیم اور اجل غلب ہوئی ہے میں کے مراتب کا حل ایسا ہوا کرتا ہے کہ ان میں گنجائش اور چیز کی باقی ہی نہیں رہتی۔ دسرا درجہ اصحاب میں پرہیزگاروں کا ہے۔ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں پر باطنی غلبہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہے مگر لحاظِ جلی نے ان کو مدہوش نہیں کیا بلکہ ان کے دل حد اعتدال پر پڑتی رہے اور ان میں گنجائش اس بات کی بھی رہی کہ احوال اور افعال پر التفک کریں مگر پوچھو موابتِ اعلیٰ کے مراتب سے جدا نہیں رہے۔ ہاں ان پر خدا تعالیٰ سے حیا کا ظہر کیا ہے۔ اسی لیے اگر کسی کام کی جرات کرتے ہیں تو توقف اور تامل کے ساتھ اور اگر رکھتے ہیں تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت میں رسوائی ہو اس کے گرد نہیں پھرتے۔ اس لیے کہ وہ دنیا ہی میں خدا تعالیٰ کو اپنے لوہے مطلع جانتے ہیں تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہے اور ان دلوں و وجوں کے اختلاف کا حل مشہوریت سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی فتنہ و غلویت میں کوئی کام کرتا ہو اور اس کے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجائے اور اس کو معلوم ہو جائے کہ میرے کام کی اطلاع اس کو ہو گئی تو وہ اس سے دیا کرتے لگے گا اور اچھی طرح چنے جائے گا اور ظاہر ہے کہ لڑکے اور عورت کی تعظیم کے باعث درستیِ نشست برخواست کی نہیں کرتا بلکہ حیا کے باعث کرتا ہے اس لیے کہ ان کا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مشتعل نہیں کرتا مگر حیا البتہ جوش میں آتی ہے اور یہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بدوش یا دسرا بزرگ اس کے پاس آجیاتا ہے تو اس کی تعظیم اتنا مشتعل کر دیتی ہے کہ تمام کلموں کو چھوڑتا ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہیں ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح ہندوں کے سرے خدا تعالیٰ کے مراتب میں مختلف ہوا کرتے ہیں اور جو شخص اس درجے میں ہوتا ہے وہ اس بات کا متحج ہے کہ اپنے سب حرکات اور سکنت اور خطرات و لخطرات اور سب اعتبارات کا حکمیں رہے اور ان اشیاء میں وہ نظریں ہوتی چاہیں۔ ایک عمل سے پہلے اور ایک میں عمل کے اندر۔ پہلے عمل کے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو جھ کو ظاہر ہوا ہے اور جس کے واسطے میری خاطر نے حرکت کی ہے وہ امر خاص خدا تعالیٰ کے واسطے ہے یا وہ ہوائے نفس یا اہل شیطان میں سے ہے۔ جب تک یہ امر مشکف نہ ہو تب تک اس فعل کی مہارت نہ کرے بلکہ غمرا رہے۔ پس جب نور الہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ امر خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہے تو اسے کرے اور یہ معلوم ہو کہ یہ امر غیر اللہ کے لیے ہے تو اس سے باز رہے اور خدا تعالیٰ سے شرم کرے۔ پھر اپنے نفس کو خاموش کرے کہ اس کی رغبت اور میلان اور ارادہ کیوں رہے اور اسے اس کے فعل کی برائی سمجھائے کہ تو اپنی رسوائی میں سہی کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ اپنی عظمت سے غافل نہ فرماتے تو تیرا کہیں لوکان نہیں اور ابتدائے امور میں یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہے۔ کسی کو اس سے مفر نہیں اور حدیث میں ہے کہ بدلے کے لیے ہر حرکت میں گودا سی ہی کیوں نہ ہو تین دفتر کھولے جاویں گے۔ پہلے میں یہ ہو گا کہ یہ کام کیوں کیا؟ دوسرے میں ہو گا کہ کس طرح کیا؟ تیسرے میں ہو گا کہ کس کے لیے کیا؟ اول سوال ہو گا کہ تو نے جو یہ کام کیا تو اس نظر سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت

کے محل سے اس کی رغبت کی۔ میں اگر سول سے نکلیا یعنی خدا تعالیٰ ہی کے واسطے اس کام کا کرتا تو وہ سراسر سول ہو گا کہ یہ کام کس طرح کیا؟ ہر محل میں خدا تعالیٰ کے لیے شہداء اور حکم جس کی مقدار اور وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہیں ہوتا تو اس سے کیا جائے گا کہ تو نے یہ کام علم حق سے کیا یا جہل اور گمان سے۔ پھر اگر اس سول سے بھی نکلیا تو تیسرا سول ہو گا کہ کس کے لیے عمل کیا یعنی ہائیرس انعام کی ہوگی کہ خاص رضائے الہی کے لیے کیا اور لا فائدہ کو نہلا ہے۔ تب تو تیسرا جز خدا تعالیٰ پر ہے اور اگر اپنے جی سے خلق کے دکھانے کو کیا ہے تو اسی سے جا کر اپنا اجر لے لے اور اگر اس واسطے کیا ہے کہ کچھ دنیا اس کے باعث مل جائے تو وہ ہم تمھ کو دے ہی چکے اور اگر سود و غفلت کے ساتھ کیا ہے تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سنی برباد ہو گئی اور اگر میرے غیر کے واسطے کیا ہے تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا۔ اس لیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا۔ میری نعمتوں میں سجن اڑاتا تھا پھر دوسرے کے لیے عمل کے کیا سنی۔ کیا تو نے میرا قول نہیں سنا ان الذین فعدون من دون اللہ عبادا امتا لکم (معارف 194) اور ان الذین نعبون من دون اللہ لا یسلکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوا واشکروا والہ ترجہ کفرانہم۔ بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری مدد ہی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق و معوذہ اور اس کی بزرگی کہہ لو اور اس کا احسن نام۔ اور کیا تو نے نہیں سنا کہ میں فرماتا ہوں الا للہ الدین الخالص پس جب بندہ جانتا ہے کہ میرے پیچھے اسے معاہلت اور تجزیہ کیلئے گی تو وہ اپنے غص کا محاسب اس بڑے محاسب سے پہلے ہی کرتے لگتا ہے اور سول کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہے مگر جواب پسول ہوتا ہے۔

اگر کوئی کام شروع کرے یا کوئی کام دوبارہ کرے، دونوں صورتوں میں خود دھڑکے بعد کرے۔ یہی تک کہ اگر آنکھ کی پلک یا انگلی ہلانے، وہ بھی غور و فکر کے بعد ہو۔

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ انسان آنکھوں کے سرور اور ہاتھ کے کام یہی تک کہ کسی کے کپڑا چھونے پر بھی پوچھا جائے۔

فائدہ :- حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسلام کا دستور تھا کہ اگر کچھ حدیث کرنا چاہتے تو تہل اور توقف کرتے۔ اگر معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو دیتے ورنہ نہیں۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس بعدے پر جو کسی کام کے ارادہ کے وقت نصبر جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ارادہ ہو تو پورا کرے، اگر اس کے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے۔

حدیث :- جب حضرت سعد کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ اپنے مقصد کے وقت اللہ تعالیٰ سے خوف کیا کرو۔

فائدہ :- محمد بن علی فرماتے ہیں کہ امتداد توقف کرنے دھار اور تہل کرنے دھار ہوتا ہے یعنی قصد کے وقت توقف

کہا کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا جیسے رات کو گلیزیاں جمع کر لے ولا یعنی وہ جلدی میں خاک اٹھا لیتا ہے۔

فائدہ :- مراقبے میں یہ پہلی نظر کا عمل ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت میں ہے کہ انسان کو علم یقین حاصل ہو اور اسرار اعلیٰ اور نفس کی شرارت اور شیطان کے کمر پر معرفت حقیقی موجود ہو۔ جب تک کہ اپنے دشمن ابلیس کو نہ جانے گا نہ پہچانے گا کہ ہوائے نفس کے موافق کیا چیز ہے اور اس میں اور اس چیز میں کہ جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے یعنی اس کی نیت اور قصد و فکر اور حرکت و سکون میں سے کوئی شے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کون سی شے ہوائے نفس کے موافق اس میں تیز نہ کرے گا تو مراقبہ میں سلامت نہ رہے گا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور میں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے ہیں جہالت سے مرکب ہوتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم اچھے کام کرتے ہیں۔

یہ ممکن نہیں کرنا چاہیے کہ جس فلفلہ چیز کو جہل سمجھتا ہے اس میں اس کا عذر جہالت پر چل قبول ہو بلکہ علم کا طلب کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کی دو رکھیں جہل کی ہزار رکھات سے افضل ہوتی ہیں کیونکہ نفس کی آفت اور شیطان کے فکرات اور اس کے مضامین دینے کے مواقع سے واقف ہوتا ہے۔ وہ ان سب کو نیت و عبود کر سکتا ہے اور جہل تو کچھ جانتی نہیں تو پھر ان سے احتراز کیسے کرے گا بلکہ وہ بیٹ شہقت کا کام کرے گا جس سے شیطان خوش اور شاد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت و جہالت سے بچائے۔

تمام بد بختی اور خسار سے کی جڑ بھی چیزیں ہیں۔

فائدہ :- ہر بندے پر اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ کر کے سعی کرے تو نفس کا گھر میں رہے اور کام کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ تور علم سے ثابت ہو جائے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ وہ اگر ہوائے نفس کے لیے ہو تو اسے ترک کر دے بلکہ دل کو اس کی فکر کرنے اور ارادہ کرنے سے روک دے کیونکہ برے کام میں اگر پہلے خطرے کو دفع نہ کیا جائے گا تو وہ اس کی رغبت کرے گا اور رغبت سے قصد پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پختہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد فعل کا مرتب ہوگا اور وہ فعل چاہی اور فضاہ الہی کا موجب ہوگا۔ اس لیے چاہیے کہ شرکی ہر طرح سے منع کنی کی جائے یعنی خطرہ اول کو دفع کرنا چاہیے اس لیے کہ اور چیزیں تو اس کی تلقین ہیں اور جب کسی پر یہ بات مشتبہ ہو جائے اور مشکف نہ ہو تو اس میں نور علم سے فکر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے سے محروم ہوگا بلکہ شیطان کے جہل میں آجائے گا۔ اگر کوشش اور فکر سے کچھ نہ ہو سکے تو علمائے دین کے نور علم سے اقتباس کرے۔ خبردار ایسے علماء کے پاس نہ جائے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں بلکہ ان سے ایسے بھاگے جیسے شیطان سے۔

وحی حضرت داؤد علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے مطلق اس عالم دین سے سوال کرنا جسے حسب دنیا نے گرفتار کر رکھا ہو۔ وہ میری محبت سے علیحدہ ہو جائے گا۔ ایسے لوگ میرے دین کے راہزن ہیں۔

فائدہ :- جو دل کے دنیا کی محبت اور کثرت طمع و ملاحی کی تاریکی میں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے محجوب ہیں، اس لیے کہ دلوں کے نور کے لیے چشمہ بارگاہ رویت ہے۔ جو اس سے پشت پھیرے گا، اسے نور کیسے نصیب ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور جس سے اللہ تعالیٰ کو بغض و غضب ہے یعنی جو شہوات دنیا سے عشق و محبت کرے گا تو اسے وہ نفعی کیسے نصیب ہوگی، اسی لیے فقیر اور فقیر کے اکابرین بد مذہب سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ۱۔

۱۔ جسے دور حاضر میں دیوبندی، دہلی مولوی اور دیگر ان کے ہمنوا (ایسی غفرلہ)

ہم کہتے ہیں کہ

دور شوائے برادر زیار بد یار بد بد تر بود از مار بد (اضافہ ایسی غفرلہ)

دوسرے سلوک :- سالک پر لازم ہے کہ سب سے پہلے علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان یا اس کی کم رغبت رکھنے والا ہو۔

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہادت کے آنے کے وقت چشمہ کو پسند کرتا ہے اور غلبہ شہوات کے وقت عقل کامل سے محبت کرتا ہے۔

فائدہ :- دونوں باتوں کو آپ نے جمع فرمایا کہ واقع میں یہی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ جسے عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے، اس کو آگہ پر کھنے والی شہادت کی بھی نہ ہوگی۔

حدیث شریف :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من فارق دنیا فارق عقل لا يعود اللہ ابدا ترہ: "جو کوئی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے عقل ایسے جدا ہو جاتی ہے کہ پھر واپس نہیں لوٹتی۔"

فائدہ :- انسان کی عقل کتنی کمزور ہے کہ گناہ سے دور بھاگ جاتی ہے۔ افسوس کہ اس دور میں آفت المثل کی محض معدوم ہو گئی۔ اس لیے کہ تمام لوگوں نے علوم منیہ تو چھوڑ دیئے اور وہ خصوصیت جو لوگوں میں شہوات کا سبب بنتے ہیں، ان کے دل حصول میں مشغول ہیں اور اس کا ہم فقر رکھ دیا ہے۔ وہ علم جو دین کا فائدہ تھا اسے علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیائی کے لیے رہ گئی جس سے صرف مشاغل کا دلوں سے دفع کرنا نظر تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہو جائیں اور فقہ کی علم دین میں ہونے کی وجہ بھی یہی تھی کہ یہ علم فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگوں نے اسے برعکس کر دیا۔

حدیث شریف :- تم لوگ آج ایسے نائے میں ہو کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو عقل کی طرف رغبت کرے اور ایک وقت حشریب آئے گا کہ اس میں بہتر وہ ہوگا جو توقف کرے گا۔

فائدہ :- اسی لیے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل عراق اور اہل شام نے صحابہ کرام کی جنگوں میں

توقف کیا کہ ان پر امر مشتبہ ہو گیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن عمر اور اسلمہ اور محمد بن اسلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ انہیں لوگوں میں سے تھے جنہوں نے توقف کیا تھا (یعنی غزوہ جمل و صفین اور مکرہ وغیرہ)۔

فائدہ :- اشباہ کے وقت جو توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کا پیروی کار خود رائے ہوگا۔ وہ ان لوگوں سے ہوگا جن کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربان کیا۔ ”جب دیکھو کہ کھل کی پیروی ہوتی ہے اور خواہشات کا اہلج ہوتا ہے اور صاحب رائے کو اپنی تجویز اچھی لگتی ہے تو خود کو لازم پکڑو۔“

فائدہ :- جو کسی شبہ میں بلا تحقیق غور و خوض کے خلاف کرتا ہے ولا نفق مالبس لک بہ علم ترجمہ کنز الایمان :- اور حدیث میں ہے کہ خود کو گمراہ سے بچاؤ اس لیے کہ گمان اکثر باتوں میں جھوٹ ہوتا ہے۔

فائدہ :- ظن سے اس حدیث میں ظن بلا دلیل مراد ہے۔ جیسے بعض لوگ اشباہ کی صورت میں اپنے دل سے فتوے لے کر ظن کے تابع ہو جاتے ہیں اور چونکہ یہ امر ثبات سخت ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ ولا تجعل منشا بما علی فاتبع الہدی“ اے اللہ مجھے حق دکھا کر اس کی اتباع نصیب فرما اور مجھے باطل دکھا کر اس سے بچنے کی توفیق دے اور مجھ پر مشتبہ نہ کر تاکہ خواہش کی اتباع نہ کروں۔“

فائدہ :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ امور تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جس کا اچھا ہونا ظاہر ہو اس کو کرنا چاہیے۔ دوسرے وہ کہ برائی اس کی میں ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اس کے واقف کار کے سپرد کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بک ان افول فی الدین بغیر علم“ اے اللہ میں تجھ سے اس بارے میں پناہ مانگا ہوں جو بلا علم ہیں“ دین ہمت میں گھٹو کروں۔ (یہ تعلیم امت کے لیے ہے) اویس غفرلہ

خلاصہ :- علم اور اس حق کا ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ کے بڑے انعاموں میں سے ہے۔ بندوں پر ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مفت کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وکان فضل اللہ علیک عظیما (انعام 113) ترجمہ کنز الایمان :- اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ ”فضل سے مراد علم ہے۔“ اور فرمایا فاستلو اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل 43) ترجمہ کنز الایمان :- علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں اور فرمایا ان علینا اللہدی (الحکم 12) اور فرمایا ثم ان علینا بیانا (التہ 19) ترجمہ کنز الایمان :- پھر بے شک اس کی ہدایتوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ اور فرمایا وعلی اللہ فصد السبیل (النحل 9) ترجمہ کنز الایمان :- اور جی

کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے۔

۱۔ اس سے قدر موجب مراد جس تک علم کلام کا ایک حصہ جس تک تحصیل بلد اہل میں گزری۔ (نورانی غفرلہ)

فائدہ :- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہوائے نفس اندھا پن کی شریک ہے اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق الہی ہے اور یقین بہت عمدہ غم کا ٹالنے والا ہے اور جھوٹ کا دل بشیل ہے اور سچائی میں سلامتی ہے اور بہت سے پیگنے ایسوں سے قریب تر ہوتے ہیں اور جس کا کوئی دوست نہ ہو وہ غریب ہے اور صدیق ۱۱ ہے جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بد ظنی کی وجہ سے کسی دوست سے بھڑانہ چاہیے اور گرم عمدہ عیادت ہے اور حیا پر احسان کا سبب ہے اور تمسک کے لیے سب سے زیادہ مضبوط تقویٰ ہے اور زبان مستحکم سبب جس کو تو اعتبار کرے وہی جو گھر میں اور اللہ تعالیٰ میں ہو اور دنیا میں سے تیرا اسی قدر حصہ ہے جس قدر تو نے اپنا آخرت کا ٹکڑا دوست کر لیا ہے۔

رزق کی اقسام :- رزق دو طرح ہے۔ (۱) جسے تو تلاش کرتا ہے۔ (۲) جو تجھے تلاش کرتا ہے۔ اگر تو اس تک نہ پہنچے تو وہ تیرے پاس آئے گا اور اگر تیرے پاس جو کچھ مصیبت آئے اور اس پر تو دلوں نہ کرے۔ جو گھر تک پہنچی ہی تھیں اور جو چیز نہیں ہوئی اس پر اس خبر سے قیاس کرے جو ہو گئی۔ امور ایک ہی ہوتے ہیں جو چیز کسی سے فوت نہ ہوتی اس سے خوش ہوا کرتا ہے اور جسے بھی نہ پاسکا ہے اس کے چلے جانے سے ناخوش ہوتا ہے۔ جو کچھ گھر کو دنیا سے ملے نہ اس پر خوش ہو اور نہ الگ چیز پر جاتی رہے افسوس بلکہ مسرت اس بات پر کہ جو تو قوت آخرت کر لیا ہو اور افسوس الگ چیز پر کہ جو پیچھے چھوڑ دی ہو اور آخرت میں مشغول رہا کہ اور موت کے بعد کی فکر کیا کر اور ہادی غرض ان جملوں کی نفل سے ایک جملہ ہے یعنی حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے۔ اس سورت میں مراقبہ کرنے والے کی نظر ہول قدر حرکت پر ہوئی چاہیے کہ ۱۱ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا اپنی ہوائے نفس کے واسطے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ ہو دین اس کا ایکن کامل ہو۔

ہول یہ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں لاپرواہی کی غلامت سے خوف نہ کرے۔ دوم یہ کہ اپنے کسی عمل سے ریا نہ کرے۔ سوم یہ کہ جب اس کو وہ امر پیش آویں ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا دینا پر اعتبار کرے اور جب اس کو کوئی اپنا عمل مینا معلوم ہو کہ بیخ تو ہے مگر اس میں کچھ فائدہ نہیں تو اس کو ترک کرے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام العزہ ترکہ حالاً یعنہ لامری نظر مراقبہ کی عمل کے شروع کے وقت ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کیفیت عمل کا طالب ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کا حق اس میں ادا کرے اور اس کے پورا کرنے میں نیت کو درست کرے اور اس کی صورت کامل کر کے اکمل زمین وجود پر حتیٰ الامکان بجالا دے اور یہ بات اپنے سب احوال میں لازم کرے۔ اس لیے کہ سب احوال میں کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون سے تو داخل رہے ہی کا

نہیں ہے۔ پس سب امور میں اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نصیب د اور حسن فعل اور رعایتِ ادب کے ساتھ قادر ہو جائے گا۔ مثلاً اگر بیٹا ہو تو چاہیے کہ قبلہ رخ بیٹھے۔

حدیث شریف :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "بہتر نشست وہ ہے جو قبلہ رخ ہوں اور چار زانو نہ بیٹھے" اس لیے کہ بادشاہوں کے سامنے بیٹھنے کی یہ صورت نہیں تو بادشاہ حقیقی جو بندے کے محل کو دیکھتا ہے اس کے سامنے چار زانو بیٹھتا کیلئے۔"

حکایت :- حضرت امیرانیم بن اومہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز چار زانو بیٹھ گیا۔ پس ایک ہاتھ کو سنا کہ بادشاہوں کے سامنے اسی طرح بیٹھا کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر میں کبھی چار زانو نہیں بیٹھا۔

فائدہ :- اگر سوئے تو داہنے ہاتھ پر قبضہ رخ ہو کر سوئے اور تمام ادواب جو ہم اپنے اپنے مواقع پر لکھ آئے ہیں سب امور میں ہر ایک کا لحاظ رکھے۔ دراصل یہی باتیں مراقبہ ہیں بلکہ اگر پاختہ میں بھی اس کے ادواب کی رعایت کرے گا تو یہ بھی مراقبہ ہے۔

سالک کے تین حل :- طاعت، مصیبت، مباح اور ان تینوں حالتوں کے لیے تین مراقبے ہیں۔ طاعت میں تو مراقبہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل عبادت کرے۔ ادواب کا لحاظ رکھے طاعت کو آفات سے بچائے اور مصیبت کا مراقبہ تو توبہ ہے کہ بدامت کرے اور باز رہے اور حیا کرے۔ اس کے کفارہ کا سوچے۔ مباح کا مراقبہ یہ ہے کہ ادب کی رعایت کرے۔ منعم کی نعمت کا شکر کرے۔

فائدہ :- بندہ اپنے تمام احوال میں بلا سے خللی نہیں۔ اس لیے اس پر صبر کرنا ضروری ہے اور نعمت سے بھی خللی نہیں۔ اس کا شکر کرنا چاہیے۔ یہ بھی مراقبے میں شامل ہے بلکہ بندے پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ایک فرض ہے خواہ وہ فعل ہے جس کا کرنا اس کو لازم ہے یا امر ممنوع ہے۔ جس کا چھوڑنا ضروری ہے ورنہ مستحب ہے اور اس پر اس لیے برداشت کرنا چاہیے۔ کیا جاتا ہے تاکہ مغفرت الہی کی طرف سبقت کر کے عام بندگان خدا پر فضیلت حاصل کرے۔ امر مباح ہے کہ اس میں اس کے جسم و دل کی دوستی ہے اور طاعت بجا آوری ہے۔ اس سے مدد ملتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے حدود ہیں جن کی رعایت و اتمام مراقبے کے لیے ضروری ہے ورنہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ اپنے لیے برا کرے گا۔

بندے کو چاہیے کہ تمام اوقات میں ان تینوں قسموں میں اپنے نفس کی نگرانی کرے۔ جب فرائض سے فارغ ہو جائے اور فرائض پر قادر ہو تو چاہیے کہ افضل اعلیٰ کی تلاش کرے تاکہ اس میں مشغول ہو اس لیے کہ جو زیادہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہو کر اسے مشغول کرے تو وہ قصبان اعلیٰ کا نور بتا فضیلت جس عمل میں ہوگی نفع اسی ذرے ملے گا۔ اسی لیے بندہ دنیا میں سے آخرت کے لیے توجہ دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا ننس نصبیک من

الغنیہ (المقصود 77) ترجمہ کنز الایمان :- اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔  
یہ تمام باتیں تم کو اے سے نہیں ہو سکتی ہیں۔

ساعات کی اقسام :- ساعات تین ہیں۔ (1) جو گزر گئی، اس کے شفقت کا سوال نہیں۔ وہ تو گزر گئی جیسے گزری۔  
(2) آنے والی ساعت۔ اس کا عمل کسی کو معلوم نہیں کہ اس وقت تک بے گایا نہیں اور نہ یہ معلوم کہ اللہ تعالیٰ اس میں کیا حکم کرے گا؟ (3) وہ ہے جس میں ہندہ موجود ہے تو چاہیے کہ اس ایک ساعت میں جس کو زندہ مل سکتے ہیں، نفس پر حیلہ اور مزاحہ کا کرے اس لیے کہ اگر اس کو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا اندوس تو نہ ہوگا۔ اگر دوسری ساعت ملی تو اس میں بھی اپنا حق پورا حاصل کرے۔ جیسے پہلی ساعت سے حاصل کیا اور اپنی زندگی کی توقع چھاپاں مل نہ پھرا لے کہ اتنا عرصہ کیسے مزاحہ کروں گا بلکہ اپنے آپ کو اسی گھڑی نہ مسلمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہے اس میں بعید بھی نہیں کہ آخری سانس ہو اور اسے معلوم نہ ہو اور جب اس ساعت کا آخری سانس ہوتا ممکن ہے تو چاہیے کہ اس میں ایسے عمل پر رہے کہ اگر بالفرض موت آجائے تو موت کو اس عمل میں برائہ نہ جائے۔

حدیث شریف :- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین امور کا طامع ہوتا ہے۔ (1) توشہ آخرت۔ (2) دوسری معاش (3) جائزہ کے دیکھنے کا۔

فائدہ :- عاقل کے لیے چار ساعات ہونی چاہیں۔ (1) وہ جس میں اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔ (2) اس میں اپنے نفس کا حساب لے۔ (3) اس میں اللہ تعالیٰ کی مہلت کا فکر کرے۔ (4) اس میں کھانے پینے میں مصروف ہو۔ اسے کسی ایسے عمل سے جو افضل عمل ہو، خلل نہیں رہنا چاہیے۔ اس میں بھی ذکر اور فکر کرنا چاہیے۔ مثلاً کھانا ہے اس میں اتنے محتاج ہیں کہ اگر ان میں فکر کرے تو بہت سے اعضاء کے اعمل سے یہ فکر افضل ہو۔

طعام کھانے والوں کی اقسام :- یہ چار قسم ہیں۔ (1) وہ لوگ جو کھانے کو چشم مہرت سے دیکھتے ہیں کہ کیسی عجیب صنعت سے پیدا ہوا ہے۔ جانوروں کی زندگی اس سے کیسی متعلق ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لوازم کس طرح مقرر فرمائے ہیں اور بھوک کیسے پیدا کی اور بھوک کے لوازم جو اس کے مضر ہیں۔ ان کو کیسے پہنچا دیا۔ چنانچہ بعض کی تفصیل ہم باب الشکر میں لکھ آئے ہیں۔ یہ فکر تو ارہاب دانش کو ہوتی ہے۔ (2) وہ لوگ ہیں جو کھانے کو فصد اور کمدہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہیں اور صرف افسردہ کی وجہ کا لحاظ کرتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ کسی طرح اس سے مستغنی ہو جائیں مگر کیا کریں کہ بھوک کی وجہ سے مغلوب اور مجبور ہیں۔ (یہ ذلیل لوگ ہیں) (3) وہ لوگ ہیں جو صنعت مانع کو دیکھ کر اس سے صنعت مانع اور خالق پر قرتی کرتے ہیں۔ غذاؤں کا دیکھنا ہی اہل پروردگار سے مستغنی ہوا کرتا ہے اور یہ قسم سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ مقام عارفین کا ہے یا جنوں کی علامت میں سے ہے۔ اس لیے کہ محب جب اپنے حبیب کی صفت اور کتب اور تعینف دیکھتا ہے تو صنعت کو بھول کر اس کا دل مانع میں مشغول



ہو جاتا ہے اور بندہ جس چیز میں فکر کرے اس میں اللہ تعالیٰ کی منت موجود ہے تو اس سے مانع کی طرف نظر کرنے کی بہت گنجائش ہے بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اس پر مفتوح ہوں اور یہ قسم بہت نایاب ہے۔ (4) وہ لوگ ہیں کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہیں کہ اگر اس میں سے کچھ نہ لے لے تو اس پر غصے کرتے ہیں اور اگر سامنے آئے تو خوش ہوتے ہیں اور جو چیز اس میں سے ان کی مرضی کے موافق نہ ہو۔ اس کو برا کہتے ہیں اور اس کے پکانے والے کی برائی کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ قائل حقیقی کوئی اور ہے اور اس چیز کے پکانے والے کا اور اس پر برائی کی قدرت و علم کا خالق اللہ ہی ہے۔

فائدہ:- جو خدا کی مخلوق میں سے کسی چیز کو بلا اجازت اُسی برا کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہتے ہیں۔

حدیث شریف:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو کھلی نہ دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی لوہر ہے۔

فائدہ:- یہ اور مراقبہ ہے کہ اعلیٰ پر ہمیشہ نگاہ رکھے اور اس کی شرح بہت طویل ہے مگر جس قدر میں نے لکھا ہے اس قدر سے اصول پر آگہی ہو جاتی ہے بشرطیکہ آدمی اصول کو مضبوط کرے۔

محاسبہ نفس:- اس میں دو بحثیں ہیں۔ نہایت محاسبہ از قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت (الحشر 181) ترجمہ کنز الایمان:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھجلا اس آیت میں سلیمت اعلیٰ پر محاسبہ کا اشارہ ہے۔

فرمان عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- اپنے نفسوں کا حساب لو اس سے گھل کہ تمہارا حساب لیا جائے اور ان کو جانچو اس سے عمل کہ تمہاری جانچ کا بدلہ۔

حدیث نمبر 1:- ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے وصیت قرآن مجید سے آپ نے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا اولیٰ کرے تو اس کے انجام کو سوچ لے۔ اگر وہ اچھا ہو تو کر لے اور اگر برا ہو تو اس سے باز آجی۔

حدیث نمبر 2:- عاقل کے لیے چار سلالت ہونی چاہیں۔ سماعت نفس کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے ونوویا الی ربنا اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون (النور 31) ترجمہ کنز الایمان:- اور اللہ کی طرف توجہ کروں مسلمانوں سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

فائدہ:- توجہ اس کا نام ہے کہ برے عمل سے فارغ ہونے کے بعد اسے نظر بر امت سے دیکھے۔

حدیث شریف 3:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نبی! لا یتخففن اللہ تعالیٰ وانوب الیہ فی البو

عائشہ مرہ ترجمہ: ”میں دن میں اللہ تعالیٰ سے سو پار استغفار کرتا ہوں۔“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فافاہم مبصرین (الاعراف 201) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطان خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

فائدہ :- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رات ہوئی تو اپنی ٹانگوں پر درہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے تو نے آج کیا کیا؟

اسلاف کے اقوال :- میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ بندہ مستحق سے ضعیف ہوئے۔ جب تک اپنے نفس سے اس طرح حساب نہ کرے جس طرح شریک کیا کرتے ہیں اور وہ شریک آپس میں حساب کے بعد عمل کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرماتے کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے مجھ کو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہیں۔ پھر ان سے پوچھا کہ میں نے کیا کیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا قول کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہیں تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپ۔ نہ تامل کیا اور اس کی جگہ اور جملہ بدل دیا۔

حضرت ابو طلحہ کے محل میں مروی ہے کہ جب بن کو نماز میں پڑھنا کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا ہر بلغ صدقہ کر دیا یعنی عداوت اس فعل کی اتنی ہوئی کہ ہر بلغ دے والا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اور دے دے گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے محل میں ہے کہ انہوں نے نگڑوں کا بیوہ اٹھایا۔ ان سے کسی نے عرض کیا کہ آپ کے یہاں غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کا استحسان لیتا چاہتا ہوں کہ وہ کام کو برا تو نہیں جانتا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ مومن اپنے نفس کا گمران ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس سے حساب لیا کرتا ہے۔ قیامت میں ان لوگوں پر حساب لگایا ہوگا جنہوں نے دنیا میں اپنے نفسوں سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب ان لوگوں پر ہوگا جنہوں نے نفس سے محاسبہ نہ کیا۔ پھر آپ نے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اپنا ایک کوئی بات آئی ہے کہ اس کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ تو مجھے اچھی لگتی ہو اور میرے کام کی ہے مگر کیا کہنے کہ تجھ میں اور مجھ میں آؤ کر دی گئی اور یہ حساب عمل سے پہلے ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات تو مومن سے کوئی کو تپتی ہو جاتی ہے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حیرانوارہ اس سے کیا ہے؟ ہنہ اس کے لیے میرا عذر نہ مانا جائے گا اور اس کی طرف میں کبھی مڑ کر نہ دیکھوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

انہیں بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں باہر نکلے۔ آپ ایک بلغ میں چلے گئے اور میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ میں نے سنا کہ بلغ میں یوں فرماتے تھے کہ

کیا خوب عربین خطب امیر المومنین ہے۔ بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔  
حضرت حسن نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ولا اقسم باللعن اللوامہ (التمیز 2) ترجمہ کنز الایمان۔۔  
اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بھروسہ کرتے۔ مومن بیٹ اپنے نفس پر عتاب کرتا رہتا ہے کہ میرا ارادہ اس  
نکرت سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا اور اس پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار عربیہ کرتا ہے۔ کبھی اپنے نفس  
پر عتاب نہیں کرتا۔

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو اپنے نفس سے بڑا کئے کہ تو فلاں قصور والا  
نہیں تو فلاں خطا والا نہیں۔ پھر نفس کو لگا دے اور کتاب اللہ کے تبلیغ کر دے۔

فائدہ :- یہ قول داخل محاسبہ نفس میں ہے۔ چنانچہ اپنے عمل پر مذکور ہو گا۔ (ان شاء اللہ)  
میمون بن مهران کہتے ہیں کہ پاک و امین انسان اپنے نفس کا حساب عالم ہدشلہ اور بخیل شریک سے بھی کرالیتا  
ہے۔

ابراہیم تمیمی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں ایک صورت بنا کر اس کے پہل کھانے شروع کیے  
اور نمونوں سے پانی پیا اور وہیں کی کنواروں کو گلے لگایا۔ پھر ایک صورت اس کی بنائی اور دوزخ میں گیا وہیں کی غذا  
کھائی اور پانی پیپ وغیرہ پیا اور طوق اور زنجیریں پہنیں۔ پھر نفس سے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا اب  
میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں وہیں جاؤں تاکہ نیک عمل کروں۔ میں نے کہا کہ تمہاری آرزو موجود ہے یعنی ابھی تو دنیا  
میں ہے تو نیک عمل کر۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خطبہ حجاج سنایا۔ وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے  
پر جو اپنے نفس کا حساب لے۔ کمال اس کے کہ اس کا حساب دوسرے کے قبضے میں چلا جائے اور اس بندے پر رحم  
کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور غور و فکر کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اس پر رحم کرے جو اپنے  
بیان عمل پر نظر کرے اور اس پر جو اپنی میزان پر نظر کرے۔ حجاج نے اسی طرح ایسے لوگوں کا نام لیا کہ مجھے رلا دیا۔  
احمد بن یونس کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ میں ان کے ساتھ دہاکر تھا اور ان کا دستہ تھا کہ رات کو نماز کی  
حد آکر دعا مانگتے اور چراغ کے پس جا کر اس کے شعلہ میں اپنی انگلی رکھتے۔ جب آگ کی حرارت محسوس ہوتی تو  
اپنے نفس سے کہتے اے احمد فلاں دن تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ قتلہ کام کیا اور فلاں دن تو نے فلاں کام کیا۔۔۔ سے  
؟

ملاحظہ :- جس طرح یہ ضروری ہے کہ انسان کے لیے شروع دن میں ایک عبادت ہو جس میں  
اپنے نفس سے شرارت کر لیا کرے اور اسے حق کی وصیت کر دیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی چاہیے کہ آخر دن میں  
... اسی ساعت ہو کہ اس میں نفس سے باز پرس اور محاسبہ ہو کہ اس کی حرکت و سکنت کی نگرانی رہے جیسے دنیا

میں سوداگر اپنے شریکوں سے سینے یا دن کے اٹھام پر کیا کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ مل دیا کیس ضائع نہ ہو جائے ملائکہ اگر مل جاتا رہے تو ان کے حق میں اس کا چھانچہ ہوتا ہے اور اگر باغرض دنیا لی تو صرف چند روز رہے گی۔ جب ایسی فانی چیز کے لیے اتنی محنت کرتے ہیں تو دنیا آدمی ایسی چیزوں کا محاسبہ اپنے نفس سے کیوں نہ کرے گا جن پر فحوت اور معلوت کا اندیشہ بیش کے لیے ہے۔ اس میں اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کی وجہ سے ہے اور شریک سے حساب کتاب کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اس میں کو دیکھا جائے۔ بھر نفع اور نقصان دیکھا جائے تاکہ کسی بیشی کا حاصل معلوم ہو۔ اگر کچھ قائم ہو تو اس سے لے لیا اور اس کی کارگزاری کا ممنون ہو۔ اگر کھانا ہو تو مل دہیں لے لے۔ اسی طرح انسان کا دین میں اس الہی فرائض میں اور اس کا مصلح فرائض و مستحبت میں اور کھانا محاسبی اور تجارت کا وقت سارا دن ہے اور اس تجارت میں کارندہ نفس ملہ ہے تو اول اس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے کہ جیسا چاہیے تھا دینا ان کو اویا ہے یا نہ صورت اول میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا چاہیے اور نفس کو رغبت دلائی چاہیے کہ اسے کیا کرے اور اگر اصل سے اویا کیا ہو تو اس سے ان کے قضاء کا مطالبہ کرے اور اگر باقی طور پر اویا کیا ہو تو ان کے نقصان فرائض سے پورا کرنا چاہیے۔ اگر مرکب معصیت ہو تو اس کی سزا اور عذاب اور عتاب میں مشغول ہو تاکہ جو قصور اس نے کیا ہو اس کا تدارک اچھی طرح کرے۔ جس طرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے دنیا کے حساب میں پائی پائی کا حساب لیا جاتا ہے اور زیادتی اور نقصان کے مبادیات یاد کر لے جاتے ہیں تاکہ کسی چیز میں کارندے کا نہیں نہ ہو اسی طرح چاہیے کہ نفس کے نہیں اور مکر سے بھی اجتنام کیا جائے کہ یہ بڑا مکار اور دھوکے باز ہے۔ پہلے اس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے۔ پھر وہ حساب لے جو میدان قیامت میں اس سے کوئی اور لے سکے اس طرح نظر کا حساب لے اور خیالوں اور قہروں اور نشست و برخاست اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب لے۔ یہاں تک کہ سکوت کا جواب طلب کرے کہ وہ کیوں ہو اور سکون کی باز پرس کرے کیوں ساکن ہوا جب تمام باتیں جو نفس پر واجب تھیں معلوم کر لیں اور یہ بھی جان لیا کہ ان وجہات میں سے نفس نے اس قدر اویا کیا تو جس قدر باقی رہے ان کو اپنے صفہ دل پر لکھ لے۔ جیسے کارندے کے ذمہ جو بھٹیا رقم نکلتی ہے وہ اس کے حساب میں لکھ لی جاتی ہے اور وہی پر بھی منتہش ہوتی ہے۔ پھر جب نفس قرض وار گھرا اس سے قرضوں کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تو ان سے اور کچھ اصل سے۔ پھر دینے سے اور کچھ اس کو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہیں مگر وصولی کے حساب کا صحیح ہونا اور جس قدر اس کے ذمے واجب الادا ہوئے اس کا جدا ہونا ضروری ہے۔ جب حساب ہو چکے اور باقی حساب ٹھیک ٹھیک نکل آئے اس وقت اس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے۔ پھر مستحب ہے کہ اس سے حساب تمام عمر کے دن اور گھڑی گھڑی کا تمام اعضاء غاہری اور باطنی میں لیا جائے۔

حکایت :- صوبہ بن حمر کے متعلق ہے کہ وہ موضع رتہ میں تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اچھی عمر کا حساب کیا تو ساتھ سلی نکل۔ اس کے دن گئے تو اکیس ہزار پانچ سو دن ہوئے۔ چچا ماری کہ ماہ

انوس بدشہ حقیقی سے انیس ہزار پانچ سو دلوں کے گنلہ سے ملوں گا جو کہ ہر مذدوس ہزار گنلہ ہوں گے تو کیا کہوں  
کا؟ پھر فطی کھا کر گئے اور اسی وقت وفات پائی۔ لوگوں نے سنا کہ کوئی کئے ولا کہتا ہے کہ اب فرداں بریں کو چلا  
جا۔

فائدہ :- ہر سالگ اسی طرح اپنی سانسوں کا حساب نفس سے کرے اور جو تا فریانی قلب اور اعضاء سے سرزد ہوئی  
ہو اس کا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گنلہ پر اپنے گھر میں ایک کنکر ڈال دیا کہے تو اس کا گھر تھوڑے دلوں میں بھر  
جائے۔ گویا اتنی خطائیں کرتا ہے مگر گناہوں کی یادداشت میں قفل کرتا ہے حالانکہ دلوں فرشتے اس کے گنلہ لکھے  
جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احصاء اللہ ونسوا، (البقرہ 6) ترجمہ کنز الایمان :- اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور  
دہ بھول گئے۔

بعد خطاء نفس کی توبہ :- جب سالگ اپنے نفس کا حساب کرے اور ارٹھک گنلہ اور قصور سے سالم نہ ہو  
اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اس کی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اسے صلت نہ دے اس لیے کہ صلت دے کا تو  
گناہوں کا کرنا اس پر آسان ہو گا اور حساسی سے اس کو ایسا نہیں ہو گا کہ پھر باز آتا و شرار ہو گا اور یہی امر اس کی چچی  
کا موجب ہو جائے گا بلکہ یوں چاہیے کہ ایسی صورت میں اس کو سزا دے مثلاً اگر اقتضائے شہوت سے کوئی لغو  
مخلوک کھائے تو اسے بھوک کی سزا دے اور اگر غیر محرم کو دیکھا ہو تو آنکھ کی سزایہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے۔  
اسی طرح ہر ہر عضو کی سزایں دے کہ جس چیز کی طرف اس کی رغبت ہو اس سے اس کو روک دے۔ ساکنین  
اسلاف کا دستور پوچھی تھا۔

حکایت :- منصور بن ابراہیم ایک عابد کے محل میں ہے کہ اس نے ایک عورت سے باتیں کیں۔ رفتہ رفتہ اپنا  
ہاتھ اس کی رہن پر رکھ دیا۔ پھر بھوم ہو کر وہی ہاتھ اُگ پر رکھ دیا کہ جل کر کباب ہو گیا۔

نئی اسرائیل میں ایک راہب تھا۔ وہ اپنے عیوبت خانے میں عیوبت کرتا۔ اسی طرح مدت تک رہا۔ ایک دن باہر  
کی طرف جھانکا تو ایک عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا۔ فائدہ اولیٰ دل میں لایا اور اپنا پاؤں باہر نکالا تاکہ عیوبت  
خانہ سے نکل کر اس کے پاس جائے۔ رخت ایدوی اس کی سمین ہوئی۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کیا حرکت کر رہا  
ہوں۔ اس کے بعد اس کا نفس ساکف ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بچا دیا۔ پھر اپنے کپے پر بھوم ہوا۔ جب پھاٹک  
پاؤں عیوبت خانہ میں پھنسا تو نہا کہ یہ کیوں ہو سکتا ہے کہ جو پاؤں اللہ تعالیٰ کی تافرلی کے لیے باہر نکلا تھا وہ میرے  
ساتھ عیوبت خانے میں آئے۔ بخدا یہ کبھی نہ ہو گا۔ یہ کہہ کر اس پاؤں کو باہر ہی نکال رہے دیا۔ پڑش اور عرف اور ہوا  
اور دھوپ سے وہ پاؤں کٹ کر گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی اور اس کا ذکر اپنی بعض کتب آسمانی میں  
فرمایا۔

حکایت :- حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں قریبی کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے حالت صلی

ہوئی اور سردی کی رات تھی۔ میں نے دیکھا کہ میرا لیس ٹائٹ سے سستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جائوں کہ صبح ہو جائے اور اپنی گرم کرلوں یا حمام میں غصوں۔ لیس پر مشقت نہ ڈالوں۔ میں نے کہا کیا خوب میں نے تمام عمر اللہ تعالیٰ کا کام کیا تو اس کا میرے اوپر حق واجب ہے۔ کیا وہ جلدی کرنے میں نہ ملے گا؟ توقف اور تاخیر میں مل جائے گا۔ قسم ہے کہ میں اسی گزری سیت نکالوں گا۔ اسے بدن سے نہیں اتاروں گا نہ اسے ٹچوں گا نہ دھوپ میں سوکھائوں گا۔

روایت ہے کہ غزوہ ان اور حضرت ابو موسیٰ ایک ساتھ کسی جہل میں تھے۔ ایک عورت سامنے ہوئی، غزوہ ان نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر اپنا ہاتھ آنکھ پر اس زور سے مارا کہ دم ہو گئی اور کہا کہ تو اسے دیکھتی ہے جو تیرے لیے مضر ہے۔

کسی نے ایک عورت کی طرف ایک نظر ڈالی۔ اس کے کفارے میں اپنے نفس پر الزام کر لیا کہ لہذا اپنی عمر بھر نہ پیوں گا۔ پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ نفس پر عیش نہ رہے۔

حسن بن سنان ایک درہجے سے گزروے۔ پوچھا کہ یہ کب بنا ہے؟ پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ سوال کیوں کرتا ہے؟ تیری مزایہ ہے کہ سب بجز روزہ رکھوں گا، پھر سب بجز کے روزے رکھے۔

حکایت :- مالک بن حنیف کہتے ہیں کہ ربیع ثقیبی میرے والد کو ملنے کے لیے بعد عصر آئے۔ ہم نے کہا وہ سو رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ وقت سوئے گا ہے۔ پھر چلے گئے، ہم نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہا بھیجا کہ اگر آپ کہیں تو ان کو جگا دیں۔ وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور شغل میں تھے۔ میری بات سمجھنے کی ان کو فرصت نہ تھی کیونکہ میں نے دیکھا کہ وہ قبرستان میں گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا تو نے یہ کہا کہ یہ سوئے کا وقت ہے۔ کیا تیرے ذمہ یہ کہا واجب تھا۔ جس وقت آدمی چاہے سو رہے تو کون ہے اور تو کیا جانتے کہ یہ سوئے کا وقت نہیں۔ تو نے ایسی بات کیوں کہی جو تو نہیں جانتے۔ خبردار میں اللہ تعالیٰ سے پکا عہد کرتا ہوں اسے کبھی نہیں توڑوں گا کہ مجھے سوئے کے لیے ایک سبیل تک زمین پر کمر نہ لگائے دوں گا بشرطیکہ کوئی مرض حاصل نہ ہو اور عقل میں فتور نہ آئے۔ اے بے حیاء تجھے شرم نہیں آتی، کب تک لوگوں کو جھڑکے گا۔ اپنی مگرابی سے باز نہ آئے گا۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور ان کو خبر نہ تھی کہ میں بھی وہی ہوں۔ جب میں نے ان کا حال دیکھا تو ان کو اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔

حکایت :- تیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات سو گئے اور تھک کے لیے نہ اٹھے۔ اس خطا کے بدلے نفس کو مزایہ دی کہ سب تک شب بیداری کی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک دن چلا اور اپنے کپڑے اتار کر دھوپ کے دھوپ میں منگھلواں پر خوب لوتا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مردار اور دن کے بیکار، لے مزا چک آتش جہنم

میں بھی زیادہ حرارت ہے۔ اسی دوران اس کی نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سائے تلے تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجھ پر غالب ہو گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا؟ اس کے سوا کیا اور کوئی تدبیر نہ تھی۔ آگاہ ہو کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے سبب سے فرشتوں پر فخر کیا۔ پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے کچھ توش لے لو۔ پس لوگوں نے ہر طرف سے اس کو کتنا شروع کیا کہ حضرت ہمارے لیے بھی دعا کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربا کا الحسب کے لیے دعا کرو۔ اس نے کہا کہ الہی تعالیٰ ان کا نکالنا۔

حکایت :- حذیفہ بن قثمہ فرماتے ہیں کہ کسی سالک نے دوسرے سے پوچھا کہ شوات نفس میں تم اپنے نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ دوسے زمین پر ایسا کوئی نفس نہیں جس کے ساتھ مجھے اتنا بغض ہو جتنا اپنے نفس سے ہے۔ پھر میں اس کی خواہش پوری کیوں کروں۔

حکایت :- ابن اسحاق حضرت داؤد غالی کی خدمت میں اس وقت گئے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے تھے۔ انہوں نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اے داؤد تو نے اپنے نفس کو قیدی رکھا۔ اس سے قیل کہ اسے مجبوس کیا جائے اور اسے عذاب دیتے جانے سے پہلے آپ نے عذاب دیا۔ پس یہ کام جس کے لیے تو کیا کرتا تھا؟ آج دیکھے گا کہ وہ کیا ثواب دے گا۔

حکایت :- وہب بنہ نے ایک شخص نے مدت تک عبادت کی تھی۔ پھر اسے کوئی عبادت پیش آئی۔ اس کے لیے متر ہفتے تک اس طرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے میں گیارہ گھوڑے کھاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی۔ انہوں نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو نے جیسا کیا، ویسا پایا۔ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو حاجت پوری ہو جاتی۔

حکایت :- عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ ہم جہلم میں تھے جب ایک ڈاکو آسمان پر ہوا تو لوگوں میں شور مچا۔ سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ اس دن ہوا بہت تیز تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مقابل ہو کر کہہ رہا تھا کہ اے نفس میں فلاں جہلم میں شریک ہوا تو تو نے کہا کہ اپنے زندہ و فرزند کی طرف چل۔ میں نے تیرا کتنا مان لیا اور لوٹ گیا، پھر فلاں فلاں جہلم میں شریک ہوا اور تو نے وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور میں نے تیرا قول مانا مگر آج بخدا تجھے خدا کے سامنے کیے دیا ہوں، تجھے پکڑے یا چھوڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ مجھے بھی آج اس شخص کو دیکھنا ہے اور اسے دیکھتا ہوں۔ لوگوں نے ڈاکو پر حملہ کیا تو وہ شخص پہلے حملہ کرنے والوں میں تھا۔ پھر جب ڈاکو نے چڑھائی کی تو لوگوں کے قدم اٹھ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلایا۔ میں تک کہ کئی بار میرا ہی ہوا کہ لوگ بہت گئے اور وہ لڑتا رہا۔ اسی طرح کہ وہ شہید ہوا۔ میں نے اس پر اور اس کے گھوڑے

پر ساتھ مشرینہ کے زخم شہ کیے۔

فائدہ :- ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محل پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ بلخ میں کسی جانور کی آواز سے نماز میں خیال بٹا تو اس بلخ کو کفارہ میں صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اپنے پاؤں میں کوڑہ مارا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آج تو نے کیا کیا؟

حکایت :- مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ سرچست کی طرف انصافاً تو ایک عورت پر نگاہ پڑی۔ آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا میں رہوں گا اپنا سر اوپر کی طرف نہ اٹھاؤں گا۔

حکایت :- اخنفت بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپ کا دستور تھا کہ اپنی انگلی جلتے چراغ پر دکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے نفس کیا ہوا تھا کہ فلاں روز تو نے فلاں قصور کیا تھا۔

حکایت :- مویب بن الورد کو کوئی بات نفس کی بری معلوم ہوتی تو آپ اپنی چھاتی کے چند بال اکھاڑتے یہاں تک کہ اس کی تکلیف زیادہ ہوتی۔ پھر اپنے نفس سے کہتے کہ میں تو تیرا بھلا چاہتا ہوں۔

حکایت :- محمد بن بشر نے واؤد طالی کو دیکھا کہ نغفار کے بعد سلاہ روٹی کھاتے۔ ان سے عرض کیا گیا کہ آپ نمک سے کھا لیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا نفس اس دن سے نمک کا طالب ہے مگر واؤد جب نمک دنیا میں ہے نمک تمہیں پہنچے گا۔

فائدہ :- سلوک والے اپنے نفسوں کو یوں سزا دیتے ہیں۔

چند سود مند :- عجیب تر بات ہے کہ انسان اپنے غلام 'لوٹڈی' اور ذن و فرزند کو اور کتاب معصیت پر یا کسی کام میں تصور کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر دو گزر کر جاؤں تو کہیں یہ میرے ہاتھ سے نہ نکل جائیں اور سرکش نہ ہو جائیں۔ پھر اپنے نفس کو کیسے بے لگام چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ وہ سب سے بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے۔ ذن و فرزند کی سرکشی کو اس کی سرکشی سے کوئی نسبت نہیں۔ نسبت ان کا بل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پر پریشان کر دیں گے لیکن اگر قتل ہو تو سمجھ جائے کہ دنیا کی عیش کچھ نہیں۔ دراصل عیش آخرت ہی میں ہے کہ اس میں وہ راحت دائمی ہے کہ جس کی کبھی انتہاء نہیں اور نفس اس عیش جلد لینی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی سزا لونی زیادہ ہونی چاہیے۔

مجلدہ نفس :- اس کی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اس کو سرکب کسی منزلہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اس کی سزا ان سزاؤں سے کرے جو پہلے گزریں اور دیکھے کہ سستی کی وجہ سے کسی مستحب میں یا دغیفہ میں سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اس کی تہذیب اس طرح کرے کہ وظائف کا بوجھ اس پر ڈالے اور تدارک مالت کے لیے چند



قسم کے وظائف اس پر لازم کرے۔ یہی اسلاف کا دستور تھا کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کرتے تھے۔  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب عصر کی نماز جماعت نہ ملی تو ٹپس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین جس کی قیمت دو لاکھ درہم تھے صدقہ کر دی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اس رات میں بیدار رہتے۔ ایک دفعہ نماز مغرب میں اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے۔ آپ نے دو غلام آزاد کر دیئے۔  
ابن ابی ربیعہ کی فحری دو سنتیں تقاضا ہو گئیں تو آپ نے ایک غلام کو آزاد کر دیا۔  
بعض اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کر دینا مقرر کر لیتے تھے اور یہ امور صرف نفس کی ہدایت کے لیے کرتے تھے اور وہ کام اختیار کرتے کہ جس میں اس کی ٹہلت ہو۔

سوال :- ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف واقعی پر اطاعت نہ کرے تو پھر اس کا کیا علاج؟

جواب :- اس کا علاج یوں کرے کہ فضیلت مجتہدین نفس کو سنائے اور سب سے زیادہ غلط علاج یہ ہے کہ کسی ایسے نیک بندے کی صحبت کا استغاثی ہو جو عبادت میں خوب جدوجہد کرتا ہو تاکہ اس کا عمل دیکھنے سے اس کی اقتداء کرے۔ بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت میں مجھے سستی پیش آتی ہے تو میں محمد بن واسع کے احوال اور ان کا مجاہدہ دیکھا کرتا۔ ایک ہفتہ تک ایسے ہی کرتا؟ اس سے میری سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج مشکل ہے اس لیے کہ اس زمانہ میں ایسا شخص جو عبادت میں جدوجہد کرے مفقود ہے۔ اسلاف اجتہاد اب گئے۔ اس سے کیا بہتر ہے کہ شاید سے عدول کر کے سننے کی طرف رجوع کرے کہ ان کے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہیں اور ان کے حالات کا مطالعہ کرے کہ کتنی کوشش کرتے تھے۔ ان کی مشقت تو ہو چکی مگر ثواب اور راحت ہمیشہ تک بھٹی رہے گی۔

غور فرمائیے کہ ایسے لوگوں کی سلطنت کتنی بڑی ہے اور افسوس اس پر ہے جو ان کی اقتداء نہ کرے اور چند روز ان شوائب سے متنع ہو جو عیش کو کمزور کرتی ہیں۔ پھر اس پر موت آجائے کہ اس میں اور اس کی خواہشوں میں جدائی ڈال دے۔

فائدہ :- ہم اسلاف کے اوصاف دیکھتے ہیں جن سے مرید کی رغبت نیش میں آئے کہ ان کی اقتداء کر کے اعمال میں خوب جدوجہد کیجئے۔

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رحم اللہ افواما یا بحسبم الناس مرضی وما یم عرضہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے کہ لوگ انہیں پیار سمجھتے ہیں علانہ وہ بیمار نہیں۔"

فائدہ :- حضرت حسن فرماتے ہیں کہ مریضوں سے اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جن کو عبادت نے مریض کر

رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین یؤمنون ما انوا قلوبہم وجلۃ (المومنون 60) ترجمہ کنز الایمان :- اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دے دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں۔

فائدہ :- حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اعلیٰ سائل جس قدر ان سے ہو سکے کرتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے عذاب الہی سے تجلّت نہ ہوگی۔

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طلوع عن طالع عمرہ و حسن عملہ ترجمہ : اسے مبارک ہو جس کی عمر لکھی نیکی میں گزرے۔

حدیث :- روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے جو کوشش کرتے ہیں ان کو کیا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ الہی تو نے ان کو ایک چیز سے ڈرایا ہے 'وہ اس سے ڈرتے ہیں اور ایک چیز کا شوق دلایا ہے' وہ اس کی طرف مشتاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے دیکھ پائیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اور زیادہ کوشش کریں گے۔

فائدہ :- حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا اور ان میں سے ایسی جماعتوں کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز سے خوش نہ ہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے۔ ان کے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جس کو تم اپنے پاؤں سے ملتے ہو۔ بعض ان میں سے ایسے تھے کہ عمر بھر بھی ان کے کپڑا نہ ہوا اور نہ کبھی اپنی بی بی سے کسی کھانے کی فرمائش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور ان کو میں نے کتاب اللہ اور حدیث پر عمل پایا۔ جب رات ہوتی ہاتھ پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ چہلوں کو زمین پر رکھتے اور رخساروں پر آنسو بہاتے کہ آخرت میں رہائی پائیں۔ جب کوئی انہیں بہت کرتے تو اس سے خوش ہوتے اور اس کے شکر میں جدوجہد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے قبول فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی یرغائی کرتے تو اس سے ٹھیکیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما۔ یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسی طرح اسی عمل پر رہے۔ بخدا کہ گناہوں سے نہ بچے اور نہ مغفرت کے بغیر تجلّت پائی۔

حکایت :- بعض لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف بیماری کی عیادت کے لیے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں ایک نوجوان غلیٹ دلا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تیری ایسی صورت کیوں؟ اس نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین بیماریوں نے غلام کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سچ بتا۔ اس نے عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ میں نے دنیا کی حلاوت بیکسی تو چل چلا اور اس کی آرائش اور حلاوت میری نظر میں حقیر ہو گئی۔ مجھے سونا اور پتھر کیسے نظر آتا ہے۔ اب یہ عمل ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کے عرش کے پاس ہوں اور لوگ جنت اور دوزخ میں جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے تمام دن پاسا رہتا ہوں اور رات بھر جاگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ثواب و عذاب کے سامنے میرا یہ عمل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔



کو قبر میں نماز کی اجازت دے تو مجھے اجازت دینا کہ میں اپنی قبر میں نماز پڑھوں۔

حکایت :- حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری ستمی سے زیادہ عابد کسی کو نہیں دیکھا کہ اٹھارے برس کی عمر میں مرض موت کے سوا کبھی کسی نے لیٹے ہوئے ان کو نہ دیکھا۔

حکایت :- حارث بن سعد کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایک راہب کے پاس گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور تکلیف مخلوق پر مشغور ہیں۔ ان کے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہے مگر لوگ غافل ہیں۔ اپنے نفسوں کی لذات پر گمراہ ہوئے ہیں اور جو خدا ان کو خدا کے ہاں سے لئے گا، اس سے بے خبر ہیں۔ یہ سن کر تمام لوگ رو پڑے۔

حکایت :- ابو محمد حنظلی کہتے ہیں کہ ابو محمد جریری سہل بھر کہ مکرمہ میں مجاور رہے، نہ سوئے، نہ کلام کیا، نہ سنتوں یا دیوار سے تکیہ لگایا، نہ ٹانگیں پھیلائیں۔ ایک دن ان کے پاس ابو بکر کتلی گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ کعبہ کے احکام پر کس چیز سے قادر ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ جس علم نے میرے باطن کو پختہ کر رکھا ہے، اسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہے۔ کتلی اپنا سر پیچے کر کے سوچتے ہوئے چل دیے۔

حکایت :- ایک سالک حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ زہدی آمیز ہیں۔ ان سے کہا کہ اے فتح تم کو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر تو مجھے قسم نہ دیتا تو میں ہرگز نہ بتاتا، ہاں میں خون روتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ آنسو کیوں بہاتے ہیں؟ فرمایا کہ اس جہت وجہ سے کہ جو حق اللہ تعالیٰ کا مجھ پر واجب تھا اس میں میں نے قصور کیا اور خون اس لیے دیا کہ آنسو کیسے بے موقع نہ نکلے ہوں۔ پھر میں نے ان کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخش دیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے آنسوؤں کے متعلق میں کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس لیے بہاتا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب میں قصور کرنے کی وجہ سے۔ پھر پوچھا کہ خون کس لیے روتا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ کبھی آنسو بے موقع اور مقبول نہ ہوئے ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے حیري مرو کیا تھی؟ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ تیرے دونوں ٹھکانے پالیس سال تیرے نامہ اعمال لیا کرتے، اس میں کوئی خطا نہیں تھی۔

حکایت :- منقول ہے کہ بعض لوگ راہ بھول گئے۔ ایک راہب کے پاس پہنچے جو لوگوں سے علیحدہ بیٹھا تھا۔ اسے پکارا تو اس نے عہدت خانے میں سے سر نکل کر ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم رات بھول گئے، راتے تھے۔ اس نے سر سے اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ وہ اس کا مطلب سمجھ گئے کہ معرفت کا راستہ بتاتا ہے۔ پھر اس سے کہا کہ ہم جو پوچھیں تو جواب دے گا۔ اس نے کہا کہ پوچھو لیکن زیادہ نہ پوچھو کہ یہ دن بھر میں آئے گا نہ عمر

بڑے کی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے۔ لوگوں کو اس کی منتظر سے قہج ہوا اور کہا کہ قیامت میں لوگوں کا حشر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس طرح ہوگا؟ اس نے کہا کہ اپنی نیوٹوں پر۔ ہم نے کہا: ہم کو کچھ وصیت کیجئے۔ اس نے کہا کہ سفر کی حیثیت توش تیار کرو۔ اس لیے ہمت توش دینی ہے جو مقصود تک پہنچا لے۔ پھر راست بنا کر سرائد کر لیا۔

حکایت :- ابو الواعد بن زید کہتے ہیں کہ میرا چچا کے نیک راہب سے گزر ہوا۔ میں نے اسے راہب کہہ کر پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ پھر میں نے کہا کہ راہب وہ نہ بولا۔ سہ بار پھر کہا اس نے میری طرف سر نہل کر کہا بھائی جان میں راہب نہیں راہب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی تعظیم کرے اور اس کی معصیت پر صبر کرے اور اس کی نصیحت پر راضی رہے اور اس کی نعمتوں کا شکر کرے اور اس کی عفت کے سامنے تواضع کرے اور اس کی عزت کے باطل ذلیل رہے اور اپنے نفس کو قدرت کے حوالے کرے اور اس کی ہیبت سے خضوع کرے اور اس کے حساب اور عذاب میں فکر کرے۔ دن کو روتہ رکے اور رات کو قیام کرے۔ روز کی یاد اور اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے۔ سونے نہ دے اور میرا حال یہ ہے کہ میں باؤلا کتا ہوں۔ میں نے خود کو اس عیبت خانے میں بند کر لیا ہے تاکہ لوگوں کو نہ لکھوں۔ میں نے پوچھا کہ کس چیز نے لوگوں کو خدا تعالیٰ سے جدا کر رکھا ہے۔ اس سے کیوں منحرف ہیں؟ اس نے کہا کہ مخلوق کو خدا تعالیٰ سے جدا کرنے والی تو صرف دنیا کی محبت اور اس کی نعمت ہے۔ دنیا ہی گناہوں اور معاصی کی جگہ ہے۔ ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے باہر پیٹک مارے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور انہیں ہاتوں پر متوجہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہیں۔

حکایت :- کسی نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ آپ وادھی کا کٹھا کیجئے۔ فرمایا کہ بیمار میں کٹھا کرنے کا کیا فائدہ؟ حکایت :- حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے۔ اس رات کو ایک ہی رکوع میں صبح کر دیتے۔ جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدے کی رات ہے اس کو سجدے ہی میں بسر کرتے۔

حکایت :- منقول ہے کہ جب عتبہ غلام تائب ہوئے تو کھانے اور پینے کی طرف راغب نہ ہوتے۔ ان کی یاد مشغول ان سے کہیں کہ بڑا اپنے نفس پر غری کرواؤ جواب دیتے کہ میں آرام ہی کا طالب ہوں۔ تھوڑی سی مشقت مجھے کر لینے دو پھر بد توں تک آرام ہی کروں گا۔

حکایت :- حضرت مسروق نے حج کیا تو جب سوتے تو سجدہ کی حالت میں سوتے۔

حکایت :- حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ رات کے چلنے کی طرف تعریف لوگ صبح کو کیا کہتے ہیں اور تعوی کو بعد موت کے اچھا جانیں گے۔

حکایت :- عبداللہ بن واؤ کہتے ہیں کہ بزرگھن دین میں سے جب کوئی چالیس سال کا ہوتا تو اپنا بستر اٹھا لیتا یعنی تمام رات سوتا بالکل ترک کر دیتا۔

حکایت :- کعب بن الحسن روزانہ ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے تمام برائیوں کی بڑاٹھ کھڑا ہو۔ جب آپ ضعیف ہوئے تو پانچ سو رکعت پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا۔

حکایت :- رافع بن فیثم کی صاحبزادی ان سے کہا کرتی کہ ابا جان کیا باعث ہے کہ تمام لوگ موتے ہیں اور آپ نہیں موتے۔ آپ فرماتے کہ بنی مجھے آگ کا ڈر ہے اور جب ان کی ماں نے ان کا محل روئے اور جاننے کا دیکھا تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسی کو مار ڈالا ہے جو رو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں ان کی ماں نے کہا وہ کون تھا کہ ہم اس کے رشتہ داروں کو ڈھونڈیں کہ وہ خون معاف کر دیں۔ اس لیے کہ تیرا محل آگ رہا وہ دیکھیں گے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دیں گے۔ آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے۔

حکایت :- بشر بن الحارث کے بھانجے عمرو کہتے ہیں کہ میرے ماں بزرگ بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے ہیں کہ میں میری پسلیوں اور کمر کھڑو ہیں۔ میری ماں نے کہا کہ بھائی اگر تم نکلو تو تمہارے لیے ایک مٹھی بھر دیرہ بنا دوں اے بھو کے تو کچھ تو طاقت آجائے گی۔ ماں نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے نہ پوچھے کہ تمہرے پاس آنا کھل سے آیا تو پھر میں کیا جواب دوں گا؟ میری ماں روئے گی اور وہ خود بھی روئے۔ ان کے ساتھ میں بھی رویا۔ عمرو کہتے ہیں کہ میری ماں نے جب ان کا محل دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کھڑو ہو گئی تو ان سے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمہاری ماں سے میں پیدا نہ ہوتی اس لیے کہ تمہارا محل دیکھ کر میرا بھر کھڑے ہوا جانا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہن میں بھی یہی کہتا ہوں جو تو کہتی ہے۔ عمرو کہتے ہیں کہ میری ماں ان کے لیے شب و روز رویا کرتی تھی۔

حکایت :- رافع کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا تو ان کو نماز فجر پڑھ کر بیٹھا پایا۔ میں بھی بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ ان کے وظیفے میں حرج نہ ڈالوں اسی لیے میں بیٹھ گیا لیکن آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھے یہاں تک کہ عصر پڑھی اور عصر کے وقت سے عصر تک برابر نماز پڑھتے رہے۔ بعد عصر پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے۔ نماز مغرب کے بعد پھر بیٹھک میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ عشاء پڑھی۔ پھر وہیں بیٹھ گئے یہاں تک کہ صبح پڑھی۔ پھر سو گئے۔ پھر فرمایا کہ اے اویس میں تجھ سے پتلا مانگتا ہوں اے اویس آگھوں سے جو سو جائیں اور ایسے شکم سے جو سیر نہ ہو۔ میں نے دل میں کہا کہ مجھے ان سے اسی قدر کافی ہے اسی لیے واپس آیا۔

حکایت :- کسی نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار سے معلوم ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ میں بیمار نہیں ہوں تو کیا ہوں کہ بیماروں کو کھانا ملے اور اویس شیف کھانا بیمار سوتے ہیں اور اویس

نہیں سوتا۔

حکایت :- احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ جو یہ جانتا ہے کہ جنت لور سے آراستہ ہے اور دوزخ نیچے سے گرم ہے تو تعجب ہے کہ وہ ان دونوں کے بیچ میں کیسے سوتا ہے۔

حکایت :- ایک عابد کہتے ہیں کہ میں حضرت امیر الہم رحمۃ اللہ علیہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہیں۔ میں آپ کو دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ آپ اپنے آپ کو ایک کھل میں لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کھٹ بھی نہ لی یہاں تک کہ صبح ہوئی اور موذن نے لڑائی کی۔ آپ اٹھ کر نماز میں شریک ہوئے اور وضو نہ کیا۔ یہ بات میرے دل میں کھلی۔ میں نے آپ سے کہا کہ آپ تمام رات سوتے رہے، پھر وضو نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو رات بھر کبھی جنت کے بہانے میں دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلوں میں، اس صورت میں بیٹھ گیا؟

حکایت :- حضرت ثابت بنی کہتے ہیں کہ میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں کہ نماز پڑھتے پڑھتے اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے ہاتھ پر گھٹنوں کے بل پلے بغیر نہیں آسکتے تھے۔

حکایت :- ابو بکر بن عباس نے ہائیس محل ذہن پر اپنی کمر نہیں لگائی تھی اور ان کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا۔ جس برس تک ان کے گھروالوں کو خبر نہ ہوئی کہ ایک آنکھ سے آپ کو کچھ نظر نہیں آتا۔  
فائدہ :- سنون کا وظیفہ روزانہ پانچ سو رکعت تھیں۔

حکایت :- ابو بکر مطوی کہتے ہیں کہ چوٹی میں رات دن میں انہیں ہزار پلہ قل ہوا لٹھ پڑھا کرتا تھا یا پانچ ہزار بار راوی کو شک ہے کہ کونسا عدد فرمایا۔

حکایت :- منصور بن عسکریہ علی سے رچے کہ اگر کوئی دیکھے تو کہے کہ اس شخص پر کوئی معصیت پڑی ہے۔ محل تھا کہ آنکھیں نیچے، توازیست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاؤ تو آٹھ آٹھ آنسو گریں۔ ان کی ماں ان سے کہیں کہ تو اپنے نفس پر کیا کرتا ہے۔ تمام رات رویا کرتا ہے، چپ نہیں ہوتا شاید تو نے کوئی قتل کیا ہے یا کیا وجہ ہے؟ وہ جواب دیتے کہ اے ماں میں جانتا ہوں جو کچھ میں نے کیا ہے۔

حکایت :- کسی نے عاصم بن عبداللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دھیر کی پیاس پر کیسے بسر کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ صرف اس طرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر مل دیتا ہوں اور رات کے سونے کو دن کے حوالہ کر دیا اور یہ کوئی بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے کہ میں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی، جس کا طالب ہو گیا ہو اور نہ دوزخ جیسا کہ جس سے خوف کرنے والا ہوتا ہو۔ جب رات آتی تو کہتے کہ آج کی حرارت نے خواب کو کھو دیا۔

پھر صبح تک نہ سوتے۔ جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے فیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جوڑتا ہے وہ شام ہی سے چل رہا ہے اور صبح کے وقت لوگوں کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

حکایت :- بعض اکابرین نے فرمایا کہ میں عاصر بن قیس کے ساتھ چار مہینے رہا۔ میں نے ان کو کبھی نہ دیکھا کہ رات یا دن کو سوتے ہوں۔

حکایت :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک رفیق معتقد کہتا ہے کہ میں نے آپ کے پیچھے نماز صبح پڑھی۔ آپ سلام پھر کر دینی طرف کو منہ کر کے بیٹھے۔ آپ پر کچھ اثر غم تھا، اقبال کے نکلنے تک آپ دیسے بیٹھے رہے۔ پھر قریباً میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آج ان بیسا کوئی امر نہیں پایا جاتا، وہ صبح کو پہلے دروہنگ اٹھتے ہیں، رات کو مسجد و نماز میں گزار دیتے۔ کتاب اللہ پڑھتے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو اٹنے بیٹھے جیسے درخت ہوا سے ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو اتنے جاری ہوتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے لیکن تمہارا یہ حل ہے کہ رات کو خوب غافل ہو کر سوتے ہو۔

حکایت :- ابو مسلم خلائی نے کوڑا ٹھکر کی نماز گاہ میں لٹکا رکھا تھا۔ اس سے اپنے نفس کو ڈراتے پور کیا کرتے کہ اللہ کھڑا ہو ورنہ یقین جان کہ تجھے ماروں گا۔ پھر جب ان کو سستی ہوتی تو کوڑا لے کر اپنی پنڈلیوں میں مارتے اور کہتے کہ میری سواری تو تو ہے اور کیا کرتے کہ اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ممکن کرتے ہوں کہ دین ہم ہی نے اختیار کیا ہے۔ دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ حصہ نصیب نہیں، بخدا کہ اس میں ہم بھی ان کی شرکت کریں گے تاکہ وہ جانیں کہ ہمارے بعد کچھ لوگ ہیں۔

حکایت :- معقوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے خشک ہو گئی تھیں اور جدوجہد میں اس وجہ کو پہنچ گئے تھے کہ اگر بالفرض ان سے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو ان کے معمولات میں فرق نہ آتا۔ ان کا دستور تھا کہ سردی کے دنوں چمٹ پر سوتے فور گرمیوں میں کمرے کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے فیند نہ آئے۔ ان کی موت حالت سجدہ میں ہوئی۔ آپ دعا مانگا کرتے کہ الہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما۔

حکایت :- حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں ایک دن صبح کو اٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اٹھ کر پہلے اپنی پوجا کی حضرت عائشہ کی خدمت میں سلام کرتا تھا۔ ایک روز حاضر ہوا تو آپ نماز پڑھ رہی تھیں اور یہ آیت فہم اللہ علینا ووفانا عقاب السوم (الحدود 27) ترجمہ کنز الایمان :- تو نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لوگ کے عذاب سے بچا لیا۔ پڑھ پڑھ کر رو رہی تھیں۔ میں کھڑے کھڑے تھک گیا اور ان کا وہی حل رہا۔ جب میں نے دیکھا کہ ان کو ایسی دیر ہے بازار چلا گیا کہ اپنے کام سے فراغت پاؤں تو پھر آؤں گا۔ میں کام سے فراغت کے بعد آیا تو پھر بھی ان



کو اسی محل میں پلایا کہ روٹی جاتی تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور اس آیت کو مکدر پڑھتی تھیں۔

حکایت :- محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عبدالرحمن بن اسود آئے۔ آپ صبح کے ارادہ سے جا رہے تھے تو ہم نے دیکھا ان کے ایک پاؤں میں کچھ مرض ہو گیا تو آپ دوسرے پاؤں پر کھڑے ہو کر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے۔

حکایت :- بعض اکابرین کا قول ہے کہ مجھے موت سے کوئی خوف نہیں، صرف اتنا ڈر ہے کہ میری تہہ بھوٹ جائے گی۔

فائدہ :- حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نیک بختوں کی علامات یہ ہیں کہ شب بیداری کی وجہ سے زور رنگ اور رونے سے آنکھیں اندھی اور روڑے کے سبب سے لب خشک اور ان پر خشوع والوں کی طرح غبار ہو۔

حکایت :- حضرت حسن سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ تہہ گزار لوگوں کے چہرے جبین ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمنا میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نور سے چرو نورانی بنا دیتا ہے۔

حکایت :- عامر بن عبدالقیس فرمایا کرتے کہ الہی تو نے مجھے پیدا کیا تو مجھے خبر نہ تھی اور ہمارے گاتو بھی مجھے خبر نہیں ہوگی اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون میں پھرتا ہے اور وہ مجھے دکھاتا ہے لیکن میں نہیں دیکھتا۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا تو گناہ سے دور رہو۔ الہی میں گناہ سے کیسے رک سکتا ہوں، اگر تو مجھے نہ روکے۔ الہی دنیا میں رنج و غم ہیں اور آخرت میں حساب و عذاب تو راحت کمال۔

حکایت :- جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ غیہ غلام رات کو تین چیزوں میں بسر کرتے۔ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے اپنا سر دونوں زانو کے درمیان رکھ کر گھر کرتے۔ جب شبی حصہ شب گزرنا، ایک بیچ مارتے۔ پھر گھنٹوں میں سر دے کر فکر کرتے لگے۔ جب ایک شبی رات گزر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے۔ یہاں تک کہ تیسری بیچ صبح کو مارا کرتے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کا محل ایک بھرو کے مقیم سے کہا۔ اس نے کہا کہ تم ان کی چیزوں کا خیال نہ کرو بلکہ یہ بوجہ کہ وہ چیزوں کے درمیان ان پر کیا کیفیت گزرتی ہوگی کہ وہ بیچ مارتے تھے۔

حکایت :- قاسم بن راشد شیبلی کہتے ہیں کہ عصب (مقام) میں ریبہ ہے۔ اپنی زوجہ کو زخروں سمیت فہرے ہوئے تھے۔ ان کا دستور تھا کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھا کرتے۔ جب صبح ہوتی تو زور سے پکارنے کے اے آرام کرنے والو کیا اس تم تمام رات سوئے ہو اور اٹھ کر نہیں چلو گے۔ یہ سن کر تمام اٹھ بیٹھے۔ کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی ملاوت کرتا کوئی وضو کرتا۔ جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانتا کرتے۔

فائدہ :- بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اس کے انعام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پہچان گئے ہیں اور اس نے ان کا سینہ کھول دیا تو اس کی اطاعت کی اور اس پر توکل کیا اور خلق اور امر کو اسی کے حوالہ کیا۔ اسی لیے ان کے دل مضائقہ یقین کی کائنات اور حکمت کے گہر اور عقمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہو گئے ہیں۔ ان کا عمل یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگوں میں رکھتے ہیں اور ان کے دل ملکوت میں جولاہیاں کرتے ہیں اور محبوب غیب میں پنہا لیتے ہیں۔ پھر وہاں سے لوٹتے ہیں تو ان کے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہیں کہ جن کا وصف کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ وہ لوگ باطن کی خوبی میں تو ریشم ہیں اور ظاہر میں مستقل ردی کی طرح ہیں۔ ہر ایک سے قاضی سے پیش آتے ہیں اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ ہر ایک کو نیسی مل سکتا بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

حکایت :- بعض صلحاء سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پھاڑوں میں پھرتا تھا۔ اتفاقاً ایک جنگل میں گیا۔ وہاں ایک زوردار آواز سنی اور پہاڑی اس کا جواب دیتے تھے۔ اس سے بڑی گونج اٹھتی تھی۔ میں اس آواز کی طرف گیا تو ایک بلغ میں پہنچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس میں ایک شخص کو دیکھا کہ گھڑا ہوا اس آیت کو بار بار پڑھ رہا ہے۔ ہوم نجد کل نفس ما عملت من خیر مخضرا وما عملت من سوء فودوا لوان بیتہاء وبیتہ امعا بیتہا وبحسبکم اللہ معہ (آل عمران 30) ترجمہ کنز الایمان :- جس دن ہر جان جو بھلا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہو تا اور اللہ ہمیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ میں بیٹھ کر سننے لگا۔ وہ بڑی پڑھتا رہا 'یکایک ایک چار کر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہو گیا۔ پھر میں اس کے الفاظ کا شکر رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد اسے ہوش آیا۔ میں نے سنا کہ کتابہ الہی میں تجھ سے کذابوں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھے جھوٹے مدعیوں جیسے اعلیٰ سے دور رکھتا۔ تیری ہی عقمت کے لیے عارفوں کے دل تیری دلیل ہوئے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ کر کہا کہ مجھے دنیا سے کیا سروکار اس کو مجھ سے کیا تعلق۔ اے دنیا جو تجھ میسا ہو اس کے پاس جا اور جو تجھے پسند کرے، اُنہیں کو جا کر اپنی آسائشیں اور بزاہدوں طرح کے آرام حاصل کر۔ پھر کہا کہ اسلاف کمال گئے۔ زمانہ گزشتہ کے حضرات کدھر ہیں۔ وہ مٹی میں ہیں اور چند روز کے بعد ہم بھی خاک ہو جائیں گے۔ میں نے اسے پکارا کہ اے ہندہ خدا میں آج سارا دن تیرے پیچھے تیری فراغت کا شکر ہوں۔ اس نے کہا کہ بھلا اس شخص کو فراغت کمال جو زمانہ سے زیادتی چاہتا ہو اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن تو گزر گئے ہوں اور اس کے گناہوں کے پیچھے رہ گئے ہوں۔ پھر اس نے میری طرف سے توجہ پٹائی اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ ان گناہوں کے لیے تو ہی ہے اور ہر شدت کہ جس کے آنے کی مجھے توقع ہے اس کا تو کفیل ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی ویدا لہم من اللہ مالہم بکھووا بحسبہون (الفرعہ 47) ترجمہ کنز الایمان :- اور اُنہیں اللہ کی طرف سے وہ ہمت ظاہر جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

پھر حج ماری کہ پہلی حج کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے کہا کہ اس کا دم نکل گیا۔ میں اس کے قریب گیا دیکھا تو رت پڑ رہا ہے۔ پھر اتفاق پلایا اور کہنے لگا کہ میں کون ہوں اور میرا خطرہ کیا ہے تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پروردہ رحمت میں مجھے چھپا اور اپنے کرم سے میرے گناہوں سے درگزر فرما جس وقت کہ میں حیرے سامنے کھڑا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ قسم ہے تجھے اس ذات کی جس کی توقع اور احوال رکھتا ہے کچھ بتا۔ اس نے کہا اس سے بات کرو جس کے کلام سے تجھے کچھ فائدہ ہو اور اس کے کلام کو جانے دو جس کو گناہوں نے تیار کر دیا ہو۔ میں اس جگہ میں نہ معلوم کس بات سے اٹھیں کے ساتھ لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑتا ہے۔ آج تک میرا کوئی عدد گار نہ ملا کہ مجھے اس معیت سے نکلا صرف تو آیا ہے لیکن تو مجھ سے دور ہو جا اس لیے کہ تو نے میری زبان کو بیکار کر دیا۔ انا اپنی بات کی طرف حیرے دل کو مائل کر لیا۔ میں حیرے شر سے ہٹا مانگتا ہوں۔ پھر توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے غصہ سے مجھے پناہ دے اور اپنی رحمت سے فضل کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا ولی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں اس کو باتوں میں مشغول کروں تو مجھ پر عذاب آجائے۔ اس خیال سے میں اسے چھوڑ کر وہاں آیا۔

حکایت :- ایک نیک بخت روایت کرتے ہیں کہ میں سفر چلتے چلتے ایک درخت کی طرف گیا کہ اس کے نیچے ذرا آرام کروں۔ دیکھا تو ایک بوڑھا مجھے کہتا ہے کہ اٹھ کھڑا ہو موت مری نہیں۔ پھر یہ کہہ کر چل دیا۔ میں اس کے پیچھے ہوا۔ وہ کہتا ہے کل نفس فانیۃ الموت (آل عمران 185) ترجمہ کنزالایمان :- ہر جان کو موت پہنچتی ہے اسی میرے لیے موت میں برکت کر۔ میں نے کہا کہ بعد موت کے بھی۔ اس نے کہا جو شخص بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ احتیاط اور خوف کے مارے چلنے کے لیے دامن اٹھائے رہے گا۔ دنیا میں اس کے رہنے کی جگہ نہ ہوگی۔ پھر کہا کہ اسے وہ ذات جس کے لیے تمام چہرے ذلیل ہیں اپنا دیدار دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور قیامت میں اپنے سامنے کی اجر و توجیع کی نصیحت سے محفوظ رکھ۔ اب تجھ سے مجھے شرم آنے کا وقت آچھا اور تجھ سے امراض سے اب میں باز آیا۔ اگر تیرا علم نہ ہوتا تو مجھے میری موت بھی نہ آتی اور اگر تیرا غور نہ ہوتا تو میری توقع حیرے پاس کی چیزوں تک نہ پہنچتی۔ پھر وہ بوڑھا مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

حکایت :- کرزہ بن براء کا دستور تھا کہ ایک دن میں تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتا اور عبادت میں لباس پر ریاضت بہت کرتے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے نفس پر ریاضت کرتے ہیں، کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہے؟ کہا کہ سات ہزار سال۔ انہوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہے؟ کہا کہ پچاس ہزار سال۔ آپ نے فرمایا کہ سات دن کا کام کرنے سے اگر تم اس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو کیا اس سے تم عاجز ہو؟

فائدہ :- اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اگر بالفرض انسان دنیا کے برابر سات ہزار سال جیسے نور نفس پر اس لیے ریاضت کرے کہ اس ایک دن سے کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے نجات پائے تو بھی اس کو بہت بڑا فائدہ

ہے۔ سالک کو چاہیے کہ ایسی صورت میں بھی جلد نفس کی رغبت ہوتی اور جب عمر تھوڑی ہے اور آخرت کی کچھ انتہاء نہیں تو ظاہر ہے کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا وقعت ہے۔

خلاصہ :- سیرت صلحاء امت کی نفس کے مراتب اور مجاہدے میں غرضی ہوتی ہے۔ اگر نفس سرکشی کرے اور عبادت پر موانعت کرنے سے باز نہ آئے تو ان حضرات کا جملہ پڑھو کیونکہ ایسے حضرات کا وجود اب نایاب ہے۔ اگر ایسے حضرات کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھ کر اقتدار کو تو کیا کہنا۔ اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو ان کے احوال سننے سے غفلت نہ کرو اور اپنے لیے وہ باتوں میں سے ایک پسند کرو۔ (1) جو لوگ غافل اور حکماء اور دین میں اہل بصیرت ہیں ان کی اقتداء کر کے ان کے زمرے میں داخل ہو جاؤ۔ (2) اپنے مانے کے غافلوں، جاہلوں کی اقتداء کرو مگر یہ تو فوٹوں کی جماعت میں رہنے اور ان امتوں کی مشابہت پر ہرگز راضی نہ ہو۔ متلاء کی مخالفت کسی بھی طرح اختیار نہ کرو۔ اگر تمہارا نفس یوں گئے کہ اکابر تو مضبوط تھے۔ ہم کو ان کے اقتداء کی طاقت نہیں تو جن عورتوں نے عبادت میں مجاہدے کیے ہیں ان کے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ اے بد بخت تجھے غیرت نہیں آتی کیا عورتوں سے بھی پیچھے رہ گا۔ بڑی ذلت ہے کہ مرد ہو کر دین یا دنیا کے معاملے میں عورت سے کم رہے۔

حکایات خواتین صالحات :- حبیبہ عدیہ کا مفعول تھا کہ جب قمرائے عشاء سے فارغ ہوتیں تو چھت پر کھڑی ہوتیں اور کہتے اور دودھ نہ خوب کس کر کہتیں کہ الٹی ستارے خوب چمک پڑے اور آنکھیں سو گئیں۔ بلاشبہ ان کے اپنے دروازے بند کر دیئے۔ ہر ایک حبیب کے ساتھ تھا ہوا۔ اب میں تیرے سامنے کھڑی ہوں پھر نماز پڑھیں رہیں۔ جب صبح ہو جاتی تو کہتیں کہ الٹی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھ سے یہ رات قبول فرمائی تو میں خود کو مبارک دوں۔ تو نے نامعلوم کی تو تعزیت کروں۔ قسم ہے تیری عزت کی جب تک مجھے ہائی رکھے گا میں اپنا طریقہ ہی رکھوں گی۔ اگر تو اپنے دروازے سے مجھے جھڑک دے گا تو میں ہرگز نہ جاؤں گی اس لیے کہ میرے دل میں تیرے کرم اور جود سے بھرتہ ہے۔

حکایت :- مجروحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیباکیں۔ رات بھر جاگتیں۔ جب صبح ہوتی تو ایک آواز دروازے سے کہتیں کہ مایہوں نے تیرے لیے تاریکی شب کو بسر کیا۔ میری رحمت اور فضل مغفرت کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ الٹی میں تیرے نام کے دیپے سے تجھ سے سوال کرتی ہوں۔ کسی اور سبب سے نہیں مانگتی کہ تو مجھے سابقین کے اول زمرے میں کر دے اور مجھے عیسیٰ میں مقربین کے درجے تک پہنچا دے اور اپنے نیک بخت بندوں میں شامل کر دے تو میرے کرم اور المیہیں اور اکرم الاکرمین اور سب بیوں کا بڑا مالک ہے۔ پھر سجدے کے لیے اسی طرح کرتیں کہ اس کے توازن سنائی دیتی۔ پھر صبح تک دعا مانگتیں اور روتی رہتیں۔ (رحمت اللہ علیہا)

حکایت :- یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ میں شعوانہ اہ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور جو کچھ ان کی فریاد و زاری ہوتی

اس کو دیکھا کرتا۔ ایک بار میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ جب یہ تھا ہوں تو ان سے جا کر کہنا کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کریں۔ اس نے کہا کہ چلو ہم ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کریں اور اتنا رو دیا کریں تو جو تمہاری مراد ہے اس پر یہ بات زیادہ بہتر ہوگی۔ وہ سن کر رو پڑیں پھر کہا کہ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اتنا دوں کہ میرے بدن میں ایک آنسو باقی نہ رہے۔ پھر خون رو دیا کروں یہاں تک کہ میرے کسی عضو میں ایک قطرہ خون باقی نہ رہے مگر مجھے رو دنا کمیل آتا ہے۔ میں کب رو دتی ہوں اسی جیسے کو بار بار کہنا کہ میں کمیل رو دتی ہوں پھر بے ہوش ہو گئیں۔ (رحمت اللہ علیہا)

۱۔ ایک دیکھ کا نام ہے ان کی دوسری حکایت آگے آ رہی ہیں۔ (نوسی غفرلہ)

حکایت :- محمد بن معاذ کہتے ہیں کہ ایک عابدہ عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جب جنت میں داخل کی گئی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ تمام اہل جنت 'جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جنت والے کیوں کھڑے ہیں؟ کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار میں ہیں جس کے لیے چشتیں آراستہ کی گئی ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ عورت کون ہے؟ کسی نے کہا کہ ایک کللی لونڈی ایلہ والوں کی ہے جس کو شہوان کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہے۔ میں اسی گفتگو میں تھی کہ وہ ایک لوطی پر سوار ہوا میں اڑتی ہوئی پہنچی۔ جب میں نے دیکھ کر پکارا کہ بہن تم تو مجھ سے محبت کرتی ہو اپنے رب سے دعا کروں کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ ملا دے۔ انہوں نے تبسم کر کے فرمایا کہ ابھی تیرے آنے کا وقت نہیں آیا مگر میری دو باتیں یاد کر لے۔

اول :- یہ کہ اپنے دل پر ہمیشہ غم رکھنا۔

دوم :- یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی خواہش نفس پر مقدم رکھنا پھر ان شاء اللہ تعالیٰ نقصان نہ ہوگا۔

حکایت :- حضرت عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک روٹی لونڈی تھی جس سے میں بہت خوش تھا۔ ایک رات وہ میرے پاس سوئی تھی میں جاگا تو اس کو پہلو میں نہ پایا اٹھ کر تلاش کرنے لگا۔ دیکھا تو وہ صبح میں پڑی ہوئی کہ رقی ہے الٹی پھاٹ اس محبت کے جو تجھے میرے ساتھ ہے مجھے بخش دے۔ میں نے کہا کہ یوں نہ کہہ کہ جو محبت میرے ساتھ ہے بلکہ یوں کہہ کہ جو محبت تجھے تیرے ساتھ ہے اس کے باعث کلمہ معاف کر۔ اس نے کہا کہ آقا یہ نہیں بلکہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے تو شرک سے نکل کر مشرف باسلام فرمایا اور اس کی محبت سے یہ ہے کہ مجھے رات کو چمکیا صلا کہ ساری مخلوق سوئی ہے۔

حکایت :- ابو ہاشم قرظی کہتے ہیں کہ ایک عورت یمنی جسے سرہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان میں ٹھہری۔ میں اس کی فریاد و زاری رات کے وقت سنا کرتا۔ ایک دن میں نے اپنے غلام سے کہا کہ اس عورت کو جھانک کر دیکھو کیا کہتی ہے؟ اس نے دیکھا کہ وہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے زمین مٹائی اور قبلہ رخ بیٹھ کر کہہ رہی ہے کہ تو نے میرے کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے غذا دی اور ایک محل سے میرے محل میں رکھا۔ تیرے تمام احوال اس کے حق

میں اچھے ہیں۔ تیرے صاحب اس کے مذہب سے سلوک میں لور وہ بلو جو اس کے اپنے آپ کو تیرے غصے کے لیے معترض ہوتی ہے کہ بے فکر ہو کر تیری نافرمانی کی کرتی رہتی ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ وہ یہ گمان کرتی ہوگی کہ تو اس کے فضل بد نہیں دیکھا مگر اس کے تو علم لور خیر لور ہر چیز پر قادر ہے۔

حکایت :- حضرت ذوالنون مصری رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں ولوی کعبہ سے نکلا جبکہ ولوی کے لور گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک کٹی چڑھیری طرف آئی ہے لور کہتی ہے کہ وہ اللہ مالک بیکو ذوالیحسبون (الزمر 47) ترجمہ کنز الایمان :- لور انیس اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔ لور روٹی ہے۔ جب وہ نزدیک ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایک عورت صوف کا بچہ اپنے لور ہاتھ میں بوکہ لیے اس نے کہا تو کون ہے جو خدا تعالیٰ سے قاصر ہو کر لور دن کی طرف دیکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک موم سفر ہوں۔ اس نے کہا کہ تعجب ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہوتے ہوئے قرینہ دہر کے کیا معنی۔ اس کی اس بات سے میں رو پڑا۔ اس نے کہا کہ تو کیوں رویا؟ میں نے کہا کہ دو روپہ دو پڑی کہ زلم ہو گیا تھا لور وہ اسے جلد اچھا ہونے لگا۔ اس نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیوں رویا ہے؟ میں نے کہا کہ کیا سچے رویا نہیں کرتے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ روتا دل کی راحت ہوتا ہے۔ میں سن کر تعجب کرنا رہ گیا اور سمجھ نہ کیا۔

حکایت :- احمد بن علی کہتے ہیں کہ ہم نے فہرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت نہ دی۔ ہم دروازہ پر پڑے رہے اور کہیں نہ گئے۔ جب اسے معلوم ہوا تو وہ دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئیں لور یہ کہہ کر دروازہ کھولا کہ اٹھی میں تجھ سے پتہ مانگتی ہوں، اس شخص نے جو مجھے تیرے ذکر سے روکے۔ ہم اندر گئے لور ان سے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خیریت میرے گھر میں یوں کرے کہ تمہاری مغفرت فرمادے۔ پھر ہم سے کہا کہ عطا سفنی نے چالیس سال آسمان کی طرف نگاہ نہ کی لور ایک نگاہ جوتی پر مینانہ کی تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں لور پیٹ میں کوئی پردہ پست گیلہ لاش فہرہ اپنا سر اٹھائے لور نافرمانی نہ کرے۔ اگر نافرمانی کی ہے تو اس کو دہار نہ کرے۔

حکایت :- بعض صلحاء سے منقول ہے کہ میں ایک دن بازار گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لوطی تھی۔ میں نے غدر کسی سے ایک مقام پر اسے بٹھایا اور صورت کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ جب تک میں نہ آؤں۔ یہاں سے کہیں نہ جاؤ۔ جب میں واپس آیا تو اسے جہں بٹھا کر کیا تھا نہ پایا۔ گھر واپس آیا۔ میں نہایت غصے میں تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا چہرے سے غصہ بچان لگی۔ مجھ سے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں۔ میری بات چلی لیں۔ جس جگہ آپ بچھ کر بٹھا کر گئے تھے وہاں میں نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ جگہ دھنسن نہ جلوے۔ اس لیے میں وہاں سے چلی آئی۔ ولوی کہتا ہے کہ مجھے اس کی گفتگو سے تعجب ہوا لور اس سے کہا کہ تو آزلو ہے۔ اس نے کہا کہ آپ نے غلط کیا۔ میں آپ کی خدمت کرتی تھی مجھے وہ ثواب ملتے تھے اب ایک جا رہا۔

حکایت :- ابن عطاء سہمی کہتے ہیں کہ میرے بچا کی لڑکی کا نام بربرہ تھا۔ وہ علیحدہ تھیں اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھیں۔ جب ان آیات پر پہنچیں جن میں دوزخ کا ذکر ہوتا تو دہش میں مل جاتیں کہ وہ نے گی کثرت سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اس کے بچا دلو بھائیوں نے انہیں میں کہا کہ چلو ان کی کثرت گریہ کے متعلق مصلحت کریں۔ ہم سب ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے بربرہ تم کسی ہو؟ جواب دیا کہ مسلمان ابھی ہیں، دشمن پر پڑے ہیں۔ وہ اس کے مستحضر ہیں کہ جب کوئی بلائے اور ہم جائیں۔ ہم نے کہا کہ پھر یہ دوزخ تک رہے گا؟ آنکھیں تو جاتی رہیں۔ کہا کہ اگر میری آنکھوں کی خدا کے میل کچھ بھڑی ہے تو دنیا میں جو کچھ ان میں سے جاتا رہا، اس سے کیا نقصان ہے۔ اگر ان کو خدا کے میل بڑائی ہے تو اور اس سے فائدہ دوزخ کی۔ یہ کہہ کر منہ پھیر لیا، بھائیوں سے کہا کہ میل سے چلے جاؤ۔ ان کا حال کچھ اور تنہا ہے۔

حکایت :- معاذ عدویہ جب دن نکلتا تو کہیں کہ یہ دن ہے جس میں مومن کی اور شام تک کچھ نہ کھاتی۔ جب رات ہو جاتی تو کہتی کہ اس رات میں مومن کی اور صبح تک نماز میں مصروف رہتی۔

حکایت :- ابو سلیمان دارانی قہر لیتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت رابعہ کے پاس ٹھہرا۔ آپ عراب میں کھڑی ہوئیں اور میں مکان کے ایک گوشے میں رہا۔ صبح تک ہم دونوں نے عبادت میں گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ جس نے ہمیں اس رات کے قیام کی قوت صحت فرمائی، اس کا شکر ہے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اس کا شکر یہ ہے کہ دن کو اس کے لیے روزہ رکھیں۔

حکایت :- شعوانہ اپنی دعا میں یوں کہا کرتیں، اے الہی مجھے تجھ سے ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے ثواب دینے کی بڑی توقع ہے۔ تو وہ کہہ کر کہ میرے میل توقع کرنے والوں کی امید نہیں ہوتی، نہ عشاقوں کا شوق تیرے میل بیکار ہوا۔ الہی اگر آپ میری موت ہو اور کسی عمل نے مجھے تجھ سے نزدیک نہ کیا تو پیار یوں کے ذریعے گناہوں کا کفارہ چاہتی ہوں۔ پس اگر تو معاف فرما دے گا تو تجھ سے بہتر اور کون ہے۔ اگر تو عذاب دے گا تو تجھ سے غافل تر کون ہے۔ الہی میں نے جو اپنے نفس کے لیے ٹھکر کی تو اس پر ستم کیا۔ اب اس کے لیے واسطہ تیرا حسن نظر رہا ہے۔ اگر تو اس کا مطلب پورا نہ فرمادے گا تو اس کی غرابی اور جہنم ہے۔ الہی تو زندگی بھر مجھ پر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو موت کے بعد قطع نہ فرما اور جو ایام حیات میں میرا فائدہ دار رہا ہے، اس سے مجھے توقع ہے کہ مرنے وقت بھی مجھ پر احسان کرے، الہی میری حیات میں میرے ساتھ تیرا نیک سلوک رہا تو پھر مرنے کے بعد میں تیرے حسن نظر سے کس طرح محروم رہوں۔ الہی اگر میرے گناہوں نے مجھے ذرا لیا ہے تو جو محبت مجھے تجھ سے ہے اس نے اطمینان دلایا ہے۔ پس میرے معاملے کو اس طرح قریب جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل اس پر فرما جو جماعت میں مشہور رہے۔ الہی اگر تجھے میری رسوائی منظور ہو تو تو مجھے ہدایت فرما۔ اگر میری فضیلت منظور ہو تو پرہیزگاری کیوں کرتا۔ پس جس سبب سے کہ تو نے ہدایت کیا اسی سے مجھے بہرہ ور فرما اور جس وجہ سے پرہیزگاری کی اسی کو

بیشہ کر، اسی مجھے نہیں کہ جس مطلب میں نے اپنی عمر گزاری، اسے تو ہاتھوں فرما کر مجھے ہٹا دے گا۔ اسی اگر میں نے گناہ کیا ہو تو میرے عذاب سے کیوں ڈرتی اور اگر میرا کرم نہ پہچانتی تو میرے ثواب کی توقع کیوں کرتی۔

حکایت :- انخاص کہتے ہیں کہ ہم رملہ علیہ کے پاس گئے۔ ان کا محل یہ تھا کہ روزہ رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی اور روتے روتے اندھی ہو گئیں اور تھار پڑتے پڑتے کزور ہو گئی۔ نماز جینے جینے پڑھا کرتی تھیں۔ ہم نے سلام کیا اور کچھ بیان خواہی کا کیا تاکہ ان پر معللہ آسماں ہو جائے۔ انہوں نے ایک بیچ ماری اور فرمایا میرے نفس کا محل مجھے معلوم ہے۔ اسی سے میرا دل زخمی اور بکریا پارہ ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش خدا تعالیٰ مجھے پیدا نہ کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا میں نہ ہوتا۔ یہ کہہ کر پھر نماز پڑھنے لگیں۔

فائدہ :- اگر تم کو اپنے نفس کی تکداشت اور حفاظت منظور ہو تو ان مردوں اور عورتوں کا محل دیکھو جنہوں نے جدوجہد کی تاکہ تم کو بھی سرور نصیب ہو اور جدوجہد حاصل ہو۔ اپنے زمانے میں ان کی طرف ہرگز نہ دیکھنا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان نطلع اکثر من فی الارض بظلوک عن سبیل اللہ (الانعام 116) ترجمہ کثر الذالین :- اور اے ستمے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کئے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے ہٹا دیں۔

فائدہ :- عہد میں جدوجہد کرنے والوں کی حکایات بے شمار ہیں۔ ہم نے جس قدر لکھی ہیں، مہرت والے کے لیے کافی ہیں۔ اگر تم کو زیادہ دیکھنا منظور ہو تو کتاب حلیۃ الاولیاء کا مطالعہ کرو۔ اس میں بیان احوال صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے اولیاء کا ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ تم اور تمہارے اہل زمانہ سب کے سب دین سے کوسوں دور ہیں۔ اگر تمہارا نفس اسی زندہ والوں کو دیکھنے کو کہے تو یہ محبت کرے کہ خیر اسی زندہ میں ہے کہ بہت سے مددگار ہیں۔ علاوہ اس کے اگر ان کی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہیں گے اور ہنسی کریں گے۔ اسی لیے ان کے ساتھ گزار دو جو ان کا محل ہو گا، وہی تمہارا ہو گا۔ مصیبت بھی ہو گی تو سب پر ہو گی تو نفس کی اس دلیل سے ایمان ہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور اس کے گھر میں جلا ہو جاؤ بلکہ نفس سے ہوں کہو کہ اگر بڑا سیلاب آئے جو شہر کے شرابہ کر دے اور لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم نہ ہو، اس لیے وہ راہ احتیاط سے چلیں اور اپنی جیکہ سے نہ چلیں اور تم کو ان سے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی پر سوار ہو کر اس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اس وقت بھی تمہارے دل میں کیا گزروے گا۔

اس وقت تو تم ان کی موافقت نہیں کرو گے اور ان کی احتیاط نہ کرنے کو مخالفت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کی فکر کرتے ہو۔ جب ڈوبنے کے ڈر ہے جس کا عذاب ایک لمحہ ہے، تم لوگوں کی موافقت ترک کر دیتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب بیشہ کا ہے، اس سے گریز نہیں کرتے اور ہر وقت اس کے سستی ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام ہوتی ہے تو ابھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی بیان دوست نہیں، اس لیے کہ دہائیوں کو اتنی حسرت گئی جو عام یا خاص کی طرف۔ التفات کریں۔ دیکھو کفار کو صرف ان کے اہل زمانہ کی موافقت ہی سے جہنم ہوئے۔ انہوں نے



یہی کہی گئی تھی انا وجفنا آباءنا علی امانہ وانا علی آنا وھم مقتولون (الاحزاب 23) ترجمہ کنز الایمان :- ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پالا اور ہم اس کی گلیبر کے پیچھے ہیں۔

ترجمہ :- جب تم لہس کے عکب کہنے میں مشغول ہو اور اس سے جدوجہد کرو۔ وہ کہنا نہ دے تو اس کو طاقت کہنے اور جبر سے ہانڈے اور اس کو ہلٹے رہو کہ یہ باغی تیرے حق میں بری ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ان باتوں کی وجہ سے اپنی سرکشی سے ہانڈا جائے۔

نفس کو زجر و توبیخ :- سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اس کا نفس ہے جو بغض میں ہے۔ وہ برائی کا امر کرتا ہے اور نیک سے شریعت ہوا ہے۔ خیر سے بھاگتا رہتا ہے۔ اور آدمی کو اس کے توحید اور براہ راست رکھنے اور زبردستی خدا تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوت سے روکنے اور لذت سے علیحدہ رکھنے کا حکم ہوا ہے۔ اگر آدمی اس کی خبر نہ لے تو سرکشی کر کے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر بیٹھ جبر اور عتاب اور طاقت کرتا رہے تو وہی نفس پھر نفس لامعہ ہو جاتا ہے جس کی قسم خدا تعالیٰ نے یاد فرمائی ہے۔ پھر وقوع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مفلت ہو جاتا ہے اور زما بند لکھن اشی میں راضی اور عرضا ہو کر بلایا جائے گا اس لیے آدمی پر لازم ہے کہ کسی وقت اس کی نصیحت اور عکب سے غافل نہ رہے اور دوسرے کو نصیحت اس وقت کرے جب پہلے خود عمل کرے۔

وحی عیسیٰ علیہ السلام :- اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم علیہا سلام تو اپنے نفس کو نصیحت کر۔ اگر وہ نصیحت مان جائے تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرم کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذکر فان الذکر فی نفع المومنین (الذاریات 55) ترجمہ کنز الایمان :- اور سمجھاؤ کہ سمجھنا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

نفس کے انعام کا طریقہ :- نفس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بیوقوفی اور عبادت اور بدلتی عبادت کرے کہ بیٹھ اپنی دانائی اور ہدایت کو سب سے زائد سمجھتا ہے۔ اگر کوئی اس حق کو دے تو بہت برا مانا ہے۔ نفس سے ہوں کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے۔ تو تو کہتا ہے کہ میں حکمت اور ذکاوت اور دانائی میں یکساں ہوں مگر حیرت سے جیسا بیوقوف اور کم فہم کوئی نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں۔ ان میں سے ایک میں تو مغرب ہو جائے گا۔ پھر تجھے کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور تکمیل میں مشغول رہتا ہے، حلاکت تجھ سے یہ برا کم لیا جاتا ہے شاید آج یا کل موت آجائے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو آئے دلی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے۔ بعید وہ ہے جو آئے کی نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موت جب آتی ہے تو اچانک آتی ہے نہ کوئی اس کا پہلے قاصد آتا ہے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہے نہ یہ کہ گری میں آئے یا سردی میں دن کو آئے یا رات کو آئے یا رات کو آئے، بچھن میں آئے یا جوتی میں آئے یا جوتی میں آئے، بچھن میں نہ آئے بلکہ ہر ایک کو اچانک موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت نہ ہو تو مرض تو اچانک آتا ہے۔ وہی موت تک پہنچا رہا ہے۔ معلوم ہے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے تو

اس کی تباری نہیں کرتا۔ کیا تو قرآن نہیں سمجھتا اغترب للناس حسابہم وہم ہی غفلۃ معہ ضلّون مایاتہم من ذکر من وہم محدث الا استمعوا وہم یلعنون لاہبۃ قلوبہم (الاحقافہ 12) ترجمہ کنزالایمان :- لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں مدہ پھیرے ہیں جب ان کے رب کے پاس سے کہی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھینچتے ہوئے ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں۔

فائدہ :- اگر تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر اس لیے جرات کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد میں خدا تعالیٰ نہیں دیکھتا تو تو بہت بڑا کافر ہے۔ اگر تو خدا تعالیٰ کو علم خیر سمجھتا ہے تو تو حق بے جا ہے۔ اگر تیرے سامنے کوئی تیرا ٹوکریا تیرا بھائی ایسی بات کرے جو تجھے بری معلوم ہو تو تو کتنا ناراض ہوتا ہے پھر کوئی جرات سے تو خدا تعالیٰ کے قصہ کا موجب بنتا ہے اور اس کے عذاب و عتاب سے نہیں ڈرتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے عذاب کی برواقت کر سکو گے ہرگز نہیں۔ یہ بہت دل سے نکل دے اور اگر اس کے عذاب کا استحقاق لے تو ایک لمحہ آفتاب میں یا عام جزیر میں بیٹھ یا اپنی انگلی آگ کے قریب کرنا کہ تجھ میں کسی قدر طاقت اور حوصلہ ہے معلوم ہو جائے گا ملاحظہ ہے کہ خدا تعالیٰ کریم اور صاحب فضل ہے۔ اس کو کسی کی اطاعت و عہد کی ضرورت نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے کرم پر وہاں کے کاموں میں کیوں نہیں احو کرنا۔ جب کوئی دشمن تیرا ارادہ کرتا ہے تو کیوں اس کے دفع کرنے کے چلے کرتا ہے۔ اس وقت کیوں نہیں کتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسے دلا کر دے گا یا جب کوئی کام تجھے پریشان کرتا ہے جو روپے پیسے کے بغیر سرائجام نہیں ہوتا تو اس وقت تجھے کیا ہوتا ہے کہ اس کی طلب میں بیسیوں ٹیلے بناتا ہے۔ اس وقت احو کرنا کرم الہی پر کھل جاتا ہے کیوں نہیں کتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ تلا دے گا یا کسی بندے کو بھیج دے گا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ پاؤں مارے بغیر سرائجام کر دے گا۔ کیا تو جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ صرف آخرت میں کرم ہے دنیا میں نہیں اور تجھے تو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ کا طریقہ تبدیل نہیں ہوتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے۔ اسے نفس تیرے جیسے دعوے اور متفق کے طریقے بڑے عجیب ہیں۔ اس لیے کہ تو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر غفلت کا اثر تجھ پر ظاہر ہے۔ دیکھ پروردگار فرماتا ہے وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا (ہود 6) ترجمہ کنزالایمان :- اور زمین پر پلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ اور آخرت کے بارے میں فرماتا ہے وان یسئل انسان الا ماسئ (ہجم 39) ترجمہ کنزالایمان :- اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

فائدہ :- ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اس نے فرمائی ہے کہ تیری سنی کی اس میں کوئی حاجت نہیں اور آخرت میں بندے کی کفالت پر مضمحل رہ کر تو نے اپنے انصاف سے خدا تعالیٰ کو مجبور کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہے تو اس کے لیے رات دن کام میں لگا ہوا ہے اور امر آخرت کو جو تیری سنی پر مضمحل کر رکھا تھا اس سے تو بالکل مدگردان ہے۔ پس یہ تو ایمان نہیں۔ اگر زبان ہی سے ایمان معتبر ہوتا تو منافق

دورخ کے سب سے نیچے درج میں کیوں ہوتے۔ ارے کم بخت گویا تو یوم حطب پر ایمان میں رکھتا اور گنا کرتا ہے کہ مرنے کے بعد تجھے رہائی ہو جائے گی اور تو بھاگ جائے گا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اب حسب الانسان ان ينرك سدى الم بكن نطفة من حنى بسنى نم كان علفه فخلن فسوى فحمل منه الزوجين الذکر والا نثنى الیس ذلک بقادر علی ان یحبی السولی (الحقہ 36 تا 40) ترجمہ کنزالایمان :- کیا آدمی اس گمنام میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس مٹی کا کہ گرائی جائے پھر غرن کی پٹنگ ہوا تو اس نے پیر افریقا پھر ٹیک بٹایا تو اس سے دو جوڑ بنائے مولود عورت کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔ اگر تیرا مٹی ممکن ہے کہ تو دینے ہی چھوڑ دیا جائے گا تو تیرے جیسا نور جہل کوئی نہیں اور تو پکا کافر ہے۔ یہ تو سوچ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس چیز سے بنایا ہے وہ خود فرماتا ہے فضل الانسان ما اکفرہ من ای شئی خلعه من نطفة ففقدہ تم السبل یسرہ تم امانہ فاحبرہ تم انا شاء انشرہ (میں 17 تا 22) ترجمہ کنزالایمان :- پھر کیا تو اس کو جھوٹا جانتا ہے کہ جب وہ چاہے گا تجھے مرنے کے بعد اٹھائے گا۔ اگر تو جھوٹ نہیں جانتا تو پھر اطمینان کیوں نہیں کرتے۔ اگر بغرض کوئی یہودی تجھ سے کہہ دے کہ تیرے عرض میں غلاں کھانا مضر ہے گو وہ تیرے نزدیک سب کھانوں سے لذیذ تر ہو اس کو چھوڑ دے گا۔

نفس سے سوال :- اب ہم پوچھتے ہیں کہ جن انبیاء کو معجزے عنایت ہوئے۔ ان کے اقوال اور خدا تعالیٰ کا قول اس کی آسمانی کتابوں میں تیرے نزدیک اتنا بھی نہیں کہ ایک یہودی کے قول کے برابر ہو جو انگل بچو بے دلیل باوجود نقصان علم و عقل کے کہہ دیتا ہے کہ اس کا اثر تو ہوتا ہے اور خدا عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کا اثر نہیں۔ اس سے عجیب تر یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا تجھ سے کہہ دے کہ تیرے کپڑوں میں ایک بچھو ہے تو حجت پورے بغیر فوراً اپنے کپڑے پھینک دیتا ہے۔ کیا انبیاء علیہ السلام اور علماء کرام اور حکماء اور تمام اولیاء کے اقوال تیرے نزدیک لڑکے کے قول سے بھی کمتر ہیں جو محض بھلاں ہے یا یہ کہ جنم کی حرارت اور اس کی سزا اور عذاب اس میں گزر اور ہو پاپ اور ہوا کرم اور سبب بچھو کو دنیا کے بچھو سے کم جانتا ہے جس کی تکلیف ایک دن یا اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ یہ تو دانشمندیوں کا کام نہیں بلکہ اگر باوجود ان پر تیرا عمل مشکف ہو تو تجھ پر نور تیری عقل پر نہیں۔ پھر اے کبریت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی جانتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عمل میں یت دھل کر آ ہے۔ موت تو تیری کھلت میں ہے۔ کیا معلوم کہ صلت نہ دے اور جلدی سے اپک لے تو کس وجہ سے اس سے بڑا ہے۔ ہم نے ہاتھ کے تجھے سو برس کی صلت مل جائے تب بھی تو راست موت کے بغیر کوئی نہیں اور کام بغیر کیے تمام نہیں ہوتا۔

مثال :- کوئی نقد بیچنے کے لیے گھر سے باہر نکلے اور باہر جا کر برسوں بیکار بیٹھا رہے اور نفس کو دودھ کرتا رہے کہ آئندہ سال سیکھ لوں گا۔ جب گھر جانے کے لیے تھوڑے دن رہیں گے تو اس نفس کی عقل پر بھی آنے لگی کہ یہ

بھی عجیب ہے کہ اسی مدت میں نقد سیکنا چاہتا ہے یا نقد سکے بغیر قہار کے منصب کا طالب ہے اور خدا تعالیٰ کے کرم پر بخورہ رکھتا ہے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آخر عمر میں عمل میں کوشش کرنا نفع ہے اور اس سے بلند درجہ ملنے میں تو کیسے معلوم ہوا کہ وہی زندگی باقی ہے۔ شاید یہی دن آخری ہو۔ اس میں مشغول مہلوت نہ ہونے کے کیا معنی؟ اگر صلت کا پورہ یہی مل گیا ہو تب بھی عمل پر جلدی نہ کرنے اور ریت دھل کر لے کی کیا وجہ ہے بجز اس کے کہ اپنی خواہشات کے خلاف کرنے سے عاجز ہے۔ اس لیے کہ اس میں صفت و مشقت ہوتی ہے۔ اگر یہ انتظار ہے کہ مہلوت ایسے دن کریں جس دن مختلف شہوات کا دشوار معلوم نہ ہو تو یہاں نہ خدا تعالیٰ نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے پیدا فرمائے گا۔ جنت ملنے کی لیکن مشکل اعمل کرنے سے ملے گی۔ یہ خیال کہ جنت بلا اعمل ملے گی یہ تو عمل ہے۔ اے نفس سوچ تو سہی کہ کب سے تودودہ کرنا ہے کہ کل کروں گا اور کل کل کرتے ہو کل آج ہو جاتی ہے۔ جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کرے گا۔ تجھے یہ نہیں معلوم کہ جو کل آج ہو گئی اس کا حکم گزشتہ کا ہو گیا بلکہ اصل یہی ہے کہ تو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہوگا اس لیے کہ شہوت مضبوط درخت کی طرح ہے جس کا اکھاڑنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اگر سستی کی وجہ سے اسے نہ اکھاڑا اور دوسرے دن پر رکھا تو اس کی مثل سمجھئے۔

**مثل :-** جب انسان طاقتور، قوی اور جوان ہو اس وقت درخت کے اکھاڑنے سے سستی کرے۔ ایک سال اسے رہنے دے اور چاہا ہو کہ درخت جوں جوں بڑا ہوگا اس میں مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہے اور انسان میں دمق آجاتا ہے تو جس درخت کو جوں جوں کر نہ اکھاڑ سکا اس کو پھلپے میں کبھی نہ اکھاڑ سکے گا۔

**پہچانے کی حقیقت :-** پہچانے میں مہارت کا تصور غلط ہے۔ یہاں تو مشقت ہی مشقت ہے بلکہ ہاں سمجھو کہ بھڑے کی تھپ تھپ ہے۔ ترکیزی کو جہل سے چاہو توڑو۔ جب شک ہو جائے تو پھر مشکل ہے۔

**نفس کو مزید سرزنش :-** اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور تاخیر کا قائل ہے تو پھر کیوں اپنے آپ کو عاجز کہتا ہے۔ اس حقیقت سے بڑھ کر اور کوئی ہوگی شاید تو یہ کہ میں عمل پر اس لیے آمادہ نہیں ہو سکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہوں اور تکلیف و مشقت پر صبر نہیں کر سکتا تو یہ بھی نہایت درجہ کی حماقت اور بلکہ حماقت ہی حماقت ہے اس لیے کہ اگر یہ بہت تیزی جی ہے تو ایسی شہوات کا طالب کیوں نہیں ہوتا جو ہمیشہ تک صاف اور غلطی از ہلہ کھارہت ہوں اور ان کے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہیں۔ اگر واقع تو شہوات کا حریص ہے تو یہ عرض اس طرح ختم ہو سکتا ہے کہ تو شہوت و دنیاوی کے خلاف کر دو نہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کی وجہ بہت سے نعمتوں سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

**نفس سے سوال :-** ہم نفس سے پوچھتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو ڈاکٹر کے کہنا اپنی تین دن نہ چھوڑو مگر وہ نہ چھوڑے تو جانے کے اور پھر مزے سے مریض بھائی پکا کر دے گی یہی کہہ دے کہ اگر اس تین دن کے عرصہ میں پانی پیکے کے تو

ایک سخت مرض دیکھا، جلا ہو جاؤ گے اور تمام عمر کا پانی چنا چھوٹ جائے گا تو اس صورت میں فیصلہ محل میں پکار کے لیے کیا ہے۔ تین دن بسر کر کے تمام عمر میں سے رہے یا اس وقت اپنی خواہش پوری کر کے کہ مجھے تین دن صبر نہ ہو سکے گا اور مختلف خواہش کی تکلیف برداشت نہ ہو سکے گی تو اس کے بعد تین سو دن یا تین ہزار سال مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔ اب اگر تمام عمر سناٹیں اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کر کے دیکھو یعنی ایام زندگی کو لہد کی طرف نسبت کرنا تو جو نسبت تین دن کو ہے تمام عمر کی طرف اس سے بھی دو گھوڑی ہی ہوگی۔ اگرچہ انسان کی عمر کتنی ہی طویل ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کو ہے لا اختیاء شے کی طرف جو واقع میں کچھ بھی نہیں اور صورت دوم جن محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کی طرف ہے یہ خواہواہری ہوگی اور یہ تو کوئی تا دے کہ شمول سے مبرا کرنے کی تکلیف سخت اور اس کی مدت عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی۔

فائدہ :- جو اپنے نفس پر شفقت کرنے میں سستی کرتا ہے تو دلائل سے غفلت نہیں یا تو خفیہ کفر رکھتا ہے یا علانیہ یہ قونی کفر۔ عقلی تو یہ ہے کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہو اور مقدار ثواب اور عذاب کو مداند نہ جانتا ہو اور علانیہ یہ قونی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کرم اور غور پر احمق ہو اور اس کی ان باتوں پر التفات نہ ہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے صلت بھی دیتا ہے اور تیسری مہلت کی اسے کوئی پروا نہیں۔ پھر بلوجود اس کے روٹی کے لقمے میں یا بل کے ہارے میں یا مخلوق سے کسی کلمہ کے سننے میں خدا تعالیٰ پر احمق نہیں کرتا بلکہ جتنے لقمے اس ہارے میں حصول غرض کے لیے ہوں سب کو استعمال میں لاتا ہے۔ اسی جہالت کی وجہ سے باعث حلفت کا لقب جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حمایت ہوا۔ فرمایا ابیکلمس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت وحوالاً حقیق من اتبع نفسه بوا یا مدنی علی اللہ الا ما فی "وادیہ ہے جس کا نفس اس کے تلخ ہو اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو نفس کی خواہشات کا تلخ ہو اور اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوئیں مانگے۔

فائدہ :- اسے نفس بد بخت دنیا کی زندگی پر مفور نہ ہو اور نہ اور کسی چیز سے خدا تعالیٰ پر مشغول نہ ہو اپنی آپ فکر کر۔ دوسرے پر ہمارا مطلب مہم نہیں۔ اپنے اوقات ضائع نہ کر۔ یہ چند نفس کشی کے ہیں۔ جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو فتح میں سے کچھ کم ہو جاتا ہے پکار ہوئے سے پہلے ضرورتی کو نیست جان اور فضل سے پہلے فاسد ہوئے اور مغلی سے پہلے دولت مندی اور پیرا پے سے جو لائی اور موت سے پہلے زندگی کو نیست ہیں۔ جتنا تو نے آخرت میں رہتا ہے اتنی اس کی تیار کرو۔ دنیا میں بھی تو اسی طرح ہے کہ جتنی مدت سروی یا گرمی کی ہوتی ہے اتنے ہی دنوں کا اس سلطان کا کرتا ہے کہ غذا لباس اور نگیناں وغیرہ اکٹھا کر لیتا ہے اور دن میں سے کسی چیز میں خدا تعالیٰ کے کرم پر بھی نہیں کرتا کہ وہ اپنے فضل سے سروی کی تکلیف رضائی اور جبہ اور لون اور لکڑی وغیرہ کے بغیر دفع کر دے گا حالانکہ وہ ان سب امور پر قادر ہے تو پھر کیا چاہیے یہ ممکن ہے موسم سرما کی سروی سے جنم کی زمرہ کی سروی کچھ کم ہوگی یا تھوڑے دن ہوگی یا یہ ممکن ہے کہ وہیں کے زمرہ سے کچھ کیے بغیر نہایت ملے گی۔ یہ بات دل سے نکل دے

بلکہ جیسے سرمایہ سردی رضائی اور کھیل اور آگ دوسرے لوازم کے بغیر نہیں جالی اسی طرح حرارت و برودت جنم بھی بغیر تھوہ اور طاعت خدقوں کے نہیں جائے گی اور اللہ عزوجل کا کرم یہ کیا تھوڑا ہے کہ تجھے فحلت کا راستہ بتایا اور اس کا سامان تیرے لیے مہیا کیا۔ جیسے موسم سرمایہ سردی کو دفع کرنے کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اس کے ٹکانے کا طریقہ سبک اور لوہے وغیرہ سے بتلایا تاکہ تو خود سردی کو اپنے سے بھل سکے۔ یہ اس کا کرم ہے کہ قلعہ کے بغیر تھوہ سے عذاب دور کر دے یا لوازم و اسباب ظاہری کے بغیر سردی بھل دے اور جس طرح کہ گلڑیوں کا خریدنا اور کھیل وغیرہ کا لینا کچھ خدا تعالیٰ کے کام کا نہیں 'وہ ان سب سے بے پروا ہے بلکہ ان چیزوں کو صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہے۔ اسی طرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہیں 'ان سے بھی وہ بے نیاز ہے۔ یہ چیزیں صرف تیری نجات کے لیے ہیں۔

خلاصہ :- کوئی خیر و بھلائی کرتا ہے تو اپنے لیے 'کوئی برائی کرتا ہے تو خود اسی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بے پروا ہے۔ اسے نفس اپنا بھل چھوڑ دو آخرت کو دنیا مقدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خلفکم ولا یشکم الا کتفیس واحدة (نعمن 28) ترجمہ کنز الایمان :- تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔ اور فرمایا کما بدانا اول خلقی نعبدہ (الانبیاء 104) ترجمہ کنز الایمان :- جیسے پہلے اسے بنایا تھا ویسے ہی پھر کر دیں گے۔ اور فرمایا کما بدکم تعودون (الاعراف 29) ترجمہ کنز الایمان :- جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔ اور خداوند کرم کے طریقہ و علت میں کچھ تغیر اور تبدل نہیں۔

نفس کو مزید ملامت :- اے کم بخت میں تجھے دنیا سے بلوف اور دھوس دیکھا ہوں 'اسی وجہ سے اس کی جدائی تجھ پر سخت ہے تو اس کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور اپنے خیال میں اس کی دوستی مضبوط کرتا جاتا ہے۔ جان لے کہ تو خدا تعالیٰ کے ثواب اور عذاب اور راہوں قیامت اور دہان کے حکامات سے غافل ہے۔ اسی وجہ سے موت پر تجھے ایمان اور یقین نہیں کہ اسے تجھ سے اور تیری من بھائی چیزوں سے جدائی ہوئی۔ یہ تو تا تو کہ اگر کوئی شخص شقی عمل میں جائے 'پھر دوسرے دروازے سے نکل جائے اور اس میں کسی خوبصورت اور عمدہ چیز نظر آئے پھر بہرہ تنہا اس میں مصروف ہو جائے اور انجام کو اس کی جدائی ضرور ہوگی تو ایسا شخص غافل ہو گیا عقل کا دشمن۔ اس طرح یہ دنیا شمشادہوں کے شمشادہ کا گھر ہے اور تجھے اس میں صرف گزرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جتنی چیزیں اس دنیا میں ہیں 'وہ مسافروں کے ساتھ نہیں 'جا نہیں گی۔ موت کے بعد دنیا میں رہتی ہیں۔ اسی لیے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان روح القدس نفث فی روعی احبب ما احببت فانک مضارفعه واعمل ما شئت فانک مخیر بہ وعنی ما شئت فانک ممرت 'جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں پوچھا کہ جس سے تو چاہے محبت کر۔ اس سے جدائی ضرور ہوگی اور جو چاہے عمل کر لے اس کی جزا ضرور ملے گی۔

اے نفس تمہیں علم ہے کہ دنیا کی طرف التفات کر کے اس سے دھوس ہونا بیوقوفی ہے۔ بلکہ جو یکے موت سب

کے پیچھے ہے۔ موت کے بعد سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ بہت سی حسرتوں کو لے جاتا ہے اور اپنا قوشہ اپنا زہر چٹل کر کے جاتا ہے اور وہ خود نہیں جانتا کہ گزرے ہوئے لوگوں کا صلہ میں دیکھتا کہ کیسے لوگ محکم بنائے، پھر چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کی ذہن و ملک پر اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کے دشمنوں کو وارث کر دیا۔ یہی دیکھ لے کہ جو چیز ان کے کھانے کی نہیں، اس سے کیسے جوڑتے ہیں اور جس مکان میں نہیں رہتے، اس کو کس طرح بناتے ہیں اور اسید ایسی کرتے ہیں جو ان کو نہیں ملتی۔ ہر ایک کو نچا مکان بناتا ہے۔ حلاکت اس کے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر ہوگی تو بتاؤ کہ دنیا میں حلاکت اور کم عقلی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ کوئی ایسی دنیا کو آباد کرتا ہے حلاکت اس سے سرفراز کرے گا۔ کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حلاکت اس کی طرف ضرور جائے گا۔ اسے نفس تجھے ان نعمتوں کی حلاکت میں موافقت کرنے سے شرم نہیں آتی۔

مثلاً :- فرض کیا کہ تو اہل بیسرت میں سے نہیں کہ جسے یہ باتیں سمجھ میں آئیں بلکہ فطرت سے چاہتا ہے کہ کسی کے موافق ہو جائے اور کسی کی اقتداء کرے تو اس صورت میں انبیاء، اولیاء، علماء اور حکماء کی عقل کو اور ان لوگوں کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں، مقابلہ کر۔ اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو ان میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ عاقل ہوں، ان کی اتباع اور اقتداء کر۔ اسے نفس تیرا عامل عجیب ہے اور جہالت نہایت سخت اور سرکشی ظاہر تو تعجب ہے کہ تو ان صف اور واضح باتوں سے اثر حاصل کر رہا ہے۔ شاید جاوہ و مرتبہ محبت سے تیری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی ہے کہ تو یہ نہیں سوچا کہ جاوہ و مرتبہ صرف بعض لوگوں کو مائل کرتا ہے تو فرض کر کہ جتنا لوگ روئے زمین پر ہیں سب مجھے سجدہ کرتے اور قربان مانتے ہیں۔ پھر کیا تو یہ نہیں جانتا کہ بھاس یا سوسل کے بعد نہ تو تو زمین پر رہے گا اور نہ وہ جو تیرا ذکر کرتے تھے جیسے تجھ سے پہلے کے بادشاہوں کا صلہ ہوا کہ اب کسی کا نام و نشان نہیں پتا جاتا۔ ایسی چیز کو جو ہمیشہ کو رہے، اس کو ایسی چیز کے بدلے ہیں جو بھاس یا سوسل رہے تو کیسے بچتا ہے اور جاوہ و مرتبہ اس صورت میں ہے کہ تو بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب میں تیری نعمات کی جائے اور جمیع لوازم بادشاہ پہلے تیرے پاس موجود ہوں اور جس صورت میں کہ تو اپنے گھر کا مالک بھی نہ ہو تو اس صورت میں آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی حلاکت ہے۔ پھر اگر آخرت کی رغبت کی وجہ سے تجھ سے دنیا نہیں چھوڑتی تو پھر تو چٹل ہے اور تو بیسرت نہیں رکھتا۔

تو یہی خیال کر کے چھوڑ دے کہ دنیا کے شریک قیاس ہیں اور اس میں مشقت بہت ہے اور جلد فنا ہو جاتی ہے۔ جب بہت دنیا تجھے چھوڑے ہوئے ہے تو تو اس میں سے تھوڑے کو کیوں نہیں چھوڑتا یعنی بہت زیادہ مل اگر تیرے پاس نہیں آتا تو تھوڑے کو بھی نہ لے۔ اگر دنیا تیرے موافق ہو تو تو خوش کیوں ہو تا ہے۔ تیرے شرم میں بہت سے لوگ کافر ایسے ہوں گے جو دنیا میں تجھ سے بڑھ کر ہوں گے اور اس کی لذت و نعمت ان کے پاس تجھ سے زیادہ ہوگی تو پھر افسوس ہے دنیا پر کہ جس میں یہ فحش لوگ بھی تجھ سے بڑھ کر ہوں اور چونکہ تو انبیاء و مددین و مقربین کے دوسرے میں رہتے اور رب العالمین کے ہمسایگی میں رہتے تو اگر وہاں ہر گز ان حق جانوں کی جماعت

میں رہتا اختیار کرنا ہے اور وہ بھی چند روز کے لیے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ تو بڑی جاہل اور پاگل اور خبیث اور عقل سے بیگن ہے کہ نہ دنیا ملی نہ دین۔

نفس کو سخت عبرت دلانا :- اے کبنت نفس اب تو تو عمل صالح میں مبتلا ہو کر رہ کر کہ اب تو بوجھا ہو گیا ہے۔ موت نزدیک آگئی۔ پیغام اس کا آمودہ ہوا جو کہ ہے 'اب کر لے۔ تیرے بدن کو کئی تیری طرف سے نماز پڑھے گا نہ روزہ رکھے گا نہ خدا کو تجھ سے راضی کر دے گا۔ اے کبنت نفس اب تیری زندگی کے چند روز باقی ہیں اور یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ اس میں تو تجارت کرے۔ اکثر سرمایہ ضائع کر چکا ہے کہ اگر تمام عمر اس سرمایہ رفتہ رفتہ نہالے پر روئے گا تو بھی تموزا ہے۔ اگر علت پر اصرار کر باقی عمر کو بھی ضائع کر ڈالے گا تو کیا ملے ہو گا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ موت تیرے وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا بستر اور کپڑے تیرے ساتھی اور اندھیرا تیرا دائمی ساتھی ہے اور قیامت کا خوف سامنے ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا انتظار ہے۔ انہوں نے اپنے اوپر سخت قسمیں کھالی ہیں 'تجھے ساتھ لیے بغیر نہ جائیں گے۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہیں کہ کش ام کو ایک دن ایسا ملے جو دنیا نہ چاہی خلاص کا ڈارک کریں اور تجھے تو یہ حاصل ہے کہ اگر تو اپنی عمر کا ایک دن تمام دنیا کے بدلے ان کے ہاتھ بیچ دے تو وہ اس کو ہزار خوشی خرید لیں بشرطیکہ ان کو قدرت ہو اور تو اپنے دلوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں مشغول کر رہا ہے۔ ہائے اے کم بخت تجھے ذرا بھی شرم نہیں 'اپنے ظاہر کو تو حقوق کے لیے بنانا سنوارنا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گندہ کر کے خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔ حقوق سے تو شرم ہے اور خالق سے نہیں۔ کیا وہ تجھے حقوق کی نسبت کم نظر آتا ہے۔ لوگوں کو خیر کا حکم کرتا ہے اور خود بری باتوں میں لگتا ہے اور دنیا کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اس سے بھاگتا ہے اور دنیا کو اس کی یاد دلاتا ہے اور خود اس کو بھولا ہوا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ گندہ کار پانخانہ سے بھی زیادہ بدرواد ہے۔ پانخانہ کسی شے کو پاک نہیں کر سکتا۔ جب تو اپنے باطن کو پاک نہیں رکھتا تو وہ مردوں کو پاک کرنے میں تمہیں طمع کیوں؟ اے بد بخت نفس تو خود کو یوں سمجھ کہ لوگوں پر جتنی مصیبتیں آتی ہیں 'وہ تیری غصت سے آتی ہیں۔ تو تو شیطان کا گدھا ہے۔ وہ تجھے جہنم پہناتا ہے' لیے پھر رہا ہے۔ وہ تجھ سے مذاق کرتا ہے لیکن تو اپنے اہل پر اترتا ہے حالانکہ تیرے کرہوت برابر آفت ہیں۔ ان سے توجہ جاتا تو بھرے لیکن مظلوم تجھے ان غلام کاریوں پر غور ناکیں ہے؟ تمہیں معلوم نہیں کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی وہ لاکھ سال سے زائد جہالت کی 'صرف ایک خطا سے بارگاہِ خداوندی سے گیا اور ہمیشہ کے لیے ملعون ہوا۔ آدم علیہ السلام سے ایک لٹریش ہوئی بلکہ وہ نبی و مہدی تھے لیکن (جہالت کے لیے) جنت سے دیا کہ وہ لوگ لے گئے۔ ہائے کبنت نفس تو کہتا ہے حیا اور غدار اور جہالت کا مجموعہ اور محاسن پر جراتمند ہے تو انجام سے بے خبر ہے۔ اے بد بخت کب تک عہد توڑے گا اور کب تک مخالف سنوار کر بگاڑے گا۔ اتنا خلاص کے باوجود تو دنیا نوارنے کے خیال میں ہے۔ تیرا میل سے سڑکرنے کا خیال تک نہیں قبر والوں کا مل دیکھ 'انہوں نے بھی مل بیچ



کیا اور مضبوط مکان بنائے۔ بڑی امیدیں رکھتے تھے لیکن سب دھری کی دھری وہ گئیں۔ وہ چلے ہوئے 'گھروں میں' ہوئے 'امیدیں خاک میں مل گئی۔ نہ وہ شلن و شوکت رہی نہ ناز و نفرت۔

پند سو مند۔ کیا تجھے ان سے عبرت نہیں۔ کیا تو ان کا حال نہیں دیکھ رہا۔ حیران خیل ہے کہ، یہی بلائے گئے اور تو یہاں رہ جائے گا۔ تیرا یہ خیال ہے ہودہ ہے۔ جب سے تو پیدا ہوا ہے اس وقت سے اپنی عمر کی دوار تو خود اُچار رہا ہے۔ تو بڑے مکان بناتا ہے مگر وہ توڑے دھول میں تیری قبر تیرا گھر ہو گا۔ یاد کر جب تو مرے گا تیری جان لیوں پر ہو گی۔ اللہ کے قاصد سیاہ رنگ، ترشہ آکر تجھے مذاب قبر کی خبر سنائیں گے۔ اور اوقاتِ عزامت سے فائدہ نہ ہو گا۔ تیرا درد غم کوئی نہ سنے گا نہ کسی کو تجھ پر ترس آئے گا۔ حیرانی ہے کہ اس کے علاوہ دیکھے اپنی دانائی اور بصیرت پر بھر عجب ہے۔ کیا یہی دانائی ہے کہ تو مل جمع کرنے پر خوش ہے اور عمر بچے ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا تجھے علم نہیں۔ اے کم بخت تو آخرت سے روگردان ہے مگر وہ تیرے پاس آ رہی ہے اور دنیا کی طرف متوجہ ہے مگر وہ تجھ سے منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے۔ تو نے اپنے بھائیوں، رشتہ داروں کو آنکھوں سے دیکھا کہ انہوں نے بہت کچھ کیا لیکن وہ ان کے کام نہ آیا بلکہ مرتے وقت حسرت کرتے چلے گئے لیکن تو ہے کہ اپنی جہالت سے باز نہیں آیا۔ ارے نفس کب گفت اس دن کا خوف کر کہ اللہ تعالیٰ نے جنت پر وگرام بنایا ہے کہ جس بندے کے لیے اموال کا فراق تھا قیامت میں اس سے باز پرس ضرور کروں گا۔ چھوٹا بڑا ظاہر و باطن بغیر پوچھے نہ چھوڑوں گا۔ اب تو سوچ کہ کیا منہ لے کر خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا اور کوئی زبان سے جواب دے گا اور سوال کے لیے تیار ہو جاوے اب اسو اب تیار کر اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن ہیں، ان میں بڑے دنوں کے لیے عمل کر۔ اس دار الفنا اور بیت العزین میں دار الفانی اور خانہ جلدی کے لیے کچھ کر لے۔ پہلے اس سے کہ تو بیکار ہو جائے اور دنیا میں سے ہاتھ خود اٹھے لوگوں کی طرح نکل چلے اس سے پہلے کہ تو جہنم نکلا جائے اور دنیا کی ترد تازی اگر تیری موافقت کرے تو اس سے خوش نہ ہو۔ اس لیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت نقصان دہوں کو اپنے نقصان کی خبر نہیں ہوتی۔ خرابی ہے اس کو جو اپنی خرابی سے بے خبر ہو، پھر اس پر وہ خوش ہو بلکہ کہیلے اور غصے میں کہل کرے اور خوب کھائے بچے مگر اللہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں وہ آگ کا ایندھن لکھا جا چکا ہے۔

نفس کے ساتھ کھری بات۔ اے نفس تجھے چاہیے کہ تو دنیا کو جب دیکھے تو نظر عبرت سے دیکھے اور اس کے لیے مجبوروں کی طرح سہی کر اور اس کو اختیار خود ترک کر دے اور آخرت کی طلب میں مشقت کر اور ایسے لوگوں میں نہ ہو کہ جس قدر انکو ملا ہے اس کا شکر تو نہیں بلکہ بقیہ عمر زبانی کے خواہش ہیں۔ وہ لوگوں کو منع کرتے ہیں خود باز نہیں آتے۔ اے نفس یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا کچھ بدل نہیں اور نہ جسم کا کوئی تپ ہے۔ جو شخص رات دن کے گھوڑے پر سوار ہے وہ اسے لے کر چلا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ خود نہ چلے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگردان ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تو آگ سے خوش ہو یا اس نصیحت پر

مکن نہ دھرے۔ اگر تیرا دل صحت قبول کرنے سے منع ہو تو اسے بیٹھ تھوڑا شب بیداری سے درست کرے۔ اگر احسن طریقے سے درست نہ ہو تو بیٹھ روزہ رکھ لو اس سے بھی صحیح نہ ہو تو طاقت و مضبوطی کم کر دے۔ یہ بھی مفید نہ ہو تو ریشہ داروں سے نیک سلوک اور پیروں پر شفقت کیا کر لو یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ خدا تعالیٰ نے دل پر مہر لگا کر رکھ دیا ہے اور گناہوں کی تار کی دھاری کے ظاہر اور باطن پر خوب زور سے چماگئی۔ اب خود کو دوزخ میں کیا سمجھ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اس کے لیے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اس کے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور ہر ایک سے وہی کام بن آتا ہے جس کے لیے پیدا ہوا ہے تو تجھ میں اگر صحیح نصیحت سنیے گی نہ وہی ہو تو اپنے نفس سے امید نہ ہو اور امید ہو ناگنہ کبر ہے اس لیے امید تو ہو نہیں ہو سکتا اور رجا کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھ پر بند ہیں۔ اگر ایسی صورت میں رجا کرے تو راستے میں رجا نہیں بلکہ دعوہ کھاتا ہے۔ جب ناامیدی بن سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس نصیحت میں تو مبتلا ہوا ہے اس پر تجھے غم ہے یا نہیں اور اپنے نفس پر ترس کھا کر آنسو آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں۔ اگر گرتا ہے تو آنسو کا گرتا بحر رحمت میں سے ہے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں رجا باقی ہے۔ اس صورت میں توجہ اور گریہ و زاری پر مواظبت کر اور ارم الراحمین سے فریاد کر اور ارم الارحمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے غم کھانے شکایت سے شک شک شاید تیرے حال پر رحم فرما کر تیری فریاد رسی کرے۔ اس لیے کہ تیری نصیحت تو بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار بافرقانی حد سے تیز کر گیا اور کوئی حیلہ پاتی نہ رہا نہ کوئی نسبت اور وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریہ کی جگہ اور فریاد کا مقام اور غیا اور ملا اس علی سرکار کے سوا کہیں نہیں۔ اس کے سامنے گریہ و زاری کر اور دعاؤں مار لو اور گریہ زاری اتنا خشوع کر جتنا تیرے اندر جہالت اور گناہوں کی کثرت ہے۔ وہ کرم قنوع کرنے والے پر رحم فرماتا ہے اور طالب صلاح کی فریاد کو پہچانتا ہے اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اس کی طرف مضطر ہے اور اس کی رحمت کا محتاج اس وجہ سے ہے کہ تجھ پر تمام راستے تنگ ہو گئے اور حیلے ختم ہو گئے نہ تیریں بند ہو گئیں نہ نصیحت نے تجھ میں تاجہ کی نہ توجہ لے۔ اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کرم اور حتیٰ ہے اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے۔ اس کی رحمت فراغ اور کرم عام اور مطلق ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام کا بخیر و نیاز :- وہاب بن ابی ریحہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اتار دیا تو وہیں آپ کے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں دن ان پر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ و غامض و غمگین لہجے کو سر ڈالے ہوئے ہیں۔ ان پر وحی بھیجی کہ اے آدم کو شش کی کیا وجہ ہے۔ عرض کیا کہ اشی میری نصیحت بڑھ گئی اور گناہوں نے مجھے گھیر لیا۔ عالم ملکوت سے میں نکلا گیا اور اس کرامت کے بعد اس ذات کے مقام پر آیا اور سعادت سے نکل کر بدحالت میں پڑا اور راحت کے بعد وار

نصیبت میں پھنسا اور عاقبت کے بعد اس بلا میں مبتلا ہوا اور وہ اس کو ہموار کر کے موت اور حقیقت کے گھر میں آیا تو میں خطا پر کیسے نہ روؤں۔ خدا تعالیٰ نے وحی نبی کی کہ اُنے آدم کیا میں نے تجھے اپنے لیے برکھیدہ نہیں کیا تھا اور اپنے گھر میں نہیں اتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے قصہ سے نہیں ڈرایا تھا۔ کیا تجھے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی مدح تجھ میں نہیں ڈالی تھی اور تجھے اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کیا تھا۔ پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی تو میرے وعدہ کو بھول گیا۔ مجھے قسم ہے اپنی ذات اور جلال کی کہ اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے بھر دوں کہ سب کے سب تیری جیسی عبادت کریں اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو ان کو گنہگاروں کے مقام میں اتار دوں گا۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روئے اور گریہ کی حالت میں رات بھر یہ گناہ کرتے کہ الہی میں وہ ہوں کہ جتنی میری عزت و شرف اتنا ہی میری لغزشیں زیادہ ہوتی ہیں۔ وہ ہوں کہ جب ایک گنہگار کے چھوڑنے کا ارادہ کیا تو میرے ساتھ دوسری خواہش نفس میں پیدا ہو گئی۔ ہائے افسوس پہلی خطا پر اپنی بھی نہ ہونے پائی تو دوسری کا شکار ہوا۔ آہ فکر روزگار ٹھکانے اور مقام ہو تو کیا کہوں گا۔ اسے بندے اگر تیرے سر کے لیے جتنے ہولہائے بندہ طالبوں کے تو مطلب پورے ہوئے مگر شاید تیری حاجت پوری نہ ہو۔

حکایت :- منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات کوڑھ میں ایک عابد کو سنا کہ رب تعالیٰ سے مناجات میں کہتا تھا کہ الہی عزوجل قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کروں اور نہ اس وجہ سے گنہگار کیا کہ مجھے میرا مرتبہ معلوم نہیں تھا یا اپنے نفس کو تیرے عذاب میں پیش کرنا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو حقیر جانتا تھا بلکہ اصل بات یہ ہوئی کہ میری نظروں میں گنہگار اچھا کر دیا گیا۔ پھر میری غصہ نے اس میں تائید کی اور تیری پردہ پوشی جو میرے لوہر رہتی ہے۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا میں نے تو اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی۔ اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا۔ اگر تو میری دسی کٹ دے گا تو میں کس کی مضبوط دسی کو پکڑوں گا۔ بڑی غریبی ہے کہ جب کل کو تیرے سامنے سب کھڑے ہوں گے اور ہلکے پھلکے لوگوں کو کہا جائے گا کہ تم گنہگار اور بدنامی بوجہ دلوں کو حکم ہو گا کہ اتر جاؤ تو میں ہلکوں کے ساتھ ہو کر پار ہو جاؤں گا یا بھاری لوگوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا۔ افسوس جتنی میری عزت و شرف اتنا ہی میری لغزشیں زیادہ ہوتی ہیں افسوس میرے گنہگار اور بدنام ہونے۔ اب میں تو یہ کہوں گا اور کب تک کہن کو دوبارہ کرتا جاؤں گا۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے شرم کروں۔

فائدہ :- صلوات کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اس طرح تھا اور وہ اپنے نفس کو عتاب کرتے تھے اور مناجات سے کہن کا متعدد مضامین الہی کی طلب تھی اور عتاب نفس سے تبلیغ اور نفس کی گہرائی مقصود تھی جس نے مناجات نہ کی اور اپنے نفس کی گہرائی نہ کی۔ بعید نہیں کہ اللہ عزوجل بھی اس سے ناراض ہو۔ الحمد للہ یہ بحث یہاں مکمل ہوئی۔ الحمد للہ و لا آخر

## فکر و عبرت

حدیث شریف میں ہے کہ ایک سہمت کا فکر کرنا ایک سہل کی عبرت سے بہتر ہے اور قرآن مجید میں عبرت اور تذکر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہ فکر کرنا صلاح انوار اور مہد البصیرت ہے اور علوم کے لیے جہل اور معارف کے لیے حشر کرنے کا آلہ ہے اور اکثر لوگوں کو اس کی فضیلت اور مرتبہ تو معلوم ہے مگر اس کی حقیقت اور نتیجہ اور طریق اور کیفیت نہیں جانتے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ فکر کیسے کرنا ہے اور کن چیزوں میں کرنا ہے اور کس وجہ سے کرنا ہے اور اس سے مطلوب کیا ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہیں وہ مقصود بلاذات ہے یا کوئی ثمن ہے اور کس قسم کا ہے۔ علوم سے ہے یا دونوں سے۔ ان سب کا بیان ضروری ہے۔ پہلے فکر کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔

**فضیلت فکر :-** اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر تفکر و تذکر کا ذکر کیا اور متفکرین کی تعریف اور مشورہ فرمایا ہے الذین یذکرون اللہ فبما نافعوا وعلیٰ جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا (آل عمران 191) ترجمہ کنزالایمان :- جو اللہ کی یاد کرتے کہیں کھڑے اور بیٹھتے اور کھڑے ہو گئے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا۔

**حدیث 1 :-** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خدا تعالیٰ کے متعلق فکر کیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں فکر کرو۔ خود اس میں فکر نہ کرو کہ اس کی قدر تعالیٰ کے معلومات پر تم ہرگز قادر نہ ہو سکو گے۔

**حدیث 2 :-** موسیٰ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر گزرنے ' وہ فکر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ عرض کیا کہ ہم خدا تعالیٰ کی مخلوق میں فکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسے ہی کیا کرو۔ خود اللہ تعالیٰ میں غور نہ کیا کرو کہ پہلی قربت ایک سفید زمین ہے جس کی روشنی سفیدی ہے اور سفید روشنی مغرب کی طرف چالیس دن کی مسافت ہے۔ اس میں خدا کی مخلوق میں سے ایسے لوگ ہیں کہ اس کی غافری لوگوں بھر نہیں سکتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان لعین ان سے کہہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں معلوم بھی نہیں کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ پھر عرض کیا گیا کہ وہ ولاد آدم ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام بھی پیدا ہوئے ہیں یا نہیں۔

حدیث 3:- عطاء سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبیدہ بن میر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھے۔ آپ نے پوچھا کہ ہم سے تم کو کئی چیزیں یاد ہیں کہ تم ہمارے پاس نہیں آتے؟ عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذر غبار خرد صبا ملو باندہ کر کے محبت میں لٹاؤ ہو گا۔ پھر ابن میر سے پوچھا کہ آپ نے کوئی عجیب بات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی ہو بیان فرمائیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور فرمایا کہ آپ کی تو تمام باتیں عجیب ہی تھیں۔ ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ لیٹے اور فرمایا کہ مجھے چھوڑو میں اپنے پروردگار عزوجل کی عبادت کروں۔ پھر اٹھ کر ایک منگ سے پانی لے کر وضو کیا۔ پھر نماز کے لیے کمرے ہوئے اور اتنا دوائے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر سجدے میں دوائے میل تک کہ زمین بھیک گئی۔ پھر کمرے سے لیٹ گئے میل تک کہ نماز صبح کی اطلاع کے لیے بلبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی وجہ سے تو کنگہ اگلے اور پچھلے لوگوں کے سب خدا تعالیٰ نے معاف فرما دیئے۔ پھر آپ کہیں دوائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کہیں نہ دوائے۔ اسے بلبل چھ آج رات یہ آیت اتری ہے ان فی خلق السموت والارض واختلاف الليل والنهار لایات اولی الالباب (آل عمران 190) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی پام پیلوں میں نشانیوں میں معنی متداول کیلئے۔ پھر فرمایا کہ غریب ہے۔ اس کی جو اس آیت کو پڑھے اور اس میں فکر نہ کرے۔

اقوال اسلاف رحمۃ اللہ :- حضرت موزائی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تھری حد قرآنی آیات میں کیا ہے۔ فرمایا کہ پڑھنے کے بعد سمجھ آجائے۔

محمد بن واسع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اہل بصرہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ماں کے پاس اس دوران گیا جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا۔ ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کی کیفیت پوچھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے کونے میں گر کیا کرتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ماموت فکر کرتا تمام رات کی شب بیداری سے بھر ہے۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تھری ایک آیت ہے جس میں نیکیوں اور برائیوں معلوم :- اگر کئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ بن لوم رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ فکر بہت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ فکر عقل کا مغز ہے۔

سفیان بن عیینہ اکثر یہ شعر رچا کرتے تھے۔

حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ دوائے زمین

پر آج کوئی آپ کے برائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جس شخص کی گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت ہو تو وہ میرے مثل ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جس کے کلام میں حکمت نہ ہو، وہ لغو ہے اور جس کا سکوت فکر نہ ہو، وہ سو ہے اور جس کی نظر عبرت کے لیے نہ ہو، وہ لہو ہے اور اس آیت کی تفسیر میں سوا صرف عن ابانی الذین ینکیرون فی الارض بغير الحق (الاعراف 146) ترجمہ کنز الایمان :- اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں باطل لڑائی چاہتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں کو اپنے معاملہ میں فکر کرانے سے روک دوں گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعطوا اعبنکم حذھا من العبادۃ ”آنگھوں کا حق وہ ان کی عبادت سے۔“ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ عبادت سے ان کا حصہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی نظر کرنا اور اس میں فکر کرنا اور اس کے عجائب سے عبرت حاصل کرنا۔ ایک نیک عالم کا قول ہے کہ وہ جنگل میں کہ معلوم کے قریب رہتی تھی کہ اگر حقیقتوں کے دل اپنی فکر سے آخرت کی چیز دیکھ پائیں جو ان کے لیے فیض کے پردوں میں جمع ہے تو دنیا میں ان کا نہ کس صاف ہونہ آکھ کو دنیا کی فتنی اور قرار ہو۔

حضرت لقمانؓ اکثر خلوت میں بیٹھا کرتے۔ ان کا اماں ان کے پاس آکر کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا بیٹھے ہو۔ اگر لوگوں کے پاس بیٹھو تو دل خوش ہو۔ آپ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتی ہے اور بہت فکر جنت کی راہ ہے۔

روہ بن منبہؓ فرماتے ہیں کہ جس کی فکر زیادہ ہوتی ہے، وہ جان جاتا ہے اور جو جانتا ہے، وہ عمل کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرنا بہترین عبادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے عبداللہ سل بن علیؓ کو خاموش اور متفکر دیکھ کر پوچھا کہ آپ کہیں بیٹھ گئے؟ فرمایا کہ ہاں صراط پر۔

حضرت بشرؓ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں فکر کریں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ دور و گشت تفکر کے ساتھ تمام رات کی اس نماز سے بہتر ہیں جس میں دل حاضر نہ ہو۔

ابو شریح کہیں جا رہے تھے تو راستے میں بیٹھ گئے۔ چار چار پرلے کر رونے لگے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اپنی عمر کے بچے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کی فکر ہے۔ ابو سلیمانؓ فرماتے ہیں کہ آنگھوں کو رونے کا ملو بیٹا اور دلوں کو فکر کا اور یہ بھی فرماتے کہ دنیا کے متعلق

فکر کرنا آخرت کے لیے تمنا ہے۔ ولایت کے حق میں عذاب اور آخرت میں فکر کرنا مودتِ حکمت ہے اور رلوں کو زندہ کرتا ہے۔

عالم فرماتے ہیں کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے اور ذکر سے محبت اور فکر سے خوف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر کی فکر کرنا خیر کو عمل میں لانے کا موجب ہوتا ہے اور برائی پر ندامت کرنا اس کے ترک کا موجب ہے۔

اسلمانی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کتابِ آسمانی میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر حکم کا کلام قبول نہیں کرتا بلکہ اس کے قصد اور خواہش کو دیکھتا ہوں۔ جب یہ دونوں میرے لیے ہوتے ہیں تو میں اس کے سکوت کو نظر بنا دیتا ہوں اور اس کے کلام کو حملہ اگرچہ وہ نہ بولے۔

حضرت حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل عقل بیشہ ذکر سے فکر کے علوی ہوا کرتے ہیں اور فکر سے ذکر کے یسلی تک کہ ان کے دل باطل ہو جاتے ہیں اور حکمت بولنے لگتے ہیں۔

اسحق بن خلف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "داؤد علیہ السلام رات میں ایک چھت پر مصروفِ عبادت تھے۔ پھر آسمان و زمین کے سکوت میں فکر کرنے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر روتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک ہسلیہ کے گھر میں گر پڑے۔ مالک مکان اپنے بستر سے دوڑا اور تنگے بدن نکلا اور ہاتھ میں۔ آپ کو چور خیال کر کے جب دیکھا کہ داؤد ہیں تو نکلا اور دیکھ دی اور پوچھا کہ آپ کو چھت سے کس نے گرا دیا؟ فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ و اشرف مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان میں فکر کے ساتھ بیشہ کر معرفت کی ہوا کھائے اور جامِ محبتِ اتملہ کے دریا سے پانی لے اور اللہ تعالیٰ پر حسن نفس سے نظر کرے۔ پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کمال کیا ہی خوب مرہ ہیں اور اس کے پینے کی چیز کا کیا کمال۔ خوش حال وہ ہے جسے خدا تعالیٰ سے یہ ملیں میر ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور اشتیاق پر فکر سے اور یہ بھی فرمایا کہ اسود میں نظر کا درست ہونا مفاد سے نجات دیتا ہے اور سلوک میں چنگلی قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور اہل اور فکر سے سالک کی احتیاط اور دلائل ظاہر ہوتی ہے اور حکماء سے مشورہ کرنا نفس میں استقلال اور بصیرت میں قوت پیدا کرتا ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ عزم (ارادہ) سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور اچانک کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے اور کام شروع کرنے سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے۔

فضیلت کی اقسام :- امام شافعی علیہ السلام کا قول ہے کہ فضیلتیں چار ہیں۔ (1) حکمت ہے۔ اس کا مادہ فکر ہے۔ (2) عفت اس کا اعتدال شہوت میں ہے۔ (3) قوت اس کا اعتدال نفس میں ہے۔ (4) بھل اس کی راسی قوائے نفس

کے اعتدال میں ہے۔ یہ ہیں حکماء کے اقوال فکر کے پارے میں مگر کسی نے ان میں سے اس کی حقیقت کا بیان نہیں کیا نہ دیکھا کہ فکر کمال کمال ہو سکتا ہے۔

حقیقت فکر اور اس کا نتیجہ :- فکر کا معنی یہ ہے کہ دل میں دو معرفتوں کا موجود کرنا تاکہ ان سے تیسری معرفت پیدا ہو اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص دنیا کی طرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ دنیا کی نسبت آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے تو اس کے دو طریقے ہیں۔ (1) دوسرے سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سننے ہی مان لے اور اسے سچا جانے بغیر اس کے حقیقت امر پر کچھ بھیرت کا ذکر ہو اور صرف اس کے کہنے کے انکسار پر اپنے عمل سے مائل اور آخرت کی ترجیح کا ہو جائے۔ اس طریق کو تقلید کہتے ہیں، معرفت نہیں کہتے۔ (2) اول یہ جانے کہ جو شے پائیدار ہو، اس کو اختیار کرنا بہتر ہے۔ پھر یہ جانے کہ آخرت پائیدار ہے اور ان دونوں معرفتوں سے اس کو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے کہ اس تیسری بات کو پہلی دو معرفتوں کے بغیر جانا ممکن نہیں۔ بس دل میں دونوں پہلی معرفتوں کا موجود ہونا تیسری معرفت تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے۔ فکر اور اعتبار اور ذکر اور نظر اور نفل اور تدبر کلاما ہے۔ ان میں سے تدبر اور تامل اور فکر الفاظ تو جدا جدا ہیں مگر ان کے معنی جدا نہیں۔ سب ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہیں اور لفظ ذکر اور اعتبار اور نظر کے معنی جدا ہیں گو اصل معنی ایک ہی ہے جیسے کہ صاف اور مند اور سیف ایک شے (کھوار) پر بولے جاتے ہیں مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہیں یعنی بام کو اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ کائنات والی ہے۔ مند یا مندی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ جگہ کی طرف منسوب ہے اور سیف مطلق کھوار کو کہتے ہیں اور کوئی امر اس سے دائرہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح دو معرفتوں کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہیں کہ ان دونوں سے تیسری معرفت کی طرف عبور کر سکتے ہیں، اعتبار نہیں لہنے اور نظر اور فکر اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اس میں تیسری معرفت کی تلاش ہے تو جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہ ہو، اس کو ناظر نہ کہیں گے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ جو تنکر ہو گا وہ تذکر بھی ہو گا اور یہ نہیں کہ جو تذکر ہو وہ تنکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہے کہ دل پر معارف فکر جم جائیں اور اس میں سے مٹ نہ جائیں اور فکر کا فائدہ یہ ہے کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت حاصل نہ تھی وہ حاصل ہو جائے۔ یہی فرق ہے تذکر اور فکر میں اور معارف جب دل میں جمع ہوتے ہیں اور ایک خاص ترتیب سے آپس میں ملتے ہیں تو ان سے اور معرفت نکلتی ہے یعنی وہ معرفت پہلی معرفت کا ثمر ہوتی ہے اور جب یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری معرفت سے ملتی ہے، اس سے ایک نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ ثمرات برہتے جاتے ہیں اور علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور فکر بے انتہاء آگے کو چلتی جاتی ہے اور یہ زیادتی معارف یا تو موت سے بند ہوتی ہے یا موانع سے۔

فائدہ :- یہ طریقہ اسے حاصل ہوتا ہے جو علم سے ثمولے سکا ہو اور طریقہ فکر کو پہچان ہو مگر اکثر لوگ علوم کی



زیادتی سے محروم ہیں، اس لیے کہ ان کے پاس اس العقل ہی نہیں یعنی وہ علوم اور معارف جن سے معارف پیدا ہوتے ہیں، انہیں حاصل نہیں کیسے کسی شخص کے پاس سرلیٹ نہ ہو تو وہ فطرت پر قادر نہیں ہوتا مگر بعض اوقات سرلیٹ تو رکھتا ہے مگر پیشہ تجارت میں جانتا۔ اس لیے وہ فائدہ نہیں پاتا، اس طرح بعض اوقات کسی کے پاس معارف اس المیل تو ہوتے ہیں مگر اس کو ان کا اچھی طرح کام میں لانا اور اس طرح اسے فائدہ نہیں آتا۔ جس سے اور نتیجہ حاصل ہو اور طریقہ استعمال بھی تو دل میں نور الہی کی وجہ سے فطرتی طور پر معلوم ہوا کرتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کو تھا، بعض اولیاء کو اور یہ بات بہت کمایاب ہے اور کبھی سمجھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہو کر آتا ہے اور یہی اکثر ہے، پھر شکر کو کبھی یہ معارف آتے ہیں اور ثمرہ حاصل ہوتا ہے مگر اس کے حاصل ہونے کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی اور نہ اس کو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ مہارت بیان کرنے کا فن نہیں رکھتا مثلاً بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ آخرت اختیار کرنا بہتر ہے اور یہ علم یقینی ہے لیکن اگر سب اس معرفت کا اس سے پوچھا جائے تو ہرگز بیان نہ کر سکے گا کہ یہ معرفت کمال سے حاصل ہوئی حالانکہ بغیر وہ پہلی معرفتوں کے یہ معرفت اسے حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر گزرا۔

خلاصہ :- غلامہ یہ کہ فکر معنی یہ ہے کہ دو معرفتوں کا حاضر کرنا۔ اس نظر سے کہ ذریعہ قیمری معرفت کا ہوں اور فکر کا ثمرہ کام اور احوال اور اہل سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر اس کا ثمرہ خاص صرف علم ہے اور کوئی چیز نہیں ہاں جس وقت دل میں علم حاصل ہوتا ہے تو دل کا حل بدل جاتا ہے اور جب اس کا حل بدلتا ہے تو جو مارج کے اہل بھی بدل جاتے ہیں، اس لیے کہ عمل حل کا تعلق ہے اور حل علم کا تعلق ہے اور علم فکر کا تعلق ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ فکر تمام بھلائیوں کی اصل اور مبداء ہے اور اس بیان سے فضیلت فکر بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ فکر بہ نسبت ذکر کے بہتر ہے، اس لیے کہ فکر میں ذکر بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے اور قلب کا ذکر اعضائے ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر سے ہے کہ اس میں کچھ ہوا کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ فکر تمام اہل سے افضل ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ ایک لمحہ کا فکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ دل وہ ہے جو بری چیزوں سے محبوب اشیاء کی طرف منتقل ہو اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کی طرف انتقال کرتا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ حل مشلوہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لعلمہم یشقون او بعدت لہم ذکرا (طہ 113) ترجمہ کنز الایمان :- کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ شوق پیدا کرے۔

اگر منکور ہو کہ فکر کے باعث حل کے تغیر کی صورت معلوم کرو۔ اس مثل سے وہی سمجھو جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اس میں فکر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہت ہے۔ جب یہ معرفت ہمارے دلوں میں بقیہ

ہوتا ہو جاتی ہے تو دل آخرت کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے اور دنیا میں تہہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور حل سے ہماری مراد یہی ہے 'اس لیے کہ دل کا حل پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ موجود چیز کو محبوب جانتا تھا اور اسی کی طرف مائل تھا اور آخرت سے متنفر اور کم رغبت تھا مگر اس معرفت سے دل کا حل اور ہو گیا اور اس کا ارادہ اور رغبت بدل گئی اور تفریق ارادہ کی وجہ سے اعضاء کے افعال بھی دگر طور ہو گئے کہ دنیا چھوڑ کر متوجہ یہ افعال آخرت ہوئے۔

درجہ اول خمسہ :- (1) تذکر یعنی دل میں دونوں معرفتوں کا حاضر کرنا۔ (2) تفکر یعنی دونوں معرفتوں سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا۔ (3) معرفت مطلوبہ کا حاصل ہونا اور دل کا اس سے روشن ہونا۔ (4) حصول نور معرفت کی وجہ سے دل کے حل کا بدل جائنا۔ (5) جس طرح دل کا حل بدل جائے، اسی طرح اعضاء ظاہری بھی دل کی خدمت کریں۔ جس طرح کہ پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے اور اس سے اشیاء روشن ہو جاتی ہیں اور آنکھ کو ہر شے نظر آنے لگتی ہے جو پہلے نظر نہیں آتی تھی اور اعضاء عمل کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح نور معرفت سے فکر پیدا ہوتا ہے یعنی فکر دونوں معرفتوں کو جمع کر کے ان میں ایک ترکیب خاص بناتا ہے جس سے نور معرفت پھیلتا ہے جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور ان میں ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہے۔ پھر اس نور معرفت سے دل کا حل بدل جاتا ہے اور جس چیز کی طرف پہلے مائل نہ تھا، اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حل بدل جاتا ہے اور جو چیز پہلے نہیں نظر آتی تھی وہ اب نظر آنے لگتی ہے۔ پھر دل کے حل کا مقصدنا کے موافق افعال کے اعضاء محرک ہوتے ہیں۔ جیسے اندھیرے کے سبب سے جو شخص کلم نہ کر سکتا تھا، روشنی ہونے سے کلم کرنے پر مستعد ہوتا ہے۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ شہو فکر کا علوم اور احوال میں اور چونکہ علوم پیشتر ہیں اور جو احوال کی دل پر تبدیلی ممکن ہے، ان کی بھی کوئی حد نہیں۔ اسی لیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر شاخوں کو مختصر کر دے اور اس کے لئے کی جگہ اور ثمرات کو شمار کرے تو کبھی نہ ہو سکے گا۔ اس لیے کہ فکر کے لئے کی جگہیں اور ثمرات بے انتہاء ہیں مگر ہم اس میں کوشش کرتے ہیں کہ فکر کی راہیں جو مسمت علوم دینی کے اعتبار سے ہیں اور ان کے احوال کے اعتبار جو سالکوں کے مقلات شمار کیے جاتے ہیں، ضبط کریں لیکن یہ ضبط اصلی ہوگا، اس لیے کہ اس کی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم بیان کیے جائیں اور تمام ابواب اس کتاب (احیاء العلوم) کے گویا بعض علوم کی شرح ہیں کیونکہ ان میں وہ علوم ہیں جو مخصوص کلام سے حاصل ہوتے ہیں تو اس صلب سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اسی لیے ہم بطور اشارہ اصلی بیان کرتے ہیں تاکہ فکری راہیں مجمل طور معلوم ہو جائیں۔

فکر کے راستے :- فکر کبھی تو ایسے میں ہوتا ہے۔ کبھی دین سے متعلق ہوتا ہے، کبھی غیر دین میں اور ہمیں یہی غرض دین ہے، اسی لیے ہم اسے بیان کریں گے اور ہم قسم دوم (غیر دین) کو چھوڑ دیتے ہیں اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہو۔ یاد رہے کہ فکر دو حل سے خلل نہیں۔ (1) وہ بندے اور

اس کی صفات اور احوال سے متعلق ہو۔ (2) مجبور اور اس کی صفات اور افعال سے۔ جو فکر بندے سے متعلق ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (1) بندہ کے ان احوال وغیرہ میں ہو جو خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں۔ (2) ان میں جو کمزور ہوں اور ان دونوں قسموں کے سوا اور کسی چیز میں فکر کی ضرورت نہیں اور جو فکر متعلق بہ خدا تعالیٰ ہے۔ وہ اس کی ذات اور صفات اور اسلام حنفی میں ہوگا۔ اس کے افعال اور ملک اور ملکوت اور تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں میں فکر کا منحصر ہونا ان اقسام میں ایک مثل سے واضح ہوگا۔

مثلاً۔ جو لوگ سالک الہی اللہ ہیں اور اللہ عزوجل کے دیدار کے مشتاق ہیں، ان کا حل مجازی عاشقوں کے حل کے مشابہ ہے۔ اسی لیے ہم عاشق شیدا کو مثل کے طور پر کہتے ہیں کہ جو عاشق ہر تن اپنے عشق میں ڈوبا ہوا ہو، اس کا فکر دو باتوں سے تہلوز کرے گا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا یا اپنے نفس سے۔ اگر معشوق کا ذکر کرے گا یا تو اس کے جل اور مکمل ذاتی میں فکر کرے گا تاکہ اس کے فکر کرتے اور مشاہدہ سے لذت حاصل کرے یا اس کے افعال لطیف اور عمدہ میں فکر کرے گا جن سے اس کے اخلاق و صفات کو خونی سمجھا جاتا ہے تاکہ اس سے لذت لے لے اور محبت دو بڑا ہو۔ اگر اپنے نفس میں فکر کرے گا یا اپنی ایسی صفات میں کرے گا جن سے محبوب کی نظر میں گر جائے، اس غرض کہ ان سے اجتناب کرے یا ایسی صفات میں کرے گا جو اسے محبوب کے نزدیک کریں اور محبوب اس کی محبت کا اس کے ساتھ ہوں تاکہ ان صفات سے منفہ ہو اور فکر ان امور کے سوا کسی اور چیز میں فکر کرے گا تو وہ خارج از حد عشق اور باعث نقصان ہے۔ اس لیے کہ عشق کامل و اکمل وہ ہے جس میں عاشق ڈوبا رہے اور اس کے دل پر یوں چھا جائے کہ دوسرے کی گنجائش نہ چھوڑے اور عاشق خدا تعالیٰ کا ایسے ہونا چاہیے کہ اس کی نظر اور فکر محبوب سے تہلوز نہ کرے اور جب تک اس کا فکر ان چاروں قسموں میں منحصر رہے گا اس وقت تک وہ مقتضائے محبت سے خارج نہ ہوگا۔

قسم 1:- فکر کرنا اپنے نفس کی صفات اور افعال میں تاکہ ان میں سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے۔ اس لیے کہ یہ فکر وہی ہے جو متعلق یہ علم معاملہ ہو جو اس کتب میں مقصود ہے۔

قسم 2:- متعلق بہ علم مکاشفہ ہے۔ پھر جو افعال و صفات کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا کمزور ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں۔ (1) ظاہری جیسے طاعات اور معاصی۔ (2) باطنی جیسے صفات، نیکیات و منککات جن کا عمل دل ہے اور ان کی تفصیل جلد سوم اور چہارم میں ہے اور طاعات اور معاصی منقسم ہیں۔ دو قسموں پر یعنی یا وہ معاصی ہیں کہ سوائے اعضاء سے متعلق ہوں اور تمام بدن کی طرف منسوب ہوں جیسے چلو سے بھانکا اور مل ہپ کی باطنی کرنا اور حرام جگہ میں رہنا۔

فائدہ:- ہر طرح کے مکالمہ میں تین باتوں کا فکر واجب ہے۔ (1) یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی کمزور ہے یا نہیں، اس لیے کہ اکثر چیزوں کا کمزور ہونا بغیر فکر و تحقیق کے مطلق نہیں ہوا کرتا۔ (2) اس میں فکر کرنا کہ اگر کمزور ہے تو اس

سے بچنے کی تدبیر کیا ہے۔ (3) یہ کہ اس سرکہ کا مرکب بافضل ہے تاکہ اس کو پھوڑ دے یا اس کو کڑے کو ہے تو اس سے باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اس کا تذراک کرے۔ اسی طرح محبوب چیزوں کی تقسیم کو خیال کر لور جب ان قصوں کو جمع کر تو فکر کرے راستے ان اقسام میں سو سے بڑھ جائیں گے لور بد۔ کو ضرورت فکر کی تمام میں پڑتی ہے یا اکثر میں لور ان اقسام میں سے ایک ٹک کی شرح تو طویل ہے مگر یہ قسم مختصر ہمار قسم پر ہے۔ (1) طامات۔ (2) معاصی۔ (3) صفات مصلک۔ (4) صفات منیہ۔ ان چاروں میں سے ہم ہر ایک کو لکھ دیتے ہیں تاکہ سالک اس کو لور مثالی کو قیاس کر لے لور فکر کا طریق اس پر واضح لور وسیع ہو جائے۔

قسم معاصی :- سالک کو چاہیے کہ ہر صبح کو اپنے ساتوں اعضاء میں تنصیل اور سارے بدن میں مہملا غر کرے کہ میں کسی معصیت کا مرکب کسی عضو سے ہوں یا نہیں۔ اگر اسی وقت ہو تو اس کو ترک کرے لور گزشتہ زمانے میں مرکب ہوا ہو تو توبہ کرے لور مذمت سے اس کا تذراک کرے یا اسی دن کرنے کا ہو تو اجتناب کرے لور علیحدہ رہنے کے لیے آمادہ ہو۔

زہان :- زہان میں نظر کرے لور کہے کہ یہ غیبت لور جھوٹ لور خود شنائی لور غصہ کسی کی بات کھانا لور دوسرے کو تہ سنا لور غیر مفید باتوں میں دخل نہ دافیرہ باتیں کہتی ہیں تو اول اپنے دل میں مضبوط کر لے کہ تمام امور خدا تعالیٰ کے نزدیک برے ہیں لور آیات قرآنی لور احادیث جو ان امور کی سزا میں شدت عذاب پر دل ہیں ان کا فکر کرے۔ پھر اپنے محلات کو سوچے کہ بغیر جانے لور بے خبری سے کیسے ان چیزوں کا مرکب ہوتا ہے۔ پھر یہ سوچے کہ ان سے بچنا کیسے ہو سکتا ہے لور جان لے کہ آفت زہانی سے محفوظ رہنا بغیر گوشہ نشینی لور تنہائی کے نہ بن سکے گا یا یہ صورت ہے کہ کسی نیک انسان لور پرہیزگار کی صحبت میں رہے کہ جب کوئی ٹک بچا لکے تو وہ نیک بہت روک دے یا یہ منہ میں ٹکڑی رکھ کر دوسرے کے پاس بچنا کرے تاکہ اس سے یاد رہے کہ آفت زہان سے حفاظت کے لیے یہ رکھا ہے۔ ان سے احتراز چاہیے فرشتہ احترازی کی تدبیریں اس طرح فکر میں لائے۔

کلن :- کلن کے بارے میں فکر کرے کہ اس سے غیبت لور جھوٹ لور فضول کلام لور لہو و لعب لور بدعت یہ کی باتیں سننے میں آتی ہیں لور یہ تمام بری چیزیں لور سننے میں کوئی غصہ خاص نہیں۔ ہر غصہ کی زہان سے سننے میں آتی جاتی ہیں تو پھر ان کے سننے سے بچنے کی فکر کرے کہ بچاؤ کی صورت گوشہ نشینی ہے یا جب کوئی دوسرا کوئی بات کہے تو اسے صبر کر دینے سے ہے۔

پیٹ :- اس کے بارے میں فکر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مافریقی کھانے میں لور پینے میں کرتا ہے۔ اس طرح کہ حلال رزق سے بہت سا کھا جاتا ہے جس سے شہوت بڑھتی ہے لور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتھیار ہے۔ بل حرام لور مشتبہ سے تو فکر کرے کہ میری غذا لور لباس لور مکان لور وجہ معیشت کمال سے ہے لور حلال رزق کی آمدنی کی صورتیں سوچے لور فکر کرے کہ اس میں سے مجھے کس طرح ملے۔ کون سا جب حلال رزق کا ہے لور کس تدبیر سے

حرام کا تدارک ہو جائے اور یہ بات اپنے دل میں غمان لے کر حرام غذا کے ساتھ ساری عبادت بیکار ہیں اور روزِ حلال عبادت کی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے کپڑے میں ایک درم حرام مل جائے ہو۔ جیسا کہ محدث شریف میں ہے علیٰ ہذا الغیاس ”اپنے تمام اعضاء میں قیاس کرے۔“ سب کے گھسنے کی ضرورت نہیں۔ اس قدر کافی ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو واقعی طور پر جان جلے گا تو تمام دن نگران رہے گا اور اعضاء کو ان تمام خرابیوں سے بچائے گا۔

قسم نمبر 2 طاعت :- پہلے فرائض جو اس کے زمرہ فرض ہیں انہیں دیکھے کہ ان کو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے یا نہیں اور پھر ان کے نقصان کو نوافل سے پورا کرتا ہے یا نہیں۔ پھر ہر عضو میں فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں وہ اس سے ہوتے ہیں مثلاً آنکھ دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی کہ اسرار آسمان و زمین پر چشمِ مہربت دیکھے تاکہ طاعت الہی میں مشغول رہے اور کتاب اللہ اور محدث شریف کے دیکھنے کے لیے ہے اور میں قادر ہوں کہ ان دونوں چیزوں کو دیکھ کر آنکھ کو مشغول کر کے طاعت الہی کروں تو کیوں نہیں کرتا اور یہ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص کو مطیع تقسیم کی آنکھ سے دیکھ کر اس کے دل کو مسرور کروں اور فلاں بدکار کو بختِ تجارت دیکھ کر اس کو نافرمانی سے روک لائے مگر کیا وجہ ہے کہ میں یہ امور نہیں کرتا۔ اسی طرح کان میں کہے کہ میں مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہوں یا حکمت اور علم اور قرات اور ذکر کے سننے پر قادر ہوں۔ پھر کان کو بیکار کیوں رکھتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے تو مجھے اس لیے حوالہ کیے ہیں کہ میں ان سے اس کی نعمتوں کا شکر کروں۔ پھر اس کی نعمت کی ناشکری کرتا اور اس کو مشائخ اور بیکار رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اسی طرح زبان میں فکر کرے کہ میں زبان سے تعلیم اور وعدہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہوں اور ایک بھٹوں کے دل میں محبوب ہو سکتا ہوں۔ اگر کسی نیک بخت یا عالم کے سامنے کوئی اچھی بات کہوں اس کے دل پر مسرور لا سکتا ہوں اور فقراء کے حالات پرچہ سکتا ہوں اور اچھے کلمات کہہ سکتا ہوں جن میں سے ہر ایک کلمہ میں صدقہ ہے تو پھر اس نعمت سے اپنی زبان کیوں محروم رکھتا ہوں۔ اسی طرح دل میں فکر کرے کہ میں فلاں مل کو صدقہ کر سکتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر آئندہ ضرورت بھی ہوگی تو خدا تعالیٰ اور عنایت کرے گا اور بالفعل اگر ضرورت بھی ہے تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر ضرورت ہے کہ وہ شخص اس چیز کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ اسی طرح تمام اعضاء اور بدن اور دل اور سونے اور غلاموں اور اولاد کی فکر کرے کہ یہ ساری چیزیں انسان کے آلات و وسایل ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی اطاعت پر قادر ہو سکتا ہوں۔ پس فکر و تدبیر کر کے جو جو طاعات ان سے ممکن ہوں پہلے وہ نکالے پھر اور باتیں سوچے جس سے ان طاعات کی طرف خود بخود رغبت ہو۔ پھر ان میں اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جس سے عمل صاف و پاکیزہ ہو۔

قسم 3 :- وہ صفات ممکنہ جن کا عمل دل ہے ان کو جلد سوم میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی ہدایت و فیروہاں سے دیکھ لے۔ یہ وہ صفات ہیں شہوت کا غلبہ اور غضب اور بغل اور کبر اور عجب اور ریاء اور حسد اور بدگلی اور غفلت اور

غور و خیر اور دل کے صفات مثلاً ریاء اگر ممکن کر لے کہ میرا دل ان سے پاک ہے تو اس کے احمقان کی کیفیت اور علامات سے نفس کی درستی کا فکر کرے۔ اس لیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کرتا رہتا ہے لیکن بھر خلاف کرتا ہے مثلاً اگر نفس تواضع کا دعویٰ کرے اور تکبر سے برات کا مدعی ہو تو چاہیے کہ نگیزوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ کر بازار میں لے جائے تاکہ سپاد دعویٰ معلوم ہو۔

فائدہ :- اکابرین اسلام اسی طرح اپنے نفسوں کا امتحان کیا کرتے تھے۔ اگر حکم کا دعویٰ کرتے تو کوئی ایسی بات کرے جس میں غصہ آئے۔ پھر دیکھے کہ میں غصہ لی سکتا ہوں یا نہیں۔ اسی طرح تمام صفتوں میں فکر کرے۔

یہ فکر اس میں ہے کہ وہ ان صفات سے موصوف ہے یا نہیں اور ان کے لیے علامات ہیں جو ہم جلد حادث میں لکھ چکے ہیں۔ اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلاں صفت اس میں موجود ہے تو ان اسباب کی فکر کرے جن سے وہ صفت نظروں میں بری معلوم ہو اور ظاہر ہو جائے کہ اس کا خشاء جمالت اور غفلت اور خبیث باطن ہے مثلاً اگر اپنے نفس میں عمل کا غرور پائے تو فکر کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضاء اور قدرت اور ارادہ سے ہوا ہے اور یہ سب چیزیں نہ میری ہیں اور نہ میرے اختیار میں بلکہ وہ تو خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔ اسی نے مجھ پر ان چیزوں کا انعام فرمایا ہے کہ مجھے پیدا کیا اور میرے ہاتھ پاؤں اور قدرت اور ارادہ بنایا اور اپنی قدرت سے میرے اعضاء کو حرکت دی تو پھر میں اپنے عمل کا کیا غرور کروں۔ میرے نفس کو خود تو قیام بذات خود میر نہیں۔

جب نفس میں تکبر پائے تو اپنے نفس کو یوں سمجھائے کہ تو خود کو کیوں بڑا سمجھتا ہے۔ بڑا تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہوگی کہ کون اس کے نزدیک بڑا ہے۔ ظاہر کا تو عمل یہ ہے کہ بہت سے کافر زندگی بھر کفر کرتے ہیں اور مرنے کے وقت خدا تعالیٰ کے مقرب اور کفر سے توبہ کر کے مر جاتے ہیں اور بہت سے مسلمان بد بخت مرنے کے وقت خاتمہ کی غربتی سے تباہ ہو جاتے ہیں۔

علاج :- جب تکبر مسلک ہے اور اس کا خفاء حماقت تو فکر کرے کہ اس کے دود کرنے کا علاج یہ ہے کہ تواضع کرنے والوں جیسے افضل اختیار کرے اور جب اپنے نفس میں کھانے کی شہوت اور حرص پائے تو سوچے کہ یہ جانوروں کی صفت ہے۔ اگر کھانے کی اشتہاء اور شہوت جماع میں کل ہو تو یہ خدا تعالیٰ کی صفت اور فرشتوں کی صفت میں داخل ہوتے۔ جیسے علم و قدرت داخل ہیں اور چونکہ جانوری ان صفات میں موصوف ہوتے ہیں تو اگر حرص اس پر غالب ہوگی تو برائے مشابہ اور مقرب فرشتوں سے دور ہو جائے۔ اسی طرح غصب میں اپنے نفس سے منہ بٹھ کرے اور اس کے علاج کا سوچے اور یہ سب باتیں ہم ہر ایک صفت کے بیان میں لکھ چکے ہیں جیسے طریق فکر کی دست منظور ہو وہ احیاء العلوم کے ان ابواب کا مطالعہ کرے جن میں ان صفات کا حل لکھا گیا ہے۔

چوتھی قسم :- میں توبہ اور گناہوں پر مذمت اور بلا پر مہر کرنا اور نصحت اور دنیا کا مذہب اور اخلاص اور صدق اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی تعظیم اور اس کے افضل پر راضی ہونا اور اس کا شوق کرنا اور اس کے لیے تواضع اور شوق

کرنا جن کو ہم نے اسی جلد چہارم میں لکھا ہے اور ہر ایک کے اسباب و علامات ذکر کر دیئے ہیں۔ پس سالک کو روزانہ فکر کرنا چاہیے کہ ان اوصاف میں سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرے ہیں، مجھے کوئی ضرورت ہے۔ جب کسی طرف ضرورت معلوم کرے کہ یہ صفات احوال میں بغیر علوم کے حاصل نہیں ہوتے اور علوم فکرات کے ثمرات ہوتے ہیں۔ جب یہ منظور ہو کہ سالک اپنے نفس کی توجہ اور ندامت کا حل حاصل کرے تو پہلے اپنے گناہوں کو تلاش کرے اور ان کو سوچے اور نفس پر سب کے سب اکٹھے کر دے اور دل میں ان کو بت بڑا جائے۔ پھر اس سخت و عید پر نظر کرے جو شریعت میں ان گناہوں کے متعلق وارد ہیں اور اپنے دل میں سمجھ لے کہ میں خدا تعالیٰ کے غضب کا لام کر رہا ہوں۔ اس تدبیر سے اس کو ندامت کا حل پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حل دل میں ابھرے تو اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور غور کرے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے کیا پردہ ڈال دیا ہے اور گناہوں پر رسوا نہیں فرمایا۔ اس کا بیان باب الشکر میں ہم لکھ آئے ہیں، دہل مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حل محبت اور شوق کا پیدا کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے جلال اور جل اور عظمت اور کبریا کی فکر کرے یعنی اس کے عجب و حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھ کر اس کے جلال اور جل پر غور کرے اور اس کا بیان فکر کی دوسری قسم میں بیان کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

فائدہ :- جب سالک خوف پیدا کرنا چاہے تو پہلے اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے۔ پھر موت اور سکرات اور مرے کے بعد شکر سمیر کا سوال اور قبر کا عذاب اور اس کے سناپ بچھو، کپڑے، پھر صورت کے پھونکنے پر پکار کا خوف، پھر محشر کا ہولناک منظر جس وقت کہ تمام مخلوق ایک جگہ جمع ہوگی۔ پھر حسب کا جھگڑا اور ذرہ ذرہ کی باز پرس، پھر مل صراط کی تیزی اور باریکی اور اس پر گزرنے میں فکر کہ اگر بائیں گیا تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔ اگر دہائی طرف کو گیا تو جنت والوں میں سے ہوگا اور دارالقرار میں اتارا جائے گا۔ پھر سوچے احوال قیامت کے بعد اپنے دل میں دوزخ اور اس کے طبقات اور گزند اور احوال اور زنجیریں اور طوق اور چپ اور طرح طرح کے عذاب اور اس کے فرشتوں کی قیج صورتیں دل میں حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گناہوں کے چڑھے میں پک جائیں گے تو دوسری کھائیں بدل دیں گے۔ وہ اگر دوزخ میں سے لکھتا جائیں گے تو پھر اس میں کر دیئے جائیں گے اور جب اسے دور سے دیکھیں گے تو اس کی کرخت آواز اور چی سنیں گے۔ اسی طرح جتنی باتیں کہ کلام مجید میں دوزخ کے بیان میں وارد ہیں، سب کو پیش نظر رکھے۔

جب محل رجاء کرنا چاہے تو جنت اور اس کی لذت اور مسرت اور درخت اور خوریں اور غلغل اور آسائش دائمی اور ملک بے زوال پر غور کرے۔ غرضیکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم مطلوب ہوتے ہیں کہ ان سے ایسے حالت حاصل ہوں یا صفات مذمومہ سے پاک ہو سکیں، اس کا طریقہ یہی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہم نے ان احوال میں سے ہر ایک حل کا علیحدہ باب لکھا ہے جس سے تفصیل فکر ہو سکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک حل کے لئے کلام مجید کی علامات کے برابر کوئی جزو مض نہیں، اس لئے کہ کلام مجید تمام

مقلات اور محلات کا جامع ہے اور اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ اس لیے کہ اس میں وہ باتیں بھی ہیں جن سے خوف اور رجاء کے صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہوں اور وہ امور یہی ہیں جو تمام صفات مذمومہ سے باز رکھیں تو چاہیے کہ انسان اس کی تلاوت کیا کرے اور جس چیز میں فکر متکبر ہو اس کے مضمون کی آیت کو بار بار پڑھے۔ اگرچہ سو دفعہ وہ پڑھی جائے اس لیے کہ ایک آیت کو فکر اور فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے کچھ پڑھا جائے تو آیتوں کے سوچنے میں توقف کرے۔ اگرچہ ایک رات گزر جائے اس لیے کہ ایک ایک لفظ کے تحت وہ اسرار ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکا اور جب تک صاف دل سے فکر و تہن نہ کیا جائے اور معاملہ درست نہ ہو اس وقت تک وہ معلوم بھی نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپ کو جامع کلمات عظمت ہوئے۔ ہر لفظ آپ کے ارشاد کا حکم کا سندور ہے۔ اگر عالم دین ان کو جیسا چاہے اسی طرح سوچے تو عمر بھر اس کا غور پورا نہ ہو۔ ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح طویل ہے۔

حدیث پر غور :- حضور ﷺ فرماتے ہیں ان روح القدس نعت فی روعی اجیب ما احببت فانک نغارفه وعش ما شئت فانک مہبت واعمل ما شئت فانک مہبت "جبرائیل نے میرے دل میں پھونک دیا ہے کہ جس چیز کو چاہے محبوب کر تو اس سے جدا ضرور ہو گا اور جتنا چاہے زندہ رہے آخر کو مرنا ضرور ہے اور جو چاہے عمل کر اس کی جزا ضرور ملے گی۔"

فائدہ :- یہ کلمات تمام لوگوں و آخرین کی محنتوں پر جامع ہیں۔ تامل کرتے والوں کو عمر بھر سوچنے کو کافی ہیں اس لیے کہ اگر اس کے مضمون پر واقف ہوں اور ان کے دل پر یقین کی طرح غالب ہو جائیں تو ان پر چھا جائیں گے اور پھر ان کو اتنا نہ رکھیں گے کہ دنیا کی طرف ذرا بھی التفات رہے۔ یہ طریق ہے علوم معلولہ میں فکر کرنے کا اور بندے کی صفات میں اس نظر سے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں یا مذموم۔

بقدری سالک کو چاہیے کہ ان فکروں میں ہر وقت مستغرق رہے تاکہ اپنے دل کو اخلاق محمودہ اور مقلات شریفہ سے آبلو کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو کمزور بہت سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور میں فکر کرنا اگرچہ تمام مہذبات سے افضل ہے مگر اصلی مطلب یہ نہیں بلکہ جو ان فکروں میں مشغول رہے وہ صدیقوں کے مطلب سے محبوب ہے۔ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے جلیل و جمل میں فکر کرنے سے لذت پائے اور دل میں اس طرح مستغرق ہو کہ اپنے نفس اور محلات اور مقلات اور صفات سب بھول جائیں "صرف محبوب حقیقی میں مستغرق ہو۔ جیسے مجازی عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے کہ اسے اپنے نفس کے محلات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔ حیران سا رہ جاتا ہے اور یہ کمال درجہ کی لذت عشق کی ہے اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبدی کا ہے۔ قرب اور وصل کی صلاحیت ہو جائے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی اصلاح ہی میں



ضائع کی تو پھر قرب سے لذت کو کب پائے گا۔

حکایت :- حضرت خواص بیٹو جنگلوں میں پھرا کرتے۔ ان سے حسین بن منصور ملے اور پوچھا کہ تم کس محل میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں جنگلوں میں پھرتا ہوں تاکہ اپنا محل توکل میں درست کر دوں۔ حضرت حسین بن منصور علاج نے فرمایا کہ عمر تو آپ نے اپنے باطن کی درنگی میں صرف کر دی، خود توحید کون سے وقت ہوگی۔

فائدہ :- معلوم ہوا کہ واحد برحق میں فنا ہونا سنا لیکن کا اعلیٰ مطلب اور مدیقین کی انتہاء درجے کی لذت ہے اور صفات ملکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح میں عدت سے نکلتا اور منجیات صفت اور جمیع طاعت کا اختیار کرنا ایسے ہے جیسے عورت خلوع کے لیے تیاری کرے اور منہ ہاتھ دھوئے اور ہاواں میں کنگھا کرے تاکہ خلوع کے نکلنے کی لیاقت پیدا ہو جائے۔ اگر عورت تمام محررہم کی صفاتی اور سنگھسی صفاتی میں ضائع کر دے تو خلوع کی طاقت سے دور رہے گی۔ اسی طرح دین کا طریقہ سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہم نفسی کے نال ہو اور اگر شرع غلام کی طرح ہو کہ بغیر بار کے خوف اور اجرت کی طمع کے نہیں ملا کرتا تو اپنے بدن کی مشقت اہل ظاہری سے رہنے دو اس لیے کہ تمناوے اور تمناوے دل میں بڑا موٹا پردہ ہے۔ اعلیٰ سے البتہ یہ ہو گا کہ اگر ابھی طرح ادا کر کے تو نال جنت میں سے ہو گے مگر مہیشینی کے لیے اور ہی لوگ ہیں اور جب علوم معاملہ میں طالب اور رب کے درمیان ہوتا ہے۔ فکر کر جولانی معلوم کر چکے تو اب ان کو صبح اور شام اپنا دستور اور عادت کر لو اور اپنے نفس سے اور ان صفات سے جو خدا تعالیٰ سے دور کرتے ہیں اور ان احوال سے جو اس کی طرف نزدیک کرتے ہیں۔ غافل نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر میدان کو چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اس میں تمام صفات ملکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعت لکھی ہوں اور ہر روز ان سے اپنے نفس کی پڑتال کیا کرے۔

مہلکات :- دس چیزوں پر نظر کرنا کافی ہے۔ اگر ان سے بچ جائے گا تو سب سے بچا رہے گا۔ وہ دس یہ ہیں۔  
(1) بخل (2) تکبر (3) عجب (4) ریاء (5) حسد (6) شدت غضب (7) حزن غذا (8) کثرت شہوت (9) محبت مل (10) محبت جاو۔

منجیات بھی دس ہیں۔ (1) گناہوں پر تہ امت (2) بلا پر صبر کرنا (3) قصا پر راضی رہنا (4) نعمتوں پر شکر کرنا (5) خوف و رجا پر مشتمل رہنا (6) دنیا میں زہد کرنا (7) اعمال میں اخلاص کرنا (8) غفلت سے خوش خلقی سے پیش آنا (9) محبت اللہ تعالیٰ (10) اس کے سامنے خشوع کرنا۔ تو یہ ہیں باتیں ہوئیں جن میں دس بری ہیں اور دس اچھی۔ یہی ہر ایک بات میں فکر کرنا شروع کرے۔ جب مشق ایک بری بات جاتی رہے تو اس بیاض میں اس صفت پر کھینچ دے۔ پھر اس میں فکر نہ کرے اور خدا تعالیٰ کا شکر کرے کہ ایک سے تو بھلتا ملی اور دل کو اس سے اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات خدا تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ہوئی اور نہ اگر وہ ہم کو ہمارے نفس پر چھوڑ دیتا تو کوئی سی بری صفت بھی ہم سے دور نہیں ہو سکتی بشرطیکہ ایک ایک کو اسی طرح یاد جائے اور جب وہ دور ہوتی جائے تو بیاض میں

اس پر کھیرا دیا جائے یہاں تک کہ دسویں بری صفات کو تمام کرے۔ اسی طرح لیس سے پھر اس کا خواہی ہو کہ صفات  
 منہیات سے موصوف ہو۔ جب منہیات میں سے ایک سے متصف ہو مثلاً توبہ اور ندامت کی صفت آجائے تو اس  
 پر کھیرا بھیر دے اور باقی صفات میں مشغول ہو یہاں تک رفت رفت سب سے موصوف ہو جائے مگر یہ طریقہ ایسے  
 شخص کے لیے ہے جو فطرت مستعد ہو اور جو صلحاء میں شمار ہوتے ہیں، ان میں اکثر کو چاہیے کہ وہ اپنی کاپیوں میں  
 ظاہری مکتبہ بھی لکھ لیں۔ جیسے مشکوک کمانا اور غیبت اور پھل اور خصوصیت اور خود شنائی اور دشمنوں کی عدولت میں  
 مبالغہ کرنا اور دوستوں کی دوستی میں زیادتی اور عوام کی خوشامد و چالوسی اور شرک اسرار معروف اور منہی منکر وغیرہ کہ  
 اکثر لوگ جو بڑے نیک بخت شمار کیے جاتے ہیں، ان میں یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہیں اور جب تک اعضائے  
 ظاہری مکتبہوں سے پاک نہیں ہوتے تزکیہ و تصفیہ قلب کا استعمال میں ناممکن ہے بلکہ ہر انسان پر ایک قسم کی  
 معصیت غالب ہوتی ہے۔ چاہیے کہ سالک اس کے درپے ہوں اور اسی کی تہذیب کریں۔ ایسے مکتبہوں میں فکر نہ  
 کریں جن سے کہ وہ کفار پر ہوں۔ مثلاً عالم پر ہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہے اور شہرت کا خواہی ہوتا ہے۔  
 تدریس سے یا وعظ سے اور جو اس کے درپے ہوتا ہے کہ وہ ایسے فتنہ میں پڑتا ہے کہ اس سے سوائے صدیقیوں کے  
 اور کوئی نجات نہیں پاتا یعنی اگر اس کا کلام مقبول ہوتا ہے اور قلوب میں خوب تاثیر کرتا ہے تو عالم مذکور عجب اور  
 اتزانے اور زہنت اور تکلف سے خلل نہیں ہوتا اور یہ سب باتیں مسلک ہیں۔ اگر کوئی اس کے کلام کو نہ مانے تو  
 غصہ اور غیرت اور کئے سے خلل نہیں ہوتا حالانکہ اگر نہ مانے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اسے اس  
 پر اتنا غصہ نہیں آتا اپنے کلام نہ ماننے پر زیادہ غصہ آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان اس کو ہمکاتا اور کہتا  
 ہے کہ تیرا غصہ اس لیے ہے کہ اس نے حق بات کو نہ مانا اور اس پر انکار کیا۔ پس اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے اور  
 دوسرے عالم کے کلام کے نہ ماننے پر یکساں خفا ہوتا ہے تو بہتر درجہ ظاہر ہے کہ مقابلے میں پڑا ہے اور شیطان کا قلع  
 ہوگا پھر جبکہ لوگوں کے ماننے سے اس کو خوشی ہوتی ہے اور ان کی تعریف کرنے سے پھولا ہے اور ان کے نہ ماننے  
 اور رد و دلی کو برا جانتا ہے تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بلاغت اور لفظوں کی خوبصورتی سے ادا کرتے میں بھی لگتا ہے۔  
 اس موقع سے کہ اس کے سبب سے لوگ تعریف کریں گے حالانکہ تکلف خدا تعالیٰ کو پسند نہیں اور شیطان یہاں بھی  
 اسے دھوکہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو لفظ اچھی طرح ادا کرتا ہے تو تیری غرض یہ ہے کہ حق پھیلے اور دل میں خوب  
 اثر کرے اور اس سے صرف دین حق کا اعطاء ہے تو اس صورت میں اگر یہ الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے علماء بہ  
 نسبت کم زیادہ خوش ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فرجی ہے اور طلب جاہ کا حلیس ہے۔ اگرچہ گمان کرے کہ میری غرض دین  
 ہے اور جب اس کے دل میں صفات پریشانی پیدا کرتے ہیں تو ان کا اثر ظاہر میں بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ  
 اگر کوئی اس کی تعظیم کرے یا اس کے علم و فضل کا معتقد ہو اور دوسرا شخص کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو یہ اپنے  
 معتقد کی زیادہ تعظیم و تحکیم کرتا ہے۔ بہ نسبت دوسرے کے معتقد کے کہ دوسرا عالم اس کی بہ نسبت اعتقاد کے لائق

نہیں ہو۔

فائدہ :- اکثر اہل علم میں فیرت کی نوبت یہاں تک ہو جاتی ہے کہ عورتوں کی طرح غیرت کرنے لگتے ہیں اور ایک کا شکر د اگر دوسرے کے پاس جائے تو اس پر نہایت شاق ہوتا ہے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ میرا شکر د دوسرے کے پاس مستغیر ہوتا ہے اور دین کی باتیں سیکھتا ہے اور ان سب امور کا قضاء دینی منکات ملکہ ہیں جو دل کے اندر غفلت ہیں اور عالم ازراہ مغلط جانتا ہے کہ میں ان سے بچا ہوا ہوں حالانکہ وہ ان علالت مذکورہ بلا سے ظاہر ہیں غرضیکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے۔ وہ یا بدشلا ہے یا باطل تباہ عوام کی طرح بچ جانے کی اسے میں طبع نہیں۔ اگرچہ جو عالم اپنے نفس میں ان منکات کو معلوم کرے، اس پر گوشہ نشینی اور تخلیق اور گمبائی کی طلب واجب ہے اور فتویٰ دینے سے گریز کرنا لازم ہے۔ زمانہ صاحب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رہتے تھے کہ سب کے سب مفتی بھی تھے مگر فتویٰ دینے سے کنارہ کرتے تھے۔ اگر کوئی دینا بھی تھا تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر بچا رہتا تو اچھا تھا اور گوشہ نشینی کے وقت عوام اور شیطان سے ڈرنا چاہیے کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ تم گوشہ نشینی اختیار نہ کرو اس لیے کہ اگر سب ایسا ہی کریں گے تو علوم غلط میں مت جاتے رہیں گے۔ اسکا جواب یوں دینا چاہیے کہ دین اسلام میں میری ضرورت نہیں۔ وہ مجھ سے پہلے بھی آباد تھا اور بعد کو بھی آباد رہے گا۔ میرے مرنے سے دین کے ارکان مٹ نہیں جائیں گے۔ دین کو میری کوئی پروا نہیں لیکن میرا یہ حلیہ ہے کہ اپنے دل کی اصلاح سے میں بے پروا نہیں ہوں اور یہ کہنا کہ میری گوشہ نشینی سے علم جاتا رہے گا غلط خیال ہے بلکہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اگر لوگوں کو بالفرض قید خانے میں بند کر کے بیڑیاں ڈال دی جائیں اور کہہ دیا جائے کہ اگر علم طلب کرو گے تو آگ میں جلا دیے جاؤ گے تو علم کی حکمت اور ہدایت کی محبت ان کو اس بات پر تعلقہ کرے گی کہ بیڑیاں توڑ کر اور دیواریں گرا کر نکل جائیں اور علم حاصل کریں۔ جب تک کہ شیطان غلو کو عزت و عظمت کی محبت دلانا رہے گا۔ علم کسی طرح ختم نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ شیطان قیامت تک اپنے کام میں سستی نہیں کرے گا تو اس وقت تک علوم بھی باقی رہیں گے بلکہ علوم دینی ایسے لوگوں کے سبب سے پھیلیں گے کہ جن کو آخرت میں کچھ نہ ملے۔

حدیث :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ یوید ہذا الذین باقوام لا خلق لہم وان اللہ لیبود ہذا الذین بالرحلا لغاجر اللہ تعالیٰ اس دین سے تائید ایسے لوگوں سے کرے گا جن کو دین میں کچھ حصہ نہ ہو اور اس دین کی تائید کرتا ہے اسی لیے عالم دین کو چاہیے کہ ایسے فریبوں سے دھوکا کھا کر عوام کے لئے میں مشغول ہو اور اپنے دل میں جہاد دنیا کی محبت کی پرورش کرے جو غفلت کا خم ہے حدیث شریف میں ہے کہ جہاد دل کی محبت خلق کو ایسا آگاہی ہے جیسے پانی سبزی۔

نبی اکرم خود مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماذنبان ضاریان ارسلانی فرستم غنم باکثر فساد فیہا من حب الحما والعمال فی دین السرا المسلم "دو خونخوار بھیڑیے مکہ میں کے دیوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ

کبریوں کا اتنا نقصان نہیں کر گئے جتنا جاہ و مال کی محبت مسلمان کے دین میں تباہی کرتی ہے۔

**علاج :-** تحصیل مرتبہ اور جاہ و طلال دل سے بغیر گوشہ نشینی اور لوگوں سے گریز کرے اور جن باتوں سے ان کے دلوں میں جاہ پڑتا ہے، ان کو چھوڑے بغیر نہیں جاتی تو عالم دین کو اپنے دل سے ان خفیہ صفات کی تلاش کی فکر کرنی چاہیے اور یہ کہ ان سے نجات کی تدبیر کیا ہے اور یہ فکر عالم متقی کے لیے ہے اور عوام اور ہم جیسوں کو تو فکر ان باتوں کی چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی ہو جائے، اس لیے کہ اگر ہم لوگوں کو بزرگان دین اور سلف صالحین و یکمیں تو یقیناً کہیں گے کہ یہ لوگ روز حساب پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے کہ ہمارے اہل ایسے نہیں جیسے جنت و دوزخ پر ایمان رکھنے والوں کے ہوا کرتے ہیں کیونکہ جو کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کرتا ہے اسے طلب کیا کرتا ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ دوزخ سے گریز شہادت اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتی ہے حالانکہ ہم ان میں مستغرق ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے۔ اس میں بھی ہم قاصر ہیں بلکہ فرائض بھی اچھی طرح نہیں پورا ہوتے تو ہم کو علم کا شرمیلی ملا کہ لوگ دنیا میں حلیے ہونے میں ہماری افتاء کریں اور کہیں کہ اگر حرص دنیا پر آویز ہو تو علماء ہماری نسبت اس سے زیادہ پرہیز کرتے۔ کیا اچھا ہو تاکہ ہم عوام کی طرح ہوتے اور جب ہم مر جاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مر جاتے۔ اب اگر سوچتے ہیں تو جس فتنہ کا سامنا ہمیں ہے وہ بہت ہی برا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں درست کرے اور ہماری وجہ سے دوسروں کو درست کرے اور ہم کو مرے سے پہلے توبہ کی توفیق دے۔ وہی کریم اور رحیم اور ہم پر انعام کرنے والا ہے۔

**علماء اور صلحاء کے فکروں کے طریقے :-** علوم معاملہ میں علماء و صلحاء کے فکروں میں طریقہ جب وہ ان سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کا اذاعت ان کے نفسوں سے اٹھ جاتا ہے اور ان فکروں سے ترقی کر کے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدہ دل سے اس کے مشاہدہ کی لذت میں فکر کرنے لگتے ہیں اور یہ فکر پورا تب ہوتا ہے جب تمام مشکلات سے علیحدہ اور تمام منہیت سے موصوف ہو۔ اگر اس سے پہلے کچھ ظاہر ہوگا تو بیمار اور ناقص پر کدورت اور جلد مٹ جانے والا ہوگا۔ بلکہ کی طرح چمکے تو جائے گا لیکن اُسے قرار اور دوام نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں سالک کا حل اس عاشق جیسا ہوگا جو اپنے مشوق سے غفلت کرے اور اس کے کپڑوں کے اندر سناپ اور بچھو ہوں کہ اسے کٹ رہے ہوں اور لذت مشاہدہ اس پر کدہ کر دیں اور بغیر ان کے نکالے آسائش کھل نہ ہو اور یہ صفات مذکور بھی سناپ اور بچھو ہیں۔ ان کے فیذا سے ہر شئی ہوتی ہے۔ قبر میں ان کے نبیوں کی تحکیم سناپ بچھو کے کانٹے سے بھی زیادہ ہوگی۔

**فائدہ :-** جسم نول فکر کا بیان اتنا کافی ہے اس سے طریق فکر سے آگاہی ہو جاتی ہے کہ جو صفات بندے کے خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں، ان میں کس طرح کیا کیا فکر کرے۔

قسم 2 خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی میں فکر کرتا ہے۔ یہ چند مثلث ہیں۔ سب سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے اسماء کے معانی میں فکر کرنا گمراہی یا فکر کرنا ممنوع ہے اس لیے کہ شرع میں ارشاد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں فکر کرو۔ اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اس کی ذات میں حیران ہے، بجز مدققوں کے اور کوئی اس طرف آنکھ نہیں اٹھا سکتا اور وہ بھی اس کے بیش و کمینے کی تاب نہیں رکھتے بلکہ تمام مخلوق کی آنکھوں کا مل خدا تعالیٰ کے جلال کی بہ نسبت ایسے ہے جیسے چمکڑ کی آنکھ کا مل ہے نور آفتاب کی نسبت یعنی چمکڑ کو آفتاب کے نور دیکھنے کی تاب نہیں بلکہ دن کو چمکی رہتی ہے اور رات کو کس قدر روشنی میں جو آفتاب سے زمین پر رہتی ہے۔ دیکھتی ہے اور مدققوں کا مل مثل علم انسان کے مل جیسا ہے کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہے مگر بیش نہیں دیکھ سکتا ورنہ خوف چٹائی کے پلے جانے کا ہے بشرطیکہ اس کی طرف دیکھے اور خوب نظر بجا کر دیکھنے سے بھی آنکھیں چند میا اور بیٹائی منتشر ہو جاتی ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کی طرف دیکھنا خطرو حیرت اور مدہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے۔ اس صورت میں مناسب یہی ہے کہ خدا پاک کی ذات و صفات میں فکر کرنے کے طریقوں کو بیان نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اکثر عقل کو اس کی تاب نہیں بلکہ حوڑی سی مقدار جس کی تشریح بعض علماء نے کی ہے کہ خدا تعالیٰ مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہے۔ وہ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر اس سے متصل ہے نہ جدا۔ اسی سے بعض لوگوں کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اس کے فکر ہو گئے کیونکہ انہیں نہ سننے کی طاقت نہ پہچاننے کی بلکہ بعض لوگ تو اس سے کم کی بھی برداشت نہ کر سکے یعنی جب ان سے کہا گیا کہ خدا تعالیٰ اس سے بری ہے کہ اس کا سر اور ہاتھ پاؤں اور آنکھ اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور سوجلی والا ہو تو انہوں نے نہ مانا اور گمان کیا ہے۔ یہ تعریف تو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال میں نقصان پیدا کرتی ہے بلکہ بعض اہل عقول نے کہا کہ یہ تعریف تو ہندوستان کے تریوڑ کی ہے خدا تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔ اس سچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انہیں اعضاء میں ہے کیونکہ انسان صرف خود جانتا ہے اور اس کی بڑائی کرتا ہے تو جو چیز کہ عظمت میں اس کی برابری نہیں کرتی اس میں کوئی عظمت نہیں سمجھتا بلکہ اس نے یہ ہے کہ اپنے نفس کو خواہ صورت تخت پر بیٹھا ہوا سامنے ذکر چاکر کلام کرتے ہوئے فرض کر لے تو اسے ہے کہ خدا تعالیٰ کو بھی مان لے گا کہ اس کی عظمت سمجھے بلکہ اگر کبھی کو عقل ہوتی تو اس سے کہا جاتا کہ میرے خالق کے نہ تو بازو ہیں نہ پر اور نہ پاؤں نہ اذان تو وہ اس کو نہ جانتی اور گمانی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھ سے کم کس طرح ہو گا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے پر کئے ہوئے ہوں یا نظرا ہو کہ اڑ نہ سکے۔ مجھ میں تو سلطان قدرت ہو اور جو میرا پیدا کرنے والا ہے اس میں یہ لوازمات اور قدرت نہ ہو اور اکثر لوگوں کی عقل اس عقل کے قریب تر ہیں۔ سچ ہے کہ انسان بڑا جاہل اور غلام اور ناشکر ہے۔

وحی نبوت :- سابق دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیاء پر وحی بھیجی کہ میرے بندوں سے میری صفات نہ کہو وہ

نہ مائیں کے بلکہ ان سے میرا مصل صرف الفاظ میں کو تاکہ وہ سمجھ لیں اور خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات میں غور کرنا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ شرع کا لوہ اور عقل کی بہتری اسی کی منتھی ہیں ہم بھی اس کے درپے نہ ہوں بلکہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی غور کرنا اس کے افضل اور عجیب صفت اور غریب معاملات میں جو اس کی مخلوق میں ہیں اس لیے کہ ان سب سے اس کے جلال اور عظمت اور کبریائی اور پاک ہونا اور کمال علم و حکمت اور اس کی شیت کا اجرا ملتا جاتا ہے۔ پس اس کی صفت پر غور اس کی صفت کے آثار سے ہی کرنا چاہیے اس لیے کہ ہم کو یہ تو ثابت نہیں کہ اس کی صفت کی طرف فکر کریں تو ان کے آثار ہی پر نظر چاہیے۔ جیسے جب آفتاب چلتا ہے تو ہم اس کی طرف نہیں دیکھ سکتے ہیں بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور اسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستاروں کے نور کی نسبت سمجھتے ہیں اس لیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار میں سے ہے اور اتر کو دیکھنے سے صبر کچھ نہ کچھ سمجھ میں آیا کرتا ہے۔ اگرچہ خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام نہ ہو اور تمام موجودات دنیا کے آثار کے قدرت الہی میں سے ایک اثر ہیں اور اسی کے الوار ذات میں سے ایک نور۔ اس لیے کہ تمام چیزوں کا وجود اس کی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جس طرح کہ جسم کا نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب کو گرہن لگتا ہے تو عورت یوں ہے کہ ایک پانی کا طشت رکھ کر دیکھا کرتے ہیں تاکہ اس کو دیکھ سکیں اور آگھ میں نقصان نہ کرے۔ اس صورت میں پانی کا ایک ذریعہ ہونا ہے کہ آفتاب کے نور سے کس قدر کم کر دیتا ہے تاکہ اس کی طرف نظر کرنے کی تلب ہو تو اسی طرح افضل الہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہیں جن میں ہم فاضل کی صفت مشاہدہ کرتے ہیں اور نور ذات سے مستحیر نہیں ہوتے اس لیے کہ ہم میں نور ذات میں افضل کا واسطہ اور دوری ہو گئی۔ اسی راز کو حدیث میں ظاہر کیا گیا۔

راز کا اظہار:- حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نفکروا نی خلق اللہ ولا تنفکروا فی ذات اللہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو۔

مخلوق میں فکر سے معرفت حق:- یاد رہے کہ جو ہر سوائے خدا تعالیٰ کے موجود ہے وہ اسی کا فعل اور اسی کی تخلیق ہے اور ہر ذہن میں جو ہر اور عرض اور صفت اور موصوف کے بہت سے جانب اور غرائب ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر ہوتی ہے اور ان کا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر و مٹی ہو جائے اور اس سے وہ جانب لکھے جائیں تو اس کا خاتمہ ہو جائے لیکن اس کی عظمت بیان نہ ہو سکے تاہم بطور نمونہ ان میں سے ہم کچھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موجودات خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ان کی اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیاء میں ہم سے فکرتیں ہو سکتا اور موجودات بہت ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویخلق ما لا تعلمون "نور مطلقا ہے جو تم نہیں جانتے۔" اور فرمایا سبحان الذی خلق الازوج مکملها مما نبت الارض ومن انفسهم وما لا یعلمون (نہین 36) ترجمہ کنز الایمان:- پانی ہے اسے جس نے

سب جوڑے بٹنے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔ اور فرمایا ونشکم فبسا لا نعلمون ترجمہ کنزالایمان :-

(2) ان کی اصل معلوم ہے اور بخلا بھی پہچانی جاتی ہیں مگر تفصیل نہیں معلوم تو اشیاء میں ہمیں ممکن ہے، ہم ان کی تفصیل میں فکر کریں اور ان اشیاء کی دو قسمیں ہیں۔ (1) وہ جو آگہ سے نظر نہیں آتی۔ (2) وہ جو نظر آتی ہے۔ پہلی کی مثل جیسے فرشتے، جن 'شیاطین' عرش و کرسی وغیرہ۔ ان اشیاء میں فکر کی جمل تک ہے۔ اسی وجہ سے ہم اسی قسم کی فکر کو کھتے ہیں جو سمجھنے کے قریب تر ہے یعنی وہ اشیاء جو آگہ سے نظر آتی ہیں اور وہ ساتوں آسمان اور زمین اور جو چیز ان کے درمیان ہے، آسمان میں یہ چیزیں نظر آتی ہیں۔ ستارے اور چاند اور سورج اور ان کی حرکت اور گردش اور لکنا اور ڈوب جانا اور زمین میں یہ اشیاء معلوم ہوتی ہیں۔ پہاڑ اور کانیں اور دریاں اور حیوانات اور نباتات اور آسمان اور زمین کے درمیان جو تین یہ اشیاء محسوس ہوتے ہیں۔ پہلے، مینے اور برف اور لوہے اور رعد اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹنے ستارے اور تھوڑے آسمان و زمین اور ان کے درمیان میں اس جنس کی اشیاء معلوم ہوتی ہیں۔

محسوسات کی اقسام :- یہ کئی انواع پر ختم ہیں اور ہر نوع کی بہت سی قسمیں ہیں۔ پھر اقسام کی فروع ہیں۔ اسی طرح شاخ و در شاخ ہوتی جلی گئی ہیں۔ جس قدر اختلاف مراتب اور ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہے اسی قدر اقسام بھی زیادہ ہونا چاہئے اور ان سب شاخوں میں فکر کی جمل ہے۔ کوئی ذرہ جلاوت اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ گزرا یا نہیں حرکت کرتا جس کا حرکت دیکھنے والا خدا تعالیٰ نہ ہو اور اس کی حرکت میں ایک حکمت یاد دیا و یا اس کا ہزار حکمتیں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور ان کے جلال اور عظمت پر دلی نہ ہوں اور یہ سب اشیاء نشانیوں اور آیات و آلاء ہیں۔ قرآن مجید میں ان میں فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان فی خلق السموات والارض واختلف الليل والنهار لا یات لا ہا ولا ولی الالباب (آل عمران 190) ترجمہ کنزالایمان :- یہ شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی یا ہم بدیوں میں نشانیوں میں عقل مندوں کے لئے۔

فائدہ :- ومن آیاتہ توکلہم امجد میں شروع سے آخر تک بہت جگہ وار ہے۔ پس بعض آیات میں فکر کرنے کی کیفیت کا ذکر کرتے ہیں مثلاً ایک خدا تعالیٰ کی آیات میں سے یہ ہے کہ انسان غفہ سے پیدا ہوا ہے اور سب دل ہیں کہ عمریں کٹ جائیں اور دسویں حصہ بھی معلوم نہ ہوں اور انسان ان سے غافل ہے۔

درس عبرت :- جب تو اپنے نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طرح کیسے کرتا ہے اور تجھے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے نفس میں تہل کرو وفی انفسکم افلا تبصرون (الذاریات 21) ترجمہ کنزالایمان :- اور خود تم نہیں تو کیا تمہیں سوچتا نہیں۔

اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ہلاک نطفہ سے بنا ہے۔ قتل الانسان ما اكفره من اى شى خلقه من نطفه خلقه  
 فقد: تم السبل یرہ تم احسانہ فاخبرہ تم انا شاہ انشرہ (جس 17-22) ترجمہ کنزالایمان :- آدمی مارا جائے کیا  
 ہاشکر ہے اس کا بے سے بتایا پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا پھر اسے آراستہ  
 آسمان کیا پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوا اور پھر جب چلا اسے باہر نکالا۔ اور قرطبہ ومن ابنہ ان خلفکم من نرات  
 تم انا انتم بشر ننشرون (الروم 20) ترجمہ کنزالایمان :- اور اس شکلوں سے ہے یہ کہ تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر  
 جمعی تم انسان ہو دنیا میں پھیلے ہوئے۔ اور فرمایا الم ہک نطفہ من منی یعنی تم کان علقہ فخلق فسوی (القمر  
 88-87) ترجمہ کنزالایمان :- کیا وہ ایک بوند نہ تھا اسے مٹی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی اچھک ہو تو اس میں پیدا  
 فرمایا پھر ٹھیک بتایا۔ اور فرمایا الم نخلقکم من ماء مہین فجعلناہ فی فرار مکین الی فدر معلوم (الرحلت  
 22-20) ترجمہ کنزالایمان :- کیا ہم نے جنہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا  
 ایک معلوم کہ۔ اور فرمایا اولم ہر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہوا خصیم مبین (بین 77) ترجمہ  
 کنزالایمان :- اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بتایا جمعی وہ سرخ جھڑو ہے۔ اور فرمایا انا  
 خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج (الرحم 2) ترجمہ کنزالایمان :- بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا فی ہوئی مٹی سے۔  
 اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین تم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین تم خلقنا النطفۃ علقۃ  
 فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما (المومنون 14-12) ترجمہ کنزالایمان :- اور  
 بے شک ہم نے آدمی کو جننی ہوئی مٹی سے بتایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھکانہ میں پھر ہم نے اس پانی کی  
 بوند کو خون کی ٹھیک کیا پھر خون کی ٹھیک کو گوشت کی ہوئی پھر گوشت کی ہوئی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت بتایا۔

انتہی :- نطفہ کے بار بار کلام مجید میں ذکر کئے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ایک لفظ ہے کہ اسے بنا جائے اور اس  
 کے معنوں میں شکر نہ کیا جائے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفہ پر غور کرو مثلاً اس طرح کہ دو ایک ہلاک پانی کی بوند ہے۔  
 اگر گھڑی بھر چھوڑ دیا جائے کہ اسے ہوا لگتی رہے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے۔ ایسی ہلاک چیز کو دیکھو کہ رب  
 تعالیٰ نے مروجہ پینہ اور عورت کی چھاتیوں سے کیسے اکٹھا کیا اور ان کے دلوں میں الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتہ  
 محبت اور شہوت سے دونوں آپس میں ملے پھر محبت کی حرکت سے مروجہ پینہ سے اس نطفہ کو نکالا اور عورت کی  
 رحم میں ڈالا۔ پھر حیض کا خون کھل کھل کی رنگوں کے اندر سے کھینچ کر رحم میں اکٹھا کیا اور نطفہ سے بچہ بنا کر اس کو  
 خون حیض کھلایا پایا یہی تک کہ بڑھا اور پرورش پائی۔ پھر دیکھو کہ نطفہ سفید چمکا ہوا تھا۔ اس کو سرخ پگنی کیسے بنا  
 دیا۔ پھر پگنی کو توغز کیا کیسے کر دیا۔ پھر نطفہ کے جسے کیسے کر دیئے۔ اس کے ٹکڑے تو یکساں تھے مگر کسی کو ہڈی کر دیا  
 کسی کو چمکا کسی کو رگ۔ پھر گوشت اور پٹوں اور رگیوں سے اعضا ظاہری کس طرح بنائے۔ سر کو گول بنایا اور کان  
 آنکھ اور ناک اور چہرہ اور دھڑکے منہ منہ کو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پاؤں کو لپکا بنایا اور ان کے سروں میں انگلیوں  
 اور انگلیوں میں پوریں۔ پھر اعضائے باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور کلی اور پھیپھڑے اور رحم اور مثانہ اور آنتیں



کس طرح بتائیں کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہے۔ پھر انہیں ہر ایک عضو اور قسموں سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سلت قطبوں سے مرکب فرمایا جن میں سے ہر ایک طبقہ کا ایک جدا وصف ہے اور جدا صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اس کی صفت داخل ہو جائے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہو جائے فرسٹیک جو جو جانب ہیں اعضاء میں سے ایک ایک میں جدا جدا اپنے پائے جاتے ہیں ایک ہی عضو کے اگر آدھے جانب بھی ہم لکھیں تو عمر بھر شرم نہ ہو۔ ہڈیوں پر غور کرو کہ کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہیں۔ ان کو نرم اور پتلے نطفے سے کیسے بنایا اور ان کو بدن کی راستی کا موجب ٹھہرایا۔ پھر ان کی مقدار میں اور صورت میں جدا جدا بنائیں۔ کوئی پھولی ہے، کوئی بڑی، کوئی لمبی ہے، کوئی چوڑی، کوئی گول، کوئی بیچ میں سے خلی، کوئی ٹھوس، کوئی پتلی اور ہڈیکہ اور چونکہ انسان کو سارے بدن سے بھی اور بعض اعضاء سے بھی حرکت ضروری تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت جس کام کے لیے ہو، صرف اسی کو ہلا لیا کرے تو اسی لیے اس کی ہڈی ایک نہیں بنائی مگر بلکہ بہت سی ہڈیاں اور ان کے اندر جوڑ بیٹھے گئے تاکہ ان سے حرکت آسان ہو اور ہر جوڑ اور ہڈی کی شکل کو موافق حرکت مطلوب کے رکھا۔ پھر جوڑ جوڑ ہڈیوں کے ملائے ہیں تو ان کی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارے کو دوسرے کنارے کے ریشوں سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے دوسرے ریشے نکلے ہیں اور دوسرے سے جا کر ملے ہیں۔ گویا یہی ہندھن ہے، پھر ایک ہڈی کے سر میں کوئی زائید اس سے باہر کو نکلے ہوئے بیٹھے ہیں اور دوسرے کے سرے میں اسی کے موافق گھرا گڑھا دیا ہے تاکہ وہ ذوائد ان میں خوب اچھی طرح آجائیں تو اب انسان کا عمل ایسا ہو گیا کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلانا چاہتا ہے، ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہ ہوتے تو یہ امر ہرگز نہ ہو سکتا۔ پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیوں کو کیسا پید کیا اور کیسے اکٹھا کر کے ملا دیا۔ وہ گھٹی میں چپکین (55) جدا جدا اشکلوں اور صورتوں کی ہیں (ان سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جب نظر آتا ہے) بتایا ان ہڈیوں سے جو ہڈیاں خاص کھوپڑی کی ہیں اور چوہ لوہر کے جیزے کی اور بارہ نیچے کے جیزے کی اور ہتھی دانت ہیں جن میں سے بعض چوڑے ہیں کہ پیسنے کی طاقت رکھتے ہیں اور بعض تیز کاٹنے کے قتل ہیں۔ کیلیے ہیں تو کھ داڑھیں اور بعض کپلیں اور بعض ملہ دانت ہیں۔ پھر گردن کو سر کی ساری ہڈیاں اور اسے سلت منکوں سے مرکب کیا جو بیچ میں خلی اور گول ہیں اور ان میں گھٹاؤ بدلتا ہے۔ اس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہیں اور حکمت کی وجہ اس جانب میں وجود حکمت لکھنا حواضت چاہتا ہے۔ پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے لے کر سرین کی ہڈی تک چوبیس مہوں سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزاء سے مرکب کیا۔ نیچے کی طرف سے تو اس سے دیراہ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزوں سے مرکب ہے۔ پھر پشت کی ہڈیوں کو سینے کی ہڈیوں اور کندھے اور ہاتھوں اور زیر بٹک اور سرین کی ہڈیوں کو ملا دیا۔ پھر دائیں اور چپلیوں اور پاؤں کی ہڈیوں کی ہڈیاں ہیں۔ ان کے شمار ہم نہیں کئے مگر سارے بدن میں دو سو اڑتالیس (248) ہڈیاں ہیں، ان میں پھولی ہڈیاں داخل نہیں جن سے جوڑوں کے گڑھے کیے ہوئے ہیں۔ غور فرمائیے کہ ان سب کو ایک نفعہ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا۔

فائدہ :- ہڈیوں کے شمار کرنے سے یہ تصور عین کہ ان کی ترقی معلوم ہو جائے، اس لیے کہ یہ تو لونی ظم ہے۔

معتقدین اہلہ انہیں خوب جانتے ہیں بلکہ فرض یہ ہے کہ ان ہڈیوں کو دیکھ کر جن سے انسان کو منظم کر کے اسے پیدا فرمایا۔ پھر اس طرف غور کریں کہ کیسے اس نے ان کو مقرر کیا اور ان میں تنظیم کیا اور ان کی شکلیں اور مقدار میں علیحدہ علیحدہ بنائیں اور ان کے شمار معین رکھے کہ اگر ایک ہڈی جاتی ہے تو انسان پر دہل ہو جاتی ہے اور اس کے دور کرنے کا عمل ہو جاتا ہے اس لیے اگر ایک کم ہو جاتی ہے تو اس کی کے تدارک کا پورا کرنا پڑتا ہے۔ غلیب ہڈیوں پر غور کرتا ہے کہ ان کے علاج کا ماہر ہو جائے اور اہل بصیرت جو ان پر غور کرتے ہیں تو ان سے بڑائی ان کے پیدا کرنے والے کی عظمت سمجھتے ہیں کہ کیا تصویر بتائی تو دونوں نظروں میں نہایت درجہ کا فرق ہے۔ پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ہڈیوں کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی پچھلیں پانچ سو انٹیس (529) پیدا کیں اور ہر پچھلی گوشت اور پٹھے اور بند اور جمیلوں سے بنی ہے اور وہ سب مقدار اور شکلوں میں جیسی جگہ اور جیسی ضرورت ہے اس کے موافق جدا جدا ہیں۔ ان میں سے چوبیس پچھلیں آنکھ کے دھیلے اور چونوں کے ہلانے کے لیے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کم ہو جائے تو آنکھ ناقص ہو جائے۔ اسی طرح ہر عضو کے لیے ایک شمار معین اور مقدار معین پر پچھلیاں بنی ہیں اور ہڈیوں اور رگوں اور شرائینوں کا عمل اور ان کے شمار اور ٹکٹنے کی جگہ اور شاخوں کے پھوٹنے کا ماجرا ان سب سے عجیب تر ہے اور اس کی تفصیل طوالت چاہتی ہے فرضیکہ ان اجزاء میں سے ہر ایک میں فکر و تدبیر کی صفائش ہے۔ پھر ہر ہر عضو میں پھر سارے بدن میں فکر کی جمل ہے اور یہ تمام اجسام بدن کے عجائبات اور معنی اور صفات کے قیود پر غور کرتا ہے جو اس سے معلوم نہیں ہوتے۔ اب ظاہر انسان اور اس کے ہاتھ اور بدن اور اس کی صفات کو غور کرو تو ان میں بھی وہ عجائب صنعت معلوم ہوگی جس سے تعجب ہو اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی صنعت ایک قطرہ آب ہلکا میں ہے۔

درس عبرت :- جو ذات پانی کے قطرہ میں صنعت کرتی ہے تو اس کی صنعت حکمت آسمانوں اور ان کے ستاروں میں کیا حکمت ہوگی اور ان کی وضع اور شکلوں اور مقداروں اور شماروں اور بعض کے کجا ہونے اور اس کی صورتیں علیحدہ ہونے اور ٹکٹنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے میں کیسی حکمت ہوگی۔ یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ کوئی ذرہ آسمانوں کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے غفل نہیں بلکہ یوں جانتا چاہیے کہ پیدا ہونے کی مدد سے وہ مضبوط اور براہ صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی یہ نسبت زیادہ تر جامع عجائبات ہے بلکہ تمام مددے زمین کی چیزوں کو آسمانوں کے عجائب سے کچھ نسبت نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انتم اشد خلقا ام السماء بناھا و رفع سمکھا فسواھا و اغطش لبھا و اخرج ضحھا (الزمرات 27-29) ترجمہ کنز الایمان :- کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بننا مشکل یا آسان کا اللہ نے اسے بتایا اس کی ہمت لوہی کی پھر اسے ٹھیک کیا اسی کی دلت اندھی کی اور اس کی روشنی چمکی۔

دیکھ یار بار دیکھ :- نطفہ پر غور فرمائیے کہ یہ پہلے کیا تھا اور لب کیا ہو گیا اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان اس

ہمت پر متفق ہوں کہ نطفے کے واسطے کان اور آنکھ خود مثل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کریں یا اس میں ہڈیاں یا رگیں یا پٹھے یا چڑیا یا بل بنائیں تو نہیں بنا سکیں گے بلکہ اگر چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بنانے کے بعد اس کی کنہ حقیقت اور کیفیت تحقیق کو معلوم کریں تو عاجز ہوں گے تو تعجب ہے کہ اگر تم کسی آدمی کی فوٹو دیکھو اور پر لنگی دیکھو جس کے بنانے میں فوٹو گرافر نے خوب محنت کی ہو یہی تک کہ تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہہ دے کہ انسان ہے صرف بولنے کی کمی ہے تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو وہ کارکنگر کیا دانا اور ہوشیار اور اپنے فن میں یگانہ ہے اور دل میں بھی اس کی عظمت و بڑائی ہوگی بلکہ جو دیکھ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ اور غلات انسانی اور علم اور ارادہ سے بنی ہے اور ان میں سے کوئی چیز مصور کا فضل اور اس کی تحقیق نہیں بلکہ ان چیزوں کو دوسرے نے پیدا کیا ہے۔ جو کچھ مصور نے کیا ہے وہ بھی ہو سکتا ہے کہ رنگ کو دہرے پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر اس سے نہایت تعجب ہوتا ہے اور خود آدمی کو دیکھ کر تعجب نہیں کرتے کہ ایک قطرہ لٹاکا معدوم تھا پھر اسے پیدا کرنے والے نے پشتوں اور چھاتیوں میں پیدا کیا۔ پھر وہاں سے نکل کر اس کی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اس کے اجزاء جو ایک عورت کے تھے ان کو جدا جدا اعضاء بنائے۔ پھر ہڈیوں کو مضبوط کیا اور اعضاء کی شکلیں اچھی کیں اور ظاہر اور باطن کو آرامت کیا اور رگوں اور پٹوں کو ایک دوسرے پر رکھا اور ان میں غذا کے جانے کی جگہ مقرر کی تاکہ وہ اس کے زندہ رہنے کا سبب ہو اور اس کو سستا دیکھا جائے بولنا کر دیا اور اس کی پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور سینہ کو تمام آلات غذا کا سلوی اور سر کو تمام حواس کا جامع بنایا۔ پھر آنکھوں کو کھولا اور ان کے طبقات کو ایک دوسرے پر رکھا اور ان کی شکلیں اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا۔ پھر ان کو پچھون سے ڈھانپا۔ وہ ان کی حفاظت اور جلا کرتے رہیں اور خن و خشاک روکتے ہیں۔ پھر ان کے تلوں میں جو واقع میں قی سے زیادہ نہیں۔ آنکھوں کی صورتیں ظاہر کیں بلکہ جو دیکھ اتنے پھیلے ہوئے اور لمبے چوڑے ہیں مگر آنکھ میں نظر آنے ہیں۔ پھر کانوں کو بنایا تو ان میں گڑا پانی رکھ دیا کہ اس میں سماعت کی قوت رہے اور کپڑے اندر نہ جائیں اور ان کے گرد سیپ کی صورت کے چوڑے رکھ دیئے تاکہ آواز اکٹھی ہو کر کان کے سوراخ میں نہ جائے اور یہ بھی قائم ہے کہ اگر کوئی کھیرا چلے تو اس کی چلن میں چھڑوں پر معلوم ہو جائے اور کان کے سوراخوں میں ہمت سے کڑھے اور ٹیڑھے راستے رکھے تاکہ کھیرا اگر کان میں جائے تو ہمت دیر چلے اور انسان اگر سو تا ہو تو اس کی ہمت ہی حرکت سے جاگ بڑے۔ پھر ناک کو چہرے کے درمیان میں اونچا بنایا اور اس کی شکل عمدہ بنائی اور اس کے دو سوراخ رکھے اور ان میں سو گھنٹے کی قوت پیدا کر دی تاکہ سو گھنٹے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزیں معلوم کر سکے اور ہوا کی مدد دل کی غذا کے لیے نشتوں کی راہ پہنچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین دیتی رہے اور چہرہ کھلا رکھا اور اس میں زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتیں بیان کر سکے اور چہرے کو دانتوں سے نہایت دی تاکہ چپنے اور توڑنے اور کاٹنے کا سہل حاصل ہو۔ دانتوں کی جڑوں کو مضبوط اور ان کے سروں کو تیز اور رنگ کو سفید بنایا اور ایسا برابر رکھا کہ گویا موتی جڑے ہوئے ہیں اور ہونٹوں کو بنا کر ان کا رنگ اور شکل عمدہ بنائی تاکہ چہرہ آہن میں مل سکے اور اس کی راہ بند ہو

جائے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ مٹھکوں کے حروف پر سے لکھیں۔ پھر فرض پیدا کیا کہ اس سے آواز نکلے اور ذہن میں قوت حرکت اور علیحدہ کرنے کی رکھی تاکہ جدا جدا محتاج میں آواز کو علیحدہ کر دے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف ہونے کی مخالفت ہو جائے۔ پھر عقلی اور فرائی اور فزی اور سختی اور صاف اور کھرا ہونے اور لمبے اور چھوٹے ہونے میں زرخیز کو مختلف طور سے بتایا تاکہ اس کے سبب سے آوازیں جدا ہو جائیں اور وہ آوازوں میں غلط خط نہ ہو جائے بلکہ دونوں آوازیں جدا جدا معلوم ہوں۔ یہی تک کہ انسان ایک دوسرے کو اندھیرے میں آواز ہی سے پہچان سکیں۔ پھر سر کو ہاتھوں اور زلفوں سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی اور ابرو سے نورانیت کو پہنے ہاتھوں اور کمان کی صورت ہونے سے آرامت فرمایا اور آنکھوں کو پلکوں سے زینت بخشی۔ پھر اعضاء باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کے لیے مخصوص فرمایا مثلاً معدے کو غذا کے پکانے کے لیے سڑکایا اور جگر کو اس لیے بتایا کہ غذا کو خون بنائے اور کلی اور پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا۔ کلی یہ خدمت ہے کہ سودا کو جگر سے جذب کرے اور چا سفر کو اور گردہ رطوبت اپنی کو چمکان کر دینے کا کام کرے کہ پانی گردے میں سے لے کر پیشاب گھر کے راستے سے نکل دے اور رکیں جگر کی یہ خدمت کرتی ہیں کہ خون کو بدن کے تمام اطراف میں پہنچاتی ہیں۔ دونوں ہاتھوں کو پیدا کیا اور ان کو لمبا بنایا تاکہ چیزوں کی طرف ہر سکیں اور ہتھیلی کو چڑا کر کے اس کی تقسیم پانچ انگلیوں میں کی اور ہر انگلی میں تین تین پوئیں رکھیں اور چار انگلیوں کو ایک طرف رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چاروں انگلیوں کو لمبائی میں مختلف رکھ کر ایک صف میں ایک دوسرے کے بعد رکھا۔ اگر تمام لول و آخر کی خلق جمع ہو کر کوئی اور صورت بڑی فکر سے بنانا چاہیں کہ اس وضع خاص سے جو انگلیوں کو اب حاصل ہے دوسرے طور پر رکھیں اور وہ سب کام دیں جو اب دیتی ہیں تو ہرگز نہ ہو سکے گا اس لیے کہ اس ترتیب خدا لولہ سے بہت فواید ہیں۔ لیکن اور دیکھا اور پکڑنا سب اسی سے ہوتا ہے۔ اگر انگلیوں کا پھیلاؤ رکھے تو ایک تشری ہے جو چاہا اس پر رکھ لو۔ اگر من کو بند کر لو مارنے کا آگے گھونسا ہے۔ اگر آدمی کھلی رکھو تو چلو چمپے کی صورت ہو جائیگی۔ اگر ہاتھ کو کھول دو تو کھرے یا پیچھے کی شکل ہو جائے گی۔ پھر انگلیوں کے سروں پر ناخن پیدا کیے کہ ان کی زنت کی ہو اور پشت کی چبھ من کی رکھوت ہو کہ کٹ نہ جویں اور پارک چیزیں جو پودوں سے نہ اٹھ سکیں ان کو بھی اٹھا سکے اور اپنا بدن ضرورت کے وقت کھلا سکے۔ پس ناخن تمام اعضاء میں لوتی ہیں لیکن باغرض نہ ہو اور آدمی کو خارش ہو جائے تو نہایت مایہ نورد ضعیف ترین خلق ہو جائے اور کوئی بدن کھلانے میں اپنے ناخن کا قائم مقام نہ ہو سکے۔ پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ بتا دی کہ اسی جگہ پہنچتا ہے۔ اگرچہ آدمی خیز اور فطرت میں ہی ہو۔ اگر بدن کھلانے میں دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے بعد پاتا پھر یہ سب باتیں نطق میں پیٹ کے اندر تین اندھروں کے درمیان بتا دیں کہ اگر رحم پر سے سب پردے اٹھا لیے جائیں اور آدمی کو پچھ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد پہنچے چلتے جاتے ہیں۔ نہ مصور اب معلوم ہوتا ہے نہ کوئی کہ اس کے بنانے کا کوئی دتا ہے تو ایسا کوئی مصور یا کلامگر نہ مٹے دیکھا ہے کہ اپنے لوزاموں کو ہاتھ نہ لگائے نہ جس چیز کو بناتا ہے اسے پکڑے۔ نہ

اس کے پاس آئے اور سخت اندھیروں کے اندر اس میں تعریف کرے۔ یہ شکر اسی پاک ذات کی ہے اور کسی کی ہل نہیں۔

۱۔ ملائکہ اس وقت بحکم خدا فرشتوں کی ایک بڑی جماعت اس نام پر مقرر ہوئی ہے جو بچے کو ماں کے پیٹ کے اندر سے اٹھائی اور اسے  
میں تیار کر دی ہے اس کا ذکر بخاری شریف کی صحت میں اصلاً ہے لیکن الموصی ہے اس بخاری پر کہ فرشتوں کے لئے تو ماں کے پیٹ  
کے اندر انہی کی برکیت کے علم کی قائل ہے لیکن خدا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے لئے کہ ان کے لئے ماں کے پیٹ کے اندر پہنچا یا  
بچے کا علم ہیبت کیا جائے تو ان کی شرم کی مشین حرکت میں آجالی ہے ملائکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی پاک ﷺ کی برکت سے  
حضور ﷺ کی امت کے اولیاء کرام میں اس سے کچھ ہو جلتے ہیں ولکن الوبابیۃ فہوم لا یحفلون (ابوہی غفرلہ)

فائدہ :- اس کی مکمل قدرت اور رحمت کامل دیکھو کہ جب بچہ پڑھا اور رحم میں گہرائش نہ دی تو اسے کیسے بتا دیا  
کہ لوندھا ہو کر اور وہیں سے مل کر اس سختی سے نکلنے کی راہ و صراط بتاتا ہے گویا جس چیز کی طرف خروج ہے اسے  
کہتا ہو رہتا ہے۔ جب پیدا ہوا تو غذا کا علاج ہوا تو کیسے اس کو چھاتی منہ میں ڈالنے کی ہدایت کی۔ پھر چونکہ اس کا  
بدن نرم تھا اور سخت غذا کی برداشت نہ رکھتا تھا تو کیسے اس کے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون غلیظ میں سے  
کیسے گلے میں اندر اور چھتوں کو کیسے بہا دیا اور ان میں دودھ اکٹھا کیا اور ان کے سر ایسے کر دیے کہ بچے کے منہ میں  
آجائیں۔ پھر ان میں سوراخ پارک رکھے تاکہ دودھ بدن سے باہر نہ نکلے صرف بل کی کارروائی سے آہستہ آہستہ  
نکلے کہ بچہ تھوڑے دودھ کا تحمل ہو سکتا ہے۔ پھر اس کو چوسنا کیسے بتا دیا تاکہ شدت بھوک کے وقت اس تک جگہ  
سے دودھ بہ نکلے پھر اس کی مرنی دیکھو کہ دانٹوں کو پیدا کیا وہ بھی دوسرے کے بعد اس لیے کہ دوسرے تک اس  
کی غذا دودھ ہی ہوتی ہے۔ دانٹوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودھ اس کے موافق نہیں  
ہوتا۔ اس وقت غذا سخت چاہیے اسے غذا کو چبانے کی ضرورت ہے اسی لیے جب یہ ضرورت محسوس ہوئی تو دانت  
پیدا کیے۔

فائدہ :- تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ سخت ہڈیاں ان نرم مسوڑوں میں کیسے نکالیں۔ پھر والدین کے دل  
میں کیسے شفقت ڈال دی کہ جس وقت وہ بچہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا اس وقت یہ دونوں اس کی خدمت کرتے  
ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے دل میں رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز نہ ہوتا۔ پھر جوں جوں پڑھتا گیا اس کو  
قدرت تمیز عقل اور ہدایت رفتہ رفتہ دیتا گیا یہی تک کہ بڑا ہو کر فریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر بڑھا ہوا۔ اب  
شکرا یا شکر گزار، مطیع یا مافرین، ایماندار یا کافر عین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هل انی علی الانسان حین من  
الدھر لم یکن شیاء مذکور انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج فجعلنا سمیعاً بصیراً انا هدینا  
السبیل اما شاکراً واما کفوراً (الدھر ۱۳) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گمراہ کہ گمیں اس کا  
نام بھی نہ تھا بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا یہی ہوتی مٹی سے کہ وہ اسے جان نہیں دے سکتا دیکھتا کہ وہاں بے شک ہم

لے اسے رات نالی یا حق مانا یا چٹکری کرتا۔

پند غزالی قدس سرہ :- برادران اسلام پہلے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کو دیکھو۔ پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجبائیت حضرت ربوبیت سے حیران رہ جاؤ گے لیکن نہایت عجب اس لیے ہے کہ جو عہدہ خدا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھ کر اسے پسند کرتا ہے تو اپنی ماری ہمت کھپ لور نقش کے تصور میں لگتا ہے کہ کیسے کھسا اور کیسے نقش کیا اور اسے اپنے دل میں بڑا جان کر کہتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن میں کامل لور ذہن و قدرت والا ہے مگر یہ عجب اپنے علاوہ دوسروں میں دیکھتا ہے لیکن اس کے کاریگر اور مصور برحق سے غافل رہتا ہے۔ اس کی عظمت اسے بخیر بھی کیوں نہیں کرتی لور اس کے جلال اور حکمت کو کیوں یاد نہیں کرتا۔

فائدہ :- یہ چند عجبائیت انسان کے بدن کے ہیں۔ تمام عجبائیت کا لکھنا ممکن نہیں۔ اگر آدمی فکر کرنا چاہے اس کے فکر کے لیے عجب مواقع ہیں اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلایل ہیں مگر آدمی ان سے غافل اور اپنے پیٹ لور شرم گاہ کے دھندے میں لگا ہوا ہے۔ اسے اس کے سوا اور کچھ کام نہیں کہ بھوک لگی تو کھالیا لور پیٹ بھرا تو سو رہا۔ شہوت ہوئی تو پوری کر لی۔ نہ تیا تو سڑ لیا ملاحظہ کن باتوں میں جانور لور درندے آدمی کے شریک ہیں۔ خاصیت انسان جس سے بہائم محروم ہیں وہ آسمانوں لور زمین کے اسرار لور جہاں کے عجب پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ اس لیے کہ اس سے بعید مغرب فرشتوں کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے لور انبیاء کرام لور محدثین کی جماعت میں مل کر اللہ تعالیٰ کی عجب کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ یہ مرتبہ بہائم کو نہیں ہے نہ اس انسان کو جو دنیا میں صرف شہوات پر راضی ہو۔ اس لیے کہ ایسا انسان جانوروں سے بھی برا ہے اس لیے کہ جانوروں میں تو قدرت معرفت سرے سے نہیں ہے لور انسان میں تو اللہ تعالیٰ نے قدرت پیدا کی ہے مگر اس نے اس کو بیکار کر دیا۔ نعمت الہی عزوجل کا شکر نہ کیا تو ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

درس عبرت :- جب سالک کو اپنی ذات میں فکر کرنے کا طریقہ معلوم ہو گیا تو اب زمین کو دیکھے جو ہماری قرار گاہ ہے۔ پھر اس کی نسوں و دریاؤں پھاڑوں لور جنگلوں میں فکر کرو۔ پھر ان کے بعد آسمانوں کے اسرار پر ترقی کرو۔ پس زمین میں بہت سی نشانی ہیں۔ ایک یہ کہ زمین کو چھوڑا لور بسز بٹایا لور اس میں راستے لور سڑکیں بنائیں لور اس کو خرم عطا تاکہ اس کے اطراف میں انسان چل پھر سکے لور اس کو ساکن بنایا کہ بلقی نہیں لور ان میں پھاڑیوں کی سیخیں جو دیما کہ حرکت سے مانع ہوں۔ پھر اس کے اطراف کو چروا کیا یہاں تک کہ آدمی اس کے تمام اطراف کو طے کرنے سے عاجز ہوئے۔ چنانچہ ان امور کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا و السماء بنسباھا باید وانا لموسعون و الارض فرشناھا فنعلم الساعون (الفرات 25) ترجمہ کنزالایمان :- لور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا لور جے ملک ہم دھت دینے والے ہیں لور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے سمجھانے والے۔ لور فرمایا ہوا الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکیھا (الملك 15) ترجمہ کنزالایمان :- وہی ہے جس نے تمہارے لئے

زمین نرم کر دی تو اس کے راستوں میں چلو۔ اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا (البقرہ 22) تربہ کنز الایمان:- اور جس نے تمہارے لئے زمین کو چھوٹا۔

فائدہ:- اسی طرح کلام مجید میں اللہ تعالیٰ نے زمین کا ذکر بت جبکہ فرمایا ہے تاکہ اس کے عجیب میں فکر کیا جاسکے کہ اس کی پشت زندوں کے رہنے کی جگہ ہے اور بیٹھ مردوں کے سونے کا مقام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الم نجعل الارض کفانا احبآء و اموالنا (المرسلات 25-26) تربہ کنز الایمان:-

فائدہ:- زمین کو دیکھو کہ بے جان شے ہے اور جب اس پر پانی پڑتا ہے تو تازہ ہو کر ابھرتی ہے اور سبز ہو کر عجیب سبزی نکالتی ہے اور اس میں طرح طرح کے حیوانات نکل پڑتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ زمین کے کناروں کو لوٹنے لوٹنے پہاڑوں سے مضبوط کیا اور کس طرح اس کے نیچے پانی رکھا جسے ٹالے اور سرسبز باغیں جو دئے زمین پر پلتی ہیں اور پتھر تنگ اور سیلی مٹی سے پانی شیریں اور پتلا اور صاف نکلا ہوا نکلا اور اس سے ہر چیز کو زندہ کیا۔ قسم قسم کے درخت 'سبز' 'الحج' 'انگور' 'نکاری' 'ذقون' 'خرباز' اور میوے بے شمار علیحدہ علیحدہ شکلوں اور رنگ و مزہ اور صفت اور بو کے پانی کے سبب نکلا کہ کھانے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں جلا تک ایک ہی پانی سے تیار کیے جاتے ہیں اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں۔

سوال:- کیا ان میووں کا اختلاف ان کے بچوں کے مختلف ہونے سے ہے؟

جواب:- کھنٹی میں خوشے کھل گئے ہوئے تھے اور ایک دانہ میں سات پائیس اور ہریلی میں سو دانے کھل گئے۔ پھر جنگوں کی زمین کو دیکھو اور اس کے ظاہر و باطن پر غور کرو تو ایک سی مٹی معلوم ہوگی اور جب اس پر پانی پڑتا ہے تو ترو تازہ ہو کر ابھرتی ہے اور رنگ برنگ کی کئی اجناس اور ایک سی صورت کے سبزے اور مختلف صورت کے لہلی ہے کہ ہر ایک کا مزہ 'بو' رنگ اور فعل ایک دوسرے سے علیحدہ ہے۔ پھر ان کی کثرت اور اختلاف اقسام اور کثرت افعال پر غور کرو۔ پھر طبیعتوں کے مختلف ہونے اور کثرت مطلق پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان انگوروں میں کیسے عجیب فوائد رکھے ہیں مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہے تو کوئی قوت دیتی ہے اور کوئی موجب زندگی ہے تو کوئی زہر کوئی سرد ہے تو کوئی گرم ہے۔ کوئی مددے میں جا کر معزہ کو رکوں کے اندر سے دور کرتی ہے اور کوئی خود صغرائیں جاتی ہے۔ کوئی واقعہ بلغم و سودا ہے تو کوئی بلغم و سودا میں جاتی ہے۔ کوئی مسکونی خون ہے تو کوئی خون میں جاتی ہے۔ کوئی منفرج ہے تو کسی سے خند آتی ہے۔ کسی سے قوت و طاقت بڑھتی ہے تو کسی سے ضعف ہوتا ہے۔

خلاصہ:- زمین سے جو پتہ پاتا 100 ہے اس میں بھی اتنے فوائد ہیں کہ آدمی ان کی ماہیت پر اجماع نہیں ہو سکتا۔ پھر ان نعمت میں سے ہر ایک کی پودرش میں کھانوں اور پھلوں کو جدا جدا کام کرنا پڑتا ہے مثلاً خرباز میں تر کا پانی ملے میں روا جانا ہے۔ انگور کو چھانکا جاتا ہے۔ کھیتی میں سے کھانے اور طبیعت کرنا پڑتا ہے۔ کسی کاج زمین میں بکیرا جانا

ہے۔ کسی کا پودا لگاتے ہیں کسی کی قلم لگاتے ہیں۔ اگر ہم انگوروں کی جنسوں اور قسموں کا اختلاف اور ان کے مبالغہ اور حالات و عجائبات بیان کریں تو اس کے لیے بھی ایک بڑی مدت چاہیے، اسی لیے ہر جنس میں سے کسی قدر کافی ہے جس سے غور و فکر کا طور معلوم ہو جائے۔

زمین کے دیگر عجائبات :- مذکورہ بالا عجائبات کے علاوہ اور عجائبات ملاحظہ ہوں کہ پہاڑوں اور کھنوں میں زمین کے جواہر رکھے ہیں۔ یہی زمین ہے کہ اس میں بہت سے ٹکڑے ایک دوسرے سے صفحات میں جدا جدا ہیں مثلاً پہاڑوں کو دیکھو تو ان میں سے جواہر نہیں مثلاً چاندی، سونا، فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہیں کہ بعض تو ہتھوڑوں سے نکلتے ہیں جیسے چاندی، سونا، تانبا، رانگا لوہا اور بعض بغیر ہتھوڑوں کے جیسے فیروزہ اور لعل وغیرہ۔ پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگوں کو ان کا نکلنا اور صاف کرنا اور ان سے برتن، اوزار، نقد اور زیور بنانا سکھایا۔ پھر زمین کی جنسوں کو دیکھو کہ رمل اور گندھک اور کھل اور تیل وغیرہ ان میں سے نکلے جاتے ہیں اور سب سے لونی، نمک ہے جس کی ضرورت طعام کی درگاہی کے لیے ہوتی ہے۔ اگر کسی شرمیں نہ ہو تو لوگ مرنے لگتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھنا چاہیے کہ بعض زمینوں کے جوہر کو کیسے شور بنایا کہ ان میں بارش کا صاف پانی اکٹھا ہو کے ٹھک شور گرم بنایا کہ ممکن نہیں کہ کوئی اس کو ختم کر کے کھائے بلکہ اس لیے بنایا کہ اس سے کھانا درست ہو جائے اور جب تم اسے کھاؤ تو طعام خوب مزیدار ہو اور کوئی پتھر اور حیوان اور نباتات ایسے نہیں جن میں اس جسم کی حکمت نہ ہو۔ کوئی شے بیمار اور کھیل کے لیے نہیں بنائی بلکہ سب کو جیسا جس طرح چاہیے تھا اور جیسے اس کے جلال، لطف و کرم اور احسان کے شایان تھا بنایا اور خود فرمایا وما خلقتنا السموت والارض وما بینہا الا عیبین ما خلقتنا بما الا بالحق (الرحمن 38-39) ترجمہ کنز الایمان :- اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر ہم نے انہیں نہ بنایا مگر جن کے ساتھ۔

عجائبات حیوانات :- اقسام حیوانات دیکھئے کہ ان میں بعض اڑتے ہیں اور بعض چلتے ہیں اور چلنے والوں میں بعض دو پاؤں سے چلتے ہیں، بعض چار سے، بعض دس اور سو سے۔ چنانچہ بعض حشرات الارض میں دیکھا جاتا ہے کہ فائدہ اور صورت محل اور علوت اور طبع میں سب مختلف ہیں۔ پھر جو پرندے، خشکی کے پور، وحشیوں اور خانگی جانوروں کو دیکھو، ان میں ایسے عجائب پاؤں کے جن سے ان کے خالق کی حکمت اور قدرت اور حکمت میں کچھ شبہ نہ کرے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہیں بلکہ اگر ہم چاہیں کہ عجائب چھوٹے جانوروں مثلاً چھڑ، چوٹی، شہ کی کسی اور کڑی کے عجائبات بیان کریں کہ گھر کیسے بنتے ہیں اور غذا کیسے بن کرتے ہیں اور جوڑے آپس میں الفت کس طرح کرتے ہیں اور گھر کی شکل کیسی سوزوں بنتے ہیں۔ انہیں وہی صدارت کیسے ہوتی ہے کہ حیرانی چھا جاتی ہے۔ انہیں مشروبات کی طرف کس طرح راستہ ملتا ہے۔ یہ تمام امور ہم سے بیان نہ ہو سکیں گے مثلاً کڑی کو دیکھو کہ اپنا گھر سر کے کنارے بناتی ہے تو اول پہلے وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہے کہ ان دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ ایک ہاتھ یا اس سے



کم و بیش ہو تاکہ دونوں جگہ میں تپا پہنچا سکے۔ پھر وہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ اپنا اعلیٰ تہ ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ اس میں چٹ جائے پھر دوسری طرف جا کر وہیں دوسرا سوا تہ پر چپا کر دیتی ہے۔ اسی طرح وہ بار بار سر بارہ آمد و رفت کرتی ہے اور تماموں کا فاصلہ مناسب اور موڑوں رکھتی ہے یہاں تک کہ جب تاروں کے سرے دونوں جگہ میں مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کو تانے کی شکل کر لیتی ہے۔ پھر تانے میں مصروف ہوتی ہے اور ہاتھ تانے پر رکھنا شروع کرتی ہے اور جہاں تانے کا تار تانے سے ملتا ہے وہاں مضبوط کر دیتی ہے اور اس میں بھی موڑ و نیست اور شکل ہندسی کا لحاظ رکھتی ہے اور اس تانے ہانے سے ایسا جہل بناتی ہے جس میں پھر اور کبھی پھنر جائے اور خود ایک کونے میں نگاہ لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کوئی شکار جہل میں پھنسے۔ جب کوئی شکار پھنس جاتا ہے تو لپک کر اسے پکڑ کر کھا جاتی ہے۔ جب اس طرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہے تو کسی دھوار کا کونا ڈھونڈ کر کونے کے دونوں جانب میں گر لگا کر ایک نور تہ میں خود لٹک جاتی ہے اور اپنی ہوا میں لٹکی رہتی ہے اور اڑتی کبھی کی شکر رہتی ہے۔ جب کسی کبھی کا گزر وہاں سے ہوتا ہے تو اسے پکڑ کر اپنا تار اس کی ٹانگوں میں لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہے۔ اس کے بعد اسے کھالتی ہے۔ اس پر کوئی حیوان چھوٹا یا بڑا ایسا نہیں کہ اس میں ان غارتوں میں سے بے شمار نہ ہوں۔ پھر مکرزی سے پوچھو کہ یہ صنعت خود سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی انسان نے اسے بتایا یا سکھایا ہے یا اس کا کوئی ہادی اور تانے والا نہیں کوئی لیل خائس اس میں شک نہ کرے تاکہ وہ بھاری عاجز اور ضعیف ہے بلکہ واقعی جس کا بدن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنی ذات کے جاننے سے عاجز ہے۔ یہ مکرزی تو ضعیف سا جانور ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل و صورت و حرکت و بدایت اور عجیب صنعت سے پیدا کرنے والے حکمت والے اور قادر و قادر شہادت نہیں دیتی۔ پھر ہر انسان تو ایسے چھوٹے جانور میں حکمت خالق اور اس کا جلال و کمال قدرت و حکمت دیکھتا ہے جس سے عقلیں حیران رہ جائیں۔ چنانچہ حیوانوں کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بے حد و شمار ہے اس لیے کہ حیوانات اور ان کی شکلیں اور عادات و طبیعتیں بے شمار ہیں۔

۱۔ لام نزال دس سو کے علم کا کل بھی نہ بولنے کے کس طرح رہنے سے اکھ رہتے ہیں۔ (ایسی فیلو)

فائدہ یہ۔ پھر خود اتنے غارتوں کے عوام کو ان سے تعجب اس لیے نہیں کہ کثرت سے دیکھنے کی وجہ سے ان سے بے ہوش ہو گئے ہیں۔ ہاں اگر کسی حیوان یا جانور کو دیکھتے ہیں تو تعجب کر کے کہتے ہیں کہ بھلا اللہ عزوجل مجھ جانور ہے اور انسان تو تمام حیوانات سے عجیب تر ہے لیکن خود کو دیکھ کر تعجب نہیں کرتا بلکہ جن جانوروں سے بے ہوش ہو رہا ہے اگر ان کی نیکیوں اور منافع اور فوائد پر غور کرے اور ان کے چڑوں، انہوں اور پاؤں کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے جسم کا لباس اور گھر سر اور حشر میں اور پینے کی چیزوں کے برتن اور غذا رکھنے کے ظروف اور پاؤں کی حفاظت بتایا ہے اور ان کے دودھ و گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر کیا ہے۔ پھر بعض جانوروں کو سواری کی نعمت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور کے جنگلات طے کرنے کے لیے بتایا ہے تو دیکھنے والوں کو ان کے پیدا کرنے والے کی حکمت و کمال سے تعجب ہوتا ہے اس لیے کہ اس نے ان کو جب پیدا کیا تو ان کے سب فوائد پیدا کر کے

سے پہلے اس کے علم میں تھے کہ کیا دولت پاک ہے جس کے علم میں تمام امور واضح ہیں۔ اسے کسی وزیر اور مشیر کی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہی علیم و خبیر حکمت و قدرت والا جس نے مخلوق کی کوئی چیز سے مافوق کے دلوں سے شہادت توحید کی تدبیر نکال تو مخلوق کو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کے قہر و قدرت کا یقین کرے اور اس کے پروردگار ہونے کا اقرار کریں اور اس کی عظمت و جلال کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف کریں۔ اب کون ہے جو اس کی شاکر کے 'وہ ایسا ہے جیسے وہ خود اپنی شاکرے۔

فائدہ :- ہم لوگوں کی انتہائے معرفت یہ ہے کہ ہم اس کی معرفت سے عاجزی کا اقرار کریں 'ہم خدا تعالیٰ عز و جل سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی ہدایت سے ہم کو مشرف فرمائے۔

درباؤں 'سمندروں کے عجائبات :- کمرے سمندر جو زمین کے حصوں میں سب کے سب اس 'عرا عظم کے ٹکڑے ہیں جو ساری زمین کے گرد محیط ہے اور یہ سب اتنے ہیں کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے بکھلے ہوئے ہیں۔ وہ سب پانی کی نسبت ایسے ہیں جیسے بڑے سمندر میں ایک چھوٹا جزیرہ اور پانی زمین پانی سے بھیجی ہوئی ہے۔

حدیث شریف :- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الارض فی البحر کا لا صطیل فی الارض "زمین سمندر میں ایسی ہے جیسے اصطیل زمین میں۔" فائدہ :- اصطیل کو زمین کے ساتھ نسبت کر کے سمجھ لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکے تو اب سمندر کے عجائب میں غور کرو اس لیے کہ سمندر میں حیوانات اور جو اہر کے عجائب ان کے عجائب سے کئی گنا زیادہ ہیں جو زمین پر دیکھتے ہو مثلاً سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ پھیلاؤ ہے۔ اسی طرح اس کے عجائب بھی زیادہ ہیں اور سمندر کی بڑائی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حیوانات اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر تم ان کو سیر پر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی جزیرہ ہے اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہے۔

حکایت :- کسی تری کے مسافر نے حیوان ہلی کی کمر کو جزیرہ سمجھ کر اتر پڑے اور اس پر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اس نے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ یہ جانور ہے۔

فائدہ :- جتنے اقبا حیوانات فطری میں ہیں مثلاً سمورا 'پرندہ مچھل اور انسان وغیرہ اس سے کئی گنا زیادہ بلکہ بہت زیادہ تری میں پائے جاتے ہیں۔ گویہ :- سمندر میں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی نظیر فطری میں نہیں ملتی۔ ان کے سبب ان کتابوں میں مذکور ہیں جنہوں نے دریائی سفر کی مشقت اٹھا کر اس کے عجائبات کو جمع کیا۔

فائدہ :- خود کریں کہ اللہ تعالیٰ نے موتی کیسے بنایا اور اس کو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا۔ پھر دیکھو کہ موتی کو پانی کے نیچے نموس پتھر میں سے کیسے نکلا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر میں سے سبز نکلا اس کے علاوہ پتھر

نویں دوسری نہیں چیزوں کو دیکھو جن کو سمندر پھینکتا ہے۔ پھر کشتیوں کے عجائب کو دیکھو کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پانی کی سطح پر کیسے رکھا اور تاجروں اور مل کے طلب گاروں وغیرہ کو ان میں چلنے پھرنے کا موقع دیا اور کشتیوں کو ان کا تعلق کیا کہ اپنے ہوجہ اس میں لاویں۔ پھر ہونٹوں کو سمجھا کہ کشتیوں کو چلائیں۔ پھر لمحوں کو ہواؤں کے رخ اور ان کے چلنے کی جگہ اور وقت مثلاً دیئے فرضیکہ سمندر میں بہتے عجائب منعت الہی کے ہیں، وہ بہت سی جلدوں میں بھی عمل بیان نہیں ہو سکے اور ان سب میں سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک ہار یک جسم بہتا ہوا شفاف اور اجزاء کے متصل گویا ایک ہی چیز ہے، اس کی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہے کہ گویا طبعہ ہی ہے اس میں جو چاہو تصرف کرو، طاق یا جدا کرو۔ خشکی کے جانوروں کی حیات اور انگریزوں کی زندگی اسی سے ہے۔ اگر کوئی ہندو ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو، اسے پینے نہ دیا جائے تو اگر اس کے ملک میں جہم دے زمین کے ترانے ہوں تو اس ایک گھونٹ کے لیے سب دنیا خرچ کر ڈالے۔ پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کا راستہ اس کے نکالنے کے لیے روک دیا جائے تو سارے خزانے دے ڈالے کو تیار ہو۔

پندرہ غزلی قدس سرہ :- انسان نہ نہایت تعجب ہے کہ دیکھ اور درم اور جہاں کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ کو جو اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے کہ اس کے پینے یا نکالنے کے لیے تمام دنیا دے ڈالے، غافل رہے۔ اسی لیے پانی کے عجائب اور نعموں اور کثرتوں اور سمندروں کے غرائب کو سوچ کہ فکر کی ان میں منجھائش اور حیرانی ہے اور یہ سب چیزیں ایک دوسرے کی معلول اور علامات متعلقہ ہیں کہ اپنی زبان حال سے صراحتاً اپنے پیدا کرنے والے کا جلال و قدرت بیان کر رہی ہے اور اس کے کمال و حکمت کو ظاہر کر رہی ہے اور لکھ لکھ کر اپنے نعمات والوین سے پکار کر یوں کہتی ہیں کہ کیا تو مجھے نہیں دیکھتا۔ کیا میری صورت اور ترکیب اور منقبت اور فوائد اور اختلاف حالات پر نظر نہیں کرتا۔ کیا تجھے یہ ممکن ہے کہ میں خود بخود پیدا ہو گئی ہوں یا کسی نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفوں کا لکھا دیکھتا ہے تو تو یقین کر لیتا ہے کہ اسے کسی وانا آدمی قدرت والے اور حکام کرتے والے نے لکھا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ میرے چہرے کے ورق پر اس قلم الہی سے لکھے ہوئے ہیں جس کی ذات اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آگے سے نہیں دیکھا جاتا، پھر تیرے دل میں اس کے کلام کا جلال نہیں آتا اور غفلت کن دلوں سے یہ کہتا ہے نہ ان لوگوں کو نہیں ہو کھوں سے معلوم ہیں کہ مجھے یوں خیال کر کہ اندر کے پردوں کے اندر میرے میں خون حیض میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس وقت میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہے یعنی غرض اہل میری آئینہ اور چمکیں اور پیشانی اور رخسار اور لب بناتا ہے۔ پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد ہوتے چلے جاتے ہیں اور غرض غفلت کے اندر نظر آئے گا نہ باہر نہ چہرہ میں ہو گا نہ اس سے خارج ہو گا اور ان نعمتوں کی خبر نہ ملے کہ ہے نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو تو بھلا کیا یہ غرض اس غرض سے زیادہ عجیب ہیں جو قلم سے عجیب صورت ملتا کرتا ہے جسے ایک یا دو ہاتھ بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی طرح نقش و تصویر غفلت کے ظاہر و باطن اور اس کے تمام اجزاء کو سیکھو اور غفلت کو بغیر ہاتھ لگائے اور اندر باہر سے قریب ہونے

کے نقش بناد۔ اس پر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نعلے کا نقش اور مصور اپنا نظیر اور شریک نہیں رکھتا اور کوئی نقش اور مصور اس کی برابری نہیں کر سکتا جیسے اس کا کام بے نظیر ہے اور اس کے برابر کوئی نقش و صورت نہیں۔ ویسے ہی اس کی ذات ہے اس لیے کہ بتا کھوں میں فرق ہوتا ہے اتنا ہی کارکنوں میں ہوا کرتا ہے۔

انتظام :- ان امور سے اگر ہمیں تعجب نہ آئے تو اپنے تعجب کرنے پر تعجب کو 'اس لیے کہ جس چیز نے وجود اس کے ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا' وہ بلاشبہ زیادہ تعجب کے لائق ہے۔ بس پاک ہے وہ ذات جس نے ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بد بخت اور نیک بخت بنایا اور اپنے دوستوں کے دل کی آنکھیں کھول دیں تو انہوں نے اس کو تمام ذلت عالم اور اس کے اہزاء میں مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنوں کے دل اندھے کر دیئے اور اپنی عزت و عظمت ان سے مخفی رکھی تو اسی کو بے غلظ اور غلطی و امر اور منت اور فضل اور لطیف اور قہر نہ کوئی اس کے حکم کو مانے' نہ کوئی اس کی قصا کو پیچھے کر سکے۔

ہوا کے عجائبات :- یہ آسمان اور زمین کے درمیان رکی ہوئی ہے۔ چلتے وقت تو اس کا جسم بدن پر محسوس ہوتا ہے مگر آگے سے اس کا وجود نظر نہیں آتا اور وہ مثل ایک دریا کی طرح ہے۔ آسمان کے خلا میں پرندے ایسے پھرتے ہیں جیسے آبی جانور پانی میں اپنے بازو اور پاؤں مار کر تیرتے ہیں۔ اسی طرح ہوا میں پرندے اپنے بازو سے ہوا کو چرتے ہیں اور جیسے تیز ہوا چلتے سے دریا کی موجیں اٹھتی ہیں 'اسی طرح آندھی سے ہوا کے دریا میں لہریں اٹھتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ہوا کو حرکت دیتا ہے تو وہ چلتی جاتی ہے۔ پھر اگر چاہتا ہے تو اسے ہمارے رشتہ کے لیے خوشخبری کر دیتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وارسلنا الريح الواصل (الجزء 22) ترجمہ کنز الایمان :- ہوا میں بھیجیں بادلوں کو۔

اس صورت میں ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات اور نباتات میں پہنچتی ہے اور وہ بوہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر چاہتا ہے تو اسے مخلوق میں نافرمانوں کے لیے عذاب کر دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا انا ارسلنا علیہم ريحا صرصرا فی یوم نحس مسمر تنزع الناس کانہم اعجاز نخل منقعر (القدر 2019) ترجمہ کنز الایمان :- بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی تحست ان پر ہمیشہ کے لیے رعب لوگوں کو یوں دے ماری تھی کہ گویا وہ آگڑی ہوئی کج رووں کے ٹھونڈ ہیں۔

ہوا کی نزاکت اور طاقت :- اس کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود لطافت کے سختی اس میں طاقت ہے مثلاً ایک سنگ میں ہوا بھر کر کوئی گھنٹا چاہے اسے پانی میں ڈال دے تو ہرگز نہ کر سکے گا لیکن سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جائے تو اندر چلا جائے گا۔ قور فرمائیے کہ ہوا پانی سے باوجود لطافت کے کیسے پانی کے اوپر روہتی ہے کہ اس کے اندر نہیں جاتی۔ اسی حکمت سے اللہ تعالیٰ نے کشتیوں کو پانی کی سطح پر روکا ہے اور جو چیز بیچ میں سے خلا ہو جس میں ہوا ہے 'اس کا بھی مل ہے کہ پانی میں نہیں ڈوبتی۔ اس لیے کہ اسے ہوا پانی میں ڈوبنے سے روکتی ہے اور کشتی کے اندر کی سطح کو نہیں چھوڑتی۔ اسی وجہ سے ہماری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہوائے لطیف کے سارے سے

پانی پر ہماری رہتی ہے جیسے کوئی کوئیں میں گر پڑے تو کسی طاقتور آدمی کا دامن پکڑ لے جو اس میں نہ گر سکے۔ اسی طرح مٹی بھی اپنی خلق جبکہ سے ہوائے فانی کا دامن تمام لیتی ہے اور پانی میں ڈوبنے سے بچی رہتی ہے۔ پاک ہے وہ وقت جس نے ہماری جہاز کو ہوائے لطیف کے سارے سے رکھ رکھا کسی علاقہ یا کردہ اور بندش و فیرو کے بغیر جو نظریہ آئیں۔

ظلاء کے عجائبات :- اس میں ہلہ اور گرج اور بھلی اور بارش اور برف اور شلب کڑک جیسی باتیں آسمان و زمین کے درمیان میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھلا "اشاء" فرمایا ہے وما خلفنا السموت والارض وما بینہما لا عبس (الدخان 38) ترجمہ کنزالایمان :- اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور ہم کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

فائدہ :- آسمان و زمین کے درمیان کی چیزیں یہی ہیں جو مذکور ہوئیں۔ اس آیت میں بھلا "فرمایا" اور ان کی تفصیل کی طرف بعض جگہ اشاء فرمایا والسحاب المسخرین السماء والارض (البقرہ 164) ترجمہ کنزالایمان :- اور وہ ہلہ کے آسمانوں زمین کے بیچ میں۔ اسی طرح دوسری آیات میں جہاں گرج اور برق اور بارش اور ہلہ کا ذکر ہے۔

انسان کو ان تمام سے صرف اتنی خبر ہے کہ بارش آنکھ سے دیکھ لی اور گرج کان سے سنی لی۔ اس کا کیا فائدہ جبکہ اس میں انسان کے ساتھ جانور بھی شریک ہیں۔ انسان کو تو مرتبہ بہائم سے عالم ہلا میں شامل ہونے کے لیے متقی کرنی چاہیے یعنی جب تمہاری آنکھیں کھلی ہیں اور تم نے ان چیزوں کے ظاہر کو دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند کر لو اور اپنی چشم باطنی عجائبات کی طرف کرو تاکہ عمدہ اور عجیب اسرار پر نظر پڑے اور یہ راز بھی ایسا ہے کہ اس میں فکر بہت بڑھ جاتا ہے اس لیے کہ اس کے پورا ہونے کی توقع ہمیں مثلاً گاڑھے ہلہ اندھیرے کو دیکھو کہ کس طرح صاف خلا میں اکٹھا ہوتا ہے جس میں کہیں میل کیل نہیں ہوتی اور اسے اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جہاں چاہے پیدا کر دیتا ہے اور وہ بدو جو اپنی نرمی کے ہماری پٹنی کو انما خلا میں لیے پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے پٹنی انارنے کی اجازت دے تو بعد اجازت بارش کے غبار ایسے بد کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ مثلاً تم دیکھتے ہو کہ ہلہ زمین پر پانی برسائے لگتا ہے۔ ایک ایک قطرہ اس طرح گرتا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہونے لگتا ہے دوسرے سے مل جائیں ایک ہی جگہ گریں بلکہ ہر ایک اسی طور پر گرے گا جو اس کے لیے مقرر ہوا ہے۔ اس سے ذرہ بھر بھی انحراف نہ کرے گا نہ پھیلا آگے بڑھے گا نہ اٹکا پیچھے پڑے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر قطرہ قطرہ گرے گا۔

چیلنج کیونٹ و ہیرے کو :- اگر بچھلے اگلے تمام لوگ جمع ہو کر چاہیں کہ ہلوں میں سے ایک قطرہ پیدا کر لیں تو نہ کر سکیں یا جس قدر قطرے ایک شہر میں یا گاؤں میں گرتے ہیں ان کے شمار معلوم کر لیں تو یہ جن لوگ انسان دونوں کے حساب سے ظاہر ہوں گے۔ ان کی شمار کو بھلا اللہ تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا۔ پھر ان میں سے ہر قطرہ زمین کے

ایک حصہ کے لیے صحن ہے اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کبوترے رفیعہ کے لیے وہ قلعہ ہے تو اس قلعہ پر کھسا ہوا ہے جو ظاہر کی آنکھ سے نظر نہیں آتا کہ یہ قلعہ فلاں کبوترے کا ہے اور وہ فلاں پہاڑ کی فلاں طرف میں ہے۔ جب اسے پاس لگے گی تو یہ قلعہ اس کے پاس پہنچے گا۔ علاوہ ازیں جو حجاب کہ بادلوں کے بت ہوئے ہیں اس لطیف پانی سے یا دھلی ہوئی روٹی کی طرح پانی کے جم کر گرنے میں ہیں تو ان کا کوئی شمار نہیں۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے فضل اور عافیت و قدر کی قدرت سے ہیں۔ ان میں کسی مخلوق کو شرکت نہیں، نہ ان میں کسی کا دخل ہے بلکہ ایمانداروں کو بجز سر تسلیم خم کرنے اور خضوع کے اس کے جہاں و حکمت کے سامنے کوئی حارہ نہیں، نہ اندر سے مکرہوں کو بجز اس کے اور کچھ حاصل ہے کہ اس کی کیفیت کو بے سمجھے ہوئے اکل بچ لگائیں اور اس کا کوئی سبب اور علت حجت کریں مثلاً فلسفی دھوکہ میں یہ کہتا ہے کہ بارش کا یہ سبب ہے کہ پانی اپنی فطرت سے بھاری ہے اس لیے نیچے گرتا ہے۔ اس سے فلسفی خوش ہے کہ اسے وجہ معلوم ہو گئی۔

فلسفی پر سوال :- اگر اس سے پوچھا جائے کہ فطرت کا معنی کیا ہے اور فطرت کو کس نے پیدا کیا اور پانی کی فطرت میں بوجہ کس نے بنایا اور یہ کیا بات ہے کہ درخت کی جڑ میں پانی ڈالنے سے اس کی شاخوں میں لوہر پہنچ جاتا ہے، وہ تو اپنی فطرت سے بھاری ہے تو نیچے گر کر پھر لوہر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی رگوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہر طرف کے جڑوں میں اس طرح پھیل گیا کہ جانا ہوا معلوم نہیں ہوتا اور ہر پتے کے ہر جزو کو غذا پہنچاتا ہے اور ان رگوں میں ہو کر جاتا ہے جو بل کی طرح ہاریک اور چھوٹی ہیں۔ اس طرح کہ پہلے بڑی رگ میں جاتا ہے جو پتے کی جڑ ہے پھر اس کی رگ کے ذریعے سے ان رگوں میں جاتا ہے جو پتے کے اندر چھوٹی چھوٹی اور ہاریک پھیلی ہوئی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سے اور چھوٹی ہیں تو بڑی رگ کو جس شہر کی طرح جانا چاہیے۔ پھر اس سے جو شاخیں نکلی ہیں وہ چھوٹی شہر ہیں اور ان شہروں سے ٹھیلوں نکلی ہیں اور ٹھیلوں میں سے ٹکڑی کے ٹکڑے ہاریک دھاکے ہیں کہ آنکھ سے نظر نہیں آتے۔ وہ تمام پتے کے عرض میں پہلے ہوئے ہیں۔ ان میں پانی ہو کر پتے کے تمام اجزاء میں پہنچ جاتا ہے اور اسے غذا دے کر بھاتا اور اہمات اور اس کی ترو ناز کی قائم رکھتا ہے۔ اسی طرح ہوا کے تمام اجزاء کو سمجھنا چاہیے۔ اگر پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے نیچے کو حرکت کرتا ہے تو یہیل لوہر کو کیوں جاتا ہے۔ اگر کوہ کی رگوں کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہے تو قہار کہ وہ کشش کہیں سے آئی ہمارا جو کہ کے اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ خاصیت رکھی ہے تو پھر کیوں نہیں ماننے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے یہ کام ہوتے ہیں۔

آسمانوں کے اسرار اور ستاروں کی کیفیات :- دراصل اسی کو سمجھنا ضروری ہے۔ ابھی لے کر اگر کسی کو سب باتیں معلوم ہوں اور آسمانوں کے عجیب معلوم نہ ہوں تو واقع میں اس کو کچھ نہیں معلوم ہوا اس لیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزیں سوائے آسمان کے ہیں آسمانوں کی نسبت الگ ہیں جیسے ایک قلعہ سمندر کے سامنے بلکہ اس سے بھی چھوٹی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور ستاروں کے معاملہ کو اپنی کتاب میں

کیسے عظیم الشان طریقہ سے بیان کیا ہے۔ کوئی صورت ایسی نہیں جو اس کی عظمت پر شمل نہ ہو اور بعض جگہ اس کی قسم بھی موجود ہے مثلاً

والسماوات البروج (بروج ۱) ترجمہ کنزالایمان :- قسم آسمان کی جس میں بروج ہیں۔  
والسماوات الطارق (الطارق ۱) ترجمہ کنزالایمان :- آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔  
والسماوات الحبک (الذریات ۹) ترجمہ کنزالایمان :- آرائش والے آسمان کی قسم۔  
والسماوات ما بناها (الشمس ۵) ترجمہ کنزالایمان :- نور آسمان اور اس کے بنائے والے کی قسم۔  
والشمس وضحاها والفرقان لھا (الشمس ۱۲) ترجمہ کنزالایمان :- سورج اور اس کی دشمنی کی قسم اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

فلا افسم بالخنس الجوار الكنس (النبہ ۱۶) ترجمہ کنزالایمان :- تو قسم ہے اس کی جو لئے پھرے  
میدے چلیں کھم رہے ہیں۔  
والنجم اذا هوى (النجم ۱) ترجمہ کنزالایمان :- اس چارے چمکتے تارے (محمد ﷺ) کی قسم جب یہ سراج سے اترے۔

فلا افسم بموافع النجوم وانہ لغسم لو تعلمون عظیم (الواقفہ ۷۶) ترجمہ کنزالایمان :- تو مجھے قسم ہے  
ان جہنوں کی جہل تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔

فائدہ :- عجیب نغفہ ٹپاک کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہیں مگر اس کی قسم  
قرآن میں نہیں تو اس سے قیاس کر لیتا چاہیے کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرمائی ہے اس کے عجیب کیسے  
ہوں گے۔ علاوہ ازیں رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا وغنی السماء برفقہم وما نودون (الذریات ۲۲) ترجمہ  
کنزالایمان :- اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدا دیتا جاتا ہے۔

فائدہ :- آسمانوں کے باپ میں فکر کرتے والوں کی تعریف فرمائی۔ اس قول میں وہ بتا کر دے کہ خلق السموات  
والارض (آلی عمران ۱۹۱) ترجمہ کنزالایمان :- نور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وبل لمن قربہ الابلہ ثم مع بہا صلبہ "قرطبی ہے اس کی حد  
پڑے" اس آیت کو پھر اپنی مونچھوں کو تارے یعنی بے فکری سے آگے بڑھ جائے۔

فائدہ :- روزِ جزا کی نعمت فرمائی کہ وجعلنا السماء سقفا محفوظا وهم عن آياتنا معرضون (الانعام  
۳۲) ترجمہ کنزالایمان :- اور ہم نے آسمان کو چھت بنایا تاکہ رکھی گئی اور وہ اس کی نشانیوں سے مبرا رہاں ہیں۔

غور کیجئے کہ تمام دریاؤں اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے۔ علاوہ ازیں زمین وغیرہ عقرب بدلے والی ہیں  
نور کی بجائے تاریکی کی۔ اور آسمان کی روشنی کی بجائے تاریکی کی۔ اور زمین کی روشنی کی بجائے تاریکی کی۔

شدادا (ترجمہ از کنز الایمان) اور فرمایا: انتم اشد خلفاء امر السماء بناھا رفع مسکھا فسواھا (الترغیب 2829) ترجمہ کنز الایمان :- کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمسار اپنا مشکل یا آسمن کا اللہ نے اسے بنا یا اس کی بہت لوہی کی

آسمن کے جانب پر نور کو تاکہ ملکوت و جہوت کے جانب نظر آسمن اور یہ ممکن نہ کہو کہ ملکوت کے دیکھنے کی یہ فرض ہے کہ آگہ اٹھا کر آسمن کا دنیا پن اور ستاروں کی روشنی اور چمکتا دیکھ لیا اس لیے کہ اس نظر میں تو جانور بھی ہمارے شریک ہیں۔ اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کیوں فرماتا کہ وکذلک نری ابراہیمہ مشکوت السموات والارض (الانعام 78) ترجمہ کنز الایمان :- اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے آئیں ماری پوششی آسمنوں اور زمین کی۔

نکتہ :- اصل یہ ہے کہ جتنی چیزیں آگہ سے نظر آتی ہیں قرآن مجید ان کو ملک اور ملکوت کے نام سے بیان فرماتا ہے اور جو آگہ سے غیب ہیں ان کو غیب اور ملکوت کے نام سے یاد فرماتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ غیب اور ملکوت دونوں کو یکساں جانتا ہے بلکہ ملک اور ملکوت دونوں کا حاکم ہے۔ کوئی شخص اس کے علم پر بھی غیبا نہیں مگر اتنا کہ وہ چاہے۔ خود ارشاد فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظہر علی عبہ احد الا من ارشفتی من رسول (جن 2726) ترجمہ کنز الایمان :- غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کچھ کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

پند غزلی قدس :- اے مائل فکر ملکوت میں بہت گہرے آگہ تیرے لیے شاید آسمنوں کے دروازے کھل جائیں اور تو اپنے دل سے حق کے اطراف میں جولانیوں کرے۔ یہاں تک کہ تیرا دل عرش اعلیٰ کے سامنے حاضر ہو سکے اور اس وقت تو یہ ہے کہ تو رجب قادسی کو پہنچ جائے۔

شان قادسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے قلب نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

مذکورہ جانبیات کی ترتیب پر نظر :- مذکورہ جانبیات کی ترتیب دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بیشہ وار کی چیز نزدیک کی چیز سے گزر کر پہنچا کرتی ہیں اور سب سے نزدیک تر انسان کے اپنا نفس ہے۔ پھر زمین جس پر رہتا ہے پھر ہوا جو اس کے بدن سے مٹا کرتی ہے۔ پھر نباتات اور حیوانات اور زمین کی چیزیں پھر اوپر کی اشیاء ہیں پھر سموات آسمن اور ان کے ستارے پھر کرمی پھر عرش پھر وہ فرشتے جو عرش کو اٹھانے والے اور آسمنوں کے خزانچی ہیں۔ پھر بعد عرش و کرسی و آسمن و زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کے مالک کی طرف۔

فائدہ :- مظلوم ہوا کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اتنے جنگل و سمع اور فاصلہ بعید اور گھایاں بلند ہیں اور وہ ابھی اپنے قہب سب سے نیچے کی کھالی سے بھی فاسق نہیں ہوا یعنی ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے اس نے فرصت



میں پانی اور بے حیائی سے معرفت کے دھوئی کے لیے زبان کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو پہچان گیا اور اس کی مخلوق کو بھی اب کس چیز میں ٹکڑوں میں ٹکڑوں اور کیا دیکھوں۔ اس سے کہنا چاہیے کہ آسمان کی طرف اپنا سراغ اٹھا کر اس میں اور اس کے ستاروں اور ان کی گردشوں اور ان کے طلوع و غروب اور سورج اور چاند اور مریخ و عطارد کے اختلاف اور اس کی بیڑہ حرکت کی مشقت میں نظر کر کے کبھی اپنی چال میں سستی اور تغیر نہیں کرتے بلکہ تمام ترتیب وار منزلوں میں ایک حسب معین بلا کم و بیش چلتے پھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو خط کی طرح نہ کر دے اور ستاروں کی شمار ان کی کثرت اور رنگ کے اختلاف پر غور کر کہ کوئی سرفنی مائل ہے۔ کوئی سفیدی مائل اور کسی کا رنگ جیسا ہے۔ پھر ان کے شکلوں پر نظر کر کہ بعض چھو کی صورت پر ہیں اور بعض بڑی کی صورت پر ہیں اور بعض تل اور شیر اور انسان کی صورت میں اور زمین میں کوئی ایسا صورت نہیں جس کی شکل آسمان میں نہ ہو۔ پھر سورج کی چال کو دیکھو اور اس دن رات میں اس کے آسمان میں غور کر کہ ہر روز اس کا طلوع و غروب ایک جی چال سے ہوتا ہے جو خالق نے اس کے لیے معین کر دی ہے۔ اگر آفتاب کا طلوع و غروب نہ ہوتا تو دن رات کیونکر ہوتے۔ وقت نہ پہچانا جاتا یا بیشہ اندیشہ اور رہتا یا ایسا معاش کے حاصل کرنے کا وقت اور آرام کا وقت نہ ملتا۔ غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے رات کو لوڑھنا اور سونے کو آرام اور دن کو موزا کا کے لیے بچھا اور دیکھو کہ رات کو کیسے دن میں اور دن میں سے رات میں کیسے کم و بیش ایک ترتیب معین سے بچھا کہ کبھی دن بڑے اور کبھی راتیں اور کس طرح سورج کی چال کو آسمان کے بیچ میں جھکا دیا جس کی وجہ سے گرمی اور جاذب اور دبیج اور خریف باری باری ہونے لگی۔ جب آفتاب خط استوا سے نیچے کو خط جدی کی طرف ہو جاتا ہے تو ہوا سرد ہو جاتی ہے اور موسم سرد آجاتا ہے اور جب اس کی چال بین خط سرطان کے بیچ میں ہوتی ہے تو غضب کی گرمی ہوتی ہے اور جب نقطہ اعتدال پر ہوتا ہے تو موسم بھی معتدل رہتا ہے۔

فائدہ :- آسمانوں کے غائب ہونے میں سے لاکھوں حصہ کے شمار کرنے کا امکان نہیں ہو سکتا جس قدر ہم نے کھما تو صرف طریقہ بتانے کے لیے لکھ دیا ہے۔

اعتقاد مسلم :- اس میں یہ اعتقاد کر لو کہ کوئی ستارہ ایسا نہیں جس کی بدائش میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی کشتیں نہ رکھی ہوں۔ پھر اس کی مقدار اور شکل اور رنگ میں پھر آسمان میں سے ایک جگہ معین رکھنے میں پھر خط استوا اور ساتھ کے ستاروں سے نزدیک اور دور ہونے میں سب میں کشتیں بہت زیادہ ہیں اور اس کو اسی پر قیاس کر لو جو ہم نے اعضائے بدن انسانی پاپ میں لکھی ہیں کہ کوئی جزو اعضاء ایسا نہیں جس میں بہت سی کشتیں نہ ہوں اور آسمان کا معاملہ تو اعضاء سے بہت بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھ نسبت ہی نہیں نہ جسم کی عظمت میں اور نہ کثرت معلیٰ میں۔

فائدہ :- معلیٰ کی کثرت کے فرق کو ہوں سمجھو جتنا ان دونوں کی عظمت میں فرق ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ

زمین اتنی بڑی اور وسیع ہے کہ کوئی انسان اس کا احاطہ نہیں کر سکا اور اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ آفتاب کا پھیلاؤ بہ نسبت زمین کے چند لوہے پر ایک سو ساٹھ گنا زیادہ ہے اور احاطہ سے بھی سورج کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ پھر ستارے جو چھوٹے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے چھوٹے سے چھوٹا ستارہ زمین سے آٹھ گنا زیادہ ہے۔ بڑے کا تو کیا کہنا۔ اس سے ان کا فاصلہ اور بلندی سمجھ میں آئے گی کہ کتنی دور ہیں کہ بلخود اتنا بڑی عظمت کے لئے چھوٹے نظر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دوری کی طرف اشارہ فرمایا کہ رفع سمکھا فسوھا (الزلزلات 28) زجر کثر لا یلین۔ اس کی بھت لوہی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔

ستاروں کے فاصلے :- اخبار و آثار میں ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔ جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے کئی گنا ہے تو اب ان کی کثرت کا لحاظ کرو۔ پھر آسمان کو دیکھو جس میں ستارے جڑے ہیں کہ وہ خود کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تم کو ان کی چل تک معلوم نہیں ہوتی۔ سرعت کے معلوم ہونے کا تو ذکر ہی کیا ہے مگر اس میں شک نہ کرو کہ آسمان ایک لمحہ میں عرض ستارے کے مقدار پر چلا ہے اس لیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا دکھ ہے اس سے دوسرے کنارے تک کے نکلنے کا وقت ایک لمحہ ہے۔ اگر ستارے کا عرض زمین سے سو گنا ہو تو آسمان ایک لمحہ میں زمین کے عرض سے سو گنا چلا اور اسی طور پر بیش چلا رہتا ہے مگر تم اس سے غافل ہو۔

سرعت آفتاب :- حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آفتاب کی سرعت سیر کو ان لفظوں سے تعبیر کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ دن داخل کیا تو کہا کہ نہیں ہاں آپ نے پوچھا کہ نہیں اور ہاں کہنے کی کیا وجہ ہے۔ عرض کی کہ جب میں نے نہیں کہا کہ ہاں کہا آفتاب پانچ سو برس کی راہ طے کر گیا تھا۔

قائد :- اس کے جسم کی عظمت اور سرعت سیر کو دیکھئے پھر اللہ تعالیٰ جل حکیم کی قدرت کو دیکھیے کہ بلخود وسعت اطراف کے کس طرح آٹھ کے چھوٹے سے ڈھیلے میں اس کی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر چڑھ کر اس کی طرف آٹھ کھولوں تو تمام ستارے نظر آئیں۔ آسمانوں اور ستاروں کی کثرت اور عظمت کی طرف نہ دیکھو بلکہ ان کے خالق پر غور کرو کہ کس طرح ان کو پیدا کیا اور سب ستاروں اور کسی لنگھ کے بغیر ان کو مکمل رکھا ہے اور سارا عالم مثل ایک گھر کی طرح ہے اس کی آسمان بھت ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب تم کسی امیر کے گھر میں جاتے ہو اور اس کو منتقل اور سنبھلے کام سے آرامت دیکھتے ہو تو قصداً تعجب قائم نہیں ہوتا اور بیش اسے یاد کرتے رہتے ہو بلکہ اس کی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو لیکن اس بڑے گھر کو بیش دیکھتے ہو غور اس کی زمین اور ہوا اور بھت اور عمدہ متانت اور بخیر حیثیت اور عجب نقوش پر روز و لیلہ ڈالتے ہو اور دل سے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ گھر کہہ اس گھر سے تم نہیں جس کی تم تعریف کرتے ہو۔

قائد :- اگر غور کرو تو وہ زمین کا ایک حصہ ہے بلکہ اس عابدین گھر کے اجزاء میں سے ایک حقیر جز ہے مگر بلخود

اس کے تم اس کی طرف نہیں دیکھتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ جہاں تمہارے رب کا گھر ہے اور اس نے اس کو تھا  
 بنایا ہے اور تم اپنے نفس اور اپنے رب اور اس کے گھر کو مب کو بھول کر اپنے دہشت اور شرم گھر کے دھندے میں  
 لگے ہو۔ تم کو بجز اپنی شہوت و غیوا کے اور کوئی فکر نہیں اور انہماک تمہاری شہوت کا یہ ہے کہ اپنا دہشت بھولو۔ یہ نہیں  
 ہو سکتا کہ جو جانور کے دسویں حصہ کے برابر بھی کھا سکو تو اس بارے میں جانور تم سے دس درجہ زیادہ ہے اور  
 تمہاری قدر و منزلت یہ ہے کہ تمہارے پاس دس یا سو آشیانے ہو کر زبان سے تمہاری خوشگد کریں اور دل میں تم  
 سے بد عقیدہ رہیں۔ اگر بالفرض دوستی میں ہے پھر یہی دونوں تب بھی نہ تمہارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے یا نقصان  
 کے مالک نہیں نہ زندگی اور موت اور اس کے بعد اٹھنے کے مالک ہیں حالانکہ شہر میں ہمت سے کافر ہوں گے جن کی  
 دولت و جاہ تمہاری دولت سے زیادہ ہوگی اور تم اس میں مشغول ہو کر جمل ملکوت زمین و آسمان سے غافل ہو۔ پھر تم  
 کو اس مزہ سے بھی خبر نہیں جو مالک ملک و ملکوت کے جمل دیکھنے سے ہوتا ہے۔

مثلاً :- تمہاری مثل الہی ہے جیسے کوئی چوٹی کسی ایسے محل عالی شان شہر میں مگر بنائے جس کے پائے مضبوط  
 اور عمارتیں عالی اور مکانات میں لوطی غلام حسین و جمیل موجود اور عجب و غریب اور نہیں چیزیں اور ذخیرے  
 ترتیب وار رکھے ہوں تو وہ چوٹی جب اپنی محل سے نکلے گی اور دوسری چوٹی سے ملے گی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو  
 اس سے اور کچھ گفتگو کرے گی 'حرف اپنے مکان کا محل اور غذا کا باجر اور اسے جو ذرا کھنے کی کیفیت بیان کرے  
 گی۔ پادشاہی محل کا محل اور محل میں جو پادشاہ رہتا ہے اس کی اسے کچھ خبر نہ ہوگی نہ اس میں فکر کرے گی بلکہ یہ  
 مثل بھی ٹھیک نہیں اس لیے کہ چوٹی کو تو قدرت بھی نہیں کہ اپنی نظر اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسری  
 طرف اٹھائے تو وہ بیکاری جو محل شہر اور اس کی زمین اور چھت اور دیواریں اور تمام عمارت اور اس کے ہتھکڑوں  
 سے غافل ہے تو مجبوری سے غافل ہے کہ اسے قدرت نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے گھر اور اس کے ہتھکڑوں سے غافل  
 ہو کہ آسمان کو اٹھا پڑا جائے ہو کہ جتنا چوٹی تمہارے گھر کی چھت کو جاتی ہے اور آسمان کے فرشتوں کو ایسا سمجھتے ہو  
 جیسے وہ تمہیں سمجھتی ہے حالانکہ تم کو قدرت ہے کہ ملکوت میں جولائیں کرو اور ان کے عجائب میں وہ باتیں معلوم  
 کرو جن سے مخلوق غافل ہے تو ہاں جو اس کے متوجہ نہ ہوتا اس بات کی دلیل ہے کہ تم چوٹی سے بھی بدتر ہو۔  
 معرفت اور اس کی عظمت و اہمیت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور جس قدر غائب صنعت الہی کی معرفت زیادہ ہوگی  
 اسی قدر اس کے جلال و عظمت کی معرفت اکمل ہوگی اور اسے پوں سمجھو جیسے تم کسی عالم دین کے علم سے مطلع ہو  
 کر اس کی بڑائی بیان کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی اس کی حمد و تعریف یا شعر و کلام کے تو اس سے اور زیادہ معرفت  
 بڑھے گی اور اتنا ہی اس کی توقیر اور عزت زیادہ کرے گی یہی تک کہ ہر کلمہ اس کے کلام کا اور ہر شعر اس کے اشعار  
 کا تمہارے دل میں اس کی جگہ زیادہ کرے گی اور خواہی ہوگی کہ تم اس کی تعظیم کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق  
 میں اور اس کی صنعت میں غور کرنے کا محل ہے اور جو چیز مخلوق کی موجود ہے وہ اسی کی گویا تعریف و تکیف ہے  
 اور اسی میں فکر کرنا کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ ہر بندہ اتنا کرتا ہے جتنا اس کو علم و معرفت ہوا ہے۔

فائدہ :- چاہیے کہ ہم اس ذکر کو ختم کر کے اسے تہ باب الفکر کا کریں اس لیے کہ باب الفکر میں ہماری نظر اللہ تعالیٰ کے افضل اقدس پر اس اعتبار سے نہ کہ اس کا احسان اور انعام ہمیں نصیب ہوا ہے کہ اس نے ایسی ایسی چیزیں بنائیں اور اس باب میں صرف اسی اعتبار سے ہے کہ افضل انہی ایسے ہیں اور جن چیزوں میں ہم نے نظری ہے ان میں فلسفی بھی نظر کرتا ہے اور اس کی نظر اس کی گمراہی اور بد بختی کا سبب ہوتی ہے اور اہل توحید ان اشیاء میں دیکھتا ہے تو اس کی نظر اس کی ہدایت اور معلوت کا سبب بنتی ہے اور کوئی ذرہ آسمان نور زمین میں ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب جسے چاہے گمراہ نہ کرے۔

فائدہ :- اب ہم بحث کو اس فکر سے روکتے ہیں اس لیے کہ یہ ایسا میدان ہے جس کی ابتلاء نہیں۔ اگر ہم بہت سی عمر اس میں صرف کریں تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے اس کی شرح بھی نہ کر سکیں اور جس قدر ہم نے معلوم کیا ہے وہ اور علماء اور ان کے علم کی بہ نسبت حقیر ہے اور علماء و اولیاء کی معرفت بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی معرفت کا بھی حاصل ہے اور انبیاء کو جس قدر معرفت ہے وہ اس معرفت کے سامنے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور کم ہے اور جو سارے انبیاء علیہم السلام کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتوں مثل اسرائیل علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کی معرفت کے کم ہے پھر تمام علوم فرشتوں اور جن اور آدمیوں کے اگر اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف منسوب کیے جائیں تو اس لائق ہی نہیں کہ ان کو علم کہا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ ان کا نام حیرت اور قصور اور عاجزی رکھا جائے۔ پاک ہے وہ ذات کہ اپنے بندوں کو علم عطا فرمایا جو دیا اسے یوں فرمایا وما اوتینہم من العلم الا قلیلاً (بنی اسرائیل 85) ترجمہ سکتہ الاحیان :- اور ہمیں علم نہ ملا کہ تو خدا فائدہ :- یہ بیان ان مجمل طریقوں کا ہے جن میں ان لوگوں کی فکر دوڑتی ہے جو اللہ کی مخلوق میں فکر کرتے ہیں اور ان میں اس کی ذات اقدس میں فکر کرنے کا ذکر نہیں مگر مخلوق میں فکر کرنے سے ضروری ہے کہ خالق کی معرفت و نسبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو۔

مسئلہ :- جو شخص ان امور میں اس نظر سے دیکھے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے افضل اقدس اور صنائع ہیں تو وہ ان سے اللہ کی عظمت و جلال کی معرفت حاصل کر کے ہدایت پائے گا اور جو ان میں نظر قصور سے دیکھے گا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزیں ایک دوسرے پر موثر ہیں اور سبب و اسباب سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں تو وہ بد بخت اور چاہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی سے بچائے اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں جاہلوں کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے محفوظ رکھے۔

فائدہ :- باب منیلت تمام ہوا اس کے بعد دسویں باب شروع ہے جس میں موت اور اس کے بعد کے احوال کا ذکر ہے اور اسی پر کتاب اہیاء ختم ہوگی۔ (ان شاء اللہ) الحمد للہ علی ذلک وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

## الموت وبعد الموت

مقدمہ :- غور فرمائیے جس کے سر پر موت آجائے اور اس کا دنیا سے رخصت کا آخری وقت ہو، پھر مرنے کے بعد بستر خاک اس کی خواب گاہ اور کپڑے کھوڑے اس کے ہم نشین اور منکر نکیر اس کے رفیق، قیام گاہ اور زمین کا بیت اس کی آرام گاہ اور قیامت اس کے وعدے کی جگہ ہے اور بشت یا دوزخ اس کے رہنے کی دائمی جگہ تو اسے لائق ہے کہ بجز موت کے کسی امر میں فکر نہ کرے نہ اور کسی چیز کا ذکر تک نہ کرے اور نہ کسی چیز کے لیے سائلان جمع کرے نہ اس کے سوائے کوئی تدبیر عمل میں لائے نہ اور چیز کا انتظار کرے نہ اس کے سوا کا شہوت اہتمام بھی اسی کا ہو اور انتظار بھی اسی کا اور لائق ہے کہ اپنے نفس کو مردوں اور قبر والوں میں شمار کرے، اس لیے کہ جو چیز آئے والی ہے، وہ بہت قریب ہے، اور وہی ہے جو نہ آئے۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو مٹائے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی چیز کا ذکر دلی پر پڑا رہتا ہے اس وقت تک اس کی تیاری نہیں ہو سکتی اور بار بار ذکر اس وقت ہوتا ہے جب یاد دلاتے والی چیزیں سنتا رہے اور جن چیزوں سے اس پر تنبیہ ہو، ان کا تصور کرتا رہے۔ اس لیے ہم موت کا عمل اور اس کے آگے اور پیچھے کی باتیں اور آخرت اور قیامت اور بشت یا دوزخ کے حالات سناتے ہیں کہ انسان تو ان کا بار بار ذکر کرتا اور ان پر دہم فکر کرنا ضروری ہے تاکہ اس کو تیاری کے لیے ترغیب دے۔ اس لیے کہ سفر کا وقت آپہنچا اور زندگی بہت قریبی رہ گئی۔ لوگ خواب غفلت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اقرب للناس حسابہم وہم فی غفلة معرضون (الانبیاء 1) ترجمہ کنز الایمان :- لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیر رہے ہیں۔

موت کو بہت قریب یاد کرنا :- جو شخص دنیا میں غرق رہتا ہے اور اس کے دھوکے میں سرگردی اور اس کی شہوات کا عاشق اور موت سے غافل رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے یاد نہیں کرتا اور اگر کوئی یاد دلاتے تو برا جانتا ہے اور اس کے ذکر سے نفرت کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ان الموت الذی نفرون منه فانہ ملا فکم ثم نردون الی عالم الغیب والشہادۃ فیہ لکم بما کنتم تعملون (البقرہ 80) ترجمہ کنز الایمان :- تم

فرما وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں تباہی کا جو تم نے کیا تھا۔

انسان کے تین اقسام :- انسان تین طرح کے ہیں۔ (1) دنیا میں ڈوبا ہوا۔ (2) مبتدی سالک توبہ کرنے والا۔ (3) عارف سالک متقی۔ پہلی قسم کا انسان موت کو یاد نہیں کرتا۔ اگر کرتا ہے تو اپنی دنیا پر الوسوس کی وجہ سے اس کی برائی کرنے لگتا ہے۔ ایسے آدمی کو موت کی یاد خدا سے دور زیادہ دلاؤ کر دیتی ہے اور تائب موت کو اس لیے زیادہ یاد کرتا ہے کہ اس کے دل میں سے خوف اٹھے اور توبہ کو کامل کر دے اور بعض اوقات اسے برا بھی جانتا ہے تو اس نظریہ سے کہ کہیں پہلا توبہ کی تحمیل اور قوت کی تحمیل کے موت نہ آجائے۔ یہ شخص موت کے برا جاننے میں معذور ہے۔ وہ اس حدیث کے مضمون میں داخل نہیں مگر لفظ اللہ مکرہ اللہ لقاہ ترجمہ :- ”جو شخص اللہ تعالیٰ عزوجل کی ملاقات کو برا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی ملاقات کو برا جانتا ہے۔ اس لیے کہ یہ شخص موت کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا نہیں جانتا بلکہ اپنے تصور اور تفہیم کی وجہ سے بھاگے رہتی سے محروم نہ ہو جاؤں۔

امثال :- جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کی ملاقات میں اس وجہ سے تاخیر کرے کہ اس دوران معشوق کی مرضی کی موافقت کی تیاری میں لگا رہے تو ایسے عاشق کو یہ نہ کہیں گے کہ معشوق کی ملاقات سے گھبرا رہا ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ بیش موت کی تیاری میں لگا رہے۔ کوئی کام اس کے سوانہ ہو ورنہ قسم نبی میں شامل ہو جائے گا۔ وہ عارف جو ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہے اس لیے کہ موت پر وعدہ ملاقات حبیب ہے اور عاشق اپنے معشوق کے وعدہ وصل کو کبھی نہیں بھولتا بلکہ ہمیشہ محض اکثر موت کے لیے جلدی کرتا ہے اور اس کے آنے سے خوش ہو کر اسے محبوب جانتا ہے تاکہ گنہگاروں اور دنیاؤں سے بھلتا پا کر رب العالمین کے جوار میں پہنچے۔

حکایت :- حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق ہے کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ حبیب بوقت ضرورت آیا ہے۔

فائدہ :- وہ پیشین ہوتا ہے اسے لالچ نصیب نہ ہوتی۔ اپنی اگر تو جانتا ہے کہ مجھے مفلسی بہ نسبت دلتندی کے زیادہ پسند ہے ایسے ہی مرض بہ نسبت صحت کے اور موت بہ نسبت حیات کے تو مجھ پر موت کو آسان فرما کہ میں تجھ سے ملوں۔

خلاصہ :- تائب تو موت کو برا جاننے میں معذور ہے اور عارف موت کے اچھا جاننے میں اور اس کی تمنا کرتے ہیں اور ان دونوں سے بڑھ کر وہ ہے جو اپنا معاملہ عزوجل اللہ کو سپرد کرے کہ اپنے لیے نہ موت پسند کرے نہ زندگی بلکہ سب چیزوں سے محبوب تر اس کے نزدیک وہی ہے جو اس کے مالک کے نزدیک محبوب تر ہو۔ اس طرح کا شخص فرط محبت اور عشق کے حیات مقام حلیم اور رضا میں پہنچ جاتا ہے اور یہی طبع غائب اور مستائے آرزو ہے۔

ہر حال موت کے ذکر میں ثواب اور فضیلت ہے، اس لیے کہ دنیا میں غرض ہوا موت کی یاد سے یہ فائدہ اٹھاتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہے کیونکہ موت کی یاد اس کی راحت کو کھد کھد اور عیش کو تلخ کر دیتی ہے اور جن چیزوں سے انسان کی لذتیں اور شہوتیں کھٹی ہوتی ہیں، وہی نجات کا سبب ہے۔

موت کو یاد کرنے کے فضائل

اصولیت مبارکہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر وامن ذکر مادم اللذات لذات حاصل کرنے والی کا ذکر زیادہ کرو۔

فائدہ :- یعنی موت کی یاد سے اپنی لذتوں کو کھد کرو تاکہ تمہارا میلان اس سے ہٹ جائے۔ پھر خدا تعالیٰ عزوجل کی طرف متوجہ ہو۔

فرمایا کہ اگر جانوروں کو وہ بات معلوم ہو جو تم جانتے ہو تو تم ان میں سونا جانور کبھی نہ کھاؤ گے یعنی سب لاغر ہو جائیں گے۔

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شہیدوں کے ساتھ بھی کوئی اٹھے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جو رات دن میں موت کو ہمیں یاد کرے گا۔

فائدہ :- اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کا یاد کرنا موجب دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی تیاری کا ہے اور اس سے غفلت دنیا کی شہوات میں ڈوبنے کا موجب ہے۔

حدیث میں ہے تحفة المومن الموت "ایماندار کا تحفہ موت ہے۔"

فائدہ :- یہ اس لیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا قید خانہ ہے۔ ہمیشہ اس میں دھم دھم میں جلا اور لکس و شیطان سے مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے تو موت کی وجہ سے اسے اس عذاب سے نجات ہو جاتی ہے اور قید خانہ سے چھوٹا تحفہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ الموت کفارة لكل مسلم "موت ہر مسلمان کے لیے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

فائدہ :- حدیث میں مسلم سے سچا مسلمان اور پکا ایماندار مرلو ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے ہوں اور اس میں اخلاق ایمانداروں کے موجود ہوں اور لغزشوں اور گنہ صغیرہ کے سوا گناہوں میں آلودہ نہ ہوا ہو۔ ایسے گناہوں سے اس کے حق میں موت کفارہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ قرائض قضاء نہ کیے ہوں۔

عطا خراسانی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مجلس پر ہوا جس میں نبی کی آواز بلند تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی مجلس میں لذات کے کدہ کرنے والی کا ذکر شامل کر دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ لذات کی کدہ کرنا، والی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، موت۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکثر وامن ذکر

الموت فانه بمحض الغنوب ويزهد في الدنيا" زیاد کرو ذکر موت کا کہ وہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور دنیا میں پرہیزگار بنا دیتی ہے۔"

فرمایا کفیی بالموت معرقاً "موت بس ہے جدا کرنے یا نصیحت کو۔"

فائدہ :- ایک حدیث میں مرقا کی جگہ واعطاء ہے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ بعض لوگ باتیں کر کے چلتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو۔ من لو قم ہے اس وقت کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے؟ اگر تمہیں معلوم ہو جو میں جانتا ہوں تو تم تموڑاٹسو اور بہت زیادہ روؤ۔

ایک شخص کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا۔ صحابہ نے اس کی خوب تعریف کی۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ دوست موت کو یاد کرتا ہے؟ عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو اس سے ہم نے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ اس مرتبے کا نہیں جس پر تم اسے سمجھے ہوئے ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عاشورہ کے دن گیدہ ایک انصاری نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کی تیاری سب سے زیادہ کرے وہی لوگ دنیا کے اشرف اور آخرت کی بزرگی کے لیے سب سے زیادہ دانا ہیں۔

اقوال اسلاف رحمۃ اللہ :- حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا۔ غافل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایماندار اگر کسی عتاب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اس کے لیے اور کوئی نہیں اور فرمایا کہ جب میں حوٰں تو میری خبر کسی کو نہ کرنا۔ آہستہ مجھے میرے رب کی طرف روانہ کر دینا۔

کسی بزرگ نے اپنے بھتی کو لکھا کہ برادر اس دار علیٰ بنیاد میں موت سے ڈرو۔ اس سے پہلے کہ تو ایسے مقام میں جاؤ، پھر موت کی تمنا کو اور نہ پاؤ۔

حضرت ابن میرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو ان کا ہر ایک عضو مرتعہ جاتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ ہر شب فناء کو جمع کرتے۔ وہ موت اور آخرت اور قیامت کا ذکر کرتے۔ اس سے آپ اس قدر دلیا کرتے کہ گویا انہیں سخت صدمہ ہوا ہے۔

امیر اہم صحتی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ چیزوں نے دنیا کی لذت مجھ سے دور کر دی۔ موت کا ذکر خدا تعالیٰ کی پوشی۔



حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اس پر دنیا کی سمیٹیں اور رنج آسان ہو جاتے ہیں۔

حضرت مطبق رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمدانی مسجد میں کوئی یوں کہہ رہا ہے کہ موت کی یاد سے خوف کرنے والوں کے دل کھڑے کر ڈالے اب بھڑا ہوش ہانتہ نظر آتے ہیں۔  
اشعث رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس جایا کرتے تھے وہ صرف دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت بی بی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی کہ اس کا دل سخت ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ اس نے ایسا کیا اور نرم دل ہو گئی۔ پھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہرہ کے لیے حاضر ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کے جسم سے میں سے خون نکلنے لگتا۔  
حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جب موت اور قیامت کا ذکر ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے قبض کے شکنجے اکڑ جاتے۔ جب رحمت کا ذکر ہوتا تو ان کی سانس اپنی حالت پر واپس آتی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اسی سے اندوہناک پایا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کسی عالم سے کہا کہ مجھے صیحت فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ حاکموں میں تم بھی موم کے یمنی اور حاکم بھی تم سے پہلے مر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے۔ عالم نے کہا کہ تمہارے آباء اجداد میں سے حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایسا نہیں جس نے موت نہ دیکھی اور اب تمہاری پوری ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ عنہ کو رو پڑے۔

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ ہر رات کئی بار اس میں لیٹا کرتے۔ اسی طرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اگر ایک لمحہ موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہو گا تو دل فاسد ہو جائے گا۔

مطرف بن عبداللہ بن اشعث کہتے ہیں کہ اس موت نے تو راحت والوں کے چین میں رنج ڈالا۔ میں ایسی راحت تلاش کر رہا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جب سے فرمایا کہ موت کی یاد مت کر۔ اگر تجھے میث کی وسعت حاصل ہو تو اس کو نگہ نہ کر اور اگر غمی میں ہو تو اس کو وسیع کر۔

حضرت ابو سلیمان دارقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب مانتی ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کہ کس لیے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کسی کا قصور کو تو اس کا ملاحظ

نہ پہلو کے 'پس میں اس کی باقرانی کر کے اس کی وصل کیے اچھا جاؤں؟

دل میں ذکر موت کا طریقہ مضبوط کرتا ہے۔ موت ہولناک شے ہے اور اس کا فکر بہت بڑا ہے۔ جو لوگ اس سے غافل ہیں، اس کی وجہ ہے کہ اس کے فکر کی کمی ہے بلکہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہیں کرتا بلکہ دل شغول دنیا سے بھرا رہتا ہے، اس لیے ذکر موت کی تاخیر دل میں نہیں ہوتی تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو موت کے ذکر سے سوا کسی طرف متوجہ نہ کرے بلکہ اسے اور چیزوں سے غفلت کرے۔ جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک میں جانا یا جہاز میں سوار سمندر کا سفر کرنا چاہے تو اس کو سوائے سفر کے اور کوئی فکر نہیں ہوتی تو جب موت کی یاد دل میں غالب ہو جائے گی تو تعید نہیں کہ اس میں اثر نہ کرے اور اس صورت میں دنیا کا مزہ اور خوشی کم ہو جائے اور دل میں عاجزی اور نرمی آجائے اور زیادہ تر موثر طریقہ اس میں یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں کو جو پہلے مر چکے ہیں یاد کرے یا ان کی موت اور جدائی کا خیال کرے اور ان کی صورتیں اور عہدے۔

اور حالات یاد کرے اور سوچے کہ اب مٹی نے ان کی وہ خوبصورتی خاک میں ملا دی۔ ان کے اعضاء قبروں میں متفرق ہو گئے۔ کس طرح اپنی بیویوں کو یہود اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے۔ مٹی ان کے جاتے رہے۔ سبہیں ان کی دیر ان ہو گئیں۔ جنگوں کو نہیں کے نشان مٹ گئے۔ کیا کوئی فرشتہ اب وہ قبر کے اندر میرے اور مٹی میں ہیں۔ ایک دوست کو جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل میں اس کے حال اور کیفیت موت کی تصور کرے اور اس کی صورت کا تصور کر کے اس کی خوشی و غمی اور زندگی و بقاء کے لیے توقع کئی اور موت کو بھولے رہتا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکا کھاتا اور اپنی قوت و جہالت پر اعتماد کرتا اور ہنسی ٹھنسنے کا مائل رہتا اور موت بعجلت سے غافل رہتا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چٹا پھرتا تھا۔ اب اس کے دلوں پاؤں اور ہر جوڑ ٹوٹ گیا اور کیسی گھٹکھو اور ہٹا کرتا تھا۔ اب کیڑوں نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لیے، اپنے لیے ایسی تدبیریں نکالا تھا کہ میں مل تک ان کی حاجت نہ پڑے حالانکہ اس کی موت میں ایک ہی مہینہ ہلتی تھا، بسے اس کو خبر نہ تھی کہ مجھے کیا پیش آتا ہے۔ موت ایسے وقت میں آجی کہ ممکن نہ تھا یا کیک موت کا فرشتہ اس کی نگوں میں ظاہر ہو گیا اور اس کے کان میں آواز بھشت یا دونخ کی ڈال دی۔ جب یہ غور کر لے تو پھر اپنے نفس کی فکر کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں اور مجھے غفلت بھی ملے گی ہے جیسے ان لوگوں کو تھی اور انجام میرا بھی ویسا ہو گا جو ان کا ہوا۔

قائد :- حضرت ابو ردوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو مردوں کو یاد کرے تو خود اپنے آپ کو بھی ان جیسا شمار کر لے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت حاصل کرے یعنی دوسروں کے حال سے عبرت حاصل کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم دیکھتے نہیں کہ مردانہ ایک صبح یا شام کے مسافر کو خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے لیے روانہ کر دیتے ہو اور اسے زمین کی عمار میں رکھ دیتے ہو۔ وہ سنی پر نکلیے کر لیتا ہے اور احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اسباب سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو ان گھروں یا ان کے جیسے اور گھروں کو بیوقوف چاہیے۔ نیز قبرستان میں جانا اور بتادوں کا دیکھنا ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد تازہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ تاکہ کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے گویا ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایسی صورت میں بعید نہیں کہ اللہ عزوجل موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ بظاہر دل اور زبان سے یاد کرنا فائدہ نہ دیتا ہے۔ اس سے گھبر اور خوف کچھ نہیں ہوتا اور جب بھی کسی کامل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہو تو چاہیے کہ اسی وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضروری ہے۔

حکایت :- حضرت ابن مطہر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنے گھر کو دیکھا اور اس کی فہمی محسوس ہوئی۔ تب وہ بڑے اور کما کر بخدا اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش ہو جاتا اگر انہما ہمارا قبروں کی نقل نہ ہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھیں مٹتی ہوتیں پھر موت دور سے روئے یہاں تک کہ آواز بلند ہوتی۔

## امیدوں کا کم کرنا اور اس کے فضائل

احادیث مبارکہ :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کرنا اور اگر شام کرے تو صبح کا ذکر نہ کرنا اور زندگی سے موت کے لیے کچھ لے اور ہمدردی سے بیماری کے لیے۔ اس لیے کہ اے عبداللہ تجھے معلوم نہیں کہ تراکلی کو کیا نام ہوگا یعنی تو مردہ کھائے گا یا زندہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر سب سے تباہ خوف و فتنوں کا ہے۔ (1) بیروی خواہش نفس۔ (2) طول ال۔ اس لیے کہ بیروی خواہش نفس حق سے پھیر دیتی ہے اور طول ال دنیا کی محبت ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر رہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا سے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے اور اسے بھی جس سے بغض رکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسے ایمان دیتا ہے۔ من لو کہ بعض دین کے اہل ہیں اور بعض دنیا کے تو تم اہل دین سے ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ اللہ دنیا سے دنیاٹ پھیر کر چل چکی ہے اور آخرت دوسری طرف حد کیے ٹکل چکی ہے۔ خبردار کہ تم عمل کے دن میں ہو جس میں کچھ حساب نہیں اور عثریب حساب کے دن میں ہو گے جس میں عمل نہ ہوگا۔

ام منذر قربانی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت صحابہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسا چیزیں

جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں اور ان امور کی امید کرتے ہو جو پائے نہیں اور مشکلات ایسے پہنچتے ہو جن میں رہے نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید نے ایک لوبڑی مینہ بھر کے وعدہ پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سو دنہار کی خریدی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا تب کہو کہ اسامہ نے مینہ کے وعدہ پر لوبڑی خریدی ہے۔ اسامہ بے شک طول اہل رکھتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھیں بھی اس طرح نہیں کھولیں کہ پھر ممکن نہ کیا ہو کہ پچیس بند کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ میری روح قبض کرے گا اور نہ بھی میں نے آنکھ لوہ کو اس طرح کی کہ جان نکلنے سے پہلے اس کے نیچے کرنے کا گمان کیا ہو اور نہ بھی لغتہ ایسا کھلیا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اس کو نکل جاؤں گا۔ پھر قریبا کہ اے آدم کے بیڑا اگر تم باطل ہو تو اپنی جانوں کو مردوں میں شمار کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ بے شک آئے گی اور تم اسے نہ سکو گے۔ (یہ باجماعہ کلمات ہیں اسے لاطمی سے کوئی تعلق نہیں۔ لوسی غفرلہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لیے تشریف لے جاتے۔ پیشاب کر کے مٹی سے فوراً طہارت کر لیتے۔ میں عرض کرتا کہ پانی تو قریب ہے آپ فرماتے کہ کیا معلوم شاید میں پانی تک نہ پہنچوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ٹکڑیاں لیں۔ ایک کو اپنے سامنے گاڑا دوسری کو اس کے قریب لیکن تیسری کو دور گاڑا۔ پھر پوچھا کہ جانتے ہو؟ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں ٹکڑیاں ایک انسان ہے اور ایک اس کی موت اور دور کی لکڑی اس کی اہل ہے کہ انسان اس سے تعلق رکھتا ہے اور موت اس تک پہنچنے نہیں دیتی درمیان میں آپک لیتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی مثل یہ ہے کہ اس کے گرد نچوڑے موتیں ہیں۔ اگر ان سے بچے تو بچا ہے میں پڑا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آدمی ہے اور یہ اس کے گرد اس کی موتیں اس کی طرف کو منہ کھولے ہوئے ہیں اور پڑھیا ان کے بعد ہے اور اہل بڑھاپے کے بعد انسان جینے کی حرص کرتا ہے اور یہ موتیں اس کی طرف کو منہ کھولے ہوئے ہیں جس کو غم ہوتا ہے وہی اسے اذیت دیتی ہے۔ پھر اگر ان موتوں سے بچ گیا تو پڑھیا اس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اہل اس کے انتظار میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گلیرجہ گولی کھینی اور اس کے بیچ میں ایک گیر کھینچ کر اس کے گرد اور گیریں کھینچیں اور ایک گیر مہل سے باہر

کچھ بھی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو؟ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم" اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔" آپ نے سچ والے خط کو تو اتھان فرمایا اور سچ خط کو موت جو انسان کو عید ہے اور یہ خطوط درمیانی مصائب ہیں کہ اسے دہا رہے ہیں۔ اگر ایک کا دہا رہ جائے تو دوسری دہا لیتی ہے اور جو خط بار ہے اس کے لیے فرمایا کہ وہ اہل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہرم ابن آدم و بیضی معہ انسان الحرص والا مل "آدی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو چیزیں پائی رہتی ہیں۔ (۱) حرص (۲) اہل۔ روایت میں ہے و تثبت معہ اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمل "اور دو چیزیں اس کی جوان ہو جاتی ہیں۔ (۱) مال کی حرص۔ (۲) زندگی کی حرص۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس میری امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پائیں گے اور آخری لوگ بخل اور زندگی کے حرص کے مارے ہلاک ہوں گے۔

حکایت :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ایک بوڑھا کدھل سے زمین کھود رہا تھا آپ نے جناب ہادی تعالیٰ میں عرض کیا کہ الہی اس شخص سے اہل کو دور کر دے۔ وہ بوڑھا کدھل پھینک کر لیٹ گیا اور کھنٹ بھر رہا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الہی اس کی اہل اسے دے دے۔ وہ اٹھ کر کام کرنے لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ پہلے کیوں لیٹ گیا تھا اور اب کیوں کام کرنے لگا؟ بوڑھے نے کہا کہ کام کرنے میں برے نفس نے مجھ سے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا کب تک کام کرے گا؟ اس لیے میں نے کدھل پھینک دی اور لیٹ گیا۔ پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جب تک زندہ ہوں بسر و وقت کی فکر ضروری ہے اس لیے اٹھ کر اپنا کام کرنے لگا۔

حضرت حسن نغری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم سب بھی چاہتے ہو کہ جنت میں جاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ تو زندگی کی حرص کم کر اور اپنی موت کو آنکھوں کے سامنے کر لو اور اللہ تعالیٰ سے بھی چاہیے دیکھا شرم کرو۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یوں قربایا کرتے اللهم انی اعوذ بک من الغفبا تمنع خیر الاخرة واعوذ بک من حیاء تمنع خیر الصمات واعوذ بک من امل تمنع خیر العمل "الہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں" ایسا دنیا سے جو آخرت کی خیر سے روکے اور اپنی زندگی سے جو موت کی ہمتی سے باز رکھے اور ایسے عمل سے جو عمل کی ہمتی سے ملے ہو۔"

اقوال اسلاف صالحین :- حضرت بلال بن عبادہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو تاکہ میری موت کب آئے گی تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے کہ موت سے غفلت دے

دی ہے۔ اگر غفلت نہ ہوتی تو نہ آدمی اچھی طرح گزرتی اور نہ ہزار گرم ہوتے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بھولنا اور اہل دینی نصیحتیں ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتیں تو مسلمان راستوں پر نہ چلتے۔

حضرت ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ انسان احسن پیدا ہوا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو زندگی اچھی نہ گزرتی۔

حضرت سعید بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا اس لیے آہل ہے کہ لوگوں کی عقلیں کم ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں سے مجھے اتنا تعجب ہوا کہ میں فس پر۔ زندگی دنیا کا حرص حلاکہ موت اس کی طالب، غافل کہ اس سے غفلت نہیں جاتی، پسندے والا یہ نہیں جانتا کہ پروردگار عالم اس سے بدراض ہے یا راضی۔ تیر تین چیزیں اور ہیں کہ انہوں نے مجھے اتنا حقیقین کیا کہ انہوں نے مجھے دلا دلا۔ (1) فراق اہل بیت رضو صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن کی مقدس جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (2) خوف قیامت۔ (3) خدا تعالیٰ عز وجل کے سامنے کھڑا ہونا۔ معلوم نہیں کہ جنت کو حکم کیا جائے گا یا دوزخ کو۔

حکایت :- بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں نے زر بن ابی لؤلؤ کو مرنے کے بعد خوب میں دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے نزدیک اعمال میں سے کون سا زیادہ اچھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ توکل اور اہل کی کمی۔

حضرت ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا کا زہد اہل کا مختصر کرنا اچھا علم نہ لکھا اور مونا کپڑا پسند۔ مفصل بن فضالہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رب تعالیٰ سے التجا کی کہ اہل دور کر دے۔ ان سے کھانے پینے کی خواہش جاتی رہی۔ پھر دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے اہل دے دی اور کھانے پینے لگے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا کہ اے ابو سعید آپ اپنا کرتا نہیں دھوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے معاملہ جلد معلوم ہوتا ہے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ موت تمہاری پیشانیوں کے ہاتھوں میں بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے کو نہ ہوتی جاتی ہے۔

بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں ایسا ہوں جیسے کوئی شخص اپنی گردن پھیلائے ہو اور اس کے سر پر گولہ ہو اور انتظار کرتا ہو کہ کب گردن فوٹائی جائے گی۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میں اتنی اہل کدوں کہ سینہ بھر جوں تو جانوں کہ سرکب گناہ کبیرہ کا ہوا اور یہ اہل میں کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ دیکھتا ہوں کہ تمام مخلوق پر بھیجیں ہر وقت چھائی رہتی ہیں۔

حکایت :- شفیق بنی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے استاد ابو ہاشم رضی اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور ان کے گوشہ چادر میں کچھ بندھا تھا۔ استاد نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت شفیق بنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہدام ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ میرا جی پھلتا ہے کہ تم ان سے انتظار کرنا۔ استاد نے فرمایا کہ

اے شفیق تم اپنے ہی میں یہ کہتے ہو کہ شام تک زندہ رہوں گا۔ میں تم سے اب بھی نہ بولوں گا۔ حضرت فقیل فرماتے ہیں کہ استغفر نے یہ کہہ کر دوا نہ بنا کر دیا اور اندر بیٹھے رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلیفہ میں فرمایا کہ میں لو کہ ہر سطر کے لیے توشہ ضروری ہے۔ اسی لیے دنیا سے آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنا تقویٰ بنا لو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے اللہ تعالیٰ کے ثواب اور عذاب کو دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھ کر رغبت کر لو اور عذاب کو دیکھ کر خوف کر لو اور جس زندگی کو لیا نہ ہو وہاں نہ ہوتا وہ نہ ہوتا دل سخت ہو جائیں گے اور تم اپنے دشمن کے تلخ ہو جاؤ گے۔ بخدا کہ وہ شخص اپنی اہل کو نہیں پہچانتا جو نہیں جانتا کہ شام کے بعد مجھے صبح ملے گی یا نہیں یا صبح ملی تو پھر شام ملے گی یا نہیں اور دن و راتوں کے درمیان میں موتوں کے واقعات اکثر ہوا کرتے ہیں۔ میں نے اور تم نے بھی اکثر ان کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو عذاب الہی سے نجات کا احد رکھتا ہو اور خوش قسمت وہی ہوتا ہے جو احوال قیامت سے بے خوف ہو اور جن لوگوں کا یہ حال ہو کہ ایک زخم ابھی بھرا نہیں اور دوسرا دوسری طرف سے اور آگیا تو وہ کیسے خوش ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ تم کو اس ہلت کا حکم کروں جس سے اپنے نفس کو منع کروں۔ یہ تو میری تجارت میں نقصان اور خسارہ ہے۔ مہے جاہلی اس دن ظاہر ہوگی جس دن دولت مندی اور حکمتی ظاہر ہوگی اور ترانہ کفری ہوں گی۔ تم ایسے معاملے کی تکلیف دینے گئے ہو کہ اگر ستارے بھی تکلیف دینے جلتے تو بے نور ہو جاتے اور پناہ پھیل جاتے اور زمین پست جاتی۔ تم انہیں جانتے نہیں کہ بحشت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں اور تم کو بے شک ان میں سے ایک میں جانا ہے۔

حکایت :- کسی نے اپنے اسلامی بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان دونوں میں واسطہ موت ہے اور ہم پر ان دونوں میں ہیں۔ والسلام۔  
کسی نے اپنے اسلامی بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لمبا وقت ہے اور موت انسان کے قہر ہے اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا جاتا ہے اور بدن سے یہ بلا آہستہ آہستہ نکل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کوئی کاغذہ بچایا جائے۔ سفر کی تیاری کر لینی چاہیے۔ والسلام۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش نہیں ہوئی تھی تو ان کی اہل بیٹہ بیچے تھے اور موت آنکھوں کے سامنے اور جب آپ سے لغزش ہوئی تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ اہل تو آنکھوں کے سامنے کر دی گئی اور موت بیٹہ کے پیچھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ محروم رہنے سے مغاضب میں ہے۔ کیا تو نے کسی کو بغیر بیماری کے مرنے نہیں دیکھا۔ اے وہ شخص کہ بہت سی صلت پانے سے مغاضب میں ہے۔ کیا تو نے کسی کو فدا کی کو نہیں دیکھا کہ بغیر سلطان کے پکڑا گیا ہو۔ اگر تو اپنی عمر کی زیادتی میں فکر کرے۔ اپنی پہلی لذتیں شب بھر جوں جیسے پہلا تم لوگ حذر سختی سے مغاضب میں پڑے

ہوئے ہو یا بہت دنوں سے آرام سے گزرنے پر اگرتے ہو یا موت سے ڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو۔ ملک الموت جب آئے گا تو اس سے تم کو نہ تمہاری ثروت پہلے کی نہ کمزرت۔ جمعیت کیا کہیں معلوم نہیں کہ موت کا وقت غیبیوں اور غصوں اور قصود پر پیشانی کی گھڑی ہے۔ پھر یوں کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اس بندے پر جو موت کے بعد کے لیے عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے خوف خدا کی فکر کرے۔

حکایت :- ابو ذر کما جی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ ایک ہجر (جس پر کچھ کدہ تھا) ان کے سامنے لایا گیا۔ پڑھنے کے لیے وہب بن منہ بلائے گئے، اس میں لکھا تھا کہ اے انسان اگر تو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پائے تو اپنی طول اہل کو چھوڑ دے اور عمل زبان کرنے کا حریص ہو اور طبع اور حیلے کم کر دے اور توکل قیامت پیشانی اٹھائے گا۔ اگر تیرا خاتم الخلق کرے گا اور تیرے گھروالے اور نوکر چاکر تجھے موت کے حوالہ کریں گے اور باپ اور رشتہ دار تجھ سے جدا ہوں گے اور بیٹا اور والد چھوڑ دیں گے تو پھر دنیا میں واپس نہ جائے گا نہ اپنے عمل میں زیادتی پائے۔ پس قیامت کے لیے حسرت اور ندامت سے پہلے کچھ کر لے۔ یہ سن کر خلیفہ سلیمان بہت رویا۔

بعض نے کہا ہے کہ میں نے خط عمر بن یوسف کا خط بہام عبدالرحمن بن یوسف دیکھا۔ اس میں لکھا تھا کہ بعد سلام میں شکر کرتا ہوں اس معبود کا جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور تجھے ذرا آتا ہوں اس عمل سے کہ تو اپنے مصلحت کے گھر سے قیامت کی جگہ اور جزاء اقل کے گھر میں جاؤں گا۔ اب تو زمین کے اوپر رہتا ہے۔ چند روز کے بعد اس کے اندر جائے گا۔ پھر تیرے پاس منکر کبیر آکر تجھے بلا دیں گے اور تجھ کو ڈانٹ دیں گے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہوگا تو کوئی خوف اور وحشت اور حاجت نہیں۔ اگر معللہ پر ٹکس ہوا تو اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے پتہ دے، بری گھڑی ہوگی۔ لینے کا مقام تنگ ہو جائے گا۔ تجھے خبر نہیں کہ پھر اٹھنے کے لیے پکار ہوگی اور صود پھونکا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جبار مصلحت کے فیصلہ کے لیے ہوگا۔ زمین اپنے کینوں سے اور آسمان اپنے مقبوضوں سے غلی ہو جائیں گے اور اسرار کھل جائیں گے اور جنم بھڑکائی جائے گی۔ میزان کھڑی ہوگی اور انبیاء شہداء کو بلوا کر لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو شایان شان ہیں جو تمام عالمین کا پروردگار ہے۔ اس وقت بہت سے رسوا ہوں گے اور بہتوں کی پردہ پوشی کی جائے گی اور بہت سے تلو ہوں گے اور بہت سے نہایت پائیں گے۔ بہتوں پر غدا ہوگا اور بہتوں پر رحم۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس دن میرا اور تیرا کیا صل ہوتا ہے۔ اسی سے لڑتیں جاتی رہیں، شہوات بھوت نکلیں، اہل کو نہ ہو مٹی، سوتے بیدار ہوئے، غافل چمکے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہلاری اور تمہاری مدد کرے اور دنیا و آخرت کی جگہ ہمارے اور تمہارے دل میں ایسی کرے جیسے شیعوں کے دل میں کرتا ہے، اس لیے کہ ہم اسی کے ہیں اور اسی کی وجہ سے موجود و السلام۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کر کے قربان کیا۔ لوگو! تم بیکار نہیں پیدا



ہوئے نہ مصلح ہونے کے باوجود۔ تم کو ایک شخص کی جگہ میں اللہ تعالیٰ علم اور فیصلے کے لیے اٹھا کرے گا چاہے اور بد بخت کل کو وہ شخص ہو گا جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کہ جو ہر چیز پر مکیلی ہے اور اپنی جنت سے جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، نکل دے گا اور کل اس سے ہو گا جو خوف اور تقویٰ کر کے اور تھوڑی اور پلٹیدار چیز اور بد بختی کو بہت اور پائیدار اور سہولت کے عرض میں دے ڈالے۔ دیکھو مردوں کا سوگ تم کہتے ہو اسی طرح تمہارے بہیمانہ گھن تمہارا سوگ کریں گے۔ ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو اللہ تعالیٰ کے پاس لوگ پلے جا رہے ہیں۔ ان کا وقت پورا ہو گیا اور اٹل جاتی رہی، تم ان کو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش اور بے عکس رکھ دیتے ہو کہ نہ کوئی سلطان ان کے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق و غم خوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ میں یہ ہلت تو تم سے کہتا ہوں مگر جیتنے گمان اپنے نفس میں جانتا ہوں، ان سے زیادہ میں تم سے کسی میں نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کے اچھے طریقے ہیں۔ ان میں اس کی طاعت کے لیے ہر کرنا ہوں اور معصیت سے منع کرنا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہنا ہوں۔ اس کے بعد اپنی آستین منہ پر رکھ کر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی شریف بھیک گئی اور پھر اس مقام پر آنے کی نوبت نہ آئی یہاں تک کہ وفات پائی۔

عقلمند بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے تیس سال سے موت کا سامنا کر لیا ہے تو جب موت آئے گی تو میں اتنی دیر بھی اچھی نہ جاؤں گا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کر دوں۔

حکایت :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کوئی کی مسجد میں، میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا وہ کہتا تھا کہ میں تیس سال سے اس مسجد میں موت کا منتظر ہوں۔ اب اگر آئے گی تو میں اس کو نہ کسی چیز کا محکم کروں نہ کسی چیز سے منع کروں اور نہ میری کسی کے پاس کوئی چیز ہے نہ کسی کی میرے پاس۔  
حضرت عبداللہ بن مہلب کہتے ہیں کہ میں ہشتے گیا وہ شاید تمہارا کفن و کمدار کے یہاں سے آچکا ہو۔

حکایت :- محمد بن علی زہد کہتے ہیں کہ ہم کوذ میں ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور واؤڑ طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی اس میں شریک تھے۔ جنازہ جب دفن ہونے لگا تو واؤڑ طائی ایک طرف بیٹھے۔ میں ان کے پاس جا کر بیٹھا تو میں نے سنا کہ یوں کہتے تھے جو دمدہ غلاب سے ڈرتا ہے وہ دودھ کی چیز نزدیک جاتا ہے اور جسے ال زیادہ ہوتا ہے۔ اس کا عمل ضعیف ہوتا ہے اور جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہے۔ اے بھائی یاد رکھ کہ جو نے اللہ تعالیٰ سے تجھے اور کام میں لگائے۔ وہ تیرے لیے محسوس ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے ہشدرے جو قبول میں ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے اس سے پشیمان ہیں اور جو آگے بھیج دیا تھا اس سے شکرانہ مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان، دنیا دار اسی سے لڑتے مرتے ہیں اور اسی پر رغبت اور حاکموں کے ہاں مقصدت کرتے ہیں۔

حکایت :- حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نماز کی تعبیر کسی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھا دو۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں یہ نماز پڑھاؤں گا تو دوسری نماز کوئی نہیں پڑھائے گا۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ

تعلیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں کہتے ہو کہ میں دوسری نماز بھی پڑھوں گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے طول اہل سے پتہ لگاتے ہیں کہ وہ عمل نیک کی منت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خلیفہ میں ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں۔ بہت سے گمراہیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر قلعہ دی ہے اور ان کے رہنے والوں پر اس میں سے چلا جانا تو بہت سے خوب آہاتے۔ چند روز میں اجڑ جاتے ہیں اور بہت سے رہنے والے کہ حوام ان کے رہنے پر حرم کریں، سفر کر جاتے ہیں۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ دنیا سے ابھی طرح نکلو اور جو کچھ تمہارے سامنے سے چلنے کی چیزیں ہوں، ان میں سے صودہ اپنے ساتھ لو اور قشہ لے لو کہ بہتر قشہ تقویٰ ہے۔ دنیا کا مل ایسا ہے جیسے سکرنا سلیہ کہ چلا جاتا ہے۔ ابھی تو آدمی دنیا کا رافضی اور اس سے خوش بیٹھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حکم سے طلب فرمایا اور اس کے سر پر موت آگئی تو اس کے تمام نشان جھین لیے اور اس کی عمارت اور دولت دوسروں کو دے دی۔ دنیا جتنی تازگی دیتی ہے، فنا فرشتہ نہیں کرتی۔ خوش کم کرتی ہے اور رنج بہت دیتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خلیفہ میں فرمایا کرتے، کہل گئے وہ لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھک دیک کے ساتھ تھے اور اپنی جوتی پر ناز کرتے تھے۔ کہل ہیں وہ لوگ جنہوں نے شہر بنا کر انہیں منسوب کیا۔ کہل ہیں وہ بھلور کہ لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ نہلنے نے ان کو تھک کر دیا۔ تمہوں کے اندھیوں میں جا پڑے تو جلدی اور تیزی کہہ لو اور اپنی جانوں کے لیے نجات کی صورت تلاش کرو۔

طول اہل کے اسباب اور اس کا علاج :- طول اہل کے دو سبب ہیں۔ (1) جہالت۔ (2) دنیا کی محبت۔ دنیا کی محبت کا یہ مل ہے کہ انسان جب اس سے اور اس کی شہوات و لذات و علاقے سے مانوس ہوتا ہے تو اس کے دل پر اس کی جدائی و شہار ہوتی ہے اور موت جو دنیا کی مفارقت کا سبب ہے، اس سے اس کا دل خطر ہوتا ہے اور اس میں فکر نہیں کرتا اور جس چیز سے انسان نفرت کرتا ہے، اسے اپنے نفس سے دفع کرتا ہے اور انسان بیخود جسمانی آرزوؤں میں مشغول رہتا ہے۔ اپنے نفس کے لیے ایسی آرزو کرتا ہے جو اس کی مرلو کے موافق ہو اور اس کی مرضی کے موافق دنیا میں رہتا ہے تو اسی کا خیال رکھتا ہے بلکہ اسی کو اپنے لیے فرض کر لیتا ہے اور جو لوازم دنیا میں رہنے کے ہیں اور جن کی اسے ضرورت ہوتی ہے یعنی مل اور لولہ اور گھروار و دست اور سواریاں وغیرہ، ملان کو فرض کر لیتا ہے تو اس کا دل اسی فکر کا پائندہ ہو جاتا ہے۔ اسے موت کی یاد نہیں رہتی، نہ اس کا قریب ہونا خیال میں گزرتا ہے۔ اگر کبھی کسی وجہ سے موت کا سلسلہ اور اس کی تیاری کا خیال اس کے دل میں گزرتا ہے تو اس کا نفس وعدہ کر لیتا ہے اور عمل مشغول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی بہت دن باقی ہیں، بڑا ہو کر توجہ کر لیتا اور یوڑھا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ فلاں مکان بنا کر اور فلاں زمین آہو کر کے اور فلاں سفر سے لوٹ کر اور فلاں بچے کی شادی اور بچی کے چیز سے فارغ ہو کر اور فلاں دشمن کی شہادت سے جو بدگواہی کرتا رہتا ہے، محفوظ ہو کر توجہ کر لوں گا۔ فریادیکہ بیشہ اسی طرح بھانا اور قحط کرنا اس کا شیعہ ہے اور جس کام کا کہتا ہے اس کے پورا کرنے کے ساتھ دس کام اور لگا دیتا ہے۔ اسی طرح

زندگی کے دن رفتہ رفتہ گزار دیتا ہے اور ایک کلم سے دوسرا کلم آتا جاتا ہے۔ یہی تک کہ موت ایسے وقت میں ایک لمحے پہنچے ہے کہ اسے گھٹن بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت بجز حسرت و ہوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اکثر دلائع والے دنیا میں لیت و لعل کے عمل سے ہی فریاد کریں گے کہ ہائے ہم نے کیوں تاخیر کی تھی۔

فائدہ :- انسان بچارہ نہیں جانتا کہ جس امر کی وجہ سے آج تاخیر کرتا ہے وہ کل کو بھی تو اس کے ساتھ ہو گا بلکہ مدت گزرنے پر تو اس کے احتکام اور مضبوطی زیادہ ہو جائے گی اور اس کو یہ گھٹن ہے کہ دنیا میں خوف کرنے والے کو اور اس کی حفاظت کرنے والے کو کبھی نہ کبھی فراغت ہو سکتی ہے اور یہ اس کی غلط خیالی ہے اس سے قانع رہی ہوتا ہے جو اس کو غفلت کرے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احب من اجبت فانک مضارقه "دستی کر لے جس سے چاہے اس سے جدا کی ضرورت ہوگی۔"

فائدہ :- انسان کا دنیا میں یہ عمل ہے کہ وہ کبھی اپنی جوانی پر اکتفا کرتا ہے اور جوان موت کا آنا بید سمجھتا ہے لیکن بچارہ یہ نہیں سوچتا کہ اگر اپنے عطا کردہ بڑے گئے تو اس پاپی ہوں گے اور ان کے کی کی کیا وجہ ہے کہ جو جوانی میں موت بہت واقع ہوتی ہے۔ جب تک ایک بوڑھا مرنا ہے ہزار جوان اور بچے مر جائیں تو کبھی انسان موت کو اپنی تندرستی کی وجہ سے بعید سمجھتا ہے اور اچانک کی موت کو بعید از قیاس سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اچانک مر جانا رشوا نہیں۔ اگر بالفرض رشوا ہو تو اچانک بیمار ہو جاتا تو رشوا نہیں اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہے اور جب بیمار ہو تو موت کیا دور ہے۔

فائدہ :- غافل سوچے اور یقین کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی اور بڑھاپے اور بچپن نہیں نہ کوئی موسم گرمی یا سردی یا بہار یا دشت دن مقرر۔

فائدہ :- جو بہت چمکنا ہوتا ہے وہ دغی سلطان جمع کرنے میں لگا رہتا ہے مگر یہ جہالت ہے اور محبت دنیا کی وجہ سے خلل اہل میں گر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے موت کے جلد آنے سے غافل ہے۔ وہ ہمیشہ ہی گھٹن کرتا ہے کہ موت میرے سامنے آئے گی۔ اپنے لوہ اس کا تا فرض نہیں سمجھتا یہی خیال کرتا ہے کہ میں جنازے کے ساتھ چلوں گا۔ یہ نہیں خیال کرتا کہ اس کے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلیں گے اس لیے کہ بیٹ جتانوں کے ساتھ جانے سے دنیا سے ہوس ہو رہا ہے۔ دوسروں کو مرنے دیکھ کر لوگوں کے مرنے کا علی ہے اپنے مرنے کا اسے خیال نہیں اور نہ ممکن ہے کہ اپنی موت سے الفت کرے اس لیے کہ وہ واقع میں ہوئی۔ اگر ہوگی تو ایک ہی دفع ہوگی۔ وہی قول "وہی دوم تو پھر اس سے الفت کیوں؟

طلو اہل کو کم کرنے کا طریقہ :- اپنے نفس کو غیرہ قیاس کر کے اور سمجھے کہ بقیہ میرا جتنا بھی اٹھے گا اور

قبر میں دفن کیا جائے گا اور امید ہے کہ جو لعنت اور سختی میری قبر میں لگے گا وہ بن چکا ہو اور مجھے علم نہ ہو اس صورت میں تاخیر محض یہ توئی ہے اور جب معلوم ہو چکا کہ تاخیر کا سبب جہل اور حب دنیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا علاج سبب دور کرنے سے ہو گا تو جہل کو تو اس طرح دور کرنا کہ دل حاضر سے لگڑ صاف کرے اور حکمت کی باتیں صاف دل والوں سے سنے۔

فائدہ :- حب دنیا کا دل سے ٹھکانا سخت ہے اور یہ وہ مرض لاعلاج ہے کہ جس کے علاج سے اکثر صوفیہ تھک گئے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ ایمان چاہے اور آخر پر ایمان کے علاوہ اور جو کچھ سخت عذاب اور اعلیٰ ثواب اس دن ہوتا ہے اس پر یقین کامل ہو اس لیے کہ اس یقین سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو دفع کر دیتی ہے تو جس صورت میں دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت کا خیال کرے گا تو اسے بڑا جانے گا اور دنیا پر نظر ڈالے گا اگرچہ سلطنت تمام روئے زمین کیوں نہ ہو وہ کچھ نہیں۔

فائدہ :- کسی کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہے تو وہ بھی کدورت اور بد مزگی سے غلام نہیں ہوتی تو اسی چیز سے کس طرح خوش ہو گیا اس کی محبت دل میں کیسے ہوگی بشرطیکہ آخرت پر یقین ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ دنیا کو ہماری نگاہوں میں ایسا کر دے جیسے اپنے نیک بندوں کی نگاہوں میں گر رکھا ہے اور موت کے دل پر مضبوط کرنے کا علاج اس سے انچا کوئی نہیں۔

فائدہ :- دیکھئے اپنے ہمسرہ اور ساتھ والے مر گئے۔ ان کے محل پر غور کرو کہ ان پر موت ایسے وقت آئی کہ ان کو خیال تک نہ تھا جو اس کے لیے تیار تھا۔ اسے تو قلع عظیم نصیب ہوئی اور جو طول اہل سے منقطع میں تھا اسے بہت بڑا شہر ہوا۔

درس عبرت :- انسان کو چاہیے کہ اپنے پاؤں اور اعضاء کی طرف دیکھے اور عمل کرنے کے ان کو کیزے کیسے کھا جائیں گے اور ہڈیاں کس طرح علیحدہ اور حقوق ہو جائیں گی اور غور کرے کہ کیزے پہلے وہی آگ کا ڈھیلہ با جائیں آگ کا ڈھیلہ کھتا شروع کریں گے اور جو اعضاء بدن میں ہیں۔ کوئی ایسا نہیں جو کیزوں کی خوراک نہ ہو اور میرے ساتھ بیجو علم و عمل خالص کے کچھ نہ رہے گا۔ اسی طرح وہ حالت بھی سوچے جنہیں ہم عقوبت لکھیں گے یعنی عذاب قبر اور شکر کثیر کا سول اور مشرور اور قیامت کے احوال اور قیامت کی جوشی کے لیے ہمارے کا خوف وغیرہ تو یہ اس قسم کے انکار کی ہیں کہ انسان کے دل پر موت کو تازہ کرتے ہیں اور اس کی تیاری میں لگتے ہیں۔

طول اہل میں لوگ مختلف المراتب :- طول اہل کے بارے میں لوگ مختلف مراتب میں ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لَآتَيْنَاكُمْ مِمَّا كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ** (البقرہ 96) ترجمہ کفر لامیان ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس جیئے۔ بعض بڑھاپے تک زندگی کے حریص ہوتے ہیں یعنی بھتا عمر اور زندگی کسی کی

بڑی سے بڑی دیکھی 'انٹا زیادہ کے خولہاں ہوئے۔' ایسا محض دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہے۔

حدیث شریف :- بوزعاً طلب دنیا کی محبت میں جواں ہوتا ہے۔ اگرچہ پڑھاپے میں اس کی ہوس مرگئی 'سوائے' تقویٰ والوں کے اور وہ بہت کم ہیں۔ اگرچہ بعض ایک سال تک جینے کی توقع رکھتے ہیں اور اس سے زیادہ کے سالانہ کی تدبیر نہیں کرتے اور آئندہ سال میں اپنا نہ ہونا تصور کرتے ہیں مگر گری میں جاڑے کے لیے اور جاڑے میں گری کے لیے سالانہ تیار کرتے رہتے ہیں۔ اگر سال بھر کے لیے سالانہ کٹنی ہو تو عہدیت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعض صرف ایک موسم شاکری یا سردی تک کی امید کرتے ہیں تو اسی نظریے سے گرمیوں میں سرا کا سالانہ اور سردی میں گرمی کا سالانہ جمع نہیں کرتے۔ بعض کو اہل کا خیال صرف ایک دن رات کا ہوتا ہے تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہے، کل کی فکر نہیں کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام :- آپ فرماتے ہیں کہ کل کی روزی کا اہتمام نہ کرو، اس لیے کہ اگر کل کی تم کو ملت ملے گی تو رتق ملت کے ساتھ تم کو پہنچے۔ اگر کل کی ملت نہیں تو اہتمام بھی نہیں چاہیے 'دوسرے دن کے لیے کیا ضروری ہے کہ فکر کرو۔' حضوں کی اہل ایک سہمت ہوتی ہے۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ جب تم صبح کو قہر میں شام کا خیال نہ کرنا اور شام کو تم صبح کا خیال نہ کرنا۔ بعض ایک سہمت کا باقی رہتا بھی نہیں جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احتجاج کے بعد بلو جو بلی پر قدرت کے جھم کر لیا کرتے۔ فرماتے کہ شاید میں پانی تک نہ پہنچوں۔ یہ تعلیم امت کے لیے فرماتے 'اس سے لاعلمی ثابت کرنا جاہلوں کا کام ہے۔' (لوہی فقرہ)

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ موت گویا ان کی آنکھوں کے سامنے ہے اور وہ اس کے غلخر رہتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا کو رخصت کرنے والے جیسی نماز پڑھا کرتے ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایمان کی حقیقت پوچھی تو عرض کیا کہ میں نے کوئی قدم ایسا نہیں رکھا کہ ممکن کیا ہو کہ اب دوسرا اس کے بعد رکھوں گا۔

حکایت :- اسو جشی کے محل میں ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے وقت دائیں بائیں دیکھتے۔ کسی نے کہا 'یہ کیا بات ہے۔' کہا کہ میں ملک الموت کو دیکھتا ہوں کہ کوئی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔

فائدہ :- یہ ہیں لوگوں کے مراتب اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہی درجہ ہیں اور جس شخص کی اہل ایک مہینہ ہے 'وہ ایسا نہیں۔' جس کی اہل ایک مہینہ اور ایک دن ہے یعنی دونوں کا درجہ یکساں نہیں 'اس لیے کہ اللہ تعالیٰ وہ برابر بے اضافی نہیں فرماتا۔' فرماتا ہے 'غمن بعمل منتقل خیرا' (الزلزلہ 7) ترجمہ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھرا ہوا ہے اسے کچھ گھٹا۔

فائدہ :- اہل کائنات تو خدا ہو تو عمل میں نسبت کرتا ہے۔ کوئی دعویٰ کرے کہ میرا اہل تھوڑا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ یہ اس کے عمل سے ظاہر ہوگا یعنی وہ ایسے اسباب کے درپے ہوتا ہے کہ غالباً سب میں بھی جن کی ضرورت نہ ہو تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اہم بڑا رکھتا ہے اور توفیق کی پہچان یہ ہے کہ موت آنکھوں کے سامنے ہو۔ اس سے ایک گہری غافل نہ ہو اور اسی کی تیاری میں مصروف رہے کہ ابھی آجائے گی۔ اگر شام تک بچ جائے تو خدا تعالیٰ کا شکر کرے کہ مجھ سے اپنی طاعت کرائی اور اس شے سے خوش ہو کہ دن ضائع نہ ہوا بلکہ اس میں سے جتنا اس کا حصہ تھا مل گیا اور اس کا ذخیرہ آخرت ہوا۔ پھر صبح کو از سر نو اسی طرح کرے اور ہر صبح و شام یہی طریقہ کرے اور یہ بات اس کو میسر ہوتی ہے جس کو کل کی فکر نہ ہو کہ کل کیا ہو گا۔ ایسا شخص اگر مرے گا تو مسحت اور نعمت پائے گا۔ اگر زندہ رہے گا تو آخرت کی تیاری اور لذتِ عملات سے خوش رہے گا۔ موت سے اس کی مسحت ہے اور حیات سے زیادتی منزلت ہے۔

پند سو مند :- اے مسکین اپنے دل پر ہمارے اس لیے کہ جن تجھے اڑائے لیے جاتی ہے اور تو اپنے نفس سے غافل ہے۔ بیدار تیاں نہیں کہ تو منزل کے قریب پہنچ گیا ہو اور مسحت ملے کر چکا ہو اور یہ بات تجھے اس وقت حاصل ہوگی جب جتنی مسحت پائے گا، اس میں عمل کرے گا۔

عملِ صلح میں غفلت اور تاخیر سے پرہیز :- مثلاً کسی کے دو بھائی عاتب ہوں اور ایک دوسرے دن آئے گا دوسرا سب کے بعد تو وہ شخص دوسرے کے آنے کی انتظار نہ کرے گا بلکہ جو دوسرے دن آئے گا اس کے آنے کا بندوبست کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیاری قریب والے کے انتظار سے ہوا کرتی ہے۔ اس صورت میں جو موت کے آنے کا انتظار صلح کے بعد کرے گا تو اس کا دل اسی مدت سے متعلق رہے گا۔ درمیانی وقتوں پر دھیان نہ دے گا بلکہ ان کو بھول جائے گا۔ ہر روز صبح کو اسی کا شکر رہے گا کہ ابھی صلح کامل پڑا ہے اور شروع اسی دن کو چاہتا ہے جس میں موجود ہے جو دن گزرتے جاتے ہیں۔ ان کو کم نہیں کرتا اور یہ امر اس کو بیش عمل پر جلدی نہیں کرتے دیتا اس لیے کہ اپنے نفس کے لیے بیش محتاج اس صلح میں تصور کرتا ہے۔ اس بوجہ سے عمل میں تاخیر کرتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ :- حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں تم میں سے کوئی انتظار نہیں کرتا مگر تو انگری کی جو مانگ ہے یا مفلسی کی جو طاعت سے بھلا دیتی ہے یا مرضِ مسلک یا برصِ ملک یا عجزِ ملک کو خم کرتا ہے یا موتِ جلدی کہ جس کی وجہ سے کوئی کم ثواب کا نہ بن پڑے یا دجل کا اور دجل برا عاتب ہے کہ اس کا انتظار کیا جائے یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت نہایت سخت اور ترسناک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے قیمت جان۔ اپنی جوانی کو بچا پے سے، تندرستی کو بیماری سے اور

تو ہماری کو مطلق نور فراغت کو قفل سے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نعمتان مغبون فبمنها کثیر لمن الناس الصحنه والغراخ "و نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں۔ ایک سردستی اور فراغت۔"

فائدہ :- انسان ان دونوں نعمتوں کو قیمت نہیں سمجھتا اور جب جائی راقی ہے تب ان کی قدر جانتا ہے۔  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خوف کرتا ہے وہ لوہ رات میں چلا ہے اور وہ نخل کو پہنچ جاتا ہے۔ سن لو کہ خدا تعالیٰ کی متاع ہماری نور قیمتی ہے اور اچھ ہو کہ خدا تعالیٰ کی متاع جنت ہے۔

حدیث نمبر 5 :- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جات الراجفتہ سمعا الراجفتہ جات السموت بسا فہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غفلت یا غفلت ملاحظہ فرماتے تو بلند آواز سے پکارتے انکم السموت راتینہ لازمہ اما بشقاؤہ اما لسماعہ لازمی طور پر عمل سمجھارے پس موت آئی ہوگی بد بختی لے کر یا سعادت لے کر۔"

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے تو جب قیامت کا ذکر ہوتا تو اسے بلند آواز سے بیان فرماتے اس وقت آپ کا چہرہ مبارک جوش سے سرخ ہو جاتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت جمو پاک سے باہر نکلے کہ آفتاب درختوں کی ٹہنیوں پر پہنچ گیا تھا۔ فرمایا کہ دنیا میں سے اسی قدر پلٹی ہے جتنا کہ اس دن سے پلٹی ہے۔ ارشد فرمایا کہ دنیا کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی کپڑا کہ شروع سے آخر تک پھٹ کر ایک دھلے میں پڑا رہے تو بید نہیں کہ وہ دھلا بھی ٹوٹ جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تقرر بیان فرماتے تو قیامت کے ذکر کے وقت اپنی آواز مبارک بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ ہو جاتا یا کسی شکر سے ڈراتے ہیں۔ فرماتے کہ صبح آئی اور شام آئی اور قیامت ان دونوں کی طرح بھیجی گئی ہے۔ روی اپنی دونوں آنکھوں کو ملا لیتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فمن بعد اللہ ان بعدہ بشرح صدرہ للاسلام (الانعام 125) ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ جسے راہ دکھاتا چاہے اس کا چند اسلام کے لئے کھول دتا ہے۔

اور فرمایا کہ جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کی کوئی پہچان بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں دنیا دھوکہ کے گھر سے الگ رہنا اور آخرت داد ہائی کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

**اقوال اسلاف :-** حضرت سدی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: الذی خلق الموت والحیوة لیبیلوکم ایکم (حسن عسلا (الملک 2) ترجمہ کنز الایمان :- وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کون موت کی یاد زیادہ کرتا ہے اور اس کی تیاری کون اچھی طرح کرتا ہے اور اس سے خوف اور ڈر بہت دکھتا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہیں کہ ایک پکارنے والوں پکارتا ہو کہ لوگو! الرحیل الرحیل (کوچ ہے، کوچ ہے)۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے: انہا لاحدی الکبر نفیر البشر لمن شاء منکم ان ینتقم او یناخز (الدثر 35 تا 37) ترجمہ کنز الایمان: بے شک دونوں بہت بڑی چیزوں میں ایک ہے آدمیوں کو ڈراو اسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔ یعنی موت کی تقدیم و تاخیر

**حکایت :-** عجم مولیٰ بن حم کہتے ہیں کہ میں عمار بن عبداللہ کے پاس گیا بیٹھا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جلدی سے سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ کس لیے آئے؟ میں ابک انتظار میں ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کس چیز کا انتظار ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے، میں ملک الموت کا منتظر ہوں۔ یہ سن کر میں دلہن چلا آیا اور وہ نماز میں مصروف ہو گئے۔

**حکایت :-** حضرت داؤد علیہ السلام رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی نے ان سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے آجائے۔ میں اپنی جان نکلے تک کاموں قیامت جانتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاخیر ہر چیز میں بہتر ہے، بجز اعلیٰ آخرت کے مندر رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار سے سنا ہے کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے: اے کم بخت عمل پر جلدی کر۔ اس سے پہلے کہ موت آجائے اور اس جملہ کو بار بار کہتے تھے یہاں تک کہ میں نے رابطہ ہارنا اور مجھے نہیں دیکھتے تھے۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ میں فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی کرو کیونکہ یہ چند سانس ہیں، اگر رک گئیں تو تم سے وہ عمل نہ ہو سکے گا جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکتے ہو۔ خدا تعالیٰ رحم کرے اس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے کتابوں پر دے۔ پھر یہ آیت پڑھی انسا نعدلہم عذاباً (مریم 84) ترجمہ کنز الایمان: ہم تو ان کی گنتی پوری کر سکتے ہیں۔

**فائدہ :-** سانس کی مراد سے ہے آخری شمار پر انسان کی جان نکلتی ہے، پھر اس کے بعد اپنے عمل کی جدائی، پھر اس کے بعد قبر میں داخل ہونا۔

**حکایت :-** حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی موت سے پہلے بہت سخت ریاضت شروع کی۔ میں نے کہا کہ آپ صحت نہ کریں اور اپنے نفس پر کچھ تری کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے وہ



کے قریب پہنچتے ہیں تو جتنی دُڑان میں ہوتی ہے اس کا زور اسی وقت ٹالتے ہیں اور جو مدت کہ میری موت کی ہفتی سے 'وہ اس سے بھی کم ہے۔ غرضیکہ مرتے دم تک اسی طرح عمل کیا اور اپنی پیروی سے فرماتے کہ اپنی سواری کس لئے اس لئے کہ جنم پر اترنے کی کوئی چیز نہیں یعنی اس پر اترنے کی چیز اعلیٰ ہی ہوں گے تو ان میں کوشش کر۔

کسی خلیفہ نے اپنے منبر پر یہ کہا کہ اے بندگن خدا تعالیٰ عزوجل سے 'دو' بتانا تم سے ہو سکے اور ایسے لوگ ہو جاؤ جن کو بیچ سناٹی سکتی ہو اور ہو شیار ہو گئے ہوں اور جان لیا ہو کہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے تو اس کو آخرت کے عوض میں دے ڈالا ہو اور موت کے لئے تیار ہو جاؤ کہ سر پر کھڑی ہو اور کوچ کی تیاری کرو کہ وہی بڑی مشکل ہے اور جو عرصہ ایسا ہو کہ سیکھ سے کم ہو 'وہ کثرت ہونے کے لئے زیبا ہے اور جس غلبہ کو سننے ذات دن لے چلے آتے ہیں 'وہ جلد آنے کے لائق ہے اور جو آنے والا کہ نہ جانتا ہو کہ قلع پر پر ہو گا یا بد بختی پر 'وہ عہد سلطنت کرنے کا مستحق ہے۔ اپنے رب تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار وہ ہے جو اپنے نفس کی خیر خواہی کرے اور مرنے سے پہلے توبہ کرے اور اپنی شہوت پر غلبہ ہو 'اس لئے کہ اس کی موت کا عمل تو اس سے پوشیدہ اور زندگی کا حرص اسے لیب دیتا ہے اور شیطان اس پر مقرر ہے کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہے تاکہ جلا رہے اور گناہوں کو اس کی نظروں میں اچھا کرنا ہے تاکہ ان کا مرتکب ہو یہی تک کہ اس کی موت اس کے سر پر آئے اور یہ سب سے زیادہ اس سے غافل ہو۔

یاد رکھو کہ تم میں اور بہشت اور دوزخ میں صرف موت ہی ہے تو بڑا افسوس ہے اس فطرت والے پر جس کی زندگی اس پر محبت ہو اور اس کے دن ہی اس کو بد بختی میں لے ڈوبیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو ایسے لوگوں میں بنائے جو نعمت سے محروم نہ ہوں اور نہ کسی گناہ کی وجہ سے طاقت الٰہی میں قصور کریں اور نہ مرنے کے بعد حسرت اٹھائیں۔ وہی دعا سننے والا ہے اور اس کے ہاتھ میں بھڑی ہے اور وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

فائدہ :- بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا فتنتم انفسکم و نر بصنم و ار بنتم و غرنکم الامانی حننی جآء اعرالہ و عزکم باللہ الغرور (الحدید ۱۶) ترجمہ کنز الایمان: تم نے اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی پرانی نکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طبع نے تمہیں فریب دیا یہی تک کہ اللہ کا علم آگیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

تفسیر :- خیالوں پر جب تک آپہنچا 'حکم اللہ عزوجل کا اور تم کو سکھایا اللہ تعالیٰ کے نام سے اس دعا پڑھو۔ اور فرمایا کہ فتنتم انفسکم سے مراد شہوت و لذت ہیں اور ترہتم سے مراد توبہ کے لئے انتظار اور تاخیر اور ار بنتم سے مراد اور امر اللہ سے مراد موت ہے۔

حضرت حسن و حسہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد اور راست پر رہو کہ تمہوڑے دن زندگی کے ہیں۔ تم مسافر ہو 'ایک کی طلی ہو جاتی ہے اور وہ چلا جاتا ہے۔ وہ مڑ کر نہیں دیکھتا 'تم تو دنیا سے جو تمہارے سامنے ہے 'مہم حج لے کر نکل سکتی کرو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم سب مہمل ہو اور تمہارا بل عارت ہے۔ مہمل جانے والا ہے اور عارت جس کی ہے اس کے پاس جانے والا ہے۔

ابو عبیدہ ثمالی کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مرض الموت میں گئے تو انہوں نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ تم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہم سب کو جنت میں جگہ دے۔ یہ ایک کملی ٹنکی ہے اگر تم مہر کرو اور سچا جانو اور تقویٰ اختیار کرو۔ ایمانہ ہو کہ اس خبر کو اس مکان میں ڈالو اور دوسرے سے نکل دو۔ جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ ان کے پاس جو چیز صبح کو آئی تو شام کو چلی گئی۔ کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ اعلیٰ مکان بنوایا بلکہ آپ نے اپنے لیے علم لوٹھا کیا۔ اسی طرف آپ مسند ہوئے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز کی رغبت کرتے ہو۔ بخدا کہ تم اور موت کو یا اکٹھے ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو صرف ایک ہی عیش آخرت میں کوشش کرے۔ ایک ٹکڑا کھالے اور پرانا کپڑا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عہد میں کوشش کرے اور خطا پر روئے اور عذاب سے گریز کرے رحمت کا ڈھل رہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت اس محل پر آئے۔

عالم اہل رحمت اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قبیل رفاشی نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صاحب لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اپنے نفس سے غافل نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ معاملہ خاص تم سے ہو گا نہ ان سے اور یہ نہ کہو کہ وہاں سے ہو آؤں اور وہاں کا پھر نگاہوں کہ اس صورت میں وقت ضائع جاتا رہے گا اور موت تمہارے اوپر مصیبت ہے۔ وہ معلوم نہیں کس وقت آئے اور جیسے جی ٹنکی پرانے گندہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تم نے کوئی چیز بھی نہ دیکھی ہوگی۔

شدۃ موت اور اس وقت کے اعمال صالحہ :- اگر انسان پر کوئی ہول اور کوئی اور عذاب بجز کثرت کی سختی کے نہ ہو تا تو بھی اس لائق تھا کہ اس کا عیش تلخ اور سرور کدر ہو تا اور سرور غفلت سے علیحدہ رہتا اور موت کے بارے میں فکر کرے اس کی تیاری کر تا بالخصوص ایسی صورت میں کہ وہ ہر لمحہ اس کے ور ہے ہے۔ چنانچہ بعض حکماء فرماتے ہیں کہ تیری خفیاں دوسرے کے ہاتھ میں ہیں۔ تجھے معلوم نہیں کہ تجھ پر کب آئیں گی۔

پند لقمان حکیم :- حضرت لقمان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا محل تجھ کو معلوم نہیں کہ کب آئے گی اس سے پہلے کہ وہ اچانک آئے تو اس کی نیا کر لے اور تجب ہے کہ آدمی اگر بڑی سے بڑی لذت میں اور عمدہ مجلس اور تماشے میں محو ہو اور یہ تصور کرے کہ ایک سپاہی اگر پانچ لاکھیاں مارے گا تو وہ لذت خاک میں مل جائے گی اور عیش میں کدورت آجائے گی۔

سکرات الموت :- سب کو معلوم ہے کہ ملک الموت موت کی سختی میں غفلت کے وقت لائے گا کوئی کچھ کہ اس سے کچھ عیش کدر نہیں ہو گا۔ اس کا سبب محرمات اور دھوکہ کے اور کیا کتا چاہیے اور جس قدر تکلیف

کہ نزع (سکرات) میں ہوتی ہے اس کی ہیئت بجواس قیاس کے کہ اسے پچھلے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔

سکرات کا مزہ معلوم کرنا :- انسان اسے درد طرح سے معلوم کر سکتا ہے۔ (1) عام دردوں پر قیام کرنے سے جو اسے ہوتے ہوں۔ (2) لوگوں کا حال نزع میں دیکھ کر وہ نہایت کرب میں ہوتے ہیں۔ پس اس کے قیاس کی صورت یہ ہے کہ جس عضو میں جان نہیں ہوتی اس کو درد محسوس نہیں ہوتا اور جب اس میں جان ہوتی ہے تو درد محسوس ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ درد کو محسوس کرنے والی روح ہے۔ جب کسی عضو میں زخم لگتا ہے یا سوزش ہوتی ہے تو اس کا اثر روح پر پکچتا ہے اور جس قدر اثر روح پر پکچتا ہے اسی قدر اس کو درد ہوتا ہے اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ میں تقسیم ہو جاتا ہے تو روح کو صرف قہوڑا ہی صدمہ ہوتا ہے تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح پر ہو تو ظاہر ہے کہ یہ درد نہایت سخت ہوگا۔

نزع کا معنی :- نزع کا یہی معنی ہے کہ روح پر صدمہ ہوتا ہے اور اس کے تمام اجزاء میں درد پھیل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اجزائے روح میں سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی ہوئی ہے کوئی چیز باقی نہیں رہتی جس میں درد نہ ہو مثلاً کسی کو اگر کٹنا لگتا ہے تو درد محسوس ہوتا ہے تو صرف روح کے اس حصہ میں جو اس جگہ لی ہوئی ہے جہاں لگتا لگا ہے اور بچنے کی تکلیف اس لیے زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ آگ کے اجزاء تمام بدن میں سرایت کر جاتے ہیں۔ کوئی عضو ظاہر و باطن ایسا نہیں رہتا جس میں آگ نہ لگی ہو تو جو روح کے ان اجزاء میں پھیلی ہوئی ہے اس کے اجزائے مدہانی ہر ایک جگہ پر درد کا صدمہ سکتے ہیں اور زخم تو فقط اسی جگہ پر ہوتا ہے جہاں لہذا وہی لگا ہے۔ اسی وجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی بہ نسبت کم ہوتی ہے اور درد کی تکلیف روح پر ہوتی ہے اور اس کے تمام اجزاء کو عید ہوتی ہے اس لیے کہ ہر ایک رگ و پے میں سے کچھ کچھ لگتی ہے۔ کوئی اجزاء اور جوڑا اور ہڈی اور کھل سر سے پاؤں تک باقی نہیں رہتی جس میں سے نہ نکلی جاتی ہو تو اس کی تکلیف اور سختی کو مت پرچھو۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ موت لکھنوں کی ضرب اور آگ کے چرنے اور مفرط سے کترنے کی بہ نسبت بہت سخت ہے کیونکہ لکھنوں وغیرہ سے بدن کا کٹنا اس لیے تکلیف دہ ہے کہ اس میں روح ہوتی ہے تو جب خاص روح پر صدمہ ہو تو کیسے سخت نہ ہو۔

سوال :- لکھنوں اور مارنے کی تکلیف میں کونسی چیز میں فریاد و چیخ کچھ نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :- جب کسی دل اور زبان میں قوت رہتی ہے تو درد محسوس ہوتا ہے لیکن نزع میں موت کی سختی دل اور زبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہے اور تمام قوت کو ضائع کر دیتی ہے اور ہر ایک عضو مست ہڈ جاتا ہے۔ اسی لیے قوت فریاد کی باقی نہیں رہتی۔ یہ اصل کو پریشان کر دیتی ہے اور زبان کو گونا گونا بیانی ہے اور ہاتھ پاؤں کو ڈھلا کر دیتی ہے۔ انسان اس وقت ہوتا ہے کہ اگر میں پڑے تو آہ اور غوطہ اور فریاد کرے مگر میں ہو سکتا اس میں قوت رہتی ہے تو

جہاں نکلے وقت اور اس کے کھینچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرض کی آواز سنائی دیتی ہے، رنگ بدل کر ٹھنڈا ہو جاتا ہے گویا جس مٹی سے بنا تھا، وہی اس سے ظاہر ہوئی۔ تمام رگیں جتنی ہوئی ہیں، اس لیے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے، یہاں تک کہ آنکھ کے ڈھیلے لوہے چڑھ جاتے ہیں اور ہوتھ سکر جاتے ہیں اور زبان کی جڑ کی جانب کو کھینچ جاتی ہے اور خضے لوہے کی طرف کو ہوا جاتے ہیں۔ انگلیاں سودا جلتی ہیں تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جس کی ہر ایک رگ تپتی ہوئی ہے۔ اگر ایک رگ کھینچتی ہوئی تو اس کا درد بہت ہوتا۔ جب ساری جان ہی درد میں لگتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے تو اس کی تکلیف کیوں نہ زیادہ ہوگی۔

جسم سے روح نکلنے کی ترتیب :- نزع کے وقت ہر ایک عضو سے بتدریج روح نکلنے لگتی ہے، اس لیے دونوں پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ نہر پڑ لیاں، نہر رائیں، پھر ہر ایک عضو میں نئی نئی نزع لگتی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موت گئے تک پہنچتی ہے۔ اس وقت اس کی نظر دنیا اور اہل دنیا سے علیحدہ ہوتی ہے اور دوزخ تو بہ کا اس پر بند ہو جاتا ہے اور حسرت و ندامت اس پر جما جاتی ہے۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نقیبا، نوبتہ العبد مامم بغرضہ "بندے کی توبہ قبول ہوتی ہے جب تک گنہ میں غرق نہ بن جائے۔"

فاکدہ :- حضرت عیاد رحمۃ اللہ تعالیٰ آیت تفسیر میں فرماتے ہیں ولبت التوبة للذين يعملون السبلات حتى اذا حضر احدہم الموت قال انی نیت الان (ان شاء اللہ) 18 ترجمہ کنز الایمان :- اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے کہ اب میں نے توبہ کی۔ اس سے مراد وہ وقت ہے جب ملک الموت نکلے اور فرشتے محسوس ہوں۔

خلاصہ :- سختی موت کا جزو اور اس کی سختی شدت نزع کے وقت حلق بیان نہیں۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہم ہون علی محمد سکران الصوت "اے اللہ! آسمان کو محمد پر موت کی سختیوں۔"

فاکدہ :- لوگ اس مصیبت سے بے نیاز نہیں بن سکتے اور اسے برا نہیں سمجھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہیں، اس لیے کہ چیزوں کے موجود سے پہلے اور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انجام و لواہیات موت سے بہت خوف رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حواری اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ مجھ پر موت کی سختی آسمان فرا دے، اس لیے کہ میں موت سے انتظار کرتا ہوں کہ اس کے خوف کی وجہ سے مرا جا رہا ہوں۔

حکایت :- جنتی امرا نیکل کے چند آدمی ایک قبرستان پر گزروے اور آپس میں کہا کہ آؤ دعا مانگیں کہ ان قبروں سے

ایک شخص نکلے اور اس سے پوچھیں۔ لوگوں نے دعا کہ دیکھا ایک شخص افغانوں کی آنکھوں کے دو مہینوں میں مجھ سے  
کائناتیں تھا اور ایک قبر میں سے نکل کر آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ تو کو تمہاری کیا فرض ہے؟ مجھے پچاس سال ہوئے کہ  
موت کو چمکا ہے۔ ابھی تک اس کی سختی میرے منہ سے نہیں گئی۔

حدیث :- حضرت نبی بنی عاتکہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی  
دیکھ کر کسی کی موت کی آسانی پر مجھے رشک نہیں ہوتا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قریلا کرتے کہ اٹھی تو جان کو پتھوں اور پتھریوں اور انگلیوں سے نکالتا ہے تو  
میرے اوپر موت کو آسان فرما۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور نکلے میں رکنا بیان  
فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کی تکلیف میں تین سو کھوار کے درد کے برابر ہے اور آپ سے شدت موت کا حال پوچھا  
گیا تو فرمایا کہ آسان سے آسان موت ایسی ہے جیسے پاؤں میں کھانا ہو کہ جب وہ نکلتا ہے تو بلا ایذا نہیں نکلتا۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو ایس پر مگرزتا ہے مجھے معلوم ہے۔  
کوئی رگ اس کی ایسی نہیں جسے موت کی تکلیف نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہ ہو گے تب بھی مو  
گے۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے ہزار کھواروں کا درد مجھ پر بہتر ہے مرنے کی بہ نسبت  
آسان ہے۔

اقوال اسلاف صالحین :- حضرت امی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں تحقیقاً معلوم ہوا ہے کہ مردے کو شدہ  
موت کا درد قبر سے دوبارہ اٹھنے تک رہا کرتا ہے۔

شہداء بن اویس رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت میں موت سے بڑھ کر نہیں  
اور وہ آروں سے چرنے اور مقررہوں سے کترنے اور ہڈیوں میں اٹھنے کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ اگر ہا فرض مردہ  
زندہ ہو کر دنیا والوں کو موت کی تکلیف شلے تو وہ اپنی زندگی سے نفع نہ اٹھائیں نہ خواب سے راحت پائیں۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کو کچھ درجہات باقی رہتے ہیں کہ عمل کی وجہ سے  
ان پر زمین پہنچے گا تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے تاکہ اس کی وجہ سے اپنا درجہ جنت میں حاصل کر لے اور  
جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جس کا بدلہ ہمیں دیا جائے گا تو اس پر موت میں آسانی کر دی جاتی ہے تاکہ اپنی نیکی  
کا بدلہ دنیا میں لے پھر سیدھا دوزخ میں چلا جائے۔

بعض اکابر اکثر مریضوں کے پاس جا کر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ جب وہ خود مرض میں مبتلا ہونے  
تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ہمیں موت کیسی محسوس ہوتی ہے۔ کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آگ

لما ہے اور میری مدح ایک سولی کے ٹاکے سے نکلتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت الفجاءہ راحۃ للمومن واسف علی الفاجیر "موت مسلمان کے لیے راحت اور بدکار کے لیے القوس ہے۔"

حضرت کھول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ہل موبہ کے ہاؤں میں سے آسمان اور زمین کے باشندوں پر رکھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب مرجائیں اس لیے کہ ہر ہل میں موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے۔  
موسیٰ ہے کہ اگر ایک قلعہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو مکمل جائیں۔

وفات ابراہیم علیہ السلام :- ابراہیم علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیا پایا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ جیسے گرم بخ تر روٹی میں رکھی جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے۔ حکم ہوا کہ ہم نے تجھے لوہر موت میں آسانی فرمائی ہے۔

وفات موسیٰ علیہ السلام :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدح جب اللہ تعالیٰ کے پاس گئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے موت کو کیا پایا؟ عرض کیا کہ میں نے اپنے عیس کو ایسے پلا جیسے زندہ چڑیا کو دیکھی میں ڈال دیا جائے نہ وہ مرنے سے نہ اسے نجات ملتی ہے کہ اڑ جائے۔

فائدہ :- ایک روایت میں ہے کہ اپنے عیس کو ایسے پلا جیسے زندہ بکری کی کھل قصاب کے ہاتھ سے اترے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصل کا وقت :- بوقت وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اللہم ہون علی سکرنا الموت "اے نبی مجھ پر موت کی سختیاں آسمان فرما" اور حضرت بی بی فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی تھیں کہ بایا جان تو تم پر کتنی سختی تھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تجھے پاپ پر سختی نہیں ہے۔

حکایت :- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب بنہار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کچھ موت کا محل بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ موت کا محل ایسا ہے جیسے کانٹے دار لمبی شلخ کی آدی کے اندر داخل کر دی جائے اور اس کا ہر کٹنا اس کی ساری رگوں میں چبھ جائے اور پھر اس شلخ کو کوئی بڑا طاقتور انسان پکڑ کر کھینچے کہ جو ہاتھ میں آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا۔

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ موت کی سختی کھینچتا ہے اور اس کا ہر جوڑا ایک دوسرے پر سلام کر کے کہتے ہے کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہیں۔

فائدہ:- یہ عمل موت کی سختیوں کا اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور نبیوں پر ہے اور ہم لوگ جو مومنوں میں غرق ہیں ہمارا کیا عمل ہوگا؟ ہمارے لیے تو موت کے سکرات کے سوال اور مصیبتیں بھی آئیں گی۔

مصائب الموت :- موت کی تین مصیبتیں ہیں۔ (۱) جان کنی کی سختی جس کا ذکر اوپر ہوا۔ (۲) ملک الموت کی صورت کہ اس سے خوف اور ہشت ہوگی۔ اس کی صورت ایسی ہے کہ اگر سب سے زیادہ طاقتور اور زور آور انسان ملک الموت کی وہ صورت دیکھے جس سے کہ وہ گنہگاروں کی جان نکلا ہے تو اسے تاب دیکھنے کی نہ ہو۔

ملک الموت اور ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو :- موی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تم مجھے وہ صورت دکھاؤ جس میں تم گنہگار کی مدح قبض کرتے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں دکھا سکتا ہوں مگر آپ کو تب نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ تب کیوں نہ ہوگی؟ ملک الموت نے کہا 'منہ پھیرے۔ جب آپ نے منہ پھیرا اور پھر دوبارہ ان کی طرف دیکھا تو ایک سیاہ آدمی بل کھڑے ہوئے 'بدردار کالے کپڑوں والا کھڑا ہے اور اس کے منہ اور نگوں سے آگ کی لپٹ اور دھواں نکلتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فحشی آئی۔ پھر جب ہوش میں آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کے وقت بجز تھارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہ ہو تو اس کی کیا تکلیف ہے۔

ملک الموت اور داؤد علیہ السلام کی ملاقات :- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام غیور تھے۔ جب باہر جاتے تو دروازہ بند کر جاتے۔ ایک دن دروازہ بند کر کے گئے۔ ان کی بیوی نے گھر میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس آدمی کو یہاں کون لایا ہے۔ اگر داؤد علیہ السلام آئیں گے تو اس پر مصیبت آئے گی۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اس شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ نہ بادشاہوں سے ڈروں نہ دروہوں سے۔ آپ نے فرمایا مظلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو۔ یہ کہہ کر حضرت داؤد علیہ السلام کھیل میں چھپ گئے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مردہ بولا :- حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کھوپڑی سے گزرے۔ اسے نوحہ کواری اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے بول۔ اس نے کہا 'اے روح اللہ میں فلاں زندہ کا بدوشہ ہوں۔ جس وقت کہ میں تاج سر پر رکھ کر بیٹھا تھا تو میرے تخت کے گرد میرے نوکر ہاکر موجود ہوتے تھے۔ ایک دن اچانک مجھے ملک الموت نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی میرے تمام جوڑے اچھے ہو گئے 'پھر میری جان اس کی طرف نکل پڑی۔ پس کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت تترہق ہوتی اور وہ انس و ملت و حشت و نفرت سے بدل جاتی۔

فائدہ:- یہ مصیبت گنہگاروں کو بھگتنی پڑتی ہے اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرنے والے اس سے محفوظ رہتے ہیں اور انبیاء علیہ السلام نے صرف شدت جان کنی کی پہچان کی ہے 'اذا خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے ہوتا ہے' اس کو

بیان نہیں فرمایا۔ اگر آدمی اس کو خواب میں بھی دیکھ لے تو اپنی عمر میں بخ ہو جائے تو جو اس محل میں اس کو دیکھتے ہوں گے۔ ان کا کیا حال ہو گا اور مطلع آدمی اس کو نسلت حسین اور تکمیل صورت میں دیکھتا ہے۔

اطاعت گزار اور ملک الموت :- حضرت عکرمہؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مدفونہ والے تھے۔ ان کا ایک جھوٹا جس میں عیادت کرتے تھے۔ جب باہر جاتے تو اس کو بند کر کے چلتے۔ ایک دن واپس آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تجھے میرے گھر میں کس نے داخل کیا؟ اس نے کہا کہ گھر کے مالک نے۔ فرمایا کہ کمر تو میرا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس نے بھیجا ہے جو مجھ سے اور تجھ سے دونوں سے زیادہ مالک ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ عرض کیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی مدح نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھائی ہو۔ اس نے عرض کیا ہاں اور منہ پھیرے تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر ہو مڑ کر دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا۔ رولوی نے اس کے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تمہاری دیدار ہو جائے اور کچھ ڈوب و فیو نہ ملے تب بھی اس کو کافی ہے۔

موت کے وقت کرنا :- کاتین کا دیدار :- حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مرد مرے گا تو اس کے سامنے دو فرشتے اس کے عمل لکھنے والے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر وہ محض طمع ہوتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے تجھے جزائے خیر دے۔ بہت سی اچھی مجلسوں میں تو نے ہمیں بٹھایا اور بہت سے نیک کاموں میں ہم کو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہماری طرف سے خیر کا بدلہ نہ دے کہ بہت سی بری مجلسوں میں تو نے ہمیں بٹھایا اور برے کاموں میں حاضر کیا اور بری باتیں سنوائیں۔ خدا تجھے جزائے خیر نہ دے اور یہ حال اس وقت ہوتا ہے جب مرد کی آنکھ ان پر پڑتی ہے اور پھر کبھی دنیا کی طرف نہیں پھرتا۔

موت کے وقت دونوں نظر آتی ہے :- جنہاں کو موت کے وقت ان کا ٹھکانا دونوں نظر آتا ہے جسے دیکھتے ہی ڈرتا ہے۔

قائد :- اس لیے حالت جان کنی میں مرد قوی ست ہو جاتے ہیں اور بدن ٹھنکے کے لیے تیار تلخ حکم ہوتی ہے لیکن دھن جب تک ملک الموت کا ایک غم نہیں سن لیتیں اس وقت تک نہیں ٹھنکیں۔ اس کے نئے لادیں۔ (1) اے دشمن خدا تو لاؤ لاؤ کی خوشخبری سن۔ (2) اے دلی اللہ تو بہشت کی خوشخبری سن۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی دنیا میں سے ہرگز نہ نکلے گا جب تک کہ اپنا ٹھکانہ نہ جان لے اور اپنا بیشک جنت یا دوزخ میں سے نہ دیکھ لے۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احب الغناء لله احب الله نعا، ومن كره الغناء لله كره الله لغاه "جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے کو محبوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کو محبوب جانتا ہے اور جو اس کے لئے کو برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کو برا جانتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ مومن پر جو چیز آئے واپس ہے اگر آسان کر دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کو محبوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے کو۔"

حکایت :- حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر شب اپنی ہان کئی کی حالت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دیکھو کیا وقت ہے۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ سرخ ستارہ نکل آیا ہے یعنی صبح صادق ہو رہی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں پہلا مانگتا ہوں خدا تعالیٰ سے کہ صبح کو دوزخ میں جاؤں۔

حضرت ابو ہریرہؓ پر نزاع کا وقت :- مروان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزاع کے وقت گیا اور کہا کہ اہی اس پر آسلی کر۔ آپ نے فرمایا کہ اہی بخنی کر۔ پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا اہی اس وجہ سے نہیں دوتا کہ دنیا کا ہے یا تمہاری جدائی کا نتیجہ ہے مگر میں اپنے مردوں میں سے ایک پر نظر کر رہا ہوں۔ جنت کا وہ یا دوزخ کا۔

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اس کی مدح میرے پاس لا تا کہ میں اس کو راحت دوں۔ اس کے عمل سے مجھے بھی کافی ہے کہ میں نے اس کا امتحان کیا تو جیسا میں چاہتا تھا اس کو دہرایا۔ ملک الموت صبح باجی سو فرشتوں کے اس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتوں کے پاس بھولوں کی چمڑیاں اور زعفران کی شانیں ہوتی ہیں۔ ہر فرشتہ اس کو بخنی بشارت سناتا ہے اور اس کی مدح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو منوں میں گھستے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ان کو شیطان دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر جھپٹیں اور وحاشیں مارتا ہے۔ اس کا لشکر اس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم کو کیا نہیں سوچتا جو مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے۔ تم کہل تھے کہ اس کی خبر نہ لی۔ لشکر کی کہنے ہیں کہ ہم نے تو بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ بخنی کیا۔

فائدہ :- حضرت حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایماندار کو راحت بخود ارہی کے نہیں اور جس کی راحت خدا تعالیٰ کے لئے میں ہوتی ہے تو موت کا دن اس کے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے۔

حکایت :- کسی نے ہار بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ حسن بھری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب وہ ان کے پاس تشریف لے گئے تو لوگوں نے کہا کہ حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ انہوں نے اپنی آنکھ ان کی طرف اٹھائی اور کہا کہ لو بھلی اب ہم تم سے جدا ہو کر

جنت یا دوزخ کی طرف جلتے ہیں۔

فائدہ :- محمد بن واسع رحمۃ اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت فرمایا کہ بھائیو اسلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اس صورت میں کہ خدا تعالیٰ عزوجل مجھ سے دو گزر فرمائے۔ بعض اکابر نے تمنا کی کہ بیش جان کنی میں رہیں نہ تو لب کے لیے انھیں نہ عذاب کے لیے۔

خاتمہ کے براہوں کے خوف نے عارفوں کے دل کلڑے کلڑے کر دیئے ہیں اور واقع میں موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمہ کے براہوں کا عمل اور اس سے عارفوں کا شدت سے خائف رہنا ہم باب خوف و رجاء میں لکھ آئے ہیں اور وہ اس جگہ کے لائق ہے مگر لاہم لکھنے سے ہم طوالت نہیں کرتے۔

حسن خاتمہ کی علامت :- مرنے کے وقت انسان کی بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ساکن ہو اور اس کی زبان کلمہ شہادت سے گویا اور دل اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت کے لیے تین باتوں میں توقع بہتری کی جانو۔ (۱) اس کی پڑھائی پر پابند ہو۔ (۲) آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوں۔ (۳) لب خشک ہوں۔ یہ علامت خدا تعالیٰ کی رحمت کی ہیں۔

برا خاتمہ (محلہ اللہ) :- اگر گھاکھونٹے ہوئے کی طرح ٹھرانے لے اور رنگ سرخ ہو اور لب میاں لے ہوں تو یہ علامت خدا تعالیٰ عزوجل کے عذاب کی ہیں۔

زبان پہ کلمہ شہادت :- زبان سے کلمہ شہادت کا لکنا خیر کی علامت ہے۔

احادیث :- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات وهو يعلم ان لا اله الا الله دخل الجنة ”جو شخص مرے اور وہ جانتا ہو کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ تعالیٰ (عزوجل) کے“ داخل ہوگا جنت میں۔“

فائدہ :- حضرت عبداللہ کی روایت میں ”علم کی جگہ شہادہ ہے۔“

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کرو“ اس لیے کہ جس کا خاتمہ اس کلمہ پر ہوگا وہ اس کا خوشہ جنت کے لیے ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے مرنے والے کو صحت کرو اور کلمہ طیبہ کی تلقین کرو“ اس لیے کہ وہ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اس کے دل کو دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ پھر اس کے جڑے چوڑے کیے تو دیکھا کہ اس کی زبان کی نوک تلو میں لگی ہوئی ہے اور وہ کلمہ طیبہ کہہ رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی۔

مسئلہ :- تلقین کرنے والے کو چاہیے کہ تلقین میں امر اور نہ کہے بلکہ نرمی سے کہے۔ اس لیے کہ بعض لوگ مریض کی ذہن بولنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس وقت اس پر یہ امر گویا گزر رہا ہے باخبر تلقین کو کر دی جائے گا ہے اور کہہ کر دیا جھٹکتا ہے۔ (معاذ اللہ) اس سے خوف نہ کر، کیسے خاتمہ برآں ہو جائے۔

فائدہ :- اس کا مطلب ہے کہ انسان مرے اور اس کے دل میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے سوانہ ہو۔ جس صورت میں کہ اس کا مطلوب سوائے واحد اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہ ہو تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اس کے حق میں نہایت راحت کی بات ہوگی۔ اگر دل دنیا میں مشغول اور اس کی طرف مشغول رکھنے والا اس کی لذتوں پر مستغرق ہوگا اور کہہ اس کی ذہن ہی پر ہوگا دل میں اس کا خیال نہ ہوگا تو معطلہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو راحت دے گا چاہے نہ دے اس لیے کہ صرف حرکت ذہن کم کا قیام کرتی ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے فضل سے قبول فرمائے۔

حسن عمن :- موت کے وقت حسن عمن مستحب ہے اور اس کا عمل ہم باب الرجا میں لکھ آئے ہیں۔

احادیث مبارکہ :- وائد بن ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے اور پوچھا کہ بتاؤ خدا تعالیٰ سے کیا گمان رکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے گمانوں نے تو مجھ کو ڈر دیا ہے اور بلائیت کے کنارے لگا دیا ہے مگر میں اپنے رب تعالیٰ سے رحمت کی توقع رکھتا ہوں۔ یہ سن کر وائد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور سب گمراہوں نے ان کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں تو وہ جو چاہے مجھ پر گمان کرے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک جوان پر نزع طاری تھی۔ فرمایا کہ تو خود کو اس وقت کیسا جانتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں آئیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو وہی دیتا ہے جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔

حکایت :- حضرت ثابت بن جریج رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جوان نیر مزاج تھا اور اس کی ماں اس کو نصیحت کیا کرتی اور فرماتی کہ بیٹا تجھے ایک دن آتا ہے۔ وہ دن یاد کر جب اس پر موت آئی تو اس کی ماں رونے لگی اور کہنے لگی کہ بیٹا میرا تجھے اسی دن سے ڈر لیا کرتی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے لیے ایک دن آتا ہے۔ اس نے کہا کہ اسے بخیر مہمان نوا رہا۔ رب رحمت احسان کرنے والا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسی قدر احسان سے مجھے محروم نہ فرمائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر حسن عمن کی وجہ سے رحم فرمایا۔

باب فرماتا ہے کہ ایک جوان بڑا تھا جب وہ مرے گا تو اس کی ماں نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کر۔ اس نے کہا

کہ ہاں میری انگوٹھی مجھ سے نہ اٹارنا، اس میں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔ جب وہ دفن کیا گیا تو خراب میں کسی نے دیکھا۔ وہ کہتا تھا کہ میری ماں سے کہہ دو کہ مجھے اسی کلمہ نے فائدہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمائی۔

ایک اعرابی بیمار ہوا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تو مر جائے گا، اس نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہاں لے جائیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اس نے کہا کہ اس کے پاس جیسے کو میں برا نہیں جانتا، وہ تو بیٹ میرے ساتھ اچھا سلوک ہی کرتا رہا ہے۔

متمربین سلیمان کہتے ہیں کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھ سے فرمایا کہ میرے سامنے معاملے کی آسانی کا ذکر کر دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کے ساتھ ملوں۔

مسئلہ :- اکابر علماء مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت مرنے کے سامنے ذکر اس کے عمل کی خوبیوں کا کیا جائے تاکہ وہ رب تعالیٰ سے حسن ظن کرے۔

حکایت :- اشعث بن اطم رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا (جس کا نام عزرائیل ہے اور اس کی دو آنکھیں ہیں، ایک چہرے میں ایک گردی میں) اے ملک الموت جب کوئی مشرق میں ہو اور کوئی مغرب میں ہو یا کسی جگہ دبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپس میں لڑتے ہوں تو تم ایسی صورتوں میں کیا کرتے ہو؟ ملک الموت نے کہا کہ میں ادراج کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکارتا ہوں۔ وہ میری ان دونوں آنکھوں میں ہو جاتی ہیں۔

فائدہ :- راوی کہتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے سامنے مثل فشت کے پھیل ہوئی ہے، جس کی چاہتا ہے اس میں سے روح لے لیتا ہے۔

ملک الموت کی باتیں :- ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ کیا بات ہے کہ تم لوگوں میں عدل نہیں کرتے۔ کسی کو پکڑ لیتے ہو، کسی کو چھوڑ دیتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا۔ مجھے احکام لکھے ہوئے مل جاتے ہیں، ان میں مردوں کے نام ہوتے ہیں۔

حکایت :- حضرت وہب بن منہ رحمت اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک پادشاہ قتل ہوا، اس نے کسی جگہ جیسے کی تیار کی۔ کپڑے منگوائے، وہ اچھے نہ تھے۔ دو مہر جوڑا منگوا لیا، میں تک کہ سب میں عمدہ جوڑا پہنا۔ اسی طرح پھر سواریاں منگوائیں، لہذا وہ سب سے عمدہ سواری تھی، میں اس پر سوار ہوا۔ پھر شیطان نے اس کے تختوں میں کچھ پھونک دیا۔ اس

سے مغرور ہو گیا۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ چلا تو ز غرور کی وجہ سے لوگوں کی طرف نہیں دیکھا۔ اسی دوران اس کے پاس ایک بوڑھے آدمی نے قربانہ صورت میں اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس نے گھوڑے کی یاگ پکڑ لی۔ پلوٹو نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تو نے بڑی گستاخی کی۔ اس نے کہا کہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ اس نے کہا کہ جب تک میں اتوں اتنی دیر ضرور جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ نہیں! ابھی ضرورت ہے اور ہاگ کو خوب دینا۔ پلوٹو نے کہا کہ کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ راز کی بات ہے۔ پلوٹو نے اپنا سر جھکا دیا۔ اس نے کہن میں آہستہ سے کہا کہ میں ملک الموت ہوں۔ پلوٹو کا رنگ بدل گیا زبان ٹکڑاڑنے لگی اور کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے کہ میں اپنے گھر جا کر اپنی ضرورت پوری کر لوں اور گھر والوں سے معاف کر لوں۔ اس نے کہا کہ اب مہلت نہیں۔ گھر اور اسباب کبھی دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر اس کی روح قبض کر لی۔ پلوٹو لکڑی کے کندے کی طرح گر پڑا۔

حکایت :- ملک الموت پلوٹو کے بعد ایک مومن سے ملا۔ اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ ملک الموت نے کہا کہ مجھے تم سے کہن میں کچھ کہنا ہے اور آہستہ سے کہن میں کہہ دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ اس نے کہا بہت خوب کیا! آپ تشریف لائے۔ مجھے مدت سے انتظار تھا۔ دوئے زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں کہ مجھے تم سے زیادہ اس کی ملاقات کا شوق ہو۔ ملک الموت نے کہا کہ اپنی ضرورت پوری کر لے جس کے لیے گھر سے لکا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے زیادہ محبوب و سرا کوئی کام نہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیے کوئی حالت پسند کر لے، کس حال میں تیری روح قبض کر لوں۔ اس نے پوچھا کہ یہ بات تم کر سکتے ہو کہ نہ ہو کہ نہیں! اس کی حکمت یہ تھی کہ اس نے اپنی ضرورت پوری کر لے۔ اس نے کہا کہ اتنی مہلت دو میں وضو کر کے نماز پڑھوں۔ جس وقت میں سجدے میں جاؤں اس وقت میری جان نکلی لیتا۔ ملک الموت نے یونہی کیا۔

حکایت :- ابو بکر عبد اللہ مرنی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں کسی نے بہت ملان جمع کیا۔ جب مرنے لگا اپنے لڑکوں سے کہا کہ مجھے میرے بل کے اقسام دکھاؤ اس کے سامنے گھوڑے اور اونٹ، اور غلام اور دھرمی اشیاء حاضر کر دی۔ جب اس نے ان باتوں کو دیکھا تو ان پر حسرت کر کے رو یا۔ ملک الموت نے روتے دیکھ کر کہا کہ رو تا کیوں ہے۔ تم ہے اس ذات کی جس نے تجھے یہ سب کچھ دیا ہے۔ میں تیرے گھر سے تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیجیے بغیر نہ نکلوں گا۔ اس نے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں ان کو تقسیم کر لوں۔ اس نے کہا کہ یہ نہیں ہوگا اب مہلت ختم ہو گئی مہلت سے پہلے کہیں نہ دے دیا۔ یہ کہہ کر اس کی روح قبض کر لی۔

حکایت :- ایک شخص نے بل جمع کیا تھا اور کوئی قسم بل کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان مہربان کر اس میں دو دروازے مضبوط لگائے تھے اور اس پر اپنے غلاموں کا پہرہ بٹھایا تھا۔ پھر اس نے اپنے بیگائے اکٹھے کیے اور ان کے لیے کھانا پکایا اور پانے تخت پر بیٹھ کر حالت میں بیٹھ گیا اور دو کھانے رہے۔ جب کھانے تو اپنے نفس سے کہا کہ اے نفس اب تو کچھ سلامتی ملے گی تو ان کے لیے کھانے کے اتنا بل جمع کیا ہے۔ ابھی یہ بات ختم نہ

ہوئی تھی کہ اس کے پاس ملک الموت فقیروں کے بھیس میں پرانے کپڑے پہنے اور گلے میں فقیرانہ کپڑا ڈالے آیا اور کو ایسے زور سے کھٹکھٹایا کہ وہ امیر ڈر گیا۔ تو کہہ چاکر اس فقیر کو کہنے لگے کہ تجھے کیا ہوا ہے؟ کہا اپنے آقا کو میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا آقا تجھ جیسے کی خاطر نکلتے گا، اس نے کہا کہ ہاں انہوں نے جا کر محل سنایا۔ اس نے کہا کہ تم نے اس کی خدمت نہ کی۔ فقیر نے دوبارہ دروازے کو چلی مرتبہ سے بھی زیادہ زور سے کھٹکھٹایا۔ سپردار اس کی طرف دوڑے۔ اس نے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دو کہ ملک الموت آیا ہے۔ نوکروں پر رعب چھا گیا۔ ان کے آقا پر ذلت و خواری آگئی۔ کہنے لگا کہ فقیر سے فری سے بہت کمزور ہو کہ اس کے عوض میں کسی اور کو لینا منظور ہے۔ ملک الموت نوکروں کے سامنے اس میں گھس گیا اور کہا کہ اپنے دل میں جو کرنا ہو کر لے۔ میں تیرے گھر سے اس وقت نکلوں گا جب تیری جان لوں۔ اس نے اپنا دل سامنے رکھ لیا اور دیکھ کر کہا کہ اے بل خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے ہی مجھے دیب تعلیٰ کی مہلت سے روکا اور اس کی مہلت کا موقع نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بل کو بولنے کی طاقت بخشی۔ اس نے جواب دیا کہ تو مجھے کیوں برا کہتا ہے۔ تو خود مجھے بادشاہوں کے پاس لے جاتا تھا اور منسلوں کو اپنے دروازے سے بٹارتا تھا اور طرح طرح کے مزے مجھ سے اڑاتا تھا اور بادشاہوں کی مجلسوں میں بیٹھا تھا اور تو برے راستہ میں مجھے خرچ کرنا تھا۔ اب میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ اگر تو مجھے خیر و بھلائی میں خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ پھر ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ گر پڑا۔

حکایت :- وجہ میں منبرِ رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ملک الموت نے کسی بڑے جاہل بادشاہ کی روح قبض کی کہ زمین پر اس جیسا کوئی نہ تھا۔ جب وہ اس کی روح کو لے کر آسمان پر گئے تو ان سے فرشتوں نے پوچھا کہ جن لوگوں کی تم نے جان نکالی ہے، ان میں سب سے زیادہ کس پر تم کو ترس آیا ہے۔ ملک الموت نے کہا کہ مجھے ایک عورت کی جان نکالنے کا حکم ایک جنگل میں ہوا تھا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے اسی وقت لڑکا پیدا ہوا تھا تو مجھے اس پر رحم آیا کہ اسیلی ہے اور سفر میں مرے اور اس کے لڑکے پر بھی ترس آیا کہ یہ چھوٹا بچہ جنگل میں کسے رہے گا اور اسکا کوئی خبر کیر نہیں ہوگا۔ فرشتوں نے کہا کہ وہ بادشاہ جس کی مہلت تم اب قبض کر لائے ہو، وہی لڑکا ہے جس پر تم کو رحم آیا تھا۔ ملک الموت نے کہا (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ جس پر چاہے لعنت فرمائے۔

حکایت :- مطالبینِ یاد کہتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فرشتہ ملتا ہے اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ جو لوگ اس میں مندرج ہیں، ان کی روح اس محل میں قبض کر لو۔ ایک آدمی درخت پر بٹوٹا ہے اور شادی کرتا اور عمارت بناتا ہے حالانکہ اس کا نام بھی اس میں ہوتا ہے۔

حکایت :- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر روز ایک گھر میں تین بار تجسس کرتا ہے جس کو جانتا ہے کہ اس کا رزق پورا ہو چکا ہے اور دن گزار چکے، اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ جب روح قبض کرتا ہے تو اس کے گھر والے روتے چلاتے ہیں۔ ملک الموت دروازہ کھڑکھڑاتا ہے کہ بخدا میں نے نہ اس کی

روزی کھائی نہ اس کی عمر تہ کی نہ اس کے دن گنائے اور میں تو تم میں اسی طرح آتا رہوں گا۔ یہی تک کہ تم میں سے کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

فائدہ :- راوی فرماتے ہیں کہ بعد اگر وہ لوگ اس کو کھڑے ہوئے دیکھیں اور اس کی مکتوسین تو اپنے مردے کو بھول جائیں اور اپنے نفوس پر روئیں اور پینہ رفاقی رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے ایک عالم ہوشاہ اپنے گھر میں بیٹھا تھا بلکہ اپنے کسی گھر والے سے خاص ہلت کر رہا تھا۔ اسی دوران دیکھا کہ ایک شخص دروازے سے چلا آ رہا ہے۔ اسے دیکھ کر غضبناک اور ہیبت زدہ ہوا۔ اس کی طرف لپکا اور کہا کہ تو کون ہے اور میرا۔ گھر میں تجھے کس نے پہنچایا؟ اس نے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے مجھے یہاں داخل کیا ہے اور میں وہ ہوں کہ رہا ہوں مجھے نہیں روک سکتے۔ ہوشاہوں سے میں اجازت نہیں مانگتا نہ کسی دہدہ والے کی صورت سے ڈرتا ہوں۔ کوئی عالم سرکش مجھے منع نہیں کر سکتا نہ کوئی شیطان بد ذات۔ یہ سن کر ہوشاہ کے چٹکے چھوٹ گئے اور بدن پر اتار لڑا ہوا کہ لوندھے منہ زمین پر گر گیا۔ پھر ذلت اور مستکینی سے اس کی طرف سر اٹھا کہ کہنے لگا تو ملک الموت ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ہوشاہ نے کہا کہ تو مجھے صلیت دے گا کہ میں اپنا کاروبار اذ سر لو کر لوں اور توبہ بھی کروں۔ اس نے کہا کہ بس اب رہنے دے۔ تیری مدت پوری ہو گئی اور مائیں ختم ہو چکی۔ گھڑیاں تمام ہوئیں۔ صلیت کی کوئی سبیل نہیں۔ ہوشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہل لے جائے گا۔ اس نے کہا کہ تیرے اہل کی طرف جو تو نے زندگی میں کیے اور اس گھر کی جانب جو تو نے اس سے پہلے بنایا ہو گا۔ ہوشاہ نے کہا کہ میں نے نہ تو کوئی عمل کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا۔ ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگے میں لے جاؤں گا جو گوشت پوشت کچھ نہ چھوڑے پھر اس کی جان نکال لی اور وہ گر پڑا۔ اس کے گھر والوں میں سے کوئی مرد نے لگا کوئی چیتنے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اس کے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرنے کی بہ نسبت اور بھی زیادہ دواوا کرتے۔

حکایت :- اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کے ہم نشینوں میں سے ایک کو غور سے دیکھتے رہے۔ جب باہر نکلے تو اس صاحب نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ یہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ملک الموت تھا۔ اس نے کہا کہ یہ مجھے غور سے دیکھتا تھا۔ گویا میری جان کا ڈھلپ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بچائیں اور ہوا کو حکم دیں کہ مجھے زمین سے سب سے آخری کنارے تک پہنچا دے۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ حکم بھالائی۔ جب دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ میں نے دیکھا تھا کہ تم میرے قلاں ساتھی کو بہت غور سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں متوجہ تھا کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اس کی روح تھوڑی دیر کے بعد زمین ہند کے آخری حصے میں قبض کروں اور وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا لیکن میں وقت مقررہ پر اس کو وہیں پلا جہاں اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا تھا۔

وصل حبیب کبریا :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل مبارک، اصل مقدس نور وصل و حیات ان تمام احوال میں بہترین اقداء ہے کیونکہ آپ کے تمام احوال مبارک ملاحظہ کرنے والوں کے لیے باعث نصیحت ہیں اور سمجھنے والوں کے لیے بصیرت کا سبب ہیں کیونکہ آپ سے پتہ چلے گا کہ حق میں بزرگی و عظمت کیا ہے۔

آپ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیل، حبیب، متابعت کرنے والے، برگزیدہ، رسول اور خلیفہ ہیں۔ اسے مخلقت اعلیٰ میسر ہوئے کے باوجود جو نبی آپ کی مرشد شریف عمل ہوئی، آپ کو اپنے پاس ڈالیا۔ وصل مبارک کے وقت ایک لمحہ بھی دیر واقع نہ ہوئی بلکہ بوقت نزع اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ان فرشتوں کو بھیجا جو مخلوق کی جان اللہ کے سپرد کرنے پر مقرر ہیں۔ ان فرشتوں نے بڑی کوشش اور تیزی سے آپ کی روح مبارک کو جسم مبارک سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اعلیٰ ترین خوبصورت مخلقت بلکہ جنس آپ کے جی مبارک نے چلا، حق تعالیٰ کے ہوس میں پہنچا دیا۔ ان نے باوجود نزع کی حالت میں کرب آپ کے اوپر بہت زیادہ ہوا۔ آپ کی زبان مبارک سے لعلی اور مسلسل بے چینی ہوئی اور آپ کی زبان مبارک پر کلمات شوق آئے۔ رنگ تبدیل ہوا اور پیشانی مبارک پر لہجہ آہلہ دونوں ہاتھ مبارک بے چینی کی وجہ سے کہیں کے کہیں پڑے۔ آپ کی بے چینی اتنی بڑھی کہ اس بے چینی و اندراری کی کیفیت دیکھ کر حاضر (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) بے قرار ہو کر دیکھنے والے دیکھ کر کچھ دیکھنے لگے تو تاجیہ عمدہ نبوت کی وجہ سے ان پر سے تقدیر (وصل مبارک کی جو کہ آپ کے لیے رحمت حق تباری) ٹل گئی یا آپ کے خاندان کا لحاظ اللہ تعالیٰ کے حکم نے کیا آپ سے اس لیے درگزر فرمایا کہ آپ حق کے مددگار، مخلوق خدا کے لیے بشارت اور خوف پہنچانے والے تھے۔ یہ بات تو کوئی نہ ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کا حکم تھا آپ نے اس کی فراموشی کی اور جو کہ آپ نوع محفوظ پر لکھا ہوا دیکھ چکے تھے، اس کے مطابق آپ نے عمل فرمایا۔ یہ آپ کا عمل ہوا۔

عظمت حبیب کبریا :- حالانکہ آپ حق تعالیٰ کے نزدیک صاحب مقام محمود اور صاحب حوض کوثر ہیں۔ قبر میں سے سب سے پہلے آپ ہی اٹھیں گے اور آپ ہی قیامت کے دن مجرموں کو بخشوانے کے لیے شفاعت کرتے ہوئے لب سفارش کھولیں گے۔

درس عبرت :- بڑے تعجب و اہم بات تو یہ ہے کہ ہم آپ کے حکمت مبارک ملاحظہ کرنے کے باوجود عبرت حاصل نہیں کرتے۔ جو کیفیت مرتے وقت ہم پر وارد ہوئی، ہم اس پر یقین ہی نہیں کریں گے بلکہ الٹا شہوتوں کے دامن میں پھنسے ہوئے ہیں اور برائیوں کے محب بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسے رسولوں کے سردار، منتقوں کے امام اور رب العالمین کے حبیب کی کیفیت سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہوں کہ اس دنیا میں ہم ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یا اس دن ہم کے شکار ہو چکے ہوں کہ ہم نے عمل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارا مست جزا و ثواب و مقام ہے۔ یاد رکھیں یہ اچھی بات نہیں بلکہ ہم تو یقینی طور پر جانتے ہیں کہ ہر



ایک کو دوزخ پر وارد ہونا پڑے گا اور اس سے پرہیزگاروں کے علاوہ کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ وہ کے لئے سے تو ہمیں بالکل ہی کلام نہیں ہے مگر وہیں سے بچ کر آجائے کا یقین غالب کریں تو پھر ہم اپنی جانوں کے دشمن اور اپنی جانوں پر ظلم و ستم کرنے والے کیونکہ جب ہم پرہیزگار ہیں ہی ہمیں تو وہیں سے بچ نکلنے کا یقین کس طرح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **وَلَنُصَلِّیَنَّکُمْ اِلٰی وَاٰلِہٖٖٓ عَلٰی رِبِّکَ حَتّٰی تَرْضَوْا** لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **وَلَنُصَلِّیَنَّکُمْ اِلٰی وَاٰلِہٖٓ عَلٰی رِبِّکَ حَتّٰی تَرْضَوْا** (مريم 71-72) ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزردوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذکر پر یہ ضرور تعمیری ہوئی بات ہے پھر ہم ذرا دلوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے محنتوں کے ثمر۔ اس لیے ہر انسان کو اپنے نفس پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ وہ ظالموں کے زیادہ قریب ہے یا پرہیزگاروں کے زیادہ قریب ہے تو پھر اس کے بعد تم اکابر سلف کی سیرت مبارک ملاحظہ فرماد۔ اپنے نفس پر غور و فکر کرو کہ ان بزرگوں کا تو یہ دستور مبارک تھا کہ توفیق میسر ہونے کے باوجود وہ خائف رہا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارک پر ذرا غور فرمائیں کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ رسولوں کے سردار پرہیزگاروں کے پیشوا ہیں۔ مہرت حاصل کرو کہ دنیا سے جدائی کے وقت آپ کو کسی بے قراری اور جنت مدنی میں تشریف لے جاتے ہوئے کتنا سخت معاملہ گزرے۔

وصیت حبیب کبریا (علیہ تحیہ و التشاء) :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصل کے وقت گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا تو آپ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بڑا اچھا ہوا کہ تم آگئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ رکھے اور اپنی پانچ عطا فرمائے اور تمہاری مدد فرمائے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے وصیت کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ظاہر ڈرانے والا ہوں۔ وصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کے شہروں اور بندوں میں چڑھائی نہ کرے۔ موت نہ گزری سر نہ کھڑی ہے۔ میرا رجوع اللہ کی طرف **سَدْرۃُ الْمُنْتَقٰی** جنت المدنی اور جام وصل کی طرف ہے۔ تم اپنے آپ کو اور جو کوئی تمہارے دین میں میرے بعد داخل ہو اسے میری طرف سے سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کہتے۔

بوقت وصل بشارت حق :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے وصل کے وقت فرمایا کہ میری امت کا میرے وصل کے بعد کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اسے جبرئیل! میرے حبیب کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں رسوا نہیں کروں گا اور یہ بشارت بھی دی کہ زمین سے جب لوگ (قیامت کے دن) اٹھیں گے تو میرا حبیب ان تمام سے پہلے اٹھے گا۔ جب تمام لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں گے۔ اس وقت وحی ان تمام کا سردار ہوگا۔ جب تک میرے محبوب کی امت جنت میں نہ چلی جائے گی اس وقت تک وہ میرے انبیاء کی امتوں کا جنت میں جانا حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور غم رفتہ ختم ہو گئی ہے۔

وَعَائے مغفرت :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ مجھے سات کنوؤں سے سات حقین پانی لاکر سٹاؤ۔ ہم نے اسی طرح کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افادہ ہوا۔ اس کے بعد لوگوں کو نماز پڑھانی اور جو لوگ غزوہ احد میں شامل ہوئے تھے ان کے لیے وعائے مغفرت فرمائی اور انصار کے بارے میں وصیت کی یعنی انصار کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ اے مساجدین کے گردہ تم میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جبکہ انصار اس طرح ہو گئے ہیں کہ جس حالت میں آج ہیں اس سے زیادہ نہ ہوں گے۔ وہ لوگ میرے خاص ہیں کہ ان لوگوں میں اگر میں نے جگہ لی ہے۔ اس لیے ان کے حسن کی تعظیم کیا کرو اور ان میں اگر کوئی برائی کرے تو پھر اس کی خطا سے درگزر کرو۔

اختیار حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم :- اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا میں (دہن) اور اللہ تعالیٰ کے پاس چیز (اعمال) کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی چیز (اس کے اعمال) کو پسند کیا ہے۔

عقلمند صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا :- یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہی حال ارشاد فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابو بکر صدیق ثابت قدمی اختیار کرو کبریاے نہیں۔ مسجد میں کھلنے والے یہ تمام دروازے بند کرو مگر حضرت ابو بکر صدیق ولا دروازہ بند نہ کرنا کیونکہ میں ابو بکر صدیق سے زیادہ اپنی دوستی میں کسی شخص کو نہیں جانتا۔

عقلمند عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نے میرے گھر میں میری باری کے دن اور میری بی گوی میں اعلیٰ علیین کی طرف پرواز فرمایا اور بوقت وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن اور میرا لعاب دہن اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیا۔ اس طرح کہ میرے پاس اس وقت میرا بھائی عبدالرحمن ہاتھ میں ایک مسواک لے کر آیا۔ اس مسواک کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے لگے۔ میں سمجھی کہ یہ مسواک آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ یہ مسواک کو دوں تو آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے وہ مسواک لے کر حضور کو دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسواک منہ مبارک میں ڈالی تو وہ مسواک سخت معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ میں اسے نرم کر دوں تو حضور نے اشارے سے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے وہ مسواک اپنے راتوں سے نرم کر دی اور آپ کے سامنے ایک پانی کا پالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ اپنا ہاتھ مبارک اس پالے میں ڈالتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں) موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک بلند کر کے ارشاد فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ "اس وقت میں نے دل میں خیال کیا تھا آپ اب ہمیں پسند نہیں فرمائیں گے۔"

حبیب کبریا عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطاب :- حضرت سعید بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک پہلے سے بھی زیادہ بھاری ہوتی جا رہی ہے تو سہرہ شریف کی خاک مقدس لے کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ سے جا کر عرض کیا کہ لوگ جمع ہوئے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پھر آپ کے پاس حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور یہی عرض کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر یہی عرض کیا تو اپنا ہاتھ مبارک پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ لو پکڑو۔ انہوں نے ہاتھ مبارک پکڑ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں آپ کے وصل کا خوف ہے۔ آپ کے پاس مہلوں کے جمع ہونے سے ان کی عورتیں چیخنے چلانے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے۔ حضرت علی اور حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ سہارا دیتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے تشریف لارہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرا اور پیٹی سے بندھا ہوا تھا۔ حضور قدم مبارک گھسیٹ کر رکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ منبر شریف کے نیچے درجے پر بیٹھ گئے۔ لوگ حضور کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا :-

”میں نے جنہیں اپنا موت کے بارے میں نہیں بتایا یا تمہارے مرنے کی خبر جنہیں نہیں پہنچی؟ مجھ سے پہلے جو انبیاء کرام پیچھے گئے تھے ان میں سے کوئی بچا ہے؟ تم میں سے کوئی بیشہ رہا ہے؟ سنو کہ میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے تم بھی ملو گے۔ اس لیے میں جنہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم میں سے جو لوگ پہلے ہجرت کر کے آئے ہیں ان کے ساتھ ہجرت کرنا اور ہجرت کرنے والوں کو ایک دوسرے سے سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ (عزوجل) ارشاد فرماتا ہے وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خَسْرٍ ۝۱۰۱ لَٰذِٰلِٰکِیۡنَ فَاصْلَحُوا لِنَفْسِکُمْ ۚ وَنُحِیۡضُوا بِالْحَقِّ ۚ وَنُؤَاوِیۡهِ بِالْعَصْرِ ۚ (العصر کل) ترجمہ کنزالایمان : اس زمانہ محبوب کی قسم ہے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

تمام محلات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوتے ہیں تو ایمان ہو کہ کسی امر کی دیر کی وجہ سے تم اس میں جائز ہونے کی درخواست کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ پہ جو شخص غلبہ حاصل کرنا چاہے گا اسے اللہ تعالیٰ مغلوب کر دے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو قریب دیکھا ہے گا تو اسے اللہ تعالیٰ اس کے قریب کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے فَاُولَٰئِکَ عَسِیۡرٌ لِّنٰوِلِیۡنَہٗمۡ لَیۡنٌ نَّفْسَہٗمۡوَا فِی الْاَرْضِ وَنَقَطُہُمۡوَا اِلَیۡ حٰجِکَ (محمد ۲۲) ترجمہ کنزالایمان : یہ لیکن نظر آتے ہیں کہ اگر جنہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے ٹکٹ دے۔

میں جنہیں انصار کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ انہوں نے دینے میں تم سے پہلے

اجتہاد اختیار کی۔ ایمان کا خلوص حاصل کیا۔ تم ان کے ساتھ احسان کرنا۔ دیکھو انہوں نے اپنے آگے بھل جنہیں دے دیے جنہیں گھروں میں وسعت عطا کی۔ اپنی ضرورت کے بخود جنہیں اپنی جانوں پر ترجیح دی۔ یاد رکھو کہ اگر کوئی تم میں سے وہ آدمیوں پہ بھی حکومت حاصل کرے تو چاہیے کہ ان کی محسن کی طرف سے جو بھی وہ عطا فرمائیں وہ قبول کرے اور اگر ان میں سے کوئی برائی کرے تو اس سے چشم پوشی کرنا۔ خبردار کہ ان پر اپنی ذات کو ترجیح نہ دینا اور جان لو کہ میں تیار ہوا ہوں۔ (مفتی صاحب) تم مجھ سے ملاقات کرنا گے۔ خبردار رہنا کہ تمہارے وعدے کا مقام حوض ہے۔ میرا حوض (حوض کوثر) تم سے بھی چوڑائی میں بڑا ہے جو کہ بھر و بھین کے صفاء میں دھلک رہا ہے۔ اس حوض میں کوثر کا ایک پر ہلا کرتا ہے۔ اس حوض کا پانی لادھ سے بھی زیادہ نغید ہے۔ جھاک سے بھی زیادہ نرم و ملائم اور شہد سے بھی زیادہ شفا ہے۔ اس میں سے جو کوئی پانی پئے گا وہ کبھی بھی بیمار نہ ہوگا۔ اس کی نکلیاں موتی اور خاک اس کی مٹک ہے۔ قیامت کے روز جو شخص اس سے محروم رہے گا تو اصل میں وہی ہر خیر سے محروم رہے گا۔ سنئے جسے یہ پسند ہو کہ وہ اس حوض پر میرے پاس آئے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی زبان اور ہاتھ کو دھوے۔ ہاتھ اور زبان سے صرف وہی کام لے جو ان کے کرنے کے لائق ہوں۔ (اللہ اور رسول کے فرمان کے مطابق)

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ لوگوں کو ارشاد فرمادیجئے۔

آپ نے فرمایا "قریش کے لیے خلافت کی وصیت کرنا ہوں۔ دوسرے تمام لوگ قریش کے تلخ ہیں۔ ان کے ایک آدمی ایک آدمیوں کے تلخ ہیں اور بد بڑے لوگوں کے تلخ ہیں۔ پس اے قریشیہ لوگوں کو خیر کی وصیت کرتے رہنا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بدل دیتے ہیں اور اخلاق کو بھی بدل دیتے ہیں" اس لیے جب لوگ نیکی کریں گے تو ان کے تمام بھی ان کے ساتھ نیکی ہی کریں گے اور جب لوگ بدکار ہو جائیں تو پھر ایسے لوگوں پر حاکم بھی رحم نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذَلِكَ نُولِي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (انعام 129) ترجمہ کنز الایمان: اور یوں ہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلہ ان کے کیسے گا۔

علم حبیب کبریا (عز و جل و صلی اللہ علیہ وسلم) :- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت ہو کر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر تو بھی کچھ دریافت کر لے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا موت قریب آگئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں نزدیک ہوئی ہے اور لگ آئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس والی چیزیں (افضالت) مبارک ہوں اور ہمیں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کبھی تشریف لے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اب اللہ تعالیٰ کی طرف سدرۃ العرش کی طرف پھر جنت الموعودہ فرودس اعلیٰ، جہنم لعلی، رفیق اعلیٰ، پتھار ہرہ اور پندہ ہرہ جنت و عشت کی طرف جاؤں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے

عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے قریبی اہلیت کے مرد، پھر وہ جو ان سے ذرا دور کے قریبی ہوں گے۔ آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کفن کیا دیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی کے لئے یعنی اور ممبر کا سفید۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز کس طرح پڑھیں؟ یہ سوال کر کے حضرت ابو بکر اور ہم سب (ابن مسعود و تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) روئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے۔

علم حبیب گہرا :- الحمد للہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین کے علوم سے واقف ہیں۔ اس روایت مبارک کو ملاحظہ فرمائیے۔ وصل مبارک سے قفل ہی آپ تمام احوال بیان فرما رہے تھے۔ قرآن پاک میں ہے کہ وما ہو علی الغیب بضنین (الکہف 24) ترجمہ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

فلا یظهر علی غیبہ احد الا من ارضی من رسول (جس 26) ترجمہ کنزالایمان: تو اپنے غیب پر کسی کو مصلح نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا کہ ہمیں اپنے پسندیدہ رسولوں کو ضرور علم غیب عطا فرماتا ہوں۔

اب ذرا حدیث حبیب گہرا صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ ہمیں ابتداء پیدائش کی خبریں تک کہ جنسی لوگ اپنی حزلوں میں پہنچ جائیں گے اور جنسی لوگ اپنی حزلوں میں۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کہو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہارے نبی کے بدلے میں تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ جب مجھے غسل دے کر کفن پٹاؤ تو چاہاں پر میری اسی مجموعہ کلام قبر پر رکھ کر تمہاری قبر کے لیے باہر چلے جانا کہ سب سے پہلے مجھ پر میرا پروردگار صلوٰۃ پڑھے گا کہ لا الہ الا اللہ و ملکک بصلوں علی النبی (الاحزاب 56) ترجمہ کنزالایمان: ہے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرشتوں کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کی حقوق میں سے سب سے پہلے جبرائیل اگر میری نماز پڑھیں گے۔ پھر حضرت میکائیل ان کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام بعد ازاں ملک الموت فرشتوں کے لشکروں سمیت اگر نماز پڑھیں گے۔ پھر یہ کہ تمہارے فرشتے میری نماز پڑھیں گے۔ پھر اندر اگر تم مجھ پر نماز پڑھنا۔ ایک ایک کردہ علیحدہ علیحدہ صلوٰۃ و سلام مجھ پر پڑھتے جاؤ۔ میری تعریف بیان کر کے مجھے تکلیف نہ دینا نہ جفا نہ پکار کر روکنا۔ مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے لام نماز شروع کرے اور میرے اہلیت جو قریب ترین ہوں ان کے بعد ذرا دور والے اہلیت پھر اسی ترتیب سے غور و فکر کی جماعت بعد ازاں لوگوں کے کردہ مجھ پر نماز پڑھیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ کی قبر انور میں کون اتارے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر میں میری اہلیت کے چند قریب ترین لوگ بہت سے فرشتوں کے ہمراہ اتریں۔ ان فرشتوں کو تم نہ دیکھ سکو گے حالانکہ وہ فرشتے ہمیں دیکھیں گے۔ اب میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے بعد کے لوگوں کو میری طرف سے دین کا صلہ بتاؤ۔

امامت کے لیے حبیب خدا (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کو حکم:-  
حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ربیع الاول شریف کے شروع میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت میں نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔" حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں باہر نکلا اور دروازہ کے سامنے صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند لوگوں کے ساتھ دیکھا۔ ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ آپ نماز پڑھاویں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کو نماز کے لیے اللہ اکبر کہہ چوکے آپ کا آواز بلند تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تکبیر کی آواز سن لی تو فرمایا "ابو بکر کہاں ہیں؟ عمر کے آگے ہونے کو نہ اللہ تعالیٰ حلیم فرمائے گا اور نہ ہی مسلمان۔ اس جیلے کو قہقہے پادہرایا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کا نماز پڑھائے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر تو ایک نرم دل آدمی ہیں۔ جب وہ آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو ان پر گریہ زاری غالب ہو جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی ہو۔ ابو بکر کو ہی کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ حضرت عبداللہ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے ربیعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کر دیا۔ اگر مجھے یہ گمان نہ ہو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے ارشاد فرمایا ہو گا تو میں محض تیرے کہنے کی بنا پر کبھی بھی نماز نہ پڑھاؤں گا۔ میں کہتا تھا کہ اس وقت مجھے امامت کے لائق آپ سے بڑھ کر کوئی نظر نہیں آیا۔

حضرت عائشہ کے عذر کی وجہ:- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جو میں نے عذر کیا تھا تو اس کی محض یہ وجہ تھی کہ وہ نبی کے راضی نہیں تھے۔ اس کے علاوہ منافات میں خوف اور خطر بہت ہے مگر نبی اللہ تعالیٰ پھانے۔ علاوہ ازیں یہ بھی خوف تھا کہ لوگ کبھی بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی آپ کی جگہ کوئی دوسرا کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔ اس کے علاوہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز پڑھانے کی وجہ سے ان سے لوگ حسد کریں گے اور ان سے سرکشی اختیار کریں گے۔ اسے بری فعل سمجھیں گے مگر چونکہ وہی کچھ

ہوتا ہے جو کچھ اللہ چاہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دین و دنیا کے خوف سے مامون رکھا اور جس چیز سے میں ڈرا کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے انہیں محفوظ رکھا۔

مرض میں کمی :- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتی ہیں کہ لوگوں نے آپ کے مزاج شریف میں صبح کے وقت کچھ ہلکا پن اور مرض میں کمی دیکھی۔ اسی دن آپ کا وصل مبارک ہوا۔ قلم لوگوں نے جب مرض میں کمی دیکھی تو تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں خوشی خوشی چلے گئے اور اپنے گھروں میں خوشی خوشی مصروفیت اختیار کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف عورتیں ہی رہ گئیں۔ اس دن ہمارا ایسا حال تھا کہ اس دن ابھی خوشی و مسرت ہمیں کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔

فرشتے کا اجازت لے کر حاضر ہونا :- اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر چلی جاؤ۔ یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ تمام عورتیں باہر چلی گئیں۔ اس وقت میں آپ کا سر مبارک اپنی گود میں لیے ہوئے تھی جس وقت آپ بیٹھ گئے تو میں بھی جھڑے کے کٹے میں چلی گئی۔ آپ اس فرشتے سے کافی دیر تک سرگوشی میں مصروف رہے۔ پھر مجھے بلا کر اپنا سر الود میری گود میں رکھ لیا اور دوسری عورتوں کو بھی اندر آنے کی اجازت بخشی۔ میں نے عرض کیا یہ آہٹ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تو نہیں تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اسے عائشہ یہ صحیح بات ہے۔ یہ ملک الموت تھا میرے پاس آکر اس نے عرض کیا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس نہ آؤں۔ اگر آپ اپنے پاس آنے کی اجازت نہ بخشیں گے تو پھر میں چلا جاؤں گا اور اگر مجھے آپ اجازت عطا فرمائیں گے تو پھر میں اندر چلا آؤں گا اور یہ بھی اس نے کہا کہ میں آپ کی روح مبارک آپ کے فرماں کے بغیر قبض نہ کروں۔ اب اس بارے میں آپ کا ارشاد گرامی کیا ہے؟ اس سے میں نے کہہ دیا ہے کہ جب تک میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں تو میں وقت تک مجھ سے جدا رہو۔ اب جبرئیل کے آنے کا وقت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ہمارے سامنے یہ ایسی صورت پیش فرمائی کہ جس کا جواب ہمارے پاس نہیں تھا یا کوئی بھی ترکیب ہمارے پاس نہیں تھی تو ہم خاموش ہو گئیں۔ یہ مظلوم ہوا کہ گویا ہم سخت آواز کی وجہ سے حیران رہ گئے کہ ہم آپ سے اس بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ اس معاملے کی برائی اور حیرت کی وجہ سے کسی میں بولنے کی جرأت نہیں۔ ہمارے دلوں پر وہی طاری ہو گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ساعت میں آگئے۔ سلام عرض کیا۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تشریف لانے کی آہٹ پہچان لی۔ گھر والے بھی باہر نکل گئے تو وہ اندر تشریف لائے۔ انہوں نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کس حل میں پاتے ہو؟ وہ آپ کا حل آپ سے بھی پتہ چلتا ہے مگر وہ آپ کی کرامت و شرف پر دعا کر خالق پر آپ کی بزرگی اور شرافت کا حل فرماتا ہے کہ اگر آپ کی امت میں آپ کی سنت مبارک بن جائے۔ آپ

لے ارشلو فرمایا "میں آپ کو درود مند پاتا ہوں۔"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جو مراتب آپ کے لیے تیار کیے گئے ہیں، ان مراتب پر آپ کو پہنچا دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا کہ اے جبرئیل مجھ سے ملک الموت نے اجازت طلب کی ہے اور یہ تمام حل بتایا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب آپ کا مشفق ہے۔ وہ آپ کے ساتھ کیا چاہتا ہے، وہ سب کچھ میں آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں۔ خدا کی قسم ہے آج تک ملک الموت نے کسی سے بھی اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی اسے کسی سے اجازت مانگے گا مگر اللہ تعالیٰ کو آپ کے لیے شرف پورا کرنا چاہتا ہے اور وہ آپ کا مشفق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا "اب تم ملک الموت کے آنے تک بیٹھ لیٹو، کہیں بھی نہ جاؤ۔ یہ فرا کر عورتوں کو بھی حرام مبارک کے اندر بلا لیا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشلو فرمایا کہ میرے پاس آؤ۔

بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر جھک گئیں۔ آپ نے ان کے گلن میں کچھ فرمایا۔ انہوں نے جب اپنا سر مبارک لوہر اٹھایا تو ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکل رہے تھے اور ان میں مشکو کرنے کی بھی تکب نہ تھی۔ پھر حضور نے انہیں سر اپنے پاس کرنے کو کہا تو پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے اپنا گلن ملا دیا۔ پھر آپ نے ان کے گلن میں کچھ ارشلو فرمایا۔ پھر جب انہوں نے سر لوہر اٹھایا تو پھر اس وقت وہ مسکرا دیں جسے اور پھر بھی آپ پہل نہیں سکتی تھیں۔ اس حل سے ہمیں بہت حیرانگی ہوئی۔ ان سے بعد میں میں نے یہ سب ماجرا روایات کیا تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پہلی بار ارشلو فرمایا کہ میں آج فوت ہو جاؤں گا۔ اس وجہ سے میں رو پڑی اور پھر دو بار مجھے آپ نے اشارہ فرمایا تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھے گمراہیوں میں سے سب سے پہلے نچے مجھ کو ملا دے اور میرے ساتھ رکھے، اس لیے میں یہ سن کر فیس پڑی۔ پھر حضرت بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لائین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے پاس کھڑا کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنے پیار سے نوازا۔

ملک الموت کا حبیب کبرا سے اجازت طلب کرتا:۔ پھر ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی۔ ملک الموت نے آپ کے حضور حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آپ مجھے کیا ارشلو فرماتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا کہ مجھے میرے رب سے ابھی ابھی ملا دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ رب سے آج ہی ملاقات کروادوں گا۔ آپ کا تمہارا رب بھی آپ کی طرف مشفق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ آپ کے لیے فرمایا ہے، اتنے کسی دوسرے کے لیے نہیں کیا۔ آپ کے سوا کسی کے پاس جانے کے لیے اجازت لینے کے لیے مجھے نہیں کہہ۔ صرف آپ کے



ہی بغیر اجازت جانے سے منع فرمایا ہے لیکن آپ کی سماعت مبارک آپ کے سامنے ہے۔ یہ عرض کر کے ملک الموت چلے گئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا پارگاہ حبیب کبریا میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا:- حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا الصلوٰۃ والسلام علیکم یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اتنا آخری بار کا ہے اس کے بعد پھر میں کبھی بھی نہیں آؤں گا۔ وحی بھی مکمل ہو چکی ہے۔ دنیا میں اترنے کے لیے مجھے آپ کے علاوہ کوئی بھی کام نہیں تھا۔ آپ کی پارگاہ میں حاضری کے موا کوئی دوسری غرض مجھے نہیں تھی۔

حبیب کبریا کا پینہ مبارک:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بخدا اگر میں جتنے بھی افراد موجود تھے کسی میں بھی ایک لفظ تک ادا کرنے کی تمکین نہ تھی اور نہ ہی کوئی مردوں کو باہر سے بلا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ کلام پیوستہ درجے کا معلوم ہونا تھا اور اسے ”دوسرا خود وہ“ میں آجھی آپ کا سر انور اپنی گود میں رکھ لیا اور آپ کے سینہ مبارک کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ آپ کو بے ہوشی ہوئی شروع ہو گئی، یہاں تک کہ میں آپ کو (مجت سے) پہنچا لیتی تھی۔ آپ کی پیشانی مبارک سے پینہ اتار دیا۔ پینہ اتار کر دیکھا کہ پینہ اتار دیا۔ میں اس پینہ مبارک کو اپنی انگلی سے پونچھ رہی تھی۔ اس پینے کی خوشبو سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے نہیں دیکھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افتاد ہوا تو میں عرض کرتی کہ میں میرے دل باپ اور گھر بار سبھی آپ پر قدا ہوں آپ کی پیشانی مبارک اتار پینہ کیوں دیتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے عائشہ مومن کی جان پینے کے ساتھ نکلتی اور کفار کی جان پاہموں کے راستے سے گدھے کی جان کی طرح جسم سے نکلتی ہے۔ ہم یہ سن کر ڈر گئے۔ اپنے اپنے گھروں میں بندہ سمجھا تو ہمارے پاس جو شخص سب سے پہلے آیا وہ میرا بھائی تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کر سکا۔ اسے میرے باپ نے میرے پاس بھیجا۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے قبل کوئی بھی نہ پہنچ سکا۔ آپ روح مبارک عرش بریں کی طرف پرواز کر گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوت وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کو نہ آنے دیا۔ کیونکہ آپ کا معاملہ حضرت جبرئیل و میکائیل علیہ السلام کے سپرد فرمایا تھا۔ آپ پر جس وقت بے ہوشی طاری ہوئی تھی تو یہی کہتے تھے کہ بلکہ رفتی اعلیٰ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کئی کئی مرتبہ اختیار سے نوازا ہے۔

حبیب کبریا کی نماز کے لئے وصیت:- جب آپ میں بولنے کی قوت عود کر آئی تو پھر ارشاد فرماتے تھے کہ نماز، نماز، اس پر پیرہہ مغنوی سے قائم رہو۔ جب تک نماز مل کر پڑھو گے، یوں ہی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرماتے کے وقت تک نماز ادا کرنے کی وصیت فرماتے رہے اور نماز نماز فرماتے رہے۔

وصال مبارک:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا وصال مبارک یزدی وار چاشت

نور دہسیر کے درمیان میں ہوا۔ حضرت بی بی فاطمہ الزہراءؑ نے فرمایا۔ مجھ پر سوموار کا دن مبارک نہیں۔ بھرا اس دن امت پر بیکار ہو کر رہے گی۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خداؑ چہ جس دن کو وہ میں معیت آئی تھی تو اس دن حضرت ام کلثونؑ بھی اسی طرح فرمایا تھا کہ میرے لیے سوموار کے دن بھلائی نہیں ہے کہ اسی دن نبی کریمؐ روئے الرحیم کا وصال ہوا۔ اسی دن ہی میرے خلیفہ یعنی حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے تھے۔ اس دن ہی میرے والد فرائی یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خداؑ بھی شہید ہوئے تو اس دن میرے لیے کچھ بھی بھلائی نہیں ہے۔

وصل حبیب کبریا کے بعد صحابہ کرام کی حالت یہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا جب وصل ہوا تو لوگوں پہ بڑا سخت وقت آیا۔ یہاں تک کہ گریہ داری کی آواز بلند ہوئی۔ فرشتوں نے بھی، کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں میں ڈھلپ دیا۔ آپ لوگوں کی حالتیں مختلف ہو گئیں۔ بعض صحابہ کرام نے تو آپ کی موت کا انکار کیا۔ بعض صحابہ کرام کی زبانیں گونگی ہو گئیں کہ کئی عرصہ تک وہ بول نہ سکے۔ حضوں پر دیوانگی طاری ہو گئی کہ مسلسل سی باتیں کرنے لگے۔ کچھ لوگوں کی عقل ٹھکانے نہ رہی۔ کچھ صحابہ کرام بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی صحابہ کرام میں سے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصل کا انکار کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال ہو گیا کہ جب بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت سیدہ خنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی صدمے کی وجہ سے گونگے ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے اور فرمایا کہ لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پھر دوبارہ واپس بھیج دے گا۔ میں ان منافقوں کے ہاتھ اور پاؤں کٹ دوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خواہش کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا اسی طرح ہی ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اب وہ ہمارے پاس پھر سے آتے ہیں۔ ایک مدائیت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محل کے بارے میں اپنی زبانوں کو روک لو، وہ مرے نہیں ہیں۔ بخدا میں نے اب اگر کسی کی زبان سے ایسا سن لیا تو اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت ہو گئی کہ تپ گھر میں بیٹھنے کے بیٹھے ہی رو گئے۔ حضرت جبریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صدمہ کی وجہ سے بالکل خاموشی اختیار کر لی، زبان سے کچھ بھی نہ بولتے تھے۔ صحابہ کرام ان کا ہاتھ مبارک پکڑ کر لے جاتے اور لے آتے تھے گویا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں راستہ کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔

فائدہ :- ہمیں جدائی کا رونا اور بے لور اسے سل بیل سوگ کے طور پر ماتم کرنا دیگر غفلتِ ان واقعات سے شیعہ ماتم کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی دہلی، دیوبند، ممبئی اس سے استدلال نہیں کر سکتے، اس لیے کہ وقتی طور پر غم

ہی ہوتا ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ ہیں اس لیے ان کے لیے ماتم کیجیہ۔ لہذا بارہ ربیع الاول کو غم نہیں خوشی کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ آپ کا وصال بارہ ربیع الاول کو ہو۔ جب اس کا ثبوت ہی نہیں تو اس دن غم کیجیہ۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ 12۔ وقت یا ولادت (الوسی غفرلہ)

حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عباس کے علاوہ جب صل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کا بھی نہ تھا۔ ان دونوں بزرگوں کو اللہ تعالیٰ بہت مرحوم اور روشی عطا فرمائی تھی۔ اگرچہ صحابہ کرام صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول مبارک کی وجہ سے ہی اپنی حرکتوں سے رکتے رہتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر صحابہ کرام کو فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے علاوہ کوئی حبلوت کے لائق نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا زائقہ چکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں ہی تمہارے درمیان ارشاد فرمایا کرتے تھے: انک میت وانہم مینوں نہ انکم یوم القیامہ عند ربکم نختصمون (الزمر 30 تا 31) ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں انتقال فرمایا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

بوسہ دینا:- حضرت ابو بکر صدیق بنی حارث بن خزیمہ میں تھے۔ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا پتہ چلا تو آپ تشریف لائے۔ (بخاری شریف و مسلم شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے شرف ہوئے۔ پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ تک کر آپ کو بوسہ دیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ہاں باپ قریب ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ دوبارہ موت نہیں دے گا۔ پس ایک دفعہ ہی (تھاں خدا کے تخت) مرنا تھا سو آپ وصال فرما چکے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق دوسرے صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ لوگو تم میں سے جو کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جیتا تھا تو وہ وصال فرما گئے ہیں اور جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی حبلوت کرتا تھا وہ زندہ ہے، وہ بھی نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شئاً (آل عمران 144) ترجمہ کنز الایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اٹھ پڑو پھر جاؤ گے اور جو اٹھ پڑو پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔

یہ سنتے ہی لوگوں کا ایسا حال ہو گیا جیسے اس آیت: ارکہ کو صرف آج کے دن ہی سنا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غم ہوا تو آپ مجھ مبارک میں دودھ شریف پڑھتے ہوئے داخل ہوئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رونے لگے۔ آپ سے بدلتی کی آواز دانتوں کی رگڑ سے سننے میں آ رہی تھی مگر اس کے باوجود قول و فعل کو سوارنے میں آپ بہت مہذب تھے۔ آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھٹکے۔ آپ کے رونے مبارک کو کھولا۔ پیشانی مبارک اور رخسار مبارک پر بوسہ دیا۔ چہاں مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ اس وقت آپ د

رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں میرے ماں باپ اور گھر بار بھی کچھ آپ کے قربان ہو جائیں۔ آپ حیاتِ ظاہری میں بھی بیٹھ اٹھے رہے اور وصلِ قربانے کے بعد بھی اچھے۔ آپ کے وصلِ مبارک سے وہ ہلتِ اختتام کو پہنچی جو کسی بھی نبی کے وصلِ مبارک سے ختم نہ ہوئی یعنی ہر نبی یا نبی کو آپ کا مقام و مرتبہ لوصاف بیان سے کہیں زیادہ ہے اور دوسرے دعوے سے بھی بالاتر ہے۔ آپ ایسے مخصوص ہوئے کہ ہر کسی کے رنگوں کے ضامن بن گئے اور عام ایسے ہوئے کہ ہم تمام آپ کے بارے میں برابر ہیں یعنی آپ کی رسالتِ مبارک تمام بندوں کے لیے ہے۔ اگر آپ کے اختیار سے آپ کا وصل نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں اپنی جانیں نثار کر دیتے اور اگر آپ نے ہمیں رونے سے نہ روکا ہوتا تو ہم اپنی آنکھوں کا پانی (مدد کر) ختم کر دیتے مگر وہ ہلت جو آپ ہم سے جدا نہیں کر سکتے، وہ دکھ اور آپ کی یادگاری ہے کہ کبھی بھی نہیں ملیں گے۔ واللہ تو ہماری یہ باتیں اپنے حبیبِ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے پہنچا دے اور یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس ہمیں بھی یاد رکھیں اور گوشِ خاطر میں ہمیں جگہ عطا فرمائیں۔ آپ اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کس کی مہل تھی کہ کوئی آپ کے بعد والی مشقت برداشت کر سکتا۔ واللہ ہماری طرف سے یہ حل اپنے نبی تک پہنچا دے اور اس کی ہمارے درمیان حفاظت فرمے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرو مبارک میں داخل ہوئے تو حیر و شہ بیان کی تو گھر والوں نے ایک شور مچایا جس کی آواز باہر بیٹھے لوگوں نے بھی سنی۔ جیسے جیسے آپ کچھ کہتے تھے، اسی طرح آواز زیادہ ہوتی جاتی تھی اور ان کی آواز کسی طرح بھی کم نہ ہوئی مگر اسی حالت میں ایک شخص نے زور سے دواڑے پر کہا: اے گھر والو اسلام علیکم! کل نفس فانیقة الصوت ثم البنا نرجعون (مکتوبات 57) ترجمہ کنز الایمان: ہر جان کو موت کا مژدہ پہنچتا ہے پھر ہماری ہی طرف پھوٹے گئے۔

اللہ تعالیٰ موجود رہنے کے لحاظ سے ہر شخص کا نائب ہے یعنی جو بھی یہاں سے جانا رہتا ہے، اس کے بدلے وہ خود وہاں موجود رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر رفعت کے لیے اور ہر خوف کے لیے ثبات حاصل ہے۔ اسی سے توقع رکھو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ گھر والوں نے جب یہ آواز سنی تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ آواز کس کی ہے۔ دوا بند کر دیا، رونے کے بند ہوئے ہی وہ آواز بھی ختم ہو گئی۔ کسی نے باہر نکل کر دیکھا کہ باہر کون ہے تو باہر کسی کو بھی نہ دیکھا۔ پھر گھر میں آگیا۔ اس کے بعد دوا بھر شروع ہو گئی۔ ایک اور دعا کرنے والے نے آواز دی کہ جسے کوئی بھی نہ پہچانتا تھا۔ اس نے یہ کہا کہ اے کل بیت اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور ہر حال میں اس کا شکر لو اور تاکہ تم مخلصین میں سے ہو جاؤ۔ ہر مصیبت کے بانی رہنے میں ہی تسکین ہے اور ہر پندہ و جز کے چلے جانے کی وجہ سے اس کا بدلہ ملتا ہے۔ اس لیے تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے قربان کے مطابق عمل کرو۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ دونوں حضرت عمر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانا مبارک پر حاضر ہوئے تھے۔

حکایتِ خطیبہ: حضرت قسطنطین مررضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبے کی

پوری حکمت تحریر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں خطبہ پڑھنے کے لیے اٹھے اور ایسا خطبہ مبارک پڑھا کہ لوگ رونے لگے۔ یہ مارے کا سارا خطبہ مبارک درود شریف کے بارے میں تھا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ میں کوئی دینا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ واحد برحق ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور بندہ خاص کی مدد فرمائی اور کافروں کے لشکروں کو حمایہ فکست سے دو ہار کیا تو اللہ واحد کا شکر ہے۔ علاوہ انہیں میں اس بات کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص، رسول اور خاتم النبیین ہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح کی کتاب (قرآن حکیم) اتری ہے، اب بھی ویسی ہی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں کی گئی۔ دین دیباہی ہے جیسا کہ شروع ہوا اور حدیث مبارک اسی طرح ہی ہے جس طرح کہ آپ نے بیان فرمائی۔ قول مبارک دہی ہے جو قول انہوں نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ واضح طور پر حق ہے۔ پس یا اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص بندے، رسول، نبی، حبیب، امین، مصلیٰ اور تمام مخلوق سے بہترین پر رحمت فرما اور ایسی رحمت خاصہ فرما جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی نہ کی ہو۔ ایسی رحمت کہ مخلوق میں سب سے زیادہ کر ہو۔ یا اللہ اپنی رحمتیں، عطا فرما اور ہر کسی تمام ہی سید المرسلین، خاتم النبیین، ام المستبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرما۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بھلائی کی طرف کھینچنے والے، خیر کے رہنما اور رسول رحمت ہیں، یا اللہ تو ان کا قرب زیادہ کر دے۔ ان کی دلیل بڑی فرما دے، ان کا مقام اچھا بنا دے۔ انہیں ایسے مقام محمود میں اٹھا کہ اولین و آخرین بھی ان کے فیض کریں اور ان کے مقام محمود پر ہونے کی وجہ سے ہمیں روز قیامت نفع عطا فرما۔ ان کے بدلے آخر میں تو ہمارے درمیان رہ اور جنت میں انہیں درجہ اور وسیلہ پہنچا دے۔ یا اللہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل، پر صلوٰۃ و کرامت اتار دے، یا اللہ تو نے حضرت ابراہیم اور آپ کی آل پر صلوٰۃ و برکت اتاری تو ہی ایسے کام والا، بزرگی والا ہے۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا تو آپ تو وصل فرما چکے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے، وہ وصل نہیں فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں پہلے ہی ہمیں ارشاد فرمایا ہے، پس انہیں بے مبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ ٹھارو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمہارے پاس کی چیز زیادہ اپنے پاس کی چیز کو فرمایا ہے۔ یہ انہیں ثواب عطا فرمانے کے لیے اپنے پاس بلا لیا اور تم میں اپنی کتب اور اپنے محبوب نبی کی سنت پیچھے چھوڑی۔ پس جو شخص بھی ان دونوں (کتب و سنت) کو مقبوضی سے تمام لے گا، وہ عارف ہو گا اور جو کوئی ان دونوں چیزوں کے مابین فرق روا رکھے گا، وہ اس آیت مبارک کا شکر ہے۔ **بِالْبَیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُفُوْا فِی الْفِطْرِ (النساء 135)** ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔ اور تمہارے نبی کے وصل فرمانے کی وجہ سے کہیں ہمیں شیطان غافل نہ کر دے اور تمہارے دین پر کوئی مصیبت نہ ڈال دے، اس لیے خیریت کی طرف جلدی کرو۔ اس

طرح تم شیطان کو تعکا مارو گے اور اسے سملت بالکل ہی نہ دے' نہیں تو وہ تم سے مل جائے گا اور تمہیں فتنہ میں ڈال دے گا۔

حکایت :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے غلبہ مبارک سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ میرے سننے میں آیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصل نہیں فرمایا۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں دن اپنے وصل کا حل بیان فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ انک میت وانہم مبینون (الزمر 30) ترجمہ کنزالایمان : بے شک تم میں انتقال فرمایا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مصیبت کی وجہ سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ آج سے پہلے میں نے یہ مضمون کتاب اللہ میں کبھی نہیں سنا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن مجید میں جیسا نازل ہوا ہے، وہی حق ہے اور حدیث پاک بھی اسی طرح ہی ہے جیسے کہ آپ نے بیان فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (البقرہ 156) ترجمہ کنزالایمان : "ہم اللہ کے مل ہیں اور اسی کی طرف پھرتا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثوب اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔ پھر آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔

حبیب کبریا (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کے آخری غسل کی کیفیت :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کو غسل دینے کے لیے جب لوگ جمع ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کس طرح دیں۔ آپ کو دوسرے مردوں کی طرح نکا کر کے غسل دیر یا کپڑوں سمیت ہی غسل دیں۔ اسی نزد میں تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے تیند کا غلبہ طاری کر دیا میں نکا ایسا کوئی بھی نہ رہا جو اپنی چھاتی پر رازمی نکلائے نہ سو رہا ہو۔ پھر کسی کہنے والے نے کہا جیسے کوئی بھی نہیں جان کہ کہنے والے نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت ہی غسل دیجئے۔ یہ من کر رہی چونکہ پڑے۔ اسی آواز کے مطابق عمل کیا گیا اور کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل سے فراغت کے بعد آپ کو کفن پہنایا۔

حکایت غسل بزمین علی المرتضیٰ :- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض مبارک انداز چاہا تو ہمیں ایک آواز سنائی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا مبارک نہ اتارو۔ ہم نے اسی طرح ہی کرنا دیکھا۔ ہم نے آپ کے کرتے سمیت ہی غسل دے دیا۔ جیسا کہ ہم اپنے (دوسرے) مردوں کو لٹا کر غسل دیا کرتے تھے۔ اگر ہم آپ کے کسی عضو مبارک کو بدلنا چاہتے تو ہمیں کچھ بھی مشکل نہ ہوتی تھی بلکہ وہ عضو مبارک بدل جاتا تھا حتیٰ کہ ہم اس عضو مبارک کے غسل سے فارغ ہو جیلا کرتے۔ ہمیں گھر میں ہوا کی سناٹاوت سنائی دیتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آواز بھی آتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ نرمی برتو کہ حمیس کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصل مبارک اس طرح پر تھا۔ آپ نے نہ تو کوئی ہاتھ کا کپڑا ترکہ میں چھوڑا اور نہ ہی لون کا۔ وہ سب کچھ آپ کے ساتھ دفن ہو گیا۔ حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گھر میں آپ کا بستر مبارک اور چادر بچھائی گئی اور اس کے اوپر آپ کے وہ کپڑے ڈالے گئے جو کپڑے آپ پہنا کرتے تھے۔ پھر ان کے اوپر آپ کفن سمیت لٹائے گئے۔ عقبرے کہ وصل شریف کے بعد آپ نے ترکہ میں کوئی مل متلح نہ چھوڑا اور نہ ہی مٹکان کی نیت سے اینٹ پر اینٹ رکھی۔ مسلمانوں کے لیے آپ کے وصل مبارک میں کامل حیرت اور اعلیٰ اقتداء ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر کا وصل مبارک :- جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصل مبارک کا وقت قریب ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس حاضر ہوئیں۔ ایک شعر پڑھا۔  
 بمرک ما بغنی اشرا عن الغنی۔ اذا حشر جنت یوما و ضاف بہاء الصبر قم ہے کہ کثرت دولت کسی کم نہ آئے۔ جب سانس رک جائے اور جان لیوں پر ہو تو آپ نے اپنا چو مبارک کھولا اور پھر ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہ کہو بلکہ اس طرح کہو وجاہات مسکرة الموت بالعن فلک ما کننت منہ تعجبہ (ق 19) ترجمہ کنز الایمان:  
 اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو جھانکا تھا۔ میرے یہ دونوں کپڑے دیکھ لو۔ انہیں حفاظت سے رکھو۔ یہی کپڑے دھو کر ان میں مجھے کفن دینا اس لیے کہ مجھے کپڑے کی ضرورت مرنے سے زیادہ زندہ کو ہوتی ہے۔ آپ کے وصل مبارک کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک شعر پڑھا۔ و ابغض یسئفی الغمام بوجہ۔ ربیع البنافی ہمته لال ارسل سفید چہرے سے پارش طلب کی جاتی ہے وہ جو تپائی کی بلو اور پھوگن کا سارا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر کا عقیدہ مبارک :- حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس شعر کے مصداق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ ہی ہیں۔ یہ ان کا لوب ہے ورنہ آج تو اکثر علماء اور مشائخ میں حرص ہے کہ سب سے بڑا لقب ان کے نام ہو۔

حکایت :- لوگوں نے آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم کسی حکیم کو بلا لائیں جو آپ کا وصل مبارک دیکھے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے حکیم نے تو مجھے ملاحظہ کر کے فرما دیا ہے کہ فعال لسا یرید (البیوع 16) ترجمہ کنز الایمان: بیش جو چاہے کر لینے والا۔

وصیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :- حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی حیات کے لیے آپ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہمیں کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ دنیا خ کر کے کہے۔ اس لیے اس میں سے تم صرف اپنی ہر لوقت کے مصافحہ کی لیت یاد رکھئے جو عنصر نماز جو راکر لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد میں ہو جاتا ہے تو کہیں ایمان نہ کرینا کہ اللہ تعالیٰ

سے عہد فتنی کر بیٹھو اور یہ عہد فتنی ہمیں طالع میں منہ کے بل ڈال دے گا۔

نائب مقرر کرتا:۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بہت بیمار ہو گئے۔ گھر سے باہر نہ جانے تو لوگوں نے کہا کہ آپ اپنا نائب کسی کو بنا دیں تو آپ نے اپنا نائب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ آپ کی خدمت علیہ میں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے تو اپنا نائب ایک ایسے شخص کو مقرر فرمایا ہے جو حد مزاج اور سخت دل ہے تو اس سلسلے میں آپ رب تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کے حضور عرض کروں گا کہ میری مخلوق میں سے جو سب سے بہتر تھا میں نے اسے نائب مقرر کیا ہے۔ آپ نے اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا۔

حضرت عمر کو نصیحت:۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ میں ہمیں ایک وصیت کرتا ہوں۔ یاد رکھیے جو حقوق اللہ تعالیٰ کے دن میں ہیں انہیں حق تعالیٰ رات کے وقت قبول نہیں فرماتا۔ اسی طرح کچھ حقوق رات کے وقت میں ہیں انہیں اللہ تعالیٰ دن کے وقت قبول نہیں کرتا۔ جب تک فرائض ادا نہ کرو اس وقت تک اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہیں فرماتا۔ قیامت کے دن جن لوگوں کے اعمال واپس ہوں گے ان کی صرف ایک وجہ ہوگی کہ انہوں نے حیات دنیا میں اجلہ حق کیا ہوگا اور اسے اپنے لوہے بھاری سمجھا ہوگا۔ جس کے نامہ اعمال میں حق کے سوا کچھ نہ ہو اسی لائق ہے کہ ان کا وزن زیادہ ہو۔ ہلکے پلے والوں کے وزن قیامت میں ہلکے ہونے کی ایک وجہ ہوگی کہ انہوں نے دنیوی حیات میں باطل کی پیروی کی ہوگی۔ اپنے لوہے انہیں ہلکا ہی سمجھا ہوگا اور جس کے نامہ اعمال کے توازن میں باطل کے سوا کچھ بھی نہ ہو اسے ہلکا ہونا ہی نصیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے ذکر ان کے اچھے اعمال کے ساتھ کیا ہے اور ان کی برائی بیان کرنے سے درگزر فرمایا ہے۔ تو کہنے والا اس طرح کہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے درجہت کے لحاظ سے کم ہوں اس لیے ان کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دو ڈیڑھوں کا ذکر ان کے بڑے اعمال کے ساتھ کیا ہے۔ انہوں نے جو اچھے عمل بھی کیے انہیں واپس کر دیئے تو کہنے والا اس طرح کہتا ہے کہ ان لوگوں سے میں افضل ہوں اور رحمت کی آہستہ مبارک اور عذاب کی آہستہ مبارک کو ذکر فرمایا ہے تاکہ رغبت اور خوف دونوں ہی موسن کو دیں اور ہلاک و جہنم میں اپنا ہاتھ نہ ڈالیں۔ حق کے سوا اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی بھی تمنا نہ کرے۔ پس اسے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم میری نصیحت کو یاد رکھو گے تمہارے نزدیک کوئی بھی نظر آنے والی چیز موت سے زیادہ پیاری نہیں ہوگی۔ تم پر موت کا آنا ضروری ہے۔ اگر تم میری وصیت کو بھلا دے تو موت سے زیادہ بری چیز غائب چیزوں میں سے کوئی بھی نہ ہوگی حالانکہ اس سے تم بھاگ بھی نہیں سکو گے اور نہ ہی اسے تھکا سکو گے۔

زالو رلو:۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک کا وقت قریب ہوا تو صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا علیؑ



الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کا حل پریشان حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ آپ ہمیں زلوا راہ آخرت کا عطا فرمائیے۔ سیدنا صدیق اکبر نے ارشاد فرمایا کہ مرتے وقت جو شخص یہ کلمات پڑھ کر فوت ہو گا تو اس کی مدح کو اللہ تعالیٰ اٹھ بیٹھ میں مقام عطا فرمائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اٹھ بیٹھ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عرش اعظم کے سامنے ایک میدان ہے۔ اس میدان میں پڑھ، سنیں، درست اور برے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی سورتیں ہر روت چمپاتی ہیں۔ جو شخص ان کلمات کو پڑھ لے گا اس کی مدح کو اللہ تعالیٰ اسی مکان میں رکھے گا۔ کلمات یہ ہیں کہ نہ۔

اللهم انک ابتدأت الخلق من غیر حاجتہ بک ابھم خم جعلتھم فربقین فریفا للنعیم و قریفا سمیر فا جعلنی للنعیم ولا تجعلنی للسمیر اللهم انک خلقت الخلق وقا ومیزنم قبل ان تخلقھم فجعلت منهم شقبا وسمیدا وغویا ورشیدا فلا تشقی بمعاصیک اللهم انک علت مائکب کل نفس قبل ان تخلضها فلا محبص مما علمت فاجعلنی ممن تستعہ بطاعتک اللهم ان اصلا پشیا حتی نشاء فاجعل شبتک ان شاء ما بغیرنی الیک اللهم انک فدرت حرکات العباد فلا ینحرک شی الا باذنک فاجعل حرکاتی فی نقواک اللهم انک خلقت الجنۃ والنار وجعلت لکل احد منها اهلا فاجعلنی من سکان جناتک اللهم انک اردت بقومل الصلاۃ وضبقت بہ صدور ہم فاشرح صدری لایمان وزینہ فی قلبی اللهم انک ادبرت الامور وجعلت مصیریا الیک فاجنبنی بمعاصیہ وقریبی الیک زلفی اللهم من اصبح واعلیٰ ثمنہ ورجاء غیرک فانت نقی ورجانی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ترجمہ "یا اللہ تو نے مخلوق کو ابتداء سے بنایا ہے تجھے ان کے بنانے کے لیے کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پھر تو نے ان کے دو گروہ بنا دیے۔ ایک گروہ جنت کے لیے اور ایک گروہ جہنم کے لیے تو مجھے جنت کے گروہ کے لیے کہ 'دوزخ کے گروہ کے لیے نہ کر۔

یا اللہ تو نے مخلوق کے کئی کرتے پیدا فرمائے اور انہیں پیدائش سے پہلے ہی ہذا کر دیا کہ جنہوں کو بد بخت اور بعض کو نیک بخت، غرث اور ہدایت یافتہ بنا دیا۔ میں تجھے اپنی اطاعت سے سید بنا دے اور اپنی معصیت کے باعث بد بخت بنا دے۔

یا اللہ ہر نفس جو کچھ بھی کما ہے، وہ سب کچھ تجھے اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم ہے۔ تو جو کچھ وہ کرتا ہے، اس سے بچو نہیں۔ میں تجھے ان لوگوں میں سے بنا جن گروہوں سے تو اپنی اطاعت و فرمائش کو کام لیتا ہے۔ یا اللہ تیرے چاہنے کے سوا کوئی کچھ بھی نہیں جانتا، اس لیے تو اس امر کی تمنا فرما دے کہ میں ایسی بخت پسند کرنے لگوں جو تجھے تیرے قریب کر دے۔

یا اللہ تو نے بندوں کی حرکتوں کا اندازہ کیا ہوا ہے کہ کوئی بھی چیز تیرے اولے کے بغیر حرکت نہیں تو میری حرکت و سکنت کو اپنے تقویٰ میں کر دے۔

یا اللہ خیر و شرد لوگوں کو تو نے ہی پیدا فرمایا ہے اور انہوں کے کسے والوں کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ پس ان دونوں قسموں میں سے جو بہتر ہے مجھے اس میں کرو۔

تو نے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا اور ان میں رہنے والے بھی تو نے بنائے تو مجھے اپنی جنت میں رہنے والوں میں بنادے۔

یا اللہ تو نے ایک قوم کو راہ ہدایت و کفایت چلی تو ان کے سینوں کو تو نے کھول دیا۔ ایک قوم کے لیے تو نے سکرانی چلی تو ان کے سینوں کو تو نے تنگ بنایا۔

یا اللہ تو میرے بچے کو ایمان کے لیے کھول دے اور میرے دل میں ایمان کو اچھا کر دے۔ مجھے کفر و بدکاری اور باغیگنی سے نفرت دلا۔ مجھے نیک چلن لوگوں میں سے بنادے۔

یا اللہ تو نے امور کی تدبیر کی ہے اور ان کا حکم بھی تو نے اپنی طرف ہی فرمایا۔ پس مجھے موت کے بعد ایسی زندگی سے زندہ فرما اور مرتبہ و مقام میں مجھے اپنے نزدیک فرما۔

یا اللہ جو شخص اس طرح صبح و شام کرتا ہے کہ اس کا اعتدال اور توقع تیرے علاوہ کسی اور پر ہو تو ہوا کرے (اس سے مجھے کیا) مگر میرا اعتدال اور میری توقع تو تجھ پر ہی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمام مضامین اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک :- حضرت عمرو بن عبید بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن صبح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک پر زخم ہوا اس وقت جماعت میں اس میں بھی کھڑا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جب آپ وہ صفوں کے درمیان میں سے گزرتے تھے تو آپ درمیان میں کھڑے ہو جاتے۔ صفوں کی سیدہ میں اگر کسی بیٹی دیکھتے تو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ صفوں میں برابر ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ صفوں کے سیدھے ہونے میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن اور نقص نہ رہ جاتا تو آپ پھر آگے بڑھتے۔ آپ عموماً پہلی رکعت میں سورہ یوسف یا محل یا کوئی ایسی صورت پڑھا کرتے تھے تاکہ لوگ جمع ہو جائیں۔ پس آپ نے تکبیر تحریم کی بھی تھی کہ پھر فوراً میں نے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کہتے تھے ہار دیا یا کھالیا۔ جب آپ کو ہار لولنے دینی کیلئے آپ پہ کاری ضرب لگانے کے فوراً بعد وہ خبیث کافر و دھاری چمڑی لے کر بھاگ اٹھا۔ بھاگتے ہوئے جس کے پاس سے بھی گزرا داکس اور بائیں دونوں طرف سے لوگوں کو ذمہ کرنا لیا۔ اس نے اس محلے سے تیرہ آدمی ڈھکی کیے۔ ان زمینوں سے نو اصحاب فوت ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ اس محلے سے ڈھکی ہوئے والوں میں سے ملت لے وقت پائی۔ پس جب ایک مسلمان نے یہ حالت دیکھی تو اس نے بے ایمان پر کپڑا اٹھ کر پکڑ لیا۔ اس کافر نے جب دیکھا کہ میں اب پکڑا گیا ہوں فحشیں سنا تو اس نے اپنے آپ کو قلعہ کر دیا۔ وہ قاتل اس طرح واصل جہنم ہوا۔ دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر نواز کے لیے آگے کر دیا کہ :

کی جماعت کرائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جو لوگ اس وقت تھے، انہوں نے یہ مل نہ کیا۔ باہر کے لوگوں کو اس محل کار کا ابھی تک پتہ نہ چلا، سوائے اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز آتا ہے جو مٹی اور وہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ بہر حال مختصر طور پر نماز حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ مجھے کس نے زخمی کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قہقہہ دے کے لپے غائب ہوئے۔ پھر حاضر ہو کر فرمایا کہ یہ حرکت مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے اللہ تعالیٰ قتل کرے، میں نے تو اس پر اسلحہ کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں کی۔ تم لوگ تمہارے باپ یہ پلت بست پسند کرتے ہو کہ مدینہ منورہ میں غبی کافر بستی زیادہ ہوں۔ آپ نے یہ اس لیے کہا کہ حضرت عباس کے پاس غلام بستی زیادہ تھے۔ یہ من کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم ان تمام غلاموں کو قتل کر دیں۔ انہیں اب قتل کر کے 'جب وہ تمہاری بولی بولنے لگے ہیں۔ (یعنی ان لوگوں نے ایمان قبول کر لیا ہے) تمہارے قتل کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھنے لگے ہیں۔ جیسے تم جگہ کرتے ہو' اسی طرح جگہ بھی کرنے لگے ہیں۔ غرضیکہ آپ کو مسجد نبوی شریف سے الٹا کر باہر لایا گیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ لوگوں کا برا حال تھا۔ جیسا کہ آج سے قبل ان پہ مصیبت بھی نہیں آئی تھی۔ ہر کوئی اپنی اپنی کہہ رہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ مجھے تو آپ کے وصل کا خوف ہے اور کوئی کہہ رہا تھا میں۔ آپ کے وصل کا کوئی خوف نہیں۔

موت و حیات کی کشمکش میں بھی امیر المومنین رضی اللہ عنہ استغاث میں آپ کی خاطر عرق انگوڑا لایا گیا۔ آپ نے وہ چا تو وہ پیٹ سے فوراً ہی نکل گیا۔ بعد ازاں دواہ لایا گیا تو آپ نے وہ دواہ بھی پلا لیا۔ عرق کی طرح دواہ بھی نکل گیا، تب لوگ سمجھ گئے کہ آپ بچ نہیں سکیں گے۔ لوگ آپ کی تعریف بیان کرنے لگے۔ ایک جوان شخص نے آپ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ یا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو خوشخبری ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دین اسلام میں آپ کو وہ مقام حاصل ہوا جسے آپ چاہتے ہی ہیں۔ بعد ازاں آپ امیر المومنین مقرر ہوئے، آپ نے عدل و انصاف فرمایا۔ پھر آپ کو مقام شہادت بھی میسر گیا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے گھڑاے کے لائق ہی یہ تمام باتیں بن جائیں تو بستی ہے کہ نہ تو ان کی وجہ سے میرا نقصان (آخرت) ہو اور نہ ہی فائدہ۔ وہ شخص جب وہیں سے جانے لگا تو اس کا پیچلہ زمین کو چھو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ وہ شخص جب دواہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ اے بیٹے! اپنا کپڑا لوٹا کر لو کہ اس طرح مٹی و قیر سے بچا رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے اتنی دیر بیڑ بگاری کے بھی زیادہ قریب ہے۔

لوائی قرض کی وصیت :- بعد ازاں اپنے صاحبزادے کو ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ! دیکھ مجھ پہ کتنا قرض ہے؟



ابنہ خلیفہ بھی مقرر فرما دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں سے جو کہ میں خلافت کے لیے کسی کو بھی مستحق نہیں جانتا جن کا محل یہ ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے راضی تھے۔ بعد ازاں آپ نے حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعیدؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اہماء بیان فرمائے اور فرمایا کہ تمہارے پاس عبداللہ ابن عمرؓ بھی حاضر ہو گا مگر اسے خلافت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ اس لیے ارشاد فرمایا تاکہ عبداللہ ابن عمرؓ کی تحسین ہو جائے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اگر سعدؓ کو خلافت ملے تو ٹھیک نہیں تو جو بھی امیر بنے اس کی مدد کیا کرنا اس لیے کہ میں نے اسے عاجزی اور خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا۔ میں اپنے بعد کے ہونے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرے کہ پہلے ہجرت کر کے آئے والے لوگوں کی فضیلت کو کبھی اور ان کی حرمت کی حفاظت فرمائے اور عزت و تنظیم کیا کرے۔ علاوہ ازیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کیا کرے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں کہ اس جگہ (ہندوستان) میں اور ایمان میں سب سے پہلے ان لوگوں نے ہی مقام حاصل کیا۔ ان کے حصہ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قبول فرمایا کرے اور ان کی برائی کرنے سے درگزر فرمایا کرے۔

اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ ارد گرد کے شہر دلوں سے اچھا سلوک کیا کرے کیونکہ وہ لوگ اسلام کے مدعا اور اموال آکٹھا کرنے والے اور دشمنوں کے جلنے کا سبب ہیں۔ ان لوگوں سے خلیفہ کچھ بھی نہ لیا کرے۔ اس کے علاوہ جو کہ ان کے مالوں سے زیادہ ہو۔ وہ بھی جو کچھ ان سے لے کر انہیں کے مسئلوں میں تقسیم کر دے اور اسے (ہونے والے خلیفہ) کو اس پخت کی وصیت کرتا ہوں کہ محمد حق تعالیٰ اور اس کے رسول کے بعد کا لحاظ رکھے اور مسلمانوں سے عہد پورا فرمایا کرے۔ مسلمانوں کی حمایت کے لیے دونوں کے خلاف لوگوں سے جنگ کرے۔ مسلمانوں سے ان کی خلافت سے زیادہ کام ہرگز نہ لے۔

کیفیت جنازہ :- راوی کہتا ہے کہ آپ کی مدح پر نور جب غلہ بریں کی طرف پرواز کر گئی تو ہم آپ کے جنازہ مبارک کو لے چلے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور بعد ازاں عرض کیا کہ عربین خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اندر لے آؤ۔ مختصر یہ کہ آپ کو اندر لے جا کر دونوں دوستوں کے پاس وطن کر دیا۔

تاثرات :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر اسلام روئے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہار پٹی پر لا کر رکھا تو



میرے پاس لاکھ جنوں نے نہیں یہاں کھڑا کیا ہے۔ وہ دونوں آدمی جا کر لائے گئے تو وہ اس طرح لائے گئے جس طرح کہ وہ لوٹ یا دو گھر آتے ہیں۔ ان کی طرف دیکھ کر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس وقت مدینہ منورہ میں دوسرے کنوئیں کے علاوہ کس بھی میٹھا پانی نہیں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کنوئیں کو خرید کر اپنا دواں مسلخوں کے دواں کے ساتھ اس کنوئیں میں ڈال دے اور اس سے بہتر جنت میں حاصل کرے۔ پس اسے میں نے خرید لیا۔ آج تم مجھے یہ پانی نہیں پینے دیتے اور نہ ہی دواں کا پانی پینے دیتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں تم سے قسم دیتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ غریب لشکر کو میں نے سلاخ حرب دواں لگوں نے جواب دیا کہ ہاں تم نے دواں لیا۔ پھر آپ نے فرمایا میں قسم تم سے دواں کرتا ہوں کہ مسجد میں نمازیوں کی وجہ سے ٹکلی ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو نفل کی زمین خرید کر مسجد میں توسیع کر دے تو وہ جنت میں اس سے بہتر حاصل کرے گا تو میں نے یہی اسے خرید لیا۔ آج وہیں تم مجھے دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہو۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں یہ بھی درست ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم تم سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں مطہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل شہر پہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اسے میں پہاڑ متحرک ہوا یہاں تک کہ اس کے پتھر بھی پیچھے گر پڑے تو آپ نے اسے ٹھوکر ماری اور ارشاد فرمایا کہ اے شیر ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبیؐ ایک مدینہ اور دو شہداء تشریف فرما ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ نے صحیح فرمایا ہے تو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر۔ رب کعبہ کی قسم۔ ان لوگوں نے میری گواہی دی کہ میں بلاشبہ شہید ہوں اور ایک صحیح منہ میں سے دواں ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جس وقت زخمی کیا گیا۔ آپ ریش مبارک پر خون بہہ رہا تھا تو اس وقت آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین (الاحزاب 27) ترجمہ کنز الایمان: معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے ہے جاہل۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا وصال مبارک :- مسیح حنظل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ رات ہوئی کہ جس کی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے آپ لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ ابن تیاج نماز فجر کے وقت آپ کے پاس حاضر ہوا اور نماز فجر کے لیے عرض کیا۔ آپ نے ذرا دیر کی اور آرام فرماتے ہوئے لیٹے رہے۔ پھر وہ بارہ آیا تو آپ پھر بھی آرام کرتے ہوئے لیٹے رہے۔ آپ نے مزید دیر کر دی۔ جب وہ تیسری بار آیا تو اٹھ کر تشریف لے گئے۔ آپ ایک قطعہ مبارک پڑھ رہے تھے اشد حجاز بسلک العوت فان الصوت لا فیک ولا نبزع من الصوت اقا حل بواہکا مکرہمہ ملک الصوت کے لیے کیونکہ موت تیری طاقت کو آگے کی اور موت سے مت گھبرا۔ جب وہ تیسری دواں میں آئے۔

جب آپ چھوٹے دواں کے نزدیک پہنچے تو نبیؐ ابن علیؓ کے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کی ساتھ دواں حضرت

ام کلثوم باہر نکلیں اور کہنے لگیں۔ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی نماز میں ہی شہید ہوئے اور میرے والد ماجد بھی اسی نماز میں ہی شہید ہوئے۔ ایک پوڑھا ردوی قریش کا روایت کرتا ہے کہ ابن سلم یمن نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زخمی کر دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے رب کعبہ کی قسم مجھے میرا مطلب حاصل ہو گیا۔

حضرت محمد بن علی فرماتے ہیں کہ آپ جب زخمی ہوئے تو اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور پھر وصل فرمائے تک لا اور اللہ کے سوا کچھ بھی ذہن پر نہ لائے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب موت کے قریب ہوئے تو حضرت امام حسین علی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا بھائی جان تم کیوں کھیراتے ہو۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی بن ابی طالب سے ملاقات کرو گے۔ وہ دونوں ہی تمہارے باپ ہیں۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل کرو گے۔ وہ دونوں ہی تمہاری مائیں ہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف ملاقات حاصل کرو گے۔ وہ دونوں ہی آپ کے چچا ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو لہا ارشاد فرمایا کہ بھائی جان میں ان سے اس طرح ملاقات کروں گا کہ ان سے اس حالت میں کبھی نہیں ملا۔ حضرت محمد بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب امام علی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے گھیرا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ مجھے شہید کر دیں گے تو آپ نے دستوں میں کمرے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ بعد ازیں فرمایا کہ یہ جو کچھ مجھ سے ہوا ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ ساری دنیا تم پر ہل گئی ہے اور ابھی ہو گئی ہے۔ سلوک نے بھی منہ سوز لیا ہے۔ دنیا اتنی کم رہ گئی ہے جتنی کہ برتن میں پانی کی تری تو اب لکڑی یا گوارہ زندگی سے تو مجھے موت ہی پسند ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ عمل حق بات پہ کتنا اور باطل سے بچنا محض اس لیے ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی رحمت کرے اور مجھے تو معلوم موت ہی معلوم ہوتی ہے۔ زندگی ان ظالموں کے ساتھ کیجا ہو کر گزارنا محرومی سمجھتا ہوں۔

بوقت وفات خلفاء و امراء و صالحین کے اقوال :- جب امیر مہدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے بخلا دیجئے۔ آپ کو لوگوں نے بخلا دیا۔ آپ نے اللہ جل جلالہ کی تسبیح اور اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں روئے ہوئے کہہ - اے مہدیہ! تجھے یہ سچے پوتے اور نوت پوت کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا خیال کیا ہے۔ اللہ کو یاد کرنے کا یمن اس کا ذکر کرنے کا محترم وقت تو جوئی کے دور میں تھا۔ اتنا کہا اور زیادہ روئے گئے حتیٰ کہ آپ کے روئے کی آواز بلند ہو گئی اور پھر عرض کیا یا اللہ! اس کم بخت کو زخمت دل پوڑھے پر رحم فرما دے۔ یا اللہ! میری لڑکھوں سے درگزر فرما اور میری خطائیں معاف فرما۔ اپنی بھاری سے اس اپنے بندے کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرا بندہ تیرے علاوہ کسی سے بھی توقع نہیں رکھتا اور نہ ہی تیرے سوا کسی پر اتکا کرتا



ہے۔

قریش میں سے ایک بوزعہ شخص بیان کرتا ہے کہ میں بھی ان کے مرض موت کے وقت لوگوں کے ساتھ امیر معلویہ کے پاس گیا۔ ان کے بدن پر لوگوں نے بھریاں دیکھیں تو آپ نے پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ کی پھر ارشدو فریاد کی رینا ساری کی ساری وی ہے جسے ہم نے آزا بھی لیا ہے اور دیکھ بھی چکے ہیں۔ جان لو ہماری مدداری اور عیش و عشرت سے لذت پانے کی وجہ سے دنیا کی چل پھل ہمارے سامنے ہوئی اور یہ سب کچھ بھی جی ہی نہ تھی کہ اسے ہر حال میں دنیا نے توڑ پھوڑ ڈالا اور بعد ازاں سی ٹک دی۔ اب دنیا اس طرح بن گئی ہے کہ ہمیں کھوکھڑا پیچھے ہی چھوڑ کر چلتی بنی ہے اور انا اب ہمیں برا بھلا کہنے لگی ہے۔ پس ایسے گھر پر لعنت ہے اور ایسی دنیا پر قحوک ہے۔

حضرت امیر معلویہ رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ :- روایت میں ہے کہ حضرت امیر معلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری خطبہ یہ پڑھا کہ اے لوگو! جو کوئی جو کچھ دیکھتا ہے وہی کچھ کانٹا ہے۔ میں تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تمہارا ہوگا وہ مجھ سے بھی برا ہوگا۔ جس طرح مجھ سے پہلے حاکم مجھ سے اچھے تھے اور اے یزید! جب میری وفات ہو جائے تو مجھے کسی ہوشیار عقلمند آدمی سے غسل دلو تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقلمند کا ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اس سے کہنا کہ اچھی طرح غسل دے اور اللہ اکبر کہے۔ پھر دیکھنا کہ ایک روئے خزانے میں رکھا ہوا ہے۔ اس روئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے ایک روئے ہے اور چند آپ کے ہاتھ کے ریزے مبارک ہیں اور آپ کے ناخنوں کے چند ٹکڑے بھی رکھے ہوئے ہیں تو وہ ریزے لے کر میری ناک میں دھنکھان اور آنکھ میں رکھ دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مبارک کو میرے بدن پر کفن کے اندر رکھ دینا۔

اے یزید! اپنے بل پاپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قرین ڈیٹاں یاد رکھنا اور جب تم مجھے میرے کفن میں لپیٹ چکو اور مجھے قبر میں رکھ چکو تو معلویہ کو اور ارمہ الرامین کو اکیلا چھوڑ دینا اور حضرت محمد بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موت کا وقت قریب آچکا تو اس وقت وہ فرماتے گئے کہنی اچھی بات ہوتی کہ میں قریش میں سے ایک بھوکا شخص ہوتا اور امرواغت میں سے کسی چیز کا مالک نہ ہوتا۔

عبد الملک بن مروان :- عبد الملک بن مروان کی موت کا وقت جب قریب آچکا تو اس نے ایک دھوئی کو دیکھا۔ اس حالت میں کہ وہ دھوئی اپنے ہاتھ میں کپڑے لپیٹ کر چڑے پر مار رہا تھا۔ عبد الملک نے کہا بخیر کیا خوب ہوتا جو میں بھی ایک دھوئی ہی ہوتا اور ہر روز اپنے ہاتھ کی کٹائی کھاتا۔ دنوی معاملات میں سے کسی کا بھی دلی نہ ہوتا۔ جب یہی بات حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ان حکمرانوں کو ایسا بیٹھا ہے کہ وہ مرنے کے وقت ہمارے حال جیسے حال کی تمنا کرتے ہیں۔ حالانکہ جب ہمیں موت آتی ہے تو ہم ان کے احوال جیسی خواہش نہیں کرتے۔ عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مرض موت میں دریافت کیا کہ اپنے آپ کو تم کیسا پارہے ہو؟

عبداللہ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو میں اس حل میں پاتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ولقد جنمونا فرادی کما خلقتناکم اول صدۃ ونرکتکم ما خولتکم ورا، ظہور کلمۃ الانعام (94) ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پتہ پیچھے چھوڑ آئے جو مل و متاع ہم نے تمہیں دیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز:۔ فاطمہ بنت عبداللہ کہ جو کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرض وصال میں یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ لوگوں پر میری موت کی ایک گھڑی بھی ظاہر نہ کرنا۔ پس آپ نے جس دن وصال فرمایا۔ ان کے پاس سے اٹھ کر میں ایک دوسرے گھر چلی گئی۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف ایک دروازہ ہی تھا۔ آپ اپنے برج میں رہے۔ میں سن رہی تھی کہ آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعُهَا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عِلَاقًا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِئْسَانًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (القصاص 83) ترجمہ کنز الایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو دُشمن میں کھبر نہیں چاہتے اور نہ فسق اور عاقبت پر بیزار گروں ہی کی ہے۔

پھر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ جب مجھے آپ کی آواز یا آہٹ نہ معلوم ہوئی تو میں نے صبر کے ایک غلام کو بھیجا کہ جا کر دیکھنا کیا آرام فرما رہے ہیں۔ وہ غلام جب آپ کے پاس پہنچا تو وہ حج اٹھا۔ میں فوراً دوڑی میرے منہ سے نکل ہی آپ وصال فرما چکے تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ کچھ دیر تک آپ کی موت ظاہر نہ ہوئی۔ آپ سے مرنے سے کچھ دیر پہلے کسی نے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین ہمیں کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اپنے اس حل سے ڈراتا ہوں کہ تم نے بھی ایک دن اسی طرح ہوتا ہے۔ (یعنی تم نے بھی ایک دن مرنا ہے)

حکایت:۔ منقول ہے کہ آپ جس وقت سخت بیمار ہوئے تو آپ کے لیے ایک طبیب کو بلایا گیا۔ آپ کا محل مبارک دیکھ کر اس طبیب نے کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے۔ میں انہیں مرنے سے بچا نہیں سکتا۔ آپ نے اپنی آنکھ مبارک کھول کر طبیب کو فرمایا کہ جسے زہر نہیں دیا جاتا تم اسے بھی تو نہیں بچا سکتے۔ طبیب نے دریافت کیا کہ جسیں زہر کا اثر معلوم ہوا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے پیٹ میں جس وقت زہر داخل ہوا تھا اس وقت مجھے تو معلوم ہو گیا تھا۔

طبیب نے کہا کہ پھر آپ علاج کریں ورنہ مجھے آپ کی جان جاتی رہنے کا خوف ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میری جان پروردگار کے پاس جاتے گی۔ میں مقام تمام جہنم سے بہتر ہے۔ بخدا کہ اگر مجھے یہ بات معلوم ہو بھی جاتی کہ میری شفا میرے کھن کی لو کے پاس موجود ہے تو میں پھر بھی اپنا ہاتھ کان تک اٹھا کر اسے نہ حاصل کرتا۔ یا اللہ عمر کے لیے اپنی طاقت میں خیر کر۔ بعد ازیں آپ تھوڑے ہی دنوں میں وصال فرما گئے۔

روایت ہے کہ جب وصل کا وقت قریب ہوا تو آپ روئے۔ کسی نے آپ سے آپ کے رونے کا سبب پوچھا کہ یا امیر المؤمنین! آپ کے رونے کا کیا مقام ہے؟ آپ کو تو خوشخبری ہونی چاہیے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت سی سنتوں کو زندہ فرمایا ہے اور عدل و انصاف ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے رو کر کہا کہ کیا محشر کے دن مجھے کھڑا نہیں کیا جائے گا؟ کیا مجھ سے حقوق کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا؟ بخدا اگر میں عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے بھی کر لیتا تو پھر بھی مجھے اپنے نفس سے یہ ڈر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جہت پیش نہیں کر سکے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے تعلیم سے نواز دے اور جس صورت میں عدل کا حقد نہ کر سکے بلکہ عدل تلف ہو گیا ہے اس لیے اس بارے میں بڑا مقام خرف ہے۔ یہ کہہ کر آپ بہت روئے۔ بعد ازاں تموز ای عرم زندہ رہے۔ متعلق ہے کہ وصل کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بخلا دیجئے۔ لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اٹھی میں وہ شخص ہوں کہ تو نے مجھے حکم دیا میں نے اسے کاحقہ بجانے میں کوتاہی کی۔ تو نے منع فرمایا تو میں پھر بھی نہ ہلا۔ آپ نے تین چار میٹلے دہرائے کہ لا الہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود کے لائق نہیں لیکن یعنی میں نے توحید میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کی ہے۔

پھر آپ نے اوپر سر اٹھا کر تیز نظروں سے دیکھا۔ لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کچھ آدمیوں کو پہلا دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ نہ تو آدمی ہیں اور نہ ہی جن۔ اس کے بعد آپ فوت ہو گئے۔

خلیفہ ہارون الرشید :- خلیفہ ہارون الرشید کے حالات کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے فوت ہونے کے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے طیچھ کیا اور اپنے کفن کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ ما اغنی مالیک سلطانہ۔ مل میرے کسی بھی کام نہ آیا۔ مجھ سے میری حکومت کھپ گئی۔

مختلف احوال :- ہارون الرشید راہ بچا کر اس پر لٹ گئے اور کہنے لگے اے وہ جس کی بادشاہت کبھی بھی ختم نہ ہوگی تو اس شخص پر رحم فرما جس کی سلطنت ختم ہو گئی۔

مستقیم ہاتھ مرنے کے وقت کہنے لگے کہ اگر میں جانتا کہ میری زندگی تموزی ہے تو پھر میں وہ کچھ نہ کرتا جو کچھ اپنی زندگی میں کیا۔

منصہر اپنی موت کے وقت بڑا پریشان تھا۔ لوگوں نے کہا کہ تمہیں کوئی علم نہیں مگر باریے نہیں۔ کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور اب آخرت آ رہی ہے۔

حضرت محمد بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت مندوقوں کو دیکھا تو کہا ان مندوقوں اور ان کے سنان کو کون لے گا۔ کاش کہ ان مندوقوں میں بیگنیں ہوتیں۔

جلال بن عوف نے مرے وقت کہا۔ "یا اللہ! تو میری مغفرت فرما کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ تو میری مغفرت نہیں کرے گا۔"

جلج کی قرقر حضرت عمر بن عبدالمطلب رحمۃ اللہ علیہ کو انہیں سلام ہوئی تھی اور اس پر قبیلہ قریش کہتے تھے یہ  
مل جب حضرت حسن مہری رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا تو آپ نے قریش کو کیا اسی طرح جلج نے کہا تھا؟ لوگوں نے  
عرض کیا ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو کیا تعجب کہ اللہ تعالیٰ اس کے حل پر رحم کر دے۔

اقوال اسلاف صالحین :- اب صاحب کرمؒ ہمیں بتائیں اور صوفیہ کرام رضی اللہ عنہم اعمین میں سے  
خاص خاص بزرگوں کے اقوال قرقر کیے جاتے ہیں۔

حضرت سیدنا مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو  
آپ نے فرمایا۔ "بخشا میں تجھ سے ڈرتا تھا اور آج میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔" بخشا تو سب کچھ جانتا ہے کہ میں  
دنیا اور دنیا میں جینے کو محل اس لیے پسند نہیں کرتا تھا کہ میں ضروری جہاد کیوں یاد رکھتے لکھتے مجھے موسم گرما کے  
دیس کے وقت میں عیسائے اور قبیلے کی تحلیف سے اور حلقہ ہلے ذکر میں طلوع کریم کے پاس دو زہر ہو کر  
جینے کو پسند کرتا ہوں۔"

آپ پر جب بدن کسی کی تھی ہوئی اور ایسی تھی کہ شاید اپنی تھی کسی پر نہ ہوئی ہو۔ آپ بہ ہوش ہو گئی، جب  
آپ کو سبہ ہوش سے کچھ لفظ ہوتا تھا تو آپ فوراً آنکھیں کھول دیتے اور فرمایا کہتے تھے کہ بخشا تو جانتا پہنتا ہے، انہ  
ی میرا کاکھوت لے، مجھے تیری عزت و جلال کی قسم ہے میرا دل تجھے ساتھ محبت رکھتا ہے۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی :- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سفرِ خرت کے لیے چار دیو  
تو آپ نے گریب زمینی کی۔ آپ سے لوگوں نے اس وقت روئے کا سبب پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دعویٰ  
بظہرب کی وجہ سے نہیں لڑتا بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ کیا تھا  
کہ دنیا کا سلطان (دولہ) دنیا میں ہمارے پاس لگا ہوا چاہیے ہوتا کہ کسی مسافر کے پاس سفر کا سامان ہوتا ہے۔ آپ کی  
وقت جب ہوئی اس وقت جو کچھ آپ نے ترک چھوڑا تھا جب اسے دیکھا گیا تو اس سرے سلمان کی قسمت چند سویر  
دس درہم (چار روپے) کے قریب تھی۔

حضرت سیدنا بلال :- موت کی قوی کی صدا جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں پہنچی تو آپ  
کی نوحہ محترمہ نے آپ کو گما کہ ہلے یہ گیا تم ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ (میرے) سر  
ہے بلکہ وہ اتنی خوشی ہے کہ کل میرے دوستوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بدعت سے شرف  
عاقبت حاصل کریں گے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک :- حتمل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کے  
وقت آنکھیں کھول کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا لیس منہ منجیل العاصور (اعانت 61) ترجمہ کنز العمال۔ ای

ہی بات کے لئے کام کرنا چاہئے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کے قریب جب موت ہوئی تو آپ رو پڑے۔ جب آپ سے لوگوں نے اس رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے قاصد کا انتظار کر رہا ہوں کہ وہ مجھے جنت کی بشارت دیتا ہے یا دوزخ کی۔

حضرت ابن مسکندر رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کے وصل کا وقت جب قریب ہوا تو آپ رو پڑے۔ جب آپ سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی بھی ایسے گناہ کی وجہ سے نہیں رو رہا کہ جس کے ارتکاب کا مجھے یقین ہو بلکہ خوف تو مجھے محض اس بات کا ہے کہ کس نے کوئی ایسا کام نہ کر لیا ہو کہ اسے میں نے اپنے خیال کے مطابق معمولی سمجھ کر کر لیا ہو ملائکہ وہی کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہو۔

حضرت عاصم بن عبد القیس رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ رو پڑے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ تم کیوں روتے ہو؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے دو تین موت سے گھبرا کر رویا ہوں اور تیری دنیا پر لالچی ہو کر بلکہ (اس رونے کی اصل وجہ) میں تو اس چیز کے لئے روتا ہوں جو اب مجھ سے چھوٹ جاتے گی یعنی (گرمیوں کے موسم میں) دوسری شدید پچاس اور سردیوں کی راتوں میں رات کو جاگنا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کے وصل کا وقت جب قریب ہوا تو آپ پہ بے ہوشی کا دورہ پڑا۔ پھر آنکھیں کھول کر ارشاد فرمایا کہ افسوس کہ سفر تو اتنا بڑا (اس کے قاتل) تو شہ میرے پاس اتنا قریب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت جب نزدیک آپ پہنچا تو آپ نے اپنے غلام نصر کو ارشاد فرمایا کہ تو میرا سر مٹی پر رکھ دے۔ یہ سن کر نصر رونے لگا۔ آپ نے اپنے غلام سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے تو اس غلام نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی آسمانی نور میں یاد آ رہی ہے جبکہ اب آپ فقیر اور محتاج بن کر مر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خاموشی اختیار کر۔ اللہ تعالیٰ سے میں نے دعا کی تھی کہ میری زندگی ملا دوں جیسی کہے ہو مجھے موت فقیروں جیسی عطا فرمائے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے تینوں کے طور پر کل شریف پڑھو اور جب تک کوئی دوسری بات میری زبان سے ادا نہ ہو اس وقت تک دوسری بات نہ کہنا۔

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ :- آپ فرماتے ہیں کہ مرنے کے وقت ایک شخص کے پاس شیطان نے ظاہر ہو کر اسے کہا کہ بچ گئے ہو؟ ہوا پاس نے کہا کہ میں ابھی تک تجھ سے محفوظ نہیں ہوں۔

فائدہ :- بعض اکابر بزرگوں کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وہ رو پڑے۔ ان سے لوگوں نے جب رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ دلائی ہے۔ انما یغفر اللہ من الذنوب (المائدہ 27) ترجمہ

حضرت حسن برحقی اللہ تعالیٰ عنہ :- ایک شخص کے پاس تشریف فرما ہوئے کہ اس پر نوح کی کیفیت طاری تھی۔ قربا کہ ابتداء جس کام کی یہ ہے اس کی انتہاء سے ڈرنا چاہیے اور انتہاء جب کی یہ ہو اس کی ابتداء کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ :- فرماتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ پر جب نوح کا وقت تھا تو میں ان کے پاس حاضر تھا۔ وہ دن جمعہ اور نو روزہ سال تھا۔ آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ اسی حالت میں ہی قرآن مجید مکمل تلاوت کر لیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے اسی حالت میں ختم کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے شروع کیے ہوئے کو مکمل کرنے کا مجھ سے زیادہ مستحق دوسرا کون تھا کہ اس وقت میرے ہاتھ اعلیٰ پلٹ گئے ہوتے۔

حضرت اویم رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت دیں حاضر تھا کہ آپ پند اشعار پڑھنے میں مشغول تھے۔

حسین قلوب العارفين الى الذکر وندک ارحم وقت المناجاة للسر "عارفين کے قلوب کی جمع و پکار ذکر کے وقت اور خفیہ وقت ان کا ذکر کرنا۔"

ادبرت کفوس للمنايا عليهم - فاعفوا عن الدنيا كما غفا ذی الشکر "ان پر موت کے پائے گھومتے ہیں اور وہ دنیا سے بالکل بے خبر ہو گئے۔"

هو مهموا جوالته بمعسكر به ابل و دالله كالانجم الزهر "ان کے اجسام دنیا میں حب الہی سے شہید ہوئے اور ان کی ارواح بلند یوں کی طرف چھپ گئیں۔"

فاحب مهم فی الارض قتلی بحبه وارواهم فی الحجب غوا بالعلانسری "انہوں نے صرف قرب حبیب میں رست گزاری اور انہیں نہ کسی شے کا خوف ہے اور نہ ضرر سے تکلیف۔"

فما عرسوا الا بقرب حبيبهم - وما عرجوا من بوس والا حمر

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ :- آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ پہ فوٹلی کے وقت بے خودی بہت طاری تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی روح مبارک محض اشتیاق کی وجہ سے ہی پرواز کر جاتی تو پھر بھی یہ تعجب کی بات نہیں تھی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ :- آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں مرنے سے ایک لٹ پہلے اسے پہچان لوں۔

کسی بزرگ سے عالم نوح میں کسی نے کہا "فرمائیے اللہ۔" اس بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ کب تک تم ہی کہتے

رو کے 'میں تو اسی اسم ذات سے ہی چلا جا رہا ہوں۔

حکایت :- بعض اکابرین فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اسی دوران ایک فقیر آیا۔ اسلام علیکم کہہ کر دریافت کیا کہ یہاں کوئی صاف ستھری جگہ ہے جس جگہ آدمی فوت ہو سکے۔ اسے لوگوں نے ایک جگہ کے بارے میں بتایا کہ وہ جگہ پانی کے کنوئیر پر تھی۔ اس فقیر نے نیا وضو کیا۔ چند رکعتیں (نوافل) پڑھا۔ بعد ازاں اس مقام پر پہنچ کر پاؤں پھیلا کر فوت ہو گئے۔

حکایت :- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علیہ اپنی مجلس مبارک میں کچھ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک عورت پر وہد طاری ہو گیا اور اس نے ایک چچ باری۔ آپ نے اسے فرمایا کہ "مر جا" وہ عورت وہاں سے اٹھی۔ دواڑے پر پہنچ کر آپ کی طرف پلٹ کر دیکھا اور کہا "یہ جگہ میں مر گئی۔" یہ کہتے ہی وہ عورت مر گئی۔

حضرت ابو علی روز باری رضی اللہ عنہ علیہ کی بن فاطمہ رضی اللہ عنہا علیہ فرماتی ہیں کہ میرے بھائی کی فوجی کا جب وقت قریب ہوا تو اس وقت میری گود میں بن کا سر تھا۔ آنکھیں کھول کر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ اصلی دواڑے کھل گئے ہیں۔ جتنی ساری گئی ہیں اور یہ ایک مٹھی بڑا ہوا ہے کہ اسے علی ہم نے آپ کو بہت بڑے مقام پر پہنچا دیا ہے۔ 'خود تیرا ارادہ نہ بھی ہو' پھر آپ نے ایک ٹھکانہ چھوڑ دیا۔

وصفک لا نظرت الی سواک۔ بچپن مودعہ حسی اراکا "مجھے تیرے حق کی قسم میں نے تیرے سوا کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ میں محبت سے دیکھا تو صرف تجھے دیکھا۔"

اراک معلنی بقنور لحظہ وبالحننا الصدور من حیاء "میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے چشم بشار سے غلبہ کرتا ہے اور تیرا گلابی چوہو حیاء سے بچے رہتا ہے" وہ بھی مجھے غلبہ دے رہا ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ علیہ :- آپ سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسے بڑا تو نہیں ہوں کہ اسے یاد کروں۔

حضرت جعفر بن نصیر رضی اللہ عنہ علیہ :- آپ نے مکران بخاری حضرت ثعلبی رضی اللہ عنہ علیہ کے غلام سے دریافت فرمایا کہ حضرت ثعلبی رضی اللہ عنہ علیہ کے وصل فرمانے کے وقت تو نے ان کا کیا عمل دیکھا؟ مکران نے کہا کہ حضرت ثعلبی رضی اللہ عنہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک شخص کا درم ہے۔ میرے پاس علم کے طور پر آیا تھا۔ میں گویا درم اور ہم اس کی طرف سے صدقہ خیرات کر چکا ہوں مگر پھر بھی اس سے بڑھ کر میرے دل میں کوئی وعدہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے لڑکے کے لیے فصل کرا دو۔ میں نے آپ کو فصل کرا دیا۔ آپ گھن داؤمی کا غنیل کرنا بھول گئے۔ آپ کی زبان مبارک بند تھی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر داؤمی مبارک میں دے دیا۔ پھر آپ نے وصل فرمایا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ علیہ دو بڑے بچے اور فرمایا کہ تم اپنے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جن سے آخری مرحلہ میں شریعت طلب کا ایک سبق ہے۔ نہ سمجھو۔

حضرت بشیر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کی وفات کے وقت بہت سختی تھی۔ انہیں کہا گیا کہ جسے زندگی جاری ہے جو اس طرح مانتے ہیں اہل رے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانا بہت مشکل مرحلہ ہے۔

حضرت صلح بن مسار :- آپ سے کسی نے کہا کہ تم اپنے ساتھ لڑے اور خاندان کے ہارے میں کوئی وصیت کر جاؤ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں نے ہارے میں اس کے سوا کسی دوسرے کو وصیت کر جاؤں۔

حضرت ابو سلیمان دارانی :- آپ پر جب نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ کے یاران طریقت حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ رب غفور الرحیم کے پاس جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کیوں نہیں کہتے ہو کہ اذکیہ نکہ تم اب ایسے پروردگار کے حضور پیش ہونے والے ہو جو کہ چھوٹے گناہوں کا بھی حساب لے گا اور کبیرہ گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا۔

جب حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کی جان نکلنے لگی تو آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے وصیت فرمائی کہ تم سے جو اللہ تعالیٰ کا مقصود ہے اس کا لحاظ رکھنا۔ کسی بزرگ پر جب نزع کی حالت طاری ہونا شروع ہوئی تو ان کی زوجہ محترمہ رونے لگیں۔ حضرت صاحب نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ اس نے عرض کیا کہ تمہاری وجہ سے مدتی ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا تو نے اگر رونا ہے تو پھر تو اپنے غم پر رونے میں تو اس دن کی خاطر دنیا میں چالیس سال روچکا ہوں۔

حضرت جعید رحمۃ اللہ علیہ :- ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری ستمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیمار پرسی کے لیے گیا۔ ان سے مل دریافت کیا تو اس نے اس مضمون کا شعر پڑھا۔ کیف اشکوالی طیب مابی۔ والذی ہی اصابی من طیبی میں طیب کو کیسے شکست کدوں جبکہ مجھے جو کچھ پہنچا ہے وہ طیب سے ہی تو ہے۔ میں نے پکھلا لیا اور ارشاد کیا کہ اس پکھلا سے آپ پر ہوا کون۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس غصے کو پکھلنے کی ہوا کس طرح معلوم ہوگی جس غصے کا مل ہی مل رہا ہو۔ پھر آپ نے چند اشعار پڑھے۔

القلب منحرق والد مع مستبق۔ والکرب مجتنب والصبر مفترق۔ دل جلا ہوا اور آنسو جاری ہیں اور دکھ جمع ہیں اور صبر دور ہے۔

کیف الفرار علی من لا فرار له۔ مساجناہ الہی والشوق والقلق۔ اسے قرار کہیں جسے قرار رہے ہی نہیں جس سے عشق و شوق و درد خود چلا رہا ہو۔

یارب ان یک شی فی لی فرج۔ فامتن علی بہ ما دام ہی رمق۔ اے اللہ اگر کسی شے میں میرے لیے کشمکش ہے تو وہ میری آخری سانس تک قائم و دائم رکھ۔



سیدنا ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ۔ بعض لوگ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں آپ کے پاس موت کے وقت تشریف فرما تھے اور انہوں نے کہا کہ کولالہ اللہ - آپ نے یہ قطعہ پڑھا۔

ان بیشمار انت ساکنہ غیر محتاج الی سرج وجہک لما مول حببتنا "بے شک جس گھر میں تم ہو دوستی کا علاج نہیں" تیرا چروا قدس ہی ہماری جہت کافی ہے۔"

یوم بانی الناس بالحج۔ لا انا۔ اللہ ہی فہما۔ یوم ادعو منک بالفرج "اس دن کہ لوگ جنتی لے کر (قیامت میں) آئیں گے تو اس کشمکش نہ چاہوں گا جب اللہ تعالیٰ میرے لیے کشمکش کا فرمائے یعنی صرف مجھے آپ چاہیں اور بس۔"

روایت ہے کہ حضرت ابو العباس بن عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت جلیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نزاع کے وقت حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا "اس وقت انہوں نے جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر فہم کو جواب دیا اور مزید ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ مدد رکھیے کہ میں اپنے عقیدے میں مصروف تھا۔ پھر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہا اور رخصت ہو گئے۔ کسی نے کتنی سے فوجی کے وقت دریافت کیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب فرمایا کہ اگر میری موت قریب نہ ہوتی تو پھر میں ہانگن نہ بتاتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میں اپنے دل کے دروازے پر چالیس سال کھڑا رہا ہوں۔ جب اس میں کوئی غیر اللہ آتا تو میں اسے وہاں سے ہٹا دیتا۔

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت حاکم بن عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو اس وقت میں بھی وہاں حاضر تھا۔ میں نے کہا یا اللہ تو اس کی موت کی غمیں کو آسان کر دے کہ یہ شخص ایسا تھا ایسا تھا۔ میں نے اس کی بہت سی خوبیاں بیان کر دیں۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون بول رہا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ملک الموت مجھے کہتے ہیں میں تو ہر بخشی پر فزونی کرتا ہوں۔ یہ کہا اور سپرد خد ہو گئے۔

جب حضرت یوسف بن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصل قریب آیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ انہیں بے چینی اور ریتاری بہت ہے۔ آپ نے دریافت کیا اے ابو محمد یہ کوئی گھبرائے کا وقت ہے؟ حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں کس طرح نہ گھبراؤں مجھے تو یقین ہے کہ میں نے کسی بھی عمل میں کلمۃ اللہ تعالیٰ کی تصدیق نہیں کی۔

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جماعت والوں میں سے ایک یوزمے کے پاس اس وقت حاضر ہوا جس وقت وہ مرض موت میں مبتلا تھا۔ اس نے اسے سنا، وہ کہتا تھا کہ یا اللہ تو سب کچھ کر سکتا ہے میرے حلق پر بھی رحم فرما۔

حضرت مشہور دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حالت نزاع میں بعض ائمہ تشریف لے گئے۔ ان کے لیے دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ آپ صبر کر لیں پھر ارشاد فرمایا میرے سامنے تمہیں صلہ سے

جنت مع اس کے اندر کی چیزیں کی جارہی ہیں۔ میں نے اس کی طرف نظر بھر کر بھی کبھی نہیں دیکھا۔  
حضرت دوم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے اس وقت کہا کہ جب آپ فوت ہو رہے تھے کہ لا الہ الا اللہ کہے۔  
آپ نے فرمایا اس سے بہتر میں کوئی اور چیز نہیں کہہ سکتا۔  
حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو عن سے کہا گیا کہ کہے لا الہ الا اللہ۔ آپ  
نے ارشاد فرمایا کہ کیا وہاں کوئی اور بات بالکل نہیں ہے۔

حضرت قرنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آپ اس  
وقت مرض وفات میں تھے۔ حضرت قرنی نے دریافت کیا کہ آپ نے کس حالت میں کی؟ آپ نے فرمایا کہ صبح  
اس حالت میں کی ہے کہ دنیا سے جا رہا ہوں۔ اپنے مائیں سے جدائی اور اپنے بڑے اعمال سے ملاقات کرنے والا  
ہوں۔ جام موت نوش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لیے جاتا ہوں اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میری  
روح جنت میں جائے گی کہ اسے مہلک دوزخ میں جائے گی یا یہ دوزخ میں جائے گی کہ اس کی ماتم پر سی کدوں۔ پھر چند اشعار  
پڑھے۔

ولما فسى قلبى وضافت مذاهى جعلت رجائى غو عفوك سلما "جب میرا دل سخت ہو گیا اور تمام  
راہیں بند ہو گئیں پھر میں نے اپنی امید کو تیری غم کا زینہ بنایا۔"

نما ظلمنى فبئس فلما قرنته بمعوك ربي كان عفوك عظما "اپنے جرائم کو بڑا سمجھتا تھا لیکن تیرے  
غفور کے ہاتھ پر کیا تو تیرا غفور عظیم نکلا۔"

فما قلت يا عفو من الذنب لم تزل تجود وتعفو عنه ونكر ما "تیرا کام ہے ہمیشہ بندوں کے جرائم معاف کرنا  
اور یہی تیرے لائق ہے کہ توجہ و غفور احسان و کرم کرے۔"

ولولاك لم يعوى بايليس عابد فكيف وقد غوى صفيك آدماء "اگر تو نہ ہوتا تو پھر عابد کو ابلیس کا در  
کیسا؟ اگرچہ اس نے تیرے صفی آدم پر بھی حملہ کر دیا۔"

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ پر جس وقت نزاع کی حالت طاری ہوئی تو اس وقت کسی نے آپ سے ایک مسئلہ  
دریافت کیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور ارشاد فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو میں پہنچا تو اسے سل ٹھکنا آ رہا ہوں  
وہ دروازہ اب کھلنے والا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ دروازہ خوش نصیبی سے کھلے گا یا بُری بد بختی پر۔ اس لیے اب مجھ  
میں جواب دینے کی طاقت گم ہے۔

یہ صاحبین کے اقوال ہیں۔ جیسے ان کے احوال مختلف تھے اسی طرح ان کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ بعض پر  
خوف کا غلبہ تھا۔ بعض بزرگوں پر رجا بعض پر شوق اور محبت غلبہ تھی۔ اس لیے ہر ایک نے اپنے حل کے  
مطابق گفتگو فرمائی۔ ہر ایک کے اقوال ان کے احوال کے مطابق درست اور صحیح ہیں۔

## جنازوں اور قبرستان کے متعلق اقوال عارفین

جنازہ سے عبرت حاصل کرنا۔ یاد رکھیں کہ جنازہ بھی جھنڈے کے لیے صیحت اور سرزاش کی چیز ہے اور غافلین کو جنازہ دیکھنے سے دل کی سختی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بڑھتی کیونکہ انہیں گمان ہے کہ ہم جیسے دوسروں کا یہ جنازہ دیکھتے رہیں گے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ بے شک ہم بھی اسی طرح چارپائی پر اٹھائے جائیں گے۔ یہ ان کا محض وہم ہے۔ کچھ دنوں بعد کچھ بھی تن بن سکے گا اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ جتنے بھی چارپائی پر اٹھائے جاتے ہیں (جنازہ کی صورت میں) یہ بھی یہی خیال کرستے تھے مگر ان کا خیال غلط نکلا۔ ان کی مدت جلد ہی پوری ہو گئی، اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ جب کسی کا جنازہ نظر آجائے تو اپنے آپ کو فرض کر لے (کہ یہ میرا ہی جنازہ ہے) اس میں شریعتی ہوں کیونکہ جلد ہی اس طرح ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے یا تیسرے دن ایسا ہو جائے۔ روایت ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی جنازہ دیکھتے تو آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ چلو ہم بھی تمہارے پیچھے ہیں۔

حضرت کھول دشتی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت جنازہ دیکھتے تو کہنا کرتے تھے کہ تم صبح کو جا رہے ہو، ہم شام کے وقت چلے جاؤ گے۔ کامل صیحت ہے اور غفلت جلد آجاتی ہے۔ پھلنا جانا ہے، پچھلے کو محل نہیں۔  
امید بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی جنازہ پر میں اس طرح نہیں گیا کہ میرے دل میں اس کے علاوہ کوئی اور بات آتی ہو کہ اس مردے کے ساتھ کیا معاملہ درپیش ہو گا اور اس کا انجام کیا ہو گا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا جب انتقال ہوا تو آپ اس کے جنازہ کے ساتھ چلے اور وہ بد کر رہے فرماتے تھے کہ بخدا میری آنکھ اس وقت تک مضبوطی نہیں ہوگی جب تک کہ یہ معلوم نہ کر لوں گا کہ تمہارا انجام کیا ہوا ہے اور یہ بات ساری زندگی نہ جان سکوں گا۔

حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی جنازوں پر حاضر ہوتے تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ کسی شخص سے توبت کریں کیونکہ ہمیں کوئی غم برابر ہوتا تھا۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم جنازوں میں شامل ہوتے تھے تو نہ ڈھلپ ڈھلپ کر رونے والوں کے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھتے تھے۔ (بہسی کو غم یکمل ہوتا تھا)

انتہاء۔ امامین موت سے اس طرح ڈرتے تھے، مگر اب انہی لگا پنے لگی ہے۔ جو لوگ بھی جنازے کے ہمراہ ہوتے ہیں، اکثر وہ پیشروہ ہتے مسکراتے اور کھینچتے اور کھنگو کرتے جاتے ہیں۔ ان کی اکثر کھنگو میرٹھ کے ہارے میں ہی ہوتی ہے اور وارثوں کے لیے یہ کچھ رزق جو اس نے چھوڑا ہے۔

مردے کے ہمسر اور قریبی بھی یہی کچھ سوچتے ہیں کہ اس کے رزق میں سے کسی نہ کسی کچھ ہمیں بھی مل جائے۔ کسی کو بھی یہ فکر نہیں ہوتی کہ جس وقت ہمارا جنازہ اٹھایا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہو گا۔

ہماری ہاری کس طرح کرے گا۔ دل کی سختی کے علاوہ اس غفلت کا سبب کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہا۔ بکثرت گنہ کرنے کی وجہ سے ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ اس سختی کی ابتلا میں تک آپٹی ہے کہ روز قیامت اور خوف آخرت کو ہم بھول چکے ہیں۔ حالانکہ یہ ہمارے سامنے ہیں۔ بس کھیل کود اور غفلت کا شکار ہیں۔ جو چیزیں ہمارے کسی بھی کام نہ آئیں گی ان میں پھنس چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں اس خواب غفلت سے جگا دے۔ جنازہ میں شامل ہونے والوں کا سب سے بہتر حال اس طرح ہونا چاہیے کہ میت پر روئیں لیکن اگر غفلت ہوں تو ہمیں میت کی جگہ اپنے حال پر مڑنا چاہیے کیونکہ میت پر رونے کی نعت اپنے حال پر مڑنا زیادہ مناسب ہے۔

حضرت ابراہیم زحون فروش رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ میت کا مرقع بیان کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے لیے یہ بہتر ہے کہ تم اپنے حال پر مڑو کیونکہ وہ تو تین خوفوں سے بچ چکا ہے۔ (1) پہلا خوف یہ کہ اس نے ملک الموت کی صورت دیکھ لی ہے۔ (2) دوسرا خوف یہ کہ اس نے موت کی گھنٹی بچھ لی ہے۔ (3) تیسرا خوف یہ کہ غلط سے کا خوف اس خوف سے بھی وہ بے خوف ہو چکا ہے اور ہمارے لیے یہ تمام خوف ابھی باقی ہیں۔ ابو حرمین اظہار کہتے ہیں کہ جریر کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنا شعر اپنے کتب کو بتاتا کر گھسوا رہا تھا کہ اسی دوران ایک جنازہ آیا تو اس نے کہا کہ مجھے تو ان جہنموں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ پھر یہ قطعہ پڑھتے۔

نروعنا الجنائز مقبلات۔ وتلوہو حین نذهب مدبرات۔ جب ہمارے سامنے جنازے آتے ہیں تو ہمیں ڈرتے ہیں اور ہم خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہم بدستور لودھب میں گم ہو جاتے ہیں۔ کبرو عنہ ثلث لصغار فنب۔ فلما غاب عادت رانعات۔ جیسے بکریاں کا رواج کہ جب وہ بھیڑیے کی غار دیکھتی ہیں تو گھبرا جاتی ہیں لیکن جب اس سے فاصلہ ہو نہیں تو پہلے کی طرح دوڑتی کودتی ہیں۔

جنازہ میں شامل ہونے کے اولیٰ :- جنازہ میں شامل ہونے کے یہ اولیٰ ہیں۔ فکر کرنا غفلت سے ہوشیار ہونا فوت کی تیاری کرنا تواضع کے طور پر جنازہ کے آگے چلنا جنازہ کے اولیٰ و سمن ہم فقہ کے بیان میں تحریر کر آئے ہیں۔ جنازہ کے اولیٰ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت پر حسن عین کرنا خلوہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ اپنا نفس خلوہ نیک ہی ہو اس سے بدگمان رہنا کیونکہ حل فاجر خطرات سے بھرا ہوا ہے اور اس کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہے۔

حکایت :- حضرت عمو بن ذر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے کہ آپ کے سلسلے میں کوئی شخص فوت ہو گیا وہ گنہ گار بہت زیادہ کیا کرتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس کے جنازہ سے پہلوئی اختیار کی۔ عمو بن ذر رحمۃ اللہ علیہ نے باکر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ جب اسے قبر میں رکھا گیا تو آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے فلاں تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ تو ساری زندگی توحید کے ساتھ رہا اور اپنی وراثت کو بھروسے کر دیا تو کیا اور یہ جو لوگ

کہتے ہیں کہ تو گنہگار اور خطوار تو ہم میں ایسا کون ہے کہ جس نے کوئی بھی گناہ نہ کیا ہو اور خطا وار نہ ہو۔

حکایت :- متقول ہے کہ اطراف بصر میں ایک شخص بہت بڑا فسدی تھا وہ مرگیا۔ جنازے پر مد کے لیے اس کی عورت کو کوئی بھی بندہ نہ ملا۔ بکثرت فسق کی وجہ سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں آتا تھا۔ اس کی بیوی نے مزدور کو مزدوری دے کر اس کا جنازہ اٹھوایا اور نماز جنازہ کی جگہ پہلے گئی تو اس کی نماز جنازہ کسی نے بھی لوٹ نہ کی۔ وہ بغیر نماز جنازہ ہی اسے جنگل میں دفن کرنے کی خاطر لے گئی۔ وہیں اس مقام کے قریب ہی ایک پہاڑ پہ بہت بڑا زلہ و عابد رہتا تھا۔ اسے عورت نے دیکھا کہ وہ گویا نماز جنازہ پڑھنے کے لیے انتظار کر رہا ہے۔ وہ جب جنازے پر پہنچا تو اس کی نماز جنازہ زلہ نے پڑھنے کا ارادہ کیا تو پورے شہر میں شہرت ہو گئی کہ پہاڑ سے فلاں زلہ فلاں شخص کی نماز کے لیے اتر آیا ہے۔ پس شہر والے بھی آگئے اور زلہ کے ساتھ نماز جنازہ میں شمولیت اختیار کی مگر حیران ہوئے کہ زلہ نے نماز کس طرح پڑھی ہے۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو زلہ نے فرمایا کہ مجھے کسی نے خواب میں فرمایا ہے کہ فلاں مقام پر اتر کر جاؤ وہیں تجھے ایک جنازہ ملے گا۔ اس جنازہ کے ساتھ اس کی بیوی کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔ اس پہ نماز جنازہ پڑھو تاکہ وہ بخشا جائے۔ یہ سن کر وہ لوگ مزید حیران ہوئے۔ اس میت کی بیوی کو بلا کر زلہ نے اس شخص کا حل دریافت کیا تو اس کی بیوی نے زلہ کو کہا کہ اس کی سیرت تو مشہور و معروف ہے کہ وہ سارا سارا دن شراب خانے میں شراب پیتا رہتا تھا۔ زلہ نے کہا کہ ذرا سوچ کر بتاؤ کہ اس کی نیکیوں میں سے کوئی تجھے معلوم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تین باتیں اس میں تھیں۔

(1) پہلی بات یہ کہ جب نشہ سے اتفاق ہوتا تو ہر روز صبح کپڑے تبدیل کر کے دھو کر آ اور پھر نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتا تھا۔ بعد ازاں شراب خانے میں فسق و فجور میں ٹپکتا جاتا۔

(2) دوسری بات یہ کہ عجم سے اس کا گھر کبھی بھی خالی نہیں رہتا تھا۔ ایک دو عجم بیٹے ہی اس کے گھر میں رہتے تھے۔ وہ عجمیوں سے سلوک اپنی اولاد سے بھی زیادہ کرتا تھا اور ان کے محل کا بہت زیادہ خیال کیا کرتا تھا۔

(3) تیسری بات یہ ہے کہ رات جب اس کا نشہ ہلکا ہو جاتا تو اندھیرے میں روتا تھا اور کہتا تھا کہ یا اللہ! مجھ بظاہر سے دونوں کا کونسا کوٹا بھرتا چاہتا ہے۔ یہ سن کر زلہ کا سارا شک دور ہو گیا۔ بعد ازاں زلہ اپنے مقام پہ واپس چلا گیا۔

حکایت :- مٹ ابن اشم سے روایت ہے کہ ابن کا بھائی دفن کیا گیا تو انہوں نے اپنے بھائی کی قبر پہ یہ شعر پڑھا۔  
 فان تنج منها نصح من ذی عظمتہ۔ والا فان لا اخا لک تا جبا۔  
 اگر تو قبر سے نجات پا گیا تو ایک عظیم امر سے نجات پا گیا ورنہ مجھے تیری نجات کی امید نہیں۔

قبر کے احوال اور قبور پر بزرگوں کے اقوال :- یہ بیان قبور کے احوال اور قبور پہ لوگوں کے اقوال کے بارے میں ہے۔

(1) حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہار گاہ میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے زیادہ ذلیل کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبر لور اپنے گل سزا جائے کو نہ بھولے اور دعویٰ قیام و نبوت کو چھوڑ دے اور باقی چیز کو فنا ہونے والی چیز پر ترجیح دے۔ آنے والے دن کو نہ گئے لور مردوں میں اپنے نفس کو شکر کرے۔

(2) حضرت علی المرتضیٰ شیر خوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا کیا ہے کہ آپ قبرستان میں ہی بیٹھے رہ جاتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو بہترین پڑوسی پایا ہے، انہیں سچے پڑوسی جانتا ہوں کہ یہ زبان بند رکھتے ہیں لور آخرت یاد دلاتے ہیں۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماریت منظر الا والقبر اقطع منہ "جس چیز پر بھی میں نے نظر ڈالی اس سے بھی زیادہ خوفناک قبر کو پایا۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قبرستان میں گئے۔ آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور دوڑے لگے۔ دوسرے لوگوں سے زیادہ میں رسول اللہ کے قریب تھا۔ آپ کو دیکھ کر میں بھی مدیا لور دوسرے لوگ بھی دوڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دریافت کیا کہ تم کیوں دوڑتے ہو؟ تو ہم نے عرض کیا۔ "آپ کے دوڑنے کی وجہ سے ہم بھی دوڑ رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا یہ قبر میری والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے۔ میں نے اجازت پوچھی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت عطا فرمادی گئی۔ پھر میں نے ان کی بخشش کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے منظور فرمایا۔ مجھے وہی رقت ہوئی جو لولاد کو ہوا کرتی ہے۔

حدیث شریف :- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو خوب رویا کرتے حتیٰ کہ اس روئے کی وجہ سے آپ کی دین مبارک ہلک جلیا کرتی تھی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت و دوزخ کے بیان کے وقت تو روئے نہیں مگر جب قبر پر کھڑے ہوتے ہو تو پھر روئے ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ ہوئے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے۔ اگر مردہ اس سے بچ گیا تو باقی منزلیں بھی آسان ہو جائیں گی لور اگر اسی منزل سے رہائی نہ ملی تو بعد وہی منزلیں تو پھر اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

بدعت :- روایت ہے کہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبرستان کو دیکھا وہاں اتر کر دو رکعت نماز (نفل) پڑھ لی۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کلام آپ نے ایسا کیا ہے کہ اسے پہلے بھی نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا میں نے قبر والوں کو لور اس چیز کو جو ان کے لور رب تعالیٰ کے درمیان آنے والی ہے، یاد کیا تو اسے بہتر سمجھا کہ دو رکعتوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مروجے سے سب سے پہلے جو بات چیت کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہے۔ مروجے سے پورا کام کرتا ہے کہ میں تو کیڑوں کا گھر ہوں، تعالیٰ کا مکان ہوں اور فرمت و تبارکی کا مقام ہوں۔ میں نے تو یہ تمام چیزیں تیرے لیے تیار کر رکھی ہیں، میرے لیے تو نے کیا سلاخ تیار کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں اپنی مفلسی کا دن بتا دیتا ہوں۔ میرا وہ دن میرے لیے مفلسی کا دن ہو گا جس دن میں اپنی قبر میں رکھا جاؤں گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبور کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اس بیٹھے کا سبب جب لوگوں نے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتا ہوں جو مجھے میری آخرت یاد دلاتے رہتے ہیں اور جب میں ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو وہ میری نصیحت نہیں کرتے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو قبرستان میں تشریف لایا کرتے تھے۔ قبرداروں کو مطالبہ ہو کر کہنا کرتے تھے کہ یا ابا عبد اللہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں جب بھی تمہیں پکارتا ہوں تو جواب نہیں دیتے ہو۔ پھر ارشاد فرماتے کہ ہاں، اُمّیں جواب دینے کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ بن گئی ہے اور گویا کہ میں بھی ان جیسا ہی ہوں۔ پھر نماز کی طرف توجہ فرماتے، فجر ہونے تک نماز ہی پڑھتے رہتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض صحابوں سے فرمایا کہ اے لڑکوں! میں رات کو جاؤں، قبر کا نور اس میں رہنے والے کا محل سوچا رہا کہ اگر تو مروجے کا محل تین دن بعد قبر میں دیکھے تو اس کے پاس جانے سے کھرا جائے گا، خود اس کی زندگی میں اس سے کتنا ہی پیار رکھتا ہو اور قبر کو دیکھا کہ قبر میں کیڑے نڈر رہے ہیں، پیپ بہہ رہی ہے، مروجے کا رنگ تبدیل ہو گیا ہے۔ اس میں بدبو پھیل گئی ہے۔ اس کے بدن کو کیڑے کھا رہے ہیں۔ اس کا کفن پڑا ہوا ہے۔ اس سے فعل اس کی صورت بھی بدلتی ہے۔ اس کی بو بھی اچھی نہیں۔ اس کے کیڑے عمر اور صاف ستھرے تھے۔ یہ فرما کر آپ نے ایک چٹخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے وہ شخص جو کہ اس گڑھے (قبر) میں دفن کیا گیا ہے اور قبر میں تن تھا پڑا ہوا ہے اور اپنے نیک اعمال سے زمین کے اندر رحمت رکھتا ہے، میں نہیں چاہتا کہ تجھے کون سے اعمال کی وجہ سے خوشخبری ملی ہے۔ کون سے بھائیوں پہ تو نے دھکے کیے۔ پھر آپ روتے، اے مرنے والے! آپ کا پڑا مبارک تر ہو جاتا تھا۔ آپ فرماتے کہ بھلا اپنے صالحہ عملوں سے خوشخبری لے۔ اپنے ان بھائیوں پر رھک کر جو اللہ تعالیٰ کی امانت پر مدد کیا کرتے تھے اور ان کا یہ دستور مبارک بھی تھا کہ آپ جب قبور کو دیکھتے تو بیل کی طرح ڈکریا کرتے تھے۔

حضرت عاتق اسم فرماتے ہیں کہ قبرستان میں سے جو شخص گزرے، وہ شخص نہ تو اپنے عمل کے بارے میں سوچے اور نہ ہی مردوں کے لیے دعا مانگے تو وہ ایسا شخص اپنے بارے میں خیانت کرتا ہے اور مردوں کے حق میں بھی خیانت کرتا ہے۔

حضرت بکر علیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں سے کہا کرتے تھے کہ کتنی اچھی بات تھی کہ تو میرے حق میں ہاتھ ہوتی کیونکہ قبر میں تیرے بیٹے کو کافی دن بند رہنا پڑے گا اور پھر وہاں سے کوچ بھی کرنا پڑے گا۔

حضرت یحییٰ بن مصلح رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے ابن آدم! تجھے دارالسلام کی طرف پروردگار بلاتا ہے۔ تو دیکھ کہ اسے تو کھل سے جواب دیتا ہے۔ اسے اگر تو دنیا میں سے جواب دے گا اور اس کی طرف سفر کرنے کی خاطر سفر کرے گا تو پھر دارالسلام میں تو داخل ہو جائے گا اور اگر جواب قبر میں سے دے گا تو پھر تو اپنے گھر میں نہ جائے گا۔

حضرت حسن بن مصلح رحمۃ اللہ علیہ قبروں پر جب گزر فرماتے تو فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر تو تم خوب ہو مگر تمہارے پیٹ میں تو معیبت ہے۔

حضرت عطار سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ جب رات بھا جاتی تو آپ قبرستان میں چلے جاتے، وہاں فرماتے کہ اے قبر والو! تم تو فوت ہو گئے۔ ہائے رے موت! تم نے اپنے اہل بھی ملا نظر کر لیے۔ انہوں نے اہل! پھر فرماتے کہ عطا بھی کل قبروں میں ہو گا۔ ساری رات صبح ہونے تک یہی کہتے رہتے۔

حضرت سلیمان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کرے گا، وہ جنت کے بہتات میں سے ایک بلوغ حاصل کرے گا اور جو شخص قبر کو یاد کرنے سے غفلت کرے گا، اسے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا دیا جائے گا۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہی گھر میں ایک قبر تیار کی۔ جب بھی اپنے دل میں غنی دیکھتے تو اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے۔ کافی دیر وہیں لیٹے رہتے، بعد ازاں فرماتے کہ رب ارجعون لعلی افعال صالحا فیما نرکت۔ "اے پروردگار! مجھے پھر وہیں بھیج دے شاید میں کچھ عمل صالح کروں" اس پر جو پیچھے چھوڑا ہے۔ "اے کی باہر دہرات۔ پھر اپنے نفس کی طرف توجہ فرماتے ہوئے کہتے کہ "رب! اب تو تجھے والیں بھیج دیا گیا اس لیے اب عمل صالح کرتے۔"

حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے سونے کی جگہ کو جو شخص صبح کر لیتا ہے اور پھولے کو سونے کی خاطر یاد کر لیتا ہے، زمین اس سے تعجب کرتی ہے اور فرماتی ہے کہ اے ابن آدم! کافی عرصہ جلتے کو تو یاد کیوں نہیں کرتا؟ میرے اور تمہارے درمیان کوئی چیز بھی حائل نہیں ہوگی۔

حضرت یحییٰ بن عمر بن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قبرستان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ گیا۔ انہوں نے جب قبرستان کو دیکھا تو رونے لگے۔ پھر میری طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا اے یحییٰ! یہ میرے اہل ابدال کی (یعنی اسیر کی) قبریں ہیں گویا وہ دنیا والوں کے ساتھ لذت و عشرت میں بھی شام نہیں ہوئے۔ دیکھو کس طرح جدا ہوئے پڑے ہیں۔ ان پر مصائب کے پہاڑوں نے ان کے بدنوں میں اپنے گھر بنا لیے۔ پھر رونے اور فرمایا کہ بخدا! ان قبر والوں سے کسی کے بارے میں بھی ایسا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر



انعام ہوا ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔

حضرت ثابت بن جابر رضی اللہ عنہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں قبرستان میں گیا وہاں سے جب باہر نکلا تو میں نے ایک کینے والے کو اس طرح کہتے سنا کہ اے ثابت! قبر والوں کی خاموشی سے وحوش نہ کھانا کیونکہ ان میں بہت مسموم ہیں۔

حضرت فاطمہ بن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبرستان میں جا کر اپنے شوہر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ رکھا۔ چہرہ پتھر سے ڈھک کر یہ شعر پڑھا۔

کانوا دجاء ثم امنوا رزقہ لغد عظمیٰ تلک المرزبا وجلت بہت امیدیں تھیں لیکن غم سے بدل گئیں۔ ہائے ان غموں کیا ٹھکانا ہے۔

قبر پر مزار ہے۔ پھر خلافت کی قبر پر انہوں نے خیمہ گاڑا۔ اس خیمہ میں ایک سیل تک اکٹاف کیا۔ ایک سیل پورا کرنے کے بعد خیمہ اکھاڑا اور عید منورہ میں تشریف لائیں۔ قبیح کی ایک طرف سے صدائے سنائی دی کہ جو چاہا کیا تھا اسے حاصل کر لیا۔ دوسری طرف سے صدائے سنائی دی کہ مجھ سے ہو کر رہیں آئیں۔

حضرت ابو موسیٰ حسینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرزوق کی بیوی فوت ہوئیں تو روسا اس کے جنازے کے ساتھ نکلے ان میں حضرت حسن بھی آئے۔ آپ نے فرزوق سے فرمایا کہ اس دن کے لیے تو نے کیا سلکنا چاہا کیا ہوا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ لالہ لا اللہ کی شہادت عرصہ ساتھ سیل سے محفل اسی دن کی خاطر ہے۔ وہ عورت جب دفن کر دی گئی تو اس کی قبر پر فرزوق نے کہا۔

اخاف وزراء القبر ان لم نعا فی۔ اشد من القبرا النہاء باو اخیقا اگر تم موقوف نہ کرو تو پھر قبر کے بعد مجھے کوئی شے اور ڈر نہ رہے گی اور سوزنا ایسا بڑا ہے کہ نہ ہو۔

افا جاء نی یوم القبمنہ فائدہ۔ عتبف وسواق بسوق الغرزفاء جب قیامت میں میرے پاس سخت ہلکتے والا اور فرزوق کو کھینچ کر لے جائے گا۔

لغد شباب من اولاد آدم من منی۔ الی النار مغلول القلادہ ازرقا بن آدم میں کون ہے جو خصلہ ولادہ ہو جو کہ دوزخ کی طرف تیلی آنکھوں والا ہو کر جہنم میں پٹا کر لے جائے گا۔

لوکوں نے اہل قہور کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ۔

قف بالنبور وقلع علی ساحانہا۔ من منکم المصور فی ظلمنا تھا قہور پر کھڑے ہو کر بن کو اس طرح میں پکار تم میں کون ہے جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے۔

ومن المکرم مکرم فی نعیرہ۔ فد ذلاق برقا الا من من روحانہا یعنی قبر کے نور سے تم میں کون معزز و کرم ہے۔ تم میں کون ہے جو قبر کے ظلمات سے امن کی ٹھٹھک میں ہے۔

اما المسکون دی البون فواحد لا یستبین الفصل فی مرجانہا جبریل خاموشی ہے ان جسموں والوں پر

کسی کے درجہ کے حلق بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔  
 لوجا ویوک لا خبروک بالنس۔ نصف الحقائق بعد من حالانہا "اگر وہ جواب دے سکتے تو ہمیں خبر  
 دے اپنی زبانوں سے۔ وہ اپنے حقائق کے حقائق سے آگاہ کرتے۔"

اما المطبوع فنازل فی روخنہ۔ یغفی الی ماشاء من دوعانہا "فرمانیوار تو طاقت جنت میں اترا اور وہ اس  
 کے درختوں میں چل رہا ہے مگھوتا ہے۔"  
 والمجرم الطاغی یمنا منقلبہ فی حضرة پاوی الی حبانہا "لو مجرم سرکش جنم گزے میں لوٹا ہے  
 اور اس کے سچوں کے منہ میں ہے۔"

والمقارب سمی الیہ فی شکرة العذب من لدغانہا "لو مجھو اس کی طرف لاؤ گے ہیں۔ ان کے نیشن  
 کے عذاب شدت سے اسے پہنچ رہے ہیں۔"

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کے پاس سے گزرے، وہ عورت ایک قبر پر دو دو کر کہہ رہی تھی۔  
 "علمت الحباہ والانسبا: افا کبفت فی القبر الحدوک" تو نے زندگی مٹائی، پھر تو نے اسے نہ پایا۔ اس وقت  
 لوگوں نے تجھے قبر میں داخل کیا۔"

فکیف اذوق لطم الکبری۔ زانت بسمناک قدر سدوک "میں خیر کا مزا کئی سے لوں اور قبر میں ہے اور  
 مٹی تراکیہ وغیرہ۔"

پھر اس عورت نے کہا کہ بیٹا مجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے دونوں رخساروں میں پہلے مٹی نے کس رخسار کو  
 کھانا شروع کیا۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو قفس کھا کر بے ہوشی کی حالت میں گر پڑے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قبرستان میں گیا تو یہ قطعہ پڑھتا تھا: ایت الضبور فنا  
 دینہا فابن العظم والمحنفر "میں نے قبرستان میں آکر پکارا کہ کئی ہے حکمت والے اور کئی ہیں حقیر لوگ۔"  
 وابن المدل بسطانہ۔ وابن الزکی اذا ما افنخر "لو کئی اپنی سلطنت پر نازیں تھے اور کئی ہیں دولت مند  
 جنہیں دولت پر فخر تھا۔"

میں نے کہا کہ درمیان سے یہ آواز سنی لیکن خدا دیکھ وہ تو نعرہ نہیں آتا تھا صرف آواز آتی تھی۔ وہ یہ  
 شمار تھے۔

انفانوا جمعیا فما خیر۔ ومانوا جمعیا وامات الخبر تمام مٹ گئے رب مجھ نہیں ہے۔ خبر مٹی کی کہ  
 سب لوگ مر گئے۔

نروح ونعمو بنات النری۔ فصحا محاسن نلک الصور شام وحر میں کیڑوں کوڑوں کی آمد و رفت ہے۔  
 ان صورتوں کو مٹا کر رکھ دیا۔

فیاسالی عن اناس حضور۔ ابالک قناتری معبر اسے گزر جانے والے لوگوں کے حلق سواں کرنے

وہاں سے تو دیکھ رہا ہے اس سے تجھے عبرت نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر دانا ہوا میں والہیں آئیں۔

قبوروں کے چند کتبے :- بعض قبور پر کتبے تحریر کنندہ لے۔ ایک قبر پر اس مضمون کا کتبہ لکھا ہوا تھا مناسبتاً جیگہ اجساد و من صموت۔ و سکانہا تحت التراب خضوت۔ تجھے قبور پکار رہی ہیں سداک وہ خاموش ہیں اور اس کے ماسکین مٹی کے نیچے چپ ہیں۔

ربا جماع الدنيا لغیر بلا غنم لمن نجع الدنيا وانت نموت تو دنیا جمع کر رہا ہے علانکہ تو اسے ہانکے گا۔ پھر کس لیے جمع کر رہا ہے علانکہ تو تو مر جائے گا۔

ایک اور قبر پر یہ قطعہ تحریر کیا ہوا تھا۔ ایا غانم اما دلاک فواسح۔ و فبرک معمو الجوانب محکم کے غنیمت والو ہر مل تیرا ہاتھ فراخ ہے۔ تیری قبر ہر طرف سے آبد و محکم ہے۔

توما بنفع المغفور عمران فبرہ اذا کان فبرہ جسم بنعم تیری قبر کو کوئی آبدی نفع نہ دے گی جبکہ اس کا جسم کرے گا۔

حضرت ابن ساک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قبرستان میں گیا تو وہاں ایک قبر پر یہ کتبہ لکھا ہوا تھا۔ نبرا قاری جلیات فبری۔ کان اقادری لم يعرفونی میری قبر سے میرے رشتہ دار گزر جاتے ہیں۔ گویا میرے اقادری مجھے جانتے ہی ہیں۔

فوا المیرات بقمنون مالی۔ وما یا لونی ان مجلوا دیونی اہل میراث میرا مل تقسیم کرتے رہے۔ میرے ذمہ جو قرض تھے اس کی پروا نہ تھی۔

وفدا خفوا سہا مہم وعاشوا۔ فباللہ اسرع مانسونی اپنے جیسے لے کر چل دیئے اور عیش کر رہے ہیں۔ ہائے افسوس کہ انہوں نے کتابلہ مجھے بھلا دیا۔

ایک قبر پر یہ کتبہ تحریر کیا ہوا تھا۔

ان الحبیب من الاحباب مغنلس۔ لا یمنع الموت بواب والا حرس موت انہل میں نے کسی دوست کو اچانک جہنم لٹکی ہے موت کو نہ کوئی دربان روک سکا ہے نہ نگہبان۔

فکیف تفرح بالدنیا ولذنها۔ یا من بعد علیہ الفظ والنفس تو دنیا اور اس کی لذت سے کیسے خوش ہونا ہے جبکہ تیرے لوہر ہر لفظ لکھنے والے پیٹھے ہوئے ہیں۔

اصبحت با غافلا فی النقص متفمسا۔ وانت دبرک فی اللذات متفمس اسے غافل لکھ بہ لکھ تیری کمی ہو رہی ہے لیکن تو دنیا کی لذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

لا برحم الموت فا جعل لخرنہ۔ ولا الہی کان معہ العمل بنفین موت نہ چل کو چھوڑتی ہے جو اپنی جہالت سے مغرور ہے نہ اہل علم کو جس کے علم سے اور لوگ علم حاصل کرتے ہیں۔

کم اخرس الموت فی قبر وفنت به۔ عن الجواب لسانا یہ خرس "کتنا لوگوں کو موت نے گونگا بنا دیا اور اسے قبر میں ملا دیا تو اس پر کھڑے ہو کر کچھ پوچھ تو سنی۔ جواب سے اس کی زبان بند ہے۔"

فدکان قصرک معمور آلہ شرف فقبوکی الجوم فی الاجداث منعرس میرا کمر آبد تھا اور عوام کی نظروں میں بے گزیدہ بھی لیکن آج تیری قبر قبروں میں مٹ چکی ہے۔"

ایک طبیب کے مزار پر یہ کتبہ لکھا ہوا دیکھا گیا۔

فلنلت لما قال لی فانل۔ صار لفسان الی رسہ "میں قائل کو جواب دیا جبکہ اس نے کہا کہ لقمان حکیم قبر میں چلا گیا۔"

فابن ما یوصف من ظہنہ۔ وصفہ فی الماء مع جسر "اس کی طب کی وجہ سے کیا تعریف ہو اور اس کا بقی ہوئے اور وہ شامی کہ۔"

ہبہبات لا بدیع عن غیرہ۔ من کان لا بدفع عن نفسه "فسوس ہے وہ غیروں سے کیا دکھ دفع کر سکے گا؟ جب وہ اپنے سے دکھ دفع نہیں کر سکتا۔"

ایک دوسری قبر پر یہ کتبہ تحریر کیا ہوا ملتا ہے۔

باایہا الناس کان لی الل۔ فصر بی عن بلوغہ الدجل "اے لوگو میرے دل میں ایک آرزو تھی جسے میری موت مانع ہو کہ میں اس تک نہ پہنچ سکے۔"

فلنبتق اللہ ربہ رجل۔ الکف فی حبانہ العمل "وہ مراد اپنے رب سے ڈرے جسے زندگی میں عمل صالح کرنے کی قدرت ہے۔"

ماانا وحدی نقلت حسن نری۔ کل الی مثله صبت غفل میں تھا قبر میں غفل نہیں ہوا جبکہ تو دیکھ رہا ہے کہ سارے میری طرح قبروں میں غفل ہو رہے ہیں۔"

یہ اشعار قبروں پر اس لیے تحریر کیے گئے ہیں کہ ان قبروں میں لیٹنے والے موت سے قبل بہت ہی کم مہرت حاصل کرتے تھے۔ وہ آدمی ہوشیار ہے جو دوسرے لوگوں کی قبر ملاحظہ کر کے ان میں اپنے آپ کو تصور کرے۔ ان سے ملنے اور جانے کی تیاری کرے کہ جب تک ان لوگوں سے نہ س لوں گا اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ پتہ اراہ کر لے کہ جو دن میں ضائع کر رہا ہوں ان میں سے اگر ایک دن بھی ان قبر والوں کو میسر آجائے تو ان کے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ ہمارا دین جائے کیونکہ اہل کی قدر انہیں اب ہوئی۔ وہ امور کی حقیقت اب جان گئے ہیں جو انہوں نے زندگی کے ایک دن پر ہے تو یہ محض اس لیے ہے کہ خطا والا اپنی کمی کو دور کر لے اور عذاب سے نجات حاصل کر لے۔ توفیق والا اپنا رتبہ و مقام کھل کر لے۔ ثواب زیادہ حاصل کر لے۔ انہوں نے بھی منتفع ہونے کے بعد زندگی کی قدر جانی۔ اب ہر لوگ انہوں سے نفوس کرتے رہے ہیں۔ ہمیں تو وہ راحت لب حاصل ہے بلکہ کیا تعجب کہ تو بہت سی ساتھیوں پر قدرت رکھتا ہو مگر پھر انہیں ضائع کر دیا ہو تو دل میں اچھی طرح یہ پتہ غمان لو

کہ جب وقت ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر ان زندگی کے لمحات کو ضائع کرنے کی وجہ سے افسوس کو گمے کہ جائے افسوس ہم نے اپنی گھڑی سے جلدی میں اپنا وقت کیوں ضائع کر بیٹھے؟

حکایت :- ایک نیک بہت مروت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک بھائی کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ کیا تو زندہ ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ الحمد للہ رب العالمین۔ اگر میں اس کلمہ کے کہنے پر یعنی الحمد للہ رب العالمین قدرت حاصل کر لوں تو پھر مجھے دنیا سے زیادہ اچھا محسوس ہوتا ہے۔ پھر کہا کہ اس وقت تو نے نہیں دیکھا کہ جب وقت لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اس وقت ایک شخص نے اٹھ کر دو رکعتیں غلاز پڑھی تھی۔ اگر ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر میں قادر ہو جاؤں تو یہ بھی مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

وفات لولاد پر گمے ہوئے مقالے :- جس شخص کا چنا یا کوئی اور قرعہ رشتہ دار فوت ہو گیا ہو تو اس کے مرنے سے پہلے یوں سمجھے کہ میں اور وہ یعنی ہم دونوں ایشیے سفر میں تھے۔ ان دونوں کا ارادہ اس شہر میں جانے کا تھا جو اصلی مقام سے اور اصل وطن تھا۔ اب وہ مرنے والا اپنے اصلی مکان میں پہلے چلا گیا جبکہ میں بھی بہت جلد اس کو ملوں گا۔ اس طرح سوچنے سے زیادہ افسوس نہیں ہو گا اس لیے کہ سمجھ لے گا کہ میں بھی بہت جلد اس سے ملنے والا ہوں۔ محض موت میں چند دنوں کا آگیا بیچا ہے۔ یہی حل موت کا بھی ہے۔ موت کے معنی اپنے اصلی وطن میں چلے جانے کے ہیں جب تک کہ وہ پچھلا شخص آئے۔ اس بات کا جب عقیدہ اپنائے گا تو پریشانی اور افسوس کم ہو گا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ جینے کی وفات پہ وہ ثواب عطا ہونے کا وعدہ حق بھی ہے کہ جس کے سامنے کسی گناہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنے آگے اپنا پیٹ سے گرا ہوا کیا بچ بچھوں تو مجھے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اپنے بچے کو سوار چھوڑ کر مروں۔ ان سولہوں میں سے ہر ایک کا یہی حل ہو کہ وہ اللہ کی راہ میں جلد کرے۔

قائد :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گمے ہوئے بچ کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ لوٹی سے اصلی پہ تنبیہ ہو جائے ورنہ ثواب اتنا ہوتا ہے کہ جتنی قدر اس کے دل اس بچے کی جگہ ہو۔

حکایت :- حضرت زید بن اسلم رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک صاحبزادہ فوت ہو گیا۔ اس پر آپ نے بہت رنج فرمایا۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک اس بچے کی قدر کتنی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جتنی قدر زمین بھر سونا کی ہوتی ہے۔ آپ کو فرمایا کہ آپ کو آخرت میں بھی ثواب اتنا ہی دیا جائے گا۔

حدیث شریف :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہو

جائیں اس پر وہ آدمی صبر کرے اور طالبِ ثواب ہو تو وہ بچے اس شخص کے لیے دوزخ سے داخل بن جائیں گے۔ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ خواتین بچے ہی فوت ہو جائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خواتین بچے ہی ہوں اور باپ کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے کے حق میں بیٹے کی فوٹنگ کے وقت دعا کرے کیونکہ اس کی دعا زیادہ موقعِ دلی اور قبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

اقوال :- حضرت محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا "یا اللہ! آج میں اس کے لیے تجھ سے توقع رکھتا ہوں۔ اس کے بارے میں تجھ سے ڈرتا ہوں۔ میری امید کو تو ثابت فرما دے اور میرے خوف کو دور کر دے۔"

حضرت ابو منان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ "یا اللہ! اس کے ذمے جو میرا حق واجب تھا میں نے تو وہ حق اسے معاف کر دیا ہے اور جو تیرا حق اس کے ذمے واجب ہو، وہ اسے تو معاف فرما دے کہ تو تو زیادہ بخیر اور زیادہ کریم ہے۔"

ایک اعرابی نے اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا اللہ! اس نے میرے ساتھ سلوک کرنے میں جو کچھ کی کی وہ میں نے اسے بخش دیا۔ پن تیری اطاعت میں اس نے جو کچھ کی ہے تو بھی اسے معاف فرما دے۔

حضرت ذہب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو اس کے والد گرامی نے اس کی لحد میں رکھے جانے کے وقت کھڑے ہو کر کہا کہ اے ذرا مجھے تیرے بارے میں اتنا خوف ہے کہ اس خوف کی وجہ سے ہم تجھ پر غم کرنا بھول گئے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ تجھ سے کیا سوال ہو؟ اور اس سوال کا تو نے کیا جواب دیا ہو گا۔ پھر کہا یا اللہ! یہ ذر ہے۔ تو نے جب تک پسند فرمایا، اس سے مجھے نفع دیا اور اب تو نے اس کی مدت اور روزی پوری کر دی۔ (اس طرح کر کے) تو نے اس پر غم نہیں فرمایا۔ یا اللہ! تو نے اس پر اپنی اطاعت اور میری فرمانبرداری لازم فرمائی تھی۔ یا اللہ! اس صحبت پر صبر کرنے کا ثواب جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، وہ ثواب میں نے اسے بخش دیا ہے۔ پس اس کا عذاب مجھے دے دینا، اسے عذاب نہ کرنا۔ اس فقرے سے بھی آدمی رو پڑے۔ پھر مرنے کے وقت اس طرح کہا کہ اے ذرا تیرے بعد ہمیں کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی انسان کی ضرورت ہمیں چاہیے۔ تجھے اکیلا ہی چھوڑ رہے ہیں۔ ہم اگر رک بھی جائیں تو تمہارے اس رکنے کی وجہ سے تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے۔

حکایت :- ہمومیں ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھ کر کہا کہ تازی میں اس جیسی عورت کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس تازی کی وجہ مجھے بھی معلوم ہوتی ہے کہ اسے دیکھ کر ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے! میں تو ایسے غم میں مبتلا ہوں کہ میرے اس غم میں کوئی بھی شامل نہیں۔ اس آدمی نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میرے غلام عید الاضحیٰ کے دن ایک بکری ذبح کی اور میرے

خوبصورت دو بیٹے کھیل کود رہے تھے۔ میرے بڑے بیٹے نے چھوٹے سے کہا تو دیکھنا چاہتا ہے کہ ہمارے باپ نے  
 بکری کو کیسے ذبح کیا؟ اس چھوٹے نے جواب دیا کہ ہاں! پس اس بڑے لڑکے نے چھوٹے بچے کو پکڑ کر ذبح کر دیا۔  
 اس کا جب ہمیں پتہ چلا تو اس وقت وہ پچہ خون میں تڑپ رہا تھا۔ جب چیخ و پکار اور رونا سنت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر  
 ایک پھاڑ پہ چھپنے کے لیے چلا گیا۔ وہیں پر ایک بھینٹا موجود تھا۔ اس بھینٹیرے نے اس بڑے لڑکے کو کھالیا۔ اس کا  
 باپ اس بچے کی تلاش میں نکلا۔ وہ بھی شدت گری کی وجہ سے پاس کی شدت کے مارے مر گیا۔ اب میں تھا  
 ہوں۔

غرض کہ اس طرح کی مصیبتوں کو لولہ کی فوجی کے وقت یاد رکھنا چاہیے تاکہ شدت و اولہ سے تسکین میسر  
 آئے کیونکہ ایسی مصیبت کوئی بھی نہیں ہے کہ اس مصیبت سے بڑی خیال نہ آئے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر حال میں  
 دور نہ فرماتا ہو۔

پس معلوم ہوا کہ بہت سی مصیبتیں تو وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دور فرماتا ہے۔ پس آدمی کو بے صبری کرنے کا  
 مقام کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

## زیارت قبور و ایصال ثواب

قبروں کی زیارت :- وہ قبرس کی سی ہیں، موت کو یاد اور حیرت کے حصول کے لیے مستحب ہے اور صالحین  
 کے مزارات کی زیارت علاوہ ہجرت کے تہرک کے لیے بھی مستحب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے چل  
 قبور کی زیارت سے روکا تھا، پھر اجازت عطا فرمائی۔

حدیث شریف :- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ  
 آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنہیں قبور کی زیارت سے روکا تھا مگر آج کہہ دو کہ اب قبور کی زیارت کیا کہو کہ وہ  
 جنہیں آخرت یاد دلائیں کی لیکن کوئی بے جا کلمہ نہ کہہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت ہزار سال قبل انور کے ساتھ کی۔ اس دن  
 جتنے آدمی بھی آپ کے ساتھ تھے، سبھی زوتے ہوئے معلوم ہوئے۔ اس سے زیادہ کبھی دوسرے معلوم نہیں ہوئے۔  
 اسی دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے زیارت کی اجازت عطا فرمائی گئی، بخشش کی درخواست کرنے کی اجازت نہیں۔  
 جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ابن مکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا قبرستان سے تشریف لائیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کبیل سے تشریف لائی ہیں؟ ام المومنین نے  
 ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی (حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے)۔ میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے تو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں پہلے آپ نے روکا تھا، پھر اجازت عطا فرمائی۔

فائدہ :- اس سے سند پکڑتے ہوئے عورتوں کو آج کل قبرستان میں جانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے کیونکہ عورتیں قبروں پر جا کر ہشاشمٹ لگے بہت کہا کرتی ہیں تو قبروں کی زیارت سے انہیں جتنا فائدہ ہوتا ہے۔ وہ بدی سے کم ہے۔

ان کے علاوہ راستے میں پردے کا کھونا، غیر مردوں پر ذبیح و زینت کا ظاہر کرنا وغیرہ، ان سے سرزد ہوتے ہیں اور یہ دونوں کام ہی بہت بڑے گناہ ہیں اور زیارت قبور صرف سنت ہے اور سنت کی لوائیگی کی خاطر اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ یہی اہل بیت اگر عورت بچنے پر اپنے کپڑوں میں ملبوس ہو کر یا ہر اس طرح لنگے کہ اس کی طرف کوئی بھی غیر مرد توجہ نہ کرے اور وہ عزت صرف قبر پر جا کر صرف دعا کرے، اس کے علاوہ کوئی بہت نہ کرے تو پھر زیارت قبور میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں ہے۔

حدیث شریف :- حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت کر۔ ان سے آخرت کو یاد کرو اور مردوں کو غسل دیا کرو، اس لیے روح سے خلق بدن کی تہہ کھینچ کر ایک بڑی مضبوط قمیص ہے۔ قماز، جنازہ، جنازوں پر پڑھا کر۔ ہو سکتا ہے اس عمل سے تجھے غم حاصل ہو جائے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہو گا۔

حضرت ابن ابی ملکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کی زیارت کیا کرو اور انہیں سلام کرو اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ اس لیے کہ ان سے ہمیں ہریت حاصل ہوگی۔

حضرت ابن عمر کا عمل مبارک :- حضرت علف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس مزار پر بھی گزرتے، اس مزار پر کھڑے ہو کر سلام کرتے۔

حضرت بی بی فاطمہ الزہرا کا عمل مبارک :- حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کو کچھ دنوں کے بعد تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ آپ اس مزار مبارک کے پاس نماز (نفل) پڑھا کرتی تھیں اور روٹیاں اور روٹیاں کرتی تھیں۔

مزار والدین کی زیارت کا ثواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن جو شخص اپنے باپ خواہ ایک کے جزاء کی زیارت کرے تو اس شخص کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور وہ نیک لکھا جاتا



۴۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا کہ اگر کسی شخص کے والدین فوت ہو چکے ہیں (تو اس وقت) وہ ان کا تافرن ہوتا ہے۔ والدین کے بعد ان کے حق میں دعا (مغفرت یعنی فیصلہ ثواب) کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرما بیواؤں میں لکھ دیتا ہے۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا کہ من زار قبری فقد واجبت له شفاعتی ”جس شخص نے میری قبر نور کی زیارت کی“ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوئی۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشلو فرمایا کہ من زارنی بالمدينة محسبا كنت له شفيعا وشفيده ابوم الفصة ”جس شخص نے قبر میں میری زیارت کی“ میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور شفیق ہوں گا۔“

ستر ہزار فرشتے :- حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جو فجر طلوع ہوتی ہے، ستر ہزار فرشتے آسمان سے اس میں اتر کر مزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمپا لیتے ہیں۔ آپ پہ روضہ شریف ہاتھ پھر پھڑکا کر بھیجتے ہیں۔ شام تک روضہ شریف پرستے رہتے ہیں۔ جب شام ہو جاتی ہے تو پہلے قرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ شام کے وقت آسمان سے اور فرشتے اترتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح کہ صبح اترنے والے فرشتے کرتے ہیں۔ اس وقت تک کہ جب زمین پست چلے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔ اس وقت بھی ستر ہزار قرشتے آپ کی تعظیم کرتے ہوں گے۔

مستحب :- زیارت قبور میں یہ مستحب ہے کہ قبلہ شریف کی طرف پشت کر کے میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا جائے۔ پہلے مرنے کو سلام کرنا چاہیے۔ قبر سے نہ تو مٹی جمائی جائے نہ ہی قبر کو ہاتھ لگانا چاہیے اور نہ ہی قبر کا پورے لے کر گھومنا چاہیے۔ ایسا کرنا نصاریٰ کی عادت میں سے ہے۔

حضرت ابن عمر کا عمل مبارک :- حضرت بلخ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو بار لکھ سو بار سے بھی زیادہ بار دیکھا ہے کہ آپ روضہ مبارک پہ حاضری دینے اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلام ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ سلام ہو اور میرے والد گرامی پہ سلام ہو۔ پھر آپ واپس چلے جاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کا عمل مبارک :- حضرت ابو لہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے دیکھا کہ آپ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف

لائے اور کفرے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ (دعا کی طرح) بلند کیے۔ یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر فرمایا ہے۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلام بھیج کر وہیں تشریف لائے۔

مردہ سلام کا جواب دیتا ہے:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے (قبر کے) کے پاس بیٹھا ہے تو وہ (مردہ صاحب قبر) اس سے انس و محبت حاصل کرتا ہے۔ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس وقت تک کہ جب وہ وہاں سے اٹھ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں:- حضرت سلیمان بن محجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو آپ کے حضور حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں اور آپ پہ سلام عرض کرتے ہیں تو آپ ان سلام عرض کرنے والوں کے سلام کو سمجھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ کا عقیدہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی کسی جاننے والے کی قبر پر گزرتا ہے تو اسے سلام کرتا ہے۔ مردہ اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور سلام کرنے والے کو پہچانتا بھی ہے اور جب کسی نہ جاننے والے کی قبر پر گزرتے ہوئے سلام کرتا ہے تو وہ صرف سلام کا جواب ہی دیتا ہے۔

روحوں کی آپس میں ملاقات:- حضرت عاصم مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی لولہ میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے عاصم کی فوفی کے دو سال بعد انہیں خواب میں دیکھا تو ان سے دریافت کیا کہ تم فوت ہو گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے پھر پوچھا کہ تم کیوں رہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم جنت کے بہتات میں سے ایک باغ میں رہتے ہیں۔ میں اور کچھ میرے دوست ہر شب جمعہ اور ہر صبح کو حضرت ابو بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما علیہ کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ ہماری خبریں سننے ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ تمہارے جسم بھی آپس میں ملتے ہیں یا محض روحیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے جسم تو سوئے رہتے ہیں وہ کھل مل سکتے ہیں مگر روحوں کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے۔ میں نے سوال کیا جب ہم زیارت کرتے ہیں تو اس سے تم واقف ہوتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں شب جمعہ جمعہ کے دن سارا اور ہر روز ہفتہ سوچنے لگنے تک ہماری زیارت کا ہمیں علم ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا جس میں ان پیام کے خلاف کچھ نہیں ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا میں میں اطلاق جمعہ کی بزرگی اور افضلیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

زیارت قبور ہر روز جمعۃ المبارک:- حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے دن مزارات کی زیارت فرمایا

کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ سموار تک بغیر کر لیا کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے مناسبت سے جمعہ کے دن اس سے ایک دن پچھرا اس کے ایک دن بعد تک مروجے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں۔  
حضرت شہاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہفتے کے دن طلوع آفتاب سے پچھرا جو شخص کسی قبر کی زیارت کرتا ہے تو قبر والے کو زیارت کرنے والے کا محل معلوم ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک اور جمعہ کی عقیقت کی وجہ سے پتی رہتا ہے۔

حکایت :- مسطور رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طاعون (ڈبہ) کے دنوں میں ایک شخص قبرستان میں آیا جاتا کرتا حلہ نماز جنازہ بھی پڑھتا اور جب شام ہوتی تو وہ قبرستان کے دو دائرے پر گھڑا ہو کر اس طرح کہا کرتا تھا کہ تمہاری گھبراہٹ کو اللہ تعالیٰ اس سے بدل دے۔ تم پر رحم و کرم فرمائے۔ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے۔ وہ ان کلمات سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہتا تھا۔ اتفاقاً ایک شام وہ قبرستان کی طرف نہ جاسکا جس وجہ سے وہ دعا نہ کر سکا۔ جب وہ رات کو سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں۔ ان سے میں نے دریافت کیا کہ میں تم کون ہو اور میرے پاس کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبرستان میں بسنے والے ہیں۔ ان سے میں نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تم گھر واپس آتے تھے تو تم نے عادت بنالی تھی کہ تم واپس پلٹتے ہوئے ہمیں کچھ تحفہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ تحفہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ تم کچھ دعا فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ہمیں آج اس دعا سے محروم رکھا اس مراء کی بنا پر ہم آج آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اب ہاں میں تمہیں تحفہ بھیجا رہوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے کبھی تانہ نہیں کیا۔

مردوں کے لیے دعا کرنا :- حضرت بشار بن غالب نحرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رجبہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بہت دعا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتی ہیں کہ اے بشار! آپ کے حق میں میرے پاس مسلسل نوری طباقوں میں حبیبی ردیوں میں لپٹے ہوئے آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان طباقوں کی یہ حالت کیوں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو زندہ مسلمان اپنے فوت شدہ دوستوں کے حق میں دعا کیا کرتا ہے وہ دعا ان کے حق میں قبول ہو جاتی ہے۔ وہ قبول شدہ دعا یعنی نوری طباقوں میں رکھ کر حبیبی ردیوں میں لپیٹ کر مردوں کو دی جاتی ہے۔ اس سے فرمایا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا تیرے لیے تحفہ ہے۔

حدیث شریف :- حدیث شریف میں موجود ہے کہ مردہ دہچے ہوئے فرادی کی طرح ہے۔ دعا کے لیے انتظار کرتا رہتا ہے کہ ہاں یا بھائی یا دوست کی طرف سے چپے اور جب کبھی کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے تو وہ دعا مردے کے لیے دیا دینا سے محبوب تر ہوتی ہے۔

مردوں کے لیے زندوں کے تحائف :- مردوں کے لیے زندوں کے تحائف دعا اور بخشش کی درخواست

ہیں۔ بعض اکابرین ارشلو قبرستان میں کہ میرا بھائی فوت ہو گیا تو میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تجھے جب قبر میں رکھا تھا؟ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک شخص آگ کا بڑا سا شعلہ لایا۔ اس وقت اگر میرے حق میں ایک دعا کرے والا دعا کرتا تو یقیناً وہ اس شعلے سے مجھے مارتا۔

مردے کے لیے "مقلین"۔ مستحب ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد حلقین کرنا اور اس کے لیے دعا مانگنا ہو۔ حضرت سعید بن عبداللہ ازدی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہامہ ہاشمی رحمت اللہ علیہ کے پاس نزوح کے عالم میں گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے ابو سعید! میں جب فوت ہو جاؤں تو میرے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا جس کا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشلو فرمایا ہے کہ تم میں سے جب کوئی فوت ہو جائے اور جب اسے مٹی دے چکو تو پھر چاہیے کہ تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے کہ اے فلاں (مرد) فلاں (عورت) کے بیٹے۔ وہ تمہاری یہ ہاتھ نے گا مگر جواب نہیں دے گا۔ پھر وہ اس طرح پکارے۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ اسی طرح پھر تیسری بار بھی کہے۔ پھر وہ مرد کہے گا۔ آپ پہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ ارشلو فرمائیے مگر تم اس کے اس جواب کو سن نہیں سکو گے۔ پھر تم اسے کہنا کہ اس چیز کو یاد رکھ جس پر تو دنیا سے اٹھا ہے یعنی گواہی دے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ اس ہاتھ پر تو راضی ہوا ہے کہ تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ تیرا دین اسلام ہے۔ نبی تیرا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امام تیرا قرآن مجید ہے کیونکہ اگر یہ اسے سنار کے تو منکر و نکیر اس کے پاس سے ہٹ جائیں گے اور اس طرح کہیں گے کہ یہاں سے چلو۔ ہم اس کے پاس کیوں بیٹھے ہیں؟ اسے تو دلیل سکھا دی گئی ہے۔ اس کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ منکر و نکیر کو جواب دے گا۔ (صحابہ کرام میں سے) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی میں کا نام معلوم نہ ہو تو (پھر کیا کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشلو فرمایا کہ پھر اسے حضرت حوا کا بیٹا کہہ کر پکاریں۔ مزارات پر قرآن مجید تلاوت کرنے کا بھی کوئی حرج نہیں۔

قبر پر قرآن خوانی۔ حضرت علی بن موسیٰ آہنگر رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمت اللہ علیہ کے ساتھ میں ایک جنازے میں شامل تھا اور ہمارے ساتھ حضرت محمد بن قدامہ رحمت اللہ علیہ بھی تھے۔ میت جب دفن ہو چکی تو ایک اندھا شخص مزار کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ حضرت امام احمد رحمت اللہ علیہ نے ارشلو فرمایا کہ مزار کے پاس قرآن مجید کا تلاوت کرنا بدعت ہے۔ قبرستان سے جب ہم باہر نکلے تو حضرت محمد بن قدامہ رحمت اللہ علیہ نے حضرت امام احمد رحمت اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ حضرت مبشر بن اسماعیل مٹی رحمت اللہ علیہ لپ کے نزدیک کیسا شخص ہے تو آپ نے ارشلو فرمایا کہ وہ میرے نزدیک معتبر ہے اور ان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ان سے کچھ یاد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ مبشر بن اسماعیل رحمت اللہ علیہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبدالرحمن بن عطاء بن الجبل رحمت اللہ علیہ سے کہ عبدالرحمن کے والد گرامی حضرت عطاء بن الجبل رحمت

اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میں جب دفن ہو چکوں تو میری قبر پر سر کی جانب شروع سورہ بقرہ شریف کا نور اس کا آخر تلاوت کیا جائے اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ آپ نے بھی اس کی تلاوت کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ تب حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو اس شخص کے پاس چلا جا اسے کہہ دیجئے کہ وہ قرآن مجید تلاوت کرے۔

قبرستان والوں کو تلاوت قرآن مجید کا ثواب بخشا۔ حضرت محمد بن احمد حوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ تم جب قبرستان میں جاؤ تو سورہ الحمد شریف (سورہ فاتحہ) قل اعوذ برب الناس قل اعوذ برب الفلق اور قل هو اللہ تلاوت کر کے اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخش دیا کرو کہ یہ ثواب انہیں پہنچے گا۔

قبرستان والوں کے لئے دعائے مغفرت۔ حضرت ابو قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ میں آیا۔ خندق میں اتر کر وضو کیا۔ پھر دو رکعتیں نماز (نفل) لوائیں۔ پھر میں ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ میں نے خواب دیکھا کہ مجھ سے صاحب قبر شکایت کرتا ہے کہ ساری رات تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔ پھر کہا کہ یہ بات تم نہیں جانتے مگر ہم جانتے ہیں (ہم کیا کریں) عمل نہیں کر سکتے۔ تم نے یہ جو دو رکعتیں نماز (نفل کی) لوائی ہیں وہ ہمارے نزدیک دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔ پھر کہا کہ ہماری طرف سے دنیا والوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہماری طرف سے انہیں سلام کنا کیونکہ ان کی دعا کی وجہ سے نور ایک پھاڑ کے برابر ہمارے پاس آتا ہے۔

زیارت مزار کا فائدہ۔ زندہ کو مزار کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اسے عبرت حاصل ہوتی ہے اور مرنے کو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ مرنے کو دعا پہنچے۔ اسی لیے زائر کو اپنے حق میں نور میت کے حق میں دعا کرنے سے غفلت نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی عبرت حاصل کرنے سے غافل ہونا چاہیے۔

مزارات سے عبرت حاصل کرنا۔ مزار سے عبرت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اپنے دل میں مرنے کی صورت کا تصور پختہ بنائے کہ اس کے اعضاء جیسلی طیوہ طیوہ کیسے ہو گئے؟ کس طرح قبر سے اٹھے گا اور یہ بھی تصور بنائے کہ حقیر میں بھی اسی طرح ہو جاؤں گا۔

حکایت۔ جیسا کہ حضرت پیر پلہ بن ابی بکر بنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک بوڑھی عورت بڑی علیحدہ زندہ تھی۔ جو نہی رات ہوتی وہ مستہ ہو کر نماز کے لیے تیار ہو جاتی۔ جب دن ہوتا تو مزارات پر چلی جاتی۔ میں نے سنا ہے کہ اسے لوگوں نے کہا کہ تم قبرستان میں بکھرت کیوں جاتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سخت دل سختی کرتا ہے تو اسے یہ پرانے کندہ رات نرم کر دیتے ہیں۔ مزارات پر جو میں آتی

ہوں تو یہ ملاحظہ کرتی ہوں کہ گویا مزاروں کے حوالوں میں سے لوگ نکلے ہیں 'ان کے چہرے مٹی سے بھرے ہوئے' رجب بدلے ہوئے 'کفن جیلے کھیلے ہیں۔

قائد :- ایسی نظر کا کیا کہنا ہے۔ اگر ایسی ہی نظر بندوں کے دلوں میں چیر جائے تو اس کی ترشی نفسوں پر کیا کچھ نہ ہوگی اور اس کی وجہ سے بدن کیا کچھ تباہ و برباد نہ ہوں گے بلکہ مردے کی صورت دل میں یاد کرنی چاہیے۔

حکایت :- جسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تھا کہ آپ کی صورت بدل جانے سے ایک فقیر نے آخر حیرانی ظاہر کی کہ عبادت و مشقت کی کسرت کی وجہ سے آپ کا کچھ اور ہی طور ہو گیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں صاحب قبر میں دفن ہونے کے بعد اگر مجھے اس سے تین دن مزید پیچھے ملاحظہ کرو گے تو اور زیادہ حیرانگی اختیار کرو گے کہ آنکھیں نکل کر رخساروں پر بہہ نکل ہوں گی۔ ہونٹ و انتوں سے چٹ پٹے ہوں گے۔ میراث نہ کھلا ہوا ہوگا اور اس میں سے پیپ وغیرہ نکل رہی ہوگی۔ پیٹ پھول پھول کر سینے سے بھی زیادہ بلند ہو چکا ہوگا۔ پٹاخے کے راستے سے پیپ نکل ہوئی ہوگی۔ نشتوں سے بخارات اور ریم نکل رہے ہوں گے۔ یہ حال جب دیکھو گے تو اس سے بھی زیادہ تعجب کرو گے۔ نیز مستحب یہ ہے کہ میت کی تعریف بیان کی جائے۔ اس کا ذکر جب بھی آئے تو اس کے بارے میں اچھا ہی کہے۔

حدیث شریف :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو۔ اس کی برائی بیان نہ کرنا۔ (روایت ابو داؤد) ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مردوں کو بھلی نہ دیجئے کہ وہ اپنے کیے ہوئے اعمال کو پہنچ گئے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد گرامی ہے کہ اپنے مردوں کا ذکر اچھائی کے ساتھ کیا کرو۔ اس لیے کہ اگر تو وہ جنتی ہیں تو انہیں برا کہنے کی وجہ سے تم پر گناہ ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہیں تو انہیں ان کی اپنی ہی معیبت کافی ہے۔ (نسائی شریف و طبرانی بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حدیث شریف :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا تو اس کی لوگوں نے بہت برائی بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لیے واجب ہوگی۔ اس کے بعد پھر ایک اور جنازہ آیا تو لوگوں نے اس کی بھلائی بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ اس کے لیے واجب ہوگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا چیز واجب ہوگی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس جنازے کی بھلائی کا ذکر کیا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے اور پہلے جنازے کی تم نے برائی بیان کی ہے تو اس پر دوزخ واجب ہو گئی ہے۔ زمین میں تم اللہ تعالیٰ کے کواہو یعنی تم جس چیز کی کو ایسا نہ کہے 'دبیای حکم ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث شریف کو روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ فوت ہو جاتا ہے تو لوگ اس کا صلہ دینی بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم مبارک میں اس طرح کا نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ تم گواہ رہنا اس بندے کے حق میں اپنے بندوں کی گواہی میں نے قبول فرمائی ہے اور اس کے جو گناہ میں جانتا ہوں میں نے ان گناہوں کو معاف فرمادیا ہے۔

حقیقت موت :- بعض لوگ موت کے بارے میں غلط خیالات اور غلط تصورات پیش کرتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ مثلاً بعض کہتے ہیں کہ موت نیست و نابود ہو جاتا ہے اس کے بعد نہ حشر ہوگا نہ نذر۔ انسان کی موت دوسرے حیوانات کی طرح یا جیسے گھاس سوکھ گیا اور ختم۔ یہ ٹھیک کا عقیدہ ہے اور ان (کافروں) کا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور بعض کا کہنا ہے کہ موت سے انسان نیست و نابود ہو جاتا ہے لیکن مرنے کے بعد قبر میں کوئی عذاب نہ ٹوٹا۔

بعض کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روح ہلکے ہو جاتی ہے، نیست و نابود نہیں ہوتی۔ عذاب و ثواب بھی صرف اسی کو ہے، جسم کو عذاب نہ ٹوٹا۔ قیامت میں اجسام نہیں اٹھائے جائیں گے اور نہ دوبارہ انہیں زندگی ملے گی۔ یہ تمام غلط عقائد اور خیالات فاسد ہیں۔ ان کو حق سے کوئی تعلق نہیں، باطل محض ہیں۔

حق عقیدہ الہست :- حق مذہب یہ ہے جو قرآنی آیات اور احادیث مجید سے ثابت ہے۔ وہ یہ کہ موت صرف حل کی تبدیلی کا نام ہے۔ یہی موجودہ دور میں الہست کا عقیدہ ہے جو سنی، بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہی عقیدہ امام فزلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جملہ اسلاف صالحین کا ہے۔ (لوکی غفرلہ)۔

مسئلہ :- مرنے کے بعد روح جسم سے جدا ہو کر یا عذاب میں مبتلا ہے یا راحت و رصیت میں۔ روح کا جسم سے جدا ہونے کا یہ معنی ہے کہ جسم کا مدور کے تصرف سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اب جسم روح کی طاعت نہیں کرے گا۔ اب دنیا میں چونکہ تمام اعضائے جسم مدور کے آلات ہیں، ان سے ہر طرح کے کام لیتے ہیں مثلاً ہاتھ سے پکڑنے کا، کان سے سننے کا، آنکھ سے دیکھنے کا، دل سے اشیاء کی حقیقت فہمی کا کام۔

فائدہ :- پہلے ثابت ہو چکا کہ دل اور روح ایک شے ہے لیکن کبھی فرق ہوتا ہے۔ یہاں وہی ہے جس طرح روح خود بلا واسطہ بھی ہر شے کی حقیقت سمجھتی ہے اسے کسی آلہ کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی مدور خود غم سے دکھ پاتی ہے اور خوشی سے سکھ حاصل کرتی ہے اور یہ امور متعلق بہ اعضائے جسمانی نہیں بلکہ ان امور سے مدور ہی موصوف ہوتی ہے یعنی سنا، دیکھا وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ مدور جسم سے ہو گئی تب بھی روح ان امور سے موقوف ہے۔ البتہ وہ صفات جو جسم و روح کے اتصال میں تھیں، وہ صرف جسم سے ختم ہو گئیں لیکن روح میں باقی ہیں۔ وہ

حاضر میں سلع موٹی کا مسئلہ اس قاعدے سے سمجھئے۔ اہلسنت سلع موٹی کے قائل ہیں کہ روح زندہ ہے اور اس میں تمام صفات موجود ہیں، اس لیے مرنے سے پہلے ہی ان کی ارواح اور عکبرین سلع موٹی و عموک کے اور میں جس جسم مردہ کے نہ بننے کو مطلقاً سلع موٹی کا انکار کر جاتے ہیں۔ تفصیل دیکھئے (فقیر لوسی غفرلہ کا رسالہ سلع موٹی) اعلیٰ روح یہ روح کا دوبارہ جسم میں آنا عمل نہیں۔ وہ قبر نور قیامت میں لوٹ کر آئے۔ لیکن یہ ہلکی قیامت میں جسم کا روح کا آنا تو ہے ہی۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے جو حکم فرمایا ہے، وہ ہو گا وہی بندوں کو خوب جانتا ہے۔

مثلاً :- روح کے جسم سے خروج کے بعد جسم کا محل پلوج جیسا ہے یا اس بنیاد کی طرح ہے جس کے جسم کے پنوں میں سہو پھنس جائے تو وہ اعضاء کام کرنے کے نہیں رہتے۔ اسی طرح موت کے بعد روح جسم میں کام نہیں کر سکتی۔ ہلکی روح کا عاقل، عالم درک ہوتا ہوا ہے (یہی سنی بریلوی کہتے ہیں۔ لوسی غفرلہ) ہلکی بوقت ضرورت روح بعض اعضاء سے کام لیتی ہے اور بعض اس کے نافرمان بھی ہوتے ہیں لیکن موت کے بعد تو تمام اعضاء روح کے گویا بے فرما ہیں۔ یہ عام قاعدہ ہے انبیاء، اولیاء کو اس میں شامل کرنا گمراہی کا کام ہے۔ (لوسی غفرلہ)

فائدہ :- اعضاء روح کے آلات ان سے وہ کام لیتی تھی۔ اب موت کے بعد اس کا کام لینا ختم۔

مسئلہ :- روح سے مراد انسان میں وہ قوت ہے جس سے انسان علوم و غنوم اور سرور وغیرہ محسوس کرتا ہے۔ اگر وہ قوت جسم سے نکل گئی تو وہ اپنی صفات سے قاصر نہیں ہوگی۔ سب جانتے ہیں، دراصل انسان اسی قوت کا نام ہے جس سے علوم وغیرہ کا اور اک ہوتا ہے اور رنج و راحت محسوس ہوتی ہے۔ یہ وقت نہیں مرنے بلکہ موت کا مطلب یہی ہے کہ اسی وقت سے آلات جدا ہو گئے۔ ان کی جدائی سے اعضاء پلوج ہو گئے یعنی کام کرنے نہ رہے یعنی روح کے آلات اس کے قبضہ سے نکل گئے لیکن انسان اپنی حقیقت کے لحاظ سے یعنی نفس و روح کے اعتبار سے وہ بدستور موجود ہے۔

موت سے تبدیلی حال :- انسان کے محل کا بدلنا دو قسم سے ہے۔ (۱) موت کے بعد اس کی آنکھ اور کان اور ہاتھ اور پاؤں اور جملہ اعضاء چھین گئے اور اقل و اقارب اور زن و قرینہ اور تمام اشیاء اور سواریاں اور غلام اور گھر اور تمام جائیداد چھین گئی اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ کسی سے یہ چیزیں چھین جائیں یا خود اس کو ان چیزوں سے چھین لیا جائے۔ اس لیے موت کے بعد انسان کو ایذا دینے والی چیز تو جدائی ہے اور جدائی کا دونوں صورتوں میں درد یکساں ہوتا ہے کہ کبھی تو اس کا محل لوٹ لیا جاتا ہے اور کبھی مل و فیرو بدستور رہتا ہے لیکن مالک کو قید کر لیا جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں غم و درد یکساں ہوتا ہے اور موت بھی یہی ہے کہ انسان کو اس کے جمع اموال اور لواحق سے جدا کر کے ایک دوسرے عالم میں بھیج دیا جائے جو اس عالم کے مشابہ نہ ہو۔ اگر دنیا میں اس کی کوئی ایسی چیز ہوگی کہ اس کا دل کو جس سے اسے انس و راحت تھی تو موت کے بعد اس چیز کی اس پر جدائی بڑی سخت ہوگی اور اس کی جدائی میں اس کو ناست تکلیف ہوگی بلکہ اس کا دل ہر ایک چیز کی طرف التفات کرے گا۔ دل، چہل و چلاں اور جائیداد



غیر متغزل کی طرف میل تک کہ اگر کوئی کرتا بہن کر خوش ہو کر تا ہو گا تو اس کے چھوٹے کا بھی رنج ہو گا اور اگر بجز خدا سے تعالیٰ کے ذکر کے اور کسی شے سے خوش نہ تھا تو نہ اس کے سوا دوسرے سے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسائش ملے گی۔ اس لیے کہ موانع پر طرف ہو گئے اور محبوب اور اپنے آپ میں تکیہ ہو جائے گا۔ تمام اسباب دنیاوی خدا تعالیٰ کے ذکر سے ممانع ہیں۔ وہ سب اس سے علیحدہ ہو گئے۔

(۷) مرنے کے بعد وہ تمام باتیں مکمل کر سانسے آجاتی ہیں جو زندگی میں نہیں کھلتی تھیں۔ جیسے بیداری میں ایسے حالات منکشف نہیں ہوتے ہیں جو خواب میں واضح ہوتے ہیں۔ دنیا میں لوگ مردہ ہیں جب مریں گے تو جاگیں گے۔

مرنے کے بعد پہلا حل یہ ہے۔ سب سے پہلے جو آدمی پر حل کئے گا وہ اس کی نیکیوں کا نفع یا برائیوں کا ضرر ہو گا۔ حالانکہ یہ حل اس کے دل کے اندر لکھا تھا مگر دنیا کے کائنات کی وجہ سے اس کو خبر نہ تھی۔ جب دنیا کے امور علیحدہ ہو گئے تو سارے اعمال اس پر مکمل ہو گئے۔ اب جو برائی دیکھتا ہے اس پر ایسی حسرت کرتا ہے کہ اس حسرت سے بچنے کے لیے آگ میں گھس جانے کو اختیار کر سکتا ہے اور ایسے حل میں اس سے کما جاتا ہے کہ کفنی بنفسک الیوم علیک حسبنا (یعنی اسرائیل ۱۶) ترجمہ کنز الایمان: آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

فائدہ :- یہ بات اس وقت کھلتی ہے کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہیں ہوتا اور جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہے یعنی اس دنیائے بانیہ سے جس چیز پر اطمینان تھا اور مقدار زلزلہ پھیلانے کی قدر اس کی مراد نہ تھی۔ اس کے جدا ہونے کی آگ لگی ہوئی ہے اور جو شخص کہ دنیا میں صرف آخرت کا طالب ہوتا ہے تو اس کو مرنے کے بعد مل و اسباب وغیرہ کی جدائی سے کوئی درد و غم نہیں ہوتا بلکہ وہ حنظل پر پہنچ کر خوش ہوتا ہے کہ دنیا کا تردد جاتا رہا اور وجہ اس کی خوشی کی یہ ہے کہ اس کو غرض حنظل مقصود تھی نہ کہ دنیا۔ یہ حال ان حضرات کا ہوتا ہے جو دنیا میں سے بقدر ضرورت مل و اسباب لیتے ہیں اور وہ چاہتے رہتے ہیں کہ کسی طرح ضرورت بھی نہ رہے ان کی آرزو مرنے سے پوری ہو جاتی ہے کہ اس قدر سے بھی ہو جاتے ہیں۔

فائدہ :- یہ عذاب کے اقسام اور رنج بہت بڑے ہیں کہ پہلے دفن سے پہلے انسان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر دفن کے وقت کبھی دیگر قسم کے عذاب کے لیے اس کی روح جسم میں دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔

مثلاً :- جو کوئی دنیا سے لذت یا اب اور اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ اس کا حل کچھ جیسے کوئی کسی بلا شاد کی موجودگی میں اس کے محل اور سلطنت اور پاپے تخت میں خوب مزے اڑائے اور اچھو کرتا ہو کہ بلا شاد میرے معاملہ میں کچھ سہولت کرے گا یا یہ کہ جو میں برے کام کر رہا ہوں۔ ان کا علم بلا شاد کو نہ ہو گا اور بلا شاد اس کو اچانک پکڑ لے اور اس پر ایک حل پیش کرے جس میں اس کی خطائیں اور بد اعمالیاں ذرا ذرا سی بھی نکلیں ہوئی ہیں اور بلا شاد بھی بڑا زبردست اور ہیبت ناک ہو اور جو لوگ اس کے محل میں یا سلطنت میں سرکب انفعالی بنائے ہوں ان سے بدلہ لینے والا ہو اور کسی کی سفارش نہ سنا ہو تو ایسی صورت میں اس کو خدا کا عمل سونا چاہیے کہ سزا وغیرہ ہونے سے

کمال اس کو کس قدر خوف اور شرم اور حسرت و ندامت ہوگی۔ یہی عمل بدکار میت کا ہے جو دنیا پر مغرور اور مطمئن ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب بلکہ عین مرے کے وقت خوف و شرم و حسرت و ندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کے مارنے و کاٹنے کی بہ نسبت رسولی اور نصیحت اور پردہ کے فاش ہونے کا عذاب بہت زیادہ ہوتا ہے۔

فائدہ :- موت کے وقت مردہ کا عمل یونہی ہوتا ہے۔ اہل بصیرت نے اس کو ہاتھن کے مشابہ سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اس پر قرآن و حدیث کے دلائل بھی موجود ہیں۔ ہاں کئی حقیقت موت کا عمل معلوم ہوتا ممکن نہیں اس لیے کہ موت کی معرفت زندگی کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت جانتے اور اس کی ذات کے پہچانے پر موقوف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق منکھو کرنے کی اجازت نہیں دی اور الروح من امر ربی کہنے کے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے تو کسی کو علمائے دین میں سے نہیں پہنچ سکتا کہ روح کے راز کھولے۔ اگرچہ اس پر مطلق ہو۔ صرف اسی قدر اجازت ہے کہ روح کا بعد موت کے ذکر کریں اور اس بات پر بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ موت سے روح نیست نہیں ہوتی نہ اس کا لوراک فنا ہوتا ہے۔

والا کمل صلح موتی :- اللہ تعالیٰ شہداء کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ ولا نحسبن الذین فنلوا فی سبیل اللہ امونا بل احبنا عند ربهم برزقون فرحبین (آل عمران 169 تا 170) ترجمہ کنز الایمان : اور جو اس کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرتا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شلو ہیں۔  
فردہ بدو کے بعد کفار کے لیزروں کا نام لے لے کر ان کی قبوں پر کھڑے ہو کر ایک ایک کا نام پکارا، اے فلاں، اے فلاں میرے سے جو میرے رب نے وعدہ کیا تھا، اسے میں نے سچا پایا۔ تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا، تم نے بھی سچا پایا یا نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو پکارتے ہیں جو مردہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ اس کلام کو تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر وہ جواب پر قادر نہیں۔

فائدہ :- یہ حدیث نص ہے۔ روح کے باقی رہنے پر اور اس کے لوراک و معرفت بحال رہنے پر نص تھی شہداء کی اور ان میں لور میت کی وہی قسمیں ہیں یا سعید ہوتا ہے یا شقی۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر ایک گڑھا ہے۔ آگ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

یہ صریح نص ہے کہ موت کے معنی صرف عمل بدنا ہے اور اس میں کہ میت کے لیے جو کچھ معلومت اور شہادت ہوتی ہے وہ مرے ہی پلا تاخیر ہو چلا کرتی ہے۔ صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب قیامت تک موخر رہتے ہیں مگر ان کی اصل سزا اسی وقت ہو جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا السموت فیابنہ فسمات فغدا قامت فیابنہ "جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔"

حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مرجاتا ہے تو اس کا لہکا صبح و شام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ میں سے لٹکانا دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا لٹکانا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ تجھے اس میں قیامت میں پہنچا دے۔

فائدہ :- جو کچھ ان لٹکانوں کے دیکھے سے لذت یا عذاب اس وقت ہو گا وہ عقلی نہیں۔ ابو قیس کہتے ہیں کہ ہم ملتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی قیامت تو قائم ہو گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نفس کو دنیا سے لٹکانا حرام ہے۔ جب تک یہ نہ جان لے کہ جنت والوں سے ہوں یا دوزخ والوں سے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات غربیا مات شہیدا و منی فنانی القبر وغدی وریح علیہ رزقہ من الجنة "جو شخص حالت سفر میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے اور قبر کے دو فائدہ والے دلوں سے پھیلا جاتا ہے اور اس کو صبح اور شام اس کی مدد دی جاتی ہے۔"

مسیوق نے فرمایا کہ مجھے اتنی غلط کسی سلسلہ پر نہیں آئی جتنی ہنس المنداد پر رہتا ہے کہ لحد میں جا کر دنیا کی تکالیف سے آرام پلا ہو اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔ -حکلی بن ولید کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابو دردا کے ساتھ قلعہ میں نے آپ سے پوچھا کہ جس سے آپ محبت رکھتے ہیں اس کے لیے آپ کون سا عمل پسند کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کے لیے موت پسند کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے۔ آپ نے فرمایا تو یہ پسند کرتا ہوں کہ اس کا بیٹا اور لولہ کم ہو اور موت کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ یہ چیزیں آزمائش ہیں اور دنیا کے ساتھ انس کا موجب ہیں اور ایسی چیز سے انس کا ترک ضروری ہے۔ جو چیز خدا تعالیٰ کے اور اس کے ذکر اور اس کے انس کے سوا ہے۔ ان سب کو چھوڑنا ضروری ہے اور واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مومن کی مثل اس روح نطقی کے دقت الکی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں ہو اور اس میں سے چھوڑ دیا جائے اور زمین کو سیر کرنا گودا پھرے۔

فائدہ :- یہ ہنس خوش قسمت کا محل ہے جو دنیا سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو اور بجز ذکر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز سے انس نہ رکھتا ہو اور دنیا کے علائق اسے محبوب حقیقی سے روکتے ہوں اور شوق کی بہتات ایذا دہی ہو تو ایسے شخص کی موت میں تمام پریشانیوں سے نجات ہو جاتی ہے اور جس محبوب سے اس کو انس تھا اسے وصل نصیب ہوتا ہے۔

فضائل شہید :- یہ امر متنازعہ آرائش اور کمال لذت من شہیدوں کے لیے ہو جو خدا کی راہ میں شہید ہوتے۔

اسی لیے وہ جو مرنے پر جرات کرتے ہیں، کچا دھ ہے وہ جب اپنی توجہ دنیا کے علاقوں سے قلع کر لیتے ہیں اور حلق دیدار الہی کے ہو کر اس کی رضا جوئی میں قفل پر راضی ہوتے ہیں، اگر دنیا کی طرف نظر کرے گا تو اپنی خوشی سے اس کو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالے گا اور بیچنے والے کا دل اس کی طرف التفات نہیں کیا کرتا اور آخرت کی طرف نظر کرے گا تو اس کو خرید ادا ہے اور اسی کا شوق تھا تو جس چیز کو خریدے ہے، اس کو جب دیکھے گا تو کیسی خوشی ہوگی اور جس چیز کو بیچ دیا ہے، اس کے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا۔

قائدہ:- دل کا خالص ہونا محبت الہی میں کبھی اتفاق ہو جلیا کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ موت بھی اسی پر ہو۔ اسی لیے بدل جاتا ہے اور خدا کی راہ میں لڑنا موت کا سبب ہے تو اسی حالت پر موت آنے کا سبب ہوگا۔ اسی لیے اس کی لذت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ لذت کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنی مراد کو پہنچ جائے اور کئی جاہلی ملت میسر ہو ولہم فیہا ما یبشہون

فائدہ:- اس آیت میں تمام لذتیں جنت کی آنکھیں نور بندے سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وحیل بینہم و بین ما یبشہون (ترجمہ از کنز الایمان)  
یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابوں کو جامع ہے اور آسائش مذکورہ بلا شہید کو فوراً مدح نفعی ہی ملتی ہیں اور یہ امر ارہاب قلوب کو نور یقین سے ہوتا ہے۔

اس پر شہادت کے فضائل کی روایات کا مطالعہ ضروری ہے۔ شہادت کی احکامات اسی پر دل ہیں۔ ہر ایک حدیث شہداء کی انتائے لذت کو بیان فرماتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اور ابن کا بپ جنگ احد میں شہید ہو گیا تھا کہ میں تم کو اس کا محل سناؤں۔ انہوں نے عرض کیا، ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا، اے میرے بندے جو چاہے مجھ سے تنہا کر میں تجھے دوں گا۔ تیرے بپ نے عرض کیا الہی میں نے تیری عہدت جیسی چاہیے تھی، وکی نہیں کی۔ میں تجھ سے تنہا کرتا ہوں کہ تو مجھے ہر دنیا میں بھیج دے تاکہ میں تیرے رسول کے ساتھ ہو کر لوں اور دوسری دفعہ تیری راہ میں مارا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری طرف سے پہلے ہو چکا ہے کہ تو دنیا میں لوٹ کر نہ جائے گا۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک شخص روٹا ہوا نظر آئے گا۔ اے کما جائے گا کہ تو جنت میں کیوں روٹا ہے؟ وہ کہے گا کہ میں اس لیے روٹا ہوں کہ خدا کی راہ میں صرف ایک ہی بار مارا گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ پھر جا کر لوں اور کئی بار مارا جاؤں۔

قائدہ:- اہل ایمان کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہے جس کے سامنے دنیا تک اور قید خانے کی طرح معلوم ہوتی ہے اور اس کا محل ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی اندھیرے قید خانے میں بند ہو اور اس پر ایک

دروازہ ایک ایسے وسیع بلخ کی طرف کھول دیا جاتا ہے کہ اس کی وسعت ہر آنکھ کلام نہ کرتی ہو اور اس میں طس طرح کے درخت اور پھول اور پھل اور جانور ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ شخص اس بلخ میں پہنچ کر اندھیرے اور قید خانے میں پھر آنا نہ چاہے گا۔

مثلاً :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص مر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیاؤں کے لیے چھوڑ گیا۔ اگر یہ راضی ہے تو اسے دنیا میں پھر کر آنا چھان معلوم ہو گا جیسے تم میں سے کوئی اچھا نہیں جانتا کہ وہ دوبارہ اپنی ماں کے پیٹ میں۔

فائدہ :- اس حدیث میں نور ہو کہ آخرت کی دست کو دنیا سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی دست کو رحم کی تاریکی سے ہے۔

مثلاً :- ایک حدیث شریف میں فرماتا ہے کہ مومن کی مثل ایسی ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں کہ جب پیٹ سے نکلتا ہے تو روتا ہے مگر جب روشنی دیکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ جانا پسند نہیں کرتا۔ یہی مومن کا ہے کہ موت سے گھبراتا ہے مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے تو پھر دنیا میں اتنا پسند نہیں کرتا۔ جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں جانا نہیں چاہتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص مر گیا۔ آپ نے فرمایا مسند بچ او مسراح منہ یعنی اس کو راحت ملی یا اس سے دردوں کو راحت ہو گئی۔

فائدہ :- مسرت میں اشارہ مومن کی طرف ہے کہ بلائے دنیوی ہے۔ راحت ہائی اور مسرت من میں عاجز کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا والے اس سے راحت میں ہو جاتے ہیں۔

ابو عمر صاحب بیٹا کہتے ہیں کہ ہم ابھی پہنچے تھے۔ ہمارے پاس حضرت ابن عمرؓ گزرے اور ایک قبر کی طرف لگے کی تو دیکھا کہ ایک کھوپڑی کھلی ہوئی تھی۔ ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ اس پر مٹی ڈال دے۔ اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔ پھر فرمایا کہ یہ خاک ان دونوں کو کچھ ضرر نہیں کرتی اور جن پر ثواب یا عذاب قیامت ہوتا ہے وہ ابدل ہیں۔ عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ جو میت مٹی ہے وہ جو کچھ اس کے گھراس کے بعد ہوتا ہے چاہتی ہے۔ یہاں تک کہ لوگ مروت کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور وہ ان دیکھتا ہے۔ مالک بن انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ مومنوں کی دوہیں آلودہ رہتی ہیں جہاں چاہتی ہیں وہ رہتی ہیں۔

حضرت لقمان بن جبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ اگلا رہو دنیا میں صرف اس قدر رہنا ہے جیسے کسی شد میں چھڑ کر جو اس میں پڑتی ہے۔ پس اللہ سے خوف کرو اپنے مردوں کے بارے میں اس لیے کہ تمہارے اہل ان پر پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو اپنے برے

اصل سے شرمسار نہ کرے کیونکہ تمہارے اہل بیت ہمارے مردہ دوستوں پر پیش ہوا کرتے ہیں۔

ابو دروانے دعائیں فرمایا کہ اہل بیت میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسا کام کروں جس سے حضرت عبداللہ بن رواحہ کے سامنے رسوا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت ابو دروانہ کے ماہر تھے اور ۱۵ پہلے مر چکے تھے۔

عبداللہ بن عمر بن العاص سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنین کی روحیں کہاں رہتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ سفید جلودوں کی صورت میں عرش کے سامنے رہتی ہیں اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین میں رہتی ہیں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اٹھانے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے۔

صلح عمری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ روحیں موت کے وقت ملا کرتی ہیں۔ مردوں کی روحیں آنے والے مردے کی روح سے کہتی ہیں کہ تیرا ٹھکانا کہاں ہے اور تو پاک جسم میں رہا یا ناپاک میں۔

عبد بن عمر کہتے ہیں کہ اہل قبور مردوں کے شکر رہتے ہیں۔ جب کوئی مردہ ان کے پاس جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا سے تو وہ آیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ کہتے ہیں نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ انا لله وانا اليه راجعون (البقرہ 156) اس کو کسی اور راستے سے لے گئے ہمارے پاس تو نہیں لائے۔ جنہر بن سعید سے مروی ہے کہ جب کوئی مردہ جاتا ہے تو اس کا لڑکا اس کے استقبال کو آتا ہے جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہیں۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ جس کا لڑکا نیک بخت ہوتا ہے تو اس کی نیک بختی کی بشارت اس کو قبر میں دی جاتی ہے۔ ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی جان نکلے ہے تو اس سے خدا تعالیٰ کے پاس سے رحمت والے مردے ایسے ملتے ہیں جیسے دنیا میں خوشخبری سنانے والا کسی کے پاس آتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس اپنے بھائی کو دیکھو تاکہ اس کو تسکین ہو جائے کہ یہ شخص بڑی سختی میں تھا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے اور فلاں عورت کہی ہے اور فلاں عورت نے نکاح کیا یا نہیں؟ جب اس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ اس سے پہلے مر گیا ہوتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ انا لله وانا اليه راجعون (البقرہ 156) اس کو اس کے اہل و عیال میں لے گئے۔ (مسند اللہ)

اختیار القبور یعنی قبر کی خبریں :- زبان حل مردوں کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہے 'بہ نسبت زہن مقل۔' کے زعموں کے سمجھانے میں۔

احادیث مبارکہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے کہ اے خانہ خراب، تجھے کس چیز نے مجھ سے معاملے میں رکھا۔ تو نے نہ جانا کہ میں آزمائش کا گھر ہوں اور تاریکی کا مکان اور تنہائی کی جگہ اور کیڑوں کا خانہ ہوں۔ میرے بارے میں تجھے کس چیز نے دعوہ کر دیا کہ تو میرے

لوہر اکر کر چن قلعہ اگر ٹیک بخت ہوتا ہے تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے کہ تو بدبختی نہیں کہ یہ شخص اچھی بات کا امر کیا کرتا تھا اور پری بات سے منع کرتا تھا۔ قبر کستی ہے تو اب اس پر وسیع ہوئی جاتی ہوں اور اس کا جسم نور بن جائے گا اور روح خدا تعالیٰ کے پاس چلی جائے گی۔

عید بن میر پیشی کہتے ہیں کہ جو مرنا ہے اس کا گڑھا جس میں وہ دفن ہوگا اس سے کہتا ہے کہ میں تعالیٰ اور تیرے لڑکے اور اکیلے رہنے کا مقام ہوں۔ اگر تو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کا صلح رہا ہو گا تو میں آج تم پر رحمت ہوں گا اور اگر تو نافرمان رہا ہو گا تو عذاب ہوں گا۔ میں وہ ہوں کہ جو مجھ میں صلح ہو کر آئے گا۔ وہ خوش ہو کر نکلے گا اور جو عاصی ہو کر آئے گا وہ تباہ ہو کر نکلے گا۔

محمد بن صالح کہتے ہیں کہ جب آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسے عذاب یا بری بات پہنچتی ہے تو اس کے چہرے کے مودے اس سے کہتے ہیں کہ اے اپنے قریبوں اور پڑوسیوں سے دنیا میں پیچھے رہنے والے کیا تجھے ہم سے جبرت نہ ہوئی۔ کیا اپنے آپ سے آگے آنے والوں کا محل تو نے نہ سوا۔ تو نے نہ دیکھا کہ ہمارے اہل مرے سے قسم ہو گئے تھے تجھے تو صلت تھی تو نے حارک کیوں نہ کر لیا۔ جو تیرے اقارب سے رو گئی تھی اور زمین کے حصے اس سے کہتے ہیں کہ اے ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے گمراہوں میں سے زمین کے حکم میں چلے گئے تھے ان سے تو لے جبرت کیوں نہ پکڑی۔ ان کو دنیا نے تجھ سے پہلے دھوکا دیا پھر ان کی موت ان کو قبروں میں لے گئی تو ان کو دیکھتا تھا کہ وہ سروں کے گاندھوں پر اس مثل میں چلے جاتے ہیں جو ان کے لیے ضروری تھی۔

یہیہ وہ قسمی کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اہل اسے گھبراتے ہیں۔ پھر ان کو خدا تعالیٰ گویا کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اے اکیلے بندے گڑھے میں پڑے ہوئے تیرے دوست اور گمراہ والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس آج تیرا کوئی انھیں نہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ٹیک بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اہل ٹیک نماز روزہ حج زکوٰۃ گھبرائے گئے ہیں۔ پھر عذاب کے فرشتے اس کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو حملہ کستی ہے کہ اس سے الگ رہو۔ یہ شخص اللہ کے واسطے ان پر کھڑا رہا تھا۔ پھر فرشتے سر کی طرف آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ اوہو کہ تم کو راہ نہیں دیتا دنیا میں یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا۔ فرشتے بدن کی طرف آتے ہیں تو حج اور جملہ کہتے ہیں کہ یہاں سے الگ رہو کہ اس نے اس بدن سے حج کے لیے بہت محنت و مشقت اٹھائی اور اللہ کی راہ میں جملہ کیا۔ تم کو راہ نہ ملے گی۔ فرشتے ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے کہ اس شخص ٹیک کو جانے دو اس نے بہت سے صدقہ ان ہاتھوں سے دیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوا اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے لیے دیا تھا تو تم کو یہاں سے الگ نہ ملے گی۔ تب اس سے کہا جاتا ہے کہ مبارکباد تم کو تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرے۔ پھر اس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اس کے لیے جنت کا ایستہ بچھاتے ہیں اور حلقہ بھٹی لاتے ہیں اور اس کی قبر کو جملہ تک نظر کام کرتے ہیں تک کشادہ کرتے ہیں اور جنت میں سے ایک قدرتی آجاتا ہے

کہ اس کی روشنی میں قبر میں سے اٹھنے تک رہتا ہے اور عبد اللہ بن عبید بن میر نے ایک جنازے کے ساتھ میں فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردہ قبر میں بٹھلایا جاتا ہے اور وہ آواز اپنے ساتھیوں کے پاؤں کی سنتا ہے اور اس سے بجز اس کی قبر کے اور کوئی چیز کلام نہیں کرتی۔ قبر کھتی ہے کہ اسے خند خراب تجھے مجھ سے کسی نے نہیں ڈرایا۔ تجھے یہ خوف نہیں دلایا گیا تھا کہ میں تنگ اور بدودار ہوں لاک اور کیڑوں سے پر ہوں' پس تو نے میرے لیے کیا سلان کیا۔

## قبر کا عذاب و خواب

احادیث مبارکہ :- حضرت ابراہیم بن عذاب فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے پر نکلے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک نیچے کر کے اس کی قبر پر بیٹھے۔ پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ اللہ میں تجھ سے عذاب قبر سے ہم مانگا ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب ایماندار آخرت کی پیشی میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے قرشتوں کو بھیجتا ہے کہ گویا ان کے منہ آفتاب کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ اس کی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اس کی آنکھوں کے سامنے بیٹھتے ہیں جب اس کی مدح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوتا کہ اس کی مدح اپنے اندر سے ہو کر جانا نہ چاہتا ہو۔ جب اس کی مدح اوپر چڑھتی ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اللہم یہ تیرا غلام بندہ ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ اس کو لے جاؤ اور جو کچھ ہم نے اس کے لیے سلان کرامت مہیا کیا ہے دکھاؤ۔ اس لیے کہ ہم وعدہ کر چکے ہیں منہا خلفنکم وغیرہا نمبکم ومنہا نخرجکم نازۃ اخری (طہ 55) ترجمہ کنز الایمان: ہم نے زمین علی سے تمہیں بٹھایا اور اسی میں پھر تمہیں لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

اور وہ شخص لوٹنے والے لوگوں کی موتوں کی آواز سنتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور دین کیا اور نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سوال اس سے نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہیں اور یہ آخر جا رہے ہیں جو مردے پر ہوتی ہے۔ جب وہ جواب مذکور دیتا ہے تو پکارنے والا پکارتا ہے کہ تو جی کتا ہے یہی سنی ہیں اس امت کے پیغمبر اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الاخرۃ (ابراہیم 27) ترجمہ کنز الایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ پھر اس کے پاس ایک آنے والا خوبصورت خوش لباس خوشبودار آکر کتا ہے کہ تم کو رحمت پروردگار کا مزدورہ ملے۔ ہو اور ان بہتوں کو بشارت ہو جن میں لذت دائمی ہے۔ وہ کتا ہے کہ تجھے بھی بشارت خیر تو کون ہے؟ وہ کتا ہے کہ میں تیرا عمل ہوں۔ بعد ازاں کہ میں نے تیرا عمل بھی جانا کہ تو



خدا تعالیٰ کی طاعت میں جلد باز اور مصمیت میں دیر کرنے والا تھا۔ خدا تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ ایک مٹی کی پکارتا ہے کہ اس کے لیے جنت کے بہتوں میں بہتر بچھاؤ اور ایک دروازہ جنت اس طرف کھول دو۔ میں بہتر جنت میں بچھا رہا جاتا ہے اور دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔ وہ اس وقت کہتا ہے کہ اٹھی قیامت جلد بھاگ کر کہ میں اپنے اہل اور مل کی طرف مدح و جوع کروں اور کافروں کا مل یہ ہوتا ہے کہ جب آخرت کے سامنے اور دیا سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے تو اس پر دو فرشتے سخت دھڑکے اترتے ہیں اور ان کے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرت ہوتا ہے۔ وہ اس کے پاس آجاتے ہیں اور جب جان نکلتی ہے تو اس پر تمام قرشتے زمین کے اور تمام فرشتے آسمان کے غصت کرتے ہیں اور دروازے آسمان کے بند کر دیے جاتے ہیں۔ کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے اندر اس کی مدح جانے دینا پر اندہ جانتا ہو۔ جب اس کی روح چڑھتی ہے تو پھینک دی جاتی ہے اور عرض کیا جاتا ہے کہ اٹھی تیرے قتال بندے کو نہ آسمان نے قبول کیا اور نہ زمین نے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو لے جاؤ اور میں نے اس کے لیے سخت عذاب تیار کیا ہے۔ وہ اسے دکھلاؤ کہ ہم نے اس سے وعدہ کر لیا ہے منہا خلفنا کم آخر آیت تک (پہلے گزری ہے) اور وہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ میل ٹیک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور نبی کون اور دین کیا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ جانو۔ پھر اس کے پاس ایک آنے والا بد صورت 'بدبودار' بد لباس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے مڑو ہو 'غضب الہی اور عذاب دردناک دیا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے برائی کی خبر سنلائے۔ تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میں تیرا اہل بد ہوں 'بندہ تو خدا تعالیٰ کی بفرمائی میں جلد باز اور طاعت الہی میں تاخیر کرنے والا تھا۔ خدا تعالیٰ تجھے جزائے بد دے۔ وہ کہتا ہے کہ تجھے بھی خدا تعالیٰ جزائے بد دے۔ پھر اس پر ایک فرشتہ ہرا گونگا صیغہ کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے کہ اگر جن و انسان اس کے اٹھانے پر ہوں تو نہ اٹھ سکے۔ اگر اس کو بہار پر مارے تو مٹی ہو جائے۔ وہ اس سے اس کا گرز کو مارتا ہے تو وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں جان آتی ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کے درمیان ایک چوٹ لگاتا ہے کہ اس کی تواؤ سوائے جن و انسان کے سب زمین پر رہنے والے سننے ہیں۔ پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اس کے لیے دو تختیں آگ کی بچھاؤ اور ایک دروازہ دوزخ اس کی طرف کھول دو۔ اس کے لیے دو تختیاں بچھا دی جاتی ہیں اور دروازہ دوزخ کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ جو مرد مرنا ہے موت کے وقت اس کے اہل ٹیک و بد اس کے سامنے صورت میں گر آتے ہیں تو اپنی ٹیکوں کو دیکھتا ہے اور برائیاں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک ریشم کے کپڑے میں منکب اور ریحان کی مٹی لے کر آتے ہیں۔ اس کی مدح ایسے نکل جیسے ہیں جیسے آنے سے بل نکل لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے اللہ! اس مومن خدا تعالیٰ کی کرامت اور راحت کی طرف نکل تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش اور جب اس کی جان نکلتی ہے تو اسے منکب و ریحان میں رکھ کر اوپر سے ریشم

لیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو ملین یعنی لوہے والے مقلت میں بھیج دیا جاتا ہے اور کافر کو جب موت آتی ہے تو اس کے پاس فرشتے ٹٹ میں چنگریاں لے کر آتے ہیں اور پڑی تختی سے جان نکالتے ہیں اور کہا جاتا ہے 'اے نفس پلید خدا اقتل کے عذاب اور خوار کی طرف نکل تو اس سے خدا اور دو قحہ سے خفا ہے۔ پھر جب اس کی جان نکلتی ہے تو اسی چنگریوں میں رکھ دی جاتی ہے اور روح ان میں رہتی ہے اور لوہے سے ٹٹ لپیٹ کر جین یعنی زندان میں بھیج دی جاتی ہے۔

محمد بن کتب قرطبی نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا انا جاء احد هم الموت قال رب ارجعون ○ لعلى اعمل صالحا۔ کلا انها كلمه هو فانها (المؤمنون 99-100) ترجمہ کنزالایمان: جو ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس بھیج دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کمزوں بہشت یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے من سے کہتا ہے مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ تو کیا چاہتا ہے؟ کوئی چیز کی رغبت کرتا ہے؟ کیا یہ چاہتا ہے کہ پھر کر مل جمع کرے اور بارغ لگائے اور عمارت بنوے اور نہیں کھدولوے۔ وہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں اچھا کام کروں۔ خدا اقتل فرماتا ہے کلا انها كلمه هو فانها یعنی موت کے وقت یہ کلام کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن اپنی قبر میں ایک سبز بارغ میں رہتا ہے اور اس کی قبر سترگز وسیع اور نورانی ہو جاتی ہے۔ مجھے چودھریں رات کا چاند اور قم کو مٹوم ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں اتنی ہے فان لا معصنة فتنکا (طہ 124) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اس کے لئے شک زندگانی ہے۔ سچا نے عرض کیا کہ خدا اقتل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ عذاب کافر کو قبر میں ہو گا کہ اس پر نانوے نینین مسلّا کر دی جائیں گی اور جانتے ہو کہ تینین کیا چیز ہے؟ اور دعا کہ ہر ایک کے سات سات پچن ہوں گے اور وہ اس کے جسم میں قیامت تک لوچتے کھوٹے اور پھنکاریں مارتے رہیں گے۔

فائدہ:- خاص شمار سے جو حدیث میں مذکور ہوئیں، تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے شمار ان ساتوں اور پچھوڑوں کی مواضع شمار سے اعلیٰ کبر اور دیا اور حد اور کینہ اور بغض وغیرہ کے ہوگی اس لیے کہ ان صفات کے اصول چند گنتی کے ہیں۔ پھر ان میں سے چند فروغ نکلی ہیں۔ پھر ان فروغ کی چند قسمیں ہیں اور یہ صفات سب کے سب ذاتی طور ملک ہیں اور یہی خود پچھو اور ساتپ بن جائیں گے تو جو صفت ان میں سے زبردست ہوگی وہ اور دعا کی طرح اسے کی نور کتور پچھو کی طرح کلنے کی نور تینین ساتپ کی طرح ایذا دے گی اور لعل دل اور لعل بصیرت ان ملکات کو اور ان کے منقسم ہونے کو فروعات میں نور بصیرت سے دیکھتے ہیں مگر یہ کہ ان کی شمار پر بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہیں ہوتی۔ اس مضمون کی تمام احادیث صحیح ہیں اور ان میں پوشیدہ اسرار ہیں جو ادباً بصیرت کے نزدیک ظاہر ہیں۔

انجیل:- جس پر ان کی حقیقت منکشف نہ ہو اس کو ان کے ظاہر معنوں کا انکار نہ کرنا چاہیے بلکہ کتور رج ایمان کا

یقین کرنا اور یقین لینا ہے۔

سوال :- ہم کافر کو قبر میں نکال دیکھتے ہیں اور خود کرتے ہیں مگر ان باتوں میں سے کچھ نہیں دیکھتے تو تجربہ کے خلاف پر یقین کرنے کی صورت کیا ہے؟

جواب :- ان جیسے امور کی تصدیق کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ظاہر زور صحیح زور اور اعتراض سے سالم تر ہے۔ یہ ہے کہ میں تصدیق کروں کہ یہ چیزیں یقینی سناپ، بھو و فیو موجود ہیں، مرنے کو کائنات میں مگر ہم کو اس وجہ سے ہمیں معلوم ہوتے کہ اس آگہ میں ان امور کے دیکھنے کی لیاقت نہیں، اس لیے کہ یہ باتیں آخرت سے متعلق ہیں۔ وہ سب عالم ملکوت کی چیزیں ہیں جو چشم ظاہری سے نظر نہیں آتیں مثلاً صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ ان کو دیکھتے نہ تھے اور اس پر بھی ان کا ایمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں۔ اگر تم کو اس پر ایمان نہ ہو تو اول اصل ایمان فرشتوں اور وحی پر درست کرنا لازمی ہے اور اگر اس پر ایمان رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز کو دیکھ سکتے ہیں جس کو امت نہیں دیکھ سکتی تو یہ باقی مرنے کے حق میں کیوں جائز نہیں؟ جس طرح فرشتہ آدمیوں اور حیوانوں کے مشابہ نہیں، اسی طرح سناپ، بھو و مرنے کی قبر میں کے دنیا کے سناپ بھو جیسے نہیں، ان کی جنس اور ہے اور وہ عالم اور ہے جس سے معلوم ہوا کرتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تم سونے والے کامل دیکھو کہ بھی خواب میں دیکھتا ہے کہ مجھے بھو یا سناپ ملتا ہے اور اس سے اس کا درد بھی واقع ہوتا ہے کہ بعض اوقات غیب میں بھی نکل جاتی ہے اور پیشانی پر ہیند آجاتا ہے اور کبھی اپنی جگہ سے اچھل پڑتا ہے تو سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے اور درد ایسے پاتا ہے جیسے بیدار آدمی حالانکہ وہ جانتا نہیں معلوم ہوتا ہے اس کے گرد کوئی سناپ بھو نظر آتا ہے اور اس کے حق میں سناپ بھی موجود ہے اور تکلیف بھی ہے مگر مشاہدے سے خارج ہے اور جبکہ عذاب کی تکلیف کاٹنے سے حاصل ہے تو مساجد کا خیال ہونا یا آگہ سے نظر آنا کیسا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ سناپ خود تکلیف میں پہنچا، بلکہ ایذا اس کے ذہن سے ہوتی ہے۔ پھر وہ بھی درد نہیں بلکہ ذہن کا اثر انسان میں ہو جاتا ہے۔ تکلیف اس سے ہوتی ہے۔ اگر ذہن کے بغیر دماغی اثر بدن میں پڑ جائے تو ظاہر ہے کہ تکلیف تو مت ہوتی ہے مگر اس تکلیف کو اور طرح پر نہیں بتلا سکتے مجزاں۔ کہہ کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عدت میں ہوا کرتی ہو، اسی سبب کی طرف منسوب کر دیا جائے مثلاً اثر انسان میں لذت محبت کی پیدا ہو جائے بغیر اس کے کہ ظاہر میں ہم بستی صورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاؤ گے۔ یہی کوئے کہ محبت کی لذت ہے، اس اشاعت سے سبب کی شناخت ہو جائے گی اور اس کا مشو معلوم ہو جائے گا کہ صورت سبب کی موجود نہ ہو۔ سبب کو شرے کے لیے چاہتے ہیں۔ اس کی ذات سے فرض نہیں ہوتی اور یہ مغالت ملکہ نفس کے

اندھ موت کے وقت ایذا پہنے والے بن جاتے ہیں تو ان کی ایذا سناپ اور بچھو کی ایذا کی طرح ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا موزی ہو جانا ایسے ہے جیسے حلق معشوق کے مرنے پر موزی ہو جانا ہے یعنی پہلے سے تو وہ عزیز اور تھا۔ اب اس پر ایسی حالت آگئی کہ وہی لذیذ موزی بن گیا یہاں تک کہ دل پر وہ عذاب ہوتا ہے کہ عاشق تمنا کرتا ہے کہ کاش عشق اور وصل کا مزہ بکھانا ہوتا بلکہ یہی جمل بیحد میت کے عذاب کا ہے کہ اس پر دنیا میں عشق مسلط کر دیا گیا تو بل اور متاع اور جاہ اور لولہ اور اقداب اور آشائوں سے عشق کرنے لگے۔ اگر ان چیزوں کو اس سے زندگی میں ایسا شخص لے لیتا جس سے وہیں لینے کی امید نہ ہوتی تو اس کا کیا برا حل ہوتا اور کیا اس پر عذاب ہوتا اور تمنا کرتا کہ کاش میرے پاس کبھی بکھ نہ ہوتا۔ آج میں اس روز سیاہ کاغذ نہ دیکھتا اور ان کی جدائی کا درد نہ سستا۔ موت کے معنی بھی یہی ہیں کہ دنیاوی محبوب اشیاء ایکبارگی جدا ہو جائیں تو جو شخص صرف دنیا سے خوش ہوتا ہو اور وہ اس سے چھین کر اس کے دشمنوں کو دے جائیں اس کا کیا حل ہوگا۔ پھر اس عذاب پر یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نہ ملنے کی حسرت ہوگی اور خدا سے محبوب رہنا بڑے کا اس لیے کہ غیر اللہ کی محبت خدا تعالیٰ سے بھی روک دیتی ہے اور دولت آخری سے بہرہ مند ہونے سے باز رکھتی ہے۔

خلاصہ :- یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزوں کا اور دولت آخری نہ ملنے کی حسرت اور درمجاہلی سے مرود اور محروم رہنے کی ذلت اس کو ہمیشہ تک ایک دوسرے کے بند ہوگی اور ایسی تکلیف سے عذاب دیا جائے گا اس لیے بار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَلَّا انھم عَنِ رِجْمٍ وَرِجْمٍ یَوْمَئِذٍ لِّلْمُحْجُوْنَ ثُمَّ انھم بِصَالُوا الْجَحِیْمِ (المطففين 15 تا 16) ترجمہ کتر لایکلن: یہی ہیں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہوئے مگر جو شخص شخص دنیا کا اس نہ رکھتا ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی سے محبت نہ کی ہو اور دیدار اشی کا شائق ہو تو وہ دنیاوی قید سے چھوٹ جائے گا اور دنیا میں شمولیت کے مشائد سے وہاں پائے گا اور اپنے محبوب کے پاس تمام علاقوں اور موانع سے یکسو ہو کر آئے گا اور ہمیشہ تک ذوال کے کھٹکے سے بے خوف ہو کر خوب چین پائے گا تو جس کو عمل کرتا ہو وہ ایسے ہی مزے کے لیے کرے۔

مثال :- اسے اس مثل سے سمجھئے۔ کبھی اپنے گھوڑے کو اتا چاہتا ہے کہ اگر اس کو اعتبار دیا جائے کہ وہ چاہا میں سے ایک پسند کرے یا گھوڑا دے یا بچھو سے کٹا لے تو وہ بچھو کے کٹا لے پر مہر کرنا اختیار کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اس کے نزدیک بچھو کے کانٹے سے زیادہ ہے اور جب گھوڑا جدا ہوتا ہے تو اس کی محبت اس کو کٹا کرتی ہے تو چاہیے کہ انہیں (یعنی ذکون) کے لیے تیار ہو رہے اس لیے کہ موت تو اس کا گھڑا اور سواہی اور گھرا اور زمین اور زن و فرزند اور دست آشائوں اور جاہ و حشمت سب چھین لے گی بلکہ کان اور آنکھ اور اعضا بھی لے لے گی اور پھر اس کے ہٹا دینے سے ناامیدی ہے۔ اس صورت میں اگر ان چیزوں کے سوا اور کسی چیز سے محبت نہ ہوگی اور یہ سب کے سب اس سے لے لیے جائیں گے تو ان کی تکلیف بچھو کی اور سچوٹا

سے بند کر ہوگی۔ جیسے کہ زندگی میں اگر کوئی سداۓ چیزیں جھین لیتا تو سخت عذاب ہوگا۔ اسی طرح موت کے بعد ہوگا اس لیے کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ انسان میں جو چیز مردک و نوح و راحت کی ہے وہ نہیں مری بلکہ عذاب ان اشیاء کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اس لیے کہ زندگی میں تو چند اسباب ہو سکتے ہیں جن سے دل بھل جائے مثلاً لوگوں کے پاس بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرتے اور تسکین دینے اور پھر آنے کی توقع اور بدل لینے کی امید وغیرہ سے تشفی ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد تو تسلی کے سب راستے بند ہو گئے اور ناامیدی موجود ہوئی۔ اب تسلی کمال اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کرتے یا درمل سے ایسی محبت رکھتا ہو گا کہ اگر جھین لیا جاتا تو اس کو ناگوار ہوتا تو وہ اس پر افسوس کرے گا اور تکلیف اٹھائے گا لیکن اگر دنیا میں بٹکا رہے گا تو اس عذاب سے بچا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی نجا المصطفون اگر دنیا میں گرنا ہوا تو بڑا عذاب ہوگا اور جس طرح کہ دنیا میں اگر کسی کا ایک روپیہ چوری ہو جائے اور دوسرے کا مل بہ نسبت دوسرے کے بٹکا ہوگا۔ اسی طرح حل ایک درم دالے کا بٹکا گا بہ نسبت دو درم دالے کے اور جو چیز دنیا میں سے مرنے کے وقت رہتی ہے وہ مرنے کے بعد حسرت ہوگی۔ چاہے تو اپنا مل زیادہ کر چاہے کم کر۔ اگر زیادہ کرے گا تو اپنی حسرت ہی بڑھائے گا اور اگر کم کرے گا تو اپنی پینچ پر جو بھ بٹکا کرے گا اور ساتھ اور بچھو تو انگوٹھ کی قبول میں ہوتے ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے محبوب دیکھتے ہیں اور اس پر راضی اور مطمئن ہیں غرضیکہ ایمان کی صورتیں قبر کے ساتھ اور بچھوؤں اور تمام اقسام کے عذاب میں یہ تین ہیں جو لوہر مذکور ہوئیں۔

حکایت :- ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مساجد کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ بیٹا مجھے نصیحت کرے۔ اس نے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں اس کا خلاف نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تم کہہ دو اس نے کہا کہ اپنے اور خدا سے تعالیٰ کے درمیان میں کوئی نہ کوئی نہ کہ امت دنیوی روزہ موجب عذاب ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے تمیں برس تک کرتے نہ پہلے ان تین صورتوں میں سے درست کون سی ہے تو بعض لوگ تو اول صورت کے قائل ہیں اور صورتوں کے منکر ہیں اور بعض اول کے منکر اور دوسری کے قائل ہیں اور بعض صرف تیسری کے منکر ہیں۔ واقع میں حق یہ ہے کہ یہ تین صورتیں ممکن ہیں ہمیں چشم بصیرت سے کچھ معلوم ہوا ہے اور جو بعض صورتوں کا منکر ہے تو وہ اپنی عقلی حوصلہ کی وجہ سے ہے اور قدرت الہی کی وسعت اور اس کے عجائب تدبیر کے نہ جاننے سے ہے۔ اسی لیے افعال الہی میں جس بات کا افسوس اور غم نہ ہو اس کا انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ بتائی اور کوتاہی قسم ہے بلکہ اصل یہی ہے کہ تین صورتیں عذاب کی ممکن ہیں اور ان کو کچھ جانتا واجب ہے۔ کسی بندے کو کسی طرح عذاب دینا ہے اور کسی کو کسی طرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر تین صورتوں سے عذاب دیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے عذاب سے پند میں رکھے تو یہی بات اس کو سبہ دلیل تہلیل کے طور پر چاہے جان نور نہ دے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو اسباب کو حقیقی طور پر جانتا ہو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی نظر اس امر کی تفصیل میں بہت زیادہ نہ کرو اور نہ اس کی معرفت میں مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب

کو دور کرنے کی تدبیر میں کہہ 'خود کسی طور ہو گا۔ اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے میں مشغول ہو گئے تو تمہاری مثل ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو ہڈیوں کا کڑا لور ٹاک کاٹنے کے لیے قید کر دے اور وہ رات بھر سوچتا رہے کہ ہڈیوں چھری سے کاٹے گا یا تلوار سے یا سترے سے اور یہ نہ سوچے کہ اس عذاب سے بچنے کا ذیل کیا ہے تو یہ نہایت جہالت ہے۔ جب یقیناً معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت عذاب یا آرام بلودہنی ہوگی تو چاہیے کہ اسی کی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب میں مصکوک کرنا اور ان کی تفصیل معلوم کرنا محض فضول اور تصحیح اوقات ہے۔

## منکر نکیر کا سوال و جواب

احادیث مبارکہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نبلی آنکھوں والے آتے ہیں۔ ایک کو منکر کہتے ہیں دوسری کو نکیر۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتا تھا۔ اگر بندہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں ان کو اللہ کے بندہ اور اس کا رسول کہتا کرتا تھا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے جانتے تھے کہ تو نبی کے گناہ پھر اس کی قبر ستر گز در ستر گز فراع کر دی جاتی ہے اور اس کی قبر میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے سو رہ وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑو۔ میں اپنے گمراہوں کو حل بنا آؤں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ سو جا' زمین کی طرح وہ سو جاتا ہے کہ اس کو وہی دیکھتا ہے جو گھر میں اس کا زیادہ محبوب ہو۔ یہاں تک کہ اس خواب کا سے اس کو خدا تعالیٰ ہی اٹھائے گا۔ اگر بندہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے 'میں نہیں جانتا۔ جو لوگوں کو کہتے بنا کرتا تھا وہ میں بھی کہا کرتا تھا۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو پہلے سے معلوم تھا کہ تو یوں کہے گا۔ پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر ہل جا' زمین اس طرح اس کو کھیل رہتی ہے کہ اس کی پسلیں اوپر کی اوپر ہو جاتی ہیں۔ پس ہمیشہ اسی طرح اسے عذاب دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس لوٹنے کی جگہ سے اٹھوے۔

عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب سے فرمایا کہ اے عمر تیرا کیا حال ہو گا جب تو سر جائے گا اور تیری قوم تجھ کو لے جائے گی اور تیرے لیے تین ہاتھ طول اور دو بڑا ہاتھ عرض کا گڑھا تجوید کریں گے اور تجھے غسل اور کنھ دے کر اور خوشبو لگا کر تجھے انھیں کے یہاں تک کہ تجھے اس گڑھے میں رکھ کر تیرے اوپر مٹی ڈالیں گے اور دفن کریں گے اور جب تیرے پاس سے بھریں گے تو تیرے پاس قبر میں منکر اور نکیر جن کی آواز سخت درد دہی ہوگی اور آنکھیں اچھٹے وہی بجلی جیسی ہوں گی 'ہل ان کے کہنے ہوں گے اور قبر کو اپنی کھلیوں سے لوجھ کر تجھے جھڑھل اور ہلا ڈالیں گے۔ اس وقت اے عمر تیرا کیا حال ہو گا؟ حضرت عمر نے عرض کیا کہ میری مثل بھی اس وقت میرے ساتھ ہوگی جیسے اب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہل۔ حضرت عمر

نے عرض کیا تو کچھ غم نہ فرمایا، میں ان کو کافی ہوں گا۔ یہ حدیث نص صریح ہے۔ اس بارے میں کہ موت کے بعد عقل نہیں بدلتی، صرف اعضاء بدل جاتے ہیں اور مرد عاقل اور مردک و درد و راحت کا رہتا ہے۔ جیسا اپنی زندگی میں تھا، اس کی عقل میں کچھ خلل نہیں آتا اور عقل مردک ان اعضاء کا کام نہیں دے، ایک باطنی چیز ہے جس کا طول اور عرض کچھ نہیں بلکہ جو خود ختم نہیں ہوتی، وہی اشیاء کا اور اک کرتی ہے۔ اگر بالفرض انسان کے تمام اعضاء بکھر جائیں اور صرف وہ جزو مردک جو جسے نہیں ہو سکتے، وہی رہ جائے تو انسان عاقل پورے کا پورا باقی رہے گا۔ یہی حال اس کا بعد موت کے ہوتا ہے، اس لیے کہ اس جزو پر موت نہیں آتی۔

محمد بن مسکد فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ کافر پر اس کی قبر میں ایک چوہا بیرو اندھا مبین ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے۔ اس کا سر کوہاں شتر کی طرح ہوتا ہے۔ وہ اس گرز سے کافر کو قیامت تک ہارتا ہے، نہ اس کو دیکھتا ہے کہ بچا کر مارے، نہ آواز سنتا ہے کہ رحم کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب وہ مرد اپنی قبر میں دکھا جاتا ہے تو اس کے اوّل ٹیک اس کو گھیرتے ہیں۔ اگر عذاب سر کی طرف سے آتا ہے تو قرآن مجید کی قرات روکتی ہے۔ اگر دونوں پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو قیام لیل روکتا ہے۔ اگر ہاتھوں کی طرف سے آتا ہے تو ہاتھ کھتے ہیں کہ بخدا یہ شخص صدقہ اور دعا کے لیے پسلیا کرتا تھا، تم کو اس پر رونا نہ ملے گی۔ اگر منہ کی طرف سے آتا ہے تو ذکر اور دوز آڑ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک طرف کہ نماز اور مہر گزرے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کچھ کسر رہے گی تو ہم اس کے ساتھ ہوں گے۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ انسان کے اوّل صلح اس کی طرف سے ایسے جھگڑتے اور عذاب کو روکتے ہیں جیسے کوئی اپنے بھائی یا زن و فرزند کی طرف سے لڑا کرتا ہے۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تیری غریبہ میں برکت دے، تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے سرے پر بیٹھ کر اس کے اندر دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا کہ مومن قبر میں ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اس کا سینہ اور پسلیاں اور ڈھریاں چور ہو جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دیکھا کرتی ہے۔ اگر اس کے عذاب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت پائی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ کے ساتھ ہوئے اور کچھ تھیر آپ کے چہو مبارک سے محسوس ہوا۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپ قبر کے اندر اترے اور آپ کا چہرہ تہلے ہوا۔ جب باہر نکلے تو خوب صاف روشن ہو گیا۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہو اللہ تعالیٰ کے تھیر کا جب کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنی بیٹی کا بچپن

یاد آتا تھا اور سختی عذاب قبروں میں گزری تھی۔ جب میں قبر میں پہنچے اترا تو مجھے خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب قبر کو چلا کر دیا اور وہ اتنا دہائی گئی کہ اس کی آواز مشرق و مغرب کے درمیان کے لوگوں نے سنی یعنی سوائے انسان اور جنات کے۔

اولیاء کو اہل قبور کے حالات کا انکشاف ہے۔ چونکہ یہ باپ اور اس کے مضامین دہلیوں اور دیوبندوں کے مذہب کے خلاف ہیں، اس لیے فقیر کو کسی غفلت اہل انصاف سے اپیل کرتا ہے کہ امام غزالی قدس سرہ کو حق پر مانتے والے غور فرمائیں کہ جو مذہب امام غزالی اور اسلاف رحمۃ اللہ کا تھا، اسی پر دور حاضر میں کاربند ہونے میں نفلت ہے۔ الحمد للہ دور حاضرہ اہلسنت جنہیں بریلوی کے لفظ سے معروف کیا جاتا ہے، "بیہ نہ ان کا دلی مذہب ہے جو امام غزالی اور دیگر اسلاف رحمۃ اللہ کا تھا۔

دلائل ہے۔ امام غزالی قدس احوال العلوم شریف کے اسی مقام پر انکشاف سے پہلے دلائل قائم فرماتے تاکہ منکر کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔ دیوبندوں کے بتواری نے مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم میں اس کا عنوان یوں قائم کیا۔ مکاشفہ کے ذریعے قبور کے معلوم ہونے والے حالات۔ اس عنوان کے تحت حضرت امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا جس کا ترجمہ بتواری نے فقیر کے ترجمہ جیسا ملتا جلتا ہوں لکھا کہ (یہی تک اضافہ کسی غفلت)

امام غزالی قدس سرہ :- اور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اور حیرت کی راہوں میں سے ہے، اس سے مردوں کا حال مجمل معلوم ہوتا ہے کہ وہ سعید ہیں یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال تو بصیرت سے معلوم نہیں ہوتا، اس لیے کہ اگر ہم زید و عمر کے ایمان پر مثلاً اعتقاد کریں تو یہ نہیں جانتے کہ اس کی موت کس حال پر ہوئی اور غائب کیا ہوا اور اگرچہ ظاہر کی نیک بختی پر ان پر اعتقاد کر سکتے ہیں مگر چونکہ تقویٰ کا مقام دل ہے اور وہ ایسی باریک چیز ہے کہ خود تقویٰ والے کو معلوم نہیں ہوتی تو دوسرے کو کیسے معلوم ہو گا کہ وہ متقی ہے کیونکہ حکم ظاہر کی نیک بختی پر بغیر باطن کے تقویٰ کے نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما ینفعل اللہ من المتقین (المائدہ 27) ترجمہ کنز الایمان: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

فائدہ :- اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمر کے حکم کی معرفت ان کے حال دیکھنے سے نہیں ہو سکتی اور جب آدمی مر جاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم قیام اور ملکوت میں چلا جاتا ہے۔ پس چشم ظاہری سے نہیں معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے نظر آتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل میں پیدا ہوئی ہے مگر انسان نے اس آنکھ پر اپنی شواہد اور خواہشات کاربند ذلیل و کمزور ہے، اس لیے اس آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اس کو نظر آوے جب تک کہ وہ پردہ دل کی آنکھ سے دور نہ ہو جائے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھ سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا، اس لیے انہوں نے ملکوت کی طرف نظر کی اور اس کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم ملکوت میں ہیں



اس لیے انبیاء علیہم السلام نے ان کو بھی دیکھ کر ان کا حال بتایا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کا وہاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زینب کے حق میں ملاحظہ فرمایا۔ اسی طرح حضرت جابر کو ان کے باپ کا حال بتایا جو شہید ہو گئے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے سامنے بے حجاب بٹھلایا اور اس طرح کا مشاہدہ تو انبیاء علیہم السلام اور ان اولیاء کے سوا جو انبیاء کے درجے کے قریب ہیں عوام کو نہیں ہو سکتا بلکہ ہم جیوسوں کو ایک اور مشاہدہ ضعیف ہوا کرتا ہے مگر وہ بھی مشاہدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ مشاہدہ خواب کا ہے جو نبوت کے انوار میں سے ہے۔

**خواب کی تحقیق :-** حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الرویا الصالحۃ جزء من سننہ واربعمین جزءا من السوۃ "خواب نبوت چھیالیسویں حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔"

**فائدہ :-** جب دل سے پردہ ہٹ جائے 'اسی وجہ سے بجز نیک بخت راست باز کے کسی خواب کا اعتبار نہیں ہوتا اور جو بصوت بہت بگتا ہو 'اس کا خواب سچ نہ ہوگا اور جو شخص فیلو اور گنہ بہت کرتا ہو 'اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھے گا وہ خواب پریشان ہوگا۔ اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا تاکہ آدمی پاک ہو کر سوتے اور اس میں اشارہ طہارت باطن کی طرف بھی ہے جو اصل ہے اور طہارت ظاہر بمنزلہ اس کے آخر کے ہے اور جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ میں وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہوگی جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں تشریف لے جانا خواب میں معلوم ہو گیا تھا یہی تک کہ پھر اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت اتری لغد صدق اللہ رسولہ الرء یا بالحق (الفتح 27) ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب۔

**فائدہ :-** ہر آدمی ایسے خوابوں سے کم غلط ہوتا ہے جن میں کچھ سچی باتیں نظر آویں اور خواب کا سچ ہونا اور اس میں غیب کا حال معلوم ہو جانا خدا تعالیٰ کی عجیب مفتوح اور قدرتِ اوی کی ثلوث باتوں میں سے ہے اور بڑی واضح دلیلوں سے عالم ملکوت پر ہے لیکن لوگ اس سے غافل ہیں جیسے دل کے تمام عجائب اور عالم کے غرائب سے غافل ہیں اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم کاشفہ کی باریکی باتوں میں سے ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ علم معاملہ کے ساتھ اس کا ذکر ہو سکتا ہے۔

**مثال :-** اس کی مثال یوں سمجھو کہ لوح محفوظ میں تمام چیزوں کا ثابت ہونا ایسا ہے جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف حافظ قرآن کے دل و دماغ میں ہوتے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح لکھتے رہتے ہیں کہ جب حافظ پڑھتا ہے تو گویا دیکھتا جاتا ہے۔ علامت اگر اس کے دماغ کو ذرا ذرا نزلو 'اس کے دماغ کے خط میں سے کوئی حرف نہ ملے گا نہ دل میں نشان پلٹا جائے گا تو اسی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ میں محفوظ ہیں اور لوح محفوظ آئندہ کی طرح ہے کہ اس میں تمام اشیاء کی صورتیں محفوظ ہیں۔ اگر ایک آئینہ کے مقابل میں دوسرا آئینہ

رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ ایک کی صورت دوسرے میں ظاہر ہو جائے گی بشرطیکہ دونوں میں کوئی پردہ نہ ہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہے جس میں آثار علوم کے ظاہر ہوتے ہیں اور لوح محفوظ وہ آئینہ ہے جس میں تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہیں اور مشغول ہونا دل کا شواہد اور حواس کی خرابشات میں ان دونوں آئینوں میں جلب ہے۔ اسی وجہ سے لوح محفوظ کا مساحہ نہیں کر سکتا جو عالم ملکوت سے ہے۔ اگر کوئی ہوا چلے جس سے یہ بیج کا پردہ ہٹے بلکہ سامنے سے علیحدہ ہو جائے تو آئینہ دل میں کوئی چیز عالم ملکوت سے بجلی کی طرح چمک جائے گی اور کبھی وہ چمک قائم اور پائیدار ہو جاتی ہے کبھی جلد چلی جاتی ہے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ جلد جاتی رہے اور دل جب تک جاگتا رہے اس وقت تک جو کچھ حواس کے ذریعے سے عالم ظاہری میں اس پر پہنچتا ہے۔ اس میں مشغولی کی وجہ سے عالم ملکوت سے آڑ میں رہتا ہے اور نیند کا معنی معنی یہ ہے کہ حواس سب ساکن ہو جائیں کوئی چیز دل پر نہ پہنچائیں۔ جب دل اس طرف اور خیال سے فارغ ہوتا ہے اور اس کا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اس کے اور لوح محفوظ کے درمیان سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل میں پڑ جاتی ہے جیسے ایک آئینہ کی صورت دوسرے میں بن جاتی ہے بشرطیکہ دونوں میں جلب نہ ہو مگر چونکہ نیند سارے حواس کو کام سے روک دیتی ہے لیکن خیال کو اس کے کام سے نہیں روکتی اور اس کی حرکت کو موقوف نہیں کرتی اسی وجہ سے جو بات دل میں پڑتی ہے خیال اس کی طرف دوڑتا ہے اور اس کی مشاہدہ ایسی چیز سے دیتا ہے جو اس کے قریب ہو اور چونکہ خیالات دوسری چیزوں کی بہ نسبت حافظہ میں باقی رہ جاتے ہیں تو جب آوی جاگتا ہے جو خیال کے سوا کچھ یاد نہیں رکھتا۔ اب تعبیر دینے والے کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ خیال کو کسی بات کے مشابہ ہے۔ صرف مشابہت سے اس کا پتہ کر لیتا ہے اور جو شخص علم تعبیر میں نفع رکھتا ہے اس کے نزدیک اس کی مثالیں ظاہر ہیں۔ یہاں ایک کی مثل لکھ دیتا ہوں۔

خواب :- ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اس سے مردوں کے چہروں اور عورتوں کی شرمگاہ پر مر کر رہا ہے۔ اس نے یہ خواب حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو مردوں کے روضوں میں صبح ہونے سے پہلے جوان کھڑا کرتا ہے۔ اس نے کہا آپ درست فرماتے ہیں۔

تعبیر کی وجہ :- صبر کرنے سے غرض رکھنا ہے۔ اسی لیے مر کیا کرتے ہیں اور دل پر لوح محفوظ سے علل آری کا جوں کا قوس کھلا کرتا ہے مثلاً اسی مثل میں آدمیوں کو کھانے پینے اور ہم بستری سے روکنا ظاہر ہوا ہو گا مگر خیال اس بات کا علوی ہے کہ انگوٹھی سے مر لگانے کو منع کیا کرتے ہیں اس لیے اس دیکھنے کی ایک صورت خیالی صورت بتائی جس میں اصل معنی باقی رہے اور وہی یاد بھی باقی رہے کہ حافظہ میں صورت خیالی رہتی ہے۔ علم الریاء سے یہ ایک معمولی سا بیان ہے کیونکہ اس علم کے جانب بے شمار ہیں۔ کیوں نہ ہو خواب تو موت کی طرح ہے اور موت خود عجیب امر ہے۔

فائدہ :- خواب اور موت کی مشابہت اس وجہ سے ہے کہ خواب میں بھی کچھ تھوڑا سا خیال قیہی معلوم ہو جاتا

ہے۔ پہلے تک کہ جان لیتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا یہی ایک ذرا سی وجہ مشاقت ہے اور موت سے تو ہاں پر ہمت جاتا ہے اور حال معلوم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ انسان دم نوتے ہی بلا تاخیر اپنے لیس کو یا تو گمراہا مصیبت اور رسوائی اور نصیبت میں پائے گا (معاذ اللہ) یا دولت پائیدار اور بڑی سلطنت ہے انتشار پر حاوی ہوگا اور بد بختوں کو جب حال نظر آئے گا تو ان سے یوں کہا جائے گا لغد کنت فی غفان من ہذا فکشفنا عنک عطاءک فیصرک البوم حدید (فی 22) ترجمہ کنزالایمان: سبے شک تو اس سے غفلت میں قاتو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیرے اور فصح ہذا ام انتم لا نصرون ۱۰ اصلوہا فاصبروا اولاً تصبروا سواہ علیکم (طور 1516) ترجمہ کنزالایمان: تو کیا یہ جلد ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرنا نہ کرنا سب ہم پر ایک سا ہے اور ویدالہم من اللہ مالہ یکونوا بحسنون (الزمر 47) ترجمہ کنزالایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ ہمت ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

فائدہ :- جو بڑا عالم اور سب سے بڑا حکیم ہے، اسے مرنے کے بعد غلاب اور آیات میں سے وہ معلوم ہوں گے کہ کبھی اس کے دل میں ان کا وہم و خطر نہ گزرا ہوگا۔ اگر عاقل کو کوئی رنج اور غم نہ ہوگا، بجز اس کے کہ اس وقت کا حال سوچا کرے کہ حجاب کس چیز سے اٹھے گا اور کیا معلوم ہوگا؟ بد بختی لازمی یا سعادت دائمی میں سے کون سی نظر آئے گی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہے۔

بڑا تعجب ہے کہ یہ مصیبتیں ہمارے سامنے ہیں اور ہم غفلت میں ہیں اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں اور گھروالوں اور اسباب اور اولاد سے بلکہ اپنے اعضاء کان، ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہیں مگر ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ان سب کو چھوڑ جائیں گے لیکن وہ فتنے کہیں ہے کہ جس کے دل میں روح القدس بقاء کرے اور وہ بد بخت کہنے جو حضور سید المرسلین کو فریاد ہے۔ احب ما اجبت فانک مفارقة وعش ما شئت فانک محبت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ (جس کو چاہے محبوب کرے، تجھ کو اس سے جدا ہونا ضرور ہے چاہے زندہ رہ لے۔ تجھ کو مرنا ضرور ہے اور جو چاہے عمل کرے، تجھ کو اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔) یہ خطاب صرف اہلنا ہے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد نہیں جیسے علم التفسیر واللہ ع کا قاعدہ ہے۔ ایسی املت سے متفرقین کلمات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں۔ ان کے کلمہ فریب سے آگاہ رہنا۔ (کسی غفلت)

اسی لیے نبی پاک نے لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں ویدہ یقین سے محسوس قاتو دنیا میں اسی لیے مسافروں کی طرح رہے۔ نہ کوئی بلذت بھلی نہ کوئی بکد۔ نہ پیچھے رہنا چھوڑا نہ درہم۔ نہ کسی کو حبیب بنایا نہ ظلیل۔ ہاں یوں ارشاد فرمایا لو کنت متغذاً غلبلاً لا تغدو ابابکر غلبلاً ولكن صاحبکم خلیل الرحمن "اگر میں کسی کو ظلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن تمہارے منہب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلیل رب رحمن ہے۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غفلت دل کے اندر رکھ کر لیتی ہے اور اس کی محبت دل پر چھائی

فانعمونی بحیکم اللہ (اکل عمران 31) ترجمہ کنزالایمان: اسے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دست رکھتے ہو تو میرے فرمایاوار ہو جاؤ۔

انتباہ:- امت آپ کی دی ہے جو آپ کی پیروی ہو اور آپ کی پیروی دی کرتا ہے جو دنیا سے دوسرے دنیا کی طرف پر متوجہ ہو۔ اسی لیے کہ آپ نے بجز خدا تعالیٰ اور دوز آخرت کے اور چیز کی طرف نہ بلایا نہ اور چیزوں سے بجز دنیا اور سروسر کی لذتوں سے باز رکھا۔ پس جس قسم تم دنیا سے دوسرے دنیا ہو گے اور آخرت پر توجہ کرو گے، اتنی ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چلو گے اور جس قدر آپ کا طریق اختیار کرو گے، اسی قدر پیروکار ہو گے اور جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو گے، اتنی ہی آپ کی امت میں سے ہو گے اور جس قدر دنیا کی طرف رغبت کرو گے، اسی قدر آپ کے راستے سے انحراف اور آپ کی صحبت سے دوسرے دنیا ہو گے اور ان لوگوں میں ہو جاؤ گے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاما من طغی ○ واترا الحبوة العنبا ○ فان الجحیم ہی لساوی (تازعات 37 تا 39) ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

تلقین غزالی قدس:- حد سے قدم باہر نہ نکالو اور اپنے دل میں انصاف کرو۔ کیا ہم سب ایسے ہیں؟ اگر گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو جانیں کہ صبح سے شام تک ہم صرف قفس کی لذتوں کے لیے دوڑو و دوپ کرتے ہیں اور تمام حرکت اور سکون صرف اسی دنیا سے پائیدار کے لیے ہے۔ پھر یہ طمع رکھتے ہیں کہ کل کو آپ کی امت اور تابعین میں سے ہوں گے۔ یہ کیا ہم ہے اور کئی غلط طمع ہے۔ نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے افتجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف نلکمون (الہم 36 تا 38) ترجمہ کنزالایمان: کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کا سا کر دیں گے جنہیں کیا ہوا کیا حکم لگاتے ہو۔

فائدہ:- ذیل میں ہم وہ خوابیں ذکر کرتے ہیں جن کے معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہو۔ اسی لیے کہ نبوت تو جاتی رہی، صرف بشارت دینے والی چیزیں خوابیں ہی رہ گئیں۔

خوابوں کی دینا:- اس بحث میں ہم وہ خواب بیان کریں گے جو مردوں کے حالات اور ان اعمال پر متضمن ہیں جو آخرت میں کام آئیں۔

زیارت حبیب خدا (عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم):- اگر کسی خوش نصیب کو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے تو حق ہے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ارانی فی المنام لقد ارانی حقاً فان الشیطان لا یتمثل بی "جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے یقیناً مجھے دیکھا، اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہیں فرماتے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کیا قصور کیا ہے؟ آپ نے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا کہ کیا تم روزہ کی حالت میں بوسہ نہیں لیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں روزہ کی حالت میں کبھی عورت کا بوسہ نہ لوں گا۔

حاشیہ اوسکی غفرلہ :- خوابوں کی دنیا فقیر کی تعریف کا نام ہے۔ یہاں فقیر نے اسی مناسبت سے یہ عنوان قائم کیا ہے اور خواب ایک عجیب و غریب وسیع میدان ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے شمار عجیب و غریب خواب پیش ہوئے اور آپ صحت کرنا کا جواب (تعبیر) مرحمت فرماتے، تمہارا صرف ایک خواب مع تعبیر ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد منورہ میں نزول فرمانے کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے۔ ایک دن بڑی عمر کے وجہ و تکمیل صاحب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان، رات میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔ میں ایک ایسے باغ میں ہوں جس کی وسعت اور سرسبزی حد بیان سے باہر ہے۔ اس کے درمیان ایک لوسے کا ستون ہے جس کا نیچے کا سرا زمین میں ہے اور اوپر کا آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اوپر ایک سوہ (حلقہ یا لوسے کا کڑا) ہے، آواز آتی اس ستون پر چڑھ جاؤ گے میں چڑھ نہیں سکتا۔ پھر کسی کی مدد سے میں نے اس پر چڑھا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میں ستون کے اوپر پہنچ گیا اور میں نے وہاں لگا ہوا لوسے کا کڑا پکڑ لیا۔ آواز آئی، مغربی سے بکڑ لے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، میں دیکھوں تو برسوں کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے ہیندہ پونچھ کر فرماتے ہیں کہ اب مجھے فراغت ہوئی، میرا تختہ لٹ ہی چکا تھا کہ میں رؤف رحیم سے ملاقات نہ ہوتی یعنی اگر اس کا فضل و کرم نہ ہوتا تو نہ نجات نہ ہوتی۔

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خواب :- حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کی کہ آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر بددعا کرو۔ میں نے کہا، اے اللہ! مجھے ان کے بدلے وہ لوگ عنایت فرماؤ جن سے بہتر ہوں اور میرے بدلے میں ان کو وہ خض وے جو مجھ سے برا ہو۔ اس خواب کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے تو ابن مخم حیث نے آپ کو زخمی کیا اور شہید ہو گئے جو بعض محدثین سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ آپ نے میری طرف سے دعا فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سفیان بن عیینہ نے ہم سے حدیث بیان کی اور انہوں نے محمد بن المنکدر سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ سے کوئی چیز کبھی ایسی مانگی گئی جس پر آپ نے انکار فرمایا ہو۔ یہ سن کر آپ نے میری طرف رخسہ ہو کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے۔

برکات میلاد :- حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اور ابولسب میرا بھائی میرا یار تھا جب وہ مر گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے حل کی خبر سنائی۔ جیسا کچھ کہ قرآن میں ہے میں نے اس پر بہت غم کیا اور اس کے معاملہ کا مجھے درد ہوا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے کئی سال کھل دعا مانگی کہ وہ خواب میں مجھے دکھلا دے تو ایک دن میں نے دیکھا کہ آگ میں جل رہا ہے۔ میں نے اس کا حل پوچھا اس نے کہا کہ میں دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں۔ کبھی وہ عذاب مجھ سے ہٹا نہیں ہوتا نہ راحت ملتی ہے مگر سوموار کی رات کو تمام دن اور راتوں سے تخفیف ہو جاتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ کہا کہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ ایک لونڈی نے آکر مجھے خوشی سنائی کہ بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لڑکا ہوا ہے۔ میں نے خوش ہو کر اپنی لونڈی کو آواز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں مجھے یہ ثواب دیا کہ مجھ سے ہر سوموار کی رات کو عذاب اٹھا لیتا ہے۔

درد کی برکت :- حضرت عبد البزہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں برے آدمیوں سے لکھا۔ ایک شخص میرے ساتھ ہوا کہ ہر نشست و برخاست اور حرکت و سکون میں درد شریف پڑتا تھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ میں پہلی بار کہ مکرمہ کی طرف چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا۔ جب ہم مکہ مکرمہ سے لوٹے تو ایک منزل میں آرام کیا۔ خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اٹھ تیرے باپ کو خدا تعالیٰ نے موت دی اور اس کا منہ کھلا کر دیا۔ میں ڈر آیا ہوا اٹھا اور والد کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو مردہ اور منہ سیاہ پایا۔ مجھے اس حل سے نہایت خوف ہوا۔ اس خیال میں ڈب ڈب ہوا تھا کہ پھر مجھے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار جوشی لوبہ کے گرز لگے کھڑے ہیں۔ اسی دوران ایک شخص نہایت حسین سبز جوا پہنے ہوئے تشریف لائے اور ان سے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے باپ کے منہ پر بھیر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ تیرے باپ کا منہ اللہ تعالیٰ نے سفید کر دیا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ پر میرے ہاں باپ قربان ہوں آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں نے ہاتھ کر باپ کا منہ کھولا تو واقع میں نورانی پایا۔ اس دن سے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درد پڑھنا بند نہیں کیا۔

حضرت علی و معلو یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیصلہ :- حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا۔ آپ کی خدمت میں سلام کر کے میں ان دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ اسنے میں



گزر ۹۹ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہوں کا میں نے ارادہ کیا ان سب کو بخش دیا مگر ایک گناہ کو اس سے کہتے ہوئے مجھے شرم آئی۔ اس لیے مجھے پیسہ آگیا۔ یہاں تک کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا۔ میں نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک بے ریش کو دیکھ کر اسے پسند کیا اس لیے مجھے حیا آئی کہ اس کا کیا ذکر کروں۔

حیدر لائی کا خواب :- ابو جعفر حیدر لائی کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ دونوں کی جماعت آپ کے گرد ہے۔ اسی دوران آسمان ہزاروں اس سے لا فرشتے اترے۔ ایک کے ہاتھ میں طشت، دوسرے کے ہاتھ میں کوزہ تھا۔ طشت والے نے اپنا طشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میارک دھوئے پھر طشت میرے سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے کہا کہ اس کے ہاتھ پر بلی مت ڈال "یہ ان میں سے نہیں ہے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ سے یہ روایت نہیں بالمرعہ من احب "ہر مرد اس کے ساتھ ہو گا جس سے اسے محبت ہوگی۔" آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ تو میں آپ سے اور ان اولیاء سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے اس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی انہی میں سے ہے۔

جعید کا خواب :- حضرت جعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو وعظ سنا رہا ہوں۔ اسی دوران ایک فرشتے نے میرے پاس آکر پوچھا کہ جن چیزوں سے خدا تعالیٰ کے تقرب کے طالب تقرب کرتے ہیں؟ ان میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اچھا عمل کون سا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل۔ وہ فرشتہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ بخدا یہ کام تو یقین یافتہ شخص کا ہے۔

جمع خواب میں :- کسی نے جمع کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تم نے مولانا کیسے پایا؟ آپ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں زہد تھے ان کو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لے گئے۔

شعی کا خواب :- کسی شعی نے علاء بن زیاد سے کہنے لگے کہ میں نے خواب میں آپ کو جنت میں دیکھا ہے۔ وہ اپنی بیٹھک سے اتر کر اس شخص سے کہا کہ اس کی قبیر یہ ہے کہ شیطان نے کوئی بات چھٹی تھی اس سے میں بچ گیا ہوں۔ اس نے اب کسی شخص کو میرے قتل کے لیے مقرر کیا ہے۔

فائدہ :- محمد بن وسیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہے، مخالف میں نہیں ڈالتی۔

خواب :- صلح بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن سلی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ دنیا میں تو آپ بہت غم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب تو اس کے بعد مجھے بڑی خوشی اور فرحت دینی نصیب ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون سے درجے میں ہیں؟ فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا



تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

زوراد خواب میں :- کسی نے حضرت زرارہ بن ابی اونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواب میں پوچھا کہ اعمال میں سے تمہارے نزدیک کونسا افضل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ راضی رہتا۔ خدا تعالیٰ کے حکم پر اور کونسا اہل کا۔

خواب :- یزید بن مدعور کہتے ہیں کہ میں نے اوزامی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں علماء کے مرتبہ سے بڑھ کر اور کسی کا مرتبہ نہیں پایا۔ ان کے بعد غمگین لوگوں کا مرتبہ ہے۔

فائدہ :- یزید بن مدعور بہت بوڑھے تھے۔ اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کرتے یہاں تک کہ آنکھیں جالی رہیں۔

خواب :- ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ بھائی تم سے خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ جس گناہ پر میں نے استغفار کیا تھا اور بخشش کی درخواست کی تھی وہ تو خدا تعالیٰ نے بخش دیا اور جس گناہ سے استغفار نہیں کیا تھا وہ نہیں بخشا۔

علی مطلق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی۔ میں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں حور ہوں۔ میں نے کہا کہ تو مجھ سے بیاہ کر لے۔ اس نے کہا کہ میرے مالک سے میری نسبت کی درخواست کر اور میرا سروے دے۔ میں نے پوچھا کہ تمہارا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے نفس کو اس کی تمام آفتوں سے بچائے رکھ۔

زیدہ خواب میں :- ابراہیم بن اسحاق حلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زیدہ کو خواب میں پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کہ انہیں خیراتوں کے بدلے جو تم نے مکہ کی رلوں میں دی تھیں یعنی پالی کی خدمت سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے جو خیراتیں دی تھیں ان کا ثواب تو مالکوں کے پاس چلا گیا۔ مجھے تو صرف نیت کی وجہ سے بخش دیا۔

سفیان ثوری خواب میں :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب وفات پائی تو خواب میں کسی نے دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک قدم میں نے ہل مراد پر رکھا دو سرا جنت میں۔

احمد بن حواری کا خواب :- آپ خود کہتے ہیں کہ میں نے خواب کی حالت میں ایک لونڈی کو دیکھا۔ اس سے زیادہ خوبصورت میں نے نہیں دیکھی تھی۔ اس کا منہ نور سے چمک رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے منہ کی چمک کس وجہ سے ہے؟ اس نے کہا کہ تمہیں یاد ہے کہ ایک رات تم روئے تھے۔ میں نے کہا کہ ہاں مجھے یاد ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے آنسو لے کر اپنے منہ کو لگا لیے تھے اس سے حیرانہ ایسے چمکنے لگا۔

پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اشارات چاہے ہو گئے اور نہ وہ جہلوں کا کام آئیں۔  
صرف دو رکعتیں جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہم کو ملیں۔

زیدہ خواب میں :- حضرت زیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تم پر کیا گزرا؟ انہوں نے کہا کہ ان چار جہلوں کی بدولت خدا تعالیٰ نے مغفرت فرمائی۔ وہ چار جہلے یہ ہیں۔ لا الہ الا اللہ افس بہا عمری لا الہ الا اللہ ادخل بہا قبری لا الہ الا اللہ اخلو بہا وحدی لا الہ الا اللہ الفی بہا رمی

بشر خواب میں :- بشر کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر رحم کیا اور جتنا ضرور کہ تم لوگوں کے اشاروں سے یعنی شہرت اور اٹھتے ٹپکتے سے ہوا اتنا نور کسی چیز سے نہیں ہوا۔

کتنی خواب میں :- حضرت ابو بکر کثرت رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا کہ اس سے بھر گئی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ تقویٰ ہوں۔ میں نے کہا کہ تو کبھی رہتا ہے؟ اس نے کہا دل غمگین میں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا تو ایک کالی عورت بھونکی سی نظر آئی۔ میں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں دل کی پیاری ہوں۔ میں نے کہا کہ تو کبھی رہتی ہے؟ اس نے کہا کہ جو دل خوشی کا طالب اور شکریہ ہو۔ اس پر میں جاگ پڑا اور حمد کیا کہ بلا ضرورت نہ جنوں گے۔

خراز کا خواب :- ابو سعید خراز کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا شیطان میرے نو پر چڑھ آیا ہے۔ میں نے لاشی پکڑ کر چاہا کہ اسے ماروں، وہ لاشی سے نہ ڈرا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہے یعنی تقویٰ۔

شیطان خواب میں :- مسویٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شیطان کو خواب میں برہنہ دیکھا کہ وہ چلا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ تو آدمیوں سے شرم نہیں کرتا۔ اس نے کہا کہ سبحان اللہ یہ لوگ آدمی ہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کو صبح و شام لیں کھلوں پاتا؟ جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہیں بلکہ آدمی نور لوگ ہیں جنہوں نے میرے جسم کو پہچان کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوبہ کرام کی طرف کیا۔

خراز کو زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم :- حضرت ابو سعید خراز کہتے ہیں کہ میں نے دمشق میں حاکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تکیے کیے ہوئے میرے پاس تشریف لا کر کھڑے ہوئے۔ اس وقت میں کچھ الفاظ کہہ کر اپنے سینے پر ضرب لگاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی برائی بہتری کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

سفیان ثوری خواب میں :- ابن مینہ رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمت اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے پر اڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ لعل ہذا فلیعمل

العالمون (الصفحت 61) ترجمہ کنز الایمان: ایسی ہی بات کے لئے مکملوں کو کام کرنا چاہئے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا کہ لوگوں کی شہادتی کم کرو۔

سفیان ثوری خواب میں :- ابو حاتم واذی قیسہ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے راوی ہے کہ انہوں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا؟ انہوں نے اس ستموں کا یہ قلعہ پڑھا۔

نظرت الی ربی کفاحا فقال لی۔ ہنبا رضائی عنک یا ابن سعید۔ فقد کنت قواما اقا ظلم اللہ بصرہ مشناق وقلب سعید۔ فدوئک فاحضرای فصرار دہ۔ وزانی فانی منک غیر بعید۔ ترجمہ ”میں نے خدا تعالیٰ کو بے پردہ دیکھا تو اس نے فرمایا اے ابن سعید تمہیں مبارک ہو تو اندھیرے میں تھپ پڑھا کرتا تھا۔ شوق سے آنسو بہاتا اور دل کا اشتیاق ظاہر کرتا۔ اب جنت کا جو محل تو پسند کر لے“ مجھے روزانہ ملا کہ اب کوئی دوری نہ رہی۔

حضرت شبلی خواب میں :- شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ سے ایسا مطالبہ کیا کہ میں ناامید ہو گیا۔ جب میری ناامیدی ملاحظہ فرمائی تو مجھے اپنی رحمت میں اطمینان دیا۔

مجنون خواب میں :- مجنون بن عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھے بخش دیا اور عین کے لیے مجھے جنت ٹھہرایا۔

ثوری خواب میں :- حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تم سے خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ پر رحم کیا۔ اس نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ جلیا کرتے ہیں۔

خواب :- بعض اکابر کو کسی نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو کہا کہ ہم سے حساب کیا تو نہایت دقت کی پھر احسن کر کے آڈال کر دیا۔

امام مالک خواب میں :- حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کے دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے۔ وہ یہ ہے سبحان الذی لا یبوء ”وہ ذات پاک ہے جس پر موت نہیں۔“

حسن یعری خواب میں :- جس رات حضرت حسن یعری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان کے ابواب کھلے ہیں اور ایک مندری فرماتا ہے کہ حسن یعری اللہ تعالیٰ کے پاس آئے۔ اس محل میں کہ

خدا ان سے راضی ہے۔

جلاظہ خواب میں :- جلاظہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تمہیں کیا کیفیت گزری؟ ولا نکتب بن خطک غیر نیس۔ یسرک فی الغیام منہ ان ترأہ "اپنے قلم سے کچھ نہ لکھو سوائے اس کے کہ قیامت میں دیکھو تو وہ تجھے خوش کرے۔"

اضافہ اسکی :- ممکن ہے اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہو گا کہ اپنی تصانیف میں کچھ مردہ الفاظ آخرت کے لیے کارآمد لکھے ہوں گے۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا کہ لکھنے والے کو حسرت اختیار کرنی چاہی۔

جہیز کو اٹلیس خواب میں :- حضرت جہیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹلیس لعین کو خواب میں برہنہ دیکھ کر فرمایا کہ آدمیوں سے شرم نہیں کرنا۔ اس نے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مہر شوہنتری (واقع بعد از) میں ہیں۔ انہوں نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کیاب کیا ہے۔ حضرت جہیز رحمۃ اللہ علیہ سر رکھے فکر میں ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اس غیبت کے کہنے سے تم قریب میں مت آنا۔

نصیر آبادی خواب میں :- حضرت نصیر آبادی کو بعد وفات مکہ مکرمہ میں کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حل گزرا؟ فرمایا پہلے تو مجھ سے اس شرافت جیسا مطلب ہوا "پھر مجھے فرمایا کیا کہ اے ابو القاسم ملنے کے بعد کیا جدائی ہوا کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ اسے غفلت والے رب اس کے بعد مجھے لحد ہی میں رکھنے پائے تھے کہ میں اپنے رب سے جا کر ملا۔

عقبہ ظلام کا خواب :- عقبہ ظلام نے ایک حور کو خواب میں دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ اے عقبہ میں تیرے لیے عاشق ہوں۔ خیردار ایسی بات نہ کرتا جو مجھ میں اور تجھ میں حجاب ہو جائے۔ عقبہ نے جواب دیا کہ میں نے دنیا کو تین طلاقیں دے دیں۔ جب تک تجھ سے نہ ملوں گا اس کی طرف رجوع نہ کروں گا۔

مختیانی کو اجنبی :- ابوب مختیانی رحمۃ اللہ علیہ کسی کفار کا جتانہ دیکھ کر اپنے گھر کے اندر چھپ گئے تاکہ اس کی نماز نہ پڑھتی پڑے۔ پھر بیض لوگوں نے اس مردے کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کو کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ابوب سے کہہ دینا کہ رحمت الہی کے خزانے تمہارے قابو میں ہوتے تو بھل کے دار سے تم ان کو روک رکھتے۔

داؤد طلحی خواب میں :- ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس رات حضرت داؤد طلحی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھ کر کہا اے شیخ۔ انہوں نے فرمایا کہ اب شیخ کتنا چموز دو۔ میں نے پوچھا کہ وہ حالات جو میں نے تمہارے دیکھے تھے اسی وجہ سے کتنا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ کلام نہ آئے۔ میں نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا کہ مجھے ان مسائل کے خواب میں بخش دیا جو ظلال پر مہیا ہو چکا کرتی تھی۔

رشیدی کا خواب :- ابو بکر رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ابو سعید صغار موہب سے یہ کہہ دینا وکنا ان لا ینخول عن الہدی فقد وحیاہ الغلب حلم وما حلنا ہم خواہشات نفسانی سے تہ چٹے بخدا اتم تو صبح رہے اور ہم صبح نہ ہو سکے۔

جب میں جاگا تو ابو سعید سے مضمون بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں بر جعدہ شریف کو ان کی قبر پر چلا کر آتا تھا۔ اس جعدہ شریف کو نہیں کیا ہوں یہ اس کی شکایت ہے۔

ابن مبارک خواب میں :- ابن راشد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا تم مر نہیں مٹے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا تو خدا تعالیٰ نے تم سے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا۔ ایسی مسرت سے کہ ہر گنہہ کو گھیر لیا۔ میں نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان کا کیا کہنا وہ تو اس آیت کے مصداق ہیں ومن یطع اللہ والرسول فاولک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (النساء 69) ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان ذائقہ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ۔

امام شافعی خواب میں :- ربیع بن سلیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے لوہے بستر بن مونی بکھیرے۔

حسن بصری خواب میں :- کسی مرید نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جس رات ان کی وفات ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم اور نوح علی نبینا وعلیہما السلام کو آل عمران کو برگزیدہ کیا اور حسن بصری کو ان کے معاصرین سے بہتر اور برگزیدہ کیا۔

ابو یعقوب قادری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص گندم گوں کشیدہ قامت کو دیکھا کہ لوگ اس کے پیچھے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت لوئیس قرنی ہیں۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا پور عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے باراض ہو کر دیکھ میں نے عرض کیا کہ میں رو نہیں جانتا آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔ مگر آپ مجھے راہ دکھائیں گے خدا تعالیٰ آپ کو جزا دے گا۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی محبت کے لیے طلب کرے اور اس کے بدلے لینے سے تافرنی کے وقت خوف کرے۔ اس دور میں اس سے امید منتفع نہ کرو پھر آپ منہ پھیر کر چل دیئے۔

حکایت :- ابو بکر بن ابن موم کہتے ہیں کہ میں نے درقائے بن بشر حضری کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تمہارا

مل ہے؟ انہوں نے کہا کہ بڑی جانکشی کے بعد جیسی ملی۔ میں نے پوچھا کہ تم نے کون سے عمل کو افضل پایا؟ انہوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے خوف سے روئے کو۔

**حکایت :-** یزید بن نعام کہتے ہیں کہ وہائے عام میں ایک عورت مر گئی۔ اس کے ہاپ لے اس کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ بیٹی مجھے آخرت کا سنا۔ اس نے کہا کہ ہاں ہم ایک بھاری کام پر پہنچے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اور عمل میں کرتے اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں۔ بخدا کہ ایک باری یاد دار سبحان اللہ کہنا ایک دو رکعت نماز کا میرے ہمد اعمال میں ہوتا مجھے دنیا و دنیا سے محبوب تر ہے۔

**حکایت :-** مرید عقبہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا مسئلہ کیا؟ فرمایا کہ میں اس دعا کی برکت جنت میں داخل ہوا جو تیرے تحریر میں لکھی ہوئی ہے۔ جب میں اٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا۔ دیکھا تو عقبہ غلام کے خط سے دوا پر لکھا پایا یا ہادی المضلین ویا ارحم العنبنین یا مغفل عثرات العانین ارحم عبدک ذا الخصر العظیم والمسلمین کلہم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزفین الذین انعمت علیہم من النبین والشہداء والصالحین امین یا رب العالمین "اے راہ دکھانے والے گمراہوں کے اے رحم کرنے والے گنہگاروں کے اور اے صاف کرنے والے خطا سے لغزش کرنے والوں کے تو اپنے بندے بڑے اندیشہ کرنے والے پر رحم کر اور سب مسلمانوں پر اور ہم کو ان زندوں کے ساتھ کر جو روٹی دیئے جاتے ہیں جن پر تو نے انعام کیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بندے "اے رب العالمین قبول فرما۔

**حکایت :-** موسیٰ بن حاکم کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو جنت میں دیکھا کہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ تم کو یہ مرتبہ کس بات سے ملا؟ فرمایا کہ دیر ہے۔ میں نے پوچھا کہ علی بن عامر کا محل تو تھا؟ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ستارے۔

**حکایت :-** ناہی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے صحت فرمائیے۔ فرمایا بمتر جو بعض نقصان کا ہوا نہیں رہتا وہ نقصان میں رہتا ہے اور جو نقصان میں رہے "اس کے لیے موت بمتر ہے۔"

لام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے بعض دنوں میں ایک ہر مشکل پیدا پیش آیا تھا جس نے مجھے درد و رنج دیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو اس پر اذیت نہ تھی۔ کل رات میرے پاس ایک آنے والا آیا اور خواب میں مجھ سے کہا کہ اے محمد بن لوریکس یوں دعا مانگو اللہم ان لا املک نفسی نضعا ولا خرا ولا مونا ولا حیاناً ولا نشوراً ولا استطیع ان اخفا الا ما اعطیت لا انتفی الا وبقبضی اللہم وبقبضی لما نحب ونرضی من القول والعمل فی عافیتہ "اے نبی میں نہیں اتار رکھا ہوا۔ اپنے فکر کے لیے طبع کا نہ ضرر کا نہ موت کا نہ زندگی" نہ مر کر بیٹے اور نہ مجھ سے ہو سکتا ہے کہ جس قدر تو دے "اس کے سوا اور کوئی اور نہ یہ کہ بچا رہوں بجز اس چیز کے کہ تو اس سے مجھ

کو بچا دے اپنی پس تو مجھ کو توفیق دے، ان باتوں کی جن کو تو محبوب اور محترم جانتا ہے۔ قول ہوں یا نفل عاقبت کے ساتھ۔

جب میں صبح کو اٹھا تو اس دعا کو مقرر پڑھا۔ جب دن چڑھا اللہ تعالیٰ نے میرا مطلب مجھ کو عنایت فرمایا اور جس مصیبت میں میں تھا اس سے نجات آسان فرمائی تو چاہیے کہ ان دعاؤں کو ہمیشہ پڑھتے رہو اور ان سے غافل نہ رہو۔ یہ تجھے کچھ مکاشفات جن سے مریدوں کا احوال معلوم ہوتا ہے اور ان اہل پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے قریب کریں۔

فائدہ :- اب ہم وہ حالات لکھتے ہیں جو صور کے پھٹکنے سے آخرت تک یقینی جنت یا لائزہ میں جانے تک مرادوں کو چسپاں ہوتے ہیں۔

### نفخ صور تا آخری فیصلہ

نفخ صور :- سابقہ مضامین میں منسلط طور حالات معلوم ہو چکے ہیں۔ بیت کے محل کی شدت موت سکرات میں اور خلتے کا خوف پھر قبر کی تاریکی اور اس کے کیڑوں کی ایذا پھر منکر تکبیر اور ان کے سوال پھر عذاب قبر بشریکہ ان لوگوں میں سے ہو جن پر اللہ ناراض ہو گا دے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر وہ خطرات ہیں کہ مرے کے سامنے ہیں یعنی صور کا پھٹنا اور قیامت کے دن اٹھنا اور پھر خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا اور اہل کے مقدار کی شہادت کے لیے ترازو کا قائم ہونا پھر پلودہ و تاریکی اور تیزی کے پہل صراط پر سے پھر مقدمے کے فیصلہ ہونے کے لیے یعنی معلولت یا شہادت کا حکم گنتے کے لیے پکار کا خطر رہتا تو یہ احوال اور خطرات ایسے ہیں کہ ان کا پہچانا ضروری ہے۔ پھر ان پر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان لانا پھر ان میں بہت ساقور فکر کرنا کہ دل میں سے ان کی تیاری کے لوازم پیدا ہوں اور اکثر لوگوں کا یہ حل ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان ان کے خاص دلوں میں نہیں بیٹھا اور ان کی دل کی گمراہیوں میں جگہ نہیں پکڑی۔

پند سودمند :- لوگ موسم گرما کی گرمی اور سرما کی سردی کے لیے کتنے ملتان کرتے ہیں اور دماغ کی گرمی اور زہر کی سردی کے لیے بلوچیکہ ان میں نہایت سختی اور خطرات ہوں گے اس سے غافل ہیں اور جب آخرت کا حل ان سے پوچھے تو زبان سے اس کا اقرار کرتے ہیں مگر دل ان کے اس سے غافل رہے ہیں۔

مثلاً :- جو شخص دھرم سے کہے کہ تیرے سامنے کے کھانے میں زہر ہے اور وہ دھرم اس کی تصدیق کرے کہ واقعی کتنے ہوئے وہ کھانا کھائے تو زبان سے اس کو سچا کہتا اور عمل سے اسے بھڑانا سب کو معلوم ہے کہ عمل سے بھڑانا زبان کے بھڑانے سے زیادہ سخت ہے۔

حدیث قدسی شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے میرے بندے نے گل دی اور اس نے مجھے جھٹلایا اور اس کو یہ شبانہ نہ تھا کہ جھٹلاتا گل دینا تو یہ ہے کہ کتا ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا ہے اور جھٹلاتا اس طرح ہے کہ کتا ہے کہ مجھے جیسے پہلے پیدا کیا ہے اس طرح کبھی نہ اٹھائے گا اور دلوں میں جو قیامت میں اٹھنے کی تصدیق اور یقین محکم نہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ حوام اس جہنم دنیا میں اس طرح کی باتیں کم سمجھتے ہیں۔ اگر پانچوں کوئی حیوانیت کا پیدا ہونا نہ دیکھتا تو اس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک خالق ہے۔ وہ نطفہ ٹپاک سے ایسا انسان بناتا ہے جو عاقل اور محکم اور تصرف کرنے والا ہے تو اس کے دل کو اس کی تصدیق نہایت قوت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولم یبر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین (یسین 77) ترجمہ کنز الایمان : اور آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جمی وہ صریح جھگڑالو ہے۔ اور فرمایا اب حسب الانسان ان ینکر سلی الم یک نطفۃ بن منی یسنی نہ مکان علقتہ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی (القصہ 36 تا 39) ترجمہ کنز الایمان : کیا آدمی اس گھمنہ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس سنی کا کہ گرانی جائے پھر خون کی چمک ہو تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس سے وہ جوڑے بنائے مرد اور عورت۔

فائدہ :- انسان کی پیدائش میں باوجود کثرت عجائبات اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب تر عجیب باتیں اس کے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے میں ہیں تو جو اللہ تعالیٰ کی صنعت اور قدرت میں عجائب کا معائنہ کرتا ہے وہ اس کی قدرت و حکمت سے انکار کیسے کرتا ہے؟ اگر تمہارے ایمان میں ضعف ہو تو پہلی پیدائش کو غور کر کے ایمان کو پختہ کر لو اس لیے کہ دوسری بار کی پیدائش پہلی کی طرح بلکہ اس سے سہل تر ہے۔ اگر تمہارا ایمان دوبارہ اٹھنے پر مضبوط ہے تو دل میں ان خوفوں کو بھی پختہ کرو اور اس میں اتنا فکر اور حیرت کرو کہ دل سے راحت اور آرام کا خیال جاتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کی تیاری میں لگ جاؤ۔

نفع صو کی آواز :- قیامت میں اٹھنے کے لیے سب سے پہلی آواز کا فکر کرو کہ اہل قیود کے کان میں پڑے گی یعنی صو کا زور سے چوٹنا جانا کہ ایک ہی جج ایسی ہوگی کہ جس سے قبروں سے مومے نکل پڑیں گے۔ اس سے فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چرو خیز اور بدن سر سے پاؤں تک غبار آلود قبر کی سنی میں لپٹا ہوا نکلے گا اور جج کی شدت سے حیران اور آواز کی طرف دیکھو گے اور تمام مخلوق اپنی قبروں سے یکبارگی نکل پڑے گی کہ مدقوں تک ان میں پڑے تھے۔ اس وقت ایک سمیت تو ان کو رنج و غم اور انتظار کی سختی کی کہ انہما کیا ہوگا؟ اب مزید دہشت اور خوف سے ہراساں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم فہام ینظرون (المرحہ 68) ترجمہ کنز الایمان : بلور صو چوٹنا جائے گا تو بے ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ چوٹنا جائے گا جس کی وہ دیکھتے ہوئے



کھڑے ہو جائیں گے۔ اور قرآنِ فاطما نقر فی النافور فلنالك يومئذ يوم عسير علی الکفرین غیر بسیر (المذثر 8 تا 10) ترجمہ کنزالایمان: پھر جب سور پھونکا جائے گا تو وہ دن گزراؤں ہے کافروں پر آسمن ٹھیں۔

اور قرآنی بقولون متی هذا الوعد ان کنتم صدقین ما بنظرون الا صحبة واحدة فاذھم وہم بخصمون فلا یستطیعون نوصیة ولا الی اھلھم برجمون ونفخ فی الصور فاھاھم من الاجداث الی ربھم یسلون قالوا یاویلنا من بعثنا من مرفدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون (نہین 48 تا 50) ترجمہ کنزالایمان: اور کہتے ہیں کب آئے گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو راہ ٹھیں دیکھتے مگر ایک جگہ کی کہ انھیں آئے گی جب وہ دنیا کے جھڑے میں پھنسے ہوں گے تو بد وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گمراہی کر جائیں اور پھونکا جائے گا سور جہی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے، کس گے ہائے ہماری قربانی کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا یہ ہے وہ جس کا رخصت نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا۔

فآھدہ یہ۔ اگر مردوں کے سامنے اس آواز کی دھشت کے سوا اور کوئی ہول نہ ہو تا تب بھی اس سے ڈرتا چھا لائق تھا اس لیے کہ وہ ایسی پھونک اور جی ہوگی کہ اس سے آسمن و زمین کے تمام لوگ مر جائیں گے۔ صرف وہ بچے گا جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا یعنی چند فرشتے ہائی رہ جائیں گے۔

حدث شریف:- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف انعم وصاحب الصور قد انعم الفنون وحی الجہنمہ واصفی بالاذن بنظر منی بومر ینفخ" میں کس طرح آرام کروں، سور والے نے تو نہ رکھا منہ میں رکھ لیا اور ہاتھ جھکا کر کان لگا دیے کہ کب حکم ملے گا کہ پھونکوں۔"

صور کا تعارف:- مقاتل فرماتے ہیں کہ سور کا معنی شلخ یعنی نہ سکے کے ہیں اور اس کی کیفیت یوں ہی ہے کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام بائسری کی شکل کے نہ سکے پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس نہ سکھا کے منہ کا منہ نکلا چڑا ہے جیسے آسمن اور زمین کا چڑا۔ حضرت اسرائیل علیہ السلام اپنی آنکھ عرش کی طرف اٹھائے تھیں کہ کب پھونک کا حکم ہوتا ہے۔ جب وہ پہلی پھونک ماریں گے تو آسمن و زمین کے جتنے جاندار ہوں گے سب شدت خوف سے مر جائیں گے۔ صرف چار فرشتے حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرائیل اور عزرائیل علیہم السلام ہی جائیں گے۔

ملک الموت کی موت کا منظر:- ملک الموت کو حکم ہو گا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مدد لائیں۔ پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کی حضرت اسرائیل علیہ السلام کی، پھر ملک الموت کو حکم ہو گا کہ وہ خود اپنی جان نکالیں۔ پھر چالیس سال تک مخلوق پہلے سور کے پھونکنے کے بعد عالم برحق میں رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرائیل علیہ السلام کو زندہ کر کے حکم فرمائے گا کہ وہ سری دفعہ پھونک مارے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہ نفخ فیہ اخری فاذھم قیام یظنون (الزمر 68) ترجمہ کنزالایمان: پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جہی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ پاؤں پر کھڑے ہو کر مٹی اٹھنے کو دیکھیں گے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'اسرائیل علیہ السلام کو جب سے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے' سرزمین اٹلیا۔ ہر وقت عرش کو دیکھتے رہتے ہیں کہ کیسے ایمان نہ ہو کہ لگاؤ کے کسی طرف پھرنے سے پہلے ہی حکم الہی ہو جائے۔ ان کی دونوں آنکھیں گویا دو چمکتے ستارے ہیں۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو صاحبِ مود اسرائیل علیہ السلام کو کھلا بھلا۔ انہوں نے صور کو اپنے منہ سے نکال دیا۔ ایک پاؤں آگے اور دوسرا پیچھے کر کے بٹھک رہے تھے کہ کب پھونکنے کا حکم ہو تو اس لوگ پھونک سے ڈرے۔

چند سو مند :- مذکور محل میں مخلوق کی کیفیت اور ان کی ذلت اور شکستہ حالی اور بچاؤ کی اور اس کا خوف اور حکم معاف اور مخلوق کا انتظار ان جملہ امور کو سوچ کے خود کو اس کے درمیان میں سمجھو کہ جیسے وہ ایسے زبوں محل سے ہوں گے' ویسے تم بھی ہو گے۔ جیسے وہ حیرت زدہ ہوں گے' تم بھی ہو گے بلکہ دنیا میں جو لوگ امیر اور دولت مند اور ناز پروردہ اور پادشاہ ہوں گے' وہ اس دن تمام لوگوں سے ذلیل تر بلکہ حقیر تر ہوں گے۔ اس وقت وحشی جنگلوں سے اور پھاڑوں سے آکر اپنے سر جھکا کر پلوجو وحشت کے لوگوں میں مل جائیں گے اگرچہ انہوں نے کوئی خطانہ کی ہوگی مگر اس دن کے اٹھنے اور شدتِ بیچ اور ہول سے پھونک کے ڈر سے سب وحشت بھول جائیں گے۔ سب کچھ بھول کر لوگوں میں آلیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا الوحوش حشرت (انکو پر 5) ترجمہ کنز الایمان: اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں۔

محرشہ طعن سرکش جو حضور اور محرف تھے 'آئیں گے اور خدا کے سامنے پیش ہونے کی ہیبت سے گردن جھکا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فوریکن لنحشرنہم والشبا طین تم لنحضرنہم حول جہنم جنباً (مریم 68) ترجمہ کنز الایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے گھٹنوں کے مل کر۔

اپنے محل میں اور اپنے دل کی کیفیت میں اس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گزرے گی۔

میدانِ حشر اور لوگوں کی زبوں حالی :- جی اٹھنے کے بعد مجھے پاؤں' تنگ بدن بے تھکنہ کیسے کیسے زمینِ حشر میں لوگ جمع کیے جائیں گے۔ وہ ایک زمین نرم ہوا سلید رنگ ہے کہ جس میں کوئی ٹوٹی بچ نہیں' نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ اس کے پیچھے کوئی چھپ جائے' نہ گڑھا ہے کہ اس کے اندر کوئی ٹو بھل ہو بلکہ ساری زمین ایک جیسی پھیلی ہوئی ہے' اس میں فرق نہیں۔ اس کی طرف لوگ گرد و گردہ پہنچائے جائیں گے۔

فائدہ :- پاک ہے وہ ذات جو لوگوں کے مختلف گروہوں کو اطرافِ زمین سے بھلی اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لا کر جمع فرماتے گا اور ان دنوں کو نہا ہے کہ اس روز ترچے ہوں اور آنکھوں کو شلیاں ہے کہ نیچے ہوں۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایک سفید زمین پر ہوگا جو بالکل صاف ہوگی اور اس میں کوئی عمارت نہ ہوگی کہ جس میں کوئی پھسپ سے یا نظر کام نہ کر سکے اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی زمین جیسی ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام میں شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسبوت (الہدایم 48) ترجمہ کنز الایمان: جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان۔

فائدہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ الہی زمین میں کئی بیشی کی جائے گی اور اس کے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور وہ سری چیزیں ختم ہو جائیں گی اور عکاظ کے جزیرے کی طرح پھیلانی جائے گی۔ زمین سفید چاندی کی طرح ہوگی جس پر کوئی خون یا گناہ نہ ہوا ہوگا اور آسمانوں کے چاند سورج ستارے مٹا دیے جائیں گے۔

پند سودمند :- اسے سکین اس دن کے ہول اور شدت پر غور کر کہ جب مخلوق اس زمین پر اکٹھی ہو جائے گی تو ان کے لوہے سے ستارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ آفتاب بے نور اور چاند بے روشن ہو جائیں گے۔ زمین کا چراغ گل ہو جائے گا پھر بالکل اندھیرا ہو جائے گا۔ لوگ اسی محل میں ہوں گے کہ وہ "فتنہ" سروں کے لوہے سے آسمان پھرا کر وجود مخفی اور پانچ سو برس کے موناپے کے پھٹ جائیں گے اور فرشتے اس کے کناروں اور اطراف پر کھڑے ہوں گے تو باطلوں اس کے پھٹنے کی آواز سے کان میں کیسی ہولناک آواز پیدا ہوگی اور اس دن کی ہیبت کیسی ہوگی جس میں آسمان اتنے مٹنے اور تخت ہونے کے باوجود پھٹ جائیں گے اور کئی ہوئی چاندی زرری آمیز کی طرح ہٹنے لگیں گے۔ پھر گلابی رنگ سرخ جزیرے کی طرح اور گلے ہوئے آبنے کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی لون کی طرح اور لوگ ٹکڑے ہوئے پتھروں کی طرح ہوں گے اور برہنہ یا ننگے بدن چلتے ہوں گے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان ننگے پاؤں ننگے بدن ہے فتنہ کیے ہوئے انھیں گے۔ پسند ان کے منہ تک لکام کی طرح کانوں کی لوتک پہنچ گیا ہوگا۔

فائدہ :- ام المؤمنین سہوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی غرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کی طرف ننگے دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا اس دن عوام کو اور عی نگر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہ ہوگی۔ لکن امری منہم یومئذ شان بغنہ (مبس 37) ترجمہ کنز الایمان: ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی اسے بس ہے۔ وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ ستراس میں میاں ہوں گے۔ باوجود اس کے دیکھنے اور التفات کرنے سے محفوظ رہیں گی۔ کیوں نہ ہو کہ بعض لوگ تو بیٹ کے بل اور سر کے بل پٹیں کے تو ان کو وہ سروں کی طرف التفات کی قدرت نہیں ہوگی۔

حدیث شریف :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ تین قسم ہو کر اٹھیں گے۔ (1) سوار (2) پیادہ (3) سر کے بل۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ سر کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ جس ذات نے ان کو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ قادر ہے کہ سر کے بل بھی چلائے۔

فائدہ :- یہ انسان کی طبعی بات ہے کہ جس چیز سے ہائوس نہیں اس کا انکار کرتا ہے۔ مثلاً اگر آدمی سب کو پایش کے بل نہایت تیزی سے چلا نہ دیکھے تو یہی کہے کہ پاؤں کے بغیر رفتار نہیں ہو سکتی اور جس نے پاؤں چلنے کسی کو نہ دیکھا ہو وہ پاؤں سے چلنے کو بھی مشکل جانے گا اس لیے انسان کو چاہیے کہ قیامت کے عذابات سے جو بات دنیا کے قیاس کے خلاف ہو اس کا انکار نہ کرے۔ اس لیے اگر بالفرض دنیا کے عذابات اس کے مشابہے میں نہ گزرے ہوں اور پھر دنیا اس کے دیکھنے میں نظر آتے ہیں تو ان کا بھی انکار کرنے لگتا ہے حالانکہ وہ واقعی بات ہوتی ہے۔ اسی طرح قیامت کے عذابات کو جاننا چاہیے اور دل میں تصور کر لیتا چاہیے کہ ہم بھی نیکے ذلیل حیرت زدہ کے بکے شکر کمرے ہوں گے کہ ہم کو معذرت اور شکوت میں سے کس کا حکم ہو گا اور اس حالت کو بہت بڑا جاننا چاہیے کہ وہ نہایت سخت ہے۔

قیامت میں عوام اپنے عرق میں غرق :- قیامت میں بے حد کا حل یہ ہو گا کہ مخلوق کا اڑدھام ہو گا یعنی میدان حشر میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے لوگ یعنی قرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحشی و درندے اور پرندے جمع ہوں گے پھر ان پر سورج نہایت تیزی سے چمکے گا اور مخلوق کے سروں پر مقدار دو کھالوں کے ہو گا اور زمین پر کوئی مادیہ سوائے سلیہ تخت زمینی کے نہ ہو گا اور بدون مقبروں کے بغیر اس کے سلیہ میں اور کوئی رہنے نہ پائے گا۔ اس وقت کچھ لوگ تو عرش کے سلیہ میں ہوں گے اور کچھ سورج کی گرمی میں سمیٹیں گے کہ گرمی اور دھوپ کی وجہ سے کیچہ نہ کو آ آ ہو گا پھر مخلوق کی دھکا بیل شدت جھوم کی وجہ سے اتنی ہو گی کہ کاندھے سے کاندھا زخمی ہو رہا ہو گا۔ علاوہ انہیں رسوائی جو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے سے ہو گی وہ سواہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے شرم و حیا آئے گی تو اتنی حرارتیں جمع ہوں گی۔ (1) آفتاب کی گرمی۔ (2) ساتوں کی حرارت۔ (3) دلوں کی سوزش۔ (4) حیا و خوف کی آگ سے ہر پہل کی جڑ سے بے حد لگنا شروع ہو گا۔ یہاں تک کہ قیامت کی زمین پر پڑنے لگے گا پھر بدلوں کی طرف کو پھیلنا شروع ہو گا جس کا پتلا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو گا اتنا اس کا بے حد پھیلے گا۔ بعض کا بے حد ڈالوں تک بعض کا کمر تک اور بعض کا کھالوں تک اور بعض کا سر کے گزر جانے تک۔

حدیث شریف :- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کمرے ہوں گے تو بعض کا بے حد اتنا ہو گا کہ نصف کھن تک اس میں ڈوب جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پیند آئے گا یہاں تک کہ ان کا پیند زمین میں پھیلتا ہوا لوگوں کے منہ اور ان کے کانوں تک پہنچے گا۔  
فرماتے ہیں کہ لوگ کھڑے ہوئے چالیس میل تک آسمان کی طرف کھٹکی لگائے کھڑے ہوں گے اور شدت کرب کی وجہ سے پیند ان کے منہ کی ناکام ہو جائے گا۔

عتبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آلقاب زمین کے قریب ہو جائے گا اور انسانوں کو پیند آئے گا۔ پس بعض کو ٹخنے تک اور بعض کو نصف پٹنی تک اور بعض کو زانوؤں تک اور بعض کو کمر تک اور بعض کو منہ تک پہنچے گا اور آپ نے ہاتھ مبارک کو منہ پر پھل لگام رکھ کر اشارہ (منہ کی طرف) فرمایا اور بعض ایسے ہوں گے کہ ان کو ہنسنا ڈھلپ لے گا اور آپ نے سرمیاد پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ایسے ان کے سر پر ہو کر پھر جائے گا۔

"ملقین غزالی قدس سرہ۔" اسے مسکین لیل محشر کے پینے اور ان کی خنجر کو سوچ لے اور یہ خیال کر کہ اس تکلیف میں بعض لوگ یوں عرض کریں گے کہ اشیائیں اس کرب اور انتقام سے نجات دے 'خداوند تعالیٰ ہی میں ڈالے جائیں اور یہ تکلیف وہ ہیں کہ ابھی حساب اور عذاب کی نصبت ضمیمہ آئی اور تو بھی انہیں میں سے ہو گا۔  
ماہلوم حیرا پیند کھل تک پہنچے گا اور جان لے کہ اگر دنیا میں کسی کا پیند خدا کی راہ میں یعنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی مدد کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کی مشقت اٹھانے میں نہ لگا ہو گا تو اس کا پیند اس دن حیا و خوف کی وجہ سے قیامت کے میدان میں نکلے گا اور اس کی تکلیف بہت دنوں تک رہے گی اور اگر کوئی جہالت اور مغالطہ میں ہو تو یقیناً بیان لے کہ علامت اٹھی میں نفیوں کا اٹھنا اور پینے کا آنا آسمان ہات اور قعودی دیر کے لیے ہے اور کرب و انتقام کے ساتھ قیامت میں پیند آنا بہت زیادہ اور دیرپا ہے اس لیے کہ وہ دن ہی جیسا ہے کہ جس میں حدت اور شدت دونوں بہت زیادہ ہیں۔

یوم قیامت کی عظمت :- جس دن کہ مخلوق کو پور کو لگا لگائے کھڑے ہوگی اور ان کے دل حیران و پریشان ہوں گے 'نہ ان سے کوئی کلام کرتا ہوگا' نہ ان کے معاملہ میں کوئی نظر کرے گا۔ اسی طرح وہ تین سو میل تک کھڑے رہیں گے۔ کھانے کا ایک لقمہ تک نفیب نہ ہوگا نہ پانی کا کوئی گھونٹ دیتیں گے' نہ ہوا کا جو ٹکاپلے گا۔

فائدہ :- حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت یوم یقوم الناس لرب العالمین کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یمن سو میل تک کھڑے رہیں گے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہوگا جب خدا تعالیٰ سب کو اس طرح جمع کرے گا جیسے ترکش میں تھپر کیے جلتے ہیں۔ پچاس ہزار برس تک تسماری طرف نظر نہیں کرے گا۔

شقاعت کبریٰ :- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم اس دن کو کیا خیال کرتے ہو جس دن لوگ

اپنی ٹانگوں پر پچاس ہزار برس تک کھڑے ہوں گے نہ کوئی لغز کھائیں گے نہ کوئی گھونٹ پانی پیئیں گے۔ یہاں تک کہ جب پیاس کے مارے گردنیں جدا ہو جائیں گی تو ان کو دوزخ میں لے جا کر چشمہ میم سے پانی پلایا جائے گا جس کی حرارت نورِ لپٹ سخت ہوگی۔ جب ان پر اتنی مشقت ہوگی جس کی تاب نہ ہوگی تو ایک دوسرے سے کہیں گے کہ چلو جس کی خدا تعالیٰ کی نزدیک عزت و عظمت ہو اسے دعوئیں تاکہ ہمارے حق میں شفاعت کرے۔ پھر جس خطیر کے دامن کو پکڑیں گے وہی ان کو منادے گا اور نفسِ نفسی کے گاکہ مجھے اپنے معاملہ سے دوسروں کے معاملات کی فرصت نہیں اور عذر کرے گا کہ آج اللہ تعالیٰ کا فضلہ اتنا زوروں پر ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لیے حکم پائیں گے شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا نفع الشفاعۃ الا من اذن له الرحمن ورضی له فولا (طہ 109) ترجمہ کنز الایمان: اور ان کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جیسے رحمن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی

انتہیہ :- اب اس دن کے طول کو سوچ لو اور اس کے انتظار کی سختی پر غور کرو تاکہ تجھے اپنی جھولی سی عزت میں گناہوں پر صبر کرنے کا انتظار کم کرنا پڑے گا۔

حدیث شریف :- جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے طول کا پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ وقت مومن کو اتنا بلا اور تھوڑا محسوس ہو گا کہ جتنی دیر نماز فرض پڑھا کرنا تھا اس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا۔

فائدہ :- اے مومن کوشش کر کے تو بھی الٰہی ایہاموں میں سے ہو اس لیے کہ جب تک تجھ میں دم ہے اور زندگی میں سانسیں ہوتی ہیں اس وقت تک معاملہ تیرے اختیار میں ہے۔ ان تھوڑے دنوں میں اس بڑے دن کے لیے کچھ کرنے کے تجھے اتنا فائدہ ہوگا کہ جس کی خوشی کی کچھ حد نہیں اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر (جو سات ہزار برس ہے) کو حقیر جان اس لیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار سال صبر کر لیتا کہ تو اس دن میں وہاں پائے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ ظاہر ہے کہ تجھے بہت سا فائدہ ملے گا اور مشقت کم اٹھائی پڑے گی چہ جائیکہ پچاس ساٹھ سال محنت کر کے پچاس ہزار سال کی تکلیف سے بچاؤ ہو۔

مشکلات و مصائب قیامت :- اے مسکین مسلمان اس دن کی تیاری کر جس کی شان بڑی اور اس کا ذلہ دراز اور حاکم زہدست اور وعدہ قریب ہے۔ اس دن کے واقعات ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں گے مثلاً آسمانوں کو دیکھے گا کہ چرچہ جائیں گے اور ستارے اس کی دہشت سے جھڑپیں گے اور ان کے ازار گدے ہو جائیں گے اور آسمان کی دھوپ بجے ہو جائے گی اور پہاڑ چلائے جائیں گے اور بیابانی لوشیاں آوارہ پھریں گی اور جنگل کے وحشی جانور ایک جگہ جمع ہوں گے اور دنیا اٹنے لگیں گے اور نفس بدوں میں آئیں گے اور دوزخ بھڑکنی جائے گی اور سخت قریب لائی جائے گی اور پہاڑ اڑائے جائیں گے اور زمین پھیلائی جائے گی۔ زمین کو تو دیکھے گا کہ اس کی بمونچل

سی پلائی جائے گی اور چنے ہو جو سولے ہانڈی وغیرہ نکل چکے گی۔ اس دن انسان ٹولیاں ٹولیاں ہو جائیں گے کہ اپنے کیے کو دیکھیں۔ اس دن پہاڑ اور زمین اٹھائے جائیں، پھر ایک ٹپکا دیئے جائیں اور ہونے والی چیز ہو پڑے اور آسمان پھٹ کر اس روز ست بنیاد ہو جائے اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور رب تعالیٰ کے تخت کو بجائے چار فرشتوں کے آٹھ اٹھائیں گے۔ اس دن تسمار اسانا ہوگا تسمارا کوئی راز چھپانہ رہے گا۔ اس دن پہاڑ چلائے جائیں اور زمین کو کھلی دیکھے گا۔ اس دن زمین لرزے گی، کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہوں گے۔ ٹوٹ کر اڑتی گرد کی طرح ہو جائیں گے۔ اس دن انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح ہوں گے۔ اس دن ہر دودھ پلائی اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حیث والی اپنا حیث وال دے گی اور تو لوگوں کو نشتے میں دیکھے گا حالانکہ ان پر نشہ نہ ہوگا بلکہ خدا تعالیٰ کا محنت عذاب ہوگا۔ اس روز بدل جائے گی۔ اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ بیکتا غالب کے سامنے اس دن پہاڑ اڑا کر بکیر دیئے جائیں گے اور زمین حش میدان کر دی جائے گی کہ اس میں سوڑا اور ٹیلا کچھ نظر نہ آئے گا۔

اس دن تو جن پہاڑوں کو دیکھ کر ہانتا ہے کہ جمع ہوئے مضبوط ہیں، وہ بدل کی طرح چلتے ہوں گے اور آسمان پھٹ کر گلابی لال چیزے کی طرح ہو جائیں گے اور اس دن پوچھ نہ ہو، اس کے گناہ کی نہ کسی آدمی سے نہ کسی جن سے۔ اس روز گندگار کو بولنے کا حکم نہ ہو گا اور نہ گناہوں کی پریشانی ہوگی بلکہ ماتھے کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا۔ اس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور برائی سامنے پائے گا۔ آرزو کرے گا کہ کاش مجھ میں اور اس میں بہت دوری ہو۔ اس دن معلوم کرے کہ لفس جو لے کر آیا اور حاضر ہو جو آگے بیکھا اور پیچھے ہٹا۔

اس دن نہائیں گویا ہو جائیں گی اور ہاتھ پاؤں بولنے لگیں گے۔ وہ دن ایسا ہے کہ اس کی یاد نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا یعنی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سورہ صود اور اس کی دوسری ہم جنس سورتوں (سورہ واقفہ، سرسلات، نبا اور کورت) نے بوڑھا کر دیا۔

چند و تلقین المم غزالی قدس سرہ:- اے مسکین مسلمان تجھے قرآن مجید کی عبادت سے امتیاز حاصل ہے کہ اس کے الفاظ زبان پر آجائیں ورنہ تو کچھ پڑھتا ہے، اگر تو اسے سوچا تو لائق تھا کہ تیرا پتہ پھٹ جاتا کہ قیامت کی ہولناکیاں کتنی سخت ہیں۔ ان کی وجہ سے حضور سید المرسلین کے بل سفید ہو گئے تھے اور جب تو نے صرف زبان کی حرکت پر اکتفا کیا ہے تو قرآن کے ثمرات سے محروم ہے۔ دیکھ جن امور کا ذکر قرآن مجید میں ہے، ان میں سے ہر ایک قیامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض معاصی کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے نام بھی بت بیان کیے ہیں تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے۔ جنوں کی کثرت سے یہ مقصود نہیں کہ ایک چیز کے بہت سے نام و القاب معلوم ہوں بلکہ ان سے حاصل دلوں کو تنبیہ ہے۔ اس لیے کہ قیامت کے ہر نام میں عقلی راز ہے اور اس کی ہر ایک صفت، ایک معنی ہے۔ تو تجھے چاہیے کہ ان کے معنی کی پہچان کا حصہ ہو۔

اسمائے قیامت :- مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) روز قیامت - (2) روز حسرت - (3) روز ندامت - (4) روز حساب - (5) روز محاسبہ - (6) روز سوال - (7) روز سبقت ہوگی۔ (8) جھگڑے کا دن - (9) رعب کا دن - (10) زلزلے کا دن - (11) لٹ دینے کا دن - (12) کڑک کا دن - (13) روز واقعہ - (14) روز کارہ - (15) روز رابعدہ - (16) روز رلوفہ - (17) روز غاشیہ - (18) روز معصیت - (19) روز حاقہ - (20) روز طامہ طامیے والا - (21) روز صاخذہ - (22) روز حلاقہ - (23) روز فراق - (24) روز ملقہ - (25) روز قھامی - (26) روز نکو - (27) روز ماب / ملانے والا - (28) روز عذاب - (29) روز گریز - (30) روز قرار - (31) روز لقاء - (32) روز ہتا - (33) روز قضاء - (34) روز جزا - (35) روز بلاہ - (36) روز گریہ - (37) روز حشر - (38) روز نشر - (39) روز وعید - (40) روز قوٹی - (41) روز موزن - (42) روز حق - (43) روز حکم - (44) روز اُھل - (45) روز حج - (46) روز بیستہ - (47) روز حج - (48) روز رسوائی - (49) روز عقیم - (50) روز عقیم - (51) روز عیسر - (52) روز دین - (53) روز یقین - (54) روز نشور - (55) روز صیر - (56) روز نحو - (57) روز صیبر - (58) روز ربحہ - (59) روز جنبش - (60) روز توبخ - (61) روز خوف - (62) روز اضطراب - (63) روز متسی - (64) روز لولہ - (65) روز میقتات - (66) روز مصلو - (67) روز مصلو - (68) روز قتل - (69) روز عرق - (70) روز استسار - (71) روز اکدہ - (72) روز اشتکار - (73) روز اشتعل - (74) روز وقوف - (75) روز خدج - (76) روز غلور - (77) روز تمکین - (78) روز عیوس - (79) روز معلوم - (80) روز موعود - (81) روز مشہور - (82) روز جس میں شک نہیں - (83) وہ روز جس میں امتحان دل کے اسرار سے امتحان ہو - (84) وہ روز جس میں کوئی نفس کسی نفس کے کام نہ آئے - (85) وہ روز جس میں آنکھیں لوہر کو دیکھیں - (86) وہ روز کہ اس میں کوئی ریش کسی کے بچہ کام نہ آئے - (87) وہ روز جس میں کوئی کسی کا کوئی بھلا نہ کر سکے - (88) وہ روز جس میں دوزخ کی طرف کو دھکیلے جائیں - (89) جس روز کہ آگ میں منہ کے گل بھیجے جائیں گے - (90) جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آئے گا - (91) جس روز کہ انسان اپنے بھائی اور بھائی کے بھائے سے بھاگے گا - (92) جس روز کہ نہ پولیس کے اور ان کو اجازت ہوگی کہ عذر کریں - (93) وہ دن کہ جس میں کوئی فیض عذاب الہی سے روکنے والا نہ ہوگا - (94) جس روز لوگ نکل کھڑے ہوں گے - (95) جس روز کہ لوگ آگ میں عذاب دیتے جائیں گے - (96) جس روز کہ بل اور لولہ واقعہ نہ دے - (97) جس روز کہ خالوں کا عذر ان کے کام نہ آئے اور ان کو لعنت اور خراب ٹھکانے لے گا - (98) جس روز کہ عذر منظور ہوں اور بھیدوں کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں اور پردے کھل جائیں - (99) جس روز کہ آنکھیں دلی ہوں اور آوازیں ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو اور ہمیں باتیں طعنیہ اور فحش ظاہر ہوں - (100) جس روز بندے ہٹائے جائیں اور ان کے ساتھ گواہ ہوں اور لڑکے پوڑے ہو جائیں اور پردے نشے میں تو ایسے دن میں ترزد قائم ہوگی اور دفتر اعلیٰ کھولے جائیں گے اور دوزخ ظاہر کی جائے گی اور پانی گرم جوش دیا جائے گا اور آگ شعلے مار کر جلے گی اور کافر تائید ہوں گے اور آج نہیں بھڑکائی جائیں گی اور



رجح خفیہ اور ذہانی گوئی اور ہاتھ پاؤں بچے ہوں گے۔

پند سرور مند:- اے انسان تجھے کس چیز نے خدا تعالیٰ پر مغفل کر دیا کہ تو نے دروازہ بند کر کے اور پردے چھوڑ کر حقوق سے چھپ کر گناہ کیے 'اب بتا کیا کرے گا کہ تیرے ہی اعضا تجھ پر گواہی دیں گے۔ نہایت ترہائی ہے' ہم سب نفلوں کی کہ خدا تعالیٰ تو ہمارے پاس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے اور اس پر کتب بھی اتارے اور ہم کو قیامت کے دن کی یہ سب صفات بتائے۔ پھر ہماری غفلت پر انتہا فرما کر یوں فرماتے اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ما بینہم من ذکر من ربہم محدث الا استمعوہ وہم یلمعون لا ھیۃ فلو ھم (انبیاء 2) ترجمہ کنزالایمان: لوگوں کا سیلاب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں جب ان کے رب کے پاس سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں۔

پھر قرب قیامت کے متعلق ارشاد فرماتے افتریت الساعة وانشق القمر (القمر) ترجمہ کنزالایمان: پاس جلی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔ اور فرماتے انہم یرونہ یحبسوا ونراء فریبا (الدخان 67) ترجمہ کنزالایمان: وہ اسے دور تک دیکھ رہے ہیں اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں اور مابعد ربک لعل الساعة نکون فریبا (احزاب 63) ترجمہ کنزالایمان: تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی۔

ہمیں چاہیے تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کر کے اس پر عمل کرتے نہ یہ کہ اس کے سنی میں غفلت کریں اور نہ قیامت کے دن کے بست سے تیاروں اور اوصاف کا لحاظ کریں اور نہ اس کی معیتوں سے نہایت کی فکر کریں۔ پس غفلت سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے اور اپنی رحمت واسعہ سے اس کا تدارک فرمائے۔ (آمین)

بارگاہ حق کی پیشی کا منظر:- اے ربور مسلم تجھ سے قیامت تیری نیکی اور برائی حموزی اور بست بلکہ نیکی نیکی کا سوال ہوگا۔ اس درمیان میں کہ تو قیامت کی سختی اور پسینے کی بلا اور بڑی آفت و بلیات میں مبتلا ہو گا کہ اہلک آسمان کے کتابوں سے بڑے قوی پیکل اور نہایت موٹے اور تند و فرشتے اٹھیں گے۔ ان کو حکم ہو گا کہ گناہوں کے ملنے کے بل پکڑ کر جہنم تلی کے سامنے پیش کرو۔

حدیث شریف:- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ایک فرشتہ ہے کہ اس کی دلوں آنکھوں کی پلکوں کا فاصلہ ایک برس کی رات ہے۔ اے مسلم یہاں اب بتا کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس بھیجے جائیں گے کہ تجھے پکڑ کر پیشی کے مقام میں لے جائیں تو اپنے گھس پر تو کیا لگن کرتا ہے۔ من فرشتوں کو تو دیکھے گا کہ ہندو اتنے بڑے قوی پیکل ہونے کے اس دن کی شدت سے قلعہ حل اور فسط جبار تعالیٰ جہنم میں ہو گا۔ بندوں کے لیے اپنا شعار بنائے ہوں گے۔ ان کے اتارنے کے وقت جتنے نبی علیہ السلام اور صدیق اور نیک بندے ہوں گے 'معدے میں گر پڑیں گے اور خوف سے کہیں گے کہ شاید ہم نہ بچوے جائیں۔ جب یہ حل مشرہوں کا ہو گا تو گناہوں کے پلکوں پر کیا گزرتے گی؟ اس وقت بعض لوگ شدت خوف سے فرشتوں سے پوچھیں

کے کہ ہمارا پروردگار ہمیں میں ہے کیونکہ ان کا رعب اور ہیبت ہر جے کی ہوگی۔ فرشتے ان کے سوا سے ڈر جائیں گے کہ خدا اشقی کی شدت دیکھو وہ ہم نہیں ہو سکتے۔ پھر وہ پکار کر کہیں گے کہ ہمارا رب پاک ہے اور وہ ہم میں نہیں ہے۔ اُن کے چلو تاکہ زمین والوں کا وہم دور ہو جائے۔ اب فرشتے مخلوق کو چار طرف سے گھیر کر کھڑے ہوں گے اور ہر ایک پر لباسِ ذلت اور عاجزی کا ہوگا اور صورت خوفناک اور ہیبت ناک ہوگی اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے اس قول کو سچا فرما دے گا۔ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ ارْسَلْنَا الْبُحْبُوهٖ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ فَلَنَقْصُنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ (الاعراف 67) ترجمہ کنزالایمان: تو بے شک ضرور ہمیں پوچھتا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھتا ہے رسولوں سے تو ضرور ہم ان کو بتا دیں گے اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے۔ اور اس قول کو فوراً لکھنا اجمعین عسا کا نوا بعملون (الحج 92-93) ترجمہ کنزالایمان: تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کہتے تھے۔

پہلی پیشی کا منظر۔ سب سے پہلے سوالات کا آغاز انبیاء علیہم السلام سے ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما انا اجبت قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب (طائفہ 109) ترجمہ کنزالایمان: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب حاضر کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں ہے کچھ تو ہی ہے سب فیوں کا جاننے والا۔ غور فرمائیے کہ اس دن کی شدت کیسی ہوگی جس میں انبیاء علیہم السلام کی مخلوق اشتراک میں ہوں گی اور علومِ شدت ہیبت کی وجہ سے نفی فی اللہ ہوں گے اس لیے کہ ان سے جب یہ سوال ہوگا کہ تمہیں مخلوق کی طرف بھیجا تھا انہوں نے کیا جواب دیا۔ انبیاء علیہم السلام کو اس سوال کا جواب معلوم تھا مگر مخلوق پر وحشت طاری ہوگی اور شدت ہیبت سے وہ بولیں گے لا علم لنا انک انت علام الغیوب (طائفہ 109) ترجمہ فتح البود واقع میں اس وقت ان کا یہ جواب درست اور سچا ہوگا کیونکہ عقلیں پرواز کر گئیں اور علم محبت میں آگئے اور بجز واسطی کے اظہار کے اور کیا کہتے۔ یہی تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو قوت عطا کرے گا پہلے حضرت لوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا کہ تم نے رسالت کو پہنچایا وہ عرض کریں گے ہاں۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی پیغام پہنچایا عرض کریں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کر خطاب ہوگا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو وہ خدا بناؤ؟ اس سوال کے جواب میں وہ برسوں مضطرب رہیں گے۔

انتہا۔ ایسے دن کی عظمت قتلِ غور ہے جس میں انبیاء علیہم السلام پر ایسے سوال کی ہیبت قائم کی جائے گی۔ پھر فرشتے آئیں گے اور ہر ایک کو پکھریں گے کہ اے فلاں مرد! اے فلاں عورت! کے لئے پیشی کے لئے مقام پیشی میں حاضر ہو۔ اس آواز سے شائے قرقر آئیں گے اور ہاتھ پاؤں میں کھلبلی پڑے گی اور عقلیں حیران ہوں گے اور بعض لوگ تنہا کریں گے کہ ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ ہمارے اہلِ بدِ حساب کے لئے پیشی نہ ہوں اور نہ ان

کا پرہ خلق کے سامنے قاض ہو۔

نور عرش کی تبلی:۔ سوال سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہو گا اور میدان حشر اس نور سے چمکنے لگے گا۔ ہر بندے کو اس وقت بھی ممکن ہو گا کہ خدا تعالیٰ بندوں کی باز پرس کے لیے متوجہ ہے اور ہر ایک بھی سمجھے گا کہ میرے سامہ نور کوئی اس کو نہیں دیکھ سکے۔ گرفت اور باز پرس صرف مجھ سے ہوگی، شاید کسی دوسرے سے نہ ہوگی۔

دورخ لائی جائے گی:۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم پہنچے گا کہ دورخ کو لے آ۔ حضرت جبریل علیہ السلام دورخ کے پاس آکر فرمائیں گے کہ اپنے مالک اور خالق کے حکم کی تعمیل کر اور حاضر حضور ہو، وہ اس وقت غیظ و غضب میں ہوگی۔ آواز سنتے ہی حرکت میں جوش کھائے گی اور خلائق کی طرف قطع چلائے گی۔ مخلوق اس کا دور شور اور جوش سنے گی اور اس کے محافظ فرشتے مخلوق کی طرف غضب سے دیکھیں گے یعنی لہن لوگوں کو جنوں بے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی اور اس کا حکم نہ مانا ہوگا۔

پندرہ سو مند:۔ اے مسلم برادر و صہبان کر اور تصور کر کہ لوگوں کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہوگا؟ خوف کے رعب سے پھنے جاتے ہوں گے اور لوگ، ذاتوں کے بل گر پڑیں گے اور پشت پھیر کر بھاگیں گے۔ ہر قوم گھٹنے تل گری نظر آئے گی۔ بعض منہ کے بل ٹوٹ رہے کریں گے اور نافرمان لوگ اور ظالم جاہل اور خراب پکاریں گے کہ ہائے تباہ ہوئے، ہائے مر گئے اور صدیق نفسی کسی کہتے ہوں گے۔ وہ اس حال میں ہوں گے کہ دورخ دوسری چچ مارے گی، اس وقت لوگوں کا خوف دگنا ہو جائے گا اور قوی ست ہو جائیں گے اور جاہلیں گے کہ ہم گرفتار ہوں گے۔ پھر تیسری چچکا مارے گی تو لوگ منہ کے بل گر پڑیں گے اور آنکھیں لوہے کو کھولیں گے لیکن جیہی نگاہ سے لوہہ دیکھتے ہوں گے۔ اس وقت ظالموں کے دل غم کے مارے گلے میں آجائیں گے اور عقلمن سعیدوں اور بد بختوں کی سب کی جاتی رہیں گی۔

رسل کرام علیہم السلام سے سوال:۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ رسل کرام علیہم السلام کی طرف متوجہ ہو کر سوال فرمائے گا کہ ماخذا اجنبتم جب تمام لوگ انبیاء علیہم السلام پر سوال کا رعب دیکھیں گے تو انکاموں پر خوف ہے اتنا ہو گا اور پاپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر منکوحہ سے بھائیں گے اور ہر ایک کو اپنی ٹھکر ہوگی کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ پھر ایک ایک کو پکار کر اللہ تعالیٰ کے دو دو تھوڑے اور زیادہ ظاہر اور چھپے ہوئے اعمال سے پوچھے گا اور اس کے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء سے باز پرس فرمائے گا۔

حدیث شریف:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ ہر کو آفتاب کے درمیان کو بدل نہ ہو، تم اس کو دیکھنے میں کچھ خلاف کرتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا

کہ اگر چودھریں رات کے چاند میں کوئی ہلکا سا نل نہ ہو تو تم اس کے دیکھنے میں شک کرتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ خدا تعالیٰ کے دیکھنے میں بھی کوئی شک اور ہلکا نہ کرے۔

بندہ گلن خدا سے سوالات :- اللہ تعالیٰ بندے کو ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تیرے لوہے اکرام میں کیا تھا؟ تجھے سروار میں بنایا تھا؟ تیرا جوڑا میں دیا تھا؟ کھوٹے 'لوٹتے تیرے نعل میں کیسے تھے؟ تجھے دیکھ میں بنایا تھا؟ بندہ کے گا کہ یہ سب نعمتیں دی تھیں۔ پھر فرمائے گا کہ کیا تجھے گلن نہ تھا کہ مجھ سے ملنا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں۔ فرمائے گا کہ ہم بھی تجھے بھول جاتے ہیں، جیسا تو ہمیں بھول گیا۔

انجیل :- اے مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونوں ہاتھ پکڑیں گے اور تو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھ سے پلٹنا سوال فرمائے گا کہ میں نے تجھے جوئی کی نعمت میں دی تھی؟ یا کس میں اسے کھویا اور تجھے زندگی سے سلت میں دی تھی؟ کون سی چیز میں ڈوبا، مل میں جو میں نے تجھے دیا؟ اس کو تو نے کھل سے حاصل کیا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ علم کی دولت جو تجھے دی تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا؟ غور کر کہ جب اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے انعام اور احسان اور تیری نافرمانیوں اور برائیوں ایک ایک شمار فرمائے گا تو تجھے کیسی شرم و حیا آئے گی اور اگر تو انکار بھی کرے تو کچھ نہ بنے گا۔

بندے کی گفتگو :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے فس کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہستا ہوں؟ ہم نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے کا خطاب اپنے پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یوں عرض کرے گا کہ اسی تو نے علم سے مجھے پناہ دی ہے۔ حکم ہوگا کہ ہل علم نہ ہوگا۔ وہ عرض کرے گا کہ میں جب قائل ہوں گا: جب کوئی گناہ بھی میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کئی ہنسک البوم علیک حسیا (بہی اسرائیل 14) ترجمہ کنز الایمان: پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کر لے کو بہت ہے۔ اور کرنا "کاتین گواہی کو کافی ہیں۔ پھر بندے کے منہ پر مرگادی جائے گی اور اس کے اعضا کو بولنے کو حکم ہوگا۔ اعضاء اس کے تمام افعال کہ سنا دیں گے۔ پھر جب اس کے منہ پر روک اٹھائی جائے گی تو اپنے اعضاء سے کہے گا کہ تم پر چلتی اور برپا ہو، میں تو تمہاری ہی طرف سے لانا تھا۔ ہم خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس بات سے کہ ہم سب کو حقوق کے سامنے ہمارے اعضاء کی گواہی سے رسوا کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اپنے سوا کسی کو اس کے مال سے مطلع نہیں کرے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی منگھو کرتے کیسے سنا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ تم میں ایک شخص کا اپنے پروردگار سے اتنا قرب ہو گا کہ وہ اپنا شانہ اس پر رکھے گا اور پہنچے گا کہ تو نے فلاں فلاں قصور کیا۔ وہ عرض کرے گا ہاں! میں نے کیا۔ پھر پوچھے گا کہ تو نے فلاں فلاں خطا کی وہ عرض کرے گا ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے ان خطاؤں کو دنیا میں پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ آج ان کو تیری خاطر بخش دیتا ہوں۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مومن کا عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپا دے گا۔

فائدہ :- اس حدیث کا مصداق ایسا شخص ہو گا جو لوگوں کے عیب چھپائے۔ اگر وہ اس کے حق میں گئی کریں تو اس تقصیر کی برداشت کرے اور اپنی زبان کو ان کی برائیاں کے ذکر میں نہ بلائے نہ ان کے پس پشت ایسی بات کہے کہ وہ سنیں تو برا مانیں تو اس طرح کا شخص اس بات کے شلیان ہے کہ قیامت کے دن اسی طرح کا بدلہ پائے۔ اگر فرض کیا جائے کہ اس نے کسی دوسرے کی پردہ پوشی بھی کی ہو تو تیسرے کان میں تو پکار ماضی کی بڑ بکی ہے۔ تجھے تو دوسری خوف گناہوں کی سزا میں کافی ہے اس لیے کہ جسے ہاتھ کے بل پکڑ کر آگے کو کھینچیں گے۔ اس وقت دل دھڑکتا ہو گا، محل اڑی ہوگی ہوگی، شانے قمراتے ہوں گے، ہاتھ پاؤں میں رعش ہوگی، رنگ بدلا ہوا ہو گا اور شدت خوف سے تمام عالم سیاہ محسوس ہو گا اور تو لوگوں کی گردنیں پھٹنا اور صفیں چیرنا چلا جاتا ہو گا اور کوئی گھوڑے کی طرح تجھے لیے جاتے ہوں گے۔ ساری مخلوق حیرتی طرف دیکھتی ہوگی تو اپنے نفس کو اس صورت و جہیت میں فرض کر لے اور خیال کر کہ فرشتوں کے قبضے میں اسی محل میں گرفتار چلا جاتا ہو گا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے عرش کے سامنے لے جا کر تجھے اپنے ہاتھوں سے ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ تجھے اپنے کلام عظمت والے سے پکارے گا کہ اے آدم کے بیٹے مجھ سے قریب ہو تو دل عقلمیں اور خائف اور شکستہ اور نگاہ نیچی اور ذلیل ہو کر قریب ہو جائے گا اور میرے ہاتھ میں تیرا بند اچھل جس میں لوٹی سے اعلیٰ تک سب خطائیں لکھیں ہوں گی، وہاں جاتے گا تو بہت سی برائیاں بھول گیا ہو گا، اس کو دیکھ کر یاد کرے گا اور بہت سی طاقتوں کی آفتوں سے تو غافل ہو گا۔ ان کی برائیاں تھہر کر عمل جائیں گی اس وقت کتنا غفلت اور بزدلی پیش ہوگی اور کتنی عاجزی اور زبان کی بندش عارضی ہوگی، پھر مظلوم تو کون سے پاؤں سے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا اور کون سی زبان سے جواب دے گا اور کون سے دل سے جو کہے گا، اس کو کہیے گا۔ پھر یہ سوچ کر جب خدا تعالیٰ اپنے دو ہر سب گناہوں کو یاد دلائے گا تو کتنی بڑی غفلت ہوگی یعنی جب ذلیلے گا کہ اے میرے بندے تو مجھ سے حیاء نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق سے حیاء نہ کی، ان کے لیے اچھا کام حکم کھلا کیا، کیا میں میرے نزدیک اپنے بندوں کی یہ نسبت بھی کمتر تھا کہ تو نے میرے دینے کو اپنی طرف پٹا جانا اور کوئی پروا نہ کی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا، کیا میں نے تجھے انعام میں کیا تھا تو کس چیز سے تجھے میرے بارے میں منافقت ہوئی؟ کیا تو نے یہ جانا کہ میں تجھے تھیں دیکھتا تھا یا تو مجھ سے تہ لے لے؟

فائدہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر کسی نے خدا تعالیٰ اس طرح سولی کرے گا کہ اس

کے نور تھمارے درمیان تو کوئی خلیف ہوگا نہ کوئی بیچ میں جان کرتے والا۔

حدیث :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر کوئی خدا تعالیٰ کے سامنے یوں کھڑا ہوگا کہ اس کے نور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا کہ کیا میں نے تیرے اوپر انعام نہیں کیا تھا؟ کیا تجھے میں نے مل نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں۔ پھر پوچھے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا بھیجا تھا۔ وہ شخص اپنی ذاتی طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو آگ ہی نظر پڑے گی۔ چاہیے کہ ہر کوئی تم میں سے اس آگ سے اگرچہ نصف مجبور ہی حدود دے کر نجات پائے۔ اگر یہ بھی تو کلمہ طیبہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک خدا تعالیٰ کے سامنے یوں اکیلا ہو گا جیسے چودھویں رات کے چاند کے سامنے تنہا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم مجھ پر تجھ کو کس چیز نے فریب دیا۔ اے ابن آدم تو نے جو کچھ علم پڑھا اس پر عمل کیا۔ اے ابن آدم تو نے تعظیموں کو کیا جواب دیا؟ اے ابن آدم کیا میں تیری آنکھ کو نہیں دیکھتا تھا؟ جب تو اسی سے وہ چیز دیکھتا کہ تجھے جائز نہ تھا۔ کیا میں تیرے کانوں کو نہیں دیکھتا تھا جب تو ان سے ناجائز باتیں سنتا تھا۔ اسی طرح فرماتا جائے گا یہاں تک کہ تمام اعضاء کو شمار کرائے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعدے کے پاؤں خدا تعالیٰ کے سامنے نہ ملیں گے۔ جب تک کہ اس سے چار باتوں کا سوال نہ ہو۔ (1) عمر کا حال کہ جس چیز میں گزاری۔ (2) علم کا حال کہ اس سے کیا عمل کیا۔ (3) جسم کا حال کہ کس چیز میں اس کو جھٹا رکھا۔ (4) مال کا حال کہ کمال سے حاصل کیا اور کس چیز میں خرچ کیا۔

تلقین غزلی قدس سرہ :- اے بندہ مسکین! ہر وقت کشتی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اہمیشہ ہوگا وہ دو مال سے خالی نہیں یا تو تجھ سے یہ کہا جائے گا کہ ہم نے تیری فضا پر دیتا میں پردہ پوشی کی تو آج بھی بخش دیتے ہیں۔ اس صورت میں تو تو نہایت خوش و خرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا شک کریں گے یا یہ قرشتوں کو حکم کیا جائے گا کہ اس بندے کو چکڑا نور گلے میں طوق ڈالو پھر دونوں میں داخل کرو۔ اس صورت میں اگر سب آسمان و زمین تیرے مال پر دوئیں تو لائق ہے کہ تیری مصیبت بڑی اور حسرت نہایت سخت ہوگی۔ اس امر پر کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت میں تو نے قصور کیا اور کتنی دنیا کی وجہ سے جو ساتھ بھی نہ رہی آخرت میں یہ گل کھلا۔

میزان عمل کا منظر :- میزان عمل میں فکر کرنے میں غفلت نہ کرنی چاہیے اور نہ نامہ ہائے عمل کے واہنے یا نہیں اڑنے میں غور سے بہے خبر رہنا چاہیے اس لیے کہ سوال کے بعد لوگ تین گروہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ ہوں گے کہ ان کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی۔ ان کے لیے ایک سیاہ گردن دونوں سے نکلے گی اور جیسے پردہ دلہ چن لیتا ہے۔ اس طرح وہ ان کو اٹھا کر دونوں میں داخل دے گی پھر دونوں ان کو نگل جائے گی اور ان پر بد بختی کی ندا ہو جائے گی جس کے بعد یہی سہولت نہ ہوگی۔

وہ لوگ ہوں گے کہ ان کی کوئی برائی نہ ہوگی تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جو لوگ ہر عمل میں خدا تعالیٰ کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہوں۔ اسی آواز کو سن کر وہ اُٹھ کھڑے ہوں گے اور جنت میں پہلے جائیں گے۔ پھر یہی معاملہ تنبیہ گزراؤں کے ساتھ کیا جائے گا۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ جن کو خدا تعالیٰ کی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور ان پر حکم سعادت کا پکارا جائے گا جس کے بعد بد بختی نہ ہوگی۔

وہ لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے نیک و بد عمل کیا انہیں بلایا جائے گا۔ ان کے اہل خفیہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ نہ ہوں گے کہ ان کی نیکیاں زیادہ ہیں یا برائیاں مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ ان لوگوں کو بھی صل بنا دے تاکہ سعادت کرنے کے وقت اس کا فضل اور سزا کرنے کے وقت اس کا عدل ظاہر ہو۔ اسی لیے وہ نامہ اہل جن میں نیکیاں اور برائیاں ہوں گی، اڑائے جائیں گے اور ترازو کھڑی کی جائے گی اور تمام لوگ نامہ اہل کو دیکھتے ہوں گے کہ دیکھتے داپنے ہاتھ میں پڑتا ہے یا ہاتھیں میں پھر ترازو کے کانٹے کی جانب کو دیکھیں گے کہ نیکیوں کی طرف کو اٹھتا ہے یا برائیوں کی طرف اور یہ وقت نہایت خوفناک ہوگا۔

حدیث :- حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا کہ آپ سو گئے۔ اس اثناء میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخرت کو یاد کیا اور روئیں یہاں تک کہ ان کے کانوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے۔ آپ جاگ پڑے اور پوچھا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتی کیوں ہو؟ عرض کیا کہ آخرت کی یاد سے روتی ہوں۔ قیامت کو مروا اپنے گھر والوں کو بھی یاد کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مگر تم جگہ ہیں کہ وہاں آدمی صرف اپنے نفس کو یاد کرے گا۔ جب ترازو کھڑی ہو جائے اور عمل تلخ تھیں یہاں تک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو ہلکی ہوئی یا بھاری۔ نامہ اہل کے اڑنے کے وقت حتیٰ کہ دیکھے کہ میرا نامہ داپنے ہاتھ میں آتا ہے یا ہاتھیں ایک جلی صراط پر۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن لا کر میزین کے دونوں پلڑوں کے بیچ میں کھڑا کر دیں گے اور اس پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا۔ اگر اس کا پلہ بھاری ہو تو فرشتہ مذکور ایسی آواز پکارے گا کہ تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا بد بخت ہوا کہ کبھی سعید نہ ہوگا اور نیکی کے پلڑے جکے ہوئے کی صورت میں دوزخ کے فرشتہ لوہے کے گرز ہاتھ میں لے کر اور آگ کے کپڑے پہنے ہوئے دوزخ کے حصے کے لوگوں کو پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز خدائے تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو پکارے گا اور فرمائے گا کہ اے آدم کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ میں جائے والے ہیں ان کو دوزخ میں بھیج۔ وہ پوچھیں گے کہ اے اللہ وہ کہتے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ قربائے گا کہ ہزار سے نو سو نچوڑے جب صحابہ نے یہ سنا تو نہایت غمگین ہوئے۔ یہاں تک کہ کبھی نہیں ظاہر نہ کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ عمل دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرنا

اور خوش ہو، اس لیے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، تمہارے ساتھ میں دو مخلوق دیئے ہیں کہ کبھی کسی کے قاتل ہوتے ہیں تو ان سے بڑھ کر ہی رہے۔ میں اور جو لوگ آدم کی اولاد اور شیطان کی اولاد سے مرگئے ہیں، وہ بھی اس میں آگئے یعنی ان سے بڑھ کر ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کوئی قومیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یاجوج و ماجوج ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کو سن کر صحابہ خوش ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا، اعلیٰ کرد اور خوش ہو کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ تم لوگ قیامت میں ایسے ہو گے جیسے لونٹ کے پلو میں سیاہ داغ ہوتا ہے یا گھوڑے وغیرہ کی آنکھوں میں گھنا ہوتا ہے۔

**حقوق العباد کی ادائیگی:-** یہ تو معلوم ہو چکا کہ قیامت میں ہر ایک کو اندیشہ اور کہ وزن کے ترازو کا میلان کس طرف ہوتا ہے اور اگر وزن بھاری ہو گیا تو چین و آرام میں ہو گا اور اگر ہلکا ہوا تو جلتی آگ میں گیا۔ معلوم ہونے کے بعد کہ حساب اور ترازو کے خوف سے اسے نجات ہوگی جو دنیا میں اپنے نفس کا حساب کرے اور میزا شریعت میں اس کے اعلیٰ و اقول اور آخرت تولے۔

**حدیث:-** حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نفس کا حساب لو۔ پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعلیٰ کو، پہلے اس سے کہ تم تولے جاؤ۔

**قائدہ:-** نفس سے حساب لینا یہ ہے کہ موت سے پہلے ہر ایک گناہ سے توبہ کر لے اور جو قصور اللہ تعالیٰ کے فرائض میں ہوا ہو، اس کا تدارک کرے اور حقوق والوں کے تمام حقوق لو، کرے اور جس کی ہنگ زبان اور ہاتھ کی ہو یا جہل سے بدگمان ہوا ہو، اس سے معاف کرائے اور لوگوں کے دل خوش کرے یہاں تک کہ مرے تو کوئی حق اور کوئی فرض اس کے ذمہ نہ رہے تو ایسا شخص بے حساب جنت میں داخل ہو گا۔ اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مرے گا تو حق وار قیامت میں ہنس کو کھیر لیں گے۔ کوئی ہاتھ پکڑے گا، کوئی ماتھے کے بل نوچے گا، کوئی گریبان پکڑ کر کے گا کہ تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ کوئی کے گا تو نے مجھے کھلی دی، کوئی کے گا کہ تو نے میرے ساتھ مذاق کیا۔ کوئی کے گا کہ تو نے میری حیثیت کی۔ کوئی کے گا کہ تو میرا ہمسایہ تھا، مجھے ایذا دی۔ کوئی کے گا تو نے مجھ سے معاملات میں دھوکہ کیا۔ کوئی کے گا تو نے خرید و فروخت میں مجھے لوٹا اور اپنی چیز کا عیب چھپائے رکھا۔ کوئی کے گا کہ تو نے اپنے اسباب کی قیمت تھلائے میں سمجھوتہ کیا۔ کوئی کے گا کہ تو نے مجھے ضرورت مند دیکھا اور تو بلا جودیکہ غنی تھا مگر مجھے کھانا نہ کھلایا۔ کوئی کے گا کہ تو نے مجھے مظلوم پایا۔ اگرچہ تو ظلم دور کرنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظلم سے دور کر دیا اور میری ضد نہ کی۔ جس وقت تیرا حل یہ ہو گا کہ حقدار تیرے بدن میں ناخن گاڑ دیں گے اور تیرا گریبان ہاتھ سے مضبوط پکڑا ہوا ہو گا اور تو ان کی کثرت سے پریشان ہو گا یہاں تک کہ اپنی عمر میں جس سے تو نے صرف ایک درہم کا معاملہ کیا ہو گا یا کسی مجلس میں کسی کے پاس بیٹھا ہو گا اور اس کا حق تیرے لوہر رہ گیا ہو گا، غیبت کی وجہ سے یا خیانت



کے سبب سے یا اس کو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے سبب وہ سب تیرے اور گرد ہوں گے اور تو ان کے معاملات میں ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کی طرف اس توقع سے اٹھائے گا کہ وہ ہی ان کے ہاتھ سے چھڑا دے تو اسی محل میں تیرے کان میں آواز آئی گی البوم نجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم (المومن 17) ترجمہ کنزالایمان: آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پاسے گی آج کسی پر زیادتی نہیں۔ اس وقت تیرا دل ہیبت کی وجہ سے نکل پڑے گا اور تجھے اپنی جہتی کا یقین ہو جائے گا اور وہ قول یاد کرے گا جس سے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تجھے ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا ولا نحسن اللہ غافلًا عما یعمل الظالمون انما یوخرهم لیوم

نشانخص وہ ابصار ○ مہطعین معنہی رؤسہم لا یبرند البہم طرفہم وافندہم ہوا (ابراہیم 42، 43) ترجمہ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جانو نا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لئے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں بے تماشہ روڑے نکلیں گے اپنے سر اٹھے ہوئے کہ ان کی پلک ان کی طرف لوتی نہیں اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہوگی۔ فائدہ :- دنیا میں لوگوں کی ہنگ اور لن کے بل لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے۔ اس دن اس کی کسی حسرت ہوگی کہ جب تجھے انصاف کے لیے کھڑا کر کے خطاب ہوگا اور تو اس وقت مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا نہ کوئی حق لوہا کر سکتا ہوگا نہ کوئی مدد رکھتا ہوگا۔ پھر تیری نیکیاں جن کے لیے تو نے مشقتیں عمر بھر اٹھائی ہوں گی، لے کر حق داروں کے حقوق کے بدلے ان کو دے دی جائیں گی۔

حدیث :- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ مفلس وہ ہے جس کے پاس دلہہ، چیرہ اور اسباب نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو کھل دی ہوگی اور کسی کو قسمت نہ لگائی ہوگی اور کسی کا دل لیا ہوگا اور کسی کا خون کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اس کی تمام نیکیاں ان سب حق داروں کو الگ الگ دے دی جائیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اور اس پر حکم ختم نہ ہوا ہوگا تو حق داروں کی خطائیں لے کر اس پر رکھ دی جائیں گی، پھر روزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

پند سودمند :- اس دن اپنی مصیبت پر غور کر کہ پہلے تو دنیا میں کوئی نیکی لیا اور شیطان کے کموں کی آفت سے اجبت نہیں رہتی اور اگر بہت دنوں کے بعد ایک آدمی بچی بھی ہوگی تو اس کو حق دار روڈ کر لے لیں گے۔ اگر تو دن کو روزہ رکھے اور رات کو بیدار رہا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالباً تو یہی پاسے گا کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرا ہوگا جس میں مسلمانوں کی غیبت زبان پر جاری ہوئی نہ ہو۔ اس غیبت سے تمام نیکیاں محبت والے کے پاس چلی جائیں گی، دیگر برائیاں الگ ہیں کہ کہیں حرام کھانا ہے اور کہیں شہ کا بل چلتا ہے اور طاعات میں کوتاہی کرتا ہے تو ایسی صورت میں حقوق سے نجات کی کیا توقع ہے۔ اس دن کہ جس میں بے سبک کے یعنی منڈے چوپائے کا حق سبک والے جانور سے لیا جائے گا۔

حدیث :- ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں لڑیں مارتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب ان کے درمیان میں قیامت کے دن حکم کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجنایہ الا اعم اسنا لکم (الانعام 38) ترجمہ کنز الایمان: اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ اپنے پوں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی امتیں۔ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق اسٹے گی۔ چوپائے اور چرند پرند اور تمام چیزیں پھر اللہ تعالیٰ کا عدل یہاں تک پہنچے گا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے ملے گا۔ پھر فرمائے گا کہ مٹی ہو جا تو اسی وقت کافر کے گاک کاٹش میں مٹی ہوتی۔

پند غزالی قدس سرہ :- اے مسکین تیرے اوپر کیا گزرے گا جس دن کہ تو اپنا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی پائے گا اور بدست سی منتیں اٹھائی ہوں گی اور تو کہے گا کہ میری نیکیاں کہاں گئیں؟ کہا جائے گا کہ تیرے حق داروں کے اعمال ہاتھوں میں پٹی گئیں اور تو دیکھے گا کہ تیرا نامہ اعمال بدلوں سے پر ہے حالانکہ دنیا میں ان سے بچتے ہیں بدست تکلیفیں سہی تھیں۔ پھر بندہ پوچھے گا کہ الٰہی ان خطاؤں کا میں کبھی مرتکب نہیں ہوا تھا۔ حکم ہو گا کہ یہ برائیاں ان لوگوں کی ہیں جن کی تو نے غیبت کی اور ان کو کھلیاں دیں اور برائی پہنچائی اور خرید و فروخت اور پاس رہنے اور کلام کرنے اور بحث نصیحت اور درس اور تمام قسم کے معاملات میں زیادتی کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان زمین عرب میں بتوں کی پرستش سے تو ناامید ہوا مگر وہ تم سے ایسی چیز پر اُسی ہو گا کہ بت پرستی کی پرست کم ہوگی۔ اگرچہ باتیں حقیر ہیں مگر سب مسلک ہیں۔ پس ظلم سے بچ جتنا تم سے ہو سکے اس لیے کہ بندہ قیامت کے دن پہاڑ کے برابر ملامت لائے گا اور کہے گا کہ یہ مجھے بچاؤ گی مگر ایک دوسرا بندہ آکر کہے گا کہ الٰہی فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی لے لیا۔ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا کہ اس کی نیکیوں میں کی کدوے۔ اسی طرح حقدار آتے جائیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس نیکیوں میں کچھ نہ رہے گا۔

مثال :- جیسے چند مسافر جنگل میں اتریں اور ان کے پاس ایندھن نہ ہو اسی لیے سب اوجھر اوجھر جا کر ٹکڑیاں جمع کر کے لائیں اور فوراً آگ جلا کر جو منظور تھا وہ کریں۔ اسی طرح گناہ بھی ہیں (یعنی ساری کمائی کو ایک دم خاک سیاہ کر دیتے ہیں)۔

جب یہ قیمت اتنی انک میت وانہم مبنون نم انکم بوم القیامۃ عند ربکم نحنصمون (الزمر 30-31) ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں اتقل فرماتا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جملہ کے تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں کے ساتھ کیا وہ

معاملات بھی ساتھ جائیں گے جو دنیا میں ہمارے آپس میں ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہے شک یہ معاملات بھی جھگڑتے ہیں گے یہاں تک کہ سب حق داروں کو ان کا حق دے دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ بخدا پھر تو بڑا سخت معاملہ ہے۔ ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے جس میں ایک قدم سے بھی درگزر نہ ہو گا نہ طمانچہ اور نقد اور کلمہ سے چشم پوشی کی جائے گی یہاں تک کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بندوں کو اٹھائے گا۔ ننگے اور بے نعتہ اور مفلس یا بیماری کے بغیر۔ ہم نے عرض کیا کہ بیمار سے کیا مقصد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پاس کچھ نہ ہوگا۔ پھر ان کو ان کا پروردگار ایسی آواز سے پکارے گا کہ دور اور نزدیک والے سب برابر سنیں گے اور فرمائے گا کہ میں بادشاہ بدلہ لینے والا ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اہل جنت میں سے جنت میں جائے گا اور اس پر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو، جب تک میں اس جنتی سے عرض اس کا بدلہ نہ لے سکوں اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ میں داخل ہو سکتا ہے اس حال میں کہ کسی اہل جنت کا اس پر حق ہو۔ یہاں تک کہ اس دوزخی سے اس جنتی کا عرض نہ لے لوں حتیٰ کہ طمانچہ کا بھی۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ عرض کس طرح ہوگا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ننگے، بے نعتہ کیے مفلس جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکیوں اور بدوں سے بدلہ دلایا جائے گا۔

پسند سود مند:- اسے بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے خوف نہ کرے اور بندوں کے حقوق یعنی ان کے دل لینے اور ہنگ کرنے اور ان کے دل تک کرنے اور معاملات میں بد خلقی کرنے سے احتراز کرے اس لیے کہ جو قصود بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہوں گے تو ان کی طرف مغفرت جلد آئے گی لیکن بندوں کے حقوق جلد صحاف نہ ہوں گے اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت ہو اور اس نے زیردستی لوگوں سے چھین لیے ہوں اور پھر ان سے توبہ نہ کی اور خداوندوں سے ان کا معاف کرنا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیاں بہت کرے کہ قصاص کے دن کام آئیں اور بعض نیکیاں خاص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں چھپا کر مکمل انعام کے ساتھ کرے۔ اس طرح کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو اس پر واقفیت نہ ہو۔ اس لیے کہ شاید یہی صورت اس کی نزدیکی کی اللہ تعالیٰ سے ہو جائے اور اس وجہ سے اس لطف کا مستحق ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن محبوبوں کے لیے رکھ چھوڑا ہے تاکہ اس سے حقوق اہل جہد معاف فرمائے۔

قیامت میں ایک منظر:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ آپ اچانک ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دہنت ظاہر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے دل باپ قربان ہوں یا رسول اللہ آپ کو کس بات پر ہنس آئی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص میری امت میں سے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے۔ ایک شخص نے جواب اٹھی میں عرض کی میرا حق میرے اس

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑا فحشاء اور اس کے عوض تجھ کو غصہ ہو کر کہہ دیا۔ اے میرے بندے تجھ پر میری لعنت ہے۔ میں تجھ سے تیری عبادت قبول نہیں کرتا تو اس آرزو کے شے ہی تیرا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ فرشتے بھی تجھ پر غضبناک ہو کر کہیں گے کہ تجھ پر ہماری لعنت اور تمام مخلوق کی لعنت ہو اور اس وقت دوزخ کے فرشتے تجھ پر گر پڑیں گے۔ اپنے خالق کے غصے کے بعد تجھ کو منہ کے بل جمع میں ٹھسیں گے اور تمام لوگ تیرے منہ کی سیاہی اور غم کے ظاہر ہونے کو دیکھ رہے ہوں گے اور تو تہائی اور خرابی پکارتا ہو گا اور وہ کہتے ہوں گے کہ آج مت پکار۔ ایک ہلاک کو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو اور فرشتے پکارتے ہوں گے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فضیلتوں اور رسوائیوں کو کھول دیا اور اس کے برے اعمال کی وجہ سے اس پر لعنت کی اور ایسا بد بخت ہوا کہ کبھی نیک بخت نہ ہو گا اور کیا عجیب ہے کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے سبب سے ہو جس کو تو نے ہندوں کے خوف سے کیا ہو یا ان کے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے یا ان کے سامنے رسوائی کے خوف سے۔ دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چند بندوں کے سامنے رسوا ہونے سے دنیا قلیٰ میں احراز کرتا ہے مگر اس بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع میں نہیں ڈرتا جس اللہ تعالیٰ کے غصے کا سامنا ہو گا اور اس کا عذاب تکلیف دے گا اور دوزخ کے فرشتوں کے درمیان گرفتار ہو کر آگ کو چلا جاتا ہو گا۔

انتباہ :- یہ محل اور اعمال تیرے ہیں اور تجھ کو ابھی بڑے اندیشے کی خبر نہیں۔ وہ اندیشہ بل صراط کا ہے جو آگے مذکور ہو گا۔ (ان شاء اللہ)

پہلے صراط کا ذکر :- ان ہولناکیوں کے بعد اس آیت میں غور کیجئے یوم نحشر المتعین الی الرحمن وفداً ونسوف المجرمین الی جہنم وردا (مریم 86-85) ترجمہ کنز الایمان : جس دن ہم پر تیز گاروں کو رخصت کی طرف لے جائیں گے صحن بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف بانگیں گے پیاسے۔ اور اس آیت میں فادہوہم الی صراط الجحیم وقفوہم انہم مسؤولون (الفعت 23 تا 24) ترجمہ کنز الایمان : بانگو راہ دوزخ کی طرف اور انہیں صراط الجحیم سے پرہیزا ہے۔ یعنی لوگ بعد احوال مذکورہ بلا کے پہلے صراط کی طرف چلائے جائیں گے۔ وہ ایک پہل ہے کہ وہ دوزخ کے اوپر ہے۔ گوار سے زیادہ تیز اور بل سے زیادہ ہاریکہ۔ پس جو شخص دنیا میں راہ راست پر نہ پے گا وہ آخرت کے پہلے صراط پر پلکا ہو گا اور نجات پائے گا اور جو دنیا میں سیدھا رہنے سے عدل کرے گا اور گناہوں سے اس کی پشت جاری ہوگی وہ پہلے صراط پر پہلے قدم میں لغزش کرے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اب سوچ کہ جب پہلے صراط کو دیکھے گا اور اس کی تیزی اور ہاریکہ پر نگاہ کرے گا پھر اس کے نیچے دوزخ کی سیاہی نظر آئے گی اور آگ کی چمچ اور جہنم سے ملنے والی آگ کے دھواں میں کیسا خوف بھرے گا اور تجھ سے ہندو کہا جائے گا اس پر کو چل پڑو دیکھ تیرا محل ضعیف ہو گا اور دل مضطرب اور پاؤں ڈنگا تے اور گناہوں کے باعث پیچھے اتنی زنی ہوگی کہ تجھ پر نہ چلا جائے پہلے صراط تو علیحدہ رہا۔ پھر تیرا محل کیا ہو گا۔ جب تو اپنا پاؤں اس پر رکھے گا اور اس کی تیزی پاؤں کو معلوم ہوگی

سامعی سے دلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اس کا حق وے دے۔ اس نے عرض کیا 'خدا یا میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کرتے گا کہ اس کے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی۔ اس نے عرض کیا کہ یہ شخص میرے گناہوں میں سے اپنے اوپر لے لے۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت کی آنکھیں بھر آئیں اور 'دوے' لگے۔ پھر فرمایا کہ یہ دن بہت بڑا ہے۔ اس دن میں اس بات کے محتاج ہوں گے کہ کوئی ان کی طرف سے ان کے گناہ اپنے اوپر لے لے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اٹھا کر جنت میں دیکھ 'اس نے سر اٹھا کر عرض کیا کہ اٹھی میں نے اس کے اندر چاندنی کے بلند شہر اور سونے کے محل مہبتوں سے جڑے مملوک ہوتے ہیں ' یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق کے یا کس شہید کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'یہ اس کے ہیں جو ان کی قیمت ادا کرے۔ اس نے عرض کیا کہ ان کی قیمت کا مالک کون ہے اور کس سے دیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ ان کی قیمت تیرے پاس موجود ہے۔ عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کر۔ اس نے عرض کیا اٹھی معاف کیا۔ حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں داخل کر۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں میں خود صلح کراتا ہے۔

قائدہ :- اس حدیث میں افتاء ہے اس بات پر کہ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے یعنی آپس میں صلح کرانے اور دوسرے اخلاق اختیار کرنے سے۔

دوسری عبقرت :- تو اپنے نفس کے بارے میں فکر کر کہ اگر تیرا جملہ اعمال حقوق سے خالی ہو گا یا اللہ تعالیٰ تیرے لیے لطف فرما کر معاف فرما دے گا اور تجھ کو معلوت الہی کا یقین ہو گا تو تو فیصلہ کی جگہ سے لوٹنے کے وقت کیسا خوش ہو گا کہ تجھ کو نعت رضا حاصل ہوگی اور ایسی معلوت پر رجوع کرے گا جس کے بعد شقاوت نہ ہو اور وہ دولت پائے گا جس کو فنا نہ ہو۔ اس وقت خوشی اور سرور سے تیرا دل اڑے گا۔ چہ سفید اور تورانی اور ہمایا چمکنے لگے گا جیسے چاند چورھویں رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ مخلوق کے درمیان تو کیسے سر اٹھا کر ناز سے چلا ہو کہ وہ چاند گناہوں سے خالی ہوگی اور تازگی جسم و راحت اور رضا کی لہندک تیرے دونوں پہلو سے ظاہر رہی ہوگی اور تمام اعلیٰ پہیلی تجھ کو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال میں رشک کرتی ہوگی اور فرشتے میرے آگے اور پیچھے چلتے ہوں گے اور پکار کر جمع میں کہتے ہوں گے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کر دیا اور ایسی معلوت کو پہنچا کر جس کے بعد کبھی بدبختی نہ ہوگی۔ تیرے نزدیک یہ رتبہ اس سے بڑا نہیں جس کو تو دنیا میں لوگوں کے دلوں میں حاصل کرنا تھا اور اس کے لیے رہا اور تکلف اور دین میں سستی اور ہنڈت کرتا تھا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ مرتبہ دنیا کے مرتبہ سے ہے بلکہ دنیا کے مرتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہیں تو پھر اس مرتبے کو حاصل کرنے کے لیے اخلاص اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں نیت درست کو وسیلہ بنا کر یہ مرتبہ اخلاص اور نیکی نیت کے بغیر نہ ملے گا اور اگر معاملہ دگرگوں ہو جائے یعنی معاملہ تیرے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نکلا جس کو تو ہلکا جانتا تھا

اور دوسرا پاؤں اٹھانے کے لیے مجبور ہوگا اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہوں گے اور دوزخ کے قرشتے ان کو کاتوں اور انگڑوں سے اٹھاتے ہوں گے اور تو دیکھنا ہوگا کہ وہ سر کے نیچے اور پاؤں اوپر آگ میں پلے جاتے ہوں گے تو کیا کچھ خوف اس محل سے تجھ کو ہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے راست میں جانا ہوگا۔ پس اپنے محل کو دیکھ کر جب اس پر چلے گا اور چڑھے گا تو ہماری پینڈہ گناہوں سے وزنی ہوگی اور واسپے اور یاسین خلق آگ میں گرتی دیکھے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے کہتے ہوں 'اے نبی! بچاؤ! اے نبی! بچاؤ! اور فریاد تہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھ میں تجھ تک پہنچتی ہوگی' اس لیے کہ اکثر لوگ جو پہل سے پھسل کر گریں گے 'اولیاءِ مجاہدین' کے تو تیرا کیا حال ہوگا۔ اگر تیرا پاؤں لغزش کر گیا اور پیشانی کام نہ آئی اور تو بھی داویلا اور قریاد کرے گا اور کہنے لگا کہ میں اسی روز سیاہی سے ڈرا کرتا تھا۔ کاش زندگی میں اس روز کے واسطے کچھ کیا ہوتا۔ کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راست اختیار کیا ہوتا۔ کاش فلاں کو یار نہ بنایا ہوتا 'کاش میں مٹی ہوتا' کاش میں 'مردم ہوتا' کاش میری مل مجھ کو نہ جیتی اور اس وقت شعلے آگ کے مولا اللہ تجھ کو انچک لیں اور پکارنے والا پکارے افسوس! افسوس! ولا تعلقون پس کوئی کبیل۔ 'بجو چیتے' آہ کرنے اور سانس بھرنے اور آہ فریاد کرنے کے نہیں رہے گی۔ پس اپنی عقل کو تو کیسا دیکھتا ہے حلاوت یہ اندیشہ تیرے سامنے ہیں۔ اگر تجھ کو ان باتوں پر ایمان نہیں تو معلوم ہوا کہ طبقات جہنم میں تو بہت دنوں رہنا چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے اور ان سے غافل ہو کر تیاری میں سستی کرتا ہے تو بڑائی غافل اور سرکشی والا ہے اور ایسے ایمان سے تجھ کو کیا فائدہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رضا و نواہی پر آمونہ نہ کرے اور نہ اس کی نافرمانی چھڑا دے اور اگر بالفرض تیرے سامنے ہوئی چل صراط اور اس کے اوپر سے گزرنے کے خوف سے دل کی دہشت کے اور کوئی اندیشہ نہ ہو ناگو تو سلامت ہی گزر جائے تب بھی ہول اور دہشت اور ڈر کو اتنی ہی کافی تھا۔

**احولیت :-** حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہل صراط دوزخ کے درمیان میں دکھا جائے گا اور جو شخص کہ رسولوں میں سے اپنی امت کو لے کر اترے گا وہ میں ہوں گا اور اس روز سوائے رسولوں کے کوئی نہیں بولے گا اور سب قہقہہ مچا کر ہوں گے کہ اللہ مسلم! اللہ مسلم! اور دوزخ میں کانٹے سدا ان کے کاتوں کی شکل ہوں گے۔ ہلا تم نے سدا ان کا کانا دیکھا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا تو اسی شکل کے ہوں گے مکران کی بڑائی کی مقدار کو سوائے اللہ رب العزت کے اور کوئی نہیں جانتا اور وہ آدمیوں کو موافق ان کے اعمال کے آچھیں گے۔ پس یعنی تو اپنے اہل کے باعث ہلاک ہی ہو جائیں گے اور بعض بیخ و بیک کر دانی جیسے ہو جائیں گے 'پھر بیخ و بیک'۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پہلے سے گزریں گے اور اس پر کھڑا اور کانٹے اور آکھڑے ہوں گے کہ لوگوں کو واسپے اور یاسین لہجیں گے اور اس کے دونوں طرف فرشتے کہتے ہوں گے کہ الٹی بچا! الٹی بچا! پس بعض لوگ تو مثل بجلی کے گزریں گے اور بعض ہوا کی طرح اور بعض دوڑتے کھوڑے اور بعضے بھاگتے ہوئے جائیں گے اور بعض چال چلتے ہوئے اور بعض کھنوں

چلیں گے اور بعض سرین تھیں گے اور دھنخ کے لوگ جو اس میں رہیں گے وہ تو نہ سرین کے اور نہ جیس کے مگر جو لوگ کہ گناہوں اور خطاؤں میں پکڑے جائیں گے اور جلی کر کوئلے سیاہ ہو جائیں گے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگوں پچھلوں سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا چالیس برس آسمان کی طرف آنکھ لپے کھڑے ہوں گے اور حکم کے ہوں گے۔ اس حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایسا اندازوں کے بعد کے وقت تک بیان کیا اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ مومنین کو قسم کرے گا کہ اپنے سر اٹھاؤ وہ سر اٹھائیں گے۔ پس ان کو ان کے اہل کے موافق نور عنایت ہو گا تو جنہوں کو تو بڑے پہاڑ کے موافق کے برابر نور ملے گا اور جنہوں کو اس سے کم یہاں تک کہ آخر کو ایک شخص کو نور جس کے پاؤں کے آگوشے پر عنایت ہو گا۔ وہ بھی تو چمکنے لگے گا اور بھی گل ہو جائے گا۔ جب چمکے گا تو وہ پاؤں بڑھائے گا اور جب گل ہو گا تو تب کھڑا رہ جائے گا۔ پھر اہل سرخ کے گزرنے کو ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اس پر سے گزریں گے۔ بعض چمک مارنے کی طرح اور بعض بجلی کی طرح اور بعض بھل کی طرح اور بعض ستاروں کے ٹوٹنے کی طرح اور بعض ہوا کی مانند اور بعض گھوڑے کی دوڑ کے مانند اور بعض آدمی کے بھاگنے کی مانند یہاں تک کہ جس کے انگوٹھے کو نور ملا ہو گا وہ اپنے منہ اور دونوں ہاتھ پاؤں پر گھسٹتا چلے گا۔ ایک ہاتھ بڑھائے گا تو دوسرا اٹکا رہ جائے گا اور ایک پاؤں اٹکے کو کرے گا تو دوسرا الجھا رہے گا اور اس کے پہلوؤں کو آگ لگتی ہوگی اسی طرح سے جاتے پار ہو جائے گا۔ جب نجات ہوگی تو کھڑا ہو کر کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے نجات دی اس لیے کہ مجھ کو جب بچایا جب میں اس کا مزد دیکھ چکا۔ پھر اس شخص کو جنت کے ایک دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لے جائیں گے دہلیز نہائے گا۔

حضرت ابن ابی نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پہلی صراط کواری حیرتی کی طرح یا چھری کی دھار کی تیزی کی مثل ہے اور فرشتے مومن مردوں اور عورتوں کو پھلتے ہوں گے اور حضرت جبریل علیہ السلام میری کمرے پکڑے ہوں گے اور میں کہتا ہوں گا اٹھی بچاؤے اٹھی بچاؤے مگر لغزش کرنے والے مرد اور عورتیں اس دن بہت ہوں گے۔

فائدہ :- پہلی صراط کے احوال اور مصائب بہت ہیں ان میں بہت فکر کر۔ اس لیے کہ قیامت کے احوال سے زیادہ تر وہی شخص پہنچے گا جو دنیا میں اس کا فکر زیادہ کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک بعدے پر وہ خوف جمع نہیں فرمائے گا تو جو کوئی ان احوال سے دنیا میں ڈرے گا وہ آخرت میں ان سے مایوس رہے گا اور ہماری فرض خوف سے یہ نہیں کہ عورتوں کی طرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوگی اور آنکھوں سے دھلے۔ پھر جلدی سے بھول بھل گئے اور لو و لعب میں مشغول ہو گئے۔ یہ بات خوف میں ہرگز شامل نہیں بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈر کر رہے اس سے بھاگ

گا جس کے باعث آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا ہے اور اس کی اطاعت پر آمادہ ہو اور عورتوں کے رونے کی نسبت کر بھی زیادہ تر خوف بڑا ہو تو ان کے کہے کہ جب احوال سننے ہیں تو فوراً زبان سے پتلہ بخدا کا کلمہ نکالنا ہے۔ کوئی کہتا ہے استعجلاً باللہ کوئی کہتا ہے نعوذ باللہ اللہ کی پناہ، اہل پہلہ جو بدو اس کے ان ممکن ہوں پر اصرار رکھتے ہیں جو ان کے سبب سے ہلاک ہو گا تو ایسے مصلوں کے پتلہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہے۔ جیسے اس شخص پر چڑھا کرتے ہیں جس پر ہنگام میں کوئی درندہ حملہ کرے۔ اس کے پیچھے کوئی قلعہ مضبوط ہو تو جب وہ اس درندے کے حملے کو دور سے دیکھے تو زبان سے کہنے لگے پناہ ہے۔ اس قلعہ کی دہلی ہے۔ اس کی سخت عمارت اور مضبوط دیواروں کی طور یہ قول زبان سے کہے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتوں سے درندہ تھوڑا ہی ہٹتا جاتا ہے۔ اسی طرح آخرت کے احوال کا قلعہ بجز لا الہ الا اللہ کے اور کوئی نہیں مگر اس کا صرف زبانی کہنا کارآمد نہیں بلکہ اس کا جی ماننا ضروری ہے اور سچ جانتا اس طرح ہے کہ آدمی کا مقصود سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ ہو اور نہ کوئی معبود اس کے سوا اور جو شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو تو اس راستہ توحید سے ابھی دور ہے اور اس کا سلسلہ خود خضر پاک ہے۔ پس اگر آدمی سے یہ بھی نہ ہو سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے اور ان کی سنت کی پیروی بجالائے اور آپ کی امت کے نیک بختوں کی ولہاری کرے اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرے شاید اسی جہت آپ کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ نہ ہو تو شفاعت سے ہی نجات مل جائے۔

شفاعت کا ذکر :- جب بعض ایمانداروں کا مذہب ثابت ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے بارے میں شفاعت انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور ایسے لوگوں کی جن کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہے قبول فرمائے گا یعنی اہل ایمان مخلصوں کی شفاعت ہوگی۔ پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قربت والوں اور دوستوں اور آشناؤں کے بارے میں شفاعت کریں گے تو چاہیے کہ اس بات کا حریص ہو کہ ان لوگوں کے نزدیک مرتبہ شفاعت حاصل کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے تو شاید جس شخص کو حقیر آئے حقیر جانتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اور کسی گنہگار ہرگز چھوٹا نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب اپنی نافرمانیوں میں چھپا رکھا ہے تو شاید جس سمیت کو تو حقیر جانتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر نہ جان کر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اپنی طاعت میں پوشیدہ رکھی ہے تو شاید اسی طاعت میں اس کی رضا ہو۔ گو وہ طاعت کلمہ طیبہ بھی ہو یا ایک کلمہ ہو یا نیت درست ہو یا کوئی اور اس کے قائم مقام ہو۔

والا مکمل شفاعت

قرآن مجید :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولما سوف بعطیک ربحک فخرنی (الحق 3) ترجمہ کوئی لایا نہ ہو: اور یہ شک قریب ہے کہ تمہارا وہ نہیں اتار دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے حضرت عمر بن العاص سے مولیٰ ہے کہ حضور



نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حارب انھیں اضلن کثیرا من الناس فمن تبعی فانہ منی ومن عصافی فانک غفور الرحیم (المائدہ 118) ترجمہ کنزالایمان: اے میرے رب بے شک جنہوں نے بت لوگ بکا وسیع تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کمانہ بنا تو بے شک بخشے والا صریح ہے۔ اور قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان تعذبہم فانہم غیاد کہ ترجمہ کنزالایمان: پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا امتی! پھر روئے اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر پوچھو کہ کیوں روتے ہو؟ حضرت جبرئیل نے حاضر ہو کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کاسبب پر پھنسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غم امت سے، حالانکہ یہ سبب اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ جب حضرت جبرئیل نے جناب احدیت میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ میں تجھے تیری امت میں راضی کر دوں گا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ امور مجھے عنایت ہوئے کہ مجھ سے پہلے کسی کو عنایت نہیں ہوئے۔ (1) رب ایک مینے کے فاسلے کا۔ (2) مجھے سبکدوشی حلال کی گئیں، مجھ سے پہلے کسی کو حلال نہیں ہوئیں۔ (3) میرے لیے زمین مسجد کر دی گئی اور اس کی خاک پاک کرنے کی چیز تو جس کو میری امت میں سے نماز کا وقت آجائے تو چاہیے کہ پڑھے یعنی پاتی کے نہ ملنے سے حرج نہیں، اس لیے کہ مٹی ہر جگہ تم کے لیے موجود ہے نہ کوئی خاص جگہ نماز کی شرط ہے کہ ساری زمین سجدہ مکہ ہے۔ (4) مجھے شفاعت عطا ہوئی۔ (5) نبی خاص الہی قوم کے لیے بھیجا گیا ہے اور میں سب کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں نبیوں کا امام ہوں گا اور ان کی طرف سے منگتھ کرنے والا اور ان کی امتوں کی سفارش کرنے والا ہوں گا اور اس میں کچھ فخر نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں لولہ آدم کا سروار ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں اول ہوں، ان لوگوں کا جن سے زمین پھنے کی لور وہ نکلیں گے اور میں سب سے اول شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی۔ میرے ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا، آدم لور ان کے سوا اس کے نیچے ہوں گے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے تو میں جانتا ہوں کہ میں الہی دعا الہی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کے لیے محفوظ رکھوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہ السلام کے لیے سونے کے منبر بچائے جائیں گے اور وہ ان پر بیٹھ جائیں گے مگر نہ اسبر خلی رہے اور میں اس پر نہیں بیٹھوں گا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہوں گا، اس خوف سے کہ مہل میں جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت پیچھے رہ جائے۔ میں عرض کروں گا یا رب امتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہے ہو جو قسم داری امت کے ساتھ کروں۔ میں عرض کروں گا اے اللہ ان کا حساب جلد ہو جائے۔ پھر میں شفاعت کیے جاؤں گا یہی تک کہ جن لوگوں کو دوزخ میں بھیج دیا گیا ہو کچھ ان کے لیے برکت ہے کچھ کا لور مالک دوزخ کا دوزخ مجھ سے کہے گا

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اپنی امت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے لیے آگ کا یکہ حق نہ چھوڑا۔  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبا کہ میں قیامت کے دن دوئے زمین کے پتھروں اور ڈمیلوں سے  
بھی زیادہ لوگوں کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوشٹ آیا اور آپ کے  
سانے رکھا گیا۔ آپ کو ہاتھ کا گوشت اچھا لگا تھا۔ آپ نے اس میں سے دانت سے کٹ کر فرمایا کہ قیامت کے دن  
میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور تم کو معلوم ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انگوں اور بچھلوں کو ایک  
میدان میں جمع کرے گا اور پکارنے والے کی آواز ان کو سنائی دے گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو نظر کے سامنے رکھے گا اور  
سورج قریب ہوگا اور آدمیوں پر غم اور درد اٹے ہوگا کہ اس کی برداشت نہ کر سکیں گے۔ پھر تمام لوگ ایک دوسرے  
سے کہیں گے کہ دیکھتے نہیں کہ ہمارا کیا حال ہے۔ اسی ایسے کو کیوں تلاش نہیں کرتے جو پروردگار سے سفارش  
کرے۔ پھر آپس میں کہیں گے کہ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر  
کہیں گے کہ تم ابوا بشر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے  
فرشتوں کو سجدہ کا حکم کیا۔ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو۔ دیکھو ہمارا کیا حال ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام ان  
کو جواب دیں گے کہ آج میرا پروردگار ایسا خفا ہوا ہے کہ نہ پہلے بھی ہوا تھا نہ بعد میں ہوگا اور اس نے مجھ کو ایک  
درفت سے منع کیا تھا۔ میں نے اس کا کتنا نہ مانا، مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت  
نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ زمین کے  
پاشعہوں کے پاس آپ پہلے رسول ہو کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ فرمایا۔ ہمارے متعلق اپنے  
پروردگار سے سفارش کرو۔ دیکھو ہمارا کیا حال ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ غصہ میں ہے کہ پہلے بھی  
ایسا نہ ہوا نہ بعد کو بھی ایسا ہوگا اور میں اپنی قوم پر ایک بددعا کر چکا ہوں۔ میں اپنی ہی دعا کے بچاؤ میں ہوں۔ تم  
میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
پاس جائیں گے اور عرض کریں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور تمام لوگوں میں سے اس کے خلیل ہو اپنے  
پروردگار سے ہماری شفاعت کرو۔ دیکھتے ہو کہ تم کس حال میں ہیں۔ حضرت ابراہیم جواب دیں گے کہ میرا پروردگار  
آج غصہ میں ہے کہ پہلے بھی نہ ہوا تھا اور نہ آئندہ ہوگا اور میں نے تمیں بار بھوٹ (ظاہری) بولا تھا۔ مجھے اپنی ہی  
پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر  
کہیں گے۔ آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ کو تمام کلام اور رسالت سے نوازا گیا۔ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش  
فرمائیے۔ دیکھتے ہمارا کیا حال ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہے نہ  
پہلے ہوا تھا نہ بعد کو ایسا ہوگا اور میں نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا جس کے مار ڈالنے کا مجھے حکم نہ تھا۔ مجھے اپنی فکر  
ہے تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ تم صیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت صیٰ علیہ السلام کے پاس آکر

کہیں گے۔ آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں کہ مہم کی طرف ڈال دیتے گئے اور اللہ تعالیٰ کی روح ہیں اور آپ نے لوگوں سے جو ملے میں تمام کیلئے اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجئے اور دیکھئے کہ ہمارا کیا حل ہے۔ حضرت صلی علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا پروردگار آج ایسے فہم میں ہے نہ پہلے ہیسا ہوا نہ بعد کو ایسے ہوگا اور کوئی خطا اپنی ذکر فرمائی۔ میں اپنے ہی نفس کی فکر میں ہوں تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پس لوگ میرے پاس آویں گے اور کہیں گے کہ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول اللہ ہیں اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ معاف فرمائے۔ اپنے رب سے ہماری شفاعت فرمائیے اور ہمارے حل نامہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میں حاضر ہو کر عرش کے نیچے اپنے رب کے لیے سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ میرے لیے اپنے محلہ اور شیعہ کی خلی سے وہ چیز قبول دے گا کہ پہلے کسی کے لیے نہیں کھولی۔ پھر کہا جائے گا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا لے مانگتے تھے طے گا اور شفاعت کیجئے تمہاری شفاعت منظور ہوگی۔ پھر میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا امتی امتی یارب یعنی میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے جن لوگوں پر حلیب نہیں ان کو جنت کے واسطے دروازے سے اندر پہنچا دے اور باقی دروازوں میں تیری امت کے لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر فرمایا کہ قسم ہے اس وقت کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنت کے دو کواثروں کا فاصلہ ایسا ہے جیسے مکہ اور حیرا جتنا کہ دور ہے اور کے درمیان ہے۔

فائدہ :- ایک روایت میں میں مضمون جوں کا توں ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائیں بھی مذکور ہیں یعنی پہلے کو آب کے متعلق فرمایا کہ بڑا بلی یہ میرا پروردگار ہے۔ دوسرے کنار کے معبودوں کو فرمایا بلی فعلہ کبیر ہم ہذا یہ کام حق میں سے ان کے بڑے نے کیا ہے۔ تیسرے آپ کا فرمایا بلی سقیم میں بیمار ہوں۔ جب یہ حل ہے تو شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی امت کے علاوہ اور نیک جنت لوگ شفاعت کریں گے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے جنت میں دینے اور معز کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہوں گے۔

ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک امتی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اللہ اور شفاعت کر وہ اللہ کو اپنے خاندان اور کھرواؤں اور ایک دو شخص کے لیے اپنے محل کے موافق شفاعت کرے گا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص قیامت کے دن دوزخ والوں میں جہانکے گا۔ اس کو ایک دو ذنی پکارے گا کہ اے فلاں تو مجھے پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا کہ میں تو نہیں پہچانتا تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ دنیا میں فلاں دن تو میرے قریب سے گزرا اور ایک گھوٹ پانی پینے کو مانگا۔ میں نے تجھے پانی پلایا۔ جنتی کے گا کہ ہاں میں نے تجھے پہچانا۔ وہ کہے گا کہ تو اسی گھوٹ کے عوض اپنے رب سے میرے متعلق شفاعت کیجئے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حل کرنے کی اجازت کے کرنے کا اپنی میں نے دوزخ میں جہانک تو ایک شخص نے دوزخ

دلوں میں سے مجھے پکارا اور کہا کہ تو مجھے پہچانتا ہے تو میں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ تو نے دنیا میں مجھ سے پہلی چیز کو مانگا تھا تو میں نے تجھے پہلی پادشاہی تھی۔ اس کے بدلے تو میری شفاعت کر۔ اے اٹھی تو اس کے متعلق سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمائے گا اور حکم صادر ہوگا تو وہ دونوں سے باہر نکل آئے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ قیروں سے اٹھیں گے تو سب سے پہلے میں نکلوں گا اور جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کا خطیب یعنی ان کی طرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا ہوں گا اور جب وہ تائب ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا۔ محمد کا علم اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں تمام لولہ آدم سے اپنے رب تعالیٰ کے نزدیک گراہی تر ہوں گا اور کچھ فخر نہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں گا اور ایک لباس بستی پہنوں گا۔ پھر عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا جس مقام پر کہ مخلوق میں سے میرے سوا کوئی کھڑا نہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام بیٹے آپ کا انتظار کرتے تھے۔ آپ باہر نکلے۔ یہاں تک کہ ان کے قریب پہنچے تو سنا کہ وہ باقیں کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سنیں۔ کسی نے کہا کہ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوسرے تے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ ایک اور نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلت اللہ اور روح اللہ ہیں۔ ایک اور بولا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے تشریف لائے اور سلام کیا اور فرمایا کہ میں نے تمہاری متکبر سنی اور تمہارا تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے ظلیل بنایا اور وہ ایسے ہی ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہیں۔ اب سن لو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہونے والی ہے اور کچھ فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت کے دروازوں کے نذیر ہاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھول دے گا اور میں اندر جاؤں گا اور فقراء مومنین میرے ساتھ ہوں گے اور کچھ فخر نہیں اور میں سب انگوں اور پچھلوں سے بزرگ تر ہوں اور کچھ فخر نہیں۔

حوض کوثر :- حوض ایک بڑی عطا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ اس حدیث اس کے وصف پر مشتمل ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ دنیا میں اسکا علم اور آخرت میں اس کا واقعہ نصیب فرمائے۔ اس کی تائید یہ ہے کہ جو کوئی اس سے پیچھے تو پھر بھی ایمان نہ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ ٹینڈ ہوئے۔ پھر سر اٹھایا تو تبسم کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنستے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سورۃ اسی وقت مجھ پر اتری ہے۔ وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطینا الی الکونین (کوثر ۱) ترجمہ کنز الایمان: اللہ کے

نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ میں تک کہ تمام سورۃ ختم کر کے فرمایا کہ تم جانے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا کہ اللہ جل جلالہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نمر ہے جس کا دودھ مجھ سے میرے پروردگار نے جنت میں کیا ہے۔ اس میں برکت بہت ہے۔ وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے دن آئے گی۔ اس کے برتن اتنے ہیں جتنے آسمان کے ستارے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کی سیر کرتا تھا۔ اچانک میں ایک نمر پر پہنچا کہ جس کے دو طرفہ تھے موتیوں بچ میں سے غل تھے۔ میں نے پوچھا کہ چراگل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ کوثر ہے۔ جو آپ کو آپ کے رب تعالیٰ نے مرحمت کیا ہے۔ پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ مارا تو اس کی مٹی ٹھک لڑخ رہی۔

دو دلوئی فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونوں طرف سے پتھری زمین میں اس کا اتنا فاصلہ ہے جتنا مدینہ منورہ اور صفائے یمن ہے یا جتنا مدینہ مکرمہ اور عمان شام کے شہر میں ہے۔

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ جب سورت لانا امیناں کی اتری تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نمر ہے جنت میں جس کے کنارے سونے کے ہیں اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور ٹھک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ موتی اور موتی کی پتھریوں پر ہوتا ہے۔

ثوبان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض عدن سے لے کر عمان مشائے شام کے شہر تک اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔ جو شخص اس میں سے ایک گھونٹ پیئے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ لوگوں میں سے اس پر سب سے پہلے خرقاء مجاہدین آئیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جن کے سر کے بل اچھے ہوئے اور کپڑے میلے ہیں۔ جو چہن کرنے والیوں سے نکاح نہیں کرتے اور بن کے ڈیڑھیوں کے دروازے نہیں کھولتے جاتے۔ اس حدیث کو سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے فاطمہ بنت عبدالملک دولت والی باز پرورد سے نکاح کیا ہے اور میرے دروازے ڈیڑھیوں کے بھی مفتوح ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔ میں سر میں تل نہ ڈالوں گا تاکہ بل اچھے جاتیں اور نہ کپڑے دھلاؤں گا تاکہ میلے رہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے شمار سے زیادہ ہیں جبکہ رشتہ اندھیری لور آسمان گرد و غبار

سے صاف ہو۔ جو کوئی اس میں سے پیچے گا آخر تک پیاسا نہ ہوگا اور اس میں دو پرٹالے جنت میں سے گزرتے ہیں اور اس کا عرض طول کے برابر ہے اور وہ اتنا ہے جتنا فاصلہ عمان اور المد کے درمیان ہے اور اس کا پانی مددہ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔

حضرت سمو فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لیے ایک حوض ہے اور انبیاء آپس میں ٹکڑ کریں گے کہ کس کے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان سب سے میرے حوض پر زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔

فائدہ :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توقع اس لیے ہے کہ ہر بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والے سے ہو اور اس سے احتراز کرے کہ برائے مغلط تمنا کرے اور جانے کہ میں توقع کرتا ہوں اس لیے کہ توقع خیر کی اس شخص کو ہوتی ہے جو زمین میں بیج ڈالے اور اسے صاف کرے اور پانی دے۔ پھر بیج کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع کرنے کہ وہ اگے گا اور کائے کے وقت تک اقلت سے محفوظ رکھے گا مگر جو شخص نہ زمین پر بل چلائے نہ بیج ڈالے نہ اس کو صاف کرے نہ پانی دے۔ پھر امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دانہ بجائے گا اور سیدہ لگے گا تو یہ شخص توقع و لا نہیں بلکہ مغلط و لا اور غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

اکثر لوگوں کی توقع کا یہی حل ہے وہ اعتدال کی طرح مغلط میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس غفلت اور مغلط سے بچنا چاہتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر مغلط ہو جانا دنیا کے بارے میں مغلط کھانے کی یہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا نغرنکم الحبوة الدنيا ولا یغرنکم بالآلہ الغرور (فاطر 5) ترجمہ کنزالایمان: تو ہرگز تمہیں دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اس کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی

دو قح اور اس کے احوال :- اے لوگو! تم دنیا فانی قریب الزوال کے وحدوں پر مغلط کھا کر اپنے نفس سے غافل ہو تو ایسی چیز میں فکر کرنا چھوڑ جس سے کوئی کرہاؤ کے اور اس چیز میں فکر کرو جس میں وارد ہو کے یعنی تم کو اطلاع مل چکی ہے کہ آتش جسم سب کے اترنے کی جگہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وان منکم الا واردها کان علی ریسک حذرا مفضیبا ثم لنجی الذین انقوا ونذر الظالمین فیہا جشیما (مریم 71-72) ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دونوں پر نہ ہو تمہارے رب کے دہر پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے پھر تم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے تمہنوں کے بل کرے

اس آیت سے اتنا تو یقیناً ثابت ہے اور تعلیم میں شک ہے۔ اب اپنے دل میں اس اترنے کی جگہ کا ہول سوچو کہ شاید اس سے بچ جاؤ۔ بچنے کے لیے مستعد ہو جاؤ اور لوگوں کے حال میں غور و فکر کرو کہ قیامت کے مصیبت سے ان پر گزر ہوگا وہ تو گزر ہی چکا ہوگا ابھی اس کی سختی اور احوال میں گرفتار ہوئے پتھر ہوں گے کہ اس کی حقیقت حل اور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منظوری معلوم ہو۔

یاد رہے کہ مجرموں کو قید حیراں پہ در پہ آکر تھیریں گی اور ان پر آتش شعلہ انگیر چھا جائے گی۔ آواز اور جھنڈا سٹ ان کے کان میں پڑے گی۔ وہ شدت غضب کی دلیل ہوگی۔ اس وقت میں مجرموں کو اپنی ہلاکی کا یقین ہو جائے گا اور سب لوگ کھٹنے کے بل کر جائیں گے اور جو لوگ برے ہوں گے ان کو اپنے برے انجیل سے خوف ہوگا اور دوزخ کے فرشتوں میں سے ایک پکارنے والا یوں کہتا ہوا نکلے گا کہ کھل ہے فلاں بن فلاں جس کا نفس دنیا میں طویل اہل کے باعث لیت و فعل کیا کرتا تھا اور برے کام میں اپنی عمر تلف کیا کرتا تھا۔ پس اس پر لوہے کے گردلے کر ہیں ڈالیں گے اور بڑی بڑی دھمکیاں دیں گے اور سخت عذاب میں کھینچیں گے اور اونڈھے منہ دوزخ کے گڑھے میں ڈال دیں گے اور کہیں گے 'لے مزہ چکھ تو تو عزت والا اور بزرگی والا ہے۔ اس گھر میں وہ جس کے کنارے ٹھک اور راہ ہدایت اور ملک ہے۔ اس میں ہمیشہ رہتا ہے اور یہ ہمیشہ آتش خانہ بنا رہتا ہے۔ اس کے قیدیوں کے پینے کی چیز کھولنا پانی ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ آگ کے فرشتے ان کو گرد مارتے ہیں اور آگ ان کو سہتی ہے۔ ان کی تنہا اس میں مرنے کی ہے مگر اس سے حجت کھل۔ ان کے پاؤں ماتھے کے پاؤں سے ہڈیوں کے ہڈیوں کے گڑھے میں گمناؤں کی تاریکی سے منہ سیاہ ہوں گے۔ ہر طرف گوشے میں پکاریں گے اور چلائیں گے۔ اے مالک ہم سے جو وعدہ عذاب تھا پورا ہو چکا۔ ہم پر بیڑیاں بھاری پڑ گئیں ہمارے چڑے جل گئے۔ یہاں سے نکل دے کہ آنکھ اٹھا نہ کریں گے۔ دوزخ کا درخت جواب دے گا 'اب اسن کے دن دور ہو گئے۔ تم کو اس ذلت کے گھر سے نکالنا نصیب نہ ہوگا' اس میں پھنکارے پڑے رہو مجھ سے مستحکم نہ کرو۔ اگر تم ہاں فرض نکل بھی دیتے جاؤ گے تو تم اپنے گمناؤں سے باز نہیں آؤ گے جس چیز سے تم کو روکا گیا وہی عمل میں لاؤ گے۔ اس حکم سننے سے سانس ہوں گے اور لہجہ غلیظ کے سامنے میں جو باتیں کی ہوں گی ان پر انفسوس کریں گے مگر اب کیا ہوتا ہے۔ اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی بھائے نہ حسرت۔ درمند ہو بلکہ نہ کے بل کھوں میں طوق پڑے ہوئے دوزخ میں قید ہوں گے کہ آگ ہی لوہہ آگ ہی نیچے آگ ہی واسطے آگ ہی ہائیں ہوگی غرضیکہ آگ میں ڈوبے رہیں گے کہ کھانا ہوگا تو آگ اور چٹا ہوگا تو آگ اور گیزا ہوگا تو آگ اور بجھنا ہوگا تو آگ یعنی وہ لوگ آگ کے کپڑے اور کندھک کے کرتے پہنے گرد کھاتے ہوں گے اور بھاری بیڑیاں پڑی ہوں گی اور دوزخ کی تنگ راہوں میں آواز کرتے اور اس کے طبقت میں شکست بھرتے ہوں گے اور اطراف و جواب میں اضطراب کرتے ہوں گے۔ آگ ان کو ہانڈی کے اہل کی طرح اہلے کی اور وہ جہنم اور خرابی اور فساد و لاپرواہ کرتے ہوں گے جو نئی ہلاکت کا لہجہ منہ سے نکالیں گے تو ان کے سر کے اوپر سے کھولنا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کی آستیں اور چڑے کھیل جائیں گے اور اوپر سے گردوں کی بار ہوگی جس سے ان کے ماتھے چوم ہو کر منہ سے پیپ نکلے گی اور پیاس کے مارے بکر کے ٹکڑے ہوں گے۔ آنکھوں کے ڈھیلے رخساروں پر برہہ نکلیں گے۔ رخساروں کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ پاؤں سے گوشت اور پوست اور ہل سب جھڑ جائیں گے اور جب چڑے پک جائیں گے تو لوہ چڑے بدل دیے جائیں گے اور گوشت سے فواہ خالی ہوں گی اور جہن صرف رگوں اور جھوں میں رہ جائے گی اور آگ کی آستیں میں شوہر گر دی ہوں گی اور وہ لوگ موت کی تنہا

کریں گے مگر نہ مریں گے۔

فائدہ :- اگر تم ان لوگوں کا محل دیکھو کہ ان کے چہرے کو کتے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے ہیں اور آنکھوں سے اندھے اور زبانوں سے کوکے، بڑیاں اور چٹے ٹوٹے ہوئے، ناک، کان کٹے ہوئے، ہنڈے پٹے ہوئے، ہاتھوں کے طوق گردلوں میں پڑے ہوئے اور پیشانی کے پاؤں سے پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور آگ پر اپنے چروں سے چلتے ہیں اور لوہے کے گوکھوں اپنی آنکھ کے ذمیلوں سے پکچتے ہیں تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ تم کو نظر آئے گا کہ آگ کا شعلہ ان کے اجزاء میں دوڑ رہا ہے اور ظاہر کے اجزاء پر ساپ بچھوں لپٹے ہوئے ہیں۔ یہ تو حالات مجمل ہوں گے۔

دوزخ کے تفصیلی حالات - دوزخ کے جنگلات اور گھٹیاں

حدیث :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم میں ستر ہزار جنگل ہیں اور ہر جنگل میں ستر ہزار شیعہ اور ہر شیعہ میں ستر ہزار ساپ اور ستر ہزار بچھو ہیں۔ کافر اور منافق جب تک ان سب سے نہیں ملتا تب تک اپنے انجام کو نہیں پہنچتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وادی حزن یا چاہ سے پتہ مانگو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہے جس سے جہنم ہر دو ستر دفعہ پتہ مانگتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ریا والے قاریوں کے لیے بنایا ہے۔ یہ محل تو جہنم کی وسعت اور اس کے جنگلوں کے شیعہ حالت کا ہے اور اس کے جنگلوں کی شمار اتنی ہی ہے جتنے دنیا کے جنگل اور اس کی خواہشیں ہیں اور جہنم کے دروازوں کی شمار موافق تعداد وسات اعضاء کے ہے جن سے آدمی نکلتا کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔

دوزخ کے طبقات :- سب سے اوپر دلا جہنم ہے۔ پھر ستر، پھر لئی، پھر حطہ، پھر سیر، پھر جیم اور سب سے نیچے ہلہ ہے۔

ہلہ کا تعارف :- اس کے معنی کی کوئی حد نہیں۔ پیسے دنیا کی ایک عبادت پوری نہیں ہوتی کہ دوسری اس سے بڑی پیش آجاتی ہے، اسی طرح دوزخ کا ایک گڑھا ختم ہیں جو تاکہ دوسرا اس سے گمراہ آجاتا ہے۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ انہماک ایک دھماکہ سنا۔ فرمایا کہ تم جانئے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے کہ جہنم میں ستر برس ہوئے، چھوڑا کیا اس وقت اس کی تہ تک پہنچا۔

فائدہ :- دوزخ کے طبقات کو سمجھ کر آخرت کے معاملات میں بڑے بڑے درجے اور برائیاں ہیں۔ جس طرح لوگوں کا دنیا پر گمراہ مختلف ہے یعنی بعض تو خوب اس میں ڈوبے ہوئے کی طرح مصروف رہتے ہیں اور بعض ایک حد



معین تک اس میں ڈوبتے ہیں، اسی طرح آگ کا لگنا ان پر مشغول ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ بھر بھی علم نہیں کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوزخ میں جائے گا یہ ضروری نہیں کہ اس پر ہر قسم کا عذاب پے در پے ہو۔ وہ دوزخ میں کسی طرح سے جائے بلکہ ہر شخص پر عذاب ایک حد خاص پر ہو گا جو اس کی نافرمانی کے موافق ہو گا۔ اس پر بھی جس کو کم سے کم عذاب ہو گا، اس کا یہ حل ہو گا کہ اگر بالفرض اس کے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اپنی تکلیف کی شدت میں دے ڈالے۔

حدیث :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن آدمی پر کم تر عذاب دوزخ کا یہ ہو گا کہ اس کو دو جڑیاں آگ کی پستانی جائیں گی جس سے اس کا منتر لٹنے لگے گا تو دیکھو جس پر بڑا عذاب ہو گا، اس کی تو یہ کیفیت ہے جس پر سخت ہو گا اس کی کیا صورت ہوگی۔ اگر تم کو عذاب آتش میں یکہ شک ہو تو اپنی انگلی آگ میں ڈالو۔ اس سے قیاس اس آگ کا کرو۔

فائدہ :- تمہارا یہ قیاس دوست نہ رہے گا کیونکہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہیں مگر چونکہ دنیا میں کوئی عذاب سخت اور تیز آگ جیسا نہیں تو عذاب جہنم میں جٹلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیوں کو بجائے آتش دوزخ کے دنیا کی آگ دی جائے تو وہ دوڑ کر اپنی خوشی سے آگ میں کود پڑیں، اس لیے کہ دوزخ کی تکلیف بہت زیادہ ہے اور دنیا کی آگ اس کی بہ نسبت راحت ہے۔ اسی لیے بعض احادیث میں لیا ہے کہ دنیا کی آگ اب رحمت سے ستر ہوا دھوئی گئی یہاں تک کہ دنیا کے لوگوں کے ہم کی ہوئی بلکہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ آگ ہزار برس جمو کی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی۔ اب وہ سیاہ اندھیری ہے۔

حدیث میں ہے کہ دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی کہ اٹنی میرے ایک حصہ نے میرے بعض کو کھالیا۔ اس کی اجازت ملی کہ دو سالس لے لیا کر۔ ایک جاؤے میں، ایک گرمی میں۔ موسم گرما میں جو تم کو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے، یہ اسی کی سالس کی حرارت ہے اور جاؤے میں جو شدت کا جاؤا معلوم ہوتا ہے تو اس کی سالس کی تاثیر ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کافروں میں سب سے زیادہ غور پروردہ دولت والے شخص کو لائیں گے۔ حکم ہو گا کہ اس کو جنت میں غوطہ دیدو، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کبھی تو نے تکلیف اٹھائی؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد میں لاکھ آدمی یا زیادہ ہوں، پھر ایک آدمی دوزخیوں میں سے سالس لے تو یہ سب مر جائیں۔

فائدہ :- بعض علماء نے اس آیت نافع وجوہہم النار (المومنون 104) ترجمہ کنز الایمان: ان کے منہ پر آگ

پٹ مارے گی۔ کی تصویر میں لکھا ہے کہ آگ ان کو ایک پٹ دے گی جس سے کسی پٹی پر گوشت نہ چھوڑے گی بلکہ ایڑی پر گرا دے گی۔ پھر اس پپ کی پٹوں میں بدلو میں خود کرو دو دھبوں کے بدن سے پہلے یہی تک کہ اس میں ذوب جائیں گے اور اس کا غم صحتی ہے۔

حدیث :- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ذول جنم کے عسک کا دنیا میں ذل دیا جائے تو تمام پشندے بدلو سے مر جائیں اور یہی ضلالت ان کو پیٹے کے لیے ملے گا۔ جب پیاس سے فریاد کریں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے یسفی من ماء صدید یشجرعہ ولا یبکاد یسفیہ ویاتبہ الموت من کل مکان وما ہو بمبت (ابراہیم 17:16) ترجمہ کنزالایمان : اور اسے سب کا پانی پلایا جائے گا بمثل اس کا تھوڑا تھوڑا کھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور میرے کا نہیں۔ اور دوسری جگہ وان یسغیثوا بغناو بماء کالہل یشوی الوجوہ بنس الشراب ومات مرتفقاً (النکث 29) ترجمہ کنزالایمان : اور اگر پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد ہی ہو اس پانی سے ہے کہ چرخ دھلے ہوئے دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دے گا کیا ہی بڑا بڑا ہے۔ پھر ان کے کھاتے پر خود کرو کہ کلا مڑا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم انکم البہا الضالون السکونون کافکون من شجر من زقوم فمالون منها البطون فشاربون علیہ من الحمیم فشاربون شرب الہیم ترجمہ کنزالایمان : اور فرمایا انہا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم طلعا کمانہ رؤس الشبا طین فانہم لاکلون منها فمالون منها البطون ثم ان لهم علیہا لشوما من حمیم ثم ان مرجعہم لا لی الجحیم (الصفت 64:68) ترجمہ کنزالایمان : بے شک وہ ایک ہی چیز ہے کہ جنم کی چیز میں نکلتا ہے اس کا ٹھکانہ جیسے دیوؤں کے سر پر بڑے شک اس میں سے کھائیں گے پھر اس سے پیند پھریں گے پھر بے شک ان کے لئے اس پر کھولنے پانی کی لمونی ہے پھر ان کی بازگشت ضرور بدھتی آگ کی طرف ہے۔ اور فرمایا نصلی ناراً حامیہ نفسی من عین آبیہ (الغاشیہ 54) ترجمہ کنزالایمان : جا میں بھڑکی آگ میں نہایت جلنے جھنسنے کا پانی پائے جائیں۔ اور فرمایا ان لدینا انکالا وجعیمما وطعاما فاغصہ وعذابا البما (الزلزلہ 13:12) ترجمہ کنزالایمان : بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔

فائدہ :- ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک فظوہ رقوم کا دنیا کے سندروں میں گر پڑے تو دنیا کے لوگوں پر ان کی زندگی خراب ہو جائے۔ پس کیا حل ہوگا جن کی یہ غذا ہوگی۔

حدیث :- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس چیز کی رغبت کرو اور جس چیز سے خوف دلایا اور ڈرایا ہے اس سے ڈرو یعنی اس کے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جنم سے ڈرو کہ اگر ایک فظوہ جنت کا تیساری دنیا میں جس میں تم موجود ہو

تسمارے پاس ہو تو دنیا کو تسمارے لیے اچھا کر دے۔ اگر دوزخ کا ایک تلوہ تسمارے ساتھ اس دنیا میں جس میں تم موجود ہو تسمارے اور اس کو ملا اور برا کر دے۔

حضرت ابو دودا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ والوں پر بھوک ڈال دی جائے گی تاکہ ان پر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھاک ہو۔ پس کھانے کے لیے فریاد کریں گے تو کائنات کی غذا دی جائے گی۔ جو نہ موتا کرے اور نہ بھوک دور ہو اور پختہ کھانے کے لیے وہ فریاد کریں گے تو کھانا پانی لوہے کے آنکڑوں سے اٹھا کر ان کے قریب کیا جائے گا۔ جب ان کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو منہ جل جائیں گے اور جب وہ پانی پیٹ میں جاسے گا تو پیٹ کے اندر کے اعضاء کو تھکاتے کر دے گا۔ پھر وہ کہیں گے کہ جنم کے دروغوں کو بلاؤ! ان کو بلا کر کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ ہم کو کسی دن عذاب میں تخفیف کر دے۔ وہ کہیں گے کیا خوشبر تسمارے پاس 'خبرے نہیں لائے تھے؟ وہ کہیں گے 'لائے تو تھے۔ داروئے کہیں گے 'پاکار۔ وہ لوگ مالک کو پکار کر کہیں گے کہ خیرے رب ہم پر جو حکم کرنا تھا کر چکا۔ مالک جواب دے گا کہ تم دوزخ میں ہی رہو گے۔

فائدہ :- اعلیٰ کہتے ہیں کہ مالک سے کہنے اور اس کے جواب دینے میں 'میں نے یہ سنا ہے کہ ہزار برس کا فاصلہ ہوگا۔ پھر کہیں گے کہ اپنے رب کو پکارو! اس سے بہتر اور کوئی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے کہ ہم پر بد بخشی غالب ہوئی اور ہم گمراہ تھے۔ الہی ہم کو اس بلا سے نکل۔ اگر پھر ہم ایسا کریں گے تو ظالم ہوں گے۔ جب اسی سے ان کو جواب ملے گا کہ اخذوا فیہا ولا تکلکون (المؤمنون 102) ترجمہ کنزالایمان: دھکارتے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ یعنی دوزخ میں ہی پھنکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔ جواب سن کر ہر خیر سے ناامید ہوں گے اور چیخا چلاتا اور حسرت اور ہلاکت کے الفاظ بولنا شروع کر دیں گے۔

حدیث :- حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت و سقی من ماء صدید بنجر ع ولا یکاد یسقی (ابراہیم 16) ترجمہ کنزالایمان: اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ پانی کے پس کیا جائے گا تو اس سے ناک چڑھائے گا مگر جب اس کے منہ لگایا جائے گا تو منہ کو جھلس دے گا اور سر کی کھال گر پڑے گی اور جب پیپے کا تو آفتیں کٹ کر پاخانے کے مقام سے نکل پڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وسقوا حاصبیا ففطخ اعماہم (محمد 15) ترجمہ کنزالایمان: اور انہیں کھول پانی پلایا جائے گا کہ آنکھوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرے۔ اور فرمایا وان یسغیو یغاثو یسا کما یسھل یشوی الوجوہ (الکہف 29) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر پانی کے لئے فریاد کریں تو ان کی فریاد ہی ہو اس پانی سے کہ چرخ رہ ہوئے دھات کی طرح ہے۔ پس بھوک اور پیاس کے وقت یہی غذا اور پانی ہوگا۔

جنم کے ساتھ اور بچھو :- جنم کے ساتھ اور پھر بڑے قدر کے نہایت زہریلے بری صورت کے دوزخیوں پر معین ہوں گے اور ان پر ہر دیکھنے کیے جائیں گے تو وہ بھرے گئے لیے بھی تو اپنے اور کائنات سے ملت نہ دیں گے۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے بل دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کا بل قیامت کے دن گئے سناپ کی صورت میں بنادیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو نفلے سیاہ ہوں گے اور اس کے گلے میں پڑ کر اس کی دونوں ہاتھیں پکڑ کر کے گا کہ میرا تیرا بل ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر یہ آیت پڑھی ولا تحسبن الذين يبخلون بما اناهم الله من فضله هو خبیر الهم بل هو شر لهم سيعطون ما بخلوه يوم الغنمة (آل عمران) ترجمہ کنزالایمان : اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے مقترب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں سناپ سختی لونٹوں جیسے ہوں گے۔ وہ اگر ایک دفعہ کانٹیں گے تو اس کی زہر چالیں برس تک محسوس ہوگی اور اس میں بچھو استے بڑے ہوں گے جیسے پلان گئے نجران کے فیش کی لہر چالیں برس تک رہے گی اور یہ سناپ اور بچھو اس شخص پر مسلط کیے جائیں گے جس پر دنیا میں بخل اور بد خلقی اور لوگوں کی ایذا مسلط ہے اور جو ان باتوں سے دنیا میں محفوظ ہے۔ وہ ان ساتوں سے محفوظ رہے گا اس کے لئے سناپ مجسم نہ کیے جائیں گے۔

اہل جنم کے اجسام :- دوزخیوں کے جسم کی پڑائی میں فکر کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کا جسم طول اور عرض میں بڑھا دیا تاکہ اس کے باعث ان کو زیادہ عذاب اور آگ کی لپٹ اور سناپ بچھو کا کٹنا نہ ملے جبکہ ہو سکے اور سب کی تکلیف یکبارگی برابر ہوتی رہے۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کافروں کی داڑھ دوزخ میں مثل اسد پہاڑ کے ہوگی اور اس کے پہرے کی موٹی تین دن کے فاصلے کے برابر ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آکر پڑے گا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اس کے چہرہ کو ڈھانپ لے گا۔

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اپنی زبان کافر بندی خانہ میں تھیں گے اور لوگ اس کو اپنے پاؤں تلے ملیں گے اور بلا نور جسم کے بڑا ہونے کے آگ ان کو ہار ہار پھونکتی رہے گی۔ نئے نئے گوشت پوست ان پر آتے رہیں گے۔

فائدہ :- حضرت حسن اس آیت میں کلاما نصحت جلودعہم بدائنا ہم جلونا عبرنا (انشاء 56) ترجمہ کنزالایمان : جب کبھی ان کی کھالیں پکا جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آگ دوزخیوں کو ایک دن میں ستر ہزار بار کھالیا کرے گی۔ جب کھالے کی ہر کھال دیا جائے گا کہ ویسے ہی ہو

جلاؤ۔ پھر وہ فوراً جوں کے توں ہو جائیں گے۔

دوزخیوں کا رونا:- دوزخیوں کے روتے میں غور و فکر کرو کہ ان کی چنگاڑ اور جہاں اور خرابی پکارنے کو سمجھو کہ ان میں آگ میں ڈالتے وقت عذاب مسلط کیے جائیں گے۔

حدیث:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم کو اس دن اس طرح لائیں گے کہ اس کے ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے۔

حدیث:- حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں پر دوتا مسلط کیا جائے گا تو وہ اتنا رونیں گے کہ آنسو نہ رہیں گے، پھر خون رونیں گے یہاں تک کہ چروں کی دراڑیں ایسی سو جائیں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو بہنے لگیں اور جب تک ان کو رونے اور چھینے اور ولولہ اور جہی پکارنے کی اجازت رہے گی تب تک ان کو کچھ راحت ملتی رہے گی مگر پھر ان باتوں سے روک دیئے جائیں گے۔

فائدہ:- محمد بن کعب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ دوزخ والے پانچ بار دعا مانگیں گے۔ چار کا تو اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا جب پانچویں بار ہوگی تو پھر کبھی یوں نصیب نہ ہوگا۔ اول بار یہ کہیں گے رینا امننا انشئین واحببنا انشئین فاعترفنا بذنوبنا فہل الی خروج من سبیل (المومن 11) ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبار مردہ کیا اور دوبار زندہ کیا اب ہم اپنے گناہوں پر کمر ہوئے تو آگ سے نکلنے کی بھی کوئی رو ہے اللہ تعالیٰ ان کو یوں جواب دے گا فذلکم بانہ اذا دعی اللہ وجعہ کفرنم وان بشرک بہ نومون فالحکم العلی الکبیر (المومن 12) ترجمہ کنزالایمان: یہ اس پر ہوا کہ جب ایک اللہ پکارا جاتا تو تم کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرا جاتا تو تم مان لیتے تو حکم اللہ کے لئے ہے جو سب سے بلند پراد دوسری بار یہ عرض کریں گے رینا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا (اسہدہ 12) ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کے نیک کام کریں۔ اللہ جل شانہ جواب دے گا لم نکونوا افسمن من قبل مالکم من زوال (ابراہیم 44) ترجمہ کنزالایمان: ہم نہ کھانچے تھے کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا پس۔ تیسری بار کہیں گے رینا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل (فاطر 37) ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہمیں نکل کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف پہلے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جواب دے گا اولم نعمرکم ما ینذکر فبہ من نذکر وجاءکم انذنبہر فلونوا فما لفظا المین من نصبر (فاطر 37) ترجمہ کنزالایمان: اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیا تھے سمجھتا ہوتا اور ڈر سناے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا خواب چمکو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ چوتھی بار انا کریں گے رینا غلبت علینا شغفونا وکنا فوما ضالین رینا اخرجنا منها فان عدنا فان ظالمون (المومن 106) ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہم پر ہماری بد بختی غالب آئی اور ہم مگر وہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکل دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں ارشاد فرمائے

کے گا افسوس فیہا ولا نکلمون۔ اس کے بعد پھر نبیوں کے لئے یہ نکتہ درجہ کا سخت عذاب ہے۔

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں۔ حضرت زید بن اسد اس آیت سوائے علیہا اجزنا امر صبرنا مالنا من محبص (ابراہیم 21) ترجمہ کنزالایمان: ہم پھر ایک ماہ ہے چاہے بے قراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پتہ نہیں۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بے قراری کی اور پھر کما سواء علیہا الخ

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو حاضر کریں گے۔ ایسی صورت میں کہ گویا سفید میز چاہے پھر اسے جنت اور دوزخ کے درمیان فزع کیا جائے گا اور نفل جنت سے کہہ دیا جائے گا اب بیش رہتا ہے اور دوزخ والوں کو سنا دیا جائے گا ہمیشہ رہتا ہے۔ اب موت نہ آئے گی۔

قائد :- حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ ایک شخص ہزار برس بعد دوزخ سے نکلے گا۔ فرمایا کاش وہ شخص میں ہی ہوں تو کیا اچھا ہو اور کسی نے آپ کو ایک گوشے میں روئے دیکر پوچھا کہ آپ کیوں روئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھے دوزخ میں داخل دے اور کچھ پروا نہ کرے۔

خلاصہ :- خلاصہ یہ ہے کہ جہنم اہل جہنم کی تہیں یہ ہیں اور اس کے فلوں اور گھٹنوں اور حسروں کی تحصیل کی کوئی انتہاء نہیں۔ شدت عذاب کے ساتھ جو بڑی مصیبت دوزخیوں پر ہوگی یہ ہے کہ راحت جنت نہ ملنے کی حسرت اور اس کی خوشنودی کو پیٹنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہوں گے کہ یہ سب نعمتیں ہم نے چند کھولے دامنوں کے عوض دے ڈالیں یعنی ان نعمتوں کو جو کھویا تو صرف دنیا کے چند جموئے دلوں کی شمولیت کے بدلے میں ضائع کیا اور وہ بھی صاف اذکد موت نہ تھیں بلکہ کمودت آمیز تھیں اسی لیے کہیں گے ہائے افسوس ہم نے اپنے فلوں کو اپنے پردہ گہری نا فریبی کر کے کیسے ڈاک کیا اور چند پھوٹے دلوں کی تکلیف نہ اٹھائی اور اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن بھی گزر جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور چین سے اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں رہتے۔

قائد :- جب ان سے لذات آخرت جاتی رہیں اور ان کمزرات میں جٹا ہوئے اور ان کے پاس دنیا کی آسائش اور لذات سے کچھ نہ رہا تو اس سے حسرت کا کیا ٹکڑا ہے۔ پھر اگر وہ جنت کی آسائش کو مشاہدہ نہ کرے تب بھی ان کو زیادہ حسرت نہ ہوگی مگر جنت کی بجا بھی ان کے سامنے کی جائے گی۔

حدیث :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز کچھ لوگوں کو حکم ہوگا کہ جنت کی طرف لے جاؤ۔ جب وہ اس کے پاس آجائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور اس کے فلوں کو دیکھیں گے اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے لیے تیار کیں ان پر ان کی نگاہ پڑے گی تو آواز ہوگی کہ ان کو وہاں سے ہٹاؤ۔ جنت میں ان کا کوئی حصہ نہیں پس وہاں سے ایسی حسرت لے کر پھریں گے کہ ایسی آگوں پھیلوں میں کسی کو نہ ہوئی ہوگی اور عرض کریں گے اہی اگر تو ہم کو پہلے ہی دوزخ میں ڈال دیا اور یہ ہماری اپنے دستوں کے لیے جو کچھ

تو نے تیار کی ہیں، ہم کو دکھانا تو دوزخ میں، جانا آسان معلوم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے قصداً ایسا کیا ہے، اس لیے کہ جب تم دنیا میں علیحدہ ہوتے تھے تو بڑی غفراحتوں سے میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملنے تھے تو ان سے عاجزی سے ملتے تھے۔ ان کے دکھانے کو وہ باتیں کرتے جو دل سے میرے لیے نہ کرتے۔ لوگوں سے ڈرتے اور مجھ سے نہ ڈرتے۔ ان کی تعظیم کرتے اور میری تعظیم نہ کرتے۔ ان کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چھوڑتے تو آج میں تم کو عذاب دردناک چکاؤں گا اور ثواب پابندار سے محروم کروں گا۔ قاعدہ یہ احمد بن حنبلہ کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ ہم لوگ دھوپ کے اوپر سامنے کو ترجیح دیتے ہیں مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہت سے ہم 'صبح اور سورتیں فصیح اور زبانیں فصیح قیامت کے روز دوزخ کے تھوں میں فریاد کریں گی۔'

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الہی مجھ کو تیرے آفتاب کی گرمی پر مبرا نہیں، پھر دوزخ کی گرمی پر کیسے مبرا کروں گا اور تیری مریضی کی آواز پر تو مجھ کو مبرا نہیں۔ پھر تیرے عذاب کی آواز پر کیسے مبرا ہوگا۔ مجھ سے پس اسے مسکین ان ہولوں کو دیکھ اور جان کر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو مع ان کے بولوں کے پیدا کیا ہے اور اس کے لیے اہل بنائے ہیں کہ وہ نہ زیادہ ہوں، نہ کم ہوں اور یہ بات پہلے سے ہو چکی ہے اور اس سے فراغت ہوگی اور اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وانذرهم يوم الحسرة انا فضی الامر، وهم فی عقبة وهم لا یومنون (مہم 39) ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں ڈرناؤ تجھ تاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں سمجھتے۔ اس میں گو اشارہ ہے قیامت کے دن کی طرف مگر حکم قیامت کے دن نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ازل میں ہو چکا ہے۔ اس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ تجھ سے نہایت تعجب ہے کہ تو نہیں اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزوں میں مصروف ہوتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ حکم قضا تیرے حق میں ازل سے ہو چکا ہے۔

سوال :- ہمارا اتارا کہلی ہوگا؟ ٹھکانا اور مل کس چیز کی طرف ہے اور حکم قضا ہمارے بارے میں کیا ہو چکا ہے؟

جواب :- اس امر کی ایک پہچان ہے جس سے کہ ہم نو اپنے رجاؤ کا حل درست ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے احوال اور اہل پر نظر کرو، اس لیے کہ ہر شخص کو وہی میسر ہوتا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا۔ اگر تماری اہل ہو کہ سبیل خیر تیرے لیے میسر ہو، تب تو تجھ کو حشر ہو کہ تو دوزخ سے دور رہے گا اور اگر یہ اہل ہو کہ جہنم کا قصد کیا، بہت سے مواقع پیش آئیں گے اور ان کو دور کرتا رہا اور جہنم کا قصد کیا تو فوراً اس کے لوازم تجھ کو میسر ہو گئے تو جان لے کہ تجھ پر حکم دگرگوں ہو چکا ہے، اس لیے کہ ان باتوں کی دلائل انہما پر لکھی ہے جیسے سبزوکی دلائل و تنبیہ کی پر اور دھوپ کی دلائل آگ پر اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الابرار، نفی نعیم وان العجبار لفد۔ (المنظار 13:14) ترجمہ کنز الایمان: بے شک یہ کار مشور چین میں ہیں اور بے شک ہدکار مشور دوزخ

میں ہیں۔ تو اپنے نفس کو دونوں آفتوں پر پیش کرو۔ دونوں گھروں میں سے تجھے اپنا ٹھکانہ معلوم ہو جائے گا۔

جنت کا تعارف اور نعمتیں :- دوزخ کے دکھ اور مصائب کا مہل لوہر گزرا۔ اس کے بالقتل ایک اور گھر ہے۔ اب اس کی راحت اور خوشی کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو شخص ان دلائل میں سے دھرم ہوگا وہ لازماً دوسرے میں جائے گا۔ چاہیے کہ دوزخ کے احوال کو فکر کر کے تو اپنے دل میں خوف پیدا کرے اور جنت والوں کے لیے جو راحت دائمی کا وعدہ ہے، اس میں ہمت سا ٹھکر کرے و باپید کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے کا اور رہبان کی جاگ سے اسے راہ راست کی طرف کھینچ، اس کے باعث تھم کو بڑی سہولت ملے گی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہے گا۔ جنت والوں کے محل میں فکر کر، ان کے چروں پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سرسبز پانی جائے گی، نور، طاقت سبز کے میوؤں پر شاداب اور سفید فیضوں میں بیٹھے ہوں گے جن میں بھجوانے سبز بچے ہوئے اور نختوں پر نیلے گئے ہوئے ہوں گے اور وہ نیلے شراب اور شہد کی میوؤں کے کناروں پر ہوں گے۔ غلاموں اور بچوں سے بھرے ہوئے اور گوری گوری عورتوں، بڑی آنکھ والیوں سے آراستہ خوش خلق اور خوبصورتوں سے مزین ہوں گے اور وہ حوریں ایسی ہوں گی کہ یا قوت اور مدد ہوں گی اور ان کو ان جنتیوں سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ جنت کے درجوں میں خرام تازہ کریں گی اور جب ان میں سے کوئی حور تازہ فرے کرے گی تو اس کے دامنوں کو ستر ہزار لڑکے اضافیں گے اور ان پر سفید حریر کی چادریں ایسی ہوں گی کہ جن کو دیکھ کر آنکھیں دھک ہوں گی۔

موتی اور موٹے سے بڑے ہوئے تاج ان کے سر پر ہوں گے۔ آنکھوں میں سرخ ڈارے، ناز کی پتیلی عطریہ ہوں گی۔ برصا پے اور مفلسی سے بے خوف ہوں گے۔ لعل، عکلات میں پردہ نشین نیچے نگاہ والیاں ہوں گی۔ ان کے مکانات جنت کے باغات کے درمیان بنے ہوں گے۔ ان عہدوں اور عورتوں پر آپ خوروں اور ہندو میوں کا دور ہوگا اور شراب خالص اور سفید پینے والوں کو جس سے لذت ہو، اس کے پائے ان میں چلیں گے اور ان پانوں کو ان میں لڑکے خالص ہوتی جیسے ہے پھر جس کے یہ فن کی کمالی کا بدلہ ہوگا کہ چین کے ہانوں میں آم مقام میں ہانوں اور چٹھوں کے درمیان بستوں اور میوؤں کے درمیان بھی نیچے ہوئی بیٹھک میں اپنے ہاتھوں ذیل اقدار کے پاس بیٹھے اس کی صورت کریم کو دیکھتے ہوں گے اور اس لذت کی شادابی ان کے چہرے سے چمکتی ہوگی۔ نہ ان پر گرد ہوگی نہ دلت بلکہ معزز ہندو ہوں گے اور ہر طرح کے جنھوں سے پردہ نگار کی طرف سے فن کی خبر گیری ہوگی۔

فائدہ :- غرضیکہ اپنی خاطر خواہ آرزوں میں ہمیشہ رہیں گے نہ کسی کا خوف ہوگا نہ غم کریں گے اور موت کے خوف سے محفوظ رہ کر جنت میں چین کریں گے اور اس کی غذائیں کھائیں گے اور میوؤں میں سے لودھ اور شراب اور شہد ہتھیں گے۔ ان میوؤں کی ذہن ہاندی کی ہوگی اور ٹکڑیوں میں سے کی اور مٹی تک اور توخری اور سبز و حمران کا اور بادل جو اس میں سے برے گا، اس میں پانی شیریں کھڑے کیلوں پر پڑے گا اور آب خود ملیں گے تو سوچوں اور اصل اور موٹے سے بڑے ہوں گے اور ان میں شراب سرسبز جس میں سلیمان شیریں کی ملاوٹ ہوگی۔



دی جائے گی۔ پیالے ایسے ہوں گے کہ ان کے جوہر کی صفائی کے باعث شراب کی سرخی اور ملاحت ان میں سے صاف میاں ہوگی۔ ان کو کسی آدمی نے نہیں بنایا جس کی مٹوٹ میں کسی طرح کا قصور اور نقصان رہا ہو اور ایسے غلام کے ہاتھ میں ہوں گے جس کے چہرے کی چمک سورج کی چمک کے مشابہ ہو مگر سورج میں وہ صورت کی طاقت اور زلفوں کی خوبی اور آنکھوں کی طاقت کمل۔

درس عبرت :- تعجب ہے اس شخص پر کہ ایسے گھر پر ایمان رکھتا ہو اور یقین ہو کہ اس کے ہاتھ سے نہیں مرے گا اور جو اس میں جائے گا اس پر درد اور مصیبت نہ آئے گی اور نہ کوئی علوٹ اور قہر و تبدل اس کے ہاتھوں کو ہو گا تو وہ شخص ایسے دار فانی میں کیسے دل لگاتا ہے جس کے خراب کرنے کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا ہے اور اس کو زندگی دنیا کی کیسے ٹھکوار معلوم ہوتی ہے۔ بخدا اگر بالفرض جنت میں بجز سدرستی اجسام کے اور موت اور بھوک اور پیاس وغیرہ حوالت سے محفوظ رہنے کے اور کچھ نہ ہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو اس کے سبب سے چھوڑ دیا جائے اور ایسی چیز کو جس کا منقطع ہو جانا اور مقدر رہنا ضروری ہے جنت پر ترجیح نہ دی جائے اور جس صورت میں کہ جنت والے پادشاہ سب باتوں سے بے خوف اور ہر ایک خوشی سے بہرہ ور ہوں اور سب دل بھائی باتیں ان کو سیر ہوں اور ہر روز صحن عرش میں حاضر ہو کر دیر الٹی کی وہ لذت پاتے ہیں جو تمام لذات جنت سے اعلیٰ اور اشرف بلکہ اس کے سامنے ان کی کچھ اصل ہی نہیں اور بیشہ اسی آسمانوں اور اقسام آرام میں گزارتے ہوں اور ذویل سے بے خوف ہوں۔ تب تو دنیا میں دل لگانا کمال حماقت ہے۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو تم کو وہ سدرستی ہے کہ کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم کو وہ زندگی ہے کہ کبھی نہ موم کے اور تم کو وہ جوانی ہے کہ کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تم کو تو انگری ہے کہ کبھی محتاج نہ ہو گے۔ یہی اللہ کا فرمان ہے نلک احسنہ اور نتموها بما کنتم تعملون (الزخرف ۶۲) ترجمہ کنز الایمان :- یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے۔ جب تم کو جنت کی کیفیت معلوم کرنا مطلوب ہو تو قرآن مجید کو پڑھو کہ اس سے زیادہ اور کوئی بیان نہیں اور اس آیت ولعن خفاف مقام ربہ جنتن سے آخر سورۃ رحمن تک تلاوت کرو اور سورۃ واقعہ وغیرہ کو پڑھو۔ اگر یہ منظور ہو کہ احادیث سے جنت کے صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث کی کتابیں پڑھو۔

قرآنی آیات کی تفسیر نبوی :- حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ دلوں جنتیں چاندی کی ہوں گی۔ ان کے برتن اور ان کی چھڑیں سب چاندی کی ہوں گی اور وہ جنتیں مع برتن اور اپنی اندر کی چیزیں سونے کی ہوں گی اور لوگوں کو اپنے پروردگار کے دیکھنے میں بجز چادر کبریا کے اور کوئی چیز حاجی نہیں ہوگی۔ وہ چادر اس کے وجہ کہ ہم پر جنت عیان میں ہے۔

خاتمہ :- جنت کے دروازوں میں تہل کہ کہ موقع اصول طاعت کے بہت ہیں جس طرح کہ دلائل کے دروازے

مواہق اصول معاصی کے گئی ہیں۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہ اپنے پیش تہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو جوڑے خرچ کر گیا، وہ جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آنحضرت و دروازے ہیں۔ جو کوئی نمازی ہوگا، وہ باب صلوة سے نکارا جائے گا۔ جو روزہ دار ہوگا، وہ باب ریاض سے نکارا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والا ہوگا، وہ باب الصدقہ سے نکارا جائے گا اور جو نفل جملہ ہوگا، وہ باب الجملہ سے بلایا جائے گا۔ عرض کیا کیا کہ کوئی ایسا بھی ہے کہ ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جنت کے سب دروازوں سے بلائے جائیں گے اور مجھے توقع ہے کہ تو ان میں سے ہے۔

حاجم بن عمرو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دونوں کا ذکر فرمایا اور اس کے متعلق ایسی طویل تقریر کی کہ مجھے یاد نہیں اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔ وسبق الذین انفقوا رھم الی الجنة فمرا (الزمر 73) ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے رپ سے ڈرتے تھے ان کی سواہیاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی۔ اور فرمایا کہ جب یہ لوگ، اس کے کسی دروازے پر پہنچیں گے تو اس کے پاس درخت دیکھیں گے جس کی جڑ کے پاس دو چشمے ہوتے ہوں گے۔ وہ بموجب حکم اسی ان دونوں میں سے ایک کا قصد کریں گے اور اس کا پانی منسجس ہے۔ اس کے پیتے ہی پیٹ میں جو ایذا یا عانت ہوگی، وہ ختم ہو جائے گی۔ پھر دوسرے چشمے کی طرف ارادہ کریں گے، وہ اس سے نہائیں گے۔ ان پر راضی کی شلوانی ظاہر ہوگی۔ پھر بھی ان کے ہاتھوں میں فرق نہ ہو گا اور الجنا اور میلا ہو کر نہ پائیں گے۔ ہر وقت ایسے معلوم ہوں گے جیسے ان پر تیل پڑا ہوا ہے۔ پھر وہ جنت تک پہنچیں گے تو جنت کے دروازے ان سے کہے گا سلام علیکم ملینم فادخلوها خالدين (الزمر 73) ترجمہ کنز الایمان: سلام تم پر تم خوب رہے تو جنت میں جاؤ بیش رہے۔ پھر ان سے جنتی لڑکے ملیں گے اور ان کا گروہ ایسا صاف کریں گے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا میں دور سے آیا کرتا ہے اور اس کے گرد ہوا کرتی، اسے صاف کیا جاتا۔ وہ لڑکے ان سے کہیں گے کہ تجھے بشارت ہو، اس کرامت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے تیار کی ہے۔ پھر ایک لڑکا اس جنتی کی کسی حور سے کہے گا کہ فلاں شخص آیا ہے اور وہی نام لے گا جو دنیا میں اس کا تھا۔ وہ کہے گی کہ تو نے اس کو دیکھا ہے؟ لڑکا کہے گا، ہاں دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے آیا ہے۔ وہ حور خوشی کے مارے اٹھے گی اور دروازے کی دلیزیر استقبالی کے لیے کھڑی ہوگی۔ جب جنتی اپنے گھر میں داخل ہوگا تو دیکھے گا کہ چھوٹی کی جگہ سوئی ہیں اور ان پر ایک بھارت عالی شان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہے۔ پھر اپنا سر اٹھائے گا تو چست بکلی کی طرح چمکتی نظر آئے گی اور اللہ تعالیٰ نظر کو قدرت نہ دیتا تو اس کی چمک سے نظر جاتی رہتی۔ پھر اپنی نظریں کسے گا۔ پھر دیکھے گا وہ اس کی بیویاں ہیں اور دیکھے گا کہ پیالے رکھے ہوئے اور فرش نیچے ہوئے اور نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ ان پر عجمی لاکر رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہدایت کی۔ اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ فرماتا تو ہم اس جہنم نہ تھے کہ راہ راست۔ پھر ایک بھٹی بیکارے گا کہ تم توفہ نہ کرو گے کہ نبی نہ ہو گے اور عجم رہو گے کہ کبھی سفر نہ کرو گے اور

خود مست رہو گے کہ کبھی بیمار نہ ہو گے۔

حدیث :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں جنت کے دروازے کھولواؤں گا۔ وارنہ کے جانکر تم کون ہو؟ میں کہوں گا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ کہے گا کہ مجھے بھی حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔

فائدہ :- جنت کی کڑکیں میں تال کر لور ان کے درجات کی بلندی مختلف ہونے کو دیکھو کہ آخرت میں بڑے بڑے درجات اور فضیلتیں ہیں جس طرح کہ آدمیوں میں ظاہر کی طامات اور باطن کی عمدہ طاقتوں میں فرق ہوتا ہے اسی طرح جو ان کو ثواب ملے گا اس میں تفاوت ہوگا۔

فائدہ :- اگر کسی کو منظور ہو کہ مجھے سب سے اعلیٰ درجہ ملے تو چاہیے کہ اس بارے میں کوشش کرے کہ کوئی شخص اس سے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں بڑھنے نہ پائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آگے بڑھنے لور ایک دوسرے پر بڑھنے کے حرم کرنے کا حکم دیا ہے۔ سابقوا الفی مغفرۃ من ربکم (نہید 21) ترجمہ کنزالایمان: بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور فرمایا وفی ذلک قلبنا فس الممتنا فسون (المغنین 26) ترجمہ کنزالایمان: لور اسی پر چاہئے کہ لپٹائیں لپٹائے والے۔

درس عبرت :- قجب ہے کہ اگر آدمی اس پر اس کے ہمسایہ ہمسائے مل دولت یا لونچا ممکن بنائے میں بڑھ جائیں تو یہ امر اس پر شاق ہوگا لور اس سے نہایت دل شک ہوگا لور حسد کے بارے اس کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ فائدہ :- جنت میں عمدہ محل یہ ہوگا کہ بہت سے یوں ہوں گے کہ اس سے الکی لطیف باتوں میں بڑھے ہوں گے کہ جن کے سامنے تمام دنیا کی کچھ اصل نہیں۔

حدیث :- ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کڑکیں والوں کو اپنے اوپر ایسے دیکھیں گے جیسے تم ستاروں کو مشرق و مغرب کے کنارے میں جانا ہوا دیکھتے ہو لور وہ اس لیے ایسے نظر آئیں گے کہ جنت والوں میں لور ان میں مرتبے کی وجہ سے بہت فرق ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مراتب انبیاء کرام کے ہوں گے یا ان کے سوا لور ان کو ملیں گے۔ آپ نے فرمایا ہم سے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس مرتبے والے لوگ وہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے لور رسولوں کی تقدیق کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والوں کو ان کے پیچے کے لوگ ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کناروں پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔

فائدہ :- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انیس بلند درجے والے

میں سے ہیں بلکہ فضیلت میں بڑھ کر ہیں۔

حدیث ۷۰۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کی کھڑکیوں کا بیان کروں۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ پر ہمارے دل باپ قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں کھڑکیاں ہیں جو اوپر سے جن میں سے اندر کی چیز باہر لوہ باہر کی چیز اندر گھسوس ہوتی ہے اور ان میں راحت اور لذت اتنی ہے کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گزری۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کھڑکیاں کن لوگوں کو ملیں گی؟ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جو سلام پھیلائیں اور کھانا کھائیں اور بیٹھ روزہ رکھیں اور رات کو لوگوں کے سوتے وقت نماز پڑھیں۔ رات کو کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ ان باتوں کی طاقت کس کو ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے اور میں اس کا حامل بنانا ہوں جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اس کو سلام کرے یا سلام کا جواب دے تو اس نے سلام پھیلایا اور جس نے اپنے گھر اور کنبے کو اتنا کھانا کھلایا کہ ان کا بیٹ بھر گیا تو اس نے کھانا کھلایا اور جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے پھر ہر مہینہ میں تین روزے رکھے تو اس نے بیٹھ روزے رکھے اور نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے پڑھی تو اس نے رات کو نماز پڑھی کہ لوگ سوتے ہیں یعنی یسودہ نصاریٰ اور مجوسی۔

تفسیر نبوی :- کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا معنی پوچھا و مساکین طیبۃ فی جنات عدن (التوبہ 72) ترجمہ کھڑا ایمان : اور پاکیزہ مکانوں کا پہلے ہاتھوں میں۔ آپ نے فرمایا کہ مساکین سے مراد موتی کے محل ہیں۔ ہر محل میں ستر گھر محل سرخ کے ہیں اور ہر گھر میں ستر کوٹھیاں ہیں۔ ستر تخت ہیں۔ ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہیں۔ ہر فرش پر ایک حور ہر کوٹھی میں ستر و ستر خان ہیں۔ ہر دس ستر خان پر ستر جگہ کا کھانا ہے۔ ہر کوٹھی میں ستر کوٹھیاں ہیں اور ایماندار کو ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے ہم بستر ہو سکے۔

جنت کی دیوار زمین و درخت اور شہروں کا بیان :- جو لوگ اس میں رہیں گے وہ کہیں اس کی صورت دیکھ کر خوش ہوں گے اور جو لوگ اس سے محروم رہیں گے ان کو کیسی حسرت ہوگی۔ اس کے بدلے دنیا پر قناعت کی۔

احادیث مبارکہ :- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار ایک چاندی کی اور ایک سونے کی اور اس کی مٹی زمردین ہے اور گارا منک۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا محل پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سفید میدہ منک خاص ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس کو یہ منظور ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں شراب پلائے تو چاہیے کہ دنیا میں شراب نہ پئے اور جس کو یہ منظور ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں حریر پہنائے تو چاہیے کہ دنیا میں حریر پہننا ترک کرے۔ جنت کی سرس منک کے

ٹیلوں یا محکم کے پہاڑوں کے نیچے سے نکلتی ہیں اور اگر جنت کے لوگوں میں سے کسی کے پاس سب سے کتر زیور ہو اور تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جائے تو جو زیور کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں دے گا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ اگر سوار اس کے سائے میں سو برس چلے تب بھی اس کو تمام نہ کر پائے گا۔ اگر چاہو تو قرآن مجید میں پڑھ لو و نزل محدود (الواقفہ 30) ترجمہ کنزالایمان: اور ہمیشہ کے سائے میں۔

حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اعراب اور ہن کے مسائل سے نفع دیتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک اموی آیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موزی درخت کا ذکر فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ جنت میں کوئی درخت جنتی کو ایذا دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کون سا درخت ہے۔ اس نے عرض کیا کہ بیری ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فنی سدہ منقصود (الواقفہ 28) ترجمہ کنزالایمان: بے کانٹوں کی بیڑیوں میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے کانٹے کٹ دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل لگائے گا کہ ہر پھل میں سے بھرے بھرتے ہو گا اور وہ ایک دوسرے سے ملتا نہ ہوگا۔

جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم صفحہ میں ٹھہرے۔ دیکھا تو ایک شخص درخت کے نیچے سوتا ہے اور دھوپ اس پر آنے کو تھی۔ میں نے حلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونالے جا اور ان پر سایہ کرے۔ اس نے جا کر سایہ کر لیا۔ جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں جا کر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جریر اللہ تعالیٰ کے لیے تو شیخ کر۔ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں بزرگی دیتا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ قیامت میں تاریکی کیسی ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا۔ پھر ایک چھوٹی سی ککڑی اٹھائی کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے گویا مجھے معلوم نہ ہوئی تھی۔ پھر فرمایا کہ اے جریر اگر تو اس کے موافق جنت میں دھونڈے گا تو نہ ککڑی پائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر خدا کے درخت اور دوسرے پھل کھا جائیں گے؟ فرمایا کہ وہ ککڑی کے نہ ہوں گے ان کی جڑیں موتی اور سونے کی ہوں گی اور ان کے اوپر پھل ہوں گے۔

اہل جنت کے لباس اور فرش و تخت اور مسند اور ٹھیکوں کا بیان :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحلون فیہا من اساور من خضیب ولؤلؤا ولباسہم فیہا حریر (الفتح 23) ترجمہ کنزالایمان: اس میں پہنائے جائیں گے سونے کے ٹکڑے اور موتی اور دہان کی پوشاک ریشم ہے۔ اسی طرح کی آیتوں میں اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے اور حدیثوں میں بھی تفصیل آئی ہے۔

احادیث مبارکہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو



انہیں دیا گیا۔

اہل جنت کے پینے کی چیزیں :- اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات میں ذکر فرمایا ہے۔

احادیث مبارکہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تھا کہ ایک عالم یہودی آیا۔ اس نے چند سوال پوچھے۔ میں تک پوچھا کہ پل صراط پر لوگوں میں سے اول کون اترے گا؟ آپ نے فرمایا کہ فقراء ماجرین۔ یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت میں جائیں گے ان کو سختہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد ان کی کیا غذا ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جنت کا تیل جو اس کے کناروں میں کھانا پیتا ہے وہ ان کے لیے فزع ہوگا۔ اس نے پوچھا کہ ان کا پانی کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلطیل ہے اس میں سے پانی پئیں گے۔ اس نے کہا کہ آپ کج فرماتے ہیں۔ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے ابو القاسم! آپ فرماتے ہیں کہ جنت کے لوگ اس میں کھائیں پئیں گے۔ اس نے اپنے باروں سے کہا کہ اگر یہ اس امر کا اقرار کریں گے تو میں اعتراض کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنتیوں میں سے ایک ایک کو طاقت سمرودوں کے گمانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی۔ یہودی نے کہا کہ جو شخص کھائے پئے گا اس کو پانے کی ضرورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ پانے کے بدلے میں یہ ہوگا کہ ان کے چہرے سے پسینہ ٹھک کی مانند بکے گا اور پیٹ صاف ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت میں پرندے کو دیکھ کر جنتی خواہش کرے گا تو وہ اس کے سامنے فزع ہو کر بھن جائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کچھ پرندے مثل بختی لونٹ کے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ وہ خوب ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ ان سے خوب زیادہ وہ ہے جو ان کو کھائے گا اور اسے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو ان کو کھائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں بطاف علیہم بصحافہ (الخرف 71) ترجمہ کنز الایمان: ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور شلو فرماتے ہیں کہ جنت والوں پر سونے کے ستر پیالوں کا دورہ ہوگا کہ ہر ایک میں ان میں سے نئی قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مزاجہ من نسبہ (المفہم 27) ترجمہ کنز الایمان: اور اس کی ملوثی تقسیم سے ہے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ملوثی اسباب یمن کے لیے ملاتی جائے گی اور مقرب لوگ اس کو خالص بے ملوثی کے پئیں گے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہما مسک (المطہین 26) ترجمہ کنز الایمان : اس کی سرنگ پر ہے  
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سفید شربل چاندی کی مانند ہے جس سے جنت والوں کی شراب پر مر کر میں گے  
اگر کوئی شخص دنیا والوں میں اس میں اپنا ہاتھ ڈالے پھر باہر نکال لے تو کوئی جاندار باقی نہ رہے کہ اس کو خوشبو اس  
کی نہ پہنچے۔

حور و غلمان ہمیشہ :- قرآن مجید نے ان کے اوصاف بیان کیے اور احادیث میں کچھ زیادہ شرح سے وارد ہے۔  
احادیث مبارکہ :- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے  
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک بار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بتر ہے نور تم میں سے کسی کی مقدار  
تو س یا پاؤں رکھنے کی جگہ جنت میں دنیا و مافیہا سے بتر ہے اور اگر کوئی عورت جنت والی عورتوں میں سے زمین کی  
طرف آجائے تو آسمان و زمین کے درمیان روشنی ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی لوزی دنیا و  
مافیہا سے بتر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کا نہن  
الباقوت والمرجان (الرحمن 58) ترجمہ کنز الایمان : گویا وہ لعل اور یاقوت اور موتی ہیں۔ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا  
کہ ان کی صورتیں پردے میں سے آئینہ سے بھی صاف نظر آئیں گی اور ان کے زیور میں سے کوئی موتی مشرق سے  
لے کر مغرب تک روشن کر دے گا اور ان پر ستر کپڑے ایسے ہوں گے جن میں سے آدمی نظر پار ہو جائے گی یہاں  
تک کہ ان کی پنڈلیوں کا مغز ان کے اندر سے معلوم ہو سکے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شب معراج کو جنت کے اندر میں ایک جگہ میں کیا جس کو -بلذخ  
کہتے ہیں۔ اس پر موتی اور سبز جڑ اور لعل سرخ کے خیمے تھے۔ ان کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ السلام علیک یا رسول  
اللہ! میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتوں کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ عورتیں خیموں میں  
پردہ نشین ہیں۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ چنانچہ ان کو اجازت مرحمت  
فرمائی۔ پس وہ کہنے لگیں کہ ہم راضی ہیں، کبھی ناراض نہ ہوں گے اور ہم ہمیشہ دہشتہ واپس ہیں۔ کبھی سفر نہ کریں  
گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حور مقصورات فی الخیام (الرحمن 72) ترجمہ  
کنز الایمان : عورتیں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

فائدہ :- حضرت جلیلہ رحمۃ اللہ علیہ ازواج مطہروں کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ پاک سے حیض اور بول و براز اور  
تھوک اور ریشہ اور مٹی اور پچہ جتنا مرو ہے کہ وہ ان سب سے پاک ہوں گی۔  
لوزائ رحمۃ اللہ علیہ : نسی شعل فاکھون (نہین 55) ترجمہ کنز الایمان : سلاخوں میں جبین کرتے ہیں۔ کے ذکر  
میں فرماتے ہیں کہ ان کا کام ہاکہ عورتوں کی پاکارت دور کرنے کا ہو گا۔



حدیث :- کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جہنم بھی کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو ان میں سے ایک دن میں اتنی قوت ملے گی کہ تم میں سے ستر مردوں سے زیادہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے کوئی مرتبہ کا وہ شخص ہوگا کہ اس کے قبضہ میں ہزار خازن ہوں گے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سے ایک شخص پانچ سو حوروں اور چار ہزار ہاکم عورتوں اور آٹھ ہزار عرصیدہ عورتوں سے نکاح کرے گا اور ان میں سے ہر ایک سے اتنا معاش کرے گا جتنا دنیا میں زندہ رہا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے کہ جس میں خرید و فروخت کچھ نہیں، بجز مردوں اور عورتوں کی صورتوں کے، پس جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کرے گا تو اس بازار میں جائے گا وہ وہی آنکھ، الی حوروں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ وہ ایسی بلند آواز سے کہتی ہیں کہ لوگوں نے ایسی نہیں سنی۔ ہم ہمیشہ رہیں گی کہ فتانہ ہوں گی اور ہم نعمت دہی ہیں کہ محتاج نہ ہوں گی اور ہم خوش ہیں کہ کبھی غمناک نہ ہوں گی۔ ہر مرتبہ وہ شخص جو تیار ہو اور ہم اس کی ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوریں جنت میں کافی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم خواہ صورتوں لڑکیاں ہیں اور کریم مردوں کے لیے ہیں۔ ہم کو چھپا رکھا ہے۔

فائدہ :- یحییٰ بن کثیر فیروضہ یحکون میں فرماتے ہیں کہ جنت میں راگ ہوگا۔

حدیث :- ابو اسامہ باہلی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے، اس کے سر اور پاؤں کے پاس دو حوریں ہشتی ٹینڈ کر نہایت خوش آواز سے گیت سناتی ہیں جس کو انسان اور جن سنتے ہیں اور وہ گیت مزمار شیطان یعنی شعر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تقدس کا بیان ہوتا ہے۔

ہشت کیا اور کیسی ہے :- حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کوئی ہے کہ وہ جنت کی تیاری کرے۔ جنت کو کچھ خطرہ نہیں۔ بخدا وہ ایک نور تاباں اور ایک گلہزار ریاح اور محل مضبوط اور صبر جاری اور میوے کیے ہوئے اور بکھرتا اور زوجہ خوبصورت کا جمل خوشی و نعمت میں مقام ابد میں یا مقام نصرت میں مکان عالی شان محفوظ میں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہم سب اس کی تیاری کرتے والے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ پھر آپ نے جہاد کا وعدہ اور اس کی رغبت دلائی۔

حکایت :- ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ جنت میں گھوڑا بھی ہوگا۔ وہ

مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے مگھوڑا پسند ہے تو یا قوت سرخ رنگ کا مگھوڑا تجھے ملے گا اور جنت میں جہلی تو چاہے گا تجھے نیچے ہوئے دوتا پھرے گا اور ایک شخص نے پوچھا کیا جنت میں لوٹ بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا جب تو جنت میں داخل ہوگا تو جو تیرا بی چاہے گا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ہوگی وہ سب کچھ ملے گا۔

حدیث :- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے جنتی کا دل چاہے گا کہ اس کی اولاد ہو تو اس کی زوجہ کو اس کا حمل پھر وضع حمل اور بچے کی جرائی بیک وقت ہو جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جب جنت میں مقیم ہو جائیں گے تو بھائی بہنوں کے مشاق ہوں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس جائے گا اور وہ ملاقات کریں گے اور وہ باتیں بھی کریں گے۔ جیسے دنیا میں دونوں کی باتیں ہوتی تھیں۔ ایک کے گاک بھائی تجھے یاد ہے کہ فلاں روز فلاں مجلس میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بخش دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اہل الجنة جرد مرد بہیض جعاد مکھلون ابنانثت و نلشیر علی خلق ادم طولہم سنون خرا عافی عرض سبعینہ اذرع ”ہفتی ہشت میں ہاؤں کے بغیر اور بے ریش چاق چوند سرگیں آنکھوں والے تینتیس (33) سال کی عمر میں ہوں گے۔ ان کا قدس ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی سات ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے کوئی وہ ہوگا جس کے پاس اسی ہزار خدام اور بہت بیویاں ہوں گی اور اس کے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یا قوت کا ہوگا۔ اس کے گھر کے آگے ایک درخت کھڑا کیا جائے گا۔ اس کا فاصلہ جاییہ اور صفا کے درمیان ہوتا ہوگا اور اہل جنت کے سروں پر تاج ہوں گے اور ان میں سے کوئی موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے ٹائروں میں سے ایک انار مثل پشت اونٹ پان کسے ہوئے کی طرح تھا اور اس کا پرندہ مثل جتنی لونٹ کے اور اس کی ایک لونڈی کو بھی دیکھا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ تو کس کی ہے۔ اس نے گمانید بن حارث کی اور جنت میں جس چیز پر نظر پڑی وہ ایسی تھی کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا تصور ہو سکتا ہے۔

حضرت کعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لکائے۔ پھر اس کو کما کہ بول۔ جنت نے کہا قد اقلح المؤمنون (المؤمنون) ترجمہ کنز الایمان: بے شک مرگ کو پہنچے ایمان والے۔

فائدہ :- جنت کی یہ صفات ہیں جنہیں ہم نے پہلے بمطابق بیان کیا پھر مفصل۔

تقریر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ :- آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر ڈال جیسے ہیں اور ان کی خبریں ایسے پانی کی ہیں جو خراب نہیں ہوتا اور وہ خبریں بلادہ کی ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا اور وہ خبریں شہ صاف کی ہیں جن کو آدمیوں نے صاف نہیں کیا اور وہ خبریں ایسی شراب کی ہیں جو پینے والوں کو مزہ دیتی ہیں نہ بند سے جس کا سرور بھولے نہ اس سے سروں میں درد ہوا اور جنت میں وہ بار ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی ہشر کے دل میں گزری۔ اس کے لوگ نعمت والے تینتیس مل کے ایک ہی سن میں ہوں گے۔ ان کا قہر ساٹھ ہاتھ کا سر نہ لگائے ہوئے پاؤں سے صاف چرے سبزے سے خالی ہوں گے۔ عذاب سے بے خوف ہوں گے۔ جنت سے الطمینان اور اس کی خبریں یا قوت اور زہرہ کے کنکروں سے چلتی ہیں اور اس کے درخت اور شاخیں اور انگوڑ موتی کے ہیں اور پھلوں کا احوال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اس کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے پائی جاتی ہے اور جنت والوں کو جنت میں گھوڑے اور اونٹ تیز قدم اور نیز رفتار ملیں گے جن کی کانٹیاں اور پاکیں اور زمین یا قوت کی ہوں گے۔ وہ جنت میں میر کریں گے اور ان کی بیویاں حوریں ہوں گی جیسے موتی لینا ہوا یعنی نظر اور ہاتھ مالی کے صدمہ سے محفوظ اور ہر حور اپنی دونوں انگلیوں میں ستر لیاں پکڑ کر پھرنے گی اور اس کی پنڈلی کا اندر مٹی حصہ ان سب لباسوں کے اندر سے محسوس ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اخلاق کو برائی سے پاک فرمایا اور جسموں کو عورت سے نہ جنت میں ناک صاف کریں گے نہ بول و برادر کریں گے بلکہ ان کے بدلے ڈکار اور بیسٹ مثل منک کے ہوگا۔ ان کا روزق صبح و شام لے گا مگر یہ کہ رات نہ ہوگی جو صبح شام اور شام و صبح پر پاری پاری آتی رہے اور سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا اور مرتبے میں سب سے کم ہوگا اس کا محل یہ ہوگا کہ آنکھ سے سو برس کی راہ تک دیکھے گا اور اس کی سلطنت چاندی سونے کے گھلوں اور موتیوں کے خیمے اسی قدر فاصلے تک ہوگی اور اس کی آنکھ کو قدرت دی جائے گی کہ دور و نزدیک کی چیزیں برابر دیکھے۔ صبح کو بھی جنت والوں کے پاس ستر ہزار سونے کے پیالے لائے جائیں گے اور شام کو بھی اتنے ہی موجود ہوں گے اور ہر پیالے میں جدا کھانا ہوگا اور وہ گول سے آخر تک کا مزہ پھینکیں گے اور جنت میں ایک یا قوت ہے جس میں ستر ہزار گھریں اور ہر گھریں ستر ہزار کھلیاں ہیں جن میں گھنیں نہ شکاف ہے نہ سوراخ ہے۔

اولیٰ جنتی :- حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جنت میں اولیٰ مرتبہ والا وہ ہوگا کہ اپنی سلطنت میں ایک ہزار سال سفر کرے گا اور وہ دور و نزدیک کی اشیاء کو برابر دیکھے گا اور سب میں اعلیٰ درجہ وہ ہوگا جو صبح و شام اپنے پروردگار کے دیدار سے شرف ہوگا۔

فائدہ :- حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں ایسا کوئی نہ ہوگا جس کے ہاتھ میں تین کلکن نہ ہوں گے۔ ایک سونے کا ایک موتی کا اور ایک چاندی کا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک حور ہے جس کا نام جنتا ہے۔ جب وہ چلتی ہے

تو اس کی واہنی اور پائیں طرف سے ہزار لوٹیاں ساتھ چلتی ہیں اور وہ کہتی ہے کہ کہیں ہیں وہ لوگ جو ابھی بات کا حکم کرنے والے اور بری بات سے منع کرنے والے تھے۔

نچا بن معذ فرماتے ہیں کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہے مگر جنت کا ہاتھ سے لٹکانا سب سے زیادہ سخت ہے اور دنیا کا چھوڑنا آخرت کا مہر ہے اور یہ بھی اسی کا قبل ہے کہ دنیا کی طلب میں نفس کی لذت ہے اور آخرت کی طلب میں اس کی عزت ہے لیکن تعجب ہے اس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب میں عزت کو ترک کرتا ہے۔

**اہل جنت کی صفات :-** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے للذین احسنوا الحسنی و زیادة (یونس 26) ترجمہ کنز الایمان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

**قائدہ :-** آیت میں زیادتی سے مراد دیدار الہی اور شرف رویت حق ہے جو ایسی بڑی لذت ہے کہ اس میں جنت کی تمام آسائشیں بھول جاتی ہیں اور ہم نے رویت کی حقیقت باب الحیث میں بیان کی ہے اور اس کا ثبوت کتب اللہ اور احادیث میں ہے۔

**بد عقیدہ لوگ :-** مشرک کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محتج ہے۔ ان کا رد حدیث ذیل سے ہے۔  
حضرت جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسے دیکھو گے جیسا اس چاندی کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تم ایک دوسرے پر سہکتے نہیں کرتے یعنی سب بے تکلف اور بلا مشقت دیکھتے ہو۔ اگر تم سے ہو سکے کہ طلوع و غروب آفتاب سے پہلے کی نماز سے نہ تنہو یعنی اسے لڑا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی۔ و سبح بحسبک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها (طہ 130) ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی ہاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

**قائدہ :-** حضرت سیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی للذین احسنوا الحسنی و زیادة (یونس 26) اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو ایک منہ بولے پکارے گا کہ اے اہل جنت تم سے اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ پورا کرے۔ وہ عرض کریں گے کہ وہ کونسا وعدہ ہے؟ کیا ہمارے وزن قول نہیں کر چکا اور منہ سفید نہیں کیے اور جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نہیں بچایا۔ پھر فرمایا کہ اس کے بعد پر وہ اٹھایا جائے گا اور لوگ اللہ تعالیٰ کی صورت اقدس کی طرف دیکھیں گے۔ اس وقت یہ حال ہو گا کہ کوئی چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے تیارہ محبوب نہ ہوگی۔

یہ حدیث روایت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ بہر حال شرف دیدار امتیازی خوبی اور ندامت درجہ کی نعمت ہے اور جتنی لذتوں کی شرح ہم نے بیان کی ہیں وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہیں اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اس کی کوئی امتیاز نہیں بلکہ لذت جنت کو لذت دیدار کی طرف کوئی نسبت ہی

نہیں اور چونکہ ہم اس کی تفصیل باب محبت اور شوق و رضا میں خوب لکھ چکے ہیں اسی لیے اسباب میں مختصر طور  
کچھ کہہ دیا ہے۔

درس عبرت :- سالک کو چاہیے کہ جنت میں سے ایک نیت سوائے دیار الہی کے اور کسی طرف نہ ہو اور  
دوسری لذتوں میں جنت کے تو جانور بھی شریک ہیں جو چراگاہوں میں دوڑتے پھرتے ہیں۔

وسعت رحمت حق تعالیٰ جس سے ہم غافل ہیں :- چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فل کو اچھا سمجھتے تھے  
اور ہمارے اعلیٰ ایسے نہیں جن سے ہم توقع مغفرت کریں۔ اسی لیے ہم فل تک لینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی اقتدا کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا انجام دیا و آخرت میں خیر کے ساتھ کرے۔ جیسے ہم نے اس کتاب  
(احیاء العلوم) کو اس کی رحمت کے ذکر سے ختم کیا اور وہ خود فرماتا ہے ان اللہ لا یذل ان بشرک بہ ویغفر ما دنا  
ذلک لمن یشاء (النساء 116) ترجمہ کنزالایمان : اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس ۔

بچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرماتا ہے۔ اور فرمایا فل یا عباد الذین اسرفوا علی انفسہم لا تعظموا  
رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ هو الغفور الرحیم (الزمر 53) ترجمہ کنزالایمان : تم فرماؤ اے میرے  
وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے  
شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور فرمایا ومن یعمل سوء او یظلم نفسه تم یستغفر اللہ بعد اللہ غفور رحیم  
(النساء 110) ترجمہ کنزالایمان : اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اس سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشے والا  
مہربان پائے گا۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں یا اور تصانیف کتابوں میں ہمارا قدم پھلایا  
قلم ہکا بو نور ان اپنے دیگر اقوال سے بھی مغفرت چاہتے جن کے موافق ہمارے اعلیٰ نہ ہوں اور اس علم و بصیرت  
سے جس کا وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ کے دین میں کیا ہو اور اس میں کوتاہی کی ہو اور اس عمل و علم سے جس سے ہم  
نے خاص اسی کی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اس میں کوتاہی دو سرا مل گیا ہو اور اس وعدے سے جو ہم نے اپنے دل  
سے اس سے کیا ہو اور پھر اس کے پورا کرنے میں ہم نے کوتاہی کی ہو اور اس نعمت سے جس کو اس نے ہمیں دی  
اور ہم نے اس کو اس کی نافرمانی میں صرف کیا اور اس عیب سے جس کے ساتھ ہم متعلق تھے اور ہم نے اس پر  
اس کو صریح الفاظ یا اشارہ سے لگایا اور ان کو ناقص اور قصور وار ٹھہرایا اور اس خطرے سے جو ہم کو موجب تکلف  
اور بیلافت اور لوگوں کے ساتھ دیا کا کسی کتاب لکھنے یا کلام کرنے یا علم پڑھنے یا چلنے میں ہوا ہو ان تمام امور سے  
بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑھیں یا لکھیں یا سنیں یہ ترقی  
کرتے ہیں کہ وہ مغفرت اور رحمت سے عزت بخشیں اور اہلری سب ظاہری اور باطنی خطاؤں سے درگزر فرمائے  
اس لیے کہ اس کا کرم اور رحمت وسیع اور بخشش بام قیام پر جاری ہے اور ہم بھی اس کی ایک مخلوق ہیں۔

حدیث یہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سورتیں ہیں اور ان میں سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرند اور بہائم و حشرات الارض کے درمیان آباد ہے۔ اسی سے ہر چیز آپس میں رحم کرتی ہے اور ناپوے رحمت کو اپنے لیے رکھا ہے۔ ان سے اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم فرمائے گا۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک نوشتہ عرش کے پچھلے سے نکالے گا جس میں یہ لکھا ہوگا۔ میری رحمت بڑھ گئی۔ میرے غضب سے اور میں سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہوں۔ پس دوزخ میں سے جنت والوں کے دو گنا آدمی باہر ہو جائیں گے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے لیے جنتا ہوا جلی فرما کر ارشاد فرمائے گا کہ مرده ہو اے مرده مسلمانان کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے عوض میں نے یسودی و نصرانی کو دوزخ میں نہ ڈالا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی سفارش ان کی تمام اولاد میں سے ایک کو ضرور دے گا، ہزار کے متعلق منظور فرمائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمانداروں سے پوچھے گا کہ تم کو میرا ملنا محبوب تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کر لی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہارے لیے اپنی مغفرت واجب کر دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حکم فرمائے گا کہ دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکل لو جنہوں نے مجھے ایک دن یاد کیا ہوا ایک مقام پر مجھ سے ڈرے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دوزخ والے دوزخ میں اکٹھے ہوں گے اور ان کے ساتھ جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، اتنا قدر وہ اہل قبلہ ہوں گے۔ پھر مسلمانوں سے سوال کریں گے کہ کیا تم مسلم نہ تھے۔ وہ کہیں گے ہاں تو کافر کہیں گے کہ تمہارا اسلام تمہارے کام نہ آیا، اس لیے کہ تم بھی دوزخ میں ہمارے ساتھ ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے گناہ بہت تھے، ان کے باعث ہم گرفتار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ سن کر حکم فرمائے گا کہ جو جتنے اہل قبلہ دوزخ میں ہیں، وہ سب نکال لیے جائیں، ہو جب حکم وہ نکالے جائیں گے۔ جب کافر یہ معاملہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی ہم نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: *وَمَا يَدْعُو الْكَافِرِينَ* (انہیں نہ پکارے گا)۔ ترجمہ کنز الایمان: بہت آرزو نہیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے۔ نسبت بار شفعہ کے اپنی اولاد پر۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں

کی تو وہ بے حساب جنت میں داخل ہو گا اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی اس سے تھوڑا سا حساب لیا جائے گا پھر جنت میں داخل ہو گا۔

شفاعت :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اس کے لیے ہے جس نے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اس کی پینہ گناہوں کے بوجھ سے بھاری ہو۔

واقعہ قارون :- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ قارون نے تجھ سے فریاد کی ہے کہ تو نے اس کی فریاد نہ سنی۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت جلال کی کہ اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو میں اس کی فریاد کو پہنچاتا اور اس کا تصور معاف کر دیتا۔

ہجکایت :- سعید بن ذبال کہتے ہیں کہ قیامت کے دن لا آدمیوں کو لانگ سے نکالنے کا حکم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا کہ یہ تمہارا بدلہ اعلیٰ ہے اور میں بندوں پر عظم کا دواوار نہیں۔ یہ فرما کر حکم دے گا کہ ان کو دونگ میں لے جایا۔ ایک تو اپنی بیویوں میں دوڑے گا میں تک کہ لانگ میں گھس جائے گا اور دوسرا توتف کر کے پاؤں مٹا جائے گا پھر ان کے واپس لانے کا حکم ہو گا اور ان سے ان کی حرکت کا سوال ہو گا کہ تو کیوں دوڑ کر گیا دوسرے نے کیوں دیر لگائی تو جو دوڑ کر گیا تھا وہ عرض کرے گا کہ باغیلقی کے دہل سے ڈرا ہوا تھا۔ اب خوف گیا کہ میلا کیس دوبارہ تیرے غضب میں نہ پڑ جاؤں اور جس نے دیر لگائی وہ عرض کرے گا کہ اٹھی مجھے تیرے ساتھ حسن عین تھا جس سے میں نے سمجھا کہ جب تو لانگ میں سے نکل چکا ہے دوبارہ اس میں نہ بیجے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم فرمائے گا۔

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو میرے حقوق تمہارے ذمہ تھے وہ میں نے تم کو معاف کیے۔ اب تمہارے آپس کے حقوق ہیں۔ ان کو آپس میں ایک دوسرے کو بخش دو اور میری رحمت سے بہت میں داخل ہو جاؤ۔

ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آیت مبارکہ پڑھتے سنا وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها (آل عمران 103) ترجمہ کنز الایمان: پھر تم ایک غار لانگ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔ اعراب نے کہا کہ بخدا اس سے بچلایا تو نہیں وہ تو یہ جانتا ہے کہ اس میں ڈل دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آجوں کو بے سمجھ ہو کر نہ پڑھا کرو۔

اقوال اسلاف صالحین رحمۃ اللہ علیہ :- حضرت مناجی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عیاد بن الصامت کے مرض الموت میں ان کی خدمت میں گیا اور دعا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم کیوں دیتے ہو؟ بخدا جو حدیث میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور اس میں تمہاری بھتری ہوئی اور میں نے تم سے بیان کر دی ہے مگر ایک حدیث اور ہے "وہ بھی آج کے دن ہوں کہ میری جان لیوں پر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص گواہی دے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں " محمد اللہ کے رسول ہیں۔ " اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام فرمادیتا ہے۔

عبداللہ بن عمر بن العاص فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کو میری امت کے تمام جمع کے سامنے چھوڑے گا۔ اس پر پنجوے دفاتر پھیلانے جائیں گے۔ ایک دفتراں کا کھڑا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ ان دفتروں میں تجھ کو کسی کا انکار تو نہیں۔ تیرے لوہے میرے کامیوں کا انظروں نے زبردستی تو نہیں کی " از خود تو نہیں لکھ لیے۔ وہ عرض کرے گا کہ نہیں۔ پھر ارشاد فرمائے گا تجھے کچھ عذر ہے؟ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہمارے یہاں تیری ایک نیکی ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹا سا پرچہ نکالے گا جس میں ہو گا شہدان لا الہ الا اللہ واشہدان نعمہ الرسول اللہ " گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ " وہ عرض کرے گا کہ ہاں یہ پرچہ ان دفاتر کے سامنے کیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پس وہ دفاتر ایک پلہ میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلے میں تو وہ دفاتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔

حدیث شریف :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت اور پلہ مراد کا وصف بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے برابر خیر پاؤ " اسے دوزخ سے نکال لو " وہ بہت سی مخلوق کو نکالیں گے۔ پھر عرض کریں گے کہ خدایا جن لوگوں کے لیے تو نے حکم دیا تھا " ان میں سے ہم نے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جلاؤ اور جس کے دل میں ذرہ برابر خیر پاؤ " اسے نکال لو۔ وہ بہت سے لوگوں کو نکالیں گے " پھر عرض کریں گے کہ خدایا جن میں سے تو نے حکم فرمایا تھا " ان میں سے ہم نے کوئی نہیں چھوڑا۔

حضرت ابو سعید فرمایا کرتے کہ اگر تم حدیث میں مجھے سچا نہ جانو تو قرآن میں پڑھ لو ان اللہ لا یظلم مستقال ذرا وان نک حسنة بضاعها و یوت من لدنہ اجرًا عظیمًا (النساء 40) ترجمہ کنز الایمان : اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دینی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فرشتوں نے سفارش کی اور تمہیں نے سفارش کی اور مومنین نے سفارش کی اور کوئی باقی نہ رہا۔ جزاؤں کے الیامیں کے۔ پس ایک سطحی بحر سے گا اور دوزخ میں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے بھی خیرت کی اور جمل کر کوئلہ ہو گئے ہوں۔ پس ان کو اس نہر میں ڈالے گا جو بہت کے دروازوں میں ہے اور وہ نہر الیامت کہلاتی ہے۔ پھر اس میں سے ایسے نکلیں گے جیسے روکے ہوئے پانی سے بہز نکلتا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ بہزہ چونکہ پھر اور درست سب کے متصل ہوتا ہے تو جو بالقتل آتیب کے ہوتا ہے " وہ زور اور سفید ہوتا ہے اور جو



اس میں سے سینہ میں ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا آپ نے جنگل میں جانور چرائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ پھر ایسے نکلیں گے جیسے موتی اور ان کی گردنوں میں سرس ہوں گی جن سے اہل جنت ان کو پہچانیں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے آرزو کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں داخل کیا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ارشاد فرمائے گا کہ تم جنت میں داخل ہو اور جو کچھ دیکھو وہ تمہارے ہی لیے ہے۔ وہ عرض کریں گے کہ الٹی تو تے ہم کو وہ چیز دی جو کسی کو نہ دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارے لیے میرے پاس وہ چیز ہے جو اس سے بھی افضل ہے۔ وہ عرض کریں گے کہ الٹی اس سے افضل کون سی چیز ہے؟ وہ ارشاد فرمائے گا کہ وہ میرا تم سے راضی ہوتا ہے کہ میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے انہیں لائی گئیں۔ ایک نبی کے ساتھ ایک شخص اور ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا اور کسی پیغمبر کے ساتھ دس یا پانچ تھے۔ پھر میں نے بت سا جو ہم دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت ہوگی۔ پس مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ویکہ میں نے ایک ایسا جو ہم کثیر دیکھا کہ آسمان کے کناروں کو روک دیا، پھر مجھ سے کہا گیا کہ ایسے ہی ویکہ۔ جس میں نے بڑی بیماری جماعت کو دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ میری امت ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ستر ہزار جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔ اس کے بعد لوگ انگ ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح نہ فرمائی کہ بے حساب کون لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کا چہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور کہا کہ ہم تو شرک میں پیدا ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہوں گے جو بے حساب جائیں گے۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ وہ لوگ وہ ہیں جو نہ دلیف کھائیں نہ منتر پڑھیں نہ بد فعلی کریں اور اپنے رب پر بھروسہ کریں۔ پس عکاشہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ما کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے کرے۔ آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے ہے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا جیسا عکاشہ نے عرض کیا آپ نے فرمایا اب تو عکاشہ کے حق میں تجھ سے پہلے وہ دعا ہو چکی۔

حدیث :- عمرو بن حزم النصارانی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے تین دن غائب رہے کہ صرف نماز فرض کے لیے تشریف لاتے تھے۔ جب چوتھا دن ہوا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے جدا رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی سختی یا بت پیدا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ خیر کے سوا حق بات کوئی نہیں ہوئی۔ میرے پیروکاروں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میرے ساتھ رہے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں لے جائے گا۔

لوگ بے حساب داخل ہوں۔ پس میں نے اپنے رب کو بڑائی والا بلایا۔ اس کے پاس ہر شے موجود ہے اور کریم ہے۔ اس نے ستر ہزار میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار مجھے عطا فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ انہی میری امت اس تعداد کو پہنچے گی۔ اور شلا ہوا کہ ہم تیرے لیے اعواب سے شمار پورا کریں گے۔

حدیث شریف :- حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام حمہ کی طرف یعنی حد منورہ کے متصل ظاہر ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دو کہ جو مرے گا اس طرح کہ نہ شریک کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل اگرچہ زندہ اور چوری کرے۔ جبرئیل نے کہا کہ ہاں اگرچہ زندہ اور چوری کرے۔ میں نے کہا کہ اگر زندہ اور چوری کرے جبرئیل نے کہا اگرچہ زندہ اور چوری کرے۔ میں نے کہا اگرچہ زندہ اور چوری کرے جبرئیل نے کہا اگرچہ زندہ اور چوری کرے اور شراب پیئے۔ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ولعن خاف مقام ربہ حسن (الرخص 46) ترجمہ کنزالایمان: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ پس میں نے عرض کیا کہ اگر زندہ اور چوری کرے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا ولعن خاف مقام ربہ حسن (الرخص 46) ترجمہ کنزالایمان: گزشتہ صفحہ پر گزرا (منیر رضا) پھر میں نے عرض کیا کہ اگر زندہ اور چوری کرے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا ولعن خاف مقام ربہ حسن (الرخص 46) ترجمہ کنزالایمان: گزشتہ صفحہ پر گزرا (منیر رضا) میں نے عرض کی اگرچہ زندہ اور چوری کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگر پاپ ابو الدرداء کو برا لگے۔

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر مومن کو دو سری ملے گی تو وہ پیش کیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ دو زنج میں تیرے جانے کا بدلہ ہے یعنی اسے مومن کے عوض دو زنج میں جانا ہوگا۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حدیث بیان کی۔ مجھے ابو موسیٰ اشعری نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے کوئی یہودی یا نصرانی دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دلائی کہ کیا واقعی تمہارے پایہ نے یہی روایت بیان کی؟ اس نے قسم کھا کر کہا ہاں۔

حکایت و روایت :- ساری ہے کہ معرکہ جنگ کا ایک بچہ کنڑا تھا اس کے لیے بولی لگ رہی تھی کہ جو زیادہ قیمت دے گا پچھ اسے دیا جائے گا۔ موسم گرما تھا حرارت دزدوں پر تھی۔ بچہ گرمی کی شدت سے بے قرار ہو رہا تھا ایک عورت خیمے سے نکل کر بچے کی طرف دوڑی (وہ اس کی ملا تھی) خیمہ سے دوسرے لوگ اس عورت کے پیچھے دوڑے آئے۔ عورت نے بچہ کو چھائی سے ہٹا لیا اور خود اس کے بجائے گرم ریت پر لیٹ گئی اور بچے کو چھائی

سے چٹائے رکھا اور بچے پر سو جان قربان ہونے لگی۔ لوگ اس کے حل کو دیکھ کر رو رہے تھے۔ اسی دوران حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ لوگوں نے عورت کا بچے پر سو جان قربان ہونے کا واقعہ سنا۔ آپ اس عورت کی کارروائی سے خوش ہوئے اور فرمایا: "میں اس عورت کی جانفروشی سے تعجب ہے۔ لوگوں نے کہا: ہاں! فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت اس عورت کے زیادہ رحیم ہے۔ یہ بشارت سن کر خوش ہو کر واپس چلے گئے۔

فائدہ:- یہ احادیث اور وہ روایات جو ہم باب الرجاء میں لکھ آئے ہیں، یہ سب ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی وسعت رحمت کی بشارت دیتی ہیں۔ اسی لیے ہم اس کریم سے امید رکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہی معاملہ نہ کرے جس کے ہم لائق ہیں بلکہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ کرے جو اس کے جود و کرم کے لائق ہے۔ ہم اس کے فضل و احسان سے یہی امید رکھتے ہیں۔

حذا آخر ما رحمہ ظلم الفقیر القدوری ابو الصالح محمد فیض احمد لوسی رضوی غفرلہ بملوئہ۔ پاکستان (30 ستمبر 1998ء بروز بدھ دس بجے دن)

## خاتمہ الکتاب

الحمد للہ تعالیٰ احیاء العلوم کا ترجمہ بخیر و خوبی مکمل ہوا۔ یہ فقیر کی لوکل زندگی کا ترجمہ ہے۔ اس کی تصحیح کے لیے فقیر کو وقت نہ ملا۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس پر نظر ثانی کر کے اصلاح فرمائیں۔

شکریہ:- فقیر کو 1952ء سے فراغت علمی کے بعد احیاء العلوم ترجمہ کا اس لیے خیال گذرا کہ مولوی محمد احسن نابوی نے جو ترجمہ مذاہق العارفین کیا، اس میں اپنے مسلک کو دخل دیا جس سے امام غزالی قدس سرہ الباری کی روح کے خلاف تہمت کی گئی۔ امام غزالی قدس سرہ شافعی المذہب ہیں۔ کتاب میں حنفیت کے متعلق اقبایا نہیں کیا۔ فقیر نے ہر دواں انتہاء سے ترجمہ کو اعلان کیا اس کی اشاعت کے لیے کچھ تھی۔ اللہ تعالیٰ بھلا کرے حضرت علامہ قادری الحاج غلام عباس نقشبندی کا جنہوں نے حضرت الحاج علامہ مولانا محمد فدا تائش قصوری کو اس کی اشاعت کی طرف متوجہ فرمایا جن کی فرمائش پر ملک شیر حسین سلمہ نے اس کی اشاعت کا بوجھ اٹھایا۔ اسی لئے فقیر نے اس کی طباعت کے دائمی حقوق ملک شیر حسین کو تفویض کر دیے ہیں۔

فقیر ذیل کے احباب کا بھی شکریہ گزار ہے جنہوں نے فقیر کے پڑنے سونے صاف کئے۔ مولانا غلام حسین لوسی پاک پن شریف، عزیز محمد عبدالغفار لوسی، قائد آباد عزیز محمد و خواجہ لوسی، مولانا محمد عبدالغفار، تھوری و علی کبیر، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ کریم ہم سب کی ساری مشکور فرما کر ہمارے لیے آخرت کا سرمایہ اور عوام السلام کے لئے اسے مشعل رہا ہے۔ (آمین)

رہنے کا بھکاری الفقیر القدوری ابو الصالح محمد فیض احمد لوسی رضوی غفرلہ 22 جنوری لاخرۃ 1419ھ

علماء و خطباء۔ مقررین کے لئے بے مثال تحفہ  
پورے سال کے خطبات جمعہ سے بے نیاز کر دینے والی کتاب

# مقبول اسرار خطابت

مصنف  
جامعین امام خطابت  
شہرت صاحبزادہ  
پیر محمد مقبول احمد  
پہلوان  
(مستطیل)

اسرار خطابت  
جلد اول صفحہ ۱  
فناںک طبعیہ از زبان کرم • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • ۴۴۴ کی دہائی  
شہنشاہت • نور علیہ • دل حضرت • حیات اولیاء • محبت علیہ • بیضا شریف • لکھنؤ ہلال • خطبات کا نام

اسرار خطابت  
جلد دوم صفحہ ۱  
آج کی نسبت • سوز و غم و علم • دہلی • ہر گاہ و نہ گاہ • مراد مستقیم • حیدر آباد و مل جل  
سریا بھڑا • شہنشاہت • حضرت بلال • اولیت مدینہ انکیر • ظلیہ کی محبت • محبت رسول

اسرار خطابت  
جلد سوم صفحہ ۱  
حیدر آباد سہری • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • اور امام کی ہر گاہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت

اسرار خطابت  
جلد چہارم صفحہ ۱  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک

اسرار خطابت  
جلد پنجم صفحہ ۱  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک

اسرار خطابت  
جلد ششم صفحہ ۱  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک

اسرار خطابت  
جلد ہفتم صفحہ ۱  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک  
حضرت امام علیہ • فناںک طبعیہ از حدیث شریک • غفر شہادت و خطابت • بیضا شریف • فناںک طبعیہ از حدیث شریک

ابوالعلا محمد بن ابی بکر الدین جہانگیر تصانیف و تحریروں کی فہرست

علاء الدین کی سچے سستہ کتاب کا  
ماہنامہ آسان سیریز کا نام ہے

امام محمد رضا خان

کی تعلیمات کی بنیاد پر  
کاتب: رضا علی خان

# صحیح بخاری

5 عالمی سفر

جہانگیر

لله الشكر  
والحمد لله

وہاں پہنچنے پر اس نے کہا: "میں نے یہاں پہنچ گیا۔"

المعروف بـ

جمال السنہ

نورث الہامی و متعج خاں

کتابخانه اوقاف بیت کبیر دارالمطبعات

المعروف

# تخت باقی

نقوت پيامپي و مسزاري

زیلع

اعمالیہ شہیدانہ عملوں پر اقبال کا پس منظر اور انداز نگاہ

الموطأ امام مالك

19 اکتوبر 1971ء

منسل قلمی نسخہ و جامعہ دارالعلوم اسلامیہ کراچی شمالی سہ

صحیح مسلم شریف



دوسرا پلنگر: جسے دالوں کی ایسا ہی خواست تھی جیسا کہ اولیٰ

مہاراجہ

احسانیت و انوار کا مستند اور قدیم مجلہ

سینہ و خوارمی

20

15 كسب

تیسرا سطر: ہم اللہ اور اس کے رسول

042 7246025 (d)

شهر سرادرز